جلد 5/6
بیان الامامت
ترجمہ و تشریح
نہج البلاغہ
آمیر المومنین
علی ابن ابی طالب
علیہما السلام
خُطبات (192 - 220)
الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

جلد 6/5

(بیان الامامت)

خُطبات (192 - 220)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

نام کتاب	:	بیان الامامۃ (ترجمہ و تشریح نہج البلاغۃ)
مترجم	:	الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد) ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس
جلد	:	پنجم
طبع	:	دوم
سنِ اشاعت	:	2018
تعداد	:	500
قیمت	:	

****

☆☆☆☆☆

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 180

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 181

خُطبہ ﴿192﴾

حمدِ خداوندی مع صفاتِ خداوندی،

اُس لشکر کی تیاری جو روانہ نہ ہوسکا، وہ سازش جس سے علیؑ کی شہادت وقوع میں آئی اور بنی اُمیہ محفوظ ہو گئے

خطبہ کا پس منظر! رُوِیَ عَنْ نَوْفِ الْبَكَالِيِّ قَالَ: خَطَبَنَا هٰذِهِ الْخُطْبَةَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكُوْفَةِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى حِجَارَةٍ نَّصَبَهَالَهٗ جَعْدَةُ ابْنُ هُبَيْرَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ وَعَلَيْهِ مِدْرَعَةٌ مِنْ صُوْفٍ وحَمَايِلُ سَيْفِهِ لِيْفٌ وَفِيْ رِجْلَيْهِ نَعَلَانِ مِنْ لِيْفٍ ؛ وَكَانَ جَبِيْنَهٗ ثِفْنَةُ بَعِيْرٍ فَقَال عَلَيْهِ السَّلَام ؛

حضرت نوفؓ البکالی نے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ میں ہمیں یہ خطبہ دیا تھا اور اس وقت آپؑ ایک پتھر پر کھڑے ہوئے تھے اس پتھر کو جعدہؓ ابن ھبیرہ نے آپؑ کے لئے نصب کیا تھا۔ خطبہ دینے کے وقت آپؑ ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھے اور آپؑ نے اپنی تلوار حمائل کر رکھی تھی اس کا میان بھی لیف خرما کا تھا اور آپؑ کے دونوں پیروں میں بھی لیف خرما ہی کے جوتے تھے اور آپؑ کی پیشانی اونٹ کے گھٹنے کی طرح تھی۔ چنانچہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اِلَيْهِ مَصَائِرُ الْخَلْقِ وَعَوَاقِبُ الْاَمْرِ ؛	1	تمام حمد وثنا اس اللہ کے لئے ہے جس کے حضور میں ساری مخلوق کو حاضر ہونا ہے اور اسی کے ہاتھ میں سب کا انجام ہے۔
نَحْمَدُهٗ عَلٰى عَظِيْمِ اِحْسَانِهٖ وَنَيِّرِ بُرْهَانِهٖ وَنَوَامِیْ فَضْلِهٖ وامْتِنَانِهٖ ؛	2	ہم اسی کی حمد وثنا بجا لاتے ہیں اسکے عظیم الشان احسانات کی وجہ سے اور روشن ثبوت کی بنا پر اور اسکے روزانہ بڑھنے والے فضل اور نوازشات کیلئے۔
حَمْدًا يَكُوْنُ لِحَقِّهٖ قَضَآءً وَلِشُكْرِهٖ اَدَاءً وَاِلٰى ثَوَابِهٖ مُقَرِّبًا وَّلِحُسْنِ مَزِيْدِهٖ مُوْجِبًا؛	3	ہم ایسی حمد کرتے ہیں جس سے اس کی حمد کا حق ادا ہو جائے اور تا کہ اس کے شکر کے لئے کافی ہو سکے اور اس کے ثواب کی قربت حاصل کرلے اور اس کی بخششوں میں اضافہ کرنے والی حمد ہو جائے۔

عربی	نمبر	اردو ترجمہ
وَنَسْتَعِيْنُ بِهٖ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهٖ مُؤَمِّلٍ لِنَفْعِهٖ وَاثِقٍ بِدَفْعِهٖ مُعْتَرِفٍ لَهٗ بِالطُّوْلِ مُذْعِنٍ لَهٗ بِالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ ؛	4	اور ہم اللہ سے اسی طرح کی مدد مانگتے ہیں جیسی مدد وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ کے فضل کی آس لگائے ہوئے ہوں۔ اور جو اس کی نفع رسانی کے آرزومند ہوں اور جو اسے آفات و مصائب کا دفع کرنے والا یقین کرتے ہوں جو فراوانیاں عطا کرنے کا اعتراف کرتے ہوں جو اپنے قول وعمل میں اس کے فرمانبردار ہوں۔
وَنُؤْمِنُ بِهٖ اِيمَانَ مَنْ رَّجَاهُ مُوْقِنًا وَاَنَابَ اِلَيْهِ مُؤْمِنًا وَخَنَعَ لَهٗ مُذْعِنًا وَاَخْلَصَ لَهٗ مُوَحِّدًا وَعَظَّمَهٗ مُمَجِّدًا وَلَاذَبِهٖ رَاغِبًا مُّجْتَهِدًا ؛	5	اور ہم اللہ پر ویسا ہی ایمان لاتے ہیں جیسا ایمان وہ شخص لاتا ہے جو یقین وبھروسہ کے ساتھ اللہ سے آس لگائے رہتا ہو اور جو ایمان کے ساتھ نیابت کا اقرار کرتا ہو اور جو فرماں برداری کے ساتھ ساتھ اللہ کے حضور عاجزی کرتا ہو اور توحید پرست ہوتے ہوئے صرف اللہ سے پرخلوص ہو۔ اور شکر گزاری کے ساتھ ساتھ اس کی عظمت و بزرگی مانتا ہو جو خوشی خوشی اور کوشش سے اس کی پناہ چاہتا ہو۔
لَمْ يُوْلَدْ سُبْحَانَهٗ فَيَكُوْنَ فِي الْعِزِّ مُشَارَكًا وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مُوْرِثًا هَالِكًا ؛	6	اللہ پاک کسی سے پیدا نہیں ہوا کہ باپ کے ساتھ اس کی عزت میں شریک ہوتا اور اس نے خود بھی کسی کا جنم نہیں دیا کہ وہ مرتا اور کسی کی مورث بنتا اور اپنا وارث بناتا۔
وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَلَازَمَانٌ ؛	7	اور اللہ پر وقت مقدم نہیں ہے۔ اور نہ ہی زمانہ اس سے پہلے موجود تھا۔
وَلَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَلَانُقْصَانٌ ؛	8	اور اسمیں لگاتار اور پے درپے کمی وزیادتی واقع نہیں ہوتی ہے۔
بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُوْلِ بِمَا اَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيْرِ الْمُتْقَنِ وَالْقَضَاءِ الْمُبْرَمِ ؛	9	بلکہ اللہ تو اپنے کائناتی مضبوط انتظام اور اٹل احکام اور تدبیروں کی قوت دکھا کر ہم پر اور ہماری عقلوں پر غالب آیا ہے۔ اور اپنے وجود کو ہم پر ظاہر کر کے منوایا ہے۔
فَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ قَائِمَاتٍ بِلَاسَنَدٍ ؛	10	چنانچہ اس کی کائناتی تخلیق پر گواہی دینے والے یہ تمام آسمان ہیں جنہیں اس نے بلا سہاروں اور ستونوں کے پیدا کر کے قائم رکھا ہے اور وہ بلا کسی اور کی مدد کے اپنی جگہ برقرار ہیں۔
دَعَاهُنَّ فَاَجَبْنَ طَائِعَاتٍ مُذْعِنَاتٍ غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَلَا مُبْطِئَاتٍ ؛	11	اللہ نے جب انہیں اطاعت کے لئے مدعو کیا تو وہ بلا کسی توقف اور سستی کے اور بلا ڈھیل ڈالے فرمانبرداری اور سپردگی کے ساتھ حاضر ہو گئے اور اطاعت کرنے لگے۔

عربی متن	نمبر	ترجمہ
وَلَوْلَا اِقْرَارُ هُنَّ لَهُ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَاِذْعَانُهُنَّ لَهُ بِالطَّوَاعِيَةِ لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعًا لِعَرْشِهٖ وَلَا مَسْكَنًا لِّمَلٰئِكَتِهٖ وَلَا مَصْعَدًا لِلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهٖ ؛	12	اور اگر انہوں نے اللہ کی اطاعت اور ربوبیت کا اقرار نہ کیا ہوتا اور خود کو اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ سپرد نہ کیا ہوتا تو اللہ نے آسمانوں کو اپنے عرش کی قیام کی جگہ نہ بنایا ہوتا اور نہ انہیں ملائکہ کی سکونت کی جگہ تجویز کیا ہوتا اور نہ ہی انہیں اپنی مخلوق کے نیک اعمال اور پاکیزہ کلام کے چڑھنے کی جگہ مقرر کیا ہوتا۔
جَعَلَ نُجُوْمَهَا اَعْلَامًا يَسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِيْ مُخْتَلِفِ فِجَاجِ الْاَقْطَارِ ؛	13	آسمانی ستاروں کو وہ راہ نما نشانات بنایا ہے جن سے زمین کے اطراف اور گردو نواح میں مختلف سفر کرنے والے حیران و پریشان لوگ اپنا راستہ ڈھونڈھنے میں راہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں۔
لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُوْرِهَا ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ ؛	14	اندھیری راتوں کے پھیلائے ہوئے کالے پردے ان ستاروں کی نور افشانیوں اور ضیا پاشیوں کو روک نہیں سکتے۔
وَلَا اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيْبُ سَوَادِ الْحَنَادِسِ اَنْ تَرُدَّ مَاشَاعَ فِي السَّمٰوَاتِ مِنْ تَلَأْلُوءِ نُوْرِ الْقَمَرِ ؛	15	اور نہ ہی جم کر ٹھیری ہوئی اندھیری گھپ رات کے ڈالے ہوے پردوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ آسمانوں میں بکھری ہوئی چاند کے نور کی ضیا پاشیوں کو واپس پلٹا سکیں۔
فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ وَلَا لَيْلٍ سَاجٍ فِيْ بِقَاعِ الْاَرَضِيْنَ الْمُتَطَأْطِئَاتِ وَلَا فِيْ يَفَاعِ السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ ؛	16	چنانچہ پاک ہے وہ ہستی جس پر تاریک راتوں کی سیاہی پوشیدہ نہیں ہے اور نہ وہ مخلوق پوشیدہ ہے جو رات کے اندھیروں میں زمین کے نشیبی اور گہرے علاقوں میں بسیرا کرتی ہیں اور نہ وہ مخلوقات چھپی ہوئی ہیں جو سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلندیوں میں رات گزارتی ہیں۔
وَمَا يَتَجَلْجَلُ بِهِ الرَّعْدُ فِيْ اُفُقِ السَّمَآءِ ؛	17	اور نہ اللہ سے وہ آوازیں اور گرجنا چھپا رہتا ہے جو آسمانوں کے پھیلاؤ میں اور اس کے گوشوں اور افق میں بادلوں کے پھٹنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور
وَمَا تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوْقُ ؛	18	نہ وہ بجلیاں غائب رہتی ہیں
الغِمَامِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ تُزِيْلُهَا عَنْ مَّسْقَتِهَا عَوَاصِفُ الْاَنْوَآءِ وَانْهِطَالُ السَّمَآءِ ؛	19	جو بادلوں میں چمک اور گرج کر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور نہ ہی وہ پتے چھپنے پاتے ہیں جن کو آندھیاں اور طرح طرح کی ہوائیں اور اندھا دھند بارشیں اپنے گرنے کی جگہ سے ادھر اُدھر کرتی رہتی ہیں۔
وَيَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَمَقَرَّهَا ؛	20	اور اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ بارش کے گرنے والے قطرے کہاں کہاں گرتے اور کہاں جا کر ٹھیرتے ہیں؟

وَمُسحَبَ الذَّرَّةِ وَمَجَرَّها ؛	21	اور ذرہ برابر والی چیونٹیاں چل پھر کر کہاں ٹھیریں گی؟
وَمَا يَكْفِي الْبَعُوْضَةِ مِنْ قُوْتِهَا ؛	22	اور یہ کہ مچھروں کو کونسی خوراک کافی ہو جائے گی؟
وَمَا تَحْمِلُ الْاُنْثٰى فِيْ بَطْنِهَا ؛	23	اور یہ کہ مادہ جانوروں اور عورتوں کے پیٹ میں کیا کچھ ہے۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَائِنِ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ كُرْسِيٌّ اَوْعَرْشٌ ؛	24	اور تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جو عرش وکرسی سے بھی پہلے موجود تھا۔
اَوْسَمَآءٌ اَوْ اَرْضٌ ؛	25	وہ آسمانوں اور زمینوں سے بھی پہلے سے تھا۔
اَوْجَانٌّ اَوْاِنْسٌ ؛	26	اور نوع انسان اور جنات سے بھی پہلے سے موجود تھا۔
لَا يُدْرَكُ بِوَهْمٍ ؛	27	نہ اسے وہم وگمان سے پایا جا سکتا ہے۔
وَلَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ ؛	28	اور نہ ہی فہم وفراست سے اس کو متعین کیا جا سکتا ہے۔
وَلَا يَشْغَلُهُ سَائِلٌ ؛	29	کوئی سوال کرنے والا یا مانگنے والا اسے مشغول ومصروف نہیں کر سکتا ہے۔
وَلَا يَنْقُصُهُ نَائِلٌ ؛	30	اور بخشش وعطیات اس کے سامان میں کمی نہیں کر سکتے ہیں۔
وَلَايَنْظُرُ بِعَيْنٍ ؛	31	اسے آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔
وَلَا يُحَدُّبِاَيْنٍ ؛	32	اور نہ کوئی جگہ اس کو محدود کر سکتی ہے۔
وَلَا يُوْصَفُ بِالْاَزْوَاجِ ؛	33	وہ ہم مثلوں کی مثالوں سے موصوف نہیں ہو سکتا ہے۔
وَلَا يَخْلُقُ بِعِلَاجٍ ؛	34	اور اعضاء کے ذریعہ سے پیدا نہیں کرتا۔
وَلَا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ ؛	35	اور اسے حواس سے تلاش نہیں کیا جا سکتا ہے۔
وَلَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ ؛	36	اسے انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا یعنی آدمیوں کی مثال اس پر صادق نہیں آتی ہے۔
اَلَّذِیْ كَلَّمَ مُوْسٰیؑ تَكْلِيْمًا وَاَرَاهُ مِنْ اٰيَاتِهٖ عَظِيْمًا ؛	37	وہ وہی ہستی ہے جس نے موسیٰ سے خوب باتیں اور اسے عظیم الشان معجزات دکھائے۔
بِلَا جَوَارِحَ وَلَا اَدَوَاتٍ ؛	38	بلا زبان کے اور بلا بولنے کے آلات کے اور بلا دوسرے اعضاء کے باتیں کی تھیں
وَلَا نُطْقٍ وَّلَا لَهَوَاتٍ ؛	39	اور نہ حلق کو استعمال کیا تھا۔
بَلْ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا اَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ رَبِّكَ ؛	40	اے اپنے پرورد گار کی صفات بیان کرنے میں تکلفات سے کام لینے والے اللہ کی صفات میں اگر تو سچا ہے تو ذرا
فَصِفْ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَجُنُوْدَ	41	پہلے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کی اور فرشتوں کی افواج کی صفات بیان کر کے دکھا دے جو

الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ فِيْ حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّيْنَ مُتَوَلِّهَةً عُقُوْلُهُمْ اَنْ يَّحُدُّوْا اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ؛		اپنے تقرب کے باوجود پاکیزہ حجروں میں سر جھکائے ہوئے ہیں ان کی عقلیں حیران وسرگردان ہیں کہ وہ کیسے اس تمام خالقوں سے بہتر خالق کی صفات بیان کریں؟ اور کیسے اس کی حد بندی کریں؟
وَاِنَّمَا يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُ و الْهَيْئَاتِ وَالْاَدَوَاتِ ؛	42	اور حقیقت تو یہ ہے کہ صفات کے ذریعہ سے تو صرف وہ چیزیں سمجھی اور متعین کی جایا کرتی ہیں جن کی شکلیں صورتیں اور اعضاء وآلات ہوں۔ نیز
وَمَنْ يَنْقَضِىْ اِذَا بَلَغَ اَمَدَ حَدِّهٖ بِالْفَنَاءِ ؛	43	وہ چیزیں جو اپنی انتہائی مقررہ عمر اور حد پر پہنچتے ہی فنا کی گود میں چلی جائیں ۔
فَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَضَاءَ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظَلَامٍ ؛	44	چنانچہ اللہ تو وہ ہستی ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے اپنے پیدا کئے ہوئے نور سے تمام تاریکیوں کو ضیاء عطا کی ہے۔
وَاَظْلَمَ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ نُوْرٍ ؛	45	اور اپنی ظلمت سے تمام نوروں کو اندھیرے میں بدل دیا ہے۔
اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِىْ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ ؛	46	اے اللہ کے بندو میں تمہیں اللہ کے روبرو متقی بن کر رہنے کی تاکید کرتا ہوں جس نے تمہیں لباس پہنایا۔
وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ ؛	47	اور تمہاری معاش اور ضروریات کے وسائل چوپٹ کھول دئے۔
فَلَوْ اَنَّ اَحَدًا يَّجِدُ اِلَى الْبَقَآءِ سُلَّمًا اَوْ اِلٰى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيْلًا لَكَانَ ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ ابْنَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِىْ سُخِّرَ لَهٗ مُلْكُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَعَظِيْمِ الزُّلْفَةِ ؛	48	اگر کوئی شخص بقاء کا زینہ پالیتا یا موت کو دفع کرنے کی راہ نکال لیتا تو ایسا شخص سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہوتے اس لئے کہ اللہ نے ان کے سامنے جنوں کی مملکت اور انسانوں کی مملکت اور بادشاہی مسخر کر کے ان کو سونپ دی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہیں نبوت عطا کردی گئی تھی اور انہیں اپنی عظیم ترین قربت سے بھی نوازا تھا۔
فَلَمَّا اسْتَوْفٰى طُعْمَتَهٗ وَاسْتَكْمَلَ مُدَّتَهٗ رَمَتْهُ قِسِيُّ الْفَنَآءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ ، وَاَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً ؛	49	مگر جب ان کا آب ودانہ پورا ہوگیا اور ان کی مقررہ مدت مکمل ہوگئی تو فنا کی کمانوں نے ان پر موت کے تیر برسا دیئے اور ایسی صبح آ گئی کہ بستیاں ان سے خالی ہوگئیں اور وہ دنیا سے چلے گئے۔
وَالْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً وَّوَرِثَهَا قَوْمٌ آخَرُوْنَ ؛	50	اور گھر بیکار اور خالی ہوگئے اور دوسری قوم وارث بن گئی۔
وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْقُرُوْنِ السَّالِفَةِ لَعِبْرَةً :	51	اور تمہارے لئے گزشتہ لوگوں اور گزری ہوئی صدیوں میں نصیحت کا سامان موجود ہے۔
اَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَاَبْنَاءُ الْعَمَالِقَةِ ؟	52	سوچو کہ عمالقہ جیسی جابر بادشاہ قوم کہاں ہے اور اس کی اولاد کہاں گئی؟

اَیْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَابْنَاءُ الْفَرَاعِنَةِ ؟	53	مصر کے فرعون بادشاہ کہاں ہیں اوران کی اولاد کہاں گئی؟
اَیْنَ اَصْحَابُ مَدَائِنِ الرَّسِّ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا النَّبِیِّیْنَ وَاَطْفَاُوْا سُنَنَ الْمُرْسَلِیْنَ وَاَحْیُوْاسُنَنَ الْجَبَّارِیْنَ ؛	54	بادشندگان مدائن جنگلات والے حکمران کہاں گئے جنہوں نے نبیوںؑ کوقتل کیا تھا اور رسولوں کے قوانین کو بجھا کرختم کر دیا تھا۔اوران کی جگہ جابر وظالم بادشاہوں کےقوانین کونافذ کردیا تھا؟ پھر
اَیْنَ الَّذِیْنَ سَارُوْا بِالْجُیُوْشِ وَهَزَمُوْا بِالْاُلُوْفِ وَعَسْكَرُوْا الْعَسَاكِرَ وَمَدَّنُوْا الْمَدَائِنَ ؟	55	وہ سرکش وبہادرلوگ کہاں گئے جوافواج لے کرحملہ کرتے پھرتے تھےاور ہزاروں کی تعداد کوشکست دے دیتے تھے۔جنہوں نے افواج اورفوجی چھاؤنیاں تیارکی تھیں شہر بسائے تھےاوروہاں تمدن جاری کیا تھا؟
قَدْ لَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا وَاَخَذَ بِجَمِیْعِ اَدَبِهَا مِنَ الْاِقْبَالِ عَلَیْهَا وَالْمَعْرِفَةِ بِهَا وَلتَّفَرُّغُ لَهَا	56	یقیناً وہ شخص حکمت کے ہتھیاروں اورڈھال سے سج کرآیا تھااس نے حکمت کواس کی تمام شرائط اورآداب کے ماتحت حاصل کیا تھایعنی اس نے حکمت کےحصول پر پوری توجہ دی۔اس نے پوری معرفت حاصل کی۔اوراس کے حصول کے دوران خود کوباقی مصروفیات سے فارغ رکھا تھا۔
فَهِیَ عِنْدَ نَفْسِهٖ ضَالَّتُهُ الَّتِی یَطْلُبُهَا ' وَحَاجَتُهُ الَّتِی یَسْأَلُ عَنْهَا ؛	57	چنانچہ اب حکمت اس کے نزدیک اس کی اپنی ہی ایک گم شدہ چیزتھی جس کا وہ طلبگار تھااوراسی کی ایسی ضرورت اوراحتیاج تھی جس کیلئے وہ سوال کرتارہتا تھا۔
فَهُوَ مُغْتَرِبٌ اِذَا اغْتَرَبَ الْاِسْلَامُ ' وَضَرَبَ بِعَسِیْبِ ذَنْبِهٖ وَاَلْصَقَ الْاَرْضَ بِجِرَانِهٖ '	58	چنانچہ اب تو وہ حکمت کا طلبگار اسی وقت دیس نکالا (غُـرُوب، اِغْتـرَّبَ) لے گا جب خوداسلام کوجلاوطن کیا جائے گا۔اوراس صورت میں اسےاتنی ہی اورویسی ہی تکلیف ہوگی جیسی اس اونٹ کوہوتی ہے جوتھک کربیٹھ جاتا ہےاوراپنی دم بار بار زمین پر پٹختا ہےاورگردن زمین پرپھیلا دیتا ہے۔
بَقِیَّةٌ مِّنْ بَقَایَا حُجَّتِهٖ خَلِیْفَةٌ مِّنْ خَلَائِفِ اَنْبِیَائِهٖ ؛	59	وہ حکیم اللہ کی باقی ماندہ حجتوںؑ میں سے اک حجت اورنبیوّں کے خلفاّء میں سے ایک خلیفہؑ ہے۔
اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ بَثَثْتُ لَكُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِیْ وَعَظَ بِهَا اَنْبِیَآءُ اُمَمَهُمْ ؛	60	اے لوگو میں نے تمہیں ان ہی وعظوں اورلکچروں سے اکسایا جن سے سارے نبی اپنی امتوں کونیکی پراکساتے رہے۔
وَاَدَّیْتُ اِلَیْكُمْ مَّا اَدَّتِ الْاَوْصِیَآءُ اِلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ ؛	61	اورتمہاری ہدایت کے سلسلے میں میں نے وہ تمام حقوق اورطریقے ادا کردئے جو تمام نبیوّں کے بعدان کےاوصیّاءان کی امتوں کے لئے انجام دیا کرتے تھے۔
وَاَدَّبْتُكُمْ بِسَوْتِی فَلَمْ تَسْتَقِیْمُوْا ؛	62	اورمیں نے تمہیں ہنٹر(کوڑے) کے ذریعہ سےبھی تمیزسکھائی مگرتم اس پر برقرارنہ رہے

عربی	نمبر	اردو
وَحَدَوْتُكُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْسِقُوْا ؛	63	اور میں نے تمہیں ڈانٹ ڈپٹ والی حُدی سنا کربھی ہانکا مگرتم آگے نہ بڑھ سکے۔
لِلّٰهِ اَنْتُمْ أَتَتَوَقَّعُوْنَ اِمَامًا غَيْرِىْ يَطَأُبِكُمُ الطَّرِيْقَ وَيُرْشِدُكُمُ السَّبِيْلَ ؟	64	تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں خدا تم سے انتقام لے کیا تم میرے سوا کسی دوسرے امام کی توقع میں بےحس ہو گئے ہو جو آ کر تمہیں سیدھے راستے پر چلائے گا اور صحیح راہ دکھائے گا؟
اَلاَ اِنَّهُ قَدْ اَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَاكَانَ مُقْبِلًا وَاَقْبَلَ مِنْهَا مَاكَانَ مُدْبِرًا ؛	65	خبردار ہو جاؤ کہ دنیا کی وہ چیزیں جو تمہاری طرف آنے کے لئے متوجہ تھیں انہوں نے پسپائی اختیار کر لی ہے جو پیٹھ موڑے ہوئے تھیں وہ تمہاری طرف بڑھ کر آ رہی ہیں۔
وَاَزْمَعَ التَّرْحَالَ عِبَادُ اللّٰهِ الْاَخْيَارُ ؛	66	اور یہ بھی سن لو کہ اللہ کے نیک بندوں نے دنیا سے روانہ ہونے کا ارادہ کرلیا ہے
وَبَاعُوْاقَلِيْلًامِّنَ الدُّنْيَا لَايَبْقَىٰ بِكَثِيْرٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ لَايَفْنَىٰ ؛	67	اور دنیا سے وہ تھوڑا سا سامان فروخت کردیا ہے جو فنا ہو جانے والا تھا۔اور آخرت کا وہ بہت سا سامان خرید لیا ہے جس نے کبھی فنا نہیں ہونا ہے۔
مَاضَرَّ اِخْوَانَنَا الَّذِيْنَ سُفِكَتْ دِمَاؤُهُمْ بِصِفِّيْنِ اَنْ لَايَكُوْنُوْا الْيَوْمَ اَحْيَآءَ يُسِيْغُوْنَ الْغُصَصَ وَيَشْرَبُوْنَ الرَّنَقَ ؟ قَدْ ـ وَاللّٰهِ ـ لَقُوا اللّٰهَ فَوَفَّاهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَاَحَلَّهُمْ دَارَ الْاَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ ؛	68	ہمارے ان بھائیوں کو آج زندہ نہ ہونے سے اور جنگ صفین میں اپنا خون بہا کر شہید ہو جانے سے کیا نقصان پہنچا؟ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی تلخیاں پینا پڑتیں اور گدلے پانی سے پیاس بجھانا پڑتی اس کے برخلاف شہید ہو کر ان کو اللہ سے ملاقات کا موقع ملا اور اس نے انہیں بھرپور اجر عطا کیا اور انہیں ہمیشہ کے امن وچین والے مقام پر اتارا اور ان کے خوف کو ہمیشہ کے لئے خوشی سے بدل دیا۔
اَيْنَ اِخْوَانِىَ الَّذِيْنَ رَكِبُوا الطَّرِيْقَ وَمَضَوْا عَلَى الْحَقِّ؟	69	آج میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو راہِ راست پر چلتے ہوئے حق پر برقرار رہے اور گزر گئے؟
اَيْنَ عَمَّارٌ وَاَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ ؟ وَاَيْنَ ذُوالشَّهَادَتَيْنِ ؟ وَاَيْنَ نُظَرَآؤُهُمْ مِّنْ اِخْوَانِهِمِ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَى الْمَنِيَّةِ وَاُبْرِدَ بِرُؤُسِهِمْ اِلَى الْفَجَرَةِ ؟(قَالَ: ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ فَاَطَالَ الْبُكَاءَ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)	70	آج عمارؓ کہاں ہیں اور آج ابن تیہانؓ کہاں ہیں؟ اور کہاں ہیں ذوالشہادتینؓ (دوہری شہادتوں والے ابوعمارہؓ خزیمہ بن ثابت انصاری)؟ اور کہاں ہیں ان کی مانند دوسرے بھائی؟ جن لوگوں نے موت کے آنے تک اطاعت کا عہد کر رکھا تھا اور جن کے سر کاٹ کر فاجروں کے پاس بھیجے گئے تھے“ (روایت کیا گیا ہے کہ اس کے بعد علیؑ نے اپنی کریم وشریف داڑھی پر ہاتھ مارا اور دیر تک روتے رہے پھر علی علیہ السلام نے فرمانا شروع کیا کہ:)

اَوَّهْ عَلٰى اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ قَرَءُ ا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ وَتَدَبَّرُوْ الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ اَحْیَوُا السُّنَّةَ وَاَمَا تُوا الْبِدْعَةَ ؛	71	آہ میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن پڑھا تو اس کو عمل سے مضبوط کیا اور اس میں غور وفکر کر کے فرائض کو تلاش کیا اور پھر فرائض کو قائم و نافذ کیا اور سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اُتارا۔
دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ : اَلْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللّٰهِ اَلَا وَاِنِّیْ مَعَسْكِرٌ فِیْ یَوْمِیْ هٰذَا فَمَنْ اَرَادَ الرَّوَاحَ اِلَى اللّٰهِ فَلْیَخْرُجْ "	72	انہیں جہاد کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کر لی اپنے قائد پر اعتماد کیا اور اس کی پیروی کی۔ پھر علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا، جہاد۔ جہاد۔ اے بندگان خدا دیکھو میں آج ہی لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں اور جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل کھڑا ہو"۔
قَالَ نَوْفٌ: وَعَقَدَ لِلْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ عَشْرَةِ آلَافٍ وَلِقَیْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ عَشْرَةِ آلَافٍ وَلِاَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ فِیْ عَشْرَةِ آلَافٍ وَلِغَیْرِهِمْ عَلٰى اَعْدَادٍ آخَرَ وَهُوَیُرِیْدُ الرَّجْعَةَ اِلٰى صِفِّیْنَ فَمَادَارَتِ الْجُمُعَةُ حَتّٰى ضَرَبَهُ الْمَلْعُوْنُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ فَتَرَاجَعَتِ الْعَسَاكِرُ فَكُنَّا كَاَغْنَامٍ فَقَدَتْ رَاعِیَهَا تَخْتَطِفُهَا الذِّئَابُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ "		حضرت نوفؒ نے بیان کیا کہ آپؑ نے امام حسین علیہ السلام کے لئے دس ہزار فوج ترتیب دی اور قیس ابن سعدؒ کو بھی دس ہزار فوج کا سردار بنایا اور ابوایوبؓ انصاری کو بھی دس ہزار فوج حوالے کی اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی افواج پر سردار مقرر کیا۔ اور آپ کا ارادہ دوبارہ صفین جانے کا تھا۔ لیکن ایک جمعہ بھی نہ آنے پایا کہ ملعون ابن ملجم نے اللہ اس پر لعنت کرے آپؑ کے سر پر ضرب لگا دی جس سے وہ تمام افواج بکھر کر واپس چلی گئیں اور ہماری حالت ان بکریوں جیسی ہوگئی جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور چاروں طرف سے بھیڑیئے انہیں اچک کر لے جا رہے ہوں۔

تشریحات:

جناب علی علیہ السلام نے پانچ سال تک حکومت کے فرائض انجام دئے اور آپ کا یہ سارا دور قریش سے جنگ کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اور حضرت نوف رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضور علیہ السلام ایک عظیم الشان مملکت کے حکمران ہوتے ہوئے بھی اپنی قدیم روش پر برقرار تھے۔ لباس اور جوتے بتاتے ہیں کہ آپؑ نے غریبانہ اور درویشانہ زندگی کو قائم رکھا تھا۔ حالانکہ لوگ ریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے تھے محلوں میں رہتے تھے۔ عیاشیاں کرتے تھے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ معاویہ نے آپؑ کو ایک خط میں جنگ کی دھمکی دی تھی۔ آپ نے جواب میں اُسے فیصلہ کن حملے کی اطلاع دی تھی اور اُس کے بعد آپؑ نے پبلک میں اعلان فرمادیا تھا کہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لئے مجاہدین کی ضرورت ہے اور میں اس حملے کے لئے صرف سواروں کی فوج چاہتا ہوں۔ لہٰذا صاحبان حیثیت مومنین تیار کریں۔ یہ پھر یاد دلائیں کہ حضورؐ نے ان افواج کو فارغ کر دیا تھا جو سابقہ خلفاء نے تنخواہ دار مستقل فوجیں (Standing Army) چھاونیوں میں جمع کر رکھی تھیں اور بیرونی ملکوں پر غلط اور غیر اسلامی حملے بند کر دیئے تھے۔ لہٰذا عہد رسولؐ کی طرح جہاد کی ضرورت پڑنے پر اعلان جہاد کر دیا جاتا تھا اور لوگ خود تیار ہو کر آجاتے تھے۔ اور جہاد میں شرکت کرتے تھے اپنا راشن اور اسلحہ کا خود انتظام کرتے تھے۔ اور جب جس کا دل چاہتا تھا واپس چلا جاتا تھا۔ لوگ برابر شریک جہاد ہونے کے لئے آتے تھے۔ لہٰذا حملے

کے لئے پچاس ہزار سواروں کی فوج جمع ہوئے تھے۔اور یہ تیاری معاویہ اور کمپنی کی جڑیں نکال دینے کے لئے کی گئی تھی۔ جب اس تیاری کا علم معاویہ کو ہوا تو قریشی لیڈروں میں کھلبلی مچ گئی تھی چنانچہ وہ خارجی لوگوں سے مل گئے اور حضورؑ کے قتل کے لئے سازش مرتب کی گئی۔یہی زمانہ تھا جب حضورؑ کے فداکاروں نے چاہا تھا کہ حضورؑ کی اجازت سے ایک محافظ گروہ آپؑ کے ساتھ رہے اور آپ کو تنہا نہ رہنے دے آگے پیچھے ساتھ ساتھ باڈی گارڈ کا کام کرے لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔آپؑ نے حملے کے لئے افواج کے جمع ہوجانے پر یہ پروگرام طے کر دیا تھا کہ روانگی کی صبح آپؑ فرودگاہ میں آکر صبح کی اذان دیں گے اور نماز پڑھانے کے بعد فوج کو لے کر روانہ ہو جائیں گے۔پروگرام کے مطابق آپ رات کو نمازِ تہجد کے لئے تنہا مسجد میں آئے اور نماز شروع کی اور سازش کے مطابق عبدالرحمٰن بن ملجم نے سجدہ میں مہلک ضرب لگائی۔یہی صورت حال تھی جس نے حملہ کو روک دیا اور معاویہ و بنی امیہ اور قریش باقی رہ گئے تفصیلات سابقہ تشریحات میں لکھی جا چکی ہیں۔

2۔ حمدِ خداوندی ہو یا صفات خداوندی ہوں یا کوئی موضوع ہو حضرت علیؑ قرآن پر نظر رکھتے ہوئے اپنے ہر خطبے کو سامنے لاتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے دہن مبارک سے نکلنے والا ہر جملہ اور ہر لفظ قرآن کریم میں سے ڈوب کر نکلتا ہے اس لئے آپؑ کے ہر لفظ اور ہر جملے کے لئے آیات لکھنا اور قرآن کا حوالہ دینا ان مختصر تشریحات میں ناممکن ہے۔کیونکہ آیات میں کئی کئی موضوعات ہوتے ہیں اور حضرت علیؑ کسی ایک موضوع یا لفظ پر اپنے جملے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔اور باقی موضوعات کو غیر متعلق موضوعات ہونے کی بنا پر چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔لہٰذا ایک ایک لفظ یا موضوع کے لئے پوری پوری آیات لکھنا بہت طول چاہتا ہے اور اُن کو پڑھنے میں قارئین کے بور ہونے کا اندیشہ بھی ہے۔ہم یہاں مثالیں لکھتے ہیں۔

3۔ حضورؑ کے جملوں پر آیات کے حوالوں کی مثالیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''اس کی کائناتی تخلیق پر گواہی دینے والے یہ تمام آسمان ہیں جنہیں اُس نے بلا سہاروں اور بلا ستونوں کے پیدا کر کے قائم رکھا ہے اور وہ بلا کسی اور کی مدد کے اپنی جگہ برقرار ہیں (192/10 خطبہ)۔

متعلقہ آیات: اول

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ O (31/10)

اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا جو تم خود دیکھ رہے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑ پیدا کئے تا کہ تم ادھر اُدھر کو ڈھلک نہ جاؤ۔اور اُس نے زمین میں بہت سے جانور پیدا کر کے پھیلا دئے اور آسمان سے پانی نازل کیا۔اور اُس پانی سے مفید نباتات پیدا کر دیں۔''

دوسری آیت:

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ O (13/2)

''اللہ وہی ہستی ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں اور سہاروں کے بغیر پیدا کیا اور تم انہیں دیکھ رہے ہو پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا۔ اور چاند و سورج کو تابعدار بنایا جو سب کے سب ایک مقررہ مدت تک جاری ہیں۔اللہ اپنے قوانین کی تدبیر اور آگا پیچھا دیکھ رہا ہے اور اپنی

آیات کی تفصیل کررہا ہے تاکہ شاید تم لوگ اپنے پروردگار کے نتائج پر یقین کرسکو۔“

قارئین نے دیکھ لیا کہ حضورؑ کے جملے کا دو آیتوں سے تعلق ہے اور اُن آیات میں کئی اہم ترین موضوعات اور بھی ہیں۔ مگر اس جملے (10) میں اُن کی گنجائش نہ تھی۔ دوسرے مقامات اور جملوں میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ حضورؑ کے جملوں میں ہر پہلو پر پوری پوری آیات لکھنے سے نہ صرف طول ہوگا بلکہ غیر متعلق موضوعات پڑھنے سے بوریت بھی ہوگی۔ لہٰذا جس طرح اللہ ہر ایک آیت میں صرف ایک ایک موضوع بیان کر کے علم کو محدود نہیں کرتا۔ اُسی طرح حضرت علی علیہ السلام ہر جملے میں ہر بات کہہ کر اپنے کلام کو چیستاں بنانا نہیں چاہتے ہیں۔ وہ حضرتؑ قرآن پر نظر رکھتے ہوئے اپنے خطبے کے موضوعات کو بیان کرتے گزرتے چلے جاتے ہیں۔ اور کوئی بات ایسی فرماتے ہی نہیں جو اللہ رسولؐ اور قرآن کے خلاف جاسکے۔ البتہ جہاں قرآن کے جس موضوع یا جس بات کی ضرورت ہوتی ہے اپنے جملوں میں سموتے چلے جاتے ہیں یا قرآن کے الفاظ جملوں میں لے آتے ہیں۔

3 (الف)۔ آیات کا بڑا حصہ اپنے جملوں میں لانے کی چند مثالیں بھی دیکھ لیں۔

قرآن کو جملوں میں استعمال کرنے کی ایک مثال آپ کے گیارھویں جملے میں ملتی ہے جہاں آپؑ نے فرمایا ہے کہ:

”اللہ نے جب انہیں فرمانبرداری کے لئے بلایا تو وہ بلا کسی توقف اور سستی اور بلا ڈھیل ڈالے فرمانبرداری اور سپردگی کے ساتھ حاضر ہوگئے اور اطاعت میں مشغول ہوگئے۔“ (192/11 خطبہ)

متعلقہ آیت: ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَO (41/11)

”پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھویں کی مانند تھے۔ لہٰذا اللہ نے آسمانوں اور زمینوں سے کہا کہ تم دونوں خوشی خوشی یا ناگواری سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم اطاعت شعارانہ خوشی سے حاضر ہیں۔“

اس آیت (41/11) کا بڑا حصہ حضورؑ نے اپنے جملے میں استعمال کیا ہے اور اگلے جملوں میں بھی اس آیت کا سایہ پڑتا چلا گیا ہے۔ پھر تیرھویں جملے سے ستاروں سے بھولے بھٹکے مسافروں کے راہ نمائی حاصل کرنے کی بات کی ہے جو قرآن میں یوں آئی ہے کہ: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (16/16) ”بہت سے نشانات اور ستاروں سے بھی لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔“ (اس آیت میں صرف ایک ہی موضوع تھا لہٰذا حضورؑ نے پوری آیت کو استعمال کر لیا اور جملے کے باقی حصے میں قرآن کی کئی دوسری آیات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو ہماری نظر میں ہیں مگر اختصار کی غرض سے اُن کو نہیں لکھتے۔ اور بات سمجھانے کے لئے یہی مثالیں کافی ہیں۔

4۔ صفات خداوندی میں تکلف، جبرائیلؑ و میکائل اور حجرے اور بہت سے خالقوں کا وجود اور احسن الخالقین۔

اس کے بعد آپ کا یہ جملہ توجہ چاہتا ہے کہ:

”اے اپنے پروردگار کی صفات بیان کرنے میں تکلفات سے کام لینے والے اللہ کی صفات میں اگر تو سچا ہے تو ذرا پہلے جبرئیل و میکائیل اور فرشتوں کی افواج کی صفات بیان کر کے دکھا دے۔ جو اپنے تقرب کے باوجود پاکیزہ حجروں میں سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اُن کی عقلیں حیران و سرگردان ہیں کہ وہ کسی طرح تمام خالقوں سے بہتر خالق کی صفات بیان کریں اور کیسے اُس کی حد بندی کریں؟ (192/40-41 خطبہ)۔

ان دونوں جملوں سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو اللہ کی صفات بیان کرتے تھے۔مگر اپنے بیان میں خود روباتیں کرتے تھے جو حقیقت کے خلاف ہوتی تھیں۔جنہیں حضورؐ نے تکلف فرمایا ہے۔اورانہیں چیلنج کیا ہے۔اور ظاہر ہے کہ اُن کے زمانے میں اللہ کی صفات پر بات کرنے والے لوگ علمائے یہود ونصاریٰ تھے یا قریشی علما تھے۔

(الف) قریش کے مسلمانوں لیڈروں کا صفات خداوندی میں تکلف کرنا۔

قریشی لیڈروں نے جو صاف صاف اور کھلا کھلا تکلف خدا کی اور رسوؐل کی صفات میں کیا ہے وہ دکھانے کے لئے ہم آیات کی جگہ مودودی کا ترجمہ لکھیں گے اور مزید اختصار کے لئے پوری پوری آیات کا ترجمہ بھی نہ لکھیں گے بلکہ ترجمہ کے صرف وہ جملے لکھیں گے جو عنوان کی تائید کردیں۔اور جہاں ضرورت ہوگی آیات کی عربی لکھ کر اُن کی کمر توڑ دیں گے۔سنئے قریش کے مومن لیڈر کیا کرتے تھے؟ ترجمہ سے بات سمجھئے لکھتے ہیں کہ:

اپنی سمجھی ہوئی صفات خداوندی پر قریشی مومنین کا علمدر آمد؟

''اللہ نے تائید ونصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کردیا۔مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا۔ اور جوں ہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے یعنی مال غنیمت (لوٹنے کا موقع) تم اپنے سردار کی حکم کے خلاف ورزی کر بیٹھے اس لئے کہ تم میں سے کچھ مومنین دنیا کے طالب تھے اور کچھ مومنین آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کردیا۔یاد کرو جب تم بھاگے چلے جارہے تھے کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا اور رسوؐل تمہارے پیچھے سے تم کو پکار رہا تھا اللہ کے بندو میری طرف آؤ اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔مگر ایک دوسرا گروہ جس کے نزدیک ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی اللہ کے متعلق طرح طرح کے ایام جاہلیت کے گمان کرنے لگا جو سراسر حق کے خلاف تھے یہ مومنین اب کہتے ہیں کہ اس کام چلانے میں ہمارا کوئی بھی حصہ ہے؟ اُن سے کہو ''کسی کا کوئی حصہ نہیں اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔دراصل یہ مومنین اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر (اے رسوؐل) ظاہر نہیں کرتے۔اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ قیادت کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔'' (آل عمران 154 تا 3/152، تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 294 تا 297)

(ب) قریشی مومن لیڈر اللہ سے امیدوار تھے کہ وہ انہیں رسوؐل کے ساتھ اختیارات میں شریک کرے گا۔

قریش کی رائے اور ایمان میں نظام مشاورت ونظام اشتراک داخل تھا اور اللہ کی ہر ہر قرآنی صفت کو نظام مشاورت اور نظام شرک کے معیار پر ڈھال کر اختیار کرتے تھے۔اور انہوں نے اپنے اس عقیدے کو مسلسل مضبوطی سے اختیار کئے رکھا اور ہر ایسے لفظ کا سہارا لیتے رہے جو ان دونوں بنیادی نظاموں کی طرف موڑا جاسکتا تھا۔مودودی کے مندرجہ بالا اس ترجمہ میں یہ جملہ قابل غور ہے کہ ''اگر قیادت کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے'' لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (3/154) آیت کے اور ترجمہ کے اس جملے پر غور فرمائیں وہ کہتے ہیں اگر ہم اقتدار میں شریک ہوتے تو ''ہم یہاں قتل نہ ہوتے'' ظاہر ہے کہ جو لوگ یہ بول رہے ہیں وہ زندہ ہیں۔قتل ہوگئے ہوتے تو کیسے بولتے اور کیسے اعتراض کرتے؟ معلوم ہوا کہ بولنے والے قومی لیڈر رہیں جو پوری قوم کی طرف سے عموماً اور قتل ہو چکنے والوں کی طرف سے خصوصًا درددل اور قومی نقصان کی طرف متوجہ کررہے ہیں اور مطلب صاف ہے کہ اگر اقتدار میں ہم شریک ہوتے تو ہم سے ضرور مشورہ لیا جاتا اور

ہمارے مشورے سے اقدامات کرنے پر یہ قومی نقصان نہ ہوا ہوتا۔یعنی دین کے تمام کام تنہا رسولؐ کی ناتجربہ کارانہ بصیرت کے تنہا حکم سے نہیں ہونا چاہئیں بلکہ اہل حل وعقد کے مشورے سے ہونا چاہیں۔اس اصول کے ماتحت ان قومی لیڈروں نے کہا تھا کہ:

وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓـؤُلَاۤءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًاO(نسا 4/78)

مودودی ترجمہ: ''اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ تمہاری بدولت ہے کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔آخر اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی'' (ایضًا جلد اول صفحہ 375-374)

مودودی کی تشریح:''109۔ یعنی جب فتح وظفر اور کامیابی وسرخروئی نصیب ہوتی ہے تو اسے اللہ کا فضل قرار دیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے اُن پر یہ فضل نبیؐ ہی کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔مگر جب خود اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کے سبب سے کہیں شکست ہوتی ہے اور بڑھتے ہوئے قدم پیچھے پڑنے لگتے ہیں تو سارا الزام نبیؐ کے سر تھوپتے ہیں اور خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں۔'' (تفہیم اول صفحہ 276-275) یہ ہیں قریش کے مومن لیڈر ابوبکر وعمر اینڈ کمپنی اور صفات خداوندی۔

5۔صفات میں تکلف کرنے والوں کو چیلنج جبریل ومیکائیل اور باقی فرشتوں کی صفات۔

جملے نمبر 41-40 میں ملائکہ کی عموماً اور جبرئیل ومیکائیل کی صفات بیان کرنے کا چیلنج خصوصاً کیا گیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ مذکورہ یہودی ونصرانی اور قریشی علما اللہ کی صفات تو اس لئے رگڑتے رہتے تھے تاکہ اپنے لئے بداعمالی کی راہیں نکالیں مگر وہ ملائکہ کی صفات سے قطعاً جاہل تھے۔اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَOمَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَOوَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ‌ۚ وَمَا يَكۡفُرُ بِهَآ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ O (2/97-99)

مودودی۔''ان سے کہو کہ جو کوئی جبریل سے عداوت رکھتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ جبریل نے اللہ ہی کے اذن سے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تائید کرتا ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آیا ہے۔جو اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے رسوؐلوں اور جبریل ومیکائل کے دشمن ہیں اللہ اُن کافروں کا دشمن ہے۔ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اور اُن کی پیروی سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔'' (سورہ بقرہ 99 تا 2/97) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 97-96)

ہمیں ان آیات سے جو کچھ اخذ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں لفظ قرآن آیت میں نہیں ہے اور لفظ نَزَّلَهٗ میں ضمیر مذکر غائب ہُ سے قرآن سمجھا گیا ہے اور پورے قرآن کا نازل کیا جانا سب نے مانا ہے لہٰذا پہلی بات تو یہ ہوئی کہ سارا قرآن یکمشت ایک دم نازل کیا گیا تھا اور یہی بات قرآن میں جگہ جگہ اور بار بار فرمائی گئی ہے جیسے کہ فرمایا ہے اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ (97/1) یقیناً ہم نے پورا قرآن شب قدر میں اتارا تھا۔'' لہٰذا اس سلسلے میں قریش ساز تمام ہی افسانے باطل ہوگئے اور جبریل کا بار بار آنا اور کرتب دکھانا اور وحی کے وقت مرگی ایسا دورہ پر جانا سب بکواس مبین بن گئے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جبرئیل قرآن سنایا نہ کرتے تھے۔ چونکہ سننا کانوں سے ہوتا ہے۔اور قرآن دل پر نازل ہوا تھا۔تیسری بات یہ ہے کہ سابقہ تمام الہامی کتابیں بقول قریش منسوخ یعنی ساقط العمل یا (Cancelled) بے کار نہیں ہوگئی تھیں۔اور چوتھی بات یہ ہے کہ یہاں اللہ نے اپنے اور رسولوں اور ملائکہ کے اور جبریل ومیکائیل کے دشمنوں کو کافر قرار دیا ہے اور کفر کرنے والوں پر فاسق ہونے کا جرم لگایا ہے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ کافر کے معنی منکر نہیں ہوتے جیسا کہ اسی جلد میں مودودی نے بھی مانا ہے (صفحہ 129) بلکہ حق کو چھپانے والا ہوتے ہیں۔اور خود مودودی فاسق کو کافر نہیں کہتے بلکہ ایک لاقانون شخص مانتے ہیں۔اور مسلمانوں کی کثرت کو فاسق وفاجر مانتے چلے آئے ہیں۔اور تمام علما فاسق کو کافر نہیں کہتے۔

6۔ چیلنج ہی میں احسن الخالقین کی صفات کا چیلنج بھی شامل فرما دیا ہے۔

یہاں ہمیں صرف اس قدر کہنا ہے کہ قرآن میں اللہ کو احسن الخٰلقین (23/14)(37/125) فرمایا گیا ہے یعنی ''تمام خالقوں سے بہتر خالق'' اسی طرح لفظ خیر الرزقین (5/114)(22/58)(23/72)(34/39) بھی فرمایا ہے یعنی سب رزق دینے والوں سے اچھا رزق دینے والا'' اور اس سے دوسرے خالقوں اور رازقوں کا وجود ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ خالق اور رازق خود مخلوق ومرزوقِ خداوندی ہیں۔ اس لئے اُن کا خلق کرنا اور رزق دینا اللہ کے عطا کردہ سامان سے ہی ممکن ہے۔ جیسے ایک بڑھئی یا لوہار یا ماں باپ وغیرہ۔ بہرحال کوئی اور خالق و رازق ہوسکتے ہیں تو محمدؐ وعلیؑ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام روز ازل سے خالق ورازق ثابت ہیں۔ پوری کائنات کی مخلوقات کی علت فاعلی کا یہی مطلب ہے اور حدیث میں فرما دیا ہے کہ ہمارا ایک خالق اور رازق مانو اس کے بعد ہمارے فضائل میں جو دل چاہے کہو۔

7۔ تمام باعظمت اقوام کے مٹ جانے اور بے نام ونشان ہوجانے پر متوجہ فرمایا ہے۔

آپ نے تمام انسانوں کو عموماً اور قریش واہل عرب کو خصوصاً یاد دلایا ہے کہ اس دنیا میں ایسی ایسی اقوام موجود رہی ہیں جن کے مقابلہ میں عرب وعجم کی تمام اقوام چیونٹی کے برابر بھی نہیں ہیں۔ جب وہ مٹ گئیں اور اُن کا نام ونشان تک نہیں ملتا تو تم کس شمار میں ہو؟ اور خود تمہارے اندر بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے سابقہ اقوام کی طرح اس دنیا کو جنگ وجدل وخون ریزی وقتل وغارت کا اکھاڑہ بنائے رکھا (20/205) بڑی بڑی مسلحہ افواج اور چھاونیاں تیار کیں اور غیر ممالک پر فوج کشی کے لئے شہر آباد کئے لیکن تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تباہ ہوگئے۔ان کی حکمت عملیاں اُن کے کام نہ آئیں اُن کی تیار کی ہوئی حکومت کا بے گوروکفن جنازہ کتے کھینچتے اور پھاڑتے رہے (55 تا 192/51 خطبہ)۔

قریشی حکمران اور فوجی انتظام؛

فوجوں کے رہنے کے لئے بارگیں تھیں۔کوفہ بصرہ اور فسطاط۔ یہ تینوں شہر تو دراصل فوج کے قیام وبود وباش کے لئے ہی آباد کئے گئے تھے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ 44)

2۔ ہر جگہ بڑے بڑے اصطبل خانے تھے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز وسامان کے ساتھ تیار رہتے تھے۔صرف اس غرض سے مہیا رکھے جاتے تھے کہ دفعۃً ضرورت پیش آجائے تو 32 ہزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ہوجائے۔ 17 ہجری میں جزیرہ والوں نے دفعۃً بغاوت کی تو یہی تدبیر کلید ظفر ٹھیری۔ان گھوڑوں کی پرداخت اور ترتیب میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا۔مدینہ منورہ کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اہتمام میں رکھا تھا۔'' (صفحہ 44)

3۔کوئی بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجی سلسلہ قائم نہ کیا گیا۔ ہر ہر ضلع میں معتدبہ فوج رہتی تھی۔'' (صفحہ 45)

4۔حضرت عمر نے اُسی وقت حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کی نئے سرے سے مرمت کرائی جائے اور اُن میں فوجیں مرتب کرائی جائیں۔

5۔عمرو بن العاص کی افسری میں جس قدر فوجیں تھیں اس کی ایک چوتھائی اسکندریہ کے لئے مخصوص تھی ایک چوتھائی ساحل کے مقامات میں رہتی تھی باقی آدھی فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھ فسطاط میں اقامت رکھتی تھی۔یہ فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رہتی تھیں اور ہر ایوان میں اُن کے ساتھ ایک عریف رہتا تھا جو اُن کے قبیلے کا سردار ہوتا تھا اور جس کی معرفت اُن کو تنخواہیں تقسیم ہوتی تھیں۔ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع افتادہ زمین ہوتی تھی۔(صفحہ 46)

6۔19ھ ہجری میں جب ہرقل نے دریا کی راہ سے مصر پر حملہ کرنا چاہا تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجی چھاؤنیاں قائم کردیں یہاں تک کہ عمرو بن العاص کی ماتحتی میں جس قدر فوج تھی اس کی ایک چوتھائی ان ہی مقامات کے لئے مخصوص کردی۔(صفحہ 46)

7۔عراق میں بصرہ وکوفہ اگرچہ خود محفوظ مقام تھے چنانچہ کوفہ میں چالیس ہزار سپاہی ہمیشہ موجود تھے۔اور انتظام یہ تھا کہ اُن میں سے 10 ہزار بیرونی مہمات میں مصروف رکھے جائیں تاہم ان اضلاع میں عجمیوں کی فوجی چھاونیاں پہلے سے موجود تھیں از سرنو تعمیر کرکے فوجی قوت سے محفوظ کردی گئیں۔(صفحہ 46)

8۔ضربیہ اور زابوقہ سات چھوٹی چھوٹی چھاونیاں تھیں وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں صوبہ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں تیار کی گئیں۔چنانچہ نہر تیری،مناذر سوق الاھواز۔ہرمزان۔اسوس۔بنیان۔جندی۔سابور مہر جاں قدق یہ تمام مقامات فوجوں سے معمور ہوگئے۔رئے اور آذر بائجان کی چھاؤنیوں میں ہمیشہ دس ہزار فوجیں موجود رہتی تھیں۔اسی طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جابجا قائم کی گئیں۔(صفحہ 46)

9۔''قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم آٹھ دس لاکھ آدمی ہتیار بند تھے۔ابن سعد کی روایت ہے کہ ہر سال تیس ہزار نئی فوج تیار ہوتی تھی۔(صفحہ 47)

قارئین نوٹ رکھیں کہ یہ قریش کے دوسرے خلیفہ کا فوجی انتظام تھا۔

8۔اپنے علم وحکمت اور حجت وخلافت ووصایت پر واضح بیان دے کر قریشی عمل درآمد کو باطل کردیا ہے۔

سابقہ اقوام کا تذکرہ فرما کر آپ نے اپنے علم وحکمت کو عام مادی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ہر شخص کو یہ حق دیا ہے کہ وہ علم وحکمۃ کو اپنی گم شدہ چیز کہہ کر بلا کسی جھجک کے حاصل کرلے۔اور حاصل کرنے میں ہر جگہ جائے اور ہر کسی سے سیکھے اور لے لے۔اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ ایسے ماحول میں رہ رہے ہیں جس میں علم وحکمت اور اسلام دونوں خطرے میں ہیں اور جہاں ان دونوں کو دیس نکالا دینے کا بندوبست کیا جارہا ہے۔اور دیکھ لو کہ آج اس علمی دور میں بھی مسلمانوں کے پاس علم وحکمت واسلام کے علاوہ سب کچھ موجود ہے۔اور اب یہ اسی کی بھیگ مانگ رہے ہیں۔ چنانچہ پرسوں بدھ کے دن اونیس دسمبر 1984 کو پاکستان نے کثرت رائے سے ہماری تصدیق کی ہے۔پھر حضرت علی علیہ السلام یہ بتاتے ہیں کہ انہیں اُن کے قریشی ماحول نے ستا ستا کر تھکا دیا ہے اور اب اُن میں کھڑا ہونے کی اور مزید مظالم سہنے کی سکت نہیں رہی ہے اور اونٹ کی مثال دے کر عربوں سے اپیل کی ہے اور انہیں بتایا کہ تم نے جسے ستایا ہے وہ تمام انبیاورسل علیہم السلام کا جانشین اور باقی رہ جانے والا خلیفہ تھا۔اور اُس نے تمہیں باقی تمام انبیاؑء اور رسؑل کی طرح نصیحت کی اور تمہیں نیک راہ اور عمدہ لکچروں سے فائدہ پہنچایا اور وہی کچھ کیا جو باقی نبیؑوں اور رسؑولوں کے اوصیاء

سابقہ امتوں کے ساتھ کرتے رہے تھے۔تمہیں وہی نغمے سنائے جواونٹ سوار قافلے کوسنائے جاتے ہیں مگرتم نے آگے بڑھنے کا نام نہ لیا۔

9۔خطبہ کے اختتام کے ساتھ آپ رخصتی اورالوداعی انداز اختیار فرماتے ہیں۔شھدا کویاد کرتے ہیں اورگریہ فرماتے ہیں۔

اس کے بعد آپ ایسا انداز اور ایسا کلام کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جا تا ہے کہ یہ آپ ؑ کا آخری خطبہ ہے۔لوگوں کو اللہ کے حوالے کرتے اور بتاتے ہیں کہ میں نہیں بلکہ اللہ میرا انتقام لے گا۔میرا وقت پورا ہو چکا ہے تمہاری سہولتیں اور آنے والی نعمتیں منہ موڑ چکی ہیں۔اور آنے والے مصائب وآلام وآفات نے تمہاری طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔دنیا سے مفید چیزیں حاصل کر چکنے کی بات کی ہے۔اور اپنے گزشتہ دوستوں اورشہدا کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔اُن کے فضائل یاد دلائے ہیں۔پھرجنگوں میں شہید ہونے والوں کی دینی ودنیاوی کامیابی واضح کرتے ہیں اور آئندہ شہادت اختیار کرنے والوں کو ہمت افزائی فرماتے ہیں۔

10۔شھدأ کوساتھ کے ساتھ جنت کا ملنا یعنی جن کا حساب نہ ہوگا اُن کو قیامت کا انتظار نہ کرایا جائے گا۔

اور یہ حقیقت واضح فرمادیتے ہیں کہ تمام مومنین کو قیامت کا انتظار نہیں کرایا جائے گا اور مرنے کے ساتھ ہی ساتھ جنت کی آسائشیں عطا کردی جائیں گی۔پھرکئی ایک ساتھیوں کو نام بنام پکار کران کی مدح کی ہے اپنے صدموں اورغم کا اظہار فرمایا ہے۔قرآن اورسنت رسوؐل کی پیروی کرنے کی مدح کی ہے۔اوراتمام حجت کیلئے فوج کی ترتیب دی ہے۔اورکل صبح کی روانگی کا اعلان کیا ہے۔پھرکیا ہوا؟ یہ دردناک بات جناب نوف رضی اللہ عنہ نے بیان کردی ہے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 181

علی نقی طہرانی خطبہ نمبر: 182

خُطبہ ﴿193﴾

1۔اللہ کی صفات اور کام اور رسوؐلوں کی بعثت کی غرض و غایت۔2۔قرآن کی صفات اور رسوؐل کے بعد کا نظام۔3۔دنیا میں رہنے کا طریقہ۔4۔دنیا کا حال اور سلوک۔5۔اللہ کی طرف سے فرمانبرداروں اور سرکشوں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟۔6۔اور عبرت و نصیحت پر طرح طرح کی ہدایات دی گئی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الۡمَعۡرُوۡفِ غَیۡرَ رُؤۡیَةٍ ؛	1	تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے جو بلا دکھائی دئے پہچانا ہوا ہے۔
اَلۡخَالِقِ مِنۡ غَیۡرِ مَنۡصَبَةٍ ؛	2	اور بلا محنت ومشقت کرنے کے کائنات کا خالق ہے۔
خَلَقَ الۡخَلَائِقَ بِقُدۡرَتِهٖ ؛	3	تمام مخلوقات کو اس نے اپنی قدرت وقوت کے زور سے پیدا کیا ہے۔
وَ اسۡتَعۡبَدَ الۡاَرۡبَابَ بِعِزَّتِهٖ ؛	4	اور محض اپنی عزت کے زور سے رب کہلانے والوں اور ربوبیت کرنے والوں سے اپنی عبادت اور اطاعت کرائی ہے۔
وَسَادَ الۡعُظَمَآءَ بِجُوۡدِهٖ ؛	5	اور اپنی سخاوت سے عظیم ترین لوگوں پر اپنی سیادت وسرداری قائم کی ہے۔
وَهُوَ الَّذِیۡ اَسۡكَنَ الدُّنۡیَا خَلۡقَهٗ ؛	6	اور اللہ وہی ہستی ہے جس نے دنیا کو اپنی مخلوق میں بسایا ہے۔
وَبَعَثَ اِلَی الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ رُسُلَهٗ ؛	7	اور جنات پر اور انسانوں پر اپنے رسوؐل مبعوث کئے تھے۔
لِیَكۡشِفُوۡا لَهُمۡ عَنۡ غِطَآئِهَا وَلِیُحَذِّرُوۡهُمۡ مِنۡ ضَرَّآئِهَا ؛ وَلِیَضۡرِبُوۡا لَهُمۡ اَمۡثَالَهَا وَلِیُبَصِّرُوۡهُمۡ عُیُوۡبَهَا ؛	8	تاکہ وہ رسوؐل جن وانس کو دنیا کے پردے ہٹا کر روشناس کریں اور ان کو دنیا کی تکلیفوں اور مضرتوں سے خبردار کرتے رہیں۔اور ان کو مثالیں دے کر دنیا کا سلوک بتاتے رہیں۔اور انہیں دنیا کے عیوب سمجھاتے رہیں۔
وَلِیَهۡجُمُوۡا عَلَیۡهِمۡ بِمُعۡتَبَرٍ مِّنۡ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَاَسۡقَامِهَا وَحَلَالِهَا وَحَرَامِهَا ؛	9	اور باشندگان دنیا کی غفلت اور بے خبری کی حالت میں ان پر عبرت انگیز اور سبق آموز ہدایات کا ہجوم رکھیں تاکہ وہ دنیا کے تغیرات کی مانند بیماری اور تندرستی اور رنج وخوشی اور دوسری خامیوں سے ہوشیار رہیں اور دنیا کے حلال و حرام پر مطلع رہیں۔

وَمَا اَعَدَّ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لِلْمُطِیْعِیْنَ مِنْھُمْ وَالْعُصَاۃِ مِنْ جَنَّۃٍ وَّنَارٍ وَّکَرَامَۃٍ وَّھَوَانٍ ؛	10	اوراس تمام انتظام سے آگاہ ہو جائیں جو اللہ نے اطاعت شعاروں اور سرکشوں اور نافرمانوں کے لئے تیار کر رکھا ہے مثلاً جنت اور جہنم اور عزت و بزرگی اور ذلت و رسوائی۔
اَحْمَدُہٗ اِلٰی نَفْسِہٖ کَمَا اسْتَحْمَدَ اِلٰی خَلْقِہٖ ؛	11	میں اللہ کی ذات میں محو ہو کر اس کی ایسی حمد کرتا ہوں جیسی حمد وثنا اس نے اپنی مخلوق سے طلب کی ہے۔
وَجَعَلَ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا وَلِکُلِّ قَدْرٍ اَجَلاً وَّلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابًا ؛	12	اوراس نے ہر چیز کیلئے مستقل تقدیر یا قانون طے کر دیا ہے اور ہر تقدیر کیلئے ایک وقت اور مدت مقرر کر رکھی ہے اور ہر وقت اور مدت کے لئے ایک کتاب تیار کی ہے۔
فَالْقُرْاٰنُ اٰمِرٌ زَاجِرٌ ؛	13	چنانچہ مکمل قرآن احکام نافذ کرنے والا دھمکانے والا ہے۔
وَصَامِتٌ نَاطِقٌ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ ؛	14	خاموش بولنے والا ہے۔ اللہ کی تمام مخلوقات پر حجت ہے۔
اَخَذَ عَلَیْہِ مِیْثَاقَھُمْ ؛	15	اوراسی لئے تمام مخلوقات سے قرآن کے متعلق عہد لیا گیا ہے۔
وَارْتَھَنَ عَلَیْہِ اَنْفُسَھُمْ ؛	16	اوران کی جانوں کو قرآن کے ہاتھ میں رہن رکھا گیا ہے۔
اَتَمَّ نُوْرَہٗ وَاَکْمَلَ بِہٖ دِیْنَہٗ ؛	17	قرآن کے نور کو اتمام یعنی حد تک پہنچایا ہے اور قرآن سے اپنے دین کو مکمل کیا ہے۔
وَقَبَضَ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ ،وَقَدْ فَرَغَ اِلَی الْخَلْقِ مِنْ اَحْکَامِ الْھُدٰی بِہٖ ؛	18	اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو ایسی حالت میں اپنے قبضے میں لے لیا کہ وہ قرآن کی ہدایات تمام مخلوق کو پہنچا کر فارغ ہو چکے تھے۔
فَعَظِّمُوْا مِنْہُ سُبْحَانَہٗ مَاعَظَّمَ مِنْ نَفْسِہٖ ؛	19	تم لوگ اللہ کو اسی عظمت کا حق دار سمجھو جس عظمت کا اس نے اپنے لئے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔
فَاِنَّہٗ لَمْ یُخْفِ عَنْکُمْ شَیْئًا مِّنْ دِیْنِہٖ ؛	20	چنانچہ اللہ نے اپنے دین کی کوئی بھی چیز تم سے پوشیدہ نہیں رکھی ہے۔
وَلَمْ یَتْرُکْ شَیْئًا رَضِیَہٗ اَوْکَرِھَہٗ اِلَّا وَجَعَلَ لَہٗ عَلَمًا بَادِیًا ؛	21	اور ایسی کوئی چیز ترک نہیں کی جو اس کی رضا مندی یا غصہ کا سبب بنتی ہو اور بیان نہ کی ہو اور اس کو آشکار کرنے کے لئے واضح اور نمایاں نشان و پرچم بلند کر دیئے ہیں۔
وَاٰیَۃً مُحْکَمَۃً تَزْجُرُ عَنْہُ اَوْتَدْعُوْ اِلَیْہِ ؛	22	اور ایسی محکم آیات قائم کر دی ہیں جو پسندیدہ امور کی طرف بلائیں اور ناپسندیدہ چیزوں پر روک کر ڈانٹیں۔
فَرِضَاہُ فِیْمَا بَقِیَ وَاحِدًا وَسَخَطُہٗ فِیْمَا بَقِیَ وَاحِدًا ؛	23	چنانچہ اللہ کی رضا مندی کا آئندہ بھی ایک ہی معیار ہے اور اس کی ناراضگی کا بھی آئندہ ایک ہی معیار رہے گا۔

وَاعۡلَمُوۡا اَنَّهُ لَنۡ يَّرۡضٰى عَنۡكُمۡ بِشَیۡءٍ سَخِطَهُ عَلٰى مَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ	24	اور یہ سمجھ لو کہ وہ تم سے کسی ایسی بات پر خوش نہ ہوگا جیسی بات پر تم سے پہلے والے لوگوں پر ناراض ہو چکا ہے۔
وَلَنۡ يَّسۡخَطَ عَلَيۡكُمۡ بِشَیۡءٍ رَّضِيَهُ مِمَّنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ ؛	25	اور تم پر کسی ایسی بات پر ناراض نہ ہوگا جیسی بات پر تم سے پہلے والے لوگوں سے راضی رہ چکا ہے۔
وَاِنَّمَا تَسِيۡرُوۡنَ فِیۡ اَثَرٍ بَيِّنٍ ؛	26	اور تم بلاشبہ واضح نقش قدم پر چلتے جا رہے ہو۔
وَتَتَكَلَّمُوۡنَ بِرَجۡعِ قَوۡلٍ قَدۡ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؛	27	اور وہی کلام کر رہے ہو جو تمہیں اپنے سے پہلے لوگوں سے پہنچا ہے اور وہ یقیناً یہی باتیں کیا کرتے تھے۔
قَدۡ كَفَاكُمۡ مَؤُنَةَ دُنۡيَاكُمۡ ؛	28	اللہ نے تمہارے لئے تمہاری اس دنیا میں روزی اور رزق اور زندگی کی دوسری ضروریات فراہم کرنے کی ضمانت لے رکھی ہے
وَحَثَّكُمۡ عَلَى الشُّكۡرِ ؛	29	اور تمہیں اس ضمانت پر شکر ادا کرتے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔
وَافۡتَرَضَ مِنۡ اَلۡسِنَتِكُمُ الذِّكۡرِ وَاَوۡصَاكُمۡ بِالتَّقۡوٰى وَجَعَلَهَا مُنۡتَهٰى رِضَاهُ وَحَاجَتَهُ مِنۡ خَلۡقِهِ ؛	30	اور تم پر فرض کیا گیا ہے کہ تم اپنی زبانوں پر ذکر خداوندی جاری رکھو اور وصیت کی جا چکی ہے کہ تم تقویٰ پرہیزگاری اور ذمہ داری اختیار کرو اور تقوی کو اپنی خوشنودی حاصل کرنے کی آخری منزل قرار دیا ہے اور اسے اپنی مخلوقات پر اپنا مطالبہ قرار دیا ہے۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ اَنۡتُمۡ بِعَيۡنِهٖ وَ نَوَاصِيۡكُمۡ بِيَدِهٖ وَتَقَلُّبُكُمۡ فِیۡ قَبۡضَتِهٖ ؛	31	چنانچہ اللہ کے حضور تقویٰ اور ذمہ داری اختیار کرو تم اس کی نظر کے سامنے ہو اور تمہارا سر اور پیشانیاں اللہ کی گرفت میں ہیں اور تمہارا چلنا پھرنا اور ہلنا جلنا اس کے قابو میں ہے۔
اِنۡ اَسۡرَرۡتُمۡ عَلِمَهُ وَاِنۡ اَعۡلَنۡتُمۡ كَتَبَهُ ؛	32	اگر تم نے چھپایا اور عام نہ کیا تو اللہ کو بہرحال علم ہے اور اگر تم نے اعلان کیا تو وہ اسے لکھے ہوئے ہے۔
قَدۡ وَكَّلَ بِكُمۡ حَفَظَةً كِرَامًا لَا يُسۡقِطُوۡنَ حَقًّا وَّلَا يُثۡبِتُوۡنَ بَاطِلًا ؛	33	یقیناً اللہ نے تمہیں مفید ہی محافظوں کے حوالے کر رکھا ہے جو کسی حق بات کو ریکارڈ کرنے سے چھوڑتے نہیں اور کسی باطل بات کو لکھتے نہیں ہیں۔
وَاعۡلَمُوۡا اَنَّهُ مَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَهُ مَخۡرَجًا مِّنَ الۡفِتَنِ وَنُوۡرًا مِّنَ الظُّلَمِ وَيُخَلِّدۡهُ فِيۡمَا اشۡتَهَتۡ نَفۡسُهُ ؛	34	اور یہ جان لو کہ جو شخص اللہ کے سامنے ذمہ دار رہتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لئے فتنوں سے نکل جانے کا طریقہ عطا کرتا ہے اور اسے اندھیرے سے روشنی میں لاتا ہے اور اسے اس کی اپنی پسندیدہ جگہ میں داخل کرتا ہے۔

عربی	نمبر	اردو ترجمہ
وَيُـنْزِلُهُ مَنْزِلَةَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهُ فِيْ دَارٍ اِصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهِ ظِلُّهَا عَرْشُهُ وَنُوْرُهَا بَهْـجَتُـهُ وَزُوَّارُهَـا مَلاَئِـكَتُـهُ وَرُفَقَاؤُ هَارُسُلُهُ ؛	35	اور اسے اپنے قریب اپنی پسندیدہ اور مفید منزل میں لاکر اتارتا ہے ایک ایسے مقام پر ہمیشہ رکھے گا جسے اللہ نے اپنی خاص صنعت اور کاریگری سے ایجاد کیا ہے۔ اسکی قیام گاہ عرش کے سایہ میں ہوگی اور وہاں خوشنودی خداوندی کی روشنی ہوگی، اور اس کے مکان کی فرشتے زیارت کیا کریں گے اور اس کے ساتھی اللہ کے رسوؐل ہوں گے۔
فَبَادِرُوْا الْمَعَادَ وَ سَابِقُوا الْاٰجَالَ ؛	36	چنانچہ تم لوگ آخرت کی طرف بڑھنے میں جلدی کرو اور موت پر سبقت لے جاؤ۔
فَـاِنَّ الـنَّـاسَ يُوْشِكُ اَنْ يَّنْقَطِعَ بِهِمُ الْاَمَـلُ وَيَرْهَقُهُمُ الْاَجَلُ وَيُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ ؛	37	یقیناً بہت جلد لوگوں کی آس ٹوٹ جائے گی اور ان پر ان کی موت چھا جائے گی اور ان کے لئے اصلاح اور توبہ کے دروازے مستقلاً بند ہو جائیں گے۔
فَـقَـدْ اَصْبَـحْـتُـمْ فِيْ مِثْلِ مَاسَاَلَ اِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ؛	38	یقیناً ابھی تو تم اس دور اور ان حالات میں ہو جن کی طرف پلٹ آنے اور اپنی اصلاح کرنے کی درخواست تم سے پہلے گزرنے والے لوگ کرتے رہے اور محروم رہے۔
وَاَنْتُـمْ بَـنُـوْ سَبِيْـلٍ عَلٰى سَفَرٍ مِّنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ ؛	39	اور تم بھی ان ہی کی طرح یہاں راہِ مسافرت طے کر رہے ہو اور ایک ایسی جگہ سے جا رہے ہو جو تمہارے لئے تھی بھی نہیں۔
وَقَدْ اُوْذِنْتُمْ مِنْهَا بِالْاِرْتِحَالِ ؛	40	اور تمہیں یقیناً روانگی کا حکم دیا جا چکا ہے۔
وَاُمِرْتُمْ فِيْهَا بِالزَّادِ ؛	41	اور سامانِ سفر فراہم کر لینے کی تاکید کی جا چکی ہے۔
وَاعْـلَـمُـوْا اَنَّــهُ لَيْــسَ لِهٰـذَا الْجِلْدِ الرَّقِيْقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ ؛	42	اور یہ سمجھ لو کہ یہ تمہاری پتلی اور نازل کھال جہنم کی آگ کے سامنے نہ ٹھیر سکے گی۔
فَـارْحَـمُـوْا نُـفُـوْسَكُمْ فَاِنَّكُمْ قَدْجَرَّ بْتُمُوْهَا فِيْ مَصَائِبِ الدُّنْيَا ؛	43	چنانچہ تم اپنے اس جسم و جان پر رحم کرو تم نے تو اس جسم اور جان و اعضاء کو دنیا کی سختیوں اور مصیبتوں میں تجربہ کر کے بھی دیکھا ہوا ہے۔
اَفَـرَاَيْـتُـمْ جَـزَعَ اَحَدِكُمْ مِّنَ الشَّوْكَةِ تَـصِيْبُهُ ؟ وَالْعَثْرَةِ تُدْمِيْهِ ؟ وَالرَّمْضَآءِ تُحْرِقُهُ ؟	44	کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک شخص کو اس تکلیف اور بے چینی میں نہیں دیکھا جب وہ کانٹا چبھنے سے یا ٹھوکر کھا کر لہولہان ہو کر یا جلا دینے والی گرم ریت سے جل کر ہائے واویلا کر رہا تھا؟
فَـكَيْفَ اِذَاكَـانَ بَيْـنَ طَابَقَيْنِ مِنْ نَّارٍ ضَجِيْعَ حَجَرٍوَ قَرِيْنَ شَيْطَانٍ ؟	45	چنانچہ غور و فکر کرو کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب دو عدد آگ کے توؤں اور دھکتے ہوئے پتھروں کے درمیان بیٹھے ہوئے شیطان کا ساتھ ہوگا؟
أَعَلِمْتُمْ اَنَّ مَالِكًا اِذَا غَضِبَ عَلَى	46	کیا تم جانتے ہو کہ جب جہنم کا منتظم مالک فرشتہ آگ پر غضبناک ہوگا تو جہنم کی آگ

عربی	نمبر	ترجمہ
النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضًا لِغَضْبِهِ وَاِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ اَبْوَابِهَا جَزَعًا مِّنْ زَجْرَتِهِ ؛		بھڑک کر جلتے ہوئے پتھروں کو توڑنے اور دھکانے لگے گی اور جب مالک آگ کو ڈانٹے گا تو آگ جہنم کے دروازوں تک اچھلنے لگی گی۔
اَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيرُ الَّذِىْ قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ؛	47	اے وہ شخص جو بڈھا اور بوسیدہ ہو چکا ہے اور جس پر ناتوانی اور کمزوری چھائی ہوئی ہے۔
كَيْفَ اَنْتَ اِذَا الْتَحَمَتْ اَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْاَعْنَاقِ ؟	48	تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب آگ کے بنے ہوئے طوق گوشت میں سے گزر کر تیری گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہو جائیں گے؟
وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتّٰى اَكَلَتْ لُحُوْمَ السَّوَاعِدَ ؟	49	اور زنجیریں اور بیڑیاں بدن میں گڑ کر رہ جائیں گی یہاں تک کہ وہ کلائیوں کا گوشت کھا جائیں گی۔
فَاللّٰهَ اللّٰهَ مَعْشَرَ الْعِبَادِ وَاَنْتُمْ سَالِمُوْنَ فِى الصِّحَّةِ قَبْلَ السُّقْمِ ؛	50	اللہ اللہ کرو اے خدا کے بندے تم اس وقت صحیح سالم اور تندرست و توانا ہو اور کسی بیماری اور نقص میں مبتلا نہیں ہو۔
وَفِىْ فُسْحَةٍ قَبْلَ الضِّيْقِ ؛	51	اور تنگی و دقت میں پڑنے سے پہلے فراخی و بےفکری کے عالم میں ہو (لہٰذا ابھی موقع ہے کہ)
فَاسْعَوْا فِىْ فَكَاكِ رِقَابِكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ تُغْلَقَ رَهَائِنُهَا ؛	52	اپنی گردنوں کو رھن کے پھندے پڑ جانے سے پہلے پہلے آزاد کرانے کی کوشش کر ڈالو۔
اَسْهِرُوْا اَعْيُوْنَكُمْ وَاَضْمِرُوْا بُطُوْنَكُمْ وَاسْتَعْمِلُوْا اَقْدَامَكُمْ وَاَنْفِقُوْا اَمْوٰلَكُمْ ؛	53	یادِ خدا میں اپنی آنکھوں کو بیدار رکھو اور اپنے پیٹوں کو فاقوں سے لاغر و پتلے کر لو۔ اپنے قدموں کو نیک کاموں میں استعمال کرو اور اپنے اموال راہِ خدا میں خرچ کر لو۔
وَخُذُوْا مِنْ اَجْسَادِكُمْ فَجُوْدُوْا بِهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَبْخَلُوْا بِهَا عَنْهَا ؛	54	آخرت میں نجات کے لئے یہاں اپنے جسم کو اپنی جان پر قربان کر دو اور ایسا کرنے میں بالکل کنجوسی سے کام نہ لو“
فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورہ محمد 47/7)	55	یقیناً اللہ نے فرمایا ہے کہ: ”اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ڈگمگانے سے باز رکھے گا (47/7)
وَقَالَ تَعَالٰى مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهُ لَهُ وَلَهُ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (57/11)	56	اور اللہ نے فرمایا ہے کہ: ”وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے چنانچہ اللہ اس کی رقم کو کئی گنا کر دے

عربی متن	نمبر	ترجمہ
		گا اور اس کو فائدہ پہنچانے والا اجر دے گا'' (57/11)
فَلَمْ يَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ وَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ ؛	57	یہاں اللہ نے اپنی کمزوری اور ذلت کی بنا پر تم سے نصرت طلب نہیں کی ہے اور نہ ہی کمی مال و دولت کی صورت پر اسے قرض لینے کی ضرورت پیش آئی ہے بلکہ
اِسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهُ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ؛	58	تم سے نصرت طلب کی ہے اس صورت میں بھی کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی افواج اس کے پاس موجود تھیں اور وہ ایسا حکیم ہے جو ہر حال میں اور ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔
وَاسْتَقْرَضَكُمْ وَلَهُ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ؛	59	اور اس نے تم سے قرض مانگا حالانکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اسی کے پاس اور اسی کے لئے ہیں اور وہ بے نیاز اور حمد وثنا کے قابل ہے۔
وَاِنَّمَا اَرَادَ اَنْ يَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؛	60	اس سب کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس نے تمہیں آزمایا تاکہ ثابت کرے کہ بہترین عمل کرنے والا کون ہے؟
فَبَادِرُوا بِاَعْمَالِكُمْ تَكُونُوا مَعَ جِيرَانِ اللّٰهِ فِي دَارِهِ ؛	61	لہٰذا بہترین اعمال کے ساتھ بڑھو تاکہ تم اللہ کے پسندیدہ مقام میں اس کے پڑوسیوں کے ساتھ قیام کرو۔
رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهُ ؛	62	وہ ہمسائے ایسے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے رسولوں کا ساتھی بنا دیا ہے۔
وَاَزَارَهُمْ مَلَائِكَتَهُ ؛	63	اور فرشتوں کو ان کی زیارت کا حکم دیا ہے۔
وَاَكْرَمَ اَسْمَاعَهُمْ اَنْ تَسْمَعَ حَسِيسَ نَارٍ اَبَدًا ؛	64	اور ان کے کانوں کو یہ عزت بخشی ہے کہ وہ کبھی بھی تا ابد جہنم کے ابلنے اور گونجنے کی سرسراہٹ تک بھی نہ سنیں گے۔
وَصَانَ اَجْسَادَهُمْ اَنْ تَلْقَى لُغُوبًا وَّنَصَبًا 'ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اَقُولُ مَاتَسْمَعُونَ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِي وَاَنْفُسِكُمْ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ؛	65	اور ان کے جسموں کو بھی رنج اور تکان سے محفوظ کر دیا ہے۔ وہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تو عظیم الشان فضل کا مالک ہے میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو میرے لئے اور تمہارے لئے اللہ ہی مدد و اعانت کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لئے موزوں ہے اور وہ بہت اچھا وکیل ہے۔''

تشریحات:

چودہ سو سال سے دن رات اذانیں دی جارہی ہیں اور اذان دینے والے بلا کسی تکلف اور سوچ بچار کے پانچوں وقت پکار کر کہتے ہیں کہ اَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ '' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ

محمدؐ اللہ کے رسوؐل ہیں''۔کیا واقعی یہ موذنین عدالت کے معیار پر سچی گواہی دیتے ہیں؟ کیا واقعی انہوں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں؟ یہ سب سنی ہوئی باتیں کرتے ہیں یہ سوفیصد سچے ہوتے اگر یہ کہتے کہ ''میں نے سنا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں نے سنا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسوؐل ہیں۔'' پھر سوائے چند لوگوں کے اور کسی نے رسوؐل اللہ سے براہ راست سنا بھی نہیں ہے۔اگر اللہ، رسوؐل اور قرآن نے ہر کسی کو اذان دینے کی اجازت نہ دی ہوئی ہوتی تو یہ جملہ کہ ''میں شہادت دیتا ہوں'' سب سے بڑا جھوٹ اور ایک نہایت فریب کارانہ سنگین جرم ہوتا۔کیوں کہ وہ ایسی شہادت یا گواہی اسی صورت میں دینے کے مجاز ہوتے جب کہ اللہ نے اُن کے سامنے محمدؐ کو اپنا رسولؐ بنایا ہوتا۔یا خود اُن سے کہا ہوتا کہ میں نے محمدؐ کو اپنا رسوؐل بنایا ہے۔چونکہ یہ دونوں صورتیں وقوع میں نہیں آئیں اس لئے یہ کہنا کہ محمدؐ اللہ کے رسوؐل ہیں۔'' خالص جھوٹ ہے انہیں اور ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے۔ہم تو صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمدؐ اور قرآن پر یقین آ گیا ہے اسلئے ہم یہ مانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اللہ کے رسوؐل ہیں۔اور بس۔لہٰذا ان خطبات میں حضرت علی علیہ السلام اللہ کی جو صفات بیان فرما رہے ہیں وہ اُن ہی کا حق ہے۔اللہ اُن ہی کے یقین کے مطابق ویسا ہے جیسا وہ فرماتے ہیں۔اگر ہمیں حضرت علی علیہ السلام کی پوزیشن پر یقین ہے تو صرف یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے لہٰذا اللہ ایسا اور ایسا ہے۔اور بس۔یعنی ہمیں اُن کی دی ہوئی اطلاعات کو اپنی معلومات یا اپنا علم کہہ کر پیش کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ وہ ہماری معلومات یا ہمارا علم نہیں ہے۔ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو جناب فرعون نے سکھایا ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ:

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَO(سورہ یونس 10/90)

''میں ایمان لایا کہ یقیناً اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور یہ کہ میں اب مسلمانوں میں سے ایک مسلم ہوں''

مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا وجود اور اُس کے علاوہ کسی اور کا معبود نہ ہونا میری معلومات نہیں لہٰذا میں بنواسرائیل کی پوزیشن کو برحق مانتے ہوئے اللہ پر ایمان لایا ہوں یہ میرے ذاتی علم کا نتیجہ نہیں ہے۔لہٰذا ہم بھی محمدؐ اور علیؑ صلوۃ اللہ علیہما کی پوزیشن کو برحق مانتے ہوئے اللہ کو ویسا ہی اور اُسی طرح مانتے ہیں جیسا محمدؐ و علیؑ کہتے ہیں۔یہ ہماری ذاتی معلومات یا علم نہیں۔لہٰذا یاد رکھیں اور کبھی نظر انداز نہ کریں محمدؐ و علیؑ اللہ سے تعارف کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔اگر آپ نے اُن ہستیوں کو نظر انداز کر کے اللہ کو یا اللہ کے دین کو یا اللہ کی صفات کو اللہ کے احکامات کو نماز، روزہ، حج زکوۃ وغیرہ کو مانا تو یہ احسان فراموشی اور محسن کشی ہوگی اور اللہ کے یہاں تمہاری کوئی چیز قبول نہ ہوگی۔جیسا کہ آج تمہارا حال ہے کہ تم غیر مسلموں سے بدتر سمجھے جا رہے ہو۔

2۔فرعون کے متعلق نئے قارئین کے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی ہوگی۔

جن حضرات نے ہماری تفسیر نہیں پڑھی انہیں فرعون کے متعلق ہمارا ادب و احترام گراں گزرا ہوگا لہٰذا چند جملے عرض کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔اللہ نے فرعون کے متعلق فرمایا ہے کہ: فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَۃً وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ O

''چنانچہ آج ہم تجھے تیرے بدن سمیت نجات دیتے ہیں تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے ہماری ایک آیت بن جائے باوجودیکہ انسانوں کی کثرت ہماری آیتوں کی طرف سے غفلت برتتی چلی آئی ہے۔'' (10/92)

دنیا کے اس سب سے بڑے سرکش سب سے بڑے متکبر اور سب سے بڑے دانشور شخص کو اللہ نے اس کے سابقہ اقوال و اعمال کے لئے جو کچھ کہا وہ سب قرآن کریم میں موجود ہے مگر تمام مترجمین اور مفسرین نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس کی رو سے فرعون کو جہنمی سمجھا گیا ہے۔بلکہ اتنا برا آدمی مانا گیا ہے کہ اگر آپ آج کسی کو فرعون کہہ دیں تو وہ اسے ایک گالی سمجھ کر آپ سے لڑنے اور مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔کیسے جاہل ہیں اور لکیر

کے فقیر ہیں یہ لوگ جو اپنے منہ میاں میٹھو بن بیٹھنے والے حجۃ الاؤں اور آیت الاؤں کو تو پوجتے ہیں لیکن اللہ کی آیات سے نہ صرف غافل ہیں بلکہ اللہ کی بنائی ہوئی آیت کو بلا کسی دلیل جہنمی قرار دیتے ہیں۔اور قرآن کے الفاظ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

قارئین نوٹ کریں کہ قرآن کی رو سے حضرت فرعون معصومینؑ کے علاوہ نہ صرف نجات یافتہ ہیں بلکہ اپنی نجات یافتگی میں ساری نجات یافتہ تعداد میں منفرد و بے نظیر و بے مثال بلکہ لاشریک لہ ہیں۔مع بدن نجات یافتہ کون کون ہیں؟ ذرا گن کر دیکھو۔اور گننے سے پہلے یہ دیکھو کہ فرعون کا وہی بدن جنت میں جائے گا جس بدن کے ساتھ وہ غرق ہوا تھا جس بدن کے ساتھ وہ حکمران تھا۔جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کو گود میں لیتا اور پیار کرتا تھا۔جس منہ سے اُس نے حضرت موسیٰؑ کو احسان فراموش یعنی کافر کہا تھا:۔وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (26/19) قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذاً وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ O(26/20)اے موسیٰؑ تو نے ہمارے ساتھ کیا جو کچھ کہ کیا اور وہ بھی کیا اور تو بھی حق کو چھپانے والوں میں سے ایک ہو گیا۔حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے واقعی وہ سب کچھ کیا اور میں اُسی وقت سے گمراہ ہوں۔یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرتِ فرعون کے الزام کا اقرار کیا ہے۔۔تفصیلات یہاں نہ پوچھیں ہماری تفسیر احسن التعبیر دیکھیں یہاں تو یہ سمجھ لیں کہ رسولؑ کو پالنے والے،گود کھلانے والے اور پیار کرنے والے تمام نجات یافتہ ہوتے ہیں اور بس۔اب آگے بڑھیں اور سوچیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اللہ کا رسولؑ کہنے اور اُن کی رسالت پر گواہی دینے کا حق حقیقت میں صرف اور صرف اللہ اور علیؑ کو ہے۔چنانچہ خود اللہ نے فرمایا ہے کہ:

3۔محمدؐ کی رسالت پر وہی گواہ ہو سکتے ہیں جس نے اُن کو رسولؑ بنایا تھا یا جس کے سامنے رسولؑ بنایا گیا تھا۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِO(رعد 13/43)

''اے رسولؑ حق اور حقیقت کو چھپانے والے لوگ کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسولؑ نہیں ہو آپؐ اُن کو بتا دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت پر چشم دید گواہ جو موجود اور بالکل کافی ہیں ایک اللہ خود ہے اور ایک وہ شخص ہے جو مکمل کتاب کا یا ساری کتاب کا عالم ہے۔''

(الف)اس آیت سے سمجھنے کی موٹی موٹی باتیں کیا ہیں۔

پہلی بات یہ سمجھنا چاہئے کہ بقول مودودی یہ سورہ الرعد مدینہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھی اور بقول ہمارے نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ پڑھی گئی تھی یعنی رسولؑ کی مخاطب قوم کو یعنی قریش کو یہ سورہ مکہ کے قیام میں سنائی گئی تھی۔ہمیں یہ کہنا ہے کہ اس آیت (13/43) کی رو سے اُس وقت پورا قرآن یا مکمل کتاب اور پورے قرآن کا یا مکمل کتاب کا عالم قریش کے سامنے مادی گواہ کی حیثیت سے موجود تھا۔

دوسری بات یہ کہ گواہی میں ایسی ہستیوں کو پیش کیا جاتا ہے جنہیں وہ لوگ مانتے ہوں جن کو گواہی درکار ہے لہٰذا قریش اللہ کو قرآن کے بقول مانتے تھے مگر اللہ اُن کے سامنے آکر گواہی نہ دے سکتا تھا۔اس لئے ایک ایسے گواہ کو پیش کیا گیا جس کو قریش جانتے تھے اور وہ اُن کے سامنے موجود تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ قریش حضرت علی علیہ السلام ان کی علمیت کے قائل تھے۔وہ ساری کتابوں کو مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں مگر یہ ضرور مانتے تھے کہ علیؑ مکمل کتاب کا یا ساری کتابوں کا عالم ہے۔اور تاریخی حیثیت سے بھی قریش نے حضرت علی علیہ السلام کی علمیت اور قابلیت کا کبھی انکار نہیں کیا یا اُن سے انکار ہو نہ سکا۔اور قریش کو حضرت علی علیہ السلام کے لامحدود علم ہی سے خطرہ تھا۔بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ صفات خداوندی کو سمجھنے اور جاننے میں حضرت علی علیہ السلام کے برابر اللہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔اور وہی ذات خداوندی پر اللہ کے برابر اور سائز کے شہید تھے۔چلتے چلتے یہ

بھی دیکھتے چلیں کہ قریش اور قریش پرست علما اس آیت (13/43) کے متعلق کیا کہتے رہے ہیں؟۔

(ب) قریش اور قریشی قرآن کو مہجور (25/30) کرنے میں آج تک برابر مصروف رہتے چلے آئے ہیں۔

مودودی جو اس صدی کے قریشی علما میں مانے ہوئے سب سے بڑے عالم اور ہماری تحقیق کو رو سے محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے سب سے بڑے دشمن تھے اُن کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ وہ آیت اپنے الفاظ میں دوبارہ پڑھنا پڑے گی فرمایا گیا تھا کہ:۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِO (رعد 13/43)

مودودی ''یہ منکرین کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ کہو ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور پھر ہر اُس شخص کی گواہی جو کتاب کا علم رکھتا ہے۔''

مودودی کی تشریح: ''63؎ یعنی ہر وہ شخص جو واقعی آسمانی کتابوں کے علم سے بہرہ ور ہے اس بات کی شہادت دے گا کہ جو کچھ میں پیش کر رہا ہوں وہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاء لے کر آئے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 466)

(ج) حق و حقیقت کو چھپانے اور بدلنے کے لئے قریشی علما نے فریب سازی بددیانتی اور خیانت کاری بڑی محنت سے کی ہے۔

اس آیت کے ساتھ مسٹر مودودی نے کیا کچھ کیا ہے وہ نمبروار پیش کرتے ہیں قارئین غور کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور قریشی علما کو داد دیں کہ انہوں نے کس خوبی سے حق و حقیقت کو چھپایا اور تبدیل کیا ہے۔

پہلی بات: مولانا کا فریب ہے۔ گواہی کی ضرورت ہے کہ محمدؐ کو اللہ کا بھیجا ہوا رسوؐل ثابت کیا جائے مگر مودودی گواہی پیش کرتے ہیں اس بات پر کہ ''محمدؐ کی تعلیمات وہی ہیں جو پچھلے رسولؑ لائے تھے۔''

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آپ چند تعلیمات توریت و زبور و انجیل وغیرہ سے لے کر ایک لیکچر دے دیں یا ایک پمفلٹ شائع کر دیں تو ہر شخص جس نے توریت و زبور و انجیل وغیرہ میں وہ آیات پڑھی ہوں یہ گواہی دے سکتا ہے اور اُس کی گواہی بلا کسی شبہ کے سچی گواہی ہوگی ''آپ کی تعلیمات وہی ہیں جو پچھلے رسولؑ لائے تھے۔''

مودودی کے فریب کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کو اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ مان لیا جائے۔ سوچئے کہ مودودی نے فریب دیا ہے یا نہیں؟

دوسری بات: یہ خیانت ہے کہ آیت کے ترجمہ میں دو ایسے الفاظ بڑھا دیئے جن کے لئے آیت کی عربی میں کوئی لفظ نہیں ہے اور وہ بڑھائے ہوئے الفاظ ہیں ''پھر ہر اس شخص'' مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے عربی عبارت میں صحیح جملہ نازل نہ کیا تھا جسے مودودی نے اپنے ترجمہ سے درست کر دیا ہے۔ اور ایک کے بجائے بہت گواہ بنا دئے۔

تیسری بات: یہ ہے کہ شہدا کے معنی میں سے گواہی کی خصوصیت کو غائب کر دیا ہے اور بجائے شھید کا ترجمہ کرنے کے لفظ ''شاھد'' کا ترجمہ لکھا ہے۔ تمام عربی دان اور قرآن سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ لفظ شھید اُس گواہ کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے جو جائے واردات پر حاضر و موجود ہو اور واقعہ کو دیکھ رہا ہو اور شاہد ایک گواہ کو کہا جاتا ہے جو کسی طرح سے بھی واقفیت حاصل کر لے۔ اور واقعہ کے وقوع پر حاضر موجود نہ ہو۔ لہٰذا آیت نے اللہ کے ساتھ ایک ایسا گواہ بیان کیا ہے جو رسوؐل بناتے وقت حاضر و موجود اور اللہ کی طرح واقعہ کو اپنے حواس خمسہ سے دیکھ سن اور محسوس کر رہا تھا۔

چوتھی بات: یہ کہ علامہ نے لفظ الکتب کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ صرف ''کتاب'' کا ترجمہ کیا ہے۔ قریشی علما عام طور پر حروف الف لام کا ترجمہ غائب کر دیا

کرتے ہیں۔حالانکہ الف لام کسی بھی اسم کی تخصیص یا خصوصیت کے لئے ہوتا ہے۔یعنی یہ الف لام کسی عام (نکرہ) اسم کو خاص (معرفہ) بنا دیتا ہے مثلاً لفظ انسان کے معنی۔ایک عام انسان یا کوئی بھی انسان ہوں گے مگر۔الانسان کے معنی ''ایک خاص انسان'' یا پوری نوع انسان یا تمام جنس انسان۔کرنا پڑیں گے۔

مودودی الف لام کی خصوصیت یوں لکھتے ہیں

چنانچہ مودودی سے لفظ ''دین'' اور ''الدین''۔کا فرق ملاحظہ فرما کر اپنا اطمینان کرلیں اللہ نے فرمایا کہ:۔

هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ O(9/33)

مودودی ترجمہ: ''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔'' (9/33۔تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 191-190)

مودودی ''پوری جنس دین'' ترجمہ کرنے پر عذر کرتے ہیں کہ۔

''32؎ متن میں ''الدِّیۡنِ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے ''جنس دین'' کیا ہے۔بعثت رسولؐ کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے۔'' (ایضاً صفحہ 190)

بات واضح ہوگئی کہ آیت (13/43) میں آئے ہوئے جملے وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ کے معنی یہ ہوں گے کہ:

''وہ شخص جس کے پاس آسمانوں سے آئی ہوئی کتابوں کی پوری جنس کا علم موجود ہے۔''

یعنی محمدؐ کے اللہ کا رسولؐ ہونے پر ایک گواہ خود اللہ ہے اور دوسرا چشم دید گواہ اللہ کی تمام کتابوں کا عالم ہے۔''

پانچویں بات: یہ ہے کہ اس آیت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کا انکار نہیں کیا جا رہا ہے۔اس لئے کہ لفظ منکرین آیت میں نہیں آیا ہے۔بلکہ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا آیا ہے کَفَرُوۡا کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ مودودی سے وہ بھی سن لیں۔

مودودی کی تشریح پہلی جلد میں لفظ کفر یا کافر کے اصلی معنی پر ''161؎ ''کفر'' کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ حق حقیقت کو چھپانے کی مہم چلا رہے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ تو اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ نہیں ہے (لَسۡتَ مُرۡسَلًا)

یہاں تک مودودی کے سارے کرتب سامنے آگئے ہیں۔

نبوتؐ ورسالتؐ پر گواہی ایک لطیفہ۔

ہم نے بچپن میں سچے اور جھوٹے نبی پر ایک دیہاتی ڈرامہ دیکھا تھا جسے اُس زمانے میں اُن کی زبان میں نقالوں کا سانگ (سوانگ) کہتے تھے ہم نے دیکھا ایک شخص نہایت شاندار لباس زیب تن کئے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہے اور تخت کی پشت پر عرش خداوندی لکھا ہوا ہے۔عرش کے چاروں طرف کچھ لوگ دو دو پروں والا لباس پہنے ہوئے فرشتوں کی صورت میں موجود ہیں۔ایک بڑے فرشتے نے آواز دی کہ ''تمام انبیاً ورسل باری باری پیش کئے جائیں۔'' چنانچہ باری باری پیشی ہونے لگی۔ہر ایک نبیؐ کی رسالت پر گواہ پیش ہوتے گئے اور تصدیق ہوتی چلی گئی آخر میں پیش ہونے والے نبی کا نام غلام احمد پکارا گیا۔گواہ پیش ہوئے اور سب نے اُن کے نبیؐ ہونے کی گواہی دی۔ریکارڈ میں کہیں اُن کا نام نہ تھا۔اللہ نے گواہوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس ذریعہ سے یہ یقین ہوا کہ یہ شخص نبی ہے گواہوں نے ایک زبان ہوکر کہا کہ یہ ایک ہی ایسا نبی

ہے جو کسی ذریعہ کا محتاج نہیں تھا ہمارے یقین کا سبب یہ ہے کہ ''یہ تو خود ہمارے سامنے نبی بنا تھا ہم اس کی نبوت پر چشم دید گواہ ہیں''
آخر غلام احمد نبیوں میں شمار کر لئے گئے اور ڈراپ سین ہو گیا۔

4۔ اللہ کے علاوہ اور بھی رب یا ارباب مانے گئے ہیں کچھ اللہ کے پسندیدہ و مستند اور کچھ مجرم اور بے خطا ارباب۔

یہ بات طے ہو جانے کے بعد اللہ کی صفات بیان کرنے کا حق صرف محمدؐ اور علیؑ صلوٰۃ اللہ علیہما کو ہے اور باقی لوگوں کو صفات بیان کرتے ہوئے یا صفات پر لیکچر و تقریر کرتے ہوئے یہ کہنا اور دلوں میں محسوس کرنا ہے کہ اُن کا اپنا علم نہیں ہے بلکہ ان بزرگ ترین ہستیوں سے ملا ہوا ہے جو نور خداوندی ہیں اور قرب خدا میں کروڑوں سال اس حد تک رہے ہیں جو ممکن الوجود اور واجب الوجود کے مابین ممکن ہے۔ اس کے بعد صفات خداوندی پر تو بات مکمل ہو گئی۔ آپ حضورؑ کے چوتھے جملے میں فرمایا گیا ہے کہ ''اور محض اپنی عزت کے زور سے رب کہلانے والوں اور ربوبیت کرنے والوں سے بھی اپنی اطاعت و عبادت کرائی ہے۔'' (4) یہاں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم رب کہلانے والوں کے لئے کیا فرماتا ہے؟

(الف)۔ رب کہنے یا رب بنانے کی اہل کتاب کو ممانعت نہیں کی گئی البتہ اُن کی عبادت سے روکا گیا ہے۔

تعاون اور صلح کا ماحول پیدا کرنے کے لئے اسلام میں جو گنجائشیں ہیں اُن کو ہمیشہ سامنے رکھئے تاکہ غیر مذاہب اور مختلف المسالک لوگوں سے قرب و محبت اور افہام و تفہیم کا ماحول موجود رہے اور حقائق کی تبلیغ آسانی سے ہو سکے۔ اس سلسلے میں قرآن کی اتھارٹی یہ ہے کہ:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَO (آل عمران 3/64)

''اے نبیؐ اہل کتاب سے کہہ دو کہ آؤ ہم اُن تمام باتوں میں تعاون کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان تسلیم شدہ ہیں جیسا کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کیا کریں۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی بھی آپس میں اللہ کی جگہ کسی اور کو رب نہ بنائیں۔ اگر وہ اہل کتاب تعاون کی اس دعوت کے بعد بھی اپنی ولایت پر جمے رہیں تو کہہ دو کہ ہم تو بہر حال مسلمان ہیں ہی۔''

(ب) مسلمان نبیؐ کی آڑ میں ملائکہ اور بعض اپنے گزشتہ نبیوںؑ کو رب مانتے تھے اُن کا پردہ فاش کر دیا گیا ہے۔

اسلام لے آنے کے بعد بعض مسلمانوں کا حال قرآن سے دیکھیں فرمایا گیا کہ:

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَO(3/80)

''رسولؐ تم کو ہرگز یہ حکم نہ دے گا تم فرشتوں کو یا نبیوؤں کو اپنا رب بنا لو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ تمہیں مسلمان ہوتے ہوئے حق کو چھپانے کا حکم دے دے؟ معلوم ہوا کہ ملائکہ کو یا نبیوںؑ کو رب بنانا حقیقت حال کو چھپانا ہے۔''

(ج) یہود و نصاریٰ ادھر عزیر اور عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اور ادھر اُن کے علما ارباب بنے ہوئے قابل عبادت تھے۔

قرآن کریم نے بھی یہ بتایا ہے کہ یہودی عزیر یا عزرا نبیؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا آج تک مانتے ہیں اور اسی تقدس کی آڑ میں اُن دونوں کے علما خدا کے برابر کے رب بنے ہوئے تھے (9/30-31) اور اللہ نے ان دونوں گروھوں کو پھٹکار دی ہے۔

(د) حضرت یوسفؑ بلا سند کے ارباب کی مذمت کرتے ہیں اللہ کو حقیقی رب کہتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے قید خانے کے ساتھیوں کو بتاتے ہیں کہ تم اللہ کے علاوہ جن ارباب کی عبادت کرتے ہو اُن کے رب

ہونے کے لئے اللہ نے کوئی سند وثبوت نازل نہیں کیا ہے یہ تو چند ایسے لوگوں کے نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں اور بزرگوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں (12/40) قرآن کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ O (یوسف 12/40)

''جن کی عبادت تم کر رہے ہو وہ تو اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ نے اُن کے رب ہونے کی کوئی سند یا سلطان نازل نہیں کیا ہے فرمانروائی کا اقتدار و اختیار اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے اُسی کا حکم ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کیا کرو یہی ہمیشہ قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر انسان اس کا علم نہیں رکھتے ہیں۔'' (یوسف 12/40)

قارئین نوٹ کریں کہ قرآن میں یہی چار مقامات ہیں جہاں لفظ ارباب آیا ہے اور اُن کی عبادت کی ممانعت کی گئی ہے۔اور فرمایا گیا ہے کہ جب تک قرآن میں اللہ کی طرف سے اجازت وسند واختیار نہ دیا جائے کسی کو لفظ ''رب'' سے یاد نہ کیا جایا کرے۔

(ہ) <u>حضرت یوسفؑ نے اپنے زمانے کے فرعون عزیز کو لفظ رب سے یاد کیا ہے۔</u>

ذرا آگے اگلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ خَمْرًا۔الخ (12/41)

''اے میرے جیل کے ساتھیوں تم دونوں میں سے ایک اپنے رب (شاہ مصر) کو شراب پلائے گا۔''

یہاں آیت میں شاہ مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام اُس بادشاہ کی جیل میں قید ہیں جسے بے تکلف رب کہہ کر تذکرہ فرما رہے ہیں اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے لہٰذا ایک بادشاہ وقت کو رب کہنے کی سند موجود ہے۔ پھر اگلی آیت میں

<u>دوسری مرتبہ اور اُسی سانس میں شاہ مصر کو پھر رب فرمایا۔</u>

حضرت یوسف علیہ السلام رہا ہو جانے والے قیدی سے فرماتے ہیں۔کہ جب تو بادشاہ کے سامنے جاؤ تو اس سے میری تعبیر کا ذکر کر دینا۔

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْھُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّہٖ۔الخ (12/42)

''حضرت یوسفؑ نے اُن دونوں قیدیوں میں سے جسے رہا ہو جانے والا سمجھا تھا اس سے کہا تھا کہ تو اپنے رب سے میرا ذکر کر دینا مگر شیطان نے اُس کو بھلا دیا اور وہ اپنے رب سے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ نہ کر سکا۔''

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو چند سال اور جیل میں رہنا پڑا۔ بہر حال بادشاہ کو قحط پڑنے والا خواب آیا تو اُس نے تمام دانشوران قوم وارا کین حکومت کو خواب سنا کر تعبیر جاننا چاہی تو اس قیدی کو حضرت یوسف کا پیغام یاد آیا۔اور بادشاہ سے اپنے خواب کا اور حضرت یوسفؑ کی بتائی ہوئی صحیح تعبیر کا ذکر کیا اور بادشاہ نے اُسی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں تعبیر دریافت کرنے کے لئے بھیج دیا۔تعبیر بتانے کے بعد رہا ہونے سے پہلے حضورؑ نے یہ شرط لگائی تھی کہ پہلے میرے بے قصور ہونے کا اعلان کیا جائے چنانچہ آپؑ نے قاصد سے کہا تھا کہ:۔

فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ مَابَالُ النِّسْوَۃِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ....الخ (12/50)

''چنانچہ قاصد حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ واپس آجاؤ اور اپنے رب سے اُن عورتوں کا حال پوچھو جنہوں نے مجھے دیکھ کر پھلوں

کیساتھ اپنے ہاتھ بھی کاٹ لئے تھے (الخ 12/50)۔

یہاں تک ایک رسولؑ کی زبان سے یہ سند حاصل ہوگئی کہ ایک ایسا بادشاہ جس میں رعایا کو پالنے کا جذبہ ہو اور اپنی عبادت کرانے کا خبط نہ ہو رب کہلانے کا حق دار ہے۔ اور یہ کہ لفظ ''رب'' ڈکشنری کا عام لفظ ہے جس میں اس لفظ کے معنی ثابت ہوں اُسے رب کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(و) خود اللہ نے ربوبیت کی بنا پر ہر ماں باپ کو رب قرار دیا ہے۔

والدین سے سلوک اور اُن کی اطاعت واحترام کے بعد تاکید کی ہے اور بتایا ہے ماں باپ کے حق میں اللہ سے کیسے اور کیا دعا کرنا چاہئے؟

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًاO(17/24)

دعا میں یہ کہا کرو کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمارے ماں باپ دونوں پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری ربوبیت کی تھی۔''

یہاں تک یہ ثابت ہوگیا کہ تمام قسم کے ارباب نے واقعی اللہ کے قوانین کی اطاعت اور اُس کی عبارت کی ہے اور کرتے رہیں گے۔ اور ساتھ یہ طے ہوگیا کہ لفظ رب ایک عام لفظ ہے ھَوَّا نہیں ہے جیسا کہ قریشی علما بیان کرتے ہیں اور وہ اپنے بیانات کی آڑ میں خود اللہ تعالیٰ کی توہین کی بھی پرواہ نہیں کرتے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِيْ الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ O وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَO(39/68-69)

''اور صور بجایا جائے گا اور تمام زندہ لوگ مرجائیں گے خواہ وہ آسمانوں میں یا زمینوں میں ہوں صرف وہی لوگ نہ مریں گے جن کو اللہ ہمیشہ زندہ رکھنا چاہئے گا۔ پھر دوسرا صور بجایا جائے گا تو اول سے آخر تک تمام مرچکے ہوئے لوگ زندہ کھڑے ہوجائیں گے اور دیکھ رہے ہوں گے کہ اب کیا ہونے والا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگانے لگے گی۔ مخصوص کتاب نصب کردی جائے گی تمام انبیأء اور شہداء حاضر ہوجائیں گے اور انبیأء وشہداا ور امتوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا اور سب کچھ حق کے ساتھ ہوگا اور اُن پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ (زمر 69-39/68)

(ز) رَبُّ الْاَرْضِ امام عصر قائم قیامت ہیں اللہ کا نور تو ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔

آیت قیامت کا نظارہ پیش کر رہی ہے اور اس زمین کا خاص طور پر جگمگانا حضرت حجۃ قائم قیامت کی جلوہ فرمائی کے سبب سے ہوگا نہ کہ اللہ کی وجہ سے۔ نہیں اس لئے کہ نہ اللہ میدان محشر میں آئے گا اور نہ اُس کا نور چھپا رہ سکتا ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر وقت ایک ہمہ گیر حالت میں ہے جو بدلتی نہیں ہے۔ یہ تو حقیقی اَرباب میں سے اُس دن سب سے بڑے رب کی حیثیت میں سامنے آئیں گے اور زمین کو روشن کردیں گے۔ اور تمام مخلوقات کا فیصلہ فرمائیں گے۔ یہ نوٹ کرلیں کہ اللہ بذاتِ خود نہ سامنے آسکتا ہے نہ حساب لے سکتا ہے۔ قیامت کے متعلق جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے۔ وہ سب کچھ اپنے نمائندے، جانشین اور نائب کے ہاتھوں پورا کرانے کے لئے فرمایا تھا۔ ان کا ہر قول وفعل اللہ کا اپنا قول وفعل ہوتا ہے۔

5۔ انبیأ ورسُل جنات اور نوع انسان دونوں کی طرف مبعوث ہوئے اور تعلیم دی جنوں کے لئے جانشینِ رسوؐل کون تھا؟

حضرت علی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''اللہ نے جنات پر اور انسانوں پر اپنے رسوؐل مبعوث کئے تھے'' (7) قرآن کریم میں سے ایک مقام دیکھ لینا کافی ہوگا۔ فرمایا گیا ہے کہ

مودودی کا ترجمہ اور تشریحات: ''اور وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تا کہ قرآن سنیں۔ جب وہ اُس جگہ پہنچے جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے تو انہوں نے آپس میں کہا خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا کہ ''اے ہماری قوم کے لوگو ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی راہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف اے ہماری قوم کے لوگو، اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو۔ اور اُس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچا دے گا'' اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے گا وہ نہ زمین میں خود کوئی بل بوتا رکھتا ہے کہ اللہ کو زچ کر دے اور نہ اس کے لئے کوئی ایسے حامی و سرپرست (اولیا) ہیں کہ اللہ سے اُس کو بچا لیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (احقاف 32 تا 46/29) (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 620 تا 618)

یہاں خاص طور پر یہ دیکھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو خود جنات کی زبان میں جنوں کو اللہ کی طرف سے دعوت دینے والا فرمایا ہے۔ اور یہ کہ جنات کے اس گروہ کو پورا قرآن سنایا تھا اور وہ گروہ اپنی قوم کی طرف منذرین یعنی نبیؐ کی طرف سے جنات کو تنذیر کے لئے نمائندے بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور یہ بھی کہ وہ گروہ یہ جانتا تھا کہ کتاب خداوندی سنتے ہوئے خاموش رہنا چاہئے، اور یہ کہ وہ سابقہ کتابوں اور انبیاءؑ سے واقف تھا۔ اور اس سے حضرت علی علیہ السلام کا جملہ تصدیق ہو گیا کہ انسان اور جنات دونوں کی طرف رسولؐ مبعوث ہوئے تھے۔ پھر مودودی نے اپنی تشریحات میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ تمام صحابہ اور تمام حدیث کی کتابیں اور بعد والے علما نے من وعن یہ سب کچھ مانا ہے۔ بس اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ثلاثہ اینڈ کمپنی جنوں کو تعلیم و تربیت کی بھی ذمہ دار تھی اور کیا وہ رسولؐ کے بعد جنات پر بھی خلیفہ تھی؟ قارئین نوٹ کریں کہ یہ وہ سوال اور صورت حال ہے جس کے لئے قریش اور قریشی علما کے پاس نہ کوئی جواب ہے نہ عذر ہے۔ حضرتؑ کے آٹھویں جملے کی رو سے تو رسولؐ اللہ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ انسانوں اور جنوں کو قیامت تک دنیا کے پردے ہٹا کر جنوں اور انسانوں کو دنیا کی تمام برائیوں اور نقصانوں سے خبردار کرتے رہیں (8) لہٰذا حقیقی جانشین رسولؐ تو وہی ہو سکتا ہے جو جنوں اور انسانوں میں برابر قرآن کی تعلیم جاری رکھے لہٰذا قریشی علما سے کہیں حضرت علی علیہ السلام کو کم از کم جنات کے لئے تو خلیفۃ بلافصل مان لیں۔

6۔ کسی اجتہاد کی یا مسائل گھڑنے کی ضرورت نہ تھی سب کچھ تیار کر کے سونپا گیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے بیان کے مطابق تو اللہ ورسولؐ نے مکمل دین تیار حالت میں چھوڑا تمہارے لئے اس کی گنجائش ہی نہ تھی کہ پنچائتی مسائل بناؤ ایسا کوئی مسئلہ چھوڑا ہی نہ گیا جو اللہ کی رضامندی اور نارضامندی کو بیان کرتا ہو۔ لہٰذا تمام مسائل محکم آیات کی صورت میں موجود تھے اور تمام مسائل کو بیان کرنے والا اور ہر ضرورت کو پورا کرنے والا راہنما بھی پرچم کی طرح بلند کر کے دکھا دیا تھا (25 تا 21)۔

7۔ خطبہ میں بڑا حصہ جہنم اور عذاب سے بچنے کی نصیحتوں میں صرف ہوا ہے۔

اس خطبے کی نصیحتوں کو پڑھنے سے قریش کی تمام سرکشیوں، نافرمانیوں اور شریعت سازیوں کی اطلاع ملتی ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ عہد مرتضویٰ تک کے مسلمانوں کی کثرت جہنمی تھی۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 191

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 184

خُطبہ ﴿194﴾

1۔ تقویٰ اور متقین پر خطبہ دیا ہے۔ 2۔ پرہیز گاروں کو بیمار و پاگل سمجھا جانا۔ 3۔ تعریف و توصیف پر کیا کہنا چاہئے۔
4۔ زندگی گزارنے کا پروگرام کیسا ہونا چاہئے۔ 5۔ دوستوں دشمنوں اور عوام سے معاشرت۔
6۔ عبادت کرنے کا طریقہ۔ 7۔ مصائب و آلام میں اور خوشحالی کے دوران طرز عمل۔
8۔ دنیا اور سامان دنیا سے برتاؤ۔ 9۔ تلاوتِ قرآن کا طریقہ۔

خُطبہ کا پسِ منظر:

رُوِیَ اَنَّ صَاحِبًا لِاَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ عَلَیْهِ السَّلام یُقَالُ لَهٗ : هَمَّامٌ . كَانَ رَجُلاً عَابِدًا فَقَالَ لَهٗ : یَااَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ صِفْ لِیَ الْمُتَّقِینَ حَتّٰی كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِمْ فَتَنَاقَلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ جَوَابِهٖ ثُمَّ قَالَ: یَاهَمَّامُ اتَّقِ اللّٰهَ وَاَحْسِنْ فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ فَلَمْ یَقْنَعْ هَمَّامٌ بِهٰذَا الْقَوْلِ حَتّٰی عَزَمَ عَلَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ؛ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ .ثُمَّ قَالَ :

”روایت کیا گیا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے ایک صحابی تھے جن کا نام ہمامؒ تھا اور جو ایک عابد و زاہد شخص تھے۔ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا کہ:۔ اے امیر المومنین مجھے متقین کی صفات اس طرح سنائیں کہ وہ میری نظر کے سامنے آجائیں۔ یہ سوال علی علیہ السلام پر گراں گزرا مگر آپ نے فرمایا کہ: اے ہمام تم خود بھی تقویٰ اختیار کرو اور احسان پیشہ بن جاؤ یقیناً اللہ متقی لوگوں اور احسان پیشہ لوگوں کا ساتھی ہے“۔ مگر ہمامؒ نے علیؑ کے اس مختصر جواب پر قناعت نہ کی بلکہ مودبانہ تقاضہ کیا کہ وہ تفصیل سے بیان فرمائیں چنانچہ علیؑ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ .حِیْنَ خَلَقَهُمْ غَنِیًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ اٰمِنًا مِّنْ مَّعْصِیَتِهِمْ لِاَنَّهٗ لَاتَضُرُّهٗ مَعْصِیَةُ مَنْ عَصَاهُ وَلَا تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ مَنْ اَطَاعَهٗ ؛	1	حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ اللہ پاک و بزرگ و برتر نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا تھا تو اس وقت وہ مخلوقات کی اطاعت و فرماں برداری کا محتاج نہ تھا اور نہ ہی ان کی نافرمانی کا خطرہ

متن	نمبر	ترجمہ
		محسوس کرتا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ ساری مخلوقات کی اجتماعی نافرمانی سے بھی اور انفرادی نافرمانی سے بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اسی طرح اطاعت کرنے والوں کی اطاعت اللہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ہے۔
فَقَسَمَ بَيۡنَهُمۡ مَعَايِشَهُمۡ ؛	2	چنانچہ مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد ان کی روزی رزق اور ان کی ہر سہولت اور آسائش کے وسائل تقسیم کر دیئے۔
وَوَضَعَهُمۡ مِّنَ الدُّنۡيَا مَوَاضِعَهُمۡ ؛	3	ان میں سے ہر ایک کو ان کیلئے موزوں صورت اور حالت وخصوصیت عطا کی۔
فَالۡمُتَّقُوۡنَ فِيۡهَا هُمۡ اَهۡلُ الۡفَضَائِلِ :	4	چنانچہ ان میں متقی افراد کو اہل فضیلت اور بزرگی قرار دیا۔ یعنی
مَنۡطِقُهُمُ الصَّوَابُ ؛	5	ان کے بولنے کو صحیح و درست قرار دیا۔
وَمَلۡبَسُهُمُ الۡاِقۡتِصَادُ ؛	6	اور ان کے لباس کو میانہ روی پر منحصر رکھا۔
وَمَشۡيُهُمُ التَّوَاضُعُ ؛	7	ان کی رفتار وروش کو عاجزانہ رکھا۔
غَضُّوۡا اَبۡصَارَهُمۡ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؛	8	جو کچھ اللہ نے حرام کیا تھا اس سے نظر بچا کر رکھنا ان کا وظیفہ قرار پایا۔
وَوَقَفُوۡا اَسۡمَاعَهُمۡ عَلَى الۡعِلۡمِ النَّافِعِ لَهُمۡ ؛	9	اور انہیں ہر اس علم کیلئے کان لگائے رکھنا چاہئے جو ان کے لئے مفید ہی مفید ہو۔
نَـزَلَـتۡ اَنۡـفُسُهُمۡ مِنۡهُمۡ فِى الۡبَلَاءِ كَالَّتِىۡ نَزَلَتۡ فِى الرَّخَآءِ ؛	10	آفات اور بلاؤں کا سامنا اسی طرح کرنا جیسے باقی لوگ مسرتوں اور خوش حالیوں کا سامنا بلا تکلف کیا کرتے ہیں۔
وَلَـوۡ لَا الۡاَجَلُ الَّذِىۡ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ لَمۡ تَسۡتَـقِرَّ اَرۡوَاحُهُمۡ فِىۡ اَجۡسَادِهِمۡ طَرۡفَةَ عَيۡنٍ شَوۡقًا اِلَى الثَّوَابِ وَخَوۡفًا مِّنَ الۡعِقَابِ ؛	11	اور اگر اللہ نے اپنی طے کردہ مدت اور موت کا وقت مقرر کر کے انہیں مجبور نہ کر رکھا ہوتا تو متقی لوگ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں اور عذاب سے بچنے کی خاطر پلک جھپکنے کی دیر تک بھی اس دنیا میں رہنا پسند نہ کرتے۔
عَظُمَ الۡخَالِقُ فِىۡ اَنۡفُسِهِمۡ فَصَغُرَ مَا دُوۡنَهٗ فِىۡ اَعۡيُنِهِمۡ ؛	12	انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے خالق کی عظمت اس طرح قائم کی ہوئی ہے کہ اس کے بعد اللہ کے علاوہ ہر چیز حقیر ہو کر ان کی نظر سے گر گئی ہے۔
فَهُـمۡ وَالۡـجَـنَّةُ كَـمَـنۡ قَدۡرَاٰهَا ؛فَهُمۡ فِيۡهَا مُنَعَّمُوۡنَ ؛	13	ان کا اور جنت کا معاملہ اب اس شخص جیسا ہے جس نے خود جنت کو دیکھا ہوا ہو اور وہاں کی نعمتیں اسے ملنے والی ہوں۔
وَهُـمۡ وَالـنَّـارُ كَـمَنۡ قَدۡرَاٰهَـا فَهُمۡ فِيۡهَا مُعَذَّبُوۡنَ ؛	14	اور ان کا اور جہنم کا معاملہ بھی اسی شخص جیسا ہے جس نے خود جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہو اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے کا خوف دل میں بیٹھ گیا ہو (یعنی ایک سے بچنے اور دوسری کو حاصل کرنے کی کوشش انتہا پر ہو)

قُلُوبُهُمْ مَحْزُونَةٌ ؛	15	ان کے دل غمگیں ہیں اور
وَشُرُورُهُمْ مَّامُونَةٌ ؛	16	ان کی شر انگیزی بے خطر ہے۔
وَاَجْسَادُهُمْ نَحِيفَةٌ؛	17	ان کے جسم لاغر وکمزور ہیں
وَحَاجَاتُهُمْ خَفِيفَةٌ ؛	18	اوران کی ضروریات وحاجات بہت کم ومختصر ہیں۔
وَاَنْفُسُهُمْ عَفِيفَةٌ ؛	19	اوران کے ذہن اورنفوس پارسا ہیں۔
صَبَرُوا اَيَّامًا قَصِيرَةً اَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيلَةً ؛	20	انہوں نے دنیا میں چند گنتی کے دن صبر کر کے نتیجہ میں لمبی چوڑی راحت کمالی۔
تِجَارَةٌ مُرْبِحَةٌ يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ ؛	21	ان کی تجارت نفع بخش رہی جسے ان کے پروردگار نے آسان کر کے فراہم کیا۔
اَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيدُوهَا ؛	22	دنیا نے ان کو پھانسنے کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے اسے منہ نہ لگایا۔
وَاَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْا اَنْفُسَهُمْ مِّنْهَا ؛	23	دنیا نے انہیں گرفتار کیا وہ اپنی جان کا فدیہ دے کر آزاد ہوگئے۔
اَمَّا اللَّيْلُ فَصَافُّونَ اَقْدَامَهُمْ تَالِينَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْاٰنِ :	24	رہ گئی راتیں تو وہ رات کو اپنے اقدامات کو صف بستہ کر کے قرآن کے اجزا کی تلاوت کرتے ہیں (اوراس تلاوت کے دوران)
يُرَتِّلُونَهُ تَرْتِيلاً ؛	25	اورقرآن کواس کے نظام کے مطابق صحیح ترتیب سے پڑھتے ہیں۔
يُحَزِّنُونَ بِهِ اَنْفُسَهُمْ ؛	26	اوراس کی مخالفت کے خیال سے خودکورنجیدہ کرتے ہیں۔
وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَآءِ دَائِهِمْ ؛	27	اوراس میں سے اپنی بیماریوں کا علاج حاصل کرتے ہیں۔
فَاِذَامَرُّوا بِاٰيَةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَّكَنُوا اِلَيْهَا طَمَعًا؛	28	چنانچہ جب کسی ایسی آیت پر سے گزرتے ہیں جس میں شوق دلایا گیا ہوتو اس کی طمع میں اس پر جھک کرسہارا لگالیتے ہیں۔
وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ اِلَيْهَا شَوْقًا ؛	29	اوراس کے شوق میں ان کی جانیں اس پر چھاجانا چاہتی ہیں اور
وَظَنُّوا اَنَّهَا نَصْبُ اَعْيُنِهِمْ ؛	30	اوراس میں محو ہوکراسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا ہوا سمجھتے ہیں۔
وَاِذَامَرُّوا بِاٰيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ اَصْغَوْا اِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ ؛	31	اور جب کسی آیت پر سے گزرہوتا ہے جس میں خوف دلایا گیا ہوتو اس کا پورا اثر لینے کے لئے اپنے دل کے کانوں کواس پر مرکوز کردیتے ہیں۔
وَظَنُّوا اَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيقَهَا فِيْ اُصُولِ اٰذَانِهِمْ ؛	32	اورمحسوس کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کے بھڑکنے کی آوازاور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں میں اترتی جارہی ہے۔
فَهُمْ حَانُونَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ ؛	33	چنانچہ وہ متقی اپنے قد کو خم کرتے ہیں۔اور
مُفْتَرِشُونَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ	34	اپنی پیشانیوں کو ہتھیلیوں کو، زانوؤں کواوراپنے پیروں کے اطراف کوزمین پر

وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ ؛		بچھا دیتے ہیں (یعنی رکوع وسجدہ میں رہتے ہیں)
يَطَّلِبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ ؛	35	اور اللہ سے اپنی گلوخلاصی کے لئے التجائیں کرتے رہتے ہیں۔
وَاَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَآءُ عُلَمَآءُ اَبْرَارٌ اَتْقِيَآءُ ؛	36	(رات کے اس پروگرام کے بعد) اب دن کی بات یہ ہے کہ دن میں وہ بردبارانہ عالمانہ، پاکبازانہ اور متقیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔
قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ ؛	37	مواخذہ کے خوف نے ان کے جسموں کو تراشے ہوئے تیروں کی طرح سونت کر باریک کر دیا ہے۔
يَنْظُرُ اِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسِبُهُمْ مَّرْضٰى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَّرَضٍ ؛	38	انہیں جب کوئی دیکھتا ہے تو انہیں اپنے حساب سے مریض خیال کرتا ہے حالانکہ وہ قوم کے ساتھ کسی قسم کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوتے۔
وَيَقُوْلُ لَقَدْ خُوْلِطُوْا وَلَقَدْ خَالَطَهُمْ اَمْرٌ عَظِيْمٌ :	39	اور کہتا ہے کہ یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں حالانکہ وہ دیوانے نہیں بلکہ ایک عظیم الشان صورت حال کے دیوانے ہیں۔
لَايَرْضَوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الْقَلِيْلَ ؛	40	وہ متقین اپنے قلیل نیک اعمال سے راضی نہیں ہوتے ہیں۔
وَلَا يَسْتَكْثِرُوْنَ الْكَثِيْرَ ؛	41	اور اپنے کثیر نیک اعمال کو کبھی زیادہ خیال نہیں کرتے ہیں۔
فَهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ مُّتَّهِمُوْنَ ؛	42	وہ اپنے نفوس پر بے عملی اور کم عمل کی تہمت لگاتے رہتے ہیں۔
وَمِنْ اَعْمَالِهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ؛	43	اور اپنے اعمال سے قلبی نرمی اور عاجزی پیدا کرتے ہیں۔
اِذَازُكِّيَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ :	44	جب کبھی ان میں سے کسی کی تعریف وستائش کر دی جاتی ہے تو جو کچھ اس کی ستائش میں کہا جاتا ہے اس سے ڈر جاتے ہیں۔
فَيَقُوْلُ : اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِيْ مِنْ غَيْرِيْ وَرَبِّيْ اَعْلَمُ بِيْ مِنِّيْ بِنَفْسِيْ ؛	45	اور جواب میں کہتا ہے کہ میں اپنے آپ سے اور اپنے اعمال وحالات سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے حالات کا عالم ہے۔
اَللّٰهُمَّ لَاتُؤَاخِذْنِيْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ؛	46	اے اللہ میرے متعلق جو ستائش لوگ کرتے ہیں اس پر مجھ سے باز پرس نہ کرنا
وَاجْعَلْنِيْ اَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِيْ مَالَايَعْلَمُوْنَ ؛	47	اور میرے متعلق جو کچھ وہ لوگ سمجھتے ہیں تو مجھے اس سے بھی افضل بنا دینا اور جو کچھ انہیں میرے متعلق معلوم نہیں ہے وہ بخش دینا۔
فَمِنْ عَلَامَةِ اَحَدِهِمْ :	48	متقی لوگوں میں سے ہر ایک کی علامات بھی سن لیں:
اَنَّكَ تَرٰى لَهُ قُوَّةً فِيْ دِيْنٍ وَحَزْمًافِيْ لِيْنٍ	49	یقیناً تو اس میں دینی قوت ملاحظہ کرے گا نرمی کے ساتھ ارادہ کی پختگی، اور

عربی متن	نمبر	اردو ترجمہ
وَاِيـمَانًا فِیْ يَقِيْنٍ وَحِرْصًافِیْ عِلْمٍ وَّعِلْمًا فِیْ حِلْـمٍ وَّقَـصْدًا فِیْ غِنًى وَّخُشُوْعًا فِیْ عِبَادَةٍ وَتَجَمُّلًا فِیْ فَاقَةٍ وَّصَبْرًا فِیْ شِدَّةٍ ؛ وَّطَلَبًـا فِـیْ حَلَالٍ وَنِشَـاطًا فِـیْ هُدًى وَّتَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ ؛		ایمان یقین کا حامل ہو گا،علم حاصل کرنے کی طمع رکھتا ہو گا۔اور عالمانہ بردباری پائی جائیگی ،خوشحالی میں محتاط ودرمیانہ روش رکھتا ہو گا۔عبادت اس میں عاجزی وانکساری پیدا کریگی ۔فاقہ کی حالت میں بھی وقار وحسن برقرار رکھے گا۔دقتوں اور سختیوں پر صبر واستقامت کا ثبوت دے گا اور ہراس چیز کا طلبگار ہو گا جو اس کیلئے حلال ہو اور وہ ہدایت سے مسرت اور سرور حاصل کرتا ہے،حرص اور طمع سے بچ کر رہتا ہے۔
يَعْمَلُ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَهُوَ عَلٰى وَجَلٍ يُمْسِىْ وَ هَمُّهُ الشُّكْرُ وَيُصْبِحُ وَهَمُّهُ الذِّكْرُ يَبِيْتُ حَذِرًا وَيُصْبِحُ فَرِحًا:	50	وہ اعمال صالحہ بجالاتے ہوئے بھی ڈرتا رہتا ہے،رات ہوتی ہے تو وہ اپنی ہمت کو اللہ کا شکرادا کرنے میں صرف کرتا ہے اور صبح ہوتی ہے تو اپنی ہمت کو ذکر خداوندی میں مصروف رکھتا ہے رات ہوتی ہے تو اپنی غفلت کو مدّنظر رکھ کر خوف وہراس میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اور مسرور بیدار ہوتا ہے۔
حَذِرًا لِّمَا حَذِرَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَفَرِحًا بِمَا اَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ ؛	51	خوف وخطر اس بات کا رکھتا ہے کہ کہیں غفلت نہ ہو جائے اور خوشی ومسرت اس بات کی کہ اسے اللہ کا فضل ورحمت حاصل ہے۔
اِنِ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِيْمَا تَكْرَهُ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيْمَا تُحِبُّ ؛	52	اگر اس کا نفس کسی ایسی بات پر سرکشی اور ضد کرتا ہے جو اسے پسند نہیں ہوتا تو وہ اپنے نفس کی محبوب چیز پر عمل نہیں کرتا۔
قُرَّةُ عَيْنِهٖ فِيْمَا لَايَزُوْلُ وَزَهَادَتُهُ فِيْمَا لَا يَبْقٰى ؛	53	اس کی آنکھوں کا چین اور راحت ان چیزوں میں ہوتی ہے جو ہمیشہ برقرار رہیں زوال پذیر نہ ہونے پائیں اور بے رغبتی ان چیزوں سے جو فنا ہونے والی ہیں۔
يَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ وَالْقَوْلَ بِالْعَمَلِ ؛	54	بردباری کو وہ علم کے ساتھ اور قول کو عمل کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔
تَرَاهُ قَرِيْبًا اَمَلُهُ قَلِيْلًا زَلَلُهُ خَاشِعًا قَلْبُهُ ؛ قَانِعَةً نَفْسُهُ مَنْزُوْرًا اَكْلُهُ سَهْلًا اَمْرُهُ حَرِيْزًا دِيْنُهُ مَيِّتَةً شَهْوَتُهُ مَكْظُوْمًا غَيْظُهُ اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَامُوْلٌ وَالشَّرُّ مِنْهُ مَامُوْنٌ ؛	55	تم دیکھو گے کہ اس کی آرزوئیں سمٹی ہوئی ہوتی ہیں لغزشیں اور خطائیں بہت قلیل ہوتی ہیں دل عاجز ہوتا ہے۔اس کا نفس قناعت پسند ہوتا ہے خوراک کم سے کم کھاتا ہے۔اس کے کام آسان اور دین محفوظ رہتا ہے اس کی شہوت اور بری خواہشات مرچکی ہیں غیظ وغضب اور غصہ قابو میں رہتا ہے۔اس سے صرف بھلائی اور خیر ہی کی امیدیں رکھی جاتی ہیں۔اور اس کا شر کسی کے لئے خطرناک نہیں یعنی لوگ اس کی برائی سے امن میں ہیں۔

اِنْ كَانَ فِي الْغَافِلِيْنَ كُتِبَ فِي الذَّاكِرِيْنَ ؛	56	اگر غفلت شعاروں کے ساتھ ہوتا ہے تب بھی اسے ذکر خدا کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے۔
وَاِنْ كَانَّ فِي الذَّاكِرِيْنَ لَمْ يُكْتَبُ مِنَ الْغَافِلِيْنَ ؛	57	اور اگر اہل ذکر کے ساتھ رہتا ہے تو غافلوں میں نہیں لکھا جاتا ہے۔
يَعْفُوا عَمَّنْ ظَلَمَهُ وَيُعْطِيْ مَنْ حَرَمَهُ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ ؛	58	اپنے اوپر ظلم کرنیوالوں سے درگزر کر دیتا ہے اور جو اس کو نہیں دیتے ان پر بھی عطیات جاری رکھتا ہے اور قطع تعلق کرنیوالوں سے بھی تعلق رکھتا ہے
بَعِيْدًا فُحْشُهُ لَيِّنًا قَوْلُهُ ؛ غَائِبًا مُنْكَرُهُ حَاضِرًا مَعْرُوْفُهُ مُقْبِلًا خَيْرُهُ مُدْبِرًا شَرُّهُ ؛	59	اسکی بے حیائی اس سے دور رہتی ہے نرم و پسندیدہ باتیں کرتا ہے اسکی برائیاں غائب رہتی ہیں اور اچھائیاں ہر وقت حاضر ملتی ہیں اسکی خوبیاں بڑھ کر سامنے آتی ہیں اور اس کی برائیاں اور شر پیچھے ہٹتا جاتا ہے۔
فِي الزَّلَازِلِ وَقُوْرٌ وَفِي الْمَكَارِهِ صَبُوْرٌ وَفِي الرَّجَآءِ شَكُوْرٌ ؛	60	ڈگمگا دینے والے حالات میں باوقار و بردبار اور ناگوار حالات میں صابر و شاکر رہتا ہے اور خوشحالی میں بھی شاکر و احسان شناس رہتا ہے۔
لَايَحِيْفُ عَلٰى مَنْ يُّبْغِضُ ؛	61	جس سے بغض رکھتا ہے اس پر ظلم و ستم نہیں کرتا ہے۔
وَلَا يَاْثَمُ فِيْمَنْ يُّحِبُّ ؛	62	جس سے محبت کرتا ہے اس کے لئے گناہ نہیں کرتا ہے۔
يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ اَنْ يُّشْهَدَ عَلَيْهِ ؛	63	گواہوں کے گواہی دینے سے پہلے حق کا اعتراف کر لیتا ہے۔
لَايُضَيِّعُ مَا اسْتُحْفِظَ ؛	64	جو اسکی تحویل اور حفاظت میں سونپا جائے اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔
وَلَا يَنْسٰى مَاذُكِّرَ ؛	65	جو یاد رکھنے کو کہا جائے اسے بھلاتا نہیں ہے۔
وَلَا يُنَابِزُ بِالْاَلْقَابِ ؛	66	کسی کو برے ناموں اور القاب سے بدنام نہیں کرتا ہے۔
وَلَا يُضَارُّ بِالْجَارِ ؛	67	پڑوسی کو ضرر نہیں پہنچاتا ہے۔
وَلَا يَشْمَتُ بِالْمَصَائِبِ ؛	68	کسی کی مصیبت پر مذاق نہیں اُڑاتا۔
وَلَايَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ ؛	69	باطل کاموں میں حصہ نہیں لیتا ہے۔
وَلَايَخْرُجُ مِنَ الْحَقِّ ؛	70	حق کو کبھی چھوڑتا نہیں ہے۔
اِنْ صَمَتَ لَمْ يَغُمَّهُ صَمْتُهُ ؛	71	اگر خاموشی اختیار کرتا ہے تو اسے اسکی خاموشی سے گھبراہٹ اور غم نہیں ہوتا۔
وَاِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ ؛	72	اور اگر ہنستا ہے تو اپنی آواز کو بلند نہیں کرتا ہے۔
وَاِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ يَنْتَقِمُ لَهُ ؛ نَفْسُهُ مِنْهُ فِيْ عَنَآءٍ وَّالنَّاسُ مِنْهُ فِيْ	73	اور اگر اس پر ظلم و زیادتی کی جاتی ہے تو صبر کر لیتا ہے یہاں تک کہ اللہ ایسی ہستی موجود ہے جو ظالم سے اس کا انتقام لے سکتا ہے اس کی جان اور نفس

عربی متن	نمبر	ترجمہ
رَاحَةٍ اَتْعَبَ نَفْسَهُ لِاٰخِرَتِهِ ؛ وَاَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهِ ؛		اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا رہتا ہے۔اورلوگ اس کی طرف سے چین وراحت میں رہتے ہیں اس نے آخرت کی خاطر اپنی جان اورنفس کوزحمت میں ڈالے رکھا ہے۔اورلوگوں کواس کی جان ونفس کی طرف سے راحت واطمینان ملتا ہے۔
بُعْدُهُ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَّنَزَاهَةٌ وَدُنُوَّهُ مِمَّنْ دَنَامِنْهُ لِيْنٌ وَّرَحْمَةٌ ؛	74	جس کسی سے دوری اختیار کرتا ہے تو اس کی غرض پارسائی و پاکیزگی ہوا کرتی ہے اور جس سے قربت اختیار کرتا ہے تو یہ قربت خوش رفتاری اور رحم وکرم کے لئے ہوتی ہے۔
لَيْسَ تَبَاعُدُهُ بِكِبْرٍ وَّعَظَمَةٍ وَلاَ دُنُوُّهُ بِمَكْرٍ وَّخَدِيْعَةٍ قَالَ: فَصَعِقَ هَمَّامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهُ فِيْهَا فَقَالَ اميرُالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السلام :	75	نہ اس کا دور رہنا غرور وتکبر کی بنا پر ہوتا ہے اور نہ اس کی قربت مکاری اور فریب کے لئے ہوتی ہے۔راوی نے بیان کیا کہ یہ خطبہ سنتے سنتے ہمام پرغش طاری ہوگیا اوراسی حالت میں انہوں نے جان دے دی۔ چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ:
اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَخَافُهَا عَلَيْهِ ؛ثُمَّ قَالَ :	76	خدا کی قسم مجھے ہمامؓ کے متعلق یہی اندیشہ تھا۔ پھر فرمایا کہ:
هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِاَهْلِهَا فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ فَمَا بَالُكَ يَااَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ :	77	دل تک پہنچنے والے وعظ اپنے اہل پر یوں ہی اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ ایک کہنے والے نے اعتراض کیا کہ اے امیرؑالمومنین کیا وجہ ہے کہ تم پر اس وعظ کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے؟ علی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ:
وَيْحَكَ اِنَّ لِكُلِّ اَجَلٍ وَقْتًا لَّا يَعْدُوْهُ وَسَبَبًا لَّا يَتَجَاوَزُوْهُ ؛	78	تیرے اعتراض پر افسوس ہے سنو کہ موت کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ موت اس وقت سے پہلے نہیں آسکتی اور ایک سبب ہوا کرتا ہے جو تجاوز نہیں کرسکتا ہے۔
فَمَهْلًا لاَ تَعُدْلِمِثْلِهَا ؛	79	بہر حال تو ٹھیر جا آئندہ اس قسم کی بات کبھی نہ دہرانا۔
فَاِنَّمَانَفَثَ الشَّيْطَانُ عَلٰى لِسَانِكَ ؛	80	یقیناً یہ جملہ تیری زبان پر شیطان نے جاری کیا تھا۔

تشریحات: خطبہ کا پس منظر بیان کرنے والی روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو یہ خطبہ دینا یا ہمامؓ کی فرمائش گراں گزری تھی۔اُس گرانی کا سبب قارئین خطبے کے آخر میں بیان ہوا ہے۔یعنی حضورؑ خطبہ دینے سے پہلے ہمامؓ کا حشر جانتے تھے اور ٹالنا چاہتے لیکن وقت آچکا

تھا نہ ھمامؓ ٹالا جا سکا اور نہ اُس کی موت ٹل سکی۔ پھر یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ قریشی قسم کے مسلمان اعتراض کا پہلو نکالنے کے لئے اپنے مسلمہ عقاید کو بھی بھینٹ چڑھا دیا کرتے ہیں اور ساری دنیا مانتی ہے کہ موت کا مقرر وقت ہے اور مقررہ سبب ہے۔ لیکن یہ سب کچھ جانتے ہوئے کوے کے اس بچے (عبدابنِ کوّا خارجی) نے اعتراض جڑ دیا تھا۔

2۔ ھمامؓ عابد وزاہد تھا مگر ویسا پکا متقی نہ تھا جن کی صفات بیان ہوئی ہیں۔

ھمامؓ کو تقویٰ اختیار کرنے اور احسان پیشہ بن جانے کی قرآن سے تاکید کی گئی تھی جہاں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَO(16/128)

''یقیناً اللہ اُن لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور احسان پیشہ بن جاتے ہیں۔''

حضور علیہ السلام نے ھمّام کو اُس خطبے سے بچانا چاہا جس کو سن کر اُسے راہی ملک عدم ہو جانا تھا۔ مگر اس کے پرخلوص تقاضے کو پورا کر دیا اور یوں اُسے دنیا کے جھمیلوں سے چھڑا کر جنتیوں میں یعنی متقین میں پہنچا دیا اور تقویٰ کے مقام تک پہنچنے میں جو کمی تھی وہ پوری کر دی۔

3۔ خطبہ اصطلاحی یا معیاری متقین کی صفات بیان کرتا ہے عام متقین و پرہیزگاروں کی نہیں۔

یہاں سب سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ خطبہ نہایت سادہ اور واضح زبان میں دیا گیا ہے جسے سمجھنے میں کوئی دقت یا الجھن سامنے نہیں آتی ہے۔ مگر حضورؑ نے اس خطبے میں متقین کو ایک اصطلاحی یا معیاری متقین بنا کر ایک انتہا درجہ کا مومن مرقع پیش کیا ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ بے نظیر و بے مثل مومنین کو لفظ ''متقین'' کی صورت میں جمع فرما دیا ہے۔ کون کون ایسے مومن تھے جن میں حضورؑ کی مذکورہ تمام صفات موجود تھیں اور انہیں مذکورہ ''متقین'' میں شریک سمجھا جائے؟ اس سوال کا جواب بھی حضورؑ ہی دے سکتے تھے۔ بہر حال یہ عام متقین کی بات نہیں ہے۔ یہ حضورؑ کے معیار پر پورا اترنے والے مومنین و متقین کی بات ہے۔

4۔ حضرت علی علیہ السلام کے معیاری متقین کی صفات ھمّام کی موت کا سبب۔

ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے معیاری متقین کی صفات کو یکجا کر کے دکھائیں جن کے دباؤ سے جناب ھمام رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوگئی تھی۔ جو آیت آپ نے ھمّام کو تقویٰ اختیار کرنے اور اللہ کی معیّت حاصل کرنے کے لئے پیش کی تھی اُس میں ایک متقی کا محسن ہونا مذکور ہے (16/128)۔ اس کے بعد تمام متقیوں کو اہل فضائل فرما کر پہلی صفت راست گو ہونا، 2 سادہ لباس، 3 عاجزانہ رفتار، 4 حرام سے نظر بچانا، 5 علم پر متوجہ رہنا، 6 خوشی خوشی بلاؤں کا سامنا کرنا، 7 دنیا سے جدائی کی فکر میں رہنا، 8 اللہ کے لئے ہر چیز کو حقیر سمجھنا، 9 جنت کے یقینی امیدوار، 10 جہنم سے دور، 11 مغموم رہنے والے، 12 بے شر لوگ، 13 دبلے کمزور، 14 معمولی ضروریات، 15 پاک نفس، 16 کم صبر پر زیادہ راحت پانے والے، 17 منافع والی تجارت، 18 دنیا کے قابو میں نہ آنے والے، 19 جان قربان کر کے روحانی آزادی لینے والے، 20، راتوں کو جاگنے اور قرآن کو ترتیب سے تلاوت کرنے والے، 21، قرآن کی مخالفت کا خوف رکھنے والے، 22 قرآن سے معالجہ کرنے والے، 23 قرآن سے شوق بڑھانے والے، 24 دوزخ کے منظر سے خوفزدہ، 25 خوف سے جھکے رہنے والے، 26 خوف میں سجدہ بجالانے والے، 27 گلوخلاصی کی التجا کرنے والے، 28 بردبارانہ عالمانہ پاکبازانہ متقیانہ دن گزارنے والے، 29 تیروں کی طرح سیدھے اور باریک مریضوں ایسا منظر دکھانے والے مگر، 30 ہمیشہ تندرست، 31 نجات کے لئے دیوانے، 32 اعمال کو بڑھانے والے، 33 زیادہ نیکیوں کو بھی کم سمجھنے والے، 34 بے عملی کی

تہمت لگانے والے، 35 عاجزی اور نرمی بڑھانے والے، 36 اپنی مدح برداشت نہ کرنے والے، 37 اپنی مدح سے ڈر جانے والے، 38 فضائل میں ترقی اور بخشش دیئے جانے کی دعا کرنے والے، 39 دین میں قوی، 40 عزم مصمم، 41 علم کے لالچی، 42 ہر حال میں محتاط رہنے والے، 43 عبادت میں عاجز، 44 فاقہ میں باوقار، 45 مشکلات میں صابر، 46 حلال کے طالب، 47 ہدایت سے مسرور، 48 حرص وطمع سے دور، 49 صالحات میں بھی محتاط، 50 شکر وذکر خداوندی معمول، 51 غفلت دور سے دور، 52 روزانہ فضل ورحمت سے سرفراز، 53 نفسانی خواہشات پر غالب، 54 فنا کا مخالف بقا کا دوست، 55 علم وحلم اور قول وعمل میں موافقت، 56 آرزوئیں کم سے کم، 57 خطا ولغزش قلیل سے قلیل، 58 دل عاجز، 59 نفس قناعت پسند، 60 کم خوراک، 61 کاروبار سہل، 62 دین محفوظ، 63 شہوت مردہ، 64 غیظ وغضب قابو میں، 65 بھلائی ہی بھلائی کا حامل، 66 بے شر شخصیت، 67 غافلوں میں ہو تو بھی ذاکروں میں، 68 ظلم کو نظر انداز کرنے والا، 69 محروم کرنے والوں کو دینے والا، 70 بائیکاٹ کرنے والوں سے ملتے رہنے والا، 71 بے شرمی دور سے دور، 72 نرم پسندیدہ باتیں، 73 برائیاں دور دور، 74 اچھائیاں ساتھ ساتھ، 75 نیکیاں آگے آگے، 76 شر دور دور، 77 ناگواریوں میں صابر، 78 ڈگمگا دینے والے حالات میں باوقار، 79 خوشیوں میں شاکر، 80 دشمنوں سے عدل وانصاف، 81 محبت گناہ سے پاک، 82 فوراً اعتراف کرنے والا، 83 پکا حافظ، 84 نہ بھولنے والا، 85 برا نام نہ لینے والا، 86 کسی کو نہ ستانے والا، 87 مصیبت زدہ کو طنز سے محفوظ رکھنے والا، 88 باطل سے دور، 89 حق سے وابستہ، 90 خاموشی پسند، 91 ہنسی پر قابو، 92 انتقام اللہ پر چھوڑنے والا، 93 لوگوں کو راحت فراہم کرنے والا، 94 خود تکالیف اٹھانے والا، 95 پارسائی کے لئے دوری اختیار کرنے والا، 96 رحم وکرم کے لئے قریب رہنے والا، 97 کبر وغرور سے دور مکر وفریب سے دور۔ یہ ہیں حضرت علی علیہ السلام کے پسندیدہ متقین کے صفات۔ قارئین سارے قرآن کو چھان ماریں متقین کی یہ صفات کہیں ایک جگہ تو کیا بکھری ہوئی بھی نہیں نظر نہ آئیں گی۔ اب کہنا یہ ہے کہ ان تمام ستانوے صفات کے حامل متقین کو حضور علیہ السلام اپنے اسی خطبے کی ابتداء میں جو لقب اور مقام دیتے ہیں وہ پھر سن لیں۔ فرمایا کہ:

فَالْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا هُمْ اَهْلُ الْفَضَائِلِ (4) ''چنانچہ اُن میں سے متقیوں کو فضلیتوں والے بنایا ہے۔''

5۔ عام متقی یا قرآنی متقی اور تقویٰ کی پوزیشن اور معنی، ایک سنجیدہ بحث اور عقیدے کی اصلاح کے لئے۔

یہاں ہمیں پہلے متقی، یا تقویٰ کا مادہ اور مصدر بتائیں گے تاکہ الفاظ قانون کی گرفت میں آجائیں اور گفتگو میں پابندی لازم ہو جائے چنانچہ ندوۃ المصنفین دھلی کے شائع کردہ (1944) لغات القرآن سے ابتداء کیجئے:

تُقٰةً۔ بچنا، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا، وَقٰی يَقِیُ کا مصدر ہے۔'' (جلد 2 صفحہ 172)

تقویٰ ۔ پرہیز گاری ۔ بچنا ۔ اِتَّقٰی سے اسم ہے۔ لغت میں تو تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔ عرف شرع میں۔ ''تقویٰ'' نفس کو ہر اُس چیز سے بچانے کا نام ہے۔ جو گناہ کی طرف لے جائے۔'' (جلد 2 صفحہ 170)

وَقْیٌ ۔ وَقَايَةٌ مصدر بچانے والا حفاظت کرنے والا (صفحہ 113 جلد 6)

<u>علامہ غلام احمد پرویز کی لغات القرآن سے دیکھئے:</u> وَقٰی الشَّیءَ يَقِيهِ وَقْيًا وِقَايَةً کسی چیز کی حفاظت کرنا، نگہبانی ونگداشت کرنا۔ اُسے مضر اور تکلیف دہ چیز سے بچانا۔ چنانچہ جب گھوڑا چلتے وقت نعل نہ ہونے کی وجہ سے سنبھال کر پاؤں زمین پر رکھے، خواہ اپنے سم میں درد کی وجہ سے ہو، یا سُم کے چھل کر زخمی ہونے یا زمین کے سخت ہونے کی وجہ سے ہو تو اسے وَقٰی الْفَرَسُ مِنَ الْحَفَا کہتے ہیں۔

وَقَایَۃٌ احتیاط یا محفوظ رکھنے کا ذریعہ (Preservative)

سَرْجٌ وَاقٍ۔ایسی زین جو گھوڑے کی پیٹھ پر بالکل ٹھیک بیٹھ جائے اور اُسے زخمی نہ کرے۔(جلد 4 صفحہ 1732-1731)

پھر سنئیے کہ متقین اور تقویٰ کی بنیاد یا مادّہ و۔ق۔ی ہے او راس مادہ سے پہلے درجہ کا وِقَایَۃٌ مصدر ہے۔پھر تین حرفی مادہ سے اوپر کا مصدر۔تُقٰۃً۔بنتا ہے جس کے ساتھ ہی اِتِّقَاءٌ بھی مصدر ہے جن سے زیر بحث تمام الفاظ بنتے ہیں۔

5۔(الف) قرآن کریم سے چند تصدیقی مثالیں۔

وَقٰی کی مثالیں اور مودودی ترجمے:

1۔فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَامَكَرُوْا (40/45)

''جو بری سے بری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچالیا۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 412)

2۔وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ(44/56)''اُن کو جہنم کے عذاب سے بچادے گا۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 573)

3۔وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ(52/27)''ہمیں جھلسادینے والی ہوا کے عذاب سے بچالیا۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 171)

یہ تین مثالیں کافی ہیں۔ان میں مادہ و۔ق۔ی سے لفظ وَقٰی کے معنی بچانا ثابت ہوگئے

5(ب) تقویٰ اور متقین کے مصدر کے معنی و مثال۔

اب عہد رسول کے قریشی مومنین کے ساتھ ساتھ زیر بحث الفاظ کے معنی دیکھ لیں فرمایا گیا کہ:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ۔۔الخ (3/28)

مودودی۔''مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق (اولیاء) اور دوست ہرگز نہ بنائیں۔جو ایسا کرے گا اُس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ہاں یہ معاف ہے کہ تم اُن کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ۔مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔''(تفہیم اول صفحہ 244-243)

مودودی کی تشریح دھوکا دے کر جان بچانا۔

''26ع یعنی کہیں انسان کا خوف تم پر اتنا نہ چھا جائے کہ خدا کا خوف دل سے نکل جائے انسان حد سے حد تمہاری دنیا بگاڑ سکتے ہیں۔(یعنی انسان آزاد و خود مختار مان لئے گئے اور یہ تو مودودی نے ہزار دفعہ مانا ہے کہ انسان دنیا کو بگاڑ سکتے ہی نہیں جب تک اللہ اذن (اجازت) نہ دے اور اُن کو دنیا بگاڑنے کی توفیق نہ دے اور اُن کی تائید نہ کرے۔یعنی وہ تمہاری دنیا بگاڑنے میں اللہ کا اذن توفیق و تائید پہلے حاصل کر لیں گے) مگر خدا تمہیں ہمیشگی کا عذاب دے سکتا ہے۔لہٰذا تم اپنے بچاؤ کے لئے اگر بدرجہ مجبوری کبھی کفار کے ساتھ تقیہ کرنا پڑے تو بس وہ اس حد تک ہونا چاہئے کہ۔۔۔بکواس''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 224)

دیکھا آپ نے کہ اس مصدر'' تُقٰۃ'' کے معنی بچنا ہیں اور بچنے کے لئے دھوکا دینا بھی جائز ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ اس مصدر سے نکلنے یا بننے والے الفاظ کے معنی جیسے بھی ہوسکے بچنا ہیں۔چنانچہ اس سے پہلے تشریح دیکھیں:

مودودی لفظ '' تُقٰۃً '' کی تشریح میں معنی بتاتے ہیں۔

''25؎ یعنی اگر کوئی مومن کسی دشمن اسلام جماعت کے چنگل میں پھنس گیا ہو اور اُسے اُن کے ظلم وستم کا خوف ہو تو اس کی اجازت ہے کہ اپنے ایمان کو چھپائے رکھے اور کفار کے ساتھ بظاہر اس طرح رہے کہ گویا اُن ہی میں کا ایک آدمی ہے۔ یا اگر اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو گیا ہو تو اپنی جان بچانے کے لئے وہ کفار کے ساتھ دوستانہ رویہ کا اظہار کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ شدید خوف کی حالت میں جو شخص برداشت کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کو کلمہ کفر تک کہہ جانے کی رخصت ہے۔'' (ایضًا جلد اول صفحہ 244)

بہرحال لفظ وَقـی تَـقٰۃً تَـقْوٰی مُتَّقِی وغیرہ کے معنی نقصان، خطرے اور تکلیف سے بچنا یا جیسے بھی ہو بچنا طے ہو گئے۔ اور ان معنی میں دخل دینے کا کسی کو حق نہیں رہتا ہے۔

6۔ تقویٰ کوئی مسلمانوں کی میراث نہیں تمام انسان اور تمام حیوان فطرتاً تقویٰ پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔

ہر ایک جانور خطرہ سے بچتا ہے۔ لغت میں گھوڑے کے سم کی مثال آچکی ہے اور خود تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ سارے انسان ہمیشہ جان و مال واولاد کو خطرات ونقصانات سے بچاتے آئے ہیں اور بچاتے رہیں گے۔ لفظ کا مادہ یا مصدر اچھی یا بُری کی کوئی شرط نہیں لگاتا کس چیز سے بچیں اور کس سے نہ بچیں۔ کس وقت بچیں اور کس وقت نہ بچیں ایسی کوئی پابندی ان مادوں مصدروں یا الفاظ کے اندر داخل نہیں ہے ہر وہ شخص متقی ہے جو کسی نقصان یا خطرے یا مضرت سے محفوظ رہتا ہو۔ بچتا ہو۔ گناہوں سے بچنے والا بھی متقی ہے اس لئے کہ وہ جہنم کی سزا سے بچتا ہے۔ اور قاتل و چور گرفتاری سے بچتا ہے اور متقی ہے کہ وہ جیل کی سزا سے بچتا ہے۔ لہٰذا کسی کو متقی کہتے ہی اُسے پرہیزگار مسلمان یا مومن سمجھنے سے بچنے والا بھی متقی ہے اور وہ ہم ہیں۔ البتہ دین وہی اختیار کرے گا جو جہنم سے یا آخرت میں گرفت سے بچنا چاہتا ہو۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہئے کہ اُس دنیا پر ایمان رکھتا ہو جو اِس دنیا کے بعد آنے والی ہے۔ یعنی آخرت کو مانتا ہو وہ یقیناً مستقل سزا سے بچنے کی فکر کرے گا۔ اور اُن متقین میں شمار ہو جائے گا جنہیں قرآن متقی کہتا ہے۔ لہٰذا بات قرآنی یا اسلامی متقین کی ہو رہی ہے۔ ورنہ لفظی حیثیت سے ہر حیوان وانسان متقی ہے اور یہ فطرت میں داخل ہے جسے ہر جانور اور ہر انسان اپنے اندر سے نکال نہیں سکتا ہے۔ اسے کسی نہ کسی صورت میں متقی رہنا ہی پڑے گا۔ جو جہنم سے بچنا نہیں چاہتا وہ بھی متقی ہے اس لئے کہ وہ دین کی پابندیوں سے بچنا چاہتا ہے اور لذت دنیا سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ لہٰذا ہماری اپیل ہے کہ ہمارے قارئین الفاظ کو قریشی تعلیم کے ماتحت نہ رکھا کریں بلکہ زبان کے قوانین کے ماتحت استعمال کیا کریں۔

اور یاد رکھیں کہ جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے اللہ نے قرآن میں اُس کے خلاف کہیں کچھ نہیں فرمایا ہے بلکہ ہر جگہ اُس کی تائید کی ہے۔

7۔ متقین کا وجود تمام مذاہب میں ماننا پڑے گا۔

لہٰذا تمام اقوامِ عالم میں متقی ہونے کے لئے فرمایا: ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ O (22/32)

مودودی ''یہ ہے اصل معاملہ (اسے سمجھ لو) اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔''

اس آیت پر مودودی نے تشریحات لکھی ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

مودودی کی پہلی تشریح شعائر اللہ کیا ہوتے ہیں۔

''60؎ یعنی خدا پرستی کی علامات خواہ وہ اعمال ہوں جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ یا اشیاء ہوں جیسے مسجد اور ھدی کے اونٹ وغیرہ۔ مزید تشریح کے

لئے ملاحظہ ہو تفہیم القران جلد اول، المائدہ حاشیہ 5۔(تفہیم القرآن 2 صفحہ 224)

مائدہ والی تشریح میں شعائر کی تفصیل۔

''5ؔ ہر وہ چیز جو کسی مسلک یا عقیدے یا طرزِ فکر وعمل یا کسی نظام کی نمایندگی کرتی ہو وہ اُس کا ''شعار'' کہلائے گی۔کیونکہ وہ اُس کے لئے علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے۔سرکاری جھنڈے،فوج یا پولیس وغیرہ کی یونیفارم، سکے،نوٹ اور اسٹامپ حکومتوں کے شعائر ہیں اور وہ اپنے محکوموں سے بلکہ جن جن پر اُن کا زور چلے سب سے اُن کا احترام کا مطالبہ کرتی ہیں۔گرجا اور قربانگاہ اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔چوٹی اور زنّار اور مندر برھمنیت کے شعائر ہیں۔کیس اور کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں۔ھتوڑا اور درانتی اشتراکیت کا شعار ہے۔سواستیکا آریہ نسل پرستی کا شعار ہے۔یہ سب مسلک اپنے اپنے پیرووں سے اپنے ان شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص کسی نظام کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اُس نظام کے خلاف دشمنی رکھتا ہے۔اور اگر وہ توہین کرنے والا خود اُس نظام سے تعلق رکھتا ہے تو اس کا یہ فعل اپنے نظام سے ارتداد اور بغاوت کا ہم معنی ہے۔''(جلد اول صفحہ 438)

(یہ تشریح آیت (5/2) پر کی گئی ہے)

مودودی کی دوسری تشریح:

''61ؔ یعنی یہ احترام دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ آدمی کے دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف ہے۔جب ہی تو وہ اس کے شعائر کا احترام کر رہا ہے۔دوسرے الفاظ میں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر شعائر اللہ کی ہتک کرے تو یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اس کا دل خدا کے خوف سے خالی ہو چکا ہے یا وہ خدا کا قائل ہی نہیں ہے۔یا ہے تو اس کے مقابلے میں باغیانہ روش اختیار کرنے پر اتر آیا ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 224)

قارئین نوٹ کریں کہ قرآن مجید اور مودودی کی رو سے تمام مذاہب ومسالک اور نظاموں میں اگر سب کے سب نہیں تو اُن میں کثرت متقین کی ہے۔اور اسی بنا پر قرآن کو تمام مذاہب ومسالک اور نظامہائے زندگی کے افراد کے لئے بطور موعظہ پیش کیا گیا ہے تاکہ اُن کے اندر موجود متقین اُسے قبول کریں ۔فرمایا گیا کہ:

8۔ متقین سے ایمان لانے کی امید پر تمام انسانوں کے سامنے قرآن پیش کیا گیا ہے۔

هٰـذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَO(3/138)

مودودی ترجمہ: ''یہ لوگوں کے لئے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں اُن کے لئے ہدایت ونصیحت ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 289)

یہاں قارئین نوٹ کریں کہ اللہ نے آیت میں لفظ متقین نازل کیا تھا مودودی اپنے والے اسلام کے زور سے اُسکے حقیقی معنی کو مسلمان کر کے اُس میں اللہ سے ڈرنے والے بھی بڑھا دیا اور ساتھ ہی لفظ۔ بَيَـانٌ ۔کو اپنے پاس سے تنبیہ بنا دیا ہے۔حالانکہ کہا یہ گیا ہے کہ یہ قرآن تمام انسانوں کے سامنے بیان کیا جاتا رہے گا یہ ہدایت اور نصیحت اُن ہی لوگوں کے لئے بنے گا جو نقصان وتکلیف ومضرت سے بچنا چاہتے ہوں گے۔یعنی پہلے متقی لوگ ہوں گے۔یہی بات توریت کے لئے بھی فرمائی گئی تھی (5/46)۔

9۔متقی چونکہ ہر مذہب ومسلک میں ہوتے ہیں اس لئے ایمان کو نجات کی شرط قرار دیا بلا ایمان متقی کی نجات نہیں۔

اللہ سے سنئے:

وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ O(7/156)

مودودی: ''میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اُسے میں اُن لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے زکوۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 84)

قارئین غور کریں کہ اللہ نے اس آیت میں ایک لفظ ''یَتَّقُوۡنَ'' نازل فرمایا ہے۔اور لغات القرآن (جلد 6 صفحہ 186) اس لفظ کے متعلق کہتی ہے کہ ''جمع مذکر غائب مضارع اِتِّقَاءٌ سے ''وہ بچتے ہیں۔پرہیز رکھتے ہیں۔'' مگر مودودی نے اپنے پاس سے ''نافرمانی'' کا اضافہ کردیا ہے۔اور پہلے متقین کے معنی ڈرنے والے کرلئے تھے (3/138) اور اب اسی مصدر میں ''نافرمانی سے پرہیز'' داخل کردیا ہے۔بہرحال اللہ نے واضح کیا ہے کہ خواہ کوئی متقی بھی ہو زکوۃ بھی دیتا ہو مومن نہیں تو رحمت نہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ اسلام پر آیات قرآن پر اللہ ومحمدؐ پر اگر ایمان نہیں تو تقویٰ اور متقی رحمت ونجات سے محروم رہیں گے۔یعنی تقویٰ کے ساتھ ایمان کی شرط ہے اور اب یہ دیکھیں کہ ایمان تقویٰ سے مشروط ہے یعنی اگر تقویٰ نہیں تو مومنین کا ایمان قبول نہیں سنئے:

10۔قریشی مومنین متقی نہ تھے تو وہ مومن بھی نہ تھے۔

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَOالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ O(10/62-63)

مودودی: ''سنو جو اللہ کے دوست ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا اُن کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 295)

یہاں قارئین خاص طور پر نوٹ کریں کہ یہ لفظ یَتَّقُوۡنَ پچھلی آیت (7/156) میں بھی آیا تھا اور وہاں اس مولانا نے اس کا ترجمہ تقویٰ نہیں کیا تھا بلکہ ''نافرمانی سے پرہیز'' کیا تھا۔یعنی مولانا مختار ہیں جو ترجمہ چاہیں وہ کردیں اللہ کو اُسے قبول کرنا پڑے گا۔بہرحال یہاں مان لیا کہ ایمان کے ساتھ تقویٰ لازم ہے۔تقویٰ نہیں اور ایمان ہے تو ایمان قبول نہیں۔

2۔اور سنئے: وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَO(12/57)

مودودی ''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لئے زیادہ بہتر ہے جو ایمان لے آئے اور خدا ترسی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 414)

قارئین برابر مودودی کی قلابازیاں دیکھتے چلے جائیں گے یہاں اُسی لفظ یَتَّقُوۡنَ کا ترجمہ نافرمانی سے پرہیز لکھا نہ تقویٰ کو اختیار کیا بلکہ اب تقویٰ کے معنی خدا ترسی ہوگئے۔

مودودی کو ترجموں میں قلابازیاں کھاتے ہوئے شرم آنا چاہئے؟

مودودی نے لکھا ہے کہ: ''قرآن مجید ہو یا کوئی دوسری آسمانی کتاب ہو۔کسی کے نزول کی کیفیت بھی یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے صرف معانی نبیؐ کے دل پر القا کردیئے ہوں اور نبیؐ نے پھر انہیں اپنے الفاظ میں بیان کیا ہو۔بلکہ ہر کتاب جس زبان میں بھی آئی ہو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے معنی اور لفظ دونوں کے ساتھ آئی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 536)

یعنی مودودی صاحب جو ترجمہ کرتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے آیا ہوا ہے۔

11۔ وہ آیت اور وہ بحث سامنے اب آتی ہے جس کے لئے متقین زیرِ گفتگو آئے۔

پچھلی تمام معنوی گفتگو کو سامنے رکھ کر یہ آیت (49/13) پڑھیں اور اُس کے معنی پر غور فرمائیں:

یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍوَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًاوَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْااِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌO

مودودی ''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (49/13) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 95)

اس آیت پر فی الحال دو الفاظ کے متعلق بات کرنا ہے۔ اُن میں ایک پر کافی گفتگو ہو چکی ہے اور وہ ہے لفظ ''اَتْقٰی'' جو لفظ تَقْوٰی کے مادہ یا خاندان سے ہے اور لغات القرآن کہتی ہے کہ اَتْقٰی بڑا ڈرنے والا۔ بڑا پرہیزگار وَقْیٌ سے جس کے معنی بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں اَفْعَلُ لتفعیل کا صیغہ۔ اصل میں اَوْقٰی تھا وَاوَ کو تا سے بدل لیا گیا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 21)

یعنی وہی بات ہے کہ ''وہ شخص جو مضرت ونقصان اور تکلیف سے بچنے میں سب سے زیادہ ہو۔ یعنی سب سے زیادہ متقی ہو یا سب سے زیادہ تقویٰ کرتا ہو۔ یعنی مندرجہ بالا آیت (49/13) میں جو لوگ اللہ کے مخاطب ہیں اُن میں جو شخص سب سے زیادہ متقی ہے اُس کی بات ہو رہی ہے۔ اور اللہ کے مخاطب یہاں صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ سارے انسان مخاطب ہیں اور سارے انسانوں میں جو شخص مضرت ونقصان وتکلیف سے سب سے زیادہ بچتا ہو بچ کر رہتا ہو اُس کی بات ہو رہی ہے۔ اور چونکہ تمام انسان مخاطب ہیں لہٰذا تمام مذاہب ومسالک اور تمام نظاموں کے لوگ مخاطب ہیں۔ اور اسی لئے کوئی خاص قسم کا تقویٰ مطلوب نہیں ہوسکتا۔ جس مذہب ومسلک ونظام میں جن چیزوں سے بچنا مفید ہو اُن سب میں مقابلہ کر کے جو سب سے زیادہ بچنے والا ہو اُسی کو اَتْقٰی قرار دیا جائیگا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا بقول مودودی اُس شخص کو سب سے زیادہ عزت والا مان لیا جائے؟ اس سوال کا جواب ایک دوسری آیت کو سامنے رکھ کر سوچئے۔ آیت یہ ہے کہ:

وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقٰیO الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰیO وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓیO اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰیO وَلَسَوْفَ یَرْضٰیO (92/17 تا 21)

مودودی: ''اور اس سے دور رکھا جاوے گا وہ نہایت پرہیزگار جو پاکیزہ ہونے کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔ اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لئے یہ کام کرتا ہے اور ضرور وہ (اُس سے) خوش ہوگا۔''

(96/17 تا 21) (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 364)

یہاں یہ دیکھنا ہے کہ وہی لفظ ''اَتْقٰی'' یہاں بھی آیا ہے۔ یعنی یہ بات بھی ایک ایسے شخص یا اشخاص کی ہو رہی ہے جو سب سے زیادہ مضرتوں، نقصانوں اور تکلیفوں سے بچ کر رہتا ہے اور یہ شخص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال ودولت بھی خرچ کرتا رہتا ہے مگر اُس کے لئے سب سے زیادہ عزت والا ہونے کی بات نہیں کی گئی ہے۔ نہ اُسے تزکیہ یافتہ یعنی پاکیزہ قرار دیا گیا ہے۔ اور نہ اب تک اللہ نے اُسے اپنی رضامندی

یا خوشنودی کا سرٹیفیکیٹ دیا ہے۔صرف وعدہ کیا ہے کہ عنقریب اُس سے راضی ہوجائے گا۔اور نہ ہی اللہ نے اُسے فراوانی عطا کی ہوئی ہے۔

مودودی کی تشریح:

''11؎ اس آیت کے دو معنی ہوسکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ایک یہ کہ ضرور اللہ اُس سے راضی ہوجائے گا دوسرے یہ کہ عنقریب اللہ اُس شخص کو اتنا کچھ دیگا کہ وہ خوش ہوجائے گا۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 365)

مودودی کی اس تشریح کو سامنے رکھیں اور مندرجہ بالا آیت (21 تا 92/17) میں سے پہلی آیت (92/17) دوبارہ سامنے لائیں '' **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى** '' اس آیت میں آخری لفظ ''اَتْقٰی'' ہے یعنی سب سے زیادہ متقی۔اور پہلا لفظ ''وَاو'' یعنی۔اور۔صرف درمیانی لفظ ہے جس کے معنی واضح ہونا چاہیں یہ لفظ تین اجزا سے مل کر بنا ہے انہیں پہلے الگ الگ کر لیجئے۔

سَ۔ یُجَنَّبُ۔ ھَا

عنقریب۔ بچادیں گے۔ اُس سے

ہمارے اس تجزیے کے بعد لغات القران پڑھئے لکھا ہے کہ:

''**یُجَنَّبُھَا**۔واحد مذکر غائب مضارع مجہول ھَا ضمیر مفعول **تَجْنِیْبٌ** مصدر (تفعیل) ''اُس سے بچایا جائے گا۔اُس سے محفوظ رکھا جائے گا (30/17) (دیکھو **یَتَجَنَّبُھَا**) (جلد 6 صفحہ 196)

معنی تقریباً واضح ہوگئے ہیں صرف پہلا جز یعنی حرف سین رہ گیا اُسے آپ سین کی تختی میں پہلے نمبر پر یوں پڑھتے ہیں کہ:

سِ: اَب، اَبھی، قریب، عنقریب، **اَلْاِ تْقَان** میں لکھتے ہیں ''سین حرف ہے جو مضارع کے ساتھ مخصوص ہے اور اُس کو استقبال کے لئے خاص کر دیتا ہے'' (جلد 3 صفحہ 155)

ہماری مزید تشریح: لُغات القران کے بیان میں۔مصدر **تَجْنِیْبٌ** لکھا گیا ہے وہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ یہ لفظ **یُجَنَّبُھَا** **تَجْنِیْبٌ** سے بنا ہے۔اور ہم بتاتے ہیں **تَجْنِیْبٌ** کا بنیادی یا تین حرفی مادہ ہے۔ج۔ن ب اور مصدر ہے **جَنْبٌ** جس سے اوپر ابواب میں جا کرت **تَجْنِیْبٌ** کا مصدر بنانا ہے۔لٰہذا ج۔ن۔ب مادہ اور **جَنْبٌ** مصدر ہی سے لفظ **جَانب** ہے اسی خاندان سے **مُجْتَنِبٌ** ہے۔اسی سے جنابت ہے **جنوب** ہے اور **اجتناب** ہے۔بچنا بچ کر رہنا۔اسی خاندان سے اَجنبی ہے۔بہت سارے الفاظ بنتے ہیں اور سب میں الگ الگ رہنا بچ کر رہنا۔بچنا۔باز رہنا ہمیشہ ہر حال میں شامل رہتے ہیں۔

وضاحت مقصد۔جہاں سے ہم نے مندرجہ بالا آیات (21 تا 92/17) لکھی ہیں وہاں پہلے جہنم اور جہنم میں جانے والوں کا ذکر ہوا ہے اس کے بعد اُس کے شخص کا ذکر کیا ہے جو اَتْقٰی ہے۔یعنی جو جہنم سے بچنے کے لئے انتہائی کوشش کررہا اور فرمایا کہ 'عنقریب اُسے جہنم سے بچایا جائے گا۔'' یعنی مستقبل میں بچایا جائے گا ابھی تک بچایا نہیں گیا ہے۔اور قارئین سوچیں کہ جہنم سے بچا دینے کا لازم مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص ضرور جنتی ہوگیا یا ضرور جنت میں جائے گا۔یعنی جہنم سے بچا دیا جانا عذاب سے بچا دیا جانا ہے یعنی متقی یہی تو چاہتا ہے کہ اُسے عارضی یا دائمی کوئی تکلیف، نقصان یا مضرت نہ پہنچے اس لئے وہ ہر اُس چیز اور ہر اُس کام سے بچتا تھا جو عارضی یا دائمی تکلیف، نقصان یا مضرت سے دوچار کریں لٰہذا اس آیت (92/17) کی رو سے اللہ نے اُسے سب سے بڑی تکلیف نقصان اور مضرت یعنی جہنم سے بچانے کا وعدہ فرمالیا ہے اور یہی اُس سب سے زیادہ

متقی یا اَتْقٰی کا مقصد تھا اور یہی مذکورہ الفاظ کے معنی ہیں جو آیت (92/17) نے پوری کر دیئے۔

اَتْقٰی کی قسمیں اور معنی سامنے آچکے ہیں؟

قرآن کریم میں لفظ ''اَتْـقٰـی'' دو ہی جگہ استعمال کیا گیا ہے ایک آیت زیر بحث (92/17) میں اور ایک آیت (49/13) میں جہاں تمام انسان اور تمام مذاہب کے متقی مخاطب ہیں اور وہاں عام متقین میں کا سب سے زیادہ متقی یعنی اَتْـقٰی مذکور ہوا ہے اور اُسے تمام انسانوں میں اکرم فرمایا گیا ہے۔ اور بس۔ نہ وہاں جہنم سے بچنے والا متقی بیان ہوا ہے نہ جہنم سے بچا دینے کی بات ہوئی ہے۔ اُسے صرف اکرم ہونے کا اعزاز دیا گیا ہے۔ لفظ اکرم پر بات کی جائے گی پہلے دوسری قسم کے اَتْـقٰی کی بات ختم ہو جائے۔ لہٰذا پھر سے اُن آیات (21 تا 192/17) پر، اُن کے مودودی ترجمے اور تشریح پر غور سے نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہاں صورت حال یہ ہے کہ ''یہاں والا اَتْـقٰـی لوگوں کی مالی ضرورت میں مدد دے رہا ہے۔ تنگدستی دور کرتا ہے۔ قرض سے لوگوں کی جان بچاتا ہے۔ بے زر لوگوں کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرتا ہے۔ اور جہاں جہاں لوگوں کو روپے پیسے کی ضرورت و احتیاج ہوتی ہے اپنے مال سے اُن کی مدد کرتا ہے جب وہ اُن کی مدد پر مجبور نہیں ہے بلکہ وہ اُن کو اس لئے فائدہ پہنچا رہا ہے کہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی حاصل کرلے اور اُن تمام تکلیف دہ اور مضرت رساں اور نقصان سے بچ جائے جو دنیا میں یا آخرت میں موجود ہوں۔ اللہ نے اُسے اُن سے بچا دینے اور راضی ہو جانے کا وعدہ کرلیا ہے۔ ابھی نہ راضی ہوا ہے نہ بچایا ہے مستقبل میں وعدہ کرلیا ہے۔ یہ اَتْقٰی آیت میں مذکورہ مالی فائدہ پہنچانے کی وجہ سے مخصوص اَتْقٰی ہے۔

مخصوص اَتْقٰی اور عام اَتْقٰی باقی تقویٰ میں برابر ہیں۔

دونوں برے کاموں سے بچتے ہیں اور لوگوں کو اُن کے برے کاموں سے بچنے کی بنا پر فائدہ ہوتا ہے۔ چوری نہیں کرتے لوگوں کا مال محفوظ رہتا ہے مقدمہ اور تفتیش کے جھنجٹ سے بچتے مالی اور وقتی فائدہ ہوتا ہے۔ وہ زنا سے بچتے ہیں۔ عصمت و عزت محفوظ رہتی ہے یہ بھی فائدہ ہی ہے وہ لڑائی جھگڑے سے بچتے ہیں یوں بھی جانی و مالی فائدہ ہوتا ہے۔ غور کرتے جائیے ہر برے کام سے بچنے کی بنا پر لوگوں کو فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔ اور جو جتنا زیادہ برے کاموں سے بچے گا یعنی اَتْـقٰـی ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مفید ہوگا۔ لہٰذا اس آیت (49/13) کے عملی اور واقعی معنی یہ نکل آئے کہ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (49/13)

''اے تمام مذاہب و مسالک سے منسلک لوگو اللہ کے نزدیک تم سب میں سب سے زیادہ مفید وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی (اور بقول مودودی جو سب سے زیادہ پرہیزگار) ہو۔''

اس واقعاتی اور عملی ترجمے کے بعد بھی آیت (49/13) والے اَتْـقٰی اور اکرم کے لئے جہنم سے بچانے کا تصور تک نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ آیت میں تمام مذاہب و مسالک کے متقی مخاطب ہیں اور جہنم سے بچنے کی غرض مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اَتْـقٰی و اکرم صرف دنیا تک محدود ہیں۔ یعنی اس قسم کا اَتْقٰی دنیا میں لوگوں کے لئے باقی متقیوں کے مقابلے میں زیادہ مفید اور نفع پہنچانے والا ہے۔ اور بس۔ یہاں صرف مضرتوں اور تکلیفوں اور نقصان سے بچنے والوں میں سے سب سے زیادہ بچنے والے (اَتْقٰی) کی بات کی گئی ہے۔ نہ کہیں خدا کی خوشنودی و رضا کے حصول کی بات ہے نہ مالی قربانی کا ذکر ہے۔

12۔اَکْرَمُ کے معنی میں مودودی نے ایک مصلحت اور اسکیم کے ماتحت فریب دیا ہے۔

ہم اُس اسکیم اور مصلحت کا ذکر بعد میں کریں گے پہلے اپنے قارئین کو ایک ایسے بلند مقام پر کھڑا کردیں جہاں سے وہ مودودی اور تمام قریشی علما کے فریب کو دیکھ سکیں اور اُن پر فریب کا اثر ہی نہ ہو۔لہٰذا علامہ غلام احمد پرویز کی خاص طور پر تیار کردہ لغات القران سے اَکْرَم۔ کَرِیم۔ کَرَمُ۔مُکَرَّم۔اِکْرَام وغیرہ الفاظ کے خاندان کا مادہ ک۔ر۔م پڑھنا شروع کریں اور اس خاندان کے اہم الفاظ کے اتنے معنی دیکھ لیں کہ بات مستحکم ہوجائے اور فریب بہت گھٹیا مقام پر نظر آئے۔ساتھ ہی پرویز صاحب کی لغت کو اس تصور کے ساتھ پڑھیں کہ جناب پرویز اس اسکیم میں مودودی اور قریش کے برابر کے ساتھی اور مددگار ہیں اور اُن کو بفضل حضرت حجۃ علیہ السلام خود اُن ہی کی لغت سے فریب ساز ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا ہم آپ کے سامنے پرویز صاحب کی لغت کا صفحہ 1426 کھول کر رکھتے ہیں لکھا ہے کہ:

لغات القران ۱۴۲۶ ک ر م

ک ر م

اَلْکَرَمُ ۔اُس صفت کو کہتے ہیں جو کمینگی کے خلاف ہو۔عربوں میں کمینگی بدترین خصلت تھی،اس لئے کَرَمٌ بہترین صفت تھی۔دراصل اس کے معنی تھے کسی ایسے بوجھ کو اٹھالینا جس سے قوم کے خون اور اُس کی جان کی حفاظت ہوتی ہو۔یعنی بڑے گرانقدر اجتماعی امور اور رفاہ عامہ کے لئے خرچ کرنا یا سعی وکوشش کرنا۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کَرَمٌ کسی کو بغیر ذاتی عرض ومنفعت کے بقدر ضرورت فائدہ پہنچانا ہے۔اس کے معنی خلوص کے بھی ہیں۔اَلْاِکْرَامُ وَالتَّکْرِیْمُ ۔کسی کو اس طرح نفع پہنچانا کہ اُس میں اُس کی کسی طرح سبکی یا ذِلّت نہ ہو۔ساتھ ہی یہ کہ جو نفع پہنچایا جائے وہ بلند اور باشرف ہو۔اس اعتبار سے عربوں کے ہاں اَلْکَرِیْمُ ایک ایسی جامع صفت ہے جس میں ہر قسم کی بھلائیاں فضیلتیں اور شرف شامل ہیں۔ چنانچہ یہ ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس میں کسی قسم کی مذموم صفت نہ پائی جاتی ہو۔نیز اَلْکَرِیْمُ کے معنی ہیں آزاد اور شریف۔نجیب۔سخی۔ خوش نہاد۔۔۔۔۔نرم خو۔خلیق۔وسیع الظرف۔عمدہ حسب ونسب والا۔''

جوں جوں پرویز آگے بڑھتے گئے لغت کو مسلمان کرنے میں مصروف ہوتے گئے ہیں۔اس لئے ہم نے صرف آدھا صفحہ لکھ کر ختم کردیا اور ہمارے عنوان کی ضرورت یہاں تک بار بار پوری ہوچکی تھی۔یہاں تک بھی ہم نے جہاں ڈیش دئے ہیں اور خالی جگہ چھوڑی ہے وہاں اُن کا یہ جملہ تھا: ''جو اپنے آپ کو احکام خداوندی کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھے''ہم نے یہ جملہ لکھنا پسند نہیں کیا اس لئے زبان کوئی ہو نہ ہندو ہوتی ہے نہ مسلمان نہ یہودی وعیسائی وغیرہ وہ صرف زبان ہوتی ہے۔اور جب کسی بامذہب کے ہاتھوں میں عموماً مسلمانوں کے ہاتھوں میں خصوصاً پڑ جائے تو وہ اُس کا اسی طرح ستیاناس کردیتے جس طرح ہم مودودی اور پرویز کو بطور مثال پیش کررہے ہیں۔انہوں نے قریشی مذہب کے مسلمان ہونے کی وجہ سے پورے قرآن کا ایسا ستیاناس کیا ہے کہ خود اللہ ورسولؐ نے اُن کو مجرم اور اللہ ورسولؐ کا دشمن فرمایا ہے دیکھو سورہ فرقان آیات تیس واکتیس (25/30-31 اور 6/66)اور ہماری ساری تصنیفات۔

12(الف)۔تمام قریش کے نمایندہ اور تمام قریشی علما کے جانشین علما مودودی اور پرویز کے ترجمے۔

پہلے پرویز کا ترجمہ دیکھیں اور سوچیں کہ اس نے اپنی راہنما قوم کی پالیسی اور اسکیم کو محفوظ رکھنے کے لئے قرآن سے اور خود اپنی لغات القرآن سے غداری کی ہے۔آیت اور ترجمہ پڑھئے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O(49/13)

پرویزی ترجمہ: ''اے نوع انسانی ہم نے تمہیں سب کو ایک ہی طرح مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن یاد رکھو کہ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی شعار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اخبر دار ہے۔'' (معارف القرآن جلد 2 صفحہ 269) (ترکمان روڈ نئی دہلی۔ پرویز مارچ 1945ء)

یہ ترجمہ کرنے کے بعد علامہ پرویز اپنی قوم کے لئے بصیرت افروز تصنیفات میں مصروف رہے۔ اور بیس پچیس سال میں مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کے اصول پر ترجمہ نہ کرنے کا فیصلہ کر کے صرف مفہوم القرآن لکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ ہم اسی مفہوم القرآن کی آخری (تیسری) جلد سے مندرجہ بالا آیت (49/13) کا پرویزی مفہوم آپ کے سامنے رکھیں گے۔ پہلے آپ پرویز ہی کے قلم سے مفہوم القرآن کا تعارف پڑھ لیں جو کہ کتاب کے ٹائٹل پیج یعنی پہلے ہی ورق پر چوکھٹے میں لکھا گیا ہے۔ پڑھیئے:

یہ نہ قرآن کریم کا ترجمہ ہے نہ تفسیر۔ بلکہ اس کا مفہوم ایسے واضح، مسلسل، مربوط اور دل کش انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قرآنی مطالب تابندہ ستاروں کی طرح نگاہ بصیرت کے سامنے ابھر کر آ جاتے ہیں۔

12 (ب)۔ نگہِ بصیرت کے لئے آیت (49/13) پرویزی مفہوم۔

''جن معاشرتی برائیوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُن کا جذبہ محرکہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور دوسرے کو حقیر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی جذبہ انسانی زندگی کے اور گوشوں میں بھی کارفرما ہوتا ہے۔ مثلاً مردوں نے یہ فرض کر رکھا ہے کہ وہ عورتوں سے افضل ہیں۔ یا بعض خاندان نسبی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے معزز تصور کرتے ہیں۔ یہ دونوں تصورات غلط ہیں۔ ہم نے انسانوں کو مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر انسانی بچے میں، خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی کچھ حصہ مرد کا ہوتا ہے اور کچھ عورت کا۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں۔ یا عورتیں مردوں سے الگ ہیں۔ باقی رہے مختلف خاندان یا قبیلے تو اس سے مقصود صرف اس قدر ہے کو تمہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو (یعنی یہ کہ یہ شخص واقعی ہاشمی یا اسماعیلی نسل سے ہے۔ احسن) ورنہ نہ کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے سے افضل ہے نہ کوئی خاندان کسی دوسرے خاندان سے معزز ہے۔ میزان خداوندی کی رو سے عزت وتکریم کا صرف ایک معیار ہے اور وہ یہ ہے کہ تم میں سے (پیدا ہو چکنے کے بعد احسن) (اور بالغ ہونے کے بعد احسن) کسی کی زندگی قوانین خداوندی سے زیادہ مطابق ہے؟ کون اُن کی زیادہ اطاعت کرتا ہے؟ جس کی زندگی (بلوغ کے بعد احسن) زیادہ سے زیادہ اس معیار پر پوری اترتی ہے وہی سب سے زیادہ واجب التکریم ہے۔ خواہ وہ مرد یا عورت یا کسی خاندان یا قبیلے میں پیدا ہوا ہو۔ یہاں معیار فضیلت حسب ونسب نہیں ذاتی جوہر اور سیرت وکردار کی بلندی ہے۔ یہ بات وہ خدا کہہ رہا ہے جو اچھی طرح جانتا ہے کہ فضیلت کسے کہتے ہیں اور وہ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔'' (سورہ الحجرات 49/13) (مفہوم القران جلد 3 صفحہ 1208)

قارئین پرویز کے ترجمہ کو اس مفہوم کے سامنے رکھ دیں اور سوچیں کہ کیا یہ سب کچھ اللہ نے فرمایا ہے؟ اگر نہیں تو یہ کہتے کہ مفہوم القرآن میں پرویز نے وہ خامی پوری کر دی ہے جو اللہ سے قرآن میں اور مودودی سے تفہیم القرآن میں رہ گئی تھی۔ اس لئے پرویز نے ترجمہ اور تفسیر کو چھوڑ کر خود کو آزاد کر لیا۔ اور جو اُن کا دل پسند کرے وہ اللہ کے نام پر پبلک کو بتایا جاتا رہا ہے۔ اور وہ اس ملعون گروہ میں شامل ہو جائیں جس کے متعلق اللہ

نے فرمایا تھا کہ:

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ O(2/79)

پرویز اپنے مفہوم القرآن کی رو سے۔''اُن کے علما کرتے یہ ہیں کہ شریعت کے احکام خود اپنے ذہن سے اپنی مرضی کے مطابق وضع کر لیتے ہیں اور ان اَن پڑھ لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب ارشادات خداوندی ہیں۔اور اس طرح اُن سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ اُن کی یہ خود ساختہ شریعت اور اُس کے ذریعہ کمائی ہوئی دولت سراسر تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔اُن کی یہ خوئے فریب دھی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اور تو اور یہ خود اپنے آپ کو بھی دھوکا دینے سے نہیں چوکتے۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 28-27)

قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ اس ملعون نے اپنے اس مفہوم میں تین دفعہ آئے ہوئے لفظ وَیۡل کا نہ ترجمہ لکھا ہے نہ مفہوم بیان کیا اس لئے ہمیں اسی آیت کا پرویزی ترجمہ لکھنا پڑا ہے اسے پڑھئے۔

پرویز کا ترجمہ:''پس افسوس ان مدعیانِ علم پر جن کا شیوہ یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یعنی اس خود ساختہ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ کتاب الٰہی کے احکام ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کے معاوضہ میں ایک حقیر سی قیمت دنیاوی فائدہ کی حاصل کر لیں۔پس افسوس اس پر جو کچھ اُن کے ہاتھ لکھتے ہیں اور افسوس اس پر جو کچھ وہ اس ذریعہ کماتے ہیں۔''(معارف القران جلد 3 صفحہ 347)

ذرا دیر بعد ہم علامہ مودودی کو بیچ پر کھڑا کرنے والے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ پرویز کے مفہوم میں ٹپکی ہوئی قریشی پالیسی پر چند اصولی باتیں عرض کر دیں۔

12(ج) قریش تاریخ وقرآن کی رو سے ایک مجہول ومخلوط النسل قوم تھی جو سر سے پیر تک اور اندر سے باہر تک حرام ہی حرام کا منہ بولتا ڈھیر تھی۔

پرویز کے ترجمہ اور مفہوم کو برہنہ دیکھ لینے کے بعد یہ سنیں کہ ہم نے نہج البلاغہ کی سابقہ تشریحات میں بھی اور اپنی دیگر تصنیفات میں بھی بڑی تفصیل اور ثبوت کے ساتھ قریش کہلانے والی قوم کو ایک ایسی نسل ثابت کیا ہے جو اپنی بیٹیوں سے اور نواسیوں سے اور خود اپنی ماؤں سے اولاد پیدا کراتی چلی آرہی ہے۔یعنی جن کا عمل درآمد اس اصول پر تھا کہ ہر عورت ہر مرد کی زوجہ ہے اور ہر مرد ہر عورت کا شوہر ہے۔زوجیت کے لئے عورت ہونا چاہئے خواہ وہ ماں ہو، بہن ہو یا کوئی اور ہو اور شوہریت کے لئے مرد درکار ہے خواہ وہ باپ ہو، بھائی ہو یا کوئی اور مرد ہو۔صدیوں سے اس طرح پیدا ہوتے چلی آنے والی نسل کے لئے قرآن کریم کا ایک لفظ کافی ہے اور وہ ہے لفظ''اَلۡخَبِیۡثُ''(3/179) جو اسلام کی آڑ میں شریف ونجیب الطرفین نسلوں میں گھلے ملے چلے جارہے تھے اور اللہ اُن کو الگ الگ کرنے پر تلا ہوا تھا(3/179) اور آئندہ شریف نسلوں کو باقی رکھنے کے لئے یہ قانون قرآن میں نازل کر دیا تھا کہ:۔

اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌO(24/26)

مودودی''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔اُن کا دامن پاک ہے اُن باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں اُن کے لئے مغفرت

ہےاور رزق کریم۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 374)

قریش نے جب اسلام کا نقاب پہن لیا تو فطری طور پر اُن کی خواہش یہ تھی کہ اُن کی جنسی خباثت اور ناپاکی چھپ کر رہ جائے اور کوئی اس کا ذکر تک نہ کرے اس لئے قرآن کی اس آیت (49/13) کی آڑ لی گئی اور ساری نوع انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا ہونے کی آڑ میں برابر اور ہم پلّہ قرار دے کر اعمال وتقویٰ کو معیار بنایا گیا اور کہا گیا کہ نسبی شرافت اور بزرگی کوئی چیز نہیں جس کے اعمال اچھے ہوں وہی اچھا اور بزرگ ہے سرسری طور پر یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی تھی لیکن یہ کسی نے نہ سوچا کہ اگر زمین اور بیج خراب ہے تو اچھا پھل اچھی فصل اور اچھے اعمال ممکن ہی نہیں۔ایک شخص حرام دودھ پی کر پلا۔حرام خوراک کھا کر جوان ہوا۔ہڈیوں میں گودا،جسم میں گوشت،خون اور چربی حرام سے بنی۔جوان ہو کر اُس نے ایک شادی اپنی سے بہن کی دوسری باپ کے مرنے کے بعد اپنی ماں سے کی پھر ماں اور بہن سے پیدا کرائی ہوئی بیٹیوں سے شادیاں کر کے اولاد پیدا کی اور اس دوران برابر حرام خوراکیں کھاتے رہے اور اسی طرح خاندان آگے بڑھا اور یہ سلسلہ جاری رہا صدیوں کے بعد ایسے لوگوں نے اسلام اختیار کر لیا۔اب بتایئے اسلام لانے والے یہ لوگ اور دوسرے قبائل جو زنا کی اولاد نہیں تھے اور شریفانہ زندگی بسر کرتے رہے تھے برابر ہو سکتے ہیں؟ اور اول الذکر سے کسی بنیاد پر نیکی اچھے کاموں کی امید کی جا سکتی ہے؟ یہ سب آدمؑ اور حواؑ ہی کی اولاد ہیں۔لیکن باجود اسلام کے خبیث در خبیث ہیں۔ایک مرد اور عورت کی اولاد ہونا اُن کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ وہ ویسے متقی ہو سکتے جو (49/13) میں مذکور ہیں یہی وجہ ہے کہ مودودی نے بھی مان لیا کہ خبیثوں کی شادیاں خبیثوں میں ہونا چاہیں اور قانون کی پابندی سے آئندہ خباثت میں کمی کی امید اور کوشش جاری رکھنا چاہیئے اور آئندہ حرام اولاد حرام خوراک بند کر دینا چاہے (سورہ نسا 24-4/23)

پرویز کو خبیثوں والی یہ آیت (24/26) پسند نہیں لہٰذا اپنے مفہوم القرآن میں ایک طویل بریکٹ میں پہلے اللہ کے بیان اور مقصد کو بدلتے ہیں اور آیت کو دنیا کے بجائے آخرت پر فٹ کر لیتے ہیں۔

12 (د) <u>پرویز ایک مرد اور ایک عورت سے چلنے والی نسل میں خبیث اور شریف لوگوں کا وجود آخر مان گئے۔</u>

یہ فریب سازی ملاحظہ ہو: پہلے پرویز کا بریکٹ پڑھیئے:

<u>پرویز مفہوم القرآن میں اللہ کو اصلاح دیتے ہیں۔</u> (عام حالات میں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک خبیث عدالت سے بری ہو جائے اور اس کا شمار حسب سابق شریف انسانوں میں ہونے لگے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک بے گناہ شریف خاتون کے خلاف اس طرح تہمت تراشی کی جائے کہ عدالت بھی بری الذمہ قرار نہ دے اور یوں اس کا شمار خبیثوں میں ہونے لگ جائے۔لیکن جب کسی جگہ صحیح نظام عدل قائم ہو جائے تو اُس میں ایسے واقعات شاذ و نادر ہو سکیں گے اور اُخروی زندگی میں تو اس کا امکان ہی نہیں ہوگا) (یہاں تک بریکٹ تھا اور اس بریکٹ کے زور سے اب لکھا ہے کہ) اس وقت خبیث خبیثوں کے ساتھ ہوں گے اور شریف شریفوں کے ساتھ ہوں گے۔اور جن کے خلاف غلط تہمتیں لگی ہوں گی وہ اُن سے بری الذمہ قرار پائیں گے یوں انہیں خبیثوں کی فتنہ پردازیوں سے حفاظت مل جائے گی اور نہایت آبرومندانہ سامان نشو و نما بھی۔'' (مفہوم القرآن جلد دوم صفحہ 800-799)

پرویز کے نزدیک خبیثوں اور طیبوں کا ساتھ ساتھ رہنا آخرت کی بات ہونا چاہیئے تھا اللہ نے خوامخواہ دنیا میں قرار دے دیا اس لئے پرویز نے اپنے بریکٹ کے مار دے کر اللہ کو سیدھا کر دیا پھر بھی پرویز کو دنیا میں ایک ہی مرد اور عورت کی اولاد میں شریفوں اور خبیثوں کا وجود ماننا پڑا اور یہ قریشی

اسکیم کو باطل کرتا ہے۔مگر مودودی پرویز سے خباثت میں بہر حال کم ہے اس لئے کہ وہ مسلمانوں میں خبیث لوگوں کا وجود مانتے ہیں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 305) اور خبیثوں کی شادیاں خبیث عورتوں سے دنیا میں لازم سمجھتے ہیں۔اور عہدِ رسولؐ میں خبیث مسلمانوں پر لکھتے ہیں۔

مودودی کی تشریح خبیثوں کے متعلق

''22ے اس آیت (24/26) میں ایک اصولی بات سمجھائی گئی ہے۔کہ خبیثوں کا جوڑ خبیثوں ہی سے لگتا ہے اور پاکیزہ لوگ پاکیزہ لوگوں ہی سے طبعی مناسبت رکھتے ہیں۔ایک بدکار آدمی صرف ایک ہی برائی نہیں کیا کرتا ہے کہ اور تو سب حیثیتوں سے وہ بالکل ٹھیک ہو مگر بس ایک برائی میں مبتلا ہو۔اُس کے تو اطوار عادات، خصائل ہر چیز میں بہت سی برائیاں ہوتی ہیں جو اُس کی ایک بڑی برائی کو سہارا دیتی ہیں۔اور پرورش کرتی ہیں۔یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ایک آدمی میں یکا یک کوئی ایک برائی کسی از غیبی گولے کی طرح پھٹ پڑے جس کی کوئی علامت اس کے چال وچلن میں اور اُس کے رنگ ڈھنگ میں نہ پائی جاتی ہو۔یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے جس کا تم ہر وقت انسانی زندگیوں میں مشاہدہ کرتے رہتے ہو اب کسی طرح تمہاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ ایک پاکیزہ انسان جس کی ساری زندگی سے تم واقف ہو کسی ایسی عورت سے نباہ کر لے اور برسوں نہایت محبت کے ساتھ نباہ کئے چلا جا تا رہے جو زنا رکا ہو۔کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ کوئی عورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو بدکار بھی ہو اور پھر اس رفتار گفتار، انداز، اطوار کسی چیز سے بھی اُس کے بُرے لچھن ظاہر نہ ہوتے ہوں؟ یا ایک شخص پاکیزہ نفس اور بلند اخلاق بھی ہو اور پھر ایسی عورت سے خوش بھی رہے جس کے یہ لچھن ہوں؟ یہ بات یہاں اس لئے سمجھائی جارہی ہے کہ آئندہ اگر کسی پر کوئی الزام لگایا جائے تو لوگ اندھوں کی طرح اسے بس سنتے ہی نہ مان لیا کریں بلکہ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ کس پر الزام لگایا جارہا ہے؟ کیا الزام لگایا جارہا ہے؟ اور وہ کسی طرح وہاں چسپاں بھی ہوتا ہے یا نہیں؟'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 374)

یہاں تک قریش کی پالیسی واضح ہوگئی اور اس کا رد بھی ہوگیا۔اور آئندہ بھی اس پر نظر رکھی جائے گی۔فی الحال ہمیں مودودی اور پرویز کے یہاں اَکْرَم کے وہی معنی سامنے لانا ہیں جو عملی اور واقعاتی حیثیت سے ہم نے ثابت کئے اور پرویز کی لغت سے دکھائے یعنی مفید۔فائدہ پہنچانے والا یا نفع رسانی کرنے والا۔پرویز کی لغت نے اُسے باطل پرست اور قریش کا طرفدار ثابت کر دیا اب یہ دکھانا باقی ہے کہ مودودی صاحب قریشی پالیسی اور اسکیم کے ماتحت قرآن سے بددیانتی کرتے رہے ہیں ورنہ وہ ک رم سے بننے والے الفاظ صحیح معنی جانتے ہوئے فریب سازی کے لئے معنی بدلتے رہے ہیں۔بہر حال اس بحث کو ذہنوں میں جاگزین کرنے کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اپنی تفسیر احسن التعبیر سے اس سلسلے کا اقتباس لکھ دیں چنانچہ حسب ذیل بیان تفسیر سے سنیں:

''7۔ آیت (49/13) کی آڑ میں قریشی علمانے اپنی پوری گھناونی نسل کو چھپانے کی کوشش کی ہے

''چونکہ اللہ نے اس آیہ مبارکہ (49/13) میں اس حقیقت واقعی کا اظہار فرما دیا ہے کہ ساری نوع انسان حضرت آدم واحوا علیھما السلام سے پیدا ہوئی ہے اس لئے قریشی علمانے تمام انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔اور تمام حقائق اور بنیادی مسلمات کو نظر انداز کر کے یہ چاہا ہے کہ اولاد حرام وحلال کو خبیث وطیب انسانوں کو (24/26) اور نجس (9/28) اور طاہر ومطہر (احزاب 33/33) کو ایک درجہ میں رکھ دیا جائے جو فطرت ومشاہدہ، تجربہ اور حقیقت کے بھی خلاف ہے نہ تمام انسان صحت وقوت وجسامت میں برابر ہوتے ہیں نہ عقل وبصیرت و فرزانگی میں مساوی ہوتے ہیں۔یعنی سوائے اس کے کہ وہ دیکھنے میں آدمی اور انسان ہیں اور کسی بھی چیز میں برابر نہیں ہوتے دوسرا فریب

اس آیت (49/13) میں خصوصاً اور باقی اُن تمام آیات میں عموماً دیا گیا ہے جہاں جہاں ک ر م کے مادے سے بننے والے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ اور کرم کے معنی بزرگی کرتے چلے گئے ہیں۔ اور اسی لئے اس آیت (49/13) میں اَکْـرَم کے معنی بزرگ ترین کر لئے گئے ہیں۔ لہٰذا علامہ کے ترجمہ سے بات یہ ہوئی ہے کہ: ''اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے پرہیزگار ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 95)

7, الف۔ کَرَم ۔ اِکْرَام اور کریم وغیرہ کے معنی کا استقلال کیوں برقرار رکھا جاتا؟؟ یہ گفتگو قرآن سے بار بار ہو چکی ہے قریش نے قرآن کی معنوی تحریف کر کے قرآن کے مقاصد تباہ کو دیا تھا (فرقان 25/30) یہاں تو یہ بتانا ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی نے ک ر م کے مادہ سے نکلنے والے الفاظ کو عزت اور بزرگی کے معنی میں تبدیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن انہیں مجتہد ہو کر مختلف معنی بھی کرنا پڑے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن الفاظ کے معنی میں مستقل طور پر عزت و بزرگی داخل نہیں ہے۔ بلکہ زبردستی انہیں عزت و بزرگی دی گئی ہے۔ چنانچہ یہاں قرآن کی چند آیات کے جملے اور علامہ کے اختیار کردہ معنی کا اختلاف دیکھ لیں۔

1۔ فَاَکْرَمَهٗ (فجر 89/15) اُسے عزت دیتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 330)

2۔ لَّاتُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ (89/17) تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے (ایضاً صفحہ 331)

3۔ رِزْقٌ کَرِیْمٌ (انفال 8/4) بہترین رزق'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 130)

4۔ رِزْقٌ کَرِیْمٌ (حج 22/50) عزت کی روزی) تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 237)

علامہ کی تشریح۔

''رزق کریم کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ عمدہ رزق دیا جائے۔'' دوسرے یہ کہ عزت کے ساتھ بٹھا کر دیا جائے'' (ایضاً 3 صفحہ 237)

5۔ مَلَکٌ کَرِیْمٌ (یوسف 12/31) ''بزرگ فرشتہ'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 297)

6۔ زَوْجٍ کَرِیْمٍ (شعراء 26/7) عمدہ نباتات'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 479)

7۔ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ (نمل 27/29) اہم خط'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 572)

8۔ مَقَامٍ کَرِیْمٍ (شعرا 26/58) بہترین قیامگاہ'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 496)

9۔ اَکْرِمِیْ (یوسف 12/21) اچھی طرح رکھنا۔ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 391-390)

10۔ زَوْجٍ کَرِیْمٍ (31/10) عمدہ چیزیں (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 12)

یہاں ہم تفسیر کا اقتباس تو ختم کرتے ہیں مگر سلسلہ جاری رکھتے ہیں

11۔ لَّابَارِدٍ وَّلَاکَرِیْمٍ (56/44) نہ ٹھنڈا نہ آرام دہ'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 282)

12۔ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ (44/17) شریف رسول (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 565)

13۔ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (57/18) بہتر اجر (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 315)

قارئین یہ تھا وہ طریقہ جس سے قرآن کو مشکوک المعنی بنا کر ایک متن سے دس بارہ مختلف ترجمے کر لئے گئے اور ایک دین کے کئی سو فرقے بنا دئے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 192

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 185

خُطبہ ﴿195﴾

منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے تمام قریش کو اور اپنے کہلانے والوں کو اور پرائے کہلانے والوں کو اور دُور والوں کو اور سارے عربوں کو رسولؐ کا اور اسلام کا دشمن ثابت کیا گیا ہے۔

1 ۔رسولؐ اور اسلام کے خلاف قریش اور عربوں کی تیاریاں، ہر اسلامی مسئلہ کے جواب میں ایک مسئلہ تیار کرنا، ہر زندہ کے لئے ایک قاتل، ہر قفل کے لئے ایک کنجی تیار کرنا، ہر رات کے لئے ایک نیا چراغ، ہر مایوسی کے لئے ایک آس، ہر غم کے لئے نئے آنسو تیار کرنا، ہر موڑ پر ایک کُشتہ، ہر دل میں اُتر جانے والا وسیلہ، ہر موقع کے لئے ایک پینترا، ہر ضروری مکر و فریب تیار کر کے اسلام کے خلاف محاذ جاری رکھنا، **2**۔ دیکھنے میں پسندیدہ پاک صاف مگر اندر گہری چالیں، **3**۔ گمراہ کرنے کے لئے دبے پاؤں آنا اور گمراہی دل میں اُتار دینا، **4**۔ قریش نے سارے عرب کی راہنمائی کی سب کو متحد کر کے جنگی تیاریاں کیں اور حملے کئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہُ عَلٰی مَاوَفَقَ لَہُ مِنَ الطَّاعَةِ وَزَادَعَنۡہُ مِنَ الۡمَعۡصِیَةِ ؛	1	ہم اس کی حمد وثنا بجالاتے ہیں جس نے ہمیں اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق عطا کی ہے اور نافرمانی وسرکشی سے باز رہنے کی قوت مزید بخشی ہے۔
وَنَسۡأَ لُہُ لِمِنَّتِہِ تَمَامًا وَبِحَبۡلِہِ اِعۡتِصَامًا؛	2	اور ہم اسی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی نعمتوں کو انتہائی درجہ تک پہنچا دے اور ہمیں اپنے سلسلۂ ہدایت سے وابستہ رکھے۔
وَنَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہُ وَرَسُوۡلُہُ :	3	اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔
خَاضَ اِلٰی رِضۡوَ انِ اللّٰہِ کُلَّ غَمۡرَةٍ وَّتَجَرَّعَ فِیۡہِ کُلَّ غُصَّةٍ ؛	4	جنہوں نے اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اس کی راہ میں ہر سختی اور مشکل اور ہر خطرہ کو ہموار کیا اور ہر غم وغصہ گھونٹ گھونٹ کر کے پی گئے چنانچہ۔
وَقَدۡ تَلَوَّنَ لَہُ الۡاَ دۡنَوۡنَ وَتَاَلَّبَ عَلَیۡہِ الۡاَقۡصَوۡنَ ؛	5	آنحضرتؐ کے قریبیوں نے بھی بہت سے رنگ بدلے، مختلف پہلو اختیار کئے اور جو لوگ دور تھے انہوں نے بھی حضورؐ کی مخالفت پر اتفاق واتحاد کر لیا۔
وَخَلَعَتۡ اِلَیۡہِ الۡعَرَبُ اَعِنَّتَھَا ؛	6	اور تمام اہل عرب اپنی اپنی سواریوں کی باگیں اُٹھائے ہوئے حضورؐ پر چڑھ دوڑے۔

وَضَرَبَتْ اِلٰی مُحَارَبَتِهٖ بُطُوْنَ رَوَاحِلِهَا حَتّٰی اَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهٖ عَدَاوَتَهَا مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ وَاَسْحَقِ الْمَزَارِ ؛	7	اور آنحضرتؐ سے جنگ کرنے کی خاطر اپنے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں اور چوپایوں کے پیٹ پر مارتے اور ایڑ لگاتے ہوئے دور دراز علاقوں سے اپنی دشمنی کی گٹھریاں اُٹھائے ہوئے دشوار گزار راہیں طے کر کے آنحضرتؐ کے صحن میں آ کر جمع ہو گئے۔
اُوْصِیْکُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ ، وَ اُحَذِّرُکُمْ اَهْلَ النِّفَاقِ ؛	8	خدا کے بندو میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور محتاط زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں نفاق کا منصوبہ چلانے والوں سے خبردار رہنے کا تقاضہ کرتا ہوں۔
فَاِنَّهُمُ الضَّالُّوْنَ الْمُضِلُّوْنَ ، وَالزَّالُّوْنَ الْمُزِلُّوْن ؛	9	بلا شک وشبہ وہ لوگ گمراہ ہیں اور گمراہی پھیلانے کا مشن چلا رہے ہیں اور وہ حق سے برابر ہٹتے جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی ڈگمگا رہے ہیں۔
یَتَلَوَّنُوْنَ اَلْوَانًا وَّیَفْتَنُّوْنَ افْتِنَانًا ؛	10	وہ طرح طرح کے رنگ وروپ میں کام کرتے ہیں اور ایک کارگر و کامیاب فتنہ آگے بڑھاتے جا رہے ہیں۔
وَیَعْمِدُوْنَکُمْ بِکُلِّ عِمَادٍ ؛	11	تمہیں ہم خیال بنانے کیلئے اپنے تمام منصوبوں اور پالیسیوں کو بر سر کار لے آئے ہیں اور اپنے تمام وسائل استعمال کر رہے ہیں۔
وَیَرْصُدُوْنَکُمْ بِکُلِّ مِرْصَادٍ ؛	12	تمہیں گانٹھنے اور پھانسنے کے لئے ہر پھانسنے کی جگہ اور طریقہ اور جال بچھائے ہوئے تاک میں لگے رہتے ہیں۔
قُلُوْبُهُمْ دَوِیَّةٌ وَّصِفَاحُهُمْ نَقِیَّةٌ ؛	13	ان کے دل اور دلی اسکیمیں پریشان کن چکر میں مصروف مگر چہروں پر کوئی فریب ظاہر نہیں پاک صاف اور بے داغ ہیں۔
یَمْشُوْنَ الْخَفَآءَ وَیَدِبُّوْنَ الضَّرَآءَ ؛	14	وہ اپنے خفیہ منصوبوں کے پیچھے دبے دبے پاؤں رینگتے ہوئے ضرر رسانی کا انتظام کرتے ہوئے شام کرتے ہیں۔
وَصْفُهُمْ دَوَآءٌ وَّذِکْرُهُمْ شِفَآءٌ وَّفِعْلُهُمُ الدَّآءُ الْعَیَآءُ ؛	15	اور انکی حالت دیکھنے میں سر سے پیر تک معالجہ اور دوا معلوم ہوگی ان کا تذکرہ ہی مجسم شفا معلوم ہوگا مگر ان کا کردار خود جان لیوا بیماری اور لا علاج درد ہوگا۔خوشحالی اور۔
حَسَدَةُ الرَّخَآءِ ؛	16	فراخی میں حسد کرنے والے ہیں۔
وَمُؤَکِّدُوا الْبَلَآءِ ؛	17	اور تنگی میں گرفتار کرانے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے اور۔
وَمُقَنِّطُوا الرَّجَآءِ ؛	18	دوبارہ خوش حالی سے نا امید کرنے کا بندوبست رکھنے والے لوگ ہیں۔
لَهُمْ بِکُلِّ طَرِیْقٍ صَرِیْعٌ ؛	19	انہوں نے تمام راستوں پر اپنا ایک ایک تیز وطرار نگران مقرر کیا ہوا ہے۔

وَاِلٰی کُلِّ قَلْبٍ شَفِیْعٌ ؛	20	اور ہر دل میں شفاعت اور سفارش اور شفیع کا یقین پیدا کر دیا ہے۔
وَلِکُلِّ شَجْوٍ دُمُوْعٌ ؛	21	اور ہر رنجیدہ شخص کے لئے آنسو بہا کر تسلی دینے کا انتظام کر رکھا ہے۔
یَتَقَارَضُوْنَ الثَّنَآءَ ؛	22	اور قرض کے طور پر ایک دوسرے کی مدح وثنا بھی کرتے ہیں اور مدح سرائی
وَیَتَرَاقَبُوْنَ الْجَزَآءَ ؛	23	اور قصیدہ خوانی کی جزا کا انتظار بھی کرتے ہیں۔
اِنْ سَاَلُوْا اَلْحَفُوْا وَاِنْ عَذَلُوْا کَشَفُوْا ؛	24	اور اگر کسی چیز کو دینے کا تقاضہ کرتے ہیں تو گلے کا ہار بن جاتے ہیں اور اگر مذمت کرتے ہیں تو سارے پردے اور راز کھول کر رکھ دیتے ہیں۔
وَاِنْ حَکَمُوْا اَسْرَفُوْا ؛	25	اور احکام نافذ کرتے ہیں تو حد سے بڑھ جاتے ہیں۔
قَدْ اَعَدُّوْا لِکُلِّ حَقٍّ بَاطِلًا وَّلِکُلِّ قَائِمٍ مَائِلًا ، وَلِکُلِّ حَیٍّ قَاتِلًا وَ لِکُلِّ بَابٍ مِفْتَاحًا ، وَلِکُلِّ لَیْلٍ مِصْبَاحًا ؛	26	ہر برحق مسئلے کے توڑ میں ایک باطل مسئلہ تیار کیا ہوا ہے اور تمام مستقل احکام کو بدلنے کے لئے ایک تبدیلی کا قانون بنا رکھا ہے۔ ہر زندہ رہنے والے قاعدے اور سنت کو راہ سے ہٹانے والا قاعدہ بنا رکھا ہے۔ اور شریعت کے ہر بند دروازے کو کھولنے والی کنجیاں تیار کر رکھی ہیں اور ہر اندھیرے اور رات کو روشن کر کے دکھانے کے لئے چراغ تیار کر رکھے ہیں۔
یَتَوَصَّلُوْنَ اِلَی الطَّمَعِ بِالْیَاسِ لِیُقِیْمُوْا بِهٖ اَسْوَاقَهُمْ ؛	27	وہ گروہ نا امیدی و مایوسی کو پہلے نمبر پر سامنے رکھ کر حصولِ مقاصد کی طمع کے اصول پر کام کرتا ہے تاکہ وہ اپنے دینی کاروبار اور بازار کو قائم رکھیں۔
وَیُنْفِقُوْا بِهٖ اَعْلَاقَهُمْ ؛	28	اور لوگوں پر لالچی نہ ہونے کا تاثر ڈال کر تمام متعلقہ مال چالو رکھیں۔
یَقُوْلُوْنَ فَیُشَبِّهُوْنَ ؛	29	وہ گول بات کہہ کر دلوں میں گنجائش کا پتہ لگاتے ہیں خود شبہ پیدا کر کے یقین بڑھاتے ہیں
وَیَصِفُوْنَ فَیُمَوِّهُوْنَ ؛	30	اور وہم کی حد تک صفات بیان کرتے ہیں تاکہ اہمیت بڑھ جائے۔
قَدْ هَوَّنُوْا الطَّرِیْقَ ؛	31	یقیناً انہوں نے اپنی راہیں اور طریقے آسان کر لئے ہیں۔
وَاَضْلَعُوا الْمَضِیْقَ ؛	32	اور دقتوں کو حصّوں اور ضلعوں میں بانٹ دیا ہے۔
فَهُمْ لُمَّةُ الشَّیْطَانِ وَحُمَةُ النِّیْرَانِ ؛	33	چنانچہ یہ گروہ ایک خاص شیطان کا قائم کیا ہوا گروہ اور ٹیم (Team) ہے اور آگ بھڑکانے والی جہنم ہے۔
اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؛	34	وہی خاص شیطان کا گروہ ہے خبردار رہو کہ شیطان کا گروہ ہی یقیناً نقصان میں رہنے والا ہے (مجادلہ 58/19)

تشریحات:

پورا خطبہ قریش اور عربوں کی سیاسی فراست اور جوڑ توڑ پر دیا گیا ہے۔ قریش کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ثبات قدم اور رنج والم پر بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے خلاف قریش واہل وعرب کے اجتماعی محاذ اور جنگی حملوں کی بات بھی کی ہے۔ سارے عرب کا دور دراز سے تیاری کر کے آنا اور آنحضرتؐ کو ان کے گھر میں گھیر لینا بھی بیان فرمایا ہے۔ ہم بھی یہاں ایک قریشی حملے کو قرآن سے پیش کرتے ہیں۔

1۔ قریش وعرب کا ایک حملہ جو اللہ کی مدد کے بغیر پسپا نہ ہوسکتا تھا۔

اور قریشی مومنین کی حالت دکھاتے ہیں۔ سنئے:

یٰٓاَ یُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْجَآءَ تْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًاوَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا Oاِذْ جَآءُ وْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَوَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا Oهُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًاO وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًاOوَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰٓاَ هْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا Oوَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا یَسِیْرًاO(سورہ احزاب 14-33/9)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اُس نے اُس حالت میں کیا تھا جب تمہیں چاروں طرف سے فوجوں نے گھیر لیا تھا اور ہم نے دشمنوں کی افواج پر آندھی اور ایسی فوجین حملے کے لئے بھیج دی تھیں جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں اور اُس حالت میں جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تمہارا حال دیکھ رہا تھا۔ جب دشمنوں کی فوجیں تمہارے اوپر سے بھی یلغار کر رہی تھیں اور تمہارے نیچے سے بھی تم پر حملہ جاری تھا اور خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ اور تم لوگ اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان اور بدعقیدگیاں پھیلا رہے تھے۔ اُس وقت مومنین کو خوب آزمایا گیا اور ڈگمگا کر چھوڑا گیا۔ اُس وقت منافق پارٹی اور دلوں میں منصوبہ پالنے والا گروہ صاف صاف اعلان کر رہا تھا کہ اللہ ورسولؐ نے ہم سے جو وعدے کئے تھے وہ صرف ہمیں دھوکہ دینے کے لئے کئے تھے۔ اور اُسی وقت ایک پارٹی نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اے یثرب کے باشندو اب تمہارے میدان جنگ میں ٹھیرے رہنے کا موقع نہیں ہے یہاں سے پلٹ چلو (اور دشمنوں سے پناہ مانگ لو) اور اسی وقت اُن میں ایک فرقہ یہ کہتے ہوئے چھٹی مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ اُن کے گھر غیر محفوظ نہ تھے وہ مومنین صرف جنگ سے بھاگ جانا چاہتے تھے۔ اور اگر مدینہ کے اطراف سے دشمن ان مومنین تک پہنچ گئے ہوتے اور ان کو اسلام ورسولؐ کے خلاف کسی بھی فتنے کی دعوت دیتے تو یہ اس دعوت کو قبول کر لیتے اور فساد کرنے سے باز رہنے میں اُن کا تامل نہ ہوتا۔'' (سورہ احزاب 14-33/9)

یوں مسلمانوں پر حملے ہوتے رہے اور مومنین کا یہ حال ہوتا رہا جو آپ نے دیکھا ہے۔ یہ اللہ تھا اور حضرت علی علیہ السلام تھے جنہوں نے مسلمانوں کو ہر حملے سے بچایا اور دشمن کو شکست دی۔ تاریخ اور قرآن بھرے پڑے ہیں اور قرآن میں وہ نظارہ موجود ہے کہ مومنین بھاگ چلے جا رہے ہیں رسولؐ اللہ واپس لوٹنے کے لئے پکار رہے ہیں اور کوئی نہیں پلٹتا (3/153)۔ سیدھے پہاڑ پر چڑھ کر آرام فرما رہے ہیں۔

2۔ قریش نے کبھی اللہ پر سو فیصد اعتبار نہیں کیا تھا جگہ جگہ قرآن نے ان کی بدعقیدگی بیان کی ہے۔

اس خطبے میں سارا زور قریش کی بدعقیدگی پر دیا گیا ہے۔ اور دکھایا گیا ہے کہ انہوں نے بظاہر تو اسلام اختیار کیا تھا مگر دراصل وہ اسلام کی آڑ میں ایک نیا دین تیار کرنا چاہتے تھے اور یہ ہو نہیں سکتا تھا جب تک وہ اسلام کا اعلان کر کے مسلمانوں میں گھل مل نہ جائیں اور مسلمانوں میں رہتے ہوئے اور اسلامی عقاید و احکام سنتے ہوئے ہی وہ ہر مسئلے اور ہر حکم کی جگہ ایک ایک مسئلہ گھڑ سکتے تھے یا ہر مسئلے کے توڑ میں ایک ایک اپنی پسند کا مسئلہ بنا سکتے تھے (26) وہ اللہ اور رسولؐ کو کیسا سمجھتے تھے قرآن بتاتا ہے کہ:۔

طَـآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَکَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّاقُتِلْنَا هٰهُنَا ۔(3/154)

''مومنین میں ایک دوسرا گروہ تھا جس کے نزدیک ساری اہمیت بس اپنے منصوبے ہی کی تھی۔ وہ اس صورت حال میں اللہ کے متعلق باطل عقاید پھیلانے لگا وہی عقاید جو اعلانِ رسالت سے پہلے ایام جاہلیت میں اللہ کے متعلق رکھتے تھے۔ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اللہ نے قیادت میں ہمارا کوئی حصہ نہیں رکھا سارے اختیارات تنہا رسولؐ کو دے رکھے ہیں یہ لوگ اپنے دلوں میں جس بات کو چھپانا اور تم پر ظاہر نہ کرنا جائز سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر اسلام کی قیادت میں ہماری بھی شرکت ہوتی تو ہماری قوم کے لوگ یوں یہاں قتل نہ ہوئے ہوتے ہم بہترین راہنمائی کرتے۔'' (3/154 آل عمران)

معلوم ہوا کہ وہ اللہ و رسولؐ پر لازم سمجھتے تھے کہ قیادت کے اختیارات جمہوری اور لیڈروں کی شرکت میں ہونا چاہیں ایک شخص کو پورے اختیارات دینے سے راہنمائی میں غلطی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اُن کے نزدیک رسولؐ کی غلط قیادت سے قُتِلْنَا هٰهُنَا کہنا پڑا تھا۔ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کی رو سے اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ قیادت رسولؐ کے سوا کسی اور کو نہ ملے گی اور رسولؐ کی قیادت ہی اللہ کی قیادت ہوگی۔ قریش نے اس مسئلے کے توڑ میں قیادت کو لیڈروں میں مشترک رکھا ہے۔ قانون یہ بتایا ہے کہ تنہا شخص کی خواہ وہ نبیؐ ہی کیوں نہ ہو، قیادت میں بشریت کی بنا پر غلط راہنمائی کر گزرنے کا امکان ہے اور یہ غلطی پوری قوم یا امت کو بھگتنا پڑے گی لہٰذا بڑا نقصان اور خسارہ ہوگا۔ اور یہ قانون انہوں نے اپنے بزرگوں سے لیا تھا وہ کہتے تھے کہ:۔

مَـا هٰـذَآ اِلَّا بَشَـرٌ مِّثْـلُـكُـمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ O وَلَـئِـنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ O (مومنون 34-23/33)

''یہ نبیؐ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے اور اسی لئے کہ یہ وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر امت نے اپنے ایک تنہا بشر کی اطاعت اختیار کر لی تو یقیناً تم گھاٹے ہی گھاٹے میں رہو گے۔''

چنانچہ آج تک قریشی اسلام میں نظام مشاورت جماعت شوریٰ مجلس مشاورت اسلامی طرز راہنمائی کی جان ہے اور آج تو شیعہ علما بھی مجلس مشاورت کے ممبر ہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ کی حکومتیں یا خلافتیں مجلس مشاورت کو لازم سمجھتی تھیں۔ اور ہم اور ہمارے معصومؑ راہنما اُن کو باطل سمجھتے ہیں اس لئے ہر روز پانچ دفعہ خلیفۃ بلافصل کہہ کر ابوبکر و عمر و عثمان کی حکومتوں کو غاصب و غادر و خائن ثابت کرتے ہیں اور جو لوگ اُن کو برحق خلفا مانتے ہیں وہ اذان میں یہ جملہ نہیں کہتے۔

3۔ وہ بنیاد اور بنیادی اصول جو عمر بن الخطاب نے قائم کیئے جن پر قریشی عقاید و مسائل تیار کر کے قریشی اسلام بنایا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے چھبیسویں جملے کو واقعات کے ساتھ واضح کرنے کے لئے ہم نے اپنی تمام تصنیفات میں کوشش جاری رکھی ہے اور اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب ''فاروقی شریعت'' بھی لکھ دی ہے۔ اس کے بعد نہج البلاغہ کی تشریحات میں حسب ضرورت برابر لکھتے آئے ہیں۔ یہاں بھی چند تفصیلات لکھتے ہیں تا کہ جو قاری صرف اس خطبے (195) کی تشریحات ہی پڑھ سکے اُسے بھی کافی سامان مل جائے اور حضورؐ کے اس جملے (26) کے متعلق اطمینان ہو جائے۔ لہٰذا پہلی بات یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اہل سنت کے تمام فرقے اور علما یہ مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں کہ اسلام کی جن تفصیلات پر وہ ایمان رکھتے ہیں اُن میں خلیفہ دوم عمر ابن الخطاب سب سے بڑے راہنما ہیں۔ اور باقی تمام پسندیدہ صحابہ اور علما اُن ہی کے شاگرد ہیں۔ اور یہ حقیقت ہر اُس کتاب میں ملے گی جو عمر کے حالات میں لکھی گئی ہو۔ چنانچہ ہم علامہ شبلی کی کتاب الفاروق سے دکھاتے ہیں کہ عمر وہ پہلے شخص ہیں جس نے مسائل و عقاید میں وہ راستہ نکالا جس پر چلنے سے وہ تمام قواعد و قوانین برآمد ہوئے جن سے حضورؐ کے جملے (26) کی ضرورت کو پورا کیا گیا ہے علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ:

(3۔الف)۔ رسوؐل کی بشریت پر تمام عقاید و مسائل میں اختلاف کی بنیاد عمر نے رکھی تھی۔

''شاہ ولی اللہ صاحب نے احادیث کے مراتب میں جو فرق بتایا ہے۔۔اس تفریق مراتب کے مواجد دراصل حضرت عمر ہیں۔ کتب سئیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے موقع پیش آئے کہ جناب رسوؐل اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ حضرتؐ نے عبداللہ بن ابی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا'' آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟۔ قیدیان بدر کے معاملے میں اُن کی رائے بالکل آنحضرؐت کی تجویز سے الگ تھی۔ صلح حدیبیہ میں انہوں نے آنحضرؐت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے؟ ان تمام باتوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمران باتوں کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے۔ ورنہ اگر باوجود اس امر کے وہ باتیں منصب نبوت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ ماننا درکنار ہم اُن (عمر) کو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے۔ اسی فرق مراتب کے اصول پر بہت سی باتوں میں جو مذہب سے تعلق رکھتی تھیں اپنی رایوں پر عمل کیا مثلاً حضرت ابوبکر کے زمانے تک وہ لونڈیاں جن سے اولاد پیدا ہو جائے برابر خریدی اور بیچی جاتی تھیں حضرت عمر نے اس کو روک دیا۔ آنحضرتؐ نے جنگ تبوک میں جزیے کی تعداد فی کس ایک دینار مقرر کی تھی۔ حضرت عمر نے مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں۔ آنحضرتؐ کے عہد میں شراب کی کوئی خاص حد مقرر نہ تھی۔ حضرت عمر نے اسی کوڑے مقرر کئے۔ یہ ظاہر ہے کہ ان معاملات میں آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اگر تشریعی حیثیت سے ہوتے تو حضرت عمر کی کیا مجال تھی کہ ان میں کمی بیشی کر سکتے اور خدانخواستہ وہ کرنا چاہتے تو صحابہ کا گروہ ایک لحظہ کے لئے بھی مسند خلافت پر اطمینان کا بیٹھنا کب گوارا کر سکتا تھا۔ حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرؐت کے متعدد احکام میں جب انہوں (عمر) نے دخل دیا تو حضرت نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی۔ بلکہ متعدد معاملات میں حضرت عمر کی رائے کو اختیار فرمایا اور بعض موقعوں پر تو خود وحی الٰہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی۔'' (صفحہ 113-112)

چند سطور کے بعد لکھا ہے کہ:

''اس تفریق اور امتیاز کی وجہ سے فقہ کے مسائل پر بہت بڑا اثر پڑا کیونکہ جن چیزوں میں آنحضرتؐ کے ارشادات منصب رسالت کی

حیثیت سے تھے اُن میں اس بات کا موقع نہ رہا کہ زمانے اور حالات موجودہ کے لحاظ سے قوانین وضع کئے جائیں چنانچہ دیگر مقامات میں حضرت عمر نے زمانے اور حالات کی ضرورتوں سے بہت نئے قاعدے وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں۔ برخلاف اس کے امام شافعی کو یہاں تک کد ہے کہ ترتیب فوج۔تعین شعار،تشخیص محاصل وغیرہ کے متعلق بھی وہ آنحضرتؐ کے اقوال کوتشریعی قرار دیتے ہیں اور حضرت عمر کے افعال کی نسبت کہتے ہیں کہ رسوؐل اللہ کے سامنے کسی کے قول وفعل کی کچھ اصل نہیں۔'' (ایضاصفحہ 113 حصہ دوم)

بس جناب یہ ثابت ہوگیا کہ عمر آنحضرؐت کی ہر بات اور ہر مسئلے کو اللہ کی طرف سے بحیثیت رسوؐل نہ سمجھتے تھے۔یعنی بنیاد وہی ہے جو سابقہ عنوان میں قرآن سے لکھی گئی ہے یعنی رسوؐل ہم جیسا ایک بشر ہے لہٰذا عمر نے بشریت کی وجہ سے شریعت سازی خود اختیار کی۔لہٰذا شریعت کو بدلنے کا پہلا قانون بشریت رسوؐل قرار پاتا ہے

لہٰذا رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں مقرر کر کے جس مسئلہ کو چاہا رد کر دیا گیا۔جس کو چاہا بدل دیا اور چونکہ وہ حضرت بشری حیثیت سے مسائل واحکام جاری کرتے تھے خود بھی بشر ہوتے ہوئے مسائل احکام دینے کا جواز حاصل کرلیا گیا۔ چنانچہ وہی نہیں بلکہ اُن کے زمانے کے علما اور بعد کے علما وخلفا شریعت سازی کے مجاز قرار پا گئے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ شریعت سازی اور شریعت سازی کے قوانین عمر نے جاری کئے تھے۔اور اُن قوانین اور طریقوں کے جاری کرنے والے کو حضرت علی علیہ السلام نے ''الشیطان یعنی ایک خاص شیطان'' فرمایا ہے (33) اور اس کو متعین کرنے کے لئے آگ بھڑکانے والی سسرال کے گروہ کا ایک فرد قرار دیا ہے (33)۔اور یہ معلوم ہے کہ سسرال کے لوگوں میں عمر کے مقابلے کا اور کوئی دانشور اور لیڈر نہیں تھا۔لہٰذا یقین ہو گیا۔شبلی کے اور تاریخ کے بیانات میں جو کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ نے عمر کی مداخلت پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا یہ قریش کی خود ساختہ کہانیوں میں شامل کی جائے گی۔اُن کہانیوں میں تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ وحی عمر کی رائے کے مطابق اترتی تھی۔ایسی کہانیوں کو تو خود عمر کے بچاری پرویز کے یہاں بھی غلط کہا گیا ہے (شاہکار رسالت)۔

رہ گئے آنحضرت صلی للہ علیہ وآلہ کے اور قرآن کے مقابلے میں احکام ومسائل اس پر خود علامہ صبحی محمصانی کی کتاب ''**فَلْسَفَةُ التشريع السلامی**'' مفصل ریکارڈ ہے۔اور ہر لائبریری میں موجود ہے۔ وہاں ضرورت کے وقت ہر مفید کام سو فیصد جائز ہے جیسا کہ قریش نے اپنی ضرورت کے وقت حکومتِ الٰہیہ پر قبضہ کیا تھا۔وہ جسے مسلمان صحیح سمجھیں اللہ اُسے صحیح سمجھتا ہے جیسے قریش نے علیؑ کو محروم کرنا صحیح سمجھا تھا۔

وہاں عمر قانون میں حالات بدل جانے پر اور زمانہ بدل جانے پر اور رواج بدل جانے پر شریعت کو حالات وزمانہ اور رواج کے مطابق بدل دینا جائز ہے اور قریش اور قریشی علما اس پر برابر عمل کرتے آئے ہیں (دیکھو **فَلْسَفَةُ التشريع السلامی**) چنانچہ ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی نے قرآن میں نازل شدہ احکام کو بھی جب چاہا باطل کیا تبدیل کیا اور ترمیم کیا۔ بہر حال قریشی اسلام اللہ ورسوؐل کا مدمقابل مخالف اسلام ہے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 193

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 186

خُطبہ ﴿196﴾

1۔اللہ کی صفات اور حمدوثنا۔2۔اللہ سے طلب کرنے کا طریقہ۔

3۔مخلوق کی پوزیشن اور تخلیق کا حال۔4۔قیامت کا نظارہ۔5۔رسولؐ کی بعثت کے وقت دنیا کا حال۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَ مِنْ آثَارِ سُلْطَانِهٖ ؛	1	تمام حمد وثنا اس اللہ کے شایانِ شان ہے جس نے اپنی سلطنت اور حکمرانی کے آثار سے،
وَجَلَالِ كِبْرِيَائِهٖ ؛	2	اور بزرگی اور کبریائی کے رعب وجلال سے
مَاحَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَجَائِبِ قُدْرَتِهٖ ؛	3	اور عجیب ترین قدرت کا مشاہدہ کرا کے اپنے وجود کو تسلیم کرایا اور آنکھوں کی پتلیوں کو حیران و ششدر چھوڑ دیا۔
وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوْسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهٖ ؛	4	اور ان حیران کن تصورات اور تفکرات سے جو انسانوں کے قلب و دماغ پر ہجوم رکھتے ہیں لوگوں کو اپنی حقیقت معلوم کرنے اور پہچاننے سے روک دیا ہے۔
وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةَ اِيْمَانٍ وَّاِيْقَانٍ وَّاِخْلَاصٍ وَّاِذْعَانٍ ؛	5	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے ایسی شہادت دیتا ہوں کہ جو سرتا سر ایمان ہے سارے یقین پر مبنی ہے اور خلوص کا نمونہ ہے اور اطاعت شعاری اور سپردگی کی شہادت ہے۔
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ وَاَعْلَامُ الْهُدٰى دَارِسَةٌ وَمَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ	6	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں اللہ نے انہیں بھیجا تھا اور اس وقت رستگاری اور ہدایت کے تمام نشانات و پرچم بدل دیئے گئے تھے اور دین کے طریقے اور راستے دھندلے کئے جا چکے تھے۔
فَصَدَعَ بِالْحَقِّ وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ ؛	7	چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق کو باطل کی آمیزش سے الگ کر کے واضح کیا اور مخلوقات کو نصیحت کی۔
وَهَدٰى اِلَى الرُّشْدِ وَاَمَرَ بِالْقَصْدِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ؛	8	اور درستی وراستی کی طرف راہنمائی کی اور میانہ روی اور محتاط روش کا حکم دیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا وَلَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلاً ؛	9	اور یہ سمجھ لو کہ اے بندگانِ خدا تمہیں اللہ نے بلا مقصد خواہ مخواہ پیدا نہیں کر دیا تھا۔ اور تمہیں بے مہار و آزاد و بیکار رہنے کے لئے دنیا میں نہیں چھوڑ دیا ہے۔
عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ وَاَحْصٰى اِحْسَانَهٗ اِلَيْكُمْ ؛	10	ساتھ ہی اس نے تمہیں اپنی جتنی بھی نعمتیں عطا کی ہیں ان کا اسے علم ہے۔ اور تم پر اس نے جتنے احسانات کئے ہیں ان کو اس نے گن رکھا ہے۔
فَاسْتَفْتَحُوْهُ وَاسْتَنْجِحُوْهُ وَاطْلُبُوْا اِلَيْهِ وَ اسْتَمْنِحُوْهُ ؛	11	چنانچہ تم لوگ اللہ ہی سے فتح اور کامرانی مانگو اسی سے اپنی حاجتیں پوری ہونے کی دعا کرو اور اسی کے سامنے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاؤ۔
فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ وَلَا اُغْلِقَ عَنْكُمْ دُوْنَهٗ بَابٌ ؛	12	چنانچہ تمہارے اور اس کے درمیان آڑ بن جانے والا پردہ نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں دور رکھنے کے لئے کوئی بند دروازہ حائل ہے۔
وَّاِنَّهٗ لَبِكُلِّ مَكَانٍ وَفِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَاَوَانٍ ؛	13	اور وہ تو بلاشبہ ہر جگہ اور ہر مکان میں ہے اور ہر وقت اور زمانہ میں موجود ہے۔
وَمَعَ كُلِّ اِنْسٍ وَجَانٍ ؛	14	اور تمام انسانوں اور جنات کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔
لَايَثْلِمُهُ الْعَطَآءُ وَلَايَنْقُصُهُ الْحِبَآءُ ؛	15	بخشش اور عطیات دینا کمی نہیں کرتا اور نہ مدد کرنے اور حق سے زیادہ دینے سے کوئی کمی یا نقص واقع ہوتا ہے۔
وَلَايَسْتَنْفِذُهٗ سَائِلٌ وَلَايَسْتَقْصِيْهِ نَائِلٌ ؛	16	مانگنے والے اس کی نعمتوں کو ختم نہیں کر سکتے اور نہ ہی آرزومند لوگ اس کے خزانے کی انتہا تک پہنچ سکتے ہیں۔
وَلَايَلْوِيْهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ ؛	17	اور کوئی شخص اللہ کو دوسرے شخص کیطرف متوجہ ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے
وَلَايَلْهِيْهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ ؛	18	اور نہ ہی ایک آواز دوسری آواز کی راہ میں حائل ہو سکتی ہے۔
وَلَاتَحْجُزُهٗ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ ؛	19	اور نہ ہی اس کا کسی کو کوئی چیز ھبہ کرنا کسی دوسری چیز کو چھیننے میں حارج ہوتا ہے۔
وَلَايَشْغَلُهٗ غَضَبٌ عَنْ رَّحْمَةٍ ، وَلَا تُوَلِّهُهٗ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ ؛	20	اسے غصہ ہونا رحمت نازل کرنے سے نہیں روکتا اور نہ ہی رحمت نازل کرنا اسے عذاب دینے اور بدلہ لینے سے باز رکھتا ہے۔
وَلَا يُجِنُّهُ الْبُطُوْنَ عَنِ الظُّهُوْرِ ، وَلَا لِقْطَعُهُ الظُّهُوْرُ عَنِ الْبُطُوْنِ ؛	21	اس کی ذات کی پوشیدگی اس کے ظاہر ہونے کو نہیں چھپا سکتی اور نہ اس کا ظاہر رہنا اس کی پوشیدگی کو توڑتا ہے۔
قَرُبَ فَنَایٰ وَعَلَا فَدَنَا وَظَهَرَ فَبَطَنَ وَبَطَنَ فَعَلَنَ وَدَانَ وَلَمْ يُدَنْ ؛	22	وہ قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہے اور بلند تر ہوتے ہوئے بھی نزدیک رہتا ہے وہ ظاہر ہوتے ہوئے بھی پوشیدہ ہے اور چھپا ہوا ہونے کے ساتھ ہی نمایاں اور حاوی ہے وہ دوسروں کو جزا دیتا ہے مگر اسے جزا نہیں دی جاسکتی۔

متن	نمبر	ترجمہ
لَمْ يَذْرَءِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ ؛	23	اس نے سوچ بچار اور فکر کے بعد مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ ہی تھک تھکا کر ان سے مدد کا محتاج ہے۔
اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ ' فَاِنَّهَا الزِّمَامُ وَالْقِوَامُ ؛	24	اے بندگانِ خدا میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں یقیناً تقویٰ ہی پورے نظام کی لگام ہے اور وہی دین کا قوام ہے۔
فَتَمَسَّكُوْا بِوَثَائِقِهَا وَاعْتَصِمُوْا بِحَقَائِقِهَا تَؤُلُ بِكُمْ اِلٰى اَكْنَانِ الدَّعَةِ وَاَوْطَانِ السَّعَةِ وَمَعَاقِلِ الْحِرْزِ وَمَنَازِلِ الْعِزِّ فِيْ يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ وَتُظْلِمُ لَهُ الْاَقْطَارُ ' وَتُعَطَّلُ فِيْهِ صُرُوْمُ الْعِشَارُ ' وَيُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ وَتَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ وَتَذِلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ وَالصُّمُّ الرَّوَاسِخُ فَيَصِيْرُ صَلْدُهَا سَرَابًا رَّقْرَقًا وَّمَعْهَدُهَا قَاعًا سَمْلَقًا فَلَا شَفِيْعٌ يَّشْفَعُ وَلَا حَمِيْمٌ يَّدْفَعُ وَلَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ ؛	25	چنانچہ تم لوگ دین کے مضبوط بندھنوں کو تھامے رکھو اور اس کی حقیقتوں سے وابستہ رہو تاکہ وہ تمہیں سہولت اور آسائش کی دعوت گاہ تک لے جائے اور تمہیں خوشحالی و آسودگی کے وطنوں میں پہنچا دے اور محفوظ رکھنے والے قلعوں میں داخل کر دے۔ اور عزت و اکرام کی منزلوں میں جا اتارے۔ اس روز جس دن آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور سارا جہاں اندھیرے میں ڈوب جائے گا اور دس دس مہینے کے حمل والی اونٹنیاں بے قیمت معلوم ہوں گی اور صور بجا دیا جائے گا اور محفوظ رہنے والی جان بدن سے نکل جائے گی زبانوں اور لب ولہجہ میں بولنے کی سکت نہ رہے گی۔ اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور سخت پتھر آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چمکتے ہوئے سراب بن جائیں گے اور آبادیاں اور بلند عمارتیں ہموار میدان بنا دی جائیں گی اور اس حالت میں نہ کوئی شفاعت کرنے والا شفیع ہوگا۔ اور نہ کوئی بچاؤ کرنے والا جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی عذرات پیش کرنا فائدہ دے گا۔'' (الامان یا صاحب الزمانؑ)

تشریحات:

اس خطبے میں حضور علیہ السلام نے پہلے اللہ کی وہ صفات بیان فرمائی ہیں جن پر بنیاد رکھ کر اہل فلسفہ اور اہل منطق خدا پرستوں کے عقاید میں شبہات پیدا کیا کرتے ہیں۔ چونکہ فلسفہ پرست لوگ اللہ کو ایک قانون مانتے ہیں حواس وعقل وفہم وبصیرت وبصارت وسماعت سے عاری قرار دیتے ہیں اور اہل مذاہب اپنے خدا کو بصیر وسمیع وعلیم وغیرہ صفات سے موصوف کرتے ہیں اور اللہ کے متعلق وہ سب کچھ مانتے ہیں جو الہامی کتابوں میں بتایا گیا ہے۔ چنانچہ فلسفہ اور منطق میں ایسی بحثیں نکال لی جاتی ہیں جن سے بیک وقت لاکھوں کروڑوں آوازوں کا الگ الگ سن لینا اور سمجھ لینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور با مذاہب لوگ اللہ کو ہر ہر مخلوق کو رزق پہنچانے والا مانتے ہیں اور سب کی دعا اور ضروریات کو سننے اور دیکھنے والا مانتے ہیں۔ اس لئے فلسفیوں اور با مذہب لوگوں میں بحثیں ہوتی ہیں اور چونکہ ایک انسان بیک وقت بہت سے لوگوں کی نہ آواز سن سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے اس لئے وہ بحثوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اور اپنے عقاید پر برقرار رہنے کے لئے ایسے احمقانہ جوابات دیتے ہیں جن سے وہ تو وہ اور سننے والے

بامذہب لوگ بھی گمراہ ہوجاتے ہیں۔اوراگراُن کی قوت وحکومت ہوتی ہے تو فلسفی لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں۔اُن کو سمجھانے کے بجائے اُن پر ظلم کرتے ہیں اور ضرورت ہوتی ہے تو قتل عام تک سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانے میں فلسفیوں، دہریوں اور دیگر لامذہبوں کو اُن کے تمام اعتراضات اور فلسفیانہ شبہات کا عالمانہ اور دل میں اتر کر اطمینان پیدا کرنے والے جوابات دیئے اختلافِ خیال پر کبھی ناراض نہ ہوتے تھے۔پیار ومحبت کے ماحول میں سمجھاتے تھے اور کبھی اکتا کر گھبرا کر سخت جواب نہ دیتے تھے۔اس لئے جو بھی صحبت سے فیض یاب ہوا دل سے ایمان لایا۔اور مذاہب کے تحفظ کے لئے اپنی اور اپنے بچوں تک کی جان قربان کردینے کی اسپرٹ لے کے رخصت ہوا۔آپؑ نے اور آپؑ کے بعد آپؑ کی اولاؑد کے آئمہؑ نے ایسے ہی لوگ تیار کئے تھے جنہوں نے اسلام کے تحفظ کی خاطر جان ومال واولاد وازواج تک قربان کردیا اور رفتہ رفتہ بے دینوں کی جبار وقہار حکومتوں کی جڑیں نکال دیں۔انہیں تباہ کر کے دنیا سے مٹادیا۔وہ لامذہب تھے بے دین تھے۔دھریے اور فلسفی و منطقی تھے مگر دنیا کمانے کے لئے مذہب کا نقاب پہن لیا تھا۔جب حکومت اور اقتدار اور دولت وقوت حاصل ہوگئی تو انہوں نے مذہب کے طرفداروں اور عالموں اور مذہب کا تحفظ کرنے والوں کو مٹانے کے لئے بہت سی راہیں نکالیں،انہیں غربت وافلاس سے دوچار کیا۔اُن پر الزامات اور تہمتیں لگا لگا کر سزائیں دیں۔اور حکومت کا باغی کہہ کر قتل کیا۔انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام مذہب کے تحفظ کا بڑا گہرا اور دوررس انتظام کررہے ہیں۔اُن کو اپنی سیاست ومکر کے جال میں پھانسنے کا بندوبست کیا۔وہ حضورؑ انتہائی دانشور ہونے کی وجہ سے اُن کی دست رس سے باہر رہے اسلئے اُن کی اولاد اور احباب اور شاگردوں تک پہنچنے والا انتظام کیا اور ایک دن اُن سب کا قتل عام کردیئے جانے کی اسکیم جاری کی۔اور کر بلا میں قتل عام ہوکر رہا۔اس کے ساتھ ہی جابرانہ وظالمانہ رویہ مستقل اختیار کر کے لوگوں کو مذہب سے متنفر کیا۔یعنی اُن کا ہر عمل درآمد مذہب کو اور اہلِ مذاہب کو نقصان پہنچانے پر منتج ہوتا تھا۔اسی غرض کیلئے انہوں نے یونانی فلسفے کی کتابوں کے ترجمے کرائے تاکہ مسلمانوں میں بے دینی پھیلائی جاسکے الغرض مذہب کو نقصان پہنچانے اور دنیا سے مٹانے کیلئے ہر چال چلی ہر مکر کیا۔ادھر حضرت علی علیہ السلام مذہب کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے گھنٹوں گھنٹوں تقریریں کرتے تھے بھوکے رہ کر اور اپنے بچوں کو فاقے کرا کر مسلمان غربا کا پیٹ پالتے تھے۔ادھر دوسرا خلیفہ مذہبی سوال پوچھنے پر سنگین سزائیں دے کر لوگوں کو مذہب سے بدظن کرتا تھا۔حدیث کو پھیلانے والوں کو کوڑوں کی سزادیتا تھا۔بخاری نے حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی لکھا ہے کہ اگر میں فلاں قسم کی حدیثوں میں سے کوئی حدیث بیان کردوں تو میری گردن کاٹ دی جائے گی۔(بخاری جلد اول پارہ اول 23)

2۔ حضرت صُبیغ کو مذہبی سوالات اور بحث کرنے پر عمر کی بے رحمانہ سزا۔

بے دین لوگ دین کے خلاف سوال کا جواب دینے کے بجائے سزادیا کرتے تھے۔یہاں ہم وہ واقعہ لکھتے ہیں جسے تمام تاریخیں لکھتی آئی ہیں اور جناب شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں لکھا ہے۔ظاہر ہے کہ ہر قریشی عالم عمر کو بے رحمی سے بچانے کے لئے واقعہ بدل کر اور رنگ دے کر لکھے گا سنئے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''مروی ہے سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص تھا جس کو صبیغ کہا جاتا تھا وہ مدینہ میں آیا اور اُس نے لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنا شروع کردیا۔اُس کو حضرت عمر نے بلا بھیجا اور اُس کے لئے کھجور کی چھپٹیاں مہیا کرلی تھیں۔جب وہ آیا تو اس سے آپ نے کہا تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صُبیغ ہوں۔آپ نے کہا کہ اور میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔اس کے بعد آپ نے ان چھڑیوں میں سے ایک چھڑی لے کر اُس کو مارنا شروع کردیا یہاں تک اس کے سر کو لہولہان کردیا۔اس نے کہا کہ اے

امیرالمومنین بس کافی ہے وہ چیز نکل گئی جو میں اپنے سر میں پاتا تھا۔اور ابوعثمان نھدی سے مروی ہے کہ عمر نے اہل بصرہ کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ مل کر نہ بیٹھیں انہوں نے بیان کیا کہ اگر کبھی وہ آ گیا اور ہم سو آدمی بھی بیٹھے ہوتے تھے تو سب متفرق ہو جاتے تھے۔اور محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوموسیٰ الاشعری کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ مجالست نہ کیجائے اور جو اس کو عطیہ اور وظیفہ ملتا ہے وہ بند کر دیا جائے۔امام شافعی کہتے ہیں کہ اہل کلام کے بارے میں میرا فیصلہ وہی ہے جو عمر کا فیصلہ تھا۔صبیغ کے بارے میں کہ اُن لوگوں کو لاٹھیوں سے مارا جائے اور اونٹ پر بٹھا کر گلی کوچوں اور قبائل میں گھمایا جائے اور اُن پر یہ اعلان ہوتا رہے''یہ اُس شخص کی سزا ہے جس نے کتاب وسنت کو ترک کیا اور علم کلام کی طرف رخ کیا۔''(ازالۃ الخفا جلد 2 صفحہ 29)

2۔(الف)۔حاشیہ میں علم الکلام کی وضاحت کی ہے اور فلسفہ ومنطق سے گمراہ ہونے کا پتہ دیا ہے۔

اسی صفحہ پر مندرجہ ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے وہ بھی پڑھ لیں تو بات کریں گے:

''جب تعلیمات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو کر عرب سے عجم تک پہنچا تو اُن ممالک پر چونکہ فلسفہ یونان سکہ جمائے ہوئے تھا تو مسلمان کچھ علمی ذوق کی وجہ سے اور نیز اس کے اصول ومبادی سمجھ کر اس سے حقائق اسلامیہ کی تفہیم وتبلیغ میں کام لینے کے لئے تاکہ عجمیوں کے مذاق کی مناسبت کے ساتھ اُن سے تبلیغی کلام کیا جائے اس علم کی طرف راغب ہوئے۔یہ علم جس میں کہ حقائق شرعیہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا جائے۔علم الکلام سے موسوم ہوا۔لیکن کچھ ایسے لوگ بھی اُس جماعت میں شریک ہوئے جن کے قدم راسخ نہیں تھے۔وہ منطقی دلائل کی رو میں نہ سنبھل سکے ان لوگوں نے اپنے مذعومات کو جو ایسے دلائل پر مبنی تھے مقدم کیا اور آیات قرآن وشبہادات سنت کو تاویلات کر کے توڑ امروڑا یہ فرقہ معتزلہ کہلایا۔انہوں نے خلیفہ مامون ومعتصم وغیرہ پر اپنا رنگ جمایا اور خلق قرآن کا مسئلہ کھڑا کر کے بڑے بڑے علما کو قتل کرادیا۔حضرت امام احمد بن حنبل کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اس لئے امام شافعی،امام احمد،امام مالک امام سفیان ثوری اس کا پڑھنا حرام کہتے تھے۔امام شافعی سب سے زیادہ مخالف تھے۔پھر امام ابوالحسن اشعری،ابومنصور ماتریدی وغیرہ اکابر نے جو مفاسد پیدا ہوئے تھے اُن کا مقابلہ کیا اور دلائل عقلیہ میں کتاب وسنت کو معیاری درجہ دیا جس سے اسلام کو فائدہ پہنچا۔اس لئے علم الکلام کی کتابیں سب مدارس اسلامیہ میں نصاب تعلیم کا ضروری جزو قرار دی جاتی ہیں۔''(صفحہ 29)

3۔شاہ ولی اللہ نے عمر کو ظالم وجاہل اور دشمن اسلام ثابت کیا اور نہ سمجھے کہ وہ عمر سے دشمنی کر رہے ہیں؟؟

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ عمر کا یہ فعل قرآن وحدیث کے کون سے حکم کے ماتحت آتا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن تو خود سوال کرنے اور جو کچھ نہ جانتے ہوا سے اہل ذکر علیہ السلام سے دریافت کرنے کا دوھرا دوھرا حکم دیتا ہے(16/43,21/7)معلوم ہوا کہ عمر ظالم وجاہل تھا اور اہل الذکر نہ تھا۔تیسرا سوال یہ ہے کہ صبیغ کے سوالات کیوں نہ لکھے گئے کہ مسلمانوں کے علم میں اضافہ ہوتا۔اور اُن کے جوابات چودہ سو سال تک کیوں نہ دیئے گئے؟ معلوم ہوا کہ عمر ہی نہیں بلکہ تمام قریشی علما جاہل بھی تھے اور چور بھی تھے۔ساتھ ہی امام شافعی کے بقول عمر نے صبیغ کو لاٹھیوں سے مار مار کر لہولہان کیا تھا اور اُس کو رسوا کرنے کے لئے اونٹ پر سوار کر کے اُس کی کوچہ وبازار اور گردونواح میں تشہیر کی تھی اور اُس پر قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینے کا اتہام لگایا تھا۔اور اگر عمر نے یہ سزا نہ دی تھی تو امام شافعی جھوٹے ثابت ہو گئے۔پھر یہ ثابت ہوا کہ عمر نے یہ سنگین سزا اسلام کے خلاف دی حالانکہ نہ صبیغ سے دریافت کیا نہ گواہ کی ضرورت سمجھی کہ جرم یا جرائم ثابت ہوتے یہ خلیفہ دوم کا عدل وانصاف تھا۔اور یہ بھی ثابت ہو

گیا کہ عھد مامون تک قریشی مذہب کے لوگ فلسفہ اور منطق پڑھنے اور گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے لگے تھے۔اور یہ بھی کہ بعد میں فلسفہ اور منطق تمام اسلام نام کے دینی مدرسوں میں بطور نصاب جاری رہا جو شیعوں میں درس خارجی کہلاتا ہے اس لئے کہ نام نہاد شیعہ تو خود خارجی ہیں۔

ان بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کی صفات بیان کر کر کے مسلمانوں کے عوام وخواص کو بے دینوں سے خوب محفوظ کر دیا تھا اور جن صفات کو عام عقل نہ سمجھتی تھی انہیں عملاً خود کر کے دکھا دیا تھا۔اور اُن کے عملی نمونے ہی تحقیق کی بنیاد بنائے گئے مسلمان تو صفائی اور استنجا کی نجاست میں لپٹے رہے مگر دوسری اقوام اور مذاہب کے لوگوں نے مسلسل ترقی جاری رکھی۔چنانچہ وہ تمام صفات آج عملاً سامنے آرہی ہیں جن میں قلب وذہن اور فلسفہ ومنطق الجھتے تھے۔اور جن میں مسلمانوں کے علما جاہل ثابت ہوتے چلے آئے ہیں۔اس لئے کہ وہ صفات عقل وفلسفہ ومنطق یا علم الکلام کی گرفت سے بلند ترین اور صرف محمد وعلیؑ اور آئمہ معصومین علیھم السلام کے بتانے سمجھانے اور دکھانے کے لئے مخصوص ہیں اور بلند ترین قوانین سے حل ہو سکتی ہیں۔

4۔اس خطبے کو تقویٰ کا مقام بیان کرتے کرتے قیامت کے حالات سے ملا دیا ہے۔

اور یہ اُن ہی حضرات علیھم السلام کے لئے جو رجعت اور قیامت کے ادوار میں اسلام کے ہر پہلو کو واضح اور غالب وظاہر کر کے دکھانے پر مامور ہیں اور جو نور خداوندی کو حدِّ تمام تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں (9/32,48/28,61/9) اور قیامت سے اس لئے ملا دیا ہے کہ ظہور حضرت قائم قیامت ابن عسکری علیہ السلام کے بعد وہ تمام قوانین خدواندی روبعمل لائے جائیں گے جو ظہور سے پہلے پہلے ممنوع ہیں۔اور اللہ کی اُن تمام صفات وبیانات کو اُس دور کی ترقی یافتہ عقل کے لئے قابل فہم بنا دیا جائے گا جو ظہور سے پہلے والی عقل کی گرفت میں نہیں آئیں صرف محسوس ہوتی ہیں۔اور تجربہ وتحقیق کے بعد عملاً وجود اختیار کرتی ہیں۔مثلاً آپ اور ہم بہت سی ایسی چیزوں سے واقف ہیں اور اُن سے عملا کام لے رہے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتی ہیں مثلا قوت مقناطیسی نظر نہیں آتی لیکن ہم متعلقہ چیزوں کو مقناطیس کی طرف کھنچتے ہوئے دیکھتے ہیں۔یہ نظر نہیں آتا کہ مقناطیسی قوت کس طرح بجلی میں تبدیل ہوتی ہے یا کس طرح بجلی مقناطیسی قوت پیدا کرتی ہے لیکن ہم (Dynamo) ڈائنمو کو دیکھتے ہیں۔بجلی کے پنکھوں کو گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں یعنی کشش سے ہونے والے کاموں کو دیکھتے ہیں مگر ہم کشش کو نہیں دیکھتے اور بلا دیکھے کشش پر ویسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسا خود اپنے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔مگر قوانین کائنات بنانے والے اللہ نے جن ذوات مقدسہ کو اپنا نائب ونمائندہ وخلیفہ وامام و جانشین بنایا ہے اُن کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی نہیں کی ہیں۔انہیں ایسی پوزیشن میں رکھا ہے کہ انہیں اللہ کی نمایندگی کرنے میں تو کوئی دقت یا تنگی نہ ہو۔اُسی پوزیشن کو آیت کہا گیا ہے اسی کو معجزہ قرار دیا گیا ہے۔محمدؐ وعلیؑ اور آئمہؑ اھلبیتؑ صلوٰۃ اللہ علیھم و آلھم کی دشمنی میں قریش اینڈ کمپنی اللہ کے لئے وہ باتیں تو مانتی ہے جو نہایت احمقانہ اور مضحکہ خیز ہیں۔مگر ان حضرات علیھم السلام کے متعلق قرآن وحدیث اور توریت وانجیل میں آئی ہوئی باتیں بھی نہیں مانتی۔اس لئے کہ وہ نہیں چاہتی کہ اُن کی خلافت اور سارا کارنامہ حیات ہی باطل ہو کر رہ جائے۔وہ مذہب کے اور اللہ کے متعلق بھی غلط نامعقول اور مضحکہ خیز عقاید اس لئے رکھتی ہے کہ اس سے دین مشکوک ہوگا کمزور ہوگا۔مضحکہ خیز بنے گا۔اور قریش کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ جس طرح اور جس صورت میں بھی ہو سکے دین کو دنیا سے ختم کیا جائے۔اُن کے تمام تصورات واعمال وعقائد اور منصوبوں اور اسکیموں کا لب لباب یہی ہے اور چیخ چیخ کر متوجہ کرنے والا نتیجہ یہی ہے۔

5۔ قریش کی ازلی بدقسمتی کہ اُن کی اُلٹی اور مخالفانہ کوششیں بھی پلٹ کر علیؑ ومحمدؐ کے حق میں ثبوت بنتی چلی جاتی ہیں۔

اب ہم حضرت علی علیہ السلام کے اس خطبے کے آخری فقرہ کا آخری پہلو سامنے لاتے ہیں اور پھر وہی پہلو قرآن سے دکھائیں گے تا کہ قریشی مسلمانوں کے حق میں اللہ وعلیؑ کا فیصلہ ایک ہی جگہ پر دیکھا جا سکے۔علیؑ نے فرمایا کہ: فَلاَ شَفِيعٌ يَشْفَعُ وَلاَ حَمِيمٌ يَدْفَعُ وَلاَ مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ (جملہ 25)''نہ کوئی تمہاری شفاعت اور شفارش کرنے والا شفیع ہوگا۔نہ کوئی بچاؤ کرنے والا تمہارا جگری دوست ہوگا۔نہ تمہارا کوئی عذر و بہانہ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔

اللہ نے فرمایا کہ: يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ O كَلَّا لَا وَزَرَ O إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ O يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ O بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ O وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ O

''اس وقت وہ خاص آدمی کہے گا میں کہاں بھاگ کر چھپ جاؤں؟ ہرگز نہیں وہاں کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہوگی۔اس روز تو تیرے پروردگار کے سامنے ہی جا کر ٹھیرنا ہوگا۔اس روز اس خاص آدمی کو اس کا تمام اگلا پچھلا کیا کرایا بتایا جائے گا بلکہ قریش کا وہ لیڈر تو بڑا با بصیرت اور اپنے تمام منصوبوں پر مطلع ہے خواہ وہ کتنے ہی عذرات پیش کرتا رہے (نہ اس کا کوئی شفیع ہوگا نہ دوست ہوگا نہ عذرات اُسے فائدہ پہنچائیں گے)۔''(سورہ قیامت 15 تا 75/10)

اسی سورت میں آگے چل کر قریش کو اُن کی ناکامی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگ دنیا کو محبوب رکھتے تھے (75/20)۔اور آخرت کو نظر انداز کرتے رہے تھے (75/21) اور نتیجہ یہ بتایا ہے کہ:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ O تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ O (75/22-25)

مودودی: ''اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کچھ چہرے اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 174 تا 171)

6۔ اللہ محمدؐ اور علیؑ کی ضد میں اور دین کو تباہ کرنے کے لئے قریش کا صرف ایک ہی عقیدہ کافی ووافی ہے۔

پورے قرآن میں قریش اور قریشی علما نے بار بار اور جگہ جگہ تسلیم کیا ہے کہ قیامت میں ہر انسان سے باز پرس خود اللہ کرے گا سارے انسان حساب کے لئے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اللہ ہر بندے سے سوال پوچھے گا اور ہر کسی کو خود جنت وجہنم کا فیصلہ سنائے گا۔یعنی اعلان قیامت ہونے سے لے کر جنت وجہنم میں داخلے تک اللہ تمام انسانوں کے سامنے موجود رہے گا۔اور مندرجہ بالا آیات میں تو مودودی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کچھ لوگ اللہ کو اپنی ان ہی آنکھوں سے اور اُن ہی نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔بہر حال اہلسنت میں دیدار خداوندی کا عقیدہ برابر مانا گیا ہے۔حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر یہ فیصلہ سنا دیا گیا ہے اور قرآن میں موجود ہے کہ لَنْ تَرَانِيْ (7/143) تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔اہلسنت کا یہ عقیدہ صرف اللہ کو دیکھنے ہی تک محدود نہیں ہے یہ تو خود اللہ کو چند فٹ میں محدود کر دینے کا عقیدہ ہے یعنی وہ پوری کائنات کو گھیرنے والی ہستی سمٹ کر ایک جگہ ایک رنگ اور ایک حالت میں سامنے آجائے گی۔یعنی میدان حشر سے باہر اللہ نہ ہوگا۔دیکھنے والوں کے سامنے ہوگا اُن کے پیچھے نہ ہوگا۔مطلب یہ ہے کہ یہ دیدار خداوندی کا عقیدہ اللہ کا اور اللہ کی تمام خدائی صفات کا انکار ہے اور یہی وہ سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کسی خطبے کو صفات خداوندی سے خالی نہیں چھوڑتے۔اگر آپ قریشی علما کے پورے عقاید کو پڑھیں گے تو اس میں سہولت کے لئے اللہ کو

ایک نہایت حسین وشکل دار جوان کی صورت میں دکھایا جائے گا۔اُس کے تمام اعضا کا ذکران کتابوں میں ملے گا۔ان کے مسلمات میں سے ہے کہ جہنم کو بھرنے کے لئے اللہ اپنا پیر جہنم میں رکھ دے گا (بخاری)۔

7۔ مودودی کی تشریح دلائل دیدار خداوندی پر؟

یہاں ہم مودودی کی بہت طویل اور مکمل تشریح لکھتے ہیں تاکہ ادھر دیدار خداوندی پر قریش اور قریشی علما کا سارا سامان بیان الامت میں یکجا جمع ہو جائے اور ساتھ ہی وہ معقول دلائل سامنے آجائیں جن سے محمدؐ وعلیؑ صلوٰۃ اللہ علیھما کا آخرت، قیامت اور رجعت میں سرو کار رہے گا اور اللہ کی پوری ومکمل نمایندگی کریں گے۔مودودی کو سنئے:

’’17۔ مفسرین میں سے بعض نے اسے مجازی معنی میں لیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ کسی کی طرف دیکھنے کے الفاظ محاورے کے طور پر اس سے توقعات وابستہ کرنے اس کے فیصلے کا انتظا کرنے اس کے کرم کا امیدوار ہونے کے معنی میں بولے جاتے ہیں۔حتیٰ کے ایک اندھا یہ کہتا ہے کہ میری نگاہیں تو فلاں شخص کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ وہ میرے لئے کیا کرتا ہے؟ لیکن بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلی وعلیہ وسلم سے اس کی جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے مکرم بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔بخاری کی روایت ہے کہ **انکم سترون ربکم عیانا**۔’’تم اپنے رب کو اعلانیہ دیکھو گے‘‘مسلم اور ترمذی میں حضرت صہیب کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید کچھ دوں؟ وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیئے؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اور جہنم سے بچا نہیں لیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا اور اُن لوگوں کو جو کچھ انعام اُن سے ملے تھے اُن میں سے کوئی انعام بھی انہیں اس سے زیادہ محبوب نہ ہوگا کہ وہ اپنے رب کی دید سے مشرف ہوں اور یہی وہ مزید انعام ہے جس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ **لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ** یعنی جن لوگوں نے نیک عمل کیا اُن کیلئے اچھا اجر ہے اور اس پر مزید بھی‘‘ (یونس 26)۔بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسوؐل اللہ کیا ہم قیامت کے روز اپنے رب کو دیکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟ جب کہ بیچ میں بادل بھی نہ ہو؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں۔آپؐ نے فرمایا اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور روایت بخاری ومسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ سے مروی ہے۔مسند احمد، ترمذی، دارقطنی، ابن جریر ابن المنذ رطبراتی، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور دوسرے محدثین نے تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ اہل جنت میں کم سے کم درجے کا جو آدمی ہوگا وہ اپنی سلطنت کی وسعت دو ہزار برس کی مسافت تک دیکھے گا۔اور اُن میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے لوگ ہر روز دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھیں گے۔پھر حضورؐ نے یہی آیت پڑھی کہ ’’اُس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے‘‘ ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ اللہ اُن کی طرف دیکھے گا اور وہ اللہ کی طرف دیکھیں گے۔پھر جب تک اللہ اُن سے پردہ نہ فرمالے گا اس وقت تک وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ نہ کریں گے۔اور اُسی کی طرف دیکھتے رہیں گے۔یہ اور دوسری بہت سی روایات ہیں جن کی بنا پر اہل السنّت قریب قریب بالاتفاق اس آیت (75/22) کا یہی مطلب لیتے ہیں کہ آخرت میں اہل جنت اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف

ہوں گے۔اوراس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ:۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔'' ہرگز نہیں وہ (یعنی فجّار) اس روز اپنے رب کی دید سے محروم ہوں گے۔'' (المطففین ۔83/15) اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محرومی فجار کے لئے ہوگی نہ کہ ابرار کے لئے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر انسان خدا کو دیکھ کیسے سکتا ہے؟ دیکھنے کے لئے تو لازم ہے کہ کوئی چیز کسی خاص جہت مقام، شکل، اور رنگ میں سامنے موجود ہو۔ روشنی کی شعاعیں اس سے منعکس ہوکر انسان کی آنکھ پر پڑیں اور آنکھ سے دماغ کے مرکز بینائی تک اس کی تصویر منتقل ہو۔ کیا اللہ رب العالمین کی ذات کے متعلق اس طرح قابل دید ہونے کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ انسان اُس کو دیکھ سکے؟ لیکن یہ سوال دراصل ایک بڑی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس میں دو چیزوں کے درمیان فرق نہیں کیا گیا ہے ایک چیز ہے دیکھنے کی حقیقت اور دوسری چیز ہے دیکھنے کا فعل صادر ہونے کی وہ خاص صورت جس سے ہم دنیا میں آشنا ہیں دیکھنے کی حقیقت یہ ہے کہ:

دیکھنے والے میں بینائی کی صفت موجود ہو وہ نابینا نہ ہو۔ اور دیکھی جانے والی چیز اُس پر عیاں ہو اُس سے مخفی نہ ہو۔

لیکن دنیا میں ہم کو جس چیز کا تجربہ اور مشاہدہ ہوتا ہے وہ صرف دیکھنے کی وہ خاص صورت ہے جس سے کوئی انسان یا حیوان بالفعل کسی چیز کو دیکھا کرتا ہے اور اس کے لئے لامحالہ یہ ضروری ہے کہ دیکھنے والے کے جسم میں آنکھ نامی ایک عضو موجود ہو۔ اس عضو میں بینائی کی طاقت پائی جاتی ہو۔ اس کے سامنے ایک ایسی محدود، مجسم رنگ دار چیز حاضر ہو جس سے روشنی کی شعاعیں منعکس ہوکر آنکھ پر پڑیں اور آنکھ میں اُس کی شکل سما سکے۔ اب اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ دیکھنے کی حقیقت کا عملی ظہور صرف اسی خاص صورت میں ہوسکتا ہے جس سے ہم اس دنیا میں واقف ہیں۔ تو یہ خود اس کے اپنے دماغ کی تنگی ہے۔ ورنہ درحقیقت خدا کی خدائی میں دیکھنے کی ایسی بے شمار صورتیں ممکن ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس مسئلے میں جو شخص الجھتا ہے وہ خود بتائے کہ اس کا خدا بینا ہے یا نابینا؟ اگر وہ بینا ہے اور اپنی ساری کائنات اور کائنات کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہا ہے تو کیا وہ اسی طرح آنکھ نامی ایک عضو سے دیکھ رہا ہے؟ جس سے دنیا میں انسان وحیوان دیکھ رہے ہیں؟ اور اُس سے بینائی کے فعل کا صدور اسی طریقے سے ہو رہا ہے جس طرح ہم سے ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور جب اس کا جواب نفی میں ہے تو آخر کسی صاحب عقل وفہم انسان کو یہ سمجھنے میں کیوں مشکل پیش آتی ہے کہ آخرت میں اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا دیدار اُس مخصوص شکل میں نہیں ہوگا جس میں انسان دنیا میں کسی چیز کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہاں دیکھنے کی حقیقت کچھ اور ہوگی جس کا ہم یہاں ادراک نہیں کر سکتے؟

واقعہ یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا ہمارے لئے اُس سے بھی زیادہ مشکل ہے جتنا ایک دو برس کے بچے کے لئے یہ سمجھنا کہ ازدواجی زندگی کیا ہوتی ہے؟ حالانکہ جوان ہوکر اُسے خود اس سے سابقہ پیش آنا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 172 تا 174)

8۔ مودودی دنیا کو بے وقوف بنا کر گزر گئے لیکن ہمارے یہاں وہ خود جاہل وجہنمی ہیں ۔

پہلی جہالت یہ ہے کہ قرآن میں کہیں بھی اللہ کے دیدار کی بات نہیں ہوئی ہے اور اس کو جنتی لوگ تو الگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سائز کے انسان بھی ''ہرگز نہیں دیکھ سکتے'' (7/143) لہٰذا قرآن میں ''رب'' کے دیدار کی بات ہوتی رہی ہے اور وہ رب رب الارض ہے یعنی حضرت قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم ۔ اور اُن کو مودودی ازراہ دشمنی نہیں مانتے نہ مانیں۔ دوسری جہالت یہ ہے کہ انہوں نے جو سوالات قاری پر تھوپ دیئے وہ خود اُن سوالات کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ اور جو کچھ لکھا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخرت میں دیکھنے کی وہ حقیقت جس سے خود اللہ دیکھتا ہے۔ وہ انسانوں میں آجائے گی۔ یہ بلا کسی دلیل وسند کی بات ہے۔ انہیں اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے عداوت نہ ہوتی تو مثال میں ان حضرت کو پیش

کر سکتے تھے کہ جس طرح اللہ نے آنحضرتؐ میں اپنے پیچھے اور دھنے بائیں دیکھنے کی قوت دے رکھی تھی جو آنکھ نامی عضو سے الگ تھی ایسی ہی قوت جنتیوں میں پیدا کردے گا۔۔لیکن خود اللہ میں یہ قوت ثابت کرنا تھی کہ وہ سمٹ کر دو تین فٹ کے رقبے میں محدود ہو سکتا ہے۔ یہ جاہل تو یہ بھی مانتا ہے کہ اللہ کے پاس کوئی پردہ ہے جس کی آڑ میں چھپ سکتا ہے اور اب جنتی اسے نہیں دیکھ سکتے۔ پوچھنا یہ پڑے گا کہ اللہ اس پردے کو رکھتا کہاں ہے؟ بہرحال آخرت کے معاملات سمجھنے میں مودودی نے خود کو دو سال کا بچہ مان لیا ہے اس سلسلے میں مودودی کا ایک اور جملہ سن لیں۔

عالم آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا غلط ہے۔مودودی۔

''اس سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عالم آخرت میں زمان ومکان کے تصورات ہماری اس دنیا کے تصورات سے کس قدر مختلف ہوں گے جلدی اور دیر، دوری اور نزدیکی وہ سارے مفہومات وہاں بے معنی ہوں گے جن سے ہم اس دنیا میں واقف ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 122)

بس جناب ساری دنیا کو بتا دو کہ ظہور حضرت حجۃ صلوۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی فطری قوانین اور فوق الفطری قوانین حضرت علیہ السلام کی دسترس میں آکر اُن کے خواص علیہم السلام کیلئے عام ہو جائیں گے۔اور وہ تمام موانع راستے سے ہٹ جائیں گے جو دنیا میں نوع انسان کی راہ میں حارج تھے۔ اور وہ حضرت علیہ السلام جن لوگوں کو جہاں تک ترقی دینا چاہیں گے دیں گے اور جنہیں چاہیں گے انہیں قیامت سے پہلے ہی ابدی زندگی عطا فرما دیں گے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 194

علی نقی طھرانی : خطبہ نمبر: 187

خُطبہ ﴿197﴾

1۔ بعثت رسولؐ کا زمانہ اور عربوں کی حالت۔ 2۔ دنیا کا سلوک اور اس کا فضاؤں میں سفر کرنا۔

3۔ موت سے پہلے پہلے عمل کر لینے کی تاکید۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بَعَثَهُ حِيۡنَ لَاعَلَمٌ قَائِمٌ وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ وَلَامَنۡهَجٌ وَّاضِحٌ ؛	1	آنحضرتؐ کو اس زمانہ میں مبعوث کیا تھا کہ جب نہ کوئی دین کا نشان و پرچم قائم تھا نہ کوئی منارہ روشن تھا اور نہ ہی کوئی راہ راست واضح تھی۔
اُوۡصِيۡكُمۡ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقۡوَى اللّٰهِ وَاُحَذِّرُكُمُ الدُّنۡيَا ؛	2	اے بندگان خدا میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ تمہیں اس دنیا سے خبردار رہنے کی تاکید بھی کرتا ہوں۔
فَاِنَّهَا دَارُ شُخُوۡصٍ ، وَمَحَلَّةُ تَنۡغِيۡصٍ ،	3	چنانچہ یہ دنیا چل چلاؤ کی جگہ ہے اور بہت بدمزگی اور تکلیف کی جگہ ہے۔
سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ وَّقَاطِنُهَا بَائِنٌ ،	4	یہاں بسنے والے لوگ اسے چھوڑنے والے ہیں اور یہاں قیام پسند کرنے والے بھی اس سے جدا ہونے پر مجبور ہونے والے ہیں۔
تَمِيۡدُ بِاَهۡلِهَا مَيَدَانَ السَّفِيۡنَةِ تَقۡصِفُهَا الۡعَوَاصِفُ فِیۡ لُجَجِ الۡبِحَارِ ؛	5	یہ دنیا (زمین) اپنے تمام رہنے والوں کے ساتھ اسی طرح ڈانواڈول چلی جارہی ہے جس طرح وہ کشتی چلتی ہے جسے ہوائیں اور آندھیاں سمندر کی موجوں پر جھٹکے دے رہی ہوں۔
فَمِنۡهُمُ الۡغَرِقُ الۡوَبِقُ ؛	6	چنانچہ دنیا کی اس کشتی کے مسافروں میں سے بعض غرق اور ہلاک ہوں گے۔
وَمِنۡهُمُ النَّاجِیۡ عَلٰى بُطُوۡنِ الۡاَمۡوَاجِ ؛	7	اور ان میں سے بعض بچ جائینگے اور پانی کی امواج پر ہاتھ پیر مار رہے ہوں گے۔
تَحۡفِزُهُ الرِّيَاحُ بِاَذۡيَالِهَا وَتَحۡمِلُهُ عَلٰى اَهۡوَالِهَا ؛	8	اور ہوائیں انہیں ایک سمت سے دوسری سمت میں ڈھکیلتی پھریں گی اور انہیں خوف و ہراس کے عالم میں اُٹھائے اُٹھائے پھریں گی۔
فَمَا غَرِقَ مِنۡهَا فَلَيۡسَ بِمُسۡتَدۡرَكٍ وَمَانَجَا فَاِلٰى مَهۡلَكٍ ؛	9	جو لوگ ڈوب چکے ان کی واپسی ممکن نہیں اور جو ڈوبے نہیں وہ بھی تباہی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔
عِبَادَ اللّٰهِ اَلۡاٰنَ فَاعۡمَلُوۡا وَالۡاَلۡسُنُ مُطۡلَقَةٌ	10	اے بندگان خدا یہ نیک اعمال بجالانے کی گھڑی ہے ابھی تمہاری زبان کھلی ہے۔

وَالْاَ بْدَانُ صَحِیْحَۃٌ وَّالْاَعْضَآءُ لُدْنَۃٌ ؛	11	اورتمہارے بدن تندرست ہیں اور ہاتھوں پیروں میں کام کرنے کی قابلیت موجود ہے۔
وَالْمُنْقَلَبُ فَسِیْحٌ وَالْمَجَالُ عَرِیْضٌ ؛	12	تمہارے آنے جانے اورمواقع تلاش کرنے کا میدان کھلا اور کشادہ ہے۔
قَبْلَ اِرْھَاقِ الْفَوْتِ وَحُلُوْلِ الْمَوْتِ ؛	13	کام کرلوقبل اس کے کہ فرصت ہاتھ سے نکل جائے اورموت اپنا سکہ جمالے۔
فَحَقِّقُوْا عَلَیْکُمْ نُزُوْلَہٗ؛	14	موت کے ٹوٹ پڑنے کوایک حقیقت سمجھو۔
وَلَا تَنْتَظِرُوْا قُدُمَہٗ ؛	15	اوراس کے آنے کا انتظار نہ کرو۔

تشریحات:

یہ بات لکھے ہوئے کافی روز ہوچکے ہیں کہ اللہ اور محمد وعلی صلی اللہ علیہما وآلہ نے قریش کے ماحول کو اُسی حال پر برقرار رکھا تھا جو انہوں نے کافی عرصے سے بنایا ہوا تھا۔ جیسا کہ مرکز انسانیت میں وضاحت کردی گئی ہے کہ قریش نام کے لوگ یا قریش کہلانے والی قوم نہ تونسل حضرت اسماعیل وابراہیم السلام سے تھے نہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے رشتہ دار تھے۔ اور نہ اُن میں وہ صفات اور خصلتیں تھیں جو رشتہ داروں میں فطری طور پر ہوتی ہیں۔ چونکہ سابقہ انبیا علیہم السلام نے اور اُن کی کتابوں نے نسل حضرت ابراہیمؑ واسماعیل کو حد بھر شہرت دی تھی اُن میں حضرات انبیاؑ کا سلسلہ جاری رہنے کا ذکر کیا تھا اور نسل اسماعیلؑ میں وہ نورؐ برابر نمایاں رہتا اور پیشانیوں میں چمکتا چلا آیا تھا جس نے رسوؐل ختمی مرتبت کی صورت اختیار کرنا تھی اس لئے عرب اس خاندان میں شرکت کی سازش کرتے چلے آرہے تھے۔ بہرحال تفصیلات تو ہماری کتاب مرکز انسانیت اور دوسری تصنیفات میں دیکھیں یہاں تو سرسری طور پر اتنا سن لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیدائش سے پہلے سے قریش نے آنحضرتؐ کے رشتہ دار اور نسل ابراہیمؑ سے ہونے کا اچھا خاصہ ڈھونگ تیار کر رکھا تھا۔ قریش کے اس ڈھونگ کو اللہ رسوؐل اور علیؑ نے توڑا نہ تھا اور چاہا تھا کہ یہ لوگ اپنی تیار کی ہوئی سازش اور فریب میں مبتلا رہیں اور رشتہ داروں ایسا سلوک کریں۔ اور بُرا سلوک کرنے پر لوگ اُن کو مطعون کریں۔ بہرحال اللہ و محمدؐ وعلیؑ نے اُن کا بھانڈا نہ پھوڑ اور انہیں رشتے دار بنا رہنے دیا حالانکہ مکہ میں آنحضرتؐ کے خاندان کا کوئی قریشی رشتے دار نہ تھا۔ انہوں نے اپنی ہجرت سے یہی تاثر دیا کہ وہ اپنے رشتے داروں کو چھوڑ کر غیروں میں جارہے ہیں حالانکہ اوس خزرج اُن کے سچ مچ کے رشتہ دار بھی تھے اور اہل قبیلہ یعنی نبطی اور اسماعیلی بھی تھے۔ اللہ ورسوؐل اور علیؑ نے چند کلیدی باتیں تو فرمائیں مگر کھل کر اُن کے ڈھونگ کو فاش نہ کیا اور جس حال میں صورت حال کو چھوڑا اسے قریش نے سات سو سال کی حکومت کے دوران خوب سنوار کر پکا کرلیا۔ اور دنیا کو نہ قریش کے اسماعیلی ہونے میں کوئی شبہ رہا نہ خاندان رسوؐل ہونے میں کچھ شک رہا۔ مگر ہمارے لئے ضروری ہوگیا کہ ہم اس ہزاروں سال سے چلی آنے والی سازش کو کھول کر رکھ دیں اور جس نے عہد رسوؐل کے بعد اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے، توڑ پھوڑ کر اُس کا تانا بانا بکھیر دیں۔ چنانچہ ہمارے تحقیقی بیانات اور تصنیفات میں یہ پوری سازش ہوا میں منتشر ہوکر رہ گئی اور ثابت ہوگیا کہ قریش ایک مجہول اور مخلوط النسب گروہ یا قوم ہے اس کا نہ اسماعیلی نسل سے کوئی تعلق ہے نہ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے کوئی نسلی رشتہ داری ہے نہ عباس وابولہب وغیرہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ نہ بنی اُمیہ کا ان سے کوئی رشتہ تھا نہ بنی عدی و بنی تیم اس نسل کے لوگ تھے یہ سب کچھ رسوؐل کے بعد قائم ہونے والی حکومت کا گھڑا ہوا فسانہ اور شجرہ تھا۔ ہماری ہر تحقیق قرآن وحدیث اور خود قریش کی

تیار کی ہوئی تاریخ سے ثابت ہے۔

2۔ بعثت رسوؐل سے بہت پہلے ہل مکہ اور قریش نے دینی مذہبی راہنمائی میں بھی اپنی اجارہ داری قائم کرلی تھی۔

یہ بھی کام آنے والی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی بعثت کے وقت اہل مکہ اور قریش نے کوئی دینی مرکز بنایا ہوا تھا۔ اور تمام لوگوں پر چھائے ہوئے تھے جو دین خداوندی پر بات کرنے کے حقدار تھے۔ اور اُن تمام آوازوں کو دبا رکھا تھا جو حق کی طرفداری میں بلند ہوسکتی تھیں۔ اسی داداگیری اور اجارہ داری کو حضرت علی علیہ السلام بعثت رسوؐل کے ذکر میں اکثر ظاہر فرمایا کرتے ہیں جیسا کہ اس خطبہ(197) کے پہلے جملے میں کہا کہ بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ وَمَنْهَجٌ وَّاضِحٌ ، حضوؐر کو ایسے حالات میں مبعوث فرمایا گیا کہ نہ دین کا کوئی نشان اور پرچم قائم تھا۔ نہ کوئی ایسا روشن منارہ تھا جو کسی دینی مرکز کا پتہ دیتا اور نہ ہی کوئی واضح مذہب تھا۔ مطلب یہ ہے کہ قریشی مرکز نے سب کو دبا ر رکھا تھا۔ اسی مرکز کی ماتحتی میں مختلف المذاہب لوگ اپنے اپنے تصورات وعقاید کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے مشن میں کسی سابقہ ادارہ کو مددگار و ہمدرد نہ بنا سکتے تھے جب تک قریشی مرکز تعاون نہ کرے۔ اور تیسرا مطلب یہ کہ قریشی مرکز براہ راست مد مقابل اور مخالف ادارہ تھا۔

3۔ حق پرست اور بامذہب ادارے موجود تھے مگر قریشی ادارہ اُن کو چھپانا اور آگے آنے سے روکنا چاہتا تھا؟

قریشی ادارہ نے ساری دنیا میں یہ مشہور کیا ہے کہ آنحضرتؐ کافروں میں پیدا ہوئے کافرانہ ماحول میں پرورش پائی، کافرانہ طرز حیات اختیار کی، کافروں میں شادی کی اور اپنی تین کافر بیٹیوں کی شادی بھی کافروں میں کی اور اچانک عمر کے چالیسویں سال اللہ نے جبرئیل کو بھیج کر آپؐ کو نبی بنادیا۔ یوں قریشی ادارہ نے رسوؐل کی پوزیشن کو اپنی سطح تک نیچے اتارا۔ خود کافر ومشرک تھے اور کافروں اور مشرکوں کی اولاد تھے اُن کو بھی ویسا ہی مشہور کیا خود حرام دودھ حرام خوراک وغذائیں کھا کر جوان ہوئے تھے انہیں بھی، اپنے ایسا دکھایا۔ اور افسانوی طریقے پر شہرت دی اور مشہور کیا کہ عرب میں دین اور دینداری کہیں نہ تھی۔ ہم نے یہ سب کچھ قریشی سازش کے تحت بیان کیا ہے۔ اور اُن کے تمام دعاوی کو توڑ کر بکھیر دیا ہے۔

4۔ عرب میں اور مکہ ومدینہ میں ایسا دین اور ایسے دیندار موجود تھے کہ جن کی پیروی نبیؐ پر واجب کی گئی ہے۔

ہم نے عرض کیا ہے کہ اللہ ورسوؐل اور علیؑ نے قریش کی سازش کا بھانڈا چورا ہے پر نہیں پھوڑا مگر ایسے کلیدی الفاظ اور جملے بیان کردیئے ہیں جن سے قریش کو ان کے سازشی پردے سے باہر نکالا جاسکتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے اپنی ذریت میں ایک امۃ مسلمہ تیار کرنے کی دعا کی تھی اور اسی امۃ مسلمہ میں آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے کی دعا بھی فرمائی تھی (2/128-129)۔ لہٰذا ضروری تھا کہ آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت وہ امت مسلمہ موجود ہو اور حضوؐر اسی اُمت پر مبعوث ہوں۔ لہٰذا آپ کی بعثت کے وقت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کا دین اور دیندار اُمت موجود تھی اور وہی ملۃ ابراہیم علیہ السلام تھی ساتھ ہی قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منت کے ماتحت اللہ نے اُس امت مسلمہ کے مومنین پر یہ احسان کیا کہ اُن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیدا کیا اور اُن ہی پر حضوؐر کو مبعوث کیا۔ لہٰذا قریش کا فراڈ واضح ہوگیا کہ حضوؐر کافروں اور مشرکوں میں پیدا ہوئے اور اُن ہی میں سے ایک تھے۔ لیکن قرآن نے بتایا کہ وہ مومنین میں پیدا ہوئے مومنین ہی پر مبعوث ہوئے اور مومنین ہی کو قرآن وحکمت کی تعلیم دی اُن ہی کا تزکیہ کیا۔ اور وہ مومنین بھی اللہ کی تیار کی ہوئی امۃ مسلمہ کے مومنین تھے (2/128-129 اور 3/164) جن کو قرآن میں ملت ابراہیمؑ فرمایا گیا اور جن کی اتباع وپیروی کرنے کا حکم رسوؐل اللہ کو قرآن میں بار بار دیا گیا

ہے(4/125)(16/123) قرآن کریم نے اسی امۃ مسلمہ یاملۃ ابراہیم علیہ السلام کوقریش پر وکیل بنایا تھااور ایک ایسی قوم قرار دیا تھا کہ جوکسی حالت میں کفرنہ کریگی اُن کی قرآنی پوزیشن یہ تھی کہ:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَابِھَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡابِھَا بِکٰفِرِیۡنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ...(6/89-90)

''یہ وہی امت مسلم اور ملت ابراہیمؑ کے لوگ ہیں جن کوہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی ہے اگر یہ قریش کا فرانہ رویہ اختیار کرلیں توہم نے قریش پراسی قوم کووکیل بنا دیا ہے جو ہرگز حق پوشی نہ کرے گی اُسی قوم کے لوگ ہیں جن کوخود اللہ نے ہدایت کی ہے لہٰذا اے رسولؐ تم بھی ان ہی کی پیروی اوراقتدا کرو۔''

سوچئے کہ رسولؐ کوکتاب اورنبوت دینا خودامۃ مسلمہ کوکتاب ونبوت دینا قرار پایا۔اورحکومت کا دینا تین ہزار سال سے عملاً ثابت ہوتا چلا آرہا ہے چنانچہ وادی القریٰ میں اُس حکومت کا دارالخلافہ(حجر) تھااوروہاں جبلہ بن ایھم حضرت عبدالمطلب وابوطالب علیہما السلام کی ماتحتی میں بادشاہ تھا اوراس پوری مملکت کا تذکرہ قرآن میں یوں فرمایا ہے۔

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ فَقَدۡ اٰتَیۡنَآ اٰلَ اِبۡرٰھِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰھُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًاO(نساء55-4/54)

''کیا قریشی لوگوں کواس پرحسد ہے کہ ہم نے اپنے فضل وکرم سے آل ابراہیمؑ محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ کوقرآن اورحکمۃ ونبوت عطا کردی ہے اور عبدالمطلبؑ اورابوطالبؑ کوعظیم الشان حکومت ومملکت دی ہوئی ہے؟''

سوچئے کہ قریش کا تیار کیا ہوافراڈ کہاں گیا؟ لہٰذا اللہ ورسولؐ اورعلیؑ نے قریش کواُنہی کے تیار کئے ہوئے فریب میں اُلجھائے رکھا۔اوراُن کا پردہ پھاڑنا ہمارے مقدر میں لکھ دیا تھا۔

5۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی دوسری شاخ بنی اسرائیل میں بھی حقیقی دیندار بعثت رسولؐ کے وقت موجود چلے آرہے تھے۔

مندرجہ بالا آیات سے حضرات عبدالمطلب اورابوطالب علیہما السلام وہ دینی پرچم تھے جوتین ہزار سال سے چلے آنے والے آئمہ علیہم السلام کے ورثہ دار وجانشین بعثت رسولؐ کے وقت موجود وقائم تھے اورتین ہزار سال سے چلی آنے والی امۃ مسلمہ کے رہبر وحکمران تھے اورنابتی حکمرانوں اور بادشاہوں کے جانشین تھے جن کے خطوط کوبھی اس وقت کے بادشاہ (قیصر وکسریٰ) فرمان سمجھتے تھے اورعرب سوداگروں کا ٹیکس معاف کردیتے تھے یہ سب کچھ قرآن اوردیگر اقوام کی تاریخوں میں ریکارڈ ہے مگراللہ ورسولؐ اورعلیؑ نے مصلحتاً اس کونہیں اچھالا۔اورایسے جملے استعمال کردیئے(197/1) تاکہ قریش چوکنا نہ ہوجائیں اورہمیں اُن کا بخیہ ادھیڑنے میں سہولت ہواب یہ دیکھئے کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

لَیۡسُوۡا سَوَآءً مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتۡلُوۡنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیۡلِ وَھُمۡ یَسۡجُدُوۡنَOیُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَیُسَارِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَاُولٰٓئِکَ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ Oوَمَا یَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلَنۡ یُّکۡفَرُوۡہُ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِیۡنَO(آل عمران 115 تا 3/113)

مودودی کا ترجمہ تا کہ قریشی جھلک آجائے:

''مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جوراہ راست پرقائم ہیں۔راتوں کواللہ کی آیات پڑھتے ہیں۔

اور اُس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ صالح لوگ ہیں اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اُس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اللہ پرہیزگار لوگوں کو خوب جانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 281)

وہ قریشی مذہب کا عالم ہو ہی نہیں سکتا جو قرآن اور اللہ کے ساتھ بے ایمانی اور وخیانت نہ کرے۔ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب میں قائم رہنے والی یا قائم رہتی چلی آنے والی امت ہے (امۃ قائمۃ) مگر مودودی نے امت کو ''کچھ لوگ'' بنا کر اُن کی پوزیشن کا ستیاناس کر دیا۔ بہرحال ہم چونکہ قریش ہی کے فراڈ کا ذکر کر رہے ہیں لہٰذا یہ بھی صحیح فراڈ بن گیا۔ جن لوگوں نے تمام یہود و نصاریٰ کو اسلام کا دشمن مشہور کیا تھا مودودی اُن ہی کے پیرو ہیں۔ قارئین نوٹ فرمائیں کہ نسل حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ایک اللہ کی تیار کردہ امۃ مسلمۃ بعثت رسوؐل کے وقت موجود تھی اور نسل حضرت اسحاق علیہ السلام سے ایک امۃ قائمۃ موجود تھی۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ سے لے کر دین برابر باقی چلا آ رہا تھا۔ مگر قریش نے یہ تصور دیا ہے کہ دین کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور تمام یہود و نصاریٰ اسلام اور آنحضرتؐ کے دشمن تھے۔ ہم بتاتے ہیں کہ واقعی یہود و نصاریٰ اسلام کے دشمن تھے مگر یہ وہی یہود و نصاریٰ تھے قریش ہی کی طرح عرب کے باشندے اور اُن ہی کی نسلوں کے لوگ تھے اور جنہوں نے یہودی و نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور نسل حضرت اسحاق علیہ السلام سے نہ تھے اور جو قریش کے حلیف اور زیر اثر لوگ تھے۔ حقیقی یہودی اور عیسائی واقعی آج تک قریش کے اور قریش ساز اسلام کے دشمن رہتے چلے آئے ہیں۔ اور حقیقی یہود و نصاریٰ محمدؐ وآل محمدؐ اور علیؑ و اولادِ علیؑ کے دوست رہتے چلے آئے ہیں اور انہوں نے دین مرتضوی کو محفوظ رکھنے اور قریشی حکومتوں کو تباہ کرنے میں برابر پیروان علیؑ و اولاد علیؑ کا ساتھ دیا ہے ہمارا سارا ریکارڈ اُن ہی کے فراہم کردہ کاغذوں پر تیار کیا گیا ہے۔ اور آج بھی ہماری تمام سہولتیں وہی فراہم کر رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو نسل اسماعیلؑ و اسحٰقؑ آپس میں چچازاد بھائی ہیں۔ اور بھائیوں میں دوستی نہ ہو تو تعجب کی بات ہے۔ یہ قریشی لوگوں کی بات ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھائی بھائی کہتے ہیں اور بے دریغ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگتے ہیں انہیں لوٹنے اور غارت کرنے کی تاک میں رہتے ہیں۔

؎ چھوڑ ان بردہ فروشوں کو کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسفؑ سا برادر ہووے

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 195

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 188

خُطبہ ﴿198﴾

اپنے حق خلافت پرصحابہ کوگواہ قرار دیا ہے

1۔اپنی یگانگت پر دلیل۔2۔لوگوں کا جہاد سے فرار کرنا۔

3۔رحلتِ رسوؐل پر خدمات۔4۔ملائکہ کا مسلسل نمازِ جنازہ پڑھنا۔

5۔کسی صحابی کے نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔غسل وکفن ودفن تنہا نے کیا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفِظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ محمد.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَنِّیْ اَرُدَّ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ ؛	1	اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ریکارڈ کیپر (Record Keeper) صحابہ میں کے محافظ لوگوں کوعلم ہے کہ میں نے ایک گھڑی کے لئے بھی نہ اللہ کے حکم سے سرتابی کی ہے نہ اللہ کے رسوؐل کی نافرمانی کی تھی۔
وَلَقَدْ وَاسَيْتُهٗ بِنَفْسِیْ فِی الْمَوَاطِنِ الَّتِیْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ ، تَتَاخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ نَجْدَةً اَكْرَمَنِیَ اللّٰهُ بِهَا ؛	2	اس کے برعکس میں نے تو اللہ کی عطا کردہ قوت و بہادری اور ہمت و جرات کو آنحضرؐت کی مدد میں ان مواقع پر بے دریغ استعمال کیا جن مواقع پر بہادر سورما میدانِ جنگ سے فرار کرجایا کرتے ہیں اورقدم پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔اور یہ اس لئے کہ اللہ نے مجھے اپنے کرم سے شجاعت ودلیری سے نوازا ہوا تھا۔
وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاِنَّ رَاسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِیْ ؛	3	اور بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو جب اللہ نے اپنے تسلط میں لیا تو اس وقت آنحضرؐت کا سرمبارک میرے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔
وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِیْ كَفِّیْ فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِیْ ؛	4	اور یقیناً حضوؐر کی روح میرے ہاتھوں میں نکلی تھی چنانچہ میں نے برکت کے لئے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر پھرا لئے تھے۔
وَلَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهٗ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ اَعْوَانِیْ ؛	5	اور بلا شبہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کو غسل دینے کی ولایت اختیار کی تھی اور غسل دینے میں ملائکہ میری مدد کررہے تھے۔
فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْاَفْنِيَةُ ؛	6	خانہ رسالت وامامت میں رونے کا کہرام برپا تھا اورآس پاس بھی رونا جاری تھا۔

مَلاَءٌ یَھْبِطُ وَمَلاَءٌ یَعْرُجُ وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِیْ ھَیْنَمَۃٌ مِّنْھُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی وَارَیْنَاہُ فِیْ ذَرِیْحِہٖ ؛	7	ملائکہ کے گروہ کے گروہ نازل ہو رہے تھے اور گروہ کے گروہ پرواز کر کے جا رہے تھے اور میرے کانوں میں برابر ملائکہ کے نماز پڑھنے کی آوازیں آتی رہیں یہاں تک کہ ہم نے حضورؐ کے جسم مبارک کو ان کی ضریح میں رکھ دیا۔
فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِہٖ مِنِّی حَیًّا وَّمَیِّتًا ؟ فَانْفُذُوْا عَلٰی بَصَائِرِکُمْ ؛	8	چنانچہ مجھ سے زیادہ کون اس خلافت کا ان کی زندگی میں یا ان کی وفات کے بعد حقدار ہو سکتا ہے لہٰذا تم اپنی بصیرت کو نافذ کرو۔
وَلْتَصْدُقْ نِیَّاتِکُمْ فِیْ جِھَادِ عَدُوِّکُمْ ؛	9	اور ضروری ہے کہ دشمن کے ساتھ جہاد میں تمہاری نیتوں کی تصدیق ہو جائے۔
فَوَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَ اِنِّیْ لَعَلٰی جَادَّۃِ الْحَقِّ وَ اِنَّھُمْ لَعَلٰی مَزَلَّۃِ الْبَاطِلِ اَقُوْلُ مَاتَسْمَعُوْنَ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ ؛	10	اس ہستی کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کہ بلا شبہ میں مکمل حق کے راستے پر ہوں اور وہ یقیناً باطل کی پھسلنے والی گھاٹی میں ہیں۔ میں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو اور دعا ہے کہ اللہ مجھے اور تمہیں بخش دے''

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام نے خطبے کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی اور اللہ کی اطاعت اور نافرمانی کے ذکر سے فرمائی ہے۔ اور منشا آپؑ کا یہ ہے کہ اپنے مخاطبین کو یاد دلایا جائے کہ آج جن لوگوں کا راج ہے اور جن کا جانشین رسولؐ کہلاتے ہوئے طوطی بول رہا ہے وہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے زندگی بھر رسولؐ اللہ کی نافرمانیاں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات سے چند گھنٹے پہلے حضورؐ کی نافرمانی کی اور حضورؐ پر تہمت لگانے اور شور وغوغا کرنے پر اسلام سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ رسولؐ اللہ نے کاغذ اور قلم دوات طلب کیا تھا تاکہ ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد وہ لوگ اور باقی امت کبھی گمراہ نہ ہوں۔ مگر قریشی لیڈر عموماً اور ابوبکر وعمر خصوصاً یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضورؐ نے جب کبھی ایسا جملہ بولا ہے جس میں قیامت تک گمراہ نہ ہونے کی گارنٹی لی گئی ہے تو اس جملے میں علیؑ اور آل محمدؐ کی اطاعت ضرور مذکور رہی ہے۔ لہٰذا اب اسی شرط کو تحریری صورت میں چھوڑنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے خاندان رسولؐ کے ماتحت ہو کر رہ جائیں۔ اور یہ بات قریش اور قریشی لیڈروں کو کسی قیمت پر منظور نہ تھی۔ خیال یہ تھا کہ زبانی احادیث کو نہ ماننے کے لئے بہت سے پہلو نکالے جاسکتے ہیں مگر تحریری حکم کا کوئی توڑ نہ ہو سکے گا لہٰذا عمر اور اُن کے احباب نے یہ پہلو نکالا کہ رسولؐ اللہ معاذ اللہ مرض الموت کی تکلیف میں بڑبڑا رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں اُسے خود بھی سمجھ نہیں رہے ہیں۔ ایسی حالت میں حضورؐ کو کاغذ وغیرہ لا کر مزید تکلیف دینا غلط ہوگا۔ اس بات پر حاضرین میں اختلاف ہوا۔ شور وغوغا سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ:

قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع ''تم لوگ اٹھو اور میرے پاس سے دور ہو جاؤ میرے سامنے جھگڑنا اور تنازع کرنا مناسب نہیں ہے۔'' (بخاری باب العلم صفحہ 22، 429، 638 صحیح مسلم کتاب الوصیت صفحہ 76-75)

اس سے پہلے اللہ نے قرآن میں یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ آئندہ جو صحابہ رسولؐ کے سامنے اپنی آوازیں بلند کریں گے اُن کے تمام اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے فرمایا گیا تھا کہ:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ

اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَO(49/2)

مودودی ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (49/2) تفہیم جلد 5 صفحہ 70)

لہٰذا قرآن کریم اور بخاری و صحیح مسلم کی رو سے عمر اینڈ کمپنی کے تمام اعمال غارت ہو گئے اور وہ اپنے پہلے مشرکانہ مذہب پر پلٹ گئے ساتھ ہی جو شخص قرآن اور رسولؐ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو تسلیم نہ کرے وہ بھی عمر اینڈ کمپنی کا طرفدار اور اللہ و رسولؐ کا مخالف شمار ہو گا اور یہ جہنم کو اُن پر واجب کر دے گا۔

2۔ ہم تفصیلات سے صرف نظر کر کے اس حادثہ کے قانونی پہلوؤں پر قارئین کو متوجہ کریں گے۔

یہاں یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ اس حادثہ پر فریقین کے علما میں برابر بحث اور مناظرے ہوتے رہے ہیں اور اس چودہ سو سال کے عرصے میں سیکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور حدیث و تفسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور معاملہ چونکہ کفر و اسلام اور جنت و جہنم کا تھا اس لئے قریش کے طرفدار علما نے کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جس میں عمر اینڈ کمپنی کے بچاؤ کی صورت نکل سکتی تھی ہم اُن تمام بحثوں کو یہاں ریکارڈ کرنا فضول سمجھ کر صرف وہ پہلو سامنے لائیں گے جو ایک سادہ عقل کے قاری کو بھی آخری فیصلہ کرنے میں مددگار ہو سکے اور کسی کو کوئی عذر کرنے کی گنجائش نہ رہے۔

2(الف)۔ فریب دینے اور فریب کھانے میں صحابہ اور فریقین کے علما برابر مصروف رہے۔

سب سے پہلے ایک فریب سامنے لاتے ہیں جس پر تمام علمائے شیعہ بھی متفق ہیں اور وہ یہ ہے کہ کاغذ قلم وغیرہ طلب کرنے پر عمر نے یہ کہا تھا کہ ''**رسولؐ اللہ ھذیان میں مبتلا ہیں**'' اس پر شیعہ علما نے بڑی لے دے کی ہے اور سُنی علما یا تو شرمندہ ہوئے اور یا طرح طرح کے گھٹیا عذرات و بہانے کرتے رہے۔ لیکن ہم بتائیں گے کہ عمر اینڈ کمپنی کے طرفداروں نے یہاں اپنے مخالفین کو فریب دیا ہے۔ عمر نے ہرگز آنحضرتؐ پر ھذیان کا الزام نہیں لگایا تھا۔ ھذیان عربی زبان کا لفظ ہے اور اُس زمانے کے لوگ نہ صرف اس کو جانتے اور بولتے تھے بلکہ ھذیانی گفتگو کو بھی پہچانتے تھے اور کوئی بھی رسولؐ کو ھذیان میں مبتلا نہ مان سکتا تھا۔ یہ تمام گفتگو آج تک کتابوں میں محفوظ ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا ایک لفظ بھی ایسا نہ ملے گا جو عقل و منطق کے خلاف بے موقع و بے معنی ہو۔ پھر عمر ایک اعلیٰ درجے کے قانون دان دانشور اور سیاسی و مذہبی لیڈر تھے اُن سے یہ امید کرنا ہی حماقت ہے کہ وہ ایسا گھٹیا الزام لگاتے جسے اُس مجمع میں کوئی بھی نہ مانے۔ علاوہ ازیں اُن کا مخاطب کوئی عام آدمی نہ تھا۔ خدا کا رسولؐ تھا جس نے علم و عقل کی تعلیم دینے میں ساری عمر صرف کر دی تھی۔ بہرحال اس مکالمہ کے تمام بیانات سے جو چیز سو فیصد ثابت ہے وہ یہ ہے کہ عمر نے یہ جملہ کہا تھا کہ: '' اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابَ اللّٰہ۔'' ''بلاشبہ یہ شخص چھوڑ رہا ہے ہمارے حسب حال اللہ کی کتاب ہے''

دونوں فریق کے علما اس جملے کا آج تک یہ ترجمہ کرتے آئے ہیں کہ: بلاشبہ یہ شخص ھذیان بک رہا ہے ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے'' یعنی اُن لوگوں نے یہ فریب دیا اور کھایا کہ لفظ ''یھجر'' کے معنی ھذیان ہیں اور بس۔ یہ معنی کر کے ساری بحثوں کی عمارت اس لفظ پر تعمیر کر دی جسے عمر کے طرفدار گراتے رہے اور مخالف اُسے تعمیر کرتے اور سنوارتے چلے آئے ہیں اور دونوں میں کوئی یہ نہ سمجھا کہ عمر نے نہایت بہترین موقع پر رسولؐ اللہ کی رسالت پر ایک کاری اور کامیاب ضرب لگائی ہے اور اپنی قوم کو یقین دلایا ہے کہ عمر کا منصوبہ اور عقیدہ سو فیصد صحیح ہے۔ اور رسولؐ اللہ اکثر و بیشتر اپنے خاندان کی عموماً اور علیؑ کی خصوصاً قرآن کے خلاف طرفداری کرتے رہے ہیں۔

3۔رسولؐ نے قریش کی غلط شکایت اللہ سے کی تھی حالانکہ قریش قرآن کی صحیح تعبیر وتفہیم کیا کرتے تھے۔

عمر کا مندرجہ بالا جملہ رسولؐ کی ایک شکایت کا توڑ ہے جو قرآن میں یوں ریکارڈ ہوئی ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا O(25/30)

''اور محمدؐ رسول اللہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ کر اپنایا ہے''

اور علامہ رفیع الدین اعلیٰ اللہ مقامہ نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

''اور کہا رسولؐ نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا''(ترجمہ صفحہ 436)

یعنی رسولؐ اللہ نے قریش پر یہ الزام عاید کیا تھا کہ قریش نے قرآن کو اس طرح اختیار کیا ہے کہ دراصل وہ اُسے چھوڑے رکھیں اور معلوم یہ ہوتا رہے کہ وہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں۔

3(الف)۔عمر کے حکیمانہ وقانونی جملے کی تشریح سنیں۔

پہلی بات یہ کہ عمر نے اپنے جملے میں محمدؐ کو نہ رسولؐ مانا نہ نبیؐ سمجھا بلکہ ایک ''شخص'' قرار دیا۔اس لئے کہ رسالت ونبوت ختم ہو جانے کے بعد کی بات ہے اور اس لئے کہ قرآن میں اسلام اور اسلامی نعمتیں مکمل اور اپنی انتہا تک پہنچ چکی ہیں اور اللہ دین اسلام سے راضی ہو چکا ہے(مائدہ 5/3)اور تمام چیزوں کی تفصیلات اور ہدایت ورحمت قرآن میں بیان ہو چکی ہیں(یوسف 12/111)اور جو شخص ان حقائق کو نہیں مانتا اور اب بھی کسی ایسی تحریر پر ایمان رکھتا ہے جو گمراہی سے بچانے والی ہے وہ یقیناً نہ رسولؐ ہے نہ نبیؐ ہے وہ ایک ایسا شخص ہے جو قرآن کو چھوڑ رہا ہے اور حقائق قرآن کا منکر ہے اور ہمیں قرآن کو پکڑے رہنا ہے اس شخص کو چھوڑ دینا ہے۔جو ہم پر قرآن چھوڑ دینے کا الزام عاید کرتا رہا ہے۔اور ہم یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ عمر نے رسولؐ کا جملہ سن کر''میرے پاس سے دور ہو جاؤ یا دفع ہو جاؤ''اپنے ساتھیوں یا کمپنی کو آنکھ ماری ہوگی یہ بتانے کے لئے کہ اب یہ شخص اُس خلق عظیم پر بھی برقرار نہیں رہا ہے جو ایک زمانہ میں اس کو عطا ہوا تھا(68/4)آج وہ ہمیں اپنے گھر سے نکال رہا ہے۔جو بداخلاقی کی انتہائی منزل ہے۔

بہرحال عمر کے اس جملے کو جنہوں نے سمجھا اُن کا تذکرہ ریکارڈ میں نہیں ہوا۔بظاہر سب نے فریب کھایا یا فریب دیا۔عمر نے اس جملے میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمیں قرآن کافی ہے مگر سب نے یہی سمجھا۔وہاں لفظ''کافی'' بھی ھذیان کی طرح نہیں ہے وہاں تو حسبنا ہے اور اس کے معنی''کافی'' دوسرا فریب ہے۔عمر نے اور عمر کے ہم مذہبوں نے کبھی قرآن کو غلطی سے بھی''کافی''نہیں سمجھا۔لفظ''حسب'' کے معنی ہرگز''کافی'' نہیں ہوتے اسی لئے ہم نے''حسبنا'' کے معنی حسب حال کئے ہیں یعنی ایک نامکمل کتاب ہے جیسے ہم نامکمل لوگ ہیں قرآن تو قریشی ریکارڈ کے مطابق اس وقت جمع ہی نہ ہوا تھا البتہ کتاب اللہ سے اُن کی مراد توریت تھی جس سے انہوں نے اپنا پسندیدہ اسلام گھڑا تھا۔بہرحال عمر اور قریش نے رسولؐ اللہ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قرآن میں تفصیل سے ریکارڈ کر دیا گیا ہے اور ہم نے بڑی تفصیل سے ان تشریحات میں لکھ دیا ہے۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے خود اس خطبے میں بھی یہ فرما دیا ہے کہ:

اُس ہستی کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کہ میں راہ حق پر ہوں اور وہ لوگ گمراہ اور باطل کی پھسلنے والی وادیوں میں سرگردان ہیں(10)اور یہ کہ رسولؐ اللہ کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی رسولؐ کی خلافت کا مجھ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں ہے۔اب تم اپنی بصیرت کو نافذ کرو(8)۔

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عہد رسولؐ میں بھی رسولؐ کے بعد احکام کا جاری کرنے والا، صاحب امر، حضرت علیؑ ہی تھے۔ اور یہ جانشینی خود قرآن اور رسولؐ کے حکم سے عملاً دعوت ذوالعشیرہ کے دن سے برابر چلی آ رہی تھی۔ قریش نے اس کے خلاف روایات گھڑیں سازشیں کیں اور وہ سب ہم نے واضح کر دیں۔ نہ کوئی قرآن کو جھٹلا سکتا ہے نہ ہماری تشریحات کے خلاف کوئی دلیل لا سکتا ہے۔ یہاں تک عمر کے عمل درآمد سے ثابت ہو گیا کہ عمر قرآن کے بعد رسولؐ کی ضرورت کا عقیدہ نہ رکھتا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ خود عمر کے ہم مذہب علما نے عمر کی تردید میں بہت کچھ لکھا ہے خصوصاً آج قریش کا سب سے بڑا عالم و محدث و مفسر علامہ مودودی اپنی تفہیم القرآن میں عمر کے عقاید کی بلا نام لئے تردید کرتے ہوئے گزرے ہیں۔ چنانچہ یہاں ہم صرف ایک مقام قرآن سے دکھاتے ہیں جس سے قرآن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی پوزیشن واضح ہو گی قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

4۔ قرآن کے ساتھ رسولؐ کی پوزیشن علامہ مودودی کے نزدیک کیا تھی؟

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ Oاِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗOفَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗOثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ O کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ Oوَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ O(75/16 تا 21)

مودودی ترجمہ ”اے نبیؐ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اس کی قرات کو غور سے سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ ہرگز نہیں اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔“ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 171 تا 167)

مودودی کے ترجمہ پر تنقید کے لئے رفیع الدین کا ترجمہ:

”مت ہلا ساتھ قرآن مجید کے زبان اپنی کو تا کہ جلدی کرے ساتھ اس کے تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے اکٹھا کرنا اس کا بیچ دل تیرے کے اور پڑھنا اس کا زبان تیری سے پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی۔ پھر تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے بیان کرنا اُس کا ہرگز نہیں یوں بلکہ دوست رکھتے ہو تم جلدی کو اور چھوڑ دیتے ہو آخرت کو۔“ (صفحہ 700-699)

قارئین ہمیں ان ترجموں پر بہت کچھ کہنا ہے مگر فی الحال یہ بتا دیں کہ علامہ مودودی نے ترجمہ میں یہ پورا جملہ اپنی بدگمانی کی وجہ سے بڑھا دیا ہے کہ ۔”اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے“ اور اس کے لئے آیت میں نہ الفاظ ہیں اور نہ گنجائش ہے۔ اپنی بدگمانی کو مولانا نے تشریح 11 میں یوں ظاہر کیا ہے کہ:

”11۔ یہاں سے لے کر ”پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے“ تک کی پوری عبارت ایک معترضہ ہے جو سلسلہ کلام کو بیچ میں توڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم دیباچے میں بیان کر آئے ہیں کہ نبوت کے ابتدائی دور میں جب کہ حضورؐ کو وحی اخذ کرنے کی عادت اور مشق پوری طرح نہیں ہوئی تھی آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہو جاتا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام جو کلام الٰہی آپ کو سنا رہے ہیں وہ آپؐ کو ٹھیک ٹھیک یاد رہ سکے گا یا نہیں اس لئے وحی کو سننے کے ساتھ ساتھ اُسے یاد کرنے کی کوشش کرنے لگتے تھے۔ ایسی ہی صورت اس وقت پیش آئی جب جبرئیل سورہ قیامۃ کی یہ آیات آپؐ کو سنا رہے تھے۔ چنانچہ سلسلہ کلام توڑ کر آپؐ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ وحی کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ غور سے سنتے رہیں۔

اسے یاد کرا دینا اور بعد میں ٹھیک ٹھیک آپ سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے آپ مطمئن رہیں کہ اس کلام کا ایک لفظ بھی آپ نہ بھولیں گے نہ کبھی اسے ادا کرنے میں غلطی کر سکیں گے۔ یہ ہدایت فرمانے کے بعد پھر اصل سلسلہ کلام ''ہر گز نہیں اصل بات یہ ہے'' سے شروع ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس کے پس منظر سے واقف نہیں وہ اس مقام پر ان فقروں کو دیکھ کر یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کلام میں یہ بالکل بے جوڑ ہیں۔ لیکن اس پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد کلام میں کوئی بے ربطی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک استاد درس دیتے دیتے یکا یک یہ دیکھے کہ طالب علم کسی اور طرف متوجہ ہے اور وہ درس کا سلسلہ توڑ کر طالب علم سے کہے کہ ''توجہ سے میری بات سنو'' اور اس کے بعد آگے پھر اپنی تقریر شروع کر دے۔ یہ درس اگر جوں کا توں نقل کر کے شائع کر دیا جائے تو جو لوگ اس واقعہ سے واقف نہیں وہ اس سلسلہ تقریر میں اس فقرے کو بے جوڑ محسوس کریں گے لیکن جو شخص اُس اصل واقعہ سے واقف ہو گا جس کی بنا پر یہ فقرہ درمیان میں آیا ہے وہ مطمئن ہو جائے گا کہ درس فی الحقیقت جوں کا توں نقل کیا گیا ہے اُسے نقل کرنے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 128-127)

4۔(الف)۔ مودودی کو یہ طویل بدگمانی اُنکے بزرگوں سے ملی ہے جو قرآن وعقل کے خلاف اللہ ورسوؐل پر ایک سنگین تہمت ہے۔

مودودی ذرا سا آگے لکھتے ہیں کہ:

''اوپر ان آیات کے درمیان یہ فقرے بطور جملہ معترضہ آنے کی جو توجیہ ہم نے کی ہے وہ محض قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ معتبر روایات میں اس کی یہی وجہ بیان ہوئی ہے۔ مسند احمد، بخاری۔۔۔۔۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 168)

مودودی نے یہاں کتابوں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ لیکن قارئین یقین کریں کہ کوئی ایسی روایت نہیں لکھی گئی جس میں قال رسوؐل اللہ آیا ہوتا۔ رہ گیا قال ابن عباس یا کوئی اور بکواس تو ہمیں منظور نہیں اس لئے کہ وہ پرانے مودودی ہیں۔ قریش ہی ہیں۔ ان کی بدگمانیاں اور بدعقیدگیاں ہمارے لئے کوئی وزن نہیں رکھتیں۔ چونکہ قریش قرآن کے خلاف یہ عقیدہ پھیلاتے رہے ہیں کہ رسوؐل اللہ معاذ اللہ اعلان رسالت سے پہلے جاہل تھے اور تئیس (23) سال میں تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا۔ اس لئے وہ بہت سی بکواس کے قائل ہیں لیکن دلیل وثبوت قرآن سے درکار رہے جو قریش کے بس کی بات نہیں اور یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جبرئیل نے یہ قرآن آنحضرتؐ کے قلب پر نازل کیا تھا (26/194)۔ اور خود بھی قرآن کے ساتھ اتر گیا تھا (26/193) لہٰذا کانوں سے سننا اور سنانا اور جملہ معترضہ والی توجیح کے لئے قرآن کی آیات درکار رہیں اور چونکہ قرآن آیات بینات کی صورت میں محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اور حسنینؑ کے سینوں میں موجود تھا (29/49) اس لئے حضورؐ قرآن سنانے میں جلدی کیا کرتے تھے لہٰذا عجلت سے روکا گیا تھا اور قیامت کی مکمل گارنٹی لی گئی تھی۔

5۔ مودودی ثم ان علینا بیانہ سے کیا سمجھے رسوؐل کی اہمیت دیکھیں۔

مودودی نے مندرجہ بالا آیات (75/16 تا 19) میں جو کچھ کیا اس کے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کی ہے کہ:

''13۔ اس سے گمان ہوتا ہے اور بعض اکابر مفسرین نے بھی اس گمان کا اظہار کیا ہے کہ غالباً ابتدائی زمانے میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے دوران ہی میں قرآن کی کسی آیت یا کسی لفظ یا کسی حکم کا مفہوم بھی جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کر لیتے تھے اس لئے حضورؐ کو نہ صرف یہ ہدایت کی گئی کہ جب وحی نازل ہو رہی ہو اس وقت آپ خاموشی سے اُس کو سنیں اور نہ صرف یہ اطمینان

دلایا گیا کہ اُس کا لفظ لفظ ٹھیک ٹھیک آپؐ کے حافظہ میں محفوظ کر دیا جائے گا اور قرآن کو آپ ٹھیک اُسی طرح پڑھ سکیں گے جس طرح وہ نازل ہوا ہے کہ بلکہ ساتھ ساتھ یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر ارشاد کا منشا و مدعا بھی پوری طرح آپؐ کو سمجھا دیا جائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 169-168)

قارئین نے دیکھ لیا کہ جن روایات کا ذکر مودودی نے کیا تھا وہ تمام دراصل گمان یا بدگمانی تھی اور آخر مودودی نے مان لیا پھر مسلسل لکھا ہے کہ:

''یہ ایک بڑی اہم آیت ہے (75/19) جس سے چند ایسی اصولی باتیں ثابت ہوتی ہیں جنہیں اگر آدمی اچھی طرح سمجھ لے تو وہ اُن گمراہیوں سے بچ سکتا ہے جو پہلے بھی بعض لوگ پھیلاتے رہے ہیں اور آج بھی پھیلا رہے ہیں۔

اولاً یہ کہ اس سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف وہی وحی نازل نہیں ہوتی تھی جو قرآن میں درج ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعہ سے آپؐ کو ایسا علم دیا جاتا تھا جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے احکام و فرامین، اُس کے اشارات اُس کے الفاظ اور اُس کی مخصوص اصطلاحات کا جو مفہوم و مدعا حضور کو سمجھایا جاتا تھا وہ اگر قرآن ہی میں درج ہوتا تو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کا مطلب سمجھا دینا یا اس کی تشریح کر دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے کیوں کہ وہ تو پھر قرآن ہی میں مل جاتا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مطالب قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی تھی وہ بہر حال الفاظ قرآن کے ماسوا تھی۔ یہ وحی خفی کا ایک اور ثبوت ہے جو ہمیں قرآن سے ملتا ہے (قرآن مجید سے اس کے مزید ثبوت ہم نے اپنی کتاب ''سنت کی آئینی حیثیت'' میں صفحات 95-94 اور صفحات 125 تا 118 میں پیش کر دیئے ہیں)۔

ثانیاً یہ کہ قرآن کے مفہوم و مدعا اور اس کے احکام کی تشریح جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تھی آخر اسی لئے تو بتائی گئی تھی کہ آپؐ اپنے قول و عمل سے اُس کے مطابق لوگوں کو قرآن سمجھائیں اور اُس کے احکام پر عمل کرنا سکھائیں۔ اگر یہ اس کا مدعا نہ تھا اور یہ تشریح آپؐ کو صرف اس لئے بتائی گئی تھی کہ آپؐ اپنی ذات کی حد تک اس علم کو محدود رکھیں تو یہ ایک بیکار کام تھا۔ کیونکہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں اس سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے صرف ایک بیوقوف آدمی ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تشریح علم سرے سے تشریعی حیثیت نہیں رکھتا تھا (وہ بے وقوف آدمی عمر ثابت ہو گیا) اللہ تعالیٰ نے خود سورہ نحل آیت 44 میں فرمایا ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ اور اے نبیؐ یہ ذکر ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کیلئے اتاری گئی ہے۔'' (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم النحل حاشیہ 40)'' (صفحہ 169) پہلے مذکور حاشیہ پڑھ لیں:

<u>پہلے یہ حاشیہ دیکھ لیں تو آگے بڑھیں۔</u>

''40۔ تشریح و توضیح صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اور اپنی راہنمائی میں ایک پوری مسلم سوسائٹی کی تشکیل کر کے بھی اور ذکر الٰہی کے مطابق اُس کے نظام کو چلا کر بھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہ حکمت بیان کر دی جس کا تقاضہ یہ تھا کہ لازماً ایک انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا جائے۔ ذکر فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ براہ راست چھاپ کر ایک ایک انسان کو بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ مگر محض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت و ربوبیت اس کی تنزیل کی متقاضی تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ اس ''ذکر'' کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش

کرے۔جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اس کا مطلب سمجھائے۔جنہیں کچھ شک ہواُن کا شک رفع کرے۔جنہیں کوئی اعتراض ہواُن کے اعتراض کا جواب دے۔جو نہ مانیں اور مخالفت اور مزاحمت کریں اُن کے مقابلے میں وہ اس طرح کا رویہ برت کر دکھائے جو اس ''ذکر'' کے حاملین کی شان کے شایان ہو۔جو مان لیں انہیں زندگی کے ہر گوشہ اور ہر پہلو کے متعلق ہدایات دے۔اُن کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے اور اُن کو انفرادی واجتماعی تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا پورا اجتماعی نظام ''ذکر'' کے منشا کی شرح ہو۔

یہ آیت (16/44) جس طرح اُن منکرین نبوت کی حجت کے لئے قاطع ہے جو خدا کا ''ذکر'' بشر کے ذریعہ سے آنے کو نہیں مانتے تھے اُسی طرح آج یہ ان منکرین حدیث کے لئے بھی قاطع ہے جو نبیؐ کی تشریح وتوضیح کے بغیر صرف ''ذکر'' (کتاب اللہ) کو لے لینا چاہتے ہیں۔وہ خواہ اس بات کے قائل ہوں کہ نبیؐ نے تشریح وتوضیح کچھ بھی نہیں کی تھی صرف ذکر پیش کیا تھا اس کے قائل ہوں کہ ماننے کے لائق صرف ذکر ہے نہ کہ نبیؐ کی تشریح یا اس کے قائل ہوں کہ اب ہمارے لئے صرف ذکر کافی ہے۔(عمر شامل) نبیؐ کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔اس بات کے قائل ہوں کہ اب صرف ذکر ہی قابل اعتماد حالت میں باقی رہ گیا ہے۔نبیؐ کی تشریح یا تو باقی ہی نہیں رہی باقی ہے بھی تو بھروسے کے لائق نہیں ہے۔غرض ان چاروں باتوں میں جس بات کے بھی وہ قائل ہوں اُن کا مسلک بہرحال قرآن کی اس آیت (16/44) سے ٹکراتا ہے''

اگر وہ پہلی بات کے قائل ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ نبیؐ نے اس منشا ہی کو فوت کر دیا جس کی خاطر ذکر فرشتوں کے ہاتھ بھیجنے یا براہ راست لوگوں تک پہنچا دینے کے بجائے اسے واسطہ تبلیغ بنایا گیا تھا۔اور اگر وہ دوسری یا تیسری بات کے قائل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ میاں نے (معاذ اللہ) یہ فضول حرکت کی کہ اپنا ذکر ایک نبیؐ کے ذریعہ سے بھیجا کیونکہ نبیؐ کی آمد کا حاصل بھی وہی ہے جو نبیؐ کے بغیر صرف مطبوعہ شکل میں نازل ہو جانے کا ہوسکتا تھا۔اور اگر وہ چوتھی بات کے قائل ہیں تو دراصل یہ قرآن اور نبوت محمدؐی دونوں کے نسخ (Cancellation) کا اعلان ہے جس کے بعد اگر کوئی مسلک معقول باقی رہ جاتا ہے تو وہ صرف اُن لوگوں کا مسلک ہے جو ایک نئی نبوت اور نئی وحی کے قائل ہیں۔اس لئے کہ اس آیت (16/44) میں اللہ تعالیٰ خود قرآن کے مقصد نزول کی تکمیل کے لئے نبیؐ کی تشریح کو ناگزیر ٹھیرا رہا ہے اور نبیؐ کی ضرورت ہی اس طرح ثابت کر رہا ہے کہ وہ ذکر کے منشا کی توضیح کرے۔اب اگر منکرین کا یہ قول صحیح ہے کہ نبیؐ کی توضیح وتشریح دنیا میں باقی نہیں رہی ہے تو اس کے دو نتیجے کھلے ہوئے ہیں۔پہلا نتیجہ یہ ہے کہ نمونہ اتباع کی حیثیت سے نبوت محمدؐی ختم ہوگئی اور ہمارا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اسی طرح کا رہ گیا جیسا ھود اور صالح اور شعیب علیہم السلام کے ساتھ ہے کہ ہم اُن کی تصدیق کرتے ہیں، اُن پر ایمان لاتے ہیں مگر اُن کا کوئی اُسوہ ہمارے پاس نہیں ہے جس کا ہم اتباع کریں۔یہ چیز نئی نبوت کی ضرورت آپ سے آپ ثابت کر دیتی ہے۔صرف ایک بے وقوف (عمر) ہی اس کے بعد ختم نبوت پر اصرار کرسکتا ہے۔دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا قرآن نبیؐ کی تشریح وتبیین کے بغیر خود اپنے بھیجنے والے کے قول کے مطابق ہدایت کے لئے ناکافی ہے اس لئے قرآن کے ماننے والے خواہ کتنے ہی زور سے چیخ چیخ کر اسے بجائے خود کافی قرار دیں مدعی سست کی حمایت میں گواہان چست کی بات ہرگز نہیں چل سکتی۔ اور ایک نئی کتاب کے نزول کی ضرورت آپ سے آپ خود قرآن کی رو سے ثابت ہو جاتی ہے۔قَـاتِـلَهُـمُ اللّٰـهُ ۔اس طرح یہ لوگ انکار

حدیث کے ذریعہ سے دین کی جڑ کھود رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 545-543)

یہاں مودودی کا چالیسواں حاشیہ ختم ہوا اب مسلسل آیت (75/19) کی تشریح سنئے ارشاد ہے کہ:

''اس کے بعد کوئی ایسا آدمی جو قرآن کو مانتا ہو اس بات کو تسلیم کرنے سے کیسے انکار کرسکتا ہے کہ قرآن کی صحیح و مستند بلکہ فی الحقیقت سرکاری تشریح صرف وہ ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے فرمادی ہے۔ کیونکہ وہ آپؐ کی ذاتی تشریح نہیں ہے بلکہ خود قرآن کے نازل کرنے والے خدا کی بتائی ہوئی تشریح ہے۔ اُس کو چھوڑ کر یا اُس سے ہٹ کر جو شخص بھی (خواہ عمرہی کیوں نہ ہو) قرآن کی کسی آیت یا اُس کے کسی لفظ کا کوئی من مانا مفہوم بیان کرتا ہے۔ وہ ایسی جسارت کا ارتکاب کرتا ہے جس کا ارتکاب کوئی صاحب ایمان آدمی نہیں کرسکتا۔

ثالثاً یہ کہ قرآن کا سرسری مطالعہ بھی اگر کسی شخص نے کیا ہے تو وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکتا کہ اس میں بکثرت باتیں ایسی ہیں جنہیں ایک عربی داں آدمی محض قرآن کے الفاظ پڑھ کر یہ نہیں جان سکتا کہ اُن کا حقیقی مدعا کیا ہے؟ اور اُن میں جو حکم بیان کیا گیا ہے اُس پر کیسے عمل کیا جائے؟ مثال کے طور پر لفظ صلوٰۃ ہی کو لے لیجئے۔ قرآن مجید میں ایمان کے بعد اگر کسی عمل پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ تو وہ صلوٰۃ (علامہ نے غلط کہا سب سے زیادہ زور تقویٰ پر دیا گیا ہے) لیکن محض عربی لغت کی مدد سے کوئی شخص اس کا مفہوم تک متعین نہیں کرسکتا قرآن میں اس کا ذکر بار بار دیکھ کر زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ عربی زبان کے اس لفظ کو کسی خاص اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد غالباً کوئی خاص فعل ہے۔ جسے انجام دینے کا اہل ایمان سے مطالبہ کیا جارہا ہے۔ لیکن صرف قرآن کو پڑھ کر کوئی عربی داں یہ طے نہیں کرسکتا کہ وہ خاص فعل کیا ہے؟ اور کس طرح سے ادا کیا جائے؟ سوال یہ ہے کہ اگر قرآن کے بھیجنے والے نے اپنی طرف سے ایک معلم کو مقرر کر کے اپنی اس اصطلاح کا مفہوم اُسے ٹھیک ٹھیک نہ بتایا ہوتا اور صلوٰۃ کے حکم کی تعمیل کرنے کا طریقہ پوری طرح وضاحت سے اسے نہ سکھادیا ہوتا تو کیا صرف قرآن پڑھ کر دنیا میں کوئی دو مسلمان ہی ایسے ہوسکتے تھے جو حکم صلوٰۃ پر عمل کرنے کی کسی ایک شکل پر متفق ہو جاتے؟ آج ڈیڑھ ہزار برس سے مسلمان نسل در نسل ایک ہی طرح جو نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں اور دنیا کے ہر گوشے میں کروڑوں مسلمان جس طرح نماز کے حکم پر یکساں عمل کر رہے ہیں اس کی وجہ یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن کے الفاظ ہی وحی نہیں فرمائے تھے بلکہ ان الفاظ کا مطلب بھی آپؐ کو پوری طرح سمجھا دیا تھا۔ اور اسی مطلب کی تعلیم آپؐ اُن سب لوگوں کو دیتے چلے گئے جنہوں نے قرآن کو اللہ کی کتاب اور آپؐ کو اللہ کا رسول مان لیا۔

رابعاً یہ کہ جو تشریح اللہ نے اپنے رسولؐ کو بتائی اور رسولؐ نے اپنے قول و عمل سے اُس کی جو تعلیم امت کو دی اس کو جاننے کا ذریعہ ہمارے پاس حدیث و سنت کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جو حضورؐ کے اقوال و افعال کے متعلق سند کے ساتھ اگلوں سے پچھلوں تک منتقل ہوئیں۔ اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضورؐ کی قولی و عملی تعلیم سے مسلم معاشرے کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں رائج ہوا جس کے تفصیلات معتبر روایتوں سے بھی بعد کی نسلوں کو اگلی نسلوں سے ملیں اور بعد کی نسلوں نے اگلی نسلوں میں اس پر عملدرآمد ہوتے بھی دیکھا۔ اس ذریعہ کو قبول کرنے سے جو شخص انکار کرتا ہے۔ وہ گویا یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثم ان علینا بیان فرما کر قرآن کا مطلب اپنے رسولؐ کو سمجھا دینے کی جو ذمہ داری لی تھی۔ اُسے پورا کرنے میں (معاذ اللہ) وہ ناکام ہوگیا۔ کیونکہ یہ ذمہ داری محض رسولؐ کو

ذاتی حیثیت سے مطلب سمجھانے کے لئے نہیں لی گئی تھی ۔ بلکہ اس غرض سے لی گئی تھی کہ رسولؐ کے ذریعہ سے امت کو کتاب الٰہی کا مطلب سمجھایا جائے اور حدیث وسنت کے ماخذ قانون ہونے کا انکار کرتے ہی آپ پہ لازم آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکا۔ **اعاذنا اللہ من ذلک** ۔ اُس کے جواب میں جوشخص یہ کہتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے حدیثیں گھڑ بھی تو لی تھیں۔ اُس سے ہم کہیں گے کہ حدیثوں کا گھڑا جانا خود اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ آغاز اسلام میں پوری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کو قانون کا درجہ دیتی تھی ۔ ورنہ آخر گمراہی پھیلانے والوں کو جھوٹی حدیثیں گھڑنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی ؟ جعل ساز لوگ وہی سکے تو جعلی بناتے ہیں جن کا بازار میں چلن ہو جن نوٹوں کی بازار میں کوئی قیمت نہ ہوانہیں کون بیوقوف جعلی طور پر چھاپے گا ؟ پھر ایسی بات کہنے والوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اس امت نے اول روز سے اس بات کا اہتمام کیا تھا کہ جس ذات پاک کے اقوال وافعال قانون کا درجہ رکھتے ہیں اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہونے پائے ۔ اور جتنا جتنا غلط باتوں کے اس ذات کی طرف منسوب ہونے کا خطرہ بڑھتا گیا۔ اتنا ہی زیادہ اُس امت کے خیر خواہ اس بات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے چلے گئے کہ صحیح کو غلط سے تمیز کیا جائے ۔ صحیح وغلط روایات کی تمیز کا یہ علم ایک بڑا عظیم الشان علم ہے جو مسلمانوں کے سوا دنیا کی کسی قوم نے آج تک ایجاد نہیں کیا۔ سخت بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس علم کو حاصل کئے بغیر مغربی مستشرقین کے بہکائے میں آکر حدیث وسنت کو ناقابل اعتبار ٹھیراتے ہیں ۔ اورنہیں جانتے کہ اپنی اس جاہلانہ جسارت سے وہ اسلام کو کتنا بڑا نقصان پہنچا رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 171 تا 168)

اس طویل اور دوھری تشریح سے مودودی نے قریش کا عموماً اور عمر وابوبکر کا خصوصاً باطل ہونا ثابت کر دیا ہے۔ مگر قریشی علما کسی بات پر بھی مستقلاً قائم نہیں رہا کرتے ۔ ہر معاملے میں کوئی نہ کوئی چال اُن کے پاس محفوظ رہا کرتی ہے ۔ بہرحال قرآن کی موجودگی میں اُن کی ہر چال کا پٹنا طے شدہ ہے۔ بہرحال علامہ کو شاباش دینا چاہئے کہ انہوں نے یہاں منکرین حدیث کو سو فیصد باطل ثابت کر دیا ہے گو وہ استناد حدیث پر حتمی راہ نہ بتا سکے۔

6۔ ابوبکر نے خانہ نبوت میں رونے کا کہرام سُن کر خاندان رسولؐ پر طنز کیا اور چل دیئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے یہ تو فرمایا کہ رسالت وامامت کے گھروں میں اور پڑوسیوں کے یہاں وفات رسولؐ کی اطلاع سے رونا پٹنا بلند تھا (6) مگر یہ نہ کہا کہ ابوبکر نے رونے والوں پر عموماً اور دختر رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ پر خصوصاً طنز کیا تھا اور کہا تھا:۔

''جو محمدؐ کی پوجا کرتا ہے تو محمدؐ تو مرگئے مگر جو اللہ کی پوجا کرتا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا''

یعنی محمدؐ کا غم منانا ابوبکر کے نزدیک محمدؐ کی عبادت کرنا یعنی شرک تھا یہی وجہ ہے اُن کے ہم مذہب لوگ عید میلاد النبیؐ تو مناتے ہیں لیکن اُن کا غم ہرگز نہیں مناتے ۔ یہ لوگ صرف خوشیوں میں محمدؐ وآل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کے ساتھی تھے ۔ اُن کا تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ سے غائب رہنا اور حکومت پر قبضہ کی اسکیم میں سرگرم رہنا اُن کی عاقبت کی خرابی کے لئے کافی ہے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 196

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 189

خُطبہ ﴿199﴾

1۔اللہ کی چند صفات اور احسانات۔2۔تقویٰ حلالِ مشکلات ہے اس کے اثرات۔3۔اطاعت کا ڈھونگ اور دین دار کا مصنوعی لباس۔4۔اسلام اور رسولؐ اسلام کی ہمہ گیر پوزیشن۔5۔قرآن کریم کی ہمہ گیری۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

يَعۡلَمُ عَجِيۡجَ الۡوُحُوۡشِ فِى الۡفَلَوَاتِ ؛	1	اللہ بیابانوں اور جنگلوں میں چرنے والے جانوروں کی آوازوں اور فریاد کا عالم ہے
وَمَعَاصِىَ الۡعِبَادِ فِى الۡخَلَوَاتِ ؛	2	اور خلوتوں اور تنہائی میں بندوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کا بھی عالم ہے۔
وَاخۡتِلَافَ النِّيۡنَانِ فِى الۡبِحَارِ الۡغَامِرَاتِ ؛	3	اور بے انتہا گہرے سمندروں اور دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد ورفت سے بھی۔
وَتَلَاطُمَ الۡمَاءِ بِالرِّيَاحِ الۡعَاصِفَاتِ ؛	4	اور طوفانی ہواؤں سے پیدا ہونے والے تلاطم سے بھی واقف ہے۔
وَاَشۡهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا نَجِيۡبُ اللّٰهِ وَسَفِيۡرُ وَحۡيِهٖ وَرَسُوۡلُ رَحۡمَتِهٖ ؛	5	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اللہ کے نجیب شرافت کی اصل اور بنیاد ہیں، اللہ اور باقی مخلوقات کے درمیان اس کی وحی کے لئے رابطہ ہیں اور رحمت خداوندی پہنچانے والے رسولؐ ہیں۔
اَمَّا بَعۡدُ فَاُوۡصِيۡكُمۡ بِتَقۡوَى اللّٰهِ الَّذِىۡ ابۡتَدَاَخَلۡقَكُمۡ وَاِلَيۡهِ يَكُوۡنُ مَعَادُكُمۡ ؛	6	اس کے بعد میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اسی نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی ہے اور تمہاری واپسی اور انجام بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے۔
وَبِهٖ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمۡ ؛	7	اور تمہاری تمام حاجتوں اور مطالبوں کا پورا کرنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔
وَاِلَيۡهِ مُنۡتَهٰى رَغۡبَتِكُمۡ ؛	8	اور تمہاری ہر خواہش آرزو اور تمناؤں کی انتہا بھی اسی پر ختم ہوتی ہیں۔
وَنَحۡوَهٗ قَصۡدُ سَبِيۡلِكُمۡ ؛	9	اور تمہارا صحیح راستہ بھی اسی کی طرف جاتا ہے۔
وَاِلَيۡهِ مَرَامِىۡ مَفۡزَعِكُمۡ ؛	10	اور تمہاری پناہ اور بھاگ کر پہنچنے کی جگہ بھی وہی ہے۔
فَاِنَّ تَقۡوَى اللّٰهِ دَوَآءِ دَآءِ قُلُوۡبِكُمۡ ؛	11	چنانچہ اللہ کا تقویٰ اختیار کر لینا ہی تمہارے قلوب کی بیماریوں کی دوا ہے۔
وَبَصَرُ عَمٰى اَفۡئِدَتِكُمۡ ؛	12	اور دلوں کے اندھے پن کے لئے بینائی ہے۔
وَشِفَآءُ مَرَضِ اَجۡسَادِكُمۡ ؛	13	اور تمہاری جسمانی امراض کے لئے شفا وصحت ہے۔

وَصَلاحُ فَسَادِ صُدُوْرِكُمْ ؛	14	اور تمہارے سینوں میں پیدا ہوتے رہنے والے فساد کے لئے اصلاح ہے۔
وَطُهُوْرُ دَنَسِ اَنْفُسِكُمْ ؛	15	اور تمہاری داخلی کثافت وگندگی کے لئے پاکیزگی ہے۔
وَجَلاءُ غِشَاءِ اَبْصَارِكُمْ ؛	16	آنکھوں کے پردوں کے لئے روشنی ہے اور
وَاَمْنُ فَزَعِ جَأشِكُمْ ؛	17	قلبی خوف وہراس کے لئے امن ہے۔
وَضِيَاءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ ؛	18	اور جہالت کے اندھیرے ماحول کے لئے اجالا ہے۔
فَاجْعَلُوْا طَاعَةَ اللّٰهِ شِعَارًا دُوْنَ دِثَارِكُمْ ؛	19	اطاعت خداوندی کو اپنا عملی پروگرام بنالو نمائش کیلئے کمبل کی طرح نہ اوڑھا کرو۔
وَدَخِيْلًا دُوْنَ شِعَارِكُمْ ؛	20	اور عملی پروگرام کے علاوہ اسے اپنے جسم میں دخل اندازی کرنے والا بنالو۔
وَلَطِيْفًا بَيْنَ اَضْلاعِكُمْ ؛	21	اور پھر جسم کے اندر پسلیوں میں اتار کر لطیف انقلاب برپا کردو۔
وَاَمِيْرًا فَوْقَ اُمُوْرِكُمْ ؛	22	اور اپنے ہر کام اور معاملے میں اطاعت خداوندی کو حاکم بنادو۔
وَمَنْهَلًا لِّحِيْنَ وُرُوْدِكُمْ ؛	23	اور اپنی ہر قسم کی پیاس بجھانے کا ٹھکانہ بنادو۔ اور
وَشَفِيْعًا لِّدَرْكِ طَلِبَتِكُمْ ؛	24	اپنی احتیاج اور ضرورت کو رفع کردینے والا سفارشی بنالو۔
وَجُنَّةً لِّيَوْمِ فَزَعِكُمْ ؛	25	پریشانی اور مصیبت کے دن کے لئے اسی اطاعت کو اپنی ڈھال بنائے رکھو۔
وَمَصَابِيْحَ لِبُطُوْنِ قُبُوْرِكُمْ ؛	26	اور اسے اپنی قبروں کے اندر کا چراغ بنالو۔
وَسَكَنًا لِّطُوْلِ وَحْشَتِكُمْ ؛	27	اور طولانی وحشتوں کے لئے سکون بنالو۔
وَنَفَسًا لِّكُرَبِ مَوَاطِنِكُمْ ؛	28	اور ہر تکلیف میں ساتھ دینے والا مونس وہمدرد بنالو۔
فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ حِرْزٌ مِّنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ ؛	29	چنانچہ مذکورہ اطاعت ہی ہے جو اس وقت حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ جب گھیرنے والی مصیبتیں آجائیں۔
وَمَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ ؛	30	اور توقع کے مطابق خوف ودھشت کا سامنا ہوجائے۔
وَاُوَارِ نِيْرَانٍ مُّوْقَدَةٍ ؛	31	اور بھڑکتی ہوئی آگ سے مقابلہ ہوجائے تو اطاعتِ خداوندی بچالے گی۔
فَمَنْ اَخَذَ بِالتَّقْوٰى عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَائِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا ؛	32	چنانچہ جو شخص تقویٰ کو اپنا معمول بنائے رکھتا ہے تو قریب آنے کے بعد بھی سختیاں غائب ہوجاتی ہیں۔
وَاحْلَوْلَتْ لَهُ الْاُمُوْرُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا ؛	33	اور متقی کے لئے تمام کڑوے معاملات میٹھے ہوجاتے ہیں۔ (یعنی ان کی مضرت اور ناگواریاں مٹ جاتی ہیں)
وَانْفَرَجَتْ عَنْهُ الْاَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا ؛	34	اور تباہ کرڈالنے والی موجیں حملہ آور ہونے کے بعد بھی بکھر جاتی ہیں۔

وَاسۡهَلَتۡ لَهُ الصِّعَابُ بَعۡدَ اِنۡصَابِهَا ؛	35	اور نہایت دشوار ہو چکنے کے بعد بھی متقی کے لئے حالات سازگار و آسان ہو جاتے ہیں۔
وَهَطَلَتۡ عَلَيۡهِ الۡكَرَامَةُ بَعۡدَ قُحُوۡطِهَا ؛	36	اور قحط اور نایابی کے بعد بھی فضل و کرم و عزت کی ریل پیل ہو جاتی ہے۔
وَتَحَدَّبَتۡ عَلَيۡهِ الرَّحۡمَةُ بَعۡدَ نُفُوۡرِهَا وَتفَرَّجَتۡ عَلَيۡهِ النِّعَمُ بَعۡدَ نُضُوۡبِهَا ؛	37	رحمتِ خداوندی پلٹ جانے کے بعد پھر جھک آتی ہے اور اس کے اوپر زمین میں غائب ہو چکنے کے بعد بھی نعمتوں کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔
وَوَبَلَتۡ عَلَيۡهِ الۡبَرَكَةُ بَعۡدَ اِرۡذَاذِهَا ؛	38	معمولی بوندا باندی کے بعد اس پر برکتوں کی موسلا دھار بارش ہونے لگتی ہے۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ نَفَعَكُمۡ بِمَوۡعِظَتِهٖ ؛	39	چنانچہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں وعظ و پند اور لکچروں سے نفع پہنچایا ہے
وَوَعَظَكُمۡ بِرِسَالَتِهٖ ؛	40	اور تمہیں اپنی رسالت کے ذریعہ سے وعظ و لکچر فراہم کئے۔
وَامۡتَنَّ عَلَيۡكُمۡ بِنِعۡمَتِهٖ ؛	41	اور اپنی نعمتوں سے تمہاری مرادیں پوری کیں۔
فَعَبِّدُوۡا اَنۡفُسَكُمۡ لِعِبَادَتِهٖ ؛	42	چنانچہ اس کی عبادت کے لئے اپنے نفوس کو بندہ بناؤ۔
وَاخۡرُجُوۡا اِلَيۡهِ مِنۡ حَقِّ طَاعَتِهٖ ؛	43	اور اس کی اطاعت کا حق ادا کرنے کے لئے اس کے سامنے نکل آؤ۔
ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الۡاِسۡلَامَ دِيۡنُ اللّٰهِ الَّذِىۡ اصۡطَفَاهُ لِنَفۡسِهٖ ؛	44	پھر یہ بھی سنو کہ یہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنی ذاتِ خاص کے لئے مصطفیٰ بنایا ہے۔
وَاصۡطَنَعَهُ عَلٰى عَيۡنِهٖ ؛	45	اپنی خصوصی نگرانی میں اس کو مخصوص صنعت و کمال عطا کیا ہے۔
وَاَصۡفَاهُ خِيَرَةَ خَلۡقِهٖ ؛	46	اور اسلام کے لئے ایک ایسی ہستی تیار کر کے پسند کی جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ با اختیار تھی۔
وَاَقَامَ دَعَائِمَهُ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ ؛	47	اور اس کی بنیادیں اپنی محبت پر قائم کیں۔
اَذَلَّ الۡاَدۡيَانَ بِعِزَّتِهٖ ؛	48	اور اس کی عزت کے لئے تمام باطل دینوں کو ذلیل کیا۔
وَوَضَعَ الۡمِلَلَ بِرَفۡعِهٖ ؛	49	اور اس کی بلندی کے لئے باطل ملتوں کو پست اور حقیر کیا۔
وَاَهَانَ اَعۡدَآءَهُ بِكَرَامَتِهٖ؛	50	اور اس کی کرامت کے لئے اس کے دشمنوں کی توہین کی۔
وَخَذَلَ مُحَادِّيۡهِ بِنَصۡرِهٖ ؛	51	اور اس کی نصرت اور تائید سے دشمنوں کو بے یار و مددگار کر دیا۔
وَهَدَمَ اَرۡكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكۡنِهٖ ؛	52	اس کے ایک ہی ستون سے گمراہی کے سارے ستون مسمار کر دیئے۔
سَقٰى مَنۡ عَطَشَ مِنۡ حِيَاضِهٖ وَاَتَاقَ الۡحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهٖ ؛	53	مومنین میں سے جسے پیاس لگی اسے اسلام کے حوضوں سے سیراب کر دیا۔ اور اپنے پانی بھرنے والوں سے اپنے حوضوں کو بھرا رکھا۔

ثُمَّ جَعَلَهُ لَاانْفِصَامَ لِعُرْوَتِهٖ وَلَافَکَّ لِحَلْقَتِهٖ ؛	54	پھر اسلام کو اس طرح مستحکم کیا کہ نہ تو اس کے حلقے (کڑیاں) کھل سکتی ہیں اور نہ اس کے بندھن جدا ہو سکتے ہیں (یعنی جوڑ و بند اور کیل کانٹے سے مضبوط بنایا)
وَلَا انْهِدَامَ لِاَسَاسِهٖ ؛	55	اور اس کی بنیاد کے لئے مسمار کیا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔
وَلَازَوَالَ لِدَعَائِمِهٖ ؛	56	اور نہ اس کے ستونوں کو زوال ہے۔
وَلَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهٖ ؛	57	اور نہ اس کے درخت کو اکھیڑا جا سکتا ہے۔
وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهٖ ؛	58	اور نہ اس کی مدت کم کی جا سکتی ہے۔
وَلَاعَفَاءَ لِشَرَائِعِهٖ ؛	59	اور نہ اس کی شریعتوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔
وَلَاجَذَّلِفُرُوْعِهٖ ؛	60	اور نہ ان شریعتوں کے فروعی مسائل کاٹے جا سکتے ہیں۔
وَلَاضَنْکَ لِطُرُقِهٖ ؛	61	اس کے طریقوں میں تنگی آنے والی نہیں ہے۔
وَلَا وُعُوْثَةَ لِسُهُوْلَتِهٖ ؛	62	اس کی سہولتوں میں دشواری نہیں آ سکتی۔
وَلَا سَوَادَلِوَضَحِهٖ؛	63	اس کی واضح صورت پر کوئی کالا دھبہ نہیں ہے۔
وَلَاعِوَجَ لِاِنْتِصَابِهٖ ؛	64	اس کے قیام میں ٹیڑھا پن نہیں ہے۔
وَلَاعَصَلَ فِیْ عُوْدِهٖ ؛	65	اس کی لکڑی میں پیچ و خم نہیں ہے۔
وَلَا وَعْثَ لِفَجِّهٖ ؛	66	اس کے کشادہ راستے ریگستان نہ بنیں گے۔
وَلَا انْطِفَاءَ لِمَصَابِیْحِهٖ ؛	67	اس کے چراغ بجھنے والے نہیں۔
وَلَامَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهٖ ؛	68	اس کی مٹھاس میں کڑواہٹ نہیں ہے۔
فَهُوَ دَعَائِمُ اَسَاخَ فِی الْحَقِّ اَسْنَاخَهَا وَثَبَّتَ لَهَااَسَاسَهَا ؛	69	اسلام وہی ہے جس کے ستون اللہ نے حق کی زمین میں قائم کئے ہیں اور اس کی بنیاد کو ہمیشگی و دوام و قیام بخشا ہے۔
وَیَنَا بِیْعُ غَزُرَتْ عُیُوْنُهَا ؛	70	اور اس میں ایسے پھوٹ کر نکلنے والے چشمے ہیں جن سے دوسرے عام چشمے بھرے رہتے ہیں
وَمَصَابِیْحُ شَبَّتْ نِیْرَانُهَا ؛	71	اور ایسے چراغ ہیں کہ جن کی لو روشنی برساتی ہے۔
وَمَنَارُ اقْتَدٰی بِهَا سَفَّارُهَا ؛	72	اور راتوں کو راہنمائی کرنیوالے ایسے منارے ہیں جنکی پیروی سفر میں رہنے والے کرتے ہیں۔
وَاَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فَجَاجُهَا ؛	73	اور ایسے نشانِ راہ اور سنگ میل ہیں جن سے سیدھی راہ اختیار کی جاتی ہے۔
وَمَنَاهِلُ رَوِیَ بِهَا وُرَّادُهَا ؛	75	اور سیراب ہونے کی ایسی سبیلیں اور گھاٹ ہیں جن پر پیاسے اترتے ہیں۔

متن	نمبر	ترجمہ
جَعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ مُنْتَهٰى رِضْوَانِهٖ وَذِرْوَةَ دَعَائِمِهٖ ؛	75	اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائی رضامندی قرار دی ہے اور اسلام کے بلند ترین ارکان تجویز فرمائے ہیں۔
وَسَنَامَ طَاعَتِهٖ ؛	76	اور اپنی اطاعت کا بلند ترین معیار اسی کو بنایا ہے۔
فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَثِيْقُ الْاَرْكَانِ رَفِيْعُ الْبُنْيَانِ مُنِيْرُ الْبُرْهَانِ مُضِيْءُ النِّيْرَانِ عَزِيْزُ السُّلْطَانِ ؛	77	چنانچہ اللہ کے نزدیک اسلام کے قابل ترین و مضبوط ارکان ہیں اور اس کی عمارت بہت بلند ہے اس کے دلائل روشن کرنے والے ہیں اس کی ضیائیں اور شعاعیں نور برساتی ہیں اور اس کا تسلط غالب رہنے والا ہے۔
مُشْرِفُ الْمَنَارِ مُعْوِزُ الْمَثَارِ ؛	78	اس کے مینار بلند و بالاتر ہیں اور انہیں غائب کر دینا ممکن نہیں ہے۔
فَشَرِّفُوْهُ وَاتَّبِعُوْهُ وَاَدُّوْا اِلَيْهِ حَقَّهٗ وَضَعُوْهُ مَوَاضِعَهٗ ؛	79	چنانچہ اس کی بزرگی اور شرف کو قبول کرو، اس کی پیروی اختیار کرو اور اس کا حق ادا کرو اور اسے اس کے حقیقی مقام پر رکھو (یعنی باطل تفہیم ختم کردو)
ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بِالْحَقِّ حِيْنَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الْاِنْقِطَاعُ ؛	80	پھر نوٹ کرو کہ اللہ پاک نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس وقت برحق مبعوث کیا جب دنیا کی طرف سے اپنے تمام سلسلوں اور کاروبار کو منقطع کر دینا قریب آچکا تھا۔
وَاَقْبَلَ مِنَ الْاٰخِرَةِ الْاِطِّلَاعُ ؛	81	اور آخرت کی طرف سے دنیا کے انقطاع کو قبول کر لینے کی اطلاع آچکی تھی۔
وَاَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ اِشْرَاقٍ ؛	82	اور دنیا کے ٹھاٹھ اور شان اور مسرتیں اپنی چمک دکھا کر دھندلا چکی تھیں۔
وَقَامَتْ بِاَهْلِهَا عَلٰى سَاقٍ ؛	83	اور دنیا تباہی کے لئے اپنے متعلقین سمیت پنجوں کے بل کھڑی ہو چکی تھی۔
وَخَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ ؛	84	اور اس کا بستر کھردرا اور تکلیف دہ ہو چکا تھا۔
وَاَزِفَ مِنْهَا قِيَادٌ ؛	85	اور اس کی لگام اور قدرت اسے کھینچنے والے کو سپرد کر دی گئی تھی۔
فِيْ انْقِطَاعٍ مِّنْ مُّدَّتِهَا ؛	86	یہ سب کچھ اس وقت ہوا تھا جب دنیا کی مدت ختم ہو رہی تھی۔
وَاقْتِرَابٍ مِّنْ اَشْرَاطِهَا ؛	87	اور مقررہ شرطیں قریب آگئی تھیں۔
وَتَصَرُّمٍ مِّنْ اَهْلِهَا ؛	88	اور اس کے اہل و متعلقین کٹ کر الگ ہو چکے تھے۔
وَانْفِصَامٍ مِّنْ حَلْقَتِهَا ؛	89	اور اس کے جوڑ و بند اور حلقے ٹوٹ چکے تھے۔
وَانْتِشَارٍ مِّنْ سَبَبِهَا ؛	90	اور اس کے اسباب اور وسائل بکھر چکے تھے۔
وَعَفَاءٍ مِّنْ اَعْلَامِهَا ؛	91	اور اس کے نشانات نظر انداز ہو چکے تھے۔
وَتَكَشُّفٍ مِّنْ عَوْرَاتِهَا ؛	92	اور اس کے ڈھکے چھپے پردے اور عیب کھل کر سامنے آچکے تھے۔

وَقِصَرٍ مِّنْ طُوْلِهَا ؛	93	اوراس کی طول وطویل مدت اپنی درازی کھوکر کوتاہ اور کم ہو چکی تھی۔
جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بَلَاغًا لِّرِسَالَتِهٖ ؛	94	اللہ پاک نے ایسے حالات میں آنحضرتؐ کو اپنے پیغامات پہنچانے والا بنایا۔
وَكَرَامَةً لِأُمَّتِهٖ وَرَبِيْعًا لِأَهْلِ زَمَانِهٖ وَرِفْعَةً لِّأَعْوَانِهٖ وَشَرَفًا لِّأَنْصَارِهٖ ؛	95	اور انہیں ان کی امت کے لئے بزرگی فراہم کرنے والا اور اپنے زمانہ کے لوگوں کو بہاروں سے وابستہ کر دینے والا اور اپنے مددگاروں کو بلند مرتبے عطا کرنے والا اور اپنے انصار کو شرف ووقار عطا کرنے والا نامزد کر کے بھیجا۔
ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوْرًا لَا تُطْفَأُ مَصَابِيْحُهُ ؛	96	پھر انؐ پر کتاب نازل کی ایسے نور کی صورت میں کہ جس کے روشن قندیل بجھائے نہیں جا سکتے۔
وَسِرَاجًا لَّا يَخْبُوْ تَوَقُّدُهُ ؛	97	اور چراغ ایسے کہ جن کا بھڑکنا کم نہیں ہوسکتا ہے۔
وَبَحْرًا لَّا يُدْرَكُ قَعْرُهُ ؛	98	اور ایسی کتاب جو ایسا سمندر ہے کہ جس کی گہرائی اور تہہ تک رسائی نہیں ہوتی ہے اور وہ۔
وَمِنْهَاجًا لَّا يُضِلُّ نَهْجُهُ ؛	99	ایسا راستہ ہے جس کا رخ گمراہ نہیں کرتا ہے۔
وَشُعَاعًا لَّا يُظْلِمُ ضَوْؤُهُ ؛	100	اور ایسی تابناک شعاع جس کی روشنی میں اندھیرا نہیں ہوسکتا۔
وَفُرْقَانًا لَّا يُخْمَدُ بُرْهَانُهُ ؛	101	اور حق و باطل کو ایسا جدا رکھنے والی کتاب جو اپنی دلیل کو گڈمڈ نہیں ہونے دیتی۔
وَتِبْيَانًا لَاتُهْدَمُ أَرْكَانُهُ ؛	102	اور ایسی بیان کرنے والی ہے کہ جس کی بنیادیں مٹائی نہیں جاسکتیں۔
وَشِفَاءً لَاتُخْشٰى أَسْقَامُهُ ؛	103	اور ایسی شفا ہے کہ اس سے متعلق لوگوں کو کسی بیماری کا اندیشہ نہیں رہتا۔
وَعِزًّا لَّاتُهْزَمُ أَنْصَارُهُ ؛	104	اور ایسی عزت اور غلبہ فراہم کرتی ہے کہ اس کی نصرت کرنیوالوں کو شکست نہیں ہوسکتی۔
وَحَقًّا لَّاتُخْذَلُ أَعْوَانُهُ ؛	105	اور ایسا حق ہے کہ اس کے مددگار کبھی تنہا نہیں چھوڑے جاتے۔
فَهُوَ مَعْدِنُ الْإِيْمَانِ وَبُحْبُوْحَتُهُ ؛	106	اور وہ ایمان کی کان اور اس کا مرکز ہے اور
وَيَنَابِيْعُ الْعِلْمِ وَبُحُوْرُهُ ؛	107	علم کے چشمے اور اس کے سمندر ہیں اور۔
وَرِيَاضُ الْعَدْلِ وَغُدْرَانُهُ ؛	108	انصاف وعدالت کے چمن اور حوض ہیں۔
وَأَثَافِيُّ الْإِسْلَامِ وَبُنْيَانُهُ ؛	109	اور وہ اسلام کے بنیاد والے پتھر اور عمارت ہے۔
وَأَوْدِيَةُ الْحَقِّ وَ غِيْطَانُهُ ؛	110	وہ حق کے بیابان وصحرا اور ہموار میدان ہیں۔
وَبَحْرٌ لَّايَنْزِفُهُ الْمُسْتَنْزِفُوْنَ ؛	111	اور ایسا سمندر ہیں کہ جسے پانی نکالنے والے خالی نہیں کر سکے۔
وَعُيُوْنٌ لَّايُنْضِبُهَا الْمَاتِحُوْنَ	112	اور وہ ایسے چشمے ہیں کہ جنہیں خالی کرنے والے خالی نہیں کرا سکتے۔
وَمَنَاهِلُ لَايَغِيْضُهَا الْوَارِدُوْنَ ؛	113	اور وہ پینے کا ایسا گھاٹ ہے جس پر آنے والوں سے اس کا پانی کم نہیں ہوسکتا ہے۔

وَمَنَازِلُ لَایَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُوْنَ ؛	114	اور وہ ایسی منزلیں ہیں جن کے دوران مسافر بھٹک نہیں سکتے۔
وَاَعْلَامٌ لَّایَعْمٰی عَنْهَا السَّائِرُوْنَ ؛	115	وہ ایسے روشن سنگ میل ہیں کہ رات کے راہرو راستہ گم نہیں کر سکتے۔
وَاٰكَامٌ لَایَجُوْزُعَنْهَا الْقَاصِدُوْنَ ؛	116	اور وہ ایسے بلند ٹیلے ہیں کہ پکا ارادہ کرنے والے ان سے چوک نہیں سکتے۔
جَعَلَهُ اللّٰهُ رِيًّا لِعَطَشِ الْعُلَمَآءِ ؛	117	اللہ نے قرآن کو صاحبانِ علم کی پیاس بجھانے کی رئی بنایا ہے۔
وَرَبِيْعًا لِقُلُوْبِ الْفُقَهَآءِ ؛	118	فقہا کے لئے اسے دل کی بہار بنایا ہے۔
وَمَحَاجَّ لِطُرُقِ الصُّلَحَاءِ ؛	119	اور اصلاح کرنے والوں کے لئے مقصدِ راہ قرار دیا ہے۔
وَدَوَاءٌ لَيْسَ بَعْدَهُ دَآءٌ ؛	120	اور وہ ایسی دوا ہے کہ جس کے بعد کوئی بیماری نہیں آتی ہے۔
وَنُوْرًا لَيْسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ ؛	121	اور ایسا نور ہے کہ اندھیرا اس کے ساتھ ٹھیرتا نہیں ہے۔
وَحَبْلًا وَثِيْقًا عُرْوَتُهُ ؛	122	اور ایسی رسی ہے کہ جس کے بند مضبوط ہیں۔
وَمَعْقِلًا مَنِيْعًا ذِرْوَتُهُ ؛	123	اور ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ محفوظ ہے۔
وَعِزًّا لِّمَنْ تَوَلَّاهُ ؛	124	اور عزت وغلبہ ہے اس کے لئے جو اسے اپنا حاکم بنائے۔
وَسِلْمًا لِّمَنْ دَخَلَهُ ؛	125	اور داخل ہونے والے کے لئے سلامتی ہے۔
وَهُدًى لِّمَنِ ائْتَمَّ بِهِ ؛	126	اور پیروی کرنے والے کے لئے ہدایت ہے۔
وَعُذْرًا لِّمَنِ انْتَحَلَهُ ؛	127	اور منسوب ہونے والوں کے لئے سفارشی ہے۔
وَبُرْهَانًا لِّمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ ؛	128	اور جو قرآن کی مدد سے بات کرے اس کے لئے دلیل ہے۔
وَشَاهِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِهِ ؛	129	اور جو اس کی مدد سے مباحثہ ومناظرہ کرے اس کے لئے گواہ ہے۔
وَفَلْجًا لِّمَنْ حَاجَّ بِهِ ؛	130	اور جو اسکے ذریعہ سے حجت قائم کرے اس کے لئے کامیابی ہے۔
وَحَامِلًا لِّمَنْ حَمَلَهُ ؛	131	جو اس کا بار اُٹھائے اس کو سنبھالنے والا ہے۔
وَمَطِيَّةً لِّمَنْ اَعْمَلَهُ ؛	132	اس کا محافظ ہے جو اسے استعمال کرے۔
وَاٰيَةً لِّمَنْ تَوَسَّمَ ؛	133	اور معجزہ ہے اس کے لئے جو معجزہ چاہے۔
وَجُنَّةً لِّمَنِ اسْتَلْاَمَ ؛	134	اور ڈھال وسپر ہے اس کے لئے جو ہمراہ رکھے۔
وَعِلْمًا لِّمَنْ وَّعٰى ؛	135	حفاظت کرنے والے کے لئے علم ہے۔
وَحَدِيْثًا لِّمَنْ رَّوٰى ؛	136	اور روایت کرنے والے کے لئے حدیث ہے۔
وَحُكْمًا لِّمَنْ قَضٰى ؛	137	حکمرانی کرنے والے کے لئے حکم ہے۔

تشریحات:

قارئین نے پچھلے خطبہ 198 میں دیکھا تھا کہ مودودی کا یہ قول نقل کیا کہ قرآن میں تمام احکام سے زیادہ زور اللہ نے نماز پر دیا ہے اور ہم نے اُن کے خلاف لکھا ہے کہ اللہ نے سب سے زیادہ زور تقویٰ پر دیا ہے۔اس بات کی تصدیق کرنے کے لئے یہ خطبہ ایک معیار ہے یہاں حضرت علی علیہ السلام تقویٰ کو کیا مقام دیتے ہیں وہ اپنی مثال خود ہے اور ہماری ہی تصدیق ہوتی ہے۔علاوہ ازیں مودودی نے مارشلزم کی غلط تائید کے لئے نماز کو تقویٰ سے بڑھایا ہے حالانکہ قرآن تقویٰ کے بغیر نہ ایمان قبول کرتا ہے نہ نماز کو کوئی مقام دیتا ہے (5/57) اس کے علاوہ ہماری تصدیق قرآن سے اس طرح بھی ہو جائے گی اگر کوئی شخص قرآن میں اُن تمام مقامات کو دیکھے جہاں جہاں اللہ نے ''و۔ق۔ی'' مادے سے بننے والے الفاظ استعمال فرمائے ہیں مثلاً الفاظ وَقٰی ۔اِتَّقُوْا ۔تَقْوٰی ۔متقین ۔اِتَّقٰی ۔اِتَّقِیْنَ ۔اَتْقٰکُمْ ۔اِتَّقَیْنَّ ۔اِتَّقِ ۔اَتْقَنَ ۔اِتَّقُوْنَ ۔اِتَّقُوْہُ ۔تَتَّقُوْا ۔ تَتَّقُوْنَ ۔تَقْوٰھَا ۔تَقْوٰلھُم ۔تَقِیًّا ۔تُقٰۃً ۔تَقِیُکُم وغیرہ وغیرہ لغات القرآن سے مدد لیں گے تو لفظ صلاۃ اور اُس کے متعلق بیانات گم ہو کر رہ جائیں گے۔

2۔ حضرت علیؑ کی گواہی آنحضرؐت صلعم کا نجیب ہونا پوری تخلیق پر گواہی ہے۔

لفظ ''نجیب'' کے معنی ہیں:

1۔ Noble - Born، 2۔ Generous، 3۔ Excellent، 4۔ Good-Breed

1۔ شرافت کی پیدائش۔ 2۔ فیاض۔ کریم النفس 3۔ نفیس۔ عمدہ۔ افضل 4۔ بہترین تربیت یافتہ ۔ نیک نہاد ۔ شرافت زادہ۔ پیدائشی شریف النفس پارسائی میں پرورش یافتہ۔

محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ ان تمام معانی ومفاہیم سے بلند و بالا اور ارفع واعلیٰ ہیں۔اس لئے کہ یہ الفاظ تو ان لوگوں کے لئے بولے جاتے ہیں جو نسل آدم علیہ السلام میں فطری قوانین و بندو بست کے ماتحت پیدا ہوتے اور تربیت پاتے ہیں۔جن کا نطفہ دنیا میں پیدا شدہ غذاؤں سے بنتا ہے۔جن کی بنیاد نور پر رکھی جائے اور جن کے آبا واجداد اور مائیں نبوّت اور رسالتؑ وفیوض خداندی کی حامل ہوں جو اپنے بلند ترین معیار پر سو فیصد اللہ کی پسندیدہ خوراک غذائیں استعمال کریں اور یکے بعد دیگرے لاکھوں سال ترقی کر چکنے کے بعد وہ نورانی وجود جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت کئے گئے تھے اس نطفے میں شریک ہوں جو مندرجہ بالا ترقی یافتہ لوگوں کے یہاں تربیت پائیں اور طاہر ومطہر اصلاب سے منتقل ہو کر پاک و پاکیزہ ارحام میں قرار پائیں اور خالق عالم کی انتہائی صنعت اور کاریگری سے صورت پذیر ہو کر پیدا ہوں۔اُن کے لئے لفظ ''نجیب'' بہت تنگ دامن ہے۔لہٰذا اس لفظ کو حضرت علیؑ کے معیار پر رکھ کر دیکھیں گے تو یہ معلوم ہوگا کہ اللہ اور اس کے تمام رسوؑلوں کی پوری محنت و طاقت وقدرت کا ایک بے مثل ونظیر نمونہ محمدؐ کی شکل میں اس مادی لباس کے ساتھ پیدا کیا گیا تھا۔نور کے ساتھ مادہ کو منسلک ومخلوط کرنے کا یہ کام اللہ، اللہ کے رسوؑلوں اور کائنات اور قوانین خداوندی کا ایک شاہکار تھا جسے مؐ حؐ مؐ دؐ سے موسوم کیا گیا ہے۔ہمارا سب کچھ اُن پر، اُنؐ کے بچوؑں پر، اُن کے پیاروں پر ہمیشہ قربان ونثار ہوتا رہے۔جنہوں نے اس کائنات کو گنجینہ رحمت بنا دیا۔ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنے غلاموں (عباد) اور اپنے بندوں میں قبول کر لیا ہے۔لہٰذا اللہ اور قرآن کریم کی طرف سے ہم اُن تمام لوگوں کو مبارکباد دیتے ہیں جو اپنے دل کی گہرائی میں خلوص نیت کے ساتھ خود کو محمدؐ کے بندے سمجھتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی طرح بانگ دھل چوڑے میدان میں کہتے ہیں:

''انا عُبَیْدٌ مِّنْ عِبَادِمُحَمَّد'' ''میں محمدؐ کے بندوں میں سے ایک چھوٹا سا بندہ ہوں''

3۔ محمدؐ کے بندوں والی بات کسی عقیدت و احترام کی بناپرنہیں بلکہ قرآن مجید کی واضح آیت کی دلیل سے کہی جاتی ہے۔

ہم کوئی بات قیاس وگمان کی بنیاد پرنہیں کہتے ہماری ہر بات کی پشت پناہی کے لئے اللہ کی ایک یا چند آیات ہوا کرتی ہیں۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُO(39/53) ،(قل لِعبادی 14/31،نَبِّئْ عبادی 15/49،قل لِعبادی 17/53،یٰعبادی 29/56،یٰعباد 43/68)

''اے محمدؐ تم کہدو کہ اے میرے بندو جو اپنے او پر زیادتیاں کرتے رہے ہو اللہ کی رحمت (21/107) سے مایوس نہ ہو جانا اس لئے کہ اللہ یقیناً تمہارے تمام ہی گناہ بخش دے گا اور یقیناً وہ ازسرتا پا غفور اور رحیم ہے''۔

یہ قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے اُن تمام مومنین کے لئے جو محمدؐ کے بندے بن جائیں۔کہ اُن کی بخشش ونجات یقینی وحتمی ہے۔لہٰذا محمدؐ کے بندوں کو مبارک ہو وہ خوشیاں منائیں یا بغلیں بجائیں اور اُن تمام لوگوں کو جہنم میں جانے کی اطلاع دے دو جو ہمیشہ قرآن کے معنی ومفاہیم کے خلاف رہنا طے کئے چلے آرہے ہیں اور اللہ کے کلام میں قرآن کو مہجور کرنا لازم سمجھتے ہیں اور دشمنان محمدؐ ہیں (25/30-31)۔

3۔(الف) دشمنان محمدؐ میں سے چودھویں صدی کے ایک دشمن کی بات سنیں جو آیت کا ترجمہ نہ بدل سکا لیکن خفا ہو گیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بندوں والی آیت (39/53) سوائے غلام احمد قادیانی کے اور کسی قریشی عالم کو ہضم نہ ہو سکی۔یہاں علامہ مودودی کا ترجمہ دیکھیں۔لکھا ہے:

علامہ مودودی محمدؐ کے بندے تو ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اُن کے اور اُنؐ کے بندوں کے دشمن ہیں۔

''اے نبیؐ کہدو کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور رحیم ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 379)

علامہ کا یہ ترجمہ تقریباً بادل ناخواستہ صحیح ہے۔مگر علامہ کے پیٹ میں بغض محمدؐ سے درد ہوتا رہا لہٰذا انہوں نے اپنے درد کے لئے اس ترجمہ پر دو عدد تشریحات کا چورن استعمال کیا ہے۔وہ بھی دیکھ لیں تو علامہ کا سارا سامان سامنے آجائے گا۔

علامہ کی تشریح اور دشمنی کا ثبوت؟؟

''70۔ بعض لوگوں نے ''یعبادی'' ان الفاظ کی یہ عجیب تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ''اے میرے بندو'' کہہ کر لوگوں سے خطاب کرنے کا حکم دیا ہے۔لہٰذا ''سب انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں'' یہ درحقیقت ایک ایسی تاویل ہے جسے تاویل نہیں بلکہ قرآن کی بدترین معنوی تحریف اور اللہ کے کلام کے ساتھ کھیل کہنا چاہئے۔جاہل عقیدت مندوں کا کوئی گروہ تو اس نکتے کو سن کر جھوم اٹھے گا۔ لیکن یہ تاویل اگر صحیح ہو تو پھر پورا قرآن غلط ہو جاتا ہے کیوں قرآن تو از اول تا آخر انسانوں کو صرف اللہ کا بندہ قرار دیتا ہے۔اور اُس کی ساری دعوت ہی یہ ہے کہ تم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بندے ہیں۔اُن کو اللہ نے رب نہیں بلکہ رسولؐ بنا کر بھیجا تھا۔ اور اس لئے بھیجا تھا کہ خود بھی اُسی کی بندگی کریں۔اور لوگوں کو بھی اُسکی بندگی سکھائیں۔آخر کسی صاحب عقل آدمی کے دماغ میں یہ بات کیسے سما سکتی ہے کہ مکہ معظّمہ میں کفار قریش کے درمیان کھڑے ہو کر ایک روز محمد صلی علیہ وسلم نے یکا یک یہ اعلان کر دیا ہو گا کہ تم عبدالعزیٰ اور عبد الشمس کے بجائے دراصل عبد محمد ہو۔اعاذنا اللہ من ذٰلک۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 379)

یہ ہے وہ بھیانک بیان جو مودودی نے لوگوں کو محمدؐ کا بندہ بننے سے روکنے کے لئے دیا ہے اور جو پہلے سے خود کو محمدؐ کے بندے سمجھتے چلے آرہے تھے انہیں مرتد کر کے اپنے ہم خیال بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش اُن کی پہلی کوشش نہیں ہے بلکہ بڑے قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے اور خود مودودی نے اپنی دوسری تشریح میں اُن خبیثوں کے نام اور کتابیں بتائی ہیں جو اُن ہی کی طرح مرتد تھے۔ اور وہ یہ ہیں ''ابن جریر۔ بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 380)

اور اس دوسری تشریح میں علامہ مودودی یہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ خطاب تمام انسانوں سے ہے، صرف اہل ایمان کو مخاطب قرار دینے کے لئے کوئی وزنی دلیل نہیں ہے۔ اور جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ''عام انسانوں کو مخاطب کر کے یہ بات ارشاد فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ و انابت کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 379)

3۔(ب) مودودی اینڈ کمپنی کے اس فریب کا جواب جناب غلام احمد قادیانی کی طرف سے۔

ہمیں یاد نہیں کہ جناب غلام احمد صاحب نے اپنی کون سی کتاب میں اس آیت پر بحث کی اور گو ہماری لائبریری میں مرزا صاحب کی تمام اہم اور بڑی کتابیں موجود ہیں لیکن نہ تو تلاش کر کے حوالہ دینے کی فرصت ہے اور نہ ہی قریشی علما کی جوابی بحث کی اتنی وقعت و اہمیت ہی ہے کہ حوالہ ضرور دیا جائے۔ بہر حال مرزا صاحب نے قریشی دلیل کی رو سے یہ کچھ لکھا ہے کہ ''اگر یاعبادی سے محمدؐ کے بندے نہیں بلکہ اللہ کے تمام بندے مراد لئے جائیں تو شیطان بھی اللہ کا بندہ ہے اور شیطانی گروہ کے تمام افراد خواہ جنات سے ہوں یا انسانوں سے ہوں سب اللہ کے بندے ہیں۔ اور تمام مشرکین از آدمؑ تا قیامت سب اللہ کے بندے ہیں اور اُن سب کے تمام گناہوں کو بخش دیا جانا خود وہ لوگ بھی نہ مانیں گے جو محمدؐ کے بندوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس آیت میں کوئی شرط نہیں لگائی ہے اور نہ گناہوں کی قسمیں مذکور ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ جو محمدؐ کا بندہ ہوگا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور بس۔ یہ کہنا کہ اگلی آیات میں یا پچھلی آیات میں یہ اور یہ کہا گیا ہے۔ ایسا کہنے والے اپنی طرف سے قیاس وظن کے ماتحت کہتے ہیں جو قابل قبول نہیں ہے۔''

3۔(ج) ہماری طرف سے علامہ مودودی کے ہر پہلو اور ہر اعتراض کا جواب سنئے:

مودودی اینڈ کمپنی نے اس آیت (39/53) سے یہ مطلب و مفہوم اخذ کیا ہے ''اے نبیؐ تم اللہ کے بندو سے کہدو'' پہلا سوال یہ ہے اگر آیت کا یہی مطلب تھا تو تم نے ترجمہ میں یہ معنی اور مطلب کیوں نہ لکھا؟ نہ لکھنا اور تشریح میں بکواس کرنے سے ثابت ہو گیا کہ اللہ نے محمدؐ سے یہی کہا تھا کہ ''اے محمدؐ تم اپنے بندوں سے کہدو'' لہٰذا جو کچھ ہم یا ہمارے ہم مسلک کہتے ہیں وہ تاویل نہیں قرآن کی آیت کے معنی و ترجمہ ہے جس سے تم متفق ہو۔ اگر اللہ کو وہی کچھ کہنا ہوتا جو تم چاہتے ہو تو وہ یوں کہتا کہ:

1۔قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ ۔۔(14/31) ''اے نبیؐ میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 487) یا یوں کہ:

2۔نَبِّئْ عِبَادِيْ اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ O (15/49) ''اے نبیؐ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت درگزر کرنے والا رحیم ہوں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 509) یا یوں کہتا کہ:

3۔قُلْ لِعِبَادِی۔۔(17/53) ''اے محمدؐ میرے بندوں سے کہہ دو کہ۔۔۔۔۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 623)

4۔یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُوْنَO(43/68)

''اے میرے بندو آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 549)

اپنے بندوں کو مخاطب کرنے اور مخاطب کرانے کی یہ مثالیں ہر اُس شخص کے لئے کافی ہیں جو صاحب عقل اور قریش پرست نہ ہو ورنہ مودودی کا یہ ریمارک اُسے سنانا پڑے گا۔

قرآن میں ردوبدل کرنے والوں کے لئے مودودی نے لکھا تھا۔

''اس کے بعد جو لوگ قرآن کی آیات سے مسیح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ ''اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے'' اور ''وہ دراصل ثابت یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اظہار ومافی الضمیر اور بیان مدعا کی اتنی قدرت نہیں رکھتا جتنی خود یہ حضرات رکھتے ہیں''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 258،252 حسب ترتیب)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ نے آیت (39/53) میں وہی کچھ فرمایا جو ہم نے اور مودودی نے ترجموں میں سمجھ کر لکھا ہے۔رہ گیا مودودی کا اپنی تشریح میں محمدؐ کی بندگی یا عبادت کی تہمت لگانا وہ نہ آیت میں ہے اور نہ کسی نے محمدؐ کی بندگی یا عبادت کا عقیدہ رکھا ہے۔اور نہ محمدؐ کے بندوں نے یا محمدؐ کے بندے کہلانے والوں نے یہ کہا نہ لکھا نہ مانا کہ محمدؐ اللہ کے بندے نہیں ہیں۔وہ سب کلمہ میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه پڑھتے چلے آتے ہیں۔لہٰذا یہ دوسری تہمت ہے جو کہ مودودی نے اپنی تشریح میں لگائی ہے اُس پر بھی اُن سے مواخذہ ہوگا۔کفار قریش خود اللہ کا بندہ بننے کو تیار نہ تھے لہٰذا اُن میں اعلان کرنا سراسر عقل کے خلاف ہے محمدؐ کے بندے تو وہی لوگ بن سکتے ہیں جو پہلے اللہ کے بندے بن چکے ہوں۔محمدؐ کے بندے ہونے کا عقیدہ رکھنے والے تو کسی صورت سے تمام انسانوں کو محمدؐ کے بندے کہہ ہی نہ سکتے تھے اس لئے کہ وہ تو اس آیت (39/53) میں مخاطب ہی محمدؐ کے بندوں کو سمجھتے ہیں لہٰذا یہ تیسری تہمت ہے جو مودودی نے اُن پر لگائی ہے۔وہ تو محمدؐ کے بندوں میں سے بھی صرف اُن بندوں کو مخاطب سمجھتے ہیں جو گنا ہگار ہوں بے گناہ اور معصومین علیھم السلام کو مخاطب نہیں سمجھتے نہ اُن کو اس آیت اور اس وعدے کی احتیاج ہے۔

3۔(د) مودودی اینڈ کمپنی سارے مسلمانوں کیلئے قیامت تک بندے ہونا تو جائز مانتی ہے صرف محمدؐ کے بندوں پر اعتراض ہے۔

یہاں سے اب ہم وہ بدترین عقیدہ اور صورت حال پیش کرتے ہیں جو دنیا میں ایک نہایت سنگین جرم بن چکا ہے اور خود مسلمانوں کے تمام یہ دانشور متنفر اور مخالف ہیں اور مودودی پر تنقید کرتے ہیں اور غلام احمد پرویز نے مودودی کے خلاف کئی ایک مضامین بھی لکھے ہیں اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ، رسولؐ اور قرآن کی رو سے غلامی اور کنیزی جائز ہے اور یہ جواز تا قیامت ہے مستقل ہے عارضی نہیں ہے۔عالمی ہے مقامی نہیں ہے۔مفید ہے مضر نہیں ہے۔مودودی اینڈ کمپنی کو زیر بحث آیت (39/53) میں جس لفظ پر اعتراض اور انکار ہے وہ ہے لفظ ''عباد'' اور وہ نہیں چاہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا کوئی عباد ہو۔لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے اس لفظ کے معنی متعین ہو جائیں جو انہوں نے آیت مذکورہ کے ترجمے میں ''بندے'' مانے ہیں۔ اب ہم ایک آیت لکھتے ہیں جو مسلمانوں میں ہر نکاح میں علما خطبے میں پڑھتے ہیں۔آیت یہ ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌO(24/32)

مودودی کا ترجمہ: ''تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں اُن کے نکاح کردو اگر وہ غریب ہوں

تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے‘‘(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 398-397)

قارئین دیکھیں کہ اس آیت میں وہی لفظ ’’عباد‘‘ موجود ہے جو زیر بحث آیت (39/53) میں آیا تھا۔فرق یہ ہے کہ وہاں لفظ **عِبَادِی** تھا اور یہاں لفظ **عِبَادِکُمْ** ہے۔وہاں اگر اس کے معنی تھے ’’میرے بندو‘‘ تو یہاں اس کے معنی ہونا چاہیں ’’تمہارے بندے‘‘ اور اگر یہاں اُس کے معنی ہیں ’’تمہارے غلاموں ہیں‘‘ تو وہاں اس کے معنی ہونا چاہیں ’’میرے غلاموں‘‘ بہر حال معنی جو بھی ہوں نتیجہ یہ ہے کہ: ’’محمدؐ کے لئے عباد کا ہونا غلط ہے اور تمام ’’مسلمانوں کے لئے عباد کا ہونا صحیح ہے‘‘ ۔ ناطقہ سر بگر بیان ہے کہ اسے کیا کہئے؟؟؟؟؟

مودودی مر کر جہنم واصل ہو گیا ورنہ ہم اُس ملعون کو بتاتے کہ یہی تو علی و محمد علیہما السلام کے ساتھ سازشانہ دشمنی ہے۔اور اُسی کا توڑ کرنے کے لئے اللہ نے یہ آیت بھی بھیجی تھی کہ قریشی اور عربی معاشرہ جن انسانوں کو اپنا عبد بنائے ہوئے ہے اور جن عورتوں کو کنزیں بنا رکھا ہے اُن کو نہ صرف اپنی عبدیت سے آزاد کرے بلکہ اپنے خرچ سے اُن کی شادیاں کر کے اُس بندہ بازی غلام سازی کو ختم کر دے

3۔(ہ) غلامی اور کنیزی کو ختم کرنے کا حکم آجانے کے بعد بھی مسلمانوں نے غلامی اور کنیزی کو جاری رکھا۔

مگر مسلمانوں نے قریشی تفہیم کے مطابق غلامی و کنیزی یا بندہ بازی کو جاری رکھا۔مودودی کے چند بیانات سنئے اور اللہ کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت بھیجئے:

(اول) ’’ہزارہا غلام عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں موجود تھے اور بکثرت غلاموں نے مکاتبت کی ہے‘‘ (ایضًا جلد 3 صفحہ 400)

(دوم) ’’اسلام جب آیا تو عرب میں اور بیرون عرب میں دنیا بھر کا معاشرہ ان تمام اقسام کے غلاموں سے بھرا ہوا تھا۔اور سارا معاشی و معاشرتی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ ان غلاموں کے سہارے چل رہا تھا‘‘(ایضا صفحہ 401)

(سوم) ’’اس تحریک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود 63 غلام آزاد کئے۔آپؐ کی بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 تھی۔حضورؐ کے چچا عباس نے اپنی زندگی میں 70 غلاموں کو آزد کیا۔حکیم بن خزام نے 100 عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار ذوالکلاع حمیری نے آٹھ ہزار اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار کو رہائی بخشی۔

(چہارم) قانوناً اس امر کی بھی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی کہ ایک شخص بیک وقت کتنے غلام اور کتنی کنزیں رکھ سکتا ہے۔

لونڈیوں اور غلامون کی خرید و فروخت کو بھی اس بنا پر جائز رکھا گیا کہ اگر کسی لونڈی یا غلام کا نباہ ایک مالک سے نہ ہو سکے تو وہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں منتقل ہو سکے اور ایک ہی شخص کی دائمی ملکیت مالک و مملوک دونوں کے لئے عذاب نہ بن جائے۔شریعت یہ سارے قواعد انسانی حالات و ضروریات کو ملحوظ رکھ کر سہولت کی خاطر بنائے تھے‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 119)

(پنجم) اُن کے معاملے میں احسان کا طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ انہیں غلام بنا کر افراد کی ملکیت میں دیا جائے‘‘(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 14)

(ششم) ’’اسی بنا پر فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قید ہونے کے بعد مسلمان ہونے والا غلامی سے نہیں بچ سکتا اور یہ بات سراسر معقول بھی ہے۔اگر ہمارا قانون یہ ہوتا کہ جو شخص بھی گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کر لے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا تو آخر وہ کونسا نادان قیدی ہوتا جو کلمہ پڑھ کر رہائی نہ حاصل کرتا؟‘‘(ایضا صفحہ 15)

یہاں تک قارئین نے تفصیل سے دیکھ لیا کہ مودودی اینڈ کمپنی تمام مسلمانوں کو عباد رکھنے کی اجازت دیتی ہے لیکن اگر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو

اپنے عباد کو خوشخبری سنانے کا حکم دے دیا تو چراغ پا ہوگئی۔ تہمت تراشی اور تحریف معنوی کرنے پر اتر آئی۔

4۔ تمام انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نفوس کو اپنا بندہ یا غلام بنالیں۔

حضرت علی علیہ السلام چاہتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ''**فعبدو انفسکم بعبادتہٖ** '' چنانچہ اپنے نفس سے اللہ کی عبادت کرانے کے لئے اُسے اپنا بندہ یا غلام بنالو'' (42)۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 197

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 190

خُطبہ 《200》

1۔ نماز کیلئے کون سا خطرہ تھا اسکی حفاظت کے معاہدہ پر تاکید فرمائی ہے۔ 2۔ نماز سے کس کس کو اللہ کا تقرب ملا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تَعَاهَدُوْا اَمْرَ الصَّلٰوةِ وَحَافِظُوْا عَلَيْهَا وَاسْتَكْثِرُوْا مِنْهَا ؛ وَتَقَرَّبُوْا بِهَا ؛	1	نماز کے معاملے میں دوطرفہ معاہدہ کرلواور اس کے محافظ بن جاؤ۔ اور اس سے کثرت وقوت طلب کرواور اس سے اللہ کا تقرب بھی چاہو۔
فَاِنَّهَا كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا ؛	2	یقیناً جس نماز کی بات ہورہی ہے وہ مومنین کے اوپر وقت کی پابندی سے لکھ کر واجب کی ہوئی نماز ہے۔
اَلَاتَسْمَعُوْنَ اِلٰى جَوَابِ اَهْلِ النَّارِحِيْنَ سُئِلُوْا "مَاسَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ؟ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (سورہ مدثر 74/42-43)	3	کیا تم نے جہنمیوں کا جواب نہیں سنا ہے جب کہ ان سے پوچھا گیا تھا کہ تمہیں سقر میں کیوں منسلک کیا گیا ہے تو انہوں نے کہا تھا کہ: ہم نمازیوں میں سے نہ تھے۔ (74/42-43)
وَاِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوْبَ حَتَّ الْوَرَقِ ؛	4	اور یقیناً نماز گناہوں کو پتوں کی طرح سے گرادیتی ہے۔
وَتُطْلِقُهَا اِطْلَاقَ الرِّبَقِ ؛	5	اور نماز گردنوں کو اسی طرح آزاد کرتی ہے جس طرح مویشیوں کو ان کی رسی یا بندھن رہا کرتا ہے۔
وَشَبَّهَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ بِالْحَمَّةِ تَكُوْنُ عَلٰى بَابِ الرَّجُلِ فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ ؛	6	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے نماز کو گرم پانی کے چشمہ سے تشبیہ دی تھی کہ وہ ایک شخص کے دروازے پر واقع ہے اور دن رات میں پانچ مرتبہ اس میں نہاتا دھوتا ہے۔
فَمَا عَسٰى اَنْ يَبْقٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ ؛	7	چنانچہ اس کے جسم پر اب میل کا برقرار رہنا ممکن نہیں ہے۔
وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ لَاتَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِيْنَةُ مَتَاعٍ وَلَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِنْ وَّلَدٍ وَّلَامَالٍ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ :	8	اور یہ حقیقت ہے کہ مومنین میں سے کچھ لوگوں نے نماز کے حق کو پہچان لیا تھا چنانچہ ان کو نہ تو متاع دنیا کی زیبائش نماز سے لاپراوہ کرتی تھی اور نہ ہی بیٹوں کی راحتِ چشم نماز سے غافل کرتی تھی نہ مال ہی رکاوٹ بنتا تھا ان ہی کے ذکر میں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ:

عربی متن	نمبر	اردو ترجمہ
رِجَالٌ لَّاتُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلاةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكَاةِ .(النور 24/37)	9	وہ لوگ بھی ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کے ذکر سے غافل کرتے ہیں اور نہ نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے میں رکاوٹ بنتی ہے (24/37)۔
وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ نَصِبًا بِالصَّلاةِ بَعْدَ التَّبْشِيْرِ لَهٗ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ سُبْحَانَه : وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (سورہ طه 20/132) فَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ وَيَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهٗ ؛	10	اور رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اس کے باوجود کہ جنت میں جانے کا وعدہ لے چکے تھے نماز کے لئے تکلیف برداشت کرتے رہتے تھے اس لئے کہ اللہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ: اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیتے رہو' اور اس حکم پر صبر و انتظار کرتے رہو۔ چنانچہ حضوؐر اپنے اہل کو برابر حکم دیتے رہے اور اس پر خود کو صبر وانتظار کراتے رہے۔
ثُمَّ اِنَّ الزَّكَاةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلَاةِ قُرْبَانًا لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ ؛	11	پھر یقیناً زکوۃ کو بھی نماز کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کے لئے تقرب خداوندی کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے۔
فَمَنْ اَعْطَاهَا طَيِّبَ النَّفْسِ بِهَا ؛	12	چنانچہ جو شخص زکوٰۃ خلوص نیت کے ساتھ ادا کرتا رہے گا۔
فَاِنَّهَا تُجْعَلُ لَهٗ كَفَّارَةً ؛	13	تو یقیناً زکوٰۃ اس کے لئے کفارہ بن جائے گی۔
وَمِنَ النَّارِ حِجَازًا وَّ وِقَايَةً ؛	14	اور دوزخ کے مقابلہ میں آڑ اور بچاؤ بن جائے گی۔
فَلَا يُتْبِعَنَّهَا اَحَدٌ نَفْسَهٗ ؛	15	چنانچہ کسی شخص کو زکاۃ کے معاملے میں ھائے وائے نہ کرنا چاہئے۔
وَلَا يُكْثِرَنَّ عَلَيْهَا لَهَفَهٗ ؛	16	اور نہ ہی زکاۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں غم و رنج کا کثرت سے اظہار کرنا چاہئے۔
فَاِنَّ مَنْ اَعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا يَرْجُوْبِهَا مَاهُوَ اَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ مَغْبُوْنُ الْاَجْرِ ضَالُّ الْعَمَلِ طَوِيْلُ النَّدَمِ ؛	17	چنانچہ جو شخص قلبی خوشی کے ساتھ زکاۃ نہ دے اور اس سے افضل بدلے کی امید کرے تو وہ سنت سے جاہل ہے۔ وہ اجر کے معاملے میں نقصان میں رہے گا عمل کے سلسلے میں گمراہ ہے اور دائمی ندامت میں مبتلا رہنے والا ہے۔
ثُمَّ اَدَاءُ الْاَمَانَةِ '	18	نماز اور زکاۃ کے بعد امانت کا ادا کرنا فرض ہے۔
فَقَدْ خَابَ مَنْ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهَا ؛	19	لہٰذا وہ شخص نامراد ہے جو خود کو امانت کا اہل نہ بنا سکے۔
اِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَى السَّمٰوَاتِ الْمَبْنِيَّةِ وَالْاَرَضِيْنَ الْمَدْحُوَّةِ وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوْبَةِ	20	یقیناً امانت کو پھیلے ہوئے آسمانوں پر اور بچھائی ہوئی وسیع زمین پر پیش کیا تھا اور اسی طرح مضبوط اور بلند پہاڑوں پر امانت پیش کی گئی تھی۔

فَلَا اَطْوَلَ وَلَا اَعْرَضَ وَلَا اَعْلٰی وَلَا اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَوِ امْتَنَعَ شَیْءٌ بِطُوْلٍ اَوْعَرْضٍ اَوْقُوَّةٍ اَوْعِزٍّ لَّامْتَنَعْنَ ؛	21	چنانچہ اور کوئی چیز بھی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں سے نہ زیادہ لمبی ہے نہ زیادہ چوڑی ہے۔اور نہ اعلیٰ درجہ کی ہے اور نہ عظیم الشان ہے۔اور اگر کوئی چیز اپنی لمبائی اور چوڑائی یا اپنی قوت اور عزت کے سبب سے اللہ سے سرتابی کر سکتی تو آسمان زمین اور پہاڑ ضرور انکار کر دیتے۔
وَلٰكِنْ اَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوْبَةِ وَعَقَلْنَ مَاجَهِلَ مَنْ هُوَ اَضْعَفُ مِنْهُنَّ وَهُوَ الْاِنْسَانُ "اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلاً (احزاب 33/72)	22	ولیکن وہ تو اللہ کے عذاب اور مواخذہ کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گئے تھے ۔ اور اس صورت حال کو سمجھ گئے تھے جسے ایک بہت کمزور اور ان سب سے ہی ضعیف تر مخلوق نہ سمجھا تھا اور وہ انسان تھا "یقیناً انسان بڑا ظالم اور جاہل نکلا"(33/72)
اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی. لَايَخْفٰی عَلَيْهِ مَاالْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِیْ لَيْلِهِمْ وَنَهَارِهِمْ لَطُفَ بِهٖ خُبْرًا وَ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمًا ؛	23	حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک بزرگ و برتر وہ ہستی ہے جس سے بندوں کے غلط یا صحیح اعمال چھپے نہیں رہتے خواہ وہ دن میں کریں یا رات میں کریں۔ان کے چھوٹے سے چھوٹے اور باریک اور غیر محسوس کام بھی اللہ کے علم میں محصور ہیں۔
اَعْضَاؤُكُمْ شُهُوْدُهٗ ، وَجَوَارِحُكُمْ جُنُوْدُهٗ ، وَضَمَائِرُكُمْ عُيُوْنُهٗ، وَخَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهٗ	24	تمہارے اعضاء اللہ کے گواہ ہیں اور تمہارے جوڑ و بند اس کی افواج ہیں اور تمہارے ضمیر اور احساس اس کی آنکھیں ہیں۔اور تمہاری تنہائیاں اس کے مناظر ہیں۔

تشریحات:

ہم نے بار بار اس نماز کو ناپسند کیا ہے اور اُس کا مذاق اڑایا ہے جو اللہ محمد و علی علیہم السلام کے طریقے کو چھوڑ کر مارشل ازم کے مقاصد کے ماتحت چودہ سو سال سے پڑھی جارہی ہے۔اس خطبے میں قارئین کو ایسا محسوس ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام نماز کی اہمیت و منزلت بیان فرما رہے ہیں اور اُس کی ادائیگی پر زور دے رہے ہیں۔مگر پہلا ہی جملہ اس نماز کو مارشلانہ نماز سے الگ اور ممتاز کر دیتا ہے۔آپ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "اِقَامِ الصَّلٰوةُ اِنَّهَا الْمِلَّةُ "

"نماز کا قائم کرنا پورے یا مکمل دین کا قائم کرنا ہے" اور یہ کہ "تیرے تمام اعمال نماز کی پیروی کریں"

اور یہ سب کچھ اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کی طرف سے مقرر شدہ سربراہ اسلام علیہ السلام کے ساتھ امت کا معاہدہ نہ ہو اور مقاصد نماز کی حفاظت کا باقاعدہ انتظام موجود نہ ہو۔

2۔ آنحضرتؐ ختمی مرتبت کے بعد عہد امامؑ و امامتؑ کے انتظامات میں سے ایک انتظام نماز مرتضوی ہے۔

قریشی حکومت کے قیام نے اسلام کا جو تصور پھیلایا وہ یہی ہے جو چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے اور اُس میں کہیں دور دور بھی عہد امامؑ و امامتؑ کا تصور نہیں ہے۔بلکہ قریش کے خود ساختہ اسلام میں جو کچھ باقی رہ سکا وہ عہد نبوتؐ ہی کا تصور بچ سکا ہے۔یعنی جس طرح حضرات موسیٰ و

عیسیٰؑ اور محمدعلیہم السلام کے زمانوں میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات چلی آتی رہی ہیں اُسی طرح آئندہ بھی تا قیامت جاری رہیں گی ۔یعنی جس طرح آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ سے اب تک سیکڑوں فرقے بنتے اور بگڑتے رہے ہیں اُسی طرح اسلام میں برابر تفرقہ پڑتا چلا جائے گا اور قیامت تک دین خداندی میں لاکھوں فرقے بنتے اور بگڑتے چلے جائیں گے اور آنے والے تمام لوگ اسی طرح نماز ، روزہ وحج وزکوۃ وخمس و جہاد کی تعلیم دیتے اور بچوں کوسکھاتے چلے جائیں گے جیسے دیکھ لو ہمارے صدر محترم بھی ان ہی چیزوں کا پرچار کرر ہے ہیں ۔یہی کچھ انہیں عہد نبوؐت سے ملا تھا۔ہم اُن کی کامیابی کی دعائیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ۔لیکن وہ یا کوئی اور نہ رسوؐل اللہ کی ایسی بصیرت رکھنے والا ہوگا نہ وہ حکمت ومحنت و قربانی استعمال کر سکے گا اور نہ نظام مصطفیٰ سے بہتر نظام قائم کر سکے گا ۔اور عہد مصطفیٰؐ میں نظام مصطفیٰؐ کیسا تھا؟ اس کے لوگ کیسے تھے؟ وہ قرآن میں محفوظ چلے آرہے ہیں ۔اُس معاشرے میں منافق بھی تھے ۔اور ضیا صاحب ہو یا کوئی راہنما ہواُن کے قائم کردہ معاشرے میں منافقین کا موجود رہنا آج ہی سے نظر آرہا ہے ۔نہ اُس زمانہ کے منافق خود کو منافق سمجھتے تھے نہ یہ نورانی لوگ خود کو منافق مانیں گے وہ آج سے اعلان کرر ہے ہیں کہ حقیقی مسلمان و مفتی اور عالم وہی ہیں ضیا صاحب تو مذہب کو آڑ بنار ہے ہیں ۔پھر نظام مصطفیٰؐ وعہد مصطفیٰؐ کے مومنین کی ہلکی اور سرسری سے جھلک دیکھنا ہو تو سیکڑوں مقامات اور سیکڑوں آیات میں سے صرف ایک مقام اور چند آیات قرآن میں دیکھ لیں یعنی سورہ انفال کی (29 تا 8/20) دس آیات دیکھ لیں ۔کم از کم ایسے آدمی تو اس معاشرے میں رہیں گے اور رہیں گے تو ضیا صاحب اور دیگر راہنمایان اسلام کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا ۔عہد رسوؐل میں اللہ اور اس کے رسوؐل سے خیانت کرنے والے مومنین رہے ہیں تو ضیا صاحب سے خیانت کرنے میں تو وہ خدمت اسلام اور ثواب سمجھیں گے ۔مختصراً سن لو کہ اللہ نے ان مسلمانوں کے لئے تباہی و بربادی اور فقیری و ذلت لکھ دی ہے یہ لوگ ان چاروں سے باہر نکل نہیں سکتے ۔قرآن میں اللہ کی باتیں کیسے غلط ہوسکتی ہیں؟

3۔ عہد امامؑ و امامتؑ کے متعلق چند بنیادی باتیں اور چند ارشادات لکھنے کی اجازت ہے۔

مانو یا نہ مانو، سمجھو یا نہ سمجھو کہ عہد امامؑ و امامتؑ کا الف وہاں سے شروع ہونا ہے جہاں نبوت کی یے ختم ہوتی ہے ۔دوسری بات یہ کہ سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیات کا ترجمہ پڑھیں ۔

1 ۔آل محمدؑ و محمدؑ (الٓمٓ) وہ (ذٰلِکَ) کتاب ہے جس میں کوئی شش و پنج اور گنجلک (رَیۡبَ) نہیں ہے ۔وہ اُن متقی حضرات کے لئے جو پہلے سے غیب پر ایمان رکھتے چلے آتے ہیں نماز قائم کئے ہوئے ہیں اور خداداد رزق میں سے انفاق کرر ہے ہیں اور تمہارےؐ اوپر اور تم سے پہلے تمام انبیاؑ پر نازل ہونے والی ہر چیز کے مومن رہے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں ۔

تیسری بات یہ کہ امام علیہ السلام مندرجہ بالا قسم کے مومنین کو عہد امامت کی تعلیمات کا الف سکھانا شروع کریں گے اور الف میں آئے گی وہ نماز جو پوری ملت یا پورا دین ہوگی جس کی غرض یہ ہوگی کہ آئندہ۔

صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقۡتِھَا الۡمُوَقَّتِ لَھَا ؛وَلَا تُعَجِّلۡ وَقۡتَھَا لِفَرَاغٍ ؛ وَ لَا تُؤَخِّرۡھَا عَنۡ وَقۡتِھَالِاِشۡتِغَالٍ ؛وَاعۡلَمۡ اَنَّ کُلَّ شَیۡءٍ مِنۡ عَمَلِکَ تَبَعٌ لِّصَلاتِکَ ؛(محمد بن ابی بکر کے نام خط 27)

ترجمہ ''نماز کو اس کے مقررشدہ وقت پر پڑھنا جان چھڑانے اور فرصت حاصل کرنے کیلئے وقت سے پہلے نہ پڑھ لینا اور دیگر کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے تاخیر میں نہ ڈالنا اور یہ نوٹ کرلو کہ تمہارے اعمال سے متعلق ہر ہر چیز نماز کے ماتحت نماز کی پیروی میں ہونا چاہئے ۔''

(مطلب یہ کہ جو کام بھی کرو اس لئے کرو کہ اس کا کرنا نماز کی تکمیل اور نماز کی ادائیگی میں ضروری ہے ورنہ نماز میں خامی رہ جائے گی)

4۔ قریش کی فراست نے دین میں وہ پہلو نکالے کہ اتمام حجت کے لئے دور امامؑ وائمہؑ کو صبر و انتظار کا حکم دینا واجب ہوگیا۔

ابلیس نے دین کی ابتداء میں اپنی فراست سے اللہ کے سامنے ایک ایسا پہلو رکھ دیا تھا کہ جس نے ادھر اُسے اپنے جرم کی سزا کو موخر کرا لیا اور ادھر ایک طویل عمر حاصل کر لی اور وہ تمام قدرتیں اور اختیارات حاصل کر لئے جو اولادِ آدمؑ کو اغوا کرنے اور راہ راست سے ہٹانے کے لئے ضروری تھے۔ اس نے کہا تھا کہ:

قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ Oقَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ Oاِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ Oقَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِیَنَّهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ Oاِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ Oقَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌO(15/36-41)

ترجمہ: ''ابلیس نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے میری اسکیم کے لئے اُس وقت تک انتظار کرنے کی مہلت دے دے جس دن پوری نوع انسان حساب کے لئے کھڑی کی جائے گی۔ اللہ نے فرمایا کہ ایک وقت معلوم تک کے دن تک تجھے انتظار کی مہلت ہے۔ اب ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار جس طرح تو نے مجھے اغوا کیا ہے میں بھی نسل آدم کو اغوا کرنے کے لئے زمین پر اُن کے ماحول کو سجادوں گا اور چند مخلص بندوں کے علاوہ سب کو اغوا کردوں گا۔ اللہ نے جواب دیا کہ مخلصین کو اغوا نہ کرسکنا ہی علیؑ کا قائم رہنے والا راستہ ہے۔''
(15/36-41)

چونکہ اولادِ آدمؑ کے آخری لوگ قیامت تک رہنا تھے لہٰذا ابلیس کو پوری نوع انسان کو اغوا کرنے کے لئے موقعہ دیا گیا۔ اسی طریقے سے قریش کو اپنے طرز حکومت کو کامیاب ثابت کرنے کے لئے موقعہ دینا پڑا اور فرمایا گیا کہ:

وَلَقَدۡ اَهۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَمَا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ Oثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ O(یونس 14-10/13)

مودودی کا ترجمہ: ''لوگو تم سے پہلے کی قوموں کو جو اپنے اپنے زمانے میں برسر عروج تھیں ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور اُن کے رسوؐل اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا۔ اُس طرح ہم مجرموں کو اُن کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں اب اُن کے بعد ہم نے تم کو زمین میں (خلیفہ بنا کر) اُن کی جگہ دی ہے تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔''

مودودی کی تشریح: ''18۔ خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہو رہا ہے اور اُن سے کہا یہ جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا مگر انہوں نے آخر کار ظلم و بغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاء اُن کو راہ راست دکھانے کیلئے بھیجے تھے اُن کی بات انہوں نے نہ مانی اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان سے ہٹادی گئیں۔ اب اے اہل عرب (وقریش) تمہاری باری آئی ہے تمہیں اُن کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہاری پیش رو قومیں ناکام ہو کر نکالی جا چکی ہیں۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن کا ہوا تو اس موقعہ سے جو تمہیں دیا جا رہا ہے صحیح فائدہ اٹھاؤ۔ پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو اُن کی تباہی کا موجب ہوئیں۔''

معلوم ہوا کہ ابلیس کواس کے دعویٰ کواور قریش کواُن کے دعویٰ کوثابت کرنے کا موقعہ دینا عدل وانصاف کا تقاضہ تھا۔لہٰذا آپ نے قرآن کے واضح الفاظ میں دونوں صورتوں کو دیکھ لیا۔ابلیس کے لئے اللہ نے تصدیقی الفاظ فرمائے ہیں کہ سوائے مومنین سے چندلوگوں کے باقی سب پر ابلیس نے اپنا دعویٰ سچ کر دکھایا(34/20)

قریش کی تاریخ نزول قرآن کے بعد کی ہے لہٰذا قرآن اُن کی حالت بیان نہیں کرتا مگر قارئین خود دیکھ لیں کہ اُن کی خلافتیں رفتہ رفتہ تباہ ہوکرختم ہو گئیں مسلمانوں کی کثرت کے گمراہ ہوجانے کا اقرار خود قریشی علما کرتے رہے ہیں اورآخر کار اب دنیا میں قریش کا نام ونشان ڈھونڈنے سے مٹا ہوا ملتا ہے۔اور سارے مسلمانوں میں اور تمام باقی اقوام و مذاہب میں آخری امامؑ واماؑمت کا مختلف طریقوں سے انتظار کیا جارہا ہے۔اور ہم بھی اُن حضرت علیہ السلام کے انتظار میں ہیں اوراُن ہی کے لئے اقبال نے کہا ہے کہ:

؎ کبھی اَے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری اک جبین نیاز میں

بہرحال یہ تھیں وہ تفصیلات جنہوں نے دورِ نبوت کوطول دیا اور دورامامؑ اورامامتؑ اتمام حجت کے لئے پیچھے ہٹالیا گیا اور وہ نظام برپا نہ کیا جاسکا جس کا ذکر اور جس کی تعریف حضرت علی علیہ السلام اس خطبہ(200)میں فرمارہے ہیں۔دورِامامؑ امامت جن لوگوں میں اور صورت حال میں نافذ ہونا تھا اس پر حدیث سن لیں جس کا اس خطبے سے تعلق ہے۔

عَنْ مُحَمَّدَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عن ابيه عن ابى عبدالله عليه السلام اِنَّكُمْ لَاتَكُوْنَونَ صَالِحِيْنَ حَتّٰى تَعْرِفُوا وَلَا تَعْرِفُوا حَتّٰى تُصَدِّقُوا ولَا تُصَدِّقُوا حَتَّى تُسَلِّمُوا اَبْوَابًا اَرْبَعَةً، لايَصْلِحُ اَوَّلَهَا اِلَّا بِاٰخِرِهَا. ضَلَّ اَصْحَابِ الثَّلاثَه و تَاهُوْا تَيْهًا بَعِيْدًا. اِنَّ اللّٰه تبارک و تعالٰى لا يقبل اِلَّا العمل الصالح ولا يقبل اللّٰه اِلَّا الوفاء بالشروط العهوذ فمن وَفَىٰ لِلّٰهِ عزَّوجَلِّ بشرطه واسْتَعمل ماوصف فى عهده نَالَ مَاعِندهُ واستكمل (ما)وعده .انّ اللّٰه تبارک و تعالٰى اَخْبَرَ العباد بطرق الهدى وَشَرَعَ لَهُمْ فيها المنار واخبر هم كيف يسلكون فقال:"اِنِّىْ لغفّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمَلَ صالحًا ثُمَّ اهْتدٰى "(82طه)وقال "اِنَّمَا يتقبّلَ اللّٰه مِنَ المتقين (27مائده)فمن اتَّقٰى اللّٰه فيما امره لَقَى اللّٰهُ مومنًا بِمَاجَاءَ بِهٖ محمد صلى اللّٰه عليه وآله وسلم .هَيْهَات هَيْهَات فاتِ قومٌ ومَاتُوْا قبل اَن يهتدروا وَظَنُّوْ اَنَّهُمْ اٰمنو وَاَشركوا مِنْ حيث لا يعلمون. اِنَّهُ مَنْ اتى البيوت مِنْ ابوابها اهتدى ومَنْ اَخَذَ فى غيرهاسلک طريق الرَّدِى (2/189) وصل اللّٰه طاعته وَلِيِّ اَمْره بطاعة رسوٌله وطاعة رسوٌله بطاعتهٖ .فَمَنْ ترک طاعة ولا ة الامر لم يطع اللّٰه ولا رسوله وهوالا قرار بِمَا اَنْزِلَ مِنْ عِنْدالـلّٰه عزوجلّ خذوازِينتكم عند كل مسجد والتمسوا البيوت الَّتِى اذن اللّٰه ان ترفع ويذكرفيها اسمه(7/30) .فَاِنَّهُ اخبركم انهم رجال لا تلهيهم تجارةٌ ولا بيع عن ذكر اللّٰه واقام الصلاة و ايتاء الزكاة يخافون يومًا تتقلّب فيه القلوب والابصار (24/37)اِنَّ الـلّٰه قداسْتَخْلَصَ الرُّسُل لا مره ثُمَّ اسْتَخْلَصَهُمْ مصّدقين بذٰلک فى نُذُره. فقال "وَاِنْ مَنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نذيرٌ(35/24).تاه مَنْ جهلى و اهتدى مَنْ اَبْصَرَوعَقَلَ. اِنَّ اللّٰه عزّوجلّ يقولُ فَاِنَّهَا لَاتَعْمٰى الابْصَار ولكن تَعْمَى القلوب اَلَّتى فى الصدور (22/46)"وكيف يهتدى مَنْ لَمْ يَبْصُرْ؟وَكيف يبصرمَن

لم یتدبّر ؟ اِتبعوا رسوؔل اللّٰہ و اھل بیتہ و اقروا بِمَا نزل من عند اللّٰہ و اتَّبعو ا آثار الھٰدی فِاِنَّھُمْ علامات الا مانۃ و التقی واعلـمـوا انّہ لوانکر رَجُلٌ عِیْسٰیً ابن مریم علیہ السلام وَاَقَرَّ بِمَنْ سواہُ مِنَ الرسُل لَمْ یومن، اقتصّو الطریق بِالتماس الـمـنـارو التمسو مِن وراءِ الحجب الاثار تستکملوا امر دینکم وَتومنو ا باللّٰہ ربکم. (کافی کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام و الردالیہ جلد اول)

<u>ترجمہ</u> ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ صالح نہیں ہو سکتے جب تک تم معرفت حاصل نہ کرلو۔اورتم معرفت حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم تصدیق نہ کردو۔اورتم تصدیق نہیں کر سکتے جب تک تم تسلیم نہ کرلواُن چار دروازوں کو جن میں سے پہلا اپنے آخر والے کے بغیر صحیح ثابت نہیں ہوتا ہے (یعنی وہ چاروں ایک دوسرے کے ساتھ لازم طور پر تسلیم کرنا ہوں گے) اُن میں سے تین اصحاب کو قبول کرنے والے لوگ گمراہ ہوگئے اور گمراہی وسرگردانی میں بہت دور نکل گئے ۔یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ قبول نہیں کرتا سوائے عمل صالح کے اور قبول نہیں کرتا سوائے وفا کے، جو اپنی شرطوں اور معاہدوں کے مطابق ہو۔چنانچہ جس نے شرطوں اور معاہدوں کو پورا کر دیا اور اُن تمام کاموں کو بجالایا جو معاہدوں میں داخل تھے تو وہ اُن تمام چیزوں تک رسائی پا گیا جو اللہ کے پاس ہیں اور وہ سب کچھ حاصل کر لے گا جن کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔اللہ نے بندوں کو ہدایت کے راستوں اور طریقوں کی خبر دے دی ہے اور اُن راہوں میں ہدایت کے مینار قائم کر دیئے ہیں۔اور انہیں بتا دیا ہے کہ اُن سے کیسے منسلک اور وابستہ ہوں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں گناہوں کو بخشنے والا ہوں اُن لوگوں کے لئے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور صالح اعمال بجالائیں اور ہدایات قبول کریں۔اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ متقیوں کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔لہٰذا جو کوئی اللہ کے احکام کے سلسلے میں تقویٰ اختیار کرے تو وہ مومن کی صورت میں اللہ سے ملاقات کرے گا۔افسوس ہزار افسوس اس قوم پر جو ہدایت حاصل کرنے سے پہلے ہی مرگئی اور سمجھتی یہ رہی کہ وہ مومن ہیں۔اور انہوں نے مشرکانہ حالت میں دن گزارے اور نہ جان سکے کہ وہ مشرک ہیں ہدایت صرف اس نے پائی جو دروازوں سے گھروں میں داخل ہوا اور جس نے غیروں سے رجوع کیا اس نے تباہی کا راستہ اختیار کیا۔اللہ نے اپنے ولی امر کی اطاعت کو رسوؔل کی اطاعت سے وابستہ کیا ہے اور رسوؔل کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔لہٰذا جو کوئی اللہ کے مقرر کردہ والیان امر کی اطاعت چھوڑ دے اُس نے نہ اللہ کی اطاعت کی اور نہ رسوؔل اللہ کی طاعت کی اور ان ساری اطاعتوں کے معنی ہیں ماجاء بہ النبیؐ کا اقرار کرنا (یعنی جو کچھ بھی رسوؔل پر نازل ہوا ہے اس کا نچوڑ اور نتیجہ امر کی اطاعت ہے) اور فرمایا گیا ہے ہر نماز کے لئے ہر مسجد سے سامان زیبائش اختیار کیا کرو اور اُن گھروں سے التماس کیا کرو جن کو بلند رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن میں ہر وقت اللہ کے نام کا ذکر رہتا ہے۔چنانچہ اللہ نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تجارت اور نہ خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل کرتے ہیں وہ لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور اُس روز سے ڈرتے ہیں جس روز دلوں اور آنکھوں میں انقلاب پیدا ہو جائے گا۔اللہ نے اپنے تمام رسوؔلوں کو اپنے دین کے لئے مخلص قرار دیا ہے۔اور اپنے دین کی تصدیق کرنے کے لئے خلوص بخشا ہے اور تمام تنذیر کرنے والوں میں خصوصیت دی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں ایک نہ ایک تنذیر کرنے والا نہ گزرا ہو۔لہٰذا جو لوگ اس حقیقت سے جاہل رہے وہ گمراہی اور سرگردانی میں مبتلا ہوئے اور جس نے اس حقیقت پر عقل ونظر ڈالی وہ ہدایت یافتہ ہوا۔چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حقیقت سے جہالت آنکھوں کو اندھا نہیں کرتی بلکہ اُن دلوں کو اندھا کر دیتی ہے جو سینوں کے اندر ہیں۔اور بلا غور ونظر کے کوئی کیسے ہدایت پا سکتا ہے اور کیسے غور ونظر کر سکتا ہے جو تدبر نہیں کرتا

اورآ گا پیچھا نہیں دیکھتا؟۔اللہ کے رسوؐل کی پیروی کرواوراس کے اہلبیتؑ کے قدم بقدم چلواوراُن ہدایت کے آثار کے پیچھے چلو جو امانت اور تقویٰ کے حامل ہیں اور جو کچھ اللہ کی طرف سے رسوؐل پر نازل ہوا ہے(یعنی والیان امر کی اطاعت) اُس کا اقرار کرو۔اور یہ سمجھ لو کہ جو تمام انبیاؑ ورسؑل پر ایمان لائے مگر اُن میں کسی ایک کا مثلاً عیسیٰؑ ابن مریم کا اقرار نہ کرے وہ سارے انبیاؑ ورسؑل کا منکر ہے۔لہٰذا مذکور ہدایت کے میناروں تک پہنچواوراُن آثار کوتلاش اور قبول کرو جو پردوں کے پیچھے رکھے ہوئے ہیں اور یوں اپنے دین کے معاملات کی تکمیل کرواوراپنے پروردگار اللہ پر اس طرح ایمان لاؤ''(**کافی کتاب الحجة باب معرفة الامام و الرداليه جلد اول**)

5۔دین کی وہ صورت جوعہد امامؑ وامامتؑ میں مطلوب تھی قریش نے اُسے بدل دیا تھا۔

اس طویل حدیث کے لئے پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ اسے کافی میں دومرتبہ لایا گیا ہے دوسری مرتبہ یہ کتاب الایمان والکفر کے باب خصال المومن میں لائی گئی ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے اُسے اس لئے قارئین کے سامنے رکھا ہے کہ وہ اس حقیقت کو مستقلاً ذہن نشین کرلیں کہ جو کچھ بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا یا جو کچھ بھی اُن کے ساتھ آیا اُس کا لب لباب اور مقصد یہ تھا کہ لوگ حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ علیہم السلام پر ایمان لائیں اوراُن کی اطاعت کریں اُن سے وابستہ رہیں اوراُن کے قدم بقدم چلیں۔اور یہ کہ جو ایسا نہ کریں وہ گمراہ ومشرک ہوں گے اور اسلام سے اُن کا کوئی رشتہ وتعلق نہ ہوگا۔پھر غور وطلب بات یہ ہے اس حدیث میں چار ایسے ابواب کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جن سے تعارف اور جن کی تصدیق اور تسلیم کے بغیر کوئی شخص صالح نہیں بن سکتا۔اور جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں۔اُن میں سے آخری کو چھوڑ کر باقی تین کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر باقی تمام انبیاؑء ورسؑل پر ایمان لانا صحیح نہیں ہے۔

ان چاروں ابواب کے لئے تشریح کرنے والوں نے مختلف باتیں لکھی ہیں جو حدیث سے مطابقت نہیں رکھتیں یہاں جو چار ابواب واضح ہیں وہ ولی امر ہے جس کی اطاعت سے اللہ ورسوؐل کی اطاعت بھی ہو جاتی ہے پھر تقویٰ ہے جس کے بغیر کوئی چیز قبول نہیں ہوتی پھر نماز وزکوٰۃ ہے اور الفاظ عہد اور وفا اور امانت کے حاملین والیان امر صلوٰۃ اللہ علیہم ہی کو قرار دیا ہے۔اور اگر اس جملے کو سادہ معنی میں لیا جائے کہ **لا یصلح اولھا الا باخرھا** ۔ان میں پہلا آخر والے کے بغیر صحیح نہیں ہے تو حدیث کے آخر میں بھی مناراور پردوں کے پیچھے والے آثار سے امام زمانہ علیہ السلام ہی مقصود ہیں۔لہٰذا اُن کے بغیر دین کی تکمیل ہوتی ہی نہیں ہے جن کا ہر باب میں داخل رہنا ثابت ہے یعنی نماز ہو یا زکوۃ ہو یا تقویٰ یا اللہ ورسوؐل پر ایمان ہو سب نامنظور ہیں اور ضد کرنے والوں کو مشرک وگمراہ قرار دیتا ہے۔اس حدیث کے ساتھ سورہ بقرہ کی اولین پانچ آیات کو شامل کر کے اُن مومنین کا تصور کریں جو امامؑ وامامتؑ سے مستفید ہو سکتے ہیں اور جن کو نماز حقیقی مراتب ورفعت دے سکتی ہے۔

6۔نماز حقیقی مومنین کو اولاد واموال وسامان دنیا اور دنیا کے ٹھاٹ سے مستغنی وبے نیاز کر دیتی ہے۔

خطبے میں جس نماز کا ذکر ہوا ہے اس کی ایک صفت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ نمازیوں کو اولا دواموال سے اور دنیا کے باقی تمام سامان سے بے نیاز ومستغنی کر دیتی ہے(8)لیکن جس نماز کا عہد رسوؐل میں ذکر ہوا ہے وہاں قرآن میں اللہ نے خود کہا ہے کہ جب نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کو چاہو۔اس کی تشریح میں مودودی نے لکھا ہے:

''16۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جمعہ کے نماز کے بعد زمین میں پھیل جانا اور تلاش ورزق کی دوڑ دھوپ میں لگ جانا ضروری ہے بلکہ یہ ارشاد اجازت ہے کہ منتشر ہو جاؤ اوراپنے لئے جو کاروبار بھی کرنا چاہو کرو''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 497)

اور جو مومنین مستغنی کر دیئے جائیں گے اُن ہی کی شان میں کا اگلا جملہ (9) آیت کی صورت میں آیا ہے کہ وہ ایسے مومنین ہوتے ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کے ذکر سے غافل کرتے ہیں اور نہ نماز ادا کرنے اور زکوۃ دینے میں رکاوٹ بنتے ہیں (9) اور یہ مقصد جب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب ہر عمل اور ہر چیز نماز کے ماتحت رہی ہو۔ ورنہ سورہ جمعہ کی طرح خرید وفروخت اور تجارت وکاروبار کو حکمیہ بند کرایا جائے گا (62/9) عہد رسوؐل اور دیگر رسولوںؑ کے زمانوں کی نمازوں میں اور عہد امامؑ واماؑمت کی نمازوں میں یہی بڑا فرق ہوگا اور ہم بفضل امامؑ وہی نماز پڑھتے ہیں۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:199

علی نقی طهرانی خطبہ نمبر: 192

خُطبه ﴿201﴾

1۔ متلاشیانِ حق کی کمی پر تسلی دی ہے۔

2۔ ظلم اور ظلم پر رضا مندی عذاب کا مستحق بناتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَيُّهَا النَّاسُ لَاتَسۡتَوۡ حِشُوۡا فِیۡ طَرِيۡقِ الۡهُدٰی لِقِلَّةِ اَهۡلِهٖ فَاِنَّ النَّاسَ قَدِاجۡتَمَعُوۡا عَلٰی مَائِدَةٍ شِبۡعُهَا قَصِيۡرٌ ، وَ جُوۡعُهَا طَوِيۡلٌ ::	1	اے لوگو تم ان لوگوں کی کمی سے نہ گھبراؤ جو راہِ راست پر قائم ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں نے تو دستر خوان پر مجتمع رہنا طے کئے رکھا ہے۔ حالانکہ ان کے پیٹ بھر کے کھانے کا زمانہ بہت ہی کم ہے اور اس کے بعد بھوکا رہنے کا زمانہ بہت ہی طویل ہے۔
اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا يَجۡمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَالسُّخۡطُ ؛	2	اے لوگو اتنی سی حقیقت ہے کہ لوگوں کی رضا مندی اور نا رضا مندی انہیں ایک ہی حکم کے ماتحت لے آیا کرتی ہے۔
وَاِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُوۡدَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالۡعَذَابِ لَمَّا عَمُّوۡهُ بِالرِّضَآ ،	3	اور حقیقت صرف اتنی سی تھی کہ قوم ثمود کی عظیم الشان کثرت میں سے صرف ایک شخص نے اس اونٹنی کے پیر کاٹے تھے مگر اللہ نے ساری قوم کو عمومی حیثیت سے عذاب سے تباہ کیا تھا اس لئے کہ پاؤں کاٹنے میں ساری قوم کی رضا مندی شامل ہوگئی تھی۔ چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ:
فَقَالَ سُبۡحَانَهٗ " فَعَقَرُوۡهَا فَاَصۡبَحُوۡا نَادِمِيۡنَ (شعرا 26/157)	4	"ان سب نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے چنانچہ انہیں ندامت والی صبح سے دوچار رہونا پڑا تھا۔ (26/157)
فَمَا كَانَ اِلَّا اَنۡ خَارَتۡ اَرۡضُهُمۡ بِالۡخَسۡفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الۡمُحۡمَاةِ فِی الۡاَرۡضِ الۡخَوَّرَةِ ؛	5	چنانچہ اور کچھ نہ ہوا اور جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی زمین دھنستے ہوئے ایسی آوازیں نکال رہی تھی جیسے گرم پھالی والا ہل چلانے سے آیا کرتی ہے۔ اور وہ زمین میں دھنستے جارہے تھے۔
اَيُّهَا النَّاسُ مَنۡ سَلَكَ الطَّرِيۡقَ الۡوَاضِحَ وَرَدَ الۡمَآءَ وَمَنۡ خَالَفَ وَقَعَ فِی التِّيۡهِ ؛	6	اے لوگو جو شخص واضح راستہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے مطلوبہ پانی تک پہنچتا ہے اور جو مخالفت کرتا ہے وہ صحرائے بے آب میں بھٹکتا ہے۔

تشریحات:

یہاں قابل تشریح یہ بات ہے کہ صرف نارضامندی آدمی کی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتی بلکہ جس بات یا جس کام سے وہ نارضامند ہے اُس کو روکنے کے لئے اپنی تمام قوت کو صرف کر دے۔اسی لئے قوم ثمود کی مثال دی ہے گئی ہے۔اُس میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو اُس اونٹنی کے قتل سے نارضامند تھے مگر جب قوم کے ایک سردار نے اُس اونٹنی کے پیر کاٹ ڈالے تو وہ نارضامند لوگ بھی اور باقی قوم بھی اس سردار کے خلاف خاموش ہو گئے اور یہ خاموشی مزاحمت کے بغیر رضامندی بن گئی اور پوری قوم پر عذاب نازل ہو گیا۔نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ قوم ثمود بھی عرب کی ایک قوم تھی اور حضرت صالح علیہ السلام بھی عرب ہی کے ایک نبیؑ تھے اور ان دونوں کی مثال عربوں اور قریش کو خبردار کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ثمود کی قوم بھی قریش کی طرح حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا ایک بشر کہتی تھی (26/154) اور رسوؐل ہونے کے ثبوت میں اُس قوم نے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تھا (26/154) اور حضرت صالح علیہ السلام نے معجزہ یہ دکھایا تھا کہ ایک پہاڑ کے اندر سے ایک اونٹنی نکل کر سامنے آ گئی تھی۔اور قوم حیران و ششدر رہ گئی تھی اور آپؑ نے یہ شرط لگا دی تھی کہ ایک روز تم اور تمہارے جانور اپنے چشموں اور کنوؤں سے پانی پیو گے اور ایک دن یہ اونٹنی پیا کرے گی اور تمہارے کھیتوں میں یہ آزادانہ چرتی پھرا کرے گی اگر تم میں سے کسی نے اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا تو تم پر عذاب آ جائے گا۔یہی اونٹنی تھی جس کے پیر کاٹے گئے تھے اور عذاب آیا تھا۔

2۔بعد رسوؐل لوگوں کو ہدایت سے دُور دُور رکھنے کے لئے دسترخوانوں کا انتظام کیا گیا تھا۔

قرآن کی رُو سے (سورہ دہر 10 تا 76/7) یہ معلوم ہوا ہے کہ علیؑ اور خاندان رسوؐل غربا ،فقری و مساکین اور یتامیٰ اور قیدیوں کے کھانے پینے اور کپڑوں کا بندوبست جاری رکھتے تھے اور یہ وہی نظام قائم کرنے میں دل و جان و مال سے منہمک رہتے تھے جو قرآن کی رو سے خلافت الٰہیہ اور دورِ امامت میں جاری ہونا تھا۔یعنی تمام ضرورتمندوں کو اُن کی ضروریات بروقت فراہم ہوتی رہیں۔لیکن قریشی خلافت ہوتے ہی جہاں اُن وسائل سے خاندانؑ رسوؐل کو محروم کر دیا گیا جو اللہ و رسوؐل نے فراہم کئے تھے (مثلاً فدک وغیرہ) وہیں یہ کوشش بھی کی گئی کہ ضرورتمندوں کا رخ موڑ لیا جائے۔لہٰذا لوگوں کا رخ موڑنے سے وہ ہدایت کے سرچشمے سے دور تر ہوتے چلے گئے اور اُن کو ایسی خدمات میں اُلجھا لیا گیا جن میں وہ پیٹ بھر روٹی کے لئے دور تر ہو گئے۔اس صورت حال کے لئے فرمایا گیا ہے کہ لوگوں نے اجتماع کر لیا ہے کہ وہ دسترخوان کے چاروں طرف جمع رہیں اور جمع رکھے جائیں۔لیکن اس عارضی بھوک کا رفع ہو جانا انہیں ہدایت کی مستقل بھوک سے بے نیاز کر سکتا ہے (جملہ 1) یعنی انہیں بلا ہدایت رہ جانے سے آخرت کی زندگی میں ایک لامحدود اور طویل ترین ایسا زمانہ گزارنا ہو گا جس میں جو کچھ کھانے کو ملے گا وہ نہ صرف تکلیف دہ ہو گا بلکہ اُس سے پیٹ بھی نہ بھرے گا۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 200

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 193

خُطبہ 《202》

1۔ رسولؐ اللہ سے مسلمانوں کے مظالم کی شکایت۔

2۔ علیؑ و بتولؑ دونوں مظلوم۔

3۔ شہادتِ فاطمہ زہراؑ سے حضرت علیؑ بے قرار ہو گئے۔ دلوں کو تڑپا دینے والے بین و بیانات۔

خطبہ کا پس منظر:

رُوِیَ عَنۡهُ اَنَّهُ قَالَهُ عِنۡدَ دَفۡنِ سَیِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ .عَلَیۡهَا السَّلَامُ . کَالۡمُنَا جِیۡ بِهٖ رَسُوۡلَ اللّٰهِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ آلِهٖ .		’’خود حضرت علی علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے تمام عورتوں کی سردار فاطمہ علیہا السلام کو دفن کرنے کے وقت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر کے پاس بطور راز فرمایا کہ:
اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ عَنِّیۡ وَعَنِ ابۡنَتِکَ النَّازِلَةِ فِیۡ جِوَارِکَ وَ السَّرِیۡعَةِ اللِّحَاقِ بِکَ ؛	1	اے اللہ کے رسولؐ آپ پر میری طرف سے اور آپؐ کی بیٹی کی طرف سے سلام عرض ہے جو آپؐ کے پڑوس میں آکر اتری ہیں اور بڑی تیزی اور جلدی سے آپؐ سے آملی ہیں۔
قَلَّ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ عَنۡ صَفِیَّتِکَ صَبۡرِیۡ وَرَقَّ عَنۡهَا تَجَلُّدِیۡ اِلَّا اَنَّ لِیۡ فِی التَّاَسِّیۡ بِعَظِیۡمِ فُرۡقَتِکَ ؛	2	یا رسولؐ اللہ آپؐ کی جدائی میں اور آپؐ کی برگزیدہ بیٹی کی مفارقت میں میرا صبر و قرار گھٹ گیا ہے اور انؑ کے چھوڑ کر چلے آنے سے میری طاقت اور ہمت میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے بس اب تو یہ بات ہے کہ آپؐ کی رحلت اور جدائی کا عظیم ترین صدمہ برداشت کر لیا تھا۔
وَفَادِحِ مُصِیۡبَتِکَ مَوۡضِعَ تَعَزٍّ ؛	3	اور آپؐ کی رخصت کی مصیبت کو سہہ جانے کی وجہ سے اس صدمہ کو بھی سہنا ہی پڑے گا۔
فَلَقَدۡ وَسَّدۡتُکَ فِیۡ مَلۡحُوۡدَةِ قَبۡرِکَ ؛	4	جب کہ میں نے خود آپؐ کو آپؐ کی قبر کی لحد میں اتارا تھا۔
وَفَاضَتۡ بَیۡنَ نَحۡرِیۡ وَصَدۡرِیۡ نَفۡسُکَ ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ ؛	5	اور آپؐ کی روح نے اس حالت میں جدائی اختیار کی تھی کہ آپؐ کا سر مبارک میری گردن اور سینے کے درمیان تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فَلَقَدُ اِسۡتُرۡجِعَتِ الۡوَدِیۡعَةُ ، وَاُخِذَتِ الرَّهِیۡنَةُ ؛	6	اب میرے پاس سے یہ امانت بھی واپس لے لی گئی اور مجھے سونپی ہوئی ذمہ داری بھی مجھ سے ہٹالی گئی ہے۔
اَمَّا حُزۡنِیۡ فَسَرۡمَدٌ وَاَمَّا لَیۡلِیۡ فَمُسَهَّدٌ اِلٰی اَنۡ یَّخۡتَارَ اللّٰهُ لِیۡ دَارَکَ الَّتِیۡ اَنۡتَ بِهَا مُقِیۡمٌ ؛	7	اب میرا غم بے حد وحساب اور دائمی ہوگیا۔اور میری راتیں بے چینی سے گزریں گی یہاں تک کہ اللہ مجھے بھی اپنے اختیار میں لے کر اسی گھر میں لا اُتارے جس میں آپ مقیم ہیں۔
وَسَتُنَبِّئُکَ ابۡنَتُکَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِکَ عَلٰی هَضۡمِهَا ؛	8	اور جلد ہی آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں گی کہ کس طرح آپ کی امت نے انہیں تباہ و برباد کرنے پر اتحاد کرلیا تھا۔
فَاَحۡفِهَا السُّؤَالَ ، وَاسۡتَخۡبِرۡهَا الۡحَالَ ،	9	چنانچہ آپ اس سلسلے میں ان سے پوری طرح سوالات کریں اور ان سے تمام حالات دریافت فرمائیں۔
هٰذَا وَلَمۡ یَطُلِ الۡعَهۡدُ وَلَمۡ یَخۡلُ مِنۡکَ الذِّکۡرُ ؛	10	یہ ان کی موت اور حادثات ان پر گزر گئے حالانکہ آپ کی رحلت کو نہ زیادہ طویل زمانہ گزرا اور نہ ابھی آپ کا ذکر زبانوں سے ختم ہوا ہے۔
وَالسَّلَامُ عَلَیۡکُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَاقَالٍ وَّلَاسَئِمٍ ؛	11	میں آپ دونوں پر سلام پیش کرتا ہوں اور ایسا سلام جو وداع لیتے وقت کیا جاتا ہے وہ سلام نہیں جو ایک تنگ دل آدمی کرتا ہے۔
فَاِنۡ اَنۡصَرِفۡ فَلَا عَنۡ مَّلَالَةٍ وَاِنۡ اُقِمۡ فَلَا عَنۡ سُوۡءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِیۡنَ ؛	12	چنانچہ اب اگر میں وداع ہوکر پلٹ جاؤں تو یہ پلٹنا دل بھر جانے اور اکتا جانے کی بنا پر نہیں ہے اور اگر میں ٹھیرا رہوں تو میرا ٹھیرنا اس لئے نہ ہوگا کہ مجھے اللہ کے اس وعدے پر یقین نہیں جو اس نے صبر کرنے والوں سے کر رکھا ہے"۔

تشریحات:

میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو علیؑ محمدؐ اور اُن کی آلؑ کے لئے قدم قدم پر آنسو بہاتے گزرا کرتے ہیں۔جنہیں اُن حضراتؑ کے فضائل بھی رلاتے ہیں اور مصائب بھی بے تاب کر دیا کرتے ہیں۔اور تقریباً جو بیس گھنٹے قلم و زبان پر اُن کا ذکر رہتا ہے۔اس کے باوجود یہ خطبہ لکھتے ہوئے دبائے ہوئے صدمہ سے اس قدر دبا ہوا تھا کہ یہ پتہ ہی نہ چلا کہ خطبہ یوں ختم ہوجائے گا کہ سطور کھنچی رہ جائیں گی اور میں دیکھتا رہ جاؤں گا ورنہ اختتام والے صفحہ پر پہلے گن کر سطریں کھینچا کرتا ہوں مدت ہوگئی یہ کام کرتے ہوئے مگر اُن کا غم عادتوں کو بدل دیتا ہے انہوںؑ نے خود اتنے صدمات وغم اٹھائے ہیں کہ ساری کائنات بھی نہیں اٹھا سکتی۔ہم سوچ رہے کہ خطبہ دیتے وقت حضرت علی علیہ السلام کتنا سنبھلے ہوئے ہیں؟ کیسا مدبرانہ اور عاقبت اندیشانہ اور مودبانہ کلام دہن مبارک سے نکل رہا ہے؟ ہم صرف ترجمہ کرتے ہوئے بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔ہر جملے کے بعد

ہمیں خود کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ سوچنا اور پوچھنا یہ ہے کہ جو کچھ آپؑ کے اوپر سے گزر گیا وہ تو خیر گزر گیا مگر حسنینؑ، اور زینبؑ و کلثوم علیہم السلام تو موجود ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ ماں کی، دکھیا ماں کی جدائی میں اُن کا کیا حال ہے؟ ان پر کیا گزر رہی ہے؟ اس خطبے میں کہیں محسوس تک نہیں ہوتا۔ حضرت فضہ سلام اللہ علیہا کیا چین سے بیٹھی ہیں۔ کسی نے انہیں بھی تسلی و دلاسہ دیا ہے؟ یا وہی سب کو بہلاتی پھر رہی ہیں۔ میت والے گھروں میں تو ویسے بھی دو تین روز چولھا ٹھنڈا پڑا رہتا ہے سوگ کی روٹی کسی نے بھیجی ہے یا نہیں؟ بچوّں نے بیبیوؑں نے کچھ کھایا ہے یا نہیں؟ قبر کے گرد کون کون جمع ہیں؟ انہیں بہلا کر گھر میں لے جانے کی بات کسی کے دل میں آئی ہے یا نہیں۔ بہت سے سوالات ہیں مگر خطبہ کو دیکھو خالی پڑا ہے۔ ایک خاص طور پر تیار کیا ہوا اللہ کی سنجیدگی کا شاہکار ہے۔ جس کی جھلک آنکھوں میں پھر جاتی ہے اور سر جھک کر رہ جاتا ہے۔ اس وقت ہمیں حضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشفی کی ضرورت ہے۔ ہم اُن کی ماںؑ کے سوگ میں مبتلا ہیں وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ وہؑ تو دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ بات تو ہمارے دیکھنے کی ہے؟ یہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں، مخدومہؑ عالم کے پیروں میں رکھنے کی تمنا پوری کرنا حضوؑر ہی کے اختیار میں ہے۔ اُن سب کو اپنی پناہ میں لے لیں جن کی آنکھیں اور دل بھیگے ہوئے ہیں۔

2۔ جوارِ محمدؐ مدینہ میں نہیں تھا، بات صحیح تھی اور اتنے نزدیک سے وداع کی ضرورت ہی نہ تھی۔

خطبہ کے پس منظر کو غور سے دوبارہ پڑھئے۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دفن کے وقت رسوؐل اللہ کی قبر پر لائے ہیں اور سلام و پیام راز دارانہ کر کے وہیں دفن کر کے چلے گئے ہیں لیکن یہ تو عائشہ سے امید نہیں کی جا سکتی۔ گو ابھی ابوبکر و عمر زندہ ہیں اور وہ حجرہ خالی ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ محترمہ و مخدومہ علیہا السلام جنت البقیع کے ہاشمیؑ قبرستان میں دفن کی گئی تھیں۔ مگر خطبہ کا پس منظر ایسا تصور ضرور دیتا ہے کہ آپ محترؑمہ کو لے کر آئے، اپنا اور اُن کا سلام پیش کیا اور فرمایا کہ آپؐ کی بیٹی آپؐ کے پڑوس میں آ گئی ہے۔ اور تمام حالات سنائیں گی آپ خود بھی معلوم کر لینا۔ سوچئے کہ بات کیا ہوئی؟ نہ جنت البقیع اس حجرہ کے پاس ہے نہ پڑوس میں ہے۔ وہ تو مدینہ سے باہر اور کافی دُور ہے۔ لیکن بات یہی پڑوس والی صحیح۔ دراصل حضوؑر نے میت کی رسومات ادا کیں اور اُس کے بعد آپؑ دونوں آنحضرتؐ کے پاس اُسی مقام پر پہنچے جو ساتویں جملے میں مذکور ہے۔ وہاں جا کر سلام کیا اور ادب سے کھڑے ہوئے بیٹی دوڑ کر باپ کو اسی طرح لپٹ گئی جس طرح شوہر کے گھر بہت سی تکلیفیں اٹھا کر آنے والی بیٹی کو باپ سے لپٹ جانا چاہیئے۔ آپ نے یہ خیال فرما کر کہ رسوؐل اللہ کو بے چین و بے قرار نہ کیا جائے ہلکی ہلکی تکلیفات سنائیں اور یہ خوشخبری بھی رنج و تکلیف میں گھول دی کہ اب آپؐ کی بیٹی دور نہ جائے گی بلکہ اپنی منزل میں آپؐ کے پڑوس میں رہا کرے گی اور میں یہیں آنے کے لئے اللہ سے دست بدعا ہوں گا اور مجھے اُسی وقت چین کا سانس لینا نصیب ہوگا۔ بہر حال اپنے مادی مقام سے دور نکل آئے تھے۔ ضروری تھا کہ تسلی دینے اور تشفی لینے والے چند الفاظ کہہ کر الوداعی سلام کریں اور فرائض کا انبار پھر سر پر رکھ لیں۔ آج یہ تمام حضراتؑ حضرت حجۃ علیہ السلام کے ساتھ ہیں (السلام علیکم)۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 201

علی نقی طھرانی : خطبہ نمبر: 194

خُطبہ ﴿203﴾

دنیا میں رہنے پر ہدایات وتنبیہات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا الدُّنۡیَا دَارُ مَجَازٍ وَّالۡاٰخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ '	1	اے لوگو اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ دنیا عارضی جگہ ہے اور آخرت ٹھہرنے کی مستقل جگہ ہے۔
فَخُذُوۡا مِنۡ مَّمَرِّكُمۡ لِمَقَرِّكُمۡ ؛	2	چنانچہ اس عارضی گزرگاہ سے اپنی مستقل قیام گاہ کی جگہ کے لئے سامان لے لو۔
وَلَا تَهۡتِكُوۡا اَسۡتَارَكُمۡ عِنۡدَ مَنۡ يَّعۡلَمُ اَسۡرَارَكُمۡ ؛	3	اور ایسی ہستی کے سامنے اپنے پردے کھول کر اپنی ہتک نہ کرو جو تمہارے تمام رازوں کا علم رکھتی ہے۔
وَاَخۡرِجُوۡا مِنَ الدُّنۡيَا قُلُوۡبَكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَخۡرُجَ مِنۡهَا اَبۡدَانُكُمۡ ؛	4	اور قبل اس کے کہ تمہارے بدن اس دنیا سے نکال لئے جائیں تم اپنے دلوں کو یہاں سے نکال کر دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ۔
فَفِيۡهَا اخۡتُبِرۡتُمۡ ، وَ لِغَيۡرِهَا خُلِقۡتُمۡ ؛	5	اس دنیا میں تمہاری قلبی حالت کا کھوج لگایا جا رہا ہے جب کہ تمہیں دوسری جگہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔
اِنَّ الۡمَرۡءَ اِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ : مَاتَرَكَ ؟ وَقَالَتِ الۡمَلَائِكَةُ : مَا قَدَّمَ ؟	6	یقیناً جب کوئی شخص مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا چھوڑ مرا ہے؟ اور فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ بھیجا ہے؟
لِلّٰهِ اٰبَاؤُكُمۡ فَقَدِّمُوۡا بَعۡضًا يَّكُنۡ لَّكُمۡ فَلَا تُخَلِّفُوۡا كُلًّا فَيَكُوۡنُ عَلَيۡكُمۡ ؛	7	تمہارے باپ اللہ کے قابو میں ہیں تم لوگ کچھ سامان آگے بھیجو جو کہ تمہارے کام آئے۔ سارا کا سارا اپنے پیچھے نہ چھوڑ جاؤ ورنہ وہ تمہارے لئے مصیبت بن جائے گا۔

تشریحات:

کیسی بدقسمتی ہے کہ اُن سادہ اور بار بار دہرائی چلے آنے والی نصیحتوں کی بھی تشریحات کرنا پڑ رہی ہے۔ صرف یہ سمجھ کر کہ حضورؑ ایسی بزرگ ہستی نے انتہائی مکاروں اور دھوکہ بازوں پر اپنا قیمتی وقت صرف کیا ہے اس لئے چند الفاظ ہم بھی لکھیں گے ممکن ہے کہ زمانہ اور لوگ بدل جانے کی وجہ سے کوئی ہماری کسی بات کا اثر لے لے۔ پہلے تو یہ عرض کریں کہ اس دنیا میں آپ جن لوگوں کا زیادہ فکر کرتے ہیں وہ آپ کی اولاد

وازواج ہوتی ہیں۔اُن ہی کی آسودہ حالی اور مستقبل آپ کے سر پر سوار رہتے ہیں۔اُن ہی کی خاطر آپ دن رات ہر قسم کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہیں۔جھوٹ بولتے ہیں۔دھوکا دیتے ہیں۔وعدہ خلافیاں کرتے ہیں۔غداری سے نہیں چوکتے اور دن رات محنت میں خود اپنی جان کو صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔اور یہی مذکورہ لوگ ہیں جن کے لئے آپ میراث و مال ومتاع چھوڑ کر مرنا چاہتے ہیں۔ان ہی کو اللہ نے آپ کا دشمن اور آپ کے لئے فتنہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ O (تغابن 64/14-15) وغیرہ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولادمیں تمہارے دشمن ہیں اُن سے بچ کر رہا کرو۔۔۔۔اور اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ایک فتنہ ہے اور اللہ کے پاس عظیم الشان اجر ہے۔''

اس واضح بیان کے بعد بھی اگر آپ اپنی اولاد وازواج میں الجھے رہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟ آیات خود بتا رہی ہیں کہ لوگ مومن ہو کر یہ کام کر رہے ہیں۔مگر اللہ کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کی جا رہی ہے تو اُن کو اُن کا ایمان اور عبادات کیا فائدہ دیں گی؟ اور نافرمانوں کو کیوں فائدہ دیں گے؟ وہاں تو یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: لَنْ تَنْفَعَکُمْ اَرْحَامُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ...(60/3)

''قیامت کے دن تمہیں تمہاری اولاد اور رشتہ دار ہرگز نفع نہ پہنچائیں گے''

یہ دو تین آیات سامنے رکھیں اور سامنے مومنین پر نظر ڈالیں وہ آپ کو نمازیں پڑھتے نظر آئیں گے۔روزدار اور حاجی ملیں گے۔بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار ملیں گے مگر اُن میں سے سو فیصد تینوں آیات کے خلاف عمل پیرا ملیں گے۔یہ سبب ہے کہ مومنین صالحین کے بعد والے لوگ بھی ان آیات کے منکر رہتے ہیں۔یعنی نہ وہ صالح مومن تھے نہ یہ ہیں۔یہ ایک من سمجھوتہ ہے جس پر عمل کرنے کو اسلام پر عمل سمجھا جارہا ہے۔اسی قسم کی خلاف ورزیاں اوپر سے ہوتی چلی آئی ہیں۔انہوں نے ان آیتوں کیخلاف اپنی اولاد کو حکومت دلائی تھی۔حق داروں کو اسی اولاد کے لئے محروم کیا تھا۔لوگوں کے حقوق غصب کئے تھے۔اور آپ یہ تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ وہی اولاد جس کے لئے ہر بے ایمانی کی گئی تھی۔اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی ازواج واولاد میں لگ جاتی ہے۔بعض اولاد بڈھوں کو گھر سے نکال دیتی ہے یا اتنا تنگ کرتی اور کراتی ہے کہ وہ غریب خود ہی نکل جاتے ہیں۔بڈھوں کی مدد کے لئے غیرقوموں نے ادارے بنا رکھے ہیں حالانکہ اُن کی اولادیں موجود ہیں۔جوان وتنومند ہیں۔خوش حال اور ٹھاٹ سے ہیں۔لہٰذا آپ کو روز ازل سے اپنی اولاد وازواج کے ساتھ مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں سلوک کرنا چاہیئے۔فریضہ کی حدود کے اندر اندر رہ کر اور حدود کے اندر اندر رکھ کر۔اور اُن تمام کاموں کو بھی اولاد وازواج کے ساتھ ساتھ انجام دینا چاہیئے جو آپ کیلئے آخرت میں ذخیرہ بنا سکیں۔یہ تصور دماغ سے غائب نہ ہو جانا چاہیئے کہ ہر منٹ پر موت آسکتی ہے۔آپ کے چاروں طرف روزانہ لوگ مرتے ہیں۔آپ کے پاس کوئی گارنٹی نہیں ہے۔آپ کیسے دسوں بیسیوں سال کی گارنٹیاں لیتے ہیں۔لہٰذا جاگئے اور مفید کام کیجئے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 202

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 195

خُطبہ ﴿204﴾

وہی تاکید جو ہمیشہ فرماتے رہتے تھے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تَجَهَّزُوا. رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فَقَدْ نُودِیَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ ؛	1	اللہ تم پر رحم کرے وسائل سفر آخرت فراہم کرلو۔ یقیناً کوچ کا نقارہ بجا کر اعلان کیا جاچکا ہے۔
وَاَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا ؛	2	دنیا میں رہنے کی مدت کو کم از کم سمجھو،
وَانْقَلِبُوْا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ ؛	3	اور جو کچھ تمہارے قابو میں اصلاح کرنے والا سامانِ سفر ہے اسے لے کر آخرت کی طرف پلٹو۔
فَاِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُوْدًا وَّمَنَازِلَ مَخُوْفَةً مَّهُوْلَةً ؛	4	یہ اس لئے کہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اور خوفناک اور ہولناک منزلیں ہیں۔ کہ
لَابُدَّ مِنَ الْوُرُوْدِ عَلَيْهَا وَالْوُقُوْفِ عِنْدَهَا ؛	5	جہاں قیام کئے بغیر اور جس جگہ ٹھیرے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ ؛	6	اور یہ بھی جان لو کہ تمناؤں کو ختم کرنے والی موت تمہارا قریب سے ملاحظہ کر رہی ہے۔
وَكَاَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيكُمْ وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيهَا مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ ؛ وَمُعْضِلَاتِ الْمَحْذُوْرِ ؛	7	اور ایسا محسوس کرو کہ موت کے پنجے تمہارے جسم میں گڑے ہوئے ہیں۔ اور اس نے تمہیں دبوچ رکھا ہے اور اس کی شدید تکلیفیں تم پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور اس کے دشوار و تکلیف دہ کام پوشیدہ ہیں۔
فَقَطِّعُوْا عَلَائِقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوْا بِزَادِ التَّقْوٰى ؛	8	چنانچہ تم دنیا سے تمام تعلقات توڑ لو، اور تقویٰ کو سامانِ سفر بنا کر غالب آجاؤ۔

تشریحات:

خطبہ کا اندازہ بتا رہا ہے کہ سامعین فرماں بردار قسم کے لوگ ہیں۔ اُن میں کوئی ضدی یا جاہل قسم کا آدمی نہیں ہے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے کوئی چبھتی ہوئی بات نہیں فرمائی ہے۔ دنیا سے روانگی کا تقاضا اسی معیار پر فرمایا ہے جس طرح کسی لشکر کو روانگی کی تیاری کا حکم دیا جاتا ہے۔

وہ لفظ ''تَجَهَّزُوْا '' کا مطلب ہوتا ہے اپنے اپنے ''اسلحہ'' تیغ وترکش ولباس ہے وزرہ، مرہم پٹی وغیرہ کا مہیّا اور یکجا کرنا اور یہاں مطلب ہے حقوق خداوندی کا ادا کرنا حقوق العباد سے فراغت حاصل کرنا۔ دولت کو نیک کاموں میں لگا دینا۔ وہاں تمام سامان اپنے ساتھ اور اپنی تحویل میں رکھنا ہوتا ہے مگر آخرت کے سفر میں جہیز ساتھ نہیں چلتا ساتھ تو صرف کفن جاتا ہے وہ تو دوسروں کے ہاتھوں پہنچتا ہے۔ کچھ سربراہ اسلام علیہ السلام کے ہاتھوں کچھ غربا و مساکین کے ذریعہ یتیموں اور بیواؤں کے ہاتھوں کچھ قرض حسنہ لینے والوں کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ دنیا میں رہنے کی مدت کو کم کرلو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لمبی لمبی آرزوئں، امیدوں اور اسکیموں میں نہ الجھو۔ بلکہ فوراً اور نقد حاصل ہونے والے مقاصد تک محدود رہو۔ ایسے کاموں کو نہ چھیڑو جو تمہیں اُلجھاتے اور آخرت کو بھلاتے چلے جائیں اور تمہارے گناہوں اور غلط باتوں میں پھنس جانے کا بھی امکان ہو۔ چونکہ موت آنے کا علم نہیں ہے اس لئے خود اور اپنے سامان سمیٹ کر رکھو تاکہ تمہاری طرف سے موت کے لئے دروازہ کھلا رہے یہ انتظام رکھنا بھی بڑی نیکیوں میں سے ہے یہ انتظام بھی تمہارے ساتھ چلے گا اور کام آئے گا۔ موت سے ڈرتے رہنا اور ایسا انتظام کرنا کہ جان آسانی سے نکلے یہ بھی تمہارے کام آنے والا ہے۔ بہرحال اس خطبے کا نچوڑ یہ ہے کہ آخرت کی زندگی کو سہل بنا دیا جائے۔ دنیا میں بے رغبتی سے وقت گزارا جائے۔ اپنا محاسبہ خود کر کے اپنا حساب کم سے کر دیا جائے۔ ساتھیوں رشتہ داروں کے واجبات ادا کرتے رہو۔ ورنہ مواخذہ سنگین ہو جائے گا اور ادائیگی کا کوئی بندوبست نہ ہوگا۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:207

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 200

خُطبہ ﴿205﴾

1۔حضرت علی علیہ السلام کے بیانات اور عمل سے ترک دنیا مطلوب نہ تھا۔ بلکہ افلاس و ناداری کوختم کر دینے والا نظام جاری کرنا تھا۔طبقہ واریت کا مٹانا مطلوب تھا۔

2۔علاء ابن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ کے محل کو غرباء کے لئے ضیافت خانہ بنوادیا۔

بِالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ ابْنِ زِيَادِ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَعُوْدُهٗ فَلَمَّا رَاٰى سَعَةَ دَارِهٖ قَالَ:

حضرت علی علیہ السلام بصرہ میں اپنے صحابی علاء بن زیاد حارثی کی بیمار پرسی کو تشریف لے گئے تھے۔اس کا مکان دیکھا تو فرمایا کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِى الدُّنْيَا ؛	1	تم دنیا میں اس مکان کی وسعتوں سے کیا کام لیتے ہو۔
وَاَنْتَ اِلَيْهَا فِى الْاٰخِرَةِ كُنْتَ اَحْوَجُ ؛	2	حالانکہ آخرت میں تمہیں ایسے وسیع مکان کی احتیاج پیش آنا ہے۔
وَبَلٰى اِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ تَقْرِى فِيْهَا الضَّيْفَ وَتَصِلُ فِيْهَا الرَّحِمَ وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوْقَ مَطَالِعَهَا فَاِذَا اَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ ؛	3	اور ہاں اگر تم یہ چاہو کہ اس مکان کے ساتھ ہی تمہیں آخرت میں ایسا ہی وسیع مکان مل جائے تو تمہیں چاہئے کہ اس کو مہمانوں کے لئے ضیافت خانہ بنادو اور قریبی حق داروں کے ساتھ اچھا سلوک شروع کرو۔اور دیگر حقوق کی ادائیگی بھی جاری کردو۔ چنانچہ اگر تم نے ایسا پروگرام چلا دیا تو تمہیں آخرت کی کامیابیاں حاصل ہوگئیں۔
فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَشْكُوْ اِلَيْكَ اَخِىْ عَاصِمَ ابْنَ زِيَادٍ قَالَ : وَمَالَهٗ ؟ قَالَ: لَبِسَ الْعَبَائَةَ وَتَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا ؛	4	علاء نے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ میں آپؑ سے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کا شکوہ کرنا چاہتا ہوں ۔فرمایا تمہیں اس کے متعلق کیا شکایت ہے۔علاء نے عرض کیا کہ وہ بالوں کی چادر اوڑھتا ہے اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوگیا ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس بلاؤ۔
قَالَ :عَلَىَّ بِهٖ ؟ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ : يَاعُدَىَّ نَفْسِهٖ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيْثُ ؛	5	جب وہ آ گیا تو حضرت علیؑ نے اس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن یقیناً تجھے شیطان ایسے خبیث نے ورغلایا ہے۔
اَمَا رَحِمْتَ اَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ ؟	6	کیا تجھے اپنی اہلیہ اور اولاد و متعلقین پر رحم نہیں آتا ہے؟

اَتَرَی اللّٰہَ اَحَلَّ لَکَ الطَّیِّبَاتِ وَھُوَیَکْرَہُ اَنْ تَاْخُذَھَا ؟	7	اور کیا تیری یہ رائے اور فیصلہ ہے کہ جو چیزیں اللہ نے تیرے لئے حلال کر دی ہیں اگر تو انہیں استعمال کرے گا تو اللہ کو نا گوار گزرے گا؟
اَنْتَ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ؛	8	تم تو اللہ کے نزدیک اس نا گواری سے بھی زیادہ بے عزت کئے جانے کے حقدار ہو۔
قَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ھٰذَا اَنْتَ فِیْ خُشُوْنَۃِ مَلْبَسِکَ وَجُشُوْبَۃِ مَاکَلِکَ ؛	9	عاصم ابن زیاد نے جواب میں عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کا اپنا لباس نہایت کھردرا اور خوراک بھی نہایت موٹی جھوٹی، گھٹیا اور تکلیف دہ ہوتی ہے۔
قَالَ: وَیْحَکَ اِنِّیْ لَسْتُ کَاَنْتَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰیٰ فَرَضَ عَلٰی اَئِمَّۃِ الْحَقِّ اَنْ یُّقَدِّرُوْا اَنْفُسَھُمْ بِضَعَفَۃِ النَّاسِ کَیْلَا یَتَبَیَّغَ بِالْفَقِیْرِ فَقْرُہُ ؛	10	علیؑ نے فرمایا کہ تجھ پر ملامت لازم ہے یقیناً میرا حال تیری طرح نہیں ہے اسلئے کہ اللہ بزرگ و برتر نے حقیقی اماموںؑ پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے رہن سہن کو تمام انسانوں میں سے جو سب سے ضعیف اور نادار و قلاش ہو انکی سطح پر رکھیں تا کہ نادار اور قلاش لوگ اپنی تنگ حالی سے گھبرا کر بغاوت اختیار نہ کر لیں‘‘

تشریحات:

یہ خطبہ نمونہ کا خطبہ ہے اس میں جو سبق اور جو تعلیم دی گئی ہے نہ صرف واضح اور عام فہم ہے بلکہ دعویداران اسلام کے لئے قابل شرم بھی ہے۔ وہ شخص جو خلافت و امامت اور جانشینی رسولؐ سے محروم اور دور تر کر دیا گیا تھا۔ اُس نے اس سب کے بعد بھی خود کو اللہ کے سامنے ذمہ دار امام سمجھا اور اُس کی نسل کے آئمہ علیھم السلام اُس وقت تک خود کو حضرت علیؑ ہی کی طرح ذمہ دار سمجھتے رہے جب تک دنیا میں خلفائے ثلاثہ کی جانشین خلافتیں برسر حکومت رہیں۔ اور اُن کا نام ونشان مٹنے سے پہلے ہی اپنے یہاں انڈر گراؤنڈ نظام جاری کر کے غربت و افلاس وغیرہ کا سرے سے خاتمہ کر دیا۔ یعنی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک تمام آئمہ علیھم السلام نے وہی زندگی بسر کی جو حضرت علی علیہ السلام پر اللہ نے فرض کی تھی اس کے بعد نظام خوشحالی اور فارغ البالی لے کر آیا اور حالات کو قطعاً بدل دیا۔ اور وہی بدلا ہوا نظام حضرت حجۃ قائم آل محمد صلوٰۃ اللّٰہ علیہ و آبائہ کا نظام ہے۔ ساتھ یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ مومنین کو عہد سابق میں بھی حضرات آئمہ علیھم السلام نے تنگی اور تنگ حالی کی زندگی سے روک کر اللہ کی تمام نعمتوں کو استعمال کرنے پر زور دیا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کا مکالمہ (10 تا 7) آپ نے دیکھ لیا ہے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ مومنین اپنے قوت بازو سے خوشحالی حاصل کرتے رہیں۔ اور اُن تمام پابندیوں کو توڑتے رہیں جو قریشی حکومت عاید کرتی تھی یعنی جس طرح بھی ہو سکے اپنے حقوق برابر حاصل کریں چنانچہ اس پر عمل جاری رہا اور ہم نے بھی اس کی کھلی اجازت دی ہے کہ مسلمانوں کی مخالف حکومت کے قوانین کو قانون نہ سمجھا جائے۔ وہ صرف اُن لوگوں کے لئے قانون ہے جن کو حکومت کی تمام مراعات وحقوق حاصل رہتے ہوں۔ شیعوں کو وہ تمام مراعات وحقوق حاصل کرنے میں کسی کام کو بددیانتی یا چوری یا خیانت وغیرہ سمجھنے کی از راہ انصاف ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح ملیں حاصل کر لیں۔ یہ اجازت ہر اُس حکومت، جماعت، فرد یا افراد کے خلاف حاصل ہوگی جو مذہب کی بنا پر تعصب وظلم کو استعمال کریں۔ ساتھ ہی اُن کے خلاف ظلم، وتعصب استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

2۔ حضرت علیؑ اور آئمہ اہلبیتؑ کئی سوسال تک بغاوت روکنے میں مددگار رہا کئے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے طرزِ زندگی کا سبب یہ بتایا ہے کہ لوگ غربت وافلاس سے تنگ آ کر بغاوت نہ کریں لہٰذا یہ طرز زندگی بغاوتیں روکنے میں قریشی حکومت کے لئے مفید ثابت ہوتا رہا۔ بغاوتیں اُن حضرات کے زمانوں میں بھی ہوتی رہی ہیں۔ مگر وہ بغاوتیں سیاسی تھیں بھوک کی بنا پر نہ تھیں۔ ظلم واستبداد کی وجہ سے تھیں تنگدستی کی وجہ سے نہ تھیں۔

3۔ حقیقی مومنین کو نیکی کی راہ پر ڈالنے کے لئے محلاتی زندگی سے باز رکھا جاسکتا ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جناب علاء بن زیاد حارثی سے وہ پروگرام شروع کرادیا جو خود جاری رکھتے تھے (76/8 تا 10) اور ظاہری خلافت کے دور میں ممکن نہ رہا تھا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جیتے جی علاء کو جنت میں اپنے محل سے بڑا محل مل گیا تھا۔ اور یہ فضل امام علیہ السلام سے ہوسکتا تھا۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:208

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 201

خُطبہ ﴿206﴾

قریشی احادیث پر مرتضویؑ ریمارکس

عہد مرتضوی تک حدیث رسولؐ کی پوزیشن کیسی بن چکی تھی؟ راوی کس قسم کے لوگ تھے؟

وَقَدْسَالَهُ سَائِلٌ عَنْ اَحَادِيْثِ الْبِدَعِ وَعَمَّافِيْ اَيْدِى النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اور آنحضرتؐ سے نئی تراشیدہ احادیث پر سوال کیا گیا تھا اور حدیث کے ذخیرے میں اختلاف پر بھی پوچھا گیا تھا تو علیؑ نے فرمایا تھا کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اِنَّ فِىْ اَيْدِى النَّاسِ حَقًّا وَّبَاطِلاً صِدْقًا وَّكَذِبًا ؛	1	یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ میں برحق قسم کی احادیث بھی ہیں اور باطل والی احادیث بھی ہیں اور سچی بھی ہیں اور جھوٹی بھی ہیں۔
وَنَاسِخًا وَّمَنْسُوْخًا ؛	2	اور لکھنے والی بھی ہیں اور لکھی ہوئی بھی ہیں۔
وَعَامًّا وَّخَاصًّا ؛	3	عمومی احکام والی بھی ہیں اور خصوصی والی بھی۔
وَمُحْكَمًا وَّمُتَشَابِهًا ؛	4	اور محکم بھی ہیں اور بالکل ان ہی جیسی بھی ہیں۔
وَحِفْظًا وَّ وَهْمًا ؛	5	اور صحیح حفظ کی ہوئی بھی ہیں اور وہم کے طور پر بڑھائی ہوئی بھی ہیں۔
وَلَقَدْ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ عَلٰى عَهْدِهٖ حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ:	6	اور عہد رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ ہی میں رسولؐ اللہ پر جھوٹ بولنا شروع ہو گیا تھا اس حد تک کہ اس کے سدّ باب کے لئے آپؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ:
"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"	7	"جو کوئی جان بوجھ کر ارادہ کر کے مجھ پر جھوٹ بولے گا اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کا وعدہ یاد رکھنا چاہیئے"۔
وَ اِنَّمَا اَتَاكَ بِالْحَدِيْثِ اَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ :	8	اور حدیث کے سلسلے میں تیرے سامنے چار قسم کے حدیث بیان کرنے والے آتے ہیں اور حدیث بیان کرنیوالوں میں پانچویں قسم کے لوگ نہیں ہیں۔

رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُّظْهِرٌ لِلْاِیْمَانِ مُتَصَنِّعٌ بِالْاِسْلَامِ ،	9	ایک وہ لوگ جو کورے منافق ہیں جو ایمان ظاہر کرتے اور مومن ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ مسلمانوں اور اسلام جیسی صورت ولباس اختیار کر رکھا ہے نہ تو
لَا یَتَاَثَّمُ وَلَا یَتَحَرَّجُ یَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ .صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ .مُتَعَمِّدًا ،	10	گناہ سے باز رہتا ہے نہ کوئی چال چلنے سے چوکتا ہے۔ وہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر ڈٹ کر تدبیر کے ساتھ جھوٹ بولنے میں تکلف نہیں کرتا۔
فَلَوْعَلِمَ النَّاسُ اَنَّہٗ مُنَافِقٌ کَاذِبٌ لَمْ یَقْبَلُوْا مِنْہُ وَلَمْ یُصَدِّقُوْا قَوْلَہٗ ،	11	اگر لوگوں کو یہ علم ہو گیا ہوتا کہ وہ منافق ہے جھوٹا ہے رسوؐل پر جان بوجھ کر تہمت لگاتا ہے تو لوگ نہ تو اس کی کوئی بات قبول کرتے اور نہ ہی اس کے کسی قول کی تصدیق کرتے (مگر قبول اور تصدیق جاری رہی)
وَلٰکِنَّھُمْ قَالُوْا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ و آلِہٖ رَاٰہُ وَسَمِعَ مِنْہُ وَلَقِفَ عَنْہُ ؛	12	ولیکن لوگوں نے تو یہ سمجھا اور کہا کہ وہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا صحابی ہے۔ ان کی صحبت اور زیارت کا شرف رکھتا ہے اور ان سے سارے قرآن وحدیث کو سنتا رہا ہے اور ان سے دین اور دینی تعلیم حاصل کی ہے۔
فَیَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِہٖ وَاَخْبَرَکَ اللّٰہُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ بِمَا اَخْبَرَکَ وَوَصَفَھُمْ بِمَا وَصَفَھُمْ بِہٖ لَکَ ؛	13	چنانچہ عہد رسوؐل کے اور بعد کے تمام لوگوں نے اس کی ہر بات قبول اور اختیار کی اور تمہیں اللہ نے منافقوں کے سارے حالات سنا دیئے ہیں اور ان کی صفات اور کردار کو اس کی مناسب صورت میں بیان کر دیا ہے۔
ثُمَّ بَقُوْا بَعْدَہٗ فَتَقَرَّبُوْا اِلٰی اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَ الدُّعَاةِاِلَی النَّارِبِالزُّوْرِ وَ الْبُھْتَانِ فَوَلَّوْھُمُ الْاَعْمَالَ وَجَعَلُوْھُمْ حُکَّامًا عَلٰی رِقَابِ النَّاسِ فَاَکَلُوْا بِھِمُ الدُّنْیَا ؛	14	چنانچہ منافقین رسوؐل اللہ کے بعد بھی برابر باقی رہے۔ انہوں نے اسلام کے گمراہ سربراہوں اور جہنم کی طرف دعوت دینے والوں کے یہاں تقرب حاصل کر لیا اور جھوٹے قصوں اور بہتانوں سے اپنے اعمال کو ولایت کی سطح تک بلند کر لیا۔ اور یہی منافق گروہ تھا جنہوں نے انہیں حکمران بنا کر لوگوں کی گردنوں پر سوار کیا تھا چنانچہ وہ حکام کے ساتھ مل بانٹ کر دنیا کو کھاتے کھلاتے رہے۔
وَاِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوْکِ وَالدُّنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰہُ فَھٰذَا اَحَدُا الْاَرْبَعَةِ ؛	15	اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ لوگ ملوک و بادشاہوں اور دنیا کے ساتھی ہوا ہی کرتے ہیں سوائے ان کے جن کو اللہ بچائے۔ چنانچہ ان چاروں قسموں میں سے پہلا راوی یہ تھا۔
وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رسولِ اللّٰہِ شَیْئًا لَمْ یَحْفَظْہُ عَلٰی وَجْھِہٖ ؛	16	اور ایک وہ راوی ہوتا ہے جس نے واقعی رسوؐل اللہ سے کچھ سنا تھا مگر اسے جوں کا توں یاد نہ رکھ سکا کچھ بھول گیا اور اس کی جگہ۔
فَوَھِمَ فِیْہِ وَلَمْ یَتَعَمَّدْ کَذِبًا فَھُوَفِیْ یَدَیْہِ	17	اپنے خیال و وہم سے جو یاد رہا اس میں خود ہی اضافہ کر لیا مگر جان بوجھ کر کسی

عربی	نمبر	اردو
وَیَرْوِیْهِ وَیَعْمَلُ بِهٖ وَیَقُوْلُ :		منصوبے کی تائید کیلئے جھوٹا سمجھ کر اضافہ نہیں کیا لہٰذا وہ نیک نیتی سے روایت کرتا ہے اور خود اس پر عمل بھی کرتا ہے اور یہ کہتا اور سمجھتا ہے کہ:
اَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ و آلِهٖ؛	18	یہ سب کچھ میں نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے خود سنا تھا۔
فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّهُ وَهِمَ فِیْهِ لَمْ یَقْبَلُوْامِنْهُ وَلَوْ عَلِمَ هُوَاَنَّهُ كَذٰلِکَ لَرَفَضَهُ ؛	19	چنانچہ اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس نے رسوؐل کے بیان میں اپنے وہم کو داخل کرلیا ہے تو وہ اس راوی سے اس بیان کو قبول نہ کرتے اور اگر اسے خود بھی اپنے وہم کا علم ہو جاتا تو وہ بھی اسے چھوڑ دیتا۔
وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ شَیْئًا یَامُرُبِهٖ ثُمَّ اِنَّهُ نَهٰی عَنْهُ وَهُوَ لَایَعْلَمُ ؛	20	اور تیسری قسم ان راویوں کی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کوئی حکم دیتے ہوئے سنا جس کی پھر آپؐ نے ممانعت فرمادی تھی اور اس ممانعت کا اسے علم نہ ہوسکا لہٰذا اسے حکم والی حدیث یادرہ گئی اور وہ اسے بیان کرتا اور حکم دیتا رہا۔
اَوْسَمِعَهُ یَنْهٰی عَنْ شَیْءٍ ثُمَّ اَمَرَبِهٖ وَ هُوَلَایَعْلَمُ فَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ وَلَمْ یَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْ عَلِمَ اَنَّهُ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضَهُ ؛	21	یا اس نے سنا کہ رسوؐل کسی چیز کی ممانعت فرمارہے ہیں جسکی ممانعت ختم کر کے بعد میں اس کی اجازت دے دی اور اسے اجازت کا علم نہ ہوا تو اس نے منسوخ کو یاد رکھا اور ناسخ کا اسے پتہ نہ چلا۔ چنانچہ اگر اسے خود کو یہ علم ہو جاتا کہ وہ منسوخ کو یاد کئے ہوئے ہے تو اُسے چھوڑ دیتا۔
وَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْسَمِعُوْهُ مِنْهُ اَنَّهُ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضُوْهُ ؛	22	اور اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ انہوں نے اس سے سُنا ہے وہ منسوخ ہے تو انہوں نے بھی اسے چھوڑ دیا ہوتا۔
وَاٰخِرُرَابِعٌ لَمْ یَكْذِبْ عَلَی اللّٰهِ وَعَلٰی رَسُوْلِهٖ ؛	23	اور آخری چوتھی قسم کا راوی ہے جو نہ اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اور نہ اللہ کے رسوؐل پر جھوٹ بولتا ہے۔
مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفًا مِنَ اللّٰهِ وَتَعْظِیْمًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ و آلِهٖ ؛	24	وہ اللہ کے خوف سے جھوٹ کا دشمن ہے۔ اور رسوؐل کی تعظیم بھی اسے جھوٹ سے باز رکھتی ہے۔
وَلَمْ یَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلٰی وَجْهِهٖ ؛	25	اسے وہم بھی نہیں ہوا بلکہ جو کچھ بھی رسوؐل سے سنا تھا اسے بعینہ جوں کا توں یاد رکھا ہوا ہے۔
فَجَاءَ بِهٖ عَلٰی سَمْعِهٖ :	26	چنانچہ اپنی سماعت اور حافظہ کے مطابق بیان کرتا ہے:

لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهِ وَحَفِظَ الْمَنسُوْخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ ؛	27	نہ اس میں کچھ بڑھایا نہ بڑھاتا ہے نہ کچھ کمی کرتا ہے نہ کم کیا ہے۔ ناسخ کو الگ سے یاد رکھا اور اس پر عمل کیا اور منسوخ کو الگ سے یاد رکھے ہوئے ہے۔ اور اس سے پہلو بچا کر رکھتا ہے۔
وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَلْعَامَّ ؛	28	اور اس نے مخصوص حکم والی احادیث کو الگ اور عام حکم والی احادیث کو شناخت کر رکھا ہے۔
فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهُ وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَالْمُحْكَمَهُ ؛	29	اور وہ ہر چیز کے حکم کو اس کے ٹھیک مقام پر رکھتا ہے اور محکم و متشابہ کو بھی پہچانتا ہے۔
وَقَدْ كَانَ يَكُوْنُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَآلِهِ الْكَلَام لَهُ وَجْهَان: ؛	30	اور ایک حقیقت یہ تھی کہ رسولؐ اللہ کبھی کبھی ایسا کلام بھی کرتے تھے جس کے دو رخ اور سبب ہوتے تھے اور وہ یہ کہ:
فكَلَامٌ خَاصٌّ وَكَلَامٌ عَامٌّ ؛	31	ایک مخصوص صورت حال سے تعلق رکھنے والا کلام ہوتا تھا اور ایک عام حالات اور عام لوگوں سے تعلق رکھا کرتا تھا۔
فَيَسْمَعُهُ مَنْ لَايَعْرِفُ مَاعَنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِهِ وَلَا مَا عَنَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ	32	اور حضورؐ کے کلام کو یوں تو ہر کان رکھنے والا سن لیتا تھا مگر ان میں ایسے سننے والے بھی ہوتے تھے جو یہ نہ سمجھ سکتے تھے کہ اس کلام سے اللہ نے کیا مراد لیا ہے اور پیغمبرؐ کا منشاء کیا ہے؟ اللہ آپؐ پر درود و سلام بھیجتا رہے۔
فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَيُوَجِّهُهُ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَمَاقُصِدَبِهٖ وَمَا خَرَجَ مِنْ اَجْلِهٖ ؛	33	چنانچہ ہر سننے والا سن کر اپنی اپنی سوچ کے مطابق اس کلام کو کسی صورتِ حال پر ڈھالتا تھا۔ اور اس کی ایسی وجوہات اور توجیہات گھڑتا تھا جس کا اصل معنی سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا اور نہ یہ کہ اس کا مقصد کیا ہے اور اسے کس سے اور کس وقت سے واسطہ ہے؟
وَلَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رسوؐل اللّٰهِ.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ .مَنْ كَانَ يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَفْهِمُهُ حَتّٰى اَنْ كَانُوْا لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَجِيءَ الْاَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ فَيَسْأَلَهُ (عليه و السلام) حَتّٰى يَسْمَعُوْا ؛	34	اور نہ ہی رسولؐ اللہ کے تمام صحابہ ایسے تھے جنہیں آپ سے بات بات پر سوال کرتے رہنے کی ہمت ہوتی۔ بلکہ وہ تو اکثر یہ پسند کرتے تھے کہ کوئی راہ چلتا یا دیہاتی آ جاتا اور رسولؐ سے دریافت کرتا تا کہ وہ بھی اصل منشاء سن اور سمجھ لیتے۔
وَكَانَ لَايَمُرُّبِي مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ اِلَّاسَأَلْتُهُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهُ ؛	35	لیکن میرا حال اسکے خلاف تھا میرے سامنے کوئی ایسی صورت نہ آتی تھی کہ میں اس کے متعلق سوال کر کے اسے سمجھ نہ لوں اور اسے محفوظ نہ کر لوں۔

فَهٰذِهِ وَجُوُهُ مَاعَلَيُهِ النَّاسُ فِيُ اخُتِلَافِهِمُ وَعِلَلِهِمُ فِيُ رِوَايَاتِهِمُ ؛	36	یہ ہے تفصیل ان اختلافات کی جولوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ ہیں اختلاف کی وجوہات اور اسباب''

تشریحات:

خطبے کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی ایسا راوی نہیں ہوسکتا جس کی روایت کی ہوئی حدیث اپنے مطالب ومفاہیم میں سو فیصد قابل اعتماد ہو۔ چونکہ جو خامیاں اور صورتیں حضورؐ نے بیان فرمائی ہیں اُن سب پر حاوی رہنا اوروں کے لئے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ ممکن رہا ہے کہ راوی کوئی منافق بھی نہ ہو جھوٹ کا عادی اور بدنیت بھی نہ ہو۔ حافظہ بھی اچھا ہو اور جو کچھ سنا ہوا اُسے یاد بھی رکھا ہو اور اُسے جوں کا توں بیان بھی کرتا رہتا ہو۔ اس کے باوجود بھی چند ایسے پہلو ہیں جن کے بغیر بات نامکمل رہ جاتی ہے۔ کم از کم یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ احادیث سننے والا مسلسل رسولؐ کی صحبت میں موجود رہے کہ اُسے ناسخ ومنسوخ اور عام وخاص کا تسلسل معلوم رہے۔ جو لوگ چند گھنٹے بیٹھ کر اور چند باتیں سن کر چلے گئے اور پھر کبھی نہ پلٹے۔ اور آئے بھی تو برسوں بعد چند گھنٹوں کے لئے یا اپنے کاروبار میں مصروف رہے اور کبھی کبھی وقت ملنے پر آتے رہے۔ وہ بھی تسلسل سے محروم رہیں گے۔ اور آپ کو قریشی تاریخ سے بھی کوئی ایک شخص نہ ملے گا جو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ رہا ہو سوائے اس مقدس خطیب علیہ السلام کے۔ جن لوگوں کے لئے زیادہ صحبت میں رہنے کی کہانیاں گھڑی گئی ہیں تحقیق کرنے سے اُن کی صحبت کا زمانہ مشکل سے چند سو گھنٹے نہ نکلے گا۔ عمر اور ابوبکر تو مع اپنے اہل وعیال کے سکونت ہی دو دو میل دور، محلّہ قبا اور محلّہ سخ میں رکھتے تھے اور بمشکل دوسرے تیسرے روز چند گھنٹوں کے لئے آیا کرتے تھے۔ البتہ قرآن کی رو سے (4/81,4/108) قریشی لیڈر رات کو اُن کے گھروں میں جمع ہو کر روزانہ خفیہ مشورے کرتے رہتے تھے۔ اور وہیں تمام حالات ایک دوسرے سے معلوم کرتے رہتے تھے۔

2۔ ناسخ ومنسوخ، عام وخاص، محکم ومتشابہ کو قریشی لیڈروں نے اپنے کمین گاہیں بنالیا جائے۔

اگر آپ فقہ کی یا مسائل کی کتابیں پڑھیں گے تو یہی نہیں بلکہ چند اور اصطلاح بھی دیکھیں گے جو فقہی بحثوں میں قدم قدم پر استعمال کی جاتی ہیں اُن کی مدد سے اللہ و رسولؐ اور قرآن کے احکامات کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ دینی مسائل اور احکام میں جتنے اختلافات ہوئے اور مسلمانوں میں جتنے فرقے بنے اُن میں اصطلاحات سے بڑا کام لیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے جس بیان کو رد کرنا چاہا اُسے متشابہ کہہ دیا گیا۔ اور اس پر اتفاق تھا کہ آیات متشابہات کے معنی ومدعا واضح نہیں ہوتے۔ اسی طرح جسے چاہا منسوخ قرار دے دیا۔ اور لغت وقرآن کے خلاف اس پر اتفاق تھا کہ منسوخ کے معنی متروک (Cancelled) ہوتے ہیں۔ اور جب موزوں دیکھا تو خاص کہہ دیا۔ مطلب یہ کہ وہ حکم، آیت عام طور پر استعمال کرنے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہوا کہ کچھ آیات کو مجمل قرار دیا گیا اور یہ کہہ کر کہ اُن کے لئے مفصل آیات نہیں ہیں سامنے سے ہٹا دیا گیا۔ کچھ آیات کو مطلق کہا تو کچھ کو مقید قرار دے دیا اور اپنے قرار دادہ معنی کی مار دے کر جو چاہا کر لیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے صرف تین کا ذکر کر کے اُن کے منہ میں اُن ہی کی پسندیدہ لگام ڈال دی اور انہیں مطلق یا کھلی آزادی سے روک کر مقید یا پابند کر دیا۔ اور مجبور کر دیا کہ وہ احادیث پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑنے کے بجائے ذرا آگا پیچھا دیکھ کر اور سنبھل کر بات کیا کریں۔

3۔ عہدِ رسولؐ ہی میں رسولؐ پر جھوٹ بولنے کی بات مخالفین کو بھی ماننا پڑی اور قرآن میں ریکارڈ ہوگئی۔

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی شکایت ریکارڈ کی گئی ہے جس میں پوری قریشی قوم کا قرآن کو مہجور کر کے غلط معانی ومفاہیم میں استعمال کرنا بتایا گیا ہے اور اللہ نے حضورؐ کی تصدیق کر کے پوری قوم کو مجرم اور دشمن رسولؐ مانا ہے (فرقان 25/30-31) اور ادھر اللہ نے رسولؐ اللہ سے پوری قوم کے قرآن کو جھٹلانے کی شکایت کی ہے (انعام 6/66) پھر ایک عملی مثال دے کر بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے جھوٹے فتوؤں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن اور مودودی کا ترجمہ سنئے اور عہدِ رسولؐ کے مسلمانوں کا حال دیکھئے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ O مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O(16/116-117)

مودودی کا ترجمہ: ’’اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام ہے تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھا کرو جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے دنیا کا عیش چندروزہ ہے آخراُن کے لئے دردناک سزا ہے‘‘

مودودی کی تشریح ’’یہ آیت صاف تصریح کرتی ہے کہ خدا کے سوا تحلیل وتحریم کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر قانون ساز صرف اللہ ہے۔ دوسرا جو شخص بھی جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرنے کی جرأت کرے گا وہ اپنی حد سے تجاوز کرے گا۔ اِلّا یہ کہ وہ قانون الٰہی کو سند مان کر اُس کے فرامین سے استنباط کرتے ہوئے یہ کہے کہ فلاں فعل یا فلاں چیز جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ اس خود مختارانہ تحلیل وتحریم کو اللہ پر جھوٹ اور افترا اس لئے فرمایا گیا کہ جو شخص اس طرح کے احکام لگاتا ہے اُس کا یہ فعل دو حال سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یا وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ جسے وہ کتاب الٰہی کی سند سے بے نیاز ہو کر جائز یا ناجائز کہہ رہا ہے اُسے خدا نے جائز یا ناجائز ٹھیرایا ہے۔ یا اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ نے تحلیل وتحریم کے اختیارات سے دست بردار ہو کر انسان کو خود اپنی زندگی کی شریعت بنانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے جو دعویٰ وہ کرے وہ لامحالہ جھوٹ اور اللہ پر افترا ہے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 578)

3۔ (الف) مودودی نے خود اللہ پر جھوٹ باندھا اور افترا کیا ہے۔

مودودی کی تشریح میں جو جو باتیں ایسی ہیں جو اس آیت (16/116) سے تعلق نہیں رکھتیں وہ سب اللہ پر جھوٹ اور افترا ہیں نہ اس آیت اور نہ پورے قرآن میں یہ اجازت ہے کہ:

’’اِلّا یہ کہ وہ قانون الٰہی کو سند مان کر اُس کے فرامین سے استنباط کرتے ہوئے یہ کہے کہ فلاں چیز یا فلاں فعل جائز ہے اور فلاں ناجائز‘‘

ثابت ہوا کہ عہدِ رسولؐ ہی میں نہیں بلکہ قریشی مذہب آج تک اپنے خود ساختہ قوانین کی رو سے اللہ پر جھوٹ بولنا اور افترا کرنا جائز سمجھتا چلا جارہا ہے اللہ نے اس قرآن میں کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ ’’قانون الٰہی کو سند مان کر اُس کے فرامین سے استنباط کر کے حلال وحرام اور جائز وناجائز کے فتوے دئے جائیں۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ قریش عہدِ رسولؐ میں بھی اور مودودی تک بھی اللہ پر جھوٹ اور افترا کرنا جائز سمجھتے رہے۔ اور جھوٹے احکام گھڑتے اور افترا کرتے رہے۔ اور یہ تمام مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اہل حدیث وغیرہ جھوٹ اور افترا کا انبار ہیں۔

4۔ منافقین کا رسولؐ اللہ کے بعد باقی رہنا، آئمہ ضلالت کا تقرب حاصل کر کے حکمران طبقہ میں شامل ہونا؟

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے جملے (14-15) میں وہ پورا منصوبہ واضح الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے جو ابوسفیان سے شروع ہوا تھا اور

عہدابوبکروعمروعثمان میں مکمل ہوگیا تھا اس بات پر کسی بحث اور ثبوت کی ضرورت نہیں ہے کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد مسلمانوں میں منافق موجود تھے۔اس لئے کہ تمام مسلمانوں کا عموماً اور ابوبکروعمروعثمان اینڈ کمپنی کا خصوصًا اس پر اتفاق ہے اور تمام قریشی برابر اس حقیقت کو مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں۔خصوصاً علامہ پرویز(غلام احمد پرویز) کی کتاب شاہکار رسالت تو اُن کے اپنے زمانے تک منافقین کا موجود ہونا ثابت کرتی ہے۔

4(الف)۔تحقیق کی رو سے منافقین جداگانہ قسم کے مسلمان نہ تھے وہ بالکل ابوبکروعمر ایسے ہی تھے صرف منصب یا ڈیوٹی کا فرق تھا۔

تنگ آکر خودعمر نے اپنے عہد خلافت میں بھرے مجمع کے اندر اقرار کیا ہے کہ:''بِـاللّٰهِ یَاحُذَیْفَهُ اَنَامِنَ الْمُنَافِقِیْنَ''''خدا کی قسم اے حذیفہ میں منافقین میں سے ہوں۔''

اس کے علاوہ قرآن کریم سے واضح ثبوت موجود ہیں۔بشرطیکہ کوئی خودساختہ عقیدت کو خیرباد کہہ کر قرآن کے بیانات پڑھے۔تاریخ اور قرآن کی رو سے ہر وہ شخص منافق تھا جو مسلمانوں میں آنے سے پہلے اپنے جانے کا انتظام کرکے آتا تھا۔دوسرے الفاظ میں منافق جاسوسی کے لئے آتا اور فراغت کے بعد چلا جاتا تھا۔جاسوسی کی ضرورت اعلان نبوت ہی کے دن سے پیدا ہوگئی تھی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور اُن کے ساتھی مومنین کے حالات اور اقدامات کا صحیح پتہ لگایا جاتا رہے۔جوں جوں مومنین کی تعداد بڑھتی گئی یہ ضرورت بھی بڑھتی گئی یعنی جاسوسوں کی تعداد کو بھی بڑھانا ضروری ہوتا گیا اور تعداد بڑھائی جاتی رہی۔ہجرت کے بعد منافقوں کا سلسلہ مدینہ تک پھیلا دیا گیا تھا۔مکے کے قریشی مرکز کی طرف سے تحریک نبوت کو روکنے اور دبانے کے لئے بھی ایک محاذ قائم کیا گیا جو برابر تیرہ سال تک اپنی کوششیں کرتا رہا اور ہجرت کے بعد اس محاذ نے افواج کشی اور جنگ وجدل کی صورت اختیار کرلی تھی۔منافقوں اور تیغ بکف محاذوں کی پوزیشن اور حالات سب کو معلوم اور تاریخی ہے۔لیکن ان دونوں محاذوں کے علاوہ ایک اور محاذ تھا جسے پوشیدہ رکھنے کے لئے قریش نے اپنی پوری بصیرت وقوت استعمال کی ہے مگر ہم نے قریش کے اس نہایت اہم راز کو فاش کردیا ہے۔اور ہم نے اس محاذ کا نام مومن محاذ رکھا ہے۔

4(ب)۔منافق اور فوجی محاذ سے بھی پہلا اور اہم ترین محاذ قریش کا مومن محاذ تھا جو اولین وسابقین میں شریک ہوا۔

اور قرآن میں بھی اس محاذ کو مومن ہی کہہ کر پکارا جاتا رہا ہے اس مومن محاذ کو اور اس کی ضرورت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ذرا سا پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ساری دنیا کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کی پیشین گوئیاں برابر دنیا میں پھیلتی چلی آرہی تھیں۔تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں اور امتوں کو اس آخری نبوت کی خبر دیتے چلے آرہے تھے اور اپنی الہامی کتابوں میں بھی یہ اطلاع تحریری طور پر چھوڑ چھوڑ کر جارہے تھے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو حضوؐر کا نام احمدؐ بھی بتادیا تھا۔اور سب کو معلوم ہوچکا تھا کہ یہ آخری نبیؐ اولاد اسماعیل علیہ السلام میں پیدا ہوگا۔یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ یہ رسوؐل مکہ میں پیدا ہوگا۔چنانچہ تاریخ بتاتی ہے عمر اور ابوبکر کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ مکہ میں پیدا ہوگا۔چنانچہ ایک راہب نے عمر سے ایک تحریر بھی لے لی تھی اور ابوبکر کو بھی ایک دوسرے راہب نے خلیفہ بن جانے کی اطلاع دے دی تھی۔اس سے بھی پیچھے ہٹئے اور یاد کیجئے کہ تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کے وقت نور محمدؐی حضرت آدمؑ کی پیشانی میں ودیعت کیا گیا تھا تاکہ یہ نور آدمؑ سے اُن کی صالح ترین اولاد میں منتقل ہوتا ہوا اُس شخص تک پہنچے جس کے بیٹے کی حیثیت سے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیدا ہونا تھا۔لہٰذا جس کسی کی پیشانی میں یہ نور رہتا تھا جاننے والے اُسے دیکھ کر یہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ آخری نبیؐ کے نور کا حامل ہے۔مکہ میں تاریخی واقعہ گزرا ہے کہ ایک عالم عورت نے کوشش کی تھی اور حضرت عبداللہ علیہ السلام کو لالچ بھی دیا تھا کہ اس عورت سے مباشرت کرلیں۔لیکن حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کچھ

دوری پر کھڑے ہوئے تھے یہ عورت کامیاب نہ ہوسکی اور والد نے اسی روز عبداللہ کی شادی اور رخصت کردی اور محمدؐ کا نور مبارک ان کی والدہؑ کو منتقل ہوگیا۔لکھا ہے کہ اگلے روز حضرت عبداللہ اس مذکورہ عورت سے ملے کہ اس کی تمنا پوری کردیں لیکن عورت نے کہا کہ میں تو اُس نور کو حاصل کرنا چاہتی تھی جو اَب تم میں نہیں ہے منتقل ہو چکا ہے۔قارئین کو ہم نے یہ سب کچھ اس لئے سنایا ہے کہ دانشورانِ قریش بھی اس صورت حال سے واقف تھے وہ ہر اُس شخص کو پہچانتے چلے آتے تھے جس کی پیشانی نورِ محمدؐی کو لئے پھرتی تھی۔وہ اُن تمام پیشینگوئیوں پر بھی مطلع تھے جو صدیوں سے چلی آرہی تھیں۔لہٰذا انہوں نے پیدائش محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سے پہلے ہی دانشوروں کی ایک ٹولی تیار کرلی تھی جو پیدا ہوتے ہی محمدؐ اور متعلقین کے ساتھ ربط وضبط اور دوستانہ تعلقات قائم کرے اور قریشی مرکز کی پُرخلوص ہمدرد ٹولی رہے۔یہ مومن محاذ تھا جس کا کام محمدؐ کی تائید کرنا اور قومی اغراض و مقاصد کے ماتحت ایمان لانا ہر وہ کام کرنا جو اُسے مومن ثابت کرتا رہے۔یہ تھے تین محاذ۔اور ان تینوں محاذوں کو قرآن میں اُن کے ناموں سے پکارا گیا ہے یعنی کافر کہہ کر۔منافق کہہ کر اور مومن کہہ کر۔کافروں سے تمام حق کو چھپانے والے مخاطب کئے جاتے تھے خواہ وہ سادہ دشمن اور مخالف ہوں یا تیغ بکف جانی دشمن ہوں یعنی تمام غیر مسلم لوگ۔منافقین میں تمام جاسوس مخاطب کئے تھے۔مومنین میں حقیقی مومن اور قریشی مومنین سب ہی مخاطب ہوتے تھے۔خالص قریشی مومنین کی شناخت یہ تھی کہ مخاطب تو مومنین ہی کہہ کر کیا جاتا تھا مگر بیان ایسا ہوتا ہے کہ جس میں ایمان کی نفی کرنے والی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی تھی یا پورا بیان ہی ایمان واسلام کی نفی میں ہوتا تھا مثلاً فرمایا گیا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا O

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے۔اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوںؑ اور روزِ آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔'' (سورہ نساء 4/136 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 406-407)

مودودی کی تشریح: ''166؎ ایمان لانے والوں سے کہنا کہ ''ایمان لاؤ'' بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے۔لیکن دراصل یہاں لفظ ''ایمان'' دو الگ الگ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ایمان لانے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آدمی انکار کے بجائے اقرار کی راہ اختیار کرے، نہ ماننے والوں سے الگ ہو کر ماننے والوں میں شامل ہو جائے۔اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس چیز کو مانے اُسے سچے دل سے مانے پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ مانے۔اپنی فکر کو اپنے مذاق کو اپنی پسند کو، اپنے رویے کو اپنے چلن کو، اپنی دوستی کو اور اپنی دشمنی کو اور اپنی سعی و جہد کے مصرف کو بالکل اُس عقیدے کے مطابق بنالے جس پر وہ ایمان لایا ہے آیت میں خطاب اُن تمام مسلمانوں سے ہے جو پہلے پہلے معنی کے لحاظ سے ''ماننے والوں'' میں شمار ہوتے تھے۔ان سے مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے سچے مومن بنیں۔'' (ایضًا جلد اول صفحہ 407)

مودودی کیا کہتے ہیں؟ اس سے بات سمجھنے میں مدد لیں مگر خود یہ نوٹ کریں کہ مخاطب لوگ مومنین ہیں اور مومن کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے مگر وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ رسولؐ کو مانتے ہیں نہ قرآن پر اُن کا ایمان ہے نہ وہ اللہ کی کسی اور کتاب توریت زبور انجیل وغیرہ کو مانتے ہیں نہ ملائکہ پر ایمان ہے نہ رسولوںؑ کو مانتے ہیں نہ آخرت کا اعتقاد رکھتے ہیں یعنی صفا چٹ کافر ہیں مگر مومن محاذ کے افراد ضرور ہیں۔

ایک اور مثال: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۔۔۔۔الخ (ممتحنہ 60/1)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو'' (ایضًا جلد 5 صفحہ 422)

صرف ایک اور مثال: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔۔۔۔۔الخ (آل عمران 3/156)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو کافروں کی سی باتیں نہ کرو'' (تفہیم جلد اول صفحہ 297)

صحیح ترجمہ یہ ہے کہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے۔''

یہ تین مثالیں دی گئی ہیں تین چار سو مثالوں میں سے جن میں قریش کا مومن محاذ مخاطب کیا گیا ہے۔

4 (ج)۔ آئمہ ضلالت مومن محاذ میں خلفائے ثلاثہ اینڈ کمپنی تھی۔

یہ قریش کا مومن محاذ حفظ ماتقدم کی رو سے تعینات کیا گیا تھا۔ یعنی ابوسفیان اور قریش کے دانشوروں نے سوچا تھا کہ اگر ہم تحریک نبوت کو روکنے اور ختم کرنے میں پیشینگوئیوں کے مطابق ناکام ہو گئے تو یہ ہمارا مومن محاذ محمدؐ کے گرد ایسا مقدس مقام بنا چکے گا کہ جس کی رائے اور مشورے کو محمدؐ ٹال نہ سکیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ ہمیں پناہ اور امان دلا دیں گے اور ہم کلمہ پڑھ کر اُن کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ اور وہی مقام حاصل کر لیں گے جو انہوں نے حاصل کیا ہوا ہوگا۔ لہٰذا یہی کچھ ہوا قریش کے تمام مخالف محاذ مومن محاذ کے ساتھ شریک ہو گئے اور بعد رسولؐ امت کے خلفاء وحکمران اور امام بن گئے جنہیں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے جملے (14-13) میں آئمہ ضلالت فرمایا ہے اور باقی کثرت کو دین ملوک پر اُن کا ساتھی دکھایا ہے (15) اور یوں خلفائے ثلاثہ کی تصویر کشی کر دی ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ یہ سب لوگ صحابہ رسولؐ کہلائے، یہی نہیں بلکہ رسولؐ کے یار غار مشہور ہوئے۔ فدا کاران اسلام بنے۔ اولین وسابقین کہلائے۔ راہ خدا میں مہاجر کہلائے اور امت اور جاہل مسلمانوں نے ان کی ہر بات کو نبیؐ کی بات سمجھا۔ اُن کی قدر ومنزلت میں حد سے گزر گئے اور ہم کہتے ہیں کہ فریب کھا گئے۔ جوش عقیدت میں نہ اُن کے متعلق رسولؐ کی تمام احادیث پر اطلاع پائی نہ قرآن پر غور کیا۔ غور کیسے کرتے اور کب کرتے انہوں نے مسلمانوں کو ہوش ہی نہ لینے دیا۔ بیرونی ممالک پر دن رات کی فوج کشیوں میں لگائے رکھا۔ لوٹ مار کے ذریعہ دولت مند بننے کی راہ پر ڈال دیا۔ مسلمان اُن پر منافق یا کافر کا شک کس طرح کرتے؟ یہ تو حضرت علی علیہ السلام تھے۔ جنہوں نے اپنے خطبوں میں اُن کے چہروں سے نقاب ہٹائی اور رفتہ رفتہ وہ لوگ پہچان لئے گئے۔ پھر بھی آج تک امت کی کثرت فریب میں مبتلا ہے۔ علما دھوکے میں ہیں اور اُن ہی کے تیار کئے ہوئے راستوں پر چلے جا رہے ہیں۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 209

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 202

خُطبہ 《207》

زمینوں اور آسمانوں اور پہاڑوں کی تخلیق پر مختصر بیان دیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَكَانَ مِنْ اِقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ وَبَدِيْعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهٖ اَنْ جَعَلَ مِنْ مَّآءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ يَبَسًا جَامِدًا ؛	1	اوراللہ کی حکمرانی کی زبردست گرفت کا اوراس کی تخلیقی عجیب وغریب کاریگری کا ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے ایک ناپیدا کنار اور بے حد گہرے اور طوفانی موجیں مارنے والے سمندر کے پانی سے سوکھی اور بے حرکت زمین پیدا کردی۔
ثُمَّ فَطَرَمِنْهُ اَطْبَاقًا ؛	2	پھراللہ نے اسی موجزن پانی سے بہت سارے طبقات اور سطحوں اور تہوں کوفطری صورت دی۔
فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمَاوَاتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا ؛	3	اوران طبقات کوملی جلی صورت سے الگ الگ کرکے سات آسمان بنادیئے۔
فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ وَقَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ ؛	4	اورساتوں آسمان اللہ کے حکم سے اپنی اپنی حدود کے اندرقائم ہوگئے۔
وَاَرْسٰى اَرْضًا يَحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ الْمُثْعَنْجَرُ وَالْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ ؛	5	اور زمین کو مستحکم اور استوار کیا ایسی صورت میں کہ اسے لامحدود اور نیلا سمندر اٹھائے ہوئے ہے جوکہ خدا کے سامنے مسخر ومطیع ہے۔
قَدْ ذَلَّ لِاَمْرِهٖ وَاَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ وَقَفَ الْجَارِىْ مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ ؛	6	اوراسکے حکم کے آگے بے بس ہے اوراسکی ہیبت کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے اوراس کے رعب کے سامنے اس کی روانی اورحرکت رکی ہوئی ہے۔
وَجَبَلَ جَلَامِيْدَهَا وَنُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَاَطْوَادِهَا ؛	7	اور زمین پراس نے پہاڑ اور ٹیلے پہاڑیاں اورطرح طرح کے پتھراوران کی صورتیں اورحالتیں پیدا کیں اوران سب کیلئے پھیلاؤ اورقد وقامت مقررفرمائے
فَاَرْسَاهَا فِىْ مَرَاسِيْهَا وَاَلْزَمَهَا قَرَارَتَهَا ؛	8	چنانچہ ان پہاڑوں، ٹیلوں وغیرہ کواللہ نے موزوں مقامات دئے اوران مقامات پرٹھیرنا ان پرلازم کردیا۔
فَمَضَتْ رُؤُسُهَا فِى الْهَوَآءِ وَرَسَتْ اُصُوْلُهَا فِى الْمَآءِ ؛	9	ان پہاڑوں کی چوٹیاں ہواؤں میں سے اوپرنکل گئیں۔اوران کی جڑیں پانی کی تہوں میں قائم ہوگئیں۔
فَاَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُوْلِهَا ؛	10	اس طرح اللہ نے پہاڑوں کونشیبی اور ہموار زمین سے بلند کیا۔

وَاَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِیُ مُتُوُنِ اَقُطَارِهَا وَمَوَاضِعِ اَنُصَابِهَا ؛	11	اوران کی بنیادوں کوان کے سائز اور پھیلاؤ اور مقام کے حساب سے زمین میں اتار دیا۔
فَاَشُهَقَ قِلَالَهَا وَاَطَالَ اَنُشَازَهَا ؛	12	چنانچہ ان پہاڑوں کے سروں کو بہت بلند اٹھایا اوران کی بلندیوں کوان کے اطراف میں کھینچ دیا۔
وَجَعَلَهَا لِلْاَرُضِ عِمَادًا وَّاَرَّزَهَا فِيُهَا اَوُتَادًا ؛	13	اور پہاڑوں کوزمین کے لئے ستون قرار دیا اورانہیں زمین کے اندر کیلوں کی پوزیشن دے دی جن سے۔
فَسَكَنَتُ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنُ اَنُ تَمِيُدَ بِاَهُلِهَا اَوُتَيِسُخَ بِحَمُلِهَا اَوُتَزُوُلَ عَنُ مَّوَاضِعِهَا ؛	14	زمین کے اپنے باشندوں کولے کرڈولتے ہوئے چلنارک گیا یا یہ کہ ان سمیت پانی میں دھنس جاناممکن نہ رہا۔ یا یہ کہ وہ اپنے مقام سے ہٹنے اورڈگمگانے سے باز رہی۔
فَسُبُحَانَ مَنُ اَمُسَكَهَا بَعُدَ مَوُجَانِ مِيَاهِهَا ؛	15	پاک ہے وہ ذات جس نے موجزن پانیوں کے اندربھی زمین کو تھام اور سنبھال رکھا ہے۔
وَاَجُمَدَهَا بَعُدَ رَطُوُبَةِ اَكُنَافِهَا فَجَعَلَهَا لِخَلُقِهِ مِهَادًا ؛	16	اور چاروں طرف پانی اور رطوبت کی موجودگی میں بھی اسے ٹھوس اور خشک رکھا ہوا ہے۔ اوراپنی مخلوق کے لئے گہوارہ بنادیا ہے۔
وَبَسَطَهَا لَهُمُ فِرَاشًا فَوُقَ بَحُرٍ لُّجِّيٍّ رَّاكِدٍ لَايَجُرِيُ وَّقَائِمًا لَّايَسُرِي ؛	17	اورایسے سمندروں کے اوپر زمین کوان کے لئے فرش کی طرح پھیلا دیا ہے جو تھما ہوا ہے۔ بہتا نہیں قائم ہے۔ چلتا نہیں ہے۔ جسے۔
تُكَرُكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ وَتَمُخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ "اِنَّ فِيُ ذٰلِكَ لَعِبُرَةً لِّمَنُ يَّخُشٰى" (نازعات 79/26)	18	تندوتیز ہوائیں ادھراُدھر سے ڈھکیلتی ہیں اور برسنے والے بادل ہواؤں کے متھنے سے بنتے اور پانی سمیٹ کر بلند ہوتے ہیں۔ اللہ کے سامنے عاجز رہنے والوں کے لئے اس تمام تخلیقی اسکیم میں سیکھنے کے بہت سے اسباق ہیں"

تشریحات:

یہ حقیقت بار بابیان کی گئی ہے اور بار بار بیان ہوتے رہنے کے قابل ہے کہ تخلیق انسان کی غرض وغایت اُسے لامحدودعلم وقدرت وحیات سے نوازنا ہے۔ اسی غرض کے لئے یہ کارخانہ عالم وجود میں لایا گیا اور یہاں انسان سے پہلے وہ تمام سامان پیدا کیا گیا جوانسان ترقی کے لئے ضروری تھا۔ اور جسے انسان نے شعوری اور غیر شعوری طور پر استعمال کرنا تھا۔ اوراسی لئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کوتمام اشیائے کائنات سے متعارف کرایا گیا تا کہ وہ اپنی اولادکو بتدریج ضروری اورقریب ودور کی چیزوں سے روشناس کرتے اوراُن کا استعمال سکھاتے جائیں۔ یعنی اولین چیز جوانسانوں کے سامنے آناتھی وہ علم الاشیاء تھااور دوسری چیز معلومہ اشیاء پر استعمال کی قدرت تھی۔ اور تیسری چیز وہ نتیجہ تھا جواُن

چیزوں کے استعمال کرنے سے سے مرتب ہونا تھا۔ یہ نتیجہ خود انسان کی ذات پر بھی مرتب ہونا تھا اس کے علم پر بھی اثر انداز ہونا تھا اور انسان کے ماحول پر بھی مرتب ہونا تھا۔لہٰذا انسان نے، اس کے علم نے اور اُس کی قدرت نے اور اُس کے ماحول نے ترقی کی راہ پر گامزن رہنا تھا۔اس بیان سے یہ نظر آنے لگتا ہے کہ پوری کائنات ایک دن انسان کے ماتحت اور اُس کے استعمال میں آجائے گی اسی کو تسخیر کائنات کہا جائے گا اور ظاہر ہے کہ ترقی کا تسلسل جاری رہے گا تو ایک دن ایسا آنا چاہئے کہ جو کچھ کائنات میں ہے وہ سب مسخر ہو جائے گا اور ہر ہر شے انسان کے تابع ہو جائے گی۔

2۔ تمام اشیاء کو جاننے والا یعنی راہنما ترقی کے تمام ادوار میں راہنمائی کے لئے ساتھ رہے۔

ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کا ابتدا میں ذکر کر کے پھر اُن کی بات نہیں کی تا کہ انسانی اقدامات میں تسلسل برقرار رہے۔لیکن ترقی کے اس تسلسل میں حضرت آدمؑ کا ہر قدم پر اور تمام ہی اقدامات میں ساتھ ساتھ رہنا لازم ہے ورنہ کون بتائے گا کہ اب کیا کرنا اور کون سا قدم اٹھانا چاہئے۔ہم نے یہ بات بھی صرف ایک دفعہ عرض کی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیائے کائنات سے متعارف کرایا گیا تھا۔لہٰذا آدمؑ کو متعارف کرانے والے حضرات بھی موجود ہونا چاہیں تا کہ وہ ترقی پر نظر رکھیں۔اور ہم نے یہ بھی ایک ہی دفعہ بتایا تھا کہ تخلیق انسان کی غرض و غایت اُسے لامحدود علم وقدرت وحیات سے نوازا جائے۔لہٰذا نہ بھولئے کہ علم وقدرت وحیات کا مالک وخالق اللہ ہے جس نے ساری کائنات وموجودات کو پیدا کیا، حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور مع آدمؑ کے ہر مخلوق کے لئے مقصد وغرض وغایت تخلیق تجویز کئے۔لہٰذا اللہ کو بھی ہر قدم پر ساتھ ساتھ سمجھنا اور رکھنا چاہئے۔لہٰذا انسانی ترقی میں خالق اور راہنما سے قلبی وجسمانی وابستگی لازم ہے۔تا کہ کوئی قدم اللہ اور راہنماؑ کی پسند اور منشا کے خلاف نہ اٹھ سکے۔

3۔ پوری کائنات اوّلین وآخرین راہنماؑ کے سامنے اُسی طرح مسخر ومطیع ہے جس طرح اپنے خالق کے حضور مسخر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے تعلیمات نبوتؐ ورسالت شروع ہو کر بتدریج ترقی کرتی ہوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ تک پہنچیں اور یہاں سے چونکہ دورِ امامتؑ شروع ہونا تھا اور نبوتؐ ورسالت کا دور یہاں ختم ہونا تھا اور نبوتؐ ورسالتؐ کے دور کی تعلیمات بھی اپنی انتہا کو پہنچنا تھیں اس لئے قرآن کریم میں عقاید وعبادات کو منظّم طور پر بیان کر دیا گیا۔خلاف ورزیاں کرنے والی اقوام اور امتوں کے حالات الگ سے اور اطاعت شعار اقوام اور امتوں کے حالات الگ سے بیان کر کے امت محمدیہ کو خبردار رکھنے کا انتظام کر دیا گیا اور ایک سو فیصد مسلم سوسائٹی وجود میں لا کر عقاید وعبادات کو ورثہ میں سونپ دیا گیا جو ماں باپ سے بچوں کو منتقل ہوتی چلی جائیں گی۔اور نتیجے میں وہ متقین تیار ہوتے چلے جائیں گے جن کا ذکر سورہ بقرہ کی پہلی پانچ آیات میں سمیٹ کر کر دیا گیا ہے اُن عقاید وعبادات پر استوار رکھتے ہوئے دور امامت کی تعلیمات کی ابتدا ہوگی۔ اور قیامت تک انسان اپنے انتہائی مقاصد حاصل کر کے انتہائی علم ولامحدود قدرت وحیات پر فائز ہو جائے گا۔اب اس دور میں چونکہ زیادہ زور تسخیر کائنات پر رہتا تھا اسی لئے قرآنی تعلیمات میں بھی سابقہ کتبہائے خداوندی سے زیادہ زمین آسمان سمندر اور پہاڑ ودریا کا ذکر ہوا ہے۔کائنات کے مختلف حالات بیان ہوئے ہیں۔یعنی عہد نبوتؐ ورسالتؐ میں جس طرح آئمہ علیہم السلام موجود تھے اسی طرح تسخیر کائنات پر بھی متوجہ رکھا گیا اور ایسے حضرات کے موجود ہونے کا ذکر قرآن میں ہوتا رہا ہے جن کے سامنے یہ کائنات اور کائنات کی عظیم الشان موجودات ومخلوقات مطیع اور مسخر چلی آرہی تھیں جو نوع انسان کو تسخیر کائنات اور علوم کائنات پر سرفراز کرنے والے تھے۔اور قریش کی مزاحمت کے باوجود دور امامت کا کام شروع کر چکے تھے اور دعوت عام دے رہے کہ: اَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَلَاَنَابِطُرُقِ السَّمَآءِ اَعْلَمُ مِنِّیْ بِطُرُقِ الْاَرْضِ

''اے پوری نوع انسان مجھے اپنے ہاتھوں سے کھودینے سے پہلے پہلے جو چاہو مجھ سے دریافت کرو۔ چنانچہ میں بلاشبہ اور بالضرور آسمانی حالات اور آسمانی راہوں سے اپنے زمینی علم کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہوں۔'' (خطبہ 232 جملہ 9)

4۔ آئمہؑ کے سامنے ساری کائنات کے مسخر ہونے کی طرح طرح اطلاع دی جاتی رہی۔

اُن ہی حضراتؑ کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّافِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ O (45/13)

''اللہ نے اپنی طرف سے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سارا کا سارا تمہارا مطیع و مسخر اور فرمانبردار بنا دیا ہے اور اُس تسخیر میں اہل فکر و دانش قوم کے لئے ضرور معجزات موجود ہیں'' (45/13)

5۔ حضرت علیؑ سماوات کی راہوں سے اپنے قیام کی بناپر ذرا زیادہ واقف تھے۔

محمدؐ اور اجزائے نور محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا قیام اس زمین کے مقابلہ میں باقی سماوات اور سماوی کروں میں کروڑوں گناہ زیادہ رہا ہے اور حضورؑ نے یہی بتانے کے لئے یہ جملہ فرمایا ہے ورنہ اُس کی ضرورت نہ تھی۔ آنحضرت علیہ السلام نوع انسان کی ضرورت سے بہرحال اس زمین اور باقی زمینوں کے حالات کے زیادہ عالم تھے۔

6۔ جن چیزوں کا حضورؑ نے اس خطبے میں ذکر کیا وہ سب حضورؑ کے اور آئمہؑ کے حضور مسخر تھیں۔

تسخیر کے متعلق اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ:

.... وَسَخَّرَلَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ O وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ O وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ O (34 تا 14/32)

''اور تمہارے لئے اُس نے کشتی کو مسخر کر دیا کہ سمندروں میں اُس کے حکم سے چلا کرے اور دریاؤں اور نہروں کو بھی مطیع کر دیا اور سورج اور چاند کو بھی تمہارا فرمانبردار بنا دیا۔ جو برابر چلے جا رہے ہیں۔ اور دن رات کو بھی تمہارا مسخر کر دیا۔ جس نے تمہیں وہ سب کچھ عطا کر دیا جو تم نے نوع انسان کے لئے مانگا تھا۔ اگر تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو اُن کا احاطہ نہ کر سکو گے اور یقیناً انسانوں میں بڑے بے انصاف و ظالم اور ناشکرے لوگ نکلے ہیں۔''

6 (الف)۔ کسی ایک انسان نے یا سب انسانوں نے بیک وقت یا الگ الگ اللہ سے کچھ نہیں مانگا۔ یہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ضرورتیں پوری کی گئی تھیں۔

یہ آیات (34 تا 14/32) سوائے محمدؐ و اجزائے نور محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے تمام مخاطبین کی نفی کرتی ہیں۔ اس لئے کہ تمام انسانوں کو نہ نعمتیں قدرتی طور پر بلا مانگے ملی ہیں اور انہیں علم ہی نہ تھا کہ کیا مانگا جائے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی ڈیوٹی تھی کہ وہ اللہ کا تعارف نوع انسان سے کرائیں لہٰذا جو جو کچھ اُس تعارف کے لئے مطلوب تھا وہ محمدؐ و آل محمدؐ نے طلب کیا تھا۔ اور اُن ہی کی وجہ سے مخلوق کو ملا ہے۔ اور اُن ہی حضرات علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ''ہمیں اللہ نے اپنا وہ دروازہ بنایا ہے جس میں سے وہ مخلوق کو رزق دیتا ہے۔ (کافی)

7۔ قریش اور قریشی علمانے نہ دورِامامت کو مانا اور نہ تسخیر کائنات کو مانا وہ شرک میں الجھے رہے۔

رسولؐ اللہ کی حکومت پر قبضہ کر لینا تو اُن کی قومی ضرورت تھی مگر وہ اس ضرورت کو پوری کرنے کے چکر میں نہ صرف تسخیر کائنات سے محروم ہوئے بلکہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے محروم ہوگئے۔حضرت علیؑ علیہ السلام کو راہ سے ہٹانے اور قومی حکومت بنانے کے لئے انہیں پورے قرآن کو معنوی حیثیت سے بدلنا پڑا (25/30-31) سارے قرآن کی جھوٹی تاویلات کرنا پڑیں (6/66) ایک فراڈ اور فریب پر مبنی تاریخ اور افسانے گھڑنا پڑے اور انجام کار تمام اقوام کا بھکاری اور محتاج بھی بننا پڑا۔اور آج اسلام کو جس حال میں لئے ہوئے موجود ہیں اس میں سیکڑوں متناقض و مضحکہ خیز عقاید و تصورات ہیں اور تمام فرقے ایک دوسرے کے نزدیک جہنمی ہیں۔یعنی سب کے سب اُن کی کثرت کی رو سے جہنمی ہیں۔

7(الف)۔ قریش نے قرآن ایسی ہمہ گیر کتاب کو دو ورقی پمفلٹ سے بھی کم قیمت چیز بنا کر پیش کیا ہے۔

قریش اور قریشی علمانے قرآن کریم کو چند پٹی ہوئی عبادات اور گھسے ہوئے عقاید کے طواف میں لگا دیا۔عبادات میں سے روزہ اور نماز اور حج ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے جاری ہیں۔عقاید میں توحید ہے۔آخرۃ ہے۔یہ بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ بیان کرتے رہے۔یہ ہے وہ ٹوٹل سامان جو دو ورقی پمفلٹ سے بھی کم ہے۔اور اس میں حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں نہ نماز ایک ہے نہ روزہ ایک طرح کا ہے۔نہ حج پر سب متفق ہیں نماز چھ سات طریقے سے پڑھی جاتی ہے۔روزہ بھی کئی طرح رکھا جاتا ہے۔حج میں سمگلنگ کے علاوہ کسی چیز پر اتفاق نہیں ہے۔اور مسلمان علما کہتے ہیں کہ قرآن صرف ان ہی چیزوں کو بیان کرنے کے لئے نازل ہوا تھا مگر بیان ایسا کیا کہ سارے مسلمانوں کو بیسیوں فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔اور اُن کا کہنا یہ ہے کہ سارا قرآن قیامت تک ان گھسی پٹی چیزوں کی تعلیم دیتا رہے گا اس لئے اُن کے نزدیک قرآن میں اور کچھ ہے نہیں۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

8۔ اللہ اور رسولوںؑ کی دی ہوئی تعلیمات فطرت انسانی کا جز بن کر رہ گئی ہیں؟؟؟

مودودی مانتے ہیں کہ جو تعلیمات روز اوّل سے تمام انبیاءؑ دیتے رہے وہ فطرت کی گہرائی میں اتر چکی ہیں لہٰذا قرآن کا سارا زور تسخیر کائنات پر ماننا پڑے گا۔مودودی کو سنئے: ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوۡرُ O(67/16)

<u>مودودی کا ترجمہ</u>:''کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے اور یکا یک یہ زمین جھولے کھانے لگے''(تفہیم القرآن 6 صفحہ 49-48)

مودودی کی تشریح اللہ انسانوں کی فطرت میں رچ بس گیا ہے۔

''25؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ''آسمان میں رہتا ہے'' بلکہ یہ بات اس لحاظ سے فرمائی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر جب خدا سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔دعا مانگتا ہے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔کسی آفت کے موقع پر سب سہاروں سے مایوس ہوتا ہے تو آسمان کا رخ کر کے خدا سے فریاد کرتا ہے۔کوئی ناگہانی بلا آپڑتی ہے تو کہتا ہے یہ اوپر سے نازل ہوئی ہے۔غیر معمولی طور پر حاصل ہونے والی چیز کے متعلق کہتا ہے یہ عالم بالا سے آئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کتب سماوی یا کتب آسمانی کہا جاتا ہے۔ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص ایک کالی لونڈی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ پر ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا ہے کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے اُس نے انگلی

سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ نے پوچھا اور میں کون ہو؟ اس نے پہلے آپ کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے اس کا مطلب واضح ہو رہا تھا کہ آپ اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اُسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے (اسی سے ملتا جلتا قصہ موطا مسلم اور نسائی میں بھی روایت ہوا ہے) حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے متعلق حضرت عمر نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ یہ وہ خاتون ہے جن کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی۔ (تفسیر سورہ مجادلہ حاشیہ 2 میں ہم اس کی تفصیل لکھ چکے ہیں) ان ساری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ خدا کا تصور کرتا ہے۔ تو اُس کا ذہن نیچے زمین کی طرف نہیں بلکہ اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ اسی بات کو ملحوظ رکھ کر یہاں اللہ تعالیٰ کے متعلق مَّنۡ فِی السَّمَآءِ (وہ جو آسمان میں ہے) کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں'' (یعنی اللہ نے خود فرمایا ہے احسنؔ) (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 49-48)

8 (الف)۔ یعنی خدا کو واحد اور اَحد ماننے کے لئے لوگوں کو مزید بور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم و ثابت ہوا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ نے مسلسل یکے بعد دیگرے جس تعلیم کو دہرایا ہو وہ فطرت کی گہرائی میں اتر جاتی ہے۔ لہٰذا بار بار یہ کہنا کہ اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے اور اللہ ایک ہے دورِ محمدیؐ میں ضروری ہے نہ دورِ امامتؑ میں اسکی احتیاج رہتی۔

8 (ب)۔ قریشی مسلمانوں نے اپنے لیڈرانہ شرک کو چھپانے کے لئے سابقہ قریش پر شرک کی تہمت لگائی۔

اللہ نے قریشی مسلمانوں کو مشرک قرار دیا اس لئے کہ یہ لوگ اپنے لیڈروں کو رسوؐل اللہ کے ساتھ اقتدار نبوت وحکومت میں شریک کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے اور بار بار رسوؐل اللہ پر دباؤ ڈالتے تھے (سورہ آل عمران 155 تا 3/152) چونکہ اللہ رسوؐل اللہ کے حکم کو اپنا حکم، اُن کی اطاعت کو اپنی اطاعت اُن کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی اور اُن کے فعل کو اپنا فعل قرار دیتا ہے لہٰذا لیڈروں کی شرکت کے معنی اللہ کے حکم واطاعت و نافرمانی اور فعل میں شرکت ہو جاتے تھے اس لئے اللہ نے اس شرکت کو منع فرمایا اور یہ عقیدہ مشرکانہ عقیدہ قرار دیا گیا۔ چونکہ قریشی لیڈروں نے یہ شرکت حاصل کر لی اس لئے اپنے شرک چھپانے کے لئے غیر مسلم قریش پر تہمت لگانے پر سارا زور لگا دیا۔ مگر اُن کے اس شرک کی خود قرآن نے اور مودودی نے نفی کی ہے جو تہمت میں کہا گیا تھا۔ لہٰذا پہلے قرآن کی زبان میں اور مودودی کے ترجمے سے سنئے:

8 (ج)۔ غیر مسلم قریش کیسے مشرک تھے؟

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُO (43/9)

مودودی ترجمہ: ''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود کہیں گے کہ انہیں اسی زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 525)

مودودی: ''ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے'' (ایضًا جلد 4 صفحہ 374-373)

مودودی: ''اگر تم ان سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہو الحمد للہ'' (ایضا صفحہ 22)

''یعنی شکر ہے کہ تم اتنی بات تو جانتے ہو اور مانتے ہو'' (ایضا صفحہ 22)۔

یہاں یہ نوٹ کریں کہ مودودی کو سابقہ دونوں ترجموں میں بھی ''یہ ضرور کہیں گے'' لکھنا چاہئے تھا۔ اور سنئے:

مودودی: ''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ

نے۔" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 718) اور سنئے:

مودودی: "اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اُس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے کہو الحمد اللہ" (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 719)

8 (د)۔ شرک کی جڑیں فطرت میں نہیں اتری ہیں خدا پرستی کی عظمت ذہن کی گہرائیوں میں رچی بسی ہے۔

ہمارا الزام ثابت ہوتا ہے سنئے:

"اس کا جواب یہ ہے یہ اہل عرب اگرچہ شرک میں مبتلا تھے اور سخت تعصب کی حد تک مبتلا تھے مگر درحقیقت شرک کی جڑیں اوپری سطح ہی تک محدود تھیں۔ کچھ گہری اتری ہوئی نہ تھیں اور دنیا میں کبھی کہیں بھی شرک کی جڑیں انسانی فطرت میں گہری اتری ہوئی نہیں ہوتیں۔ اس کے برعکس خالص خدا پرستی کی عظمت اُن کے ذہن کی گہرائیوں میں رچی ہوئی موجود تھی۔ جس کو ابھارنے کے لئے اوپر کی سطح کو بس ذرا زور سے کھرچ دینے کی ضرورت تھی۔ جاہلیت کی تاریخ کے متعدد واقعات ان دونوں باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً ابرھہ کے حملے کے موقع پر قریش کا بچہ بچہ یہ جانتا تھا کہ اس بلا کو وہ بت ٹال نہیں سکتے جو خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے۔ جس کا یہ گھر ہے۔ آج تک وہ اشعار اور قصائد محفوظ ہیں جو اصحاب فیل کی تباہی پر ہم عصر شعراء نے کہے تھے۔ اُن کا لفظ لفظ گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ اس واقعہ کو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے تھے۔ اور اس امر کا ادنیٰ سا گمان بھی نہ رکھتے تھے کہ اس میں اُن کے معبودوں کا کوئی دخل ہے۔ اسی موقعہ پر شرک کا یہ بدترین کرشمہ بھی قریش اور تمام مشرکین عرب کے سامنے آیا تھا کہ ابرھہ جب مکے کی طرف جاتے ہوئے طائف کے قریب پہنچا تو اہل طائف نے اس اندیشے سے کہ یہ کہیں اُن کے معبود "لات" کے مندر کو بھی نہ گرادے۔ اپنی خدمات کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے اس کے آگے پیش کر دیں اور اپنے بدرقے اُس کے ساتھ کر دیئے تاکہ وہ پہاڑی راستوں سے اس کے لشکر کو بخیریت مکے تک پہنچا دیں۔ اس واقع کی تلخ یاد مدتوں تک قریش کو ستاتی رہی اور سالہا سال تک وہ اس شخص کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے جو طائف کے بدرقے کا سردار تھا۔ علاوہ برایں قریش اور دوسرے اہل عرب اپنے دین کو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اپنے بہت سے مذہبی اور معاشرتی مراسم اور خصوصاً مناسک حج کو دین ابراہیمؑ ہی کے اجزا قرار دیتے تھے۔ اور یہ بھی مانتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ خالص خدا پرست تھے۔ بتوں کی پرستش انہوں نے کبھی نہیں کی۔ اُن کے ہاں کی روایات میں یہ تفصیلات بھی محفوظ تھیں کہ بت پرستی اُن کے ہاں کب سے رائج ہوئی اور کون سا بت کب، کہاں، کون لایا؟ اپنے معبودوں کی جیسی کچھ عزت ایک عام عرب کے دل میں تھی اُس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی اُس کی دعاؤں اور تمناؤں کے خلاف کوئی واقعہ ظہور میں آجاتا تو بسا اوقات وہ معبود صاحب کی توہین بھی کر ڈالتا اور اُس کی نذر و نیاز سے ہاتھ کھینچ لیتا تھا۔ ایک عرب اپنے باپ کے قاتل سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ ذوالخلصہ نامی بت کے آستانے پر جا کر اس نے فال کھلوائی۔ جواب نکلا یہ کام نہ کیا جائے۔ اس پر عرب طیش میں آگیا اور کہنے لگا۔

لو كنت ياذاالخلص الموتورا؟ مثلي و كان شيخک المقبورا ؟ لم تنه قتل العداة زورا؟

یعنی اے ذوالخلصہ اگر میری جگہ تو ہوتا اور تیرا باپ مارا گیا ہوتا تو ہرگز تو یہ جھوٹی بات نہ کہتا کہ ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ ایک اور عرب صاحب اپنے اونٹوں کا گلہ اپنے معبود سعد نامی کے آستانے پر لے گئے تاکہ اُن کے لئے برکت حاصل کریں۔ یہ ایک لمبا تڑنگا بت تھا جس پر

قربانیوں کا خون لتھڑا ہوا تھا۔اونٹ اُسے دیکھ کر بھڑک گئے اور ہر طرف بھاگ نکلے۔عرب اپنے اونٹوں کو اس طرح تتر بتر ہوتے دیکھ کر غصے میں آ گیا۔بت پر پتھر مارتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ ''خدا تیرا ستیاناس کرے میں آیا تھا برکت لینے کے لئے اور تو نے میرے رہے سہے اونٹ بھی بھگا دیئے۔۔۔۔۔۔۔ان مختلف پہلوؤں کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات با آسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ خالص خدا پرستی کی ایک گہری قدر و منزلت تو دلوں میں موجود تھی۔مگر ایک طرف جاہلانہ قدامت پرستی نے اس کو دبا رکھا تھا اور دوسری طرف قریش کے پروہت اُس کے خلاف تعصّبات کو بھڑکاتے رہتے تھے۔کیونکہ بتوں کی عقیدت ختم ہو جانے کا اُن کو اندیشہ تھا کہ عرب میں اُن کو جو مرکزیت حاصل ہے وہ ختم ہو جائے گی اور اُن کی آمدنی میں بھی فرق آجائے گا۔اُن سہاروں پر جو مذہب شرک قائم تھا وہ توحید کی دعوت کے مقابلے میں کسی وقار کے ساتھ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔''(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 466-465)

9۔سابقہ انبیاءؑ ورسلؑ کی عقاید وعبادات کی تبلیغات نے انسانوں کی ذہنی وعملی سطح وہاں تک بلند کردی تھیں کہ دورِ امامت شروع کیا جاسکے

یہ طویل بیانات ثابت کرتے ہیں کہ عقاید وعبادات انسانی فطرت کی گہرائی میں اتار دیئے گئے تھے اور آئندہ عقاید وعبادات پر آئمہ علیہم السلام کو سرسری واصلاحی توجہ دینے کی ضرورت رہ جاتی تھی اور تمام توجہات اور راہنمائی کا زور تسخیر کائنات وعلوم وقدرت فراہم کرنے پر صرف کرنا باقی تھا۔مگر قریشی اسکیم نے خود کو اور ساری نوع انسان کو فیوض امامتؑ سے محروم کرلیا۔اور اس محرومی کی مرمت کرتے کرتے قرآن کا رخ ہی محرومی کی تائید کی طرف موڑے رکھا۔اور طرح طرح تسخیر کائنات کی مذمت کرتے چلے آئے اور اس اہم ترین اور انتہائی مقصد کو ضائع کرنا اپنے اسلام کی خدمت سمجھتے رہے۔

9(الف)۔یہ ملاعین ایک سانس میں تسخیر کائنات یا علم ہیئت کی ضرورت کی بے قدری کرتے ہیں تو دوسرے سانس میں غیر مسلموں کی نقل مارتے ہیں۔

یہاں آپ مودودی کو دیکھیں گے کہ وہ قرآن کریم کی آٹھ اہم ترین آیات (44 تا 36/37) کو اُن کے حقیقی مقصد سے موڑ کر اُن عقائد کی طرف لاتے ہیں جو اُن ہی کے بقول فطرت انسانی کی گہرائی میں اتر چکے ہیں۔ساتھ ہی علم ہئیت کے حقائق کا انکار کرتے ہیں اور کمینہ پن یہ کرتے ہیں کہ اپنے کافر قرار دیئے ہوئے محققین کی تحقیقات کی نقل مارتے ہیں۔اور ذرہ برابر نہیں شرماتے کہ اگر کافروں، یہودیوں، عیسائیوں اور اُن کے بے دینوں نے یہ تحقیقات نہ کی ہوتیں تو وہ کہاں سے یہ حقائق لاتے جن کو غیر اہم قرار دیا ہے؟ مندرجہ بالا آیات (44 تا 36/37) کا ترجمہ کرنے کے بعد تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''ان آیات کا اصل مقصد علم ھیئت کے حقائق بیان کرنا نہیں بلکہ انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے تو زمین سے لے کر آسمان تک جدھر بھی وہ نگاہ ڈالے گا اُس کے سامنے خدا کی ہستی اور اُس کی یکتائی کے بے حدوحساب دلائل آئیں گے۔اور کہیں کوئی ایک دلیل بھی دھریت اور شرک کے ثبوت میں نہ ملے گی۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 261)

یہ ہے وہ بکواس جس پر مودودی قرآن کی تعلیمات کو ضائع کرنا چاہتے ہیں اور ہرگز نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کی توجہ اُن آیات میں مذکور چیزوں کی طرف جائے یعنی وہ یہ غور کرے اور پتہ لگائے کہ:

1۔دن اور رات کیسے اور کیوں پیدا ہوئے؟

2۔سورج متحرک ہے یا ساکت ہے؟ حرکت دوری ہے یا سیدھی؟ اس کی رفتار کیا ہے؟ کیوں ہے؟

3۔عزیز وعلیم اللہ کی تقدیر کیا؟ اس سے کیسے استفادہ کیا جائے؟

4۔چاند کیا ہے؟ اس کی منزلیں کیا ہیں؟ وہ کیوں گھٹتا بڑھتا ہے؟ اس کی منزلوں کی مدت کیا ہے؟ اس سے ہم پر کیا اثر پڑتا ہے؟

5۔چاند اور سورج اکھٹے کیوں نہیں ہوجاتے؟ رات کو دن سے الگ رکھنے والے اسباب کیا ہیں؟

6۔فلک کیا ہے؟ تمام اجرام کا تیرنا کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ سامان اُن آیات میں انسان کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ مگر یہ استنجے باز ملااللہ کی یکتائی کو سامنے رکھ کر خود جاہل رہا اور سارے مسلمانوں کو جاہل رکھا اور اب غیر مسلم محققین کا وہ بیان نقل کرے گا۔ جس میں کائنات، گلیکسی، کہکشاں لولبی سحابیوں۔ روشنی کے سالوں۔ اجرام فلکی کے نام اور فاصلوں کا ذکر آئے گا۔ دوربینوں۔ رصدگاہوں کی بات ہوگی جن سے نمازیوں اور توحید پرستوں کا قریشی ٹولہ جاہل ہے۔

اس مضمون میں جو چیزیں چرا کر مودودی نے لکھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

1۔روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار فی میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔

2۔زمین کا مرکز سورج ہے اور

3۔زمین سے ۳ لاکھ گنا بڑا ہے۔

4۔نیپچون سورج سے کم ازکم 2 ارب 89 کروڑ 30 لاکھ میل دور ہے۔

5۔پلیٹو سورج سے 4 ارب 60 کروڑ میل دور ہے۔

6۔اس عظمت کے باوجود یہ نظام شمسی ایک بہت بڑے کہکشاں کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اسلئے کہ

7۔اس کہکشاں میں تقریباً 3 ارب ایسے آفتاب پائے جاتے ہیں۔ اور

8۔اور کہکشاں کا قریب ترین آفتاب ہماری زمین سے اس قدر دور ہے کہ اُس کی روشنی مندرجہ بالا رفتار سے چل کر چار سال میں پہنچتی ہے۔ اور

9۔یہ کہکشاں بھی پوری کائنات نہیں ہے بلکہ اپنے ایسے تقریبا 20 لاکھ لولبی سحابیوں (Spiral nebulas) میں سے ایک ہے اور

10۔اُن میں سے قریب ترین سحابیے کا فاصلہ ہم سے اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کی روشنی روشنی کی رفتار سے دس لاکھ سال میں ہماری زمین تک پہنچتی ہے

11۔رہے بعید ترین اجرام فلکی جو ہمارے موجودہ آلات سے نظر آتے ہیں اُن کی روشنی تو زمین تک پہنچنے میں 10 کروڑ سال لگ جاتے ہیں۔ اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان نے ساری کائنات یعنی عالمین دیکھ لی ہے۔ یہ خدا کی خدائی کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جو اَب تک انسانی مشاہدہ میں آیا ہے۔ آگے نہیں کہا جا سکتا کہ مزید ذرائع مشاہدہ فراہم ہونے پر اور کتنی وسعتیں انسان پر منکشف ہوں گی۔ تمام معلومات جو اس وقت تک کائنات کے متعلق بہم پہنچی ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پورا عالم اسی مادے سے بنا ہوا جس سے ہماری یہ چھوٹی سی ارضی دنیا بنی ہے۔ اور اُس کے اندر ہی ایک قانون کام کر رہا ہے جو ہماری زمین کی دنیا میں کارفرما ہے۔ ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ ہم اس زمین پر بیٹھے ہوئے اتنی دور دراز دنیاؤں کے مشاہدے کرتے اور اُن کے فاصلے ناپتے۔ اور اُن کی حرکات کے حساب لگاتے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 262-261)

10۔ دشمن خدا اور رسولؐ اور مخالف قرآن ساتھ کے ساتھ اور ایک ہی جھٹکے میں دیکھتے چلیں۔

ان حقائق کو سامنے اور تازہ رکھئے اور اللہ و قرآن اور رسولؐ اور مودودی کو بیک وقت دیکھئے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (21/107)

مودودی نے کہا؟ ''اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 189)

مودودی کی تشریح: ''100؎ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 192)

اللہ نے فرمایا۔ تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا O (25/1)

مودودی نے فرمایا ''نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 431) اور فرمایا ''قرآن کی دعوت اور محمدؐ کی رسالت پوری دنیا کے لئے ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 432)

11۔ یہ کائنات علیؑ و محمدؐ کے سامنے اُن کے کف دست سے بھی چھوٹی ہے۔ تعلیمات امامت حقداروں کو پہنچتی رہیں۔

آپ نے دیکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تسخیر کائنات اور علوم کائنات کے لئے کھلی دعوت دیتے رہے اور اُس دعوت میں تخصیص نہ تھی۔ بہرحال پوری کائنات کے علوم و اطلاعات حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے بعد کے آئمہ علیہم السلام کے ساتھ وابستہ تھیں اُن سے کچھ پوشیدہ نہ تھا اور سیکھنے والوں سے نہ پوشیدہ رکھا گیا لہٰذا قریش محروم رہے لیکن یہود و نصارا اور تمام مذاہب کے لوگ استفادہ کرتے رہے۔ بعد کے آئمہ علیہم السلام باقاعدہ مبلغ تیار کر کے بیرونی ممالک میں بھیجتے رہے۔ قریشی حکومت بھی پیروان اہلبیتؑ کو جلا وطن کرتی رہی۔ اور یوں علوم اہلبیتؑ ساری دنیا میں جا پہنچے اور رفتہ رفتہ لوگوں میں پھیلتے اور بڑھتے ہم تک پہنچتے رہے۔ اور چوتھی صدی ہجری سے تو نظام غیبت نے دنیا کا چارج سنبھال لیا تھا۔ اور ترقی کی دعوت عام شروع ہوگئی تھی۔ لیکن قریشی مسلمان استنجے، قینچی اور سنت عمری میں مشغول رہتے چلے آئے۔ اور رفتہ رفتہ ساری دنیا کی اقوام اور مذاہب سے پچھڑ کر رہ گئے۔ ان سے ان کی حکومت بھی چھین لی گئی اور انہیں دیگر اقوام نے اپنا غلام اور محکوم بنالیا۔ وفاداریاں پیش کرنے والوں کو رفتہ رفتہ آزادی دی گئی اور آج یہ آزادی یافتہ غلام ہیں۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 211

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 204

خُطبہ ﴿208﴾

اللہ و رسولؐ کی صفات، علم خداوندی، وجودِ خداوندی، بعثتِ رسولؐ۔ گمراہی دور کرنا، مشکلات آسان کرنا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ عَنۡ شَبَہِ الۡمَخۡلُوۡقِیۡنَ	1	تمام حمد وستائش اللہ کے لئے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند ہے۔
اَلۡغَالِبِ لِمَقَالِ الۡوَاصِفِیۡنَ ؛	2	اوصاف بیان کرنے والوں کی تعریف وتوصیف پر بھی غالب ہے۔
اَلظَّاھِرِ بِعَجَائِبِ تَدۡبِیۡرِہٖ لِلنَّاظِرِیۡنَ ؛	3	اپنے عجیب ترین تدبر اور نظام کی وجہ سے دیکھنے والوں پر بھی غالب وظاہر ہے۔
وَالۡبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِہٖ عَنۡ فِکۡرِ الۡمُتَوَھِّمِیۡنَ ؛	4	اپنی حقیقت کا کھوج لگانے والوں کے وہم وخیال وتفکر سے اپنی عزت وجلال کی بنا پر پوشیدہ ہے۔
اَلۡعَالِمِ بِلَا اکۡتِسَابٍ وَّلَا ازۡدِیَادٍ وَّلَا عِلۡمٍ مُّسۡتَفَادٍ ؛	5	وہ ایسا عالم ہے جس نے کسی سے علم حاصل نہیں کیا نہ اپنے علم میں اضافہ کیا اور نہ فائدہ اٹھانے اور نقصان سے بچنے کے لئے علم حاصل کیا ہے۔
اَلۡمُقَدِّرِ لِجَمِیۡعِ الۡاُمُوۡرِ بِلَا رَوِیَّۃٍ وَّلَا ضَمِیۡرٍ ؛	6	بلا غور وفکر واندیشہ اور بلا کسی نمونے کے تمام معاملات ومخلوقات کا مقدر اور نتیجہ مقرر کردینے والا ہے۔
اَلَّذِیۡ لَاتَغۡشَاہُ الظُّلَمَ ؛	7	وہ ایسی ہستی ہے کہ اندھیرا اسے ڈھک نہیں سکتا ہے۔
وَلَا یَسۡتَضِیۡءُ بِالۡاَنۡوَارِ ؛	8	اور روشنیاں اور انوار اسے روشن نہیں کرسکتے اور
وَلَایَرۡھَقُہٗ لَیۡلٌ ؛	9	رات اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔
وَلَا یَجۡرِیۡ عَلَیۡہِ نَھَارٌ ؛	10	اور دن اس پر اثر انداز نہیں ہوتا۔
لَیۡسَ اِدۡرَاکُہٗ بِالۡاَبۡصَارِ ؛	11	اس کا جاننا اور سمجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں ہے۔
وَلَاعِلۡمُہٗ بِالۡاَخۡبَارِ	12	اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔
فِیۡ ذِکۡرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ ؛		ذکر نبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اَرۡسَلَہٗ بِالضِّیَآءِ وَقَدَّمَہٗ فِی الۡاِصۡطِفَآءِ ؛	13	اللہ نے انہیں (محمدؐ) روشنی کے ساتھ بھیجا اور اپنے انتخاب اور پسند کے معاملے

		میں سب سے مقدم رکھا۔
فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ ،	14	ان کے ذریعہ سے تمام انتشار و پریشانی کو دور کیا۔
وَسَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ ؛	15	اور تسلط جمانے والوں پر غلبہ حاصل کرا دیا اور تمام
وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوبَةَ وَسَهَّلَ بِهِ الْحُزُونَةَ	16	دقتوں اور تکلیفوں کو آسان کرا دیا۔ یہاں تک کہ شمال وجنوب اور دہنے بائیں
حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِينٍ وَّشِمَالٍ ؛		سے گمراہی کو دور کرا دیا۔

تشریحات:

اللہ کی صفات مسلسل بیان ہوتی چلی آرہی ہیں۔غور کرنے والے قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ جس انداز وفکر سے حضرت علی علیہ السلام صفات خداوندی کو مختلف پہلوؤں سے بیان فرماتے ہیں وہ انداز وفکر قرآن میں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔وہاں صرف سادہ صفات ملتی ہیں اور وہ صرف ایک سو کے قریب ہیں۔لیکن حضورؐ نے اُن صفات کے ساتھ ساتھ سیکڑوں اور صفات بیان فرمائی ہیں اور خیال یہ رکھا کہ اہل منطق اور اہل فلسفہ لوگوں کو بولنے کی گنجائش نہ رہے۔اللہ کے وجود اور طریقہ کار کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ کہیں اعتراض کی گنجائش نہیں رہنے دی ہے۔ساتھ ہی اُن تمام عقاید کا سدباب کر دیا ہے جو اللہ کے متعلق پچھلے بامذہب لوگوں اور قریش نے اختیار کئے تھے۔اور قدم قدم پر اللہ کی ذات کو قابل اعتراض بنا رکھا تھا۔جبر وقدر وغیرہ کے خود ساختہ عقاید کو مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔ادھر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی پوزیشن کو ایسا واضح کیا ہے کہ قریشی تصورات کا تمام تانا بانا بکھر کر رہ گیا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ عوام تک قرآن کا یا نہج البلاغہ کا صحیح ترجمہ ہی نہ پہنچے اور مترجمین اپنے خود ساختہ مسلک کے تحفظ میں قرآن اور نہج البلاغہ کے مطالب ومفاہیم کو بدل بدل کر پیش کریں اور عوام غلط عقاید وتصورات میں الجھے چلے جائیں۔

2۔اللہ اور علیؑ نے اپنی ذمہ داری میں کوئی خامی نہیں چھوڑی بے دینی اور نئی نبوتیں اور غلط شریعتیں مسلمان علما نے پیدا کی ہیں۔

اسلام اور اسلامی عقاید میں تخریب کاری کی بنیاد تو قریش نے عہد رسولؐ ہی میں رکھ دی تھی (25/30-31) اُس بنیاد پر غلط تعمیر اُن کے وظیفہ خوار اور تنخواہ دار علما برابر کرتے آئے ہیں۔اور آج اسلام کا جو حال ہے وہ صرف مسلمان علما کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔اور وہ اسی لئے ہے کہ انہوں نے صحیح مطالب ومفاہیم پیش نہ کئے اور اُن میں اپنے باطل اور خود ساختہ عقاید وتصورات کی ملاوٹ جاری رکھی۔

3۔اللہ کے واضح بیان واعلان کے باوجود مسلمان علما نے غلط وباطل عقیدہ پھیلایا ہے۔

اللہ نے قرآن میں تمام رسولوں کے متعلق فرمایا کہ :

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ .....الخ (حدید 57/25)

مودودی ترجمہ ''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 321)

اور یہ بھی فرمایا کہ: فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ـــــ الخ (البقرہ 2/213)

مودودی ترجمہ: ''تب اللہ نے نبیؑ بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے۔ اور اُن کے ساتھ کتب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلاف رونما ہو گئے تھے اُن کا فیصلہ کریں۔'' (تفہیم اول صفحہ 162)

3 (الف)۔ نبیؑ کی پوزیشن اور نبوت کا دعویٰ مسلمان علما کے غلط عقیدے پر قائم کیا گیا۔

مسلمان علما نے قرآن کے خلاف یہ عقیدہ قائم کیا کہ نبیؑ صاحب کتاب نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی رسولؑ کی کتاب کی تشریحات کرنے اور اُس کی پیروی کرنے اور کرانے کے لئے آتا ہے۔ اسی بنیاد پر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت استوار ہوتی ہے اور کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ قرآن کی رو سے تو اللہ نے کوئی رسولؑ یا نبیؑ بغیر کتاب کے بھیجا ہی نہیں۔ یہ اس لئے کہ شیعہ سنی دونوں قسم کے علما نے یہ عقیدہ پھیلایا اور مشہور کیا ہے کہ کوئی نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ لہٰذا مرزا صاحب یہی کہتے ہیں کہ میں کتاب نہیں لایا ہوں اور میں صرف نبی ہوں اور قرآن کریم کی اور رسوؐل کی پیروی کرنا میرا کام ہے۔ لہٰذا سارے مسلمان مرزا صاحب کے سامنے لاجواب ہو کر رہ گئے اور انہیں قرآن سے اور کوئی ایسی دلیل نہ ملی کہ وہ مرزا صاحب کا راستہ روک سکتے بلکہ خود مرزا صاحب نے اُن کے سامنے اُن ہی کے معیار کی قرآن سے ایسی دلیلیں رکھ دیں کہ اُن کی نبوت چل نکلی۔ اور شیعہ سنی علما شور اور سختیاں کرتے رہے اور اُن کے شور اور تشدد کو دیکھ کر انہیں مظلوم سمجھا گیا اور تائید ملتی رہی۔ یہاں تک کہ آخر انہوں نے سو سال بعد حکومت کی سیاسی طاقت سے انہیں کافر قرار دلا دیا۔ لیکن قرآن کی دلیل سے وہ انہیں آج بھی کافر ثابت نہیں کر سکتے اور میں بھی انہیں کافر نہیں مانتا البتہ مرزا صاحب کو اور اُن کے تمام علما کو گمراہ اور جہنمی مانتا ہوں۔ اور میرا یہ فتویٰ خود قادیانیوں کے ماہنامہ میں شائع ہو چکا ہے۔

3 (ب)۔ قرآن کی رو سے ہر نبیؑ اور ہر رسوؐل کے ساتھ کتاب کا آنا ثابت چالیس سال بعد آنے پر کوئی دلیل نہیں۔

مندرجہ بالا آیات (2/213,57/25) کے الفاظ یہ ہیں کہ (وانزل معھم الکتب)

''اور نبیوںؑ اور رسوؐلوں کے ساتھ کتابیں نازل کی گئیں'' اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان قبل از وقت قرآن میں ہے کہ:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّاO (19/30)

ترجمہ: ''میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی اور مجھے نبیؑ بنایا گیا ہے''

لہٰذا یہ فراڈ اور فریب ہے کہ چالیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد بھی رسوؐل اللہ کو ساری کتاب نہیں ملی تھی بلکہ رفتہ رفتہ تریسٹھویں سال جا کر کہیں قرآن مکمل ہوا تھا۔ یہ عقیدہ پھیلا کر قریش نے یہ فائدہ اٹھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا کوئی حکم بھی (معاذ اللہ) پورے قرآن کی روشنی میں نہ ہوتا تھا۔ اس لئے کوئی حکم آخری نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا قریشی دانش وروں نے جو بھی احکام جاری کئے وہ پورے قرآن کی روشنی میں اور تمام صحابہ کے مشورے کے بعد نافذ کئے اس لئے اُن کے احکام آخری تھے اور اسی لئے رسوؐل کے بہت سے احکام معطل اور کینسل ہو کر رہ گئے۔ چونکہ وہ احکام عارضی تھے۔ وقتی تھے اور مقامی تھے۔ ہمہ گیر نہ تھے۔

یہ تھے قریش اور قریش کا مذہب جس کا قرآن کریم سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ انہوں نے روز اول ہی سے اپنی قوم کو قرآن کی خود ساختہ تاویلوں اور مطالب و مفاہیم پر ڈھالنا اور تیار کرنا شروع کیا تھا (25/30-31) اور رسوؐل کے انتقال سے پہلے ہی قریش کو ایک خود ساختہ دین پر رواں دواں کر لیا تھا۔ اور ایک جھوٹا قرآن کا تصور قرآن ہی کے ذمہ لگا کر قوم اور ماحول میں پھیلا دیا تھا (6/66)۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 212

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 205

خُطبہ ﴿209﴾

1۔اللہ کا مجسم عدل ہونا۔2۔قریش ہرگز آنحضرتؐ کے شجرے سے نہ تھے۔3۔علم الٰہی کے امانتدار بندے۔ 4۔علومِ دین کے چشمے بہانے والے۔5۔ولایت سے وابستہ رہنے والے۔6۔شک و شبہ سے اعلیٰ و ارفع لوگ۔7۔توبہ کا دروازہ کھلوانے والے۔گناہ سے دامن صاف رکھنے والے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاَشۡهَدُ اَنَّهُ عَدۡلٌ عَدَلَ ؛	1	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ مجسم عدل ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ عدل ہی عدل ہے۔
وَحُكۡمٌ فَصَلَ ؛	2	اور یہ کہ اللہ مجسم حکم ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے وہ فیصلے ہی فیصلے ہیں۔
وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهُ وَرَسُوۡلُهُ وَسَيِّدُ عِبَادِهِ ؛	3	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں اور اس کے تمام بندوں کے سردار ہیں۔
كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ فِرۡقَتَيۡنِ جَعَلَهُ فِيۡ خَيۡرِهِمَا ؛	4	تخلیق کے مختلف مراحل میں جہاں بھی اور جب بھی اس نے مخلوق کو دو حصوں میں لکھا تو حضورؐ کو بہتر والے فرقہ میں لکھا تھا۔
لَمۡ يُسۡهِمۡ فِيۡهِ عَاهِرٌ وَّلَا ضَرَبَ فِيۡهِ فَاجِرٌ ؛	5	ان کے فرقہ میں کسی زانی کو حصہ نہ ملا اور نہ کوئی بدکار راہ پا سکا۔
اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدۡ جَعَلَ لِلۡخَيۡرِ اَهۡلًا وَلِلۡحَقِّ دَعَائِمَ ؛	6	خبردار یقیناً اللہ نے خیر اور بھلائی کے لئے اس کے اہل پیدا کئے ہیں۔اور حق کے واسطے اس کے ستون پیدا کئے ہیں۔
وَلِطَّاعَةِ عِصَمًا ؛	7	اور اطاعت کے لئے اس کے محافظ و نگہدار پیدا کئے ہیں۔
وَاِنَّ لَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوۡنًا مِّنَ اللّٰهِ يَقُوۡلُ عَلَى الۡاَلۡسِنَةِ وَيُثَبِّتُ بِهِ الۡاَفۡئِدَةَ فِيۡهِ كِفَآءٌ لِّمُكۡتَفٍ وَشِفَاءٌ لِّمُشۡتَفٍ ؛	8	اور یقیناً تمہارے لئے ہر ہر اطاعت کے لئے اللہ کی طرف سے مدد موجود ہوتی ہے جو کہ زبانوں کو بولنے پر آمادہ کرتی ہے اور دلوں کو اطمینان و قوت دیتی ہے۔اس مدد میں بے نیازی چاہنے والوں کے لئے بے نیازی ہوتی ہے اور صحت و شفا طلب کرنے والوں کے لئے شفا بھی ہوتی ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفِظِيْنَ عِلْمَهُ يَصُوْنُوْنَ مَصُوْنَهُ وَيُفَجِّرُوْنَ عُيُوْنَهُ، يَتَوَاصَلُوْنَ بِالْوِلَايَةِ وَيَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ؛	9	اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے وہ بندے جو اللہ کے علم کے محافظ مقرر کئے گئے ہیں وہ اللہ کے محفوظ رکھے جانے والے سامان کو محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ کے علم کے چشموں کو بہا کر ضرورت مندوں تک پہنچاتے ہیں اور اللہ کی قائم کی ہوئی ولایت اور حکومت سے وابستہ رہتے ہیں اور آپس میں محبت سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔
وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَاسٍ رَوِيَّةٍ وَّيَصْدُرُوْنَ بِرِيَّةٍ؛	10	اور سیراب کرنے والے جام ایک دوسرے کو پلاتے ہیں اور سیراب ہو کر پلٹتے ہیں۔
لَاتَشُوْبُهُمُ الرِّيْبَةُ وَلَاتُسْرِعُ فِيْهِمُ الْغِيْبَةُ؛	11	ان میں الجھن اور کشش و پیچ اور بے اطمینانی وارد نہیں ہوتی اور نہ ان میں ایک دوسرے کی غیبت کی گنجائش ہوتی ہے۔
عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَاَخْلَاقَهُمْ فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّوْنَ وَبِهِ يَتَوَاصَلُوْنَ؛	12	ان کی پیدائش اور ان کا اخلاق اللہ نے اسی معیار کا رکھا ہے اور اسی اخلاق کے ماتحت وہ آپس میں محبت رکھتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں۔
فَكَانُوْا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقٰى فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُلْقٰى؛	13	یہ لوگ باقی لوگوں میں اسی طرح ابھرے ہوئے اور نمایاں رہتے ہیں جس طرح اچھے اور برے بیج ہوتے ہیں کہ اچھے بیجوں کو رکھا جاتا ہے اور خراب کو پھینک دیا جاتا ہے۔
قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيْصُ وَهَذَّبَهُ التَّمْحِيْصُ؛	14	انہیں اسی چھانٹ اور پرکھ نے ممتاز کر دیا ہے۔
فَلْيَقْبَلِ امْرُءٌ كَرَامَةً بِقَبُوْلِهَا؛	15	اور انسان کو چاہئے کہ وہ مذکورہ اوصاف کو قبول کر کے اپنے لئے عزت و شرف حاصل کریں۔
وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُوْلِهَا؛	16	اور قیامت والی مصیبت کے آجانے سے پہلے ہی اس سے بچنے کی فکر کریں۔
وَلْيَنْظُرِ امْرُءٌ فِيْ قَصِيْرِ اَيَّامِهٖ وَقَلِيْلِ مُقَامِهٖ فِيْ مَنْزِلٍ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهٖ مَنْزِلًا؛	17	اور ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ ان تھوڑے سے دنوں کے قلیل سے قیام کو اپنی مستقل منزل کے قیام سے بدل لینے میں کوشاں رہے۔
فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهٖ، وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهٖ،	18	اور اپنے منتقل ہو جانے اور بدل جانے والے مقام کے لئے کچھ نیک اعمال بجالائے۔

فَطُوبٰی لِذِیْ قَلْبٍ سَلِیْمٌ اَطَاعَ مَنْ یَّھْدِیْہِ ؛	19	مبارکباد کے قابل ہے وہ سلامتی پسند دل جو اپنے ہادیؑ کی مسلسل اطاعت کرتا رہے۔
وَتَجَنَّبَ مَنْ یُرْدِیْہِ ؛	20	اور اس سے اجتناب اور دوری اختیار کرے جو تباہی کی طرف لے جانے والا ہو۔
وَاَصَابَ سَبِیْلَ السَّلَامِ بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَہٗ ؛ وَطَاعَةِ ھَادٍ اَمَرَہٗ ؛	21	اور سلامتی کی راہ پر جا پہنچے اور اپنے ہدایت کار کے حکم کی اطاعت کرے اور اس کی فراہم کردہ بصیرت سے کام لے۔
وَبَادَرَ الْھُدٰی قَبْلَ اَنْ تُغْلَقَ اَبْوَابُہٗ ؛	22	اور ہدایت کے دروازے بند ہونے سے پہلے پہلے ہدایت سے فیضیاب ہوجائے۔
وَتُقَطَّعَ اَسْبَابُہٗ ؛	23	اور ہدایت کے اسباب اور ذرائع کے منقطع ہوجانے سے پہلے ہی کامیابی حاصل کرلے۔
وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ ؛	24	اور توبہ کا دروازہ کھلوالے۔
وَاَمَاطَ الْحَوْبَةَ ؛	25	اور گناہ کے داغ مٹالے۔
فَقَدْ اُقِیْمَ عَلَی الطَّرِیْقِ ؛	26	اور یقین سے راہِ راست پر قائم ہوجائے۔
وَھُدِیَ نَھْجَ السَّبِیْلِ ؛	27	اور واضح طریق کار پر ہدایت یاب ہوجائے۔

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام اس خطبہ کو اللہ کے عدل ہونے سے شروع فرماتے ہیں۔جس طرح ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اُس کے غلط محل پر رکھنا۔یعنی جو چیز جہاں رکھے جانے کے لئے بنائی گئی ہو جہاں وہ موزوں ترین مقام حاصل کرتی ہو وہاں نہ رکھنا ظلم ہے۔اسی کو یوں کہہ لیجیے کہ عدل کے خلاف کام کرنا ظلم ہے۔یعنی جو چیز عدل کی کسوٹی پر پوری نہ اترے وہی ظلم کی حامل ہے۔لہٰذا عدل وہ موزوں ترین صورت حال ہے جس میں کوئی خامی کوئی نقص کوئی خرابی ممکن نہ ہو۔نہ صورت میں نہ صفات وخصوصیات میں نہ اعمال وحرکات۔نہ متعلقہ چیزوں سے ربط وتعلق میں۔پوری کائنات اور ماحولی حالات سے ہمہ رنگ اور ہم آھنگ ہونا عدل ہے۔

2۔اللہ نے آنحضرتؐ کی تخلیق ونشوونما ترتیب وتزئین میں اپنے معیارِ عدل کو اس کی حدود وانتہا تک استعمال کیا۔

حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے اللہ کی صفت عدل کو اس لئے سامنے لائے ہیں کہ خطبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت ونبوتؐ ورسالت اور اُن کے والدین اور بزرگوں کا ذکر کرنے والے ہیں۔تاکہ قاری کے دل ودماغ پر عدل کا ماحول چھایا ہوا ہو۔اور عدل کے خلاف کوئی تصور تک نہ گزر سکے۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرتؐ کے خاندان اور متعلقین سے تمام غلط کاروں کو دور رکھنے کے لئے فرمایا ہے کہ حضورؐ کے سلسلہ نسب میں کوئی بھی عاہر اور فاجر نہ تھا۔یاد رکھئے کہ ان دونوں الفاظ میں سے کسی کے معنی زانی نہیں ہیں۔لیکن عاہر اور فاجر

جس راستے پر چلتے اور چلاتے ہیں وہ زنا ہی کی طرف جاتا اور لے جاتا ہے۔عاھر ہر اُس مرد کو کہیں گے جو اپنی جنسی قوت کو کسی طرح بہانے، پگھلانے، گھلانے اور منتشر کرنے کی فکر میں رہتا ہو۔یہی سوچتا ہو۔اسی ذیل میں کام کرتا ہو۔اس لئے اس کے سستے معنی زناکار۔بدکار اور آوارہ کر لئے جاتے ہیں۔دوسرا لفظ فاجر ہے۔اس کے بھی پہلے معنی زانی نہیں ہیں مگر یہ بھی زنا ہی کے جذبے کا ایک رخ اپنے اندر رکھتا ہے اور لفظ عاھر کے مقابلے میں ایک گھٹیا بدکار کو پیش کرتا ہے جس کی باتیں کھلی کھلی جنسیات اور جنسی جذبات کو بہاتی ہوں۔چھڑکاؤ کرتی ہوں۔جو صرف بدکار بدمعاش ہی نہ ہوں بلکہ بے غیرت و بے شرم و بے حیا بھی ہوں جو نہ اپنی عزت کا خیال رکھتے ہوں نہ دوسروں کی عزت و حرمت کی فکر کرتے ہوں۔مطلب یہ ہوا کہ عملاً کوئی بدکار زانی تو ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے پورے شجرہ نسب میں یا اُن کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں میں کوئی ایسا شخص بھی راہ نہ پاسکا جس کے قلب و ذہن میں کہیں آوارگی اور غیر ذمہ داری کے جراثیم ہوتے۔

3۔اللہ نے حضرت آدمؑ اور تمام انبیاءؑ کو ملا کر وہ نسل پیدا کی تھی جس سے خانوادہ محمدؐ یا ذریت اسمٰعیلؑ برآمد ہوئے۔

اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس نسل کی تیاری میں تمام انبیاؑ و رسل علیھم السلام کی بصیرت اور اللہ کی قدرت اور اعانت صرف ہوئی تھی۔اس میں کسی قسم کی خامی رہ جانا ناممکن تھا۔یہ ایک مخصوص اُمت تھی جس کا اللہ نے قرآن میں دُہرا دُہرا کر فخریہ فرمایا ہے: سنئے

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ O(21/92)

''یقیناً تمہاری یہ امت تنہا اور اکیلی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں لہٰذا تم میری عبادت کرتے رہو۔''(21/92)

یہی بات پوری بھی فرمائی ہے کہ :وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ O(23/52)

''یقیناً تمہاری یہ اُمت واحد اور یگانہ اُمت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں لہٰذا تم میرے سامنے ذمہ دار رہو''

4۔خانوادہ رسولؐ کے تمام عزیز و اقارب اور پوری نسل کے افراد کی پوزیشن بار بار نبیوںؑ اور رسولوں کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

مثلاً: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ Oوَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ Oوَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ Oوَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ Oوَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ Oذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ Oاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ...(6/83-90)

یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کر دیتے ہیں۔حق یہ ہے کہ آپؐ کا پروردگار بہت دانا اور علیم ہے۔پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولادیں دی تھیں۔اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی تھی۔وہی راہ راست جو اُن سے پہلے نوحؑ کو دکھا چکے تھے۔اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسٰیؑ اور ہارونؑ کو پیدا کیا اور ہدایت بخشی۔یوں ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کی جزا دیا کرتے ہیں۔اُسی کی اولاد سے زکریاؑ، یحیٰؑ، عیسٰیؑ اور الیاسؑ

کوسرفراز کیاان میں ہرشخص صالح تھا۔ان ہی کے خاندان سے اسماعیلؑ ،الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کوراہ راست پر قائم کیاان میں سے ہر ایک کوہم نے تمام عالمین پر بزرگی عطا کی نیز اُن کے آباؤ اجداد کواوران کی اولاد کوان کی ذریت کوان کے بھائی بندوں کوہم نے نوازا اور انہیں مجتبیٰ بنایااورصراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔یہ اللہ کی ہدایت ہے۔جس سے وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔اگر کہیں ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا توان کے بھی تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔وہی لوگ تھے جن کوہم نے کتاب وحکومت اور نبوت عطا کی تھی۔اب اگر یہ قریش اس حقیقت کو چھپاتے ہیں تو یقیناً ہم نے ان پر ایک ایسی قوم کووکیل بنارکھا ہے جوکفر کرنے والی نہیں ہے۔اَے محمدؐ یہی لوگ ہیں جواللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں تم بھی ان ہی کی اقتدا کرو‘‘۔

یہ ہے وہ امتِ واحدہ جس نے نبیوںؑ اور رسولوںؑ کوجنم دیا، پالا پوسا تربیت کیااورسب نے مل کرخانوادہ نبوت کوتیار کیا۔لہٰذاان میں کسی عاہروفاجر کی گنجائش ناممکن تھی۔سب کے سب یا نبیؑ تھے یا نبیوںؑ کوجنم دینے والے،دودھ پلانے والے اور پالنے والے تھے جوسب ایک دوسرے سے بڑھ کرمرتضٰی ومجتبیٰ ومصطفٰی تھے۔صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کے ساتھ اُسی سانس میں لفظ قریش بولنا ان کی توہین اوراللہ کا گناہ اورحضرت حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملک میں سنگین جرم ہے۔چہ جائیکہ اس کوخاندان اورنسب میں مخلوط کرنے کا خبط،جن کواپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے سے حکماً روکا گیا ہو۔ (سورہ نساء 4/23)

5۔ کہیں کی اینٹ کہیں کاروڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔قریش نہ کوئی نسل تھی نہ نسب تھانہ خاندان تھانہ شخص۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی حکومت پر قبضہ کر کے قریش نہ صرف ایک قوم بن گئے بلکہ وہ اولاداسماعیلؑ وابرہیمؑ ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ نبیؐ کے رشتے دار بھی بن بیٹھے۔چنانچہ آج ساری دنیا میں کچھ لوگ حقیقی چچا بن کرمشہور ہیں کچھ چچازاد بھائی کہلاتے ہیں۔کچھ بھائی مشہور ہیں۔اور کمال یہ ہے کہ تمام شیعہ نام کے علما بھی اسی پر یقین رکھتے ہیں اوراپنی تحریروں میں آنحضرتؐ کوان ہی رشتوں سے لکھتے ہیں۔ایک ہم ہیں جوقریش نام کے لوگوں کومخلوط النسب لوگوں کی ناتحقیق اولاد سمجھتے ہیں اوراس سلسلے میں بڑی تحقیق کے بعد اپنی کتاب مرکز انسانیت میں قریش کا کچا چٹھہ مرتب کردیا ہے۔یہاں تاریخ طبری کاایک عنوان لکھ دینا کافی ہوگا۔دیکھئے۔

’’قریش کی وجہ تسمیہ:

’’ابن کلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی نسب کا دیوان ہیں۔یہ نہ کوئی باپ ہے نہ ماں نہ مُربی نہ مربیہ‘‘(ترجمہ طبری جلداول صفحہ 46)اور سنئے:۔

2۔’’ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے دریافت کیا قریش کا یہ نام قریش کس وقت ہوا؟ اُس نے کہا کہ جب انتشار کے بعد قریش حرم میں جمع ہوئے اور یہ اجتماع ہی تقرش ہے۔عبدالملک نے کہا میں نے یہ بات نہیں سنی مجھے تو یہ معلوم ہے کہ قصی کوقرشی پکارا جاتا تھا۔اور اس سے پہلے قریش کا یہ نام نہیں تھا۔‘‘(ایضاً صفحہ 47)

6۔ آئمہ علیہم السلام دنیاپرست مومنین کی اطاعت کے محتاج نہ تھے۔مطیع وفرمانبردار مومنین کاانتظام موجود تھا۔

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے واضح الفاظ اور جملوں میں آئمہ علیہم السلام کی امامت ولایت اور حکومت اور طریقہ کار کوواضح فرمایا ہے۔اورساتھ ہی حقیقی مومنین اور دوستداران محمدؐ وآل محمدؐ کی پوزیشن بیان فرمادی ہے۔انہوں نے بتایا ہے کہ اللہ کی طرف سے خیر اورحق کو

برقراراورترقی کرانے کے لئے انتظام کردیا گیا ہے(6)اوراطاعتِ خداوندی کی حفاظت بھی اُسی انتظام کے سپرد ہے (7) چنانچہ اس انتظام کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام دینی چیزوں کی حفاظت جاری رہے جنہیں مومنین کے لئے محفوظ رکھنا ضروری ہے اور ساتھ ان کا کام ہے کہ وہ علم وحکمت و اطمینان کے چشموں کو وہاں تک پہنچائیں جہاں جہاں ان کی ولایت وحکومت کے دوستداران وطلب گار موجود ہوں (9) اورانہیں دینی مدد،صحت و شفااور بے نیازی فراہم کرتے رہیں (8) یہ تو صاحبانؑ ولایت وحکومت کا انتظام ہوگیا اس کے بعد مومنین کواس انتظام سے متعارف کرایا گیا اور بتایا گیا کہ خیر وحق کہاں سے ملیں گے؟ تمہاری ہرقسم کی مدد کا اور صحت وشفا اور تمہاری فارغ البالی کا اور دنیا سے لاپرواہ اور بے نیاز کر دینے کا فوری بندوبست ہے بس طلب کرنے کی دیر ہوگی۔ تمہیں قلبی اطمینان اور گفتار وکردار کی اصلاح ہوتی چلی جائے گی (8) پھر محبانِ محمدؐ وآل محمدؐ کی حالت بیان فرمائی ہے کہ وہ آئمہؑ کی ولایت وحکومت سے وابستہ رہتے ہیں محبت سے لبریز ملاقاتیں جاری رکھتے ہیں (4) اپنی اوراپنے ساتھی مومنین کی ہرقسم کی تشنگی سیراب کرنے کے لئے بھر بھر کر جامِ حق وصداقت پیتے اور پلاتے ہیں (9,10) اُن کے ماحول میں شک وشبہ اور الجھنوں کا گزرنہیں ہوتا وہاں چغلی اور غیبت کو بارنہیں ملتا (11) وہ اسی طرزِ عمل واخلاق کے لئے پیدا کئے گئے تھے اور وہ اسی پر بڑے پیار سے عمل پیرا رہتے ہیں (12) انہیں باقی لوگوں سے الگ کرنے اورایک ممتاز وقابل قدر گروہ بنانے کے لئے بڑی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک کی جاتی رہی ہے اوراب وہ ایک منتخب نسل کی بنیاد اور بیج بن چکے ہیں (14-13) اس بیان کے بعد چوکنا رہنے اور مذکورہ عزت وشرف حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے (15) موت اور آخرت کی طرف متوجہ کیا ہے (17-16) اس زندگی کو دوسری زندگی سے تبدیل کرلینے کی باتیں کی ہیں (18) اورآخر میں ان لوگوں کومبارکباد دی ہے جو اپنے حقیقی راہنما اور ھادی کی اطاعت کرتے ہیں۔ گمراہ کرنے والوں سے دور رہتے ہیں (20-19) اور سلامتی کی منزل تک جا پہنچتے ہیں (21) اپنے ہادی کی ہدایات اور تعلیمات وبصیرت کواستعمال کرکے فائدہ اٹھاتے ہیں (21)۔ یہ خطبہ ان مومنین کو بار بار پڑھنا چاہیئے جو یہ چاہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام ان کی ہدایت وراہنمائی، سہولت وآسائش اور فارغ البالی کی ضمانت لے لیں۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 213

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 206

خُطبہ 《210》

فوراً قبول ہونے والی دُعا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُصْبِحْ بِیْ مَیِّتًا وَلَاسَقِیْمًا ؛	1	تمام حمد وستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے ایسی صبح کرائی کہ میں نہ مردہ ہوں اور نہ ہی بیمار ہوں۔
وَلَا مَضْرُوْبًا عَلٰی عُرُوْقِیْ بِسُوْءٍ وَلَا مَاخُوْذًا بِاَسْوَاٰءِ عَمَلِیْ ؛	2	اور نہ ہی میرے اعصاب اور جوڑ و بند پر کوئی بُری چوٹ لگی ہے اور نہ برے اعمال کے بدلے میں پکڑا گیا ہوں۔
وَلَامَقْطُوْعًا دَابِرِیْ ؛	3	اور نہ ہی میری نسل منقطع کی گئی ہے۔
وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِیْنِیْ ؛	4	اور نہ ہی میں اپنے دین سے پھرا ہوں۔
وَلَا مُنْكِرًا لِرَبِّیْ ؛	5	اور نہ ہی میں اپنے پروردگار کا منکر ہوں۔
وَلَا مُسْتَوْحِشًامِّنْ اِیْمَانِیْ وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِیْ ؛	6	اور نہ مجھے اپنے ایمان میں کوئی وحشت و تردد ہے۔اور نہ ہی میری عقل پر غلط جذبات اور تصورات کا میک اپ(Makeup) ہوا ہے۔
وَلَامُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِیْ ؛	7	اور نہ اپنے سے پہلے والی امتوں والے عذاب کا حق دار ہوں۔
اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَمْلُوْكًا ظَالِمًا لِنَفْسِیْ ؛	8	میں نے ایسی حالت میں صبح کی ہے کہ میں اللہ کا حسب سابق بندہ اور ملکیت ہوں اور اس کی اطاعت میں خود اپنے اوپر زیادتی اور ظلم کرتا ہوں۔
لَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ وَلَا حُجَّةَ لِیْ ؛	9	تیری حجت مجھ پر مکمل ہو چکی ہے اور اب میرے لئے عذر کی گنجائش باقی نہیں ہے۔
وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اتَّقِیَ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ ؛	10	مجھے ذاتی طور پر اس سے زیادہ حاصل کرنے کی قدرت نہیں جو تو مجھے عطا کرتا ہے۔ اور میں کسی خطرے سے محفوظ نہیں رہ سکتا سوا اس کے کہ جس سے تو محفوظ رکھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِیْ غِنَاكَ :	11	اے اللہ میں تجھ سے اس صورت حال سے پناہ چاہتا ہوں کہ تیرے غنی ہوتے ہوئے میں فقیر رہوں۔

اَوْ اَضِلَّ فِیْ ھُدَاکَ ؛	12	یا تیری راہنمائی کی موجودگی میں گمراہ ہو جاؤں۔
اَوْ اُضَامَ فِیْ سُلْطَانِکَ ؛	13	یا تیری حکومت ہو اور مجھے ستایا جاتا رہے۔
اَوْ اُضْطَھَدَ وَالْاَمْرُلَکَ ؛	14	یا سلطانی اور اختیارات تیرے ہاتھ میں ہوں اور مجھے ذلیل کیا جائے۔
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نَفْسِیْ اَوَّلَ کَرِیْمَةٍ تَنْتَزِعُھَا مِنْ کَرَائِمِیْ وَاَوَّلَ وَدِیْعَةٍ تَرْتَجِعُھَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِکَ عِنْدِیْ ؛	15	یا اللہ مجھے سونپی ہوئی یہ جسمانی نعمتیں (عقل و ہوش سماعت و بصارت) جو تو مجھ سے واپس لے لے گا ان میں پہلا نمبر میری روح کو دینا اور جو چیزیں تو واپس عطا کرے گا ان میں بھی پہلی نعمت میری روح ہی کو قرار دینا (یعنی باقی اعضاء کے صحیح سالم ہوتے ہوئے جان نکلے)
اَللّٰھُمَّ اِنَّانَعُوْذُبِکَ اَنْ نَذْھَبَ عَنْ قَوْلِکَ اَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِیْنِکَ ؛	16	اے اللہ ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہیں ایسی حالت سے کہ ہم تیرے قول سے ہٹ جائیں یا تیرے دین میں فتنہ پیدا کرلیں۔
اَوْ تَتَابَعَ بِنَا اَھْوَاؤُنَا دُوْنَ الْھُدَی الَّذِیْ جَآءَ مِنْ عِنْدِکَ ؛	17	یا ہمیں ہماری ذاتی اجتہادی خواہش تیری طرف سے ملی ہوئی ہدایات کے خلاف کسی اور طرف لے جائیں''

تشریحات:

قارئین اس خطبہ کو اپنے دل و دماغ پر طاری کرلیں۔ اس میں مذکور دونوں پہلو ایسے ہیں کہ اگر وہ آپ کی زبان پر جاری رہیں تو اللہ اور امام علیہ السلام آپ کی تمام جسمانی و روحانی، دنیاوی اور اُخروی مشکلات کو آپ سے دور رکھے گا اور دن دونی و رات چوگنی سہولتیں اور آسائشیں اور نہ معلوم کون کون سی نعمتیں آپ کے لئے مہیا کردے گا۔

2۔ دعا اور اپیل کا جز و اویہ نظر اختیار کیا گیا ہے کامیابی کا ضامن ہے وہ زاویہ نظر اگر کسی رئیس سے کیا جائے تو کامیابی لازم ہے؟

یقیناً یہ اندازِ کلام سن کر ہر رئیس و صاحبِ اختیار شخص شرما کر رہ جائے گا اور اس طرح اپیل کرنے والے کو اپنا تمام تحفظ اور سرمایہ فراہم کرے گا لہٰذا وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہوں اور دنیا اور دنیاداروں سے منقطع رہ کر اللہ سے وابستگی اختیار کرلیں تو اُن کے حصے میں ناکامی ہرگز نہیں آسکتی ہے۔ شرط یہی ہے کہ وہ وہی خلوص اور جذبہ پیش کریں جو حضرت علی علیہ السلام چاہتے ہیں۔

3۔ عَبْدًا مَمْلُوْکاً کے ساتھ ہی آپ نے اپنے لئے ظَالِماً لِنَفْسِی بھی فرمانا ضروری سمجھا ہے۔

آپؑ کے سامنے یقیناً سورہ زمر کی آیت (39/53) رہی ہے اور آپ محمدؐ کے بندوں میں اس ترکیب سے شامل ہونے کی فکر میں رہے ہیں چونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ: ''میں محمدؐ کے بندوں میں سے ایک چھوٹا سا بندہ ہوں''

اس آیت کے خطاب میں داخلہ نہیں ہوسکتا تھا، وہاں محمدؐ کے بندوں کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ:۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُO(39/53)

''اے محمدؐ کہہ دو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے مجھ سے مایوس نہ ہوجانا یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا۔ اور وہ تو حقیقی معنی میں مکمل غفور اور رحیم ہے''

4۔ظَالِمًا لِنَفْسِي اگر دوسروں کے نفوس سے محفوظ ہو تو اُس سے بڑا مرتبہ کسی کا ممکن نہیں۔

ہم پہلے خطبہ نمبر 190 کی تشریح کے دوران یہ آیت لکھ چکے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُO جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌO وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ O الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌO(سورہ فاطر 35/32-35)

''پھر ہم نے مکمل کتاب کی وراثت اُن لوگوں کے حوالے کردی جنہیں ہم نے اپنے تمام بندوں میں مصطفیٰ بنایا ہوا تھا۔اُن مصطفیٰ لوگوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے ظالم ہے۔ایک گروہ وہ ہے جو اپنے اعمال میں درمیانے درجے کا راست رو ہے اور ایک گروہ نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔وہ تمام کا تمام بہت بڑا افضل ہے۔ہمیشہ برقرار رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ سب مصطفیٰ کتاب کے وارث داخل ہوں گے۔وہاں ان مصطفیٰ لوگوں کو سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجا کر آراستہ کیا جائے گا۔اور ان کا لباس ریشمین ہوگا۔اور ان مصطفیٰ اور جنتی لوگوں کا وہاں یہ اعلان ہوگا کہ شکر ہے اُس اللہ کا جس نے ہم سے حُزن وملال دُور تر کردیا ہے۔یقیناً ہمارا پروردگار بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کے مقام پر مقیم کردیا ہے۔یہاں ہمیں نہ کوئی مشقت ودقت درپیش ہے اور نہ ہی تھکن سے کوئی سروکار ہے۔''

5۔الکتاب کے وارث مُصطفیٰ حضرات میں کوئی غیر مصطفیٰ گروہ شامل نہیں ہوسکتا۔

اِن چاروں آیات (35/32-35) کی وضاحت سے پہلے قارئین مودودی کے بیانات میں سے ایک بیان پہلے سُن لیں۔

مودودی کی ایک بڑی چالاک وبلا دلیل تشریح:

''55؎ مُراد ہیں مسلمان جو پوری نوع انسان میں سے چھانٹ کر نکالے گئے ہیں تا کہ وہ کتاب اللہ کے وارث ہوں۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُسے لے کر اٹھیں۔اگرچہ کتاب پیش تو کی گئی ہے سارے انسانوں کے سامنے مگر جنہوں نے آگے بڑھ کر اُسے قبول کرلیا وہی اس شرف کے لئے منتخب کرلئے گئے کہ قرآن جیسی کتاب عظیم کے وارث اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رسول عظیم کی تعلیم وہدایت کے امین بنیں۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 234)

مودودی کی اس تشریح کو مندرجہ بالا آیات کے سامنے رکھ کر بار بار پڑھیں تو یقین ہوجائے گا اُن آیات سے مودودی کے بیان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ مودودی کی ذاتی ،جماعتی ،قومی اور مذہبی ضرورت ہے کہ عہد رسوؐل کے سارے مسلمان رسوؐل کی تعلیمات کے امانت دار اور قرآن کے وارث ہوں۔مگر اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے جہاں اور بہت سی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی وہاں سب سے پہلے یہ اعلان کرنا ہوگا کہ رسوؐل کے بعد والے تمام مسلمان مصطفیٰ تھے' اس بات کو مانے بغیر مودودی کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔اللہ نے پہلی بات ہی یہ فرمائی ہے کہ پھر ہم

نے اپنے تمام بندوں میں سے مصطفیٰ بنایا (اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا) یعنی کتاب کا وارث بنانے سے پہلے مصطفیٰ بنایا گیا تھا۔ لہٰذا جن لوگوں کو بھی کتاب کا وارث اور تعلیمات محمدؐ یہ کا امین کہا جائے انہیں بہر حال مصطفیٰ ماننا ہوگا۔ پھر کوئی اور بات کی جائے گی۔ اور چونکہ مودودی کے بنائے ہوئے وارثوں کو سارے مسلمان مصطفیٰ نہیں مانتے۔ لہٰذا مودودی والے مسلمان کتاب اللہ کے وارث بھی نہیں بنائے جاسکتے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتاب اللہ یا قرآن کے وارثوں کو جب ساری یا پوری نوع انسان میں سے چھانٹ کر مصطفیٰ بنایا گیا تھا تو وہ 600ء یا 700ء کی بات نہیں تھی بلکہ اُس وقت کی بات ہے جب ساری نوع انسان ایک جگہ موجود تھی۔ یعنی کم از کم اُس وقت کی بات ہے جب اللہ نے فرمایا تھا کہ: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ.... الخ (7/172)

مودودی: ''اور اَے نبیؐ لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدمؑ کی پشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود اُن کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 95)

لہٰذا مودودی کی ضرورت اپنے مقام پر کھڑی رہ گئی اِن آیات میں یا قرآن کی دوسری آیات میں یہ ضرورت پوری تو کیا ہوتی مذکور بھی نہیں ہے۔ لہٰذا مودودی قریش اینڈ کمپنی کو وارثانِ قرآن نہ بنا سکے۔

6۔ مودودی یزید و شمر ابوبکر و عمر اور ابن زیاد و عمر سعد کو وارثانِ قرآن اور مصطفیٰ بنا دینا چاہتے ہیں۔

مودودی کو معلوم ہے کہ وہ جن شیاطین کو وارثانِ قرآن و رسولؐ بنا دینا چاہتے ہیں ان میں تو یزید و شمر بھی شامل ہیں ابوبکر و عمر بھی داخل ہیں، معاویہ اور ابن زیاد بھی موجود ہیں۔ لہٰذا مودودی نے آیات میں آئے ہوئے لفظ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کے معنی گنہگار و مجرم کر لئے اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لالچ میں یہ فکر بھی نہیں کی کہ ''اللہ کے بنائے ہوئے مصطفیٰ'' نہ گنہگار ہو سکتے ہیں نہ مجرم کہلا سکتے ہیں۔ ورنہ خود اللہ نے مذکورہ آیات (35/32-35) میں ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے گنہگار و مجرم مراد لے لئے ہوتے۔ وہاں تو ان سب کو بزرگ ترین فضل پر سرفراز فرمایا ہے اور اجتماعی حیثیت سے شاندار جنتی قرار دیا ہے اور کیوں نہ ہو مصطفیٰ حضرات علیہم السلام ایسے ہی نتیجے کے حقدار ہوتے ہیں۔ مگر مودودی لکھتے ہیں کہ:۔

6 (الف)۔ مودودی کی تشریح ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کے لئے سنئے:

''56 (1) اپنے نفس پر ظلم کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سچے دل سے اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانداری کے ساتھ اللہ کا رسول تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کی پیروی کا حق ادا نہیں کرتے۔ مومن ہیں مگر گناہگار ہیں۔ مجرم ہیں مگر باغی نہیں ہیں۔ ضعیف الایمان ہیں مگر منافق اور دل و دماغ سے کافر نہیں ہیں۔ اسی لئے ان کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ہونے کے باوجود وارثین کتاب میں داخل اور خدا کے چنے ہوئے بندوں میں شامل کیا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ باغیوں اور منافقوں اور قلب و ذہن کے کافروں پر ان اوصاف کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ تینوں درجات میں سے اس درجہ کے اہل ایمان کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا گیا ہے کہ تعداد کے لحاظ سے اُمت میں کثرت ان ہی کی ہے۔'' (ایضاً صفحہ 234)

6 (ب)۔ مودودی کے تمام بیانات پر محاکمہ و محاسبہ و مواخذہ، تفسیر قرآن میں مودودی کا سب سے زیادہ ناہنجار اور کافرانہ بیان۔

مودودی نے ان آیات (35/32-35) پر ابھی اور اڑھائی صفحات میں تشریحات لکھی ہیں اور پوری اُمت کو جنتی بنا دیا ہے صرف

تابرخاست عدالت کی سزا لکھی ہے۔اور حدیث رسوؐل لاکراپنی تائید کرائی ہے۔بہرحال ایک ایسا تصور سامنے رکھا ہے جس سے پورا قرآن باطل ہو جاتا ہے تمام ان کی اپنی مسلّمہ احادیث غلط ہوجاتی ہیں مسلّمات عقلیہ سر پیٹتے رہ جاتے ہیں۔اور سیکڑوں سوالات منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔مختصر یہ کہ تفہیم القرآن میں اس سے بڑا ناہنجار وکافرانہ بیان کوئی اور نہیں ہے۔قارئین ان کی تشریح 56 کوثابت کرنے کے لئے قرآن سے آیت یا آیات لاناہوں گی جن سے یہ ثابت ہوسکے کہ مصطفیٰ لوگ گنہگار اور مجرم ہوا کرتے ہیں۔اور ایسی آیت مودودی کو یا کسی اور کو قرآن سے نہیں مل سکتی۔پھر وہ آیت دکھاناپڑے گی جس میں ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ کے معنی گنہگار اور مجرم ہوں۔ایسی آیت بھی اس قرآن میں نہیں ہے۔پھر ایسی آیت کا پیش کرنا ضروری ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ گناہگاروں اور مجرموں کی کثرت کو قرآن میں پہلے نمبر پر بیان کیا جاتا ہے اس کی مثال بھی قرآن سے نہ ملے گی۔ یہاں یہ کہہ کر مودودی کی ساری بکواس کو سمیٹ دیں کہ مودودی کے اس ناہنجار بیان پر کوئی دلیل وحجت وآیت اُن کی تائید میں نہیں ولیکن ان کی تردید میں سارقرآن موجود ہے۔علاوہ ازیں علام الغیوب اللہ کسی ایسے شخص کو ہرگز مصطفیٰ یا مرتضٰی یا مجتبیٰ بناہی نہیں سکتا جس کے گناہگار یا مجرم ہونے کا امکان ہو۔لہٰذا آیت میں مذکور خواہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ہوں یا مُّقْتَصِدٌ ہوں یا سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ ہوں اور اللہ کے حکم سے یا خود اللہ کے بنائے ہوئے ہوں۔گنہگار ومجرم نہیں ہوسکتے۔یہ بھی نوٹ کریں کہ گناہ اور جرم خواہ کسی قسم کا ہو اور کسی مقدار وحیثیت کا ہو اس میں دوسرے انسانوں پر ظلم ضرور ہوتا ہے۔لہٰذا گناہگار اور مجرم کو صرف ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ کہنا ہی غلط ہے۔اور پھر یہ نوٹ کریں کہ مصطفیٰ ہوتے ہوئے صرف اپنی ذات پر ظلم و زیادتی روا رکھنے والا شخص باقی دونوں قسم کے مصطفیٰ حضرات سے بلند مرتبہ اور کم سے کم ہوگا۔اور کم ہونے اور بزرگ ترین ہونے کی بنا پر ان ہی کا ذکر اول نمبر پر کیا جائے گا۔اور ساتھ ہی یہ نوٹ کرلیں کہ محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اور باقی تمام آئمہؑ اور شہدائے کربلا علیہم السلام وہ گنے چنے حضرات ہیں جنہوں نے خاص طور پر اپنے جبروزیادتیوں کو اپنی ذات تک محدود رکھا اور اس لئے ساری نوع انسان سے افضل واعلیٰ اور بلندوبالا ثابت ہوکر رہے ان سے زیادہ بزرگی کا تصور اگر کیا جاسکتا ہے تو اسیرانِ کربلا علیہم السلام کے متعلق کیا جاسکتا ہے۔سوچئے کہ حضرت زینب وسکینہ وام کلثوم خواتین علیہم السلام کی زیادتی ان کی ذات سے کیسے آگے بڑھ کر دوسروں تک پہنچ سکتی تھی؟ لہٰذا الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ میں یہی فرق ہے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 214

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 207

خُطبه ﴿211﴾

1۔حقوق کے قیام کا اصول کیا ہے؟۔2۔وہ اللہ ہے جس پر کسی کا حق نہیں۔

3۔اللہ کا فرض کردہ سب سے بڑا حق؟۔4۔رعیت کی فلاح حاکم کے حالات سے وابستہ ہے۔

5۔حاکم اور رعایا کے باہمی تعلقات اور فرائض ونتائج۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِیْ عَلَیْکُمْ حَقًّا بِوِلَایَةِ اَمْرِکُمْ ؛	1	حمد وثنائے خداوندی کے بعد یقیناً اللہ پاک نے مجھے تمہاری ولایت وحکومت دے کر تمہارے اوپر میرا حق قائم کر دیا ہے اور حکومت ہی کی وجہ سے،
وَلَکُمْ عَلَیَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لِیْ عَلَیْکُمْ ؛	2	تمہارا بھی مجھ پر ویسا ہی حق قائم کیا ہے جیسا کہ میرا حق تم پر قائم کیا ہے۔
وَالْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْیَاءِ فِی التَّوَاصُفِ ؛ وَ اَضْیَقُهَا فِی التَّنَاصُفِ ؛	3	اور حق اپنی صفات اور قسموں میں تمام چیزوں سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اور حقوق میں عملی طور پر انصاف کرنا سب چیزوں سے تنگ دائرہ رکھتا ہے۔
لَایَجْرِیْ لِاَحَدٍ اِلَّاجَرٰی عَلَیْهِ وَلَایَجْرِیْ عَلَیْهِ اِلَّاجَرٰی لَهٗ ؛	4	کسی ایک آدمی کا حق دوسرے پر اسی صورت میں عائد ہوتا ہے جب کہ اس پر بھی دوسرے کا حق عائد ہوتا ہو۔اور اس پر اسی صورت میں حق قائم ہوتا ہے جب کہ اس کا حق بھی دوسرے پر قائم ہوتا ہو۔
وَلَوْ کَانَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّجْرِیَ لَهٗ وَلَایَجْرِی عَلَیْهِ لَکَانَ ذٰلِکَ خَالِصًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ دُوْنَ خَلْقِهٖ ؛	5	اور اگر یہ صورت ہو کہ کسی ایک ہستی کا حق تو دوسروں پر ہو اور اس پر کسی کو بھی کوئی حق قائم نہ ہوتا ہو تو یہ صورت خالص طور پر اللہ پاک کے لئے ہے نہ کہ مخلوق کے لئے۔
لِقُدْرَتِهٖ عَلٰی عِبَادِهٖ ؛	6	اور یہ اس لئے کہ اللہ کو اپنے بندوں پر ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔
وَلِعَدْلِهٖ فِیْ کُلِّ مَاجَرَتْ عَلَیْهِ صُرُوْفُ قَضَائِهٖ ؛	7	اور اسکے عدل کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ اس نے اپنے احکام اور فیصلے جاری کرتے ہوئے عدل کے ماتحت سب کو سب کے حقوق دے دیئے ہیں۔

وَلٰكِنَّهُ جَعَلَ حَقُّهُ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ ؛	8	اور بندوں پر اپنا سب سے بڑا بنیادی حق یہ رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرتے رہیں۔
وَجَعَلَ جَزَاءَهُمْ عَلَيْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِنْهُ وَتَوَسُّعًا بِمَا هُوَمِنَ الْمَزِيْدِ اَهْلُهُ ؛	9	اور اپنی اطاعت کرنے والوں کے لئے اس نے اپنے فضل سے اور اپنی کریمانہ پوزیشن کومزید وسعت دینے کی خاطر کافی اجروثواب بڑھا کربطور جزامقرر فرمادیا ہے۔
ثُمَّ جَعَلَ سُبْحَانَهُ مِنْ حُقُوْقِهِ حُقُوْقًا افْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلٰى بَعْضٍ ؛	10	پھر اللہ پاک نے بطور مزید مہربانی اور عنایات کے ان حقوق کو بھی اپنے حق میں شامل کرلیا ہے جو انسانوں کے حقوق ایک دوسرے پر فرض کئے تھے (تا کہ ان کی ادائیگی اللہ کی ذمہ داری رہے)
فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِيْ وُجُوْهِهَا وَيُوْجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا ؛	11	چنانچہ بندوں کے حقوق بندوں پر اس طرح عائد کئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر رہیں اور ان میں سے بعض حقوق دوسرے حقوق کا سبب بن جاتے ہیں۔
وَلَا يُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ ؛	12	اور وہ اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مدّ مقابل حقوق ثابت اور واجب نہ ہوجائیں۔
وَاَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهُ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوْقِ حَقُّ الْوَالِيْ عَلَى الرَّعِيَّةِ وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِيْ فَرِيْضَةٌ فَرَضَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِكُلٍّ عَلٰى كُلٍّ ؛	13	اور ان تمام حقوق میں سب سے عظیم ترین حق وہ ہے جو اللہ نے اسلام کے حقیقی حاکم کا حق رعیت پر واجب کیا ہے۔اور جو رعیت کا حق اسلامی حکمران پر عائد کیا ہے اور اسے اللہ پاک نے ہرایک پر اور ہرایک کا حق بنا کر فرض کیا ہے۔
فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِاُلْفَتِهِمْ وَعِزًّا لِدِيْنِهِمْ ؛	14	اور یہ حق ان کے نظام میں محبت برقرار رکھنے کے لئے اور دین کی عزت قائم کرنے کے لئے ہے۔
فَلَيْسَتْ تُصْلُحُ الرَّعِيَّةُ اِلَّابِصَلَاحِ الْوُلَاةِ وَ لَاتَصْلُحُ الْوُلَاةُ اِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِيَّةِ ؛	15	چنانچہ رعیت کی اصلاح اور فلاح برقرار نہیں رہ سکتی جب تک حکمران اصلاح اور فلاح پر قائم نہ ہوں۔اور حکمران نیک اور فلاح یافتہ نہ رہیں گے اگر رعیت نیکی اور فلاح پر قائم نہ رہے۔
فَاِذَا اَدَّتِ الرَّعِيَّةُ اِلَى الْوَالِيْ حَقَّهُ وَ اَدَّى الْوَالِيْ اِلَيْهَا حَقَّهَا ؛	16	چنانچہ جب تک رعیت اپنے حکمران کا حق ادا کرتی رہے اور حکمران اپنی رعیت کے حقوق ادا کرتا رہے۔

عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّيْنِ ؛	17	تو ان کے اندر حق غالب اور باوقار رہتا ہے اور دین کے طریقے برقرار رہتے ہیں۔
وَاعْتَدَالَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ ؛	18	اور عدل وانصاف کے نشان قائم رہتے ہیں۔
وَجَرَتْ عَلٰى اَذْلَالِهَا السُّنَنُ ؛	19	اور سنت پیغمبر ؐ عمدگی سے بحال رہتی ہے۔
فَصَلَحَ بِذٰلِکَ الزَّمَانِ وَطُمِعَ فِيْ بَقَاءِ الدَّوْلَةِ ؛	20	چنانچہ رعایا اور حکمران کی پابندی سے زمانہ اور حالات اصلاح یافتہ رہتے ہیں۔ اور دولت وسلطنت کی بقاء کا سب کو لالچ رہے گا۔
وَيَئِسَتْ مَطَامِعُ الْاَعْدَاءِ ؛	21	اور دشمنوں کی حرص وطمع مایوسی میں بدلتی رہے گی۔
وَاِذَا غَلَبَتِ الرَّعِيَّةُ وَالِيَهَا اَوْ اَجْحَفَ الْوَالِيْ بِرَعِيَّتِهٖ ؛ اخْتَلَفَتْ هُنَالِکَ الْكَلِمَةُ ؛	22	اور جب رعیت اپنے حکمران پر غلبہ پالیتی ہے یا حاکم رعیت پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے یعنی استحصال کرے تو پھر اختلافات پھیل جائیں گے۔
وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ ؛	23	اور جبر وستم کے نشان واضح ہو جائیں گے۔
وَكَثُرَ الْاِدْغَالُ فِي الدِّيْنِ وَتُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ ؛	24	اور دین میں بددیانتی اور دھوکا کثرت سے داخل ہو جائے گا۔ اور سنت کی دلیلیں ترک کر دی جائیں گی۔
فَعُمِلَ بِالْهَوٰى وَعُطِّلَتِ الْاَحْكَامُ وَكَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوْسِ ؛	25	ذاتی خواہشات اور مصلحتوں پر عمل ہونے لگے گا اور شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے اور نفسانی علتیں پھیل جائیں گی۔
فَلَا يُسْتَوْحَشُ لِعَظِيْمِ حَقٍّ عُطِّلَ وَلَا لِعَظِيْمِ بَاطِلٍ فُعِلَ ؛	26	اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرانے میں اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل کرنے میں کسی کو وحشت نہ ہوگی۔
فَهُنَا لِکَ تَذِلُّ الْاَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْاَشْرَارُ ؛	27	یہی حالت ہوگی جب نیک لوگ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے اور بدمعاش لوگ معزز ہو جائیں گے۔
وَتَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللّٰهِ عِنْدَ الْعِبَادِ ؛	28	اور بندوں کے اوپر اللہ کی طرف سے سزائیں بڑھتی آتی ہیں۔
فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِيْ ذٰلِکَ وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ ؛	29	چنانچہ تم پر لازم ہے کہ تم اس حق کی ادائیگی کے لئے آپس میں ایک دوسرے کو سمجھاتے اور بہتر طریقہ پر تعاون کرتے رہو۔
فَلَيْسَ اَحَدٌ وَّاِنِ اشْتَدَّ عَلٰى رِضَا اللّٰهِ حِرْصُهٗ ؛	30	اللہ کی اطاعت اور رضا جوئی میں کوئی کتنی بھی شدید محنت کرے اور وہ اس کی حرص بھی رکھتا ہو۔
وَطَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهٗ ؛	31	اور اپنے اعمال میں اپنی کوششوں کو خوب طول بھی دے دے۔

عربی متن	نمبر	اردو ترجمہ
بَبَالِغٍ حَقِيْقَةَ مَا اللّٰهُ اَهْلُهُ مِنَ الطَّاعَةِ لَهُ ؛	32	تا کہ وہ اللہ کی اطاعت کو حقیقی درجہ تک پہنچا دے مگر جو اللہ کی اطاعت کا حق ہے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔
وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ حُقُوْقِ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادَ النَّصِيْحَةُ بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ ؛	33	ولیکن اس کے باوجود بھی اللہ نے بندوں پر اپنے حقوق میں سے یہ واجب کیا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق نصیحت کرتے رہیں۔
وَالتَّعَاوُنُ عَلٰى اِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ ؛	34	اور حق کو قائم رکھنے میں ایک دوسرے سے برابر تعاون کرنا جاری رکھیں۔
وَلَيْسَ امْرُؤٌ وَاِنْ عَظُمَتْ فِى الْحَقِّ مَنْزِلَتُهُ وَتَقَدَّمَتْ فِى الدِّيْنِ فَضِيْلَتُهُ بِفَوْقِ اَنْ يُّعَانَ عَلٰى مَاحَمَّلَهُ اللّٰهُ مِنْ حَقِّهٖ ؛	35	نصیحت اور تعاون کرنا ایسا فرض ہے جس سے کوئی شخص معاف نہیں کیا گیا ہے خواہ وہ حق کے معاملے میں کتنی ہی عظیم منزلت اور دین میں کتنا ہی اونچا مقام رکھتا ہو۔اس پر لازم رہے گا کہ وہ حق کے قیام اور حکومت کو برقرار رکھنے میں ہمیشہ جدوجہد کرتا چلا جائے اور اللہ کے اس سب سے بڑے حق کو ادا کرے۔
وَلَا امْرُؤٌ وَاِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوْسُ وَاقْتَحَمَتْهُ الْعُيُوْنُ بِدُوْنِ اَنْ يُّعِيْنَ عَلٰى ذٰلِكَ ؛ اَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ	36	اور نہ کوئی شخص ایسا مانا جا سکتا ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت بھی نہیں کر سکتا نہ حق بات میں مدد کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کو حقیر اور نظروں سے گرا ہوا سمجھ کر تعاون سے باز رہنا جائز مانا جا سکتا ہے لہٰذا تعاون اور نصیحت ہر شخص کو اور ہر شخص سے کرتے رہنا فرض ہے۔
فَاَجَابَهُ .عَلَيْهِ السَّلَامُ . رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بِكَلَامٍ طَوِيْلٍ يُكْثِرُ فِيْهِ الثَّنَاءَ عَلَيْهِ وَيَذْكُرُ سَمْعَهُ وَطَاعَتَهُ لَهُ ، فَقَالَ عَلَيْهِ السلام ؛	37	یہ خطبہ سنتے ہوئے آپؑ کے ایک صحابی نے ان ہدایات کو قبول کرتے ہوئے ایک لمبی گفتگو کی اور اس گفتگو میں علیؑ کی کافی زیادہ مدح وثنا بھی کی اور آپؑ کی ہر نصیحت کو سنے جانے پر اور اطاعت کرنے پر تاکید بھی کی اس پر علیؑ نے بطور تنبیہ ونصیحت ارشاد فرمایا کہ:
اِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللّٰهِ فِىْ نَفْسِهٖ ؛	38	یقیناً جس شخص کے دل میں اللہ کی بزرگی اور جلال جما ہوا ہو اسی پر لازم ہے کہ وہ
وَجَلَّ مَوْضِعُهُ مِنْ قَلْبِهٖ اَنْ يَصْغُرَ عِنْدَهُ لِعِظَمِ ذٰلِكَ .كُلُّ مَاسِوَاهُ وَاِنَّ اَحَقَّ مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَمَنْ عَظُمَتْهُ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَلَطُفَ اِحْسَانُهُ اِلَيْهِ،	39	اللہ کی عظمت کو صحیح مقام پر رکھنے کے لئے اللہ کے سوا ہر شخص اور ہر چیز کو اللہ سے کم مرتبہ اور حقیر پوزیشن پر رکھے۔اور ایسا کرنا اور سمجھنا اس شخص پر اور بھی سختی سے لازم آتا ہے جس پر اللہ کی عظیم الشان نعمتوں اور کھلے ہوئے لطف وکرم واحسانات کی فراوانی ہوا اس لئے کہ

عربی	نمبر	ترجمہ
فَـاِنَّهُ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْهِ عِظَمًا ؛	40	یہ بات خود سمجھ میں آتی ہے کہ جس شخص پر جتنے عظیم الشان احسان اللہ کرتا ہے اور جس قدر زیادہ نعمتیں اُسے دیتا ہے اس پر اللہ کی عظمت اور بزرگی کا ماننا اور اسے پھیلانا بھی زیادہ بڑھ کر واجب ہو۔
وَاِنَّ مِنْ اَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ الـنَّـاسِ اَنْ يَّـظُـنَّ بِهِـمْ حُبُّ الْفَخْرِ وَيُوضَعُ اَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ ؛	41	اور اسلامی حکمرانوں کی حالت نیک بندوں کے نزدیک بہت بری اس وقت ہوتی ہے جب حکمرانوں کے متعلق یہ گمان ہونے لگ جائے کہ انہیں فخر سے محبت ہے اور وہ اپنے معاملات میں خود کو بڑا سمجھا جانا لازم سمجھتے ہیں۔
وَقَـدْ كَـرِهْتُ اَنْ يَّكُوْنَ جَالَ فِيْ ظَنِّكُمْ اَنِّيْ اُحِبُّ الْاِطْرَاءَ ؛	42	اور میں تو اس کو بھی ناگوار اور برا سمجھتا ہوں کہ تم لوگ یہ خیال کرنے لگو کہ مجھے بڑائی (نخرے) کرنا پسند ہے۔
وَاسْتِمَـاعَ الثَّـنَـآءِ وَلَسْـتُ . بِحَمْدِ اللّٰهِ كَذٰلِكَ ؛	43	اور یہ کہ میں اپنی مدح وثنا سننا اچھا سمجھتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ نہ میں ایسا ہوں اور نہ اسے دوست رکھتا ہوں۔
وَلَـوْ كُـنْـتُ اُحِبُّ اَنْ يُـقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُـهُ انْـحِـطَاطًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ عَنْ تَنَاوُلِ مَاهُوَاَحَقُّ بِهٖ مِنَ الْعَظَمَةِ وَ الْكِبْرِيَاءِ	44	اور اگر مجھے یہ سب کچھ اچھا بھی لگتا کہ لوگ میری ستائش کیا کریں تب اس کا حقدار ہوتے ہوئے بھی میں اس کو چھوڑ دیتا۔ تاکہ اللہ کے حضور عاجزی کو اپنایا جائے اور ایسی مدح وثنا اور عظمت کو اختیار نہ کیا جائے جس کا حقدار صرف اللہ ہے اور عظمت و کبریائی کو عملاً اللہ کے لئے ثابت کیا جائے۔
وَرُبَّمَا اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَاءِ بَعْدَ الْبَلَآءِ ؛	45	یہ تو عموماً لوگوں میں پسندیدہ بات ہے کہ کسی کی عمدہ کارکردگی پر اس کی تعریف وستائش کی جاتی ہے تاکہ وہ اچھے کام کرے۔
فَلَا تُثْنُوا عَلَيَّ بِجَمِيْلِ ثَنَاءٍ لِاِخْرَاجِيْ نَفْسِيْ اِلَـى الـلّٰـهِ وَاِلَيْـكُمْ مِنَ الْبَقِيَّةِ فِيْ حُقُوْقٍ لَمْ اَفْرُغْ مِنْ اَدَائِهَا ؛	46	مگر میرے لئے ایسی غرض سے مدح اور تعریف نہ کیا کرو کہ میں اللہ کے اور تمہارے حقوق ادا کر چکا ہوں یہ اس لئے کہ ابھی ایسے حقوق اور فرائض بھی تو باقی ہیں جن سے میں فارغ نہیں ہوا ہوں اور ان کا ادا کرنا میرے ذمہ واجب ہے (یعنی میں مدح وثنا کے لالچ سے اچھے کام نہیں کرتا کہ میری ہمت افزائی کی جائے)
وَفَرَائِضَ لَابُدَّ مِنْ اِمْضَائِهَا ؛	47	اور وہ فرائض بھی لازم ہیں کہ پورے کئے جائیں۔
فَلَا تُكَلِّمُوْنِيْ بِمَاتُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ ؛	48	بہرحال میرے لئے وہ باتیں نہ کیا کرو جو جابر حکمرانوں کے لئے کی جاتی ہیں اور ان کے لئے زیبا بھی ہیں۔

عربی متن	نمبر	ترجمہ
وَلَا تَتَحَفَّظُوْا مِنِّیْ بِمَا یُتَحَفَّظُ بِهٖ عِنْدَ اَهْلِ الْبَادِرَةِ ؛	49	اور نہ ہی مجھ سے یوں بچ بچا کر رہا کرو جیسے الٹا سیدھا فیصلہ کر ڈالنے والوں سے ڈر کر بچاؤ کیا جایا کرتا ہے (تا کہ کہیں کوڑے نہ لگوا دیں)۔
وَلَا تُخَالِطُوْنِیْ بِالْمُصَانَعَةِ ' وَلَا تَظُنُّوْا بِیَ اسْتِثْقَالًا فِیْ حَقٍّ قِیْلَ لِیْ ؛	50	اور نہ مجھ سے ملنے جلنے میں وہ طریقہ استعمال کرو جس میں بناوٹ اور چاپلوسی جھلکتی ہو اور نہ میرے متعلق یہ سوچو کہ مجھے حق بات کڑوی لگے گی۔
وَلَا الْتِمَاسِ اِعْظَامٍ لِّنَفْسِیْ فَاِنَّهٗ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ اَوِ الْعَدْلَ اَنْ یُّعْرَضَ عَلَیْهِ کَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا اَثْقَلَ عَلَیْهِ ؛	51	اور نہ یہ کہ میں اپنی عظمت وشان منوانے کی درخواست کروں گا۔ یقیناً جس شخص پر حق کا بیان کرنا بھی گراں گزرے اور عدل کا اس کے سامنے پیش کرنا بھی بھاری معلوم ہو اس کے لئے تو حق و عدل پر عمل کرنا اور بھی ناقابل برداشت ہو جائے گا۔
فَلَا تَکُفُّوْا عَنْ مَّقَالَةٍ بِحَقٍّ اَوْ مَشْوَرَةٍ بِعَدْلٍ ؛	52	لہٰذا مجھ پر اظہار حق کرنے میں اور عدل کے متعلق رائے لینے میں ہرگز تکلف نہ کرنا (یعنی میں حق وعدل کو ہر حال میں قبول کروں گا)
فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِیَ وَ لَا اٰمَنُ ذٰلِکَ مِنْ فِعْلِیْ اِلَّا اَنْ تَکْفِیَ اللّٰهُ نَفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَکُ بِهٖ مِنِّیْ ؛	53	میں اپنے دل میں یہ تصور نہیں رکھتا کہ میں ذاتی طور پر غلطی اور خطا سے بلند و بالا ہوں اور نہ ذاتی طور پر اپنے عمل کو لغزش سے مامون و محفوظ سمجھتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ اللہ میری ذاتی کفایت کرتا ہے اور وہ مجھ سے زیادہ اور ہر چیز کی ملکیت اور قابو رکھتا ہے۔
فَاِنَّمَا اَنَا وَاَنْتُمْ عَبِیْدٌ مَمْلُوْکُوْنَ لِرَبٍّ لَّارَبَّ غَیْرُهٗ ؛	54	چنانچہ حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں اور تم دونوں اللہ کی ملکیت اور بندے ہیں اور اس رب کے پروردہ ہیں جس کے سوا اور کوئی ویسا رب نہیں ہے۔
یَمْلِکُ مِنَّا مَالَا نَمْلِکُ مِنْ اَنْفُسِنَا ؛	55	وہ ہم پر ایسی ملکیت رکھتا ہے جیسی ملکیت ہمیں خود اپنے اوپر حاصل نہیں ہے۔
وَاَخْرَجَنَا مِمَّا کُنَّا فِیْهِ اِلٰی مَا صَلَحْنَا عَلَیْهِ فَاَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰی وَاَعْطَانَا الْبَصِیْرَةَ بَعْدَ الْعَمٰی ؛	56	اسی نے ہمیں اس حالت سے نکال کر بہبودی اور اصلاح کی حالت میں بدل دیا ہے اور گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اور ہمیں اندھا ہوتے ہوئے بینائی عطا کی ہے''

تشریحات:

خطبے کو حضرت علی علیہ السلام نے حقوق سے شروع فرمایا ہے۔ اور حاکم و محکوم کے حقوق پر زیادہ متوجہ کیا ہے۔ ساتھ ہی حضرت علی علیہ السلام نے الگ الگ کسی کے حقوق کی تفصیل اور تعین نہیں کیا البتہ وہ مقاصد بیان فرما دیئے ہیں جن کے لئے حقوق مقرر کئے گئے اور جو حقوق کی

ادائیگی سے حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

پہلا اور بڑا مقصد حکمران اور رعایا میں محبت کا ماحول قائم رکھنا ہے اور دین کو معزز اور غالب رکھنا(14)۔دوسرا مقصد فلاح اور صلاح اور نیکی کو جاری وساری رکھنا(15)۔تیسرا مقصد حق کو غالب اور باوقار رکھنا نیز دین کے طریقوں کو بحال رکھنا(17)۔عدل وانصاف کو جاری رکھنا اور سُنّت پیغمبر پر عمل پیرا رہنا(19-18)۔چوتھا مقصد زمانہ اور حالات کو اصلاح پذیر رکھنا اور مخالفوں کو دراندازی سے مایوس رکھنا(21-20)۔

2۔ حقوق کی ادائیگی درہم برہم اور بے قاعدہ ہوجانے سے مملکت بھی درہم وبرہم ہوجائے گی۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بتادیا ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں ابتری خواہ حکمران کی طرف سے ہو یا رعایا کی طرف سے ہو مملکت میں ابتری لازماً پیدا ہوجائے گی اور آپس میں اختلاف رائے اور اختلاف عمل پھیل جائے گا(22)۔جبر وستم پر کھل کر عمل ہوگا(23) بددیانتی اور دھوکا عام ہوجائے گا، سنت رسوؐل کو سند نہ بنایا جائے گا(24)۔شریعت کے احکام کو نظر انداز کر کے اپنی اپنی مصلحتوں اور ضرورتوں کے مطابق عمل شروع ہوجائے گا (25)۔یعنی دین کی جگہ بے دینی لے لے گی، حق کو چھوڑنے اور باطل کو اختیار کرنے میں کوئی بُرائی محسوس نہ ہوگی(26)۔لہٰذا نیکی پر برقرار رہنے والوں کی بے عزتی اور توہین شروع ہوجائے گی اور آزادرَو لوگوں کو مال وعزت حاصل ہونے لگے گی(27)۔نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ کی طرف سے سزائیں اور آفات وحادثات سامنے آجائیں گے(28)۔

3۔ وہ ذات جس پر کسی مخلوق کا حق واجب نہیں اطاعت کرو جزا پاؤ۔

یہ بات سمجھ میں آجانا چاہئے کہ حقوق کی ادائیگی میں ابتری پیدا کرلینا تمام مصیبتوں کا پیش خیمہ اس لئے بن گیا کہ حقوق ادا نہ کرنا اللہ کی نافرمانی ہے اور نافرمانیوں کی دوہری سزا ملا کرتی ہے۔دنیا میں بھی اور دوسری زندگی یعنی آخرت میں بھی۔لہٰذا وہ تمام صلاح وفلاح اور ترقی اطاعت کا نتیجہ تھے۔لہٰذا یہ بتادیا گیا کہ اطاعت کی جزا اللہ نے مقرر فرمادی ہے(9-8)۔لہٰذا اللہ سے جو کچھ ملے گا وہ اطاعت کی جزا میں ملے گا ورنہ اس پر کوئی حق واجب نہیں ہے(5)۔

4۔ عصمت کی گفتگو کو شر پسندوں سے محفوظ رکھ کر بڑے حسن سے بیان کیا ہے

حقیقت یہی ہے کہ انبیاء وآئمہ علیہم السلام کا نہ علم ذاتی ہے نہ عصمت نہ معجزات وقدرت ذاتی ہے یہ سب کچھ اور بہت کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اور مستقلاً دیا ہے وہ خود ذمہ دار ہے کہ ان حضرات سے غلطی، غلط فہمی، بھول چوک، اور لغزش وخطا سرزد نہ ہوں۔اور یہ اس لئے کہ ایک غلط کار و خاطی انسان اللہ کی نمائندگی میں بھی غلطی اور خطا کرے گا جس سے اللہ کی پوزیشن بحال نہ رہے گی۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 217

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 210

خُطبه ﴿212﴾

نیک طینت انسان کے ساتھ اللہ کا سلوک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدْ اَحْيٰى عَقْلَهٗ وَاَمَاتَ نَفْسَهٗ حَتّٰى دَقَّ جَلِيْلُهٗ وَلَطُفَ غَلِيْظُهٗ ؛	1	واقعی اس نے اپنی عقل کو زندہ کرلیا اور اپنے باغی نفس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ اس کی ضخامت اور پھیلاؤ گھٹ کر رہ گیا اور اس کی سختی اور کرختگی نرم ولطیف ہوگئی۔
وَبَرَقَ لَهٗ لَامِعٌ كَثِيْرُ الْبَرْقِ فَاَبَانَ لَهُ الطَّرِيْقَ وَسَلَكَ بِهِ السَّبِيْلَ ؛	2	اور یوں اس کی چمک دمک ابھر آنے سے اس کے سامنے راہِ راست بھی دمکنے لگی اور اسے موزوں طریقے سے وابستہ کردیا۔
وَتَدَافَعَتْهُ الْاَبْوَابُ اِلٰى بَابِ السَّلَامَةِ وَدَارِ الْاِقَامَةِ ؛	3	سلامتی کی طرف جانے والے دروازوں نے اسے ڈھکیلتے ڈھکیلتے سلامتی کے دروازہ میں داخل کرکے ہمیشہ قیام کرنے والے مکان میں پہنچادیا۔
وَثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَانِيْنَةِ بَدَنِهٖ فِيْ قَرَارِ الْاَمْنِ وَالرَّاحَةِ ؛	4	اور اس کے دونوں پیر بدن کو لے کر اطمینان اور راحت اور مستقل امن کی جگہ پر جم گئے۔
بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهٗ وَاَرْضٰى رَبَّهٗ ؛	5	چونکہ وہ قلبی گہرائی سے عمل میں لگا رہا اور اپنے پروردگار کو راضی کرلیا تھا۔

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام کے زیرِنظر شخص اس لئے قابلِ تعریف وتوصیف ہوا ہے کہ اس نے وہ تمام کام کئے ہیں جن سے اس کی عقل زندہ ہوگئی ہے۔ اور وہ جذبات وخواہشات راستے سے ہٹ گئے جو راہِ راست پر فائز ہونے میں رکاوٹ بنا کرتے ہیں لہٰذا اس خطبے کی رو سے یہ دو کام ایسے ہیں جن کا نتیجہ عاقبت میں کامیابی وکامرانی ہے۔ لہٰذا ہر اُس شخص کو جو آخرت میں کامیابی اور کامرانی چاہتا ہے پہلا کام یہی کرنا ہے کہ اس کی عقل صحیح صحیح کام کرنے لگے۔ جس قوت کو عقل کہا جاتا ہے وہ نتیجہ ہوتی ہے حواسِ خمسہ کا۔ حواس خمسہ ہمیں ذائقہ بتاتے ہیں۔ کسی چیز کی سختی ونرمی بتاتے ہیں۔ کسی آواز کی شیرینی وکرختگی بتاتے ہیں۔ کسی چیز کی صورت اور رنگ پر مطلع کرتے ہیں۔ کسی چیز کی بو سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ پانچوں اطلاعات ہمیں زبان، جسم، کان، آنکھ اور ناک سے ملتی ہیں۔ ان اعضا میں سے بعض صرف ایک ہی قسم کی اطلاع دیتے ہیں مثلاً ناک صرف سونگھنے کا، آنکھ صرف دیکھنے کا، کان صرف سننے کا کام کرتے ہیں مگر زبان سے ذائقہ بھی معلوم ہوتا ہے اور بات بھی کی جاتی ہے۔ جسم سے چیزوں کی سختی نرمی ہلکا اور بھاری پن بھی گرم سرد بھی معلوم ہوتا ہے ساتھ ہی چلنے پھرنے بوجھ اُٹھانے چیزوں کو پکڑنے دھکیلنے، مارنے، توڑنے وغیرہ جیسے بہت سے کام کئے جاتے ہیں۔

2۔ عقل کا کام حواسِ خمسہ سے ملی ہوئی اطلاعات پر کلیات مرتب کرنا ہے۔

عقل کا کام یہ ہے کہ مذکورہ بالا اعضاء یا حواس سے ملی ہوئی اطلاع کو ایسے الفاظ میں تبدیل کرنا جو اس کے اپنے سمجھنے اور دوسری عقلوں کو سمجھنے میں مستقل معنی اور مفہوم اختیار کرلیں۔ مثلاً عقل نے کانوں سے کچھ سنا تو منہ سے کہا ''رونا'' یا ''ھنسنا'' یا ''چیخ'' یا ''گانا'' ''چلانا'' آنکھ سے کچھ دیکھا تو فیصلہ سنایا کہ لال، کالا، بھیانک، حسین، دلکش، کوئی چیز جسم کو لگی تو کہا گرم، ٹھنڈی، نرم، چکنی، بھاری، ہلکی، پھُسپھُسی کوئی چیز چکھی تو کہا میٹھی، پھیکی، کڑوی، نمکین۔ کوئی چیز سونگھی تو کہا خوشبودار، بدبودار، خربوزہ، سیب۔

یہ تمام الفاظ کلیات کہلاتے ہیں اور اسی قسم کے الفاظ سے ہم حواس خمسہ سے ملی ہوئی اطلاعات کو آگے دوسروں تک بڑھاتے اور پہنچاتے ہیں اور سب آدمی جو ہماری زبان بولتے ہیں وہی مطلب سمجھتے ہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ عقل وہ قوت ہے جو اپنی اور دوسروں کی محسوسات کو بامعنی صورت میں مستقل طور پر انسانوں میں پھیلاتی اور ذخیرہ کرتی ہے۔ مفید و مُضر اچھا یا بُرا بتاتی ہے۔

3۔ عقل حواس خمسہ سے نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے۔

حواس خمسہ فراہم کرنے والے اعضا ضائع ہوسکتے ہیں بیمار و ناکارہ ہوسکتے ہیں چنانچہ ہمیں اندھے، بہرے، اور فالج کے مارے ہوئے لوگ ملتے ہیں بعض بیماریوں سے ذائقہ بگڑ جاتا ہے بعض سے ناک صحیح کام نہیں کرتا۔ کہنا یہ ہے کہ حواس خمسہ سے ملی ہوئی اطلاعات اگر ناقص ہوں تو عقلی فیصلے بھی ناقص ہوں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عقلی فیصلوں کو درست رکھنے کے لئے انسان تندرست رہے تاکہ حواس خمسہ ناقص فیصلے نہ کریں اور نتیجے میں عقل کے فیصلے صحیح برقرار رہیں۔ یعنی عقل کو تندرست رکھنے کے لئے خود تندرست رہنا ضروری ہے اور تندرست رہنا خود عبادت ہے۔

4۔ عقل ایک ترقی پذیر قوت ہے اور اس لئے عقل کا کوئی فیصلہ آخری نہیں ہوسکتا ۔

یہ تجربہ میں آتا رہتا ہے کہ بچپن سے آدمی کی عقل ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور ضعیفی یا بڑھاپے میں اس میں تنزل بھی ہوسکتا ہے۔ اور تنزل کو روکا بھی جاسکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ پوری نسل انسانی کی اجتماعی عقل بھی روزانہ اور صدی وار ترقی کرتی چلی آتی ہے۔ جس طرح ہم اپنے بچپن کی عقل پر جوانی میں ہنستے ہیں اسی طرح انسانیت اپنی پچھلی صدیوں کی عقل پر ہنستی چلی آئی ہے۔ اور اسی طرح یہاں ایک دوسرے سے زیادہ عقل مند لوگ پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کی عقل ایک بات کو نہیں سمجھتی تو دوسرے لوگ ایسے مل سکتے ہیں جو آپ کو سمجھا دیں۔ معلوم ہوا کہ نہ اپنی عقل پر ضد کیجئے۔ نہ تمام انسانوں کی مجموعی عقل کو معیار بنایئے۔ نہ عقلی فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیجئے۔ آخری فیصلہ اللہ اور رسوؐل کے فیصلے کو مانئے اور ان کے فیصلوں کو انسانوں کے فیصلوں کے ماتحت نہ رکھئے۔ عقل کو ان کے فیصلوں کو سمجھنے کے کام میں استعمال کیجئے۔ اپنی رائے اور خیال کو ان کے فیصلوں کی تائید میں استعمال کیجئے۔ یوں آپ کی عقل زندہ اور ترقی پذیر رہے گی۔ اگر اللہ و رسوؐل کے فیصلوں کو اپنی عقل و رائے کے ماتحت رکھ لیا تو عقل مر جائے گی۔ وحی کے الفاظ مستقل ہیں اور ان کے معنی بھی مستقل ہیں۔ ان میں ردوبدل کرنے والے گمراہ ہوتے ہیں۔ خواہ انہیں علما کہیں یا علامہ قرار دیں۔ ساری گمراہیاں صرف اس لئے پھیلی ہیں کہ لوگوں نے وحی کے الفاظ میں ردوبدل کو جائز سمجھا اور ردوبدل کرتے چلے آئے ہیں۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 218

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 212

خُطبہ «213»

1۔قرآن کی ایک آیت کا پس منظر جس میں مردے نظر آنے لگتے ہیں۔2۔مردہ پرستوں کی مذمت۔3۔مردوں کے حالات مردوں کی زبانی۔4۔ان کی موت کا وقت ان پر برقرار رہے گا۔5۔مردوں سے کیا سبق لینا چاہئے؟۔6۔مرجانے والوں کی وہ شان جو زندگی میں انہیں حاصل تھی۔7۔زلزلوں بجلی کی گرج اور کڑک سے بے خبر۔8۔حکیموں اور طبیبوں نے انسانوں کو بیماریوں کا خوگر بنایا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ؛	1	تمہیں ہر چیز کی کثرت حاصل کرنے کی دھن نے اس وقت تک الجھائے رکھا۔
حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (سورۃ تکاثر 2-102/1)	2	جب تک تمہیں قبروں کی زیارت نہ ہوگئی۔
يَالَهُ مَرَامًا مَا اَبْعَدَهُ وَزَوْرًا مَا اَغْفَلَهُ وَخَطَرًا مَّا اَفْظَعَهُ ؛	3	دیکھو تو سہی کہ ان لوگوں کا مقصد اور مطلوب کتنا دور ہے؟ اور یہ قبروں کی زیارت کرنے والے لوگ حقیقت حال سے کتنے غافل اور بے خبر ہیں؟ اور یہ کتنا مشکل اور رسوا کرنے والا کام ہے؟
لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ اَیَّ مُدَّكِرٍ وَتَنَاوَشُوْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ؛	4	انہوں نے بلاشبہ دنیا چھوڑ کر جانے والوں سے شہر و مکانات خالی ہوتے ہوئے دیکھے تھے انہیں تو سوچنا اور سبق لینا چاہئے تھا۔ الٹا انہیں عقل سے دور ہوتے ہوئے قابل فخر سمجھ لیا ہے۔
اَفَبِمَصَارِعِ اٰبَائِهِمْ يَفْخَرُوْنَ اَمْ بِعَدِيْدِ الْهَلْكٰی يَتَكَاثَرُوْنَ ؟	5	کیا یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے مر کر گرنے کے مقامات پر فخر کرتے ہیں یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد پر ایک دوسرے سے مقابلہ اور ناز کرتے ہیں؟
يَرْتَجِعُوْنَ مِنْهُمْ اَجْسَادًا خَوَتْ وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ ؛	6	وہ ان لوگوں کے بدنوں کو واپس لانا چاہتے ہیں جو بے جان ہو چکے یا ان کو حرکت میں لانا چاہتے ہیں جو ساکت ہو چکے ہیں؟
وَلَاَنْ يَّكُوْنُوْا عِبَرًا اَحَقُّ مِنْ اَنْ يَكُوْنُوْا مُفْتَخَرًا ؛	7	انہیں تو اپنے مُردوں سے سبق لینا لازم تھا نہ کہ ان پر فخر کرنا زیب دیتا ہے؟

وَلَانْ يَّهبِطُوْا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ اَحجٰى مِنْ اَنْ يَقُوْمُوْا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ ؛	8	اور ضروری ہے کہ ان مردوں کے معاملے میں یہ لوگ ذلت اور عاجزی اختیار کریں یہ تو کسی طرح عقل مندی نہیں ہے کہ انکے نام پر یہ لوگ عزت ووقار کا مقام اختیار کرلیں۔
لَقَدْ نَظَرُوْا اِلَيْهِمْ بِاَبْصَارِ الْعِشْوَةِ وَضَرَبُوْا مِنْهُمْ فِيْ غَمْرَةِ جَهَالَةٍ ؛	9	یقیناً ان لوگوں نے اپنے مردوں کی طرف دیدہ نیم باز سے دیکھا اور عبرت حاصل کرنے کے بجائے جہالت ونادانی میں بڑھتے چلے گئے۔
وَلَواسْتَنْطَقُوْاعَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوْعِ الْخَالِيَةِ لَقَالَتْ	10	اور اگر یہ لوگ ان کے حالات کو ان کے وسیع ویران شہروں اور خالی وتباہ شدہ مکانوں سے پوچھیں تو وہ انہیں ان کی دردناک کہانی سنائیں گے کہ:
ذَهَبُوْا فِي الْاَرْضِ ضُلَّالًا وَذَهَبْتُمْ فِيْ اَعْقَابِهِمْ جُهَّالًا ؛	11	تمہارے مرنے والے بے نشان وگمراہی کی حالت میں زمین کے نیچے پہنچ گئے اور تم بھی جہالت وبے خبری کے عالم میں ان کے پیچھے پیچھے رواں دواں چلے جارہے ہو۔
تَطَؤُنَ فِيْ هَامِهِمْ وَتَسْتَثْبِتُوْنَ فِيْ اَجْسَادِهِمْ ؛	12	اور اس تعاقب میں تم ان کی کھوپڑیوں پر پیر رکھتے ہوئے اور ان کے جسموں پر قیام کرتے گزر رہے ہو۔
وَتَرْتَعُوْنَ فِيْمَا لَفَظُوْا وَتَسْكُنُوْنَ فِيْمَا خَرَّبُوْا ؛	13	اور تم ان کی بتائی ہوئی اسکیموں پر خوشحالی سے بسر کررہے ہو۔اور ان کے ویرانوں میں سکونت رکھ رہے ہو۔
وَاِنَّمَا الْاَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَّنَوَائِحُ عَلَيْكُمْ ؛	14	اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمہارے اور ان کے درمیان کے دن تم پر رورہے ہیں اور تمہیں نوحہ سنائے چلے جارہے ہیں۔
اُولٰئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ ؛	15	وہی لوگ ہیں جو گزر چکے اور تمہاری منزل پر
وَفُرَّاطُ مَنَا هِلُكُمُ الَّذِيْنَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّوَ حَلَبَاتُ الْفَخْرِ مُلُوْكًا وَّسُوَقًا ؛	16	اور تمہارے چشموں پر پہلے ہی پہنچ چکے ہیں۔یہ وہی لوگ تھے جن کے لئے یہاں عزت ووقار کے مقامات تھے اور فخر وسربلندی ارزاں تھی۔ان میں سے کچھ بادشاہ تھے اور کچھ ان کی ماتحت رعایا تھی۔
سَلَكُوْا فِيْ بُطُوْنِ الْبَرْزَخِ سَبِيْلًا سُلِّطَتِ الْاَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ ؛	17	وہ سب برزخ سے وابستہ کردئے گئے اور یہ زمین ان پر مسلط ہوگئی۔
فَاَكَلَتْ مِنْ لُحُوْمِهِمْ وَشَرِبَتْ مِنْ دِمَائِهِمْ فَاَصْبَحُوْا فِيْ فَجَوَاتِ قُبُوْرِهِمْ جَمَادًا لَّا يَنْمُوْنَ وَضَمَارًا لَّا يُوْجَدُوْنَ ؛	18	چنانچہ زمین ان کا گوشت کھاگئی اور ان کا خون پی گئی۔چنانچہ اب وہ قبروں کی دراڑوں میں نشونما سے محروم جمادات کی طرح صبح وشام کرتے ہیں اور ایسے دبلے اور لاغر ہو گئے ہیں کہ سابقہ حالت کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی ہے۔

Arabic	No.	Urdu
لَایُفْزِعُهُمْ وُرُوْدُ اَهْوَالِ وَلَایَحْزُنُهُمْ تَنَكُّرُ الْاَحْوَالِ ؛	19	اب وہ ایسے بے خبر اور بے حس ہیں کہ ہولناکیاں انہیں ڈرا نہیں سکتیں بدحالیوں سے وہ محزون و ہراساں نہیں ہوتے۔
وَلَایَحْفِلُوْنَ بِالرَّوَاجِفِ ؛	20	اور نہ زلزلے انہیں محفلیں کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔
وَلَایَاْذَنُوْنَ لِلْقَوَاصِفِ ؛	21	اور نہ گرج اور کڑک اور دھاکوں پر متوجہ ہوتے ہیں۔
غُيَّبًا لَایُنْتَظَرُوْنَ وَشُهُوْدًا لَّایُحْضَرُوْنَ ؛	22	وہ ایسے غائب ہوئے کہ اب ان کی واپسی کا انتظار نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ کسی محفل میں حاضر نہیں ہوتے۔
وَاِنَّمَا كَانُوْا جَمِيْعًا فَتَشَتُّوْا ؛وَاُلَّافًا فَافْتَرَقُوْا ؛	23	اور ہوا یہ کہ وہ سب متفق اور مجتمع رہتے تھے مگر اب پراگندہ ہوگئے الفت و محبت سے مل جل کر رہتے رہتے اب تفرقہ میں مبتلا ہوگئے۔
وَمَا عَنْ طُوْلِ عَهْدِهِمْ وَلَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ عَمِيَتْ اَخْبَارُهُمْ وَصَمَّتْ دِيَارُهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ سُقُوْا كَاْسًا بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَسًا ؛ وَبِالسَّمْعِ صَمَمًا وَّبِالْحَرَكَاتِ سُكُوْنًا ؛	24	اور نہ تو ان کو گزرے ہوئے لمبی مدت ہوئی اور نہ ہی ان کے موجودہ ٹھکانے یعنی قبریں کہیں دور دراز فاصلوں پر ہیں جو ان کی خبریں اور حالات معلوم ہونا بند ہو جاتا۔لیکن اصل وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہیں ایسا جام پلا دیا گیا جس نے ان کی قوت گویائی کو گونگے پن سے اور سننے کی طاقت کو بہرے پن سے اور چلنے پھرنے اور حرکت کو بے حس و حرکت رہنے سے بدل دیا ہے۔
فَكَاَنَّهُمْ فِیْ اِرْتِجَالِ الصِّفَةِ صَرْعٰی سُبَاتٍ ؛	25	چنانچہ اب وہ ایسی حالت میں ہیں گویا اپنے حالات بیان کرنے کے وقت وہ بےفکری سے زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔
جِيْرَانٌ لَایَتَاَنَسُوْنَ ؛	26	وہ اب ایسے پڑوسی ہیں جن کو انس اور محبت سے تعلق نہیں۔
وَاَحِبَّاءٌ لَایَتَزَاوَرُوْنَ ؛	27	اور ایسے دوست ہیں کہ ملنے ملانے اور زیارت کرنے کے خواہاں نہیں۔
وَبَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَی التَّعَارُفِ ؛	28	ان میں آشنائی اور تعارف بہت پرانا اور بے کار ہو چکا ہے۔
وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمْ اَسْبَابُ الْاِخَاءِ ؛	29	ان کا بھائی چارہ اور برادرانہ اسباب منقطع ہو چکے ہیں۔
فَكُلُّهُمْ وَحِيْدٌ وَّهُمْ جَمِيْعٌ ؛	30	ان کی حالت یہ ہے کہ وہ سب الگ الگ تنہا تنہا اشخاص ہیں ویسے ایک گروہ معلوم ہوتے ہیں۔
وَبِجَانِبِ الْهَجْرِوَهُمْ اَخِلَّاءُ ؛	31	وہ دوست ہوا کرتے تھے مگر اب دور دور ہیں۔
لَایَتَعَارَفُوْنَ لَيْلِ صَبَاحًا وَلَا لِنَهَارٍ مَسَاءً ؛	32	وہ رات ہو تو اسکی صبح سے ناآشنا اور دن ہو تو اس کی شام سے ناواقف ہیں۔
اَیُّ الْجَدِيْدَيْنِ ظَعَنُوْا فِيْهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَدًا	33	ان میں سے ہر ایک نے جس دن یا رات کو دنیا سے کوچ کیا تھا اور موت پر

		پر جو بھی وقت تھا وہ رات یا دن اور وہ وقت ان پر ہمیشہ چھایا رہے گا۔
شَاهَدُوْا مِنْ اَخْطَارِ دَارِهِمْ اَفْظَعَ مِمَّا خَافُوْا ؛	34	اب جہاں وہ ہیں وہاں کی خطرناکیوں کو انہوں نے اس سے زیادہ ہولناک پایا ہے جتنی کا انہیں خوف رہا کرتا تھا۔
وَرَاَوْا مِنْ آيَاتِهَا اَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوْا ؛	35	اور وہاں کے آثار اور آیات کو انہوں نے اس سے زیادہ دیکھا جتنا وہ اپنے تصور میں اندازہ کیا کرتے تھے۔
فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ اِلٰى مَبَاءَةٍ ؛	36	چنانچہ دونوں قسم (نیک و بد) کے مردوں کے لئے ان کے انجام کی مدت کو اس کی انتہا تک پھیلا دیا ہے۔
فَاتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ ؛	37	لہٰذا اس مدت میں دونوں کے لئے خوفزدگی اور امیدواری اپنی انتہائی صورت میں انہیں پیش آنا ہے۔
فَلَوْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ بِهَا لَعَيُّوْا بِصِفَةِ مَاشَاهَدُوْا وَمَاعَايَنُوْا ؛	38	اگر وہ مُردے بول کر بتانے کے قابل بھی ہوتے تب بھی جو کچھ انہوں نے مشاہدہ اور معائنہ کیا تھا اس کی ہیبت سے بتا نہ سکتے تھے۔
وَلَئِنْ عَمِيَتْ آثَارُهُمْ وَانْقَطَعَتْ اَخْبَارُهُمْ لَقَدْ رَجَعَتْ فِيْهِمْ اَبْصَارُ الْعِبَرِ وَسَمِعَتْ عَنْهُمْ اٰذَانُ الْعُقُوْلِ ؛ وَتَكَلَّمُوْا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ فَقَالُوْا :	39	اگر چہ انکے آثار اور نشانات مٹ گئے ہیں اور انکے متعلق خبریں اور اطلاعات منقطع ہو کر رہ گئی ہیں مگر پھر بھی سبق حاصل کرنیوالی آنکھیں ان کو اور انکے حالات کو دیکھتی رہتی ہیں عقل و خرد کے کان ان کی سرگزشت اور باتیں سنتے رہتے ہیں۔اور وہ مادی زبان سے نہیں بلکہ معنوی زبان سے بتاتے ہیں کہ:
كَلَحَتِ الْوُجُوْهُ النَّوَاضِرُ وَخَوَتِ الْاَجْسَامُ النَّوَاعِمُ وَلَبِسْنَا اَهْدَامَ الْبِلٰى وَتَكَاءَدْنَا ضِيْقُ الْمَضْجِعِ وَتَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ وَتَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوْعُ الصُّمُوْتُ ؛ فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ اَجْسَادِنَا وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا وَطَالَتْ فِيْ مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ اِقَامَتُنَا ، وَلَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا وَّلَا مِنْ ضِيْقٍ مُتَّسَعًا ؛	40	ہمارے حسین اور تابناک چہرے برٹ کر وحشتناک ہو گئے ۔ ناز و نعمت میں پلے ہوئے نرم و نازنین بدن بے جان پڑے ہیں اور ہم نے اپنے اسی نازک بدن پر نہایت بوسیدہ سڑا گلا اور پارہ پارہ لباس پہن رکھا ہے۔اور ہمیں ہماری اس خوابگاہ کی تنگی بڑے درد و کرب میں مبتلا رکھتی ہے اور ہمیں وحشت میراث میں ملی ہے۔ اور ہمارے اوپر ہماری یہ خاموش اور سرد مہر منزل (قبر) گر کر ویران ہوگئی ہے۔ ہمارے بدن کی رعنائیاں مٹ گئیں اور ہماری پسندیدہ اور قبول صورتی مکروہ اور ناپسندیدہ ہو گئی۔ہمارے ان وحشت انگیز مسکنوں (قبروں) میں ہمارے رہنے کی مدت طویل ہوگئی۔نہ ہمیں درد و کرب سے بچ کر راحت سے حصہ ملا نہ تنگی سے نکل کر سہولت اور فراخی حاصل ہوئی۔

عربی	نمبر	ترجمہ
فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِکَ ؛	41	اگر تو اپنی عقل سے بھی ان کے حالات کی مثال تیار کرے۔
اَوْ کُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوْبُ الْغِطَاءِ لَکَ وَقَدِ ارْتَسَخَتْ اَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَکَّتْ ؛	42	یا تیرے اور ان کے درمیان سے تیرے لئے وہ پردے ہٹا کر ان کی حالت دکھائی جائے جو انہیں حجاب میں رکھے ہوئے ہیں تو تم دیکھو گے کہ کیڑوں نے ان کے کانوں کو چاٹ کر انہیں بہرا کر ڈالا ہے۔
وَاکْتَحَلَتْ اَبْصَارُهُمْ بِالتُّرابِ فَخَسَفَتْ ؛	43	اور یہ کہ ان کی آنکھیں مٹی کا سرمہ لگا کر بے نور ہو کر اندر کو دھنس چکی ہیں۔
وَتَقَطَّعَتِ الْاَلْسِنَةُ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا ؛	44	اور ان کی قینچی کی طرح چلنے والی زبانیں شعلہ باری کر کے ان کے منہ اور دھن کے اندر پارہ پارہ ہو چکی ہیں۔
وَهَمَدَتِ الْقُلُوْبُ فِیْ صُدُوْرِهِمْ بَعْدَ یَقَظَتِهَا ؛	45	اور ان کے دل ان کے سینوں میں بیدار و چوکس رہ کر مردہ اور بے حس و حرکت ہو چکے ہیں۔
وَعَاثَ فِیْ کُلِّ جَارِحَةٍ مِّنْهُمْ جَدِیْدُ بِلًی سَمَّجَهَا ؛	46	اور ان کے تمام اعضاء اور جوڑ و بند میں نئی نئی خرابیوں نے تباہی مچا کر انہیں مہیب صورت میں بدل دیا ہے۔
وَسَهَّلَ طُرُقَ الْاٰفَةِ اِلَیْهَا مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا اَیْدٍ تَدْفَعُ وَلَا قُلُوْبٌ تَجْزَعُ ؛	47	اور ان کے جسم اور اعضاء کی بربادی اور تباہی کے لئے تمام قسم کی آفتوں کے لئے راستے اور طریقے آسان کر دئے گئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ وہ بلا روک ٹوک ہر آفت کے لئے آمادہ ہیں۔ نہ کوئی ہاتھ ہے جو دفاع کرے اور نہ کوئی دل ہے جو رنج و غم منائے۔
لَرَاَیْتَ اَشْجَانَ قُلُوْبٍ وَّ اَقْذَاءَ عُیُوْنٍ لَهُمْ فِیْ کُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَاتَنْتَقِلُ وَغَمْرَةٌ لَّاتَنْجَلِیْ ؛	48	انکے دلوں کی اندوھنا کیاں اور انکی آنکھوں میں پڑے ہوئے تنکے اور مٹی اور کوڑا دیکھنے کے قابل ہے ان پر آفات کی ایسی شدت ہے کہ وہ بدلتی نہیں ہے اور ایسی دردناک صورت ہے جو کسی طرح ہٹنے کا نام نہیں لیتی۔
وَکَمْ اَکَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ عَزِیْزِ جَسَدٍ وَ اَنِیْقِ لَوْنٍ، کَانَ فِی الدُّنْیَا غَذِیَّ تَرَفٍ وَرَبِیْبَ شَرَفٍ ؛	49	اور کتنے باوقار اور عزت دار لوگ تھے کتنے حسین و جمیل اور رنگ و روپ والے اشخاص تھے جن کے بدن زمین کھا گئی جو اس دنیا میں خوشحالی، فارغ البالی اور بزرگی و احترام کے ماحول میں پلے اور بڑھے تھے۔ جو کہ
یَتَعَلَّلُ بِالسُّرُوْرِ فِیْ سَاعَةِ حُزْنِهٖ ؛	50	غم و اندوہ کی حالت میں بھی مسرت فراہم کرنے والی چیزوں سے دل بہلاتے رہتے تھے۔
وَیَفْزَعُ اِلَی السَّلْوَةِ اِنْ مُّصِیْبَةٌ نَزَلَتْ بِهٖ ؛	51	مصیبت آپڑنے پر عیاشیوں اور سامانِ تفریح میں اضافہ کر دیتے تھے۔

عربی متن	نمبر	ترجمہ
		لذت اندوزی کے ہجوم میں رنج وفکر وتکلیف کو دور کرتے رہتے تھے (کھیل کود اور تماشے، جوا، گھڑ دور، موسیقی، ناچ ورنگ، کشتی، قصے، افسانہ گوئی، شعروشاعری، گانا، ناٹک، ڈرامے، لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، پہیلیاں وغیرہ کا نام لئے بغیر بیان دیا ہے)
ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ وَشَحَاحَةً بِلَهْوِهِ وَ لَعِبِهِ ؟	52	وہ لوگ کھیل تماشے اور سامانِ لذت وتفریح کے معاملے میں بہت کنجوس تھے ان کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔
فَبَيْنَمَا هُوَيَضْحَكُ اِلَى الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا اِلَيْهِ فِيْ ظِلِّ عَيْشٍ غَفُوْلٍ اِذْوَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكَهُ وَنَقَضَتِ الْاَيَّامُ قُوَاهُ وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ الْحُتُوْفُ مِنْ كَثَبٍ فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَّايَعْرِفُهُ ؛	53	اسی سامان کے بھروسہ پر وہ دنیا کی پیدا کردہ دقتوں اور مصیبتوں پر ہنستے اور انکا مذاق اُڑاتے رہتے تھے اور دنیا اپنے کامیاب منصوبے کی بنا پر اُن پر ہنس رہی تھی۔ بہرحال وہ لوگ اپنی عیش پرستانہ زندگی کے سائے میں غافل تھے کہ اچانک زمانہ نے انہیں روند ڈالا اور اپنے کانٹوں سے انہیں چھلنی کر کے رکھ دیا۔ اوران کے اعضاء اور قوتوں کو پیش آمدہ دنوں نے توڑ ڈالا اور ساتھ ہی ساتھ کہیں تاک میں رہنے والی بستری موت نے اسے دیکھا اور اسے ایسی اندوہ ناکیوں سے گڈ مڈ کر دیا جن سے اس کا تعارف بھی نہ ہوا تھا۔
وَنَجِيُّ هَمٍّ مَاكَانَ يَجِدُهُ وَتَوَلَّدَتْ فِيْهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ اٰنَسَ مَاكَانَ بِصِحَّتِهِ ؛	54	اور اسے ایسی مہمات کا راز دار بنا دیا جو اس سے پہلے سامنے نہ آتی تھیں اور اس کے اندر صحت کے دلدادہ ہوتے ہوئے بھی علالت کی ٹوٹ پھوٹ اور بیماریاں پیدا ہوگئیں۔
فَفَزِعَ اِلٰى مَاكَانَ عَوَّدَهُ الْاَطِبَّآءُ مِنْ تَسْكِيْنِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ وَتَحْرِيْكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ ؛	55	چنانچہ وہ سابقہ طریقہ کے مطابق طبیبوں سے رجوع کے لئے پلٹا تاکہ وہ اسے ڈالی ہوئی عادت کے مطابق اس میں پیدا شدہ گرمی کو ٹھنڈی دواؤں سے دور کریں اور سردی کو گرم دواؤں سے تسکین پہنچائیں۔
فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ اِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍ اِلَّا هَيَّجَ بُرُوْدَةً، وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِتِلْكَ الطَّبَائِعِ اِلَّا اَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَآءٍ ؛	56	مگر ٹھنڈی دواؤں نے گرمی دور کرنے کے بجائے اسے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈ دور کرنے کے بجائے سردی میں اور ہیجان پیدا کر دیا اور طبیعتوں اور مزاجوں کے مطابق دی جانے والی دوائیں بھی ان کی حالت کو اعتدال پر نہ لائیں بلکہ الٹا ہر بیماری بڑھانے والی چیز میں بڑھوتری اور زیادتی کر دی۔
حَتّٰى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ وَ ذَهَلَ مُمَرِّضُهُ وَتَعَايَا اَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ ؛	57	یہاں تک کہ معالجہ کرنے والا طبیب عاجز ہوگیا اور علاج سے دست کش ہوگیا۔ اور تیمارداری کرنے والے سست ولاپرواہ ہوگئے اور اسکے اہل خاندان بیماری کے

		متعلق اسکے بیانات سننے سے اکتا گئے۔
وَخَرِسُوْا عَنْ جَوَابِ السَّائِلِيْنَ عَنْهُ ؛	58	اور عیادت کو آنے والوں کو بیمار پرسی کا جواب دینے میں بھی گونگے ہو گئے۔
وَتَنَازَعُوْا دُوْنَهُ شَجِيَ خَبَرٍ يَّكْتُمُوْنَهُ :	59	اوران تکلیف دینے والی اطلاعات میں جھگڑنے لگے جو بیمار سے چھپانے کی تھیں اور چھپایا کرتے تھے۔
فَقَائِلٌ هُوَلِمَابِهِ ؛	60	کوئی تو یہ کہتا تھا کہ اس کے مرض کی جو حالت ہے وہ تو سامنے ہے ہی
وَمُمَنٍّ لَهُمْ اِيَابَ عَافِيَتِهِ ؛	61	اوران ہی میں سے کوئی کوئی صحت کی امید دلاتا تھا۔
وَمُصَبِّرٌ لَهُمْ عَلٰى فَقْدِهِ ؛	62	اور کوئی اس کے مرجانے کی صورت میں صبر کی تاکید کرتا تھا اور
يُذَكِّرُهُمْ اُسَى الْمَاضِيْنَ مِنْ قَبْلِهِ ؛	63	اس سے پہلے گزرنے اور مرنے والوں کا ذکر اور نصیحت کرتا تھا۔
فَبَيْنَمَا هُوَكَذٰلِكَ عَلٰى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْاَحِبَّةِ ؛	64	یہ صورت حال تھی اور مریض اپنے عزیزوں دوستوں کو داغِ جدائی دینے کے لئے پر تول رہا تھا کہ اچانک اسے
اِذْعَرِضَ لَهٗ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهِ ؛	65	ایک سانس روکنے اور دم گھونٹنے والا پھندا گلے میں پڑ گیا۔ جس سے اس کی دانش اور عقلی پرواز حیران وسرگردان ہو کر رہ گئی۔
وَيَبِسَتْ رُطُوْبَةُ لِسَانِهِ ؛	66	اس کی زبان اور حلق کی تری خشک ہو کر زبان اینٹھ کر رہ گئی۔
فَكَمْ مِّنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ ؛	67	بہت سے اہم سوالات تھے جن کے جوابات کو وہ خوب جانتا تھا مگر زبان نے حرکت کرنا چھوڑ دیا اور وہ کسی بھی سوال کا جواب دینے سے قاصر ہو گیا۔
وَدُعَاءٍ مُؤْلِمٍ بِقَلْبِهِ سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ مِنْ كَبِيْرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ اَوْصَغِيْرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ ؛	68	اس کے قلب کو غم والم میں مبتلا کرنے والی بہت سے دردناک آوازیں اس کے کانوں میں آئیں مگر وہ جواب کے معاملہ میں بہرا ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ آوازیں ایسے بزرگوں کی تھیں جن کا وہ احترام کرتا تھا کچھ بچوں کی فریادیں تھیں جن پر وہ رحم کیا کرتا تھا۔
وَاِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ اَفْظَعُ مِنْ اَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ ؛	69	اور موت کی سختیاں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا بیان اور تفصیل کرنا دشوار ہے۔
اَوْ تَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُوْلِ اَهْلِ الدُّنْيَا ؛	70	یا اہل دنیا کی عقلوں کے اندازے اور معیار کے مطابق ہو سکیں‘‘

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام نے سورہ تکاثر کی پہلی دو آیات تلاوت فرمائی تھیں جن کا ترجمہ خطبہ کے پہلے اور دوسرے جملوں میں لکھا جا چکا ہے۔ ہم یہاں چاہتے ہیں کہ خطبے کی تشریحات سے پہلے سورہ تکاثر پوری (آٹھ آیات) لکھ دی جائیں تا کہ سورہ کا مقصد بھی قارئین کے سامنے آجائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُO	1	تمہیں آسودہ حال کرنیوالی تمام چیزوں کے حصول کی دُھن نے اُس وقت تک اُلجھائے رکھا۔
حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَO	2	جب تک کہ تمہیں قبروں کی زیارت نہ ہوگئی۔
کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَO	3	ہرگز تمہیں کامیابی نہ ہوگی تمہیں جلدی معلوم ہوجائے گا۔
ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَO	4	پھر سنو کہ تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔
کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِO	5	تم ہرگز ایسا نہ سمجھتے اگر تم نے یقینی علم حاصل کیا ہوتا تو پتہ لگتا کہ۔
لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَO	6	تمہیں ضرور آگ کے الاؤ سے سابقہ پڑنا تھا
ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِO	7	پھر تمہیں آگ کے اَلاؤ میں رہنا اور یقینی علم حاصل کرنا ہے۔
ثُمَّ لَتُسۡئَلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِO	8	پھر اُس کے بعد تم سے مخصوص نعمتوں پر باز پُرس ہونا ہے۔

2۔ علامہ مودودی کا ترجمہ:

پہلی دو آیات ”تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دُھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ اسی فکر میں تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو“۔

3۔ پہلی آیت کی تشریح:

پہلی ہی آیت نہایت اہم ہے اور اس کی تشریح پر مودودی پورا زور دیں گے اور کوشش کریں گے کہ اس آیت اور پوری سورۃ کی مار پھیل کر قریش سے پار قیامت تک جا پڑے۔ قارئین صرف وہ مقامات نوٹ کریں جہاں جہاں مودودی اس چوٹ کو عام کرنے اور پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ وہ یوں ابتدا کرتے ہیں کہ:۔

”1۔ اصل میں اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ فرمایا گیا ہے جس کے معنی میں اتنی وسعت ہے کہ ایک پوری عبارت میں بمشکل اس کو ادا کیا جا سکتا ہے اَلۡھٰکُمُ لَھۡو سے ہے جس کے اصل معنی غفلت کے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں یہ لفظ ہراس شغل کیلئے بولا جاتا ہے جس سے آدمی کی دلچسپی اتنی بڑھ جائے کہ وہ اس میں منہمک ہوکر دوسری اہم تر چیزوں سے غافل ہوجائے۔ اس مادہ سے جب اَلۡھٰـکُمۡ کا لفظ بولا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی لھو نے تم کو اپنے اندر ایسا مشغول کرلیا ہے کہ تمہیں کسی اور چیز کا، جو اُس سے اہم تر ہے، ہوش باقی نہیں رہا ہے اُسی کی دُھن تم پر سوار ہے۔ اُسی کی فکر میں تم لگے ہوئے ہو۔ اور اس انہاک نے تم کو بالکل غافل کردیا ہے (مسلسل لکھتے ہیں کہ):

تَـکَاثُر کثرت سے ہے اور اس کے تین معنی ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی زیادہ سے زیادہ کثرت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ لوگ کثرت کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کریں۔ تیسرے یہ کہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں اس بات پر فخر جتائیں کہ انہیں دوسروں سے زیادہ کثرت حاصل ہے۔ پس اَلۡھٰکُمُ التَّـکَاثُـر کے معنی ہوئے تکاثر نے تمہیں اپنے اندر ایسا مشغول کرلیا ہے کہ اس کی دھن نے تمہیں اُس سے اہم تر چیزوں سے غافل کردیا ہے۔ اس فقرے میں یہ تصریح نہیں کی گئی ہے کہ تکَاثُر میں کس چیز کی کثرت اور اَلۡھٰکُمۡ میں کس چیز

سے غافل ہو جانا مراد ہے اور اَلْھٰکُمُ (تم کو غافل کر دیا) کے مخاطب کون لوگ ہیں؟ اس عدم تصریح کی وجہ سے ان الفاظ کا اطلاق اپنے وسیع ترین مفہوم پر ہو جاتا ہے تَکَاثُر کے معنی محدود نہیں رہتے بلکہ دنیا کی تمام فوائد و منافع، سامان عیش، اسباب لذت اور وسائل قوت و اقتدار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی و جہد کرنا ان کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا اور ایک دوسرے کے مقابلے میں اُن کی کثرت پر فخر کرنا اُس کے مفہوم میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اَلْھٰکُمُ کے مخاطب بھی محدود نہیں رہتے بلکہ ہر زمانہ کے لوگ اپنی انفرادی حیثیت سے بھی اور اجتماعی حیثیت سے بھی اُس کے مخاطب ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دنیا حاصل کرنے اور اس میں ایک دوسرے سے زیادہ بڑھ جانے اور دوسرے کے مقابلے میں اُس پر فخر جتانے کی دھن افراد پر بھی سوار ہے اور اقوام پر بھی۔ اسی طرح اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُر میں چونکہ اس امر کی صراحت نہیں کی گئی کہ التَّکَاثُر نے لوگوں کو اپنے اندر منہمک کر کے کس چیز سے غافل کر دیا ہے؟ اس لئے اُس کے مفہوم میں بھی بڑی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اس تَکَاثُر کی دھن نے ہر اس چیز سے غافل کر دیا ہے جو اُس کی بہ نسبت اہم تر ہے۔ وہ خدا سے غافل ہو گئے۔ عاقبت سے غافل ہو گئے۔ اخلاقی حدود اور اخلاقی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے۔ حق داروں کے حقوق اور اُن کی ادائیگی کے معاملے میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔ انہیں معیار زندگی بلند کرنے کی فکر ہے اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ معیار آدمیت کس قدر گر رہا ہے؟ انہیں زیادہ سے زیادہ دولت چاہئے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے؟۔ انہیں عیش و عشرت اور جسمانی لذتوں کے سامان زیادہ سے زیادہ مطلوب ہیں اس ھوس رانی میں غرق ہو کر وہ اس بات سے بالکل غافل ہو گئے کہ اس روش کا انجام کیا ہے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ طاقت، زیادہ سے زیادہ فوجیں زیادہ ہتھیار فراہم کرنے کی فکر ہے اور اس معاملے میں اُن کے درمیان ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ جاری ہے۔ اس بات کی فکر انہیں نہیں ہے کہ یہ سب خدا کی زمین کو ظلم سے بھر دینے اور انسانیت کو تباہ و برباد کر دینے کا سر و سامان ہے۔ غرض تَکَاثُر کی بے شمار صورتیں ہیں جنہوں نے اشخاص اور اقوام سب کو اپنے اندر ایسا مشغول کر رکھا ہے کہ انہیں دنیا اور اس کے فائدوں اور لذتوں سے بالاتر کسی چیز کا ہوش نہیں رہا۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 443-442)

یہاں علامہ نے پہلی آیت کی تشریح ختم کی ہے۔

<u>دوسری آیت کی تشریح۔</u> ''2؎ یعنی تم اپنی ساری عمر اسی کوشش میں کھپا دیتے ہو اور مرتے دم تک یہ فکر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

<u>تیسری آیت کی تشریح۔</u> ''3؎ یعنی تمہیں یہ غلط فہمی ہے کہ متاع دنیا کی یہ کثرت اور اس میں دوسروں سے بڑھ جانا ہی ترقی اور کامیابی ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز ترقی اور کامیابی نہیں ہے عنقریب اس کا برا انجام تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اور تم جان لو گے کہ یہ کتنی بڑی غلطی تھی۔ جس میں تم عمر بھر مبتلا رہے۔ عنقریب سے مراد آخرت بھی ہو سکتی ہے کیونکہ جس ہستی کی نگاہ ازل سے ابد تک تمام زمانوں پر حاوی ہو اس کے لئے چند ہزار یا چند لاکھ سال بھی زمانے کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔ لیکن اس سے مراد موت بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ تو کسی انسان سے بھی کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ اور یہ بات مرتے ہی انسان پر کھل جائے گی کہ جن مشاغل میں وہ اپنی ساری عمر کھپا کر آیا ہے وہ اس کے لئے سعادت اور خوش بختی کا ذریعہ تھے یا بدبختی یا بدانجامی کا ذریعہ؟

مودودی آیات کو چھوڑ کر ایک خطرے کی اصلاح کرتے ہیں۔

آگے مودودی نے سورۃ کی آیات وار تشریح کو چھوڑ دیا ہے مگر قریش کی غلط ترجمانی کی بنا پر ایک خطرہ نظر آیا اُس کی بلا دلیل مرمت یوں

کرتے ہیں کہ: ''4۔ اس فقرے میں ''پھر'' (ثُمَّ) کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے کہ ''دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جواب طلبی کی جائے گی۔''
بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''پھر یہ خبر بھی ہم تمہیں دیئے دیتے ہیں کہ تم سے اُن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' اور ظاہر ہے کہ یہ سوال عدالت الٰہی میں حساب لینے کے وقت ہوگا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسوؐل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں بندوں کو دی ہیں اُن کے بارے میں جواب دہی مومن و کافر سب ہی کو کرنی ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں نے کفران نعمت نہیں کیا اور شکر گزار بن کر رہے وہ اس محاسبے میں کامیاب رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے قول یا عمل سے یا دونوں سے اُن کی ناشکری کی وہ اس میں ناکام ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 444)

3۔ مودودی اپنے قارئین کو حدیث کے نام پر فریب دے کر صاف گزر گئے ہیں۔

مودودی کو یہ خطرہ پیش آیا تھا کہ انکے ترجمہ کی رو سے پہلے متعلقہ لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور اُس کے بعد (ثُمَّ) نعمتوں پر باز پرس ہوگی'' لیکن مودودی ہی نہیں بلکہ سارے علما کے نزدیک باز پرس پہلے ہوگی اور جہنم میں بعد کو داخلہ ہوگا۔ لہٰذا اس خطرے کو ٹالنے کے لئے بلا دلیل انکار کر دیا اور احادیث جو پیش کی ہیں وہ بہت سی ہیں مگر اُن میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ جہنم میں داخلہ باز پرس سے پہلے ہوگا یا بعد کو ہوگا۔ لہٰذا احادیث کو محض آڑ بنایا ہے اور خطرہ ٹالا نہیں جاسکا ہے۔ بہر حال یہ تو ماننا ہی پڑے گا اس سورہ کی رو سے آخری چیز باز پرس و محاسبہ اور مواخذہ ہے اور اس سے پہلے جحیم یا جہنم ہے۔ اور اس سے بھی علما کے مسلمات باطل ہو جاتے ہیں۔ وہاں محاسبہ یا باز پرس کا نمبر پہلے اور جحیم یا جہنم کا نمبر بعد میں ہے۔

4۔ آیت میں تصریح نہ ہونے کی آڑ میں علامہ نے عمومیت کو اتنا پھیلایا کہ سورہ ضائع ہو کر رہ گئی ہے۔

ہمیں اور ہر صاحب عقل کو مودودی کے خلاف بہت سے اعتراضات ہیں مگر عدیم الفرصتی کی وجہ سے صرف ایک اعتراض کرتے جو اُن کے مذہب و مسلک اور دیانت و امانت اور قریش پرستی پر کاری ضرب ہے اعتراض یہ ہے کہ مودودی نے پہلی آیت اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کی تشریح میں ہر پہلو بہت تفصیل سے لکھا لیکن جو اولین مخاطب تھے اُن کو ہوا تک نہ لگنے دی۔ یعنی ساری دنیا کو اس آیت کے مخاطبین میں شامل کر لیا۔ مگر کہیں قریش کا ذکر تک نہ آنے دیا۔ ظاہر ہے لفظ ''کُمْ'' میں اُس وقت صرف قریش مخاطب تھے اور کوئی مخاطب نہ تھا۔ اور پوری سورت اُن کی حالت بیان کرتی ہے بلکہ اُنہیں اُن کے مستقبل پر بھی مطلع کرتی ہے انہیں قیامت تک کا نقشہ کھینچ کر بتاتی ہے۔ مودودی نے ادھر اُدھر سب طرف ہاتھ پیر مارے اپنے زمانہ تک کی اقوام پر طنز کئے مگر کہیں بھول کر بھی قریش کو نہیں چھیڑا۔ ویسے اُن کے بیان میں قریش کی ساری کارکردگی اور کارنامے آ گئے مگر نام لے کر نہیں بالواسطہ اُن کے قلم سے سب کچھ لکھا گیا۔ عیاشیاں اور بدمعاشیاں آ گئیں۔ اسلحہ اور افواج کا ذکر ہو گیا لوٹ مار و قتل و غارت سے دولت سمیٹنا بیان ہو گیا۔ دین اور دین خدا سے غفلت اور لا پرواہی چھپی نہیں رہی۔ زمین کو ظلم و ستم سے لبریز کرنا بھی معلوم ہو گیا۔ مگر لفظ قریش قلم سے نہیں نکلا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہ تو اُن کے مذہب کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے لیڈروں اور راہنماؤں کو قرآن کی مار سے بچا کر رکھیں۔

5۔ سورۂ تکاثر پر ہماری تفسیر کا بیان مودودی کی کمی پوری کرتا ہے۔

سورہ تکاثر کی تشریحات میں ہمارا بیان یوں شروع ہوتا ہے کہ:

''پہلی ہی آیت کے دو الفاظ قریش کے تمام مقاصد اور ظاہری و باطنی رویہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ یہ آیت بتاتی ہے کہ قریشی تازیست نسلاً بعد نسلٍ ہر اُس چیز کی کثرت حاصل کرنے میں منہمک و غرق رہیں گے جو اُن کے عیش و

آسودہ حالی میں دن دونی رات چوگنی افزائش کرتی چلی جائے۔مثلاً مال و دولت، وسائل، قوت و اقتدار، افرادی طاقت یعنی فوج اور افواج کے لئے اسلحہ و دیگر سامان جنگ۔اونٹ، گھوڑے، گدھے، خچر، گاڑیاں، راشن ورسد، وردی تا کہ سورہ بقرہ (2/204-205) میں مذکور اُن کی پالیسی پروان چڑھتی چلی جائے۔اور ایک دن پوری دنیا پر اُنہیں تسلط حاصل ہوجائے۔اور دنیا کی تمام اقوام و مذاہب اُن کے زیرنگین آکر اُن کے اشاروں پر ناچتی رہیں۔پہلے عمر نے چاہا کہ رسوؐل اللہ اُس کی اسلامی تعبیر سے متفق ہوجائیں جو وہ اکثر رسوؐل اللہ کو سبز باغ دکھانے کئے لئے بیان کرتا رہتا تھا۔اور اللہ کو گواہ بنا کر اپنے خلوص پر آنحضرتؐ کو یقین دلانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔اور بقول قرآن حضوؐر بھی اُس کی تعبیرات کو پسند فرمانے لگے تھے (2/204) مگر اللہ نے عمر کی پالیسی اور مقصد کو واضح کرنے کے لئے آیت (2/205) نازل کی اور اُسے اُن کا بدترین دشمن اور حریف قرار دے دیا۔اس کے بعد عمر اینڈ کمپنی نے رسوؐل کی حکومت اور دین پر قبضہ کر لینے کی پالیسی اختیار کر لی تا کہ خود مذکورہ پالیسیوں اور تعبیرات پر عمل کریں۔عہد رسوؐل ہی میں قرآن کو مہجور (25/30-31) کر کے قوم کو ایسی راہوں پر چلایا کہ حضوؐر کے انتقال پر بلا کسی تصادم کے مسلمانوں کے سربراہ اور خلیفہ بن بیٹھے اور دنیا میں قرآن کی پیش گوئی (2/205) کے مطابق قتل و غارت اور لوٹ مار کر وہ تمام سامان جمع کر لیا جسے اللہ نے اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُر سے ظاہر فرمایا ہے۔قریش کو قرآن میں بار بار دنیا پرست کہا گیا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم نے اسلام کو اختیار ہی اس لئے کیا ہے کہ تمہیں دنیا مل جائے (3/152-153) چنانچہ وفات رسوؐل کے بعد دس بارہ سال بھی نہ گزرے تھے کہ قریش میں کروڑ پتی لوگوں کی کثرت ہوگئی تھی۔وہ دولت کے لئے نماز پڑھتے تھے۔بچت کے لئے روزے رکھتے تھے۔لوٹ مار کے لئے جہاد کرتے تھے۔لوٹ مار اور دولت کے لئے رسوؐل کی نافرمانی سے بھی نہ چوکتے تھے وَعَصَیۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَآ اَرٰکُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ (3/152) مودودی کے ترجمے میں قریش سے اللہ نے کہا کہ ''تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔'' (ایضًا جلد 6 صفحہ 442)

6۔ قریش کو خاص طور پر ایک بازپرس سے دوچار ہونا ہے اور اسی دنیا میں آگ کے الاؤ جحیم میں جانا ہے۔

قریش کے خودساختہ مذہبی نتائج کو غلط قرار دیتے ہوئے انہیں یہ بتایا گیا کہ دنیا کے اموال و وسائل کا حاصل کر لینا اسلام کی غرض وغایت نہیں ہے۔تمہیں اپنے اس عقیدے اور تصور کی غلطی بہت جلد معلوم ہو جائے گی (102/3-4) پھر اُن سے کہا گیا کہ اگر تم نے اسلام کے نتائج اور اعمال کی جزا کا پتہ علم الیقین کے ذریعہ سے لگایا ہوتا تو تمہیں وہ آگ سے لبریز الاؤ (جحیم) ضرور نظر آجاتا جو تمہارے ایسے عقائد و اعمال والے لوگوں کی آؤ بھگت کے لئے تیار کیا ہوا ہے (102/5-6) بہرحال تم اپنے طریقے پر چلتے رہو تم کو آگ کے الاؤ (جحیم) سے دوچار ہونا ہی پڑے گا اور وہاں کے قیام میں تمہیں تجربے سے علم الیقین حاصل ہو جائے گا (102/7) اور اُسی قیام کے دوران تم سے مخصوص نعمتوں (اَلنَّعِیم) کے متعلق بھی بازپرس ہونا ہے۔

7۔ قریش کو زمانہ رجعت میں سزا کا ملنا اس سورہ سے ثابت ہے؟؟؟

سورہ تکاثر درحقیقت قریش کو زمانہ رجعت سے ڈرانے اور غلط کاری سے باز رکھنے کیلئے ہے اور آخری دو آیات (102/7-8) میں لفظ ثُمَّ (پھر اس کے بعد) یہ ثابت کرتا ہے کہ قریش جحیم (آگ کے الاؤ) کو عین الیقین کی عملی حد تک بھگتیں گے یعنی جحیم کی تپش اور شدت میں رہیں گے پھر اس رہائش کے بعد اُن سے نعمتوں کے متعلق مواخذہ اور بازپرس وقوع میں آئے گی۔اس سے دونوں حقیقتیں ثابت ہو جاتی ہیں۔اول یہ کہ جحیم جہنم نہیں ہے بلکہ ویسا ہی آگ کا الاؤ ہے جیسا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنوایا تھا (37/97) دوم یہ کہ یہ قیامت کا واقعہ

نہیں ہے اس لئے کہ وہاں باز پرس پہلے ہوگی۔اس کے بعد جہنم میں داخلہ ہوگا۔لیکن یہاں پہلے جحیم میں داخلہ ہے اور وہاں کا یعنی جہنم کا تجربہ کرنا ہے اور پھر محاسبہ ہے (102/7-8) اور یہ رجعت میں ہونا ہے۔چنانچہ مودودی کو لفظ ثم سے اپنے عقائد کے متعلق خطرہ محسوس ہوا اور بہت بروقت محسوس ہوا۔لیکن اُن کا انکار خود اُن کی خود ساختہ روایات سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔روایات سے تو صرف باز پرس کا ہونا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ جحیم کے بعد باز پرس نہ ہوگی۔دراصل واقعہ ہی رجعت کا ہے اور رجعت کو قریش اور قریشی علما مانتے نہیں اس لئے اُن کے سامنے یہ جہنم والا الجھاؤ آ گیا۔تو یہاں بھی وہ پھنس گئے۔جحیم کو جہنم کہیں تو مصیبت اور جہنم نہ کہیں تو مصیبت۔بہرحال حقائق کو مان کر ہی جان چھوٹتی ہے۔

بہتر ہوگا کہ نمرود کے جحیم والی آیت دیکھ لی جائے اللہ نے قرآن میں ریکارڈ کیا ہے کہ:

قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِی الۡجَحِيۡمِ Oفَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَO (37/97-98)

<u>مودودی ترجمہ:</u>انہوں نے آپس میں کہا''۔اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اُسے دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔'' انہوں نے اُس کے خلاف ایک کاروائی کرنی چاہی تھی مگر ہم نے اُنہی کو نیچا دکھا دیا۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 294-293)

یہ تھا قرآن کے الفاظ میں جحیم جسے قریشی علما جہنم اور دوزخ کہتے کہتے نہیں تھکتے۔بہرحال سورہ تکاثر میں تمام قریش کو اور اُن کے ہم مذہبوں کو پہلے جحیم سے عین الیقین کی حد تک جحیم میں رکھا جائے گا۔اور جحیم ہی کے قیام کے دوران وہ عدالت حضرت قائم قیامت علیہ السلام میں مواخذہ کے لئے پیش ہوتے رہیں گے اور اپنے اپنے جرائم کی سزا پاتے رہیں گے۔یعنی جحیم وہ حوالات ہے جہاں ملزمان و مجرمین عدالت کے فیصلے تک مقیم رکھے جائیں گے۔(دیکھو مسئلہ رجعت)

<u>7 (الف)۔قبروں کی زیارت کرنے والے لوگ حصول کثرت کے ہی مجرم نہیں بلکہ مردہ پرستی اور مردوں سے استمداد کے بھی مجرم تھے۔</u>

سورہ تکاثر پر بات ختم نہیں ہوگئی بلکہ حضرت علی علیہ السلام تو سورہ تکاثر کے مخاطبوں پر یہ جرم بھی عائد فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مُردوں پر فخر کرتے ہیں اور آپس میں اپنے اپنے مردوں کو ایک دوسرے سے زیادہ معزز اور بزرگ سمجھ کر اُن کی تعداد اور بزرگی پر فخر کرتے ہیں (5 تا 3) اور امیدوار ہیں کہ اُن کے مردہ بزرگ واپس آ کر اُن کی مدد کریں گے (6) اور اسی امید میں وہ لوگ خود کو بھی قابل عزت و وقار و افتخار سمجھ رہے ہیں (8-7)۔اور اس جہالت میں حد سے بڑھتے جا رہے ہیں (9)۔

<u>8۔سورہ تکاثر کے مخاطبوں کو اُن کے مُردوں کی عبرت ناک کہانی سنائی اور برزخ سے اُن کا تعلق بتایا ہے۔</u>

حضور علیہ السلام نے وہ داستان سُنائی ہے جو مُردوں پر قبر میں گزری۔کس طرح مٹی اور کیڑوں نے اُن کے جسم و گوشت اور خون کو کھایا۔ اُن کی صورتوں کو بگاڑا اور کس طرح اُن کے پس ماندگان اُن کے اوپر سے گزرتے اور اُن کے مکانوں میں رہتے رہے۔یہ داستان سُناتے ہوئے آپؑ نے یہ جملہ بھی فرمایا ہے کہ: سَلَكُوۡا فِیۡ بُطُوۡنِ الۡبَرۡزَخِ سَبِيۡلاً سُلِّطَتِ الۡاَرۡضُ عَلَيۡهِمۡ فِيۡهِ ؛ (17)

''وہ سب برزخ سے وابستہ کر دیئے گئے اور یہ زمین اُن پر برزخ میں مسلط کر دی گئی۔''(17) اگلے جملے میں فرمایا ہے کہ:

''چنانچہ زمین اُن کا گوشت کھا گئی اور اُن کا خون پی گئی لہٰذا وہ قبروں کی دراڑوں میں نشو و نما سے محروم رہتے ہوئے صبح و شام کرتے ہیں اور جمادات کی طرح رہتے ہوئے ایسے دبلے اور لاغر ہوگئے کہ سابقہ حالت کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی (18)۔

9۔ برزخ کے متعلق تمام عقاید و تصورات قرآن اور اس خطبے کی رو سے من گھڑت کہانیاں ہیں۔

یہ دونوں جملے برزخ کو کوئی خاص مقام نہیں بتاتے بلکہ زمین اور قبر میں گزرنے والے حالات بتاتے ہیں جہاں مرنے کے دن سے مواخذے کیلئے اٹھائے جانے والے دن تک خطبے میں مذکور آفات سے دوچار رھنا ہے۔ مذہبی کہانیوں میں برزخ ایک ایسے مقام کو بتایا جاتا ہے جہاں وہ لوگ رہیں گے جو نہ جنت میں جا سکے اس لئے کہ اعمال کا پلڑا برابر ہو گیا تھا لہٰذا نہ جنت کے حقدار ہوئے نہ جہنم میں بھیجے گئے لہٰذا برزخ میں انہیں ترقی کا موقع دیا جائے گا اور پھر وہ جنت میں داخل کر دئے جائیں گے۔ ایسا ہی تصور بچوں کے لئے دیا گیا ہے جو خود ساختہ کہانیاں ہیں۔ اور علامہ لوگوں کی بنائی ہوئی بہت عمارتیں گر جاتی ہیں۔ قرآن میں برزخ یوں مذکور ہوا ہے۔

9 (الف)۔ قرآن اور برزخ۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِO لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَO (23/99-100)

مودودی ترجمہ: ''جب اُن میں کسی کو موت آ جائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ اے میرے رب مجھے اُسی دنیا میں واپس بھیج دیجئے جسے میں چھوڑ کر آیا ہوں امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا'' ہرگز نہیں یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ بک رہا ہے۔ اب اُن سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔'' (مومنون (23/99-100) تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 300-299)

مودودی کی تشریح:

''93؎ ''برزخ'' فارسی لفظ ''پردہ'' کا معرب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اب اُن کے اور دنیا کے درمیان ایک روک ہے جو انہیں واپس جانے نہیں دے گی اور قیامت تک یہ دنیا اور آخرت کے درمیان کی اس حد فاصل میں ٹھیرے رہیں گے۔'' (ایضاً صفحہ 300 جلد 3)

علامہ نے برزخ کو حد فاصل کہہ کر مذکورہ بالا عقاید اور تصورات کی بنیاد رکھ دی ہے۔ خطبہ کی رو سے برزخ کوئی حد فاصل نہیں بلکہ ایک زمانہ اور وقت ہے جس میں زمین اور موسمیں مسلط ہیں اور اُن پر آفات و مصائب کی بارش کرتے ہیں۔

9 (ب)۔ برزخ میٹھے اور کھاری پانی کو الگ الگ رکھتا ہے۔

دوسرے مقام پر برزخ کے سلسلے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا O (25/53)

''وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے لذیذ اور شیرین ہے اور دوسرا تلخ اور شور ہے اور دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ جو اُنہیں گڈمڈ ہونے سے روکے ہوئے ہے۔''

اور تیسرے مقام پر فرمایا ہے کہ:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِO بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِO (رحمٰن 55/19-20)

''دو سمندروں کو اُس نے چھوڑ دیا تاکہ باہم مل جائیں پھر بھی اُن کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے وہ دونوں تجاوز (بغاوت) نہیں کرتے۔''

یہ دونوں مقامات بھی قریش والے برزخ کو کوئی سہارا نہیں دیتے۔

9(ج)۔ برزخ کے متعلق لغت کی تحقیقات بھی نوٹ کرلیں۔

اب قارئین لغات القرآن مرتبہ مولٰنا عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین دھلی کا بیان سنئے:

''برزخ۔ دو چیزوں کے درمیان کی حد، روک، حائل۔ عالم برزخ موت سے حشر تک کے عالم کا نام ہے۔ مولانا محمد سورتی مرحوم ''رسالہ عالم برزخ'' میں رقمطراز ہیں:

''مولوی اسلم صاحب لکھتے ہیں کہ

''برزخ غالبًا فارسی لفظ ''پردہ'' سے معرب کیا گیا ہے جس کے معنی ''آڑ'' کے ہیں۔ برزخ کے متعلق درحقیقت یہ تمام بحث نرالی ہے۔ اسی لئے اسے فارسی سے معرب بتایا گیا ہے۔ عام قائدہ کے مطابق اگر پردہ کی تعریب کی جائے تو ''تو فردج'' یا ''فرزخ'' ہونی چاہئے۔ مگر یہاں ہر ایک بات بے قاعدہ ہے اس لئے پردہ سے برزخ بن گیا ہو تو کیا تعجب ہے؟ یہ طے شدہ امر ہے کہ جس زبان میں کسی معنی کے لئے لفظ نہ ہو تو وہ دوسری زبان سے لانے کی فکر کرے گی۔ عربی میں آڑ کے لئے اور پردہ کے لئے حجاب اور ستر وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا اسے کیا ضرورت ہوئی کہ ''پردہ'' کی تعریب کرے قرآن نے برزخ کو دو چیزوں میں فصل، حد فاصل اور موت وحشر کے درمیان جو مدت ہے اس کے واسطے استعمال کیا ہے کسی طرح سے یہ لفظ فارسی الاصل نہیں۔ ممکن ہے عبری (عبرانی) ہو یا سریانی ہو مگر بلا کسی حجت کے اسے پردہ سے معرب بتا دینا عجیب اجتہاد ہے۔ ہمیں معربات کی کتابوں میں اس کا پتہ نہیں لگا۔ نہ اس سے قبل کسی نے اسے فارسی لفظ سے معرب بتایا ہے۔ گو ممکن ہے آج کل کے مستشرقین کی یہی تحقیق ہو۔'' (لغات القرآن جلد 2 صفحہ 29-28)

نوٹ کریں کہ قریشی علما قرآن کو مشکوک کرنے اور اپنے عقاید کو قرآن سے ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب اجتہادات بھی کرتے رہے ہیں۔

10۔ علاج معالجہ اور طبیبوں اور اُن کے مریضوں اور امراض پر غور طلب ریمارکس۔

حضورؑ علیہ السلام اپنے چار جملوں (58 تا 55) میں طبیبوں اور مریضوں اور علاج و معالجہ پر اعتراض فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بیمار ہونے کی صورت میں لوگ وہ راستہ اختیار کر لیتے ہیں جس پر چل کر صحت حاصل کرنے کی عادت پہلے سے حکیموں نے لوگوں میں پیدا کر دی ہے۔ یعنی اگر حکیم و طبیب موجود نہ رہے ہوتے لوگوں میں وہ عادت پیدا نہ ہوئی ہوتی اور لوگ فطرت سے قریب رہتے اور صحت حاصل کرنا سہل ہوتا۔ پھر یہ فرمایا کہ حکیم صاحبان یہ سمجھتے اور بتاتے ہیں کہ بیماریاں گرمی یا سردی بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا گرمی کو کم کرنے کے لئے ٹھنڈ پیدا کرنے والی دوائیں دی جائیں تو صحت واپس آجاتی ہے اور سردی کو کم کرنے کے لئے گرم دوائیں دینے سے صحت حاصل ہو جاتی ہے اور بس۔ نہ کہیں جراثیم کا ذکر نہ اللہ کا تعلق نہ اخلاق کا اثر۔ نہ نفسانی دباؤ کی وجہ۔ بس صرف سردی اور گرمی پر سارا زور لگایا جاتا ہے نہ دوران خون کا پتہ لگانے کے لئے نبض دیکھنے کی بات جاتی ہے۔ نہ یہ پتہ لگایا جاتا ہے کہ گرمی یا سردی کو جسم نے کیوں اور کیسے بڑھا لیا ہے؟ اسے زیادہ ٹھنڈ یا گرمی اختیار کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی تھی؟ قارئین نوٹ کریں کہ اسی قسم کے خطبات اور لکچروں نے علم طب پر روشنی ڈالی تھی اور حکیموں اور طبیبوں اور جراحوں نے اپنے پیشوں اور فنون میں مزید معلومات حاصل کی تھیں۔ آپ نے سابقہ خطبہ (209/8) میں پڑھا ہے کہ مومنین کے لئے ہر قسم کی مدد فراہم کرنے کا انتظام کر دیا گیا ہے وہ انتظامِ صحت و شفا اور بے نیازی بھی فراہم کر دیتا ہے۔ صرف اس سے وابستگی اور طلب کی ضرورت ہوتی ہے (خطبہ دوبارہ پڑھیں)۔ وہاں علم و یقین و تعلیمات خداوندی کے چشمے ضرورت مندوں تک لے جانے کا ذکر بھی ملے گا۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 219

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 213

خُطبہ ﴿214﴾

1۔ انبیاؑء ورسلؑ سے خالی زمانہ میں منجانب اللہ راہنمائی وہدایت کاری واحکام جاری رہنا لازم رہتا چلا آیا ہے۔

2۔ انؑ پر ملائکہ کا ہجوم رہا کرتا ہے ان کے لئے آسمان کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

رِجَالٌ لَّاتُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَابَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ... (نور 24/37)	1	وہ بھی لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے بے توجہ نہیں کرتے (24/37)
اِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهُ وَتَعَالٰى جَعَلَ الذِّكۡرَ جَلاءً لِلۡقُلُوۡبِ تَسۡمَعُ بِهِ بَعۡدَ الۡوَقۡرَةِ وَتُبۡصِرُ بِهِ بَعۡدَ الۡعَشۡوَةِ وَ تَنۡقَادُبِهِ بَعۡدَ الۡمُعَانَدَةِ ؛	2	یقیناً اللہ پاک اور برتر نے ذکر مطلق ومجسم کو دلوں کے لئے آب وتاب بنایا ہے کہ ذکر سے پیدا شدہ آب وتاب کے بعد نپٹ بہرے بھی قوت سماعت پالیتے ہیں۔ اور اندھروتے کے بعد بینائی مل جاتی ہے اور دشمنی اور مخالفت کے بعد فرمانبرداری اوراطاعت پیدا ہوجاتی ہے۔
وَمَا بَرِحَ لِلّٰهِ ،عَزَّتۡ آلَاؤُهُ . فِي الۡبُرۡهَةِ بَعۡدَ الۡبُرۡهَةِ ؛	3	اور ہمیشہ خدا کی طرف سے نعمتیں اور بخششیں جاری رہی ہیں اور ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ میں بھی اس کی نعمتیں غالب رہی ہیں۔
وَفِيۡ اَزۡمَانِ الۡفَتَرَاتِ عِبَادٌ نَّاجَاهُمۡ فِيۡ فِكۡرِهِمۡ ؛	4	اور نبیوںؑ اور رسوؑلوں سے خالی زمانوں میں ایسے لوگؑ موجود رہتے چلے آئے ہیں جن کی فکر سے راز داری رکھی گئی (یعنی راز بتائے گئے)
وَكَلَّمَهُمۡ فِيۡ ذَاتِ عُقُوۡلِهِمۡ ؛	5	اور جن کی عقلوں سے کلام کیا جاتا رہا ہے۔
فَاسۡتَصۡبَحُوۡا بِنُوۡرِ يَقۡظَةٍ فِي الۡاَبۡصَارِ وَالۡاَسۡمَاعِ وَالۡاَفۡئِدَةِ ؛	6	چنانچہ وہ لوگ ایسی صبح کرتے تھے کہ ان کی آنکھیں اور کان اور قلوب نور کی بوچھاڑ سے جاگ اٹھتے تھے۔
يُذَكِّرُوۡنَ بِاَيَّامِ اللّٰهِ ؛	7	اور وہ گزشتہ ایام خداوندی کی یاد تازہ کرتے رہتے تھے۔
وَيُخَوِّفُوۡنَ مَقَامَهُ ، بِمَنۡزِلَةِ الۡاَدِلَّةِ فِي الۡفَلَوَاتِ ؛	8	اور اللہ کے عظیم الشان مقام اور اس کی طرف سے عائد کی ہوئی پابندیوں کی خلاف ورزی سے ڈراتے رہتے تھے۔ وہ جنگلوں اور بیابانوں میں راہنمائی کرنے والوں کی طرح ہوتے تھے۔

عربی متن	نمبر	اردو ترجمہ
مَنْ اَخَذَالْقَصدَ حَمِدُوْا اِلَیْهِ طَرِیْقَهُ وَبَشَّرُوْهُ بِالنَّجَاةِ ؛	9	جو میانہ روی اختیار کرتا اس کے طرزِ عمل کی حمد و ثنا کرتے اور انہیں نجات کی خوشخبری دیتے۔
وَمَنْ اَخَذَ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا ذَمُّوْا اِلَیْهِ الطَّرِیْقَ وَحَذَّرُوْهُ مِنَ الْهَلَکَةِ ؛	10	اور جو کوئی راہ راست کو چھوڑ کر دہنے یا بائیں والا راستہ اختیار کرتا اس کے طرزِ عمل کی مذمت کرتے اور اسے تباہی سے خبردار کرتے۔
وَکَانُوْا کَذٰلِکَ مَصَابِیْحَ تِلْکَ الظُّلُمَاتِ ، وَاَدِلَّةَ تِلْکَ الشُّبُهَاتِ ؛	11	اور یوں وہ لوگ ان تاریکیوں اور گمراہیوں کے لئے ہدایت کے چراغ ثابت ہوتے اور ان شبہات میں دلیل راہ بنتے تھے۔
وَاِنَّ لِلذِّکْرِ لَاَهْلًا اَخَذُوْهُ مِنَ الدُّنْیَا بَدَلًا فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَابَیْعٌ عَنْهُ ؛	12	اور یقیناً ذکر کو قبول کرنے والے اور اہل ذکرؑ بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے دنیا میں ہر چیز کے بدلے میں ذکر کو اختیار کیا چنانچہ ان لوگوں کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر سے باز نہیں رکھتی ہے۔
یَقْطَعُوْنَ بِهِ اَیَّامَ الْحَیَاةِ ؛	13	وہ ذکر خداوندی کی مدد سے اپنی زندگی کے دن گزارتے ہیں۔
وَیَهْتِفُوْنَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فِیْ اَسْمَاعِ الْغَافِلِیْنَ ؛	14	اور اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں اور چیزوں سے غافل رہنے والے لوگوں کے کانوں میں اللہ کی طرف سے ملی ہوئی تنبیہات ڈانٹ کر پہنچاتے رہتے ہیں۔
وَیَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ وَیَاْتَمِرُوْنَ بِهِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ ؛	15	اور تدریج کے ساتھ قسطوں پر احکام دیتے ہیں اور خود بھی اسی طرح عمل کرتے ہیں اور عالمی ناپسندیدہ چیزوں سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے رکے رہتے ہیں۔
فَکَاَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْیَا اِلَی الْاٰخِرَةِ وَهُمْ فِیْهَا فَشَاهَدُوْا مَا وَرَاءَ ذٰلِکَ ؛	16	چنانچہ ان کا حال یہ ہے گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی منزل تک طے کرلیا ہے اور وہ آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ سب کچھ مشاہدہ کرلیا ہے جو اس سے بھی اُدھر ہے۔
فَکَاَنَّمَا اطَّلَعُوْا غُیُوْبَ اَهْلِ الْبَرْزَخِ فِیْ طُوْلِ الْاِقَامَةِ فِیْهِ ؛	17	اور گویا برزخ والوں کے حالات کی بھی انہیں اطلاعات حاصل ہو چکی ہیں اب انہیں ان کے وہ غائب حالات بھی معلوم ہیں جو انہیں وہاں طویل قیام کے دوران پیش آنا ہیں۔
وَحَقَّقَتِ الْقِیَامَةُ عَلَیْهِمْ عِدَاتِهَا ؛	18	اور قیامت نے ان پر اپنے وعدوں کی تحقیق و تصدیق کردی ہے۔
فَکَشَفُوْا غِطَآءَ ذٰلِکَ لِاَهْلِ الدُّنْیَا حَتّٰی کَاَنَّهُمْ یَرَوْنَ مَا لَایَرَی النَّاسُ ؛	19	چنانچہ انہوں نے دنیا والوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا ہے گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جو دنیا کے دوسرے لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے۔
وَیَسْمَعُوْنَ مَالَا یَسْمَعُوْنَ ؛	20	اور وہ کچھ سن رہے ہیں جو دوسروں کو سنائی نہیں دیتا ہے۔

عربی	نمبر	ترجمہ
فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِيْ مَقَاوِمِهِمِ الْمَحْمُوْدَةِ وَمَجَالِسِهِمِ الْمَشْهُوْدَةِ ؛	21	لہٰذا اگر تم اپنی عقل سے انہیں ان کی ان قابل حمد وثنا اور قابل مشاہدہ مجالس میں دیکھو جہاں وہ جمع ہوتے رہتے ہیں۔
وَقَدْ نَشَرُوْا دَوَاوِيْنَ اَعْمَالِهِمْ ؛	22	اور جہاں وہ اپنے اعمال کے دیوان اور دفتر پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔
وَفَرَغُوا الْمُحَاسَبَةِ اَنْفُسِهِمْ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرَةٍ وَّكَبِيْرَةٍ اُمِرُوْا بِهَا فَقَصَّرُوْا عَنْهَا اَوْ نُهُوْا عَنْهَا فَفَرَّطُوْا فِيْهَا ؛	23	اور اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال پر ایک ایک کر کے نظر ڈالتے اور اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور ان اعمال کو دیکھتے ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان سے ان میں کمی ہوئی ہے یا جن کاموں سے انہیں منع کیا گیا تھا اور ان سے کوتاہی ہوئی ہے۔
وَحَمَّلُوْا ثِقْلَ اَوْزَارِهِمْ ظُهُوْرَهُمْ ؛	24	اور پھر اپنی وزارتی اور مشاورتی ذمہ داریوں کا بار اپنی پشت پر دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ وہ
فَضَعُفُوْا عَنِ الْاِسْتِقْلَالِ بِهَا ، فَنَشَجُوْا نَشِيْجًا ، تَجَاوَبُوْا نَحِيْبًا يَعِجُّوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ مِّنْ مَّقَامِ نَدَمٍ وَّاعْتِرَافٍ ؛	25	ان ذمہ داریوں کے مقابلے میں بہت ہی کمزور نکلے کہ انہیں استقلال سے سنبھال سکتے۔ چنانچہ یہ محسوس کرتے ہی ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور آپس میں اپنی کمزوری پر سوال و جواب کرتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ندامت کیساتھ اپنی عاجزی پر اعتراف کرتے ہیں۔
لَرَاَيْتَ اَعْلَامَ هُدًى وَمَصَابِيْحَ دُجًى ؛	26	یہ وہ وقت ہوگا جب تم اپنے سامنے ہدایت کے نشاناتؑ اور اندھیرا دور کرنے والے چراغوںؑ کو موجود پاؤ گے کہ
قَدْ حَفَّتْ بِهِمِ الْمَلَائِكَةُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَفُتِحَتْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَاُعِدَّتْ لَهُمْ مَّقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ فِيْ مَقَامٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ وَحَمِدَ مَقَامَهُمْ ؛	27	جن کے گرد ملائکہ حلقہ باندھے ہوئے ہوں گے۔ ان رونے والوں پر تسلی اور سکون نازل ہو رہا ہوگا اور ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جا رہے ہوں گے اور ان کے لئے بلند و بالا مسندیں آراستہ کی جائیں گی ایک مقام پر جہاں پر اللہ کی نوازشیں ان پر طلوع ہوں گی چنانچہ اللہ ان کی کوششوں سے راضی ہوگیا اور ان کے حاصل کردہ مقام کی ستائش وحمد کی،
يَتَنَسَّمُوْنَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ التَّجَاوُزِ ؛	28	وہ لوگ اللہ کی طرف سے فراہم کردہ درگزر اور معافی کی راحت و مسرت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔
رَهَائِنُ فَاقَةٍ اِلٰى فَضْلِهٖ وَاُسَارٰى ذِلَّةٍ لِعَظَمَتِهٖ جَرَحَ طُوْلُ الْاَسٰى قُلُوْبَهُمْ وَطُوْلُ الْبُكَاءِ عُيُوْنَهُمْ ؛	29	یہ لوگ اللہ کے فضل و کرم میں رہن اور بندھے ہوئے ہیں اور اس کی عظمت کے قیدی ہیں وہ غم واندوہ کی طویل مدت گزارنے کی وجہ سے زخمی دل رکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں طویل گریہ اور رونے سے مجروح ہیں۔

لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ ؛	30	وہ لوگ ہر وہ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں جو اللہ کی طرف راغب کرے اور توجہ مبذول کرائے۔
يَسْاَلُوْنَ مَنْ لَاتَضِيْقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ ؛	31	وہ ہراس شخص سے سوال کرتے ہیں جس کی سخاوت اور نوازشیں تنگ دامنی سے دور رہتی ہوں۔
وَلاَ يَخِيْبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُوْنَ ؛	32	اور جس کی طرف سے سائل مایوس ہوکر نہ پلٹتے ہوں۔
فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ فَاِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْاَنْفُسِ لَهَاحَسِيْبٌ غَيْرُكَ؛	33	اے میرے خطبے کے مخاطب لوگو تم اپنے لئے خود اپنا اور اپنے کردار کا محاسبہ کرلو کیونکہ دوسروں کا محاسبہ کرنے والا اپنے حالات پر نہیں بلکہ دوسروں کے کردار سے واقف ہوتا ہے"

تشریحات:

اس خطبے کی ابتدا میں حضور علیہ السلام نے ایک ایسی کلیدی آیت سے کی ہے جسکے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم اس آیت کو بنیادی صورت حال کے ساتھ لکھیں تاکہ پورا خطبہ قرآن سے وابستہ ہوجائے چنانچہ سنئے کہ اللہ نے ارشادفرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلاً مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَO اللّٰهُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌO فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَابِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ O رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُO لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَاعَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍO (24/34-38)

"اور یقیناً ہم نے تمہارے پاس صاف صاف ہدایت کرنے والی آیات بھیج دی ہیں۔اور اُن قوموں کی عبرت ناک مثالیں بھی ہم نے تمہارے سامنے رکھ دی ہیں جو تم سے پہلے اس دنیا کو خالی کر کے چل دی ہیں اور وہ مثالیں متقی لوگوں کے لئے وعظ اور سبق ہیں۔اللہ ہی تو آسمانوں اور زمینوں کو نور عطا کرنے والا ہے یعنی ساری کائنات اللہ کی قوت وقدرت سے موجود اور واضح ہے۔اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو۔اور وہ چراغ ایک فانوس (گلوب) میں ہو اور فانوس بھی ایسا ہو جیسے موتی کی طرح ضیاء پاشی کرنے والا ستارہ،اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو اور وہ درخت مشرق اور مغرب کی نسبتوں سے مبرا ہو۔جس کا تیل بلا آگ کی مدد کے خود بخود دھڑک اٹھتا ہو۔یعنی وہ اللہ کے اس نور میں نور ہی نور کا اضافہ کرتا چلا جائے۔اللہ اپنے اُس نور اور نور پر نور کی طرف جسے چاہتا ہے راہنمائی کردیتا ہے۔اور اللہ اُس راہنمائی ہی کے لئے یہ مثالیں لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے۔اور اللہ ہر شے کا کماحقہ عالم ہے۔اور اللہ کی وہ راہنمائی ان گھروں میں محفوظ ہے جن کی رفعت و بلندی کا اللہ نے حکم دیا

ہوا ہے۔جن میں اللہ کا تذکرہ جاری رہتا ہے۔اور اُن ہی گھروں میں اللہ کی تسبیحات صبح شام اور شام سے صبح تک جاری رہتی ہیں۔اور اُن گھروں میں وہ مرد ہیں جن کو کاروبار دنیا تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ''ذکر'' سے غافل نہیں کرسکتی ہے اور نہ ہی نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی بروقت ادائیگی سے باز رکھ سکتی ہے۔وہ اُس روز سے ڈرتے ہیں اور ڈراتے ہیں جس دن دل و دماغ اور آنکھیں انقلاب سے تلپٹ ہو جائیں گے۔تاکہ انہیں ڈرتے رہنے کی بنا پر اُن کے بہترین اعمال کی جزا ملے اور اللہ انہیں اپنے فضل سے اُن کے اعمال سے زیادہ جزا دے گا۔اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے بے حساب و شمار سامان حیات دیتا رہتا ہے''۔(سورہ نور 38 تا 24/34)

2۔حیات کائنات اور مظہر ذات خداوندی یعنی وجود محمدؐ اور سرپرستان محمدؐ اور خانوادہ محمدؐ۔

ان آیات میں سرکار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت بیان کی گئی ہے اور ساتھ ہی اُن حضراتؑ کا تذکرہ ہوا ہے جن کی سپردگی میں نور محمدؐ دیا گیا تھا۔جنہوں نے اُس نور خدا کو اپنے انوار و اجسام و ابدان میں محفوظ رکھا اُسے روز افزوں جلا دی اور اُس نور کو وہ جسم و بدن فراہم کیا جس سے اُس کو آنکھوں سے دیکھنا اور قلوب کو نورانی کرنا ممکن ہوگیا۔اور اُس کی نورانیت کو روز افزوں کرتے ہوئے قیامت تک کے لئے اس کے قرب و تعارف کا انتظام کیا۔اور نور بالائے نور بناتے چلے جانے کا انتظام و انصرام کیا۔اور خود کو وہ شجرہ طیبہ ثابت کیا جو جغرافیائی نسبتوں اور حدود کی قید سے ارفع و اعلیٰ ہے۔اور اُس نور کو وہ تمام سامان فراہم کیا جو کسی اور مادی ذریعہ سے حاصل نہ ہوسکتا تھا۔اور آگ اور آگ کی مخلوق ابلیس سے قطعاً مخلوط نہ ہونے دیا۔اور اس پر نازل کردہ تعلیماتِ خداوندی کو چار دانگِ عالم میں پھیلا دیا۔اُس کے دین کو اپنے اور اپنے اعزا و اقربا اور چاہنے والوں کے خون سے روشن و تابناک اور رنگین بنا دیا۔جو اُس کے چاروں طرف روز ازل سے اور قیامت تک اُسی طرح محافظ رہے ہے جس طرح فانوس چراغ کا تحفظ کرتا ہے۔جو اُن ہی کے نور کی طرح نورانی فانوس اور تابناک محافظ تھے۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسم نور تھے۔اُن میں ظلمانیت یا مادیت کا ایک ذرہ بھی نہ تھا۔جن لوگوں نے ان آیات (24/35-36) میں اللہ کو مذکورہ نور سمجھا ہے انہوں نے اللہ کو مخلوق بنا دیا ہے۔اللہ تو پوری کائنات کا اور نور و ظلمات کا خالق ہے (6/1)۔یہ ہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں اللہ کو نور نہیں بنایا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو وہ مذکورہ نور لکھا ہے۔اور اللہ نے حضورؐ کو بعثت کے بعد بھی نورؐ فرماتے ہوئے کہا کہ: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ O(5/15) یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور مُنہ بولتی کتاب دونوں آگئے ہیں۔''اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آنحضرتؐ تخلیق کائنات سے کروڑوں سال پہلے کی پہلی مخلوق تھے۔اور ساری کائنات کی ہر مخلوق کے لئے رحمت (7/156) اور ہادی و نذیر تھے (25/1)۔اور اس کے باوجود اللہ نے حضورؐ پر آپ کے سرپرستوں کی پیروی اور اطاعت واجب کی ہے (6/90) اُن کا انتہائی احترام آپؐ پر فرض کیا ہے (17/23-24)۔اور وہ بزرگ حضرت ابو طالبؑ حضرت عبدالمطلب اور حضرت ھاشم علیھم السلام وغیرہ تھے جن کی سرپرستی کو اللہ نے اپنی سرپرستی قرار دیا ہے (8 تا 93/6) اُن ہی حضرات کو امت مسلمہ فرمایا ہے (2/128) اُن ہی کو ملت ابراہیم (4/125) فرمایا ہے اور اُن ہی کی پیروی آنحضرتؐ پر اور پوری نوع انسان پر واجب کی ہے۔(16/123)۔

3۔رسولؐ کریم اور قرآن کریم دونوں کا لقب ''ذکر'' ہے مگر کتاب اور رسولؐ میں امتیاز کرنا مشکل نہیں ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ تخلیق کائنات سے لامحدود مُدّت پہلے سے آنحضرت رحمت و ہادی اور نذیر کی حیثیت سے موجود تھے اور برابر اپنی جسمانی بعثت تک ہدایت و تنذیر کے لئے موجود رہتے چلے آئے ہیں اور قرآن کے بقول جسمانی بعثت میں بھی ایک رسولؐ اور مجسم ذکر کی حیثیت

سے عالم بالا سے نازل کئے گئے تھے اور فرمایا گیا تھا کہ:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا Oرَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ...(65/10-11)

''اے دانشور مومنین تم اللہ کے سامنے ذمہ داریاں اختیار کرو یقیناً اللہ نے تمہارے پاس عالم بالا سے ایک ایسا رسولؑ نازل کر دیا ہے جو مجسم ذکر ہے اور تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور اصلاحی اعمال بجالانے والوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔''(سورۃ طلاق 11-65/10)

اسی طرح قرآن کریم کو بھی ذکر کا لقب دیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ O(نحل 16/44)

''اور ہم نے تمہاری طرف بھی مخصوص ذکر نازل کر دیا ہے تاکہ تم لوگوں سے یہ بیان کر دو کہ اُن کے لئے کیا ہدایات نازل کی گئی ہیں اور شاید وہ اس ذکر کے متعلق تفکر سے کام لیں (نحل 16/44)

4۔ نذیر للعالمین ذکر کی صورت انبیاءؑ و رسلؑ اور متعلقہ ھادیوں کی راہنمائی میں مصروف رہتا چلا آیا ہے۔

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام جس حقیقت پر لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی ہدایات وتعلیمات مخلوقات تک پہنچانے کے لئے بہت موزوں طریقے ہیں۔ یعنی صرف نبیؑ اور رسولؑ ہی پر تعلیمات و ہدایات خداوندی منحصر نہیں ہیں۔ نبیوںؑ اور رسولوںؑ کو تو صرف صاحبان عقل کی ہدایت کاری سونپی گئی تھی۔ لیکن باقی مخلوقات کو بھی ہدایاتِ خداوندی کی احتیاج ہے اور یہ احتیاج تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے اور تعلیم وہدایت بھی ساتھ ساتھ جاری رہتی ہے چنانچہ فرمایا گیا کہ: قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰىO(20/50)

''حضرت موسیٰ نے فرعون کو بتایا کہ ہمارا پروردگار وہ جس نے ہر چیز کو تخلیق بخشی اور انہیں ہدایت کر دی (20/50) سوچئے کہ کارِ تخلیق تو حضرت آدم علیہ السلام سے کروڑوں سال پہلے سے جاری تھا اس وقت آدمؑ ہی نہ تھے تو نبیؑ اور رسولؑ کہاں سے ہوتے؟ لہٰذا وہی ہستی ہدایت کی ذمہ دار تھی جسے نذیر للعالمین فرمایا گیا (25/1)۔ جس کیلئے اولین نذیر کہا گیا هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۔ یہ اولین نذیروں میں سے بھی پہلا نذیر ہے (53/56) لہٰذا جمادات ہوں یا نباتات ہوں ملائکہ ہوں یا حیوانات ہوں۔ درندے ہوں یا چرندے ہوں۔ پرندے ہوں یا حشرات الارض ہوں جنات ہوں یا انسان ہوں یا خود انبیاءؑ اور رسلؑ ہوں سب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہادی نذیر نبی اور رسولؑ تھے اور رہیں گے۔ وہیؐ ہواؤں، فضاؤں، آسمانوں زمینوں اور جراثیم کے لئے ہادی و نذیر ہیں کوئی ان کے دائرہ ہدایت سے باہر نہیں نکلتا۔ وہ حضرت اللہ کی طرف سے محیر العقول صورتوں میں ساری کائنات کی اور کائنات کی تمام موجودات کی ہدایت کرتے رہے ہیں۔ سارے نبیؑ اور تمام رسولؑ اُن کی تصدیق وتائید کے محتاج ومنتظر رکھے گئے سب کا فریضہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ ان کے پاس آئیں اور ان کی تصدیق کریں تو اُن پر ایمان لائیں ان کی نصرت کریں (3/81) مطلب یہ ہے کہ یہ بھری پُری کائنات ہر وقت آنحضرتؐ کے وجود سے لبریز رہتی اور ہدایت پاتی چلی آئی ہے اور حضورؐ کے ماتحت تعلیماتِ خداوندی کے نہ معلوم کتنے ادارے اور کس کس شکل میں کام کرتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک کام کرتے چلے جائیں گے۔

5۔انبیاؑءاور رسُلؑ کے علاوہ کچھ اور ہادی حضرات کا ہر وقت موجود ہونا۔

اس خطبے سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ انبیاؑءاور رسُلؑ کے علاوہ کچھ اور ہادی بھی تیار کئے جاتے ہیں جو اپنے زمانے کے نبیوںؑ یا رسوُلوں سے ہدایات لے کر نزدیک و دور پھیلاتے ہیں اگر فترت کا زمانہ ہو تو ساری کائنات کے نذیر اور ذکر سے استفادہ کرتے ہیں اور انسانوں کو ضروری اور متعلقہ ہدایات وتعلیمات پہنچاتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی لمحہ ذکر سے منقطع نہیں ہوتے اور چونکہ اُن کا قلبی، دماغی، رابطہ ذکرؑ سے رہتا ہے لہٰذا انہیں ہدایات خداوندی بذریعہ کلام بھی پہنچتی ہیں ان کے دلوں، دماغوں اور کانوں میں بھی رہنمائی پہنچائی جاتی ہے۔خطبہ میں ان ہی حضرات پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 220

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 214

خُطبہ ﴿215﴾

1۔ اس خطبے کو پڑھنے اور سننے والا شخص اگر غیرت مند اور شریف طبیعت ہے تو ہمیشہ کیلئے گناہ اور سرکشی سے رک جائیگا۔

2۔ دنیا فریب نہیں دیتی صاف اور صحیح صورتِ حال پیش کرتی ہے۔

3۔ گناہ کرنے والوں کو آج سے آپ ظالم اور بے غیرت قرار دیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

یٰاَیُّھَا الۡاِنۡسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ (سورہ الانفطار 82/6)	1	اے انسان تجھے اپنے کرم فرما پروردگار سے کس نے باغی و سرکش بنادیا؟(82/6)
اَدۡحَضُ مَسۡؤُلٍ حُجَّةً ؛	2	جس سے سوال کیا گیا ہے وہ جواب میں کوئی دلیل اور وجہ پیش کرنے سے عاجز ہے۔
وَاَقۡطَعُ مُغۡتَرٍّ مَّعۡذِرَةً ؛	3	اس مغرور اور سرکش کا ہر بہانہ اور عذر لنگڑا اور بے کار ہے۔
لَقَدۡ اَبۡرَحَ جَھَالَةً بِنَفۡسِهٖ ؛	4	اس نے خود کو جہالت میں ڈال رکھا ہے۔
یَا اَیُّھَا الۡاِنۡسَانُ مَاجَرَّاَکَ عَلٰی ذَنۡبِکَ وَمَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ وَمَاانَسَکَ بِهَلَكَةِ نَفۡسِکَ؟	5	اے انسان تجھے کس چیز نے نافرمانی اور گناہ پر جری کر دیا ہے؟ اور تجھے کس چیز نے غرور اور فریب میں مبتلا کیا ہوا ہے؟ کہ تو اپنے رب سے سرکش ہو گیا۔ اور وہ کون سی چیز ہے جس نے تجھے اپنی تباہی تک سے مانوس کر دیا ہے؟
اَمَا مِنۡ دَائِکَ بُلُوۡلٌ ؛	6	آیا کیا تیرا مرض لا علاج ہے اور تیرے لئے شفا نہیں ہے؟
اَمۡ لَیۡسَ مِنۡ نَوۡمِکَ یَقۡظَةٌ ؟	7	یا یہ بات ہے کہ تیرے لئے غفلت کی نیند سے بیداری ہے ہی نہیں؟
اَمَا تَرۡحَمُ مِنۡ نَّفۡسِکَ مَاتَرۡحَمُ مِنۡ غَیۡرِکَ ؟	8	کیا تجھے اپنی جان پر اتنا رحم بھی نہیں آتا ہے جتنا تو دوسروں پر رحم کرتا ہے؟
فَلَرُبَّمَا تَرَی الضَّاحِیَ مِنۡ حَرِّ الشَّمۡسِ فَتُظِلُّهٗ ؛	9	بسا اوقات تو سورج سے جلتی ہوئی ریت پر کسی کو گرمی میں تکلیف میں دیکھتا ہے تو اس پر چھاؤں کر دیا کرتا ہے۔
اَوۡتَرَی الۡمُبۡتَلٰی بِاَلَمٍ یُمِضُّ جَسَدَهٗ فَتَبۡکِیۡ رَحۡمَةً لَهٗ ؛	10	یا کسی کو جسمانی درد والم کی تکلیف میں دیکھتا ہے تو ہمدردی کی وجہ سے تو رونے لگتا ہے۔

فَمَا صَبَّرَکَ عَلٰی دَائِکَ وَجَلَّدَکَ عَلٰی مُصَابِکَ ؟	11	مگر تجھے خود اپنی تکلیف پر کس چیز نے صابر بنا دیا ہے؟ اور خود اپنی مصیبتوں پر تجھے برداشت کرنے کی طاقت دے دی۔
وَعَزَّکَ عَنِ لْبُکَاءِ عَلٰی نَفْسِکَ ؟ وَھِیَ اَعَزُّ الْاَنْفُسِ عَلَیْکَ ؟	12	اور خود اپنے اوپر رونے سے تجھے تسلی دلا دی ہے حالانکہ تیرے نزدیک تیری اپنی جان ساری جانوں سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔
وَکَیْفَ لَا یُوْقِظُکَ خَوْفُ بَیَاتِ نِقْمَۃٍ وَقَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِیْہِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِہٖ ؛	13	اور یہ کیا بات ہے کہ تجھے رات کو عذاب خداوندی کے نازل ہو جانے کا خوف بیدار نہیں رکھتا حالانکہ تو کھلم کھلا سرِ راہ گناہ کرتا رہتا ہے اور جان بوجھ کر عذاب کے اچانک آپڑنے سے نہیں ڈرتا ہے؟
فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَۃِ فِیْ قَلْبِکَ بِعَزِیْمَۃٍ وَمِنْ کَرَی الْغَفْلَۃِ فِیْ نَاظِرِکَ بِیَقْظَۃٍ ؛	14	تجھے چاہئے کہ اپنے دل کی سُستی اور بیماری کا معالجہ پختہ ارادہ اور کوشش سے کرے اور آنکھوں کے خواب غفلت میں مبتلا رہنے کا علاج شب بیداری سے کرے۔
وَکُنْ لِلّٰہِ مُطِیْعًا وَبِذِکْرِہٖ آنِسًا وَتَمَثَّلْ فِیْ حَالِ تَوَلِّیْکَ عَنْہُ اِقْبَالَہٗ عَلَیْکَ یَدْعُوْکَ اِلٰی عَفْوِہٖ وَیَتَغَمَّدُکَ بِفَضْلِہٖ ؛	15	اور چاہئے کہ تو اللہ کا مطیع اور فرماں بردار بن جائے۔ اور اللہ کے ذکر سے مانوس ہو جائے۔ ذرا اس صورتِ حال کی مثال پر غور کرو کہ اللہ تمہاری طرف بڑھا آرہا ہے اور تم اس کی ولایت سے نکلے جا رہے ہو۔ اور وہ تمہیں اپنی درگزر سے نوازنا چاہتا ہے۔ اور تمہیں اپنے فضل میں لپیٹ دینا چاہتا ہے۔
وَاَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ ؛	16	اور تم اس کی ولایت سے نکل کر دوسرے کی ولایت میں جانا چاہتے ہو۔
فَتَعَالٰی مِنْ قَوِیٍّ مَا اَکْرَمَہٗ ؛	17	دیکھو اللہ کتنا بزرگ و برتر اور قوی ہوتے ہوئے بھی بدلہ نہیں لیتا بلکہ کرم کرتا ہے۔
وَتَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِیْفٍ مَا اَجْرَاَکَ عَلٰی مَعْصِیَتِہٖ وَاَنْتَ فِیْ کَنَفِ سِتْرِہٖ مُقِیْمٌ وَّفِیْ سَعَۃِ فَضْلِہٖ مُتَقَلِّبٌ ؛	18	اور تم اتنے پست و کمزور ہوتے ہوئے بھی نافرمانی پر کتنی جرأت سے عمل کرتے ہو۔ حالانکہ تم اسی کی پناہ میں اور اسی کے پردہ پوش انتظام میں مقیم رہتے ہو۔ اور اسی کے فضل کی وسعتوں میں چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہو۔
فَلَمْ یَمْنَعْکَ فَضْلَہٗ وَلَمْ یَھْتِکْ عَنْکَ سِتْرَہٗ بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِہٖ مَطْرَفَ عَیْنٍ فِیْ نِعْمَۃٍ یُّحْدِثُھَا لَکَ ؛	19	پھر بھی اللہ نے اپنے فضل کو تجھ تک پہنچنے سے نہ روکا اور نہ تیرا پردہ فاش کر کے تجھے ذلیل کیا بلکہ اس نے ہر اس نعمت سے جو تیرے لئے پیدا کی تھی تجھے محروم نہ کیا اور
اَوْسَیِّئَۃٍ یَسْتُرُھَا عَلَیْکَ اَوْبَلِیَّۃٍ یَّصْرِفُھَا عَنْکَ ؛	20	یا ہر اس گناہ سے جس پر اس نے پردہ ڈالا یا ہر اس بلا سے جس سے تجھے بچایا تھا بطور انتقام آنکھ جھپکنے کی دیر تک بھی ملحوظ نہ رکھا۔

فَمَا ظَنُّکَ بِهٖ لَوْ اَطَعْتَهٗ ؛	21	چنانچہ تیری سرکشی کے باوجود جس نے یہ سلوک جاری رکھا اس کے متعلق تیرا اس صورت میں کیا خیال ہے اگر تو گناہوں کی جگہ اس کی اطاعت کرتا ہوتا؟
وَ اَیْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ کَانَتْ فِیْ مُتَّفِقَیْنِ فِی الْقُوَّةِ مُتَوَازِنَیْنَ فِی الْقُدْرَةِ لَکُنْتَ اَوَّلَ حَاکِمٍ عَلٰی نَفْسِکَ بِذَمِیْمِ الْاَخْلَاقِ وَمَسَاوِیءِ الْاَعْمَالِ ؛	22	بخدا اگر یہی صورت ان دو اشخاص کے درمیان پیدا ہوتی تو جو دونوں قوت اور قدرت میں بالکل برابر اور ہم پلہ ہوتے اور تُو ان دونوں میں سے ایک ہوتا اور برابر دوسرے کے ساتھ برا سلوک جاری رکھتا اور وہ تجھ پر احسان و کرم کرتا رہتا تو یقیناً تو اپنے اوپر احسان فراموشی محسن کشی اور بد کرداری کا حکم لگاتا۔
وَحَقًّا اَقُوْلُ مَا الدُّنْیَا غَرَّتْکَ ؛ وَلٰکِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ ؛	23	اور میں حق بات کیوں نہ کہہ دوں کہ درحقیقت دنیا نے نہ تجھے دھوکا دیا نہ سرکش بنایا بلکہ تو خود سمجھ بوجھ کر اس کے نام پر دھوکے میں آیا ہوا ہے۔
وَلَقَدْ کَاشَفَتْکَ الْعِظَاتِ وَاٰذَنَتْکَ عَلٰی سَوَاءٍ ؛	24	اور اس نے بلا شبہ تجھ پر ہر نصیحت واضح کی ہے اور تجھے برابر ہر بات پر مطلع رکھا ہے۔
وَلَهِیَ بِمَا تَعِدُکَ مِنْ نُزُوْلِ الْبَلَاءِ بِجِسْمِکَ وَالنَّقْصِ فِیْ قُوَّتِکَ اَصْدَقُ وَ اَوْفٰی مِنْ اَنْ تَکْذِبَکَ اَوْ تَغُرَّکَ ؛	25	اور جو جو وعدے اس نے تیرے جسم پر نازل ہونے والی بلاؤں کے لئے کئے تھے اور جو کچھ تیری طاقت میں خرابی پیدا ہونے کے سلسلے میں تجھ سے کہا تھا وہ اپنی تمام باتوں، وعدوں اور اطلاعات میں بڑھ چڑھ کر سچی اور وفادار نکلی چہ جائیکہ وہ تیرے ساتھ جھوٹ بولی ہوتی یا تجھے دھوکا دیتی۔
وَلَرُبَّ نَاصِحٍ لَّهَا عِنْدَکَ مُتَّهَمٌ وَصَادِقٍ مِّنْ خَبَرِهَا مُکَذَّبٌ ؛	26	اور اور بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے تجھے دنیاوی حالات پر نصیحتیں کیں جن پر اعتبار کے بجائے تو تہمت لگاتا رہا اور جن کی باتوں کو جھٹلاتا چلا گیا۔
وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِی الدِّیَارِ الْخَاوِیَةِ وَالرُّبُوْعِ الْخَالِیَةِ لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْکِیْرِکَ وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِکَ بِمَحَلَّةِ الشَّفِیْقِ عَلَیْکَ وَالشَّحِیْحِ بِکَ ؛	27	اور اگر تو خود بھی ان ٹوٹے پھوٹے شہروں اور تباہ شدہ وسنسان مکانوں اور خالی پڑے ہوئے گھروں سے دنیا کو سمجھنا چاہتا تو تو انہیں اچھی یاد دھانی اور دل میں اتر جانے والی نصیحت پاتا جو تجھے ایک مہربان دوست کے مقام سے ملتی اور جوان لوگوں کی نصیحت ہوتی جو تجھے برباد ہوتے دیکھنے میں کنجوسی کرتے ہیں۔
وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِهَا دَارًا وَمَحَلُّ مَنْ لَمْ یُوَطِّنْهَا مَحَلًّا ؛	28	اور یہ دنیا ضرور بہت اچھا گھر ہے ان لوگوں کیلئے جو اسے گھر سمجھنے پر راضی نہ ہوں۔ اور بہت اچھا مقام ہے ان لوگوں کے لئے جو اسے اپنا وطن نہ سمجھیں۔

وَاِنَّ السُّعَدَآءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُوْنَ مِنْهَا الْيَوْمَ ؛	29	اور یقیناً کل کے نیک بخت لوگ وہ ہیں جو آج اس دنیا سے بھاگ جانے میں مصروف ہوں۔
اِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ ؛	30	جیسے ہی زمین زلزلوں میں مبتلا ہوگی۔
وَحَقَّتْ بِجَلَائِهَا الْقِيَامَةُ ؛	31	اور قیامت اپنی ہولنا کیوں سمیت ایک حقیقت مان لی جائے گی۔
وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ اَهْلُهُ ؛	32	اور ہر عبادت سے اس کے پجاری ملحق کردئے جائیں گے۔
وَبِكُلِّ مَعْبُوْدٍ عَبَدَتُهُ ؛	33	اور تمام معبودوں سے ان کی عبادت کرنے والے آملیں گے۔
وَبِكُلِّ مُطَاعٍ اَهْلُ طَاعَتِهِ ؛	34	اور ہر اطاعت کرانے والے سے اس کی اطاعت کرنے والے جوڑ دئے جائیں گے۔
فَلَمْ يَجْرِفِيْ عَدْلِهِ وَ قِسْطِهِ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِي الْهَوَآءِ ؛	35	اس دن اسے بھی عدل وانصاف کے ساتھ جزا دی جائے گی جس نے ہوا کو چیر پھاڑ کر فضا میں نظر دوڑائی ہوگی۔
وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا بِحَقِّهِ ؛	36	اور جس نے زمین پر چلنے میں بلا استحقاق آہٹ پیدا نہ کی ہوگی۔
فَكَمْ حُجَّةٍ يَّوْمَ ذَاكَ دَحِضَةٌ ؛ وَعَلَائِقُ عُذْرٍ مُنْقَطِعَةٌ ؟	37	اس دن بہت سی خود ساختہ دلیلیں نا قابل قبول ہو جائیں گی۔ اور عذرات کے بہت سے خودفہمیدہ سلسلے منقطع ہو جائیں گے۔
فَتَحَرَّ مِنْ اَمْرِكَ مَا يَقُوْمُ بِهِ عُذْرُكَ وَتَثْبُتُ بِهِ حُجَّتُكَ ؛	38	چنانچہ اب تُو اپنا معاملہ اس طرح تیار کر جو تیرے عذر کو قابل قبول بنا دے اور تیری دلیلوں کی تصدیق کرادے۔
وَخُذْ مَا يَبْقٰى لَكَ مِمَّا لَاتَبْقٰى لَهُ ؛	39	اور جو دنیا تمہارے لئے ہمیشہ نہ رہے گی اس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لئے ہمیشہ برقرار رہیں۔
وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ ؛	40	اور اپنے سفر کو آسان کرلو۔
وَشِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيْرِ ؛	41	اور نجات کی بجلیوں کو نظر میں رکھو ان کی خوشبو سونگھتے رہو اور جدوجہد کی سواریوں پر زین کس لو۔“

تشریحات:

حضور علیہ السلام نے اس خطبے میں اللہ کی کریمی اور انسانوں کی سرکشی اور بے رحمی وسنگدلی کا موازنہ فرمایا ہے اور ایسی صورت حال سامنے رکھ دی ہے کہ قاری کو شرم آنے لگتی ہے۔ اور آپؑ نے خطبے کا افتتاح بھی ایسی ہی آیت کی تلاوت سے کیا ہے جس میں اللہ نے یوں اپیل کی ہے کہ: اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے اس کرم فرما پروردگار کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھے نہایت سنوار کر سجا کر بہترین صورت

میں پیدا کیا ہے؟ ہرگز نہیں تم دھوکے میں نہیں ہو تم درحقیقت اپنے اقدامات سے جزا اور سزا کو جھٹلانے کی مہم چلا رہے ہو حالانکہ تمہارے اوپر محافظ اور مفید کاتب تعینات ہیں جو تمہارے ہر اس کام کا علم رکھتے ہیں جو تم کرتے ہو۔" (82/6 تا 12)۔

یہاں اللہ نے خود انکار کر دیا ہے کہ انسان کسی دھوکے میں مبتلا نہیں بلکہ عاقبت و آخرت کو غلط ثابت کرنے کی مہم جاری ہے جس پر تمام باطل پرست لوگ متفق ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ ان باطل پرستوں کے پاس نہ اللہ کے سوالات کا صحیح جواب ہے اور نہ وہ کوئی عقلی دلیل و حجت پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں (2)۔ وہ خود بھی سرکش لوگوں کو اُن کی تباہی پر متوجہ فرماتے ہیں (5) اور اپنی جان پر رحم کھانے کے لئے کہتے ہیں (8 تا 10) انہیں اُن کا رویہ یاد دلاتے ہیں۔ دوسروں پر رحم کرنا اور ہمدردی کا سلوک کرنا بتا کر خود سے ہمدردی اور رحم کے سلوک کی ضرورت سامنے رکھتے ہیں (8 تا 12) اور طرح طرح سے توجہ دلاتے ہیں کہ تو ہر وقت اللہ کے قابو میں ہے جب چاہے تجھے تیری سرکشی اور نافرمانی کی سزا دے سکتا ہے تجھ پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔ تو ضعیف و کمزور مخلوق ہوتے ہوئے کھلم کھلا نافرمانیاں کرتا ہے اور اللہ ٹالتا جا رہا ہے۔ اور برابر موقع پر موقع دے رہا ہے کہ غفلت کو چھوڑ دے اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لے۔ وہ اپنے رحم کرم کو لئے ہوئے تیری طرف بڑھتا ہے اور تو نے نافرمانی اور سرکشی کرتے ہوئے اس سے دور دور رہنا طے کر رکھا ہے۔ وہ تجھ پر رحم و کرم و فضل کرنا چاہتا ہے اور تو برابر سزا پانے کے کام کرتا ہے۔ تیرے اس باغیانہ رویہ پر بھی اللہ درگزر سے کام لے رہا ہے۔ تیری پردہ پوشی کر رہا ہے۔ انتقام کا ذرہ برابر خیال نہیں کرتا تیرے لئے برابر نعمتیں بھیجتا رہتا ہے۔ وہ کتنا عظیم الشان صاحب قوت و قدرت ہے کہ تم کتنے ضعیف و ناتوان و بے بضاعت ہو اور کتنی جرات و جسارت سے گناہ کرتے رہتے ہو۔ اُس کی طرف سے تمہارے ساتھ مسلسل بلاناغہ اچھا سلوک کیا جا رہا ہے اور تمہاری طرف سے ہمیشہ باغیانہ، مجرمانہ، بے رحمانہ اور ظالمانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اسی صورت حال پر آپؑ نے دو برابر کے آدمیوں کی مثال دی ہے (22)۔ جس پر ہر سرکش اور پاجی شخص خود کو محسن کش، احسان فراموش، بدکار بدنہاد و ناھنجار و ظالم قرار دے گا۔

اس کے بعد دنیا فہمی پر بھی اسے مجرم ثابت کیا ہے اور دنیا کے حالات و واقعات کی صحیح تصویر کشی فرمائی ہے۔ اور تمام سرکشوں، مجرموں اور گناہگاروں اور نافرمانوں پر اتمام حجت کر دیا ہے اور کسی کو معذور نہیں سمجھا ہے اور سب کی طرف سے اللہ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرنا ثابت کیا ہے۔ اور اللہ کی بردباری اور درگزر اور رحم و کرم کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 221

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 215

خُطبہ ﴿216﴾

1۔ حقیقی بھائی کے لئے بھی پبلک کا حق نہ مارا جائے گا۔ 2۔ سابقہ نظام حکومت نے آل محمدؑ کو کیسا قلاش و بدحال کر دیا؟ حالانکہ باقی مسلمان حلوے اور نعمتیں کھاتے تھے۔ 3۔ حضرت علیؑ کو ہدیہ میں بھی حلوہ پسند نہ تھا۔

4۔ ہر وقت جہنم یاد رہنا چاہیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاللّٰهِ لَاَنۡ اَبِيۡتَ عَلٰى حَسَكِ السَّعۡدَانِ مُسَهَّدًا ؛	1	خدا کی قسم مجھے گوکھرو کے کانٹوں پر لیٹ کر تکلیف میں جاگ کر رات گزارنا اور طوق و زنجیر پہنا کر زمین پر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے
وَاُجَرَّ فِي الۡاَغۡلَالِ مُصَفَّدًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنۡ اَنۡ اَلۡقَى اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ ظَالِمًا لِّبَعۡضِ الۡعِبَادِ وَغَاصِبًا لِّشَيۡءٍ مِّنَ الۡحُطَامِ ؛	2	کہ مجھے قیامت میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے ایسی حالت میں ملاقات کرنا پڑے کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو یا دنیاوی سامان میں سے کوئی چیز غصب (دبالی) کر لی ہو۔
وَكَيۡفَ اَظۡلِمُ اَحَدًا لِّنَفۡسٍ يُّسۡرِعُ اِلَى الۡبِلٰى قُفُوۡلُهَا ؛ وَيَطُوۡلُ فِي الثَّرٰى حُلُوۡلُهَا ؟	3	میں اپنے اس نفس کی خاطر کسی پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں جو بہت جلد بوسیدگی اور ضعیفی کی طرف پلٹنے والا ہو اور پھر مدتوں تک زمین کے نیچے وقت گزارنے والا ہو؟
وَاللّٰهِ لَقَدۡ رَاَيۡتُ عَقِيۡلًا وَّقَدۡ اَمۡلَقَ حَتّٰى اسۡتَمَاحَنِيۡ مِنۡ بُرِّكُمۡ صَاعًا ؛	4	اور بخدا میں نے عقیل کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ وہ انتہائی بدحالی اور تنگدستی اور فاقہ کی حالت میں تھے اور مجھے تمہاری امانت میں سے تین سیر کے قریب اناج دینے کو کہتے رہے۔
وَرَاَيۡتُ صِبۡيَانَهٗ شُعۡثَ الشُّعُوۡرِ غُبۡرَ الۡاَلۡوَانِ مِنۡ فَقۡرِهِمۡ كَاَنَّمَا سُوِّدَتۡ وُجُوۡهُهُمۡ بِالۡعِظۡلِمِ ؛	5	اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور سب کا رنگ فاقوں سے اُڑا ہوا تھا جیسا کہ ان کے چہرے پر نیل مل کر کالے کر دیئے گئے ہوں۔
وَعَاوَدَنِيۡ مُؤَكِّدًا وَّكَرَّرَ عَلَيَّ الۡقَوۡلَ مُرَدِّدًا ؛	6	عقیل تاکید کرتے ہوئے آئے اور اپنی حالت اور ضرورت کو میرے سامنے بار بار دہراتے رہے۔

فَاَصْغَيْتُ اِلَيْهِ سَمْعِىْ فَظَنَّ اَنِّىْ اَبِيْعُهُ دِيْنِىْ وَاتَّبِعُ قِيَادَهُ مُفَارِقًا طَرِيْقِىْ ؛	7	چنانچہ میں نے ان کے بیان کو کچھ زیادہ توجہ سے سنا اور تکلیف کا تاثر دیا جس سے انہیں یہ خیال آیا کہ میں ان کے کہنے پر اپنا دین فروخت کردوں گا اور اپنا مستقل طریقہ چھوڑ کر ان کی راہنمائی کی پیروی کرلوں گا۔
فَاَحْمَيْتُ لَهُ حَدِيْدَةً ثُمَّ اَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهِ لِيَعْتَبِرَبِهَا ؛	8	بس میں نے ایک لوہے کے ٹکڑے کو گرم کر کے لال سرخ کرلیا اور اسے تیزی سے ان کے جسم سے قریب تر لے گیا تا کہ وہ چونکیں اور سبق حاصل کرلیں۔
فَضَجَّ ضَجِيْجَ ذِىْ دَنَفٍ مِنْ اَلَمِهَا وَكَادَ اَنْ يَحْتَرِقَ مِنْ مِّيْسَمِهَا؛	9	پھر کیا تھا عقیل نے چیخیں مارنا شروع کردیں جیسے کوئی بیمار درد و کرب میں چیختا ہے۔اور بہت ہی قریب تھا کہ ان کا بدن اس لوہے سے جل جائے۔
فَقُلْتُ لَهُ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ يَاعَقِيْلُ اَتَئِنُّ مِنْ حَدِيْدَةٍ اَحْمَاهَا اِنْسَانُهَا لِلَعِبِهِ ؛	10	چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اے عقیل تم پر پسر مردہ عورتیں ماتم کریں تم اس لوہے کے گرم ٹکڑے سے چیخیں مارنے لگے جسے ایک انسان نے ہنستے ہنستے سبق دینے کے لئے تفریحاً گرم کیا ہے۔
وَتَجُرُّنِىْ اِلٰى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهِ؛ اَتَئِنُّ مِنَ الْاَذٰى وَلَا اَتَئِنُّ مِنْ لَظٰى؟	11	اور تم مجھے اس آگ کی طرف گھسیٹ رہے ہو جسے خدائے جبّار نے اپنے غضب کے لئے گرم کیا ہوا ہے۔تم تو معمولی تکلیف سے چیخیں مارنے لگو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ گھبراؤں؟
وَاَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوْفَةٍ فِىْ وِعَائِهَا وَمَعْجُوْنَةٍ شَنِئْتُهَا ؛	12	اور اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ ایک شخص ایک رات میرے پاس آیا اور ایک سربند قلفی میں حلوا لے کر پہنچا اور میں حلوے کو اور اس قسم کی تمام چیزوں کو برا سمجھتا تھا۔
كَاَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِيْقِ حَيَّةٍ اَوْقَيْئِهَا فَقُلْتُ:	13	معلوم ہوتا تھا جیسا کہ وہ سانپ کے تھوک میں یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہو میں نے اس سے کہا کہ
اَصِلَةٌ اَمْ زَكَاةٌ اَمْ صَدَقَةٌ ؟	14	کیا کسی بات کا انعام لائے ہو یا یہ زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے؟
فَذٰلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ ، فَقَالَ:	15	چنانچہ وہ سب ہم اہل بیتؑ پر حرام کیا جاچکا ہے؟ اس نے کہا کہ:
لَا ذَا وَلَا ذَاكَ وَلٰكِنَّهَا هَدِيَّةٌ ؛	16	نہ یہ وہ ہے اور نہ ہی وہ ہے ولیکن یہ تو میری طرف سے ہدیہ ہے۔
فَقُلْتُ : هَبِلَتْكَ الْهَبُوْلُ اَعَنْ دِيْنِ اللّٰهِ اَتَيْتَنِىْ لِتَخْدَعَنِىْ ؟ اَمُخْتَبِطٌ اَمْ ذُوْ جِنَّةٍ اَمْ تَهْجُرُ؟	17	اس پر میں نے کہا کہ: پسر مردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا تو دین کی آڑ میں مجھے فریب دینے آیا ہے؟ یا تو خبط میں مبتلا ہو گیا ہے؟ یا تو پاگل ہو گیا ہے یا تو عقل سے ہجرت کر رہا ہے؟
وَاللّٰهِ لَوْ اُعْطِيْتُ الْاَقَالِيْمَ السَّبْعَةَ بِمَا	18	خدا کی قسم اگر مجھے ساتوں براعظموں کی حکومتیں مع اس سامان کے دی جائیں جو

تَحۡتَ اَفۡلَاکِھَا عَلٰی اَنۡ اَعۡصِیَ اللّٰہَ فِیۡ نَمۡلَۃٍ اَسۡلُبُھَا جَلۡبَ شَعِیۡرَۃٍ مَافَعَلۡتُہٗ ؛		جو افلاک کے نیچے ہیں اس بات پر کہ میں اللہ کی اتنی سی نافرمانی کرلوں کہ چیونٹی سے جو کا وہ چھلکا چھین لوں جو اسکے منہ میں آ سکتا ہے۔ میں تب بھی یہ نافرمانی نہ کروں گا۔
وَاِنَّ دُنۡیَاکُمۡ عِنۡدِیۡ لَاَھۡوَنُ مِنۡ وَّرَقَۃٍ فِیۡ فَمِ جَرَادَۃٍ تَقۡضَمُھَا ؛	19	یہ تمہاری دنیا میری نظر میں اس پتی سے بھی حقیر ہے جو ایک ٹڈی کے منہ میں ہو اور جسے وہ چبا رہی ہو۔
مَا لِعَلِیٍّ وَلِنَعِیۡمٍ یَّفۡنٰی وَلَذَّۃٍ لَّاتَبۡقٰی نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ سُبَاتِ الۡعَقۡلِ وَقُبۡحِ الزَّلَلِ وَبِہٖ نَسۡتَعِیۡنُ ؛	20	بھلا علیؑ کو فنا ہو جانے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ ہم تو اللہ سے پناہ چاہتے ہیں تاکہ وہ ہماری عقل کو بگاڑ سے محفوظ رکھے اور ہمیں ڈگمگانے کی تمام برائیوں سے بچائے رکھے اور ہم اسی سے مدد اور اعانت چاہتے ہیں''

تشریحات:

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام کا عمل درآمد قابل تعجب نہیں ہے۔ قابل تعجب حضرت عقیل علیہ السلام کا رویہ ہے۔ اگر یہ واقعہ قریش ساز تاریخ کا ہوتا تو ہم ضرور اس کو تہمت اور افسانہ قرار دیتے چونکہ قریش خانوادۂ رسولؐ میں اختلاف اور کمزوری دکھانے کے درپے رہے ہیں۔ انہوں نے اسی مقصد کے لئے حضرت عقیل کو معاویہ کے دربار میں دکھایا ہے اور وہاں سے زرکثیر لے کر آنے کا افسانہ تیار کیا ہے۔ مگر یہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ کا بیان ہے جو غلط ہو نہیں سکتا۔ ہمیں معلوم ہے کہ ابوبکر وعمر کی پالیسی اور علمدرآمد سے خانوادۂ رسولؐ کو تنگ دستی اور محتاجی میں مبتلا کرنا مقصود تھا۔ اور اسی تنگ حالی اور فقر وفاقہ کی حالت خطبے میں بیان کی گئی ہے۔ یہ تنگ حالی صرف جناب عقیل اور اُن کے اہل وعیال ہی سے متعلق نہ تھی بلکہ تمام بنی ہاشمؑ اس میں مبتلا تھے بنی ہاشمؑ ہی نہیں بلکہ ہر وہ قبیلہ اور خاندان تنگ حال وتنگدست کردیا گیا تھا جو حضرت علی علیہ السلام کا طرفدار وہمدرد تھا۔ یہاں صرف ایک بیان علامہ شبلی کا لکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ قریشی خلافت کیا کر رہی تھی؟ وہ لکھتے ہیں کہ:

2۔ طرفداران علیؑ کا بائیکاٹ برابر جاری رہا انہیں محروم کیا گیا۔

''حضرت عمر کو سچ پوچھو تو حقیقت میں دونوں طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ غیر قوموں میں جو حلقہ اطاعت میں آئی تھیں پارسی یا عیسائی تھیں جو مدت تک شہنشائی لقب سے ممتاز رہی تھیں اور اسلئے ان کو رعیت بننا مشکل سے گوارا ہوسکتا تھا۔ اندرونی حالت یہ بھی تھی کہ عرب کے بہت سے صاحب ادعا موجود تھے۔ جو حضرت عمر کی خلافت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مولفۃ القلوب کا گروہ تھا جن کا قول تھا کہ خلافت بنو ہاشمؑ یا بنو امیہ کا حق ہے اور عمر کسی میں نہیں۔ عمرو بن العاص جو مصر کے گورنر تھے ایک دفعہ حضرت عمر نے ان کو خراج کے معاملے میں تنگ پکڑا تو انہوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ خدا کی قدرت ہے کہ جاہلیت میں میرا باپ جب کمخواب کی قبا زیب تن کرتا تھا تو خطاب (حضرت عمر کے والد) سر پر لکڑی کا گٹھا (بیچنے کے لئے) لادے پھرتے تھے۔ آج اُسی خطاب کا بیٹا مجھ پر حکومت جتا رہا ہے۔ بنو ہاشم ہمیشہ استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے تیمی اور عدوی خلافت پر کیونکر قبضہ کر بیٹھے؟ اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں تو اعلانیہ نقض خلافت کے مشورے ہوتے رہے۔

حضرت عمر کی سطوت نے بنو ہاشم کے ادعا کو اگرچہ دبا یا لیکن بالکل مٹا کیونکر سکتی تھی۔''(الفاروق حصہ دوم صفحہ 82)

یہ بیان کافی ہے یہ سمجھنے کے لئے کہ قریشی خلافت نے ہر اس شخص کو ہر اس خاندان کو ہر اس قبیلے کو اور اس قوم کو محتاج وقلاش کر دینے کی کوشش کی جو ان کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے یا اُن کے مقابلے میں خود دعویدار حکومت تھے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے جتھا بندی بھی، رشوتیں اور بڑے بڑے وظائف اور تنخواہیں بھی دیں۔ چنانچہ پارسیوں، عیسایوں کو مولفۃ القلوب اور بنو ہاشم کو بڑی سختی اور بے رحمی سے نظر میں رکھا یہاں تک کہ انہیں ان حقوق سے محروم کر دیا جو اللہ و رسولؐ نے قرآن و حدیث میں اُن کو دئے تھے اور علمائے قریش نے کھل کر تفصیل سے بنو ہاشم کا محروم کیا جانا تسلیم کیا ہے۔ یہ حضرات زکوۃ وصدقات تو حرام ہونے کی بنا پر لیتے ہی نہ تھے۔ عطیات سے انہیں اس لئے حصہ نہ ملتا تھا کہ وہ خوشحال ہو جائیں گے اور غربا ان کے چاروں طرف جمع ہونے لگیں گے۔ انہیں یہ یقین نہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام خلافت کے حاصل کرنے کے لئے سازش نہیں کر سکتے وہ اُن کو بالکل اپنے جیسا سمجھتے تھے اور سیاسی حیثیت اور جوڑ توڑ کر کے انہیں غریب وتنگدست رکھنے میں سرگرم رہتے تھے۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ ایک طرف تو حکومت انہیں تنگ حال ومحتاج رکھنے پر پورا زور لگا رہی تھی اور دوسری طرف وہ صرف زکوۃ وصدقات وانعامات وصلہ کو ہی نہیں بلکہ ھدیہ کو بھی لینا جائز نہ سمجھتے تھے۔ ایسی صورت میں بھی حسنین علیھم السلام کبھی لوگوں کو بکھرے ہوئے بالوں، مرجھائے ہوئے چہروں سے اور پریشان حال نظر نہیں آئے۔ خود حضرت علی علیہ السلام کا لباس اور خوراک کبھی انہیں قابل رحم حالت میں نہ دکھا سکے۔ یہ کیا بات ہے کہ حضرت عقیل علیہ السلام اُس وقار وجلال وعظمت کو برقرار نہ رکھ سکے جو اُن کے حقیقی بھائی اور بھتیجے برقرار رکھتے چلے آ رہے تھے۔ وہ مزدوری کر سکتے تھے۔ محنت کی حلال روزی کی راہیں بند نہ کر دی گئی تھیں۔ بھائی کے مزاج اور پوزیشن سے واقف ہوتے ہوئے انہوں نے غلط اقدام کیا اور غلط امیدیں باندھیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عقیل معصوم نہ تھے مگر معصوم خاندان سے تو وابستہ تھے۔ خاندانی عزت و وقار کو بحال رکھنا ضروری تھا۔

3۔ حلوہ لانے والا اشعث بن قیس ابوبکر کا بہنوئی تھا حضرت حسنؑ اور شہدائے کربلا کے قاتلوں کا جنم دینے والا تھا۔

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کے پاس حلوہ لے کر آیا تھا وہ تاریخ کا مشہور خبیث ہے۔ اسی کی بیٹی کا نام جعدہ بنت اشعث ہے جس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا تھا۔ اسی اشعث بن قیس کے بیٹے کربلا میں عمر سعد کے ماتحت اور حسینؑ لشکر سے برسر جنگ تھے۔ یہ خبیث شخص تھا جس نے ابوبکر کے ایک سپہ سالار سے مل کر اپنے چند رشتہ داروں کو امان دلانے کے لئے پورے قبیلے کو گرفتار کرا دیا تھا۔ اور امان پانے والوں کی فہرست بناتے ہوئے خود اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ اس لئے فوراً رہائی نہ ملی تھی اور قیدیوں کے ساتھ ابوبکر کے سامنے جانا پڑا تھا۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ ''جب اشعث حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور آپ نے اس کی بدکرداریوں پر اس کو متنبہ فرما کر پوچھا کہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں تو اُس نے عرض کیا کہ مجھ پر کرم کیجئے میرے طوق وسلاسل کھلوا دیجئے اور اپنی بہن سے میری شادی کر دیجئے کیونکہ میں تائب ہوتا ہوں اور اسلام لاتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اچھا منظور ہے اور ام فروہ بنت ابی قحافہ کو اس کے نکاح میں دے دیا۔ اس کے بعد اشعث فتح عراق تک مدینے میں قیام پذیر رہا۔''(طبری ترجمہ حصہ دوم خلافت راشدہ صفحہ 166)

یعنی جتنے بدکردار نا ہنجار و سازش میں ماسٹر لوگ تھے ان کو یہ قریشی یوں اپنا پشت پناہ بنا لیتے تھے۔ اپنے پاس سے چاندی دے کر اپنی بیٹی کو رسولؐ کے گھر میں بطور جاسوس داخل کیا (6 تا 66/3) یہ بھی ابوبکر کا کردار تھا۔ یہی اشعث بن قیس تھا جس نے ساری عمر حضرت علی علیہ السلام

کے مخصوصین میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن اس کی طینت پر حضورؐ مطلع تھے۔ یہ اُن کو فریب نہ دے سکا۔ یہ شخص جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے جنگ کرتا رہا۔ معاویہ سے پانی کا گھاٹ چھیننے کے لئے مالک اشتر رضی اللہ کی فوج ایک طرف اور اشعث کی فوج دوسری طرف سے بڑھی۔ سیرۃ علویہ کے مصنف سے سُنئے:

''اشعث بن قیس نے مالک کو کہلا بھیجا کہ سواروں کے لے کر اُن کی صفوں میں گھس پڑو۔ اشتر اپنے سواروں کو لے کر یوں بڑھے جیسے غول بیابانی جیسے چڑھتا ہوا دریا، امنڈتا ہو سیلاب۔ اشتر اور اشعث نے تابڑتوڑ سخت سے سخت حملے کئے ایک حملے پر دوسرا حملہ اپنے دشمن کے بڑے بڑے سورماؤں کو تہہ تیغ کیا۔ اشتر اپنے سواروں کے ساتھ ایک طرف قیامت ڈھائے ہوئے تھے۔ اشعث اپنے پیادوں کے ساتھ دوسری طرف تباہی مچائے ہوئے تھے۔'' (سیرۃ علویہ صفحہ 299)

اشعث بن قیس نے ادھر یہ سب کچھ کیا اور اُس طرف وہ معاویہ سے بھی ساز باز کرتا رہا۔ یعنی وہ دل کی گہرائی میں قریش کا وفادار تھا۔ اور یہ بات حضرت علی علیہ السلام سے چھپی نہ رہ سکتی تھی اس لئے اس کی تمام کوششیں اور تمام چالیں برابر پٹتی رہیں آخر اس کی اولاد نے کھل کر دشمنی کا اظہار کر دیا۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 222

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر:216

خُطبہ ﴿217﴾

عزت سے زندہ رہنے کی ایک دعالوگوں سے بے نیاز رہنے کی تمنا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَللّٰھُمَّ صُنۡ وَجۡھِیۡ بِالۡیَسَارِ وَلَاتَبۡذُلۡ جَاھِیۡ بِالۡاِقۡتَارِ ؛	1	اے اللہ میری آبرو کو تونگری کے ساتھ محفوظ رکھنا۔اور تنگدستی سے میری شخصیت کولوگوں کی نظروں میں نہ گرانا۔
فَاَسۡتَرۡزِقَ طَالِبِیۡ رِزۡقِکَ ؛	2	تا کہ کہیں میں تیرا رزق کھانے والوں سے رزق نہ مانگنے لگوں اور
وَاسۡتَعۡطِفَ شِرَارَ خَلۡقِکَ ؛	3	تیرے پیدا کردہ شریر لوگوں سے مہربانی کا خواستگار نہ ہو جاؤں۔
وَابۡتَلٰی بِحَمۡدِ مَنۡ اَعۡطَانِیۡ وَاُفۡتَتَنَ بِذَمِّ مَنۡ مَّنَعۡنِیۡ ؛	4	اور جو کوئی مجھے بخشش دے اس کی حمد وستائش میں مبتلا ہو جاؤں اور جو نہ دے اس کی مذمت کے فتنہ میں الجھ جاؤں
وَاَنۡتَ مِنۡ وَّرَاءِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ وَلِیُّ الۡاِعۡطَاءِ وَالۡمَنۡعِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ؛	5	اور حقیقت یہ ہے کہ تو ہی اس دینے اور دلوانے اور منع کرنے اور منع کرانے پر ولی اور حاکم ہے۔یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

تشریحات:

یہاں ہمیں صرف اس قدر کہنا ہے کہ تاریخ عالم میں صرف حضرت علی علیہ السلام تنہا ایسی مقدس وصاحب عزت وافتخار ہستی ہیں جن پر کسی قسم کا ہتک آمیز اعتراض یا طنز وطعن نہیں کیا گیا۔حالانکہ از اول تا آخر اُن کا لباس اور خوراک دنیا کے غریب ترین لوگوں سے گھٹیا درجہ کی ہوتی تھی لیکن کبھی کسی کو اعتراض کی جرأت نہ ہوئی جرات کیسے ہوسکتی تھی؟ سب کو معلوم اور تجربہ تھا کہ وہ حضرت مجبوری سے ایسا نہ کرتے تھے غربا ومساکین وفقرا اور قیدیوں کو بھوک پیاس اور کپڑوں سے فارغ البال رکھتے ہوئے پھٹے پُرانے مگر صاف وشفاف لباس پہنتے تھے۔سارا لباس پیوند اور جوڑوں سے گٹھا ہوا ہوتا تھا مگر پاس بیٹھنے والوں کو پاکیزگی کا سبق ملتا تھا مکے اور مدینے کے مسلم اور غیر مسلم سرداران اقوام وقبائل آنکھ ملا کر بات کرنے کی جرات نہ کرتے تھے۔جس محلے یا محفل میں پہنچ جاتے تھے یا قریب سے گزرتے تھے۔چھوٹا بڑا ہر شخص بڑے پیار وادب سے سروقد کھڑا ہو جاتا تھا۔مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں ہمیشہ تنگدستی کی مجبوریوں سے محفوظ رکھا اُن کی سخاوت اور فراخدستی کی مدح وثنا کرتا رہا (سورہ دھر) انہوں نے بار بار عربوں کی حکومت کو اعلیٰ درجے کے حقارت آمیز جملوں سے یاد کیا۔اپنی ٹوٹی ہوئی جوتی کو سارے عربوں سے اور عربوں کے ٹھاٹھ اور حکومت سے زیادہ قیمتی قرار دیا اور پلٹ کر کسی نے تردید کی جرات نہ کی ورنہ عملاً دکھا دیتے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 223

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 217

خُطبہ ﴿218﴾

1۔ دنیا کی حالت مختلف پہلوؤں سے سامنے رکھ دی ہے۔

2۔ پہلے لوگوں کی عمریں اکثر طویل تر بتائی گئی ہیں۔

3۔ قبروں کی قسمیں۔ قبرستانوں اور مردوں کا حال۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دَارٌ بِالۡبَلَاءِ مَحۡفُوۡفَةٌ ؛	1	دنیا ایسا گھر ہے جو آزمائشوں میں گھرا ہوا ہے۔
وَبِالۡغَدۡرِ مَعۡرُوۡفَةٌ ؛	2	دغابازی اور غداری میں مشہور ہے۔
لَاتَدُوۡمُ اَحۡوَالُهَا وَلَاتَسۡلَمُ نُزَّالُهَا ؛	3	اسکے حالات کو دوام نہیں ہے اور نہ یہاں قیام کرنے والے صحیح وسلامت رہ سکتے ہیں۔
اَحۡوَالٌ مُّخۡتَلِفَةٌ وَتَارَاتٌ مُتَصَرِّفَةٌ ؛	4	اس کے حالات میں اختلاف برپا رہتا ہے اور طور طریقوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔
اَلۡعَيۡشُ فِيۡهَا مَذۡمُوۡمٌ ، وَالۡاَمَانُ مِنۡهَا مَعۡدُوۡمٌ ؛	5	یہاں کی خاص زندگی قابل مذمت اور امان یہاں سے معدوم وغائب ہے۔
وَاِنَّمَا اَهۡلُهَا فِيۡهَا اَغۡرَاضٌ مُسۡتَهۡدَفَةٌ تَرۡمِيۡهِمۡ بِسِهَامِهَا ؛ وَتُفۡنِيۡهِمۡ بِحِمَامِهَا ؛	6	سوائے اس کے نہیں کہ اس دنیا کے رہنے والے لوگ تیروں کی چاند ماری کے نشانات ہیں جن پر یہ دنیا تاک تاک کر تیر مارتی رہتی ہے۔ اور موت سے انہیں فنا کے گھاٹ اُتارتی رہتی ہے۔
وَاعۡلَمُوۡا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّكُمۡ وَمَا اَنۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا عَلٰى سَبِيۡلِ مَنۡ قَدۡ مَضٰى قَبۡلَكُمۡ ؛	7	اور اے بندگان خدا یہ بھی جان لو کہ یقیناً تم سب کو بھی اور جن چیزوں کے اندر تم رہ سہہ رہے ہو ان کو بھی اسی راہ پر چلنا پڑے گا جس پر چلتے ہوئے تم سے پہلے کے لوگ دنیا سے گذر چکے ہیں۔
مِمَّنۡ كَانَ اَطۡوَلُ مِنۡكُمۡ اَعۡمَارًا وَاَعۡمَرَ دِيَارًا وَاَبۡعَدَ اٰثَارًا ؛	8	جو کہ تم سے لمبی عمروں والے لوگ تھے اور جنہوں نے آبادیاں اور شہر بسائے تھے اور تم سے زیادہ پائیدار آثار ونشانیاں چھوڑی تھیں۔
اَصۡبَحَتۡ اَصۡوَاتُهُمۡ هَامِدَةً	9	آخر ان پر ایسی صبح آئی کہ ان کی آوازیں بند ہوگئیں ان کی دھوم دھام اور دھاک اکھڑ

عربی متن	نمبر	اردو ترجمہ
وَرِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً وَاَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً وَدِيَارُهُمْ خَالِيَةً ' وَاٰثَارُهُمْ عَافِيَةً ؛		گئی اوران کے جسم گل سڑ گئے اوران کے شہر خالی ہو گئے اوران کے آثار ونشانیاں اورنام تک مٹ گئے ۔
فَاسْتَبْدَلُوْا بِالْقُصُوْرِ الْمُشَيَّدَةِ وَالنَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ الصُّخُوْرَ وَالْاَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ وَالْقُبُوْرَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ الَّتِیْ قَدْ بُنِیَ بِالْخَرَابِ فِنَاؤُهَا وَشِيْدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا ؛	10	انہوں نے بہت مضبوط ومستحکم وشان دارمحلوں کو اورفرش وفروش سے آراستہ نشستوں اور مسندوں اور تکیوں کو سخت زمینوں اور پتھروں کی سلوں سے اور ایسی قبروں سے بدل لیا جن میں لحدیں بنائی جاتی ہیں ۔ یہ وہ قبریں ہیں جن کے صحن تباہی اور ویرانی کی بنیاد پر بنے ہیں اور مٹی سے ان کی بنیادیں مضبوط کی گئی ہیں ۔
فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ وَسَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ بَيْنَ اَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوْحِشِيْنَ وَاَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِيْنَ ؛	11	یہ قبریں ، یہ قیام گاہیں قریب قریب ہیں مگر ان کے باشندے ایک دوسرے سے غروب کی حد تک دور دور ہیں ۔ اور سب اہل محلّہ ہوتے ہوئے وحشت میں مبتلا ہیں ۔ اور فارغ البال ہوتے ہوئے بھی مشغول رہتے ہیں ۔
لَایَسْتَاْنِسُوْنَ بِالْاَوْطَانِ وَلَا يَتَوَاصَلُوْنَ تَوَاصُلَ الْجِيْرَانِ عَلٰی مَابَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ وَدُنُوِّ الدَّارِ ؛	12	وہ اپنے وطنوں سے انس ومحبت نہیں رکھتے اور آپس میں پڑوسیوں کی طرح ملتے اور رابطہ نہیں رکھتے ہیں حالانکہ ان میں آپس میں قربت اور ہمسائیگی ہے اور گھر بالکل پاس پاس ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ :
وَكَيْفَ يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَقَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلٰی وَاَكَلَتْهُمُ الْجَنَادِلِ وَالثَّرٰی؟	13	ان میں آپس کا میل ملاپ اور زیارت وغیرہ کیسے ہو جب کہ بوسیدگی اور تباہی نے انہیں اپنے سینے سے رگڑ کر پیس ڈالا ہے ۔ اور مٹی اور پتھروں نے انہیں کھالیا ہے ۔
وَكَانَ قَدْ صِرْتُمْ اِلٰی مَا صَارُوْا اِلَيْهِ ؛	14	تم لوگ بھی یوں سمجھ لو کہ تم بھی وہیں پہنچ چکے ہو جہاں وہ لوگ پہلے پہنچے ہیں ۔
وَارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ ؛	15	اور تمہیں بھی ویسی ہی خوابگاہ نے رہن رکھ لیا ہے ۔
وَضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ ؛	16	اور اسی امانت گاہ نے تمہیں بھی گلے لگالیا ہے ۔
فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْتَنَاهَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ وَبُعْثِرَتِ الْقُبُوْرُ؟" هُنَا لِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّا اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَاكَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (یونس 10/30)	17	بتاؤ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تمہارے تمام مرحلے اپنی انتہا کو پہنچ جائیں گے اور سب لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے ۔ "اس وقت ہر شخص اپنے کئے کا مزا چکھ لے گا ۔ سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دئے جائیں گے ۔ اور وہ سارے من گھڑت عقائد وتصورات گم ہو کر رہ جائیں گے ۔

تشریحات:

تشریحات کے سلسلے میں پہلی بات تو یہ کہنا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے قبر کے جو حالات پر جو بیانات دئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہی ہیں اور یہ سب اُن کی ذاتی معلومات ہیں۔قرآن کریم میں تو قبر کا تذکرہ برائے نام آیا ہے۔اُدھر دنیا میں انسانوں پر گزرنے والے حالات بھی اس طرح بیان فرمائے ہیں جیسا کہ وہ سب حالات خود اُن کے اپنے اوپر سے گزرے ہوں۔انسانی جذبات اور مصروفیات اور اُلجھاؤ کی بہت گہری اور فطری تصویرکشی کی ہے اور کہیں کوئی بات مصنوعی اور حقیقت کے خلاف نہیں جاتی۔دنیا میں جو جو سامان اپنی سہولت وآسائش کیلئے انسان جمع کرتا ہے اُس پر حضورؑ کی بہت عمیق نظر رہی ہے اور اُسے چھوڑ کر جانے اور قبر میں ملنے والے سامان کا تفصیل سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔یہاں کے مضبوط و مرصع محلات اور مکانات،فرش وفروش،مسندیں،کرسیاں،گاؤ تکئے،بیان فرما کر قبر کی تنگی،پتھر کی سلوں،قبروں کے لحدوں اور تاریکیوں کا ذکر قاری کے دل کو دہلا دیتا ہے۔حالانکہ خطبہ پڑھنے سے پہلے وہ بیماروں کی بیمار پرسی،تیمارداری،مردوں کے غسل وکفن ودفن میں شرکت کرتا ہے مگر اس پر وہ عبرت ناک حالت طاری نہیں ہوتی جو حضورؑ کے خطبات سے پیدا ہوتی ہے۔اس کے سامنے ہر سبق آموز صورت حال کا ٹھہرے رہنے والا نظارہ جم کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اُسے بہت سی ایسی چیزوں پر متوجہ کرتا ہے جن پر عموماً اُس کی توجہ نہ تھی۔اور اسلئے کہ تمام کاموں نے رسومات اور رواج کی صورت اختیار کر لی ہے۔ہم قبرستانوں میں بھی جاتے ہیں اُن کے پاس سے گزرتے ہیں۔فاتحہ بھی پڑھتے ہیں ایصال ثواب کی مجالس بھی کرتے ہیں۔سوم،دسواں،بیسواں،اور چہلم اور برسیاں بھی کرتے ہیں۔مگر یہ سب کچھ رسومات میں بدل کر بے جان اور مقصد سے دور تر ہو چکا ہے۔ان کا نہ ہم پر اثر ہوتا ہے نہ اُن مرنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔بہت بہتر ہوا گر ہم مُلا کو بلا کر ایصال ثواب کے بے معنی مجلس نہ پڑھوائیں بلکہ حضورؑ کا کوئی خطبہ حاضرین کو سنائیں اور اُس کے حضورؑ کے اور حضرت حجۃ علیہ السلام کے توسط سے مرنے والے کو دعا اور فاتحہ اور ثواب پہنچائیں تو اُدھر تو سچ مچ ثواب پہنچے گا اور ادھر حاضرین مجلس کے اخلاق وتصورات پر دیرپا اثر مرتب ہوگا۔مگر کیا کریں کہ ان مردہ رسوم ورواجات نے ہمیں تیلی کے بیل کی طرح کولھو میں جوت رکھا ہے۔خطبے کے بعد بھی مصائب محمد وآل محمد صلوۃ اللہ پڑھے جاسکتے ہیں اور مذہب شیعہ کے ایصال ثواب کی عملی صورت بتائی جاسکتی ہے۔بہر حال ہم جانتے ہیں کہ حضورؑ ان خطبات سے زندوں میں انقلاب پیدا کر دیتے تھے۔اُنہیں بے ضرر مرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔اُن پر موت کو آسان وخوشگوار بنا دیتے تھے اور وہ طریقہ بھی اُن خطبات میں مل جاتا ہے جس سے اس بدن کا سڑنا اور گلنا روکا جاسکتا ہے۔اور موت ابدی زندگی کیلئے ایک پردہ،ایک بہانہ اور طریقہ بن سکتی ہے یعنی دوسرے گھنٹے میں زندہ ہو کر حضورؑ سے جا ملنا۔وہ تو تمہیں لینے آتے ہیں مگر تم تیار نہیں ملتے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 224

علی نقی طھرانی : خطبہ نمبر: 218

خُطبه ﴿219﴾

1۔اللہ کا اپنے دوستوں سے سلوک۔2۔اللہ کے دوست دل گھبرانے کا کیا علاج کرتے ہیں؟

3۔سوال کرنا یا دعا مانگنا نہ آئے تو اللہ کو بتانا چاہیے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اٰنَسُ الۡاٰنِسِیۡنَ لِاَوۡلِیَائِکَ ؛	1	اے اللہ یقیناً تو اپنے اولیاؑء (حاکموں) کے ساتھ تمام اُنسیت رکھنے والوں سے بڑھ کر اُنسیت رکھتا ہے۔
وَاَحۡضَرُھُمۡ بِالۡکِفَایَةِ لِلۡمُتَوَکِّلِیۡنَ عَلَیۡکَ ؛	2	اور جو لوگ تجھ پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں ان کی ہر طرح کفایت کرتے رہنے کے لئے ہر وقت حاضر و موجود ہے۔
تُشَاھِدُھُمۡ فِیۡ سَرَائِرِھِمۡ ؛	3	تو ان کے تمام رازوں کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔
وَتَطَّلِعُ عَلَیۡھِمۡ فِیۡ ضَمَائِرِھِمۡ ؛	4	اور ان کے قلبی تصورات اور ضمیر کے حالات تجھ پر واضح ہیں۔
وَتَعۡلَمُ مَبۡلَغَ بَصَائِرِھِمۡ ؛	5	اور تو ان کی سوجھ بوجھ اور بصیرت کی رسائی کا حدود اربعہ جانتا ہے۔
فَاَسۡرَارُھُمۡ لَکَ مَکۡشُوۡفَةٌ ؛	6	چنانچہ ان کے تمام راز تیرے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔
وَقُلُوۡبُھُمۡ اِلَیۡکَ مَلۡھُوۡفَةٌ ؛	7	اور ان کے دل تیرے آگے آرزومند ہیں۔
اِنۡ اَوۡحَشَتۡھُمُ الۡغُرۡبَةِ اٰنَسَھُمۡ ذِکۡرُکَ ؛	8	اگر غربت و تنہائی انہیں وحشت میں ڈالتی ہے تو وہ تیرے ذکر سے اپنا دل بہلاتے رہتے ہیں۔
وَاِنۡ صُبَّتۡ عَلَیۡھِمُ الۡمَصَائِبُ لَجَاُوۡا عَلَی الۡاِسۡتِجَارَةِ بِکَ عِلۡمًا بِاَنَّ اَزِمَّةَ الۡاُمُوۡرِ بِیَدِکَ ؛	9	اور اگر ان پر مصیبتوں کا حملہ ہوتا ہے تو وہ تیرے حضور میں پناہ لینے کے لئے التجا کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں یہ علم ہے کہ درحقیقت سارے کام تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔
وَمَصَادِرَھَا عَنۡ قَضَائِکَ ؛	10	اور تمام کاموں کا نفاذ بہرحال تیرے ہی فیصلوں پر منحصر رہتا ہے۔
اَللّٰھُمَّ اِنۡ فَھِھۡتُ عَنۡ مَسۡاَلَتِیۡ اَوۡعَمِیۡتُ عَنۡ طِلۡبَتِیۡ ؛	11	اے اللہ اگر میں تجھ سے مانگنے اور سوال کرنے سے قاصر رہ جاؤں یا اپنی ضرورت کی گہرائی اور تفصیل نہ سمجھ سکوں اور ٹھیک سے ادا کر نہ سکوں تو۔

فَدُلَّنِیْ عَلٰی مَصَالِحِیْ ؛	12	ایسی صورت میں تو مجھے میری مصلحتوں کی طرف راہنمائی کردیا کر۔
وَخُذْ بِقَلْبِیْ اِلٰی مَرَاشِدِیْ؛	13	اور میرے دل کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہوئے اصلاح وہدایت پر لگائے رکھ۔
فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِنُکْرٍ مِّنْ ھِدَایَاتِکَ ؛	14	یہ دعا اور تمنا تیری سابقہ ہدایات اور راہنمائی کے خلاف نہیں ہے۔
وَلَابِبِدْعٍ مِّنْ کِفَایَاتِکَ ؛	15	اور نہ ہی میری یہ تمنا تیری حاجت روائی اور مہربانیوں کے سامنے کوئی انوکھی تمنا ہے۔
اَللّٰھُمَّ احْمِلْنِیْ عَلٰی عَفْوِکَ ؛	16	اے اللہ میرے سلسلے میں اپنی درگزر اور معافی کو مدنظر رکھا کر۔
وَلَاتَحْمِلْنِیْ عَلٰی عَدْلِکَ ؛	17	اور سخت گیری اور عدل وانصاف نہ کیا کر"

تشریحات:

اللہ کا تمام انسانوں کے قلبی حالات سے واقف ہونا تو عام حقیقت ہے لہٰذا اس کا اولیاء اللہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ لیکن اُن سے محبت وانسیت اور توجہات کا وابستہ رکھنا خصوصی سلوک ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں خود کو اللہ سے وابستہ رکھتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور چیز یا وسیلے کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ حضرات وحشتناک حالات میں اور مصائب والام وآفات کے دوران بھی صرف اللہ ہی کو اپنا سہارا اور مددگار سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ صرف اللہ ہی اُن کی وحشت ومصیبت کو سہولت اور خوشحالی سے بدل سکتا ہے اور بدلتا رہتا ہے۔ یوں دل جمعی کے ساتھ اللہ پر منحصر رہنا اور کسی دوسرے مادی یا روحانی ذریعہ کو اپنا سہارا نہ ماننا ہی اللہ کی توجہات ومحبت کو کھینچنے کی کامیاب ترکیب ہے۔ اور یہ ترکیب مشروط نہیں ہے جو شخص بھی ہر طرف سے منقطع ہو کر صرف اللہ پر منحصر ہو جائے وہ رفتہ رفتہ اللہ کی توجہات اور خوشنودی حاصل کرسکتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسلئے کہا ہے کہ انقطاع اور وابستگی ترکیب کی حد سے آگے بڑھ کر دل کی گہرائی تک پہنچ جائے اور آزمائشوں میں ڈگمگانا چھوٹ جائے۔ یہی بات اللہ نے بطور اعتراف قرآن میں یوں فرمائی ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِO يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌO (بقرہ 2/207-208)

"لوگوں میں وہ شخص بھی موجود ہے جس نے اللہ کی تمام خوشنودی اور رضامندیاں خریدنے کیلئے اپنی جان اور جان سے متعلق ہر چیز اللہ کے ہاتھ فروخت کردی ہے اور فروخت کرتا رہیگا۔ اور اللہ تو اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے۔ اے وہ لوگوں جو ایمان لاچکے ہو تم سب کے سب کلیتًا سلامتی کے اس نظام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی تمام خطا کارانہ اسکیموں کی پیروی چھوڑ دو یاد رکھو کہ تمہارا مُنہ بولتا دشمن ہے"

گو یہ آیت (2/207) خطیب علیہ السلام کا عملدرآمد بیان کرتی ہے اور اُن ہی کے نظام وسلامتی کو اگلی آیت (2/208) میں سامنے رکھا گیا ہے۔ مگر یہ دعوت عام ہے تاکہ ہم سب مومنین یہ ترکیب اور طریقہ اختیار کریں اور رفتہ رفتہ اس میں کامیاب ہو جائیں اور حضرت علی علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا کو بھی اختیار کرلیں یعنی اللہ کی پناہ میں جانے کی اللہ سے التجا کرتے رہیں اور اپنا قلب وذہن اللہ کو سونپ کر یہ چاہیں کہ وہ ہماری اصلاح حال جاری رکھے اور ہمیں ہماری خامیاں بتاتا رہے۔ ہمیں دعا کرنا بھی سکھائے ہمیں یہ بھی بتائے کہ فلاں حالات میں فلاں چیز طلب کیا کریں۔ اور فلاں چیز کے مانگنے سے احتراز کیا کریں۔ یعنی جب ہم نے اپنا تن من دھن، ارادے اور اختیارات سب کچھ اللہ کے سپرد کردیا ہے تو

اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کیلئے اُسی کو مختار بنا دیں وہ جس طرح پسند کرے چلائے اور ہم چلتے جائیں۔ چون و چرا، فکر و اندیشہ بالائے طاق رکھ دیں۔ مجتہدانہ تصورات پر اُسی طرح لعنت کرتے رہیں۔ جس طرح شیطان پر لعنت کرتے ہیں اور اتنا اور غور کریں کہ یہاں آیت (2/208) میں مذکور شیطان الف لام کی وجہ سے ابلیس کے بجائے وہ خاص شیطان ہے جسے قرآن میں لفظ فلاں (31 تا 25/27) سے یاد کیا گیا ہے جس کو دوست بنانے پر ابوبکر صدیق پچھتائے ہیں جس نے اُن سے رسولؐ اللہ کا ساتھ چھڑایا اور اپنی راہ پر لگایا تھا اُس ہی نے آیات کا چھلکا اس حسن سے اتارا کہ ابلیس بھی اس کا پیرو ہو گیا (7/175) اور جسے شیاطین نے شاہکار کا خطاب دیا اور خطیبؑ نے بھی لفظ فلاں سے یاد کیا۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 225

علی نقی طہرانی خطبہ نمبر: 219

خُطبہ 《220》

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ O

سمجھنا اور ماننا تو کہاں تیری قوم نے تو حق ہوتے ہوئے اس حقیقت کو جھوٹ کہہ دیا کہ حکومت کے لئے اللہ ہی مختار ہے۔

بہر حال ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے سامنے کوئی وکالت کرنے والا بھی نہیں ہوں۔(سورہ انعام 6/66)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا O

اور اللہ نے جواب دیا تھا کہ ہم نے تو مسلسل ہر نبیؑ کے مد مقابل جرائم پیشہ لوگوں کو اسی طرح ان کا دشمن بنائے رکھا ہے مگر تیرے معاملے میں تیرا پروردگار تیری راہنمائی اور ہدایت کیلئے ان کے مقابلے میں ہر طرح کافی ہے۔(سورہ فرقان 25/31)

(1) شاھکارِ شیطان اور پرویز،

(2) قریش کا ہیرو،

(3) آیاتِ قرآن میں ایسی موشگافیاں اور تاویلات کرنے والا کہ ابلیس نے اُس کی اقتدا اور پیروی اختیار کر لی تھی۔(اعراف 7/175)

(4) قرآنی تعلیمات کو اپنے منصوبے پر ایسا موزوں (FIT) کیا کہ رسولؐ کی پوری قوم نے اُس کی پیروی کی اور رسولؐ کے راستے کو چھوڑ دیا اپنے ایک یار کو رسولؐ کی جگہ حکمران بنایا اور رسولؐ نے اللہ سے پوری قوم کی شکایت کی تھی کہ اَے میرے پروردگار، میری قوم نے اس قرآن سے ہجرت کر کے اپنا راہنما الگ سے اختیار کر لیا ہے۔(فرقان 31-25/27)

(5) اللہ نے اس لیڈر کے مقابلے میں رسولؐ کی تعلیمات کے تحفظ اور نصرت کی ذمہ داری لی اور رسولؐ کی قوم کو دشمن خدا و رسولؐ اور مجرم قرار دیا۔(فرقان 25/31)

(6) اللہ نے رسولؐ کی قوم کو مکذّب قرآن فرمایا ہے۔(انعام 6/66)،

(7) اُسی لیڈر نے فتنوں اور فساد کو اپنا جانشین وخلیفہ بنایا تھا (خطبہ: 220/5) اور نوع انسان کی مستقل گمراہی کی انتظام کا تھا (خطبہ: 14-220/12)

(8) وہ ہیرو فتنوں اور فساد کا دروازہ ومخزن ومنبع تھا (بُخاری باب الفتن)

تشریحات وتوضیحات:

یہی خطبہ ہے جوعلمااورعوام میں مَابِہِ النزاع رہتا چلا آیا ہے۔اور یہی خطبہ ہے جس کے ترجمہ کو پڑھ کر ہمارے احباب نے ہم پر پوری نہج البلاغہ کے ترجمہ کرنے کا تقاضہ کیا تھا۔اور یہی خطبہ ہے جس کو اہلسنت علما نے خلیفہ دوم کے فضائل میں پیش کیا اور نام نہاد شیعہ علما کو صدیوں لاجواب و پریشان رکھااور یہی وہ خطبہ ہے جس کیلئے مفتی جعفرحسین نے گھبرا کر لفظ ''بَلَاد'' کو بَلَاءُ بنادیا تاکہ کسی طرح سُنی علما اورعمر سے جان چھوٹے اورلفظ بدلنے کے بعدبھی ایسی بچگانہ تاویلات اورتشریحات کیں جواہل علم کے سامنے مضحکہ بن کر رہ گئیں اور یہی وہ خطبہ ہے جس کے ترجمہ وتشریح میں علامہ علی نقی فیض الاسلام طہرانی نے حضرت علی علیہ السلام پر توریہ اورتقیہ کا الزام عاید کرنے میں خیریت سمجھی۔اور یہی وہ خطبہ ہے جس میں جناب مولائے کائناتؑ نے صرف چودہ جملوں میں عمر اوراُس کی قوم کی کارگردگی کواس شان سے سمودیا ہے کہ جس کی تفصیل کے لئے ایک ہزار صفحات سے زیادہ درکار ہیں۔اور یہی وہ خطبہ ہے کہ جس کے توڑ میں علامہ غلام احمد پرویز نے ایک بہت ضخیم کتاب ''شاہکار رسالت'' کے نام سے لکھی اور پاکستان اورسعودی عرب تک میں پھیلائی ہے اور ہمارے کُتب خانے میں بھی درآئی ہے۔

2۔یہ بلاغت مرتضویؑ کا کرشمہ تھا جواغیاراوردشمنوں کی عقل وفہم کو ورغلاتا اورگمراہ رکھتا چلا آیااور دوسرے مترجمین نقالی کی بناپر بھٹکتے رہے

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات میں عموماً جو زبان استعمال فرمائی ہے اُس میں یہ اصول برقرار رکھا ہے کہ اگرکوئی حکومت کا نمائندہ یا جاسوس حضورؑ کے بیان کو بلفظہٖ حکومت کے سامنے رکھے تو الفاظ کی بندش مخالفت کے جرم کو عاید ہونے سے بند رکھے اوراگرکوئی حضورؑ کے الفاظ کا وہ مفہوم رپورٹ میں پیش کرے جو وہ سمجھا تھا تو وہ حضورؑ کا بیان نہ ہونے کی بناپر ضائع ہوجائے اوردونوں صورتوں میں دشمن ناکام رہے۔ اسلئے بھی کہ رپورٹراشاروں کنایوں اورآواز کے اُتار چڑھاؤ اورمسکراہٹوں کو رپورٹ میں درج نہ کرسکتے تھے جوکہ معنی میں سنگین تبدیلی کردیتے ہیں۔

3۔اس خطبہ کے الفاظ سے مترجمین اوررپورٹر اورمخالف حکومتیں کیا سمجھتی رہیں؟

ہماری نظر میں نہج البلاغہ کا سب سے معتبر اورکسی قدر حق کے قریب ترجمہ علامہ علی نقی طہرانی فیض الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے جو 1365ھ میں مطبع آفتاب طہران سے شایع ہوا تھا۔اُس میں اس خطبہ کا نمبر 219 ہے۔علامہ مرحوم نے خطبہ کے ترجمہ سے پہلے لکھا ہے کہ:

ازسخنا نِ آنحضرت علیہ السلام است (دربارہ عمر کہ ازدراہِ توریہ فرمودہ یعنی درظا ہر می نماید کہ اُو راستودہ ،ولی باطناً تو بیخ و سرزنش نمودہ ،وازایں رواین سخن با آنچہ در خطبہ سوم فرمودہ منافات ندارد):

ترجمہ: ''یہ خطبہ بھی آنخضرت علیہ السلام کے کلام میں سے ہے۔(یہ کلام عمر کے حق میں بطور توریہ فرمایا گیا ہے یعنی بظاہر یہ کلام عمر کی مدح معلوم ہوتا ہے لیکن باطنی طور پر اس کلام سے عمر کی مذمت اور سرزنش مقصود ہے اوراس حیثیت سے یہ کلام خطبہ نمبر 3 کے خلاف نہیں ہے'' (جلد2 صفحہ 712)

یہاں ہمیں یہ کہنا ہے کہ علامہ نے اس خطبہ سے یہ تو بھانپ لیا ہے کہ اس خطبہ میں عمر کی مذمت ہے مدح وثنا نہیں ہے۔مگرعلامہ یہ بتانے سے قاصر رہے ہیں کہ اس خطبہ میں انہیں توریہ کا یقین کیسے ہوا؟

4۔توریہ کے معنی اورمودودی کا بیان اورہماری حقیقی راہنمائی جو کام آئے گی۔

مودودی صاحب سورہ یوسفؑ کی آیات (12/70 تا 79) کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''احتیاط ملاحظہ ہو کہ ''چور'' نہیں کہتے بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ: ''جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔'' اسی کو اصطلاح شرع میں ''توریہ'' کہتے ہیں یعنی ''حقیقت پر پردہ ڈالنا'' یا ''امر واقعہ کو چھپانا'' جب کسی مظلوم کو ظالم سے بچانے یا کسی بڑے مظلمہ کو دفع کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ ہو کہ کچھ خلاف واقعہ بات کہی جائے یا کوئی خلافِ حقیقت حیلہ کیا جائے تو ایسی صورت میں ایک پرہیزگار آدمی صریح جھوٹ بولنے سے احتراز کرتے ہوئے ایسی بات کہنے یا ایسی تدبیر کرنے کی کوشش کرے گا جس سے حقیقت کو چھپا کر بدی کو دفع کیا جاسکے۔ ایسا کرنا شرع و اخلاق میں جائز ہے بشرطیکہ محض کام نکالنے کیلئے ایسا نہ کیا جائے بلکہ کسی بڑی بُرائی کو دور کرنا ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 425)

علامہ کا یہ بیان وتشریح غلط ہے اس لئے کہ حقیقت پر پردہ ڈالنے یا امر واقعی کو چھپانے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حقیقت کے خلاف کوئی بات یا واقعہ بیان کیا جائے اس لئے کہ یہی تو صریح جھوٹ اور فریب ہوگا۔ دراصل توریہ ایسے کلام کو کہتے ہیں جس میں متکلم صورت حال کو بیان کرنے کے بجائے ایسا کلام کرے جس کو سننے والا خود ہی صورت حال پر فٹ کر کے مطمئن ہو جائے اور اپنے اختیار کردہ مفہوم کو متکلم کا بیان سمجھ لے۔

مثلاً ایک شخص دریافت کرتا ہے کہ: برخوردار تمہاری تنخواہ کتنی ہے؟ جواب ملتا ہے کہ ''خدا کا شکر ہے عزت کی زندگی بسر کر رہا ہوں'' وہ پوچھتا ہے کہ: بیٹے کتنا پڑھے لکھے ہو؟ جواب ملتا ہے کہ: ''لکھے پڑھے لوگوں میں عزت کا مقام رکھتا ہوں اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں پر مطلع اور کامیاب ہوں۔''

ان دونوں جوابات میں برخوردار نے دونوں سوالات کا ہرگز جواب نہیں دیا ہے۔ مگر اُن بزرگوار نے ان دونوں جوابات سے اُس صاحبزادے کو اپنی دامادی کیلئے سو فیصد موزوں سمجھا ہے اور یقین کر لیا ہے کہ:

<u>اول۔</u> لڑکا نہایت تہذیب یافتہ اور اخلاق و آداب و دین داری سے واقف ہے۔ یقیناً اُس کی تنخواہ ہزار روپیئے سے کم نہیں ہوسکتی ورنہ کنبہ کا عزت کی زندگی بسر کرنا مشکل ہوتا۔

<u>دوم۔</u> لڑکا یقیناً بی اے یا ایم اَے ہوگا۔ ورنہ لکھے پڑھے لوگوں میں عزت کا مقام ملنا مشکل ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ ایم اے اسلامیات میں کیا ہو ورنہ اسلامی فرائض اور ذمہ داریاں معلوم ہونا مشکل تھا۔

<u>سوم۔</u> تمام دینی فرائض اور ذمہ داریاں بجالانے اور انجام دینے میں کامیابی اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ والدین اور زوجہ اور بچوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ یہ تھا توریہ۔

5۔ حضورؐ کے خطبہ کا ایک ایک جملہ اور ہر جملے کا ترجمہ اور مترجم کا نام۔

نام مترجم	جملہ نمبر	ترجمہ
جملے کی عربی	1	لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ ؛
علی نقی طہرانی	1	خدا شهر هائے فلاں (عمر بن خطاب) را برکت دِهدونگا ہ دارد کہ (باعتقاد گر و ہے)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	1	خدا عمر بن خطاب کے شہروں میں برکت دے اور انہیں محفوظ رکھے اسلئے کہ ایک گروہ کے اعتقاد میں اس نے
جملے کی عربی	2	فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ ؛
علی نقی طہرانی	2	کجی را راست نمود (گمراهان راہَ براہ آورد)

ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	2	اُس نے کجی کو سیدھا کیا (گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لایا)
جملے کی عربی	3	وَ دَاوَی الْعَمَدَ ؛
علی نقی طہرانی	3	و بیماری را معالجه کرد (مردم شهر هائے رابدین اسلام گرواند)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	3	اور بیماری کا علاج کیا (شہروں کے تمام باشندوں کو دین اسلام سے وابستہ کیا)
جملے کی عربی	4	وَاَقَامَ السُّنَّۃَ ؛
علی نقی طہرانی	4	وسنت رابر پاداشت (احکام پغمبرؐ را اجرا نمود)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	4	اور اُس نے سنت کو قائم کیا (احکام پیغمبرؐ کو جاری کیا)
جملے کی عربی	5	وَخَلَّفَ الْفِتْنَۃَ ؛
علی نقی طہرانی	5	وتباه کاری راپُشتِ سر انداخت (درزمانِ اُوفتنه ای رُوندا د)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	5	اور تباہی اور فتنہ کو پیچھے ہٹا دیا (اس کے زمانے میں کسی فتنہ نے منہ نہ دکھایا)
جملے کی عربی	6	ذَهَبَ نَقِیَ الثَّوْبِ ؛ قَلِیْلَ الْعَیْبِ ؛
علی نقی طہرانی	6	پاک جامه و کم عیب ازدنیا رفت (مانند عثمان خودرا بپلید یهانیالود)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	6	پاک لباس اور کم عیب رہ کر دنیا سے گئے (عثمان کی طرح خود کو ناپاکیوں سے آلودہ نہ کیا)
جملے کی عربی	7	اَصَابَ خَیْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا ؛
علی نقی طہرانی	7	نیکوئیِ خلافت رادریافت واز شَرِّآن پیشی گرفت (تابُود امر خلافت منظم بُوده اختلالے درآن راه نه یافت)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	7	خلافت کی اچھائیاں حاصل کیں اور اُس کی برائیوں سے آگے بڑھ گیا (جب تک موجود تھا خلافت کے معاملات منظم اور درست رہے ان میں کوئی خرابی واقع نہ ہو سکی)
جملے کی عربی	8	اَدّٰی اِلَی اللّٰهِ طَاعَتَهٗ ؛ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ ؛
علی نقی طہرانی	8	طاعت خدا را بجا آورده ،ازنافرمانئِ اُوپرهیز کرده حَقّش رادانمود (ولیکن)
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	8	خدا کی فرماں برداری کرتا رہا اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور اُس کے حقوق ادا کرتا رہا (ولیکن)
جملے کی عربی	9	رَحَلَ وَتَرَکَهُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ ؛
علی نقی طہرانی	9	از دنیارفت درحالیکه مردم رادر راه هائے گُوناگُوں انداخت .
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	9	دنیا سے ایسے حال میں گیا کہ لوگوں کو مختلف راہوں میں بھٹکتا چھوڑ گیا۔

جملے کی عربی	10	لَایَھْتَدِیْ فِیْھَا الضَّالُّ ؛
علی نقی طہرانی	10	بطورے کہ گمراہ در آنھاراہ نمی یابد.
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	10	اس انداز سے کہ گمراہوں کو اُن گونا گوں راہوں میں صحیح راستہ نہیں ملتا۔
جملے کی عربی	11	وَلَایَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ ؛
علی نقی طہرانی	11	وراہ یافتہ بریقین وباور نمی ماند . (خطبہ ختم ہوا)۔
ہمارا فارسی کا اُردو ترجمہ	11	اور جو شخص صحیح راہ پا چکا اُسے اپنی صحیح راہ پر یقین حاصل نہیں ہوتا۔

مفتی جعفر حسین کا ترجمہ بھی دیکھ لیں

1	لِلّٰہِ بَلَاءُ فُلَانٍ ؛	فلاں شخص کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے۔
2	فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ ؛	انہوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا۔
3	وَ دَاوَی الْعَمَدَ ؛	مرض کا چارہ کیا۔
4	وَاَقَامَ السُّنَّۃَ ؛	سنت کو قائم کیا۔
5	وَخَلَفَ الْفِتْنَۃَ ؛	فتنہ وفساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔
6	ذَھَبَ نَقِیَ الثَّوْبِ ؛	صاف ستھرے دامن اور
7	قَلِیْلَ الْعَیْبِ ؛	کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔
8	اَصَابَ خَیْرَھَا ؛	(دنیا کی) بھلائیوں کو پالیا۔
9	وَسَبَقَ شَرَّھَا ؛	اور اس کی شرانگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔
10	اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ ؛	اللہ کی اطاعت بھی کی اور
11	وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ ؛	اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔
12	رَحَلَ وَتَرَکَھُمْ فِیْ طُرُقٍ مُّتَشَعِّبَۃٍ ؛	خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے۔
13	لَایَھْتَدِیْ فِیْھَا الضَّالُّ ؛	جن میں گم کردۂ راہ راستہ نہیں پا سکتا۔
14	وَلَایَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ ؛	اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔ (نہج البلاغہ جلد دوم صفحہ 294)

6۔ مندرجہ بالا دونوں ترجمے شیعہ مجتہدین کے تھے ساتھ ہی تیسرا ترجمہ ایک اہلسنت عالم جناب رئیس احمد جعفری کا بھی ملاحظہ کرلیں

1	لِلّٰہِ بَلَادُفُلَانٍ ؛	خدا عمر کے شہروں کو برکت دے اور اُن کی محافظت فرمائے۔

2	فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ ؛	کہ اُس نے کجی کو راست کیا۔
3	وَ دَاوَی الْعَمَدَ ؛	اور بیماری کا معالجہ کیا۔
4	وَاَقَامَ السُّنَّۃَ ؛	اور سنت کو قائم کیا۔
5	وَخَلَّفَ الْفِتْنَۃَ ؛	اور فتنہ کو ختم کر دیا۔
6	ذَھَبَ نَقِیَ الثَّوْبِ ؛ قَلِیْلَ الْعَیْبِ ؛	پاک جامہ وکم عیب اس دنیا سے رخصت ہوا۔
7	اَصَابَ خَیْرَھَا ؛	خلافت کی نیکی تک پہنچا۔
8	وَسَبَقَ شَرَّھَا ؛	اور اُس کے شر سے گزر گیا۔
9	اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ ؛ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ ؛	اسکی نافرمانی سے پرہیز کیا اس کی اطاعت کا حق (اچھی طرح سے) ادا کیا (لیکن)
10	رَحَلَ وَتَرَکَھُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ ؛	وہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ لوگوں کو گونا گوں راستوں پر ڈال دیا۔
11	لَایَھْتَدِیْ فِیْھَا الضَّالُّ ؛	جن میں گمراہ راہ یاب نہیں ہو سکتے اور
12	وَلَایَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ ؛	راہ یافتہ یقین وباور پر قائم نہیں رہ سکتے (ترجمہ نہج البلاغہ صفحہ 1283)

علامہ رئیس احمد جعفری نے خطبہ کے نیچے حاشیہ میں اُن بریکٹوں کی عبارت بھی لکھی ہے جو علی نقی طہرانی نے اپنے ترجمے میں لکھے تھے۔

7۔ مترجمین اور ترجموں پر ایک سرسری نظر اور تنقیدی ہاتھ ڈال کر آگے بڑھیں اور مولاؑ ئے کائنات کا منشا سامنے لائیں۔

ان تمام تراجم میں جو چیز سب سے زیادہ اُبھری ہوئی اور نمایاں نظر آرہی ہے وہ یہ ہے کہ مترجمین نے نہایت کوشش کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے مخاطب کی مدح وثنا کی ہے۔ کوشش کے ساتھ اس لئے کہا کہ انہوں نے بلاضرورت قوسین یا بریکٹ لگا لگا کر اپنا مافی الضمیر ترجمہ میں شامل کر دیا ہے یعنی ''مان نہ مان میں تیرا مہمان'' حضرت علیؑ کہیں یا نہ کہیں ہم کہتے ہیں کے اصول پر زبردستی خطبے کو مدح وثنا میں تبدیل کیا ہے۔

دوم۔ **ممدوح کے لئے لفظ فُلَانٌ کبھی استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کا نام نہ لینا اُس پر ظلم ہے۔**

یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ جب کسی کا نام لینا خطرات سے دوچار کرتا ہو تو نام کی جگہ فلانٌ بولا جایا کرتا ہے۔ یہ خطرات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ہم کسی ایسے شخص کی مدح کریں جس کے مخالف موجود اور طاقتور ہوں مثلاً حضرت علیؑ کی مدح بنی امیہ کے راج میں یا دوم یہ کہ ہم کسی ایسے شخص کی مذمت کریں جس کے ہمدرد وطرف دار موجود اور طاقتور ہوں مثلاً ابوبکر وعمر کی مذمت اُن ہی کے اقتدار کے دوران۔ ان دونوں صورتوں میں نام کی جگہ فلاں کہنا جائز اور بجا ہے مگر دونوں صورتوں میں ایک بُرے اور طاقتور گروہ کا وجود ثابت کرنا لازم ہوگا۔ یعنی لفظ فلاں کا استعمال پہلے ایک بُرے اور طاقتور وجود کا ہونا لازم کرتا ہے ورنہ اچھے اور سازگار حالات میں لفظ فلاں کا استعمال ہوتا ہی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علامہ مودودی کا بیان اور وجوہات سنئے:

سوم۔ **طرف داروں کے اشتعال سے بچنے کے لئے نام کو چھپانا اور مشہور لوگوں کی صفات بیان کر کے کام چلا لینا۔**

علامہ مودودی لکھتے ہیں کہ:

''خیال رہے کہ خطاب عام لوگوں سے ہے اور اُن سے سوال یہ نہیں کیا جا رہا ہے کہ ''تم کدھر پھرے جاتے ہو؟'' بلکہ سوال یہ ہے کہ ''تم کدھر پھرائے جا رہے ہو''اس سے صاف ظاہر ہے کوئی ایسا گمراہ کُن شخص یا گروہ موجود ہے جو لوگوں کو صحیح رخ (راہ) سے ہٹا کر غلط رخ (راہ) پر پھیر رہا ہے۔اسی بنا پر لوگوں سے یہ اپیل کی جا رہی ہے کہ تم اندھے بن کر غلط راہنمائی کرنے والوں کے پیچھے کیوں چلے جا رہے ہو، اپنی گرہ کی عقل سے کام لے کر سوچتے کیوں نہیں، کہ جب حقیقت یہ ہے تو آخر یہ تم کو کدھر چلایا جا رہا ہے، یہ طرز سوال جگہ جگہ ایسے مواقع پر قرآن میں اختیار کیا گیا ہے اور ہر جگہ گمراہ کرنے والوں کا نام لینے کے بجائے ان کو صیغۂ مجہول کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے۔تا کہ اُن کے معتقدین ٹھنڈے دل سے اپنے معاملے پر غور کر سکیں اور کسی کو یہ کہہ کر انہیں اشتعال دلانے اور اُن کا دماغی توازن بگاڑ دینے کا موقع نہ ملے کہ دیکھو یہ تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں پر چوٹیں کی جا رہی ہیں۔اس میں حکمتِ تبلیغ کا ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جس سے غافل نہ رہنا چاہئے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 283-282)

پھر لکھتے ہیں کہ:

مودودی کا دوسرا بیان: ''ان آیات (قلم 15 تا 68/9) میں جس شخص کے یہ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔اس کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔کسی نے کہا ہے کہ یہ شخص ولید بن مغیرہ تھا۔کسی نے اَسود بن عبد یغوث کا نام لیا ہے۔کسی نے اَخنَس بن شُرِیق کو اس کا مصداق ٹھیرایا ہے۔اور بعض لوگوں نے کچھ دوسرے اشخاص کی نشاندہی کی ہے۔لیکن قرآن مجید میں نام لئے بغیر صرف اس کے اوصاف بیان کر دیئے گئے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں وہ اپنے ان اوصاف کیلئے اتنا مشہور تھا کہ اُس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 61)

مودودی کا تیسرا بیان جو حقیقت میں خطبہ (220) کا ہدف اور مخاطب ہے۔

مودودی پھر لکھتے ہیں کہ: ''ان الفاظ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ضرور کوئی متعین شخص ہوگا جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔لیکن اللہ اور اُسکے رسولؐ کی یہ انتہائی اخلاقی بلندی ہے کہ وہ جب کبھی کسی کی برائی کو مثال میں پیش کرتے ہیں تو بالعموم اس کے نام کی تصریح نہیں کرتے۔بلکہ اس کی شخصیت پر پردہ ڈال کر صرف اس کی بُری مثال کا ذکر کر دیتے ہیں۔تا کہ اس کی رسوائی کئے بغیر اصل مقصد حاصل ہو جائے۔اسی لئے نہ قرآن میں بتایا گیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں کہ وہ شخص جس کی مثال یہاں (سورہ اعراف 176-7/175) پیش کی گئی ہے کون تھا۔مفسرین نے عہد رسالت اور اس سے پہلے کی تاریخ کے مختلف اشخاص پر اس مثال کو چسپاں کیا ہے کوئی بلعم بن باعوراء کا نام لیتا ہے کوئی امیہ بن ابی الصلت کا اور کوئی صیفی بن الراہب کا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خاص شخص تو پردہ میں ہے جو اس تمثیل میں پیش نظر تھا۔البتہ یہ تمثیل ہر اُس شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس میں یہ صفت پائی جاتی ہو۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 100 (حاشیہ نمبر 138)

نوٹ۔ قارئین نوٹ کریں کہ ہم مودودی کے اسی بیان اور حاشیہ نمبر (139) سے اور قرآن اور خطبہ (220) سے اُس زیرِ پردہ شخص کو پردہ سے نکال کر برھنہ سامنے لائیں گے اس کا نام قارئین کی زبانوں پر جاری کریں گے۔انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔اہل علم کے مسلمہ اصول اور قرآن کی ان مثالوں اور مودودی کے ان بیانات سے تمام مترجمین کی عموماً اور مفتی جعفر کی خصوصاً پول کھل گئی جو اس لفظ فلاں کی موجودگی کے باوجود اس خطبہ

سے مدح وثنا اخذ کرتے رہے ہیں۔حالانکہ اس خطبہ میں ایک لفظ بھی مدح وثنا پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

چہارم۔وہ الفاظ اور دلائل جن کی موجودگی میں یہ تمام تراجم غلط اور بے بنیاد ہیں؟

ہم قارئین کرام کے لئے اس خطبہ 220 کا ہمارا اپنا ترجمہ پیش کریں گے مگر پہلے یہ دیکھ لیں کہ جو ترجمے آپ کی نظر سے گزرے اُن کو ہم کیوں غلط قرار دیتے ہیں؟

پہلے جملے کا ترجمہ کیوں غلط ہے؟ لِلّٰہِ بِلَادُ فُلَانٍ ؛ کا ترجمہ اگر تمام متعلقہ حقائق سے قطع نظر کرلیا جائے تو صرف اور صرف یہ ہوسکتا ہے کہ ''فلاں شخص کے شہر اللہ کے لئے ہیں۔''اس ترجمہ سے زیادہ کی ان تین الفاظ میں گنجائش ہی نہیں ہے۔اس لئے کہ لِلّٰہِ کے معنی اللہ کے لئے ہیں اور بلادُ کے معنی احمقانہ طور پر شہروں کے ہیں اور فُلَان کے معنی فلاں سے زیادہ کچھ نہیں۔لہٰذا یہاں دُعا کے الفاظ ہیں نہ برکت دینے کے لئے کوئی لفظ ہے اور نہ محافظت یا حفاظت کرنے کے لئے کوئی لفظ ہے۔اور یہ کہ الفاظ برکت،محافظت خود عربی زبان کے الفاظ ہیں جو یہاں موجود نہیں۔

پھر یہ جملہ حقیقت واقعی کا مخالف ہے کہ: خدا فلاں شخص کے شہروں۔۔۔الخ۔ ظاہر اور معلوم ہے کہ فلاں شخص کے شہر وہی ہوسکتے ہیں جو اُس کی ملکیت اور زرخرید ہوں۔اور چونکہ شہروں کی زمین میں دیواروں اور مکانوں میں دروازوں اور چھتوں میں برکت وحفاظت مطلوب ومقصود ومحدود نہیں، بلکہ باشندوں کے جان واموال وغیرہ میں مطلوب ہے اور شہر اور شہروں کے باشندے اور اُن کے جان واموال واولاد کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہوسکتے لہٰذا یہ جملہ اور یہ فرضی دُعا بکواس سے زیادہ کچھ نہیں۔

دوسرے جملہ کا ترجمہ اس لئے غلط ہے کہ: قَوَّمَ الْاَوَدَ''میں لفظ قَوَّمَ کے معنی''سیدھا کرنا''ہرگز نہیں ہوسکتے۔اس کے معنی ہیں''کسی چیز کو بڑے اہتمام وانتظام کے ساتھ اس طرح قائم کرنا یا کھڑا کرنا یا قیام بخشنا کہ وہ چیز اپنی جگہ سے ہل نہ سکے ڈانواں ڈول نہ ہوسکے لغزش نہ کھا سکے۔''

تیسرے جملہ کے معنی اس لئے غلط ہیں کہ: لفظ''اَلْعَمَدَ''کے معنی ہرگز بیماری نہیں ہوتے۔اس کے معنی''کوئی خاص سوچا سمجھا جانا بوجھا منصوبہ، اسکیم، ارادہ اور پالیسی''ہوتے ہیں۔ ؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

چوتھے جملہ کے معنی اس لئے غلط ہیں کہ: اس میں ایک خاص سنت کے قائم کرنے کا ذکر ہے نہ کہ سُنت رسُولؐ کے قائم کرنے کا۔اور ظاہر ہے کہ وہ وہی سنت تھی جس پر عمل کرنے سے حضرت علی علیہ السلام نے انکار کیا اور نتیجہ میں آتی ہوئی حکومت کو لات ماردی تھی۔

پانچویں جملے کے معنی اس لئے غلط ہیں کہ: خَلَّفَ الْفِتْنَةَ کے معنی ایک خاص فتنہ کو یا فتنوں کی ہر جنس کو خلیفہ یا جانشین بنانا''ہوتے ہیں البتہ اگر مفتی جعفر کی طرح لفظ خَلَّفَ کو تشدید ہٹا کر خَلَفَ بنالیا جاتا تو کھینچ تان کر فتنہ کو پیچھے چھوڑ نا معنی ہوسکتے تھے۔حالانکہ اس کے معنی بھی کسی کا خلیفہ یا جانشین بننا ہوتے ہیں۔یعنی وہ فلاں شخص فتنہ کا جانشین بن گیا تھا۔(اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

چھٹا جملہ تحریف کی بنا پر غلط ہے: یہاں لفظ ذَهَّبَ کی''ہ''پر سے تشدید کو ساقط کر کے تقلیب معنی کی گئی ہے۔سابقہ پانچ جملوں کا تقاضہ یہ ہے کہ چھٹا جملہ یوں ہو کہ:۔ذَهَّبَ نَقِيَّ الثَّوْبَ ؛ قَلِيْلَ الْعَيْبَ ؛ پاکیزہ اور صاف کپڑے پر ملمع کاری کے باوجود بھی تھوڑا سا عیب رہ ہی گیا۔

آٹھویں جملے اور نویں جملے میں: ضمیر''ھَا''کا مرجع خلافت کو مانا ہے اور خلافت کا خطبہ میں لفظ تک نہیں ہے لہٰذا ترجمہ ومفہوم غلط ہے۔

دسویں جملے میں ''اِلَی اللّٰہِ''موجود ہے جس کے معنی ہیں''اللہ کی طرف''ان معنی کو نظر انداز کرنے سے صورتحال اُلٹ گئی ہے۔ورنہ معنی یہ ہوتے کہ اللہ کی اطاعت کو اس کی طرف واپس کر دیا''۔اور اسی بنا پر

گیارھویں جملے کے معنی یہ ہوتے کہ: ''اس کے حقوق سے ہمیشہ بچتا رہا۔''

بارھویں، تیرھویں، اور چودھویں، جملوں کا ترجمہ: چونکہ سابقہ جملوں سے وابستہ اور مسلسل نہیں ہے لہٰذا غلط ہے۔ خطیب علیہ السلام کا کلام اور مقصد مربوط رکھنا ضروری تھا جو مترجمین کی ذاتی رائے کی وجہ سے منتشر ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہمارا ترجمہ ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِلّٰهِ بَلَادُ فُلَانٍ ؛	1	فلاں شخص کی عقلی بدہضمیاں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔
فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ ؛	2	چنانچہ اس نے تمام خرابیوں اور کجیوں کو بڑے اہتمام و انتظام اور قوت کے ساتھ قائم کیا تھا۔
وَ دَاوَى الْعَمَدَ ؛	3	اور ایک مخصوص منصوبے کا معالجہ اور مرمت کی۔
وَاَقَامَ السُّنَّةَ ؛	4	اور ایک مخصوص قانون یا طرزِ عمل جاری کیا۔
وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ؛	5	اور فتنوں کی تمام اقسام کو جانشین بنایا۔
ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبَ ؛	6	پاکیزہ اور صاف کپڑے پر ملمع کاری یا رنگ سازی کی جس میں پھر بھی۔
قَلِيْلَ الْعَيْبَ ؛	7	تھوڑا سا عیب رہ ہی گیا۔
اَصَابَ خَيْرَهَا ؛	8	وہ اپنے منصوبے کی مفید چیزوں کو حاصل کر کے رہا۔
وَسَبَقَ شَرَّهَا ؛	9	اور اس سے نقصان پہنچانے میں سب پر سبقت اور بازی لے گیا۔
اَدَّىٰ اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ ؛	10	اُس نے اللہ کی اطاعت کو اُسی کی طرف واپس کر دیا۔
وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ ؛	11	اور وہ اللہ کے حقوق سے بچ کر رہا۔
رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِیْ طُرُقٍ مُّتَشَعِّبَةٍ ؛	12	خود رحلت (سفر) کر گیا مگر مسلمانوں کو بہت سے شعبوں والے ایسے طریقوں یا مذہبوں میں مبتلا کر کے چھوڑ گیا۔
لَايَهْتَدِیْ فِیْهَا الضَّالُّ ؛	13	جن میں رہتے ہوئے کسی بھی گمراہ کو ہدایت نہیں ملتی۔
وَلَايَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِیْ ؛	14	اور ہدایت یافتہ کو اپنی ہدایت یافتگی پر یقین نہیں آتا ہے۔''

8۔ ہم نے یہ ترجمہ کیوں اور کیسے کیا ہے؟ ایک سو جوابات میں سے چند جوابات دیکھیں اور ایک دفعہ پھر تمام تراجم کا بطلان ملاحظہ فرمائیں

ہمارے جوابات دوبارہ سننے سے پہلے ایک ایسا قاعدہ یا اصول سامنے رکھ لیں جو ترجمانی کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رہنا لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کوئی صاحب عقل متکلم یا خطیب یا مقرر ہرگز نہیں چاہتا کہ خود اس کا اپنا کلام یا خطبہ یا تقریر اس کے اپنے خلاف شہادت دے۔ لہٰذا ترجمہ کرتے ہوئے ہر مترجم پر لازم ہے کہ وہ متکلم یا خطیب یا مقرر کی مراد و منشا کا تعین خود اسی کے الفاظ کی حدود میں محدود رہتے ہوئے کرے اور ہرگز کسی خارجی تصور سے متاثر نہ ہو۔ خطبہ زیر بحث کے تراجم آپ نے دیکھ لئے ہیں اور شیعہ و سنی مترجمین اس خطبہ میں مدح و ثنا کے قائل ہوئے اور سب متفق پائے گئے ہیں۔ لہٰذا میرا انتہا اُن تراجم سے اتفاق نہ کرنا اور اُن کو غلط کہنا ایک شخص واحد کی رائے سمجھ کر نظر انداز کی جا سکتی ہے۔ مگر میرے

قائم کردہ دلائل کو دلیل سے باطل کرنا ایک علمی خدمت ہوگی جس میں یہ قدرت ہو وہ آگے بڑھے اور علم کی خدمت کرے اور اُن تسلیم شدہ تراجم کو میرے ساتھ ساتھ چل کر ملاحظہ فرمائے اور جہاں جہاں گنجائش پائے اصلاح پیش کرے۔ چنانچہ یہ مان لیا گیا ہے کہ خطبہ کے پہلے جملے میں فلاں شخص کے شہروں کیلئے دعا فرمائی گئی ہے اور یہ بھی ایک طے شدہ بات ہے کہ خطیب علیہ السلام اُن تمام شہروں کے باشندوں میں برکت طلب کرتا اور اُن کی حفاظت چاہتا ہے۔ جو اس فلاں شخص سے مضاف ہوں یعنی جنہیں وہ اپنا سمجھتا ہو اور جن لوگوں کو وہ اپنا نہ سمجھتا ہو یعنی جو اس کے مخالف یا دشمن ہوں وہ اس دعا سے خارج ہوں گے۔ اُن سے برکت وحفاظت کا تعلق نہ ہوگا۔ اُن کے حالات وغیرہ میں برکت وتحفظ مطلوب نہیں ہوسکتا۔

(الف) فلاں شخص کے لوگوں کی حالت خطبہ کے تتمہ میں کیا ہے؟

دعا کے مستحقین کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ دیکھیں کہ ان مستحقین کی حالت کیا ہے جس کی حفاظت اور جس میں برکت درکار رہے؟ چنانچہ جملہ نمبر بارہ، تیرہ اور چودہ کے ترجموں میں تمام مترجمین نے بلا اختلاف یہ مانا ہے کہ اس فلاں شخص نے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑا تھا کہ:

1۔ اُن میں ہم آہنگی اور اجتماعیت کا فقدان تھا۔ انتشار وافتراق واختلاف اپنی انتہا پر تھا۔

2۔ گمراہ لوگ موجود تھے مگر ان کے لئے ہدایت پانا ممکن نہ تھا۔

3۔ ہدایت یافتہ لوگ بھی تھے تو ان کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہ تھا جس سے وہ اپنی ہدایت یافتگی پر یقین واطمینان حاصل کر کے اُس پر برقرار رہ سکتے۔

(ب) اب دل تھام کر بیٹھو میری باری آئی۔

خطیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر خدانخواستہ فلاں شخص کے لوگوں کے لئے واقعی دعا کی ہے۔ تو ان کی دعا یقیناً قبول ہو کر رہے گی لہٰذا انہوں نے خطبہ کی رو سے اللہ سے یہ درخواست کی ہے کہ:

''خدایا اُس شخص کے لوگوں اور شہروں میں دینی ودنیاوی اختلافات وانتشارات وافتراقات میں روز افزوں برکت دیتا رہ یعنی اُن کو قیامت تک گونا گوں راہوں میں منتشر کرتا چلا جا۔ ہر گمراہ کی گمراہی میں اور ہر ہدایت یافتہ کی بے یقینی میں بے حد وحساب اضافہ جاری رکھنا۔ اور اُن کی اس حالت کی حفاظت کرتے رہنا تاکہ ہم آہنگی اور اجتماعیت نیز ہدایت ویقین اُن سے دور رہتے چلے جائیں۔'' (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(ج) یہ سب کچھ تاریخی حقیقت ہوتے ہوئے بھی ہم نہیں مانتے۔

گو ثلاثہ اینڈ کمپنی کے زمانے سے آج تک کی تاریخ اس پر گواہ ہے اور مسلمان علما کے فتاویٰ اور بیانات تائید وتصدیق کرتے ہیں کہ مسلمان برابر افتراق وانتشار وگمراہی میں ترقی کرتے چلے آئے ہیں۔ ہدایت سے محرومی اور اطمینان ویقین کا مسلسل فقدان رہتا چلا آیا ہے مگر ہم پھر بھی یہ نہیں مانتے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ کے پہلے جملے میں فلاں شخص سے متعلق کسی قسم کی دعا کی ہے۔ اور اس لئے بھی نہیں مانتے کہ یہ دعا نہیں بلکہ یہ ایک نہایت سنگین بد دعا ہے اور مقاصد محمدؐ وآل محمد علیھم السلام اور اُن کی سیرت کے خلاف ہے۔ زیر بحث لوگوں میں بچوں، عورتوں اور معذور لوگوں کا وجود ہمیشہ رہا ہے۔ لہٰذا یہ بہت بے رحمانہ بد دعا ہے جو نہ حضرت علیؑ ایسا مستجاب الدعوات شخص مانگ سکتا ہے اور نہ اللہ جیسا رحیم و کریم قبول کر سکتا ہے۔

(د) ''بلاد'' شہروں کو کسی شخص سے مضاف کرنا ہی غلط نہیں بلکہ لفظ بلاد کے معنی میں غور وفکر وتحقیق کی ضرورت ہے۔

اس صورت میں جب کہ حضورؐ نے لفظ ''بلاد'' کو فلاں شخص سے مضاف فرما دیا ہے تو اس کے گھسے پٹے اور عام معنی کرنے کے بجائے

اسکے حقیقی معنی کرنا لازم ہوجاتا ہے۔لہٰذا اس لفظ کا مادہ ''ب۔ل۔ذ'' ہے۔اس کا ایک مصدر بَلادَةً بھی ہے۔جس کے معنی کسی کا بے وقوف واحمق ہونا'' اور''غبی یا کند ذھن ہونا'' اور''سست ہونا'' ہوتے ہیں۔اس سلسلے کے وہ معنی جو لغات میں لکھے ہوئے ملتے ہیں آپ کے سامنے آنے والے ہیں۔ فی الحال اتنا اور سمجھ لیں کہ عربی زبان میں بَلَدٌ ایسی بستی کو بھی کہتے ہیں جس میں تہذیب وتمدن عقل وہنر نہ پائے جاتے ہوں۔اور تمدن کے آثار جس آبادی یا بستی میں عام ہوں اُسے مَدِیْنَہ کہتے ہیں اور جہاں مختلف اقوام کی تہذیبیں اور تمدن ملتے ہوں ایسی بستی کو''مصر'' کہا جاتا تھا اور مصر دارالخلافہ کو بھی کہتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر مہذب،سادہ لوح اور کم عقل لوگوں کی آبادی کو بھی اسی بنا پر بلد کہا گیا ہے کہ وہاں احمقوں،جاھلوں کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے اور اسی کی جمع بلاد ہوتی ہے۔ہمیں پہلے جملے کے معنی یہ کرنا چاہئیں تھے کہ:''فلاں شخص کی حماقتیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں'' مگر جملہ نمبر دو سے جملہ نمبر پانچ میں اس فلاں شخص کی کارکردگی کی وجہ سے یہ ترجمہ سو فیصد موزوں ہوگیا کہ: **فلاں شخص کی عقلی بدھضمیاں اللہ کے سپرد کرتا ہوں''۔**

(ہ) ایک قدم اور بڑھایئے اور جملہ نمبر 2 تا 5 کے مسلّمہ تراجم کو جملہ نمبر 12 تا 14 کے مسلّمہ ترجموں کے سامنے رکھ دیجئے۔

اب یہ سوچئے کہ اگر مترجمین حضرات کے متفقہ ومسلّمہ تراجم ومعنی کی رو سے یہ ایک حقیقت تھی کہ:

> ''اگر اُس فلاں شخص نے واقعی اُن تمام بیماریوں کا معالجہ کردیا تھا جو گمراہی کا سبب بنتی ہیں،اور اگر اس نے تمام خرابیوں اور کجیوں کو دور کرکے لوگوں کو راہ راست پر قائم کردیا تھا اور ہر فتنہ وفساد کو مٹا کر مسلمانوں کو سنت رسوؐل پر قائم کردیا تھا تو وہ صورت حال بالکل غلط ہے جو خطبہ کے تتمہ(جملہ 12 تا 14)میں بیان ہوئی ہے۔کہ وہ فلاں شخص لوگوں کو اپنے بعد ایسی حالت میں چھوڑ گیا کہ ان میں ہمہ قسم کا افتراق وانتشار تھا اور ہدایت ویقین حاصل کرنا اُن کے لئے ممکن نہ تھا۔''

یہ نوٹ کریں کہ خطبے کے یہ آخری تین جملے ایسے واضح اور مستقل الفاظ میں فرمائے گئے ہیں کہ اُن میں سے کسی ایک لفظ کے بھی دو معنی نہیں کئے جاسکتے۔لہٰذا پہلے جملے کی طرح جملہ نمبر دو تا پانچ کا ترجمہ بھی سراسر غلط ہے جس سے مافوق البشر کلام کرنے والے خطیب علیہ السلام کے کلام میں تضاد پیدا کردیا گیا ہے۔حالانکہ خطیبؑ اس فلاں شخص کے کردار کو اس ترتیب اور اس انداز سے پیش کرتا چلا گیا ہے کہ جس کے نتیجے میں گمراہی،بے یقینی اور لازوال اختلاف وافتراق وانتشار لازم تھا۔اور اُسے اس نتیجے کا ذمہ دار بھی ٹھہراتا ہے۔اپنے پہلے جملے سے آخری جملے تک مرحلہ وار اُس شخص کے اُس انتظام کو بیان کرتا ہے جو اس فلاں شخص نے بڑے ماہرانہ تدبر سے برسرکار رکھا تھا اور مسلمانوں کو دکھانے کیلئے پاکبازی کا ڈھونگ رچا تھا(جملہ نمبر 6-7)اور اپنی مجتہدانہ عقل سے یا عقلی بدھضمی سے اپنے منصوبے کو اسلامی منصوبہ سمجھا تھا(بقرہ 2/204-205)مگر نتیجہ نے بتایا کہ اس کا منصوبہ ابلیسی منصوبہ تھا جس میں فتنہ وفساد قتل وغارت وگمراہی اور افتراق وانتشار تھا(2/205)۔

(و) خطبہ اپنی ترتیب واجزا میں واقعی مافوق البشر کلام ہے۔

خطبہ میں یہ کمال کیا گیا ہے کہ ایک لفظ بھی مدح وثنا کا نہیں بولا گیا اور مذمت کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا گیا مگر دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ نے پھر بھی اس خطبے سے خلیفہ دوم کی مدح ہی سمجھی۔الفاظ اور جملوں کی خدائی ترتیب نے دشمنوں کی عقل ماردی وہ لفظ السُّـنَّة سے سنت رسوؐل سمجھ بیٹھے۔وہ کج فہم وگمراہ لوگ خَلَّفَ کے معنی''خلیفہ بنایا'' کیسے سمجھیں؟ وہ کیا جانیں کہ فتنوں کو کیسے جانشین بنایا جاسکتا ہے؟ انہیں کیا پتہ کہ الفتنة کو خلیفہ بنانے میں کتنے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں؟ ایک ایسا نظام برسرکار لایا جاتا ہے جس میں الٹی چیزیں سیدھی نظر آتی ہیں۔جس میں گناہ ثواب بن کر سامنے آتے ہیں۔ جو نظام باطل کو ایسے میک اپ(Makeup)اور لباس میں پیش کرتا ہے کہ وہ حق اور پسندیدہ بن کر سامنے آیا ہے۔جس میں سیاہ کاری سفید پوشی

(جملہ 7-6) کی آڑلے سکتی ہے۔ جہاں سنت شیطان مذہبِ حقہ کا عمامہ اور عبا و قبا زیب تن کر لیتی ہے۔ جہاں نمازوں، روزوں، حج وزکوۃ کو ابلیس کے لئے زینہ بنادیا جاتا ہے۔ جہاں شیطانی افواج لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں کے سایہ میں بڑھتی ہیں۔ جہاں خبیث وخمینی امام ورہنما بن جاتے ہیں۔ جہاں انسانی احکام اللہ کے احکام کہلاتے ہیں۔ جہاں احتجاج کرنے والوں کو اللہ سے باغی اور فساد فی الارض کا مجرم قرار دے کر تلوار وتیغ اور گولی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔

9۔حضورؐ کا یہ خطبہ اُس منصوبہ کا مختصر سا خاکہ ہے جو اللہ نے قرآن میں بار بار اور جگہ جگہ فلاں کہہ کر پیش کیا ہے۔

خطبہ کے مختلف شیعہ سنی ترجمے سامنے آچکے، اُن پر تبصرہ ہو چکا۔اُن کی خامیاں اور غلطیاں بیان ہو چکیں۔ ہمارا ترجمہ اور دلائل دیکھے جاچکے۔ اب یہ بتانا ہے کہ اس خطبہ میں مذکور ''فلاں شخص''، معمولی آدمی نہیں ہے۔اس کی پوزیشن خطبہ کے شروع ہونے سے پہلے ہی آٹھ عظیم الشان نکات میں دکھائی جاچکی ہے۔اب ہم چاہتے ہیں کہ ان آٹھ نکات کو باری باری سامنے لائیں اور بتائیں کہ جو کچھ مولائے کائنات علیہ السلام نے اس خطبہ (220) میں فرمایا ہے وہ اس فلاں شخص کے منصوبے کا مختصر سا خاکہ ہے جسے اللہ نے خاص طور پر قرآن میں جگہ جگہ اور بار بار اور طرح طرح سے پیش کیا ہے۔

(الف) خطبہ (220) میں مذکور فلاں شخص کا قرآن سے تعارف وہ قریشی قوم کا ایک راہنما تھا جس نے اپنے یار کو رسولؐ کے خلاف اپنی راہ چلایا۔

ہم نے جہاں مودودی کے قلم سے قرآن کا وہ اصول پیش کیا ہے جس کی رو سے اللہ دشمنان اسلام کا قرآن میں نام نہیں بتاتا بلکہ اُن کا کردار وصفات بیان کر دیتا ہے۔ وہاں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم اس فلاں شخص کو قرآن سے برھنہ پیش کریں گے تاکہ قارئین خود اُس کا نام پکار اٹھیں۔ چنانچہ اب ہم ایسی آیات سامنے لا رہے ہیں جن میں اللہ رسولؐ کی قوم کا وہ سلوک دکھاتا ہے جو اُس قوم نے قرآن کے ساتھ کیا تھا اور اس سے بھی پہلے وہ وجہ بتاتا ہے کہ اس قوم نے وہ سلوک کیوں کیا تھا؟ اور ایسی کیا ضرورت آپڑی تھی کہ انہیں قرآن سے وہ سلوک کرنا لازم ہو گیا تھا۔ اللہ کہتا ہے کہ رسولؐ کی قوم میں دو ایسے راہنما تھے جو آپس میں دوست اور ایسے یار تھے کہ ہر حالت میں ایک دوسرے کا کہنا اور مشورہ مانتے تھے یہاں تک کہ ان میں ایک یار نے دوسرے یار کو رسولؐ کا مقرر کردہ طریقہ چھوڑ کر اپنا طریقہ اختیار کرنے کے لئے مشورہ دیا تو دوسرے یار نے اس پر عمل کیا اور رسولؐ کا طریقہ چھوڑ دیا تھا۔رسولؐ کے طریقہ کو ترک کرنے کی وجہ سے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بھی قرآن سے وہ سلوک کرنا پڑا جو اللہ نے رسولؐ کی زبانی بیان فرمایا ہے۔اور اُن دونوں یاروں ہی کو نہیں بلکہ اُن کی پوری قوم کو بھی مجرم اور دشمنِ خدا اور رسولؐ قرار دیا ہے۔ یہ صورت حال سمجھنے کے لئے قرآن میں سورہ فرقان کی آیت نمبر (22) سے پڑھنا شروع کیجئے اور دیکھئے کہ اللہ فرشتوں کے اترنے اور مجرموں کے پیش کئے جانے کا ذکر فرمارہا ہے۔اور جرائم پیشہ لوگوں کے اچھے برے اعمال کو ضائع اور بیکار کرنے کی بات ہورہی ہے۔ جنت میں جانے والوں کی حالت بتائی جارہی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اس روز آسمانوں کو چیرتا ہوا ایک بادل نمودار ہوگا یہ وہی دن ہوگا جس دن حقیقی بادشاہت اور حکمرانی صرف رحمٰن کی ہوگی۔حساب وکتاب اور جزاوسزا کے اسی نظارہ میں ایک شخص اپنے ہاتھ چباتا ہوا پیش ہوگا۔قرآن کے الفاظ سنئے:

وَيَـوْمَ يَـعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا O يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا O لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْجَآءَ نِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا O (فرقان 29 تا 25/27)

''اور اسی دن ایک سر سے پیر تک خاص ظالم شخص اپنے ہاتھ چباتا ہوا اور یہ کہتا ہوا پیش ہوگا کہ ''اے کاش میں نے رسولؐ اللہ کے ساتھ رہنے والا

راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا۔ یقیناً اس یار نے مجھے رسوؐل (ذکر) کے راستے سے ایسی حالت میں بھی گمراہ کر دیا جب کہ رسوؐل میرے پاس آ کر مجھے بتا چکے تھے اور وہ خاص شیطان بھی انسان کو بے یار و مدد گار چھوڑ جانے والا ہی نکلا۔''

اگر ہمارا یہ ترجمہ آپ کو کسی الجھن میں ڈال رہا ہو تو تعجب کی بات نہیں ہے مگر یہ یاد رکھیں کہ قرآن ہو یا نہج البلاغہ ہو یا کوئی اور کتاب ہو ترجمہ ہمارا ہی سو فیصد صحیح اور متن کی عبارت سے وابستہ ہوتا ہے۔ باقی ترجمے عموماً کیوں غلط ہوتے ہیں اس کا سبب ابھی ابھی قرآن بتانے والا ہے تھوڑا سا انتظار فرمائیں اور یہ نوٹ کر لیں کہ قرآن میں لفظ ''الذکر'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب کے طور پر استعمال ہوا ہے لہٰذا جہاں جہاں قرآن میں یہ لفظ آئے ترجمہ کرتے وقت پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا کہیں حضور علیہ السلام کا ذکر تو نہیں ہو رہا ہے، اللہ نے حضوؐر کو **ذِكْرًا رَسُوْلًا** فرمایا ہے دیکھئے: **قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ...** (الخ) (سورہ طلاق 65/10-11)

علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ۔

''تحقیق اتارا ہے اللہ نے طرف تمہاری ذکر کہ پیغمبرؐ ہے جو پڑھتا ہے اوپر تمہارے نشانیاں اللہ کی بیان کرنے والیں۔ تا کہ نکالے اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے اندھیروں سے طرف روشنی کی۔'' (ترجمہ قرآن صفحہ 675)

یہ سبب ہے کہ ہم نے مندرجہ بالا ترجمہ میں ذکرؐ کے آنے کا ترجمہ رسوؐل کا آنا کیا ہے۔ بہرحال آپ نے دیکھ لیا کہ رسوؐل کے زمانہ میں دو گہرے یار دوست موجود تھے اُن میں سے ایک اللہ کے حضور میں پیش ہوا تھا اور اُس نے اپنے جرم کا اقرار کیا ہے کہ میں نے وہ راستہ یا طریقہ یا سبیل چھوڑ دی تھی جس پر قائم رہنے سے میں رسوؐل کے ساتھ یا رسوؐل کی راہ پر رہتا۔ رسوؐل کی بتائی ہوئی یا مقرر کی ہوئی راہ کو چھوڑنے کا سبب اس نے یہ بیان کیا ہے کہ اُس نے اپنے ایک یار کا کہنا مان کر وہ طریقہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ وہ اس فلاں شخص کو اپنا یار بنانے پر ندامت اظہار کرتا ہے۔ اور اُس یار کو گمراہ کرنے والا شیطان قرار دیتا ہے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ وہ اپنے ہاتھ چبا چبا کر یہ تمام بیان دیتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسوؐل کا راستہ چھوڑنے میں ان ہاتھوں سے مدد لی تھی۔ یعنی اُس نے اپنے گمراہ کرنے والے یار کا راستہ اختیار کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اُس یار کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ باقی تعارف اگلی آیات پڑھنے کے بعد آنے والا ہے۔

رسوؐل کی قوم نے قرآن کو مہجور کر دیا تھا یعنی تعلیماتِ قرآن کو اختیار نہیں کیا تھا۔

مسلسل سورہ فرقان پڑھئے ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (فرقان 25/30)

رفیع الدین کا ترجمہ: ''اور کہا رسوؐل نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔''

(ب) رسوؐل کی قوم کو کون نہیں جانتا؟ اور اس قوم کے دو نہیں بلکہ چار یاروں کو نام بنام سب ہی جانتے ہیں، یہ قوم قرآن میں مکذب قرآن ہے۔

تمام دنیا جانتی ہے کہ رسوؐل کی قوم قریش تھی جس نے قرآن کو تو بڑی مضبوطی سے پکڑا، مگر اُس کی تعلیمات و احکام سے ہجرت کر کے قوم کے اُس لیڈر کو اپنا رہنما بنا لیا جس نے اپنے یار سے رسوؐل کا طریقہ چھڑایا اور اپنے طریقے پر عمل کرایا تھا۔ لہٰذا رسوؐل نے اپنی قوم قریش کی اللہ سے شکایت کی تھی تو اللہ نے حضوؐر کے جواب میں فرمایا تھا کہ:۔

(ج) تیری قوم نے وہی عمل درآمد کیا ہے جو سابقہ اقوام کے مجرم اور دشمنانِ خدا اور رسوؐل کرتے رہے۔

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ ہَادِیًا وَّ نَصِیۡرًا O (فرقان 25/31)

ہم نے ہر نبیؑ کے مقابلے میں مجرم لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو دشمن بنائے رکھا ہے جو اسی طرح کتب خداوندی کو مہجور رکھتے آئے ہیں مگر تمہاری ہدایت اور نصرت کے لئے تمہارا پروردگار کافی ہے۔''

(د) قریش اور قریشی لیڈر و راہنما قرآنی تعلیمات کو جس انداز سے اختیار کرتے رہے وہ تکذیبِ قرآن تھی۔

دوسرے مقام پر اللہ نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ قریش نے اس پورے قرآن کو مہجور کر کے جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

قُلِ اللّٰہُ یُنَجِّیۡکُمۡ مِّنۡہَا وَ مِنۡ کُلِّ کَرۡبٍ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تُشۡرِکُوۡنَ O قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَفۡقَہُوۡنَ O وَ کَذَّبَ بِہٖ قَوۡمُکَ وَ ہُوَ الۡحَقُّ قُلۡ لَّسۡتُ عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ O (سورہ انعام 66 تا 6/64)

ترجمہ: ''اے رسوؐل اُن سے کہہ دو کہ وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں طوفانوں سے بچاتا ہے اور وہی تمہیں تمام تکلیفوں سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم اپنے لیڈروں کو حکومت خداوندی میں شریک کرنا چاہتے ہو۔؟ اُن کو بتا دو کہ اللہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب مسلّط کر دے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب برپا کر دے یا تمہیں مختلف گروھوں میں تقسیم کر کے آپس میں لڑا دے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی سختی کا مزا چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی آیات اُن کے سامنے پیش کر رہے ہیں تا کہ یہ لوگ کسی طرح قرآن کو سمجھیں؟ مگر اے رسوؐل تیری قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ سراسر حق ہے تم ان سے کہہ دو کہ میں تمہاری وکالت کرنے والا نہیں ہوں۔''

(ہ) قرآن کی تعلیمات پر غور و خوض کر کے ایسے پہلو اور نکات نکالنے کی محفلیں ہوتی تھیں جن سے خود اختیار کردہ راستہ برحق ہو جائے۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا ہے کہ: لِکُلِّ نَبَاٍ مُّسۡتَقَرٌّ وَّ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ O وَ اِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ O (انعام 68-6/67)

''ہر خبر جو تمہیں دی جا رہی ہے اس کے وقوع میں آنے کا ایک وقت مقرر ہے چنانچہ بہت جلد تم سے باز پرس کی جائے گی۔ اور اے نبیؐ جب تم یہ دیکھو کہ تمہاری قوم ہماری آیات میں نکات آفرینی کے لئے غور و خوض کر رہی ہے تو اُن سے علیحدگی اختیار کر لیا کرو۔ اور اُس وقت تک اُن سے الگ رہو جب تک وہ قرآن کے علاوہ کسی اور بات یا عنوان میں بحث نہ کرنے لگیں اور اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ وہ خاص لیڈر اپنی شیطنت سے تمہیں باتوں میں لگا کر الگ ہو جانے کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ہرگز اس ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔''

10۔ اُس فلاں شخص سے اور اُس کے یار سے اور اُس کی پوری قوم سے تعارف ہو گیا اور فلاں شخص کا منصوبہ اور منصوبہ کی پالیسی بھی معلوم ہو گئی۔

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص موجود ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قوم کا نام نہ جانتا ہو۔ پھر مسلمانوں میں شاید ہی کوئی ایسا شخص موجود ہو جو قریش کے چار مشہور یاروں کے نام نہ جانتا ہو۔ پھر مندرجہ بالا آیات (29 تا 25/28) میں جن دو یاروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے ایک وہ یار ہے جس نے دوسرے یار سے رسوؐل اللہ کا طریقہ ترک کرایا تھا اور دوسرا وہ یار ہے جس نے رسوؐل اللہ کا طریقہ چھوڑ کر اپنے یار کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں تاریخی حیثیت سے نہ حضرت علی علیہ السلام داخل ہیں نہ عثمان رسوؐل اللہ کا راستہ چھوڑنے اور چھڑانے

میں کہیں مذکور ہے یہ دونوں حضرات تو پہلے سے قائم شدہ حکومت وخلافت کے اچھے یا بُرے، کامیاب یا ناکام حکمران شمار ہوتے ہیں۔ان دونوں کو نکال لینے کے بعد چار عدد یاروں میں باقی رہ جانے والے دو یاروں کے نام جاننے کی ہمارے قاریوں کو شاید ہی ضرورت ہو۔ پھر اللہ نے رسولؐ کی قوم کو قرآن کا مہجور کرنے والا اور قرآن کی تکذیب کرنے والا قرار دیا ہے اور انہیں مجرم اور نبیؐ کا دشمن بھی فرمایا ہے(31-25/30 انعام6/66) اور یقیناً وہ دونوں یار بھی اس قوم میں شامل ہیں۔لہٰذا وہ بھی مجرم اور نبیؐ کے دشمن اور قرآن کو مہجور کرنے اور اُس کی تکذیب میں شریک وشامل ہیں۔ اب سوچنے اور سمجھنے کی یہ بات ہے کہ رسولؐ کی قوم قریش نے بحیثیتِ مجموعی کبھی بھی اسلام کا انکار نہیں کیا ہے۔نہ انہوں نے کبھی نبیؐ اور نبوت کے خلاف کھل کر محاذ بنایا۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی کثرت نے بھی قریش کو مسلمان ہی مانا اور قریش نے خود بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔جس کے معنی قرآن کی رُو سے اس کے سوا کچھ نہیں ہوتے کہ قریش مسلمان ہوتے ہوئے مکذّبِ قرآن اور دشمنِ رسولؐ تھے۔یا یہ کہئے کہ وہ ایسے مسلمان تھے جن کے نزدیک رسولؐ سے دشمنی اور قرآن کی تکذیب اُن کے اختیار کردہ اسلام میں جرم نہ تھی اور یہ آخری بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

11۔قرآن ایسے مومنین کا وجود بتاتا ہے جو نہ قرآن پر ایمان رکھتے تھے نہ اللہ ورسولؐ کو مانتے تھے نہ سابقہ کتبہائے خداوندی پر ایمان رکھتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ...الخ (نسا4/136)

چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 407-406)

(الف) عہدِ رسولؐ سے قبل کے مذہب وعقاید پر برقرار رہتے ہوئے رسولؐ کے اقتدار وحکومت پر قبضہ کرو اور قرآنی تعلیمات کو سابقہ مذہب میں تبدیل کردو۔

یہ تھا وہ منصوبہ جسے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبے کے تیسرے جملے میں دَاوِی الْعَمَدَ کہہ کر پیش کیا ہے۔جس میں وہ تمام خرابیاں، کجیاں اور بدمعاشیاں سمودی گئی تھیں جو دوسرے جملے میں بیان ہوئی ہیں اور یہ تھا وہ اہتمام وانتظام وقوت کہ آج تک قرآن کے صاف اور واضح بیانات کے باوجود سارے مسلمان اور ساری دنیا اُس فلاں شخص کو اور اس کی قوم کو مسلمان اور مومن اور اسلام کی اشاعت کرنے والے سمجھتی چلی آرہی ہے۔حالانکہ اُن کا اس اسلام سے دور کا بھی تعلق نہ تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا تھا اور مِنّ وعَن قرآن میں تفصیل سے لکھا ہوا موجود چلا آرہا ہے۔اور بڑے ہی واشگاف الفاظ میں بتایا جاتا رہا ہے کہ وہ فلاں شخص اور اُس کی پوری قوم نہ اللہ پر ایمان لائے ہیں۔نہ وہ رسولؐ اللہ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں۔نہ وہ اس قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ وہ تو توریت وزبور اور انجیل پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ اور اُس فلاں شخص کے اہتمام وانتظام کا کمال یہ ہے کہ مولانا مودودی مندرجہ بالا آیت (نسا4/136) کا صحیح ترجمہ کرنے کے بعد بھی قریش کو اور اُس قریشی یار ورا ہنما کو مومن مانتے چلے آئے ہیں قرآن یہ کہتا چلا آیا ہے کہ قریش اور یاران قریش رسولؐ کے دشمن ہیں۔وہ قرآن کو مہجور کرنے کے مجرم ہیں۔انہوں نے قرآن کے مفاہیم بدل بدل کر قرآن کی تکذیب کی ہے۔مگر آج تک تمام قسم کے اہلسنت اور نام نہاد شیعہ علما ان میں سے ایک جرم بھی قریش ویاران قریش پر نہیں لگاتے۔قارئین کتاب بند کر کے اور آنکھیں کھول کر سوچیں کہ اُس سے بڑا اور کیا اہتمام اور انتظام ہوسکتا ہے جو اُس فلاں شخص نے اپنے منصوبے کی مرہم پٹی اور مرمت میں کیا تھا؟ آپ شیعہ ہوں یا سُنی ہوں سوچئے اور سر تھام کر سوچئے کہ آپ کو قرآن پڑھتے

ہوئے ساری زندگی گزر گئی کیا آج سے پہلے آپ کو قرآن میں اُس فلاں شخص کی اور اس کی قوم کی یہ حالت نظر آئی تھی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیوں نظر نہ آئی؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ اُس شخص نے قرآن کی ترجمانی کا طریقہ بھی بدل دیا تھا۔ ترجمانی کا طریقہ بدلنے پر ہمیں بہت کچھ کہنا ہے یہاں تو صرف اس قدر سمجھ لیجئے کہ وہ طریقہ اس قدر کارگر اور کامیاب ثابت ہوا کہ عربی داں علمانے باوجود اپنے علم کے وہی کچھ سمجھا جو کچھ قریش اور قریش کے اُس بے نام ونشان یار نے سمجھانا پسند کیا تھا۔ ہم اُن کے منصوبے ''العمد'' کے تمام پہلو سامنے لائیں گے اور اُس وقت تک اس خطبے (220) اور اس یار کو سامنے سے نہ ہٹنے دیں گے جب تک قریشی بھوت آپ کے سامنے ناچنا شروع نہ کردے۔

12۔ خطبہ (220) کو بیان کرنے اور سمجھنے کا ایک اور جدید مگر قرآنی طریقہ جو قریش اور یاران قریش قرآن فہمی میں استعمال کرتے تھے۔

ہم خطبہ زیر بحث کو اُس طریقہ سے بھی پیش کریں گے جو طریقہ خطبہ میں مذکور اُس شخص نے یہودی مکتب اجتہاد سے مدت دراز کی درس وتدریس میں سیکھا اور اپنی قوم کے دانشوروں اور لیڈروں کو سکھایا تھا۔ قرآن سنئے اور ایک قریش پرست قریشی عالم کا ترجمہ اور اس کی تشریحات ملاحظہ کیجئے پھر ہماری بات سنئے: اللہ نے قریش کو مخاطب کر کے انہیں اُن کی شرارتوں سے باز رہنے کے لئے فرمایا ہے کہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ O (بقرہ 2/104-105)

مودودی ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ انْظُرْنَا کہو اور توجہ سے بات کو سنو یہ کافر تو عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ جنھوں نے دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرک ہوں ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو۔ مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے چن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔''

قرآن کے ترجموں میں مودودی کی سیکڑوں مستقل غلطیوں میں سے ایک مستقل اور چالاک غلطی۔

وقت آنے پر ہم مودودی کی فریب کاریوں اور غلطیوں پر باقاعدہ توجہ دیں گے یہاں تو بطور بسم اللہ صرف ایک ایسی غلطی پر مطلع کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے مسلّمات کے خلاف سارے قرآن میں مسلسل اور بلا ناغہ کی ہے اور اس سے اُن کا بڑا مقصد یہ رہا ہے کہ قرآن کے قاریوں کا خیال قریش کی طرف نہ جائے بلکہ مسلمانوں کو چھوڑ کر غیر مسلم لوگوں پر توجہ مرکوز ہو جائے اور وہ غلطی یہ ہے کہ لفظ کافر یا کفر کے معنی مودودی ہمیشہ اسلام کے منکر کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا آیت (2/105) میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے معنی ''یہ لوگ جنھوں نے دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔'' کئے ہیں حالانکہ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے معنی ہیں۔ ''وہ لوگ جو دعوت حق کو چھپاتے ہیں۔'' یہ اس لئے کہ خود مودودی نے لکھا ہے کہ:

کفر کے حقیقی معنی مودودی کے قلم سے۔ ''161؎ ''کفر'' کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129 حاشیہ نمبر 161)

ہمارے قارئین نوٹ کر رکھیں کہ آئندہ جہاں جہاں مودودی کے ترجمہ میں کفر کے معنی انکار آئیں گے ہم اُن کی اسی سند سے چھپانا لکھیں گے تاکہ بات صاف اور صحیح رہے۔ قریشی مومنین کو قارئین نے دیکھ لیا کہ وہ مندرجہ بالا آیت (2/104) میں رسوؐل اللہ کے جواب میں لفظ راعنا بولا کرتے تھے جس سے انہیں منع کر دیا گیا اور رسوؐل اللہ کی باتوں کو غور سے سننے کی تاکید کی گئی ہے یعنی اس سے پہلے وہ توجہ سے حضور علیہ السلام کی باتیں نہ سنتے تھے۔

مودودی کی تشریحات آیات (2/104-105) کے متعلق۔

مولانا کی وضاحت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ: ''107؎ اس رکوع اوراس کے بعد والے رکوع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے والوں کواُن شرارتوں سے خبردار کیا گیا ہے جو اسلام اور اسلامی جماعت کے خلاف یہودیوں کی طرف سے کی جارہی تھیں۔ان شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو یہ لوگ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اوراُن خاص نکات پر کلام کیا گیا ہے۔جو مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کی گفتگو میں زیر بحث آیا کرتے تھے۔اس موقع پر یہ بات پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچے اوراُن اطراف میں اسلام کی دعوت پھیلنی شروع ہوئی تو یہودی جگہ جگہ مسلمانوں کو مذہبی بحثوں میں الجھانے کی کوشش کرتے تھے،اپنی موشگافیوں اور تشکیکات اورسوال میں سے سوال نکالنے کی بیماری ان سیدھے اور سچے لوگوں کو بھی لگانا چاہتے تھے۔اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر پرفریب مکارانہ باتیں کر کے اپنی گھٹیا درجے کی ذہنیت کا ثبوت دیا کرتے تھے''۔ مسلسل لکھتے ہیں کہ:

دوسری تشریح۔''108؎ یہودی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو اپنے سلام اور کلام میں ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ذو معنی الفاظ بولتے ،زور سے کچھ کہتے اور زیر لب کچھ اور کہہ دیتے ،اور ظاہری ادب برقرار رکھتے ہوئے در پردہ آپؐ کی توہین کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔قرآن میں آگے چل کر اس کی متعدد مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں جس خاص لفظ کے استعمال سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔یہ ایک ذومعنی لفظ تھا۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے دوران میں یہودیوں کو کبھی یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ ٹھیریئے ،ذرا ہمیں یہ بات سمجھ لینے دیجئے تو وہ رَاعِنَا کہتے تھے۔اس لفظ کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجئے یا ہماری بات سُن لیجئے۔مگراس میں کئی احتمالات اور بھی تھے۔مثلاً عبرانی میں اس سے ملتا جلتا ایک لفظ تھا جس کے معنی تھے''سُن ،تو بہرا ہو جائے'' اورخود عربی میں اس کے ایک معنی صاحب رعونت اور جاہل واحمق بھی تھے اور گفتگو میں یہ ایسے موقع پر بھی بولا جاتا تھا جب یہ کہنا ہو کہ''تم ہماری سنو تو ہم تمہاری سنیں''اور ذرا زبان کو لچکا دے کر''رَاعِینا''بھی بنالیا جاتا تھا۔جس کے معنی''اے ہمارے چرواہے''کے تھے۔اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم اس لفظ کے استعمال سے پرہیز کرو۔اوراس کے بجائے اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ یعنی''ہماری طرف توجہ فرمایئے۔''یا''ذرا ہمیں سمجھ لینے دیجئے''۔پھر فرمایا کہ''توجہ سے بات کو سنو''۔یعنی یہودیوں کو تو بار بار یہ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ وہ نبی کی بات پر توجہ نہیں کرتے اوراُن کی تقریر کے دوران میں وہ اپنے ہی خیالات میں الجھے رہتے ہیں۔مگر تمہیں غور سے نبی کی باتیں سننی چاہیں تاکہ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 101-100 حاشیہ نمبر 108-107)

علامہ کی ان چالاک تشریحات پر دوبارہ غور کرنا چاہئے؟

سب سے آخری بات پر پہلے توجہ دیں۔یعنی یہ کہ مودودی نے ان دونوں بیانات میں مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام یاذکر کیا ہے اور برابر ان پر ابتر درود لکھا ہے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے چنانچہ کہنا یہ ہے کہ اس دشمن آل محمدؐ نے تفہیم کی چھ جلدوں میں کہیں بھول کر بھی پورا درود نہیں لکھا۔پھر یہ کہ یہ شخص وہ ادھورا اور ممنوع درود بھی لوگوں کو دکھانے کے لئے لکھتا ہے اس کے دل میں آنحضرتؐ کی اتنی ہی عزت ہے جتنی قریش کے دلوں میں تھی اوراس کا ثبوت یہ ہے کہ ان دونوں بیانات کی آخر سطور میں اُس نے دوجگہ لفظ نبیؐ لکھا ہے جہاں درود تو کیا لکھتا اس نے دونوں جگہ نبیؐ پر صاد بھی نہیں لکھا ہے جیسا کہ وہؐ اس کے کلاس فیلو (ہم جماعت) تھے۔

دوسری بات یہ دیکھیں کہ قریشی مومنین رسوؐل اللہ کے سامنے لفظ رَاعِنَا کہا کرتے تھے اُنہیں اس سے منع کیا گیا ہے اوران آیات میں کہیں یہودیوں کا راعنا کہنا مذکورنہیں ہے۔ نہ وہ باتیں ہیں جومودودی نے قارئین کی توجہ قریش سے ہٹانے اور یہودیوں پر مرکوز کرنے کے لئے لکھی ہیں۔مگر مودودی نے یہ لمبی چوڑی بکواس بلاوجہ کردی ہے۔

تیسری بات یہ سمجھ لیں کہ خطبہ(220)میں اورآیات (29 تا25/27) میں مذکورفلاں شخص رسوؐل اللہ سے چھ سات سال پہلے مدینہ میں آیا تھااور باقاعدہ یہودی درسگاہ میں حضورؐ کے آجانے کے بعدبھی زیرتعلیم رہااوراُس نے اپنی قوم قریش کو وہ سب کچھ سکھایا تھا۔ جو یہاں مودودی نے لکھا ہے۔ہم باقاعدہ اورتفصیل سے ثابت کریں گے۔

چوتھی بات یہ نوٹ کریں کہ مودودی نے چندایسے پہلواورانداز بیان لکھ دیئے ہیں جن سے ایک عام لفظ کے معنی بدل جاتے ہیں اوران ہی کوسامنے لانے کے لئے ہم نے علامہ کی یہ طویل گفتگو پڑھنے کی قارئین کوزحمت دی ہے۔مگرقرآن کاایک اورمقام دکھا کرہم ان پہلوؤں اورانداز بیاں پرنظر ڈالیں گےاورایک دفعہ پھرحضورعلیہ السلام کا خطبہ سامنے لائیں گے تاکہ ان پہلوؤں اوراندازِتقریرکواستعمال کیا جاسکے۔قرآن سنئے ارشاد ہے کہ:

12(الف)۔ قریش اورقریشی یارنے قرآن کی معنوی تحریف کرنااورالفاظ کےتلفظ سے معنی بدل دینا یہودی درسگاہ سے سکھا تھا۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا O(نساء4/46)

مودودی ترجمہ:''جولوگ یہودی بن گئے ہیں اُن میں کچھ لوگ ہیں جوالفاظ کواُن کےمحل سے پھیردیتے ہیں اوردین حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کوتوڑموڑکرکہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا۔حالانکہ اگروہ کہتے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ انہی کے لئے بہترتھااورزیادہ راستبازی کا طریقہ تھا۔مگران پرتوان کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلداول صفحہ 358-357)

آیت4/46کےمتعلق مودودی کی تشریحات۔

اس آیت کےمختلف الفاظ کی وضاحت میں مودودی نے کئی ایک تشریحات لکھی ہیں وہ پہلے پڑھ لیں تا کہ ہماری بات کیلئے زمین ہموار ہوجائے۔

پہلی تشریح۔''72۔ یہ نہیں فرمایا کہ''یہودی ہیں'' بلکہ یہ فرمایا کہ''یہودی بن گئے ہیں'' کیونکہ ابتداءً تووہ بھی مسلمان ہی تھے۔جس طرح ہرنبیؐ کی اُمت اصل میں مسلمان ہوتی ہے۔مگر بعد میں وہ صرف یہودی بن کررہ گئے۔''(تفہیم القرآن جلد1 صفحہ 357)

دوسری تشریح:''73۔ اس کے تین مطلب ہیں: ایک یہ کہ کتاب اللہ کے الفاظ میں ردوبدل کرتے ہیں۔دوسرے یہ کہ اپنی تاویلات سے آیاتِ کتاب کے معنی کچھ سے کچھ بنادیتے ہیں۔تیسرے یہ کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اورآپؐ کے پیروؤں کی صحبت میں آکران کی باتیں سنتے ہیں اورواپس جاکرلوگوں کے سامنے غلط طریقے سے روایت کرتے ہیں۔ بات کچھ کہی جاتی ہےاوروہ اُسے اپنی شرارت سے کچھ کا کچھ بنا کرلوگوں میں مشہورکرتے ہیں تاکہ انہیں بدنام کیا جائے۔اوران کے متعلق غلط فہمیاں پھیلاکرلوگوں کواسلامی جماعت کی طرف آنے سے روکا جائے۔''(تفہیم القرآن جلد1 صفحہ 357)

تیسری تشریح۔ ''74۔ یعنی جب انہیں خدا کے احکام سنائے جاتے ہیں تو زور سے کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا) اور آہستہ کہتے ہیں۔ عَصَیْنَا (ہم نے قبول نہیں کیا) یا اَطَعْنَا (ہم نے قبول کیا) کا تلفظ اس انداز سے زبان کو لچکا دے کر کرتے ہیں کہ عَصَیْنَا بن جاتا ہے۔'' (ایضاً صفحہ 357)

چوتھی تشریح۔''75۔ یعنی دورانِ گفتگو میں جب وہ کوئی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اِسْمَعْ (سنئے) اور پھر ساتھ ہی غَیْرَ مُسْمَعٍ بھی کہتے ہیں جو ذومعنی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ ایسے محترم ہیں کہ آپ کو کوئی بات خلاف مرضی نہیں سنائی جا سکتی دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں کوئی کچھ سنائے۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ خدا کرے تم بہرے ہو جاؤ۔'' (ایضاً صفحہ 357)

پانچویں تشریح وہ ہے جو ہم پہلے مودودی کے قلم سے لفظ رَاعِنَا کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

علامہ کی ان تشریحات کو بھی دوبارہ دیکھ لیں؟

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خطبہ (220) میں اور آیات (29 تا 25/27) میں مذکور وہ فلاں شخص یہودی مکتب سے اجتہاد اور اجتہاد سے متعلق تمام حکمتیں، عیاریاں اور طرز بیاں وطرز تنقید سیکھ چکا تھا۔ اور اُس نے وہ تمام یہودی تعلیمات اپنے اختیار کردہ اسلام میں استعمال کی تھیں اور اپنی سابقہ اور قدیم سے چلے آنے والی مسلمانی کو اسلام کا لباس پہنا کر قریشی منصوبہ (اَلْعَمَد) کی صورت میں پیش کیا تھا۔ اس میں یہ اضافہ بھی کر لیں کہ ان تازہ تشریحات کی رو سے اُس نے ایک ایسی ماہر جماعت بھی تیار کی تھی جو ذومعنی الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں سے جو چاہتی تھی کہلوا لیتی تھی اور پھر رسوؐل اللہ کے اور مسلمانوں کے بیانات کو الٹ پلٹ کر پبلک میں پھیلاتی تھی تا کہ رسوؐل کا حقیقی مطلب لوگوں یا قریش تک نہ پہنچے اور مسلمان اس راہ سے دور رہیں جس پر رسوؐل انہیں چلانا چاہتے تھے اور یہی طریقہ تھا جس سے اُس فلاں شخص نے اپنے یار کو رسوؐل کی راہ سے ہٹا کر اپنی راہ پر گامزن کر دیا تھا (فرقان 29 تا 25/27) اور اُس نے یہودی تعلیم کے مطابق قرآن میں معنوی ردوبدل کر کے قرآن سے ایک جھوٹا مذہب جاری کر دیا تھا (فرقان 31-25/30 انعام 6/66) اور یہ تمام تفصیلات آپ کے سامنے قریشی تاریخ اور قرآن کے الفاظ میں آنے والی ہیں۔

13۔ خطبہ (220) کے الفاظ پر آیات (2/104-105) اور (4/46) اور مودودی کی تشریحات کی روشنی میں دوبارہ غور کرنا ضروری ہے۔

ہم نے عرض کیا تھا گورنمنٹ کے رپورٹر اشارات وکنایات وآواز کے اتار چڑھاؤ اور مسکراہٹوں کو رپورٹ میں پیش نہ کر سکتے تھے جن سے معنی ومفاہیم میں سنگین تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں تمام قاریان نہج البلاغہ کی فراست اور عقل زیر امتحان ہے۔ یعنی مندرجہ بالا تشریحات اور یہودی طرز تکلم کو سامنے رکھ کر ہمیں بتایا جائے کہ جو کچھ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا اور لکھا، کیا وہ حقیقتاً وہی کچھ تھا جو حضورؑ نے فرمایا تھا؟ یعنی ہمیں یہ گارنٹی درکار رہے کہ حضورؑ نے کہیں کسی لفظ کو بولتے ہوئے زبان کو لچکا نہیں دیا تھا؟ اور جو کچھ سنا گیا وہی کچھ زبان مبارک سے نکلا بھی تھا؟ جب کہ حضور علیہ السلام حکومت وقت کی مذمت بھی کر رہے ہوں اور رپورٹروں کی موجودگی بھی معلوم ہو اور جبکہ ایسے بیانات دینے کی سزا قید وبند، کوڑے اور بلعوم کا کاٹنا (بخاری) بھی مقرر ہو؟ ایسی صورت میں لازم تھا کہ آپ الفاظ کے تلفظ میں اپنی حفاظت کا پورا پورا خیال رکھیں اور ساتھ ہی سامعین کو اپنی منشا اور مُراد پر مطلع فرمائیں۔ اس نازک صورت حال میں ہم کیوں نہ یہ سمجھیں کہ حضور علیہ السلام نے اَقَامَ السُّنَۃَ ہرگز نہیں فرمایا بلکہ اَقَامَ السَّنَّۃَ فرمایا ہوگا اور فلاں شخص کے ہمدردوں نے اَقَامَ الْسُّنَّۃَ سمجھا ہوگا۔ اور خود ہی اس کو سنت رسوؐل بنا ڈالا ہوگا۔ حالانکہ حضورؑ نے یہ فرمایا تھا کہ اس فلاں شخص نے جہاں تمام خرابیوں اور کجیوں کو بڑے اہتمام اور انتظام سے مضبوط کر کے قائم کیا تھا وہیں میرے

اورتمام حقیقی مسلمانوں کے خلاف تیغ وسنان اور نیزوں اور بھالوں سے مسلح محاذ بھی قائم کر دیا تھا۔چنانچہ اَلسَّنَّۃَ کا مصدر سَنًّاو سَنّن ہے اور اُن کے معنی ہیں۔نیزہ پر بھال فٹ کرنا(2) کسی کو نیزہ مارنا(3) دودھاری تلوار یا کلہاڑی کا انتظام کرنا(4) کسی کے دانت توڑنا(5) کسی کو دانتوں سے پکڑ کر رکھنا(6) کسی کی طرف نیزہ بلند کرنا(7) نیزہ کو جس طرح پسند ہو استعمال کرسکنا(8) اسی سے نکلتا ہے کوئی سنہ جاری کرنا یا(9) کوئی خاص طریقہ یا قانون جاری کرنا۔چنانچہ یہ اُسی فلاں شخص کا انتظام تھا جس کے نتیجے میں کربلا میں خاندان رسوؐل کا قتل عام وقوع میں آیا اور ہزاروں مومنین کے ہاتھ پیر اور زبانیں اور گردنیں کاٹی جاتی رہیں،سولیاں دی گئیں،مسجدوں کے دروازوں پر مومنین کے کٹے ہوئے ہاتھ کیلوں سے جڑے گئے،لاشیں کھجوروں پر لٹکتی رہیں،دیواروں پر مومنین کے سر لٹکتے رہے۔یہی ثبوت ہے اس حقیقت پر کہ جو نظام یا منصوبہ اس نے تیار کیا تھا اُسی کو اپنے بعد والوں میں جانشین بنا کر چھوڑ گیا اور جو کچھ خود پسند کرتا اور ضروری سمجھتا تھا وہی اپنے بعد والوں میں ودیعت کرتا گیا۔جو برابر چھ سو سال تک قوت کے ساتھ قائم رہا اور جس کے اثرات ونتائج آج بھی موجود ہیں۔پھر ذرا سا جھٹکا دینے سے ذَھَبَ ذَھَّبَ ہو جاتا ہے جس کے معنی ملمع کرنا یا کسی چیز پر سونے کا پانی چڑھانا یعنی گھٹیا یا بُری حالت کو بڑھیا یا عمدہ صورت میں پیش کرنا۔لہٰذا سابقہ پانچ جملوں میں مذکور کردار کا شخص دلالت التزامی کی رو سے لازم تھا کہ ایسا شخص بے داغ کردار کا حامل نہ ہو۔لہٰذا چھٹے جملے میں اُس شخص کی ملمع کاری اور فراست سے لوگوں کو فریب میں مبتلا دکھایا گیا ہے اور قلیل العیب ہونے سے بھی پاکدامنی کی نفی ہو جاتی ہے۔

پھر لفظ **اصاب** کے معنی پہنچنے اور حاصل کرنے کے ہیں اس کے معنی تیراندازی کے بھی ہیں۔لہٰذا یہاں **اَصَابَ خَیْرَھَا** سے اگر خلافت کی خوبیاں اور اچھائیاں مراد لی جاسکتی ہیں تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُس فلاں شخص نے خلافت پر تیراندازی کر کے روح خلافت کو چھلنی چھلنی کر دیا تھا۔اور خلافت اور اقتدار سے اسلام کو نقصان پہنچانے میں سب پر سبقت لے گیا تھا۔چنانچہ خود قریش کی تیار کردہ تاریخ بھی اس پر گواہ ہے اور قرآن تو اس شخص کی تصویر بہت گھناؤنی صورت میں پیش کرتا ہے۔جو ہم آپ کو دکھائیں گے مگر پہلے خطبے کے الفاظ سے فارغ ہو لیں پھر اُس فلاں شخص کو طرح طرح سامنے لایا جائے گا۔

14۔اس فلاں شخص اور اس کی قوم نے حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد قرآن کو اپنے اختیار کردہ اسلام پر فٹ رکھنے کیلئے کیسی لغات تیار کرائیں۔

اُس یار نے اور اُس کی قوم نے قرآن کے کلیدی الفاظ اور احکام اور آیات کی جو تاویلات پھیلائی تھیں اُن کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے ادوار حکومت میں ایسی لغات تیار کرا دی تھیں جن سے قرآن اور عربی زبان کا ہر لفظ مشکوک ہو جائے۔اور قرآن کے الفاظ کے معنی کا استقلال ختم ہو کر ایک ایک لفظ کے بہت سے مختلف ومتضاد معنی سامنے آجائیں۔چنانچہ ہم حسب وعدہ لفظ بلاد کے معنی کی ذیل میں لغت کو پیش کرتے ہیں اور یہ پہلے ہی سن لیں کہ مختلف ومتضاد معنی کی جتنی زیادہ تعداد فراہم کرسکیں گے اتنا ہی زیادہ خوش ہوں گے اس لئے کہ معنی کی غلط بھرمار قارئین کو قریشی طریقے سے متنفر کرے گی اور یہی ہمارا مقصد ہے۔ملاحظہ ہو۔

15۔ لفظ بَلَدٌ کے مادہ اور مصدروں کے ذمہ چپکائے ہوئے قریشی معنی کا ہنگامہ دیکھنے کے بعد ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔

قارئین پڑھتے اور گنتے جائیں اور ساتھ ہی کسی بڑی لغت سے مقابلہ کر کے تصدیق بھی کرتے جائیں۔

بلاد کے معنی۔1۔شہر،2۔قصبہ،3۔گاؤں،4۔بستی،5۔موضع،6۔صوبہ،7۔ملک،8۔ولایت،9۔سرزمین،10۔جگہ،11۔ہرآباد یا غیرآباد جگہ،12۔مکہ معظّمہ،13۔حیوانات کے رہنے یا رکھنے کی جگہ،14۔خاک،15۔زمین،16۔بیابان،17۔چاند کی ایک منزل،18۔چاند کی

تمام منزلیں، 19۔قبر،20۔ قبرستان، 21۔دوابروؤں کے درمیان جگہ،22۔نشان،23۔شتر مرغ کے انڈے دینے کی جگہ،24۔ ہتھیلی، 25 ۔رانگ کی گولی رسی میں بندھی ہوئی جس سے پانی کی گہرائی ناپتے ہیں،26۔بن کھدی زمین جس پر آگ نہ جلی ہو،27۔ سینے یا چھاتی کے اوپر کا گڑھا،28۔سینہ یا چھاتی،29۔ سینے کے گرداگرد یا بیچ میں جو چیز بھی ہو،30۔سونے یا چاندی یا رانگ کی گیند جس سے پانی تقسیم کرتے ہیں، 31 ۔ناک کی جڑ، 32 ۔جنگ کے دوران زمین سے چمٹ جانا،33 ۔غیر متصل ابروؤں والا شخص، 34 ۔کند ذہن ،35۔ بے وقوف، 36۔احمق، 37۔حماقت،38۔آگاہی،39۔ متحیر ہونا،40۔متردد ہونا، 41۔ پریشان، 42۔کم سمجھ،43۔افسوس کرنا،44۔کمزور رائے رکھنے والا، 45۔ آرام طلبی ،46۔مسلط ہونا، 47۔سستی ،48۔ کہیں قیام کرنا ، 49۔ آباد ہونا، 50۔ بے تکلف، 51 ۔ہم سر،52۔ تجویز کنندہ، 53۔نگہبان ،54۔ قافلہ، 55۔موزوں ہونا، 56۔کم ہمت ، 57۔ڈھیلا ہونا،58۔ کاہل گھوڑا جو آگے نہ بڑھے، 59۔ نہ برسنے والا بادل، 60۔بخیل آدمی، 61۔آب وہوا کا عادی ہونا،62۔ بڑے تکلف سے اپنی بیوقوفی کا اظہار کرنا،63۔ بے توجہی ،64۔خود کو زمین پر دے مارنا، 65۔خشکی پر آنا،66۔روشن ہوجانا ، 67۔ چمکنا ،68۔ ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ، 69۔ دونوں ہتھیلیوں کا ٹوٹ جانا، 70۔ میونسپلٹی، 71۔ دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانا۔

یہ ہے وہ تماشہ جو لغات میں ہورہا ہے اور ناواقف لوگوں کو لغات کے نام پر فریب دیا جا تا رہا ہے۔اسی تماشہ سے ایک قرآن کے بیسیوں قرآن بنالئے گئے اور ہر فرقہ یا مکتب فکر کا مترجم اپنے ترجمہ اور قرآن کو لغت کے نام پر صحیح کہتا چلا آرہا ہے۔حالانکہ اُن ترجموں کی رُو سے نبوت ختم بھی ہوگئی اور نبوت جاری بھی ہے۔متعہ حرام بھی ہے اور متعہ حلال بھی ہے۔الغرض ہر بکواس کو ان لوگوں نے اس یار کی اسکیم کے ماتحت اسلام بنادیا ہے۔ شیعوں کے ترجے سنیوں کے ترجموں سے بدتر اور سنیوں کے ترجے قادنیوں سے بدتر اور سُنی وقادیانی ترجے کافروں سے بدتر ہیں۔اُن میں سے کسی گروہ یا فرقہ نے اپنے ترجمہ میں اللہ کی ترجمانی نہیں کی ہے بلکہ اپنے اپنے مذہبی تصورات کا تحفظ کیا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آج تک قریش اور قریشی یاروراہنما شاندار مومن بنے چلے آرہے ہیں۔ہم ہرگز قرآن کا ترجمہ وتفسیر نہ کرتے اگر ان میں سے کسی نے وہی کچھ ترجمہ میں لکھ دیا ہوتا جو کچھ اللہ نے فرمایا تھا۔ہم اُن کی ترجمانی کی مثالیں بھی دیں گے تا کہ اُس بے نام ونشان شخص کے منصوبے کی ہمہ گیری دکھاسکیں۔آپ سوچیئے اگر لفظ بلاد کے مصدر میں 71 عدد معنی پوشیدہ ہیں تو لِلّٰـهِ بَلَادُفُلَانٍ کے معنی یہ بھی صحیح ہیں کہ ''فلاں شخص کی قبر خدا کے لئے ہے'' یا یہ کہ ''فلاں شخص کی کنجوسی خدا کیلئے ہے۔'' یا یہ کہ فلاں شخص کا تالیاں بجانا خدا کے لئے ہے۔'' بہرحال یہ جگہ ہے جہاں قارئین کونوٹ کرلینا چاہئے کہ عربی زبان خدائی زبان ہے یعنی اسے معصومین علیہم السلام نے دوہزار برس میں اللہ کی ہدایات کے ساتھ ساتھ تیار کیا اور پھیلایا تھا۔اس میں ہر اس تصور کیلئے ایک مستقل لفظ ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کو آسکتے ہیں۔وہاں ہر مطلب کے لئے ایک اور صرف ایک لفظ ہے۔کسی مادہ اور مصدر سے دومختلف معنی یا مطالب نہیں نکلتے۔جب کوئی تم سے ایک لفظ کے دو معنی بتائے تو یادرکھو کہ دوسرے معنی کے لئے عربی میں دوسرا مادہ اور مصدر ملے گا۔ یہاں ہم آپ کو قرآن سے چار الفاظ کا ایک چارٹ (جدول) بنا کر علما کا حال دکھاتے ہیں کہ وہ کس طرح قرآن کے معنی یا ترجمہ کرنے میں ڈھول اڑاتے ہیں چاروں مختلف المصادر الفاظ کے ایک ہی معنی رگڑتے چلے جاتے ہیں ہم اس آیت کا نمبر لکھیں گے جس میں وہ لفظ استعمال ہوا ہے۔پھر شیعہ وسنی علما کے نام اور اُن کے کئے ہوئے معنی لکھیں گے تا کہ علما کے علم سے واقفیت ہو اور اُن کی قرآن کے الفاظ سے بازی گری(Word Jugglery) دیکھی جاسکے اور یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ یہ مترجم قابل اعتبار ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ انہوں نے ترجمہ کرنے میں کس قدر لاپرواہیاں کی ہیں۔

آیت کا نمبر	قرآن کا لفظ	مقبول احمد شیعہ	فرمان علی شیعہ	رفیع الدین سُنی	اشرف علی سُنی	عبدالقادر سُنی	شاہ ولی اللہ سنی	محمد احمد رضا خان سُنی	مودودی سُنی	صحیح ترجمہ
2/1	رَیْبٌ	شک	شک	شک	شُبہ	شک	شبہ	شک	شک	شش وپنج
2/23	رَیْبٌ	شک	شک	شک	خلجان	شک	شبہ	شک	شک	شش وپنج
3/9	رَیْبٌ	شک	شبہ	شک	شک	شبہ	شک	شک	شبہ	شش وپنج
3/25	رَیْبٌ	شک	شبہ	شک	شبہ	شبہ	شک	شک	غلط فہمی	شش وپنج
45/26	رَیْبٌ	شک	شک	شک	شک	دھوکا	شبہ	شک	شک	شش وپنج
42/7	رَیْبٌ	شک	شک	شک	شک	شک	شبہ	شک	شک	شش وپنج
11/17	مِرْیَةٍ	شک	شک	شک	شک	شبہ	شبہ	شک	شک	دبا کر نچوڑنا
11/109	مِرْیَةٍ	شک	شک	شک	شبہ	دھوکا	شبہ	دھوکا	شک	دبا کر نچوڑنا
22/55	مِرْیَةٍ	شک	شک	شک	شک	دھوکا	شبہ	شک	شک	دبا کر نچوڑنا
32/23	مِرْیَةٍ	شک	شک	شک	شک	دھوکا	شبہ	شک	شک	دبا کر نچوڑنا
4/157	شَکٌّ	اختلاف	دھوکا	شک	غلط خیال	اختلاف	شک	شبہ	شک	شک معلوم ہے
4/157	شُبِّهَ	شبہ	مشابہ	شبہ	اشتباہ	شبہ	مشتبہ	شبیہ	مشتبہ	شبہ بھی معلوم ہے

مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں اللہ نے خواہ مخواہ بہت سے الفاظ ضائع کئے ہیں جبکہ چند الفاظ سے کام چل سکتا تھا۔ان لوگوں کے نزدیک یہ تمام الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوسکتے ہیں اور انہوں نے کئے ہیں۔چنانچہ وہ سب کے سب ریب کے معنی شک وشبہ اور خلجان دھوکا اور غلط فہمی کرتے رہے ہیں۔حالانکہ رَیب کے معنی شش وپنج میں پڑنا یا الجھن کے ہیں۔قرآن کا داخلی انتظام ان باطل پرست قریشی مترجمین کو پکڑنے اور اُن کی غلط ترجمانی کو غلط ثابت کرنے کے لئے یہ ہے کہ وہاں لفظ شک کو ایک ہی آیت میں رَیب کے ساتھ استعمال کردیا گیا ہے۔چنانچہ وہاں یہ مترجم پھنس کر رہ جاتے ہیں۔اس لئے کہ جب رَیب کے معنی شک کر لئے گئے تو اب شک کے معنی کیا کریں؟ یہ تماشہ بھی دیکھ لیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

1۔اِنَّـنَا لَـفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ O (سورہ ھود، 11/62) اس آیت میں لفظ شک موجود ہے اور لفظ رَیب کا اسم فاعل مریب بھی رکھ دیا گیا ہے۔اب ترجمہ کرنے میں ان کی بوکھلاہٹ اور اضطراب قابل دید ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے نام نہاد شیعوں کے بڑے مترجم مقبول احمد کا ترجمہ دیکھیں جنہوں نے لفظ مُرِیب کا ترجمہ چھوڑنے میں خیریت سمجھی ہے لکھا ہے کہ: (1)''جس کی طرف تم بلاتے ہو ہم کو اس کے بارے میں بہت کچھ شک ہے۔''

<u>شیعوں کے دوسرے مترجم فرمان علی نے لکھا ہے کہ:</u>

(2)''جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم تو اس کی نسبت ایسے شک میں پڑے ہیں کہ اس نے متحیر کردیا ہے۔''

شاید ان مولوی صاحب کے نزدیک لفظ مُرِیب کے معنی متحیر ہوں۔

<u>اب رفیع الدین صاحب کو دیکھئے:</u> (3)اور تحقیق ہم البتہ بیچ شک کے ہیں اس چیز سے کہ پکارتا ہے تو ہم کو طرف اس کی قلق میں ڈالنے والی۔''

شاید ان کے نزدیک مُرِیُب کے معنی قلق میں ڈالنے والی ہوں۔

اشرف علی کو سنئے: (4)اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو واقعی ہم تو اس کی طرف سے شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔''

عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ: (5)اور ہم کو تو شبہ ہے اس میں جس کی طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں ٹھیرتا۔''

شاہ ولی اللہ نے کہا کہ: (6)''ہر آئینہ مادر شبہٴ قوی ایم از آنچہ خوانی مارا بسوئے آں۔''

محمد احمد رضا خان صاحب یہ سمجھے کہ: (7)بے شک جس بات کی طرف ہمیں بلاتے ہو ہم اُس سے ایک بڑے دھوکے میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔''

علامہ مودودی کو بھی سُن لیں:(8)تُو جس طریقے کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اُسکے بارے میں ہم کو سخت شبہ ہے جس نے ہمیں خلجان میں ڈال رکھا ہے۔''

آپ نے دیکھا تھا کہ یہ حضرات بلاتکلف رَیْبٌ کے معنی شک کرتے چلے گئے تھے۔لہٰذا اب انہیں مریب کے معنی شک کرنے والا کرنا چاہئیں تھے۔مگر وہ اس لئے پھنس کر رہ گئے کہ اللہ نے اس آیت میں مریب کے ساتھ لفظ شک بھی رکھ دیا ہے۔بہرحال یہ ہے وہ طرز ترجمانی جو مذکورہ یار اور اس کی قومی حکومتوں نے جاری کیا، تاکہ ساری امت قرآن سے جاہل رہے اور عربی زبان سے متنفر ہو جائے اور وہ نتیجہ نکل آئے جو سامنے ہے۔یعنی آج تک یہ امت اسلام سے جاہل ہے اور اُس پر اسلام نافذ کر کے اسے مسلمان بنانے کی برابر کوششیں جاری رہتی چلی آرہی ہیں۔عربی پڑھنے اور پڑھانے کا شوق پیدا کیا جا رہا ہے۔لوگوں کو انعام اور رشوت دی جارہی ہے۔لیکن امت ہے کہ صدیوں سے چلے آنے والے طریقہ پر جمی اور ڈٹی ہوئی ہے۔

15(الف)۔مختلف المصادر اور مختلف المعنی الفاظ کی مثال جن کو مستند مترجمین نے ایک ہی معنی میں رگڑ کر رکھ دیا ہے۔

قریشی علما کی معنوی تحریف پر یہ آخری مثال ہے۔اس کے بعد ہم خطبہ کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دلائیں گے۔یہاں ہم آپ کے سامنے قرآن سے بارہ الفاظ رکھیں گے اور جن آیات میں وہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اُن آیات کے نمبر بھی لکھیں گے پھر یہ دکھائیں گے کہ بارہ مستند علما نے ان بارہ مختلف المعنی الفاظ کے ایک ہی معنی رگڑ دیئے ہیں۔

لفظ زیر بحث	آیات کے نمبر جہاں وہ لفظ آیا ہے۔
اَخَافُ	28/33,59/16,5/28
فَزَعَ	21/103 ,38/22,27/87,27/89
رَھَبًا	21/90وغیرھا۔
رَھُبَۃً	59/13وغیرھا۔
رَھَبَ	28/32وغیرھا۔
اَنْذَرَ	36/10وغیرھا۔
تُنْذِرَ	36/11وغیرھا۔
خَشِیَ	98/8وغیرھا۔

خَاشِعًا	59/21وغیرھا۔
خَشْیَه	59/21وغیرھا۔
اُنْذِر	36/6وغیرھا۔
اِتَّقُوْا	59/18وغیرھا۔

ان تمام الفاظ میں سے جن مترجمین نے ہر لفظ کا ترجمہ ''ڈرنا'' کیا ہے ان کے نام نوٹ کرلیں۔

اُن مترجمین کی فہرست جن کے ترجمے شیعوں اور سُنیوں کے یہاں ہر گھر میں موجود ہیں اور جو صحیح ترجمہ کرنے کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔

1۔جناب علامہ مقبول احمد صاحب قبلہ 2۔جناب رفیع الدین صاحب قبلہ 3۔اشرف علی صاحب قبلہ
4۔عبدالقادر صاحب قبلہ 5۔شاہ ولی اللہ صاحب قبلہ 6۔محمد احمد رضا بریلوی صاحب قبلہ
7۔فتح محمد صاحب قبلہ 8۔مسٹر پکتھل صاحب قبلہ 9۔ایم ایچ شاکر صاحب قبلہ
10۔ای ایچ پامر صاحب قبلہ 11۔شیر علی قادیانی صاحب قبلہ 12۔فرمان علی صاحب قبلہ

عربی ڈکشنریاں یا لغات بھی اسی قسم کے علمانے تیار کی تھیں۔

اُن بارہ الفاظ کی بابت یہ نوٹ کرلیں کہ گننے میں تو وہ بارہ ہیں۔لیکن جن مادوں اور مصدروں سے وہ جنم لیتے ہیں وہ کل چھ عدد مادے ومصادر ہیں جن میں سے ہر ایک کی صورتیں بھی اور معنی بھی الگ الگ اور مستقل ہیں۔دیکھئے:

1۔خ۔و۔ف۔ 2۔ف۔ز۔ع۔ 3۔ر۔ہ۔ب۔ 4۔ن۔ذ۔ر۔ 5۔خ۔ش۔ی۔ 6۔و۔ق۔ی۔

بازی گری یہ ہے کہ ان سب مختلف مادوں اور مصدروں کے الگ الگ معنی کو چھوڑ کر صرف پہلے مادہ خ وف کے ماتحت لاکر ''ڈرنا'' معنی کرلئے گئے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج یا غلطی نہیں سمجھی گئی۔اور ثابت کردیا گیا کہ اللہ نے اُن بارہ الفاظ کو چھ مختلف مادوں اور مصدروں سے لاکر وقت ضائع کیا ہے اُسے چاہیئے تھا کہ وہ ہر جگہ خ وف کے مادہ سے صرف ایک لفظ بول دیتا تو بات بھی صحیح رہتی اور وقت بھی کافی بچتا۔یعنی قریشی طرزِ ترجمانی اللہ کو بھی غلط کار ثابت کرتی ہے۔اور اُن کے راہنما لیڈر نے تو پورے قرآن میں ایسی اصلاحات پیش کی ہیں کہ ابلیس کو اپنا سارا کاروبار اُس کے حوالے کرکے اس کی اقتداء اور پیروی کرنا پڑی تھی اور اب ہم قرآن سے وہی مقام آپ کے روبرو پیش کرنا چاہتے ہیں۔

16۔ ابلیس کی طرح اُس فلاں شخص کے ظاہری خلوص وعبادت اور فداکارانہ جذبات کی بناپر اُسے علم اور مقام اعلیٰ وارفع دینا طے کرلیا گیا تھا۔

قارئین کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے نمائندےؑ ہمیشہ مخلوقات کے ظاہری حالات پر فیصلہ کرتے ہیں گو اُن کو باطن کا علم ہوتا ہے مگر باطنی علم یا علم غیب پر فیصلہ نہیں کیا کرتے انہیں معلوم تھا کہ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرے گا اور کافر وجہنمی ہوجائے گا۔مگر حضرت آدمؑ کی پیدائش تک اُسے اس کی عبادتوں اور خلوص کا اجر دیا جاتا رہا۔یعنی جب تک کوئی شخص عملاً جرم نہ کرلے اسے مجرم شمار نہیں کیا جاتا گو علم خداوندی میں وہ مجرم ہوتا ہے۔بالکل یہی طرزِ عمل اللہ نے اس فلاں شخص کے ساتھ بھی جاری رکھا اور عملاً جرم وقوع میں آنے سے پہلے پہلے اُسے بھی شیطان کی طرح وہ سب کچھ دیا جس کا عملاً اُس نے حق پیدا کیا تھا۔اور جب وہ ان تمام جرائم کو یکے بعد دیگرے انجام دے چکا تو رسُولؐ اللہ کو حکم دیا کہ اس کے متعلق اللہ کے منصوبے اور اُس کے اپنے منصوبے کی تلاوت کرکے سب کو سنادیں اور قرآن کے ریکارڈ میں محفوظ کردیں۔چنانچہ اللہ کا حکم اور بیان قرآن

سے سنئے ارشاد ہوا کہ:۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ O اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَاۤ اَشْرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ بَعْدِھِمْ اَفَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ O وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ O وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْھَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ O وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِھَا وَلٰکِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ھَوٰهُ فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْھَثْ اَوْ تَتْرُکْهُ یَلْھَثْ ذٰلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ O سَآءَ مَثَلَاْ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاَنْفُسَھُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ O (سورہ اعراف 177 تا 7/172)

16 (الف)۔ مودودی کا غلط اور قریش کی طرف جھکا ہوا ترجمہ:

یہاں بطور نمونہ پہلے مودودی ترجمہ دیکھ لیں تاکہ بعد میں اُسی کے ترجمہ کی مدد سے آیات کے الفاظ کی مطابقت میں اپنا ترجمہ پیش کرسکیں۔

سنئے مودودی لکھتے ہیں کہ:

''اور اے نبیؐ لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی نسل کو نکالا تھا۔ اور انہیں خود اُن کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا۔'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا'' ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔''

یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ'' ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔'' یا یہ نہ کہنے لگو کہ'' شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو اُن کی نسل سے پیدا ہوئے پھر کیا آپ ہمیں اُس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا؟'' دیکھو اس طرح ہم نشانیاں واضح طور پر پیش کرتے ہیں اور اس لئے کرتے ہیں کہ یہ لوگ پلٹ آئیں۔ اور اے محمدؐ اُن کے سامنے اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا۔ مگر وہ اُن کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اُس کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ لہٰذا اُس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اُسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ہے اُن لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ تم یہ حکایت ان کو سناتے رہو شاید کہ یہ کچھ غور وفکر کریں۔ بڑی ہی بُری مثال ہے ایسے لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور وہ آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 101 تا 95)

16 (ب)۔ مودودی کے ترجمہ کی غلطیاں اور قریشی جانبداریاں خود دو جگہ لفظ'' قوم'' کو غائب کرلینا ثابت کرتا ہے مزید غلطیاں بھی نوٹ کرلیں۔

مودودی کا ترجمہ آیت نمبر (175) کے شروع ہونے سے پہلے پہلے تقریبا صحیح ہے۔ لیکن جیسے ہی اُس فلاں شخص کا تذکرہ شروع ہوا تو علامہ چوکنا ہو گئے اور پھر جتنا ممکن تھا ترجمہ میں اتنی رعایت اور گڑ بڑ کی ہے۔ بہرحال آپ آیت کے الفاظ پر نظر رکھتے ہوئے چلیں اور دیکھیں کہ اللہ نے اس شخص کو آیات دینے کا ذکر کیا ہے مگر علامہ نے اپنی جیبِ خاص سے'' آیات کا علم دینا'' لکھ مارا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جو کچھ اُس نے آیات کے ساتھ عمل کیا تھا وہ آیات کا علم ملنے کی صورت میں اس جرم سے بچایا جاسکے اس لئے کہ وہ سلوک آیات کے علم کے ساتھ نہ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ جو

لفظ اس شخص پر وہ جرم عاید کرتا ہے وہ ہے ''اِنۡسَلَخَ'' اور اس کے معنی مودودی نے ''نکل بھاگا'' کئے ہیں۔ حالانکہ جب یہی لفظ سورہ توبہ آیت نمبر (5) میں آیا تو اس کے معنی نکل بھاگا نہیں کئے بلکہ ''گزر جائیں'' کئے ہیں (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 176) اور یہ ہی لفظ جب سورۃ یٰسین آیت نمبر (37) میں آیا تو اس کے معنی ''اوپر سے ہٹا دینا'' کئے ہیں۔ لغات القرآن سے اس لفظ کی پوزیشن اور اس کے معنی بھی دیکھ لیں تاکہ مودودی پر گرفت مضبوط ہو جائے:

1۔ اِنۡسَلَخَ۔ اِنۡسِلَاخٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب انسلاخ کے معنی اصل میں تو ''کھال کھینچنے'' کے ہیں۔'' (جلد اول صفحہ 278 مرتبہ مولانا عبدالرشید صاحب) (ندوۃ المصنفین دھلی)

2۔ نَسۡلَخُ۔ جمع متکلم مضارع سَلۡخٌ مصدر کھال کی طرح ہم اتار لیتے ہیں۔'' سَلۡخٌ بکری کی کھال۔ مہینہ کا آخر حصہ۔ سَلۡخٌ تکلے پر لپٹا ہوا دھاگہ۔ سَلۡخٌ سانپ کی کینچلی۔'' (جلد 6 صفحہ 47 مرتبہ مولانا سید عبدالدائم مطبع ندوۃ المصنفین دھلی)

پھر علامہ نے لفظ ''فَاَتۡبَعَہُ الشَّیۡطٰنُ'' کے معنی ''شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا'' کئے ہیں جو غلط ہیں بلکہ ''تابع ہونا یا پیروی کرنا'' یعنی ''شیطان اس کے تابع (ماتحت) ہو گیا۔'' یا ''شیطان اس کا پیرو ہو گیا''۔

پھر اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ کے معنی زمین کی طرف جھکنا نہیں ہیں۔ بلکہ ''وہ ہمیشہ کے لئے زمین سے وابستہ ہو گیا۔'' یا ''اُس نے ہمیشہ کے لئے زمین پر رہنا اختیار کر لیا۔'' (سورہ ھمزہ 104/3 تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 458) اور وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ کے معنی ''خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا'' نہیں ہوتے بلکہ ''اس نے اپنی ذاتی رائے یا اجتہاد کی پیروی اختیار کئے رکھی۔'' اور آخری دونوں آیات (7/176-177) میں رسوؐل کی قوم کے لوگوں کی بات ہو رہی ہے جنہوں نے سورہ انعام آیت نمبر (66) کی رو سے قرآن کو جھٹلایا تھا۔

16 (ج)۔ <u>مودودی کے ترجمہ کی غلطیاں دیکھ لینے کے بعد اب ہمارا ترجمہ پڑھیں اور اللہ کے قرآنی ریکارڈ میں فلاں شخص اور اس کی قوم کو دیکھیں۔</u>

(آیت 7/172) اس آیت میں جہاں پوری نوع انسان پر اتمام حجت کی گئی ہے اور پہلے ہی اُن کے عذرات بیان کر کے اُن کا منہ بند کیا گیا ہے وہیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ رسوؐل کی قوم اور قوم کے یاروں کی ساری کارکردگی کا بھی علم اللہ کو تھا اور انہیں بھی قیامت میں عذرات پیش کرنے سے روک دیا گیا تھا اور اُن سے بھی اپنا رب ہونا منوالیا تھا۔ اور اُن کے اباواجداد کا مشرک ہونا واضح کر دیا تھا۔ (7/173) پھر قریش کو اُن کی غلط راہ سے واپس پلٹانے کے لئے قرآن کی تفصیلات اور طرز بیان کا حوالہ دیا ہے۔ اور نوٹ کرایا ہے کہ جو خبر ابھی تلاوت ہونے والی ہے اُس کو سمجھیں (7/174) اس تمہید کے بعد فرمایا کہ: ''اے رسوؐل تم اُس شخص کی خبر بھی تلاوت کر دو جسے ہم نے اپنی آیاتِ قرآن دی تھیں چنانچہ اس شخص نے اُن قرآنی آیات کی کھال اتار لی تھی۔ اور اُن میں ایسی ایسی موشگافیاں اور تاویلات کیں کہ ابلیس کے تمام مقاصد حاصل ہو جائیں۔ لہٰذا شیطان نے اُس کی پیروی اختیار کر لی چنانچہ وہ اغوا ہونے والوں میں داخل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسے اُن ہی آیات سے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز کر دیتے مگر اس شخص نے تو دنیاوی اقتدار وحکومت کو ہمیشہ کے لئے اختیار کر لیا اور جن آیات میں موشگافیاں کی تھیں اُن پر اپنی ذاتی رائے اور اجتہاد کرنے اور پیروی کرانے میں لگ گیا۔ اور اُس کی حالت یہ ہے کہ تم اُس پر اعتراض کرو تب بھی نرمی برتتا ہے اور اُسے نظر انداز کر دو تب بھی پالتو کتے کی مانند دُم ہلاتا رہتا ہے۔ یہی مثال اس کی قوم کے لوگوں کی ہے کہ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کر دی ہے تم برابران کو ان کی یہ داستان

سناتے رہنا تا کہ شاید وہ بھی اپنی فکر کریں۔ بڑی ہی بُری ہے مثال اُس قوم کے لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ برابر اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے اور ظلم کرتے رہیں گے۔''

16(د)۔ مودودی نے آیت(7/175) میں اُس فلاں شخص کو ایک متعین شخص مان کر بھی کہہ دیا کہ اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

درحقیقت مولانا یہ چاہتے ہی نہیں کہ اُس شخص کو متعین کیا جائے ورنہ قرآن نے تو صاف بتادیا ہے کہ وہ قریش کے چار بڑے اور مشہور یاروں میں سے دوسرے نمبر کا یار ہے۔ جس نے پہلے نمبر کے یار سے رسوؐل کا مقرر کردہ راستہ ترک کرایا تھا۔ اور اپنے تجویز کردہ راستے پر پہلے نمبر کے یار کو چلایا تھا۔ اور قرآن نے بقول رسوؐل اُن دونوں یاروں اور اُن کی قوم کو قرآن کے مہجور کرنے کا مجرم قرار دیا ہے اور اللہ نے اُن کو مع اُن کی قوم کے مجرم اور نبیؐ کا دشمن فرمایا ہے اور مکذب قرآن قرار دیا ہے(فرقان 31 تا25/27 انعام 6/66)

ہم اور ہمارے قاری جہاں رسوؐل کی قوم کا نام جانتے ہیں وہیں وہ اور ہم قریش کے پہلے اور دوسرے یار کا نام بھی جانتے ہیں اور ان کا بار بار ذکر بھی ہو چکا ہے۔ اور ہمیں وہ مقام بھی معلوم ہے جہاں پہلے نمبر کے یار نے اپنا ہاتھ دوسرے نمبر کے یار کی طرف بڑھایا تھا اور دوسرے یار نے وہ ہاتھ تھام کر پہلے یار کو اپنا اور اپنی قوم کا حکمران مان لیا تھا۔ اور یہی تجویز تھی دوسرے یار کی یعنی پہلے نمبر کے یار نے دوسرے یار کا جو راستہ اختیار کیا تھا وہ حکمران بننے کی راہ تھی جو رسوؐل کی مقرر کردہ راہ کے خلاف تھی۔ یعنی رسوؐل یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے بعد اُن کی قوم کے یہ دونوں یار حکمرانی کریں۔ یا یہ کہ قریش کی حکومت وجود میں آئے۔ اور رسوؐل کی یہ خواہش بالکل قرآنی خواہش اور اللہ کی پسندیدہ خواہش تھی۔ سوچئے کہ جس قوم کو اللہ نے مکذب قرآن فرمایا ہو(6/66) اور جسے قرآن کو مہجور کرنے کی بنا پر مجرم اور دشمن رسوؐل بتایا ہو(31-25/30) اس کو اللہ ورسوؐل کیسے مسلمانوں پر حکمران بنانا پسند کر سکتے تھے؟ اور ظاہر ہے کہ اللہ ورسوؐل کی یہ ناپسندیدگی قریش اور قریشی یاروں اور راہنماؤں سے پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی۔ لہٰذا یہی سبب تھا کہ قریش کے بڑے دانشور نے آیات قرآن کی کھال اتاری یعنی آیات کا چھلکا اتار کر مغز کو چھوڑ دیا اور حقیقی مطالبِ قرآن سے ہٹ کر وہ تاویلات اور موشگافیاں کیں کہ شیطان تک اس کا تابعدار پیرو بن گیا اور اپنا سارا کاروبار اس یار کے سپرد کر دیا اور پوری قوم نے اس کی تاویلات کے مطابق تعاون کیا۔ اور مناسب موقع آنے پر اُس نے باقاعدہ اپنی اسکیم اور عملدرآمد کو بیان کر دیا تھا۔

17۔ قریش اور دانشوران قریش یہ سمجھ گئے تھے کہ اللہ ورسوؐل نہ انہیں حکمران بنائیں گے نہ اُن کی شرکت ہی اسلامی حکومت میں برداشت کریں گے۔

اللہ ورسوؐل کا منشا سمجھتے ہی قریش کے ہمدرد یاروں پر لازم ہو گیا تھا کہ وہ اپنے زور بازو اور فراست سے اپنی قومی حکومت بنانے کے لئے قرآنی زمین کو ہموار کریں چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ:''اسلامی حکومت کو ہرگز خاندانِ نبوتؐ میں نہ رہنے دیں گے۔ اور ہر وہ کوشش کریں گے جس سے خاندان نبوت کے دعویداران حکومت کو محروم کیا جا سکے۔''(الفاروق حصہ اول صفحہ 103 اور طبری حصہ سوم صفحہ 283 تا279)

یہ فیصلہ بقولِ شبلی، راز سربستہ کی طرح چلتا چلا آیا یہاں تک کہ خود دوسرے یار نے عبداللہ ابن عباس پر قوم کے اس فیصلے کو منکشف کیا تھا۔ الفاروق اور طبری دونوں نے عمر کا نام لکھ دیا ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں اب تک یہ نام لکھا نہیں گیا تھا وہاں قارئین خود عمر سمجھ لیں اور پہلے یار کی جگہ ابوبکر کو دے دیں اور دونوں کو قرآن کی رو سے مجرم، خدا اور رسوؐل کا دشمن اور جہنمی بھی سمجھ لیں۔ لہٰذا خطبے میں مذکور فلاں شخص عمر ہی ہے جس نے وہ منصوبہ تیار کیا تھا اور اُس کی اس طرح مرہم پٹی (دَاوَی الْعَمَدَ) کی تھی کہ تمام خرابیاں، تمام کجیاں اور تمام گمراہیاں (قَوَّمَ الْاَوَدَ) اُس کی تاویلات اور

موشگافیوں میں لپٹ کر(ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ)اچھائیاں، نیکیاں اور پاکبازیاں نظر آنے لگی تھیں۔اور اس منصوبے کو برابر جاری رکھنے کیلئے اس نے اپنے تیار کردہ اس فتنے کو تمام فتنوں کو جنم دیتے رہنے کیلئے اپنے بعد کے لئے خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔اور اس کی تمام مفید چیزوں کو اپنے اور اپنے ہم مسلکوں کے لئے مستقل کر دیا تھا(اَصَابَ خَيْرَهَا ،وَسَبَقَ شَرَّهَا)اور دن دونی ورات چوگنی تکالیف پیدا کرنے اور خیر خواہانِ اسلام کو ان میں مبتلا رکھنے کے نظام میں سب پر سبقت لے گیا تھا یا حقیقی خلافت اور خلافت کے حقداروں کو چھلنی چھلنی کرتے رہنے والا محاذ قائم کر گیا تھا۔(اَقَامَ السَّنَّة)جس میں تیغ وسنان ونیزہ ودو دھاری کلہاڑیاں برسر کار رہتی چلی جائیں۔لیکن اس کی فراست وعقل، عقلی بدہضمی بن گئی، نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ہم مسلک لوگ ہی اُن تمام برائیوں، کجیوں اور گمراہی اور فتنہ وفساد وافتراق وانتشار میں ڈوب گئے اور قیامت تک اس سے چھٹکا رے کی تمام راہیں بند ہوگئیں اور اس کی تعلیمات وتاویلات پر چلنے والے تمام مذاہب اور فرقے جہنمی ثابت ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

18۔اب ہمیں حق ہے کہ ہم عمر بن خطاب کہہ کر بتائیں کہ عمر نے اپنا زیرِ تنقید منصوبہ رسوؐل اللہ کے سامنے بھی پیش کیا تھا اور اللہ نے رد کر دیا تھا۔

عمر ہی وہ شخص یا وہ یار وہ دانشور یا وہ راہنما ہے جو پوری قوم قریش کے ہیرو تھے۔اور قرآن میں جہاں کہیں لفظ فلاں فرمایا گیا جہاں کہیں صفات وعادات بیان کر کے موصوف کو صیغہ مجہول کے پردہ میں چھپایا گیا ہے اُن تمام مقامات پر بلاشبہ عمر بن الخطاب ہی مراد ومقصود ہے۔اور چونکہ وہ قریش کے پیارے اور محبوب بزرگ ہیں اس لئے نام نہیں لیا گیا کہ اُس کے پیرؤوں کو اشتعال انگیزی کا موقعہ نہ ملے اور وہ ٹھنڈے دل سے صورت حال پر غور کریں اور اگر چاہیں تو اپنی انفرادی یا اجتماعی اصلاح کر لیں۔چنانچہ قرآن کا ایک مقام سامنے لائیں اور پڑھیں کہ اللہ فرما رہا ہے کہ:وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِO(بقرہ 2/204)

مودودی کا ترجمہ: ''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے۔مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔''

آیت پر بات کرنے سے پہلے مودودی کی تشریح بھی سن لیں۔

''224؎ اَلَدُّ الْخِصَام'' کے معنی ہیں''وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو''یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی غدر و بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

علامہ کے ترجمہ اور تشریح میں سے قریشی پردہ ہٹا دیں:

آپ جانتے ہیں کہ نزول قرآن حیات رسوؐل میں ہی ہوا تھا اور آیت کے الفاظ اور علامہ کے ترجمہ سے واضح ہے کہ زیر بحث شخص رسوؐل اللہ سے باتیں کیا کرتا تھا اور رسوؐل کو اس کی باتیں، بقول مودودی بہت بھلی لگتی تھیں اور وہ خلوص نیت سے باتیں کرتا تھا اور اللہ کو گواہ ٹھہراتا تھا۔ظاہر ہے کہ وہ شخص کوئی رسوؐل کا صحابی ہونا چاہئے۔مگر مودودی نے''کوئی تو ایسا ہے'' کہہ کر اس آدمی کو بہت دور کر دیا ہے۔حالانکہ اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ لوگوں میں وہ شخص بھی تو ہے جس کی باتیں تجھے بھلی لگتی ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ بھلی بھلی باتیں کرنے والا بھی رسوؐل کو بھلا لگتا ہوگا۔جو دنیا کی زندگی کے لئے اسلام کی ایسی عملی صورت پیش کرتا ہے جو رسوؐل کو حیرانی کی حد تک پسند آتی ہے۔ظاہر ہے کہ رسوؐل کو اس کے پیش کردہ پلان یا اسلامی منصوبے میں کوئی ایسا پہلو نظر نہیں آتا تھا جو ناپسندیدہ یا غیر اسلامی ہوتا۔اور اگر اللہ نے اپنے علم غیب کی بنا پر یہ نہ کہہ

دیا ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو یقیناً رسوؐل اللہ اس کی اسکیم یا پلان کو مِنّ وعَن قبول کر لیتے اور اس پر مسلمانوں کو چلنے اور عمل کرنے کا حکم دے دیتے۔ رسوؐل کی پسندیدگی کو اس حد پر دیکھ کر ہی اللہ نے دخل دیا (Intervene) اور بڑے سنگدلانہ الفاظ فرما کر گویا رسوؐل کو ڈانٹ کر اس کی باتیں ماننے بلکہ سننے سے بھی روک دیا تھا۔ ورنہ خطبہ (220) میں مذکور منصوبہ (اَلْـعَـمَـدُ) عہد رسوؐل ہی میں رسوؐل کی سند سے جاری ہو جاتا اور وہ تمام خرابیاں جو خطبے کے آخری جملوں (14,13,12) میں مذکور ہیں اللہ و رسوؐل کے ذمہ عائد ہو جاتیں۔ اس لئے اللہ نے عمر کو نہ صرف دشمن فرما دیا بلکہ اسے **اَلَدُّ الْخِصَام** کہا ہے۔ اور **اَلَدُّ الْخِصَام** میں وہ تمام معنی بھی داخل ہیں جو مودودی نے لکھے اور مانے ہیں اور یہ بھی اسی میں ہے کہ وہ تمہارے برابر کا ہوشمند مدمقابل ہے جو بحثوں اور مناظروں میں کسی طرح ماننے والا نہیں۔ یعنی ہٹ دھرمی میں ماسٹر ہے۔ (مریم 19/97 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 82) اور لغات القرآن میں لکھا گیا ہے کہ:

''**لُدًّا** جمع ہے۔ واحد **اَلَدُّ** ہے ''سخت جھگڑالو، جن کو قائل کرنا ممکن ہی نہ ہو'' اس لفظ کا مادہ **لَدَدُ** ہے۔ گردن کے دائیں بائیں پہلو کو **لَدَدٌ** کہتے ہیں۔ **شَـدِیْدُ اللَّدَدِ** ''وہ شخص جس کی گردن کوئی نہ پھیر سکے'' مراد وہ آدمی ہے ''جس کو اس کے ارادے سے باز نہ رکھا جا سکے۔ جس کو کوئی راستی پر نہ لا سکے۔'' (لغات القرآن جلد 5 صفحہ 208 مرتبہ عبدالدائم مطبع ندوۃ المصنفین دہلی)

اس صورت میں اس آیت (2/204) کا ترجمہ یہ ہوا کہ:

''مسلمانوں میں وہ شخص جس کا دنیاوی منصوبہ اے رسوؐل تمہیں حیرانی کی حد تک پسند آتا ہے اور جو بات بات میں اور ہر بات میں اپنی نیک نیتی اور خلوص پر اللہ کو گواہ کرتا ہے وہ شخص تیرا مدمقابل اور نہایت دانشمند دشمن ہے جسے بحث اور مناظرہ کر کے دلیل و برھان سے کوئی قائل نہیں کر سکتا اور جو ارادہ کر لے اُسے اس کے ارادہ سے باز نہیں رکھا جا سکتا اور کوئی شخص اسے راہ راست پر نہیں لا سکتا ہے۔'' اللہ نے رسوؐل کو اس صحابی کے مشوروں اور تجویزوں سے بچانے کے لئے یہ خوفناک اور حقیقت انگیز بیان دیا اور ساتھ ہی اگلی آیت میں اس کے منصوبے کو یوں واضح کیا کہ:

وَاِذَا تَـوَلّٰـی سَـعٰـی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَایُحِبُّ الفَسَادَ O وَاِذَا قِیْـلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ O (2/205-206)

''اور جیسے ہی اس کے دنیاوی منصوبے کے ماتحت وہ حکمران بنے گا تو اس کی تمام کوششیں اس مقصد کے پورا کرنے پر صرف ہوں گی کہ وہ اس دنیا کو فتنوں اور فساد سے لبریز کر کے چھوڑے جنگ وجدل اور افواج کی یورش سے تمام فصلوں اور کھیتیوں کو فنا کر دے اور نسل انسانی کو عموماً اور ایک خاص نسل کو خصوصاً ہلاک وقتل کر ڈالے۔ اور تم جانتے ہو اللہ تو صرف فساد کو بھی پسند نہیں کرتا ہے۔ اور جب اُس سے کہا جائے گا کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کر لو اور یہ قتل وغارت بند کر دو تو اس پر قوم کی طرف سے ملی ہوئی عزت غالب آ جائے گی جو خود بھی ایک گناہ ہو گی۔ بہرحال جہنم ہی اس کے لئے حسب حال اور موزوں ہے اور یہ بہت بُری تمہید ہے جو اس نے شروع کر رکھی ہے۔''

اس آیت (2/205) کا ترجمہ قریشی علما یعنی نام نہاد شیعہ وسنی علما ہرگز بلفظہٖ نہ کر سکتے تھے بہرحال ہم چند ترجمے لکھتے ہیں تاکہ انہیں پڑھ کر آپ کو ہمارے ترجمہ کی حقیقت پر یقین ہو جائے۔

<u>مودودی کا ترجمہ:</u> ''جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو

غارت کرے، اورنسل انسانی کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ، جسے وہ گواہ بنا رہا تھا، فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کیلئے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

قارئین کے ہمیشہ یادرکھنے کی بات۔

یہاں مودودی کی سند سے بھی یہ بات نوٹ کرلیں کہ لفظ''تَوَلّٰی'' کا مادہ و۔ل۔ی ہے اور اس کا مصدر وَلَایَۃً ہے۔ اور والی، ولی، اولیاء، مولٰی کے معنی''ہر حال میں ہمدردی کرنے والا حاکم'' ہوتے ہیں۔

رفیع الدین کا ترجمہ:''اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تاکہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانداروں کو، اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنا۔ اور جب کہا جاتا ہے واسطے اُس کے ڈر اللہ سے پکڑتی ہے اس کو عزت ساتھ گناہ کے پس کفایت ہے اس کو دوزخ اور البتہ بُرا ہے بچھونا۔''(ترجمہ صفحہ 40)

نام نہاد شیعہ مترجمین حقیقی اور صحیح معنی میں ثلاثہ اینڈ کمپنی کے بڑے محافظ تھے۔

یہ دونوں ترجمے سُنی علما کے تھے اور حقیقتِ حال اور منشائے خداوندی کے اتنے قریب ہیں کہ قرآن اور تاریخ میں مذکور صفات وحالات کو جاننے والے ان ترجموں میں خلیفہ دوم عمر کا نام لکھ سکتے ہیں۔ مگر اب ایک شیعہ عالم کا ترجمہ دیکھیں جو عمر کا تحفظ کرنے میں اتنا محتاط ہے کہ ترجمہ سے شبہ تک نہیں ہوسکتا کہ قریشی خلیفہ یا اقتدار یا حکومت کی بات ہورہی ہے۔ اس ملعون کا ترجمہ پڑھئے:

فرمان علی کا ترجمہ:'''' اور جہاں منہ پھیرا تو ادھر اُدھر دوڑ دھوپ کرنے لگا، تاکہ ملک میں فساد پھیلائے اور زراعت اور مویشی کا ستیاناس کریں اور خدا فساد کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو اُسے غرور گناہ پر اُبھارتا ہے۔ پس ایسے کم بخت کے لئے جہنم ہی کافی ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔''(ترجمہ صفحہ 49)

قارئین نے دیکھ لیا کہ یہ ملعون نہ مادہ کا خیال کرتا ہے نہ مصدروں کو دیکھتا ہے۔ نہ معرفہ اور نکرہ کی فکر کرتا ہے نہ جمع اور واحد کی پرواہ رکھتا ہے اور نسل کا ترجمہ ایک مویشی لکھ دیتا ہے۔ خدا اس پر اور اس جیسے شیعوں پر ہمیشہ لعنت کرتا رہے۔ یہی گروہ تھا جس نے قریشی حکمرانوں اور قریشی قوم و مذہب کا دن رات تحفظ کیا اور چوراھوں پر فرضی لعنت وتبرا کر کے شیعہ مذہب کو پھیلنے سے روکے رکھا ہے۔ اس نے دنیا کو مُلک بنا دیا ہے۔ بہرحال بات صاف ہوگئی اور ان آیات میں بھی وہ منصوبہ سامنے آگیا جس کو حضور علیہ السلام نے خطبے میں بیان کیا ہے اور معلوم ہوگیا کہ عمر ایک ایسا دانشور و قریشی راہنما تھا جسے راہنمائی میں رسوؐل کا مدمقابل اور حریف ہونے کا مقام حاصل تھا جسے بحث ومباحثہ میں زیر کرنا اور اس کے موقف سے ہٹا دینا ناممکن تھا۔ عمر کا یہ مقام سُنی دانشوروں اور علما کے قلم سے تفصیل کے ساتھ ہم دکھائیں گے۔ اور یہی وجہ تو ہے کہ غلام احمد پرویز نے عمر کو شاہکار رسالت کا لقب دیا ہے۔ اور الفاروق میں فخر یہ لکھا گیا کہ عمر کا خیال وگمان وقیاس بالکل وحی خداوندی ہوا کرتا تھا۔ اس سب کے باوجود حضرت علی علیہ السلام اس کی عقلی بدہضمیاں اس خطبے میں اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ جس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ اور اس سب کے باجود عمر کہا کرتا تھا کہ خدایا مجھے اس لمحہ زندہ نہ رکھنا جب علیؑ میری ہدایت کے لئے موجود نہ ہوں اور یہ کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ھلاک اور تباہ ہوگیا ہوتا۔ اور وہی عمر، علیؑ کی اولاد کا غلام بن جانے کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا رہا ہے۔ عمر کے لئے سب سے زیادہ قابل فخر بات یہ ہے کہ ابلیس اس کا مطیع وفرمانبردار پیرو تھا۔ یہ مقام دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوا ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ خاتم النبین تھے اور کوئی رسوؐل یا نبیؐ حضوؐر کا ہم پلہ نہ تھا۔ اسی طرح عمر خاتم المجتھدین

تھے اور کوئی مجتہد یا فقیہ ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ عمر جو کچھ بھی تھا ۔ خدا کی قسم لاجواب تھا۔

19۔ ابلیس وعمر کا وہ انتہائی مقام جہاں اللہ بھی قادرِ مطلق ہوتے ہوئے اپنے مطلق اختیارات قدرت کو استعمال کرنے پر مجبور ہوگیا۔

فراستِ ابلیس وعمر کا انتہائی مقام یہ ہے کہ اُن دونوں نے اپنی اپنی باری پر اللہ کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنی قدرت واختیارات کو سمیٹ کر رکھے اور ہرگز اس وقت تک استعمال نہ کر سکے جو وقت ان دانشوروں نے مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں پہلو قرآن میں اپنی تفصیلات لئے ہوئے جگہ جگہ مذکور ہوئے ہیں اور مسلمان اتنا تو سب جانتے ہیں کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اور اللہ کا حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور رُو دَررُو اللہ پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ اس نے ایک گھٹیا درجہ کے شخص کو اس پر بزرگی دی ہے یعنی ابلیس نے اپنی عقل اور سوجھ بوجھ کو اللہ کی سمجھ سے بہتر ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ یعنی کھل کر اللہ کی توہین اور نافرمانی کی تھی اور حضرت آدمؑ کی بزرگی اور نبوت کا علی الاعلان انکار کیا تھا۔ اور اس سب کے باوجود اللہ نہ اُسے اس وقت سزا دے سکا اور نہ آج تک اسے نوع انسان کو گمراہ کرنے کی سزا دی ہے۔ یہ کیسے ہوا کہ اللہ ایک سرکش ونافرمان اور نافرمانی پر قائم رہنے کے دعویدار کو اس کے جرائم کی سزا نہ دے سکا؟ اس کا جواب ہمارے عنوان میں یہ ہے کہ ابلیس کی فراست نے اللہ کو روک دیا۔ اور فراست یہ تھی کہ اس نے بڑا عاقلانہ دعویٰ کر دیا تھا۔ یعنی یہ کہ میں تمام اولادِ آدمؑ کو اسی قسم کی صورت حال میں مبتلا کر کے سب کو گمراہ کر دوں گا جس صورت حال میں تو نے مجھے مبتلا کر کے گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کے الفاظ قرآن کی رو سے یہ تھے کہ:۔

قَالَ رَبِّ فَانْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ O قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ O اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ O قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ O اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ O قَالَ ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ O اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ O وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ O۔ (الحجر 15/36 تا 43)

''ابلیس نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار مجھے اس روز تک کے انتظار کی مہلت دے دے جس دن تمام انسان حساب کیلئے اُٹھائے جائیں گے اللہ نے جواب میں فرمایا کہ ایک وقت معلوم تک والے دن تک کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس پر ابلیس نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار جس طرح تو نے مجھے اغوا کر کے گمراہ کیا ہے میں بھی اسی طرح اولادِ آدمؑ کے سامنے اس دنیا کو سجا کر پیش کروں گا اور اُن سب کو اغوا کر کے گمراہ کر دوں گا سوائے تیرے اُن بندوں کے جو اُن میں مخلص ہوں گے۔ یہ سُن کر اللہ نے فرمایا تھا کہ یہی تو علیؑ کا برقرار رہتے چلے جانے والا راستہ ہے یقیناً تجھے میرے بندوں پر دسترس حاصل نہ ہوگی البتہ جو تیرے اغوا کی پیروی کریں گے انہیں گمراہ کر سکے گا اور ان سب کے لئے آج ہی سے جہنم کا وعدہ ہے۔''

اس میں ابلیس کی فراست یہ تھی کہ جب تک آدمؑ کی ساری اولاد دنیا میں پیدا ہو کر زندگی نہ گزار لے میرے اغوا کا مشن جاری رہے گا اور جب میرا مشن پورا ہو جائے اور میں اپنے دعویٰ میں غلط ثابت ہو جاؤں تب مجھ سے باز پرس ہو جانا جائز ہوگا چنانچہ اس نے طویل ترین مدت کی مہلت مانگی جو عدل اور انصاف کی رُو سے دینا پڑی اور دنیا کو سجانے کے اور بہکانے کے تمام وسائل بھی عطا کرنا لازم ہو گئے اور لازم ہو گیا کہ نظام کائنات صبر وتحمل سے وہ سب کچھ دیکھے اور برداشت کرے جو شیطان اور اس کا نظام روبہ عمل لائے۔ چنانچہ آج تک اللہ اِتمام حجت کے اصول پر منتظر ہے اور قیامت سے ذرا پہلے تک ابلیس کو ماخوذ نہیں کر سکتا، اسے کھلی چھٹی دینا پڑی ہے۔ اسی قسم کی فراست قریش نے استعمال کی تھی۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ شخصی حکومت سے قومی اور مشاورتی حکومت بہتر ہوتی ہے۔ اور ہم ایسی حکومت قائم کر کے اور چلا کر دکھا سکتے ہیں جس میں وہ تمام نتائج برآمد ہوں گے جو

اللہ کو مطلوب ہیں۔اس میں فراست یہی تھی کہ انہیں اُن کے منصوبے کے مطابق حکومت قائم کرنے کا موقع اور وسائل وسامان دیا جائے اور جب وہ ناکام ہوجائیں تو پھر اُن کے سامنے شخصی حکومت قائم کی جائے اور دکھایا جائے کہ یہ حکومت اُن کی حکومت سے کامیاب رہتی ہے اور اُس میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوسکتی اس کے بعد ان سے مواخذہ کیا جائے۔

قریش کی اس فراست کا ٹوٹل تو اس وقت سامنے آیا تھا جب اعلان نبوت پر قریش نے یہ پیش بندی کر دی تھی کہ:

''نبوت کا دعویٰ اس لئے کیا گیا ہے کہ محمدؐ اپنے خاندان کو اقتدار میں لانا چاہتا ہے تاکہ سارا عرب اور ساری دنیا اس کی اور اُس کے خاندان بنی ہاشم کی بے چون وچرا اطاعت کرے۔''

یعنی قریش ایک خاندان کی حکومت واقتدار کو ناپسند کرتے ہیں۔اس کے بعد رسوؐل اللہ نے چاہا کہ اُن کی حکومت میں قریش اور باقی نمائندگان قبائل کی پسندیدہ وزارت اور خلافت قائم کر دی جائے۔چنانچہ دعوتِ ذوی العشیرہ دی گئی اور اپنے لئے سارے قبائل میں سے وزارت وخلافت کیلئے ایک شخص طلب کیا گیا۔اب قریش نے اس دعوت کو مذاق سمجھ کر اپنا کوئی نمائندہ پیش نہ کیا۔چونکہ یہ دعوت اللہ کے حکم (الشعرا 26/214) سے عمل میں آئی تھی اور ضروری تھا کہ نبیؐ کا وزیر وخلیفہ اور دست وبازو وبھائی تجویز کر کے اس کی وزارت وخلافت کا اعلان کر دیا جائے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت ووزارت واخوت اور اطاعت کا حکم صادر کر دیا گیا اور قریش مذاق ومضحکہ اڑاتے ہوئے رخصت ہوگئے (تفصیل مناسب مقام پر آنا ہے) لہٰذا قریش نے اس دعوت کو نامنظور کر کے گویا منتخب شدہ وزیر وخلیفہ کو بھی نامنظور کر دیا۔یعنی شخصی حکومت وخلافت کو انہوں نے ایسی صورت میں بھی پسند نہ کیا جب کہ خود انہوں نے اپنی اجتماعی بصیرت سے خلیفہ منتخب کیا ہو۔چونکہ اس کے بعد وہ خلیفہ اپنا جانشین وخلیفہ خود مقرر کرے گا۔یعنی اس طرح بھی حکومت وخلافت ایک خاندان میں مرکوز ہوکر رہ جائے گی۔پھر وہ یہ مانتے ہی نہ تھے کہ ان ایسا ایک بشر بلا کسی غلطی اور خطا کے حکومت یا نبوت چلاسکتا ہے۔قرآن کریم نے اس پہلو کو طرح طرح پیش کیا ہے اور اُن کا حقیقی منشا یہ بتایا ہے کہ ایک شخصِ واحد کی جگہ لیڈرانِ قوم آپس کے مشورہ سے حکم نافذ کریں تاکہ شخص واحد اگر خلیفہ ہو بھی تو وہ مشاورت کے ماتحت رہ کر حکومت کرے مثلاً قرآن میں ان کا تصور یوں پیش کیا ہے کہ:

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ O وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ O (مومنون 34-23/33)

''حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے ملاؤں نے کہا جو قیامت کو جھٹلاتے اور چھپاتے تھے اور جنہیں ہم نے دنیاوی عیش وخوشحالی دے رکھی تھی۔کہ یہ ھوؑد اس سے سوا اور کیا ہے کہ تم ہی ایسا ایک خاطی بشر ہے جو تم کھاتے پیتے ہو وہی یہ بھی کھاتا پیتا ہے اور اگر تم نے اپنے ایسے ایک خاطی بشر کی اطاعت اختیار کر لی تو سمجھ لو کہ تم گھاٹا اُٹھانے والے ہوکر رہ جاؤ گے۔''

مطلب واضح ہے کہ خمینی کی طرح ایک ملاؤں کی جماعت ہونا چاہئے تاکہ ان کا اجتماعی فیصلہ نافذ کیا جاسکے۔مطلب یہ ہے کہ عمر اور اس کے پیرو تو خود رسوؐل کے زمانہ میں یہ حق طلب کرتے رہے ہیں اور یہ حقیقت ثابت ہے کہ قریش نہ تو شخصی حکومت چاہتے تھے نہ ایک خاندانی حکومت چاہتے تھے نہ ہی نسلی حکومت پسند کرتے تھے۔لہٰذا ان پر اگر جبراً خاندانی حکومت نافذ کی جاتی تو اُن کی وہ پیش بندی ثابت ہوجاتی کہ نبوت کا دعویٰ خاندانی حکومت واقتدار قائم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔یعنی نبوت کی بنیاد ہی غلط ثابت ہوجاتی اس لئے یہ کہہ کر آزاد چھوڑ دیا گیا کہ:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

الْمُجْرِمِيْنَ O ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ O وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ O قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O (یونس16 تا10/13)

قبل اس کے ہم ان آیات کا دوٹوک ترجمہ کریں آپ ان آیات سے متعلق مودودی صاحب کی تشریحات سن لیں تا کہ ہم نام لے کراور ٹھوک بجا کر اللہ کا منشا اور مراد ترجمہ کے اندر پیش کرسکیں:

مودودی کی تشریح آیت 10/13 کے متعلق:

''16؎ اصل میں لفظ ''قرن'' استعمال ہوا ہے۔جس سے مراد عام طور پر عربی زبان میں ''ایک عہد کے لوگ'' ہوتے ہیں۔لیکن قرآن مجید میں جس انداز سے مختلف مواقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''قرن سے مراد وہ قوم ہے جو اپنے دور میں برسرعروج اور کُلی یا جُزئی طور پر امامت عالم پر سرفراز رہی ہو۔ایسی قوم کی ہلاکت لازماً یہی معنی نہیں رکھتی کہ اس کی نسل کو بالکل غارت ہی کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا مقام عروج امامت سے گرا دیا جانا، اس کی تہذیب وتمدن کا تباہ ہو جانا، اس کے تشخص کا مٹ جانا اور اُس کے اجزا کا پارہ پارہ ہوکر دوسری قوموں میں گم ہو جانا، یہ بھی ہلاکت ہی کی ایک صورت ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 270)

دوسری تشریح: ''17؎ یہ لفظ ظلم اُن محدود معنی میں نہیں ہے جو عام طور پر اس سے مراد لئے جاتے ہیں، بلکہ یہ اُن تمام گناہوں پر حاوی ہے جو انسان بندگی کی حد سے گزر کر کرتا ہے۔'' (صفحہ 271)

تیسری تشریح: ''18؎ خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہو رہا ہے۔اور ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔مگر انہوں نے آخر کار ظلم وبغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاؑ اُن کو راہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اُن کی بات انہوں نے نہ مانی۔اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان سے ہٹا دی گئیں۔اب اے اہل عرب تمہاری باری آئی ہے تمہیں ان کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔تم اُس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رو ناکام ہوکر نکالے جاچکے ہیں۔اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن کا ہوا، تو اس موقع سے، جو تمہیں دیا جارہا ہے، صحیح فائدہ اُٹھاؤ۔پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو، اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو اُن کی تباہی کا موجب ہوئیں۔'' (ایضاً صفحہ 271)

آیات (16 تا 10/13) کا ہمارا ترجمہ:

''اے قریش واہل عرب تم سے پہلے کی اُن تمام اقوام کو ہم نے ہلاک وتباہ کر دیا جو اپنے اپنے زمانے میں حکمران اور عروج پر رہی تھیں۔ یہ جب کہ اُن اقوام نے ہمہ قسم کے ظلم وزیادتی اور سرکشی کی روش اختیار کر لی تھی۔اور اُن کے رسولؑ اُن کے پاس کھلی کھلی اور واضح تعلیم لے کر آئے مگر انہوں نے مان کر ہی نہ دیا۔ یہ وہی طریقہ تھا جس سے ہم مجرموں کو ان کے جرائم کی جزا دیا کرتے ہیں۔اب اُن کے بعد ہم تمہیں زمین پر خلفا بنا رہے ہیں۔تا کہ یہ دیکھا جائے کہ تم اپنے اقتدار وعروج کے دوران کیسی حکومت کرتے ہو؟ اور جب قریش کو ہماری واضح آیات تلاوت کر کے سنائی جاتی ہیں تو اُن میں سے وہ لوگ کہتے ہیں جن کو ہمارے بیان کردہ نتائج کی امید نہیں کہ یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی اور موزوں قرآن پیش کرو یا اسی میں

الفاظ کو بدلنے اور روحِ معنی پر عمل کرنے کا طریقہ اختیار کرلو تو ہمیں منظور ہے۔اے رسوؐل ان دانشورانِ قریش سے یہ کہہ دو کہ میں اپنی ذاتی رائے سے اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں۔ میں تو اپنے اوپر کی جانے والی وحی کا لفظ بلفظ پیروی کرنے والا ہوں۔اور اگر میں تمہاری بات مان کر اپنے پرودرگار کی نافرمانی کرلوں تو میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔اور یہ بھی کہہ دو کہ اگر اللہ کا منشا یہی ہوتا تو میں یہ قرآن تمہارے سامنے کبھی تلاوت ہی نہ کرتا اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہونے دیتا۔ بلاشبہ تم میری حالت اور عادت پر مطلع ہو میں نے تو تمہارے اندر ساری عمر گزاری ہے تم مجھ سے یہ کیسے امید کرسکتے ہو کہ میں قرآن کے الفاظ کو بدل کر اس کی روح پر عمل کرنے لگوں گا۔تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ہو۔'' (مطلب یہ ہے کہ یہ بے عقلی کی یا عقلی بدہضمی کی بات ہے کہ الفاظ کو چھوڑ کر الفاظ کی روح پر عمل کیا جائے)

19 (الف)۔ مندرجہ بالا آیات (16 تا 10/13) میں قریش کو خلافت اور امامتِ اقوام کا موقع دیا جانا ثابت ہے مگر قریش منکر ہیں۔

ان آیات کو اور ان کی مودودی تشریحات کو ہمارے ترجمہ کے ساتھ بار بار پڑھیں اور ہر بار یہ غور کریں کہ ابوبکر وعمر وعثمان کی یا قریشی قوم کی حکومت پر یہ کتنی واضح آیات ہیں اور ان میں قریش کو امامت اقوام کا کتنا صاف موقع دیا گیا تھا۔مگر اس قرآنی بیان وثبوت کے باوجود قریشی قوم کے علما نے ان آیات کو کبھی اپنی خلافت کے ثبوت میں پیش نہ کیا۔ بلکہ الٹا یہ اعلان کیا کہ قرآن میں خلافت کے لئے کوئی حکم نہیں ہے۔یہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ مانا اور لکھا کہ رسوؐل اللہ نے بھی خلافت اور خلیفہ کا تعین نہ کیا تھا۔چنانچہ ابوبکر نے مرنے سے کچھ پہلے یہ اعلان کیا کہ:

خلافت کا ناحق لے لینا ابوبکر نے مرتے دم مان لیا:

''اے کاش میں رسوؐل اللہ صلعم سے پوچھ لیتا کہ یہ امارت (خلافت) کس کو ملنی چاہئے تاکہ پھر کسی کو نزاع کا موقع نہ رہتا اور کاش میں آپؐ سے پوچھ لیتا کہ کیا انصار کے لئے اس حکومت میں کچھ حصہ ہے؟ اور کاش میں آپؐ سے بھتیجی اور پھوپی کی میراث کے متعلق دریافت کرلیتا، کیونکہ میرے دل میں اس کے متعلق کچھ بے اطمینانی ہے۔'' (ترجمہ طبری خلافت ابوبکر صفحہ 276)

خلافت کی بحثوں پر نام نہاد شیعہ اور سُنی علما نے ہزاروں صفحات سیاہ کئے دن رات اس بکواس پر مناظرے اور ہنگامے برپا رکھے مگر ان آیات کو دونوں نے چھپایا۔

20۔ شیطانی فراست اور مشیت وعدل کے ماتحت شیطان نے اللہ سے اپنے چیلنج اور مشن کے متعلق تمام متعلقہ قدرتیں حاصل کیں۔

یہاں ہم پہلے بطور نمونہ یہ دکھائیں گے کہ ابلیس نے اللہ سے وہ تمام اختیارات اور قدرتیں اور وسائل حاصل کر لئے تھے جو اسے اپنے مشن میں قیامت تک درکار تھے۔اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمارے قارئین کو ان تمام آیات پر اور آیات کے الفاظ پر غور کرنا ہوگا جو ابلیس نے اللہ سے مخاطب ہوکر کہے تھے یا جو اللہ نے اپنے جواب میں فرمایا تھا۔مثلاً اس نے مہلت طلب کی تو ایک طویل ترین عمر مل گئی اور یہی نہیں بلکہ اپنے مشن کے لئے چاق وچوبند اور صحت مند اور ترقی پذیر عقل سمیت طولِ عمر مل گیا۔موت، زوال اور کمزوری پیچھے ہٹ گئی۔ساری نوع انسان کو اغوا کر کے گمراہ کرنے کی اجازت اور چھوٹ ملی تو سارے انسانوں کو نظر میں رکھنا اور کسی کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا بھی مل گیا۔چنانچہ اللہ نے انسانوں کو ابلیس سے خبردار رہنے کے لئے فرمایا کہ: اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ (اعراف (7/27) یعنی یقیناً شیطان بھی اور اس کا قبیلہ بھی تمہیں ایسی حالتوں میں بھی دیکھتا اور نظر میں رکھتا ہے کہ تم اُن کو نہیں دیکھتے ہو۔ یہ ایک ایسی عظیم قوت ہے جو اپنی مثال آپ ہے یعنی کروڑوں اربوں انسانوں کو ہر لمحہ دن رات نظروں کے سامنے رکھ سکنا ایسی عجیب ومہیب وخطرناک قدرت ہے کہ قریشی علما نے کسی نبیؑ میں بھی اس قدرت کو تسلیم نہیں

کیا ہے۔ حالانکہ عقل وانصاف وعدل کا تقاضہ تھا کہ اگر بہکانے والے کو یہ قدرت دی جائے تو بہکانے کے خلاف حفاظت کرنے والوں کو اس سے زیادہ یا کم ازکم برابر کی قدرت واختیار دیا جاتا۔ اس کا جواب یوں ہوجاتا ہے کہ قریش تو اللہ کو عادل مانتے ہی نہیں ہیں لہٰذا انبیاء علیھم السلام سے عدل کیسے کرتا؟ بہرحال ابلیس کو قرآن کے واضح بیانات سے یہ اختیار وقدرت بھی ملی تھی کہ وہ انسانوں کے خون میں سرایت کرجائے۔ ان کی اولاد واموال میں شریک ہوجائے، دنیا کی ہر چیز کو سجا کر، مزین ومفید بنا کر انسانوں کو دکھائے، اُن میں تمنائیں اور آرزوئیں بھردے انہیں فطری تخلیق میں تبدیلیاں کرنا سکھادے اس سلسلے میں قرآن سے تمام آیات پیش کرنے کی بجائے ہم علامہ کی تشریح آپ کے سامنے رکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ سنئے:

مودودی کی شیطان کے حق میں تشریح: ''یہ مہلت جو شیطان نے مانگی اور خدا نے اُسے عطا فرمادی، اس سے مراد محض وقت ہی نہیں ہے بلکہ اس کام کا موقع دینا بھی ہے جو وہ کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس کا مطالبہ یہ تھا کہ مجھے انسانوں کو بہکانے اور اُس کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی نااہلی ثابت کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور یہ موقع اللہ تعالیٰ نے اسے دے دیا۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل آیات (17/61-65) میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دے دیا کہ آدم اور اُس کی اولاد کو راہ راست سے ہٹادینے کے لئے جو چالیں وہ چلنا چاہتا ہے، چلے۔ اُن چالبازیوں سے اُسے روکا نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ سب راہیں کھلی رہیں گی جن سے وہ انسان کو فتنہ میں ڈالنا چاہے گا۔ (الخ)'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 13)

21۔ جس طرح اللہ نے ابلیس کو پوری آزادی دی اور اُسے اپنے مشن کیلئے مطلوبہ اختیارات وقدرت دی اُسی طرح قریش کو مختار بنایا۔

جیسا کہ عنوان نمبر 19 میں خلافت کی ذیل میں اللہ نے بیان کردیا ہے کہ سابقہ اقوام کو خلافت دی گئی تو انہوں نے ظلم وستم کی روش اختیار کرلی تھی اور تعلیمات انبیا علیھم السلام کے باوجود ہمہ قسمی جرائم کئے تھے اسی طرح قریش کو خلافت دے کر انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا تھا البتہ یہ فرمایا گیا تھا کہ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ O (10/14) تا کہ ہم یہ دیکھیں کہ تمہارا عمل درآمد کیسا رہتا ہے۔؟ یعنی تم جو چاہنا وہ کرنا ہم تمہیں روکیں گے نہیں۔ بلکہ اسی طرح تمہیں ماخوذ کریں گے جس طرح سابقہ اقوام اور خلفا کو ماخوذ کیا تھا۔ چنانچہ قرآن سے قریش پر مواخذہ اور باز پرس ملاحظہ ہو۔

قریش سے سوال ہورہا ہے کہ: اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ O (23/105)

مودودی ترجمہ: ''کیا تم وہی لوگ نہیں ہو کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے؟

قارئین نوٹ کرلیں کہ یہ وہی قوم ہے جس نے سارے قرآن کی تکذیب کی تھی (انعام 6/66) اور اسی قوم کا آیات کو جھٹلانا سورہ اعراف کی آیات (176-177) میں پے در پے آیا ہے اور یہی ثبوت ہے کہ مواخذہ قریش سے ہورہا ہے۔

اللہ کے سوال کا قریش نے اثبات میں جواب دیا۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ O رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ O (مومنون 23/106-107)

رسولؐ اکرم کی قوم قریش نے جواب دیا کہ:

''اے ہمارے پروردگار ہمارے اوپر ہماری لوگوں کو غریب بنانے والی اسکیم غالب آگئی تھی اس لئے ہم ایک گمراہ قوم بن کر رہ گئے تھے۔ اے پروردگار ہمیں یہاں سے رہائی دے دے اگر ہم اب پھر اپنی اسکیم کا اعادہ کریں تو واقعی ہم غلط کار قوم ثابت ہوجائیں گے۔''

اللہ نے انہیں ڈانٹ کر خاموش کردیا تھا۔ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ O (23/108)

''اللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ اور اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔''

اللہ نے ان پر اُن کا ایک بے رحمانہ اور مسلسل رویہ واضح فرمایا:

اِنَّہٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَ ارۡحَمۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ O فَاتَّخَذۡتُمُوۡہُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَ کُنۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ O (23/109-110)

''یقیناً میرے اپنے خاص بندوں میں ایک ایسا فرقہ موجود رہا جس کا قول یہ رہتا رہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم تیرے مومن ہیں تو ہمارے تحفظ کا انتظام کردے اور ہم پر رحم فرمادے اور تو ہی تو ہے جو تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ تم لوگوں نے میرے بندوں کے اُس فرقے کو مُسخّر اور بے دست و پا کئے رکھا یہاں تک کہ تم نے اُن کے سلسلے میں میرے رسوؐل (ذکری) کو بھی فراموش کر دیا تھا اور تم برابر اُن کا مضحکہ بناتے رہے۔''

اِنِّیۡ جَزَیۡتُہُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّہُمۡ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ O (23/105 تا 111)

''یقیناً آج میں نے اُن کو ان کے صبر کرنے کی جزا دی ہے اور آج وہی فرقہ کامیاب ہوا ہے۔''

مسلسل قریش سے سوال و جواب ہوتے رہے ہیں انہیں اُن کی حالت اور عقائد پر متنبہ کرتے کرتے سورہ یہ کہتی ہوئی ختم ہوتی ہے کہ:

وَ قُلۡ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَ ارۡحَمۡ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ O (23/118)

''اے محمدؐ! کہو کہ اے میرے پروردگار ہمارے تحفظ کا انتظام کر اور ہم پر رحم فرمادے اور تو ہی تو تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (سورہ مومنون 23/118)

مودودی اپنے صحابہ کو ان آیات کی مار سے نکالنے کے لئے تشریح کرتے ہیں۔

''107 یہاں اس دعا کی لطیف معنویت نگاہ میں رہے۔ ابھی چند سطر اوپر یہ ذکر آچکا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دشمنوں کو معاف کرنے سے یہ کہہ کر انکار فرمائے گا کہ میرے جو بندے یہ دعا مانگتے تھے تم اُن کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس کے بعد اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (اور ضمناً صحابہ کرام کو بھی) یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ٹھیک وہی دعا مانگو جس کا ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں۔ ہماری صاف تنبیہہ کے باوجود اب اگر یہ تمہارا مذاق اڑائیں تو آخرت میں اپنے خلاف گویا خود ہی ایک مضبوط مقدمہ تیار کر دیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 304)

مودودی ہمارے لئے سند بن گئے مگر اپنی جانبداری میں ناکام ہوگئے

قارئین غور فرمائیں کہ قرآنی ثبوت کے ساتھ مودودی نے بھی تسلیم کر لیا کہ اللہ کے جن خاص بندوں کو قریش نے اپنے جبر و استبداد اور ظلم و ستم سے بے بس کر دیا تھا اُن میں خود رسوؐل اور رسوؐل کا خاندان اور رسوؐل کے مخصوص صحابہ بھی داخل تھے۔ اور قریش کو جہنم میں داخل کرنے اور تنبیہات کے بعد خود رسوؐل اللہ کو وہی دعا کرنے کا حکم دیا ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ اور حقیقی مومنین اپنے قید و بند اور مجبوری کے زمانہ میں کیا کرتے تھے۔ اور مودودی کی اس تشریح کا آخری جملہ تو قریش کو سو فیصد متعین کر دیتا ہے کہ مذاق اُڑانے والے یہی لوگ تھے جن کے روبرو اس سورہ کی تلاوت ختم کی گئی ہے۔ یہ تھا قریشی قوم کے خلفا کا وہ بڑا کارنامہ جس میں انہوں نے خاندانِ رسوؐل کو اسلام کا باغی اور ملعون قرار دیا تھا اور اُن کا اور اُن کے صحابہ

اور خاندان کا قتل عام جاری رکھا اور انہیں مجبور و مقہور کر کے اُن کے گھروں اور جیلوں میں قید رکھا تھا۔ **لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظّٰلمین۔**

22۔ قریش اور عمر بن الخطاب کو قیامت کے اگلے نظارہ میں دیکھنے سے پہلے مودودی کی طرفداریوں، بددیانتی اور فریب کاریوں کے چند نمونے دیکھ لیں۔

یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ قریشی مذہب کے شیعہ و سنی علما ہر اس لفظ یا آیت کے معنی بدل دیتے ہیں جس سے اُن کے مذہب پر یا مذہبی راہنماؤں پر چوٹ پڑتی ہو چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں مودودی نے لفظ '' سِخْرِیًّا '' کے معنی بجائے مُسَخَّر ، یا بے دست و پا اور مجبور و مقہور کرنے کے '' مذاق بنالیا '' کر لئے تھے۔ حالانکہ وہاں (23/110) میں لفظ تَضْحَکُوْنَ بھی موجود تھا جس کے معنی مذاق اڑانا ہیں۔ یعنی بلا ضرورت لفظ سِخْرِیًّا کے معنی تبدیل کر دیئے تھے تاکہ یہ حقیقت چھپ جائے کہ قریشی حکومتوں نے خاندان رسولؐ کو مسخر و مجبور و مقہور و بے دست و پا کر کے رکھا تھا لہٰذا مودودی کی اس بددیانتی کو ثابت کرنے کے لئے آپ یہ آیت دیکھیں۔

اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ O (زخرف 43/32)

مودودی ترجمہ: '' کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور اُن میں کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت اُس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو اُن کے رئیس سمیٹ رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 536)

قارئین دیکھ لیں کہ یہاں وہی لفظ تو سُخْرِیًّا موجود ہے مگر اب اس کے معنی مذاق بنالیا نہیں کئے گئے بلکہ خدمت کرنے والے کئے گئے ہیں۔ اور ساری دنیا چاہتی ہے کہ بیگار اور خدمت اُن ہی لوگوں سے کرائی جاتی ہے جو غریب لاچار و مجبور و مقہور و بے دست و پا ہوں۔ یہ ہیں مودودی صاحب جن کے علم و دیانت کے ڈنکے پیٹے جاتے ہیں اور جن کا دشمنی محمدؐ و آل محمدؐ کی وجہ سے عرب و عجم میں شہرہ ہے اور جنہیں لاکھوں روپے کے چیک مسلمان بادشاہ و صدر حکومت بھیجا کرتے تھے۔

مودودی کی ایک اور بددیانتی و بے ایمانی۔ قارئین قرآن میں سورہ فرقان کی آیات (31-30) پڑھیں جہاں رسولؐ کی پوری قوم یعنی قریش کو قرآن کو تباہ کرنے کا مجرم اور نبیؐ کا دشمن قرار دیا گیا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا Oوَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّنَصِیْرًاO (فرقان 31-25/30)

مودودی ترجمہ: '' اور رسولؐ کہے گا کہ اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنالیا تھا۔ اے محمدؐ ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبیؐ کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی راہنمائی اور مدد کو کافی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 448-447)

مودودی کے ترجمہ کی غلطیاں سمجھنے کے لئے علامہ رفیع الدین کا ترجمہ دیکھیں:

'' اور کہا رسولؐ نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔ اور اسی طرح کیا ہے ہم نے واسطے ہر نبیؐ کے دشمن گنہگاروں میں سے اور کفایت ہے پروردگار تیرا ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا۔'' (ترجمہ صفحہ 437-436)

قارئین مودودی نے ترجمہ میں لفظ قَالَ کے وہ معنی کئے ہیں جو لفظ یَقُوْلُ کے ہوتے ہیں۔یعنی ماضی کے واقعہ کو مستقبل میں بدل دیا ہے۔یعنی رسوؐل نے اللہ سے یہ شکایت دنیا میں نہیں کی تھی بلکہ قیامت میں کریں گے۔لیکن علامہ رفیع الدین نے ترجمہ میں قَالَ کے معنی ''کہا'' کئے ہیں جو صحیح ہیں۔اسی طرح اگر ہم مودودی کی تمام چالاکیاں سامنے لائیں تو مضمون طویل ہو جائے گا اس لئے ہم اُن کی صرف ایک بددیانتی ثابت کر دینا کافی سمجھتے ہیں جس سے اُن کا سر سے پیر تک بددیانت اور قریش کا طرفدار ہونا ثابت ہو جائے گا۔اور وہ یہ ہے کہ وہ ''اِنَّ قَوْمِی'' کا ترجمہ ''یقیناً میری قوم نے'' نہیں کرتے بلکہ ''میری قوم کے لوگوں نے'' ترجمہ کرتے ہیں۔حالانکہ یہاں لفظ ''اَلَّذِیْنَ'' نہیں ہے۔یہ اضافہ انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ ساری قوم قرآن کو مہجور کرنے کی مجرم نہ بنائی جا سکے۔اور یہ گنجائش رہے کہ ساری قوم نے قرآن کو مہجور نہیں کیا تھا بلکہ قوم کے کچھ لوگوں نے مہجور کیا تھا۔یعنی مودودی پوری قوم کو مجرم بنائے جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔مگر یہی مودودی اگلی سورہ میں قرآن کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر رہ جاتے ہیں جہاں یہ شخص ''اِنَّ قَوْمِی'' کا صحیح ترجمہ ''میری قوم'' کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ میں نے پچھلی سورت میں ''لوگوں'' کا اضافہ کیا تھا۔یعنی دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔لہٰذا سورۂ شعرا کی آیت دیکھیں: قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ O(26/117)

''نوحؑ نے دعا کی۔ ''اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 514)

یہ ہے دشمنانِ محمدؐ آلِ محمدؑ کا طرفدار مودودی۔لہٰذا معلوم ہوا کہ:

1۔''قَالَ'' کے معنی ماضی میں ''کہا'' ہوتے ہیں چنانچہ ''دعا کی'' ماضی ہے۔ورنہ ''دعا کریں گے'' ہوتا۔

2۔ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا کے معنی ہیں کہ ''یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے۔''

اور اگلی آیت کے مودودی ترجمہ سے ثابت ہے کہ قریش بھی باقی مجرموں کی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجرم اور دشمن تھے۔اور خدا اور رسوؐل کا دشمن یقیناً جہنمی ہوتا ہے اور چونکہ رسوؐل کی قوم کا اس جرم سے توبہ کرنا قرآن میں مذکور نہیں ہے لہٰذا وہ عہدِ رسولؐ سے ہی جہنمی اور مجرم تھے۔لہٰذا قریش کا اور قریش کے ہم مسلک علما کا ترجمہ اگر غلط ہو تو تعجب کی بات نہیں البتہ اگر وہ کہیں صحیح ترجمہ کر دیں تب تعجب ہونا چاہئے۔بر دشمنانِ محمد وآلِ محمدؐ لعنت۔

<u>مودودی کی ایک اور بددیانتی اور بے ایمانی۔</u> یہ بات سمجھ کر آگے بڑھیں کہ جہاں بھی رسوؐل کی قوم قریش کا تذکرہ قرآن میں آئے گا مودودی وہاں لفظ قوم میں ہیرا پھیری ضرور کریں گے۔اِلّا یہ کہ وہ کہیں پھنس ہی جائیں یا کوئی گنجائش سامنے ہو تو صحیح ترجمہ کر دیں گے۔

22(الف)۔<u>مودودی یہ نہیں چاہتے کہ رسوؐل کی پوری قوم قرآن کو جھٹلانے کی مجرم سمجھی جائے۔</u>

ترجمہ کو اس طرح ٹہلاتے ہوئے لائے کہ قرآن کا ذکر نہ ہو لہٰذا ''تمہاری قوم'' ترجمہ کر دیا ہے۔

سورہ انعام آیات (6/66-65) میں قریش کو تکذیبِ قرآن سے بچانے کا انتظام کر کے صحیح ترجمہ کر دیا ہے سنئے:

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَO وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍO(6/66-65)

<u>مودودی ترجمہ</u>:''دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں (آیات) اُن کے سامنے پیش کر رہے ہیں شاید کہ یہ <u>حقیقت</u> کو سمجھ لیں تمہاری قوم اس کا انکار کر رہی ہے حالانکہ وہ <u>حقیقت</u> ہے۔ان سے کہہ دو کہ میں تم پر حوالہ دار نہیں بنایا گیا ہوں۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 548)

آپ نے دیکھا کہ یہاں مودودی نے كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ کے جملے میں رسوؐل کی قوم یعنی قریش لکھ دیا ہے۔مگر پہلے ترجمہ کا رخ بدل

دیا ہے اور ترکیب یہ کی ہے کہ لفظ ''آیات'' کو قاریوں کی نظر سے بچانے کے لئے غلط ترجمہ کر کے ''نشانیوں'' میں چھپا دیا ہے۔ پھر قرآن سے توجہ ہٹانے کے لئے نشانیوں کو مختلف طریقوں سے بار بار پیش کرنے کو کسی اور حقیقت کے سمجھنے پر مرکوز کر دیا ہے۔ اس انتظام کے بعد بھی یہ نہیں کہا کہ ''تمہاری قوم اس حقیقت کو جھٹلا رہی ہے۔'' بلکہ یہ کہا کہ ''تمہاری قوم اس حقیقت کا انکار کر رہی ہے۔'' اس صورت حال کے پیدا کر دیئے جانے کے بعد کوئی قاری یہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ رسوؐل کی قوم قرآن کو جھٹلا چکی ہے۔ اس لئے کہ رسوؐل کی ساری قوم نے کبھی بھی اور کہیں بھی سارے قرآن کا انکار نہیں کیا (نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ تاریخ میں) لہٰذا ساری قوم قرآن کا نہیں بلکہ کسی حقیقت کا انکار کر رہی ہے۔ اور علامہ کی تشریح نمبر (42) سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بقول مودودی قوم عذاب کے آنے کا انکار کر رہی ہے۔ بہر حال مودودی کی اس تمام محتاط محنت میں بھی ایک عدد جھوٹ یا فریب تو ظاہراً موجود ہے یعنی اس نے کَذَّبَ کے معنی ''انکار'' کئے ہیں۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ اتنی ہیرا پھیری اور فریب سازی کے بعد مودودی پوری قوم لکھا کرتے ہیں ورنہ پوری قوم ہی کو ترجمہ میں غائب کر دیا کرتے ہیں (مثال ذرا دیر بعد آنے والی ہے۔)

<u>علامہ مودودی کے بزرگ اور گرو، اور حکیم امت کہلانے والے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھیں۔</u>

''بنگر چگونہ گونا گوں بیان میکنم آیتہا را تا بفہمند و بدروغ نسبت کردند قرآن را قوم تو وآں راست است، بگو نیستم برشما نگاھبان'' (ترجمہ صفحہ 178)

قارئین دیکھیں کہ شاہ ولی اللہ نے واشگاف الفاظ میں وہی ترجمہ کر دیا جو اللہ نے فرمایا تھا۔ مگر مودودی نے ہر وہ بکواس کی ہے جس سے قریش کو تکذیب قرآن کے جرم سے بچایا جا سکے۔ یہ بھی نوٹ کر لیں کہ وکیل کے معنی نگہبان ہرگز نہیں ہیں اور وکیل کے معنی ہر اردو اور ھندی بولنے والا جانتا ہے اور یہ بھی قریش کے جہنمی ہونے کے لئے کافی ہے کہ قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ اس خبیث وملعون قوم کی وکالت نہ کریں گے۔ دشمنانِ خدا اور رسوؐل کی وکالت کرنے والا بھی جہنمی ہو جائے گا۔

<u>مودودی نے قریش کو قرآن کی تکذیب کے جرم سے بچانے کے لئے عمر بن خطاب کے تذکرے کے بعد من حیث القوم قوم کو غائب کر دیا ہے۔</u>

اب قارئین قرآن کا وہ مقام پھر سامنے رکھیں جہاں عمر کی فراست اور قرآنی تاویلات کی وجہ سے ابلیس نے عمر کی پیروی اختیار کر لی تھی وہاں اللہ نے فرمایا تھا کہ:

ذٰلِکَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا فَاقۡصُصِ الۡقَصَصَ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ O سَآءَ مَثَلَا الۡقَوۡمُ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاَنۡفُسَهُمۡ کَانُوۡا یَظۡلِمُوۡنَ O (اعراف 7/176-177)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''یہی مثال ہے اُن لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں تم یہ حکایت اُن کو سناتے رہو شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں۔ بڑی ہی بُری مثال ہے ایسے لوگوں کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ اور وہ آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرتے رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 101-100)

قارئین خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان دونوں آیات (7/176-177) میں لفظ ''اَلۡقَوۡم'' موجود ہے اور مودودی کے ترجمے میں کہیں لفظ القوم موجود نہیں ہے۔ کوئی اُن سے پوچھتا کہ جناب آپ نے کس قاعدے اور کس ضرورت کے ماتحت دونوں جگہ سے قرآن کو جھٹلانے والی اس خاص قوم کو غائب کر دیا ہے؟ اسی لئے نا کہ تم جانتے ہو کہ قریش کے علاوہ اور کوئی ایسی قوم موجود نہ تھی جو ساری کی ساری تکذیب قرآن میں مصروف اور قرآن میں مذکور ہو۔ لہٰذا آیات کو دیکھتے ہی تم نے فیصلہ کر لیا کہ ان دونوں مقامات کے ترجموں سے لفظ القوم کو غائب کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ابو بکر وعمر وعثمان عائشہ وحفصہ اور تمام قریشی لیڈر پٹ کر رہ جائیں گے اور کوئی فرد قوم ایسا نہ بچے گا جسے بچایا جا سکے۔

23۔قیامت کا وہ نظارہ جہاں قریشی حکمران زیر حساب ہیں فریاد و فغاں برپا ہے سلطانی چھین لئے جانا اور طوق و زنجیر پہننا ہے۔

قیامت کے پسندیدہ نظارے کو مودودی کے ترجمے سے دیکھیں جہاں سے قریشی حکومت و خلافت و حکمرانوں کا ذکر شروع ہوگا ہم آیات کو بلفظہٖ لکھنا شروع کر دیں گے۔ سنئے:۔

فَـاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ o وَّحُـمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً o فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ o وَانْشَقَّتِ السَّـمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ o وَّالْـمَـلَکُ عَـلٰٓی اَرْجَآئِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ o يَـوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ o فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ o اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ o فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ o فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ o قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ o كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ o وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ o وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ o يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ o مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ o هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ o خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ o ثُـمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ o اِنَّـهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ o وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ o فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ o وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ o لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ o فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ o وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ o اِنَّـهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَّمَـا هُـوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ o وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (الحاقة 43تا69/13)

مودودی ترجمہ: ''پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔ اس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائیگا۔ اُس دن آسمان پھٹے گا اور اُس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی۔ فرشتے اُس کے اطراف وجوانب میں ہونگے۔ اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کئے جاؤ گے۔ تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائیگا۔ اُس وقت جس کا نامہ اعمال اُس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ کہے گا۔ ''لو دیکھو پڑھو میرا نامہ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔'' پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (ایسے لوگوں سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیؤ اپنے اُن اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کئے ہیں اور جس کا نامہ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا'' کاش میرا اعمالنامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے، کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار (سلطانی) ختم ہوگیا۔ (حکم ہوگا) کہ پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈالدو۔ پھر اُسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غمخوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کیلئے کوئی کھانا ہے۔ جسے خطا کاروں (مجتہدین) کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کو بھی جو تم دیکھتے ہو اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ یہ ایک رسوؐل کریم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔'' (تفہیم جلد 6 صفحہ 79 تا 74)

قارئین کرام اگر موقع ملے تو ان تمام آیات کا حقیقی ترجمہ ہماری تفسیر میں ملاحظہ کریں تا کہ پتہ لگے کہ جہنم کے اندر نہ طوق و زنجیر پہنانے کی ضرورت

ہے اس لئے کہ وہاں سے بھاگنا، نکلنا ممکن نہیں ہے اور نہ لوہا جہنم میں بغیر پگھلے رہ سکتا ہے نہ کھانا برقرار رہ سکتا ہے۔

23 (الف)۔ آیات (43 تا 69/13) میں اسی پہلے نمبر کے یار ابوبکر سے مواخذہ ہوا ہے اب اُن کے پیروؤں کا جہنم میں داخلہ اور اُن کے بیانات سنئے:

ابوبکر کا حال پڑھنے اور اس کی قائم کردہ خلافت وسلطانی کی بربادی دیکھنے کے بعد یہ آیات اور مودودی ترجمہ پڑھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا Oخٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا Oيَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا Oوَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا Oرَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا O(احزاب 68 تا 33/64)

مودودی ترجمہ: ''بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ اللہ نے کافروں (حق کو چھپانے والوں پر۔احسن) لعنت کی ہے۔اور اُن کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کردی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔کوئی حامی ومددگار نہ پاسکیں گے۔جس روز اُن کے چہرے آگ پر اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے اُس وقت وہ کہیں گے کہ۔'' کاش ہم نے اللہ اور رسوؐل کی اطاعت کی ہوتی'' اور کہیں گے'' اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست سے بے راہ کردیا۔اے رب اُن کو دوھرا عذاب دے اور اُن پر سخت لعنت کر۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 134-133)

واضح ہوا کہ قریشی عوام نے اپنے خودساختہ سادات یا سرداروں کی اطاعت کی تھی اور اللہ ورسوؐل کی اطاعت نہیں کی تھی اور عوام کے بیان میں ایمان لانے کا انکار نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ ویسا ہی ایمان لائے تھے جو اُن کے لیڈروں، ابوبکر وعمر کے تیار کردہ اسلام میں بتایا گیا تھا اور جس کی بنا پر انہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہا جاتا تھا اور اطاعت نہ کرنے کا سبب وہی ہے جو آیت (34-33/23) میں بیان ہوا ہے کہ اپنے ایسے خاطی بشر کی اطاعت کرنا غلط ہے۔

23 (ب)۔ قریشی لیڈروں اور اُن کے پیروؤں میں جہنم کے اندر جھگڑا، قریشی لیڈروں کا اُن حضرات کو تلاش کرنا جنہیں مسخر وبے دست وپا بنا کر رکھا تھا۔

قرآن کریم سے ابوبکر وعمر اور دیگر قریشی راہنماؤں کا اپنے پیروؤں سے نفرت کرنا اور جواب میں ملامت سُننا اور ساتھ ہی اپنی رعایا کے اُن لوگوں کو جہنم میں نہ پانا جو اُن کے خیال وعقائد میں غلط مذہب پر تھے اور قریش کے خلاف شرانگیزی کرتے رہتے تھے۔اور جنہیں لیڈروں نے جہنمی مشہور کرکے اُن کے خلاف عوام میں نفرت پھیلائی تھی، اُن پر لعنت کراتے رہے تھے۔قرآن سنئے:

هٰذَا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ Oجَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ Oهٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ Oوَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ Oهٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ Oقَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ Oقَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ Oوَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ Oاَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ Oاِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ O(64 تا 38/55)

ترجمہ''اور سرکشوں کے لئے بدترین ٹھکانا ہے جہنم جس میں وہ بھونے جائیں گے۔بہت ہی بری قیام گاہ یہ ہے اُن کے لئے پس وہ مزا

چکھیں کھولتے ہوئے پانی کا اور پیپ ،لہواور اسی قسم کی دوسری تلخیوں کا۔(قریشی لیڈر جہنم کی طرف اپنے پیروؤں کو آتے دیکھ کر آپس میں کہیں گے کہ) یہ ہے بلاسوچے سمجھے تمہاری پیروی کرنے والوں کی بے شمار افواج کا ریلا جس کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے اس لئے کہ یہ سب آگ میں بھونے جائیں گے۔قریشی لیڈروں کے پیرو جواب میں کہیں گے تم نے غلط کہا تم بھی تو بھونے جاؤ گے۔تمہارے لئے بھی کوئی خوش آمدید نہیں ہے تم ہی تو وہ راہنما ہو جنہوں نے ہمارے لئے یہ نتیجہ مرتب کرایا ہے۔کیسی بری ہے یہ جگہ قیام کرنے کے لئے۔پھر وہ پیرو اللہ سے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جس گروہ نے ہمارے لئے یہ انتظام کیا ہے اُس کے لئے آگ کے عذاب میں دوگنا زیادتی کردے۔قریشی راہنما حیران ہو کر کہیں گے کہ یہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم یہاں اس آگ میں اُن لوگوں کو موجود نہیں پاتے جنہیں ہم دین میں شرانگیزی کرنے والوں میں شمار کیا کرتے تھے اور جنہیں ہم نے مجبور ومقہور و بے دست و پا کر کے رکھا ہوا تھا۔کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری نظریں بھٹک گئی ہوں؟ یقیناً آگ میں جلنے والوں کے یہ جھگڑے اور وہ مکالمے سوفیصد برحق بیان ہوئے ہیں۔''

یہ ہے وہ نتیجہ جو عمر وابوبکر اور قریشی منصوبے اور خلافت سازی کیلئے اللہ نے اُن کو سنا سنا کر قرآن میں ریکارڈ کر دیا تھا۔اور عمر کے منصوبے نے سمجھنے اور سمجھانے سے دور کر کے اپنی تاویلات اور داستان سازی میں چھپا کر رکھ دیا تھا۔اور خدا نے اس کا بیان وضاحت ہمارے نصیب میں لکھ دی تھی۔

<u>23(ج)۔قریش کا مع اپنی قوم اور پیروؤں کے جہنم میں داخلہ کا ایک اور نظارہ قریشی لیڈروں کے لئے پیروؤں کا دوہرا عذاب مانگنا۔</u>

ان آیات میں ایک دفعہ پھر ثابت ہوگا کہ قریش خودساختہ عقائد اور افسانوں کو آیات کے سر چپکا کر قرآن کو جھٹلاتے رہے جیسا کہ سابقہ عنوانات میں بار بار دکھلایا جا چکا ہے پھر قریش کے پیرو یہ بتائیں گے ہمیں قریشی لیڈروں نے گمراہ کیا تھا اور اُن کو دوہرا عذاب دینے کی ان آیات میں بھی التجا کریں گے۔اور دونوں فریق کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔آیات ملاحظہ ہوں۔ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ O قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ O وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ O اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ O لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ O (اعراف 41 تا 7/36)

<u>ترجمہ:</u>اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلا چکے ہوں گے اور ہماری آیات کے مقاصد ومطلوب کے مقابلے میں سرکشی اختیار کریں گے وہی آگ میں جلنے والے صحابہ ہوں گے اور ہمیشہ اُس میں جلتے رہیں گے۔ظاہر ہے اُس سے بڑا غلط کار اور کون ہوسکتا ہے جو جھوٹی باتیں گھڑ کر کے اللہ کی طرف منسوب کرتا رہے یا ویسے ہی آیات کے مقاصد کو جھٹلاتا رہے۔ایسے لوگ بھی ہماری کتاب میں مذکور اپنا نصیب اور حصہ پاتے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُن کو وفات دینے کے لئے پہنچ جائیں اُس وقت وہ فرشتے اُن سے دریافت کریں گے کہ وہ تمہارے

بزرگ راہنما اس وقت تمہاری مدد کو کیوں نہیں آئے وہ کہاں ہیں؟ جنہیں تم مدد کے لئے پکارا کرتے تھے۔ اب وہ لوگ کہیں گے، جو اللہ کے ذمہ اپنے گھڑے ہوئے قصے، عقائد اور شانِ نزول لگایا کرتے تھے کہ آج تو وہ راہنما بزرگ ہم سے گم ہو گئے ہیں اور پھر وہ لوگ خود اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ واقعی ہم جھوٹے قصوں اور شانِ نزول سے حقیقت کو چھپایا کرتے تھے۔ اب اُن سے کہا جائے گا کہ تم بھی اُسی آگ میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے گزری ہوئی جنوں اور انسانوں کی اُمتیں داخل ہو چکی ہیں۔ چنانچہ جب ایک اُمت جہنم میں داخل ہو گی تو وہ اپنی دوسری بہن اُمت پر لعنت کرتی داخل ہو گی اور جب تمام ہی اُمتیں جہنم میں داخل ہو چکیں گی تو ہر بعد والا گروہ پہلے داخل کئے جانے والے گروہ کے متعلق بتائے گا کہ اے ہمارے پروردگار یہی گروہ تھا جس نے ہمیں راہِ راست سے گمراہ کیا تھا لہٰذا آگ میں دوہرا عذاب دینا۔ جواب ملے گا کہ تم سب ہی کو دوہرا عذاب ملنا ہے مگر تمہیں علم نہیں ہے۔ اور گمراہ کرنے والا پہلا گروہ اپنے پیروؤں، بعد والے گروہ سے کہے گا کہ تم نے گمراہ کرنے کی شکایت کر کے بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں کی لہٰذا تم اپنی کمائی و کردار کا عذاب چکھو بلا شبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور اُن آیات میں مطلوب لوگوں کے مقابلے میں بڑائی اختیار کی اور سرکشی میں مبتلا رہے اُن کے لئے آسمانوں کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ اور ان کا جنت میں جانا بھی اتنا ہی ناممکن ہوگا جتنا درزی کی سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے۔ مجرموں کو ہمارے یہاں اسی قسم کی جزا ملتی ہے جس قسم کے وہ جرم کرتے ہیں لہٰذا ان مجرموں کے لئے جہنم ہی بچھونا ہوگا اور جہنم ہی اُن کا اوڑھنا ہوگا۔ وہ ہے یہ جزا جو ہم غلط کاروں کو دیا کرتے ہیں۔''

ہماری ایک تشریح پر مسلمانوں کا حال جانچیں۔

قارئین اس سلسلے میں آئی ہوئی آیت (7/40) کو دوبارہ پڑھیں اور سوچیں کہ جن کو آپ حقیقی مسلمان سمجھتے ہیں کیا اُن میں سے کسی کے لئے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اُن کے لئے اللہ نے اُن آسمانوں کے دروازے یا کوئی ایک دروازہ کبھی کھولا تھا؟ اگر نہیں تو یقین کر لیں کہ وہ بلا شبہ آیاتِ قرآن کو جھٹلانے والے تھے یا آیات میں مطلوب حضراتؑ کے مقابلے میں سرکشی کرنے والے تھے یا اُن کے پیرو تھے۔ یا اُن سے خوش رہنے والے اور ان کو اچھا سمجھنے والے تھے۔ یا اُن کے برعکس جن کے لئے دروازے کھولے گئے انہوں نے قرآن کو کبھی نہیں جھٹلایا۔

23 (د)۔ قریشی راہنماؤں اور پیروؤں میں جھگڑے کی ایک دوسری اور تفصیلی گفتگو جس میں راہنما اپنے پیروؤں پر پہلے سے گمراہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ قریش اللہ و رسولؐ قرآن اور سابقہ کتب پر ایمان نہ رکھتے تھے (4/136)۔ چونکہ انہیں مومن فرمایا گیا ہے لہٰذا وہ ویسا ایمان نہ رکھتے تھے جیسا اللہ چاہتا تھا لہٰذا قریش کا وہ متفقہ بیان سنئے جس میں ویسا ایمان لانے کا انکار کرتے ہیں: قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ O قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ O وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (سبا 33 تا 34/31)

''اور اُن لوگوں نے کہا جو حق کو چھپاتے تھے کہ نہ ہم اس قرآن کو مانیں گے نہ اس سے پہلے آئی ہوئی اُن کتابوں کو مانیں گے جو ہمارے سامنے موجود ہیں۔کاش اے رسولؐ آپ ان لوگوں کا حال اس وقت دیکھو جب یہ لوگ مواخذہ کے لئے اپنے رب کے آگے کھڑے ہوئے ہوں گے اُس وقت یہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے لہٰذا جو لوگ کمزور بنا کر رکھے گئے تھے وہ لوگ اپنے زمانہ کے بڑے بن جانے والے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم رکاوٹ نہ بن گئے ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔جواب میں بڑے بن جانے والے کمزور کردیئے جانے والوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں وہ ہدایت اختیار کرنے سے روکا تھا جو تمہارے پاس آئی تھی؟ نہیں بلکہ تم تو خود ہی مجرم تھے۔ وہ لوگ جو کمزور کردیئے گئے تھے بڑے بن جانے والوں کو جواب دیں گے کہ ایسا نہیں یہ تو تمہاری دن رات کی مکارانہ چالیں تھیں جب تم ہم پر اپنے احکام نافذ کرتے رہتے تھے کہ تم اللہ کی پوزیشن کو چھپاؤ اور اُس کے ہم سَروں کو مانو۔آخر کار جب یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو رازدارانہ طریقہ پر نادم ہوں گے اور ہم حق کو چھپانے والوں کے گلے میں طوق ڈال دیں گے۔کیا ان لوگوں کو اس کے سوا اور کوئی بدلا دیا جاسکتا ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔'' یا ''جو بونا وہی کاٹنا۔''

24۔قریش عہد رسولؐ ہی میں عذاب الیم کے مستحق اور اسلام سے خارج ہوچکے تھے پوری قوم کو بدل دینے کی دھمکی مل چکی تھی۔

قریش اسلام کی تائید میں جنگ کرنے کو پسند نہ کرتے تھے۔تنگ آکر اُن سے اللہ نے فرمایا کہ :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ O اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O (سورہ توبہ 39-9/38)

مودودی ترجمہ میں قوم غائب: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے۔احسن) نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کررہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ہے؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دُنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اُٹھائے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195-193)

24 (الف)۔مودودی کی غلط ترجمہ کے باوجود قریش کا ایمان قابل اعتبار نہ رہا اور کسی اور قوم سے بدل لیا جانا تشریحات سے ثابت ہوگیا

سب سے پہلے تو قارئین آنکھوں سے دیکھنے کی بات دیکھیں کہ آیت میں الفاظ '' یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ '' (تمہارے علاوہ کسی غیر قوم کو بدل لے گا) موجود ہیں۔مگر ترجمہ میں مودودی صاحب حسب سابق عادت کے لفظ ''قوم'' نہیں لکھتے بلکہ گروہ لکھتے ہیں تاکہ یہ گنجائش رہ جائے کہ قریش میں سے ایک بُرے گروہ کو نکال کر اُس کی جگہ کسی اور گروہ کو لے آنے کی بات ہورہی ہے۔پوری قوم سے قوم بدلنے کی دھمکی نہیں ہے۔لیکن ظاہر ہے کہ چند لوگوں کی جگہ ایک پوری قوم لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔مودودی کی تشریحات سے پوری قوم کے بدلنے کی بات ثابت ہوجائے گی اور پوری قوم کے ایمان کی نفی بھی ہوجاتی ہے تشریحات سنیئے اور ساتھ ہی ایک شیطانی اصطلاح اور شیطانی عقیدہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

مودودی کی پہلی تشریح قرآن سے فرض شدہ حکم کو ساقط کرنے کی قریشی چال فرض کفائی۔

''40۔ اسی سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ جب تک نفیرِ عام (یعنی جنگی خدمات کے لئے عام بلاوا) نہ ہو، یا جب تک کسی علاقہ کی مسلم آبادی یا مسلمانوں

کے کسی گروہ کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم نہ دیا جائے اُس وقت تک تو جہاد فرض کفایہ رہتا ہے۔یعنی اگر کچھ مسلمان اُسے ادا کرتے رہیں تو باقی کے مسلمانوں پر سے اُس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔(یہ سقوط کون سی آیت سے ثابت ہے؟ یہ قریش کا خود ساختہ عقیدہ ہے) لیکن جب امام مسلمین کی طرف سے مسلمانوں کا جہاد کا عام بلاوا ہو جائے، یا کسی خاص گروہ یا خاص علاقے کی آبادی کو بلاوا دے دیا جائے تو پھر جنہیں بلاوا دیا گیا ہے اُن پر جہاد فرض عین ہے۔حتّٰی کہ جو شخص کسی حقیقی معذوری کے بغیر نہ نکلے اُس کا ایمان تک معتبر نہیں۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195-194)

یہ معلوم ہوگیا کہ جہاد کو ٹالنے کے لئے قریش نے فرض کفایہ کا عقیدہ قرآن کی سند کے بغیر خود ہی گھڑ لیا تھا۔اور یہ ماننا پڑے گا کہ اُن تمام کا ایمان معتبر نہیں تھا جن کو آیت 39-38 میں ''اے مومنین'' کہا گیا ہے۔اور قریش واقعی مسلمان نہ تھے یہ دوسری تشریح سے مان لیا گیا ہے سنئے:

مودودی کی دوسری تشریح سے پوری قریشی قوم کو دوسری قوم سے بدلنا ثابت ہوتا ہے۔

''41ء یعنی خدا کا کام کچھ تم پر منحصر نہیں کہ تم کرو گے تو ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔درحقیقت یہ تو خدا کا فضل و احسان ہے کہ وہ تمہیں اپنے دین کی خدمت کا زریں موقع دے رہا ہے اگر تم اپنی نادانی سے (نہیں اپنی حرامزدگی سے) اس موقع کو کھو دو گے تو خدا کسی اور قوم کو توفیق بخش دے گا اور تم نامراد رہ جاؤ گے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195)

قریش سے بدلنے کے لئے ایک مسلم قوم کا وجود ثابت ہوگیا۔

مودودی کی اس تشریح سے پوری قریشی قوم کا غیر مسلم ہونا اور ایک مسلم قوم کا موجود ہونا بھی ثابت ہوگیا ورنہ یوں لکھتے کہ:

''اگر تم اس موقع کو کھو دو گے تو خدا کسی اور قوم کو مسلمان ہو جانے اور جہاد کرنے کی توفیق بخش دے گا اور تم نامراد رہ جاؤ گے۔''

(الف) قریش کو ہمہ قسم کے بُخل اور جان چُرانے کی بنا پر دوسری اور قریش سے بہتر قوم سے بدلنے کی دھمکی:

قریش کا اسلام اور عمل درآمد کبھی بھی خدا کو پسند نہ آیا انہیں بار بار اسلام سے خارج کرنے کی دھمکیاں ملتی رہیں چنانچہ یہ بھی فرمایا گیا کہ:

هَآ نْتُمْ هٰٓؤُ لَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِىُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔(محمدؐ 47/38)

مودودی ترجمہ:''دیکھو تم لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بُخل کر رہے ہیں حالانکہ جو بُخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بُخل کر رہا ہے۔اللہ تو غنی ہے تم ہی اُس کے محتاج ہو۔اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 32-31)

زیر بحث حقیقت مان لی گئی مگر منشائے خداوندی سمجھا نہیں گیا۔

اس ترجمہ میں مودودی نے یہ تو مان لیا کہ پوری قریشی قوم کو کسی بہتر قوم سے تبدیل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔مگر آیت کا منشا اور مراد یہ نہیں ہے جو مودودی نے لکھی ہے۔پہلی غلطی تو یہ کی ہے کہ وہ تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے معنی کو محدود کر کے ''اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا'' کر لیتے ہیں حالانکہ لفظ ''انفاق اور تُنْفِقُوْا'' میں ہر قسم کا خرچ داخل ہے یعنی جان، مال، سامان اور تمام عزیز و محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔دوسری غلطی یہ کی ہے کہ مودودی نے ''فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ'' کے معنی ''تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں'' حالانکہ معنی یہ ہونا چاہیں کہ ''تم میں سے جو بخل کرتا ہے۔''یعنی لفظ من کو ایک واحد شخص رکھنا چاہئے تھا جیسا کہ اگلے جملے کا ترجمہ کیا ہے یعنی ''جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے

آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔'' اس طرح کچھ لوگوں کا بخل نہ کرنا ثابت نہ ہوتا بلکہ سب کا بخل کرنا ثابت ہوتا اور سب کو یعنی پوری قوم کو بطور سزا بدل لینا حق بجانب ہوتا۔ حالانکہ بخل نہ کرنے والے موجود مان کر اُن کو بدلنے کی سزا دینا ناجائز ہے جو کہ مودودی کے ترجمہ سے نکلتا ہے کہ بخل تو کر رہے تھے چند لوگ اور بدل ڈالا ساری قوم کو۔

تیسری غلطی یہ کی ہے کہ اِنْ تَتَوَلَّوْا کے معنی ''اگر تم منہ موڑو گے'' کر لئے ہیں۔ اوپر سے جو گفتگو ہوتی آ رہی ہے اس میں منہ موڑنے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ یعنی یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ ''تم لوگ منہ نہ موڑنا۔'' اگر منہ موڑو گے تو تمہیں ایک اور قوم سے بدل لیا جائے گا۔ وہاں تو بخل کرنے کی ممانعت اور انفاق کرنے کا حکم ہے۔ لہٰذا یا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ''کہ اگر تم بخل کرو گے تو ہم ساری قوم کو کسی بہتر قوم سے بدل لیں گے یا یہ فرمانا صحیح ہوتا کہ ''اگر تم نے انفاق نہ کیا تو ہم ساری قوم کو کسی اور قوم سے بدل لیں گے (جو بخیل نہ ہوگی) یعنی اس ترجمہ میں مودودی نے اللہ کے الفاظ ''اِنْ تَتَوَلَّوْا'' کو غلط ثابت کر دیا لہٰذا اللہ کے الفاظ تو غلط ہو ہی نہیں سکتے علامہ کا ترجمہ غلط ہے۔ لہٰذا ہمارا ترجمہ دیکھیں

آیت (47/38) کا ہمارا ترجمہ:

''دیکھو تم وہی قوم تو ہو جنہیں اللہ کی راہ میں جان و مال و اولاد و اقتدار و حکومت خرچ کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے مگر تم میں ایک شخص ایسا ہے جو جان و مال و اولاد و اقتدار و حکومت صرف کرنے میں بخل کر رہا ہے لہٰذا وہ شخص ہو یا کوئی اور شخص ہو جو راہ خدا میں کسی قسم کا بھی بخل کرے گا وہ خود اپنی ذات کیلئے جان و مال و اولاد و اقتدار اور حکومت میں بخل کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔ لہٰذا اگر تم اپنی ذاتی یا قومی ولایت قائم کرو گے تو ہم تمہاری پوری قوم کو ایک ایسی قوم سے بدل دیں گے جو نہ تمہاری طرح بخیل ہوگی نہ ذاتی و قومی حکومت بنانے میں کوشاں رہے گی۔''

یہ یاد رہے کہ لفظ ''تَتَوَلَّوْا'' کا مادہ ''و۔ل۔ی'' ہے اور مصدر ''وَلَایَۃٌ'' اور اُس کے معنی ہیں ''اگر تم ولایت بناؤ گے'' اور مودودی الفاظ۔ تَوَلّٰی۔ تَوَلَّیۡتُمۡ۔ اور وَلِی و مَوۡلٰی کے معنی حکومت و اقتدار کرتے رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُن پر عمری بھوت سوار ہو جائے۔

24 (ب)۔ وہ قوم جس کو قریش کی جگہ لانے کی دھمکی دی جاتی رہی اور جو قوم قریش پر وکیل رہتی چلی آئی ہے۔

اس قوم کو سمجھنے کیلئے قارئین کو سورہ انعام کی آیات (6/83 تا 90) پڑھنا چاہئیں اور بھی کئی ایک متعلقہ آیات دیکھنا لازم ہیں مختصر یہ کہ یہ ایسی قوم ہے کہ جس کی اقتدا کرنا اور جس کی پیروی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن میں بار بار واجب و فرض کیا گیا ہے۔ اور جس کی تفصیلات ہم وہاں سے شروع کریں گے جہاں سے قریش کا تذکرہ بحیثیت قوم سنجیدگی سے شروع ہوگا۔ یہاں تو آپ سرسری طور پر قرآن کا ایک مقام دیکھ لیں:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِھَا ھٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِھَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِھَا بِکٰفِرِیۡنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ قُلۡ لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ O (انعام 6/89-90)

مودودی کا سو فیصد غلط ترجمہ سنئے:

''وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ اب اگر یہ لوگ اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو (پرواہ نہیں) ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس سے منکر نہیں ہیں۔ اے محمدؐ وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اُن ہی کے راستے پر تم چلو اور کہہ دو کہ میں (اس تبلیغ و ہدایت کے) کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں یہ تو ایک عام نصیحت ہے تمام دنیا والوں کیلئے۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 562-561)

پہلی بات تو اس ملعون مودودی کے ترجمہ میں وہی دیکھ لیں جو اس کی عادت ہے یعنی آیات میں لفظ'' قَوۡمًا '' دکھائی دے رہا ہے مگر یہ خبیث قوم کو ترجمہ میں چھپا کر کچھ لوگ لکھ دیا کرتا ہے۔ دوسری بات یہ دیکھیں کہ موجود لوگوں کو ماضی میں بدلنے کے لئے اور اس خبیث نے الفاظ'' تھے'' دو جگہ لکھا اور'' تھی'' ایک دفعہ لکھا ہے۔ تیسری بات یہ ہے الفاظ'' یَکۡفُرۡ اور کَافِرِیۡنَ کے معنی یہ مردود اپنے بیان (جلد اول صفحہ 129) کے خلاف '' ماننے سے انکار'' اور منکرین لکھتا ہے۔ اور آخری بات علامہ شاہ ولی اللہ دھلوی اور علامہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھ کر بتانا زیادہ موزوں ہوگا اور اس خبیث کی ساری چالاکیاں اور بے ایمانیاں سامنے آجائیں گی سنئے:

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ:'' ایں جماعۃ آنانند کہ دادیم ایشاں را کتاب وحکمت و پیغامبری پس اگر کافر شوند با آیات قرآن ایں کافراں مامقرر ساختیم برائے ایمان بآنھا گروہے را کہ ہرگز کافر نشوند۔ ایں جماعۃ انبیاً کسانے اند کہ ہدایت کرد ایشاں را خدا پس بروش ایشاں اقتدا کن بگو سوال نمی کنم از شما، پیج مزد بر تبلیغ قرآن نیست ایں مگر پند عالمھا را۔ (صفحہ 182)

شاہ رفیع الدین کا ترجمہ:'' یہ لوگ ہیں وہ جو دی ہم نے اُن کو کتاب اور حکم اور نبوت پس اگر کفر کریں ساتھ اس کے یہ لوگ پس تحقیق مقرر کیا ہے۔ ہم نے ساتھ اس کے اس قوم کو کہ نہیں ہیں ساتھ اس کے کفر کرنے والے۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہدایت کی اللہ نے پس ساتھ ہدایت اُن کی کے پیروی کر تُو کہہ نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے بدلا نہیں مگر نصیحت واسطے عالموں کے۔'' (صفحہ 168)

بہر حال مودودی کے ترجمے میں اصل حقیقت کو چھپانے کی یعنی کفر کرنے کی ہر بے ایمانی کے ساتھ کوشش کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ اور اُن کے فرزند رفیع الدین نے صاف الفاظ میں اس قوم کو تسلیم کیا ہے اور مانا ہے کہ قریش پر وہ قوم مقرر کی گئی تھی مگر مودودی نے لفظ'' وَکَّلۡنَا '' کے معنی'' نعمت کا سونپنا'' کئے ہیں حالانکہ یہ ملعون سارے قرآن میں لفظ وکیل کے معنی حوالہ دار اور ٹھیکے دار و نگہبان کرتا رہا ہے۔ یہاں اُسے'' وَکَّلۡنَابِهَا قَوۡمًا '' کے معنی یہ کرنا چاہئیں تھے کہ ہم نے اس قوم کو قریش پر حوالہ دار بنا دیا ہے یا ہم نے اس قوم کو قریش پر وکیل بنا دیا ہے۔ یا نگہبان بنا دیا ہے اور وہ قوم اسلام کو پوشیدہ کرنے والی نہیں ہے۔ لہٰذا قریش کو چھپانے دو پرواہ نہ کرو۔ پھر یہ ملعون یہاں لفظ عالمین کا ترجمہ دنیا والوں کرتا ہے۔ عالمین اور دنیا کے سلسلے میں ہم مودودی کی بے ایمانیاں اور بد دیانتیاں الگ سے لکھیں گے اور حیادار لوگوں کے لئے وہ شرمانے کا مقام ہوگا۔

24 (ج)۔ قریش بدستور اپنی سابقہ مسلمانی پر قائم رہے اور رسولؐ کے پیش کردہ اسلام کو انہوں نے بلا اصلاح کبھی قبول نہیں کیا۔

جیسا کہ برابر ثابت ہوتا چلا آیا ہے کہ قریش نے صرف نام کے لئے اسلام اختیار کیا تھا۔ سارے قرآن میں کسی آیت سے بھی ان کا حقیقی مسلم یا مومن ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ قومی سلسلے کی ایک اور آیت پڑھئے اور مودودی کا ترجمہ و تشریح دیکھئے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ O وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ O فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ O (زخرف 89 تا 43/87)

مودودی ترجمہ:'' اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں۔ قسم ہے رسولؐ کے اس قول کی اے رب یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر نہیں دیتے۔ اچھا اے نبیؐ ان سے درگزر کرو اور کہہ دو کہ سلام ہے تمہیں۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 553-552)

مودودی کی تین تشریحات۔'' 69؎ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگر تم اُن سے پوچھو کہ خود اُن کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ

نے۔دوسرے یہ کہ اگر تم اُن سے پوچھو کہ ان کے معبودوں کا خالق کون ہے تو یہ کہیں گے کہ اللہ‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 553)

دوسری تشریح:’’70؎ یہ قرآن مجید کی نہایت مشکل آیات میں سے ہے۔جس میں نحو کا یہ نہایت پیچیدہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وَقِيْلِهٖ میں واوٗ کیسا ہے اور اس لفظ کا تعلق اوپر کے سلسلئہ کلام میں کس چیز سے ہے مفسرین نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر کوئی تشفی بخش بات مجھے اُن کے ہاں نہیں ملی۔میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح بات وہی ہے جو شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے سے مترشح ہوتی ہے۔یعنی اس میں واوٗ عطف کا نہیں بلکہ قسمیہ ہے اور اس کا تعلق فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ سے ہے۔اور قِيْلِهٖ کی ضمیر رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے جس پر يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ کا فقرہ صریح دلالت کر رہا ہے۔آیت کا مطلب یہ ہے کہ:

’’قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ’’اے رب یہ وہ لوگ ہیں جو مان کر نہیں دیتے‘‘کیسی عجیب ہے ان لوگوں کی فریب خوردگی کہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اور اُن کے معبودوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور پھر بھی خالق کو چھوڑ کر مخلوق ہی کی عبادت پر اصرار کئے جاتے ہیں۔‘‘

رسوؐل کے اس قول کی قسم کھانے کا مدعا یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ روش صاف ثابت کئے دے رہی ہے کہ فی الواقع یہ ہٹ دھرم ہیں۔کیونکہ اُن کے رویہ کا غیر معقول ہونا اُن کے اپنے اعتراف سے ظاہر ہے۔اور ایسا غیر معقول رویہ صرف وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جو نہ ماننے کا فیصلہ کئے بیٹھا ہو۔بالفاظ دیگر یہ قسم اس معنی میں ہے کہ بالکل ٹھیک کہا رسوؐل نے فی الواقع یہ مان کر دینے والے لوگ نہیں ہیں۔

تیسری تشریح:’’ 71؎ یعنی ان کی سخت باتوں اور تضحیک واستہزا پر نہ ان کے لئے بددعا کیجئے اور نہ اُن کے جواب میں کوئی سخت بات کہو بس سلام کر کے اُن سے الگ ہو جاؤ۔‘‘(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 554)

مودودی نے اس آیت کے ترجمہ میں بھی اور اپنی تشریحات میں بھی لفظ قوم کے معنی’’لوگ‘‘کئے ہیں اور کہیں بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ پوری قومِ قریش کے ایمان لانے کی نفی کی گئی ہے اور قسمیہ رسوؐل نے فرما دیا اور اللہ نے مان لیا کہ: ’’قریش بحیثیتِ قوم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔‘‘

آیت(43/88-89) کا رفیع الدین کا ترجمہ دیکھیں:

’’اور بہت کہا کرتا ہے پیغمبرؐ اَے رب میرے تحقیق یہ قوم ہیں کہ نہیں ایمان لاتے۔پس منہ پھیر لے اُن سے اور کہہ سلامتی مانگتے ہیں ہم شر تمہارے سے پس البتہ جان لیویں گے۔‘‘(صفحہ 596)

اس ترجمے سے مودودی کی ترجمانی بے ایمانی اور چالاکی کا پردہ فاش ہو جاتا ہے۔

24(د)۔سارا قرآن رسوؐل کے فضائل اور قریش کی مذمتوں اور جرائم اور مکروفریب ودغا سے لبریز ہے۔مواخذہ کا وعدہ ہے۔

اس سلسلے میں صرف ایک آیت پڑھ لینا کافی ہے اور مودودی کا ترجمہ قریشی جانبداری کی آخری مثال ہے۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ○(زخرف 43/44)

مودودی کا انتہائی جانبدارانہ ترجمہ: ’’حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔‘‘(تفہیم القرآن 4 صفحہ 540)

مودودی کے لئے رفیع الدین صاحب کا ترجمہ پیمانہ ہے۔سنئے:

رفیع الدین: ’’اور تحقیق یہ ذکر ہے واسطے تیرے اور واسطے قوم تیری کے اور البتہ سوال کئے جاؤ گے تم۔‘‘(صفحہ 592)

شاہ ولی اللہ: ''ہر آئینہ قرآن پنداست تُرا وقوم تُرا وشما سوال کردہ خواہید شد۔'' (صفحہ 653)

شاہ عبدالقادر: ''اور یہ مذکور ہے تیرا اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی۔'' (صفحہ 653)

یہ ترجمے اس ملعون کو قریش پرست اور قریش کو اس کا معبود ثابت کرتے ہیں اور اسی خبیث کا یہ جملہ نوٹ کر لیں کہ:

''اس شرف عظیم کا احساس اگر قریش اور اہل عرب کو نہیں ہے اور وہ اس کی ناقدری کرنا چاہتے ہیں تو ایک وقت آئے گا جب انہیں اس کی جواب دہی ہوگی۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 540) اور اُن تمام علماء وعوام کو بھی ماخوذ کیا جائے گا جو قریش اور اہل عرب کی جانب داری کرتے رہے ہیں۔ اور قرآن کو زبردستی اُن ملاعین کی مدح وثنا میں ڈھالتے رہے ہیں۔ ایسے علماء کو امت کے بہکانے، گمراہ کرنے اور غلط راہ پر چلانے کے جرائم میں جہنم واصل کیا جائے گا۔

25۔قرآن کے ساتھ قریش کا ابتدا سے انتہا تک سلوک، انہوں نے قرآن کو بتدریج اپنے منصوبے کے ماتحت دانشمندی کے ساتھ قبول کیا تھا

قرآن کریم کے نزول کے لئے اللہ نے فرمایا تھا کہ یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے یہ خیر وبرکت عطا کرنے والی ہے اور جو سابقہ خدائی کتابیں موجود ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بستیوں کے اس مرکز کے باشندوں کو اور اسی ماحول کی بستیوں کے باشندوں کو خبردار کر دیا جائے۔ اور اس سلسلے میں قرآن کریم کے الفاظ ہیں کہ:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ O (6/92)

مودودی ترجمہ: ''اسی کتاب (توریت) ہی کی طرح یہ بھی ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ بڑی خیر وبرکت والی ہے۔ اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی اور اس لئے نازل کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم بستیوں کے اس مرکز (یعنی مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو۔ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کا حال یہ ہے کہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 564-563)

1۔شان نزول قریش کی تیار کردہ کہانیاں ہیں جن کا مقصد قرآن کو اُن کے ماتحت رکھنا ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اپنے الفاظ سے ثابت کرتی ہے کہ یہ مکہ میں تبلیغ شروع کرنے کے لئے پہلی آیت ہے اور یہ کہ نہ اس سے پہلے قرآن کے مقاصد بیان ہوئے ہیں نہ یہ گارنٹی لی گئی ہے کہ اُسے اللہ نے نازل کیا ہے اور نہ یہ بتایا گیا تھا کہ قرآن سابقہ تمام خدا کی نازل کردہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ورنہ اس آیت میں یہ سب کچھ بتانے کی ضرورت نہ رہتی۔ بہر حال مودودی صاحب اور تمام قریشی طرز فکر رکھنے والے اور قریشی شان نزول پر ایمان رکھنے والے علما اس آیت کو دس بارہ سال کے بعد نازل ہونے والی آیات میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن سے تمام علما کی تحقیقات کا نچوڑ ملاحظہ ہو آپ سورہ انعام کا شان نزول اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

زمانہ نزول: ''ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ پوری سورہ مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ حضرت معاذ بن جبل کی چچازاد بہن اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ ''جب یہ سورہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی تھی اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے، میں اُس کی نکیل پکڑے ہوئے تھی۔ اور بوجھ کے مارے اونٹنی کا یہ حال ہو رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں گی۔'' روایات میں اس کی بھی تصریح ہے کہ جس رات یہ نازل ہوئی اُسی

رات کو آپؐ نے اُسے قلمبند کرا دیا تھا۔(مسلسل لکھتے جا رہے ہیں کہ)

''اس کے مضامین پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکی دور کے آخری زمانہ میں نازل ہوئی ہوگی۔ حضرت اسماء بنت یزید کی روایت بھی اسی کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ موصوفہ انصار میں سے تھیں اور ہجرت کے بعد ایمان لائیں۔ اگر قبول اسلام سے پہلے محض بر بنائے عقیدت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوئی ہوں گی (اور راتوں کے اندھیروں میں اُن کے ساتھ ساتھ رہتی ہوگی) تو یقیناً یہ حاضری آپؐ کی مکی زندگی کے آخری سال ہی میں ہوئی ہوگی۔ اس سے پہلے اہل یثرب کے ساتھ آپؐ کے تعلقات اتنے بڑھے ہی نہ تھے کہ وہاں سے کسی عورت کا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا (اور راتوں کے اندھیروں میں ساتھ ساتھ رہنا) ممکن ہوتا۔''(مسلسل لکھتے جاتے ہیں کہ:)

شان نزول: ''زمانہ نزول متعین ہو جانے کے بعد ہم با آسانی اس پس منظر کو دیکھ سکتے ہیں جس میں یہ خطبہ ارشاد ہوا ہے اُس وقت اللہ کے رسوؐل کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی مزاحمت اور ستم گری اور جفا کاری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔۔۔''(ایضاً صفحہ 520)

یہ ہے شان نزول اور نزول کی ایسی روایت جس میں آپؐ معاذ اللہ ایک کافر عورت کو رات کے اندھیرے میں ساتھ لئے پھرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ وہ کس عمر کی عورت تھی؟ اور نہ یہ ذکر کیا کہ وہ شادی شدہ تھی یا کنواری تھی؟ اور مدینہ سے مکہ آنے میں کسی سرپرست سے اجازت لے کر آئی تھی یا یوں ہی فرار ہوگئی تھی۔ نہ یہ بتایا کہ وہ مکہ میں کب سے آئی ہوئی تھی اور دن میں کہاں رہتی تھی اور گزر بسر کا کیا انتظام تھا؟ یہ بھی بتانا تھا کہ رات ہی میں اس سورہ کو کس سے قلم بند کرایا تھا؟ اور کیا اتنی رات باقی تھی کہ یہ ایک سو پینسٹھ (165) آیات کی سورہ لکھی جا سکتی تھی؟ یہ روایت صرف بکواس ہی نہیں ہے بلکہ اس میں کئی ایک تہمتیں اور جھوٹ بھی موجود ہیں۔

پہلی تہمت اللہ اور وحی پر ہے: یعنی وحی اترنے کے وقت رسوؐل اللہ پر کوئی بہت بھاری چیز سوار ہو جایا کرتی تھی جس سے وہ اونٹنی جو دو تین بھاری بھرکم آدمیوں کو آسانی سے لے جا سکتی تھی اس کی کمر اتنی خم کھا جاتی تھی کہ کمر کی ہڈیاں ٹوٹ جانے کا یقین ہو جاتا تھا۔ دوسری روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ معاذ اللہ حضوؐر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے تھے اور نیند کے ایسے عالم میں ہو جاتے تھے، ہاتھ پیر اکڑ جاتے تھے۔ اس قسم کی تمام روایات کا لب لباب یہ ہے کہ مرگی ایسا دورہ پڑ جاتا تھا اور اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہتا تھا۔ یہ سب کچھ ایسی گھڑنت ہے جس کا قرآن سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

دوسری تہمت خود رسوؐل پر ہے۔ راتوں کو ایک آزاد خیال لا مذہب عورت کو ساتھ رکھنا رنگیلا رسوؐل بنانے والی روایات میں سے ایک ہے جس پر شیطان کا ہر وہم تعمیر ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس حالت میں گھڑی گئی جبکہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کا انتقال ہو چکا ہے۔

تیسری تہمت قریش اور اہل مکہ پر ہے۔ قارئین نوٹ کریں کہ مسلمانوں میں داخل ہو جانے والے قریشی لیڈروں نے مسلمانوں میں شامل نہ ہونے والے قریش کو بدنام کرنے اور خود کو اُن سے الگ منوانے کے لئے ان پر سیکڑوں تہمتیں لگائی ہیں۔ یاد رکھیں کہ قریش کے ظلم وستم کی ہر وہ داستان اور واقعہ غلط اور تہمت ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں نہیں کیا ہے اور سامنے آنے پر ہم یاد دہانی کراتے چلیں گے۔

2۔ شان نزول پر تیار کی ہوئی روایات اگر موجود نہ ہوتیں تو قرآن کے بیانات کوئی شخص سمجھ ہی نہ سکتا تھا۔

اس سلسلے میں مودودی صاحب سورہ نور کی آیت (24/33) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''59۔ لیکن (قرآن کے) اس حکم کا پورا مقصد محض (اس آیت اور) اس حکم کے الفاظ اور اس سیاق وسباق سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن حالات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے (جو اس کے شان نزول میں بیان ہوئے ہیں) جن میں یہ (آیت اور یہ حکم)

نازل ہوا ہے۔اس وقت عرب میں قحبہ گری کی دوصورتیں رائج تھیں ایک خانگی کا پیشہ دوسرے باقاعدہ چکلہ۔'' (تفہیم القرآن جلد3 صفحہ 403)
اس تشریح میں سارے عرب کی گھناؤنی تصویر سامنے رکھ دی ہے اور جسے ہم حضرت عمر کے نسب کی ذیل میں بیان کریں گے مگر فوراً سوچنے کی بات تو اس آیت (24/33) میں یہ ہے کہ خود مودودی نے لفظ فَتَيَات کے معنی ''لونڈیاں'' کر دیئے ہیں جبکہ اللہ قرآن میں قریش کو اپنی نوخیز و نوجوان بیٹیوں سے زنا کرا کے اُن کی کمائی کھانے سے روک رہا ہے۔ جب کہ یہی ملعون سورۃ انبیاء کی آیت نمبر 60 میں اس کے معنی ''نوجوان'' کرتا ہے۔ غلام نہیں کرتا۔ بہر حال شان نزول ہی کے زور سے قریش نے قرآن کی تکذیب کی ہے یعنی قرآن نے کچھ کہا تھا مگر قریش نے شان نزول کے لئے افسانے گھڑ گھڑ کرا سے کچھ سے کچھ اور بنا دیا۔ یعنی اللہ رسولؐ اور قرآن کو اپنے خود ساختہ افسانوں اور تاریخ کے ماتحت کر لیا۔ یہی وہ تکذیب ہے جس کا تذکرہ سارے قرآن میں بھرا پڑا ہے۔ یاد رکھیں کہ ہم کسی روایت یا نام نہاد حدیث کو قبول نہیں کرتے جو قرآن کو اپنے ماتحت کر کے اُس کا رخ یا معنی کو تبدیل کرتی ہو۔ لہٰذا بات یہ ہو رہی تھی کہ اللہ نے مکہ اور مکہ کے ماحول میں رہنے والوں کو متنبہ کیا ہے۔ اور مکہ کے روساء اور سرداروں نے جو پہلا ردعمل ظاہر کیا تھا وہ یہی تھا کہ بنی ہاشم کے ایک غریب آدمی نے یہ دعویٰ نبوت کیسے کیا ہے۔ یہ دعویٰ منشاءِ خداوندی کے ماتحت نہیں ہے اگر اللہ کو نبوت اور رسالت دینا ہوتی تو اس کے لئے عظیم الشان لوگ موجود تھے قریش کا کہنا یہ تھا کہ:

نبوت و رسالت عظیم المرتبہ لوگوں میں ہونا چاہئے تھی۔

وَلَمَّا جَآءَ هُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ O وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ O (زخرف 43/30-31)

مودودی ترجمہ: ''مگر جب وہ حق اُن کے پاس آیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں (چھپا دیں گے) کہتے ہیں یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔'' (تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 535)
ہم نے یہاں مودودی کی سند (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129 حاشیہ 161) سے کافروں کا ترجمہ کیا ہے۔ یعنی کافرون کے اصلی معنی لکھے ہیں۔

اس آیت کی مودودی کی تشریح سے دونوں شہروں اور عظیم المرتبت لوگوں کو سمجھئے۔

''30۔ دونوں شہروں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ کفار کا یہ کہنا تھا کہ اگر واقعی خدا کو کوئی رسولؐ بھیجنا ہوتا اور وہ اس پر اپنی کتاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا تو ہمارے ان مرکزی شہروں میں سے کسی بڑے آدمی کو اس غرض کے لئے منتخب کرتا۔ رسولؐ بنانے کے لئے اللہ میاں کو ملا بھی تو وہ شخص (1) جو یتیم پیدا ہوا (2) جس کے حصے میں کوئی میراث نہ آئی (3) جس نے بکریاں چرا کر جوانی گزار دی (4) جو اَب گزراوقات بھی کرتا ہے تو بیوی کے مال سے تجارت کر کے (5) اور جو کسی قبیلے کا شیخ یا کسی خانوادے کا سربراہ نہیں ہے۔ کیا مکہ میں ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ جیسے نامی گرامی سردار موجود نہ تھے؟ کیا طائف میں عروہ بن مسعود، حبیب بن عمرو، کنانہ بن عبد عمرو اور ابن عبدِ یالیل جیسے رئیس موجود نہ تھے۔ یہ تھا اُن لوگوں کا استدلال۔'' (تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 536)

اس تشریح میں یہ پانچ عدد وہ باتیں ہیں جو بعد میں گھڑی گئی ہیں۔ یاد رکھیں کہ قریش کے متعلق ایسی کوئی بات تسلیم کرنا غلطی ہے جو سراسر غیر معقول اور مضحکہ خیز ہو۔ البتہ یہ چھ عدد سردار ضرور موجود تھے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اُن سے زیادہ امیدیں رکھتے تھے۔ اس لئے کہ خانوادۂ رسالت میں تو دو ہزار پانچ سو سال سے شخصی حکومت اور امامت چلی آرہی تھی، وہ جمہوریت کے پجاری نہ بن سکتے تھے۔ اور یہ چھ عدد سردار خواہ کتنے ہی

بڑے رئیس وسرمایہ دار ہوں بت پرست یعنی لیڈر پرست بھی تھے اور جمہور پرست بھی تھے اور نظام مشاورت پر بھی ایمان رکھتے تھے لہٰذا اُن کی نبوت ورسالت کو جدھر چاہتے موڑ سکتے تھے۔ مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اباواجداد کی توگھٹی میں شخصی حکومت وامامت اور نبوت ورسالت پڑی تھی انہیں قریشی مقاصد کے لئے تیار کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے یہ پہلو پیدا کیا گیا کہ شاید اس ترکیب سے عوام کو مسلمان ہونے سے روکا جائے اور کم ازکم تمام سرداروں اور سرمایہ داروں کو تو مخالف محاذ میں سرجوڑ کر بیٹھنے پر رضامند کر ہی لیا جائے۔ لیکن قریش کے اسی بیان میں ھٰذَا سِحْرٌ کہہ کر یہ اعتراف کرلیا گیا ہے کہ اس کی اثر انگیزی اور سحر آفرینی سے بچنا اور بچانا ممکن نہیں بہرحال کوشش کر دیکھو۔

عوام وخواص کو قرآن اور رسوؐل سے محفوظ رکھنے کی مہم، شور کرو لوگوں کو سننے نہ دو۔

جب قریش نے دیکھا کہ قرآن کی تلاوت وقرأت جس کے کان میں پہنچ جاتی ہے وہ قرآن اور رسوؐل پر ایمان لائے بغیر نہیں رہتا لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَO (حم سجدہ 41/26)

''اور جن لوگوں نے حق چھپایا تھا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنا کرو اور جب یہ سنایا جائے تو لوگوں کو سننے سے روکنے کے لئے ہر قسم کی دخل اندازی کیا کرو شاید تم اس طرح محمدؐ پر غالب ہو جاؤ۔''

اس آیت (41/26) پر مودودی کی تشریح سن لینا چاہئے۔

''یہ کفار مکہ کے اُن منصوبوں میں سے ایک تھا جن سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ کو ناکام کرنا چاہتے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ قرآن اپنے اندر کس بلا کی تاثیر رکھتا ہے۔ اور اُس کے سنانے والا کس پائے کا انسان ہے؟ اور اُس شخصیت کے ساتھ اس کا طرز ادا کس درجہ موثر ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ ایسے عالی مرتبہ شخص کی زبان سے اس دل کش انداز میں اس بے نظیر کلام کو جو سُنے گا وہ آخر کار گھائل ہو کر رہے گا۔ اس لئے انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ اس کلام کو نہ خود سنو نہ کسی کو سننے دو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اُسے سنانا شروع کریں، شور مچاؤ، تالی پیٹ دو، آوازے کسو، اعتراضات کی بوچھاڑ کر دو، اور اتنی آواز بلند کرو کہ ان کی آواز اُس کے مقابلے میں دب جائے۔ اس تدبیر سے وہ امید رکھتے تھے کہ اللہ کے نبیؐ کو شکست دے دیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 454-453)

3۔ قرآن کی تنزیل وتلاوت کا طریقہ تاکہ قریش کلام اللہ میں تبدیلی نہ کرسکیں۔

قارئین نے سنا ہے کہ سابقہ امتوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کلام اللہ کو بدل کر جو مناسب سمجھا وہ داخل کر دیا تھا۔ اور آج کوئی کتاب (قرآن کے سوا) ایسی نہیں جو اپنے اندر ہر تبدیلی اور خورد برد سے پاک ہو اور اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ وہ کتابیں سابقہ امتوں کو پوری کی پوری دے دی گئی تھیں (7/150)۔ اس لئے بعد والے سربراہان مذاہب نے جس چیز کو عوام کے لئے مفید سمجھا اس کا اضافہ کر دیا اور جسے مضر سمجھا اُسے خارج کر دیا۔ یعنی کتب مقدسہ میں کمی بھی کی، اضافہ بھی کیا اور تبدیلیاں بھی کرتے رہے لہٰذا قرآن کے علاوہ آج کوئی الہامی کتاب ایسی موجود نہیں جو اسی حالت میں ہو جس میں اللہ نے عطا کی تھی۔ توریت، زبور، انجیل، اور دیگر کتابیں تمام میں تحریف وتبدیلی ہو چکی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج تک قرآن کے <u>ترجموں میں تبدیلیاں، کمی بیشی اور ردوبدل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن قرآن کا متن ہر جگہ ہر زمانہ میں آج بھی وہی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل</u> ہوا تھا۔ اور اس کا سبب وہ انتظام ہے جو قرآن کے تلاوت کرنے میں برابر جاری رہا اور قریش کے تقاضوں اور اعتراضوں کے باوجود ان کی یہ مانگ (ڈیمانڈ Demand) پوری نہ کی گئی۔

کئی ایسے سبب تھے کہ قریش نے رسوؐل پر طرح طرح برابر تقاضہ کیا کہ انہیں پورا قرآن ایک دم دے دیا جائے۔

انہوں نے کہاں کہ: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا O وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا O(25/32-33)

’’جن لوگوں نے حق کو چھپایا ہے انہوں نے کہا کہ اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا۔ کہہ دو کہ بات وہی ہے جو تم کہتے ہو مگر یہ طریقہ وہ ہے جس سے ہم تمہارے قلب وذہن کو مطمئن رکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے اسی لئے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور تھم تھم کر پیش کرنا طے کر رکھا ہے اور وہ تمہارے پاس کوئی بھی ایسی مثال لے کر نہیں آسکے کہ جس کا برحق اور بہترین تفسیری جواب لے کر ہم تیرے پاس نہ آئے ہوں۔‘‘

4۔ رسولؐ اللہ پر پورا قرآن ایک دم نازل کیا گیا تھا وہ روز ازل سے پورے قرآن کے عالم ومعلم تھے البتہ تلاوت وقرأت حسب ضرورت فرمایا کرتے تھے۔

اس آیت (25/32) میں لفظ ’’كَذٰلِكَ ‘‘فرما کر تصدیق فرمادی ہے کہ بات وہی ٹھیک ہے جو تم نے بطور اعتراض کہی ہے یعنی قرآن بھی پورا کا پورا اور سارا کا سارا ایک دم دیا جاچکا ہے البتہ تمہیں حسب ضرورت اتنا ہی دیا جارہا ہے جس سے تمہاری ہر ضرورت اور ہر بات کا جواب ہوتا جائے۔ سارا قرآن نہ تمہیں دینا مفید ہے نہ دیا جائے گا۔ لہٰذا تم رسوؐل کے سر لگا کر بات کر رہے ہو یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں سارا قرآن کیوں نہیں دیا جاتا؟ تمہارا یہ اعتراض اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب تم یہ بتاؤ کہ ہماری فلاں ضرورت یا فلاں بات پوری نہیں کی گئی ہے۔

5۔ قریشی لیڈروں نے یہ مشہور کرنے کی کوشش جاری رکھی ہے کہ تیئیس (23) سال تک رسوؐل کے پاس نہ پورا قرآن تھا نہ پورے قرآن کا علم تھا

چونکہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے برابر رکھنا چاہتے تھے اس لئے جہاں جہاں موقع ملا انہوں نے یہی کہا اور لکھا کہ قرآن تیئیس (23) سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا تھا۔ اس عقیدے کو پھیلانے سے قریش نے یہ فائدہ اٹھایا کہ:

1۔ رسوؐل علمی حیثیت سے قریش کے برابر تھے یعنی جتنا جتنا قرآن نازل ہوتا رہا رسوؐل انہیں سناتے اور برابر رہتے رہے یہاں تک کہ قرآن مکمل ہوا تو رسوؐل اور قریش مکمل قرآن کے عالم اور برابر تھے۔

2۔ رسوؐل کی کوئی بات اور کوئی حکم آخری نہ ہوتا تھا اس لئے کہ وہ دورانِ نزول قرآن میں اُن ہی آیات میں محدود رہ کر اپنا فیصلہ سناتے تھے جو اس وقت تک نازل ہوچکی تھیں۔ نہ انہیں سارے قرآن کا علم تھا نہ سارے قرآن کے مطابق وہ حکم دے سکتے تھے اس لئے رسوؐل کا ہر حکم پورے قرآن کا علم رکھنے والوں کے نزدیک قابل ترمیم وتنسیخ تھا۔ اسی وجہ سے صحابہ نے بعد رسوؐل نئے احکامات دیئے اور رسوؐل کے جاری کردہ احکام میں تبدیلیاں کیں۔ یعنی صحابہ کا ہر حکم رسوؐل کی بصیرت سے زیادہ بصیرت کا حامل ہوتا تھا چونکہ وہ سارے قرآن کو سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر اور باقی صحابہ کی بصیرت کو شامل کر کے حکم نافذ کرتے تھے۔

قارئین دیکھ لیں کہ اس عقیدے سے، جو شیعہ اور سنی علما کا متفقہ عقیدہ ہے رسوؐل کی پوزیشن ختم ہوجاتی ہے۔ اور صحابہ ہی صحابہ دین کے میدان میں کبڈی کھیلنے کے لئے رہ جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ماننا پڑے گی کہ قریشی راہنماؤں نے یہ عقیدہ قرآن سے لیا ہے یعنی اس عقیدے کی بنیاد قرآن کی آیات پر رکھی ہے اور ترکیب وہی کی ہے جو رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شکایت میں اللہ سے بیان کی تھی یعنی:

’’میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کردیا ہے۔‘‘ قرآن کے الفاظ میں۔’’يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا **الْقُرْاٰنَ** مَهْجُوْرًا (فرقان 25/30)

مطلب یہ ہوا کہ قرآن سے یہ ابلیسی عقیدہ اسی صورت میں اخذ کیا جا سکتا ہے جب کہ قرآن کو پہلے مہجور کر دیا جائے۔ کسی اور پہلو کو سامنے لانے سے پہلے ہمارے عنوان کی تائید میں یہ آیت یا یہ رسولؐ یہ نہیں کہتے کہ۔''**میری قوم نے قرآن کی آج تک نازل شدہ آیات کو مہجور کر دیا ہے۔**'' بلکہ اشارہ فرما کر یہ کہتے ہیں کہ:''**میری قوم نے** ''**اس قرآن**'' کو مہجور کر دیا ہے۔

قارئین سوچیں کہ بات پورے قرآن کی ہو رہی ہے یا چند آیات کی؟ اگر پورے قرآن کی بات ہو رہی ہے تو پورے قرآن کا موجود ہونا ثابت اور قریشی عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن کو مہجور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں پورے قرآن کا ذکر ہے مگر یہاں پورا قرآن نہ مانا جائے یعنی قرآن کو مانا جائے مگر اس کے بعض الفاظ کا وہ مطلب چھوڑ دیا جائے جو قریشی عقائد کے خلاف جاتا ہو۔

اسی ترکیب کو واضح کرنے کے لئے علامہ رفیع الدین نے اس آیت (25/30) کے ترجمہ میں لکھا تھا کہ:

''**قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا**'' مطلب یہ ہے کہ میری قوم نے قرآن کو اس طرح اختیار کیا ہے کہ وہ اختیار نہ کرنے کے برابر رہے۔ یہ مولانا بھی چند آیات کی بات نہیں کرتے بلکہ پورے قرآن کو اختیار کرنے اور پورے قرآن کو چھوڑے رکھنے کی بات کرتے ہیں۔

پھر آپ نے عنوان نمبر 22 (الف) میں آیت (6/66) پر شاہ ولی اللہ کا ترجمہ دیکھا تھا کہ:

''**وبدروغ نسبت کردند قرآن را**'' شاہ صاحب بھی قرآن کی چند آیات کی بات نہیں کرتے بلکہ پورے قرآن کی تکذیب لکھتے ہیں اور آیت کے الفاظ وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ میں بھی بِهٖ اور هُوَ پورے قرآن کے لئے ہیں ''یعنی قریش نے پورے قرآن کی تکذیب کی ہے۔'' اس آیت (6/66) سے پورے قرآن کا موجود ہونا اور قریشی عقیدے کا باطل ہونا ثابت ہے۔ قارئین اگر قرآن کریم کو پڑھتے وقت اسی پٹی کو ہٹا دیں جو قریش نے تیار کی ہے تو سارے قرآن سے بار بار ثابت ہوگا کہ پورا قرآن موجود تھا۔ جہاں قرآن میں لفظ قرآن آئے یا قرآن کی ضمیر آئے یا قرآن کی طرف اشارے کا کوئی لفظ آئے وہاں ذرا ٹھہریں اور الفاظ پر غور کریں کہ آیا پورے قرآن کا ذکر ہو رہا ہے یا قرآن کی چند آیات کی بات ہو رہی ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ:

6۔ قرآن میں پورے قرآن کی موجودگی پر چند نمونے کے مقامات اور قریشی عقیدے کا بطلان۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا O(17/88)

مودودی:''کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب ملکر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 641)

علامہ کی تشریح:''105؎ یہ چیلنج اس سے پہلے قرآن مجید میں تین مقامات پر گزر چکا ہے۔ سورہ بقرہ آیات 24-23، سورہ یونس آیت 38 اور سورہ ہود آیت 13 آگے سورہ طور آیات 34-33 میں بھی یہی مضمون آ رہا ہے۔ ان سب مقامات پر یہ بات کفار کے اس الزام کے جواب میں ارشاد ہوئی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود یہ قرآن تصنیف کر لیا ہے اور خواہ مخواہ وہ اسے خدا کا کلام بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ مزید برآں سورہ یونس آیت 16 میں اسی الزام کی تردید کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا کہ:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O(10/16)

یعنی اے محمدؐ اُن سے کہو کہ اگر اللہ نے یہ نہ چاہا ہوتا کہ میں یہ قرآن تمہیں سناؤں تو میں ہرگز نہ سنا سکتا تھا بلکہ اللہ تمہیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر میں تمہارے درمیان ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ (مسلسل لکھتے جا رہے ہیں کہ)

''ان آیات میں قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر جو استدلال کیا گیا ہے وہ دراصل تین دلیلوں سے مرکب ہے: ایک یہ کہ یہ قرآن اپنی زبان، اسلوب بیان، طرز استدلال، مضامین، مباحث، تعلیمات اور اخبار غیب کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے جس کی نظیر لانا انسانی قدرت سے باہر ہے تم کہتے ہو کہ اسے ایک انسان نے تصنیف کیا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمام دنیا کے انسان مل کر بھی اس شان کی کتاب تصنیف نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر وہ جن جنہیں مشرکین نے اپنا معبود بنا رکھا ہے اور جن کی معبودیت پر یہ کتاب اعلانیہ ضرب لگا رہی ہے، منکرین قرآن کی مدد پر اکٹھے ہو جائیں تو وہ بھی ان کو اس قابل نہیں بنا سکتے کہ قرآن کے پائے کی کتاب تصنیف کر کے اس چیلنج کو رد کر سکیں۔'' (مسلسل)

''دوسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے یکا یک تمہارے درمیان نمودار نہیں ہوگئے ہیں۔ بلکہ اس قرآن کے نزول ے پہلے بھی (40) سال تمہارے درمیان رہ چکے ہیں۔ کیا دعوائے نبوت سے ایک دن پہلے بھی کبھی تم نے اُن کی زبان سے اس طرز کا کلام، اور ان مسائل اور مضامین پر مشتمل کلام سُنا تھا؟ اگر نہیں سُنا تھا اور یقیناً نہیں سنا تھا تو کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ کسی شخص کی زبان، خیالات، معلومات اور طرز فکر و بیان میں یکا یک ایسا تغیر واقع ہو سکتا ہے؟ (مسلسل جاری)

''تیسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قرآن سُنا کر کہیں غائب نہیں ہو جاتے بلکہ تمہارے درمیان ہی رہتے سہتے ہیں۔ تم اُن کی زبان سے قرآن بھی سنتے ہو اور دوسری گفتگوئیں اور تقریریں بھی سُنا کرتے ہو۔ قرآن کے کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اس قدر مختلف اسٹائل کبھی ہو نہیں سکتے۔ یہ فرق صرف اسی زمانے میں واضح نہیں تھا۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک کے لوگوں میں رہتے سہتے تھے۔ بلکہ آج بھی حدیث کی کتابوں میں آپؐ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں۔ اُن کی زبان اور اسلوب، قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آشنا نقاد یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔ (مزید تشریح کیلئے دیکھئے سورہ یونس حاشیہ 21۔ الطّور حواشی 27-22) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 643 تا 641)

قارئین نے یہ دیکھا کہ اس آیت (17/88) میں اور مودودی کی بتائی ہوئی تمام آیت میں پورے قرآن کی موجودگی ثابت ہے اور اگر پورا قرآن موجود نہ ہوتا تو پورے قرآن کی مثل کتاب تصنیف کرنے کا چیلنج نہ دیا جاتا بلکہ چند آیات کی مثل چند جملے لکھ کر لانے کا چیلنج دیا گیا ہوتا۔ بلکہ مودودی کی لکھی ہوئی آیت (10/16) سے تو یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنے مخاطبوں کو پورے قرآن کی تلاوت (تَـلَوْتُهٗ) بھی کر کے دکھا دی تھی اور اُن کے سامنے سارا قرآن پیش بھی کر دیا تھا (اَدْرَاكُـمْ بِـهٖ) اور مودودی کی اس لمبی چوڑی بکواس سے بھی پورے قرآن کا موجود ہونا ہی ثابت ہے کہیں وہم تک نہیں ہونے پاتا کہ سارے قرآن کی بات نہیں بلکہ چند موجودہ آیات کی بات ہو رہی ہے۔ انہوں نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ سارا قرآن موجود نہ تھا۔ بہرحال ہم آیات کا ڈھیر لگا سکتے ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ پورا قرآن موجود تھا اور رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے قرآن کے عالم و معلم تھے اور یہ کہ قریش کا یہ عقیدہ تہمت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور جن آیات کو بنیاد بنا کر انہوں نے یہ عقیدہ نچوڑا ہے وہ آیات صرف یہ بتاتی ہیں کہ تھوڑے تھوڑے حصے کی تلاوت کی جانا ضروری ہے تاکہ ہضم ہوتا جائے اور قریش کو الفاظ کی تبدیلی کا موقع نہ مل سکے اور بس۔ قریش یہی چاہتے تھے کہ سارا قرآن انہیں سونپ دیا جائے تاکہ وہ جہاں چاہیں آیات کے الفاظ میں تبدیلی کر کے کثرت

کے بل بوتے پر یہ الزام لگا سکیں کہ ہمیں جو قرآن دیا گیا ہے اس میں فلاں آیت یوں ہے اور تم نے اپنے والی کاپی میں تبدیلی کر رکھی ہے۔اس طرح قریش جب چاہتے اور جہاں چاہتے حضورؐ کو روک کر اصلاح کا تقاضہ کرتے اور قومی کثرت اُن کے ساتھ تائید کرتی اور قرآن مشکوک ہو کر رہ جاتا اور اس الٰہی انتظام میں قریش کو ہاتھ باندھ کر بٹھا دیا گیا تھا۔جتنی آیات کی تلاوت کی جاتی تھی وہ حاضرین یاد کر لیتے تھے اور بعض لکھے پڑھے لوگ لکھ لیتے سننے والوں میں عیسائی بھی ہوتے تھے اور یہودی بھی ہوتے تھے۔تلاوت کے بعد لوگ چلے جاتے تھے۔اگر قریش کسی آیت میں کوئی لفظ بدلتے تو انہیں بولنے سے پہلے یقین ہوتا تھا کہ سیکڑوں یاد کرنے اور لکھنے والے اُن کو جھٹلا دیں گے۔لہٰذا قریش کو اس انتظام نے بہت تنگ پکڑا تھا۔وہ تنگ آ کر سارے قرآن کو ایکدم اُن کے حوالے کر دینے کا تقاضہ نئے نئے انداز میں کرتے تھے۔

6۔ آسمان سے قریش کے لئے ایک الگ نسخہ نازل کرانے کا تقاضہ۔

ہم نے جن آیات میں پورے قرآن کے موجود ہونے کا ثبوت دیا ہے وہ چیلنج کی صورت میں سامنے آیا تھا اور مودودی نے اُسی آیات (17/88) کی لمبی چوڑی تشریح میں پورے قرآن کے موجود ہونے کا طرح طرح اقرار کیا تھا۔اب ہم چاہتے ہیں کہ قارئین آیت (17/88) سے آگے مسلسل قرآن پڑھیں اور مودودی کا ترجمہ دیکھیں۔یہ سمجھتے جائیں کہ پورے قرآن کے موجود ہونے کا ذکر کہیں ہوتا ہے یا نہیں اور مودودی اُس میں کوئی گڑ بڑ کرتے ہیں یا نہیں سنئے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًاO(17/89)

مودودی ترجمہ: ''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ انکار ہی پر جمے رہے۔''(17/89)

مودودی کے ترجمہ سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ بات پورے قرآن کی ہو رہی ہے اور قرآن کے موجود ہونے پر ھٰذَا الْقُرْاٰن یہ قرآن فرما کر اشارہ کر کے وجود دکھایا ہے۔مگر مودودی نے اس آیت میں مذکور اس حقیقت کو غائب کر لیا ہے کہ ''اللہ نے اس موجود قرآن میں انسانوں کو سمجھانے کے لئے ہر قسم کی تمام مثالیں بیان کر دی ہیں مگر انسانوں کی کثرت نے اس میں مذکور حقائق کو چھپاتے رہنا ہی طے کر رکھا ہے۔'' آیت میں انکار کا لفظ کہیں نہیں آیا اور انکار خود عربی زبان کا لفظ ہے۔مگر مودودی اپنے فیصلے (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) کے خلاف کفر و کفور وغیرہ کے معنی ضرور انکار کرتے رہیں گے۔لہٰذا مودودی کو یہ آیت ماخوذ کرتی ہے کہ اس نے ہر مثال کا قرآن میں موجود ہونا چھپا لیا ہے۔تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ قرآن میں چند اصول بیان ہوئے ہیں۔تفصیل نہیں۔حالانکہ قرآن ایسی مفصل کتاب ہے کہ اس میں تمام قسم کی تمام مثالیں (كُلِّ مَثَلٍ) دے دے کر ہر بات واضح کی گئی ہے۔آگے سنئے:

''اور انہوں نے کہا کہ ''ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لئے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رو در رو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔اے محمدؐ اُن سے کہو کہ پاک ہے میرا پروردگار کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں۔''

.........اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

رَّسُوْلًا O(93تا17/89)

یہ تھا قریش کا دوسرا مطالبہ جس میں وہ براہ راست اپنے اوپر کتاب نازل کرانا چاہتے تھے تاکہ وہ کتاب میں تبدیلیاں کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرآن کو مشکوک کر سکیں۔

7۔ قریش کا آخری مطالبہ۔ایک اُن کی پالیسی اور منصوبے کیلئے موزوں قرآن لاؤ یا تقاضائے زمانہ کے مطابق اُسے بدلتے رہنے کا اصول مان لو

جب قریشی لیڈر اپنے تمام مطالبات منوانے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے اپنا اصلی مطالبہ پیش کر دیا سنئے قرآن سے سنئے:

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰٓی اِلَیَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ Oقُلْ لَّوْشَآءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْتُهٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰکُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ Oفَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْکَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ O(یونس 17 تا10/15)

''اور جب اُن کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔تو وہ لوگ کہتے ہیں جنہیں ہمارے بیان کردہ نتائج کے برآمد ہونے کی امید نہیں ہے کہ اے محمدؐ تم یا اُس قرآن کے سوا کوئی اور موزوں قرآن لے آؤ یا پھر اسی میں تقاضائے وقت کے مطابق تبدیلیاں کرتے رہنے کے اصول کو مان لو۔اے نبیؐ اُن سے کہہ دو کہ میرے لئے یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ میں اپنی ذاتی رائے سے قرآن میں کوئی تبدیلی کر سکوں میں تو صرف اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی کی اتباع کے سوا اور کچھ کر ہی نہیں سکتا ہوں۔اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کرلوں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔اے نبیؐ ان سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر اللہ کا منشا یہی ہوتا تو میں یہ قرآن تمہیں کبھی تلاوت کر کے نہ سناتا اور میں تمہیں اس کی موجودگی کی خبر تک نہ کرتا۔اور میں تو قرآن کی تلاوت کرنے سے پہلے تمہارے اندر پوری عمر گزار چکا ہوں۔کیا تم اس کے بعد بھی عقل سے کام نہیں لے سکتے۔؟ پھر یہ بھی سوچو کہ اس سے بڑھ کر غلط کار اور کون ہو سکتا ہے جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سنا دے یا اللہ کی آیات کے غلط اور جھوٹے مطالب بیان کرے۔یقیناً مجرم لوگ کسی حالت میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔''

26۔ قریش نے اپنے آخری مطالبے ہی کو اپنا نصب العین اور مقصد حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے رکھا اور اُس پر عمل کرنے کا طریقہ یہودی مجتہدین سے سیکھا۔

قارئین نے دیکھ لیا کہ قریش کے آخری مطالبہ کو بھی اللہ نے دو طرح ٹھکرا دیا ہے اور ذاتی رائے سے خود نبیؐ کو بھی قرآن میں ردوبدل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ تبدیلی کرنے والوں کے لئے قیامت میں عذاب کی اطلاع دی گئی ہے۔اور قرآن کے مطالب کو کسی اور رُخ پر لے جانے والوں کو مجرم قرار دیا ہے اور نبیؐ سے یہ کہلوا دیا ہے کہ ہر حال میں وحی کی لفظ بلفظ پیروی کرنا پڑے گی اس سلسلے میں قرآن کریم کا ایک مقام دیکھنے سے ہمارا مقصد واضح ہو جائے گا۔اور یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ قرآن کے الفاظ یا احکام میں کسی کی ذاتی اصلاح یا ردوبدل کی ہرگز گنجائش نہیں ہے سنئے فرمایا گیا ہے کہ:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِیْهَا هُدًی وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِهَاالنَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰهِ وَکَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ O وَکَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ O وَلْيَحْکُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْکُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّيَبْلُوَکُمْ فِيْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ O وَاَنِ احْکُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْکَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ کَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ O اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ O يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ O (5/44-51 سورہ المائدہ)

''ہم نے توریت نازل کی تھی اس میں ہدایات اور نور تھا اُس سے وہ مسلمان جو قوم کی طرف سے نبی کا لقب رکھتے تھے وہ یہودی مذہب اختیار کرنے والے لوگوں میں احکام جاری کیا کرتے تھے اور ربانی کہلانے والے علما اور احبار کہلانے والے فقہا بھی کتاب اللہ میں سے جو انہیں یا درہ گیا تھا احکام دیا کرتے تھے اور اس پر گواہ رہتے تھے۔ چنانچہ اے علمائے یہود تم فیصلے کرنے میں لوگوں سے نہ گھبراؤ بلکہ ہم سے گھبراؤ اور کسی سے کسی قسم کی اجرت و قیمت نہ لیا کرو اور یاد رکھو کہ جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے حکم نافذ نہ کرے وہی حقیقی حق کو چھپانے والے لوگ ہیں۔ توریت میں ہم نے یہودیوں کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ وہ جان کے بدلے میں جان لیا کریں گے اور آنکھ کے بدلے میں آنکھ اور ناک کے بدلے میں ناک اور کان کے بدلے میں کان اور دانت کے بدلے میں دانت توڑا کریں گے اور ہر قسم کا زخم لگانے والے کو ویسا ہی زخم لگایا کریں گے پھر جو شخص بدلہ لینے کو بطور صدقہ معاف کردے گا تو وہ معافی اس کے اپنے گناہوں کا کفارہ (بدلا) ہو جائے گی۔ اور جو اللہ کے اس نازل کردہ حکم سے فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ حقیقی ظالم (غلط کار) ہیں۔ پھر ہم نے ان تمام رسوّلوں کے بعد مرؑیم کے بیٹے عیسیٰؑ کو مسلسل بھیجا تھا جو کہ تمام موجودہ کتابوں توریت وغیرہ کی تصدیق کرتا تھا اور ہم نے اُسے انجیل عطا کی تھی جس میں ہدایات اور نور تھا اور انجیل بھی سابقہ تمام کتابوں کی طرح جو کتابیں موجود تھیں، توریت وغیرہ، اُن کی تصدیق کرتی تھی اور متقی لوگوں کے لئے پند و وعظ اور ہدایت تھی۔ ہمارا انجیل والوں کے لئے بھی وہی حکم تھا کہ وہ بھی اللہ کے نازل کردہ کے ساتھ احکام نافذ کریں جو انجیل میں موجود ہیں۔ اور یہ کہ جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے فیصلے اور احکام نافذ نہ کریں وہی حقیقی فاسق یا قانون شکن ہوں گے اور اُسی طرح اے نبیؐ ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو حق کی حامل ہے اور حسب سابق تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اسی الکتاب میں سے نازل ہوئی تھیں اور یہ کتاب سابقہ تمام کتابوں کی محافظ ہے۔ لہٰذا تم بھی سابقہ رسوّلوں کی طرح ان لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ سے احکام و فیصلے نافذ کرنا اور اُن کے اجتہاد کی پیروی نہ کرنا اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے نہ ہٹنا ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت کا راستہ مقرر کر دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ نے چاہا کہ تمہیں مختلف زمانوں میں مختلف اُمتیں بنا کر اٹھائے

اور جو احکام وقوانین دیئے جائیں اُن کے استعمال میں تمہیں آزمائے تاکہ تم اپنے اختیارات کے استعمال میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ تم سب کا مرجع رجوع کرنے کا مرکز اللہ ہی ہے چنانچہ جن باتوں کے سمجھنے میں اور جن پر عمل کرنے میں تمہارے درمیان اختلاف رہا ہو اللہ تمہیں بتادے گا۔ لہٰذا تم اے محمدؐ اُن لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ سے احکام وفیصلے نافذ کرو اور اُن کے اجتہاد کی پیروی نہ کرنا اور اُن سے ڈرتے اور بچتے رہنا تاکہ وہ تمہیں فتنہ میں الجھا کر اللہ کے نازل کردہ سے ذرہ برابر بھی ہٹا نہ سکیں۔ چنانچہ اگر وہ اپنی ولایت وحکمرانی قائم کرنے میں کوشاں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ انہیں ان کی متعلقات کے نتیجہ میں مبتلائے مصیبت کر کے چھوڑے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی کثرت فاسق ہے جو اللہ کے نازل کردہ سے حکم نافذ کرنے اور ماننے کے لئے تیار نہ ہوگی (5/47) کیا یہ کثرت تمہارے اعلان نبوت سے پہلے والے احکام ہی کو نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ اور صاحب یقین قوم کے لئے تو اللہ سے بہتر احکام دینے والا کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا حاکم نہ بناؤ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے حاکم ہیں نہ کہ مسلمانوں کے بھی اور جو کوئی اُن کی حکومت اختیار کرے گا وہ تم میں سے ہوتے ہوئے بھی اُن ہی میں شمار ہوگا اور اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ ظالم قوم کو جو اللہ کے نازل کردہ سے احکام لینے اور دینے کی مخالف ہو، ہدایت نہیں کیا کرتا ہے۔'' (مائدہ 51 تا 5/44)

26 (الف)۔ سورہ مائدہ کی آٹھ آیات پر ایک نظر بازگشت۔

قارئین نے دیکھا کہ اللہ نے ان آیات میں اپنی تمام اہم کتابوں کا اور اُن امتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کو وہ کتابیں دی گئی تھیں۔ اور چند باتیں ہر کتاب کے متعلق فرمائی گئی ہیں اول یہ ہر کتاب اور ہر صاحب کتاب نبیؑ سابقہ تمام کتابوں کی تصدیق کرتے تھے اور ہر کتاب میں یہ حکم مستقل طور پر آیا ہے کہ لوگوں پر جو فیصلہ یا حکم نافذ کیا جائیگا وہ کتاب میں نازل شدہ ہوگا اور جو کتاب میں نازل شدہ حکم کو نافذ نہ کرے گا وہ کافر وظالم وفاسق ہوگا۔ تمام نبیوںؑ کو برابر یہ تاکید کی جاتی رہی کہ وہ کتاب میں نازل شدہ سے احکام وفیصلے نافذ کریں گے۔ یہاں تک کہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی اور اُن پر بھی یہی تاکید کی گئی کہ وہ جو بھی حکم دیں یا جو بھی فیصلہ کریں وہ کتاب میں نازل شدہ ہونا چاہئے اور آنحضرتؐ کو یہ بھی بتایا گیا کہ اُن کے سامنے جو لوگ ہیں اُن کی کثرت فاسقوں یعنی ان لوگوں کی کثرت ہے جو کتاب میں نازل شدہ سے فیصلہ کرنا نہیں چاہتے۔ اور چاہتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے جو احکامات جاری تھے اُن کے مطابق احکام اور فیصلے کیا کریں۔ حضورؐ کو اُن سے ڈرتے اور بچتے رہنے کا تقاضہ کیا اور بتایا کہ وہ تمہیں حالات میں الجھا کر کتاب میں نازل شدہ سے ہٹانے کی کوشش وفکر کریں گے اور دوٹوک الفاظ میں اُن کے اجتہادات کی پیروی سے منع کردیا گیا۔ اور یہ فرما کر بات کھول دی کہ مخاطبین کی وہ کثرت یہود ونصاریٰ کو اپنا حکمران اور فیصلہ کرنے والا بنائے ہوئے ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ اللہ نے سارے قرآن میں اس کثرت کا تذکرہ اور اس سے بچ کر رہنے کی تاکیدیں رسولؐ کو کی ہیں اور اُسی کثرت کو قومی حیثیت سے دوسری قوم سے بدلنے اور عذاب کی دھمکیاں دی ہیں اور یہی رسولؐ کی قوم یعنی قوم قریش تھی جس نے اپنے اجتہادات کو نافذ کرنے کے لئے قرآن کو خود ساختہ افسانوں پر فٹ کر کے اُسے جھٹلایا (6/66) اور معنوی تبدیلیاں کر کے اُسے مہجور کیا (25/30-31) اُسی کثرت یا اسی قوم کا ذکر سورہ نساء میں یہ فرما کر واضح کیا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا O وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

الرَّسُوۡلِ رَاَیۡتَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡکَ صُدُوۡدًا Oفَکَیۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡکَ یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِیۡقًا Oاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُ اللّٰہُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَعِظۡہُمۡ وَقُلۡ لَّہُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَوۡلًۢا بَلِیۡغًا Oوَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا Oفَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًاO وَلَوۡ اَنَّا کَتَبۡنَا عَلَیۡہِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِیَارِکُمۡ مَّا فَعَلُوۡہُ اِلَّا قَلِیۡلٌ مِّنۡہُمۡ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ فَعَلُوۡا مَا یُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَاَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا Oوَّاِذًا لَّاٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا Oوَّلَہَدَیۡنٰہُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًاO(4/60-68)

’’اے نبیؐ کیا تم نے اُن قریشیوں کوغور سے نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ’’ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اُن کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں‘‘ مگر ارادہ اُن کا یہ ہے کہ اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کرانے کیلئے طاغوت کے پاس جایا کریں گے۔ حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا یعنی طاغوت کو مٹا دینے کا حکم دیا جا چکا ہے۔ اور ایک خاص شیطان نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ انہیں گمراہی میں حد سے باہر نکال لے جائے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم اُس کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسوؐل اللہ کے سامنے اقرار جرم کرتے ہوئے ندامت کے ساتھ حاضر ہو جاؤ تو تم اُن دہری پالیسی رکھنے والوں کو دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری خدمت میں حاضری سے کتراتے ہیں۔ پھر جب اُن کے سامنے اُن کے ہاتھوں کی کمائی ہوئی مصیبت آجاتی ہے اس وقت وہ تمہارے سامنے جھوٹے حلفیہ بیان دیتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے تو بھلائی اور توفیق حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اے رسوؐل، اللہ اُن کے دلوں میں پوشیدہ منصوبوں کو جانتا ہے تم اُن کی طرف سے بے توجہی اختیار کرلو اور انہیں وعظ کرو اور ایسی بات کہو جو دلوں کے اندر پہنچ کر رہے۔ بہرحال ہم نے جو رسولؐ بھیجا ہے اس لئے بھیجا تھا کہ اللہ کے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ تمہاری نافرمانی کا اپنے اوپر ظلم کرتے فوراً نادم ہو کر تمہارے پاس حاضر ہو جاتے اور تمہارے سامنے اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگتے اور اللہ کا رسوؐل بھی اُن کے گناہ کی معافی کی درخواست کرتا تو وہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پاتے۔ مگر انہوں نے تیرے پاس نادم ہو کر آنے اور معافی طلب کرنے سے جی چرایا لہٰذا وہ معاف نہ کئے جائیں گے۔ نہیں نہیں اے محمدؐ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومنین میں شمار نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے تمام باہمی جھگڑے اور قضیے تم سے فیصلہ کرانے کے لئے نہیں لاتے اور تم کو آخری فیصلہ کرنے والا نہیں مان لیتے اور پھر تم جو بھی فیصلہ کر دو اس میں اپنے دلوں کے اندر بھی رضامند رہیں اور کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔ بلکہ سراسر تسلیم و رضا بن جائیں۔ اور اگر ہم نے اُن کے لئے لازم کر دیا ہوتا کہ وہ خود کو قتل کر ڈالیں یا اپنے اپنے شہروں اور گھروں سے جلا وطن ہو جائیں تو ان میں سے بہت قلیل جماعت نے یہ حکم مانا ہوتا۔ حالانکہ جو بھی نصیحت انہیں کی جائے وہ اس پر بلاچون و چرا عمل کر ڈالا کریں تو یہ اطاعت ان کے لئے زیادہ بہتری اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتی اور جب انہوں نے اس طرح اطاعت کی ہوتی تو فوراً اُسی وقت ہم انہیں عظیم الشان اجر دیتے اور انہیں قائم رہنے والے راستے کی طرف راہنمائی بھی کرتے۔‘‘ (سورہ نساء 68 تا 4/60)

یہ ہیں رسوؐل کی قوم یعنی قریشی عوام کے نام نہاد مسلمان اور اُن کے عقائد و اعمال جن سے یہ قرآن بھرا پڑا ہے اور اللہ نے ہر جگہ اُن کی بھرپور مذمت کی ہے۔ اور ان لوگوں نے کبھی بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہہ دل سے اطاعت نہیں کی ہے اور قرآن میں اللہ نے اطاعت نہ کرنے کے

بہت سے اسباب بیان فرمائے ہیں جو ہم بروقت قارئین کے سامنے پیش کریں گے یہاں تو بات صرف اطاعت کی نہیں ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقدمات کا فیصلہ کرانا غلط سمجھتے تھے اور وہ اس لئے کہ ان کے فیصلوں میں بشری غلطیوں کا امکان مانتے تھے وہ طاغوت سے فیصلہ کرانا اس لئے بہتر سمجھتے تھے کہ طاغوتی فیصلے ذاتی اور شخصی نہ ہوتے تھے بلکہ وہ جمہوری اور مشاورت کے فیصلے ہوتے تھے وہاں دانشوروں کی اجتماعی بصیرت فیصلہ دیتی تھی اور رسولؐ کا فیصلہ تنہا ذاتی فیصلہ ہوتا تھا۔علامہ مودودی نے ان مندرجہ بالا آیات پر اپنے قریشی مسلک کے تحفظ میں چند تشریحات بھی لکھی ہیں۔ان میں سے ایک طاغوت کے سلسلے میں بھی لکھی ہے وہ سن لیں۔

<u>26(ب)۔مودودی نے طاغوت کو عمداً گھناؤنی اور غلط صورت میں پیش کیا ہے حالانکہ طاغوت جمہوری ادارہ ہے جو قرآن میں اجتہاد کرتا ہے۔</u>

<u>مودودی اور طاغوت</u>: ''91؎ یہاں صریح طور پر ''طاغوت'' سے مراد وہ حاکم ہے جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔ اور وہ نظام **<u>عدالت</u>** ہے جو نہ تو اللہ کے اقتدار اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔لہٰذا یہ آیت (4/60) ان معنی میں بالکل صاف ہے کہ جو عدالت ''طاغوت'' کی حیثیت رکھتی ہو اُس کے پاس اپنے معاملات فیصلہ کے لئے لے جانا ایمان کے منافی ہے اور خدا اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کا لازمی اقتضا یہ ہے کہ آدمی ایسی عدالت کو جائز عدالت تسلیم کرنے سے انکار کردے۔قران کی رو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر دونوں لازم و ملزوم ہیں اور خدا اور طاغوت دونوں کے آگے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 367)

اس بیان سے پہلے یا بعد میں مودودی کو لکھنا چاہئے تھا کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ اسلام کے منکر تھے۔اور یہ بتانا چاہئے تھا کہ عہد رسولؐ میں یا اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت یعنی 5 ہجری میں وہ کونسی عدالت یا حاکم تھا جس سے فیصلہ کرانے کیلئے اس آیت میں مذکور لوگ اپنے مقدمات لے جایا کرتے تھے؟ اور یہ کہ وہ حاکم یا عدالت نہ خدا کے اقتدار اعلیٰ کو مانتے تھے نہ کتاب خداوندی کو سند تسلیم کرتے تھے؟ پھر مودودی کے اپنے ترجمہ کے مطابق آیت میں مذکور وہ لوگ ہیں جو قرآن پر اور سابقہ کتابوں پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ایسے لوگ یقیناً ایسی عدالت اور ایسے حاکم کے پاس ہرگز نہ جا سکتے تھے جو اللہ اور اس کی کتابوں پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔لہٰذا یہاں جسے طاغوت کہا گیا ہے وہ نہ منکر خدا ہوسکتا ہے نہ منکر کتاب ہوسکتا ہے۔لہٰذا مودودی نے اپنے قارئین کی توجہ ایک فرضی اور گھناؤنے شخص یا عدالت کی طرف پھیر دی ہے۔ہم بتاتے ہیں کہ وہ حاکم اور عدالت ہجرت سے بھی پہلے سے بلکہ رسولؐ کی پیدائش سے بھی برسوں پہلے سے مدینہ میں موجود تھی اور وہاں تمام یہود و نصارا کے مقدمات فیصلے کیلئے لائے جاتے تھے اور فیصلے صادر ہوتے اور تسلیم کئے جاتے تھے اور وہ عدالت یا وہ ادارہ اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور اس کی کتابوں کو برحق مانتا تھا۔ مگر وہ ادارہ اجتہاد کرکے اور علما کے مشورہ کے بعد اجتماعی یا اجماعی فیصلہ صادر کرتا تھا۔اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اُسی ادارہ کی درسگاہ میں حضرت عمر درس لیتے تھے اور اجتہاد سیکھتے تھے لہٰذا طاغوت کی ذیل میں مودودی کی دونوں باتیں صحیح ہیں وہ حاکم جناب عمر بن الخطاب تھے اور وہ عدالت یہودی عدالت تھی جہاں مذکورہ لوگ اپنے مقدمات لے جانا پسند کرتے تھے اور یہ سب مسلمان تھے مگر قریشی دین کے مسلمان تھے۔وقت آنے پر ہم باقاعدہ اجتہاد پر ثبوت پیش کریں گے لہٰذا طاغوت کے معنی مجتہدین کا ادارہ یا عدالت جو اللہ، رسولؐ اور کتب خداوندی پر ایمان رکھتے ہوئے قرآن سے اجتہادی فیصلے نافذ کرنا جائز سمجھتے ہیں (تفصیل آنے والی ہے) اسی یہودی ادارہ کی حاکمیت اختیار کرنے سے اللہ نے منع کیا تھا (5/51) اور اسی اجتہادی ادارہ سے بچ کر رہنے کا رسولؐ کو حکم ملا تھا (5/49)۔

لٰہذا طاغوت کے معنی مودودی نے گھناؤنے بنا کر ''حد سے تجاوز'' کیا ہے اور خود اپنے طاغوت ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ذرا خود اُن کے قلم سے لفظ طاغوت کے معنی ملاحظہ فرمائیں:

''686؎ ''طاغوت'' لغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 196)

لٰہذا قرآن میں کوئی حکم یا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے یہ حد مقرر کی گئی کہ '' بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ '' وہ حکم یا فیصلہ اللہ کے نازل کردہ کے ساتھ'' ہونا چاہئے۔ لٰہذا قرآن کی رو سے ہر وہ شخص طاغوت کہلائے گا جو اللہ کے نازل کردہ حکم میں اپنی طرف سے کچھ اور بڑھا دے۔ یعنی اپنی ذاتی رائے یا سوجھ بوجھ یا بصیرت کو داخل کر دے۔ اس لئے ہم نے تمام مجتہدین کو طاغوت سمجھا اور لکھا ہے کیونکہ وہ اپنی رائے سے حکم نافذ کرتے ہیں۔ اور رسوؐل اللہ چونکہ قرآن کا حکم نافذ کرنے کے پابند تھے لٰہذا وہ لوگ ہر اُس شخص سے فیصلہ کرانا پسند کرتے تھے جو فیصلے کو اُن کی عقل وبصیرت کی پسند کے مطابق تیار کر کے دیتا ہو۔ اور یہی مجتہدانہ طریقہ چونکہ آج تک مسلمانوں میں جاری اور جائز ہے اس لئے مودودی بچ بچ کر محتاط زبان بولتے ہیں۔ اور اپنے ترجموں اور بیانات میں اپنے مجتہدین کے لئے گنجائش پیدا کرتے چلے جاتے ہیں اور کہیں لفظ اجتہاد نہیں لکھتے ہیں۔

26(ج)۔ مودودی اور قریش کو سمجھنے کے لئے عنوان نمبر (26) میں مذکور آیات (51 تا 5/44) پر دوبارہ نظر ڈالئے اور بزرگ ترین سُنی علما کا ترجمہ دیکھئے۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ نے تین مرتبہ یہ حکم دیا ہے کہ ''اللہ کے نازل کردہ سے حکم دیا جائے'' اور ہر مرتبہ اُن لوگوں کو کافر و ظالم و فاسق قرار دیا ہے جو اللہ کے نازل کردہ سے حکم نافذ نہ کریں۔ اور مودودی نے اپنے ترجموں میں ہر جگہ ایک فاضل لفظ ''مطابق'' کا اضافہ کیا ہے تاکہ اجتہاد کے لئے گنجائش نکالی جاسکے۔ یہاں وہ چھ مقامات سامنے لاتے ہیں اور ہر جگہ شاہ ولی اللہ، رفیع الدین اور مودودی کا ترجمہ ترتیب وار لکھتے ہیں تاکہ قارئین کو فرق اور حقیقت معلوم کرنا آسان ہو جائے۔ دیکھئے:

اللہ نے فرمایا: وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ (5/47)

1۔ مودودی ترجمہ: ''اور اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔''

2۔ رفیع الدین: ''اور چاہئے کہ حکم کریں اہل انجیل ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے بیچ اس کے۔''

3۔ ولی اللہ: ''باید کہ حکم کنند اہل انجیل بآنچہ فرو فرستادہ است خدائے تعالیٰ در وے۔''

اللہ نے فرمایا: فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ..الخ (5/48)

1۔ مودودی: ''تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو۔''

2۔ رفیع الدین: ''پس حکم کر درمیان اُن کے ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے۔''

3۔ ولی اللہ۔ ''حکم کن درمیان ایشاں بآنچہ فرو آوردہ است خدا۔''

اللہ نے فرمایا: وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (الخ)(5/49)

1۔ مودودی: ''تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق اُن لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو۔''

2۔ رفیع الدین: ''اور یہ کہ حکم کر درمیان اُن کے ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے۔''

3۔ ولی اللہ: ''کہ حکم کن میان ایشاں بآنچہ فرو وآوردہ است خدا۔''

اللہ کے نازل کردہ سے احکام نافذ کرنے پر یہ تینوں مقام اور تینوں علما کے ترجمے آپ نے دیکھ لئے اب خلاف ورزی پر تین مقامات دیکھیں

اللہ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ O (5/44)

مودودی: ''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔''

رفیع الدین: ''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں کافر''

ولی اللہ: ''وہر کہ حکم نہ کند بآنچہ فروفرستادہ است خدا پس ایشاں اندنا معتقدان۔''

اللہ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O (5/45)

مودودی: اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

رفیع الدین: اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اُس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم۔

ولی اللہ: وہر کہ حکم نہ کند بآنچہ خدا فروفرستادہ است پس ایشانند ستمگاران۔

اللہ نے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (5/47)

مودودی: ''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔''

رفیع الدین: ''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق۔''

ولی اللہ: ''وہر کہ حکم نہ کند بآنچہ فروفرستادہ است خدا پس ایشانند بدکاران۔''

یہ تھے قرآن اور مترجمین کے الفاظ جو نافرمانی کرنے والوں کے لئے لکھے گئے۔ اللہ نے یہاں بھی اور پہلے بھی بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فرمایا ہے۔ اور رفیع الدین اور ولی اللہ نے ان تینوں الفاظ کا ترجمہ ''اس چیز سے کہ اتاری ہے اللہ اور بآنچہ فروفرستادہ است خدا'' کیا ہے۔ اور مودودی نے ہر جگہ ''اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق'' لکھا ہے اب دیکھنا یہ ہے مودودی نے ''قانون کے مطابق'' کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے؟ وہاں تو صرف ایک لفظ ہے ''بِمَا'' اور اس ایک لفظ میں نہ لفظ ''قانون ہے'' نہ لفظ ''مطابق'' ہے اور نہ اس میں ان دونوں الفاظ کی گنجائش ہے۔ اور یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مودودی نے یہ الفاظ آیت کا مفہوم بدلنے کے لئے اپنے اجتہادی وقریشی مذہب کی حفاظت کیلئے بڑھائے ہیں اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ احکامات ''قرآن میں نازل شدہ سے دیئے جائیں۔ اس لئے کہ اس طرح قرآن کے الفاظ کی پابندی بھی کرنا پڑے گی اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ فلاں نمبر کی آیت سے حکم دیا گیا ہے لیکن ''اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق'' کہنے سے بات سارے قرآن پر پھیل جاتی ہے اور لفظ ''مطابق'' طے کرنا ایک الجھی ہوئی بات ہے۔ مثلاً شیعوں کا ترجمہ لفظ مطابق کی وجہ سے برحق اور اہلسنت بھی اس مطابق کی پناہ لیتے ہیں۔ اور قادیانی بھی اسی طرح سب کچھ قرآن کے مطابق کرتے ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا مردود وملعون ابلیسی لفظ ہے کہ جس سے ایک قرآن کے دس قرآن بنا لئے گئے اور وہ سب ماشاء اللہ خدا کے نازل کردہ کے مطابق ہیں۔ یہ دوسرا لفظ قانون بھی قرآن نے مردود رکھا ہے اور اسے بھی استعمال نہیں کیا ہے۔ پھر مودودی سے پوچھنے کی بات یہ ہے کہ یہ لفظ ''بِمَا'' اچانک سامنے نہیں آیا ہے قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے اور کہیں انہوں نے اس کے یہ معنی نہیں کئے جو ان آٹھ آیات (5/44-51) میں کئے ہیں۔ اسی سورہ مائدہ میں ان آیات سے پہلے یہ لفظ یوں آیا ہے کہ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا

جَزَاءً بِمَا كَسَبَا (5/38) مودودی کا ترجمہ ہے کہ ''دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 467)

قارئین نوٹ کریں کہ یہ آیت ہماری پیش کردہ آیات سے صرف چھ آیات پہلے آئی ہے۔اور یہاں لفظ ''بِمَا'' موجود ہے لیکن نہ یہاں ترجمہ میں قانون لکھا نہ مطابق کی ضرورت پیش آئی ہے۔اور علامہ رفیع الدین کا ترجمہ یہاں بھی ''سزا بدلے اس چیز کے جو کمایا انہوں نے'' پھر بارہ آیات کے بعد یہ لفظ پھر آیا۔وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا (5/64) اور مودودی کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''لعنت پڑی اُن پر اُس بکواس کی بدولت جو یہ کرتے ہیں'' یہاں بھی نہ قانون ہے نہ مطابق ہے۔مودودی نے چاہا تھا کہ ہر مترجم اور حکم نافذ کرنے والا آزاد رہے اور جس حکم کو مطابق سمجھے نافذ کردے۔چنانچہ سیکڑوں فرقے بنے اور ہر فرقے نے اپنے احکام ومسائل مختلف دیئے اور ہر ایک نے قرآن کے مطابق سمجھ کر احکام دیئے۔یہ ہے اجتہاد کہ سب مجتہد قرآن سے غلط احکام دیتے ہیں۔

26 (د)۔ مودودی کی تشریح جس سے اُن کا اور قریش کا حال اور عقیدہ معلوم ہو کر قرآن کے خلاف عمل درآمد واضح ہو جاتا ہے غور سے پڑھیئے۔

مودودی آیات (47 تا 5/44) پر ایک طویل مگر دلچسپ بیان دیتے ہیں جو ہمارے مقصد کو تقویت دیتا ہے سنئے:

''77۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے حق میں جو خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تین حکم ثابت کئے ہیں۔ایک یہ کہ وہ کافر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ ظالم ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان خدا کے حکم اور اس کے نازل کردہ قانون چھوڑ کر اپنے یا دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلہ کرتا ہے وہ دراصل تین بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔اولاً اس کا یہ فعل حکم خداوندی کے انکار کا ہم معنی ہے اور یہ کفر ہے۔ثانیاً اُس کا یہ فعل عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہو سکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا۔اس لئے جب خدا کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔تیسرے یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اُس نے اپنے مالک کے قانون سے منحرف ہو کر اپنا یا کسی دوسرے کا قانون نافذ کیا تو درحقیقت بندگی واطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔یہ کفر وظلم وفسق اپنی نوعیت کے اعتبار سے لازماً انحراف از حکم خداوندی کی عین حقیقت میں داخل ہیں۔ممکن نہیں ہے کہ جہاں وہ انحراف موجود ہو وہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔البتہ جس طرح انحراف کے درجات ومراتب میں فرق ہے۔اُسی طرح ان تینوں چیزوں کے مراتب میں بھی فرق ہے۔ جو شخص حکم الٰہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ مکمل کافر وظالم وفاسق ہے (اب مجتہدین کو بچانے کا راستہ ہموار کرتے ہیں) اور جو اعتقاداً حکم الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو (قریش) نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو کفر وظلم وفسق سے مخلوط کر رہا ہے (اور یہی قریش کا مذہب وعقیدہ تھا)۔اسی طرح جس نے تمام معاملات میں حکم الٰہی سے انحراف اختیار کر لیا ہے وہ تمام معاملات میں کافر وظالم وفاسق ہے۔اور جو بعض معاملات میں مطیع ہے اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان واسلام اور کفر وظلم وفسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔بعض اہل تفسیر نے ان آیات کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص قرار دینے کی کوشش کی ہے۔مگر کلام الٰہی کے الفاظ میں اس تاویل کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔اس تاویل کا بہترین جواب وہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔اُن سے کسی نے کہا کہ یہ تینوں آیتیں تو بنی اسرائیل کے حق میں ہیں۔کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ یہودیوں میں سے جس نے خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہو وہی کافر وہی ظالم

اور وہی فاسق ہے۔ اس پر حضرت حذیفہ نے فرمایا:

نعم الاخوۃ لکم بنو اسرائیل ان کانت لھم کُلُ مُرَّۃ ولکم کُل حلوۃ کَلّا و اللّٰہ لتسلکنّ طریقھم قدر ا الشراک۔''

کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب اُن کے لئے ہے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے ہرگز نہیں خدا کی قسم تم اُن ہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 476)

مودودی مجتہدین کو بچانے کے لئے افترا کرتے رہے۔ مگر یہ مان لیا کہ عدل کے تمام احکام قرآن میں نازل شدہ موجود ہیں۔

27۔ پرویز اور پرویز کا شاہکار رسالت یعنی غلام احمد اور عمر بن الخطاب اور پرویز کا وہ خود ساختہ زینہ جس پر چڑھا کر عمر کو شاہکار بنایا ہے۔

اس عنوان میں سب سے پہلے اِس لقب ''شاہکارِ رسالت'' پر توجہ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے لکھے ہوئے دو عدد القابات کا فرق سمجھنے سے آپ اُن کی غرض وغایت سمجھ سکیں گے وہ دونوں لقب یہ ہیں 1۔ شاہکار رسول۔ 2۔ شاہ کار رسالت۔ پہلے لقب سے عمر ایک رسوؐل کی تنہا محنت وکوشش کا ثمرہ یا نتیجہ سمجھے جائیں گے۔ اور دوسرے القاب کی رو سے عمر پوری رسالت یا تمام رسوؐلوں کی اجتماعی محنت وکوشش کا ثمرہ یا نتیجہ بن جاتے ہیں۔ اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جناب عمر تمام رسوؐلوں کے سامنے بطور ہدف یا مطمحِ نظر یا نصب العین کی طرح موجود نہیں رہے لہٰذا عمر تمام رسوؐلوں کی محنت وکوشش کا ثمرہ یا نتیجہ نہیں ہو سکتے لہٰذا یہ لقب غلط ہے۔ البتہ انہیں اگر شاہکار رسوؐل یا شاہکار محمدؐ کا لقب دیا جاتا تو پرویز کے عقیدے کی رو سے موزوں ہوتا۔ چنانچہ عمر ہرگز ''شاہکار رسالت'' نہیں ہو سکتے۔ البتہ اظہار محبت کے لئے ہم منظور کئے لیتے ہیں مگر اظہار حقیقت کے لئے یہ لقب غلط ومردود ہے۔ یہ اُسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے جب عمر تمام رسوؐلوں کا نصب العین ثابت ہو جائے۔

27 (الف)۔ سابقہ صفحات اور اس خطبہ کی تشریحات پر نظر بازگشت۔

ہمارے قارئین دیکھ چکے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کی واضح آیات سے حضرت عمر کے بہت سے فضائل پیش کئے ہیں اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطبہ کے نکات میں جناب پرویز اور عمر کا ذکر پہلے نمبر پر کیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پرویز کی کتاب ''شاہکار رسالت'' ہمارے سامنے رہی ہے۔ اور آگے چل کر خطبہ کی تشریحات میں ہم نے قرآن کریم کی آیات (7/175-176) سے عمر کو ایک ایسی ہستی کا شاہکار ثابت کیا ہے جو ہر رسوؐل کے سامنے رہی اور ہر رسوؐل نے اُسکے سامنے اپنا مشن چلایا اور پورا کیا۔ یعنی جو ہستی تمام رسوؐلوں اور اُن کے کردار پر نظر رکھتی چلی آئی ہے۔ ایسی ہستی کا ''شاہکار'' ہونا اتنا بڑا مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نہیں ملا ہے۔ پھر حضرت عمر کو اس نے اپنا ''شاہکار'' ہی نہیں بنایا تھا بلکہ اپنے بے مثل مشن کو عمر کے سپرد کر کے اُسے اپنا راہنما مان کر اس کی تقلید واقتداء واتباع بھی اختیار کر لی تھی اور قیامت تک اُن کے نقش قدم پر چلنا طے کر لیا تھا۔

27 (ب)۔ پرویز صاحب کن کن مذہبی اور بے دینی انقلابات سے گزر کر نئے سرے سے مسلمان (نو مسلم) ہوئے اور شاہکار رسالت لکھنے کی منزل تک پہنچے؟

پرویز کی کتاب شاہکار رسالت پڑھ لینے والے قارئین جانتے ہیں کہ وہ اپنے آبائی مذہب حنفیت اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے والہ و شیدا رہے ہیں۔ انہوں نے ایک مقدس، وسیع المشرب حنفی عالم اور صاحب کرامات صوفی، اپنے دادا کی زیر تعلیم وتربیت اپنا بچپن اور جوانی گزاری ہے۔ انہوں نے بچپن ہی سے مراقبات ومجاہدات وریاضت اور چلہ کشیوں اور زاویہ نشینی کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ وہ قوالی کی محفلوں میں بڑے ادب سے شریک ہوتے رہے۔ انہوں نے شیعوں کی مجالس عزا میں بھی شرکت جاری رکھی تھی۔ انہوں نے مختلف فرقوں اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ بھی کیا

تھا۔اُن کی نگاہ مشرقی ومغربی علوم ومذاہب پر حاوی تھی اور باطنی علوم کی گہرائیاں بھی کافی عمیق ہوگئی تھیں۔

1۔سُنّی حدیث کی کتابوں اور تاریخوں وغیرہ نے اور ہندو سادھوؤں نے پرویز کو بے دین کر دیا۔

وہ برابر اُن راہوں پر گامزن رہے یہاں تک کہ وہ جب بہت سی کتابیں پڑھ چکے اور بہت مختلف الخیال لوگوں سے مل چکے تو ان کے اندر ایک انقلاب آ گیا۔پرویز کے الفاظ میں ان کی کیفیت سننے کے قابل ہے انہوں نے شاہکار رسالت میں یہ لکھ دیا ہے کہ:

''میری وہ جنت چھن رہی تھی جس نے میرے دل و دماغ کو بچپن سے پُر بہار بنا رکھا تھا۔میرا وہ سکون برباد ہو رہا تھا جسے میں نے برسوں کی حسین آرزوؤں اور مقدس دعاؤں سے حاصل کیا تھا اور جسے حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنی صحت بھی قربان کر دی تھی۔لے دے کے ذکر وفکر صبحگاہی (تصوف) کا پیدا کردہ ایک سرور تھا۔سو میری حرماں نصیبی (اور اب میں سمجھتا ہوں کہ میری خوش بختی) کہ وہ بھی ''نذر برہمن' ہوگیا۔تفصیل اس غارت گری بہار چمن کی دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی ہے''۔(گزرگاہ خیال (اوائل ایڈیشن) صفحہ 27 تا32 کا ماحصل)

اس کے بعد پرویز نے ہندوؤں سادھوؤں،سنیاسیوں،یوگیوں سے اپنے دادا کی موجودگی میں ملاقاتیں کرنے اور اُن سے کرامات کے سرزد ہونے کا ذکر کیا اور نتیجہ یوں بیان کیا ہے کہ:''اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ میرا وہ سکون بھی چھنتا چلا گیا جسے حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنی صحت بھی قربان کر دی تھی۔اس کے اثرات عمر بھر میرے ساتھ رہے اور اب (1973ء میں) بھی اسی طرح موجود ہیں مجھے صحت مند زندگی (1973ء تک) کبھی نصیب نہیں ہوئی۔''(صفحہ 32 گزرگاہِ خیال)

2۔پرویز صاحب کے دماغ میں عجمی اسلام کا خبط کیسے سمایا تھا۔

پھر پرویز علامہ اقبال کی مثنوی اسرار خودی پڑھنے اور اس کے نتیجے کا ذکر کرتے ہیں کہ''پہلے ایڈیشن میں حافظ کے متعلق وہ اشعار بھی تھے جن کی بنا پر ملک بھر کے متصوفین نے علامہ اقبال کے خلاف طوفان برپا کر دیا تھا۔اس بحث ونزاع میں علامہ اقبال نے''عجمی اسلام'' یا اسلام پر عجمی اثرات کا بار بار ذکر کیا گیا تھا اور یہ بات میرے دماغ کے ساتھ چپک گئی تھی۔لاہور کی نسبتاً آزاد فضا میں میرے دل میں اس تجسس کا جذبہ بیدار ہوا کہ معلوم کیا جائے کہ حقیقی اسلام اور عجمی اسلام میں کیا فرق ہے؟اور وہ عجمی اثرات کیا تھے جن سے حضرت اقبال نے اس طرح متنبہ کیا تھا۔یہاں سے تحقیقات کا ایک نیا باب میرے سامنے کھل گیا۔

3۔پرویز کے دماغ میں اپنے آبائی مذہب کے معتقدات دھندلائی صورت میں ہمیشہ موجود رہے۔

''یہ تحقیق یکسر آزادانہ تھی کیونکہ سابقہ اسلام کی اندھی عقیدت اُن شکوک وشبہات نے ختم نہیں تو دھندلی ضرور کر دی تھی۔جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔۔۔۔مجھے اس حقیقت کے اعتراف واعلان میں کوئی باک یا تامل نہیں کہ اس زمانے میں میں سابقہ معتقدات میں سے کسی پر بھی میرا یقین باقی نہیں رہا تھا۔(مگر مذبذب ضرور تھا)۔یا یوں کہئے کہ میں اُس زمانہ میں ''لَا'' کی منزل سے گزر رہا تھا مگر منزل تک نہ پہنچا تھا۔''(ایضاً صفحہ 33/34)

4۔سابقہ معتقدات پرویز کے جذبات سے تعلق رکھتے تھے جن سے چھٹکارا پرویز پر دشوار گزرا۔

پرویز صاحب دوسروں پر ڈاکہ ڈالنے کی ترکیب بتاتے بتاتے خود لٹ گئے اور اپنی پوری کدّ وکاوش اور پردہ پوشی کا بھانڈہ پھوڑنے میں لکھتے ہیں کہ:

''ان تحقیقی کاوشوں کی روح سے تفسیر وروایات اور فقہ وتاریخ کی پیدا کردہ تاریکیاں کس طرح چھٹ گئیں یہ داستان تو آپ کے سامنے آ گئی۔تصوف کی دلدل سے میں کس طرح باہر نکلا؟ یہ قصہ ابھی محتاج بیان ہے۔اس داستان کے بیان کرنے سے پہلے میں اہم نکتہ آپ کے سامنے لانا

ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جن غلط نظریات کا تعلق انسان کے ذہن (Intellect) سے ہوتا ہے۔فکری طور پر انکی تصحیح یا اصلاح آسانی سے ہو سکتی ہے۔لیکن جن تصورات کا تعلق اس کے جذبات (Emotions) سے ہو وہ دل کی گہرائیوں میں پیوست ہوتے ہیں۔اس لئے اُن سے چھٹکارا حاصل کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔قرآن کریم نے جب بنی اسرائیل کے لئے کہا تھا کہ: وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (2/93) گوسالہ کی محبت (اُن کی حق پوشی کی بنا پر) ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکی تھی۔'' تو اس سے اسی حقیقت کا اظہار مقصود تھا۔'' (صفحہ 37)

یہاں قارئین یہ نوٹ کرنا مفید ہوگا کہ پرویز نے یہ اس آیت کا آخری لفظ نہیں لکھا نہ اس کے معنی کو ترجمہ میں شامل کیا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ کسی چیز کی محبت دل میں کیوں اتر جاتی ہے؟ یعنی اگر غلط اور باطل چیز کی محبت دل میں اترے تو اس کا سبب کفر یا حق پوشی ہوتا ہے اور اگر صحیح و حق چیز کی محبت دل میں راسخ ہو جائے تو اس کا سبب ایمان و حق ہوا کرتا ہے۔اور جب تک یہ محبت دل سے نہ نکلے تو وہ کفر پر اور یہ ایمان پر برقرار رہتا ہے یعنی لاکھوں دلائل کے باوجود وہ کفر کو نہیں چھوڑتا اور یہ ایمان و حق کو نہیں چھوڑتا۔یعنی یہ دیکھنا یہ ہوگا کہ جس چیز کی محبت دل میں ہے وہ باطل ہے یا حق ہے۔اور پرویز کے بیانات سے اُن چیزوں کا غلط اور باطل ہونا ثابت ہے جو بچپن سے اُن کے قلب و ذہن میں راسخ ہوتی چلی آئی تھیں۔اور ان کا دل کی گہرائیوں میں اتر جانا اُن دردانگیز بیانات سے ثابت ہے جو انہوں نے اُن سے محروم ہونے کے متعلق لکھے ہیں اور یہ کہ وہ معتقدات مٹ نہیں گئے تھے بلکہ وہ دھندلے پڑ گئے تھے مگر موجود تھے۔اور ان کا موجود ہونا ہی اُن عقائد کی بنیاد بنتا ہے جو پرویز نے شاہکار رسالت میں بیان کئے ہیں اور جن کا ثبوت ہم دیں گے۔

5۔ پرویز دل میں جمی ہوئی محبت کی بنا پر صرف ہزار سالہ مسلمانوں کے کردار پر آنسو بہاتے ہیں۔

اور اسی لئے پرویز اپنے زمانہ تک اسلام کے چودہ سو سال نہیں لکھتے بلکہ چار سو سال کو چھوڑ کر ایک ہزار سال میں گزرنے والے مسلمانوں کی مذمت یوں کرتے ہیں کہ:

''ہمارے یہاں کے اس ہزار سالہ عرصہ میں مذہب اسلام کے متعلق اتنا کچھ لکھا گیا کہ اسے یکجا کیا جائے تو اہرام مصر بھی اس ڈھیر کے سامنے پست نظر آئیں گے۔لیکن دیدۂ عبرت اس حرماں نصیبی پر جس قدر آنسو بھی بہائے کم ہے کہ اُسے اس آسمان بوس انبار میں قرآن خالص کے متعلق جو کچھ ملے گا وہ نہ ہونے کے برابر ہوگا قرآنی لغات میں بھی لے دے کے امام راغب کا نام لیا جا سکتا ہے۔وہ بے شک ایک مفید کوشش ہے لیکن وہ ایسی مختصر ہے کہ اس سے قرآنی تصورات سامنے نہیں آسکتے۔ میں یہ نہیں کہتا (حالانکہ کہہ چکے) کہ قرآن خالص کے متعلق کسی نے کوئی مفید کام کیا ہی نہ تھا۔کیا ہوگا لیکن قدامت پرست طبقہ نے اسے باقی نہیں رہنے دیا۔کہ ان کی انتہائی کوشش یہی رہی ہے کہ قرآن کریم اُمت کی نگاہوں سے اوجھل رہے کیونکہ اس کی تعلیم کے بے نقاب اور عام ہو جانے سے ان کے مفادات پر زد پڑتی تھی۔'' (صفحہ 37)

یہاں پرویز ''قدامت پرست طبقہ'' کہہ کر اپنے قاریوں کو اُن سے نفرت دلانا اور اُن کی طرف سے توجہ ہٹانا چاہتے ہیں۔لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ یہ قدامت پرست کون لوگ ہو سکتے ہیں اور وہ قدامت کیا ہے جس کی حفاظت وہ پرستش کی حد تک کرتے ہیں؟ یہاں اگر قدامت سے عہد جاہلیت کے لوگ مراد لئے جائیں تو پرویز کو قدامت پرست طبقہ کی جگہ کفر پرست طبقہ لکھنا چاہئے تھا اور اس سے مذکورہ ہزار سال کے لوگوں کو مسلمان ماننے کی بجائے کافر تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ نہ پرویز کو پسند آئے گا نہ اُن کے قاریوں کو گوارا ہوگا۔اور اگر قدامت سے عہد رسولؐ اور بعد رسولؐ کے وہ لوگ مراد لئے جو اُن چار سو سال میں گزرے جن چار سو سالوں کو پرویز نے الگ کر دیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ وہ ایسے لوگ تھے جو قرآن

پر عمل کرنے میں اپنا نقصان سمجھتے تھے اور جن کا مفاد قرآن کے خلاف زندگی اختیار کرنے میں تھا۔ لہٰذا بعد کے ہزار سالوں میں جو لوگ گزرے وہ اُن قدیم مسلمانوں کے عملدرآمد کی حفاظت پرستش کی حد تک کرتے رہے اور انھوں نے نہ چاہا کہ خالص قرآن اُمت کے سامنے آسکے۔ اور ہم یہی کچھ خود پرویز کے قلم سے دکھانے والے ہیں۔

6۔ پرویز خالص قرآن تک پہنچنے اور اسے امت تک پہنچانے کے سلسلے میں اپنی تصنیفات پر فخر کرتے ہیں۔

پرویز نے اعلان کیا ہے کہ وہ خالص قرآن کی تعلیمات میں کامیاب ہوگئے ہیں اور انہوں نے ''لغات القرآن'' مفہوم القرآن'' اور درجنوں خالص قرآنی حقائق بیان کرنے پر کتابیں لکھی ہیں۔ (صفحہ 37-36)

7۔ پرویز تصوف کی دلدل سے نکلنے میں بھی ہندوؤں کے ایک پنڈت کا قصہ سناتے ہیں اور تصوف پر ایک کاری ضرب لگاتے ہیں۔

اس کے بعد پرویز اپنے ڈرامائی انداز میں خود کو ایک صاحب کرامات اور تصوف اور یوگا ازم اور ہپناٹزم کا ماہر بتاتے ہیں اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ میں نے آزما کر عملاً دیکھا ہے کہ یہ سب بکواس ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اس کے ساتھ ہی میں نے اُس پنڈت کی زیر ہدایت یوگ کی مشقیں شروع کردیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں میں نے دیکھ لیا کہ یوگ کی ان مشقوں اور تصوف کے مراقبوں میں صرف طریق کار کا فرق ہے ماحصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی قوت خیال کا ارتکاز (concentration of willpower) دفاتر کے شملہ جانے پر میں نے پنڈت جی کی بتائی ہوئی سمادھی میں جانا شروع کیا اور چند ہی ماہ کی مشقوں کے بعد میں وہیں پہنچ گیا جہاں مجھے مراقبوں اور مجاھدوں نے پہنچایا تھا اسی زمانے میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کچھ مشرق میں ان طریقوں سے حاصل کیا جاتا ہے یورپ میں وہی کچھ عمل تنویم (ہپناٹزم) کے ذریعہ پیدا کرلیا جاتا ہے۔ میں نے اس کی بھی مشق کی اور دیکھا کہ منتہیٰ اس کا بھی وہی ہے۔ اس عملی تحقیق کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جہاں تک تصوف کے کراماتی گوشہ کا تعلق ہے یہ ایک فن ہے جسے ہر شخص بلا تمیز مذہب وملت حاصل کرسکتا ہے (یعنی مثلاً برسوں کی ڈوبی ہوئی کشتی کو نکال سکتا ہے) اُسی طرح جیسے ورزش اور کسرت سے ہر شخص اپنی جسمانی قوت میں اضافہ کرسکتا ہے یہ رہا تصوف کا فنّی پہلو۔ لیکن اس کی اصل و بنیاد اس دعوے پر استوار کی جاتی ہے کہ اس سے خدا سے ''ہم کلامی'' حاصل ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم سے میں نے اس حقیقت کو بھی سمجھ لیا کہ خدا سے ہم کلامی صرف حضرات انبیاءؑ کرام کو حاصل ہوتی ہے (جیسے حضرت مریمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی والدہؑ کو) جسے وحی کہا جاتا ہے۔ اس کا سلسلہ حضور نبی اکرمؐ کی ذات پر ختم ہوگیا۔ حضورؐ کے بعد خدا سے ہم کلامی کا تصور ختم نبوت کی مہر توڑنے کا نہایت غیر محسوس اور بظاہر معصوم سا طریقہ ہے اور عجمی سازش کا نتیجہ ہے۔ خدا نے اپنی جو باتیں یا کلام انسانوں تک پہنچانا تھا وہ قرآن کریم میں محفوظ کردیا ہے۔ اُن میں نہ کسی تبدیلی کی ضرورت ہے نہ اضافہ کی حاجت۔ لہٰذا مزید ہم کلامی کا کوئی مقصد نہیں۔ یہی ختم نبوت کا مفہوم ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں صوفیا کے ''کشف والہام'' اُن کے اپنے ''نفس غیر شعوری'' کی کرشمہ سازیاں ہوتے ہیں۔ خدا سے ہم کلامی نہیں ہوتے۔ ختم نبوت کے بعد خدا سے ہم کلامی کے عقیدے نے اسلام کو کس قدر مسخ کیا اور اُمت کو کس طرح تباہ کیا ہے اس کی تفصیل کتاب کے آخری باب میں سامنے آئے گی۔ یہ ہے مختصر الفاظ میں میرے سفرِ حیات کی داستان'' (صفحہ 39-38)

8۔ پرویز کے قرآن اور دین کے متعلق سرِ دست چند جملے۔

اب پرویز کے قلم سے دو ایک ایسے جملے بھی نوٹ کرلیں جن کی خلاف ورزی کرنے پر پرویز کی پٹائی کی بنیاد استوار ہو جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

1۔ جو دین نبی اکرمؐ کی وساطت سے منجانب اللہ ملا تھا وہ بتمام وکمال قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے۔''

2۔ دین کے تمام معاملات میں حق و باطل اور صحیح وغلط کا معیار قرآن کریم ہے۔ روایات ہوں یا تاریخ، شریعت ہو یا طریقت۔ غرضیکہ جو کچھ بھی اسلام کے نام سے ہمارے یہاں مروّج ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے۔ جو اس پر پورا اترے اُسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ جو اس کے خلاف ہو اُسے مسترد کر دیا جائے۔''(صفحہ 39)

ان چند سطور میں پرویز صاحب سے اور اُن کے مذہبی تصورات سے سرسری اور مختصر سا تعارف مقصود تھا۔ تا کہ ان کی وہ زندگی اور اس زندگی کے نتائج سامنے آجائیں جن کی بنا پر انہوں نے ایک انقلابی مہم کا آغاز کیا اور اپنے زمانہ تک چلتے چلے آنے والے اسلام کی ہر مسلّمہ چیز کا انکار کر دیا ہے۔

9۔ پرویز اوران کی یہ اسکیم تجربے کی نظر میں۔

قارئین یہ سن کر آگے بڑھیں کہ ہم پرویز، اُن کے خاندان اور اساتذہ سے کماحقہٗ واقف ہیں۔ ہم نے اُن کے تصورات کو باطل ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب ''مواخذہ'' (قرآن اور پرویز) کے نام سے لکھی تھی۔ جس کے قلمی مضامین اُن کے سامنے خود اُن کے پیرو پیش کر کے اُن سے اُن تضادات کا جواب طلب کرتے تھے اور اُس تقریر کے دوران انہیں شرمندہ کرتے تھے جو وہ کراچی میں فالوورلائنز میں اپنی کوٹھی میں ہر اتوار کو منعقد کرتے تھے۔ اُن سوالات سے جان چھڑانے اور مزید پیروؤں کو بچانے کے لئے انہوں نے کراچی کو چھوڑا اور گلبرگ میں پناہ لی تو کتاب چھپ چکی تھی وہاں بھی لوگوں نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا تو انہوں نے بلیک آؤٹ کی ترکیب استعمال کی۔ اُن کے پاس دو نسخے مواخذہ کے تبصرے کے لئے ارسال کئے گئے انہوں نے وعدہ کرنے کے بعد بھی تبصرہ کی ہمت نہ کی۔ اور یہ اصول اختیار کر لیا کہ کسی بات کا جواب نہ دیں گے۔ کہنا یہ ہے کہ وہ کتاب آج بھی مارکیٹ میں ہے جا کر اُن سے کسی ایک بات کا جواب طلب کر کے دیکھ لیں۔ یہاں تو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہم ایسا اعتراض کرتے ہی نہیں جس کا جواب دیا جا سکے۔

10۔ پرویز کا مقصد مندرجہ بالا بیانات سے، اور انہیں اُن بیانات پر ہمارا چیلنج۔

پرویز کا مقصد یہ تھا کہ ہم اور تم یہ سمجھ لیں کہ پرویز نے تصوف وغیرہ کے میدانوں میں عملاً تحقیق کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے اپنے دماغ میں ایک ناول تصنیف کیا ہے جسے بار بار دُھرا کر اپنے اوپر طاری کر لیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ انہوں نے کبھی تصوف کے مراقبات کئے نہ ہندوؤں کے یوگ کی مشقیں کیں نہ وہ ہپناٹزم پر مطلع ہیں۔ نہ وہ کسی پر عمل تنویم کر سکتے ہیں۔ وہ ان تمام ہی باتوں اور دعووں میں کورے جھوٹے ہیں۔ انہوں نے چیلنجوں سے بچنے کیلئے ہی تو ہپناٹزم پر حفظ ماتقدم کے لئے یہ حاشیہ لکھا ہے کہ:

''1۔ اعجوبہ پسندی گویا انسانی فطرت میں داخل ہے اس لئے میرے اس قسم کے بیانات پڑھنے کے بعد اکثر احباب تقاضا کیا کرتے ہیں کہ انہیں اُن طریقوں کی تفصیلات بتائی جائیں۔ میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ جب سے میں نے ان راستوں کو چھوڑا ہے پھر ان کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اس لئے مجھے اس قسم کی فرمائشوں سے معذور رکھا جائے۔''(صفحہ 38 گزرگاہ خیال)

کوئی اس شخص سے پوچھے کہ اگر باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے اور ہزاروں انسانوں کو باطل سے بچانے کے لئے تم کوئی کام کرو گے تو کیا وہ باطل کو اختیار کرنا ہو جائے گا؟ یقین کیجئے پرویز سفید جھوٹ بولتے ہیں لیکن جھوٹ بولنے میں مہارت حاصل کر لی ہے۔

11۔ پرویز حدیث اور تاریخ اور فقہ اور تفسیر کے انکار میں بھی جھوٹ بولتے رہے ہیں۔

پرویز نے سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے تمام کے تمام محدثین کو عجمی کہا، احادیث وتفاسیر وتواریخ وفقہ کا انکار کیا تاکہ جلد سے جلد اُن کے خلاف ایک مضبوط محاذ بن جائے۔ چنانچہ پرویز کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو سمجھے بغیر عاقبت نااندیشی سے مودودی اور اُن کی اسلامی جماعت نے پرویز کے خلاف محاذ بنایا اور اپنے آلاتِ نشر واشاعت میں پرویز پر اعتراضات اور لعنت وملامت کی بوچھاڑ شروع کردی۔ اُس نے ترکی بہ ترکی جواب شروع کیا اور چند ہی روز میں پرویز منکر حدیث کی بنا پر عالمی شہرت حاصل کر گئے۔ حالانکہ نہ اس نے تمام احادیث کا انکار کیا تھا نہ وہ کرسکتا تھا۔ اُس نے ایک قریشی چال چلی اور کامیاب ہوگیا۔ حدیث تو حدیث ہے وہ ہر اس بات کو قبول کرتا ہے جو اُس کے منصوبے سے میل کھاتی ہو اور ہم بہت جلد وہ بات دکھانے والے ہیں۔

12۔ شہرت کیساتھ پرویز نے مظلوم اور ستم زدہ معصوم شہید بن جانے کا اور تائید ونصرت حاصل کرنے کا بھی پروگرام چلایا۔

پرویز نے تمام فرقوں کے علما کے خلاف عموماً اور مودودی کے خلاف خصوصاً مشرک ہونے کا انتظام کیا۔ فرقوں میں بٹ جانے والوں کو قرآن (انعام 6/160) کی آیات سے مشرک لکھا اور متشدد قسم کے لوگوں نے پرویز پر تشدد بھی کیا اُدھر پرویز نے فریاد اور انصاف کا شور مچایا جس سے چند نام نہاد جدت پسند رئیسوں نے پرویز کی نصرت اور اعانت شروع کردی۔ اسلام میں رخنہ اندازی کے شوقین سرمایہ دار آگے بڑھے اور پرویز کے سامنے تجوریوں کے منہ کھول دیئے یعنی پرویز کامیاب ہوگئے عالمی شہرت بھی مل گئی اور دولت بھی قدموں میں آگری۔ اور اس نے رخ بدل بدل کر اسلام کی ہر اس چیز کو غلط ثابت کرنے کی مہم چلا لی جسے تمام اور ہر زمانے کے مسلمان مانتے تھے جو اُن کے مذہبی اور مقدس اور صحیح ریکارڈ میں لکھی ہوئی موجود تھی۔ اس کے لئے پرویز نے بہت سی چالیں چلیں جنہیں ہم شاہکار رسالت کے بطلان میں باقاعدہ لکھیں گے۔ اس کی سب سے بڑی اور اثر انگیز چال یہ ہے کہ فلاں بات قرآن کے خلاف ہے اُس نے ہر وہ راہ اختیار کی جس سے اُسے اس کے باطل مقاصد میں مدد ملتی ہو ہم اس کی ایک دفعہ پھر پول کھولیں گے۔ اس کی کتاب کا بطلان شروع ہونے سے پہلے تعاون حاصل کرنے اور مظلوم بننے کا ایک جھوٹا اعلان اس کتاب میں بھی دیکھ لیں لکھا ہے کہ:

''میرے خلاف ایک ہزار علماء کرام نے کفر کا فتویٰ عائد کیا تھا اور ہر محراب ومنبر سے میرے خلاف مسلسل پروپیگنڈا جاری ہے جو یکسر جھوٹے الزامات پر مبنی ہوتا ہے۔'' (شاہکار رسالت گزرگاہ خیال صفحہ 40)

قارئین دیکھیں کہ اس قسم کی جھوٹی فریادوں سے پرویز نے ناصر حاصل کئے ایسے ناصر جو اس کی زحمت کیوں کریں کہ واقعی ایک ہزار علما نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یا نہیں؟ یا ایک ہزار علما موجود بھی تھے یا نہیں؟

28۔ کتاب شاہکار رسالت شروع ہونے سے بھی پہلے جو بات لکھی گئی ہے وہ نہ صرف دین کی بات نہیں ہے بلکہ وہ قرآن اور اللہ کی بھی مخالف ہے۔

قارئین کرام آپ پرویز کی کتاب ''شاہکار رسالت'' کھولئے اور سرورق پر لکھی ہوئی پہلی بات پڑھئے: لکھا ہے: ''اِذَا اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّطِیْبَ الْمَجْلِسَ فَاَفِیْضُوْا فِیْ ذِکْرِ عُمَرَ''۔ ''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری مجلس پاکیزہ ہوجائے تو عمر کا ذکر کیا کرو۔'' (خواجہ حسن بصری)

28(الف)۔**اس بات پر پرویز کے مسلّمہ اصولوں سے نظر ڈالئے:**

1۔کہا یہ گیا تھا اور بالکل صحیح کہا تھا کہ ''**دین بتمام وکمال قرآن کریم کے اندر ہے۔**''(صفحہ 39)

مگر شاہکار رسالت کی یہ پہلی بات قرآن کریم کے اندر نہیں ہے۔لہٰذا یہ دینی یا قرآنی بات ہرگز نہیں ہے۔

2۔اور نہ یہ بات اسلام کی حیثیت سے مسلمانوں میں مروّج ومشہور ہے۔لہٰذا اس بات کو پرکھنے اور جانچنے کی بھی احتیاج نہیں ہے۔لہٰذا اس کا مسترد کر دیا جانا پرویز کی سند (صفحہ 39) سے صحیح ہے۔

3۔یہ بات اللہ کے فرمان کی مخالف ہے۔اس سلسلے میں ہم قرآن کریم کی دو آیات پیش کرتے ہیں اور اپنے قارئین کو موقع دیتے ہیں کہ آیات اور منشائے آیات دیکھ کر اس بات کو جانچیں اور فیصلہ کریں کہ یہ بات اللہ، رسولؐ اور قرآن اور مسلمانوں کے ایمان کی مخالف ہے یا نہیں ہے؟ آیات دیکھئے: **كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَO فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِO** (بقرہ 152-2/151)

ہمارا ترجمہ: ''جیسے کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک رسوؐل بھیجا ہے جو کہ تمہارے اوپر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔اور وہ رسوؐل تمہیں ہماری آیات کے ذریعہ سے پاک کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔اور وہ تمہیں مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور دیتا رہے گا۔اور تمہیں وہ رسوؐل اُن تمام علوم کی تعلیم بھی دیتا ہے اور دیتا رہے گا جو تم نہ جانتے تھے۔''

(ترجمہ میں دھرائے ہوئے جملوں کو فی الحال نظر انداز کر کے آیات کے مقاصد پر غور کریں)

اللہ تعالیٰ اپنے اُس احسان وفضل کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے۔

''لہٰذا تم میرا ذکر کیا کرو تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔تم میرے اس احسان پر شکر کیا کرو اور اس نعمت کا کفران یعنی اس کو چھپایا نہ کرو۔''

قارئین نوٹ کریں کہ تمام مسلمانوں کو اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کے ذکر کو رسوؐل اللہ کی بعثت اور تعلیم کی نعمت کا شکر قرار دیا گیا ہے۔مگر کتاب شاہکارِ رسالت عمر کے ذکر کو واجب کرتی ہے۔اب یہ بات اُسی صورت میں قرآنی بات بنتی ہے جب کہ یا تو عمر کو اللہ مان لیا جائے یا عمر کے ذکر کو بلا کسی آیت کی سند کے اللہ کا ذکر مان لیا جائے تو اس صورت میں خدا کا منکر یا بے دینی قبول کرنے والا بننا پڑے گا۔اور یہ دونوں باتیں مسلمانوں کو منظور نہیں ہو سکتیں۔

پھر ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ کی آیات کے ذریعہ سے پاک کرتے ہیں مگر پرویز کی یہ پہلی بات کہتی ہے کہ عمر کا صرف ذکر کر دینے ہی سے پوری مجلس پاک ہو جاتی ہے۔لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ عمر کا مقام رسوؐل اللہ سے بدرجہا بلند تھا اور عمر کا ذکر آیات خداوندی کے ہم پلہ تھا۔اس لئے کہ پاک کرنے میں رسوؐل اللہ آیات خداوندی کے محتاج تھے اور عمر محتاج نہ تھا۔اور جس طرح آیاتِ خداوندی مسلمانوں کو پاک کرتی تھیں اسی طرح عمر کا ذکر بھی پاک کرتا ہے۔

پرویز بلا کسی سند کے جس بات یا بیان کو چاہیں قرآن کی طرح مستند مان لیتے ہیں۔

یہاں، نہ کہیں اور پرویز نے حسن بصری سے منسوب اس بے دینی کی بات کی نہ تصدیق کی نہ اُس کے صحیح اور غلط ہونے کا پتہ لگایا۔نہ راوی پر جرح وتعدیل سے کام لیا نہ کسی کتاب کا ذکر کیا نہ سند کی بات کی۔لہٰذا یہ سمجھنا کہ پرویز حق وباطل میں تمیز کر کے حق قبول کرتے ہیں اور باطل

کوردکردیتے ہیں غلط خیال ہے۔ پرویز ہراُس بات کو بلا سند مستند سمجھ لیتے ہیں جواُن کے منصوبے میں فِٹ ہوتی ہو۔آئندہ اس کی سیکڑوں مثالیں آئیں گی۔

29۔پرویز کی قرآن فہمی اور قرآن کی ترجمانی کی ایک مثال جس سے پرویز کی اللہ اور قرآن کے ساتھ دیانت کا بھانڈا پھوٹتا ہے۔

جن حضرات نے ہماری کتاب ''مواخذہ'' (قرآن اور پرویز) پڑھی ہے وہ جانتے کہ پرویز نے بھی مودودی کی طرح قرآن سے ہرقسم کی بددیانتی و بےایمانی کو جائز رکھا ہے۔ وہاں مذکور سیکڑوں مثالوں میں سے ایسی ایک مثال بطور بسم اللہ پیش کر کے پھر پرویز کی کتاب اور منصوبے سے باقاعدہ تعارض کریں گے۔

قارئین کے سامنے سے وہ عنوانات گزر چکے جن میں علامہ مودودی کے کرتب دکھائے گئے ہیں اور عنوان نمبر (28) سے پہلے ہم نے سورہ مائدہ کی تین آیات (47 تا5/44) کے سلسلے میں مودودی کا عمل درآمد دکھایا ہے لہٰذا گزشتہ سے پیوستہ کرنے کے لئے یہ دکھاتے ہیں کہ پرویز ان آیات کے ساتھ کیا تماشہ کرتے ہیں تاکہ پرویز کے استدلال اور دیانت کا نمونہ سامنے آجائے۔ چنانچہ پرویز کے ذھن پر جو خلفا اور جو خلافت سوار ہے اُس کو ثابت کرنے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔علامہ حکومت وخلافت کو اپنی پسند پرڈھالنے کے لئے ایک بیان دیتے ہیں اور رعب قائم کرنے کے لئے آیات کے حوالے لکھتے ہوئے گزرتے ہیں۔ذرا دھوم دھام دیکھئے اور ہماری وہ قرآنی ضرب ملاحظہ کیجئے جو پرویز کا خودساختہ منصوبہ تباہ کر دے گی اور پرویز قرآن سے غلط فائدہ اٹھانے کے قریشی مجرم ہوجائیں گے۔

29 (الف)۔پرویز قرآنی گولے برساتے ہوئے بمبارڈمنٹ کرتے ہوئے اپنے مخالفین کو ھکّا بکّا اور بےبس کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حکومت پر بیان سنئے اور پرویز کی قرآنی شان دیکھئے فرماتے ہیں کہ ''خدا کے رسوؐل ہمیشہ دین لے کر آتے تھے۔لیکن اُن کے بعد اُن کے نام لیوا اس دین کو مذہب میں تبدیل کردیتے تھے۔اور مذہبی پیشوائیت (Priesthood) اُس کی اجارہ داری سنبھال لیتی تھی۔یہی کچھ ہوتا چلا آرہا تھا کہ خدا کا آخری رسوؐل (محمدؐ) دین خداوندی لے کر آیا۔اُس دین (نظام مملکت) کے اصول وقوانین عالم گیر تھے۔کیونکہ اسے تمام نوع انسان کے لئے ضابطہ حیات قرار دیا گیا تھا (81/27)۔مکمل اور غیر متبدّل تھا (6/116)۔اور اُسے قرآن کریم کی دفتین میں محفوظ کردیا گیا تھا (15/9)۔اس نظام کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان پر حکومت کرے (3/79) حکومت کا حق صرف خدا کو حاصل ہے۔اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ (12/40) لیکن خدا تو ایک ایسی بسیط حقیقت ہے جس کا محسوس شکل میں سامنے آکر حکومت کرنا تو درکنار وہ ''برتر از قیاس وخیال وگمان ووہم'' ہے۔اس لئے سوال یہ پیدا ہوا کہ خدا کی حکومت سے مراد کیا ہے اس کا جواب اُس نے خود ہی دے دیا کہ خدا کی حکومت سے مراد ہے اُس کی کتاب (قرآن مجید) کے قوانین واحکام کی اطاعت یہی مومن وکافر میں خطِ امتیاز ہے۔

چنانچہ اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ: وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُوۡلٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَO (5/44)

''جو خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے انہی کو کافر کہا جاتا ہے۔''

لیکن اس سے پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ کتاب تو ایک ضابطہ کا نام ہے۔اس کی اطاعت کسی زندہ محسوس اتھارٹی کے ذریعے ہی سے کی جاسکتی ہے۔ وہ اتھارٹی کون سی ہوگی؟ اس کے جواب میں کہا کہ وہ اتھارٹی سب سے پہلے یہ رسوؐل ہوگا جو اُس نظام کو قائم کریگا۔اسی لئے اس رسوؐل سے کہا گیا کہ؛ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَھُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ (5/48) ''تو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر۔'' (شاہکارِ رسالت صفحہ 33-32)

یہ ٹھاٹ دار قدم قدم پر آیات قرآن کی بارش کرتا ہوا بیان آپ نے پڑھ لیا۔ دل چاہے تو کئی بار پڑھ لیں اس لئے کہ اب ہمارا نمبر آنے والا ہے جو پرویز کا ستیاناس کر کے رکھ دے گا۔

29(ب)۔ پرویز کا وہ فریب پہلے سامنے رکھ لیں جس پر پرویز کی خودساختہ حکومت کی تعمیر ہوئی ہے۔

پرویز اپنے قاریوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن کی آیات کا غلط ترجمہ کیا کرتے ہیں چنانچہ اس بیان میں گزری ہوئی ایک آیت (5/48) کا یہ ٹکڑا معہ ان کے ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں: فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (5/48)(صفحہ 33)

پرویزی ترجمہ: ''تو ان میں کتاب اللہ کے مطابق **حکومت قائم** کر۔''

یہی آیت جب صفحہ 265 پر آئی تو اس کا ترجمہ دیکھیں: فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (5/48)(صفحہ 265)

پرویزی ترجمہ: تم ان میں کتاب اللہ کے مطابق **فیصلے** کرو۔''

قارئین کے دیکھنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ وہی آیت ہے جو پرویز نے اپنے شاہکار کے صفحہ 33 پر لکھی تھی۔ مگر یہاں صفحہ 33 والا ترجمہ نہیں ہے۔ چونکہ پرویز اپنے ممدوح اور منصوبے کو قارئین کی نظر سے چھپانے کے لئے فریب و بددیانتی کی دھول اُڑاتے اُڑاتے دوسوبتیس (232) صفحات دور آ گئے اور یقین ہو گیا کہ ان کے قاری پہلے ترجمہ اور آیت (5/48) کو بھول چکے ہوں گے اس لئے پرویز نے آیت کا صحیح ترجمہ لکھنے میں کوئی خطرہ محسوس نہ کیا اور اب جو ضرورت سامنے تھی اسے صحیح ترجمہ کر کے اُسی طرح حاصل کر لیا جس طرح صفحہ 33 پر ابلیسی خلافت کی ضرورت کو غلط ترجمہ کر کے پورا کر لیا تھا۔ لہٰذا قارئین یہ سمجھ کر ہماری تنقید کو پڑھیں کہ پرویز قرآن و حدیث سے اپنے ابلیسی منصوبے اور اُس کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ہر بددیانتی، ہر بے ایمانی، ہر فریب کاری اور ہر چال اختیار کریں گے اور ترجموں میں ہرگز وہ کچھ نہ لکھیں گے جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہوگا۔ بہرحال ہم پرویز کو آزاد رکھیں گے اور جس طرح وہ چلیں گے اُن کا تعاقب کریں گے۔

29(ج)۔ پرویز کی تصنیفات اور اُن کے استدلال سے تعارف۔

اُن کا طریقہ یہ ہے کہ ہر عنوان کے لئے کوئی عجمی زبان کا شعر یا جملہ لکھتے ہیں پھر اپنا باطل مقصد سنبھل سنبھل کر پیش کرنے میں اس پر قرآن کا پردہ ڈالتے ہوئے بلا قرآن کی عربی لکھے صرف آیتوں کے نمبروں کی بھرمار کرتے چلے جاتے ہیں اور جب انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب اُن کے قاری گمراہی کے قریب پہنچ گئے ہوں گے، قرآن کی پوری یا اَدھوری آیت لکھ کر اس کے وہ معنی لکھتے ہیں جن کے لئے زمین ہموار کر چکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایک باطل مقصد کو قرآن کے رنگ میں رنگ کر تیز تیز چلنا، سوچنے کا موقع نہ دینا اور اچانک قرآن کے نام پر دھاکہ کر دینا۔ چنانچہ ان کی بمباری میں جو آیات متن کے ساتھ لکھی گئی تھیں اُن میں سے ایک (5/48) کا معنوی تضاد آپ نے دیکھ لیا۔ دوسری آیت (5/44) کو انہوں نے دوبارہ یہاں نہیں لکھا اس لئے ترجمہ کا غلط ہونا اُن کی تفسیر مفہوم القرآن سے ملاحظہ فرمائیں؛

اللہ نے فرمایا تھا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ O(5/44)

شاہکاری ترجمہ: ''جو خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے **اُن ہی کو** کافر کہا جاتا ہے۔''(شاہکار صفحہ 32 آیت 5/44)

1961ء میں پرویزی ترجمہ: ''جو شخص اس قانون کے مطابق **فیصلے** نہیں کرتا جسے خدا نے نازل کیا ہے وہ کافر ہے۔''

(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 255 آیت 5/44)

قارئین دیکھیں کہ اس آیت کا ترجمہ 1961ء میں کیا تھا اور بارہ سال بعد 1973ء میں کیا ہوگیا؟ ہم فاروقی شریعت کے عنوان میں یہ بتائیں گے کہ قرآن کے معنی میں ردوبدل کرنا اور اللہ کے مطالب کو الٹنا جناب شاہکار صاحب نے عہد رسولؐ ہی میں شروع کردیا تھا (سورہ اعراف 7/175) اور پرویز صاحب نے یہ تمام ہتھکنڈے اور فریب سازیاں اُن ہی کے اسوۂ سیّئہ سے اخذ کی ہیں۔ پھر ایک دفعہ ثابت ہوا کہ پرویز اپنے باطل مقاصد اور شیطانی منصوبے پر قرآن کو فٹ کرنے کے لئے خود اپنے مسلمہ معنی کے خلاف معنی کرنے میں تکلف نہیں کرتے۔

29(د)۔ پرویز اپنے باطل مقصد تک پہنچنے میں سرپٹ اور بے لگام دوڑتے ہوئے بلاعربی متن کے غلط آیتوں کے نمبروں کا رعب ڈالتے ہیں۔

پرویز نے پہلی آیت کو غلط فٹ کیا ہے اور اس کی عربی یہ ہے۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ O (81/27)

پرویز کا غلط ترجمہ: ''یہ تمام اقوام عالم کے لئے قوانین کا ضابطہ ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1421)

غلطی سمجھنے کے لئے شاہ ولی اللہ اور رفیع الدین کے ترجمے پہلے دیکھیں:

1۔ نیست قرآن مگر پند عالمہارا۔''

2۔ نہیں یہ مگر نصیحت واسطے عالموں کے۔''

قارئین دیکھیں کہ پرویز کے بزرگ قرآن کو تمام عالمین (عالموں) کے لئے نصیحت سمجھے، یعنی انہوں نے لفظ ''ذِکْــــرٌ'' کے معنی پند یا نصیحت کئے ہیں مگر پرویز لفظ ذِکْرٌ کو ''قوانین کا ضابطہ'' بنادیتے ہیں اور تمام اردو دان لوگ بھی جانتے ہیں کہ لفظ ''عالمین'' کے معنی ''پوری کائنات'' ہیں۔ مگر پرویز اپنی ابلیسی ضرورت کے ماتحت عالمین کو ''تمام اقوام عالم'' بنالیتے ہیں۔ اگر عالمین کے معنی واقعی ''اقوام عالم'' ہیں تو پھر ''رَبّ الْعٰلَمِیْن'' کے معنی ''تمام اقوام عالم کا رب'' ہونا چاہیں لہٰذا اللہ کو انسانوں کی اقوام کے علاوہ اور کسی مخلوق کا رب نہیں ہونا چاہئے۔

29(ہ)۔ پرویز نے قرآن کی حجامت اس لئے کی ہے کہ اسے دور حاضر کا لباس پہنادیں۔

اس سلسلے میں پرویز کا بیان سنئے فرماتے ہیں کہ:

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (1/1) کے معنی دور حاضر کی اصطلاح میں ''بین الاقوامی انسانیت کی نشو ونما دینے والا'' بھی ہوسکتے ہیں۔ یعنی خدا کی عالم گیر ربوبیت انسانیہ۔ اور تمام کائنات کا نشو ونما دینے والا بھی جس میں انسان بھی شامل ہوں گے۔'' (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1188/1188)

انسان شامل ہوں یا نہ ہوں پرویز کا ترجمہ خود اُن کی لغت سے غلط ثابت ہوگیا ہے۔ اور یہ کافی ہے جس سے پرویز کی طاغوتی حکومت کی بنیاد گرگئی اور (81/27) سے نہ دین خداوندی نکلا اور نہ اصول وقوانین کہیں ملے نہ ضابطہ بن سکا۔

29(د)۔ پرویز کا سرپٹ دوڑتے ہوئے آیت (6/116) پیش کرنا بھی سراسر غلط ہے۔

پھر پرویز نے سرپٹ دوڑتے ہوئے ایک اور اور آیت (6/116) بلا متن کے پٹخ دی ہے اور پھر ضابطۂ قانون اور غیر متبدل ضابطۂ حیات وغیرہ آیت (6/116) کے سر چپکایا ہے لہٰذا قارئین آیت کی عربی دیکھیں اللہ نے فرمایا کہ:

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O (انعام 6/116)

اس آیت میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ لفظ بلفظ اردو میں پہلے علامہ رفیع الدین علیہ الرحمہ سے سن لیں پھر ہم پرویز کو کھینچ کر ان حقیقی معنی کو ماننے پر مجبور کریں گے۔

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ: ''اور پوری ہوئی بات رب تیرے کی راستی میں اور انصاف میں۔ نہیں کوئی بدلنے والا باتوں اس کی کو اور وہ ہے سننے والا جاننے والا (6/116)

اس آیت میں صرف دو الفاظ ایسے آئے ہیں جن سے پرویز نے اپنے ابلیسی منصوبے کے لئے ایک لمبا چوڑا مفہوم نچوڑا ہے۔ لہٰذا ہم پرویز کی مرتب کی ہوئی لغات القرآن سے دکھاتے ہیں تا کہ اُن کا مذکورہ مفہوم باطل ثابت ہو جائے گا۔ وہ الفاظ ہیں 1۔ تَمَّتْ۔ 2۔ کَلِمَتُ

پرویز کی اپنی لغت سے: تَمَّتْ کے معنی ''پورا ہو گیا'' ہیں (لُغت جلد اول صفحہ 385) کَلِمَتُ کے معنی ''ایک بات'' (لُغت جلد 3 صفحہ 1455)

ان دونوں الفاظ کے معنی پرویز کی لغات القرآن سے دیکھ لینے کے بعد علامہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ سو فیصد صحیح ثابت ہو گیا اور پرویز کا وہ ابلیسی مفہوم بکواس بن گیا جو انہوں نے سرپٹ دوڑتے ہوئے آیت لکھے بغیر آیت کا نمبر لکھ کر آیت کے سر پر تھوپا تھا۔

29 (ز)۔ قرآن کریم کے ساتھ اس چودہ سو سال میں سب سے بڑا جرم علامہ مودودی نے تفہیم القرآن لکھ کر شروع کیا اور پرویز نے اُس ظلم کو مکمل کر دیا ہے۔

پرویز کے بیان مذکورہ عنوان نمبر (29۔ الف) کو روک کر پہلے یہ سنیں کہ سب سے پہلے علامہ مودودی نے قرآن کے ترجمہ کا طریقہ چھوڑا تھا اس لئے کہ ترجمہ میں قرآن کے الفاظ کے معنی کی کچھ نہ کچھ پابندی کرنا پڑتی تھی اور علامہ چاہتے تھے کہ اس پابندی سے جان چھڑائی جائے مقصد ان کا یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ کی پابندی سے اب تک جو قریش اور قریشی صحابہ کی پوزیشن مجروح ہوتی رہی ہے اس کی مرمت کی جائے اور جہاں جہاں موقع ملے قریشی لیڈروں کی مدح وثنا کی راہ ہموار کی جائے۔ اس ابلیسی مقصد کو چھپانے کے لئے مودودی نے بڑے دل نشین بیانات دیئے ہیں۔ مثلاً قرآن کے الفاظ کی معنوی پابندی ترک کرنے کا عذر یوں لکھا ہے کہ:

''میں نے اس کتاب میں ترجمے کا طریقہ چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں پابندئ لفظ کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کو غلط سمجھتا ہوں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ترجمۂ قرآن کا تعلق ہے۔ یہ خدمت اس سے پہلے متعدد بزرگ بہترین طریقہ پر انجام دے چکے ہیں۔ اور اس راہ میں اب کسی مزید کوشش کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ فارسی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ اور اردو میں شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا اشرف علی صاحب اور حافظ فتح محمد صاحب جالندھری کے تراجم اُن اغراض کو بخوبی پورا کر دیتے ہیں جن کے لئے ایک لفظی ترجمہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جو لفظی ترجمہ سے پوری نہیں ہوتیں اور نہیں ہوسکتیں۔ اُن ہی کو میں نے ترجمانی کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کی ہے'' (تفہیم القرآن دیباچہ صفحہ 7-6)۔

پھر لکھا ہے کہ: ''اس طرح کے آزاد ترجمے کے لئے یہ تو بہر حال ناگزیر تھا کہ لفظی پابندیوں سے نکل کر ادائے مطالب (مفاہیم) کی جسارت کی جائے لیکن معاملہ کلام الٰہی کا تھا اس لئے میں نے بہت ڈرتے ڈرتے ہی یہ آزادی برتی ہے۔ جس حد تک احتیاط میرے امکان میں تھی، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے اس امر کا پورا اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی اپنی عبارت جتنی آزادئ بیان کی گنجائش دیتی ہے اس سے تجاوز نہ ہونے پائے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول دیباچہ صفحہ 11)

اس سلسلے کی باقی بکواس کو چھوڑ کر یہ سمجھ لیں کہ سب سے پہلے جس نے لفظ عالمین کے معنی اقوام عالم کئے ہیں وہ مودودی اور اُن کے بزرگ ہیں اور جنہوں نے جہاں جہاں یہ لفظ عالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے آیا ہے وہاں اس کے معنی ''یہ دنیا'' کئے ہیں مثلاً رحمت للعالمین دنیا

کے لئے نذیر للعالمین دنیا کے لئے نذیر وغیرہ (اور) جہاں جہاں یہ لفظ عالمین اللہ کے لئے آیا ہے وہاں ساری کائنات معنی کئے ہیں۔یعنی آزاد ترجمانی کا مطلب یہ ہوا کہ رسوؐل اللہ کی رحمت ونذارت کو ہمہ گیر نہ رہنے دیا جائے وغیرہ۔

اس طرز ترجمانی کو پرویز نے مسلسل پڑھا اس لئے کہ تفہیم القرآن ہر ماہ ترجمان القرآن میں شائع ہوتی رہتی تھی۔اور پرویز اس سے سبق لیتے رہتے تھے۔آخر انہوں نے بڑی محنت و کدّ وکاوش سے وہ طریقہ اپنے دلائل کے ساتھ ایجاد کرلیا جو دیکھنے میں صحیح اور مفید معلوم ہوتا ہے۔اس سے وہ نقائص بھی دور ہوجاتے ہیں جو مودودی کی آزاد ترجمانی کے بعد بھی پیدا ہوئے اور قریشی صحابہ برابر باطل پرست ثابت ہوتے رہے لہٰذا پرویز نے ترجمہ کو بالکل خیر باد کہہ دیا اور جہاں جہاں جواُن کے دل نے چاہا آیات کے نیچے لکھتے چلے گئے اور ''جو دل چاہا'' کو ثابت کرنے اور حق کا رنگ دینے کے لئے انہوں نے لغات القرآن تیار کردی اور ایک ایسا جال بچھا دیا جس سے بچنا یا باہر نکلنا ناممکن ہوجائے۔

پرویز کے چند عذرات واقبالِ جرم۔

چنانچہ انہوں نے آزاد ترجمانی سے یہ سیکھا کہ مودودی بھی اپنی تفہیم میں قریش اور قریشی صحابہ کو قرآن کی زد سے نہ بچا سکے لہٰذ پرویز نے کہا کہ:

''مروجہ ترجموں سے قرآن کریم سمجھ میں نہیں آتا،اور تفاسیر کا یہ عالم ہے کہ کثرت تعبیر سے خواب،پریشان سے پریشان تر ہوجاتا ہے۔اس سے نوجوان گھبرا اُٹھتا ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔اس کے شوق کا یہ عالم ہے کہ وہ بار بار قرآن کریم کی تلاوت شروع کرتا ہے۔لیکن اُس کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔وہ ذوق عقیدت کی بنا پر پہلے پارہ کے ربع یا نصف تک بمشکل پہنچتا ہے اور اُس کے بعد اُسے مجبوراً بند کردیتا ہے۔''(مفہوم القرآن تعارف صفحہ (ب)

اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ساری امت قرآن سمجھے بغیر چودہ سو سال سے کوری جاہل چلی آرہی ہے اور آج تک کسی نے بھی دوسرا،تیسرا پارہ شروع ہی نہیں کیا ہے۔یہ ایسی بکواس ہے جس کا پرویز کے سر کے علاوہ کہیں وجود نہیں ہے پھر پرویز اسی بکواس کو دوسرے انداز سے لکھتے ہیں کہ:

''میں نے جب اُن کی مشکلات پر غور کیا اُن کی شکایت کو درست پایا۔وہ ایسا کہنے میں حق بجانب تھے۔کہ قرآن کریم مروجہ تراجم سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔اُن میں سے جنہوں نے تراجم سے آگے بڑھ کر کسی تفسیر کو دیکھا تھا ان کا کہنا یہ تھا کہ اُس سے قرآن کریم کا سمجھ میں آنا تو ایک طرف انسان کے ذہن میں مزید الجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔''(مفہوم القرآن تعارف صفحہ (ت))

یہاں نوٹ کرنے کی یہ بات بھی ہے کہ مودودی ہوں یا پرویز وہ یہ نہیں کہتے کہ نوجوانوں کو اپنا مذہب قرآن میں پٹتا ہوا نظر آتا ہے وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کیسا مذہب ہے جس کو قرآن قدم قدم پر باطل کرتا جاتا ہے۔اس کے بجائے یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مروجہ ترجموں سے یعنی اردو ترجموں سے بھی اردو دان طبقہ قرآن نہیں سمجھ سکتا۔ایسا کہنا اُن کو جھوٹا ثابت کردیتا ہے۔بہرحال پرویز ایک نیا رخ اپناتے ہیں۔سنئے اور دیکھئے کہ کس خوبصورتی سے وہ سابقہ صدیوں کے تمام علما کو مجرم بناتے ہیں:۔

''کہا یہ جاتا ہے کہ قرآن کریم نبی اکرمؐ پر نازل ہوا اور حضورؐ نے اپنے صحابہ کی جماعت کو سمجھایا۔ظاہر ہے کہ اس آسمان کے نیچے اُس ذات اقدس اعظم سے بہتر نہ تو کوئی قرآن کو سمجھانے والا ہوسکتا ہے اور نہ قدسیوں کی اس جماعت سے بہتر سمجھنے والا۔اس لئے ہمیں قرآن فہمی کے سلسلے میں کسی اور طرف رخ کرنے کی ضرورت نہیں۔یہ بالکل بجا ہے۔لیکن مشکل یہ ہے کہ جو کچھ حضورؐ نے سمجھایا تھا وہ اپنی اصلی شکل میں ہم

تک نہیں پہنچا۔''(مفہوم القرآن تعارف صفحہ (ت))

قارئین پرویز صاحب اس بیان میں اور اس کے ثبوت میں جھوٹے بھی ہیں اور فریب ساز بھی ہیں اور عالم الغیب بھی ہیں۔اب وہ حقیقی اسکیم کی طرف آتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ خواہ وہ دنیا کی کسی زبان میں بھی کیوں نہ ہو قرآنی مفہوم کو واضح کر ہی نہیں سکتا۔''(ایضًا صفحہ (ح))

پرویز اس بات میں بھی اور اس قسم کی ہر بات میں جھوٹے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ نے قرآن کے آسان ہونے کا دعویٰ کیا ہے(مریم 19/98 قمر 54/17,54/22,54/32,54/40)اور یہ ملاعین اُسے ناقابل فہم قرار دینے کے لئے لمبی چوڑی بکواس سے کتابیں بھرتے ہیں۔اب سنئے کہ پرویز ترجمہ سے فرار کی راہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس لئے قرآن کریم کے ترجمہ میں قرآن کا پورا پورا مفہوم آنہیں سکتا ہے اور امام ابن قتیبہ کے نام سے لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ کوئی ترجمہ کرنے والا قرآن کریم کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں کرسکتا۔''(مفہوم القرآن،تعارف صفحہ (ح خ))

اب پرویز اپنی تفسیر مفہوم القرآن کے تیار کرنے کی بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کافی غور وخوض کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآنی آیات کا ترجمہ نہ کیا جائے کیونکہ ترجمہ سے بات واضح نہیں ہوسکتی بلکہ آیات کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے خواہ یہ کتنی ہی جگہ کیوں نہ گھیر لے۔چنانچہ میں نے اس کام کو بھی ہاتھ میں لے لیا اور اپنی استعداد اور بصیرت کے مطابق جو کچھ کرسکا وہ ''مفہوم القرآن'' کی شکل میں احباب کے سامنے ہے۔''(تعارف صفحہ (د))

<u>پرویز کی آخری دو باتیں بھی سن لیں:</u>

1۔''اس ضمن میں سب سے پہلے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ قرآن کریم کی آیات کا مفہوم ہے اُن کا ترجمہ نہیں ہے اور ترجمہ اور مفہوم میں جو فرق ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔دیکھنا یہ چاہئے کہ جو مفہوم دیا گیا ہے وہ عربی لغت اور قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں؟''

2۔''میں پھر اس حقیقت کو دہرا دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ''مفہوم القرآن'' میں پیش کیا گیا ہے وہ فہم قرآن کی انسانی کوشش ہے۔اور انسانی کوشش کبھی سہو وخطا سے منزہ نہیں ہوسکتی نہ ہی اُسے کبھی حرف آخر کہا جاسکتا ہے۔میں نے قرآن فہمی کے سلسلے میں ایک نئی طرح ڈالی ہے۔''

(مفہوم القرآن تعارف صفحہ (ط))(جولائی 1961ء)

<u>**اور ہماری ایک آخری بات:**</u>

<u>ہمیں مودودی کی آزاد ترجمانی اور پرویز کے مفہوم القرآن پر صرف اس قدر کہنا ہے کہ اُن دونوں نے قریش اور قریشی صحابہ کو آسمان تک پہنچانے اور محمد وآل محمد صلی اللہ علیہم اجمعین کو عرش سے اتار کر زمین پر لانے اور صحابہ سے گھٹانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی ہے۔مگر دونوں کی ابلیسی کوششوں کے باوجود ہم قریش اور قریشی صحابہ کو قرآن سے بے دین اور ابلیسی گروہ ثابت کریں گے اور محمدؐ وآل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم پڑ ڈالے ہوئے تمام پردے چاک کردیں گے۔انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔</u>

29(ح)۔<u>مفہوم القرآن سے آیات (انعام 6/116) کا وہ مفہوم جو ابلیسی منصوبۂ حکومت کے لئے نچوڑا گیا ہے</u>

اس آیت (6/116) کا ترجمہ رفیع الدین صاحب کے قلم سے پیش کیا جاچکا ہے(عنوان نمبر 29(د))اور الفاظ تَمَّتْ اور کَلِمَتُ

کے معنی بھی پرویزی لغات القرآن سے سامنے آچکے تھے جن سے رفیع الدین کے ترجمہ کی تصدیق وصحت ثابت ہوگئی تھی ۔اب ہم وہ غپ شپ یہاں نقل کرتے ہیں جو پرویز نے اپنے مفہوم القرآن میں سجا کر اغوا کرنے کے لئے رکھی ہوئی ہے ۔سنئے کہ پرویز آیت (6/116) سے کیا سمجھے اور لوگوں کو کیا سمجھانا چاہتے ہیں؟

اللہ نے فرمایا۔وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O(انعام 6/116)

<u>**پرویز کا مفہوم**</u>: اس قرآن میں خدا کا ضابطۂ قوانین تمام صداقتوں کو اپنے اندر لئے ہوئے اور عدل وتوازن کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ، مکمل ہو چکا ہے ۔اب ان قوانین خداوندی میں کوئی تغیر وتبدل کرنے والا نہیں ۔یعنی یہ مکمل ایسا ہے کہ اس میں اضافے کی گنجائش نہیں اور محکم ایسا کہ اس میں کسی تغیر وتبدل کی ضرورت نہیں ۔اسی لئے اب کسی نبیؑ کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی (33/40)اور خدا نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے(15/9) یہ اس لے کہ یہ اُس خدا کا ضابطہ قوانین ہے جو سب کچھ سنتا اور ہر بات کا علم رکھتا ہے(اس لئے یہ ہو نہیں سکتا کہ انسانی راہنمائی کیلئے جو کچھ دیا جانا ضروری تھا اس میں سے کوئی بات لاعلمی کی بنا پر رہ گئی ہو)''(مفہوم،جلداول صفحہ 318-317)

ہمیں پہلے تو یہ کہنا ہے کہ یہ آیت (6/116) کا تنہا مفہوم ہرگز نہیں ہے اور یہ بات خود پرویز نے دوعدد مزید آیات پیش کر ثابت کر دی ہے۔اور دوسرے یہ کہنا ہے کہ اس مفہوم کے لئے اس آیت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے یہ مفہوم وابستہ کیا جا سکے۔تیسرا اعتراض یہ ہے کہ پرویز کی لغات القرآن کی رو سے تَمَّتْ کے معنی پورا کرنا ہیں اور كَلِمَتُ کے معنی ایک بات ہیں اور اس مفہوم میں ایک بات کا ذکر کہیں نہیں ہوا ہے۔اگر پرویز کی لغت کے خلاف کئے ہوئے اُن کے یہ معنی اختیار کرلیں کہ كَلِمَتُ اور كلماتهٗ کے معنی قانون خداوندی ہیں تو قرآن میں جہاں جہاں یہ الفاظ آئیں وہاں اُن کے معنی قوانین خداوندی کرنا ہوں گے۔

<u>**29(ط)۔وہ مقامات جہاں پرویز لفظ كَلِمَتُ اور كَلِمَات کے معنی قوانین خداوندی کی جگہ کچھ اور کے اور ہی کرتے رہے ہیں۔**</u>

یہ بات واضح ہو کہ عربی زبان کے الفاظ اپنے مادہ اور مصدر کے ماتحت معنی رکھتے ہیں اگر پرویز صاحب کے <u>كَلِمَتُ یا كَلِمَات</u> کے معنی اپنے کئے ہوئے معنی کے خلاف قوانینِ خداوندی کرنا کسی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں تو اُن پر لازم ہوگا کہ قرآن میں جہاں بھی یہ الفاظ آئیں وہ وہاں ہر جگہ اُن کے معنی قوانین خداوندی کریں ورنہ یہ معنی کرنا خود اپنی لغت کے خلاف فریب سازی ہوں گے یا سخن سازی کہلائیں گے۔چنانچہ آپ دیکھئے کہ:۔

1۔سورہ نسا(4/171) میں اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسؑول اور اپنا كَلِمَتُهٗ فرمایا ہے جسے حضرت مریم کی طرف اِلْقاء کیا گیا تھا۔ اور اپنی روح قرار دیا تھا۔لہٰذا جب آپ پرویز کی مفہوم القرآن جلداول صفحہ 233 و234 پڑھتے ہیں تو یہاں اس آیت (4/171) میں کہیں <u>قوانین خداوندی</u> کا پتا نہیں چلتا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کو پرویز صاحب ''رشد وہدایت کے پروگرام کی ایک کڑی'' بنا ڈالتے ہیں۔اور اَلْقٰهَا کے معنی بتا دینا اور رُوْحٌ مِّنْهُ کے معنی وحی خداوندی پر مبنی رگڑ دیتے ہیں۔جو سب کے سب اُن کی لغت کے خلاف ہیں۔

2۔پھر سورہ بقرہ کی آیت (2/37) میں فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ یعنی اس کے بعد آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات القیٰ کی صورت میں پائے اور توبہ کی۔اس آیت کو جب آپ مفہوم القرآن جلداول صفحہ 14 پر دیکھتے ہیں وہاں یہ پتا ہی نہیں چلتا کہ پرویز لفظ کلمات کے معنی کیا کرتے ہیں؟

لیجئے ہم اس آیت کا پورا پرویزی مفہوم لکھتے ہیں آپ خود پتہ لگالیں کہ لفظ کلماتہ کیا معنی کئے ہیں اور کہاں کئے ہیں؟

''37۔ اس کا حل تو تھا لیکن یہ اُس کی عقل کے بس کی بات نہ تھی، عقلِ انسانی ہر فرد کو اُس کے مفاد کے تحفظ کی راہیں تو بتا سکتی ہے، عالم گیر انسانیت کے امن وسلامتی کا طریق نہیں بتا سکتی۔ یہ اس نظریہ زندگی اور نظام حیات کی رو سے ممکن تھا جو خدا کی طرف سے بذریعہ وحی مل سکتا تھا اور جسے اختیار کرنے سے اُسے پھر سے وہی جنتی زندگی حاصل ہوسکتی تھی۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 14)

قارئین سوچیں کہ کتنی سادہ سی بات تھی جسے ابلیسی مفہوم کی سان پر چڑھا کر چیستان بنا دیا گیا۔ نہ توبہ کا پتہ لگتا ہے نہ توبہ قبول ہونے کی بات ہے۔ ایک خیالی مستقل بکواس ہے جو چند رٹے ہوئے الفاظ کے سہارے جاری ہے۔

3۔ اور آگے بڑھیئے اور سورہ بقرہ کی (2/124) دیکھیئے وہاں یہ سادہ سی بات فرمائی گئی ہے کہ:

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ، توجب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند کلمات میں آزمایا تو اُس نے انہیں پورا کردیا۔

اب آپ پرویز سے اس کا مفہوم سُنیں تو پہلے نمبر پر آپ وہی بے سُری اور بے سرا چیستان سُنیں گے پھر کہیں بہت غور وفکر کرنے کے بعد آپ کو یہ شبہ ہوسکے گا کہ شاید پرویز نے اس بکواس میں لفظ ''کلمات'' کے معنی ''صبر آزما و جاں گسل مراحل'' کئے ہیں اور کلمات کا ''قانون خداوندی'' ہونا یہاں ترک کردیا ہے۔

4۔ اور آگے بڑھیئے اور سورہ فاطر کی آیت (35/10) کا وہ مفہوم پڑھیئے جو مسٹر پرویز نے اپنی تفسیر مفہوم القرآن میں لکھا ہے اور لفظ کَلِمَت کے معنی کئے ہیں۔ ارشاد ہے کہ:۔

''لہٰذا جو قوم، قوت وغلبہ، عزت وتکریم کی حیات تازہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہتی ہے اُسے سمجھ رکھنا چاہیئے کہ غلبہ اور قوت سب قوانین خداوندی کے اتباع سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اس بنیادی حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عروج اور ارتقا، بلندیوں کی طرف جانے کے لئے، دو چیزیں ضروری ہیں ایک تو ایسا تصورِ حیات یا نظریۂ زندگی (آئڈیالوجی) جس میں بڑھنے، پھلنے، پھولنے اور خوشگوار نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ہو اور دوسرے وہ صلاحیت بخش اعمال جو اس نظریہ کو اوپر اٹھائیں (خدا کی طرف سے عطا کردہ نظریۂ زندگی میں اس کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بغیر کسی خارجی سہارے کے خود بخود بلند ہوتا چلا جائے۔ لیکن اُس کی رفتار انسانی حساب وشمار کی رو سے بہت سست ہوتی ہے۔ جب انسانی اعمال اُسے سہارا دے دیتے ہیں تو اس کی رفتار تیز ہوجاتی ہے) اس کے برعکس جو لوگ غلط نظریۂ حیات اختیار کرکے ایسی تدابیر کرتے رہتے ہیں جن سے انسانی معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہوتی جائیں ان کی یہ تدبیریں بھی ناکام رہ جاتی ہیں اور وہ خود بھی تباہی کے جہنم میں جا گرتے ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1006)

5۔ وہ آیت بھی پڑھ لیں جس کے ساتھ مندرجہ بالا مفہوم چپکایا ہے۔

اللہ نے فرمایا اور پرویز نے اسی صفحہ 1006 پر لکھا ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ O (35/10، ایضًا 1006)

6۔ مندرجہ بالا مفہوم کو اس آیت کے الفاظ سے مطابق کرنے اور کون سے الفاظ سے کون سا مفہوم متعلق ہے جانچئے اور پرویز کے قلم سے ایک اور مفہوم دیکھئے:

اسی آیت (35/10) کا ایک پرویزی مفہوم دیکھئے تا کہ ایک آیت کے دو عدد پرویزی مفاہیم کا فرق بھی معلوم ہو جائے اور آپ پرویز کی بھول بھلیاں میں آیت کے الفاظ اور مفہوم میں ربط وتطابق بھی تلاش کرسکیں گے۔ برسوں پہلے پرویز نے اسی آیت (35/10) سے یہ مفہوم سمجھا تھا کہ:

''(یادرکھو) جو عزت (حاصل کرنے) کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت (کا سرچشمہ تو) سراسر اللہ ہی کے قبضۂ اقتدار میں ہے اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔ (اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ) نیک اعمال انسان (کے مرتبہ) کو بلند کرتے ہیں۔ اور (اس کے برعکس) جو بڑی مخفی تدبیریں کرتے ہیں اُن کیلئے سخت عذاب ہوگا۔ اور اُن لوگوں کی مخفی تدبیریں سب بیکار ہی جایا کرتی ہیں (کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتیں)۔'' (معارف القرآن جلد 3 صفحہ 535)

یہ دوسرا مفہوم بتاتا ہے کہ پرویز نے مندرجہ مفہوم میں اللہ کو ''**قوانین خداوندی**'' بنا دیا ہے۔ اور ساتھ ہی کلمات کی جگہ (قوانین خداوندی) چھین لئے جانے کے بعد کلمات کو ایک نظریۂ زندگی یا تصورِ حیات بنا دیا گیا ہے اور اسی کو انگلش میں آئیڈیالوجی فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا پرویز اپنی کتاب مفہوم القرآن کے مفاہیم میں تضاد واختلاف رکھتے ہیں اور تضاد واختلاف کے متعلق قرآن، پرویز اور سارے علما یہ مانتے ہیں کہ تضاد واختلاف جس بیان میں ہو وہ بیان باطل ہوتا ہے لہٰذا پرویز کے وہ تمام مفاہیم جو انہوں نے قرآن کی آیات کے سر چپکائے ہیں محض باطل اور ابلیسی تصورات ہیں۔ اس سلسلے کا فی الحال ایک مقام اور دیکھ لیں اس کے بعد ہم عنوان تبدیل کریں گے۔

7۔ اللہ کو ''قوانین خداوندی'' بنا دیئے جانے کے بعد آیت (42/13) کو دیکھئے اور مفہوم القرآن سے اُس کا مفہوم سامنے رکھ کر پرویز کا مُنہ دیکھئے

سورہ شوریٰ میں اللہ نے فرمایا تھا کہ: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ O (شوریٰ 42/13 مفہوم القرآن، جلد 3 صفحہ 1128)

یہاں ہم پرویز کے مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1128 سے لکھتے ہیں اور جہاں جہاں پرویز نے اللہ یا اللہ کے لئے ضمیر یا اشارا لکھا ہے وہاں اُن کے مندرجہ بالا مفہوم کے مطابق اللہ کی جگہ قوانین خداوندی لکھیں گے۔ سنئے پرویز لکھتے ہیں کہ:

''جس طرح خارجی کائنات میں قوانینِ خداوندی کے قوانین کارفرما ہیں۔ اُسی طرح قوانین خداوندی نے انسانی زندگی کے لئے بھی قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ قوانین، قوانین خداوندی نے انبیاؑء کی وساطت سے بذریعہ وحی دیئے تھے۔ اور شروع سے اُسی طرح چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ قوانین خداوندی نے جو نظام زندگی یعنی کلمات طیبہ تمہارے لئے تجویز کیا ہے وہی ہے جسے قوانین خداوندی نے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دیگر انبیاؑء کی طرف وحی کیا تھا۔ اُن سب سے یہی کہا گیا تھا کہ وہ قوانین خداوندی کے تجویز کردہ کلمات (نظام) کو عملاً قائم کریں اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کریں کیونکہ کلمات خداوندی یعنی نظام خداوندی سے مقصود یہ ہے۔ کہ نوع انسانی اپنے اختلافات اور تفرقات کو مٹا کر ایک عالمگیر برادری بن جائے۔ جو لوگ مختلف قوتوں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں اور قوانین خداوندی کے ساتھ اپنے خود ساختہ قوانین بھی ملاتے ہیں انہیں تمہاری دعوت جو صرف ایک قوانین خداوندی کی اطاعت اور مختلف گروہوں اور فرقوں کو مٹا کر وحدت انسانیت کی دعوت ہے۔ بہت ناگوار

گزرتی ہے لہٰذا اُنہیں صحیح راستے کی طرف راہنمائی کیسے مل سکتی ہے؟ باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ منصب نبوت کیلئے اُسی رسُولؐ کو منتخب کیوں کیا گیا؟ سو اُن سے کہہ دو کہ اس مقصد عظیم کے لئے قوانین خداوندی جسے موزوں سمجھتا ہے چن لیتا ہے۔ یہ انتخاب تمہارے معیار کے مطابق نہیں ہوتا۔ تمہارا کام نبیؐ کی وساطت سے دی ہوئی وحی سے راہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ راہنمائی ہر اس شخص کو مل سکتی ہے جو برضا ورغبت اسے حاصل کرنا چاہے جو قوانین خداوندی کی طرف رجوع نہیں کرتا اُسے یہ راہنمائی نہیں مل سکتی۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1128)

اس بکواس یا مفہوم میں پرویز کو آٹھ نو جگہ اللہ کی ضرورت پیش آئی ہے لیکن ہم نے اُن کا وہ مفہوم لکھ دیا جو انہوں نے اللہ کے لئے مفہوم قائم کیا تھا تو یہ مفہوم پرویز کی مفہوم سازی کی بنا پر چیستان بن کر رہ گیا یعنی قوانین خداوندی کی طرف سے وحی، قوانین خداوندی کا نبیؤں کو بھیجنا یعنی چہ؟ آپ کو پرویز سے دریافت کرنا ہوگا کہ جب آپ ایک مفہوم متعین کر دیتے ہیں تو اس پر ہر جگہ قائم کیوں نہیں رہتے؟ یعنی اگر اللہ کا مفہوم قوانین خداوندی ہے تو قرآن میں جہاں جہاں اللہ آئے وہاں بے تکلفانہ قوانین خداوندی لکھتے جایئے ورنہ ثابت ہوگا کہ تم نے اپنی رکی ہوئی گاڑی کو آگے بڑھانے کے لئے اللہ کے متعلق بکواس کی ہے۔

8۔ <u>پرویز کو سمجھنے کے لئے ہماری کتاب مواخذہ اشد ضروری ہے ہم یہاں اُس کی کتاب سے دکھاتے ہیں کہ پرویز نے (42/13) کے چھ متضاد تراجم کئے تھے۔</u>

ہم یہاں کتاب مواخذہ سے اسی آیت (42/13) کے چھ عدد مختلف ترجمے پرویز کی کتابوں سے لکھتے ہیں اور طریقہ یہ ہوگا کہ آیت کو نو (9) فطری اجزا میں تقسیم کر کے ہر جز کا پرویزی مفہوم دکھاتے ہوئے گزریں گے اور ہر جز کے چھ ترجمے آپ بیک وقت دیکھ سکیں گے۔ دیکھئے اللہ نے فرمایا کہ:

<u>(الف) 786 شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ ۔</u>

<u>پہلا مفہوم</u>۔ (اے افرادِ نسل انسانی) خدا نے تمہارے لئے وہ نظام زندگی تجویز کیا ہے۔ جو کوئی نیا نظام نہیں بلکہ آپ سے بہت پہلے: (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 250)

<u>دوسرا مفہوم</u>: ''(دیکھو) خدا نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے۔۔ (معارف القرآن جلد 2 صفحہ 286-285)

<u>تیسرا مفہوم</u>: ''اور دیکھو اے لوگو خدا نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے۔۔۔ (معارف القرآن 2 صفحہ 318)

<u>چوتھا مفہوم</u>: ''اور دیکھو اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے۔۔۔ معارف القرآن 3 صفحہ 611)

<u>پانچواں مفہوم</u>: ''(دیکھو خدا نے) تمہارے لئے اَلدِّيْن سے وہ سب کچھ واضح کر دیا۔۔۔ (معارف القرآن 3 صفحہ 645-644)

<u>چھٹا مفہوم</u>: ''دیکھو خدا نے اے پیروانِ دعوتِ ایمانی تمہارے لئے وہی اَلدِّيْن (نظام زندگی) مقرر کیا ہے۔

یہ آیت (42/13) کے پہلے جز کے چھ ترجمے تھے اب باقی ترجمے ان ہی کتابوں سے مسلسل پیش کرتے ہیں دیکھئے:۔

<u>(ب) مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا</u>

<u>پہلا مفہوم</u>: ''جس کی نوحؑ کو بھی ہدایت کی جا چکی ہے۔۔۔

2۔ ''جس کا اُس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا۔۔۔۔۔

3۔ ''جس کا اُس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا۔۔۔

4۔ ''جس کا اُس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا۔۔۔۔

5۔ ''جس کی اُس نے نوحؑ کو وصیت کی تھی۔۔۔

6۔ ''جس کی اُس نے نوحؑ کو وصیت کی تھی۔۔۔۔۔

(ج) وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ

پہلا مفہوم ''اور جس کی (اے پیغمبرؐ اسلام اب) ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔۔

2۔ ''اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے۔۔۔

3۔ ''اور جس کو ہم نے (اے پیغمبرؐ اسلام) تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔۔۔

4۔ ''اور جسے ہم نے (اے پیغمبرؐ اسلام) تمہارے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔۔۔۔

5۔ ''اور جو کچھ ہم نے (اے پیغمبرؐ اسلام) تمہاری طرف وحی بھیجی ہے۔۔۔۔

6۔ یا (اے پیغمبرؐ اسلام) جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

(د) وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی

پہلا مفہوم ''اور (تم سے پہلے اسی نظام کو قائم کرنے کی) ہم نے ابرہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو بھی ہدایت کی تھی۔۔۔۔۔

2۔ ''اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو (مع ان کے متبعین کے) حکم دیا تھا۔

3۔ ''اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

4۔ ''اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا۔۔۔۔

5۔ ''اور (اسی کے ساتھ ساتھ) وہ وہ سب کچھ بھی جس کی ہم نے ابراہیمؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو وصیت کی تھی۔۔۔۔

6۔ ''اور جس کی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو وصیت کی تھی۔۔۔۔۔۔۔

(ہ) اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ

پہلا مفہوم ''(وہ ہدایت کیا ہے؟) یہی کہ (وحی کے متعین فرمودہ) نظام زندگی کو قائم کرو۔۔۔۔

2۔ ''کہ دین کو صحیح شکل میں قائم رکھنا۔۔۔۔

3۔ ''اور (اُن سے) اور اُن کی قوموں سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ) اسی دین کو قائم رکھنا۔۔۔۔

4۔ ''اس اَلدِّیۡن کو (جو سب کے لئے واحد ہے) قائم رکھنا۔۔۔

5۔ ''(جس کا بنیادی اصول یہ ہے) کہ اَلدِّیۡن کو قائم رکھو۔۔۔۔

6۔ ''کہ اس اَلدِّیۡن (نظام زندگی) کو قائم کرو کہ (ایک زندہ حقیقت بن جائے)۔

(و) وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ

پہلا مفہوم ''اور (یک دلی کے ساتھ اس پر جم جاؤ یعنی) اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کرو۔۔۔۔

2۔ ’’اورتفرقہ اندازی (کی لعنت سے) بچنا۔

3۔ ’’اوراس میں تفرقہ اندازی نہ کرنا۔۔۔

4۔ ’’اوراس میں فرقہ فرقہ نہ بن جانا۔۔۔۔

5۔ ’’اوراس کے بارے میں فرقہ فرقہ نہ بن جاؤ۔۔۔

6۔ ’’اور پھراس میں کسی طرح کا اختلاف نہ کرو۔۔

(ز) كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ....

پہلامفہوم ’’(اے پیغمبرؐ اسلام) مشرکین پراس نظام زندگی کا قیام جس کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو بڑا ہی گراں گزر رہا ہے۔۔۔

2۔’’(تمام انبیاءؑ کو یہی حکم دیا گیا تھا کیونکہ اصل کے اعتبار سے مختلف انبیاءؑ کی تعلیم میں کوئی فرق نہیں مگر) مشرکین کو وہ بات جس کی طرف (اے پیغمبر اسلام) تم انہیں بلا رہے ہو بڑی گراں گزر رہی ہے۔۔۔۔۔

3۔’’حیرت ہے کہ اگر چہ یہ کوئی نئی اورانوکھی بات نہیں ہے مگر) مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزر رہی ہے جس کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو۔۔۔۔۔

4۔’’(حیرت ہے کہ) مشرکین کو یہ بات جس کی طرف تم انہیں دعوت دے رہے ہو بڑی ہی گراں گزر رہی ہے۔۔۔۔۔۔

5۔’’یہ بات جس کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو مشرکین کو بڑی گراں گزر رہی ہے۔۔۔۔۔۔

6۔’’(اے پیغمبرؐ اسلام) مشرکین کو یہ نظام بہت ہی گراں اورنا گوار معلوم ہو رہا ہے جس کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو۔۔۔۔

(ح) اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

پہلامفہوم ’’(مگرتم اس کی فکر نہ کرو کیونکہ) خدا صرف اُن ہی لوگوں کو شرفِ اِجتبٰی سے نوازتا ہے جنہیں وہ چاہتا ہے۔(یعنی جو اس کے قانونِ مشیت کے مطابق قبول حق کی صلاحیت کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں)۔۔۔

2۔’’(شاید انہیں یہ ناگوار گزر رہا ہے کہ منصب نبوت سے ان میں سے کوئی سرفراز کیوں نہ کیا گیا) خدا اپنی طرف (منصب رسالت کیلئے) جسے چاہتا ہے کھینچ لیتا ہے۔‘‘

3۔’’(آخر خدا کے معاملات میں وہ کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں کہ فلاں کو نبوت کیوں دی گئی اور فلاں کو کیوں نہیں؟ (خدا انسانوں کی مرضی کا تابع نہیں) خدا جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔‘‘

4۔’’(کیا یہ گرانی آپؐ پر حسد کی وجہ سے ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟) اللہ جسے چاہتا ہے اپنے لئے برگزیدہ کر لیتا ہے۔‘‘۔۔

5۔’’(کہ خدا نے ہمیں چھوڑ کر محمدؐ کا انتخاب کیوں کیا؟) خدا جسے چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے۔۔۔

6۔’’یہ واقعہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنی طرف منتخب کر لیتا ہے۔(یعنی جسے چاہتا ہے نسل انسانی کی ہدایت وراہنمائی کے لئے منتخب کر کے منصب رسالت سے نواز دیتا ہے)۔۔۔۔

(ط) وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ 42/13)

پہلامفہوم ’’اوراُن ہی لوگوں کو صحیح راستہ دکھاتا ہے جو (اپنے ارادے اور عزم سے) اس کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔(معارف القرآن صفحہ

250 جلد 4 پر ہے)

2۔''اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اُس کو اپنے تک رسائی دیتا ہے۔(دوسرے مفہوم کیلئے معارف القرآن جلد 2 صفحہ 285-286)

3۔''اور جو شخص خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اُسے اپنے تک رسائی دیتا ہے۔''(معارف القران جلد 2 صفحہ 318)

4۔''اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی راہ دکھا دیتا ہے۔(معارف القرآن جلد 3 صفحہ 611)

5۔''اور جو اُس کی طرف رجوع ہوتا ہے اسی کو ہدایت دیتا ہے۔(ایضاً جلد 3 صفحہ 644-645)

6۔''اور یہ اُس کا قانون ہے کہ وہ اپنی طرف صرف اُن ہی لوگوں کو راہنمائی کرتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
(متمرد اور سرکش لوگوں کو وہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 431)(نقل مواخذہ صفحہ 75-66)

ہم نے یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے کہ جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ پرویز صاحب ایک آیت کے ذیل میں کیا کیا تصورات ومفاہیم فٹ کر دیتے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مواخذہ کا پڑھنا پرویز کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ مواخذہ پرویز کو یہاں لا کر چھوڑ دیتا ہے۔ نہیں وہ مزید تیرہ (13) صفحات تک اُن کا تعاقب کرتا ہے۔اور پرویزی تصورات اور مفاہیم کے تضادات نوٹ کراتا ہے۔اور پرویز نے قرآن پر جو اضافے کئے ہیں اور متن کے جن عربی الفاظ کو تبدیل کیا ہے اُن کو گن کر اور واضح کرتا ہے مطلب یہ کہ اسی ایک آیت (42/13) کی ذیل میں پرویز کا سارا تانا بانا بکھیر دیتا ہے۔مثلاً مواخذہ میں اگلا عنوان یہ ہے کہ:

<u>خالص قرآن کے دعوے کا تجزیہ:</u> محترم پرویز کے ان چھ (6) تراجم کو یکمشت بحیثیت مجموعی دیکھنے سے دو خیال پیدا ہوتے ہیں۔اول یہ کہ مولانا پرویز کی قرآن فہمی بھی اُن کے متعینہ اصول کے مطابق ارتقائی پرواز کرتی ہوئی بلند ہو رہی ہے۔یا دوم یہ کہ موصوف اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے اصول تدریج کو مدنظر رکھ کر اپنے ابتدائی تراجم (5,4,3,2) کو احتیاطاً سادہ رکھتے ہیں۔تا کہ امت بدک نہ جائے۔چنانچہ ان تراجم کا گوشوارہ دیکھئے اور پھر ہمارے مرتب کردہ نتائج پر بات کیجئے:۔

ترجمہ نمبر	ترجمانی کے الفاظ کی تعداد	قوسین کی تعداد	قوسینی الفاظ کی تعداد	کُل پرویزی الفاظ
پہلا ترجمہ	110	11	78	188
دوسرا ترجمہ	93	8	60	153
تیسرا ترجمہ	97	5	62	159
چوتھا	95	5	34	129
پانچواں	99	5	31	130
چھٹا	117	7	46	163
میزان	611	41	311	922
اوسط	102	7	52	154

اس گوشوارہ کے بعد لکھا ہے کہ مارچ 1945ء تک جو ترجمے کئے گئے ہیں (5,4,3,2) اُن میں قوسین کی تعداد پانچ سے آٹھ تک آتی ہے۔ تو صرف ترجمہ کے الفاظ ترانوے سے بڑھ کرننانوے تک ترقی کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد نومبر 1949ء تک قوسین کی تعداد گیارہ تک پہنچ جاتی ہے تو صرف ترجمہ ایک سوسترہ الفاظ پر جا پہنچتا ہے۔ اوران چند سالوں کے اندر قوسین میں بند الفاظ کی تعداد اکتیس (31) سے بڑھتے بڑھتے اٹھتر (78) تک جا کر دم لیتی ہے۔ یہ تدریجی اور معنوی تحریف اس وقت اور بھی کھل کر سامنے آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت (42/13) میں منشائے خداوندی پیش کرنے کیلئے ایک سوانتیس (129) سے لے کر ایک سواٹھاسی (188) تک الفاظ لائے جاتے ہیں۔ یعنی خود اپنے ہی پیش کردہ مفاہیم پر روز افزوں اضافہ کرتے کرتے انسٹھ (59) الفاظ اور بڑھا دیئے جاتے ہیں۔'' (مواخذہ صفحہ 76 تا 78)

29 (ی)۔ دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ کی وہ حکومت خود اُن ہی آیات سے قائم نہ ہوسکی جسے پرویز نے شاہکار رسالت کا پہلا عنوان بنایا تھا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ مودودی نے آزادتر جمانی کا طریقہ اور پرویز نے قرآن کو اپنے مفاہیم کے ماتحت رکھنے کا طریقہ صرف اس لئے اختیار کیا تھا کہ جس طرح ہو سکے قریش اور قریشی صحابہ اور قریشی خلفا اور قریشی راہنماؤں کو قرآن کی مار سے بچائیں اور محمدؐ اور آل محمدؐ کو قریش کے برابر کر دکھائیں۔ دونوں نے اپنے اپنے طریقے اور قابلیت کے مطابق حد بھر کوشش کی ہے۔ مودودی صاحب کی کوشش کی ناکامی اور قریشی صحابہ وغیرھم کی حالت ہماری کتابوں میں سامنے آچکی ہے اور برابر آتی رہے گی۔ فی الحال ہمارے سامنے پرویز اور شیطان کا شاہکار کھڑا ہے۔ اور پرویز نے اس شاہکار کو شاہکار بنانے کی بنیاد کیلئے اپنا پہلا عنوان ہی حکومت وخلافت مقرر کیا تھا۔ اور حکومت وخلافت کو ثابت کرنے کیلئے دوعدد آیات پیش کی تھیں (5/48,5/44) جو پرویز کے متضاد اور مختلف مفاہیم کی وجہ سے حکومت وخلافت قائم نہ کرسکیں اس لئے کہ انہوں نے اس ابلیسی حکومت کو قائم کرنا خود رسوؐل اللہ کے ذمہ لگانے کے لئے یہ آیت پیش کی تھی کہ خدا نے فرمایا تھا کہ: فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (5/48) اور اس آیت کا مفہوم یہ لکھا تھا کہ ''تو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر'' مگر پرویز نے اس مفہوم کو ذرا آگے چل کر باطل کر دیا اور اسی آیت فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (5/48) کا یہ مفہوم لکھ دیا کہ: ''تم ان میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرو'' (شاہکار صفحہ 265) یعنی یہ حکومت شاہکار رسالت ہی کے صفحہ 265 پر تباہ ہوگئی۔

چنانچہ پرویز کا پہلا عنوان ہی قائم نہ رہا۔ یعنی رسوؐل اللہ کو اللہ نے اس آیت (5/48) میں اُس ابلیسی حکومت کے قائم کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ فیصلے کرنے کا طریقہ بتایا تھا کہ ہر فیصلہ قرآن سے کیا کرو۔ اور ہم قارئین کو بتا دیں کہ قرآن میں اور بھی کہیں اُس حکومت کو قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی حکم دیا ہی نہیں گیا ہے یہ تو پرویز نے فریب دیا تھا جو خود اُن ہی کے قلم سے ظاہر و ثابت ہوگیا۔ اور وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر اُس شاہکار کا گھونسلا بنایا جا سکتا تھا۔

30۔ پرویز کی دوسری کوشش یہ ہے کہ وہ اپنے شاہکار کو اور اس ابلیسی حکومت کو بنانے اور چلانے والوں کو قرآن سے حقیقی مومنین بنا دیں

چونکہ پرویز کو نہ وہ لوگ پسند ہیں جو اُن کے شاہکار و متعلقین کو ناپسند کرتے ہوں اور نہ وہ چیز پسند ہے جس سے اُن کے شاہ کار اینڈ کمپنی کے کردار کا پردہ فاش ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے پرویز کو مسلمانوں کی اپنی تیار کردہ تاریخ پسند ہے اور اسی وجہ سے وہ احادیث وتفاسیر وفقہ کی کتابوں کو ناپسند کرتے اور اُن میں عیب نکالتے ہیں۔ اور پرویز کا اصول ہی یہ ہے کہ وہ ہر اُس بیان کو غلط قرار دیں گے جس میں اُن کے شاہکار اینڈ کمپنی کی مذمت ہو اور ہر اُس چیز کو صحیح قرار دیں گے جس سے اس کمپنی کی مدح وثنا نکلتی ہو۔ یہ کام بھی وہ اپنی ذاتی رائے سے نہ کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے صحیح اور

غلط کا معیار قرآن کو بنایا۔اور قرآن میں چونکہ ہر جگہ اُس کمپنی کی مذمت ہی مذمت تھی اس لئے پرویز نے قرآن کا ترجمہ قطعا بند کر دیا اور اعلان کر دیا کہ قرآن کے ترجمہ سے قرآن کا مفہوم ادا ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا وہ اپنی زبان میں وہ مفاہیم لکھیں گے جو انہیں پسند آئیں خواہ وہ مفاہیم کتنی ہی جگہ کیوں نہ گھیریں۔ یہ اعلان کر کے پرویز نے ایک لغت تیار کی جس میں قرآن کے الفاظ کے وہ مفاہیم بھر دیئے جو انہیں پسند آئے اور ایک تفسیر لکھی اور اس کا نام ہی مفہوم القرآن رکھ دیا مطلب یہ ہوا کہ پرویزی لغت اور پرویزی تفسیر مجموعہ ہیں پرویز کے پسندیدہ مفاہیم کا۔ یوں انہوں نے اس کمپنی کے بچاؤ کی راہ ہموار کر لی اور اپنے خودساختہ مفاہیم سے انہوں نے وہ شاہکار تیار کر لیا جس کو ہم مردود و مذموم ثابت کریں گے اور خود پرویزی لغت اور مفہوم القرآن سے ثابت کریں گے۔

30(الف)۔تاریخ کے بیانات کو قرآن سے غلط ثابت کرنے کی ایک ایسی مثال جس سے کوئی انکار نہ کر سکے اور پرویز اُس پر کبھی پورا نہ اتر سکے۔

پرویز نے اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے لکھا کہ''تاریخ کے سلسلے میں ہماری کیفیت باقی دنیا کے مقابلے میں مخصوص اور منفرد ہے۔اور وہ یوں کہ قرآن کریم پر ہمارا ایمان ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اُس میں جو کچھ کہا گیا ہے اُسے ہم حرفاً حرفاً صحیح تسلیم کرتے ہیں۔اب اگر تاریخ میں کوئی بات ایسی ملے جو قرآن کے کسی بیان کے خلاف ہو تو اسے ہم کبھی صحیح تسلیم نہیں کر سکتے مثال کے طور پر:

''قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی بیوی کے اصرار کے باوجود اپنے دامن عصمت کو داغدار نہ ہونے دیا۔اب اگر کوئی تاریخ حضرت یوسفؑ کے بے شمار محاسن بیان کرنے کے ساتھ یہ کہے کہ انہوں نے عزیز مصر کی بیوی پر ہاتھ ڈالا تھا۔تو ہم اُن محاسن کو تو صحیح تسلیم کر لیں گے لیکن اُن کی طرف منسوب کردہ دست درازی کے واقعہ کو کبھی صحیح تسلیم نہ کریں گے۔اس پر اگر دنیا یہ کہے کہ تمہاری یہ روش بڑی غیر علمی ہے کہ تم تاریخ کے ایک حصہ کو صحیح تسلیم کرتے ہو اور دوسرے کو غلط کہتے ہو۔تو ایسے لوگوں سے ہم کہیں گے کہ ایسے معاملات میں تاریخ کے پرکھنے کا ہمارا معیار تم سے مختلف ہے ہم تاریخ کے کسی ایسے بیان کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتے جو قرآنی تصریحات سے ٹکراتا ہو''(شاہکار گزرگاہ خیال صفحہ 50)

30(ب)۔ہمیں شاہکار اینڈ کمپنی کیلئے نام بنام حضرت یوسفؑ کی مانند تصریحات درکار رہوں گی تاکہ تاریخ کے بیانات کو غلط قرار دینا جائز ہو جائے۔

پرویز کے مندرجہ بالا بیان اور قرآنی مثال سے ہمیں دوسو فیصد اتفاق ہے۔مگر ہمیں عہد رسولؐ کے مومنین کی ایسی ہی مثال قبول ہوگی جیسی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال دی گئی ہے یہ ہمیں منظور نہ ہوگا کہ قرآن میں کہیں چند مومنین کی مدح وثنا دیکھ کر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ ابوبکر وعمر عثمان کی مدح وثنا ہے یا یہ تمام مومنین کی مدح وثنا ہے۔ہمیں وہی بات منظور ہوگی جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح متعین کر کے مدح و ثنا کی گئی ہو۔گول بات کو ہم صراحت نہ مانیں گے اور کسی خودساختہ تصور یا مفہوم یا مسلّمہ یا لقب کو رد کر دیں گے بات قرآن کی زبان والفاظ میں ہو گی تو ہمیں قبول ہوگی۔ہم پرویز کے مندرجہ ذیل بیان کو گول بیان اور خودساختہ بیان کہتے ہیں کہ:

''قرآن مجید میں صحابہ کبّار (مہاجرین وانصار) کے متعلق بصراحت کہا گیا ہے کہ وہ مومن حقّا (پکے اور سچے مومن) تھے''(گزرگاہ خیال صفحہ 51)

اس بیان میں ''صحابہ کبّار'' کی اصطلاح خودساختہ ہے۔قرآن میں یہ ترکیب صحابہ کبّار استعمال نہیں ہوئی ہم اسے تسلیم نہیں کرتے گو یہ ہزار سال سے زبان زدِ خلائق ہے۔لہٰذا یہ بتانا پرویز کے ذمہ ہے کہ فلاں آیت میں مہاجرین اور انصار کو صحابہ کبّار کہا گیا ہے۔اور پھر یہ بتانا ہوگا کہ فلاں آیت

میں تمام مہاجرین اور تمام انصار کو مومنِ حقا فرمایا گیا ہے۔ اور یاد رکھو کہ الفاظ ''مہاجر'' کے معنی یا مفہوم نہ قریش ہوتے ہیں نہ ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ ہوتے ہیں نہ مومنین کے معنی یا مفہوم قریش ہوتے ہیں نہ ہی انصار ہو سکتے ہیں یاد رکھو کہ ہمیں قرآنی صراحت درکار ہے نہ کہ عقیدتمندانہ خود ساختہ مفہوم و مراد سے کام چلانا۔

30(ج)۔ قریش بحیثیتِ مجموعی قرآن کی تکذیب کرنے والے قرآن کو مہجور کرنے والے اور جرائم پیشہ اور دشمنانِ خدا اور رسولؐ قرآن سے ثابت ہیں۔

آیئے ہم پرویز کی پوری اسکیم کو تباہ کرنے والی آیت لکھتے ہیں۔ اور پرویز سے اس عنوان کی تصدیق کراتے ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا O (فرقان 25/30-31)

رفیع الدین کا ترجمہ: اور کہا رسولؐ نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا۔ اور اسی طرح کیا ہے ہم نے واسطے ہر نبیؐ کے دشمن مجرمین میں سے اور کفایت ہے پروردگار تیرا ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا۔'' (ترجمہ صفحہ 436-437)

اس قرآن کے بیان سے بصراحت ثابت ہے کہ رسولؐ کی قوم نے قرآن کو مہجور کیا تھا اور رسولؐ کی قوم قریش تھی اور قوم کہنے کے بعد ساری قوم سمجھا جانا لازم ہے نہ کہ قوم کا کچھ حصہ۔ اس کے بعد اللہ نے رسولؐ کی قوم کو سابقہ اقوام کے مجرموں کی طرح دشمنانِ انبیاءؑ قرار دیا ہے۔ اور قریش کے بالمقابل رسولؐ کی ہدایت و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

30(د)۔ پرویز کا مفہوم ہم سے دو قدم آگے بڑھ کر ہماری اور قرآن کریم کی تائید کرتا ہے اور پوری قوم کو مجرم اور دشمنِ رسولؐ بھی مانتا ہے

اب قارئین پرویز کی تفسیر مفہوم القرآن کا بیان ملاحظہ فرمالیں:

''اور رسولؐ کہے گا اے میرے نشوونما دینے والے یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو، اپنے خود ساختہ معتقدات کی رسیوں سے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اُس کے تابع رکھنے کے بجائے اُسے اپنے مسلک و مشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا۔ لیکن یہ ماجرا کسی ایک نبیؐ کے ساتھ مخصوص نہیں رہا ہے جس نبیؐ نے جہاں اور جب خدا کا پیغام پہنچایا انسانیت کے خلاف جرم کرنے والے گروہ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ لہٰذا اے رسولؐ تمہیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے تیرا نشوونما دینے والا ان سب کے خلاف اس کے لئے کافی ہے کہ وہ تجھے زندگی کی کامرانیوں کی راہ چلائے اور ہر مشکل مقام پر تیری مدد کرے۔''

(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821-822)

پرویز رسولؐ کی پوری قوم کو مجرم مانتے ہیں۔ یہ بات نوٹ کرلیں کہ پرویز نے جملہ ''ان سب کے'' لکھ کر پوری قوم کو مجرم اور دشمن رسولؐ مان لیا ہے۔

30(ھ)۔ پرویز کی تیار کردہ لغت بھی ہم سے متفق ہے۔

قارئین یہ سمجھ کر پرویزی تصدیقات کو پڑھیں کہ یہ تنہا دو آیات (25/30-31) اُن کی ساری عمر کی محنت و منصوبے کو تباہ کر رہی ہیں اور اُن کیلئے اللہ نے قرآن میں کوئی راہِ فرار باقی نہیں چھوڑی ہے اب آپ اُن کی لغات القرآن سے لفظ مہجور کے معنی اور دلائل ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًاO(فرقان 31-30/25)

مَهْجُوْرًا۔قرآن کریم میں وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا O(25/30)

''اور رسوؐل خدا کے حضور میں کہے گا کہ اے میرے نشوونما دینے والے میری قوم نے اس قرآن کریم کو مَھْجُوْر بنادیا تھا۔''اس کا عام مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ''مسلمانوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا تھا۔''لیکن مَھْجُوْر کے معنی اس سے کہیں گہرے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو گائے یا بھینس دوڑ جاتی ہوتو اُس کے پاؤں کے ساتھ ایک رسی باندھ دیتے ہیں۔اور رسی کا دوسرا سرا اُس کے سینگ کے ساتھ (یا گلے میں) باندھ دیتے ہیں۔لیکن رسی اتنی چھوٹی رکھتے ہیں کہ جانور کا سر بہت جھکا رہتا ہے۔وہ اس طرح یوں جکڑا جاتا ہے کہ آزادی سے ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔عرب گھوڑوں اور اونٹوں کو اسی طرح جکڑ کر باندھ دیتے تھے۔اس طرح بندھے ہوئے جانور کو مَھْجُوْر کہا جاتا تھا۔اَلْھِجَار اُس رسی کو کہتے تھے جس سے انہیں اس طرح جکڑا جاتا تھا رسوؐل اللہ خدا سے فریاد کریں گے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اپنے خودساختہ اعتقادات، خیالات، رسومات، روایات، قوانین، تفاسیر وغیرہ کی رسیوں سے جکڑ کر مَھْجُوْر بنا رکھا تھا جس سے وہ ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اٹھا سکتا تھا۔انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑا نہیں تھا۔سینوں سے لگا رکھا تھا۔لیکن اس کی ساری آزادیاں سلب کر رکھی تھیں۔اور اُسے اتنا ہی چلنے کی اجازت دے دی جاتی تھی جتنی اُن کے خودساختہ''مذہب و شریعت''کی رسی مناسب سمجھتی تھی۔یعنی یہ قرآن کے تابع نہیں تھے۔قرآن کریم اُن کے تابع تھا۔یہ ہے مطلب قرآن کریم کو مَھْجُوْر بنادینے کا۔''(لغات القرآن جلد چہارم صفحہ 1754)

30(و)۔قَالَ ماضی اور يَقُوْلُ حال اور مستقبل کیلئے ہے۔پوری قوم کی ماضی کی بات ہے۔ہمیں مستقبل ماننے میں بھی نقصان نہیں ہے۔

قارئین نے علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ دیکھا تھا جو تحت لفظ ترجمہ ہے اُس میں قَالَ کے معنی وہی کیے گئے تھے جو کیے جانا چاہئیں یعنی''کہا رسوؐل نے''پرویز ہی نے نہیں بلکہ شیعہ سنی علما کی کثرت نے لفظ''قَالَ''کے معنی کہے گا کیے ہیں جو اس لئے غلط ہیں کہ قَالَ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس کے معنی کہے گا نہیں ہیں''کہے گا''کی عربی يَقُوْلُ ہے۔یہ مغالطہ اس لئے ہوا ہے اس آیت (25/30) سے پہلے کی آیات میں قیامت کی بات ہوتی چلی آئی ہے۔اور بات بہت اہم ہے جسے ہم بھی پیش کرنے والے ہیں۔اور بات بھی قریش کے دو مشہور اور بزرگ یاروں کی ہورہی ہے اس لئے لوگوں نے سمجھا کہ وہیں اُن مجرموں کے فوراً بعد رسوؐل بھی اللہ سے شکایت فرمائیں گے اس لئے انہوں نے''رسوؐل کہے گا''ترجمہ کرلیا ہے۔حالانکہ اگلی آیت (25/31) بتاتی ہے کہ رسوؐل اللہ نے قریش کی شکایت اپنی زندگی میں کی تھی اور اللہ نے قریش کے مقابلہ میں حضورؐ کی نصرت اور ہدایت وراہنمائی کا وعدہ فرمایا تھا۔بہرحال اگر ہم اس شکایت کو قیامت میں مان لیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ رسوؐل کی قوم نے ازاول تا آخر قیامت تک کبھی بھی قرآن کی اتباع نہیں کی۔یعنی اس قوم کا ہر ہر فرد برابر قیامت تک قرآن سے باغی رہتا چلا گیا۔اور یہ ماننا اُس سے زیادہ سنگین اور مضر ہے کہ ہم عہد رسوؐل کے قریش کو مجرم اور دشمنان رسوؐل قرار دیں۔اس طرح یہ امکان نکل آتا ہے کہ شاید بعد رسوؐل کسی شخص نے قرآن کی پیروی کی ہو۔حالانکہ واقعہ یہ ہی ہے کہ قریش نے عہد رسوؐل اور بعد رسوؐل کبھی خدا اور رسوؐل اور قرآن کی پیروی نہیں کی مگر یہ بات ان آیتوں (31-30/25) سے نہیں بلکہ قرآن کی دوسری آیات سے ثابت ہوتی ہے۔بہرحال نتیجہ ایک ہی ہے۔یعنی رسوؐل کی قوم ایک جہنمی قوم تھی۔اب سوچنا یہ ہے کہ پرویز کا شاہکار یعنی عمر بن الخطاب بھی تو ماشاءاللہ قریشی قوم کا ایک فرد، لیڈر اور راہنما ہے۔اُس کو پوری قوم میں سے الگ کرنے اور مذکورہ بالا جرائم سے بچانے کے لئے کون سی کتاب اتاری جائے گی؟ قرآن میں تو اُس کو بچانے کی کوئی گنجائش نہیں

ہے۔یعنی ایسی کوئی آیت نہیں ہے کہ ’’قریش میں سے فلاں شخص قرآن کو مہجور کرنے کا مجرم نہیں ہے یا قریش کے فلاں فلاں شخص کو مجبوری کے جرم سے معاف کردیا گیا تھا۔‘‘

بھول نہ جایئے کہ ہمیں اس سلسلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح کی آیات درکار ہیں۔جن میں نام ہو یا ایسی صفات ہوں جن سے متعلقہ شخص کو ہر شخص پہچان لے اور کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔یوں کام نہیں چلے گا کہ جس آیت میں اچھے اور حقیقی مومنین کا ذکر ہو آپ ایرا غیرا نتھو خیرا کو اس جماعت میں شامل کردیں۔اور یاد رکھو کہ قریش تو ایسے مجرم اور دشمن رسوؐل ثابت ہو گئے کہ ان کو مسلمانوں کی کسی بھی اچھی جماعت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔خواہ وہ عربی سازش کے زور پر مہاجرین ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں۔خواہ عربی تاریخ میں مدینہ کے اندر اور رسوؐل کے دھنے بائیں ہی کیوں نہ دکھائے گئے ہوں۔

30(ز)۔<u>ہم بھی پرویز کی طرح تاریخ وحدیث وتفسیر کی ہر بات نہیں مانتے اُن کے نہ ماننے کا بہانہ عجمی سازش ہے ہمارے نہ ماننے کا عذر عربی سازش ہے۔</u>

<u>پرویز نے عجمی سازش کا ڈھونگ رچایا ہے تا کہ عربی سازش پر پردہ ڈال کر عربوں کے جرائم عجمیوں کے سر لگا دیں۔لیکن وہ عجمی سازش کے ثبوت میں قرآن سے ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے اور کوئی قیامت تک پیش نہ کر سکے گا۔رہ گئی عربی سازش اس کے ثبوت میں ہم سارا قرآن پیش کریں گے۔اور عربی سازش پر ہم نے قرآن سے ایک پوری قوم پیش کردی ہے (25/30-31) اور عربی سازش کے تمام پہلوؤں کو قرآن سے پیش کریں گے انشاءاللہ والامامؑ۔</u>

ہم علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہیں اور قریش کے بزرگ مانتے ہیں اور اُن کتابوں سے بھی ثابت ہے جن کو پرویز نے اپنے شاہکار کی ابتدا میں مصادر الکتاب کی حیثیت دی ہے کہ تاریخ وحدیث وتفسیر کی کتابوں کو ابوبکر وعمر وعثمان کی جانشین حکومتوں نے مرتب کرایا تھا۔اور اُن سب کے یہاں ابوبکر وعمر وعثمان مقدس اور امت کے بزرگ ترین لوگ مانے جاتے رہے۔اور اُن خلفا وحکمرانوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو ابوبکر وعمر وعثمان کو بد مذہب مانتا ہو۔لہٰذا اُن سب کے زمانوں میں اُن کے خلاف منہ کھولنا اُسی طرح جرم تھا جس طرح آج ضیا صاحب کے اور کل بھٹو صاحب کے اور پرسوں وغیرہ وغیرہ کے عہد حکومت میں حکومت کے خلاف منہ کھولنا اور کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالنا ممکن نہیں اور جرم ہے۔یعنی تاریخ کی کتابیں ہوں یا حدیث وتفسیر وغیرہ کی یہ سب ابوبکر وعمر وعثمان کے ہم عقیدہ لوگوں نے ،ہم عقیدہ خلفا کے حکم اور سرمائے سے لکھی گئی تھیں اور یہ لوگ خود اپنے عقائد و مذہب کے خلاف ہرگز کچھ نہ لکھ سکتے تھے۔اور جو کچھ جس کسی نے کسی بھی زمانہ میں لکھا اس وقت اپنے عقیدے،اپنے بزرگوں کی تقدیس اور اپنے کردار اعمال کے تحفظ میں لکھا۔لہٰذا ہمارا بھی یہ اصول ہے اور یہ عدالت کا اصول ہے کہ چور ومجرم کے بیانات ، جو اُن کی صفائی یا جرم سے بچانے کے لئے ہوں ،ہم قرآن کی شہادت کے بعد قبول کریں گے۔اور وہ بیان جو چوروں اور مجرموں کی طرف داری یا مدح وثنا میں ہوگا قبول نہ کریں گے کیونکہ بات مجرموں کی ہورہی ہے۔البتہ اگر اُن کی مذمت میں کوئی بیان ملے تو اُسے بلا گواہی قبول کرلیں گے۔

1۔<u>تاریخ وتفسیر وحدیث کی کتابیں حکومتوں کے سوا نہ کوئی لکھ سکتا تھا نہ لکھوا سکتا تھا۔</u>

کتابوں کی تصنیف پر ایک حقیقت کو ہمیشہ چُھپایا گیا ہے اور وہ ہے کاغذ کا وجود، کاغذ کی فراہمی ۔یعنی یہ تو بڑی دھوم دھام اور فخر سے کہا جاتا رہا ہے کہ فلاں کتاب اتنی جلدوں اور اتنے صفحات میں لکھی گئی تھی ۔مگر یہ کبھی نہیں بتایا گیا کہ کاغذ کہاں سے آیا تھا اور کس نے فراہم کیا تھا؟ لہٰذا

یہ کہا گیا کہ عثمان نے قرآن کے سات نسخے لکھوا کر مملکت اسلامیہ کے ہر صدر مقام پر ارسال کئے تھے۔ہم کہتے ہیں کہ یہ بات محض ایک پروپیگنڈا ہے یا جھوٹ ہے۔ پہلے یہ بتائیے کہ اُس زمانے میں کاغذ کہاں سے آیا تھا؟ کون لایا تھا؟ اور کیا قیمت ادا کرنا پڑی تھی؟ اور کس ملک میں کاغذ بنتا تھا؟ اور کتنا سالانہ بنتا تھا؟ اور مسلمانوں کی حکومت کا نمبر آ بھی سکتا تھا یا نہیں؟ چونکہ ان سے بڑی اور زیادہ وسائل وضرورتوں والی حکومتیں موجود تھیں۔لہٰذا ہم اس معاملے میں بھی عملی اور مادی دلیل چاہتے ہیں۔ہم عقیدت کے ماتحت نہ کوئی بات مانتے ہیں نہ منواتے ہیں۔ یہاں صرف اسی قدر کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ تصنیف وتالیف کا کام صرف حکومتیں کرسکتی تھیں اور کرتی رہیں اورانہوں نے ہمیشہ اپنے اوراپنی پالیسی اوراپنے عقیدے کی تائید میں لکھوایا جو کچھ بھی لکھوایا۔اور وہ تمام حکومتیں شیعوں کی دشمن تھیں لہٰذا ہم حق بجانب ہیں اگر اُن کے حق میں جانے والی ہر بات کا انکار کریں اوراُن کے خلاف جانے والی ہر بات کو مان لیں۔ یہ پرویز اینڈ کمپنی کی ستم ظریفی اور ظلم ہے کہ اپنے ہم عقیدہ اور بزرگوں کی لکھی ہوئی کسی بات کا بھی انکار کریں۔رہ گئی عجمی سازش کی بات تو اُس کے لئے فی الحال اس قدر کافی ہے کہ پرویز خود عجمی ہے اورانہوں نے عجمی کافروں کے نام کو اپنا لقب و تخلص بنایا ہے اور واقعی اُن کی تمام کتابیں خالص عجمی تصورات کے پرچار میں لکھی گئی ہیں اور ہم اسی کو ثابت کریں گے اور وہ نہیں تو اُن کے حوالی موالی اور جانشین عجمی سازش کے لفظ کو کبھی زبان پر نہ لائیں گے۔اوراُسے اپنے حق میں گالی سمجھنے لگیں گے انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔

ذرا ہمیں عربی سازش کا پردہ اُٹھانے کیلئے چند قدم چلنے تو دیجئے یہ دوبارہ نوٹ کرلیں کہ ہم قریش ساز کسی افسانے، حدیث وتفسیر کو صرف اُسی صورت میں مانیں گے جب کہ وہ اُنکے خلاف ہو۔جس طرح پرویز اپنے زمانہ سے پہلے اسلامی ریکارڈ کو عجمی تصورات کہتے ہیں اُسی طرح ہم اُسے قریشی تصورات قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ موجودہ شیعہ مجتہدین کا تیار کردہ ریکارڈ بھی قریشی تصورات کا چربہ ہے۔

31۔وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا۔سازش کرنے والی قریشی قوم اسلام ومسلمانوں سے خارج ہوگئی تو اس کے ہیرو اور شاہکاروں کا ٹھکانہ کہاں بچا؟

قریشی قوم قرآن اور پرویز کے بیانات (25/30-31) سے دشمنانِ خدا اور رسوؐل وقرآن ثابت ہوگئی تو آپ اُن کے دو بڑے لیڈروں کو مواخذہ کے میدان میں اقبال جرم کرتے ہوئے اور ندامت سے ہاتھ ملتے ہوئے اور چباتے ہوئے دیکھئے۔اور یہ سمجھ لیجئے کہ عہد رسوؐل ہی میں اُن دونوں کی سازش کو قرآن میں بیان کردیا گیا تھا اورانہیں بتادیا گیا تھا کہ تم اللہ کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کروگے اور جہنم میں جاؤ گے اگر تم سے ہوسکے تو سازش کرنا بند کردو ورنہ سنو کہ:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○ (فرقان 29 تا 25/27)

''اوراُس روز ایک مجسمۂ ظلم وستم شخص (یا ظلم وستم کی پوری جنس کی نمائندگی کرنے والا آدمی) اپنے ہاتھوں کو چباتا ہوا حاضر ہوگا اور بیان کرے گا کہ: اے کاش میں نے محمد رسوؐل اللہ کی معیت میں رہنے والا راستہ اختیار کرلیا ہوتا۔ہائے افسوس اے کاش میں نے فلاں شخص (یا ھیرو) کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا۔یقیناً اُس یار (یا شاہکار) نے مجھ سے رسوؐل اللہ (ذکر 65/10-11) کا طے کردہ راستہ چھڑوا کر مجھے ایسی حالت میں بھی گمراہ کردیا جب کہ (رسوؐل) نے میرے پاس آکر مجھے اُس سے خبردار کردیا تھا اور شیطان صفت میرا یار مجھ ایسے وفادار و نحیف انسان کو بھی بے یار ومددگار چھوڑ جانے والا ہی نکلا۔''

قرآن کے اس بیان میں قریش کے دو یاروں کا رسولؐ کے کسی ایسے (1) راستے کو چھوڑنے اور چھڑانے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے نتیجے میں جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر اس مقرر شدہ راستے کو چھوڑنے کی ذمہ داری (2) پہلے یار کے ہاتھوں نے لی تھی (3) جنہیں وہ برابر چبا تا رہا ہے۔ پھر یہ سوچنا اور پتا لگانا ہے کہ وہ (4) دوسرا یار کون تھا جو پہلے یار سے رسولؐ اللہ کا راستہ چھڑا سکتا تھا اور اُس راستے کو چھوڑنے اور اس کے خلاف راہ اختیار کرنے کے ایسے (5) فوائد و نتائج سامنے رکھ سکتا تھا کہ جن پر یقین آ جانے کے بعد رسولؐ اللہ کی ساری تعلیم کو خیر باد کہنا آسان ہو جاتا؟۔

31 (الف)۔ ذرا ٹھہریئے، قرآن سے مدد لیجئے اور اس پانچ نکاتی معمے کو حل کر لیجئے اور دوسرے یار کو دوست نما دشمن کے لباس میں دیکھئے۔

وہ سامنے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تشریف فرما ہیں اُن کے پاس ایک مجسمۂ خلوص وعقیدت یار بیٹھا ہے کچھ باتیں ہو رہی ہیں آنحضرتؐ ذرا حیرانی اور پسندیدگی سے ہمہ تن مصروف سماعت ہیں کہ اچانک اللہ کی ہدایت سامنے آ گئی فرمایا ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُکَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ O (بقرہ 2/204)

''اے نبیؐ یہ بھی تو اُن ہی قریشی لوگوں میں کا ایک فرد ہے جس کی دنیاوی اسکیم تمہیں حیرانی کی حد تک پسند آ رہی ہے اور وہ تمہیں اپنے پُرخلوص ہونے کا اور قلبی سچائی کا یقین دلانے کیلئے اللہ کو گواہ بناتا جاتا ہے مگر یاد رکھو کہ وہ تمہارا برابر کا حریف اور انتہائی دشمن شخص ہے اور

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِکَ الۡحَـرۡثَ وَالنَّسۡلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ O (2/205)

''جب اس شخص کو اس کی دنیاوی اسکیم کے ماتحت حکومت واقتدار مل جائے گا تو یہ اس دنیا میں ہر قسم کا فساد پھیلا دے گا۔ فوج کشیوں اور لشکروں کی حملہ آوریوں سے اس دنیا کی فصلوں اور کھیتیوں کو تباہ کر دے گا اور ساری نسل انسانی کو عموماً اور ایک خاص نسل کو خصوصاً تہہ تیغ کر دے گا اور اللہ تو فساد کو کسی حال میں پسند نہیں کرتا ہے۔''

یہاں سب سے پہلے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسولؐ اللہ کے فوراً بعد جو حکومت وجود میں آئی اس کا تذکرہ اور عمل درآمد آیت (2/205) میں رسولؐ اللہ سے کیا گیا تھا۔ اور یہی وہ دنیاوی اسکیم تھی جو آیت (2/204) میں قسمیہ بیان کی جاتی تھی۔ اور اس حکومت کے بنانے اور اس کو چلانے والے ابوبکر وعمر دونوں مشہور یار ہیں چنانچہ لوگوں کو دکھانے کے لئے پہلا یار پہلے حکمران بنا تھا اور اُس نے ہی دوسرے یار کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور حکومت کی بیعت لی تھی۔ اسی لئے پہلا یار اپنے ہاتھوں کو چبا رہا تھا۔ اور جو راستہ اُسے رسولؐ کے ساتھ رکھتا وہ رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقہ پر قائم ہونے والی حکومت تھی۔ جسے اُس کے یار عمر نے ترک کرا دیا تھا۔ اور اُس کا فائدہ قریشی قوم کا ساری دنیا پر حکومت کرنا اور پکے مسلمان کہلانا، جانشین رسولؐ بن جانا اور دنیا کے سفید وسیاہ کا مالک بن جانا تھا۔ اور رسولؐ کے طریقہ پر قائم رہنے سے ان تمام فوائد وفضائل سے محرومی اور ذلیل رعایا کی طرح زندگی بسر کرنا تھا جسے ابوبکر نے پسند نہ کیا۔ اس لئے ابوبکر نے عمر کی ہدایت کے ماتحت قریش کی حکومت قائم کی خاندانِ نبوّت کو خلافت سے محروم کیا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا آیات (29 تا 25/27) معمہ نہیں رہیں۔ اور پرویز کا شاہکار مع اپنی قوم وعاقبت کے برباد ہو گیا۔

31 (ب)۔ قریش پرست دونوں علما، مودودی و پرویز سے پوچھئے کہ وہ ان آیات (29 تا 25/27) اور (2/204-205) میں ہم سے کہاں اور کیا اختلاف کرتے ہیں؟

قارئین کو بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ دونوں علما اور باقی تمام شیعہ سُنی علمانے پوری قریشی قوم کے دشمن خدا اور رسولؐ ہونے پر کبھی ایمان

نہیں رکھا ہے۔سنیوں نے اس لئے کہ قریشی ہی اُن کے نزدیک حقیقی مسلمان تھے اور اُن ہی سے دنیا میں اسلام پھیلا۔اور شیعہ علمانے اس لئے کہ اُن کے نزدیک خود رسوؐل اور خاندانؑ رسوؐل اور علی و بتول علیھم السلام قریش ہی میں سے ہیں۔اگر وہ قرآن کے مطابق پوری قوم کو دشمنان خدا و رسوؐل مان لیں تو خاندان رسوؐل اور علی و بتول علیھم السلام کو بھی دشمنان خدا و رسوؐل ماننا پڑتا تھا۔یعنی شیعہ اور سُنی دونوں قسم کے علما نے اپنے اپنے مذہب کو قرآن کی مار سے بچانے کے لئے نہ آیات کا ترجمہ صحیح کیا اور نہ حق و باطل کو الگ الگ کیا۔لہٰذا مودودی اور پرویز سے امید رکھنا غلط ہوگا کہ وہ مندرجہ بالا آیات (25/27 تا 29) اور (2/204-205) سے قریش پر آنچ آنے دیں گے۔اس لئے ہی انہوں نے قریش کو بچا بچا کر ترجمانی و تفہیم کی ہے۔لیکن ہم نے کوشش کی ہے کہ ایک مجرم اور دشمن خدا اور رسوؐل قوم کو گھسیٹ کر سامنے لایا جائے۔قرآن یہ کہتا کہ ''تجھے اُس شخص کی باتیں پسند آتی ہیں اور وہ تیرا دشمن ہے۔'' صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص رسوؐل اللہ سے دُوبدُو باتیں کرتا ہے۔مودودی اور پرویز کی طرح فرضی شخص نہیں ہے۔اور دُوبدُو اور پھر رُوبرُو وہی دشمن باتیں کرسکے گا جسے دشمن نہیں بلکہ دوست سمجھا جارہا ہو۔اور جس کی دانشمندی اور منصوبہ سازی معلوم ہو۔اور چونکہ اُسے رسوؐل کا برابر کا حریف (اَلَدُّ) فرمایا ہے اور اپنی باتوں کی اثرانگیزی سے رسوؐل تک کو حیران کردیتا ہے لہٰذا وہ تمام مسلمانوں میں اونچے درجہ کا دانشور تھا اور اہلسنت تو سینہ تان کر فخر سے کہتے ہیں کہ تمام صحابہ میں سے سب سے بڑا دانشور عمر تھا اور شاہ ولی اللہ اور پرویز عمر کو رسوؐل کے مدمقابل اور برابر کا درجہ دیتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ ان آیات سے سب کچھ مان کر بھی عمر نہ مانیں تو ہم انہیں قریش پرست ہونے کی بنا پر قابل معافی خیال کرتے ہیں اور جب انہوں نے یہ مان لیا کہ اس شخص کو حکومت واقتدار حاصل ہوگا تو گویا انہوں نے باقی سب کچھ بھی مان لیا اور حکومت واقتدار قریش کے دو دانشوروں کو حاصل ہوا تھا اور وہ بلاشبہ ابوبکر و عمر ہی تھے۔اور وہ دونوں ایک دوسرے کے یار بھی تھے۔اور جب ایک یار نے دوسرے پر یہ الزام لگادیا کہ اُس نے رسوؐل کا راستہ ترک کرایا تھا تو ثابت ہوگیا کہ ابوبکر پہلا حکمران بنا تھا اور دوسرا خود بخود عمر رہ جاتا ہے۔وہ دونوں یا سارے علما مانیں یا نہ مانیں مگر قرآن ابوبکر و عمر کو سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔

31 (ج)۔ مودودی کی آزاد و جانبدارانہ ترجمانی اور ہماری تنقید۔

مودودی کا ترجمہ: ''ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا'' کاش میں نے رسوؐل کا ساتھ دیا ہوتا۔ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اُس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی۔شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا۔'' (25/27 تا 29) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 447)

قارئین دیکھیں مودودی یہ جانتے ہیں کہ ان آیات میں عہد رسوؐل کی بات ہورہی ہے مگر وہ عہد رسوؐل کی ہوا تک لگنے نہیں دیتے ورنہ اُن کو بتانا پڑتا کہ وہ فلاں شخص کون تھا اور وہ راستہ کیا تھا۔یا وہ شخص کون تھا جس نے رسوؐل کا ساتھ چھڑایا اور جس نے ساتھ چھوڑا تھا۔مودودی لفظ ذکر پر کوئی بات نہیں کرتے کہ اُس شخص کے پاس ذکر کیسے آیا تھا۔جَآءَ تو عموماً مادی طریقے سے چل کر آنے یا لانے کے لئے بولا جاتا ہے۔پھر وہ شیطٰن پر الف لام تعریف آنے کی وجہ نہیں بتاتے اور اصلی شیطان مراد لیتے ہیں۔پھر شخص مذکور کا یہ کہنا کہ شیطان بڑا بے وفا نکلا غلط ہے اس لئے کہ شیطان کا بے وفا ہونا ایسی معلوم ومشہور بات ہے کہ اس کے کہنے یا بتانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔یہ بتانا چاہئے تھا کہ یہاں شیطان کون ہے؟ اور اُس سے وفا کی امید کیوں تھی؟ مودودی ٹالتے ٹرخاتے گزر گئے۔اور قرآن کی تین آیات کو ایک گھٹیا سی بات بنادیا۔

2۔ مودودی کا ترجمہ: اس کے بعد آیات (2/204-205) کا ترجمہ دیکھیں:

''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔''
(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 158-159)

3۔ اس ترجمہ پر مودودی کے تین عدد تشریحی حاشیے

اول ''223؎ یعنی کہتا ہے: خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ صرف حق و صداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کر رہا ہوں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159)

دوم ''224؎ '' اَلَدُّ الْخِصَامِ '' کے معنی ہیں۔ '' وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو۔'' یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربے سے کام لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی کسی عذر و بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔'' (ایضًا صفحہ 159)

سوم ''225؎ '' اِذَا تَوَلّٰی '' کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ مزے مزے کی دل لبھانے والی باتیں بنا کر '' جب وہ پلٹتا ہے'' تو عملاً یہ کرتوت دکھاتا ہے۔'' (ایضاً صفحہ 159-160)

قارئین دیکھیں کہ رسوؐل اللہ کو اُس کی باتیں بھلی بھی لگتی ہیں مگر اس کے باوجود بات کو فرضی حکایت بنا دیا ہے اور قریش یا عمر کی ہوا تک لگنے نہیں دی ہے۔ یہ طریقہ ہے مودودی کی آزاد ترجمانی کا کہ قرآن کی آیات برابر فضول و بے نتیجہ بنتی چلی جاتی ہیں۔ ہم وقت آنے پر قریش کے دونوں یاروں کے عہد حکومت میں ہونے والے فسادات قتل و غارت لوٹ مار اور عصمت دری کے ثبوت فراہم کریں گے۔

31 (د)۔ پرویز کے خود ساختہ و پسندیدہ اور جانبدارانہ مفاہیم پر ہماری تنقید:

پرویز صاحب آیات (29 تا 25/27) کے لئے اپنے تصورات لکھتے ہیں کہ:

''اُس دن ظالم غم و غصہ سے اپنے ھاتھ کاٹ رہا ہوگا۔ اور نہایت حسرت و یاس سے کہے گا کہ اے کاش میں بھی وہی راہ اختیار کرتا جسے اس نظام کو متشکل کرنے والے، رسوؐل نے تجویز کیا تھا۔ اور اس طرح اُس کے قافلے میں شریک ہو کر کامرانیوں کی منزل تک پہنچ جاتا۔ اور اے کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ اُسی نے مجھے راستے سے بہکا کر دوسری راہ پر لگا دیا۔ حالانکہ صحیح راستہ نکھر کر میرے سامنے آ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان (یعنی اپنے مفاد کی بنا پر دوستداری کے رکھنے والے) کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے تو غمخوار اور رفیق بن کر ساتھ چلتا ہے لیکن جب مصیبت آتی ہے تو اپنے ساتھی کو یوں تنہا چھوڑ دیتا ہے جیسے کوئی بھیڑ گلّے سے الگ رہ جائے۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 281)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ پرویز نے مودودی سے چار سو بیس کے فن کا اکتساب کیا ہے اسی لئے مودودی سے کچھ زیادہ چاق و چوبند نظر آ رہے ہیں۔ یہ بھی دیکھیں کہ پرویز بھی لفظ ظالم اور اَلظَّالم میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ یہ غلط فرمایا، اُس دن غصہ کا نام و نشان نہ ہوگا اور غصہ میں ہاتھ نہیں چبائے جاتے یہ کام ندامت میں ہوتا ہے۔ خاص طور پر نوٹ کریں کہ جو راہ رسوؐل نے تجویز کی تھی خود اس پر عمل نہیں کرایا بلکہ کوئی اور نظام متشکل کر دیا تھا۔ اور اگر وہ نظام وہی راہ تھی جو اُس شخص کے لئے تجویز کی تھی تو نظام والا جملہ فضول اور غیر مربوط ہو کر رہ گیا۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ جس راہ پر رسوؐل کا قافلہ جا رہا تھا وہ راہ الگ تھی اور وہ نظام الگ تھا اور کامرانیاں اُسی راہ میں تھیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ پرویز نے یٰوَیْلَتٰی کو ایک فضول و عبث لفظ سمجھا ہے

ورنہ یوٗیلتٰی کے لئے بھی کچھ مفہوم ضرور لکھتے۔ پھر اس راستے کونکھر کر سامنے آنے والا لکھا ہے مگر اُس شخص کے سامنے وہ نظام نہیں آیا تھا۔اس تجویز کردہ راستے کا اُس متشکل ہونے والے نظام سے اس لئے تعلق نہیں ہے کہ اُسی راستے کو صحیح راستہ قرار دیا ہے نظام کو نہیں۔ پھر یہ دیکھیں کہ پرویز دونوں دوستوں کی دوستی اور اُن سے تعارف کو قطعاً نظرانداز کر جاتے ہیں۔ ورنہ عہد رسوؐل کے ایسے دو دوستوں کے متعلق کچھ کہنے کی زحمت کرنا تھی جن کی دوستی کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔

پھر یہ نوٹ کریں کہ پرویز دوسرے مقامات پر لفظ ذکر کا مفہوم قوانین خداوندی لکھتے ہیں اور یہاں ذکر کا مفہوم راہ یا راستہ لیتے ہیں۔یعنی نہ اُن کے مفاہیم مستقل ہیں نہ وہ قرآن کو ایک مستقل ضابطہ مانتے ہیں اور یہی قریشی دانشوروں کی آخری اور مستقل ڈیمانڈ تھی کہ قرآن کے الفاظ تو وہی رہیں لیکن اُس کے مفاہیم میں تبدیلی کا اصول مان لیا جائے مگر اللہ نے منع کر دیا تھا اور فرمادیا تھا کہ لفظ بلفظ نازل شدہ وحی کی پابندی لازم ہے (یونسؑ 10/15-19) مگر دانشورانِ قریش نے نہ اس وقت اس بات کو حق سمجھا نہ بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو پرویز کیوں پابندی کریں اگر انہوں نے قرآن کے الفاظ کی پابندی کرنا ہوتی تو ترجمہ کو یکسر ساقط کر کے جو پسند آئے وہ مفاہیم لکھنے کا طریقہ جاری نہ کرتے۔ پابندی صرف ہمارے لئے ہے۔

2۔ پرویز کا مفہوم آیات (2/204-205)۔

''یاد رکھو تمہیں دنیا میں دو قسم کے انسان ملیں گے۔ایک وہ جن کے پیش نظر صرف دنیاوی (طبعی) زندگی کا مفاد ہوگا۔ جب یہ لوگ دنیاوی معاملات کے متعلق گفتگو کریں گے تو وہ تمہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے۔ وہ اپنے سچے ہونے کے ثبوت میں قدم قدم پر خدا کو گواہ ٹھہرائیں گے (بات بات پر اُس کی قسم کھائیں گے۔)۔ حالانکہ اُن کے دل دشمنی اور خصومت کے جذبات سے لبریز ہوں گے۔ جب اُن لوگوں کو حکومت اور اقتدار مل جائے گا تو ان کی ساری کوشش یہ ہوگی کہ ملک میں تباھیاں اور ویرانیاں عام ہو جائیں۔ فصلیں تباہ ہو جائیں۔ نسل انسانی ھلاک ہو جائے۔ نہ معاشی نظام میں توازن رہے نہ عمرانی نظام میں۔ انہیں صرف اپنی مفاد پرستی کا خیال ہوتا ہے۔ اس کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ملک پر کیا گزر رہی ہے۔ حالانکہ جس خدا کو یہ بات بات پر گواہ پیش کرتے ہیں وہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں تباہی اور ویرانی پھیلائی جائے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 77)

قارئین یہ ہے وہ نمونہ جس میں پرویز واقعات کو ہوا میں اڑاتے چلے جائیں گے۔اس پورے مفہوم میں رسوؐل مخاطب نہیں ہے نہ اُن کے زمانہ کی بات ہے نہ خود رسوؐل سے کسی نے یہ باتیں کی تھیں جو آیت میں مذکور ہیں نہ رسوؐل کو پسند آئی تھیں نہ وہ شخص رسوؐل کا دشمن تھا بلکہ کوئی شخص تھا ہی نہیں ایک اطلاع ہے جو رسوؐل کو بلا ضرورت قبل از وقت دے دی گئی ہے اور قرآن کے قاریوں کو خبردار کرنے کے لئے نازل کر دی گئی ہے۔ بہر حال ہمیں پرویز اینڈ کمپنی سے دریافت کرنا ہے کہ:

پرویز سے دریافت طلب باتیں جو انہوں نے اس مفہوم میں چھوڑ دی ہیں:

اس آیت (2/204) میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا مفہوم ''دنیاوی مفاد کو سامنے رکھ کر بات کرنے والا شخص'' ہو؟ پھر آیت میں لفظ '' اَلَدُّ الْخِصَامِ '' اس کا مفہوم یا معنی تم نے لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1483 پر یوں لکھا ہے کہ:اَلَدُّ کے اصلی معنی ایسے شخص کے ہیں جس کی گردن کا پہلو بڑا سخت ہو اور اس کی وجہ سے اُسے اُس کے ارادے سے موڑا نہ جاسکے۔اس سے مراد ایسا شخص ہے جو بڑا جھگڑالو اور خود سر ہو۔اور کسی کی بات مانے ہی نہیں۔'' اور آخر لکھا ہے کہ ''سورہ بقرہ میں ہے ''هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ'' (2/204) ''وہ بہت سخت جھگڑالو ہے'' سورہ مریمؑ میں قَوْمًا لُّدًّا (19/97) آیا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ تم نے یہ مفہوم آیت (2/204) کے ماتحت کیوں نہیں لکھا اور جھگڑالو کو دنیا پرست کیسے، کیوں اور کس لئے بنا دیا؟ اور تم نے اوپر مذکورہ آیت (19/97) میں قَوْمًا لُدًّا کے معنی ''جو لوگ سچائی کے مقابلے میں ہٹ اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں'' لکھے ہیں۔ (ایضًا جلد 2 صفحہ 702)۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ تم نے آیت (2/204) کے مفہوم میں یہ مفہوم کیوں چھپالیا ہے؟ پھر یہ سوال ہے کہ تم نے اپنی خود ساختہ لغت میں اسی آیت (2/204) کو لکھ کر یہ بھی تو لکھا ہے کہ: ''اس کے معنی حیرت میں ڈالنے یا بھلی معلوم ہونے کے ہیں۔'' (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1133)

قارئین پرویز سے دریافت کریں انہوں نے آیت (2/204) کے مفہوم میں ''بھلی معلوم ہونے'' کا ذکر کیوں نہ کیا؟ اسی لئے نا کہ وہ دنیاوی اسکیم بیان کرنے والا تمہارا ہی شاہکار تھا۔ بہر حال تم اُس دشمن خدا و رسوؐل کو لاکھ چھپاؤ ہم اُسے خود تمہارے ہاتھوں سے بے نقاب کرائیں گے۔ بہر حال قارئین دیکھیں کہ پرویز کا شاہکار ہی تو وہ حکمران ہے جو بعد رسوؐل خلیفہ بنا اور جس نے دنیا میں قتل و غارت و لوٹ مار اور عصمت دری جاری کی تھی۔ جس طرح تم اس کی خلافت کا انکار نہیں کر سکتے اُسی طرح آیت (2/205) کو دیکھنے کے بعد اُسے عمر بن الخطاب کہنے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

3۔ رسوؐل اللہ کے بعد دراصل عمر ہی خلیفہ تھا ابوبکر بطور کٹھ پتلی رکھا گیا تھا۔

لہٰذا آیت (2/205) کی رو سے حکومت و اقتدار عمر ہی کو ملا تھا ابوبکر کو چند شاہکارانہ مصلحتوں کے ماتحت عمر نے اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔ خود پرویز سے سنئے:

''حضرت ابوبکر نے حضرت طلحہ کو ایک قطعہ زمین عطا کیا اور کہا کہ اس دستاویز پر منجملہ دیگر صحابہ کے حضرت عمر سے بھی گواہی ڈالواؤ۔ جب حضرت عمر نے (ابوبکر کی لکھی ہوئی) اُس دستاویز کو دیکھا تو حضرت طلحہ سے کہا کہ یہ جاگیر بہت بڑی ہے۔ میں اس پر مہر نہیں لگاؤں گا۔ حضرت طلحہ برافروختہ ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ: ''خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟'' ابوبکر نے جواب میں فرمایا کہ ''خلیفہ تو عمر ہی ہیں'' لیکن انہوں نے قبولِ خلافت سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے یہ بار میرے کندھوں پر رکھا گیا۔'' (شاہکار صفحہ 50)

قارئین پلٹ کر آیت کو دیکھیں وہاں '' اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ '' ''جب اُسے اقتدار حکومت حاصل ہو جائے گا'' فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ابوبکر کا اپنے ہاتھوں کو چبانا اور اپنے قصہ اور سلوک کو سنانا یاد کریں۔ وہ پرویز کا شاہکار تھا جس نے ابوبکر کو بقول ابوبکر گمراہ کر کے رسوؐل کا راستہ چھڑایا تھا اور اپنے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ انہوں نے اس یار کو غدار و شیطان قرار دیا ہے (29 تا 25/27) دونوں یاروں کو پہچاننے اور اُن کے نام یاد رکھنے کا یہ اچھا موقعہ ہے۔

4۔ پرویز اور ابوبکر صحابہ کو بڑی بڑی جاگیریں دینا قرآن کی تعلیم سے صحیح مانتے تھے ورنہ اس تاریخی بات کو نہ لکھا جاتا۔

پھر یہ بھی سمجھ لیں پرویز نے تاریخ کے واقعہ کو قبول کر لیا لہٰذا ثابت ہوا کہ ابوبکر اور پرویز صحابہ کو جاگیر دار بنانا قرآن سے جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ پرویز کی ساری عمر گزری ہے جاگیرداری کی مذمت لکھتے ہوئے اور وہ ذاتی ملکیت اور سرمایہ داری کو قرآن کے خلاف کہتے ہوئے یعنی حقیقت میں تو ابوبکر کا جاگیر کی دستاویز لکھنا پرویز کے نزدیک غلط کام تھا لہٰذا انہیں کہنا چاہئے کہ یہ واقعہ غلط ہے اور ابوبکر پر الزام ہے۔ اور عجمی سازش نے اس کو تاریخ میں لکھوایا ہے اور وہ قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے تاریخ کے اس واقعہ کو نہیں مانتے۔ مگر چونکہ اس واقعہ کے لکھنے سے اُن کا ایک مقصد پورا ہوتا تھا لہٰذا قرآن کے خلاف ہوتے ہوئے بھی اس واقعہ کو اور تاریخ کو صحیح مان لیا ہے۔ اور یہ بھی کہنا ہے کہ یہ واقعہ پرویز نے قطع برید کے

بعد لکھا ہے۔ہم وقت آنے پر پورا واقعہ لکھیں گے۔یہ جاگیر طلحہ کو نہیں بلکہ چند مُؤلّفة القلوب کو دی جارہی تھی اور عمر نے اس دستاویز کو پھاڑ ڈالا تھا اس لئے طلحہ برافروختہ ہوئے تھے۔ورنہ صرف عمر کے دستخط یا مہر نہ کرنے پر برافروختہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔خلیفہ وقت کی لکھی اور منظور کی ہوئی دستاویز کو پھاڑ ڈالنا اور جاگیر نہ دینا ہی یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ خلیفہ کون ہے؟ ابوبکر یا عمر؟ بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ پرویز صاحب بددیانتی کی حدود پار کر کے بھی ابوبکر وعمر کی جانبداری کریں گے۔اور اُن کی طرفداری میں وہ تاریخ ہی نہیں بلکہ قرآن میں اللہ کے خلاف بھی ہر ممکن جھوٹ سے کام لیں گے۔

31(ہ)۔پرویز کے خودساختہ مفاہیم میں تضاد اور بددیانتی باقاعدہ دکھائی جائے گی پہلے اُن کے ہاتھ سے قریشی قوم کو اسلام سے خارج اور تباہ کرالیں۔

ہم پرویز کی اللہ،رسوؐل اور قرآن کے ساتھ بددیانتی اور اُن کے اپنے ''مفہوم القرآن'' کے تضادات واختلاف ذرا بعد میں دکھائیں گے۔فی الحال اُن کی معبود قوم قریش کی جڑیں نکالنا چاہتے ہیں تاکہ اُن کی وہ محنت بے نتیجہ ہو کر رہ جائے جو انہوں نے اپنے شاہکار اور شاہکار کی قوم کو اللہ اور قرآن کی زد سے بچانے کے لئے کی ہے اور جنہیں پرویز نے حقیقی مومنین بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔قرآن دوبار سنئے اور پرویز سے اس کا مفہوم ملاحظہ فرمائے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ....(9/38)

مودودی کی آزاد ترجمانی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے۔کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 193 صفحہ 194)

قارئین اس ترجمانی کو یا کسی اور ترجمہ کو دیکھ کر یہ باتیں نوٹ کریں کہ 1۔تمام مومنین مخاطب ہیں۔2۔وہ جہاد کا حکم ملنے پر بھی جہاد کے لئے نہیں نکلتے 3۔وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں زندگی کو پسند کرتے ہیں۔پھر یہ نوٹ کریں کہ یہاں تمام مہاجرین وانصار اور تمام صحابہ کبار بھی مخاطب ہیں یعنی یہ حال تمام مومن کہلانے والوں کا ہے۔

31(و)۔پرویز کا مفہوم مخاطب مومنین کو اور اُن کے عمل کو،اور اُن کے طرز زندگی کو قرآن کے پردہ سے غائب کر دیتا ہے۔

''اے جماعت مومنین (ایسے لوگ بھی ہیں کہ دنیاوی مفاد کی خاطر جنگ کرنے کے لئے وہ ہر وقت آمادہ ہوں گے لیکن) جب اُن سے کہا جائے کہ وہ حق وصداقت کی راہ میں جنگ کے لئے نکلیں تو اُن کے پاؤں من من بھر کے ہو جاتے ہیں زمین سے اُٹھتے ہی نہیں۔اُن سے کہا گیا کہ کیا تم بلند انسانی مفاد اور مستقل اقدار کو چھوڑ کر طبعی زندگی کے مفاد کو پسند کرتے ہو؟ (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 426-427)

؎ ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیے:۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ مسٹر پرویز کو یہ آیت (9/38) بالکل پسند نہیں آئی اس لئے کہ اللہ نے اُن مومنین کی مذمت کرنے کی جسارت وجرأت کی ہے جنہیں خود ہی حقیقی مومنین،رسوؐل کے رفیق کار اور جنتی کہہ چکا تھا۔اور آگے آنے والی آیت میں اُن کو عذاب الیم کی سزا دینے کا اور اُن سے بہتر کسی اور قوم کو بدل لینے کا جرم بھی کرنے والا ہے۔لہٰذا پرویز نے اُن مومنین کو خطاب سے نکال کر اپنے پاس سے ایسے لوگ مخاطب بنا

دیئے جو لوٹ مار کی غرض سے جنگ کیا کرتے ہیں اور کسی مصلحت سے مومنین میں چھپے ہوئے ہیں ۔ بات ویسے صحیح ہے مومنین کی جس کثرت کو مخاطب کیا گیا ہے وہ ڈاکو ہیں، لیٹرے ہیں، یا یوں کہئے کہ قریش ہیں اور اُن کے لیڈر ہیں، راہنما ہیں، وڈیرے ہیں ۔ مگر بریکٹ میں چھپے ہوئے نہیں ہیں ۔ وہ بالکل سامنے ہیں وہ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہیں وہ نام نہاد مومنین ہیں وہ مَالَکُمْ کے مخاطب ہیں ۔ اُن ہی کو اِذَا قِیْلَ لَکُمْ سے نوازا گیا ہے ۔ اُن ہی کے پیروں کو من من بھر کے ہو جانے کا طعنہ اثَّاقَلْتُمْ کہہ کر دیا گیا ہے ۔ دنیاوی زندگی کے دلدادہ اور دنیا دار ہونے کے لئے اُن ہی سے اَرَضِیْتُمْ کا سوال کیا گیا ہے ۔ پرویز صاحب یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ تم چار مرتبہ آئی ہوئی ضمیر جمع مذکر مخاطب کو چھپا کر گزر جاؤ اور کوئی نوٹس تک نہ لے ۔ سنو ہم نے جس طرح اپنی کتاب مواخذہ میں تمہاری اُس وقت تک لکھی ہوئی تمام کتابوں کو باطل کر دیا تھا ۔ اسی طرح اُس کے بعد کی تصنیفات یا تلدیسات کو نذرِ شیطان کر دیں گے ۔ اگر تم شرم و حیا سے بہرہ یاب ہوئے ہوتو اسی گرفت پر تمہیں ڈوب مرنا چاہئے ۔ تم تو قندیلِ وحی ہاتھ میں لے کر اُمت کا ایمان چُرا رہے ہو ۔ یہ تمہارا سب سے بڑا فریب اور سب سے بڑی بے ایمانی و بدیانتی ہے جو تم نے اس آیت (9/38) میں کی ہے ۔ ذرا مجمع عام میں آکر یہ کہو کہ یہ مفہوم صحیح ہے جو تم نے اخذ کیا ہے ۔ ہم تمہیں تمہارے ایسے تھرڈ کلاس مفکرین کے معیار پر نہ پکڑیں گے ۔ ہماری پکڑ اَلْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی (44/16) کے معیار پر ہوگی اور تم مفلوج ہو کر رہ جاؤ گے ۔ لہٰذا دن گن گن کر گزارو ۔

(ز) <u>مسلسل پرویزی مومنین حقّا کو دردناک عذاب اور اسلام سے خروج کی دھمکی دی جارہی ہے۔</u>

قارئین وہ اگلی آیت (9/39) ملاحظہ فرمائیں جس سے بچانے کے لئے پرویز نے قرآن کے ساتھ ایسی بدیانتی کی ہے جو اُن کے ھیرو اور شیطان بھی نہیں کر سکتے تھے ۔ شیطان اُن کے ہیرو کا پیرو بن گیا تھا (7/175) اب چاہئے کہ ابلیس مع اپنے مرشد کے غلام احمد پرویز گرداسپوری کا پیرو مقلد بن جائے ۔ آیت سنئے :

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O (9/39)

<u>مودودی کی آزاد ترجمانی:</u> ''تم نہ اُٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک <u>سزا</u> دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو <u>اُٹھائے</u> گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195-194)

<u>مودودی کو وہ قوم قرآن سے زیادہ عزیز ہے۔</u>

علامہ مودودی بھی نہیں چاہتے کہ قریش کو بحیثیت مجموعی جہنم میں جانا پڑے اسی لئے انہوں نے دردناک عذاب کو سزا لکھا ہے یعنی عذاب کے معنی آزاد ترجمانی میں سزا ہوتے ہیں اور لفظ یَسْتَبْدِلْ کے معنی بدلنا نہیں ہوتے بلکہ اُٹھانا بٹھانا ہوتے ہیں ۔ اور لفظ قوم کے معنی قوم نہیں بلکہ گروہ یا ٹولی ہوتے ہیں ۔ قارئین نوٹ کریں کہ حمایتِ باطل اور قرآن کی تکذیب کی بنا پر مولانا بھی اپنی معبود قوم کے ساتھ جہنم واصل ہوں گے ۔

<u>پرویز کی بے لگام مفہوم سازی۔</u> اس کے بعد مسٹر پرویز کو سنئے فرماتے ہیں کہ:

''ان سے واضح الفاظ میں کہہ دو کہ اگر تم نظام خداوندی کے قیام و بقا کی خاطر جنگ کے لئے نہیں نکلو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے لئے بڑا الم انگیز ہوگا، یعنی خدا تمہاری جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے ۔ یاد رکھو خدا کی ہر بات اُس کے مقرر کردہ قانون اور ضابطہ کے مطابق ہوتی ہے جس پر اسے پوری قدرت حاصل ہے ۔ اس کا قانون یہ ہے کہ زمین کی وراثت اسی قوم کے حصے میں آتی ہے جس میں اس کی صلاحیت ہو (21/105)'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 427)

قرآن سے غلط فائدہ اُٹھانے میں پرویز پھنس کر رہ گئے۔

اس حاشیہ یا مفہوم میں پرویز نے اپنی جیب خاص سے یہ جملہ داخل کیا ہے کہ: ''اُن سے واضح الفاظ میں کہہ دو کہ'' قارئین پہلے تو یہ دیکھ لیں کہ آیت (9/39) میں کوئی ایسا لفظ یا جملہ ہے جس کا مفہوم پرویز کا یہ جملہ ہو سکے؟ پھر یہ دیکھ لیں کہ اس جملے کا مخاطب کون ہے جو یہ جملہ کہے گا اور کس سے کہے گا؟ پھر آپ پرویز کے مفہوم (9/38) میں بھی یہ جملہ دیکھیں کہ:

''ان سے کہو کہ'' یہاں بھی اس مفہوم کے لئے کوئی لفظ آیت (9/38) میں موجود نہیں ہے۔ مطلب واضح ہو گیا کہ پرویز نے یہاں دو پارٹیاں فرض کر لی ہیں۔ ایک پارٹی حقیقی مومنین کی ہے جن کو اللہ بُرے مومنین یعنی دوسری پارٹی کا حال سنا رہا ہے۔ یعنی اللہ مخاطب ہی مومنین حقیقی سے ہے اور اُن سے کہا ہے کہ ''ان سے کہو'' اور ''اُن سے واضح الفاظ میں کہہ دو'' ''کہ اگر تم نظام خداوندی کے قیام اور بقا کی خاطر جنگ کے لئے نہ نکلے'' ۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ مگر ہم نے کہا ہے اور آپ خود دونوں آیتوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیں کہ یہاں حقیقی مومنین والی فرضی پارٹی کہیں نہیں ہے۔ لہٰذا سارا اور پورا خطاب صرف یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے ہوا ہے جو بقول پرویز لوٹ مار والی جنگوں کے لئے تو ہمیشہ تیار رہتے اور بقول اللہ نظام خداوندی کے قیام اور بقا کے لئے قدم نہیں اٹھاتے جن کو عذاب الیم کی اور دوسری قوم سے بدل لینے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں اور پرویز کی طرح اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ یہاں قریش کی پوری قوم مخاطب ہے اس لئے کہ دو چار یا دس بیس برے مسلمانوں کے بدلے میں ایک پوری قوم کو لانے کی ضرورت نہیں ہوتی چند آدمی لاکر اور اُن برے مومنین کو نکال کر کام ہو سکتا تھا۔ پوری قوم لاکر بدلے میں چند آدمی نکالنا غلط ہوگا پوری قوم سے پوری ہی قوم کو بدلنا درست ہوتا۔ یہ تو ہماری صرف منطقی دلیل تھی اور آیت میں اس کے لئے الفاظ نہ تھے مگر پرویز نے آخر میں ایک آیت (21/105) لاکر ہماری دلیل کو الفاظ میں بدل دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جن کو مخاطب کیا گیا وہ ایک پوری اور ایسی قوم ہے جس میں زمین کا وارث بننے کی صلاحیت نہیں ہے اور صلاحیت نہ ہونے کی بنا پر اُن کو ایک باصلاحیت قوم سے بدلا جانا ضروری ہے۔ لہٰذا پرویز کی مدد سے بات واضح ہوگئی کہ ایک پوری قوم مخاطب تھی اور مخاطب مومنین میں لفظ قوم صرف اور صرف قریش پر ہی صادق آتا ہے اور کوئی بھی پوری قوم وہاں موجود نہیں ہے۔ پھر قارئین یہ سوچیں کہ وہ قوم جو لائی جائے گی کہاں سے آئے گی؟ ظاہر ہے کہ قوم کو موجود ہونا چاہیئے اور اُن تمام صفات اور صلاحیتوں کے ساتھ موجود ہونا اور آنے کیلئے تیار بھی ہونا چاہیئے اور یقیناً وہ مومن اور باصلاحیت قوم (9/39) میں مخاطب نہیں ہے۔ ان سوالات کا جواب نہ پرویز کے پاس ہے نہ مودودی کے پاس اور نہ کسی اور کے پاس اور ہم وقت آنے پر قرآن کریم سے اُس قوم کا موجود ہونا ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام۔

31 (ح)۔ قرآن کو مہجور کرنے والی قوم کو دردناک عذاب اور اسلام سے خارج کئے جانے کی ایک اور وجہ اور مثال مودودی اور پرویز سے پہلے سن لیں۔

پرویز صاحب نے آیت (25/30) کی تشریح کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

قریش نے قرآن کو کیوں اور کس طرح مہجور کر کے رکھا تھا؟

''قرآن کریم میں ہے: وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا (فرقان 25/30) اور رسولؐ, خدا کے حضور میں کہے گا کہ اے میرے نشو و نما دینے والے میری قوم نے اس قرآن کریم کو مَھۡجُور بنا دیا تھا۔'' اس کا عام مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن

کریم کو چھوڑ دیا تھا لیکن مَھْجُور کے معنی اس سے کہیں گہرے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ (پورا بیان پیرا نمبر 30(ھ) میں دیکھیں)

''رسوؑل اللہ خدا سے فریاد کریں گے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اپنے خودساختہ اعتقادات،خیالات،رسومات،روایات،قوانین، تفاسیر وغیرہ کی رسیوں سے جکڑ کر مھجور بنا رکھا تھا جس سے وہ ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اُٹھا سکتا تھا۔انہوں نے قرآن کریم چھوڑا نہیں تھا۔ سینوں سے لگا رکھا تھا لیکن اس کی ساری آزادیاں سلب کر رکھی تھیں اور اُسے اتنا ہی چلنے کی اجازت دے دی جاتی تھی جتنی اُن کی خودساختہ ''مذہب وشریعت'' کی رسی مناسب سمجھتی تھی۔یعنی یہ قرآن کے تابع نہیں تھے قرآن کریم اُن کے تابع تھا۔یہ ہے مطلب قرآن کریم کو مھجور بنا دینے کا۔''(لغات القرآن مولفہ پرویز جلد 4 صفحہ 1754)

مَھْجُور کرنے کی صورت اور حالت پرویز نے بیان کردی ہے۔اب مودودی سے مھجور کرنے کا طریقہ ملاحظہ فرمالیں۔

قرآن کے احکامات کی قسمیں بنا کر جس حکم کو چاہا رد کردیا اور جو چاہا بنالیا۔

قریش جہاد کا حکم ملنے کے بعد بھی جہاد کے لئے نہ نکلتے تھے اور دردناک عذاب کی پرواہ کیوں نہ کرتے مودودی سے سنئے لکھتے ہیں کہ:

''40؎ اسی سے یہ مسئلہ نکلا ہے کہ ''جب تک نفیر عام (جنگی خدمات کے لئے عام بُلاوا) نہ ہو، یا جب تک کسی علاقے کی مسلم آبادی یا مسلمانوں کے کسی گروہ کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم نہ دیا جائے اس وقت تک تو جہاد ''فرض کفایہ'' رہتا ہے۔یعنی اگر کچھ لوگ اُسے ادا کرتے رہیں تو باقی لوگوں پر سے اس کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے۔لیکن جب امام المسلمین کی طرف سے مسلمانوں کو جہاد کا عام بُلاوا ہو جائے، یا کسی خاص گروہ یا خاص علاقے کی آبادی کو بُلاوا دے دیا جائے تو پھر جنہیں بلاوا دیا گیا ہو اُن پر جہاد فرض عین ہے۔حتیٰ کہ جو شخص کسی حقیقی معذوری کے بغیر نہ نکلے تو اُس کا ایمان تک معتبر نہیں ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 194-195 عنوان نمبر 24(الف))

یہ بیان اور یہ عمل درآمد اور یہ مسئلہ صرف سُنیوں ہی میں نہیں ہے بلکہ تمام شیعہ مجتہدین بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور دھڑلے سے آج تک اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ ہرگز قرآن کا مسئلہ نہیں ہے۔بلکہ پہلے قریش کے ابوبکر وعمر وعثمان نے پھر اُن کے پیرو مسلمانوں نے اس پر عمل کیا اور پھر شیعہ علما ومجتہدین نے اُن کی پیروی کی ہے۔اور وہ جانتے ہیں کہ ''جو شخص قرآن میں نازل شدہ سے احکام نافذ نہ کرے وہ کافر ہے ظالم ہے اور فاسق ہے۔ (مائدہ 47 تا 5/44) یوں قریش نے سارے قرآن کو مھجور کیا اور اس کی تکذیب کی یعنی معنی ومفاہیم بدل بدل کر قرآن کے احکام کی جگہ اپنے اجتہادی احکام امت میں جاری کئے اس لئے حکومت پر قبضہ ضروری ہوگیا تھا۔

بہرحال یہی ہے رسوؑل کی قوم قریش جس کا ذکر مندرجہ آیات (39-9/38) میں دردناک عذاب اور اسلام کی گنتی سے خارج کرکے دوسری مومن قوم سے بدلنے کی بات کی گئی ہے اور پرویز غلے ٹپے مار کر اُسے اپنی سُخن سازی کا برقعہ پہناتے رہے ہیں۔اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قیامت میں اور مواخذہ کے وقت سخن سازی کام نہ آئے گی بلکہ سُخن سازوں کو بھی اپنی معبود قوم کے ساتھ جہنم جانا پڑے گا۔جہنم بہت بڑا ہے۔پرویز تو زیادہ سے زیادہ تین من کی جگہ گھیریں گے۔

31(ط)۔یہ طے شدہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قوم ایمان نہ لائے گی وہ سابقہ ایمان پر باقی رہیں گے۔

ہم نے سورۂ زخرف کی آیات (89 تا 43/87) سے ثابت کردیا ہے اور اُن کی تشریحات سے تائید کرالی ہے (دیکھو عنوان 24 کا ج)۔ یہاں پرویز کے خودساختہ مفہوم سے سند حاصل کرنا ہے وہ ان آیات کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ:۔

’’(پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ) اگر تم اُن سے پوچھو کہ اس کائنات کو اور خود تم کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ اقرار کریں گے کہ ایسا خدا ہی نے کیا ہے (43/9) تو اُن سے پوچھو کہ پھر تم کدھر الٹے جا رہے ہو؟ (اسی خدا کے قانون کی طرف کیوں نہیں آتے؟) (اور جس طرح خدا کو اس بات کا علم ہے یہ لوگ اس آنے والے انقلاب میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اُسی طرح اُسے اس کا بھی علم ہے کہ) یہ رسوؐل کس درد بھری آواز سے کہتا ہے کہ اے میرے نشوونما دینے والے یہ لوگ ان صداقتوں پر ایمان لا کر اس عذاب سے کیوں نہیں بچ جاتے (18/6-26/3) (لیکن جو دیدہ و دانستہ خودکشی پر تُلا بیٹھا ہو اس کی حالت پر غم کھانے سے کیا حاصل؟ اس لئے اے رسوؐل تُو اُن کا خیال چھوڑ دے اور اُن سے کہہ دے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اور کرتا ہوں اُس سے تمہاری سلامتی مقصود ہے۔ لیکن اگر یہ اس کے باوجود صحیح راستہ اختیار نہ کریں تو یہ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اُن کی غلط روش کا نتیجہ کیا نکلا؟‘‘ (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1156)

خودساختہ مفاہیم میں بریکٹ یا قوسین کیوں؟ مفہوم بھی تمہارا بریکٹ بھی تمہارے؟

اس مفہوم میں پرویز نے تقریباً سب کچھ مان لیا لیکن انہوں نے لفظ قوم کا مفہوم لوگ لکھا ہے یعنی اپنی معبود قوم کو بچانے کا بہر حال خیال رہا ہے۔ قارئین پرویزی مفاہیم میں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ وہ لفظ رسول پر اکرام و احترام کا کوئی نشان (ؐ یا ؑ) نہیں لکھتے۔ دوسرے یہ کہ پرویز صاحب ہر آیت کے نیچے اس کا نمبر لکھ کر جو چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں وہ مفہوم لکھتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن جگہ جگہ اور یہاں بھی ان آیات (43/87 تا 89) کے مفاہیم میں بھی انہوں نے لمبے لمبے بریکٹ دے کر کچھ عبارت لکھی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بریکٹوں والی عبارت کو پرویز نے اپنے مفاہیم میں شامل کیوں نہ کر دیا؟ اگر انہوں نے اس کا جواب کہیں لکھا ہوتا تو ہم اس جواب کو یہاں لکھتے۔ اب ہم خود ہی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بریکٹوں والی عبارت کو اپنی اصلاحی یا تشریحی عبارت منوانا چاہتے ہیں اور باقی مفہوم کو قرآن کے الفاظ کا مفہوم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے، اور ایسا ہی ہے تو سوال یہ ہوگا کہ کیا قوم کا مفہوم لوگ ہوتے ہیں؟ ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے ہمارے لئے یہ حق پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا بریکٹ لکھے ہوئے مفاہیم کو آیت کے عربی الفاظ سے مقابلہ کر کے دیکھیں کہ آیا اُن ہی کا مفہوم پرویز نے لکھا ہے یا نہیں؟ کسی عربی لفظ کو نظر انداز تو نہیں کیا؟ اور اپنے پاس سے تو کچھ اضافہ بلا بریکٹ نہیں کیا ہے۔ تیسری بات یہ دیکھیں کہ پرویز مفاہیم کے اندر چند آیات کے نمبر پٹختے چلے جاتے ہیں۔ اُن میں بھی دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ آیات کی تفسیر کے لئے لائی جاتی ہیں یا اپنے بگاڑے ہوئے مفاہیم کی تائید کے لئے لکھی جاتی ہیں؟ اس کی مثال فوراً دیکھتے چلیں۔

پرویز قرآن سے قرآن کی تفسیر بالقرآن مِنَ القرآن نہیں کرتے بلکہ مفاہیم میں اضافہ کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ پرویز نے آیت (43/87) کے مفہوم میں آیت (43/9) پٹخ دی ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ اور پرویز کا مفہوم دیکھ کر فیصلہ کریں اللہ نے فرمایا ہے کہ: وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُO (43/9)

پرویزی مفہوم: ’’اگر تو اُن سے پوچھے کہ کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ یقیناً یہی کہیں گے کہ انہیں اس خدا نے پیدا کیا ہے جو غلبہ و اقتدار کا مالک اور ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔‘‘ (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1142)

اب دیکھیں کہ مندرجہ بالا آیت (43/87) میں پرویز نے اپنی طرف سے ’’کائنات کو‘‘ بڑھا دیا تھا جو اس آیت میں نہ تھا۔ اس لئے (43/9) کو لائے جہاں صرف زمین و آسمان کی تخلیق کا سوال تھا۔ لہٰذا یہ قرآن کی تفسیر قرآن سے بلا ضرورت ہے بلکہ تفسیر ہے ہی نہیں اگر اللہ کو ضرورت ہوتی تو

وہ خود اس آیت (43/87) میں الفاظ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بڑھادیتا۔ اور ضرورت اس لئے نہ تھی کہ وہ اسی سورت میں فرما چکا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پرویز محض قارئین کو عادت ڈالنے کے لئے بھی آیات پٹختے رہتے ہیں تاکہ قارئین پلٹ کر تحقیق نہ کرنے لگیں۔ وقت آنے پر ہم پرویز کے تضادات واختلافات اور قرآن میں اضافوں کا ڈھیر لگادیں گے۔ مثلاً یہاں پرویز نے آسمان کو بلندی قرار دیا ہے اور زمین کو پستی لکھا ہے ہم دکھائیں گے کہ پرویز زمین وآسمان کو بکواس بنانے کے لئے زمین وآسمان کے قلابے ملادیں گے۔

31 (ی)۔ قریشی قوم کسی حیثیت سے بھی قابل برداشت اور مسلمانوں میں شمار کے قابل نہ تھی اور وہ حکومت پر قبضہ بھی چاہتی تھی؟

مودودی سے ہم متفق ہوئے ہیں مگر ترجمہ میں غلطیوں کے باوجود بھی قریش کے بدلے میں ایک ''قوم'' کا لایا جانا مان گئے ہیں (دیکھو عنوان نمبر 24 (الف)) یہاں ہم پرویز کا اختیار کردہ مفہوم دکھاتے ہیں سنئے:

''لیکن تم میں ایسے لوگ بھی ہیں'' کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس نظام خداوندی کے قیام کے لئے اپنا مال کھلا رکھیں تو وہ بخل کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص اس معاملہ میں بخل سے کام لیتا ہے تو وہ بخل خود اُس کی اپنی ذات کے خلاف جاتا ہے اللہ تمہارا محتاج نہیں (کہ تم اُسے نہ دوگے تو اس کی ضرورت رُکی رہ جائے گی)۔ تم اپنی نشو ونما کے لئے اُس کے نظام کے محتاج ہو۔ اگر تم اس نظام سے رُوگردانی کروگے اور اپنے عہد سے پھر جاؤ گے تو وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا۔ جو تمہارے جیسی نہ ہوگی۔ (اسلئے کہ قوموں کی موت وحیات اور استخلاف واستبدال کا قانون یہ ہے کہ جو قوم صحیح نظام زندگی کی حامل ہو وہ باقی رہتی ہے۔ جو غلط نظام رائج کرے وہ تباہ ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ وہ قوم لے لیتی ہے جو بہتر نظام کی حامل ہو۔ قوموں کی موت وحیات کے فیصلے زندگی کے متعلق اُن کے نظریات اور عملی نظام کی رُو سے ہوتے ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1193)

<u>پرویز کے مفہوم پر غور فرمائیں</u>۔ اس آیت (47/38) پر مودودی کا ترجمہ ہماری تنقید اور ہمارا ترجمہ گزر چکا ہے (24۔الف) ہماری وہی تنقید پرویز کے مفہوم پر بھی صادق آتی ہے۔ پرویز نے بھی مودودی کی طرح واشگاف الفاظ میں یہ مان لیا ہے کہ آیت (47/38) میں مخاطب لوگوں کے بدلے میں ایک اور قوم کو لانے کی دھمکی دی گئی ہے۔ مگر انہوں نے بھی وہی غلطیاں یا دھاندلیاں کی ہیں جو مودودی نے جائز رکھی تھیں۔ چنانچہ اس آیت میں پوری قریشی قوم پر بخل کا الزام عائد کیا ہے نہ کہ چند لوگوں پر (دیکھو ہماری تنقید) آیت میں عربی کا جملہ یہ نہیں ہے کہ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُوْنَ (چنانچہ تم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو بخل کررہے ہیں) بلکہ عربی جملہ یوں ہے کہ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ (چنانچہ تم میں سے وہ شخص بھی ہے جو بخل کرتا ہے) یعنی بخل کرنے یا بخل کرانے والا ایک شخص ہے مگر مودودی نے ترجمے میں اور پرویز نے مفہوم میں واحد کو خود ہی جمع بنالیا ہے۔ لہٰذا اگر بخل کرنے والا صرف ایک شخص تھا یا بہت سے لوگ تھے تو اُس ایک شخص یا اشخاص کی وجہ سے ایک دوسری قوم کو لانا غلط ہوجاتا ہے۔ اب یا تو یہ مانئے کہ ایک خاص شخص، جس کے اشارے پر ساری قوم چلتی تھی، ساری قوم سے بخل کرارہا تھا اور ساری قوم بخل کررہی تھی یا یہ مانئے کہ وہ ایک شخص ایسا تھا کہ پوری قوم کی نمائندگی کرتا تھا کہ اس کا بخل کرنا ساری قوم کے بخل کرنے کو ثابت کرتا ہے بہرحال آیت میں ساری قوم کا بخل کرنا مودودی اور پرویز نے مان تو لیا ہے مگر اس طرح مانا ہے کہ اُن کے قارئین سمجھ نہ سکیں۔ لہٰذا آیت (47/38) کے آخری الفاظ دیکھیں اور غور کریں۔ اللہ نے آخر میں فرمایا ہے کہ: ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ.

<u>مودودی:</u> ''اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (چالاک ترجمہ)

پرویز: ''جو تمہارے جیسی نہ ہوگی۔'' (صحیح مفہوم)

پرویز کا پورا جملہ یوں ہے کہ ''تو وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا جو تمہاری جیسی نہیں ہوگی۔''

اس جملے میں جو کچھ ہے اُسے یوں لکھا جاسکتا ہے کہ:

''تو وہ تمہاری قوم کی جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا جو تمہاری قوم جیسی نہ ہوگی۔'' مگر مودودی کے ترجمہ سے اس تفصیل کو الفاظ کے اندر چھپالیا ہے مگر آیت میں لفظ ''کُمْ'' میں وہ قوم شامل و داخل ہے جس کو کہا گیا تھا کہ: هَآ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ''وہ تم ہی تو ہو جن کو یہ دعوت دی جارہی ہے کہ راہ خدا میں انفاق کرو' یعنی پوری قوم کو انفاق کی دعوت دی جارہی ہے۔ اور وہ انفاق نہیں کرتی لہٰذا پوری قوم کو انفاق کرنے والی قوم سے بدلنا درست ہے۔ ورنہ آخری جملہ یہ ہونا چاہئے کہ: ''وہ قوم اُس شخص یا اشخاص کے مانند نہ ہوگی جو تم میں بخیل ہیں یا بخیل ہوں گے۔''

یہ غلطی پرویز نے بھی کی ہے کہ ''انفاق'' کے معنی ''مال'' کو خرچ کرنا یا کھلا رکھنا کئے ہیں۔ حالانکہ یہاں مال کا کہیں ذکر نہیں ہے اور پرویز نے خود مانا ہے کہ سامان زیست کو کھلا رکھنا انفاق کے معنی ہیں۔ بہر حال نوع انسان کی بقا اور ترقی میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہو، جن میں مال بھی شامل ہے، اولاد و جان بھی شامل ہے، ہر وہ چیز جو عزیز و قیمتی ہو، سب کو نوع انسان کے لئے کھلا اور آزاد رکھنا انفاق کے معنی بنتے ہیں۔ لہٰذا زیر بحث قوم یہ سب کچھ نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ خود حکمران بن جائے۔ اور حکومت پر قبضہ ہی کو اُن کے اخراج کا سبب قرار دیا ہے۔ اور اس کے لئے الفاظ ''اِنۡ تَتَوَلَّوۡا'' فرمائے گئے ہیں۔ اِنۡ لَّمۡ تُنۡفِقُوۡا نہیں کہا گیا ہے۔ یعنی اگر تم نے ولایت یا حکومت قائم کی تو ایک دوسری قوم کو تم سے بدل لیا جائے گا۔ یہ نہیں کہ اگر تم نے انفاق نہ کیا تو بدلا جائے گا۔ ثبوت کے لئے یہ کافی ہے کہ مودودی آیت (2/205) میں لفظ۔ تَوَلّٰی۔ کے معنی اقتدار اور پرویز حکومت و اقتدار (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 77) کرتے رہے ہیں اس لئے کہ تَوَلّٰی ہو یا تَتَوَلَّوۡا ہو ان کا مادہ۔ و ل ی۔ ہے اور مصدر ولایة ہے۔ لہٰذا مڑ جانا یا گھومنا اس سے برآمد نہیں ہوتے لہٰذا غور و خوض کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ قریش حکومت و ولایت کو کھلا رکھنے پر تیار نہ تھے اس لئے اُن پر بخیلی کا جرم عائد کیا گیا اور اسلام سے خارج کر دیا گیا اور اللہ و رسوؐل کا تعلق صرف اُس قوم سے رہ گیا جو قریش کی جگہ لینے کے لئے تیار چلی آرہی تھی۔ اور جس کا ذکر قریش نے اپنی خلافت و حکومت بنا لینے کے بعد اپنے ریکارڈ میں کہیں نہیں کیا ہے۔ یعنی قریشی خلفا و حکمرانوں نے اپنی تیار کی ہوئی تاریخوں میں، احادیث میں اور تفاسیر میں اس قوم کو یکسر غائب کر لیا۔ اس لئے ساری دنیا نے عموماً اور شیعہ سُنی علما نے خصوصاً اس قوم کو نہ سمجھا۔ مگر قرآن نے اُس قوم کی قدامت و فضیلت اور اُس کا مسلسل موجود رہتے چلے آنا با قاعدہ محفوظ رکھا ہے اور ہم اب ان دونوں، مودودی اور پرویز، کی تحریروں کو قرآن کریم کے بیانات کے سامنے رکھیں گے اور دکھائیں گے کہ یہ دونوں بھی در پردہ اس قوم کی فضیلت، بزرگی اور وجود مانتے ہیں مگر قریشی پالیسی کے تحفظ میں کھل کر کہنا نہیں چاہتے ہیں۔

32۔ وہ قوم جو قریش کی جگہ لائی جانے کے لئے مذکور ہوئی ہے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے چلی آرہی تھی اور جسے چھپانے کے لئے قریش نے پورا ''زور'' لگایا۔

(الف) محمدؐ اور وہ قوم ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں: قارئین یہاں حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ایک دعا سنیں۔ قرآن میں ہے کہ:

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ○ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَيُزَکِّيۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ ○ (بقرہ 2/128-129)

ہمارا ترجمہ: ''اے ہم دونوں، ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان بنا دے اور ہماری ذریت میں سے بھی اپنے لئے ایک مسلم اُمۃ بنا دے۔ اور ہم دونوں کو اور اس اُمتِ کو ہمارے قواعد وضوابط، قوانین، ورسومات دکھا دے۔ بلا شبہ تُو تو ہے بھی بار بار اصلاح کے لئے متوجہ ہونے والا رحیم۔ اور اے ہمارے پروردگار اس اُمتِ مسلمہ میں اُن ہی میں سے ایک ایسا رسوؐل مبعوث کرنا جو تیری آیتیں اُس مسلم امت پر تلاوت کرے اور اس مسلم امت کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دے اور اُن کا تزکیہ کرے۔ بیشک تُو تو ہے بھی ہر چیز پر غالب حکیم۔''

یہ ترجمہ آیات کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اور الفاظ کی گنجائش کے اندر رہتا ہے اور ایسا کوئی پہلو داخل نہیں ہونے دیتا جس پر کوئی باطل تعمیر کی جا سکے لب لباب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں اپنے ایسی ایک مسلم امت کے پیدا کرنے کی دعا کی ہے اور اُس مسلم امت سے ایک رسوؐل مبعوث ہونے کی دعا ہے جو اُسی مسلم امت کو تعلیم وغیرہ دے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی ذریت میں وہ مسلم امت قائم ہوئی اور برابر چلتی رہی یہاں تک کہ اُن ہی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور اپنا کام شروع کیا۔ لہٰذا اُمتِ مسلمہ کا وجود حضورؐ سے پہلے ہوگا تب اُمتِ مسلمہ میں سے حضوؐر مبعوث ہوں گے۔ لہٰذا یہ کہنا قرآن کے خلاف ہے کہ حضورؐ معاذ اللہ کافروں میں پیدا ہوئے اور کافروں سے پیدا ہوئے اور خود بھی کافر رہے۔ یہ تصورات یقیناً بعد میں گھڑے گئے اور کافروں اور کافرزادوں نے تیار کر کے پھیلائے اللہ نے فرمایا ہے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ O (آل عمران 3/164)

ہمارا ترجمہ: ''یقیناً اللہ نے اُس وقت کے مومنین پر ایک مِنّتی احسان کیا تھا، جو ابراہیمؑ کی منت کی بنا پر تھا (2/128) کہ اُن ہی مومنین میں سے اُن ہی میں ایک رسوؐل مبعوث کیا تھا جو اُن ہی مومنین پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا تھا اور کرتا رہے گا (مضارع یَتۡلُوۡا) اور انہیں پاک کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور انہیں مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور دیتا رہے گا اور خواہ وہ پہلے کھلی گمراہی میں ہی کیوں نہ مبتلا رہے ہوں (93/7)۔

قارئین سوچیں کہ رسوؐل اللہ مومنین میں پیدا ہوئے مومنین ہی میں سے مومنین پر مبعوث ہوئے۔ اس کے بعد اُس ملعون قوم نے یہ مشہور کر دیا اور مسلمانوں کی کثرت نے مان بھی لیا کہ رسوؐل اللہ کے والدین معاذ اللہ کافر تھے اور وہ خود بھی چالیس سال تک کافر رہے۔

32 (ب)۔ مودودی کا ترجمہ آیات (2/128-129)۔

''اے رب، ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا (اب تک دونوں نافرمان تھے اور نافرمانی کی بنا پر کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ احسن) ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور اے رب ان لوگوں میں خود اُن ہی کی قوم سے ایک ایسا رسوؐل اُٹھائیو، جو اُنہیں تیری آیات سنائے، اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور اُن کی زندگیاں سنوارے، تو بڑا مقتدر و حکیم ہے۔' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 112)

مودودی کی کارگزاری۔ (1) وہ لفظ مسلم کے معنی بدلنا ضروری سمجھتے ہیں۔ (2) وہ ذریت کو نسل بنا دینا ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ نسل خود عربی

اور قرآن کا لفظ ہے (2/205)۔ (3) وہ نہیں چاہتے کہ ایک اُمَّةً مُّسْلِمَةً موجود ہو لہٰذا قرآن کے الفاظ اُمَّةً مُّسْلِمَةً کو بدل کر ایک قوم بنا دیتے ہیں۔ (4) وہ دور سولوں اور نبیوں کو کوتاہیوں کا مجرم گردانتے ہیں۔ (5) وہ امت مسلمہ کو لوگوں اور پھر قوم بناتے ہیں۔ (6) آخری بات یہ کہ مودودی کے نزدیک ''اَلْكِتَاب''، اور ''كِتَاب'' میں اور ''اَلْحِكْمَة''، اور ''حِكْمَة'' میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور یہ سب کچھ اس لئے ضروری اور قابل تبدیل ہے کہ اُن کے سامنے اُن کی معبود قوم ہے اور اس ملعون قوم کے عقاید کا تحفظ ہے۔

32 (ج)۔ پرویز کے پسندیدہ مفاہیم:

''اور وہ ارادے اس کے سوا کیا ہیں کہ اس مرکز کے ساتھ وابستہ رہ کر، ہم تیرے ضابطۂ قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں اور ہمارے سر اس کے سامنے جھکے رہیں۔ نہ صرف ہم ہی بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اسی طرح تیرے قوانین کی اطاعت کرنے والے ہوں۔ اے ہمارے نشو ونما دینے والے تو ہمیں وہ طور طریق بتا دے جن سے ہم اس مقصد عظیم کے حصول میں کامیاب ہو جائیں اور تیری عنایات وانعامات کا رخ ہماری طرف رہے۔ اس لئے کہ تیرا ہی قانون وہ قانون ہے کہ جوں ہی کسی نے اس کی طرف رُخ کیا وہ اپنے سامان رحمت وربوبیت کو لئے خود اس کی طرف بڑھ آیا۔ (2/186) (یہ آیت (2/128) کا مفہوم تھا)

(2/129) ''اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے تاآنکہ اُن میں سے اس دعوتِ انقلاب کو لے کر وہ رسولؐ اُٹھ کھڑا ہو جو تیرے ضابطۂ قوانین کو اُس کی آخری اور مکمل شکل میں اُن کے سامنے پیش کر دے (6/116) انہیں اس ضابطہ (کتاب) کی تعلیم بھی دے اور یہ بھی بتائے کہ ان قوانین کی غرض و غایت کیا ہے؟ اور ان پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے (2/231، 17/39، 33/34) اور (صرف نظری طور پر ہی یہ تعلیم نہ دے بلکہ عملاً ایسا نظام متشکل کر دے جس میں) لوگوں کی صلاحیتوں کی برومندی اور اُن کی ذات کی نشو ونما ہوتی جائے۔ اس قسم کی نشو ونما، قوت اور حکمت، دونوں کے امتزاج سے ہو سکتی ہے۔ اور ان دونوں کا امتزاج تیرے متعین کردہ نظام ہی کے اندر ممکن ہے (57/25)'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 46/47)

پرویز کی کارگزاری۔ پرویز صاحب نے جس طرح ان آیات کا تماشہ بنایا ہے وہ اگر خود حضرت ابرہیم علیہ السلام دیکھیں تو دنگ رہ جائیں اور ہرگز یہ نہ سمجھ سکیں کہ یہ اُن کی دعاؤں کا مفہوم ہے۔ اُن کی دعا میں یہاں سے وہاں تک کہیں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا مفہوم مرکز ضابطہ قوانین، مقصدِ عظیم، دعوت انقلاب، نظری طور پر، نظام متشکل کرنا، قوت وحکمت کا امتزاج، ان الفاظ سے ظاہر کیا جا سکے۔ یعنی پرویز کے سر میں چند رٹے ہوئے اُن کے پسندیدہ مجازی لغات ہیں۔ جن کو وہ جگہ جگہ اُگلتے چلے جاتے ہیں۔ یقین کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان مفاہیم کو ہرگز اپنی دعا کے مفاہیم نہ مانیں گے۔ وہ حضرت تو چار پانچ ہزار سال قدیم زمانے کے ہیں۔ انہیں تو آج کے زمانے کے لوگ بھی نہیں سمجھتے اور آیات (2/128-129) کا مفہوم تو ہرگز مان نہیں سکتے۔ پرویز نے اپنی اس بکواس میں اُمَّةً مُّسْلِمَةً کو 'وہ لوگ' بنا دیا۔ پرویز کو یہ کتنی بڑی اور مہلک بد ہضمی ہے کہ قانون کو ایسا حساس شخص بنا دیا جو ہر اُس شخص کو دیکھتا ہے جو اس کی طرف رخ کر لے پھر وہ قانون اپنی رحمت بھی الگ سے رکھتا ہے اور ربوبیت کا سامان بھی کاندھوں پر اُٹھائے پھرتا ہے اور ضرورتمندوں کی طرف بڑھ کر جاتا ہے۔ اور اس بدہضمی کو ہضم کرنے کے لئے آیت (2/186) کی پھکی یا چورن کھلاتے ہیں آیت کے الفاظ یہ ہیں:۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ O (2/186)

پرویز کا تیار کردہ چورن (2/186) خود اللہ کو وہ قانون بنا دیتا ہے:۔ اس آیت کا مفہوم بھی پرویز سے سنئے اور اس مفہوم کو آیت (2/128) کے مفہوم سے وابستہ کر کے دیکھئے کہ پرویز نے یہ آیت کیوں ٹیخ دی تھی؟ لکھتے ہیں کہ:

''اے رسولؐ جب میرے بندے تم سے میرے متعلق دریافت کریں تو اُن سے کہہ دو کہ میں ہر وقت اُن کے قریب ہوں وہ اس طرح کہ جب بھی کوئی شخص اپنی راہنمائی کے لئے مجھے پکارتا ہے تو (میں نہیں بلکہ) میرا قانون ہدایت جو قرآن کے اندر محفوظ ہے (اور سابقہ کتابوں میں نہیں تھا) اس کی پکار کا جواب دیتا ہے اور ابھر کر اس کے سامنے آجاتا ہے) لہٰذا اُن سے کہہ دو کہ قرب خداوندی کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ میرے قانون کی صداقت پر یقین محکم رکھتے ہوئے اس کی پوری پوری اطاعت کریں (7/56، 8/24، 40/60، 42/26) یہ ہے وہ طریق جس سے یہ زندگی کے صحیح راستے پر پختگی سے چلتے رہیں گے یہ سب کچھ ان کے اپنے اعمال سے ہوگا (3/194)۔''

؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ — کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی؟؟

ہم پرویز کی اس بکواس سے صرف اتنا سمجھے کہ اللہ کسی کو کوئی جواب نہیں دیتا۔ بلکہ قانون اللہ کی جگہ جواب دیتا ہے۔ لہٰذا اللہ کسی کے قریب نہیں ہے بلکہ اللہ کا قانون قریب ہے۔ وقت آئے گا جب یہ معاشرہ خود اللہ بن جائے گا اور اللہ کی جگہ جواب دیا کرے گا۔

مطلب یہ ہوا کہ مودودی کا تو سر اور پیر ملتے تھے مگر پرویز تو امرتی کی طرح گول، بے سرا اور پُر پیچ ہیں۔ اُن کا سرا تو خود اُن کو نہیں ملتا۔

؎ ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

معلوم ہوا کہ پرویز نے قرآن کے ترجمے سے کیوں جان چھڑائی تھی۔ تا کہ وہ جو چاہیں لکھیں اور انہیں کسی بات کا ذمہ دار نہ بنایا جاسکے۔ یعنی یوں پرویز سو فیصد غیر ذمہ دار فرد بن گئے۔ بہر حال آگے بڑھئے اور آیت (3/164) پر ان دونوں کا ترجمہ و مفہوم دیکھئے۔

مودودی اور آیت (3/164):۔ ''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود اُن ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اُس کی آیات اُنہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 300)

مودودی کے اس ترجمہ میں غلطی سے یہ تو آگیا کہ اللہ نے اہل ایمان میں سے پیغمبرؐ مبعوث کیا تھا۔ یعنی نہ ماں باپ کافر تھے نہ باقی اعزا و اقربا کافر تھے۔ اور پھر یہاں بھی کتاب پر الف لام اور حکمۃ پر الف لام کا کوئی اثر نہیں لیتے۔

پرویز اور آیت (3/164) کا مفہوم: پرویز کے یہاں یہ آیت (3/163) ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جب کامیابی اور ناکامی، صحیح اور غلط روش کا دار و مدار قانونِ خداوندی پر ٹھیرا جو وحی کے ذریعہ سے ملتا ہے، تو نوع انسان کے پاس اس قانون کا اپنی حقیقی شکل میں رہنا نہایت ضروری تھا۔ اس مقصد کیلئے خدا نے انہی میں سے اُن کی طرف اپنا ایک رسولؐ بھیجا یہ ایمان والوں پر خدا کا احسان ہے۔ اسلئے کہ وحی کسب وھنر سے نہیں مل سکتی۔ خدا کی طرف سے وہبی طور پر مل سکتی ہے۔ وہ رسولؐ اُن کے سامنے قوانینِ خداوندی پیش کرتا ہے۔ ایک ایسا نظام قائم کرتا ہے جس میں اُن کی صلاحیتوں کی نشو و نما ہو جاتی ہے۔ انہیں قانون اور اس کی غرض و غایت کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی وہ قوانین خداوندی کی اطاعت اندھا دھند نہیں کراتا ہر بات کو اچھی طرح سمجھا کر ذھن نشین کرا کر علیٰ وجہ البصیرت اطاعت کراتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے ایسا انتظام نہ ہوتا تو لوگ اسی طرح حیران و سرگردان و راہ گم کردہ کھوئے ہوئے پھرتے جس طرح اس سے پہلے پھرتے تھے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 163-164)

مطلب یہ ہوا کہ پرویز نے بہت کچھ لکھا مگر آیت کا منشا اور مقصد اُن کی بکواس میں گم ہو کر رہ گیا۔''اُن ہی میں سے اُن کی طرف اپنا ایک رسوؐل بھیجا'' یہاں وہ''اُن ہی'' کون ہیں؟ کافر یا مومن؟''یہ ایمان والوں پر خدا کا احسان ہے'' کون سے ایمان والوں پر احسان ہے؟ رسوؐل پر ایمان لانے والوں پر احسان ہے یا پہلے سے مومن چلے آنے والوں پر احسان؟

پرویز ہر آیت کو ناپسند کرتے ہیں اس لئے ہر آیت میں کہیں خود اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں اور کہیں الٹی سیدھی آیات بریکٹ میں لکھ کر اضافہ کرتے ہیں۔مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدایا تجھے اس طرح نہیں اس طرح بات کرنا چاہئے تھی۔پھر اللہ کو بتاتے ہیں کہ آیت میں کیا کیا رہ گیا ہے؟ پھر اُسے سکھاتے ہیں کہ تجھے یوں آیت بھیجنا چاہئے تھی۔اس آیت (2/163) یا (2/164) میں جو کچھ اللہ کو سکھایا ہے اُسے ہم نے باقاعدہ مارک کر دیا ہے۔یہاں ہم پرویز کو اُن کی خود ساختہ اصطلاحات اور الفاظ پر اس لئے ماخوذ نہیں کر رہے ہیں کہ ہمیں جلدی سے اُن کی معبود قوم کو اسلام سے خارج کر کے دکھانا ہے۔اس کے بعد ہم پرویز کا ہر بڑھتا ہوا قدم روکیں گے۔اور ہر آیت کے مفہوم پر چاروں طرف سے قرآنی یلغار کریں گے۔اور اُن کی تفسیر مفہوم القرآن کو ایک ابلیسی کارنامہ ثابت کر کے چھوڑیں گے۔انشاء اللہ والا امام علیہ السلام۔

32(د)۔لائی جانے والی قوم ملۃ ابراہیمؑ تھی وہی اُمَّةً مُسْلِمَةً تھی وہ ہی رسوؐل اللہ سے پہلے تمام قوانین خداوندی کی حامل ومحافظ تھی اس کی پیروی لازم تھی۔

اس عنوان میں ملت ابراہیمؑ کا مقام دکھایا جائے گا اور بتایا جائے گا کہ امت مسلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مسلسل چلی آ رہی تھی اور وہ تمام سابقہ قوانین وکتب خداوندی کی حامل اور محافظ رہتی چلی آ رہی تھی اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس ملتِ ابراہیمؑ یا اُمت مسلمہ کی پیروی اور اقتدا کرنے کا بار بار حکم ملا ہے اور اُسی ملت ابرہیم اور اُمَّةً مُسْلِمَةً کو اُن لوگوں پر نگران اور ذمہ دار بنایا گیا تھا اور یہی قوم تھی جس کو لانے کی دھمکیاں قریشی قوم کو دی جاتی رہتی تھیں۔لہٰذا صبر وغور وفکر سے قرآن پڑھیے اور مذکورہ بالا مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے چلیے؛

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیۡفًا وَلَمۡ یَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ O شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ اِجۡتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ O وَاٰتَیۡنٰهُ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ O ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ O (نحل 123 تا 16/120)

ہمارا ترجمہ: ''یقیناً ابراہیمؑ اکیلا ہی ایک ایسی اُمت تھا جو کہ اللہ کے مقاصد کو انجام دینے کے لئے اپنی تمام قوتوں، قدرتوں اور بصیرتوں کے ساتھ حاضر رہتی ہو اور خود کو سب طرف سے روکے ہوئے ہو اور وہ حکومت الٰہیہ میں غیر خدا کی شرکت جائز سمجھنے والوں میں سے نہ تھا۔ وہ خدا کی عطا کردہ تمام قسم کی نعمتوں پر شکر گزار رہتا تھا۔اللہ نے اُسے مجتبیٰ بنایا اور اس کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کر دی تھی۔دنیا میں اُسے تمام اچھائیاں فراہم کر دی تھیں اور آخرت میں اُسے حقیقی صالحینؑ کے ساتھ ضرور رکھا جائے گا۔پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ بالکل یکسوئی کے ساتھ ابراہیمؑ کی ملت کی قدم بقدم پیروی کرو اور یہ کہ ابراہیمؑ حکومت الٰہیہ میں اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی شرکت کے ماننے والوں میں سے نہ تھا۔''

پرویز کی لغات القرآن سے تصدیقات اور مزید وضاحت اور عنوان سے مطابقت:

ہم مناسب موقع پرویز کا ترجمہ بھی لکھیں گے لیکن چاہتے ہیں کہ پہلے ان آیات میں استعمال شدہ مخصوص الفاظ کے معنی ومفہوم سامنے لے آئیں۔

چنانچہ اُمَّةً قَانِتًا کے معنی دیکھیں:

''حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ہے کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ (16/120) وہ ایک فرد نہیں تھا بلکہ اس کی ذات میں پوری کی پوری اُمت سموئی ہوئی تھی۔ایسی امت جو دعوت خداوندی کو لے کر کھڑی ہو اور اپنی تمام قوتوں کو اسی مصرف میں لانے کے لئے روکے ہوئے ہو۔کامل اطاعت گزار اور فرمان پذیر امت۔'' (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1390-1391)

اُمة مسلمة کا وجود ابراہیمؑ کے زمانہ سے: ان معنی سے عہد ابراہیم علیہ السلام ہی سے اُمة مسلمه (2/128-129) کا وجود ثابت ہو گیا اور یہ جو فرمایا کہ ابراہیمؑ کو دنیا میں تمام اچھائیاں فراہم کی گئی تھیں ظاہر ہے کہ اُمة مسلمه کے وجود میں آنے کی دعا بھی اچھائیوں میں شامل ہے لہٰذا اللہ نے ابراہیمؑ کو یعنی اُمَّةً قَانِتًا کو اُن ہی ایسی امت مسلمہ بھی عطا کر دی تھی۔نوٹ کریں کہ ہم اس امت کو اور امت کی اڑھائی ہزار سال کی تاریخ سامنے لائیں گے جہاں قریش کی نسل کا حال دکھائیں گے۔

ملت ابراہیمؑ کیا تھی؟ اس کی اتباع و پیروی کیوں؟ اب پرویزی لغت سے مِلّةٌ کے معنی دیکھیں:

''''م۔ل۔ل'' اَمْلَلْتُ الْكِتَابَ عَلَى الْكَاتِبِ ''میں نے کاتب کو کتاب اِمْلا کرائی لکھائی'' اس معنی میں یہ مادہ (م۔ل۔ل) قرآن کریم میں (2/282) میں آیا ہے۔راغب نے کہا کہ مِلَّةٌ کی اصل اسی سے ہے۔اس صورت میں مِلَّةٌ کے معنی ہوں گے ''لکھا ہوا قانون'' ''طَرِيقٌ مَلِيلٌ ''اس راستے کو کہتے ہیں جس پر بکثرت آمد و رفت ہوتی ہو۔اس اعتبار سے (ملت کے معنی تمام مسلمانوں کی تعداد کیوں نہ کئے؟ دیکھو صفحہ 392) مِلَّةٌ کے معنی طریقہ اور راستے کے ہوں گے ان معانی کو ابو اسحاق نے لکھا ہے اور اساس میں بھی اس کی تائید آئی ہے یہیں سے مِلَّةٌ کا لفظ نکالا گیا ہے۔جس کے معنی ایسی جگہ کے ہیں جہاں روٹی پکائی جاتی ہے کیوں کہ اس جگہ پر آمد و رفت کی کثرت سے راستے کے نشان پڑ جاتے ہیں۔'' (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1559)

ہم چاہتے ہیں کہ لفظ مِلَّةٌ کی بنیاد یا مادہ م۔ل۔ل پرویز کی نشان دہی کے مطابق قرآن سے بھی دیکھتے ہی چلیں وہاں آیت (2/282) میں فرمایا گیا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ (2/282)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقرر شدہ مدت کیلئے تم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔دونوں فریقوں کے اندر ایک شخص قرض کی دستاویز انصاف کے ساتھ تحریر کرے۔جسے لکھنے پڑھنے کی قابلیت اللہ نے دی ہو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔لہٰذا کاتب لکھنے کا کام کرے اور اِملا وہ شخص کرائے جو قرض لے رہا ہے۔اور اسے اپنے پروردگار اللہ سے بچنا اور جو معاملہ طے ہوا ہے اس میں کمی بیشی نہ کرنا چاہئے۔لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان اور ضعیف العقل ہو یا اِملا (Dictation) نہ کرا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف سے املا کرا دے۔''

اس بیان سے ملة کے معنی وہ جماعت ہوئی جو لوگوں کو احکام اِملا کرائے گی اور لوگ اُس کی ہدایات کے مطابق عمل کریں گے۔

ملة کے معنی ایک اور معتبر ترین لغة بنام معجم عربی ۔انکلیزی الفرايد الدّريه سے:

’’مِلَّةٌ ۔جمع مِلَلٌ Religion .Belief.Nation rite (صفحہ 731)
یعنی مِلَّة کی جمع مِلَلٌ ہے اور اُس کے معنی مذہب، عقیدہ اور قوم اور قانون یا سنت ہیں۔‘‘

یہاں تک ہماراعنوان مکمل ہوگیا اور مِـلَّـة ابراہیمؑ وہ قوم ثابت ہوگئی جو قوانین خداوندی کی حامل ہو، جس کی تحویل میں لکھا ہو قانون ہو، جو باقی ساری اقوام کو احکامات خداوندی املا (Dictate) کرائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسی بزرگ مِلَّة یا اُمَّةً قَانِتًا ہو۔اور جس کی پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ پر بھی لازم ہو۔اس بزرگ ترین قوم امة مسلمه کے متعلق پرویز نے کیا لکھا ہے؟

پرویز نے آیات (123 تا 16/120) سے کیا مفہوم اخذ کیا اور کیا سمجھایا؟

’’شکر نعمت کی وہ روش (جس کا ذکر (16/114) میں آچکا ہے) ابراہیمؑ نے اختیار کی تھی (اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے اُس نے کعبہ کی تعمیر کی تھی (38-14/37، 124-2/123) ابراہیمؑ یوں تو ایک فرد تھا۔لیکن اپنی جامع شخصیت کی بنا پر پوری کی پوری قوم تھا جو قوانین خداوندی کے سامنے جُھکی ہو، اور ہر غیر خداوندی قوت سے منہ موڑ کر، اپنی تمام توجہات اسی مقصد عظیم پر مرکوز رکھے (16/120) نعمائے خداوندی کی یہی شکر گزاری تھی جس کی بنا پر خدا نے اُسے (نظام خداوندی کے مرکز کی تاسیس کے لئے) منتخب کیا تھا اور اُس کی راہنمائی زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ کی طرف تھی۔(16/121) اور اُسے اس دنیا میں بھی ہر طرح کی خوشگواریاں عطا کی تھیں اور آخرت کی زندگی میں بھی اس کا شمار اُن لوگوں میں ہوگا جن کی صلاحیتیں نشو ونما پا چکی ہوں۔اور جن کے سب کام سنور گئے ہوں۔(اے رسول یہی وجہ ہے کہ) ہم نے تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم سب طرف سے صرف نظر کر کے خالص مسلک ابراہیمیؑ کا اتباع کرو (2/125) اس لئے کہ (جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے) اُس نے خالص قوانین خداوندی کی محکومیت اختیار کی تھی اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا تھا۔‘‘ (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 624)

ان آیات (123 تا 16/120) میں پرویز نے اُمۃ کو قوم مان لیا ہے لہٰذا ایک قوم کا وجود تسلیم کیا ہے جو پہلے ابراہیم علیہ السلام کی صورت میں موجود تھی پھر اُن کی اولاد اور اُن کے متبعین کی صورت میں آگے بڑھتی رہی۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ سے پہلے ہی سے موجود چلی آرہی تھی جس کی تحویل میں قوانین خداوندی لکھے ہوئے موجود تھے۔اور اُن لکھے ہوئے قوانین کی اور اُن قوانین پر عامل حضرات کی اتباع و پیروی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر بھی کئی مرتبہ قرآن میں واجب کی گئی ہے۔اور یاد رکھو کہ جن کی پیروی ایک معصومؑ ایک نبیؑ اور رسوؐل پر واجب ہو اُن حضرات کا خود بخود معصوم ہونا ثابت و لازم ہو جاتا تھا اور ہم دکھائیں گے کہ جناب ابو طالب و عبدالمطلب اور ھاشم علیھم السلام معصوم اور نمایندگان ملت ابراہیمؑ تھے۔

32 (ہ)۔ملت ابراہیمؑ تمام انبیاؑء اور رسولوؐں کی نمائندہ تھی تمام سابقہ تعلیمات و کتب کا نچوڑ تھی اور اپنے زمانہ کی ہر قوم پر نگراں اور وکیل تھی

قریش کو بحیثیت قوم منکرِ خدا اور رسوؐل ثابت کرنے اور آنے والی قوم کے متعلق آخری آیت یہاں پیش کی جائے گی مگر قارئین کو چاہیے کہ وہ سورہ انعام کی آیات (89 تا 6/81) پڑھ کر آنے والی قوم کا مقام بلند دیکھ لیں اور دیکھیں کہ اُس قوم میں کون کون شامل رہا اور وہ قوم کیسے اللہ کی تمام تعلیمات و ہدایات کی حامل بنی تھی؟ ہم مختصراً تبصرہ کرتے چلیں گے۔

1۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا ہے کہ میں لوگوں کی خودساختہ لیڈرشپ سے اس لئے نہیں ڈرتا کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور اُن

لوگوں کوحکومت الٰہیہ میں شریک مانتے ہوجن کوشریک حکومت کرنے کے لئے اللہ نے کوئی سند نہیں دی ہے۔امن وامان میں رہنے کے وہی زیادہ حقدار ہیں اوروہی راہ راست پر ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کوغلط استعمال نہیں کیا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کواُن کی قوم کے مقابلے میں یہی دلیل وحجت دی تھی اوراُن کو بلند مرتبہ عطا کیا تھا۔اوراللہ نے اپنے علم وحکمت سے حضرت ابراہیمؑ کواسحاقؑ ویعقوبؑ بھی ہبہ کردیئے تھے اوراُن سب کی بھی راہنمائی کی تھی۔اورہم نوحؑ کواُن سے بھی پہلے راہنمائی دے چکے تھے۔اورنوحؑ ہی کی ذریت سے ہم نے داؤدؑاورسلیمانؑ ایوبؑ ویوسفؑ اورموسیٰؑ وہارونؑ کوہدایت کاری عطا کی تھی۔اوراسی طرح ہم نیکوکاروں کوجزادیا کرتے ہیں۔اورزکریاؑ ویحییٰؑ وعیسیٰؑ والیاسؑ سب کے سب صالحین میں سے تھے۔اوراسماعیلؑ والیسعؑ اوریونسؑ اورلوطؑ کوبھی ہم نے تمام عالمین پر بزرگی دی تھی۔نیز اُن کے آباواجداداوراُن کی ذریت اوراُن کے بھائیوں کوہم نے برگزیدہ مجتبیٰ بنایا اُن کی راہنمائی کی تاکہ صراط مستقیم پر فائز ہوں۔اللہ کی وہی ہدایت ہے جسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔اُن لوگوں نے شرک کا عقیدہ اختیار نہیں کیا اگر کیا ہوتا تو اُن کے تمام اعمال ضائع ہوجاتے۔

.....اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِھَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِھَا بِکٰفِرِیۡنَ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ قُلۡ لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِنۡ ھُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ O (انعام 91-6/90)

ہماراترجمہ: یہ تمام وہ لوگ ہیں جن کوہم نے کتاب اورحکومت اورنبوت عطا کی تھی۔اب اگر یہ لوگ ان حقایق کو چھپائیں تو فکر کی بات نہیں ہے ہم نے اس سلسلے میں قریشی قوم پر ایک ایسی قوم کووکیل مقرر کردیا ہے جواُن حقایق کو چھپانے والی نہیں ہے اے نبیؐ وہ اُسی قوم کے لوگ ہیں جن کواللہ نے ہدایت (کتاب وحکومت ونبوت) عطا کی ہے لہٰذا تم بھی اُن کوعطا شدہ ہدایت میں اُن کی اقتدا کرو۔اور قریش سے کہہ دوکہ میں تبلیغ وہدایت پر تم سے اجرنہیں مانگتا یہ تو پوری کائنات کیلئے یاددہانی اورنصیحت ہے۔'' (91 تا6/90)

یہ تھی وہ قوم اوراس قوم کے مسلسل چلے آنے والے راہنما جن کے بھروسے پر قریش اورقریشی لیڈروں کے منصوبوں کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی گئی اس لئے کہ اسلامی تعلیمات نے اپنی حقیقی صورت میں جاری رہنا تھا اوراسی حیثیت سے رسولؐ کی راہنمائی اورنصرت کا وعدہ (25/31) فرمایا گیا تھا۔ اورمقابلے میں لائی جانے والی قوم کوقریش اوراُن کے منصوبوں کو بے نتیجہ کرنے کے لئے وکیل بنادیا گیا تھا اوررسولؐ کوقریش کی وکالت سے ہٹالیا تھا (6/66) اس لئے کہ قریش پر آنحضرتؐ جسمانی اورمحسوس طور پر مدمقابل کی طرح نہ رہ سکتے تھے۔اورموعودہ قوم کے سربراہ عہدرسولؐ میں بھی اوربعد رسولؐ بھی حضرت علی علیہ السلام تھے۔اورجنہوں نے اپنی قوم یا امت مسلمہ کوثلاثہ اینڈ کمپنی کے تباہ کرنے کی کھلی چُھٹی نہیں دی تھی۔جنہوں نے اپنے خطبوں اورخطوط اوراحکام وحکمتوں سے وہ طریقہ سکھایا تھا جومشیت خداوندی کے ساتھ ساتھ چلے،عدل وانصاف سے دشمنوں کوبھی محروم نہ کرے۔اپنے بعد خدائی نظام اورمحاذ کوجاری رکھنے کے لئے ایسا انتظام کیا تھا جس سے قریش اورقریشی خلفا اورحکومتوں کے نقاب الٹتے چلے گئے اوردنیا کے سامنے اُن کا بے دین ہونا واضح ہوتا چلا گیا۔اوررفتہ رفتہ اُن کا شیرازہ بکھر گیا اورنظام تشیع غالب آ گیا اورہمیشہ غالب رہتا چلا جائے گا۔

33۔قریشی قوم مجرم،دشمن خدااوررسولؐ اورسازشی ثابت ہوگئی۔اب پرویز کے پسندیدہ لیڈروں کا حال دیکھنا مگراُن کولفظ ''کفر'' کی آڑ سے نکالناضروری ہے۔

قریش کا بحیثیت قوم قرآن کومہجور کرنے والا خدااوررسولؐ کا دشمن اورحکومت پر قبضہ کے لئے سازش کرنے والا جہنمی ہونا معلوم ہوچکا ہے۔ لیکن ابھی پرویز کے کچھ پسندیدہ لیڈرباقی ہیں جن کی مزید نقاب اُلٹنا ہے۔اس مقصد کے لئے کفر کا وہ پردہ ہٹانا ہے جس کے نیچے قریشی علمانے عموماً

اور مودودی و پرویز نے خصوصاً قریشی قوم کو اور قریشی لیڈروں کو چھپا رکھا ہے۔اور جہاں قرآن میں کفر اور کافروں کا ذکر آیا وہاں انہوں نے کفر و کافر کے معنی اسلام کا انکار یا اسلام کے منکر کیا ہے۔جس سے قرآن کے قاری کا خیال مسلمانوں سے ہٹ کر منکرینِ دینِ خداوندی پر مرکوز ہو جاتا ہے اور حقیقی کافر یعنی قریش چھپ کر رہ جاتے ہیں۔اس لئے کہ لوگ قریش کو اچھے یا بُرے مسلمان سمجھتے چلے آرہے ہیں اور معہ ہمارے، کسی نے انہیں منکر اسلام نہیں مانا تھا۔نہ وہ منکر اسلام تھے۔اور ہم تو انہیں مسلمان ثابت کرنے پر سخت اصرار کرتے ہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اپنا خود ساختہ پرداختہ اسلام اختیار کیا تھا۔اور اُن ہی کو قرآن میں نام نہاد مومنین کہہ کر پکارا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ....(نساء 4/136)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسوؐل پر اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسوؐل پر نازل کی ہے اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 406-407)

قارئین صرف اس قدر دیکھیں کہ اللہ نے ''مومنین'' فرمایا ہے یعنی وہ مومن تھے مومن کہلاتے تھے، مومنین میں شامل رہتے تھے۔مگر جیسا ایمان اللہ و رسوؐل کو پسند تھا ویسا ایمان وہ نہیں لائے تھے۔اور آج تک ساری دنیا سوائے ہمارے انہیں مومن سمجھتی رہی ہے۔بہر حال ہمیں یہاں اس قدر اور دکھانا اور ثابت کرنا ہے کہ قرآن میں سو(100) جگہ لفظ **کافر** یا **کافرون و کافرین** آیا ہے تو اس میں ساٹھ مرتبہ قریش کو کافر کہا گیا ہے اور غلط ترجمہ کی وجہ سے ایک مرتبہ بھی قریش کو کافر نہیں سمجھا گیا ہے۔یعنی غلط ترجمہ سے قریش کو پردہ کے پیچھے چھپایا جاتا رہا ہے یہ چھپانا صرف سُنّی علما کے ذمہ عائد نہیں بلکہ تمام شیعہ علما بھی یہ کام کرتے چلے آئے ہیں۔اور اسی لئے لفظ کفر کے حقیقی معنی مودودی اور پرویز سے لکھوا کر قریش کی نقاب الٹ کر آپ سے روشناس کرانے کا عنوان قائم کر چکے ہیں۔

33(الف)۔ کفر کے حقیقی، اصلی اور بنیادی معنی چھپانا یا ڈھانپنا ہیں۔

مودودی نے تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129 پر لکھا ہے کہ:

''161 ''کفر'' کے اصلی معنی چھپانے'' کے ہیں۔''اور قارئین نوٹ کرلیں کہ اس شخص مودودی نے قرآن میں یہ اصلی معنی کہیں بھی نہیں کئے۔

پرویز کی لغات القرآن سے کفر کے معنی دیکھئے:

پرویز نے قرآن کریم کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تو کیا ہی ہے۔اُن کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے الفاظ کی ایک لغت بھی تیار کر دی ہے جو خود اُن کے قلم سے اُن کی ساری زندگی کی محنت کو باطل اور ضائع کرتی ہے آیئے اور کفر کے معنی اُس لغت سے دیکھئے:

''کفر کے معنی ''چھپانے اور ڈھانپنے'' کے آتے ہیں۔الرمانی نے اَخْفٰی۔سَتَرَ۔اَجَنَّ کو کَفَرَ کا مُرادف لکھا ہے۔ابن فارس نے بھی اس کے بنیادی معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے کئے ہیں۔چنانچہ اس شخص کو جو اس طرح ہتھیاروں میں ڈوب جائے کہ اُس کا بدن نظر نہ آئے کَافِرٌ کہا جاتا ہے۔''رات'' کو بھی کَافِرٌ کہتے ہیں کیونکہ اُس کی تاریکی تمام چیزوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔سیاہ بادل کو بھی کَافِرٌ کہتے ہیں نیز دریا اور سمندروں کو بھی کیونکہ یہ اپنی اندرونی چیزوں کو چھپائے ہوتے ہیں۔کسان کو بھی کَافِرٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ بیج کو مٹی میں چھپا دیتا ہے۔تاج نیز صاحب **لطائف اللغة** نے لکھا ہے کہ قبر کو اَلْکُفْرُ کہتے ہیں۔ان معانی کے اعتبار سے مُؤْمِنٌ کے مقابلے میں کَافِرٌ اُسے کہا جائے گا جو ''ٹھوس سچائیوں کو پس پردہ رکھنا چاہے'' جو خدا کے دیئے ہوئے ابدی حقائق کو پوشیدہ رکھے اور انہیں اُبھر کر سامنے نہ آنے دے۔''(لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1438)

یہ معنی اور تفصیل لکھ کر پرویز نے اپنا، اپنی تمام تصنیفات کا اور اپنے پورے منصوبے اور عجمی سازش کا ستیاناس کرلیا ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہی یہ نوٹ کرلیں کہ مودودی کی طرح پرویز نے بھی کفر اور کافر کے یہ معنی قرآن میں کہیں اختیار نہیں کئے ورنہ اُن کی معبود قوم اور قوم کے لیڈروں کی پول کھل جاتی۔

33(ب)۔ مومن، منافق اور کافر کی پرویزی تعریف سے فائدہ ہوگا۔

بہرحال یہاں لگے ہاتھ مومن و منافق اور کافر کی تعریف (DEFINITION) بھی سنتے چلیں اور پرویز کے ارادوں پر بھی نظر ڈال لیں۔ وہ ن۔ف۔ق کے مادہ کی ذیل میں لکھتے ہوئے یہاں آئے کہ لکھا:

''نَافَقَ۔ منافق ہونا (3/166) معاشرہ میں منافق سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ نظام خداوندی سے وابستہ ہوجاتے ہیں۔ یہ مومن ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو کھلے بندوں اس نظام سے باہر رہتے ہیں اور اُس کی مخالفت کرتے ہیں انہیں کافر کہئے۔ تیسرے وہ ہیں جو محض اپنی مطلب براری کیلئے جماعت مومنین کے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں۔ منافع میں اُن کے برابر کے شریک رہتے ہیں۔ اور جہاں کسی مشکل کا سامنا ہوا، تو یا جماعت کا ساتھ چھوڑ کر صاف نکل گئے اور اُس میں بددلی پھیلانے اور فتنہ پردازی کرنے لگ گئے۔ یہ منافق ہیں اور بدترین خلائق۔ اسی لئے قرآن کریم نے ان کا مقام جہنم میں سب سے نچلا طبقہ بتایا ہے (4/145)۔ قرآن کریم نے (سورہ فاتحہ کے بعد) سب سے پہلے انہی تینوں جماعتوں (مومن، کافر، منافق) کا ذکر واضح الفاظ میں کیا ہے۔ اس کے بعد سارے قرآن کریم میں ان تینوں جماعتوں کا ذکر ہے۔ یہ جماعتیں زمانہ نزولِ قرآن تک محدود نہ تھیں یہ ہمیشہ رہی ہیں۔ اور ہمیشہ رہیں گی۔ ان کی خصوصیات اس قدر طول طویل ہیں کہ ان کی تفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔'' (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1653)

ہمارے بھی چند الفاظ سنتے چلیں کہ قریش نے اپنا منصوبہ چلانے کے لئے جن لوگوں کو عارضی طور پر (مثلاً بطور جاسوس) مسلمانوں میں شامل کیا اور کرتے رہے وہ منافق تھے یعنی اپنی واپسی کی راہ کھلی رکھنے والے۔ اور جن لوگوں کو حقائق کے چھپانے یا بدلنے پر مامور کیا وہ کافر تھے مومن قریش میں سے کوئی نہ تھا۔ البتہ دوسرے قبائل واقوام کے لوگ ایمان بھی لائے جان و مال بھی قربان کیا۔ قرآن نے ایسے ہی لوگوں کو حقیقی مومنین فرمایا ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ منافق و کافر کوئی الگ الگ گروہ یا جماعتیں نہ تھیں۔ یہ قریش ہی کے مرکز سے تعینات ہونے والے قریشی لوگ تھے۔ اور بس۔

33(ج)۔ قریش کے لیڈروں، سرداروں اور راہنماؤں نے محمدؐ اور نبوت و رسالت محمدؐیہ کے خلاف کیا کیا انتظام کئے، ایک چھپی ہوئی حقیقت۔

محمدؐیہ نبوت و رسالت اچانک وقوع میں نہ آگئی تھی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور تمنا (2/129) کے ماتحت مشہور ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے میں ذبح عظیم دیئے جانے سے (37/107) نمایاں اور متعین ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ یہ نبوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں قائم ہونا ہے۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کے جانشین حضرت نابت علیہ السلام کی امامت وحکومت قائم ہوتے ہی اُن کی مقدس پیشانی وہ علامت بن گئی جو انسانی آنکھوں کی راہنمائی کرتی ہوئی حضرت عبداللہ علیہ السلام تک چلی آئی۔ یعنی وہ نور جو حضرت نابتؑ کی پیشانی میں چمکتا تھا وہ اُن کے بعد امام علیہ السلام کا تعین کرتا رہا یعنی اُن کی اولاد میں جس کی پیشانی چمکتی ہوئی نظر آتی رہی اُسی کو امامؑ سمجھا

جانے لگا۔یعنی یہ نور ہر آنے والے امام کی نشانی بنتا چلا گیا۔اور مکہ کی مستورات تک اس نورانی چہرے کو پہچانتی تھیں اور خود کو اس نور کے حصول کے لئے کوشاں رہتی چلی آئیں۔اور جیسے ہی حضرت عبداللہ علیہ السلام کی پیشانی سے یہ نور منتقل ہوا یہ یقین ہو گیا کہ وہ نبیٔ وہ رسوؐل اُن کی اولاد میں سے ہوگا۔(3/164) اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد والے تمام انبیا علیھم السلام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں کرتے چلے آئے تھے (توریت وانجیل) اُدھر بحیرہ راہب اور اُزدی علما نے ابوبکر وعمر کو اُس نبیؐ کی پیدائش پر مطلع کر دیا تھا۔یعنی ساری دنیا حضوؐر کی پیدائش کا انتظار کرتی چلی آ رہی تھی اور یقیناً قریشی لیڈر اور بزرگ اس عالمی وعملی شہرت اور وجود سے غافل نہ ہو سکتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے زمانہ ہی سے اپنا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔اور اپنے تیار کئے ہوئے مخصوص ماہرین مذہبیات وسیاسیات کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لگا دیا تھا جو اعلان نبوت تک منتظر رہتے چلے گئے تاکہ جلد سے جلد فوراً ایمان لا کر اپنا مقام اوّلین سابقین کی حیثیت سے محفوظ کر لیں تاکہ اگر محمدؐ غالب آ جائیں تو اُن کے بھیجے ہوئے ماہرین نبیؐ کے دست راست اور معتبر ترین لوگ اور محمدؐ کے شریک بن سکیں۔ساتھ ہی قریشی راہنماؤں نے ایک ایسی جماعت تیار کی جو روزانہ محمدیؐ اسکیم کی اور اُن پر ایمان لانے اور ہمدردی کرنے والوں کی خبریں قریشی مرکز کو فراہم کرتی رہے اور مستقلاً محمدؐ کے ساتھ نہ رہے۔اس بدلتی رہنے والی جماعت کو منافق کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔اس جماعت کا سب سے بڑا ذریعۂ معلومات قریشی قسم کے مذکورہ مومنین ہوتے تھے۔تیسری جماعت کو کھلی مخالفت کے لئے تعینات کیا گیا جو محمدؐ سے بحث ومباحثہ طعن وتشنیع اور محمدیؐ اسکیم کی مناسب روک تھام کا انتظام کرے اور ضرورت کے مطابق مرکز سے اور سابقہ دو جماعتوں سے مدد لے،تعاون کرے اور اُن کی ضروریات فراہم کرتی رہے۔ان تینوں جماعتوں میں قریش کے مخلص ترین وماہر ترین ومدبّر ترین لوگوں کو مقرر کیا گیا تھا اور تینوں جماعتوں پر قریشی مرکز قریب سے نظر رکھتا تھا اور ضرورت کے مطابق ردوبدل اور اصلاح کرتا رہتا تھا۔

33(د)۔اللہ ورسوؐل کی پالیسی اور اُن کا رویہ اور عمل درآمد۔

اللہ ورسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم قریش کی پالیسی،منصوبے اور عمل درآمد سے کماحقہٗ واقف تھے وہ اُن کے موجودہ اور آیندہ تمام حالات و اقدامات پر مطلع تھے لیکن اُن کی پالیسی اور عملدرآمد علم غیب پر نہ تھا اور نہ وہ ایک قدم بھی رسوؐل کی مخالفت میں کامیابی سے نہ اٹھا سکتے تھے۔وہ صرف ظاہری صورت حال اور اعمال پر اپنے فیصلوں اور احکام کا دارومدار رکھتے تھے۔اور ہر ممکن ومادی انتظام کرتے تھے کہ حق واضح ہو جائے اور کسی کو یہ عذر نہ رہ جائے کہ وہ فلاں متعلقہ بات یا حکم ونصیحت کو نہیں سمجھا اس لئے اُس سے فلاں بات یا عمل سرزد ہو گیا ہے۔وہ بار بار معاف کرتے رہتے تھے تاکہ لوگوں کو اصلاح کا کافی موقع ملے۔وہ بار بار اور طرح طرح سے سمجھاتے تھے تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے۔وہ بار بار لوگوں کی عقل سے،لوگوں کی غیرت سے اور لوگوں کی شرافت سے اور لوگوں کے رسم ورواج سے اپیل کرتے تھے تاکہ وہ غور وفکر کریں،انہیں غلط کاری پر شرم آئے اور اپنی اصلاح کر لیں۔وہ کسی کو اُس کی بری روش پر نام لے کر رسوا نہ کرتے تھے۔وہ عذرات کو غلط ہوتے ہوئے بھی اکثر تسلیم کر لیتے تھے تاکہ متعلقہ شخص شرما کر غلط عذرات پیش کرنا بند کر دے۔وہ عموماً ایسی زبان بولتے تھے کہ لوگ حکم کی صورت سے فائدہ اُٹھا کر اپنا عذر تیار کر لیں۔اور براہ راست حکم عدولی کی زد میں نہ آئیں۔وہ دلائل اور براہین سے گھیر کر جرم ثابت کرنے سے بچتے رہتے تھے۔یعنی اتمامِ حجت کے لئے ہر موقع دیتے تھے۔

34۔قریشی قوم کے خلفا اور لیڈروں کو حقیقی مومن اور اللہ و رسولؐ کے پسندیدہ اور محبوب مومنین بنانے کے پرویزی ہتھکنڈے، مغالطات وفریب سازی۔

قارئین نے یہاں تک طرح طرح اور بار بار قرآن کریم سے دیکھا ہے کہ قریشی قوم اللہ و رسولؐ اور قرآن کی دشمن تھی۔ اور اُسے بار بار اسلام سے خروج کی دھمکیاں دی جاتی رہیں اور اُن کے ایمان وخلوص کی نفی ہوتی رہی ہے۔ اس کے باوجود پرویز صاحب نے اپنا شاہ کار مارکیٹ میں فروخت کر دیا ہے۔ اور اُسے بڑی شہرت ومقبولیت حاصل ہو چکی ہے یہ شہرت ومقبولیت اُسے ہرگز نہ ملتی اگر ہم نے بروقت اُس کی پول کھول دی ہوتی۔ ہم نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبہ نمبر 220 کی شرح کرتے ہوئے پرویز کے شاہکار پر تنقیدی نظر ڈالیں گے اور ہم ابھی تک حضور علیہ السلام کے خطبے نمبر 109 تک ہی پہنچے تھے کہ ہمارے ایک رفیق کار جناب کمال خان بلوچ نے تقاضہ کیا کہ مسلسل تشریحات کو روک کر اس خطبہ 220 کی شرح لکھ دی جائے۔ چنانچہ یوں پرویز کے شاہکار کا نمبر وقت سے پہلے آ گیا ہے۔ گو ہم پرویز کے شاہکار کی پوری قوم کو دشمنان اسلام ثابت کر چکے ہیں اور اب قریشی قوم کے کسی ایک فرد کی پوزیشن الگ سے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جب پوری قوم دشمن خدا اور رسولؐ ثابت ہوگئی تو ہر فرد دشمن ثابت ہو چکا۔ لیکن مزید اطمینان فراہم کرنے لئے پرویز کے ساتھ چلیں گے اور اُن کے پیش کردہ دلائل اور آیات پر نظر ڈالیں گے تا کہ شاہکار کے قارئین پرویز کی دیانت کو خود دیکھ کر فیصلہ کریں کہ پرویز اور پرویز کا شاہکار قرآن کی بارگاہ میں رسائی پاتے ہیں یا نہیں اور انہیں باریابی ملتی ہے تو کس صورت میں ملتی ہے؟

34 (الف)۔ پرویز کے بیانات اور بیانات کے ثبوت میں آیات جن سے عہد رسولؐ میں تمام مومنین کا حقیقی مومن اور جنتی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

ہم یہاں پرویز کے شاہکار سے ایک طویل اقتباس نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ پرویز کا پورا موقف اور دعویٰ سامنے آجائے اور ہمارے قارئین کی حلال کمائی کا پیسہ باطل کتاب کی خرید پر صرف نہ ہونے پائے۔ یہاں یہ بھی بتادیں کہ ہمارے دیئے ہوئے اقتباسات کی اگر مزید تصدیق کرنا ہو تو خود پرویزی اداروں میں رکھی ہوئی کتابوں سے کریں یا مرکزی حیثیت سے ایک شخص کتاب خرید لے اور باقی حضرات اُس سے کتاب لے کر تصدیق کرلیں تا کہ ہر شخص الگ الگ روپے ضائع نہ کرے۔ یاد رکھو حمایتِ باطل حرام ہے۔ باطل پر روپے کا صرف کرنا بھی حرام ہے تا کہ باطل کی تجارت کو فروغ نہ ہو۔

پرویز کا موقف اور دعویٰ۔ پرویز کا بیان سُنئے :

''جیسا کہ میں نے اوپر کہا دین کا یہ نظام عہد رسالتمابؐ اور شیخین (حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم) کے زمانہ میں اُس جماعت کے ہاتھوں متشکل ہوا تھا۔ جس کی تعلیم وترتیب خود رسالت مآبؐ کے مقدس ہاتھوں عمل میں آئی تھی۔ اور جنہیں صحابہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ان حضرات کی اس خصوصیت کبریٰ کی بنا پر قرآن کریم نے اُن کا تعارف بڑی شرح وبسط سے کرایا ہے۔ انہیں اُس نے اَلَّذِيْنَ مَعَهٗ 48/29 ''رسول اللہ کے ساتھی'' کی جامع اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ اور خود حضورؐ کو اُن کا ''صاحب'' (ساتھی) کہہ کر پکارا ہے 53/2۔ ایک مقام پر حضورؐ کے شریک غار کو صاحبہٖ کہا ہے 9/40۔ حضورؐ کے ان ساتھیوں کو عام طور پر ''مومنین'' کہا گیا ہے۔ لیکن مزید تعارف کی غرض سے انہیں مہاجرین اور انصار کے گروهوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اس دور میں اسلام لانے والوں کے ایک اور گروہ کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے جو اعراب (بادیہ

نشینوں) پر مشتمل تھا۔اُن کے متعلق کہا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی حیثیت سے ''مملکت اسلامی'' کی اطاعت تو قبول کر لی تھی لیکن ''ایمان اُن کے دل کی گہرائیوں میں نہ اُترا تھا۔'' 49/14 قرآن کریم نے جن ''ناپختہ ایمان والوں'' کا ذکر کیا ہے۔اُن سے یہی لوگ مراد ہیں۔ان کے سوا باقی تمام وہ مومن تھے جن کے راستے پر چلنے کی تاکید خود قرآن کریم نے کی ہے اور کہا ہے کہ جو لوگ اس راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کریں گے اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا (4/115) اس سے اُن حضرات (صحابہ کرام) کے مقام کا اندازہ لگ سکتا ہے۔

2۔اُن کی اہمیت کے متعلق کہا ہے کہ: هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ (8/62) خدا وہ ہے جس نے اے رسولؐ اپنی نصرت اور جماعت مومنین کو تمہاری تائید وتقویت کا موجب بنایا۔آگے چل کر اس کی وضاحت ان الفاظ سے کر دی، یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (8/64) ''اے نبیؐ (i) خدا اور (ii) یہ جماعت مومنین جو تیرا اتباع کرتی ہے تیرے لئے کافی ہے'' آپ نے غور فرمایا کہ صحابہ کی جماعت کا مقام اس قدر بلند تھا کہ خدا نے انہیں اپنے ساتھ ہم قوس قرار دے کر یہ کہا ہے کہ ''یہ دونوں (خدا اور جماعت مومنین) حضورؐ کے مشن کی کامیابی کیلئے کافی ہیں۔''

3۔صحابہ کی اس اہمیت کے پیش نظر حضورؐ سے کہا گیا کہ: ''یہ لوگ جو منشائے خداوندی کو پورا کرنے کے لئے صبح وشام مسلسل وپیہم خدا کو پکارتے ہیں انہیں اپنے قریب رکھو۔دھتکارو نہیں (6/52، 38/28) وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (26/215,15/88) اُن کی اس طرح پرورش اور حفاظت کرو جس طرح مرغی اپنے بچوں کی پرورش اور نگہداشت کرتی ہے۔''

4۔جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ جماعت مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھی'' ان کے متعلق فرمایا: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌO(8/74)

''وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں پناہ دی اور اُن کی مدد کی یہ سب کے سب سچے اور پکے مومن (مومن حقا) ہیں اُن کے لئے مغفرت ہے اور عزت کا رزق اس آیہ جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے جملہ مہاجرین اور انصار کو مومن حقا کہہ کر پکارا ہے۔اور اُن کی مغفرت اور رزق کریم کی ضمانت دی ہے۔اس آسمان کے نیچے کسی کے ایمان اور مغفرت کی اس سے بڑی شہادت اور کون سی ہو سکتی ہے؟

5۔ان میں کچھ وہ تھے جنہوں نے حضورؐ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا اور کچھ وہ جو اُن میں ذرا بعد شامل ہوئے۔خدا نے اُن سب کیلئے جنت کی بشارت دی ہے۔سورہ توبہ میں ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O(9/100)

''مہاجرین اور انصار میں سے جنہوں نے سبقت کی اور وہ جو حسن کارانہ انداز سے اُن کے بعد میں شامل ہوئے اللہ اُن سب سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گئے۔خدا نے اُن کے لئے ایسے باغات (جنت) تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

غور فرمایئے خدا نے ''تمام صحابہ'' کے لئے خواہ وہ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کے زمرے میں شریک تھے اور خواہ وہ اُن میں (بلا احسان) بعد میں شامل ہوئے، ابدی جنت کی ضمانت دی ہے اور سب کے لئے ''رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ'' کا درخشندہ سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے۔دوسرے مقام پر اُن میں بعد میں شامل ہونے والوں کے متعلق کہا کہ اُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ 8/75 ''وہ بھی تم میں سے ہیں۔''

''جہاں تک خدا کے وعدے کا تعلق ہے اُن میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔'' اس میں شبہ نہیں کہ قرآنی معیار کی رو سے مدارج کا تعین اعمال کی رو سے ہوتا ہے 46/19 لہٰذا السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کے مدارج زیادہ بلند ہوں گے۔ لیکن جہاں تک جنت ومغفرت کے خدائی وعدہ کا تعلق ہے وہ اُن سب کے لئے یکساں ہے چنانچہ سورہ حدید میں فرمایا ہے کہ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ O (57/10) ''وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اور جنگوں میں شریک ہوئے اور وہ جنہوں نے اس کے بعد ایسا کیا مدارج کے اعتبار سے یہ دونوں گروہ ایک جیسے نہیں ہوسکتے۔ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کے مدارج بے شک بلند ہیں۔ لیکن خدا کے حسین اور خوشگوار وعدے (یعنی جنت اور مغفرت کے وعدے) اُن سب کیلئے ہیں۔ خدا تم سب کے اعمال سے باخبر ہے (اس لئے اس نے یہ ضمانت یوں ہی نہیں دے دی ہے)۔''

6۔ یہ تھی وہ جماعتِ صحابہ، رسوؐل اللہ کے ساتھی، جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الفتح میں ان وجد آفرین الفاظ میں کیا ہے۔

آپ قرآن کریم کے ان حسین وجمیل الفاظ پر غور کیجئے اور پھر ان رفقائے محمدؐ کے مقامات ومدارج کا تصور کیجئے۔ فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا O (48/29)۔

میں اس آیہ جلیلہ کا مفہوم اپنے مفہوم القرآن سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ فرمائیے:

''محمدؐ اللہ کا رسوؐل ہے اور اس کے رفقائے کار کی جماعت (2) یہ جماعت بھی کیا عجیب وغریب جماعت ہے (3) اُن کی کیفیت یہ ہے کہ یہ حق کے مخالفین کے مقابلے میں چٹان کی طرح سخت ہیں (4) لیکن باہمدگر بڑے ہی نرم دل اور ہمدرد (5/54) (5) تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کیلئے جُھک جاتے ہیں (6) اور قوانین خداوندی کے سامنے پیکرِ تسلیم ورضا بن جاتے ہیں (لیکن یہ تارک الدنیا راہبوں کی جماعت نہیں ہے) (7) یہ قانون خداوندی کے مطابق سامان زیست کی تلاش میں مصروف تگ وتاز رہتے ہیں (8) اور اس کے ساتھ اس کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کا ہر عمل قانون خداوندی سے ہم آہنگ اور اُن کی سیرت صفات خداوندی سے یکرنگ ہوجائے (9) اس سے انہیں جو سکون قلب اور حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے اُس کے اثرات اُن کے چہروں سے نمایاں نظر آتے ہیں (10) اُن کی یہ علامات سابقہ کتب آسمانی۔ توریت وانجیل۔ میں بھی مذکور تھیں (11) انہوں نے اس نظام خداوندی کو جس طرح قائم کیا اور پروان چڑھایا ہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ جب عمدہ بیج سے شگوفہ پھوٹتا ہے تو اس کی پہلی کونپل بڑی نرم ونازک ہوتی ہے۔ جُوں جُوں اُس کی جڑ مضبوط ہوجاتی ہے اُس کی نال موٹی ہوتی جاتی ہے۔ حتی کہ وہ اتنی مضبوط ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے سہارے آپ محکم اور استوار طریق پر قائم ہوجاتی ہے۔ (اُس میں خوشے لگتے ہیں اور خوشوں پر دانے پڑ کر سخت اور مضبوط ہوجاتے ہیں یوں وہ ننھا سا بیج پکی ہوئی فصل میں تبدیل ہوجاتا ہے) جب کاشتکار اپنی محنت کو اس طرح ثمر بار ہوتے دیکھتا ہے تو وجد ومسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ لیکن یہی چیز اُس کے مخالفین کے سینے پر سانپ بن کر لوٹنے لگ جاتی ہے۔ (12) اسی طرح اللہ ہر اُس جماعت کو جو اُس کے قوانین کی صداقت پر ایمان لاکر اُس کے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل پیرا ہوتی ہے، اس امر کا وعدہ دیتا ہے (یعنی یہ اُس کا قانون ہے) کہ اُن کی کوششوں کا ننھا سا بیج تمام خطرات سے محفوظ رہے گا۔ اور اُن کی کھیتی پک کر بہترین ثمرات کی حامل ہوجائے گی

(24/55)(13) لیکن اس کیلئے اس قسم کی محنت اور استقامت کی ضرورت ہوگی جس قسم کی محنت اور استقامت کا ثبوت کسان دیتا ہے (تخم صالح، قوانین فطرت سے مطابقت، مسلسل محنت اور استقلال و استقامت، کھیتی کی برومندی کیلئے یہ تمام شرائط لاینفک ہیں)۔''

یہ تھے صحابہ رسوؐل اللہ جنہیں خدا نے مومن حقًا (پکے اور سچے مومن) کہہ کر پکارا، جنہیں جنت اور مغفرت کی بشارت ہی نہیں دی بلکہ وعدہ کر کے اس کی ضمانت دے دی (کہ خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا 3/8)۔ اُن کے متعلق وضاحت کردی کہ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ۔ یہ شہادت، ضمانت، صراحت وعدے اُن سب کیلئے تھے۔ اس میں کسی کی استثنا نہیں تھی۔ یہ تمام مہاجرین و مجاہدین و انصار کے لئے یکساں تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ (جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا) صحرائی قبائل (اعراب) ایسے تھے جن کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی اس لئے ''ایمان اُن کی دل کی گہرائیوں میں نہیں اُترا تھا'' قرآن کریم میں جن منافقین کا ذکر آتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن ہی میں سے ہوں۔ لیکن مومنین اور منافقین میں تمیز حضوؐر کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی۔ سورۂ آل عمران میں ہے:۔ مَّا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلٰی مَآ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ حَتّٰی یَمِیۡزَ الۡخَبِیۡثَ مِنَ الطَّیِّبِ ۔۔۔ 3/179) ایسا نہیں ہوسکتا کہ خدا اس معاشرہ کو علیٰ حالہ رہنے دے۔ وہ خبیث و طیب میں تمیز کر کے رہے گا۔ اس سے واضح ہے کہ یہ تمیز حضوؐر کی زندگی میں ہو چکی تھی۔ بہر حال اتنی بات تو حتمی اور یقینی ہے کہ مہاجرین و انصار، جن سے خدا نے جنت کا وعدہ کیا تھا، آخری دم تک مومن حقًا رہے تھے۔ کیونکہ جنت کا وعدہ تو خدا اُن ہی سے کر سکتا تھا جو زندگی بھر (اپنے مرنے تک) جنت کے مستحق رہے ہوں۔ جو شخص آج مومن ہو اور کل کو (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے اُسے خدا جنت کی بشارت کس طرح دے سکتا ہے۔؟ لیکن ہماری کتب روایات تاریخ میں اُن ہی صحابہ کے متعلق وہ کچھ لکھا ملتا ہے جس سے اُن کا مومن حقًا اور مستحق جنت ہونا تو ایک طرف، مسلمان ہونا بھی باقی نہیں رہتا۔ شیعہ حضرات کا (اپنی روایات کی رو سے) کا عقیدہ ہے کہ رسوؐل اللہ کی وفات کے بعد اہلبیتؑ کے علاوہ پانچ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ آپ کو غالبًا خیال گزرے گا کہ شیعہ حضرات کا مسلک الگ ہے اس لئے اُن کے یہاں اس قسم کی روایات کا پایا جانا مستبعد نہیں۔ لیکن سُنی تو تمام صحابہ کے مومن حقًا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم کر کے آپ کو حیرت ہوگی کہ سنیوں کے یہاں بھی اسی قسم کی روایات موجود ہیں۔ جن کی رو سے صحابہ کا (معاذ اللہ) مرتد ہو جانا ثابت ہے۔ سنیوں کے یہاں بخاری کو احادیث کی معتبر ترین کتاب سمجھا جاتا ہے اس میں حسب ذیل حدیث موجود ہے:

رسوؐل اللہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے صحابہ کی ایک جماعت کو (فرشتے) جہنم کی طرف لئے جا رہے ہوں گے۔ میں پکاروں گا کہ یہ تو میرے صحابی ہیں۔ اللہ فرمائے گا کہ (اے رسوؐل) جب تو اُن سے جدا ہوا تو یہ مرتد ہو کر اپنے سابقہ مذہب کی طرف لوٹ گئے تھے۔'' (بخاری کتاب الانبیاء)

آپ یقینًا حیران ہوں گے کہ ایک طرف یہ حضرات ہر صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور دوسری طرف ان روایات کو بھی صحیح مانتے ہیں۔ لیکن اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ کتب احادیث کا بالاستیعاب مطالعہ کریں گے تو آپ کو ان میں اس سے بھی زیادہ تحیر انگیز روایات ملیں گی۔ اور ایسی ہی ہیں وہ روایات جن کے انکار سے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔

روایات کے بعد آپ کتب تاریخ کی طرف آیئے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کے متعلق کہا گیا ہے رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (48/29) ''وہ آپس میں بڑی محبت اور پیار سے رہتے تھے'' وہ سب آپس میں بھائی بھائی تھے (49/10) سورۂ آل عمران میں جماعت صحابہ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے: ''تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال دی جس سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ یہ تم پر خدا کا خاص انعام تھا۔ تم (زمانہ قبل از اسلام میں) جہنم کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے کہ خدا نے

تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا(3/102)''

دوسرے مقام پر ہے کہ:''خدا نے ان مومنین کے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی۔اے رسولؐ (یہ باہمی الفت ایسی متاع گران بہا ہے کہ) اگر تو ساری دنیا کی دولت بھی صرف کرڈالتا تو یہ بات پیدا نہ ہوسکتی تھی۔ یہ بات خدا ہی سے ممکن تھی وہ قوت اور حکمت دونوں کا مالک ہے(8/63)

یہ خدا کی شہادت تھی۔اس کے برعکس ہماری تاریخ اُن کے متعلق کیا کہتی ہے اس کی بابت آپ کو ذرا آگے چل کر (متن کتاب میں) تفصیل سے نظر آئے گا۔آپ (بالخصوص) تیسرے باب میں دیکھیں گے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے فوری بعد جب خلیفہ کے انتخاب کے لئے مہاجرین وانصار کا اجتماع ہوا تو اُس میں کیا منظر سامنے آیا؟ آپ دیکھیں گے کہ اس میں (معاذ اللہ) ایک کی داڑھی تھی اور دوسرے کا ہاتھ تھا۔ایک کا خنجر تھا اور دوسرے کا سینہ۔اورطعن وتشنیع اورسب وشتم کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا صحابہ کے باہمی تعلقات کا یہ نقشہ ہے جو(رسولؐ اللہ کی وفات کے فوری بعد) تاریخ ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ایک قدم اور آگے بڑھئے۔قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کردے:**وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا** O (4/93)''مومن کسی دوسرے مومن کو بالارادہ قتل کردے تو اُس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ رہے گا اس پر خدا کا غضب اور اُسکی لعنت ہوگی۔خدا نے اُس کیلئے شدید عذاب تیار کررکھا ہے۔''

آپ نے دیکھا کہ قرآن کی رو سے ایک مومن کے قتل عمد کی سزا کیا ہے۔لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جنگ جمل ہوئی جس میں (بجز معدودے چند) آدھے صحابہ ایک طرف تھے اور آدھے دوسری طرف اُن میں باہمی جنگ ہوئی جس میں دس ہزار صحابہ قتل ہوئے۔دس ہزار مومنین کا قتل خود مومنین کے ہاتھوں (عیاذاً باللہ) اس سے اگلی جنگ (صفین) میں تاریخ کے بیان کے مطابق ستر ہزار صحابہ ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔آپ سوچئے کہ (اگر تاریخ کے ان بیانات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو) قرآن کریم کے مندرجہ بالا فیصلے کی رو سے ان میں سے کوئی ایک بھی مستحق مغفرت رہتا ہے؟ حالانکہ یہ سب وہ تھے جن کی مغفرت اور جنت کا وعدہ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔صاف نظر آتا ہے کہ اس قسم کی روایات اور تاریخی بیانات سب افسانے ہیں جو خاص سازش کے ماتحت وضع کئے گئے۔اس سازش کی تفصیل کتاب کے آخری باب میں ملے گی''

اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس اعتراض کو نظری طور پر سامنے لانے کے بجائے اُسے ایک عملی مثال سے واضح کیا جائے تو بہتر ہوگا۔چند سال اُدھر کی بات ہے سید ابوالاعلی مودودی صاحب نے''خلافت وملوکیت'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔اس میں انہوں نے ان روایات کو بہ ھیئت مجموعی یکجا کردیا۔جن کی بنا پر غیر مسلم مصنف صحابہ کرام کی سیرت کو مسخ کرکے پیش کیا کرتے ہیں۔مثال کے طور پر اُن میں سے ایک روایت ملاحظہ فرمائیے انہوں نے لکھا ہے کہ''جب یزید کی فوج نے مدینہ پر حملہ کیا تو وحشی فوجوں نے گھروں میں گھس گھس کر بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی،حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ **حتّٰى قِيْلَ اَنَّهُ حَمَلَتْ الف امرائة فى تِلكَ الايام مِن غير زوج** کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں۔''(خلافت وملوکیت صفحہ 182)

یہ 63ھ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے یعنی رسولؐ اللہ کی وفات کے صرف پچاس سال بعد کا۔اس وقت ابھی صحابہ کی اچھی خاصی تعداد(زندہ) موجود تھی اور باقی امت تابعین پر مشتمل تھی۔دوسری طرف یزید کی فوج بھی وحشی تاتاریوں سے مرتب نہیں ہوئی تھی۔وہ بھی صحابہ اور تابعین کے زمرے میں

شامل ہونے والے مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ان حقائق کی روشنی میں آپ مندرجہ بالا روایات دیکھئے اور سوچئے کہ اس سے انسان کس نتیجے پر پہنچتا ہے ''اُن وحشی فوجیوں'' کو چھوڑیئے۔سوچئے یہ کہ مدینة النبیؐ کے یہ مسلمان اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں کے ساتھ (معاذ اللہ) یہ کچھ بے محابا ہوتے ہوئے دیکھتے رہے اور کسی کی غیرت جوش میں نہ آئی نہ ہی اُن خواتین نے جو خود بھی صحابہ نہیں تو تابعین کے زمرہ میں شمار ہوتی تھیں۔کسی قسم کی مزاحمت کی۔اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوچئے کہ اس سے جو ایک ہزار بچے ناجائز پیدا ہوئے اُن کی نسل آج تک چلتی آرہی ہے اُن کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ آپ سوچئے کہ کیا ایسی تاریخ کو قابل اعتماد قرار دیا جائے گا؟ جس میں اس قسم کی روایات ہوں؟ اور تاریخ بھی وہ جو بغیر کسی سابقہ تحریری ریکارڈ کے محض زبانی روایات کی بنیاد پر صدر اول کے اڑھائی تین سو سال بعد اس زمانہ میں مرتب کی گئی ہو جب مسلمانوں میں گروہ بندانہ تعصب عام ہو چکا تھا؟

اس کے جواب میں مودودی صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ قابل غور ہے۔انہوں نے مختلف کتب تاریخ کے نام گنوانے کے بعد کہا کہ:

''اب غور فرمایئے۔یہ ہیں وہ ماخذ جن سے میں نے اپنی بحث میں سارا مواد لیا ہے۔اگر یہ اُس دور کی تاریخ میں قابل اعتماد نہیں ہیں تو پھر اعلان کر دیجئے کہ عہد رسالتمابؐ سے لے کر آٹھویں صدی تک کی کوئی اسلامی تاریخ دنیا میں موجود نہیں کیونکہ عہد رسالتمابؐ کے بعد کئی صدیوں تک کی پوری اسلامی تاریخ شیخین کی تاریخ سمیت، ان ہی ذرائع سے ہم تک پہنچی ہے۔اگر یہ قابل اعتماد نہیں تو اُن کی بیان کی ہوئی خلافت راشدہ کی تاریخ اور آئمہ اسلام کی سیرتیں اور اُن کے کارنامے سب ایک اکاذیب کے دفتر ہیں جنہیں ہم کسی کے سامنے وثوق کے ساتھ پیش نہیں کر سکتے۔دنیا کبھی اس اصول کو نہیں مان سکتی اور دنیا کیا خود مسلمانوں کی موجودہ نسلیں بھی اس بات کو ہرگز قبول نہ کریں گی کہ ہمارے بزرگوں کی جو خوبیاں یہ تاریخیں بیان کرتی ہیں وہ تو سب صحیح ہیں مگر جو کمزوریاں یہی کتابیں پیش کرتی ہیں وہ سب غلط ہیں۔(خلافت وملوکیت صفحہ 316) ہماری کتب روایات و تاریخ کس طرح اور کب مرتب ہوئی تھیں؟ اس کے متعلق تفصیلی ذکر کتاب کے آخری باب میں آئے گا۔سردست ہم مندرجہ بالا اعتراض کی طرف آتے ہیں۔تاریخ کے سلسلے میں ہماری (مسلمانوں کی) کیفیت باقی دنیا کے مقابلے میں مخصوص و منفرد ہے۔قرآن کریم پر ہمارا ایمان ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ۔۔۔(باقی جواب ہمارے پیرے نمبر 30 (الف) میں ملے گا)۔''(شاھکار رسالت گزرگاہ خیال صفحہ 42 تا 50)

35۔پرویز کی باقاعدہ اور سنجیدہ تردید وابطال کے لئے ہماری اور پرویز کی الگ الگ پوزیشن کا متعین ہو جانا ضروری ہے۔

1۔ قارئین کرام پرویز کے اس طویل بیان کے بعد یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ پرویز تاریخ کے کسی ایسے بیان کو ہرگز قبول نہ کریں گے جو کسی بھی، عہد رسولؐ کے مسلمانوں کی مذمت میں ہو حتٰی کہ وہ یزید ملعون کے خلاف بھی کچھ نہ سنیں گے۔اور وجہ تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے کہ رسولؐ اللہ کے عہد میں ایمان لانے والا ہر مومن جنتی ہے۔اور اُن کے خلاف تاریخ وحدیث کا ہر بیان غلط و باطل ہے۔اس لئے انہوں نے جنگ صفین اور جمل کا صاف اور واضح انکار کر دیا ہے اور اسی لئے مدینہ میں ہونے والی لوٹ مار وقتل وغارت اور عصمت دری کا نہایت حقارت سے انکار کیا ہے۔ لہٰذا عہد رسولؐ کے مومنین کے خلاف جو کچھ کہا جائے وہ قرآن کریم سے ثابت کیا جانا چاہیئے۔یہ ہے مسٹر پرویز کی پوزیشن۔

2۔ ہماری پوزیشن یہ ہے کہ عہد رسولؐ میں واقعی ایسے مومنین کی کثرت تھی جو جنتی تھے اور اُن کے خلاف نہ کبھی پہلے تاریخ میں لکھا گیا اور نہ ہماری یہ مجال ہے کہ اُن کے خلاف منہ کھولیں۔البتہ ہم تمام ایمان لانے والوں یا مومن کہلانے والوں کو جنتی نہیں مانتے اور اس کا ثبوت قرآن سے دینا ہمارے ذمہ ہے۔

36۔ پرویز کے اس طویل اقتباس پر ایک نظر ڈالئے اور پرویز کو اس کے بیانات پر ذمہ دار بنائیے اور غلط بات پر ماخوذ کرنے کا اہتمام کیجئے

اول۔ رسولؐ کے صحابہ کے متعلق پرویز کی غپ شپ پہلے آتی ہے۔

پرویز نے اپنی بات لفظ ''صحابہ'' سے شروع کی ہے۔ اُن کی لغات القرآن کہتی ہے کہ:

''صاحب ہر اس ساتھ رہنے والے کو کہہ دیا جاتا ہے جو مستقلاً کسی انسان یا حیوان یا مکان یا زمان کے ساتھ رہے خواہ یہ ساتھ رہنا جسمانی طور پر ہو یا فکری طور پر ''صَاحِبِ الْحُوْتِ'' (68/48) ''مچھلی والا'' یعنی جس کے ساتھ مچھلی کا واقعہ گزرا تھا یعنی ''ذَاالنُّوْنِ'' (21/87) (جلد 3 صفحہ 1008)۔

اور قرآن کریم میں لفظ صاحبہٖ دوجگہ آیا ہے پہلی جگہ ایسا شخص ہے جس کا ایمان ایسا تھا کہ اُس کو خدا کا ساتھی ہونا اور مدد کرنا بتانے کی ضرورت تھی (9/40) دوسری جگہ ایک کافر وظالم مذکور ہوا ہے (37 تا 18/32) جو قیامت کا بھی منکر تھا۔ لہٰذا صاحب واصحاب وصحابہ کہنا یا کہلانا کوئی منزلت ومقام نہیں رکھتا۔ اور لفظ صحابہ تو قرآن کا مردود لفظ ہے البتہ جہنمیوں کیلئے اور جنتیوں کے لئے لفظ اصحاب قرآن میں آیا ہے۔ اور رسولؐ اللہ کو ایسے مشرکین کا صاحب یا ساتھی بھی فرمایا ہے جو انہیں گمراہ اور اغوا شدہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا یہ الفاظ قابل شرم ہیں قابل فخر نہیں۔ پھر یہیں پرویز نے لفظ مَعَـهٗ سے فخر کی راہ نکالی ہے۔ یعنی رسولؐ کے ساتھی کہلانے پر اپنے صحابہ کی عزت سمجھی ہے حالانکہ لغات القرآن میں ساتھی ہونے کا کوئی مقام نہیں ہے۔

لکھا ہے کہ: 'مع''۔ ساتھ۔ یہ لفظی ومعنوی دونوں معیتوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جسمانی معیت کیلئے قرآن کریم میں ہے: وَدَخَلَ مَعَـهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ 12/36 ''اُس کے ساتھ قید خانے میں دو جوان داخل ہوئے۔'' (جلد 4 صفحہ 1546)

پرویز نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی معیت میں یہ دونوں جوان شرابی اور کافر تھے (41-12/39) لہٰذا کافروں اور شرابیوں کیلئے بھی قرآن میں لفظ ''مع'' آیا ہے۔ صرف معیت کوئی فضیلت نہیں دیتی۔

دوم۔ دوسرے نمبر پر پرویز نے سورہ انفال کی آیت (8/62) لکھی جس سے ہم اس حد تک متفق ہیں کہ ایسے مومنین بھی موجود تھے جن کی تائید اور نصرت قابل فخر تھی اور ایسے مومنین بھی موجود تھے جن کی مذمت سے قرآن لبریز ہے اور جن کو پیش کیا جا چکا ہے اور ابھی پیش کیا جانے والا ہے۔ مگر اس ترجمہ سے ہمیں اختلاف ہے جس میں پرویز نے لفظ کافی لکھا ہے دیکھئے:

یٰٓاَیُّهَاالنَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (8/64)

پرویزی ترجمہ: ''اے نبیؐ (i) خدا اور (ii) یہ جماعت مومنین جو تیرا اتباع کرتی ہے تیرے لئے کافی ہے'' (صفحہ 43 گزرگاہِ خیال) پرویز کا ترجمہ غلط ہے اس لئے کہ انہوں نے قرآن کا ایک لفظ چھوڑ کر ترجمہ کیا ہے۔

1۔ نومبر 1949ء میں اسی آیت کا ترجمہ یہ تھا کہ: ''اے پیغمبرؐ اسلام! اللہ تیرے لئے اور اُن مومنوں کیلئے جو تیرے پیچھے چلنے والے ہیں کفایت کرتا ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 636)

2۔ نومبر 1973ء میں یعنی 24 سال بعد مومنین کو اللہ کے برابر کر دیا یعنی: ''اے نبیؐ (i) خدا اور (ii) یہ جماعت مومنین جو تیرا اتباع کرتی ہے تیرے لئے کافی ہے۔''

پہلے ترجمہ میں اللہ کو نبیؐ اور مومنین کے لئے کافی مانا تھا لیکن دوسرے ترجمہ میں مومنین کو اللہ کی ضرورت نہ رہی اور وہ اللہ کے نبیؐ کی مدد اور کفایت میں برابر کے شریک بنا دیئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی پرویز یعنی غلام احمد پرویز کو اللہ سے اجازت مل گئی کہ تم جس لفظ کے معنی چاہو چھوڑ دیا کرو۔ چنانچہ

لفظ مِنْ کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ لفظ ''کافی'' عربی کا لفظ ہے اور پرویز کی لغات القرآن میں باقاعدہ تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا اس ترجمہ میں لفظ حَسْبُکَ کے معنی کافی کر کے غلطی کی ہے۔ حسب ونسب اردو میں بولا جاتا ہے اُسی سے حساب ہے۔ یہ قریشی جگلری سے اختیار کئے ہوئے معنی ہیں دوسری غلطی یہ ہے کہ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنی ''جماعت'' کئے جاسکیں۔

لہٰذا پرویز کا یہ بیان بکواس بن کر رہ گیا کہ:۔ ''آپ نے غور فرمایا کہ صحابہ کی جماعت کا مقام اس قدر بلند تھا کہ خدا نے انہیں اپنے ساتھ ہم قوس قرار دے کر یہ کہا ہے کہ یہ دونوں (خدا اور جماعت مومنین) حضورؐ کے مشن کی کامیابی کے لئے کافی ہیں۔'' (گزرگاہ خیال صفحہ 43)

انشاءاللہ والامام علیہ السلام ہم پرویز کے شاہکار کو اور اُن کے تمام بیانات کو بکواس بنا کر چھوڑیں گے۔

سوم۔ پرویز نے اپنے بیان کی تصدیق میں چار آیات اور ایک جملہ پٹخ مارا ہے اور اس سے اپنے پسندیدہ مومنین یا صحابہ مراد لئے ہیں حالانکہ پہلی دو آیات (6/52) اور (18/28) میں جن حضرات علیھم السلام کا ذکر آیا ہے۔ وہ رسوؐل اللہ والے مومنین سے الگ مومنین ہیں اُن کا رسوؐل سے کوئی حساب کتاب نہیں ہے اور اللہ کی نظر میں وہ رسوؐل سے بزرگ ترؑ حضرات ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًاO وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًاOوَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِھِمْ سُرَادِقُھَا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُھْلِ یَشْوِی الْوُجُوْہَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًاO(18/27تا29)

ہمارا ترجمہ: ''اے نبیؐ اُس کی تلاوت کردو جو تمہارے پروردگار کی کتاب میں سے تم پر وحی کردیا گیا ہے۔ کوئی بھی کلماتِ خداوندی کو بدلنے والا نہیں اور یہ کہ تمہیں بھی اللہ سے بچ کر بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ اور تم خود کو اُن لوگوں سے وابستہ کر کے مطمئن ہو جاؤ جو اللہ کی وجہ حاصل کر لینے کے ارادے سے اپنے پروردگار کو صبح وشام دعوت دیتے ہیں اور دیکھو تم اُن کی طرف سے بالکل نظریں نہ ہٹانا۔ کیا تم بھی دنیاوی زندگی کی زیب وزینت سے دلچسپی رکھتے ہو اور دیکھو تم اُس شخص کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور جس نے اپنے اجتہادات کی پیروی اختیار کررکھی ہے اور جس کا دینی معاملہ ہی یہ ہے کہ وہ کمی زیادتی لگاتار کرتا رہے۔ واضح طور پر کہہ دو کہ تمہارے رب کی طرف سے یہی بات حق ہے چنانچہ جس کا دل چاہے اُس پر ایمان لائے اور جس کا دل نہ چاہے اس حقیقت پر پردہ ڈال دیئے اور ہم نے غلط کاروں کیلئے آگ تیار کررکھی ہے۔''

اس آیت کی تشریح دوسری آیت (6/51-52) کے بعد خود بخود ہو جائے گی بس اتنا نوٹ کرلیں کہ رسوؐل اللہ کو اُن حضرات کی طرف سے نظریں ہٹانے کی صورت میں دنیا کی زینت کا دلدادہ قرار دینے کی بات ہوتی ہے۔ آیات سنئے اُن ہی حضرات کا تذکرہ مقصود ہے۔

وَاَنْذِرْ بِہِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْآ اِلٰی رَبِّھِمْ لَیْسَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ Oوَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ مَاعَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَھُمْ فَتَکُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O وَکَذٰلِکَ فَتَنَّابَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْآ اَھٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْھِم مِّنْ بَیْنِنَااَلَیْسَ اللّٰہُ

بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَO (انعام 53 تا 6/51)

ہماراترجمہ: ''اے رسوؐل آپ کلام اللہ اوروحی سے اُن لوگوں کوتنبیہ وتاکید کرتے رہیں جو اللہ کے حضور جواب طلبی کے لئے جمع ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہاں اللہ کے سوا کوئی ایسا ولی اور شفیع نہ ہوگا جو اُس روز انہیں بچا کرنکال لے جائے شاید یہ لوگ تقویٰ اختیار کرسکیں تاکہ ایسا ولیؑ وشفیع پاسکیں۔اے نبیؐ تم اُن لوگوں کواپنے سے دورنہ رکھنا جودن رات اور صبح شام اپنے پروردگار سے تمہارے لئے مدد طلب کرتے ہیں اور جن کاارادہ یہ ہے کہ وہ وجہ اللہ کو ہروقت نظر میں رکھیں گے۔سُوصورت حال یہ ہے کہ تمہارے ذمہ اُن کی طرف جوابدہی کا کوئی حساب باقی نہیں ہے۔اورنہ تمہاری طرف سے اُن پرکسی جوابدہی کا حساب باقی ہے۔تم دونوں آپس میں بیباق اور فارغ ہوچکے ہواوراگراس دہری تاکیدووضاحت کے بعد بھی تم نے اُن کو دور رکھا تو سمجھ لوکہ تم اپنے مقام بلند سے ظالموں کے طبقے میں اُتر آؤ گے۔اوروہ تو ایک پرانا طریقہ ہے کہ جس سے ہم نے اُن میں سے بعض لوگوں کوبعض لوگوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ آزمائش میں الجھ جانے والے یہ اعتراض کرڈالیں کہ کیا صرف یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم سب میں سے چھانٹ کر اللہ نے پسند کیا ہے اور اُن پر بطور منّت نوازشیں ضروری سمجھی ہیں؟۔اُن سے پوچھو کہ کیا اللہ شکر گزار بندوں کوتم سے بھی زیادہ نہیں جانتا ہے؟''

ان آیات (29 تا 18/27 اور 53 تا 6/51) کے متعلق یہ سوچنا ہے کہ یہاں جولوگ مذکور ہوئے ہیں اُن کی طرف سے صرف نظر کرنے کی سزا ایسی ہے جو دوسرے مومنین کی طرف سے صرف نظر کرنے کی کہیں بیان نہیں ہوئی ہے۔یعنی یہ سزا اُس سزا سے بھی بڑی سزا ہے جوسورہ مائدہ، (5/67) کی خلاف ورزی پر بیان کی گئی ہے۔یعنی اگر رسوؐل اللہ اُس آیت میں نازل شدہ حکم کی عملی تبلیغ نہ کرتے تو ساری رسالت کی تبلیغ صفر سے بدل جاتی۔مگر ظالموں میں تو شمار نہ ہوتے (6/52) اور دنیاپسند تو نہ بن جاتے (18/28) اورایک مجتہد کی اطاعت کے مجرم تو نہ بنتے (18/28)۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسوؐل اللہ پرایمان لانے والے عام مومنین کے مقابلے میں یہ مخصوص مومنین ہیں اوران کی سب سے زیادہ اہمیت ہے۔

2۔پھر یہ مخصوص مومنین عام مومنین کے مقابلے میں وجہؑ اللّٰہ کے متعلق مخصوص ارادہ یااسکیم رکھتے ہیں اورصرف وجہؑ اللّٰہ ہی کو اپنا مطمع نظر بنائے ہوئے ہیں اوروہ وجہؑ اللّٰہ ہی ہوگا جس کے خلاف قریشی قوم سازش کرے گی۔

3۔ پھر یہ معلوم اورقرآن میں مذکور ہے کہ تمام انبیاء علیھم السلام اپنی امتوں کے ذمہ دار تھے اورتمام امتیں اپنے انبیاءؑ کے سامنے ذمہ دار تھیں اورفریقین سے ایک دوسرے کے لئے باز پرس ہوگی مگران آیات میں وہ مومنین رسوؐل کے سامنے کسی قسم کا کوئی حساب نہیں رکھتے نہ رسوؐل کا کوئی لینا دینا اُن کے ذمہ ہے۔دونوں ایک دوسرے پرنظر رکھنے کے علاوہ کسی اورمعاملے میں ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہیں۔ ہرطرح فارغ وبیباک ہیں لہٰذا مختصراً یہ کہ یہ حضرات اُسی گروہ کے لوگ ہیں جن کے سامنے رسوؐل کو دست بستہ، سرجھکا کر عاجزی سے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا اورکسی بات پراُف تک کرنے کی اجازت نہ تھی (سورۂ بنی اسرائیل 24-17/23) یعنی حضرت ابوطالبؑ وعبدالمطلبؑ اوراُن کی ازواج علیھم السلام کے گروہ والے حضرات علیھم السلام۔

4۔اسی سلسلے کی باقی دو آیات سے ہم متفق ہیں۔واقعی وہ مومنین ہی کے لئے ہیں۔مگرصرف اُن مومنین کے لئے ہیں جو رسوؐل کی پیروی کریں۔ یہاں پرویز کو چاہیئے تھا کہ آیت (26/216) کو لکھنے سے پہلے یہ دیکھ لیتے کہ کہیں اُن کا دعویٰ تو خراب نہیں ہوجائے گا۔اس لئے کہ یہاں نافرمان مومنین کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔سنئے:

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَO فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ O(26/215-216)

''اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں اُن کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ لیکن اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو اُن سے کہہ دو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے میں بری الذمہ ہوں۔''

مفہوم القرآن ''پھر اُن میں سے جو ایمان لے آئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے تیرا اتباع کرے اُسے اپنے دامن وحفاظت و سایہ عاطفت میں لے لے۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 857)

یعنی دامن حفاظت اور سایہ عاطفت میں صرف اُن مومنین کو لیا جائے گا جو ایمان لا کر حضورؐ کی پیروی کریں۔ صرف ایمان لانے والوں کو الگ رکھا جائے گا۔ یعنی ایمان کے ساتھ پیروی کی شرط ہے جو پیروی نہ کرے وہ مومن تو ہوگا مگر جنت کا وعدہ اور مغفرت اُن کے لئے نہ ہوگی۔ پرویز کا بلا عربی متن کے آیتوں کے نمبر لکھتے جانا خود اُن کے لئے بھی مصیبت ہو جائے گا بشرطیکہ کوئی قرآن کھول کر خود آیات کی عبارتوں کو بھی پڑھے رعب سے دبتا نہ جائے۔

5۔ پرویز کی پیش کردہ آیت (8/74) سے متفق ہیں مگر نہ سارے مومنین کو مہاجر سمجھتے ہیں نہ سب کو انصار مانتے ہیں جو واقعی حقیقی مہاجر و انصار تھے وہ بلاشبہ حقیقی مومن تھے۔ یہ تحقیق طلب رہے گا کہ کون کون مہاجر و مجاہد تھا اور کون کون پناہ دھندہ اور نصرت کنندہ تھا۔

6۔ ہم سورۃ توبہ کی آیت (9/100) سے بھی متفق ہیں انہیں رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ سمجھتے ہیں اُن کے جنت میں جانے کا یقین رکھتے ہیں۔ البتہ تمام صحابہ کو اس آیت میں بھی داخل نہیں سمجھتے نہ ہی ہم تمام مومن کہلانے والوں کو جنتی مانتے ہیں۔

7۔ سورہ فتح کی آیت (48/29) سے ہمیں ہی نہیں خود پرویز کو بھی اختلاف رہا ہے۔ ہمارا اختلاف قانونی ہے اور پرویز کا اختلاف عقیدتمندانہ ہے ہم قرآن کے الفاظ کی حد تک ہر بات تسلیم کرتے ہیں لیکن جو کچھ آیت کے الفاظ میں نہیں ہے وہ نہیں مانتے آیت کے الفاظ دیکھئے ارشاد ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانًا سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَمَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّاَجۡرًا عَظِیۡمًا O(48/29)

ہم چاہتے ہیں کہ قارئین اس آیت کا پہلے وہ ترجمہ دیکھیں جو آیات کے الفاظ کے ساتھ پابندی سے چلتا ہے اور وہ ہے علامہ رفیع الدین کا ترجمہ۔

رفیع الدین۔ ''محمدؐ رسول اللہ کا ہے، اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں، سخت ہیں اوپر کفار کے، رحم دل ہیں درمیان اپنے، دیکھتا ہے تو اُن کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے، چاہتے فضل خدا کا، اور رضامندی اُس کی، نشانی اُن کی بیچ مونہوں اُن کے کے ہے اثر سجدے کے سے، یہ ہے صفت اُن کی بیچ تورات کے، اور صفت اُن کی بیچ انجیل کے، جیسے کھیتی نکالے سوئی اپنی، پس قوی کرے اُس کو پس موٹی ہو جاویں، پس کھڑی ہو جاویں اوپر جڑ اپنی کے، خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو، تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب اُن مسلمانوں کے کافروں کو، وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے، اُن میں سے بخشش اور ثواب بڑا۔'' (ترجمہ صفحہ 619)

مودودی۔ ''محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں، تم جب دیکھو گے انہیں رکوع وسجود اور اللہ کے

فضل اوراُس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔سجود کے اثرات اُن کے چہروں پر موجود ہیں،جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔یہ ہے اُن کی صفت توراۃ میں اورانجیل میں،اُن کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اُس کوتقویت دی۔پھر وہ گدرائی ،پھراپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔کاشت کرنیوالوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفاراُن کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔اس گروہ کے لوگ جوایمان لائے ہیں اورجنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے اُن سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔‘‘(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 65 تا63)

پرویز کا پہلامفہوم۔’’محمدؐ اللہ کے رسولؐ اوراُن کے ساتھ (قدوسیوں کی جماعت) جن کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ وہ حق وصداقت سے انکار کرنے والوں کے لئے چٹان کی طرح سخت اور برق خاطف کی طرح مہیب ہیں۔لیکن باہمدگر سرتاپا شفقت ورافت اور ہمدردومحبّ۔وہ دنیا میں کسی طاغوتی قوت کے سامنے نہیں جھکتے ،جھکتے ہیں تو فقط ایک اللہ کے سامنے اسی سے وہ فضل وعنایات کے خواہاں ہیں اوراُسی کی رضاجوئی کے طالب۔اُس بابِ صمدیت کے آستان پر پیہم سجدہ ریزیوں سےاُن کی پیشانیوں پر وہ نقوش تاباں مرتسم ہوگئے ہیں جودنیا میں درخشندہ ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔یہی ہے قدوسیوں کی وہ جماعت جن کے تذکرے کتب ساویہ (توریت وانجیل) میں آچکے ہیں۔یہ جماعت کیا ہے!یوں سمجھئے کہ اپنی ساعت تاسیس سے لے کر یوم تکمیل تک ایک کشت حق وصداقت ہے۔شروع میں یہ کیفیت تھی کہ ایمان کی زمین صالح سے اعمال کا تخم حسنہ ایک نرم ونازک پتی کی شکل میں منصۂ شہود پر آیا۔ پھراُس میں تقویت پیدا ہوئی تو وہ ایک شاخ نودمیدہ کی صورت اختیار کرگیا۔پھراس میں اورتوانائی پیدا ہوئی تو وہ دیکھو!ایک لہلہاتی کھیتی بن گیا۔جسے دیکھ کرکسان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھااور حاسدوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگ گئے۔یہ تھے مغفرت اوراجرعظیم کے وہ درخشندہ وعدے جواللہ نے ایمان اوراعمال صالح کے بدلے میں جماعت مومنین سے کئے تھےاور جواُس کی عاجز نوازیوں نے اس طرح پورے کئے۔‘‘‘(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 561-562)

پرویز کا دوسرامفہوم ’’محمدؐ اللہ کے رسولؐ اورآپ کے ساتھ (قدوسیوں) کی جماعت (جن کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ)وہ باہمدگر (سرتاپا) (شفقت ورافت اور ہمدردوں) محبّ ہیں اورمنکرین حق کے مقابلہ میں (چٹان کی طرح) سخت (اور برق خاطف کی طرح) مہیب ہیں (وہ کسی طاغوتی طاقت کے سامنے نہیں جھکتے اگر) جھکتے ہیں ہیں تو صرف خدا کے سامنے،وہ اُسی سے فضل ورضامندی ورضاجوئی کے طالب ہیں۔کثرت سجود کے اثر سے اُن کی پیشانیاں (درخشندہ ستاروں کی طرح) چمکتی ہیں۔اس کی مثال توریت وانجیل (دونوں کتاب ساویہ) میں مذکور ہے (یہ جماعت کیا ہے؟یوں سمجھئے کہ اپنی ساعت تاسیس سے لے کر یوم تکمیل تک اک کشت حق وصداقت ہے) جس طرح کوئی کونپل پہلے پہل اِک نرم نازک پتی کی طرح (منصۂ شہود پر) ابھری پھر وہ ایک شاخ نودمیدہ کی صورت اختیار کرگئی تا آنکہ وہ ایک لہلہاتی کھیتی بن کر اپنی جڑوں پر جم کر کھڑی ہوگئی۔جس سے کسان کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھااور حاسدوں (کافروں) کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔(یہی ہے وہ قدوسیوں کی جماعت) جس سے اللہ نے ایمان ونیک عملی کے صلہ میں مغفرت واجرعظیم کا وعدہ کیا ہوا ہے۔‘‘(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 643-642)

8۔ساتویں بیان اور چارعددتر جموں پر ہمیں بھی کچھ کہنا ہےاورقارئین کوبھی غور کرنا اور ہماری تنقید کودیکھنا ہے۔

اس مبارک آیت میں وہ ہی کچھ ہے جوعلامہ رفیع الدین علیہ الرحمہ نے لکھااورعلامہ مودودی نے بھی تقریباً صحیح ترجمہ کردیا ہے۔اس کے بعدعلامہ پرویز صاحب کے دوعدد مفاہیم رہ جاتے ہیں۔جن پر بات کرنا تھی۔اور بات یہ کرنا تھی کہ پرویز نے اللہ کے نازل کردہ الفاظ سے مفاہیم اخذ نہیں کئے بلکہ جو کچھ ان کے لئے اپنے قلب وذہن میں تھا وہ اللہ کے ذمہ لگا کر اپنے تراجم ومفاہیم میں بھردیئے لیکن اُن کے دوسرے

مفہوم آتے آتے اُن کے ذہن میں انقلاب پیدا ہوا اور اکیاسی صفحات لکھنے کے بعد جب دوبارہ اُسی آیت (48/29) کو لکھا تو اپنے بہت سے ذاتی اور غیر خدائی خیالات کو بریکٹوں میں بند کر کے پہلے مفہوم کو غلط ثابت کر دیا۔لیکن اس کے باوجود ابھی ایسے الفاظ اور تصورات رہ گئے ہیں جو دوسرے مفہوم میں بھی غلط ہیں اور وہ آیت کے الفاظ سے کسی طرح نچوڑے نہیں جاسکتے۔مثلاً آیت میں نہ تو لفظ ''جماعت'' ہے اور نہ کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس کا مطلب جماعت نکلتا ہو۔نہ آیت میں الفاظ شفقت ورافت وہم درد ومحبّ کی ہی گنجائش ہے وہاں تو ایک لفظ'' رُحَمَآءُ '' آیا ہے جس کے معنی ''رحمدل'' ہوتے ہیں اور بس۔پھر لفظ ''مہیب'' بھی اپنے پاس سے بڑھایا گیا ہے۔اسی طرح یہ پورا جملہ بڑھا دیا گیا ہے کہ ''جھکتے ہیں تو صرف خدا کے سامنے'' پھر آیت میں ''پیشانیوں کے چمکنے'' کے لئے کوئی بات نہیں ہے۔لفظ ''شاخ'' بھی ایک شاخسانہ ہے کھیتی اور پودوں میں شاخیں یعنی چہ؟ پھر کسان کے ''چہرے کا تمتمانا'' اور ''سینے پر سانپ کا لوٹنا'' بھی ایجاد بندہ ہے۔آیت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

بہر حال اس آیہ مبارکہ کو سجانے اور اثر انگیز بنانے کے لئے پرویز نے کافی کدّ وکاوش سے کام لیا ہے۔اور اپنے تیسرے مفہوم (مذکورہ عنوان 34 (الف) کا چھٹا نمبر) میں تو کمال کر دکھایا ہے۔وہاں اللہ کو یہ سکھایا ہے کہ تجھے کس طرح اور کن الفاظ میں آیتیں نازل کرنا چاہیں۔ان دونوں مفاہیم میں پرویز ذرا غافل رہے ہیں اس لئے توریت وانجیل میں مذکور حضرات علیھم السلام کی مثالیں موجود ہونے کے مقرر ہے ہیں مگر مفہوم القرآن اور اپنا شاہکار لکھتے وقت یہ خیال آیا کہ ان کے سر پر سوار صحابہ کا توریت وانجیل میں کہیں تذکرہ نہیں ہے اسی خامی کو دور کرنے کے لئے آیت (48/29) کے مفہوم میں یہ اصلاح کی کہ ''اُن کی یہ علامات،سابقہ کتب آسمانی توریت وانجیل میں بھی مذکور تھیں'' یہ اس لئے کہ پرویز کہہ سکیں کہ پہلی کتابوں میں تھیں مگر اب عیسائیوں اور یہودیوں نے توریت وانجیل سے صحابہ کا ذکر خارج کر دیا ہے۔

یہ سب کچھ قرآن کے ساتھ ہوتے دیکھنے کے بعد پرویز کی قریش پرستی میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔لیکن یہ پرستش تو بت پوجا سے بھی بدتر ہے اُس میں کم از کم بت سامنے تو ہوتا ہے۔مگر قریش تو قرآن سے اور خود پرویز کے مفہوم القرآن سے دشمنان خدا ورسوؐل اور قرآن کے بے دست وپا کرنے کے مجرم اور اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔بہر حال ہم اس آیت سے سو فیصد متفق ہیں مگر اُس تصور سے نہ ہم متفق ہیں نہ کوئی اور متفق ہوسکتا ہے اگر وہ قرآن کے بیانات کو سامنے رکھے۔

آیت (48/29) کیا بتاتی ہے؟ اور کیا وہ اُن لوگوں پر کسی طرح بھی صادق آتی ہے یا آسکتی ہے جو جوان ہو کر یا بڈھے ایمان لائے۔

قارئین جن حضرات علیھم السلام کا تذکرہ اس آیت میں ہوا ہے اُن ہی کی مثال توریت وانجیل میں بتائی گئی ہے اور وہی حضراتؑ تو ہیں جن کی مثال کو نپل نکلنے سے لے کر بارآور ہونے تک دی گئی ہے۔لہٰذا اُن لوگوں کے نام بتائیے جو اِن مثالوں کے مطابق پیدا ہوئے ہوں اور بچپن وناتوانی کے دور سے گزر کر جوان وتنومند ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھی کہلائے؟ پھر اُس ایک کسان کا نام بتائیے جس نے یہ کھیتی بوئی ہو۔اور جسے کھیتی کے بارآور ہونے پر تعجب انگیز مسرت ہوئی اور وہؔ اور حق پوش گروہ اس کھیتی کو دیکھتے چلے آئے ہوں؟ اور اُن حق پوشوں کے نام بتائیے جنہیں اس کھیتی پر اور اُس ایک کسان پر غیظ آتا رہا ہو؟ اور یہ نہ بھولئے کہ:

37۔پرویز کے موقف اور دعوے پر پیش کردہ آیات دیکھ لی گئیں وہ پرویز کے دعوے اور موقف سے ہرگز متفق نہیں ہیں۔

پرویز نے گزشتہ آیات کا سیٹ (Set) (48/29,53/2,4/115,49/14,8/62,8/64,6/52,18/28, 48/10,57/10,46/19,8/75,9/100,8/74,26/215,15/88) اس طرح ترتیب دیا تھا کہ ان کے خلاف زبان کھولنا مشکل ہو جائے اور

وہ ان (15 آیات) کے سہارے قریشی منصوبے کو اُس کے پاؤں پر استوار کرسکیں۔ لیکن اُن کا دعویٰ، کہ عہد رسوؐل میں ہر ایمان لانے والا جنتی ہے اور اُس سے ہرگز وہ افعال سرزد نہیں ہو سکتے جو تاریخ میں بھرے پڑے ہیں سو (100) فیصد باطل رہا اور ان پندرہ آیات نے ہرگز اس دعوے کی تصدیق نہیں کی ہے۔ البتہ جن لوگوں کے جنتی ہونے پر مذکورہ آیات آئی ہیں اور جو کچھ اُن آیات میں فرمایا گیا وہ سو فیصد صحیح ہے۔ اُن آیات میں مذکور حضرات جنتی ہیں اور اُن کے خلاف منہ کھولنے والا یقیناً جہنمی ہے۔ اور ہم بلاشبہ جنتی ہیں اس لئے کہ جہنمیوں سے تبرا کرتے ہیں، بری الذمہ ہیں اور اُن لوگوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو جہنمیوں اور دشمنانِ خدا اور رسوؐل کی حمایت کرتے ہیں۔

37 (الف)۔ قریش ایک قوم کا نام تھا۔ ابوبکر وعمر وعثمان اُسی قریشی قوم کے افراد ہیں۔ قرآن میں تعین کے ساتھ اُن کا مومن ومہاجر وجنتی ہونا دکھایئے۔

پرویز نے مندرجہ بالا آیات کو بطور پردہ ترتیب دیا تھا کہ قریش اور قریشی لیڈروں کو اُس پردے کے پیچھے چھپا دیا جائے۔ لہٰذا ہم مانتے ہیں کہ اُن پندرہ آیات میں مذکور مہاجرین وانصار جنتی تھے۔ مگر لفظ ''مہاجر وانصار'' کے معنی نہ قریش ہیں نہ ابوبکر وعمر وعثمان ہیں۔ جس جس مومن نے اُن آیات کے روسے ہجرت کی وہ یقیناً جنتی ہیں۔ مگر وہاں یا کہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح قریش کا یا ابوبکر وعمر وعثمان کا اُن آیات میں مذکور اشخاص کے ساتھ ہونا دکھاؤ۔ تاکہ ہم تاریخ میں اُن کی مذمت تسلیم نہ کریں۔ اور آپ والا جواب دے دیں کہ اِن حضرات کی مدح وثنا قرآن میں بیان ہوئی ہے لہٰذا تاریخ کا ہر وہ بیان غلط اور عجمی سازش کے ماتحت ہے جس میں قریش اور ابوبکر وعمر وعثمان کی مذمت ہو۔ علاوہ ازیں ہم نے پرویز کے قلم سے دکھا دیا ہے کہ رسوؐل کی قوم نے قرآن کریم کو مجبور ومقہور کر کے اپنے تابع کرلیا تھا لہٰذوہ دشمنان خدا اور رسوؐل ہیں۔ (پیرا نمبر 31 ح)

قریش کے متعلق پرویز کا بیان (صیغوں کی درستگی کے ساتھ) دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، یہ پوری قوم دشمن رسوؐل اور جہنمی مانی گئی ہے۔

پرویز نے لکھا ہے کہ ''قرآن کریم میں ہے: وَقَالَ الرَّسُولُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (فرقان 25/30)

''اور رسوؐل نے خدا کے حضور میں کہا کہ اے میرے نشو ونما دینے والے! میری قوم نے اس قرآن کریم کو مَهْـجُوْر بنا دیا'' اس کا عام مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ ''مسلمانوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا تھا'' لیکن مَهْـجُوْر کے معنی اس سے کہیں گہرے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو گائے یا بھینس دوڑ جاتی ہو تو اُس کے پاؤں کے ساتھ ایک رسی باندھ دیتے ہیں۔ اور رسی کا دوسرا سرا اُس کے سینگ کے ساتھ (یا گلے میں) باندھ دیتے ہیں۔ لیکن رسی اتنی چھوٹی رکھتے ہیں کہ جانور کا سر بہت جھکا رہتا ہے۔ وہ اس طرح یوں جکڑا جاتا ہے کہ آزادی سے ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ عرب گھوڑوں اور اونٹوں کو اسی طرح جکڑ کر باندھ دیتے تھے۔ اس طرح بندھے ہوئے جانور کو مَهْجُوْر کہا جاتا تھا۔ اَلْهِـجَار اُس رسی کو کہتے تھے جس سے انہیں اس طرح جکڑا جاتا تھا۔ رسوؐل اللہ نے خدا سے فریاد کی تھی کہ میری قوم نے قرآن کریم کو اپنے خود ساختہ اعتقادات، خیالات، رسومات، روایات، قوانین، تفاسیر وغیرہ کی رسیوں سے جکڑ کر م مَهْـجُوْر بنا دیا ہے۔ جس سے وہ ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اٹھا سکتا ہے۔ اُنہوں نے قرآن کریم کو چھوڑا نہیں ہے۔ سینوں سے لگا رکھا ہے۔ لیکن اس کی ساری آزادیاں سلب کررکھی ہیں اور اُسے اتنا ہی چلنے کی اجازت دے دی جاتی ہے جتنی اُن کے خود ساختہ ''مذہب وشریعت'' کی رسی مناسب سمجھتی ہے۔ یعنی یہ قرآن کے تابع نہیں ہیں۔ قرآن کریم اُن کے تابع ہے۔ یہ ہے مطلب قرآن کریم کو مَهْجُوْر بنا دینے کا۔'' (لغات القرآن جلد چہارم صفحہ 1754)

مفہوم القرآن سے بھی قریش کا حال اور پرویز کے الفاظ دیکھ لیں۔

لغات القرآن سے پرویز کے لکھے ہوئے الفاظ مَھْجُور کے معنی اور مثال آپ نے ملاحظہ کی ہے آیت (25/30) میں پرویز نے لفظ ''قَالَ'' کے معنی بجائے ''کہا'' کے ''کہے گا'' کئے ہیں۔ اور قریشی قوم کی آڑ میں تمام مسلمانوں کو بھی لپیٹ لیا ہے۔ اس لئے ہم نے مندرجہ بالا بیان میں اُن کے اس اضافہ اور تبدیلی کو صحیح کر دیا ہے یعنی تمام مستقبل کے صیغوں کو ماضی میں بدل دیا ہے اور مسلمانوں کو الگ کر کے صرف رسولؐ کی قوم قریش کو مخاطب کر دیا ہے۔ یہاں ہم پرویز کی تفسیر مفہوم القرآن سے بلفظہٖ اُن کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تا کہ اُن کی چالاکی آپ کے سامنے آجائے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (فرقان 25/30)

پرویز کا مفہوم ''اور رسولؐ کہے گا کہ اے میرے نشوونما دینے والے یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو اپنے خود ساختہ معتقدات کی رسیوں سے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا (انہوں نے اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کے بجائے اسے اپنے مسلک و مشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا)۔''

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا O (فرقان 25/31)

(لیکن یہ ماجرا کسی ایک نبیؐ کے ساتھ مخصوص نہیں رہا) جس نبیؐ نے جہاں اور جب خدا کا پیغام پہنچایا انسانیت کے خلاف جرم کرنے والے گروہ نے ہمیشہ اُس کی مخالفت کی (لہٰذا اے رسولؐ تمہیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے) تیرا نشوونما دینے والا ان سب کے خلاف اُس کے لئے کافی ہے کہ وہ تجھے زندگی کی کامرانیوں کے راہ چلائے اور ہر مشکل مقام پر تیری مدد کرے۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821-822)

قارئین نے دیکھا کہ پرویز نے اور تقریباً تمام علما نے اس آیت (25/30) میں لفظ ''قَالَ'' کا ترجمہ ''کہے گا'' کیا ہے مگر اگلی آیت (25/31) میں رسولؐ کی راہنمائی اور قریش کے خلاف مدد کا وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں یہ شکایت کی تھی ورنہ بعد موت قیامت میں راہنمائی اور قریش کے خلاف نصرت بے معنی بات ہوگی۔ مغالطہ اس لئے دیا گیا ہے کہ اُن دونوں آیات (25/30-31) سے پہلی آیات میں قیامت کا تذکرہ ہوا ہے اور قریش کے دو یاروں کا بیان اور اقبال جرم مذکور ہے۔ اس لئے رسولؐ کی شکایت کو بھی قیامت کی بات سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ وہاں تو سب کے اعمالنامے مکمل اور بند ہو چکے ہوں گے اور صرف جنت اور جہنم کی بات ہوگی اور جو کچھ قریش کے کارنامے اللہ کے ریکارڈ میں قلمبند رکھے ہونگے اُن کی جزا دینے کا دن ہوگا۔ بہر حال آپ اسی مفہوم القرآن میں اسی جلد میں سورہ شعراء یعنی اگلی سورہ میں (سورہ شعراء آیات نمبر (12,15,18,20,22,24,25) مسلسل سات جگہ پر لفظ ''قَالَ'' پائیں گے اور وہاں اور قرآن میں ہر جگہ پرویز نے قَالَ کے معنی ''کہا'' کئے ہیں۔ یہ قریش کی بدنصیبی ہے کہ انہیں اپنا کام چلانے کیلئے معنی تبدیل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بہر نوع آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ رسولؐ کی قوم زیر بحث ہے اور رسولؐ کی قوم کا قریش ہونا سب کو معلوم ہے اور ابوبکر و عمر و عثمان قریش کے چشم و چراغ و لیڈر و راہنما اور تین یار تھے اور قریش نے قرآن کو مہجور کیا تھا (25/30) اللہ نے انہیں سابقہ دشمنان دین کے قدم بقدم چلنے والے فرمایا (25/31) انہیں مجرم قرار دیا (25/31) انہیں قرآن اور نبیؐ کا دشمن بنایا۔ لہٰذا یہ قوم اور اس کے لیڈر نہ مذکورہ مہاجروں میں شمار ہوں گے نہ حقیقی مومنوں سے اُن کا تعلق ہوگا بلکہ اُنہیں قرآن کی رو سے (,6/82-90,47/38,9/38-39,43/44,43/87-89,33/64-68,7/176-177 10/13-16,6/64-66, 23/106-107,23/105-110) اسلام سے خارج کی جانے والی قوم ماننا لازم ہے۔ ہم مسٹر پرویز کو اور

ساری دنیا کے صحابہ پرستوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ قرآن سے صرف ایک (یا زیادہ) آیت ایسی دکھائیں جس میں پوری قریشی قوم کو، قریش کے کسی فرد یا افراد کو، حقیقی مومن، حقیقی مہاجر یا جنتی فرمایا گیا ہو۔ مگر یاد رکھو اُسی معیار کی ضرورت ہے جو تم نے خود حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال (شاہکار صفحہ 51-50) قائم کیا ہے۔

37 (ب)۔ پرویز کا اعلان کہ مہاجرین وانصار اور حقیقی مومنین کا تشخص کرانے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے وہ تاریخ کے محتاج ہیں

پرویز صاحب کے دماغ پر جو دباؤ پڑتا رہا اُسے بہلانے کے لئے انہوں نے ایک عاقلانہ نہیں بلکہ عقید تمندانہ بیان دیا ہے وہ سنئے اور اُن کی بے بسی و بے کسی اور قرآن کی غپ شپ اور دھاندلی پر غور کیجئے لکھتے ہیں کہ:

''ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ اصحاب رسوؐل اللہ کے فہم وادراک کی صلاحیتوں میں فرق تھا اور اس اعتبار سے انہوں نے تعلیم وتربیت نبوی سے جو کچھ اخذ کیا اس میں تفاوت مراتب ضروری تھا۔ لیکن اُن میں سے کسی سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوسکتی تھی جو مومن حقّا کی خصوصیات کے خلاف ہو۔ اس باب میں وہ سب یکساں تھے۔ فلہٰذا یکساں احترام کے مستحق۔ رضی اللہ عنھم ورضواعنہ اُن سب کے لئے تھا۔ اس مقصد کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ ہم فہرستیں مرتب کرنے بیٹھ جائیں کہ مہاجرین وانصار کے زمرہ میں کس کس کا شمار ہوسکتا ہے ہمارے پاس ذریعہ بھی کونسا ہے؟ جس سے ہم اس قسم کی فہرستیں مرتب کرسکیں؟ ذریعہ ہمارے پاس تاریخ ہی ہے، الہٰذا تاریخ نے جس کے متعلق بھی ایسا کہہ دیا ہے (یعنی جسے مہاجر یا انصار یا مومن حقیقی کہہ دیا یا مدح وثنا کردی) ہم اُسے اس زمرہ میں شامل سمجھ لیں گے اور اس کا احترام کریں گے۔'' (شاہکار گزرگاہ خیال صفحہ 52)

اس بیان میں پرویز کی بے بسی ثابت ہے کہ وہ نہ قوم قریش کو نہ قریشی افراد کو نہ کسی اور کو مومن حقیقی یا مہاجر یا انصار یا جنتی ثابت نہیں کرسکتے اور اس معاملہ میں اُسی عجم زدہ تاریخ کو سند بنالیں گے جس کو وہ یک سر باطل کا پلندہ کہتے رہے ہیں۔ مگر انہوں نے اس بیان میں حتمی فیصلے کردیئے ہیں اُن پر تو قرآن کی آیت پیش کرنا لازم ہے مثلاً انہوں نے لکھا ہے کہ:

1۔ ''اُن میں سے کسی سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوسکتی جو مومن حقّا کی خصوصیات کی خلاف ہو۔'' اگر یہ بات قرآن سے ثابت ہے تو آیت کا نمبر لکھیں اگر نہیں تو یہ فیصلہ قرآن کے خلاف ہے۔

2۔ ''تمام مسلمانوں کا یا تمام مومنین کا یکساں ہونا کس آیت سے ثابت ہے۔''

3۔ تمام مسلمانوں یا تمام مومنین کے لئے رضی اللہ عنھم ورضواعنہ کہاں فرمایا گیا ہے۔؟ آیت یا آیات درکار ہیں؟''

ہم کہتے کہ قیامت تک ایسی آیت یا آیات نہیں دکھائی جاسکتیں جو پرویز کو سچا ثابت کردیں۔

37 (ج)۔ قریشی تاریخ، قریشی خلفا نے لکھی اور لکھوائی ہے وہ اسلام کے مدعی تھے، وہ ہرگز خود کو بدعقیدہ نہ لکھ سکتے تھے وہ قریشی تمام جھوٹے تھے۔

وقت آنے پر ہم دکھائیں گے کہ معاویہ نے قریشی تاریخ وروایات کی کتابیں لکھوانا شروع کیں اور اس کے بعد برابر لکھی جاتی رہیں اور کسی زمانہ میں بھی اور کسی نے بھی قریشی یا پرویزی عقائد کے خلاف نہیں لکھا۔ تمام خلفا، خلفائے ثلاثہ کو برحق خلفا سمجھتے تھے الہٰذا نہ انہوں نے لکھا نہ کوئی اور لکھ سکتا تھا۔ انہوں نے تو یزید کو بھی جنتی یا قابل معافی لکھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم ہر اُس بیان کو رد کرتے ہیں جو تواریخ میں خلفائے ثلاثہ کی مدح وثنا میں ہو اور ہر اس بیان کو قبول کرتے ہیں جو اُن کی مذمت میں ہو۔ بہرحال ہم تاریخ میں مذکور مسلمانوں کی کثرت کو گمراہ و بے دین سمجھتے

اور ثابت کرتے ہیں۔ اور پرویز کے ممدوح صحابہ کو بھی بے دین، دشمن اسلام اور دشمن خدا اور رسوؐل ثابت کرتے ہیں اور کریں گے۔

37(د)۔رسوؐل کے روبرو آواز بلند کرنے سے تمام نیک اعمال برباد ہو جانے کا اعلان اور صحابۂ رسوؐل کا ایسا فرقہ جو خود رسوؐل سے جھگڑا کرتا رہتا تھا۔

آیئے آپ کو ایسے مومنین سے ملائیں جو مومن ہوتے ہوئے اللہ و رسوؐل کے فیصلے کو ناگوار سمجھتے تھے، ناگواری کا اعلان کرتے اور رسوؐل سے حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی مباحثہ اور جھگڑا جاری رکھتے اور اللہ و قرآن کے احکام کی کھل کر مخالفت کرتے تھے۔ سنئے اللہ کہتا ہے کہ:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ Oيُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ O(سورہ انفال 8/5-6)

پرویزی مفہوم: ''تو اپنے نشو و نما دینے والے کے پروگرام کے مطابق دشمن کے مقابلے کے لئے مدینہ سے باہر نکلا تھا۔ حالانکہ تمہاری جماعت (مومنین) میں سے ایک گروہ (گروہ نہیں بلکہ فرقہ کہئے) ایسا بھی تھا جس پر یہ امر ناگوار گزرا تھا۔ وہ تجھ سے اس باب میں جھگڑتے تھے کہ تمہارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ معاملہ ان پر بالکل واضح ہو چکا تھا۔ اور وہ باہر نکلنے سے اس طرح گھبراتے تھے گویا وہ موت کی طرف ھانکے جا رہے ہیں اور اُسے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہے ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 394)

مودودی: ''جب کہ تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں سے ایک گروہ (گروہ نہیں فرقہ) کو یہ سخت ناگوار تھا۔ وہ اس حق کے معاملے میں تجھ سے جھگڑ رہے تھے درآن حالے کہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا۔ اُن کا حال یہ تھا کہ گویا وہ آنکھوں دیکھے موت کی طرف ھانکے جا رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 130-131)

يُجَادِلُوْنَكَ کے پرویزی معنی: لغات القرآن میں لکھا ہے کہ: **اَلْجِدَال** کے معنی ایسی گفتگو کرنے کے ہیں جس میں طرفین ایک دوسرے سے بازی لے جانے اور غلبہ حاصل کر لینے کی کوشش کریں اور اس طرح خواہ مخواہ بات کو بڑھاتے چلے جائیں اسی سے بعض نے کہا ہے کہ اس کے اصل معنی صِرَاعٌ کے ہیں۔ یعنی ایک انسان کا دوسرے انسان کو زمین پر گرا دینا۔ پچھاڑ دینا۔'' (ایضًا جلد اول صفحہ 422)

اب قارئین وہ نظارہ سامنے لائیں جس میں دو چار اشخاص نہیں ایک پورا فرقہ مومن ہوتے ہوئے رسوؐل کے فیصلے کو مکروہ کہتا ہے ناپسند کرتا ہے اور حقیقت سے واقف ہوتے ہوئے رسوؐل پر یلغار کرتا ہے اور حق کو حق جانتے ہوئے اُسے غلط ثابت کرنے میں چیخ و پکار، ہٹ دھرمی اور غلبہ پانے میں ہر کوشش کرتا ہے۔ لپاڈ کی اا اور رسوؐل کو پچھاڑنے پر عمل کرتا ہے۔ اور قرآن میں کہیں اس فرقے کے معافی مانگنے اور معافی ملنے کا ذکر نہیں ہے۔ بتایئے ان مومنین کو پرویز کہاں چھپائیں گے یہ قریشی قوم کے وہ مسلمان تھے جو جنگ بدر تک رسوؐل اللہ کے ساتھ چپکے ہوئے تھے اور وہ یقیناً نہایت گستاخ، سرکش بدزبان اور حق کو حق جان کر جھٹلانے والے مومنین حقًا تھے۔ اُن کے لئے فیصلہ سنئے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌO (49/1)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسوؐل کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (حجرات 49/1) تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 70)

مودودی کی تشریح: ''1۔ یہ ایمان کا اولین اور بنیادی تقاضہ ہے۔ جو شخص اللہ کو اپنا رب اور اللہ کے رسوؐل کو اپنا ہادی و رہبر مانتا ہو۔ وہ اگر اپنے

عقیدے میں سچا ہے تو اس کا یہ رویہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اپنی رائے اور خیال کو اللہ اور رسولؐ کے فیصلے پر مقدم رکھے۔ یا معاملات میں آزادانہ رائے قائم کرے اور اُن کے فیصلے بطور خود کر ڈالے۔۔۔۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 70)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O(49/2)

مودودی ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (ایضاً صفحہ 70)

بس قارئین ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ ایسے مومنین بکثرت تھے جو مومن کہلاتے اور مومن بنے رہے مگر اُن کے اعمال غارت ہو چکے تھے اور وہ سب کے سب قریش کے لیڈر راہنما اور عوام تھے۔ جو دن دھاڑے خود رسولؐ کے سامنے حق کو باطل کر دکھانے کی کوشش کرتے رہے اسی قسم کے مومنین خلیفہ بنے اور یہی لوگ تھے جن کے بدری ہونے پر جنتی ہونے کی روایات گھڑی گئیں اور یہی لوگ تھے جو سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں دکھائے گئے ہیں مطلب یہ ہے کہ قریشی تاریخ کے مطابق قریش کے تمام اچھے لوگ ایمان لا کر ہجرت کر چکے تھے اور یقیناً ابوبکر و عمر و عثمان اُن میں داخل تھے۔ اور اُن کا حال تو براہ راست قرآن کریم سے دکھایا جا چکا ہے (توبہ 9/100) اور پھر دکھایا جانے والا ہے۔ یاد رکھو یہی فرقہ تھا جس نے حق کو حق جانتے ہوئے قرآن کو مہجور کیا تھا (25/30) اور قرآن کے مفاہیم کو اپنے منصوبے پر ڈھال کر قرآن کی تکذیب کر ڈالی تھی (6/66) اور حق کو باطل سے بدل دیا تھا۔ اُن ہی کا راہنما تھا پرویز کا شاہکار یعنی عمر بن الخطاب۔

37 (ہ)۔ پرویز نے مسلمانوں میں ایک اور گروہ کا ذکر کیا ہے تاکہ جب ضرورت ہو اُسے قربانی کا دُنبہ بنا کر قریش کی بھینٹ چڑھا دے۔

جس طرح پرویز قریش اور قریشی لیڈروں اور شاہکاروں کو لفظ مہاجرین اور انصار اور مومنین حقًا کی نقاب پہنا کر چھپا دینا چاہتے ہیں اور اُن کی فہرست بنا کر اور تشخص و تعین کرنے سے بچنا چاہتے ہیں۔ اُسی طرح انہوں نے قریش کی بداعتقادی اور بدعملی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور گروہ کو تیار کیا ہے۔ اُن ہی سے سنئے پھر ہم بات کریں گے:

1۔ ''اس دور میں اسلام لانے والوں کے ایک اور گروہ کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے جو اعراب (بادیہ نشینوں) پر مشتمل تھا۔ اُن کے متعلق کہا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی حیثیت سے مملکت اسلامی کی اطاعت تو قبول کر لی تھی لیکن ''ایمان اُن کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا تھا'' **(49/14)** قرآن کریم نے جن ''ناپختہ ایمان والوں'' کا ذکر کیا ہے۔ اُن سے یہی لوگ مراد ہیں۔ ان کے سوا باقی تمام وہ مومنین تھے جن کے راستے پر چلنے کی تاکید خود قرآن نے کی ہے اور کہا ہے کہ جو لوگ اس راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کریں گے اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ **(4/115)**'' (شاہکار، گزرگاہِ خیال، صفحہ 43-42)

2۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے، صحرائی قبائل (اعراب) ایسے تھے جن کی تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی اس لئے ''ایمان'' اُن کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اُترا تھا''

قرآن کریم میں جن منافقین کا ذکر آتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ انہی میں سے ہوں۔ لیکن مومنین اور منافقین میں تمیز حضورؐ کی زندگی ہی میں ہو چکی

تھی۔سورہ آل عمران میں ہے :مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ---(3/179)
ایسانہیں ہوسکتا کہ خدااس معاشرہ کو علیٰ حالہ رہنے دے۔وہ خبیث وطیب میں تمیز کر کے رہے گا۔اس سے واضح ہے کہ یہ تمیز حضورؐ کی زندگی میں ہو چکی تھی۔''(ایضاً صفحہ 46)

37(و)۔پرویز نے قرآن کے نام پر اپنے تصورات پیش کئے ہیں اُن کی لکھی ہوئی آیات کو پورا لکھ کر اُن پر غور فرمائیں

پرویز نے اُن دونوں بیانات میں جو مطالب اخذ کئے ہیں اُن کی حقیقت پر غور کرنے سے پرویز کا جھوٹ اور خوف واضح ہوگا۔دونوں بیانات اور اُن کا اندازِ بیان بتاتا ہے کہ پرویز کے سر پر یہ خوف سوار ہے کہ برے مومنین کو کس طرح قرآن سے نکالا جائے تاکہ مومنین میں کوئی بدعقیدہ اور بدعمل شخص نہ مل سکے۔اور انہیں معلوم ہے کہ قرآن تو ملعون قسم کے مومنین سے بھرا پڑا ہے اس لئے انہوں نے یہ دوعدد بیانات دیئے ہیں کہ تمام بداعمال و بدعقیدہ مومنین کو منافقوں اور صحرائی بدوؤں میں چھپا دیں۔مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ قرآن نے غلط و باطل تصورات کو قرآن میں داخل ہونے سے روک دیا ہے۔آیئے صحرائی بدوؤں یا اعراب سے متعلق آیت کو سامنے رکھیں:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ؕ.....(49/14)

پرویز۔''(یہ) بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو اے پیغمبرؐ اسلام! آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے۔البتہ یوں کہہ سکتے ہو کہ (سرکشی چھوڑ کر) ہم نے (نظام اسلامی کی) اطاعت قبول کر لی۔ایمان اس وقت تک تمہارے قلوب (کی گہرائیوں) میں داخل نہیں ہوسکتا (ہاں اس طرح ہوسکتا ہے) اگر تم (سچائی کے ساتھ) اللہ اور اس کے رسولؐ (کے احکام) کی اطاعت کرنے لگو تو (یقین رکھو) اللہ اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 497-498)

پرویز نے نہ اللہ کو پسند کیا اور نہ ہی قرآن کو۔ پرویز کے دل میں حسرت رہ گئی کہ قرآن اُن کے عقائد وتصورات کے مطابق نازل ہوا ہوتا۔پرویز کے یہ بریکٹ اور بریکٹوں میں لکھی ہوئی اصلاحی عبارتیں بتاتی ہیں کہ پرویز کو اللہ کی نازل کی ہوئی عبارتیں پسند نہیں آتی ہیں۔دراصل قرآن کو اس طرح نازل کرنا چاہئے تھا کہ جو کچھ پرویز چاہتے تھے وہ بھی آیات کے اندر ہی ہوتا تو بہتر ہوتا۔بہرحال بریکٹوں کو چھوڑ کر یہ یقین کرلیں کہ اللہ نے بدوؤں یا صحرائی عربوں کے ایمان کا انکار کر دیا ہے۔لہٰذا جہاں جہاں اللہ نے مسلمانوں کو مجموعی انداز میں'' يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو'' کہہ کر پکارا ہے وہاں یہ جنگلی بدو یا صحرائی عرب اُس خطاب میں شریک نہ ہوں گے۔اس لئے کہ وہ ایمان لائے ہی نہ تھے۔لہٰذا پرویز کی یہ ترکیب غلط ہوگئی کہ جہاں مومنین کی مذمت ہو وہاں وہ اُن بُرے مسلمانوں کو اعراب یا منافق کہہ کر اُن پر دہ ڈال دیں۔چنانچہ قرآن میں جہاں جہاں اللہ نے اعراب کو یا منافقوں کو مخاطب کیا وہاں صاف الفاظ میں منافقین اور اعراب کو منافق اور اعراب کہہ کر پکارا ہے اور اُن کی مذمت مومنین سے الگ کر کے کی ہے۔

2۔پرویز کے وہ مومنین جن کی راہ کے خلاف چلنا جہنمی بناتا ہے:

پرویز نے بلاضرورت ایسے مومنین کا ذکر کیا ہے۔مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ مومنین کیسے تھے اور اُن کا طریقہ یا راستہ کیا تھا؟ یہ ہم بتائیں گے اور ایک نئی مصیبت سے پرویز اور قریش کو دوچار کریں گے۔آیت دیکھئے اور آیت کے الفاظ پر غور کیجئے۔ارشاد خداوندی ہے کہ:

لَا خَیْـرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا Oوَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِیْرًا O (4/114-115)

پرویز ''یہ منافقین (جماعت مومنین سے الگ ہوکر) باہمی مشورے کرتے رہتے ہیں۔اور یہ مشورے بیشتر ایسے ہوتے ہیں جن میں کوئی بھلائی کی بات نہیں ہوتی۔مشورے وہی اچھے ہوتے ہیں جو رفاہ عامہ کے کسی کام کے لئے عطیات دینے کے لئے ہوں۔یا معاشرے کے اُن کاموں کے متعلق جنہیں قانون صحیح تسلیم کرے۔یا لوگوں کی اصلاح کی خاطر ہوں۔جو لوگ ایسا کریں اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اُس میں ذاتی مفاد کا خیال نہ ہو، خالصتاً لوجہ اللہ ہو تو ایسے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ خوشگوار ہوگا اور انہیں اس کا بہت بڑا اجر ملے گا۔ لیکن جو شخص ایسے واضح قوانین کے بعد بھی رسوؐل (یا اُس کے بعد اُس کے جانشین مرکزِ نظام خداوندی) کی مخالفت کرے اور جو راستہ جماعت مومنین باہمی مشورے سے تجویز کریں (42/38) اُس کے خلاف جائے تو اس کا تعلق تم سے نہیں رہا تمہارے مخالفین سے ہوگیا اس لئے قانون خداوندی کی رُو سے اُس کا شمار اُن ہی کے ساتھ ہوگا جن سے اُس نے اپنا ناطہ جوڑ لیا ہے۔اس کی یہ روش اُسے سیدھا جہنم کی طرف لے جائے گی اور وہ بہت بری جگہ ہے جانے کی۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 216)

پرویز 24 سال پہلے: ہمیں تلاش کے باجود آیت (4/114) کا ترجمہ نہیں مل سکا اس لئے صرف آیت (4/115) پر گزارہ کرلیں: لکھا ہے کہ ''اور جس شخص پر اَلْھدیٰ (یعنی ہدایت کی حقیقی راہ) واضح ہوجائے اور اُس پر بھی وہ اللہ کے رسوؐل سے مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے لگے تو ہم اُسے اسی طرف کو لے جائیں گے جس (طرف) کو (جانا) اُس نے پسند کرلیا ہے۔اور اُسے دوزخ میں پہنچادیں گے (اور جس کے پہنچنے کی جگہ دوزخ ہوئی تو) یہ پہنچنے کی کیا ہی بُری جگہ ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 655)

3۔ پرویز کو رسوؐل کے بعد بننے والی حکومت کی بہت فکر ہے اُن پر منافقین کا پردہ ڈال دیا ہے۔

ان دونوں آیات کے ترجموں یا مفاہیم میں جو تضاد واختلاف ہے اُس پر نہ تعجب ہے نہ فی الحال بحث ہے اس لئے کہ پرویز صاحب تو خود مجسمہ اختلاف وتضاد ہیں اور اس لئے کہ اُن کے اختلافات وتضادات کا عنوان الگ سے قائم کیا جانے والا ہے۔اور جہاں اُن کی بہت رسوائی ہونا ہے۔لہٰذا فی الحال یہ دیکھیں کہ وہ رسوؐل کے بعد قائم ہونے والی حکومت کو کھینچ کھانچ کر بریکٹوں کے ذریعہ رسوؐل سے نتھی کرتے ہیں اور اُن کی مخالفت کو رسوؐل کی مخالفت بتاتے ہیں۔اور ناظرین وقارئین کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنی جیب سے یہاں منافقین کو ترجمہ میں بڑھاتے ہیں حالانکہ آیت میں لفظ منافق ہے ہی نہیں۔یعنی وہ قارئین کو یہ موقع نہیں دیتے کہ وہ ان آیات (4/114-115) کے مذکورہ لوگوں کو قریشی لیڈر یا صحابہ سمجھ لیں۔حالانکہ یہاں بات ہی قریشی لیڈروں کی سازش کے سلسلے میں ہورہی ہے۔بہرحال فی الحال ہمارے سامنے لفظ ''یُشَاقِقْ'' کے حقیقی معنی ہیں جن کو سب قریشی علما چھپاتے ہیں اور جن کے ظاہر ہوجانے سے ان دونوں آیتوں (4/114-115) کی مذکورہ سازش واضح ہوجائے گی۔

پرویز کی لغت دیکھئے لکھا ہے:

''ش۔ق۔ق۔کسی چیز کو پھاڑنا۔اُس میں شگاف کرنا۔اِنْشَقَّ۔ پھٹ گیا۔قرآن کریم میں پتھروں کے پھٹنے کیلئے شَقَّ اور چشموں کے پھوٹنے کے لئے فَجَرَ کے مادے آئے ہیں۔شَقَّ عَصَا الْمُسْلِمِیْنَ اُس نے مسلمانوں کی جماعت اور اُن کی وحدت میں افتراق وانتشار پیدا کیا۔

اَلْــمُشَــاقَّةُ وَالشِّقَـاقُ مخالفت۔عداوت۔باہمی اختلاف۔شَـاقَّ کے معنی ہیں مخالفت کرنا۔عداوت کرنا۔جداگانہ روش اختیار کرنا۔مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ (4/115)۔شِقَاقٌ۔اختلاف ایک دوسرے سے جدا ہو جانا۔۔۔۔'' (لغات القرآن جلد2 صفحہ 969-968)

قارئین یہ بات سمجھ لیں کہ یہاں مخالفت اور عداوت اور اختلاف تینوں عربی کے الفاظ ہیں اور اُن کے مادے بھی الگ الگ ہیں اُن کو ہرگز مادہ ش۔ق۔ق کے معنی میں نہیں آنا چاہیئے۔مگر لغات تیار کرنے والوں نے قرآن سے غلط معنی لکھ کر اپنے مذہب اور اپنے لیڈروں کا تحفظ کیا ہے اور سب نے صحیح معنی کو نظر انداز کیا ہے تاکہ قرآن کے مفاہیم کو غلط سمت میں لے جانے کی گنجائش رہے چنانچہ دیکھ لیں کہ پرویز کو صحیح معنی معلوم تھے اور لغت میں اُن کو صحیح معنی لکھنا پڑے مگر آیت (4/115) میں صحیح معنی استعمال نہیں کئے تاکہ یہ پتہ نہ لگ جائے کہ قریش رسولؐ اللہ کے مذہب اور طریقے میں شگاف دے کر، صحیح راستے کو توڑ کر، پھوڑ کر، پھاڑ کر، ایک جداگانہ راہ نکالنے میں کوشاں تھے۔(فرقان 29 تا 25/27)

اُن سے کہا گیا ہے کہ'' جو کوئی رسولؐ سے پھٹ کر، کٹ کر اپنی الگ ولایت قائم کرے گا تو ہم بھی اُسے اسی خود ساختہ ولایت کے ماتحت شمار کریں گے اس لئے کہ اُس پر حقیقی ولایت واضح ہو چکی تھی اور حقیقی مومنین حقیقی ولایت کی پیروی کر رہے تھے۔'' چنانچہ قریش کی خلافت وحکومت کے پرستار علما نے نہ صرف یشاقق کے غلط معنی کئے بلکہ انہوں نے نُوَلِّـهٖ مَا تَوَلّٰی کے بھی مادہ اور مصدر کے خلاف غلط معنی کر دیئے ہیں۔اور پرویز نے تو اپنی لغات القرآن میں سرتوڑ کوشش کی ہے کہ مادہ و۔ل۔ی سے بننے اور نکلنے والے الفاظ کو قطعاً قریشی پالیسی کے مطابق ڈھال دیں اس کے باوجود وہ حقیقی معنی لکھنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں اس لئے کہ حقیقت کو چھپانا اُن کے بس میں نہ تھا چنانچہ اُن کے قلم سے صحیح معنی سنئے:

4۔و۔ل۔ی سے بننے والے الفاظ تولی وغیرہ کے معنی اور پرویز:

''اَسْتَـوْلٰی عَلَی الْاَمْرِ کسی معاملہ پر غالب آجانا۔اسی لئے اَلْوِلَایَةُ سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں اور وَالٍ نگران و ناظم اور حاکم کو۔اَلْوَلِیُّ بھی نگران و ناظم و حاکم کو کہتے ہیں۔قرآن کریم میں یہ مادہ (و۔ل۔ی) ان تمام مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔حاکم بن جانا (2/205) وِلَایَةٌ بمعنی غلبہ واقتدار (18/44) (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1741-1742)

یہ غلط کہا کہ یہ مادہ مختلف معانی میں استعمال ہوا۔بلکہ جان بوجھ کر مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔تاکہ قرآن کے الفاظ کے معنی کا استقلال ختم ہو جائے اور جہاں آنچ آتی ہو وہاں کچھ اور معنی کر لئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ لغات میں یوں بھی ہے۔لیکن پرویز نے مانا ہے کہ:

1۔سب سے پہلے متعلقہ لفظ کے مادہ کو دیکھا جائے کہ اس کا بنیادی مفہوم کیا ہے اور خصوصیت کیا۔اس مادہ کی شکلیں کتنی ہی کیوں نہ بدلیں۔اس کی خصوصیت کی روح بالعموم ہر پیکر میں جھلکتی رہے گی۔(لغات القرآن جلد اول صفحہ 17 پیش لفظ)

2۔''لیکن اس کے علاوہ عربی زبان کی ایک داخلی خصوصیت ایسی ہے جو خارجی اسباب سے اثر پذیر نہیں ہو سکتی۔اور جس پر غور وفکر کرنے سے اس کے الفاظ کے صحیح مفہوم تک پہنچنا مشکل نہیں رہتا۔عربی زبان کے ہر لفظ کا ایک مادہ (Root) ہوتا ہے جو اپنے بنیادی معنی رکھتا ہے۔گرامر کے قواعد کی رو سے اس مادہ کی شکلیں خواہ کیسی ہی بدلتی رہیں اُس کے بنیادی معنی کی جھلک ہر شکل میں موجود رہے گی۔مادہ کے بنیادی معنی تو ایک طرف، اس سلسلہ میں یہاں تک بھی متعین ہے اگر مادہ میں فلاں حروف (مثلاً ح اور ب) اکٹھے آئیں تو فلاں مفہوم پایا جائے گا۔اور فلاں حروف (مثلاً ص اور د) اکٹھے آئیں تو فلاں مفہوم۔لہٰذا اگر مرور زمانہ سے کسی لفظ کے مفہوم میں فرق بھی آجائے تو بھی اس کے مادہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتداءً وہ لفظ کس مفہوم کے لئے استعمال ہوتا تھا۔اس طریق سے بھی یہ متعین کیا جاسکتا ہے کہ جو الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں زمانہ نزول قرآن

میں اُن سے بالعموم کیا مفہوم لیا جاتا تھا۔'' (ایضا صفحہ 13)

(3) ''لہٰذا قرآنی الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے لئے ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ متعلقہ آیت میں فلاں لفظ کے معنی حقیقی لئے جانا چاہیں یا مجازی۔ زیرِنظر لغت میں اس کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن مقامات پر ہم نے کسی لفظ کے مجازی معنی لئے ہیں۔ وہاں (بالضرور) اس کے مجازی معنی ہی لئے جائیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ اُن الفاظ کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ اس کے بعد متعلقہ آیت میں جو معنی (حقیقی یا مجازی) زیادہ موزوں نظر آئیں۔ انہیں اختیار کرلینا چاہئے۔ یہی کیفیت اُن مقامات کی بھی ہے جہاں ہم نے قرآنی آیات سے کوئی خاص مفہوم استنباط کیا ہے۔ قارئین میں سے جنہیں ہمارے مفہوم سے اختلاف ہو وہ اپنے لئے خود مفہوم متعین کر سکتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ زیرِنظر لغت میں جو حصہ الفاظ کے لغوی معنی سے متعلق ہے وہ مستند کتبِ لغت سے ماخوذ ہے۔ اس لئے مستند ہے، لیکن جو کچھ ہم نے اپنی طرف سے کہا ہے اگر کسی کو اس سے اتفاق نہ ہو تو وہ اپنی قرآنی بصیرت کے مطابق اس کا مفہوم خود متعین کر سکتے ہیں۔''

(4) ''بعض الفاظ کے سلسلے میں یہ بھی ممکن ہے کہ جو معنی اس لغت میں دیئے گئے ہیں وہ قرآن کریم کے اُن تراجم سے مختلف ہوں جو ہمارے ہاں عام طور پر مروّج ہیں۔ ایسی صورت میں آپ اس حقیقت کو سامنے رکھئے کہ ہم نے ہر لفظ کے لغوی معنی کی سند میں اس کتاب کا حوالہ دے دیا ہے جہاں سے وہ معانی لئے گئے ہیں۔ اور جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے اربابِ علم کے نزدیک اُن کی حیثیت مستند ہے۔ اُن کتابوں میں البتہ بعض اوقات اُن کے مؤلفین نے (لغوی معانی کے علاوہ) قرآنی تعلیم کے بارے میں خود اپنی رائے بھی دی ہے۔ ہم نے بعض مقامات پر اُن کی آراء سے اختلاف کیا ہے۔ اس لئے کہ اشخاص کی آراء کی ذاتی استعداد، رجحانات ومیلانات، نیز خود اس زمانے کی علمی سطح اور عام فضا کا نتیجہ ہوتی ہیں جس میں وہ ترتیب پاتے ہیں۔ اس لئے دوسروں پر اُن آراء کی پابندی لازم نہیں ہوتی۔ ایسے مقامات پر ہم نے اپنے فہم وبصیرت (اور اپنے زمانہ کی علمی سطح کے مطابق) جو بہتر سمجھا ہے لکھ دیا ہے لیکن ہم نے ہر مقام پر اس کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے وہ (ہماری بصیرت کے مطابق) قرآن کریم کی بہ ہیئت مجموعی تعلیم کے خلاف نہ ہو۔ یہی اصول ہمارے اس لغت کی اصل وبنیاد ہے۔'' (ایضا جلد اول صفحہ 27-28)

یہ سب کچھ لکھ کر پرویز نے خود کو باندھ دیا ہے۔ مگر ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس سے عربی زبان یا عربی لغت کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا بلکہ جانبداری ہوتی ہے جن لغات کو پرویز نے مستند قرار دیا ہے وہ پرویز کی طرح کے لوگ تھے۔ زبان کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوتا ہے نہ ہونا چاہئے۔ مگر پرویز نے عربی کی سب سے معتبر لغت **اَلْمُنْجد** کا ذکر تک بھی نہیں کیا ہے اور اپنی پوری لغت کو قریشی عقائد وتصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔

5۔ (آیت (4/115) میں لفظ تَوَلّٰی کے معنی۔ اس آیت (4/115) میں لفظ تَوَلّٰی وہی تو ہے جو آیت (2/205) میں آیا تھا (اِذَا تَوَلّٰی ۔۔ اور تم نے اس کے معنی کئے تھے ''جب اُن لوگوں کو حکومت اور اقتدار مل جائے'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 77) اب سوال یہ ہے کہ آیت (4/115) میں اس لفظ تَوَلّٰی کے معنی ''حکومت واقتدار'' کیوں نہ کئے گئے؟ صاف ظاہر ہے کہ قریشی علما کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اُن کے بزرگوں کی سازش کھل جائے گی اور جس حکومت وخلافت کا وہ تحفظ کررہے ہیں اور جنہیں شاہکار رسالت بنارہے ہیں وہ دوبارہ دشمن خدا اور رسوؐل اور غاصب ثابت ہوجائیں گے۔ ورنہ آیت کے معنی صاف اور مادہ ومصدر اور پرویزی لغت کے مطابق واضح ہیں کہ قریش حقیقی مومنین کے اور خود اللہ ورسوؐل کے خلاف ایک حکومت بنانے کی سازش کررہے تھے۔ اسی سلسلے میں وہ بھری محفل کے اندر بیٹھ کر بھی کانا پھوسی اور بقول پرویز مشورے کرتے رہتے

تھے۔ اُن کو اُن خفیہ سرگوشیوں سے روکا گیا اور بتایا گیا کہ سرگوشی کن حالات میں جائز ہوسکتی ہے۔ پھر بتایا گیا کہ جو کوئی رسوؐل کے خلاف افتراق وانتشار اور توڑ پھوڑ کر کے مومنین کے اختیار کردہ راستے کے خلاف ایک الگ حکومت وولایت قائم کرے گا تو ہم توڑ پھوڑ کرنے والوں کو اُسی حکومت واقتدار سے وابستہ شمار کریں گے یعنی لیڈران قوم وہ دونوں یار (29 تا 25/27) ہی نہیں بلکہ اُن سے تعاون کرنے والے بھی جہنم واصل کئے جائیں گے'' (4/114-115) قارئین یہ بھی نوٹ کریں کہ جہاں بھی ش،ق،ق کے مادہ سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہاں قریشی لیڈروں کی اسی حکومت وخلافت بنانے کی سازش کا ذکر ہوا ہے۔ یہ بھی یادرکھنے کی بات ہے کہ اُن آیات (4/114-115) میں بھی کہیں بھی لفظ منافق نہیں آیا ہے نہ لفظ ''اعراب'' کہیں موجود ہے مگر پرویز نے اُن آیات میں مذکور لوگوں کو منافق بنا کر یہ ثابت کردیا ہے کہ یہاں اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جنہیں پرویز محفوظ رکھنا اور چھپانا چاہتے ہیں اس لئے قارئین کی توجہ ہٹانے کے لئے اُن پر لفظ منافقین کا پردہ ڈالا ہے۔ ورنہ یہ سب قریشی مومنین تھے۔

6۔ تمام صحرائی قبائل یا بدوؤں کو ایمان میں مشکوک اور منافق کہنا بھی غلط ہے۔

پرویز صاحب کا حقیقی اور جنتی مومنین سے کوئی سروکار نہیں، نہ انہیں اللہ ورسوؐل کے بتائے ہوئے اور قرآن میں لکھے ہوئے حقیقی اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ نہ وہ اللہ اور رسولؐ اور قرآن پر ویسا ایمان رکھتے ہیں جو قرآن چاہتا ہے۔ وہ صرف قریشی قوم اور قریشی لیڈروں اور قریشی حکومت اور خلافت اور خلفا کا تحفظ چاہتے ہیں۔ وہی اسلام ودین رکھتے ہیں جو قریش اور قریشی لیڈروں نے اختیار کیا تھا وہ اُسی اسلام اور نظام کے پرستار ومحافظ ہیں جو قریش اور اُن کے شاہکار نے تیار کیا تھا۔ وہ اُسی اسلام اور نظام کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف رہے ہیں۔ اور اسی سلسلے میں وہ حقیقی اور جنتی مومنین کی آڑ لیتے ہیں اور تمام قریش کو اور قریشی لیڈروں کو حقیقی اور جنتی مومنین کی آڑ میں چھپانے میں کوشاں ہیں لیکن ہم نے طے کیا ہے کہ اُن کا سارا تانا بانا بکھیر دیں گے اور قدم قدم پر اور ہر صفحہ وسطر میں اُن کو جھوٹا، فریب ساز دشمن محمدؐ وآل محمدؐ ثابت کرتے چلیں گے۔ انہوں نے منافقین اور صحرائی بدوؤں کو قربانی کا بکرا بنانے کا ارادہ کیا تھا تاکہ قریش کا ہر عیب اور ہر بے دینی اُن کے سر چپکاتے چلیں جائیں چنانچہ یہ دیکھ لیا گیا کہ سورہ نساء کی آیات (4/114-115) میں کہیں منافقوں کا ذکر ہے نہ ایسا وہم وگمان کیا جاسکتا ہے مگر پرویز نے قریشی سازش کو یعنی ولایت وحکومت سازی کو منافقوں کے ذمہ لگا دیا ہے اور وہ جگہ جگہ یہ فریب دیں گے۔ اور ہم ہر جگہ اُن کی نقاب کشائی کرتے چلیں گے چنانچہ انہوں نے صحرائی قبائل کو قریش کے لئے ایک پردہ بنایا تھا جسے ہم قرآن سے پھاڑ کر راہ سے ہٹائے دیتے ہیں۔ سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَایُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّہَا قُرۡبَۃٌ لَّہُمۡ ؕ سَیُدۡخِلُہُمُ اللّٰہُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ O (9/99)

''اور صحرائی قبائل اعراب میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور مومن رہیں گے (مضارع یُؤمِن) اور وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اُسے اللہ کی قربت اور رسوؐل کی دعاؤں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں غور سے سنو کہ اُن کا انفاق واقعی اُن کے لئے تقرب کا ذریعہ ہے اور جلد ہی اللہ اُن اعراب کو اپنی رحمت (یعنی رسوؐل کے زمرے) میں داخل کرلے گا۔ یقیناً اللہ تحفظ عطا کرنے ولا رحیم ہے۔''

نوٹ کریں کہ اس سے آگے والی وہی آیت جس میں السّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ کا اور رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا ذکر ہوا ہے (9/100) یعنی یہ کہ صحرائی قبائل برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور ہرگز قریشی حکومت کی سازش میں ملوث نہ تھے بلکہ قریشی حکومت سے انہوں نے ہی بغاوت کی تھی۔

معلوم ہوا کہ پرویز نے فریب دیا تھا۔ اور یہی پرویز نظر بچا کر لکھتے ہیں کہ ''لیکن انہی میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سچے دل سے اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے خدا کے ہاں بلند درجات اور رسوؐل کی طرف سے تحسین وآفرین کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ یقین رکھیں کہ اُس سے انہیں واقعی خدا کے ہاں بلند مدارج حاصل ہوں گے اور اللہ انہیں اپنی رحمت کے سائے میں داخل کرلے گا۔ اس لئے کہ نظام خداوندی میں حفاظت اور مرحمت کے سامان موجود ہوتے ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 447-446) سوچئے کہ پرویز ہی نے کہا تھا ''قرآن کریم میں جن منافقین کا ذکر آیا ہے ہوسکتا ہے کہ انہی میں سے ہوں۔'' (شاہکار صفحہ 46 گزرگاہ خیال)

''ہوسکتا ہے'' کے معنی خود ہی یہ ہوتے تھے کہ ''ہوسکتا ہے کہ اُن ہی میں سے نہ ہوں'' لہٰذا اب یقین کرلینا چاہئے کہ:

قرآن کریم میں جن منافقوں کا ذکر آتا ہے اُن کا علم نہ پرویز صاحب کو ہے اور نہ انکو علم ہوسکتا ہے لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ قرآن میں مذکور منافقین یقیناً قریش کے متعین کئے ہوئے جاسوس تھے۔

7۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ منافقین اور مومنین میں تمیز اور جُدائی ہوچکی تھی۔

پرویز کی یہ کوشش ناکام ہوگئی کہ وہ اپنے قارئین کو یہ فریب دے سکیں کہ ''مومنین میں منافقین ملے جلے نہ تھے بلکہ رسوؐل کی زندگی ہی میں مومنین کو الگ اور منافقین کو الگ کردیا گیا تھا اور دونوں کو الگ الگ پہچانا جانے لگا تھا۔'' جس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ عہد رسوؐل ہی میں منافقین مومنین کے اندر کوئی تخریب نہ کرسکتے تھے۔ مگر پرویز نے تو یہ ٹھیکہ لے لیا ہے کہ:

''ضمناً یہ طبقہ جس پر جہاد (قتال) سے متعلق احکام ناگوار گزرتے تھے عہد رسالتمآب تک ہی محدود نہیں تھا۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہر دور میں رہے ہیں جنہیں یہ امر سخت ''شاق'' گزرتا تھا کہ قرآن میں جہاد بالسیف کی آیات کیوں ہیں؟ ان کا اس پر تو اختیار نہیں تھا کہ وہ اُن آیات کو قرآن سے نکال دیتے لیکن وہ اُن آیات کی ایسی ایسی تاویلاوت کرتے تھے (اور کرتے ہیں) جن میں جہاد محض وعظ ونصیحت یا نفس کشی بن کررہ جائے۔'' (شاہکار صفحہ 108 متعلقہ منافقین کی حالت)

یہاں ہمارا عنوان ''نمبر 37 (و)'' مکمل ہوگیا اور وہ پردے سامنے سے ہٹ گئے جو پرویز نے قریش کو چھپانے کے لئے لٹکائے تھے۔

37 (ز)۔ قریش کو چھپانے کے لئے قریشی مومنین کو منافق بنانا جب کہ اللہ نے آیات میں لفظ منافق استعمال کیا ہی نہیں۔

اس سلسلے میں ہمارے سامنے پرویز کا عنوان ''منافقین کی حالت'' ہے۔ جسے پرویز نے (صفحہ 107 پر) شروع کیا ہے اور اپنے فریب کارانہ بیانات میں زمین ہموار کرتے اور مناسب وقت پر آیات لکھتے اور آیات کو مومنین کے بجائے منافقین پر فٹ کرتے چلے گئے ہیں اور قارئین کو یہ محسوس کراتے گئے ہیں کہ اللہ منافقین کی بات کررہا ہے۔ حالانکہ اللہ قریشی مومنین کی بات کررہا تھا اور ایسے مومنین کے موجود ہونے کا ثبوت دے رہا تھا، جو پرویز کو پسند نہیں، جو بعد رسوؐل موجود رہے اور انہوں نے وہ سب کچھ عملاً کیا جس کا پرویز صاحب مومنین سے وقوع میں آنا نہیں مانتے اور اس تاریخ کے اُن بیانات کا انکار کرتے ہیں جہاں اُن مذکورہ مومنین کی مذمت کی گئی ہے۔

اول۔ پہلی آیت جسے فریب کے لئے استعمال کیا ہے۔

پرویز نے اس آیت کو فریب سازی کے مرحلوں میں توڑ توڑ کر مرحلہ وار لکھا ہے۔ مگر ہم پوری آیت اور اُن کا پورا مفہوم ایک دم لکھتے ہیں۔ دیکھئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

یَخۡشَوۡنَ النَّاسَ کَخَشۡیَۃِ اللّٰہِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡیَۃً وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ کَتَبۡتَ عَلَیۡنَا الۡقِتَالَ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا O (نسا 4/77)

پرویز کیا سمجھے؟ ''قرآن کریم نے ایک اور طبقہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ معاملہ اگر رسمی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تک رہے تو وہ چھاتی پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے۔ لیکن اگر جنگ کی بات آجائے تو اُن پر کپکپی چھا جائے گی۔ یہی وہ طبقہ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے سورہ نساء میں کہا کہ تم نے اُن لوگوں کی حالت پر بھی غور کیا کہ جب تک دین کا نظام اپنے ابتدائی مراحل سے گزر تا رہا جس میں تمہیں ہاتھ اٹھانے سے روکا گیا تھا اور تمہاری جماعت اقامتِ الصلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے ابتدائی تربیتی منازل سے گزر رہی تھی تو وہ بہت خوش تھے۔ لیکن جب دین کا اگلا پروگرام سامنے آیا جہاں مخالفین سے ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا اور انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن میں سے ایک گروہ (گروہ نہیں مومنین کا ایک فرقہ) انسانوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے خدا کے قانون مکافات سے ڈرنا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ۔ اور کہنے لگا اے ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض قرار دے دیا؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تو ہمیں کچھ عرصے کے لئے مہلت دے دے۔ تاکہ ہم متاع حیات سے اور نفع اندوز ہو جائیں۔ اے رسوؐل اُن سے کہہ دو کہ تم دنیاوی زندگی کا کتنا ہی ساز و سامان کیوں نہ اکٹھا کر لو وہ اخروی زندگی کی خوشگواریوں کے مقابلہ میں بہر حال قلیل ہوگا۔ اور کہتر بھی۔ تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو تاکہ ان نعمات سے فیضیاب ہوسکو۔ تمہاری کوششوں کے نتائج میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔'' (شاہکار صفحہ 107)

دوم۔ مسلسل بیان تاکہ منافقین کا تعین کر دیا جائے۔ پرویز نے مسلسل لکھا ہے کہ:

''جماعت مومنین کی بے تابی تمنا کا یہ عالم کہ وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب جہاد کا حکم ملے؟ ان کے برعکس یہ منافقین ہیں کہ جب کوئی ایسی آیت نازل ہو جس میں متعین طور پر جنگ کا ذکر کیا گیا ہو تو اے رسوؐل وہ تیری طرف یوں دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا انہیں ابھی غش آجائے گا۔ یہ کیسے شوریدہ بخت اور بدنصیب لوگ ہیں (47/20)۔'' (شاہکار صفحہ 107)

مسلسل لکھا ہے کہ: ''یہی وہ منافقین کا گروہ تھا جن کی اس قلبی کیفیت کے پیشِ نظر کہا گیا تھا کہ:

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ O (بقرہ 2/216) تم پر قتال (جنگ) فرض قرار دیا گیا ہے خواہ تمہیں ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔۔۔ وحی خداوندی کے پیشِ نظر تمہاری یا کسی اور کی خوشگواری یا ناگواری نہیں ہوتی وہ ابدی حقائق بیان کرتی ہے۔ خواہ وہ کسی کو ناگوار گزریں یا خوشگوار محسوس ہو۔ انسان اپنے مفاد عاجلہ کی رُو سے کسی بات کے خوش آئندہ یا ناگوارِ خاطر ہونے کا فیصلہ کرتا ہے اور وحی کے سامنے مطلق صداقتیں (Absolute Truths) ہوتی ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ تم ایک بات کو ناپسند کرو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے نفع رساں ہو۔ یا ایک چیز تمہیں بہت مرغوب ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے نقصان رساں ہو۔ تم خیر یا شر یا نفع اور نقصان کا معیار اپنی پسند یا ناپسند کو قرار نہ دو اس کے لئے مستقل اقدارِ خداوندی کو معیار قرار دو اس لئے کہ تمہارا علم محدود بھی ہوتا ہے اور ذاتی جذبات و میلانات سے متاثر بھی اس کے برعکس علم خداوندی محیطِ کلی ہوتا ہے اور ہر قسم کے اثرات سے مبرا و بالا بھی۔ تم صرف اپنے نفع اور نقصان تک سوچ سکتے ہو اور وحی خداوندی کے سامنے پوری کائنات اور جملہ نوع انسان کا نفع و نقصان ہوتا ہے۔'' (شاہکار صفحہ 107-108)

یہاں پرویز کا عنوان ''منافقین کی حالت''، مکمل ہوگیا اور انہوں نے آیات (2/216,47/20,4/77) سے منافقین کا تعین وتشخص کردیا ہے۔ اب ہم دکھائیں کہ انہوں نے اپنے قاریوں کو کھلا فریب دیا ہے۔ اور ایک تیر سے دوشکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اول یہ کہ وہ قریش جتنی قد آور قوم کو مع اُس کے لیڈروں اور شاہکاروں کے حقیقی وجنتی مومنین کے پیچھے چُھپادیں۔ دوم یہ کہ انہوں نے ایک نہایت ناھنجار دعویٰ کیا ہے کہ جن لوگوں کا عہدِ رسوؐل میں قرآن سے مومن ہونا ثابت ہے اُن سے مذموم اعمال ہو ہی نہیں سکتے لہٰذا تاریخ کے وہ تمام بیانات غلط اور عجمی سازش کا نتیجہ ہیں جن میں کسی مومن کی مذمت ملتی ہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل وصفین وغیرہ کے بھی منکر ہیں۔ اس لئے کہ مومن مومن کو ہرگز قتل نہیں کرسکتا۔ لہٰذا قرآن میں جن لوگوں کی مذمت ملے گی انہیں وہ منافق یا صحرائی اعراب بنادیں گے۔ چنانچہ اُن کی پیش کردہ آیات میں قریشی مومنین کی مذمت کی گئی ہے اور انہیں مومن فرمایا گیا ہے لہٰذا پرویز کا وہ ناہنجار دعویٰ باطل ہی رہا اس لئے کہ ان آیات میں اللہ نے نہ لفظ منافق فرمایا ہے نہ لفظ اعراب کہا ہے لہٰذا پرویز نے قارئین کو دھوکا دیا ہے اور اپنے تصورات کا قرآن کے مفہوم میں اضافہ کیا ہے۔

37 (ح)۔ پرویز اور مودودی اور تمام قریشی علما برابر چودہ سو سال سے قرآن کو مجبور کرتے چلے آرہے ہیں اور اُسے فریب کا ذریعہ بنارہے ہیں۔

ہم ان لوگوں کا مومن ہونا قرآن کے الفاظ سے ثابت کرنے کے لئے اس آیت (47/20) کی عربی لکھتے ہیں، پرویز نے جس کا متن نہ لکھا اور صرف ترجمہ لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے پڑھئے:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ O طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ O فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ O اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا O اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ O (سورہ محمدؐ 25 تا 47/20)

یہ تمام آیات قریشی مومنین کی پوزیشن سلسلہ وار بیان کرتی ہیں اس لئے ہم نے پورا چھ آیات کا سلسلہ لکھنا مناسب سمجھا۔ اب ہم پرویز کے برابر بددیانت مفسرومترجم کا ترجمہ دکھاتے ہیں تاکہ پرویز بےنقاب سامنے آسکیں۔

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے) مگر جب ایک محکم سورت نازل کردی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ افسوس اُن کے حال پر (47/20) (اُن کی زبان پر ہے) اطاعت کا اقرار اور اچھی اچھی باتیں۔ مگر جب قطعی حکم دے دیا گیا اُس وقت وہ اللہ سے اپنے عہد میں سچے نکلتے تو اُن ہی کے لئے اچھا تھا (47/21) اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے تو زمین میں فساد برپا کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے (47/22) یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اُن کو اندھا اور بہرا بنا دیا ہے (47/23) کیا اُن لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا یا دلوں پر اُن کے قفل چڑھے ہوئے ہیں (47/24) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد اس سے پھر گئے اُن کے لئے شیطان نے اس روش کو

سہل بنا دیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ اُن کے لئے دراز کر رکھا ہے۔‘‘(25 تا 47/20)(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 27 تا25)

37(ط)۔ پرویز کے بیانات اور مودودی کے ترجمہ پر ہماری تنقید باری باری دیکھئے۔

قارئین پرویز کے مرحلہ وار ترجموں کو پہلے دیکھیں اور دو چیزوں پر توجہ دیں اول یہ کہ تمام خط کشیدہ (Underlined) جملے وہ تدریجی فریب ہیں جن سے پرویز نے آیات کے جملوں کو اُلٹنے اور اپنے مفہوم پر فٹ کرنے کیلئے قاریوں کو دیا ہے۔ پھر بلا خط کشیدہ جملوں کو دیکھیں جو کہ بقول پرویز آیات کا مفہوم ہے جو خط کشیدہ جملوں سے کئی گنا کم ہے۔ سب سے بڑی اور اہم بات یہ نوٹ کریں کہ ان تمام آیات (4/77, 2/216,47/20) میں اللہ نے مذکورہ لوگوں کو کہیں منافق نہیں فرمایا ہے۔ یعنی غلام احمد گرداسپوری نے غلام احمد گرداسپوری کی طرح اللہ سے وحی پا کر اُن لوگوں کو منافق قرار دیا ہے۔ رہ گیا اُن لوگوں کا مومن ہونا وہ اس طرح ثابت ہے کہ انہیں آیت (47/20) میں اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فرمایا گیا ہے دوسرے اُن پر قرآن میں تدبر نہ کرنے کا الزام عائد کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ آیت (4/77) میں ان کا پابندی سے نماز اور زکوٰۃ ادا کرنا ثابت ہے جو منافقوں کا کام نہیں ہوتا اس لئے کہ فرمایا گیا ہے(لَایَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّاوَھُمۡ کُسَالٰی وَلَایُنۡفِقُوۡنَ اِلَّاوَھُمۡ کٰرِھُوۡنَO(9/54) نماز میں ہمیشہ سستی کرنے والے اور انفاق میں ناگواری برتنے والے ہوتے ہیں اور یہ اعتراض آیت (4/77) میں نہیں ہے۔ رہ گیا ان کا ڈرنا وہ جنگ بدر میں بھی اُن کے متعلق معلوم ہو چکا ہے (6-8/5) وہاں بھی وہ اتنا ہی خوفزدہ تھے جتنا موت کے سامنے آ کھڑا ہونے کے وقت آدمی ڈرتا ہے وہاں پرویز نے اس ناگواری کا اظہار کرنے والی، حق پر جان بوجھ کر رسوؐل سے لپاڈکی کرنے والی اور موت سے ڈرنے والی قوم کو جماعت مومنین مانا تھا (مفہوم جلد اول صفحہ 394) لہٰذا انہیں منافق کہنا غلط ہے وہ مومن تھے مگر ویسے ہی مومن جیسے قریش کو ہونا چاہئے (4/136) اور اُن کا قریش ہونا (47/22) اور (47/25) سے ثابت ہے۔

اول۔ آیات (25,4/77 تا 2/216,47/20) میں قریش کی پوری قوم اور خلفا مخاطب کئے گئے ہیں۔

آیت (47/22) کا ترجمہ مودودی اور پرویز دونوں نے غلط کیا تھا مگر مودودی نے حاشیہ میں صحیح ترجمہ لکھ دیا تھا اور اسی طرح مادہ و ل ی کی ذیل میں پرویز تَوَلّٰی کے معنی ’’اقتدار وحکومت‘‘ ملنا کر چکے ہیں اور علامہ رفیع الدین نے (47/22) کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

’’پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو تم بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی۔‘‘

لہٰذا پرویز، مودودی اور رفیع الدین صاحب کے قلم سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے رسوؐل کے بعد حکومت بنائی تھی اُن ہی کا ذکر ہوا ہے (47/22) میں اور وہ قریش ہی تھے اور اُن کا ایمان پرویز و مودودی کے نزدیک بالکل ٹکسالی تھا۔ لہٰذا نہ اللہ نے یہاں (4/77،2/216) (25 تا 47/20) اُن کو منافق کہا ہے نہ پرویز اور مودودی کو اللہ کے خلاف کچھ کہنا چاہئے۔ اور پرویز کو تو ہم یہ منوا کر چھوڑیں گے کہ نہ تمام مومنین حقیقی و جنتی مومنین تھے نہ تمام مہاجرین وانصار حقیقی اور جنتی مومنین تھے۔ اور یہ کہ قرآن میں کثرت سے ایسے مومنین مذکور ہیں جن کی اللہ نے بھرپور مذمت کی ہے اور ہم وہ تمام مذمت قارئین کے سامنے لائیں گے۔

دوم۔ قریش کا اسلام لا کر مرتد ہو جانا بھی (47/25) سے ثابت ہے۔

مودودی اور پرویز نے اس آیت (47/25) کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط کیا ہے۔ حالانکہ اگر یہ دونوں اس میں مذکور لوگوں کو واقعی منافق سمجھتے تھے تو اُن کو مرتد ماننے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ اس سے بھی ثابت ہے کہ اُنکے دل میں وہ لوگ منافق نہیں بلکہ قریش تھے لیجئے مولانا رفیع الدین کا ترجمہ پڑھئے:

''تحقیق جولوگ کہ پھر گئے اوپر پیٹھوں اپنی کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اُن کے ہدایت شیطان نے زینت دلائی ہے واسطے اُن کے اور ڈھیل دلائی واسطے اُن کے۔''

یہاں ہمیں اتنا اور کہنا ہے کہ توقعات قائم کرانے اور سجا کر صورت حال کو پیش کرنے والا وہی شیطان تھا جو (29 تا 25/27) میں مذکور ہے اور جسے پرویز شاہکار بنا رہے ہیں۔

38۔ حقیقی وجنتی مومنین کی تعداد پر اختلاف رہتا چلا آیا ہے۔قریشی علما اُن کی قلت کے قائل رہے ہیں لیکن قرآن کی رو سے وہ کثرت میں رہے ہیں

قریشی علما اور شیعہ مجتہدین کے نزدیک حقیقی وجنتی مومنین کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور عام مومنین کثرت میں تھے۔قریشی علما کے نزدیک ابوبکر وعمر وعثمان وعلیؑ اُن حقیقی وجنتی مومنین میں شامل تھے اور اُن کے حساب سے عشرہ مبشرہ یعنی جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی وہ تعداد میں کل دس (10) تھے۔باقی مومنین کی ایسی کثرت تھی جو جیسا کریں ویسا بھریں کے حال میں چھوڑ دی گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ قریش کی تیار کردہ تاریخ میں مسلمانوں کی مذمت بھری پڑی ہے۔جس کو پرویز غلط کہتے ہیں اس لئے کہ پرویز کے نزدیک ہر مومن جنتی تھا۔(جس کو ہم غلط ثابت کرتے آرہے ہیں) قریشی علما اور شیعہ مجتہدین نے اس اُمۃ مسلمۃ کو شمار نہیں کیا ہے جو مسلسل حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے زمانے سے چلی آرہی تھی۔اور جس سے اللہ ورسولؐ کو محبت تھی اور وہ اللہ ورسولؐ سے محبت کرتی تھی۔ سنئے:

38 (الف)۔ اُن مومنین کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔۔۔جن کو قریشی مومنین کی جگہ لانے کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔'' (5/54) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 482-481)

اس قوم کو اس لئے شمار نہ کیا گیا کہ بقول مودودی، وہ قوم ابھی پیدا ہی نہ ہوئی تھی۔بہر حال ہم اس قوم کو اُن صفات مذکورہ کے ساتھ شمار کرتے ہیں۔یعنی ہمارے نزدیک حقیقی ومحبوب وجنتی مومنین کی تعداد بہت تھی۔اور جیسا کہ اس آیت (5/54) میں بھی اور قرآن کی اور کئی ایک آیات (47/25,3/144,3/149) میں بھی قریشی مومنین کے مرتد ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔اور اسی شرط پر مندرجہ بالا قوم کو میدان عمل میں لانے کا وعدہ تھا۔چنانچہ اللہ کی محبوب اور جنتی قوم میدان عمل میں آئی اور رفتہ رفتہ قریشی حکومت کو مجبور کر کے اُس کا تختہ الٹ دیا تھا۔شیعہ مجتہدین کے بیانات بھی اس قوم کے ذکر سے خالی ہیں اسی لئے انہوں نے یہ لکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو انصار نہ ملے اور صرف چار پانچ حقیقی باقی رہ گئے تھے۔یہ شیعہ مجتہدین کی قرآن وحدیث سے جہالت کا ثبوت ہے۔حضرت علی علیہ السلام کے مددگاروں اور جان نثاروں کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ اگر حضورؐ چاہتے تو قریشی خلافت کا تختہ الٹ سکتے تھے اور چاہتے تو قریشی خلافت کو قائم ہی نہ ہونے دیتے (دیکھو آپ کا خطبہ نمبر 3 کا جملہ نمبر

8-7)حقیقت یہ تھی کہ حضورؐ نے قریش کواللہ کی مشیت کے مطابق (یونس 14-10/13)موقعہ دیا تھا تا کہ اُن کی تمنائیں اور کردار واضح ہو کر اُن پر اتمام حجت ہو جائے۔چنانچہ اپنے طرفداروں اور جان نثاروں کو بھی اللہ کی مشیت سے اور اپنی پالیسی سے تعاون کرنے پر لگائے رکھا۔

38(ب)۔مودودی کے ترجمہ اور تشریحات سے قریشی مومنین کی حالت اور مرتد ہو جانا۔

مودودی نے قریشی پالیسی کے مطابق اس آیت (5/54) کے ترجمہ میں لفظ قوم کو دور رکھا ہے اور قوم کی جگہ بہت سے لوگ لکھا ہے تا کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ایک منظّم و مربوط مومن و محبوب قوم موجود تھی۔اسی لئے انہوں نے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ (چنانچہ تمہارے مرتد ہوتے ہی بہت جلد اللہ لائے گا) کی جگہ ''اللہ پیدا کر دے گا'' لکھا ہے اور فَسَوْفَ (جلدی) کی مخالفت کر کے یہ تصور دیا ہے کہ وہ قوم کہیں موجود نہ تھی اور اللہ بہت لوگوں کو پیدا کرے گا پھر وہ جوان ہو کر ایمان لائیں گے تب کہیں مرتد ہونے والوں کی جگہ لیں گے یعنی کم از کم بیس سال کے بعد وہ قوم یا لوگ تیار ہوں گے۔یہ کتنا بڑا افراڈ ہے جو مودودی اس آیت میں کر گئے؟

38(ج)۔مودودی تشریحات سے لائی جانے والی قوم کی ایسی صفات جو تاریخ میں مفقود ہیں۔

پرویز نے تاریخ کا انکار کرنے کے بعد بھی ابوبکر و عمر و عثمان کی ایسی صفات اور عمل درآمد نہ دکھایا جو مندرجہ بالا محبوب قوم کی صفات ہیں بلکہ پرویز نے ظلم و ستم و قتل عام ولوٹ مار کو جائز کر کے ابوبکر و عمر کے لئے قرآن سے راہ ہموار کی ہے اور آیات کا رخ موڑا ہے۔مودودی سے اس قوم کی صفات و حالات سنئے:

پہلی تشریح ''87''مومنوں پر نرم''ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اہل ایمان کے مقابلے میں اپنی طاقت کبھی استعمال نہ کرے اُس کی ذہانت اُس کی ہوشیاری اُس کی قابلیت اس کا رسوخ و اثر،اس کا مال،اس کا جسمانی زور،اُس کی کوئی چیز بھی مسلمانوں کو دبانے،ستانے اور نقصان پہنچانے کیلئے نہ ہو۔مسلمان اپنے درمیان اس کو ہمیشہ ایک نرم خو،رحم دل،ہمدرد اور حلیم انسان ہی پائیں۔''(ایضاً جلد 1 صفحہ 481-482)

ہم دکھائیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اُن کے بڑے بوڑھوں اور بچوں کو غلام بنایا اُن کی عورتوں کی عصمت دری جاری رکھی۔بیان و تشریح مسلسل جاری ہے:۔

''کفار پر سخت''ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن آدمی اپنے ایمان کی پختگی دینداری کے خلوص،اصول کی مضبوطی سیرت کی طاقت اور ایمان کی فراست کی وجہ سے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں پتھر کی چٹان کے مانند ہو۔کہ کسی طرح اپنے مقام سے نہ ہٹایا جا سکے۔وہ اسے کبھی موم کی ناک اور نرم چارہ نہ پائیں۔انہیں جب بھی اس سے سابقہ پیش آئے اُن پر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ اللہ کا بندہ مر سکتا ہے مگر کسی قیمت پر بک نہیں سکتا اور کسی دباؤ سے دب نہیں سکتا۔''(ایضاً صفحہ 482)اب لَوْمَۃَ لَآئِمٍ پر لکھتے ہیں۔

دوسری تشریح ''88 یعنی اللہ کے دین کی پیروی کرنے میں اس کے احکام پر عملدرآمد کرنے میں اور اس کے دین کی رو سے جو کچھ حق ہے اُسے حق اور جو کچھ باطل ہے اُسے باطل کہنے میں انہیں کوئی باک نہ ہوگا کسی کی مخالفت،کسی کی طعن و تشنیع،کسی کے اعتراض اور کسی کی پھبتیوں اور آوازوں کی وہ پرواہ نہ کریں گے اگر رائے عام اسلام کی مخالف ہو اور اسلام کے طریقے پر چلنے کے معنی اپنے آپ کو دنیا بھر میں نکّو بنا لینے کے ہوں تب بھی وہ اسی راہ پر چلیں گے جسے وہ سچے دل سے حق جانتے ہیں۔''(ایضاً صفحہ 482)

قارئین یاد رکھیں کہ ہم فاروقی شریعت دکھائیں گے کہ قریشی مسلمانوں نے رسم و رواج اور رائے عامہ کو اپنا دین بنائے رکھا اور قرآن کو اُن رسوم

ورواج ورائے عامہ کے ماتحت کر دیا تھا۔ جیسا کہ پرویز نے مجبور کے ذیل میں لکھا ہے:

38 (د)۔ اس آیت (5/54) میں جس محبوب قوم کے لانے کا ذکر کیا ہے اور اُس کے سربراہوں کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے وہ بھی یہیں سنتے چلنا بہتر ہے۔

یہ تو قرآن سے طے ہوگیا تھا کہ قریش کو خلافت بنانے کا موقعہ دے دیا جانا ضروری تھا (10/13-14) لہٰذا حقیقی خلفاً خداوندی کی سربراہی میں رہنے والی قوم کا ذکر (5/54) اور حکمرانوں کا ذکر (5/55) میں ایک ساتھ کر دیا گیا ہے۔ پڑھئے اور قرآن کا طرزِ عمل دیکھئے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَO وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَO (مائدہ 5/55-56)

ہمارا ترجمہ: اُس کے علاوہ تمام تراجم غلط ہیں کہ یقیناً تمہارے ولی (حکمران) اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالانکہ وہ نادار اور خستہ حالت میں ہوتے ہیں اور جو کوئی اپنا حکمران مانے اللہ کو اور اُس کے رسولؐ کو اور اُن مومنین کو وہی اللہ کا گروہ ہیں اور وہی غالب آنے والے ہیں۔''

یہاں تک کئی مرتبہ یہ دیکھا جاچکا ہے کہ پرویز اور مودودی جہاں مجبور ہوجاتے ہیں وہاں۔ و۔ل۔ی سے نکلنے والے الفاظ وَلِی، ولایۃ، اولیاء، والی، مولٰی، تَوَلّٰی، تَوَلَّیْتُمْ وغیرہ کے معنی حاکم یا حکومت واقتدار کرتے ہیں ورنہ حقیقت کی طرف سے منہ گھما کر مُنہ گھمانا، پلٹنا، لوٹنا وغیرہ معنی کرتے چلے جاتے ہیں یا اللہ کو اپنا رفیق بنالیتے ہیں تاکہ کسی طرح علیؑ کی ولایت وحکومت سے بچ کر نکلا جائے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت کا موقعہ نکالا جائے۔ لہٰذا اس آیت میں تو انہیں اپنی علمیت ومکاری صرف کر دینا چاہئے اس لئے کہ یہاں اللہ نے کھلے الفاظ میں اپنی اور رسولؐ کی اور رسولؐ کے بعد قائم رہنے والی حکومت کی تفصیل دے دی ہے اور ایک ایسی روک لگادی ہے کہ اسے کسی بھی ترکیب سے ہٹایا نہیں جاسکتا ہے۔ اور لفظ اِنَّمَا لاکر پہلے ہی سے قریشی ترجموں اور معانی کو غلط فرمادیا ہے۔

ہمارے ترجمہ کی دلیل اور باقی تراجم کی غلطیاں دیکھیں۔ پہلی اور بنیادی غلطی مذہبی عقیدت نے کرائی ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اُن کے لئے لفظ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ کہنا غلط ہوجاتا ہے اگر رٰکِعُوْنَ کے معنی رکوع کرنا یا جھکنا کئے جائیں اس لئے کہ نماز میں وہ رکوع اور سجدے کرتے ہیں۔ چنانچہ رکوع اور سجدے کرنے والوں کے لئے الگ سے رکوع بلا سجدہ کرنا بے معنی اور عبث ہوجاتا ہے۔ پھر پرویز نے اپنی لغت میں رکوع کے تمام وہ معنی کئے ہیں جو عقیدتمندانہ ہیں یعنی نزولِ قرآن کے بعد جو اصطلاحات گھڑی گئیں اُن کی پیروی کی مگر غلطی سے یہ بھی لکھ دیا کہ ''کیونکہ ایسی کمزوری میں انسان ذرا جھک جاتا ہے جس شخص کی حالت سقیم وخستہ ہوجائے اس کیلئے بھی رَکَعَ فُلَانٌ بولا جاتا ہے'' (لغات القرآن جلد 2 صفحہ 778) یہ معنی مذہب وعقیدت سے الگ ہٹ کر لفظ رکوع کے وہ عام معنی کئے ہیں جو عوام میں استعمال ہوتے تھے۔ لیکن پرویز نے تو اپنی لغات القرآن اُسی عقیدتمندانہ اصول پر تیار کی ہے جس اصول پر قریشی حکومتوں نے لغات تیار کی تھیں تاکہ قرآن کی معنوی پوزیشن مشکوک وغیر مستقل ہوجائے۔ چنانچہ لغات کی پرویز صاحب شکایت کرتے رہے ہیں اور جب خود لغت لکھی تو اس میں خالص قریشی تصورات وعقیدت کے ڈھیر لگا دیئے کہ لفظ کی حقیقی پوزیشن معلوم کرنا ممکن ہی نہ رہا۔ آیئے ہم ایک عام اور مسلمان لغت سے رکوع کے معنی دکھائیں۔ لکھا ہے:

'' رَکَعَ، رَکْعًا وَرُکُوْعًا، سر جھکانا، جھک جانا۔ 2۔ زمین کی طرف جھکنا نماز میں رکوع کرنا۔ 3۔ الی اللہ (اللہ کی طرف) اطمینان پانا۔

4۔الرجلُ مفلس ہونا۔5۔کبڑا ہونا۔جھک جانا۔ٹیڑھی کمر کا ہونا۔6۔ٹھوکر کھانا۔7 گھٹنے ٹیک دینا۔8۔منہ کے بل گرنا۔'' **(لغت المعجم الاعظم جلد 2 صفحہ 1173 مرتبہ حسن الاعظمی)**

یہاں بھی معنی کی کثرت عربوں کی نقل میں ہے مگر اصلی معنی نمبر 4,5 بھی موجود ہیں۔ایک عربی سے انگریزی لغت بھی دیکھ لیں۔

رَکَعَ ،رَکْعًا وَرُکُوْعًا

1. عبادت میں جھکنا۔	1. To bow down in prayer,
2. بڈھے کی کمر کا جھک جانا۔	2. To be bent (old man)
3. سر جھکانا۔	3. To stoop the head .
4. دولتمندی کے بعد کنگال وقلاش ہو جانا۔	4. To become destitute after wealth
5. گھٹنوں کے بل جھکنا۔**(الفرائد الدّریۃ صفحہ 268)**	5. To kneel

لہٰذا آیت کے لفظ وَ ھُمْ رٰکِعُوْن کے معنی وہی صحیح اور سو فیصد آیت کے موضوع کے مطابق ہیں۔تو بات واضح ہوگئی کہ تمام مومنین کے حاکم وخلیفہ وہ مومنین ہیں جو برابر قلاش ومفلسی کے عالم میں رہتے ہوئے بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔یعنی وہ قرآن کے حکم کے مطابق روز کے روز اور پانچوں وقت نماز قائم کرتے وقت زکوٰۃ ادا کرتے چلے جاتے ہیں اور اپنے پاس دولت جمع ہی ہونے نہیں دیتے۔زکوٰۃ کا نماز کے ساتھ ساتھ حکم دیا جانا تقاضا کرتا ہے کہ ہر نماز کے ساتھ زکوٰۃ وصدقات وانفاق کا ادا کرنا واجب سمجھا جائے یہ قریش ساز دین ہے کہ نماز دن میں پانچ دفعہ پڑھو اور زکوٰۃ سال بھر میں ایک دفعہ ادا کرو اور یہ کہ اتنی دولت ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔مذکورہ مومنین علیہم السلام کا رویہ ہی یہ ہے کہ اپنے پاس کچھ نہ رہنے دیا جائے جو ملے، جو آئے، جو کمائے ساتھ کے ساتھ انفاق کر دیا جائے یہی انفاق کے معنی ہیں اور پرویز متفق ہیں۔لہٰذا حقیقی مومنین کے حکمران اللہ، رسوؐل اور رسوؐل کے بعد بارہ امام علیہم السلام ہیں اور قریشی حکومت اور دین باطل ہے۔

39۔پرویز کے دعوے کو باطل کرنے والے مومنین کا وجود اور قرآن سے اُن مومنین کا باطل پرست اور جہنمی ہونا ثابت ہے۔

ہمیں بسم اللہ اُن مومنین سے کرنا ہے جس کو سارے مسلمان عموماً اور پرویز خصوصاً مومن مانتے ہیں۔اور دکھانا یہ ہے کہ پرویز جنگ جمل وصفین کا انکار کرنے میں فرضی عقیدت کے شکار ہوئے اور قرآن کریم کو نظر انداز کر دیا ہے۔

39(الف)۔قرآن کے وہ مومنین جو بغاوت کر کے خود مومنین سے جنگ کریں۔

قارئین آئیں اور پرویز کے ناہنجار دعوے پر اِنّا لِلّٰہ پڑھیں۔اللہ نے فرمایا کہ:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ O اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ O (حجرات 49/9-10)

مودودی ترجمہ: اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو اُن کے درمیان صلح کراؤ۔پھر اگر اُن میں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی (بغاوت۔احسنؔ) کرے تو زیادتی (بغاوت۔احسنؔ) کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔پھر اگر وہ پلٹ آئے تو اُن

کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ۔اور انصاف کرو۔کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا‘‘۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 83 تا 76)

ہمارے قارئین اور پرویز خاص طور پر غور فرمائیں کہ اللہ کے نزدیک رسولؐ کے بعد رہ جانے والے مومنین کم از کم تین گروھوں میں تقسیم ہو سکتے تھے۔ایک اللہ کے دین سے بغاوت کرنے والا دوسرا مظلوم اور تیسرا غیر جانبدار جو صلح کی کوشش پر مامور ہے اور نہ ماننے پر باغی گروہ سے اس وقت تک جنگ کرنا اس کا فریضہ ہے جب تک باغی گروہ بغاوت سے باز نہ آجائے۔سوچنا یہ ہے کہ اس جنگ میں مومنین مومنین ہی سے لڑیں گے اور دونوں طرف بلکہ تینوں طرف کے مومنین قتل ہوں گے۔یعنی باغی گروہ کے بھی اور مظلوم گروہ کے بھی اور مظلوموں کے طرفدار گروہ کے بھی مومنین قتل ہوں گے تو پرویز کو جنگ جمل اور جنگ صفین کا انکار کرنے کی گنجائش اس قرآن سے تو ملتی نہیں۔البتہ قریش پرستی اور ناہنجار دعوے پر اس انکار کی بنیاد ہے لہٰذا نہیں ماننا ہوگا کہ دونوں جنگوں میں مومنین کے ہاتھوں ہزاروں مومن تہہ تیغ ہوئے تھے۔

مولانا مودودی نے ان آیات کی تشریح میں کئی صفحات کالے کئے ہیں اور بہت سے قریش ساز قوانین اور فتاویٰ نقل کئے ہیں۔بہر حال ہم نے پرویز کو دکھانا تھا کہ مسلمانوں میں جنگ قرآن سے ثابت ہے اور بغاوت کرنے والے مومنین کا وجود بھی ثابت ہے۔

39(ب)۔ آیات (49/9-10) پر پرویز کی گھبراہٹ اور لیپا پوتی اور قریش پرستی کا نمونہ دیکھیں۔

شاہکار اور مفہوم القرآن تیار کرنے سے ایک چوتھائی صدی پہلے پرویز نے معارف القرآن میں آیت (49/9) کا مفہوم یوں لکھا تھا کہ ’’اور دیکھو اگر مومنوں میں سے دو گروہ آپس میں جھگڑ بیٹھیں (تو اَے جماعت مومنین! اور اے حزب اللہ تمہارا فریضہ ہے کہ) اُن کے درمیان صلح وصفائی کرادو پس اگر اُن میں سے ایک گروہ تمہارے فیصلے سے سرتابی کرے تو تم بھی (دوسرے گروہ کے ساتھ مل کر) باغی جماعت سے قتال کرو، تا آنکہ (باغی جماعت) خدا کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔(یعنی مرکز ملت کے فیصلے کے آگے گردن جھکا دے) پس اگر وہ (جماعت) لوٹ آئی تم اُن میں عدل وانصاف کے ساتھ باہمی صلح صفائی کرادو اور (یاد رکھو کہ اس باہمی مصالحت کرانے میں) پورا پورا انصاف کرو یہ واقعہ ہے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔‘‘(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 462)

2۔بارہ سال بعد پرویز کا مفہوم۔ ’’اور اگر کبھی (سوئے اتفاق سے) ایسا ہو کہ مومنین کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں فوراً صلح کرادو، اگر اس کے بعد ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو (یہ نہیں کہ تم بیٹھے تماشہ دیکھتے رہو) تم سب مل کر اس زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو، تا آنکہ وہ اس فیصلے کی طرف پلٹ آئے جو قانون خداوندی کی رو سے کیا گیا تھا۔سو اگر وہ لوگ اس فیصلے کی طرف پلٹ آئیں تو اُن میں عدل وانصاف کے مطابق صلح کرادو۔اور ہمیشہ انصاف کو ملحوظ رکھو۔یہ چیز قانون خداوندی کی رو سے بڑی مستحسن ہے۔‘‘
(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1206)

قارئین دیکھیں کہ بارہ سال بعد نہ اس آیت کے مفہوم میں بغاوت اور باغی مومنین باقی رہے نہ تلوار سے جنگ ہی کہیں مذکور ہوئی۔یعنی رفتہ رفتہ قرآن بدل دیا گیا۔مگر پرویز بھی قریش کی طرح قرآن کے الفاظ بدلنے پر قادر نہ ہو سکے البتہ ایک زمانہ آئے گا جب قرآن کا متن لائبریریوں اور عجائب خانوں میں قید کر دیا جائے گا اور صرف مفہوم القرآن لوگوں کے ہاتھوں میں رہ جائے گا اور صحیح ترجمہ کر کے مسلمانوں کے سامنے لانا جرم ہو جائے گا۔ہم اسی کوشش کو تباہ کرنے میں مصروف ہیں۔اور ہماری کامیابی ہمارے آگے آگے چلی جا رہی ہے۔

40۔ عہدِ رسولؐ میں ایسے مومنین موجود تھے جو نہایت بداخلاق بدزبان اور ایمان لانے کے باوجود فاسق و فاجر تھے۔

پرویز سے کہیے کہ جہنمی مومنین کی تعداد گنتے جائیں اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O (49/11)

مودودی: اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 85-84)

یہاں مودودی اور پرویز کی ایک مستقل چوری کو نوٹ کریں کہ وہ سب کچھ لکھیں گے مگر لفظ ''قوم'' کو چھپانے کی ضرور کوشش کریں گے چنانچہ اس آیت میں دو دفعہ لفظ ''قوم'' آیا ہے مگر ترجمہ یا مفہوم میں یہ لفظ کہیں نہیں ہے۔ اللہ یہ بتا رہا ہے کہ مومنین کئی ایک قوموں میں بٹے ہوئے تھے اور ہر قوم دوسری قوم کا مذاق اڑایا کرتی تھی یہاں تک کہ عورتیں یعنی مومنات بھی مومنین کے ساتھ مل کر بقول مودودی ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے سے بدگمانی، اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 84) (تشریح نمبر 19)

مودودی تشریح: ''20؎ مذاق اڑانے سے مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اُڑانا نہیں ہے، بلکہ کسی کی نقل اتارنا، اُس کی طرف اشارے کرنا، اس کی بات پر یا اُس کے کام یا اُس کی صورت یا اس کے لباس پر ہنسنا، یا اُس کے کسی عیب یا نقص کی طرف لوگوں کو اس طرح توجہ دلانا کہ دوسرے اُس پر ہنسیں۔ یہ سب بھی مذاق اڑانے میں داخل ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 85)

اس سلسلے میں مودودی کی کئی ایک لمبی چوڑی تشریحات ہیں جن سے زیر بحث مومنین و مومنات کی خباثت واضح ہوتی ہے مگر ہمارے پاس وقت کم ہے ہم تو یہ دکھا رہے ہیں کہ پرویز نے نہایت خبیث و ناپاک مومنین کو حقیقی و جنتی مومنین میں چھپانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

41۔ عہدِ رسولؐ کے وہ مومنین جو لوگوں کی جاسوسی اور غیبت کرتے تھے اور اُن کا کاروبارِ ظن و تخمین و تنگ بندی رہتا تھا۔

اللہ نے بتایا ہے کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔۔۔۔۔ الخ (49/12)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس (جاسوسی) نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو اللہ سے ڈرو۔'' (تفہیم القرآن، جلد 5 صفحہ 95,94,87)

یہاں مودودی نے مجتہدین کی راہ کھلی رکھنے کے لئے شریعت سازی اور عدالتی فیصلوں کے لئے گمان کو جائز کرنے میں کافی ورق کالے کئے ہیں۔ پھر جاسوسی کی حد بھر مذمت کی ہے جس سے پرویز کا شاہکار پٹ جاتا ہے اور مودودی نے وہ واقعہ بھی لکھ دیا ہے سنئے:

''اس سلسلے میں حضرت عمر کا یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک

(یعنی گمان ہوا۔احسن) گزرااور دیوار پر چڑھ گئے دیکھا کہ وہاں شراب بھی موجود ہےاورایک عورت بھی آپ نے پکار کر کہا کہ ''اے دشمن خدا کیا تونے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا۔'' اُس نے جواب دیا کہ ''امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔اللہ نے تجسس سے منع کیا تھا اور آپ نے تجسس کیا۔اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں اُن کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لئے بغیر نہ آؤ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لے آئے'' یہ جواب سُن کر حضرت عمر اپنی غلطی مان گئے اور اُس کے خلاف انہوں نے کوئی کارروائی نہ کی''۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 89)

پرویز کو مبادر کباد دو کہ اُن کا شاہکار عمداً تین تین گناہ قرآن کے خلاف کر گزرنے سے نہ چوکتے تھے اور وہ مومنین کی اُسی قسم میں داخل تھے جو قریشی مومنین کی قسم کے تھے۔مودودی نے اپنی، پرویز کی، راویوں کی، مصنفین کی غیبت کو جائز بلکہ واجب قرار دیا ہے اس لئے کہ لوگوں کو اُن کے شر سے بچانا اور خبردار کرنا لازم ہے۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 92)

42۔ڈگڈگی کی آواز پر رسوؐل کو نماز میں تنہا ہی کھڑا چھوڑ کر بھاگ جانے والے مومنین کا وجود۔

یہ تو ظاہر ہے کہ تمام قریشی علما عموماً اور مودودی و پرویز ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے اور ہر بددیانتی کریں گے اور آیات والفاظ کے معنی میں ردّوبدل کریں گے اور اپنی تمہیدات سے آیات والفاظ کے معنوی تصور کا رخ بدلیں۔مگر ہوشمند قاری اور تحقیق حق کرنے والے حضرات آیات والفاظ کا صحیح تصور کو اخذ کرنے میں بھٹکنے نہ پائیں گے آیئے اور سورۂ جمعہ کی آخری آیات پر مسلسل غور فرمایئے۔اللہ نے فرمایا تھا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O (جمعہ 11 تا 62/9)

ہمارا ترجمہ: اے مومنین جب تمہیں کسی بھی جمعہ کے دن خاص نماز کیلئے پکارا جائے تو تم اللہ کے ذکرؑ کی طرف پہنچنے میں کوشاں ہو جاؤ اور خرید وفروخت کو نظرانداز کر دو اگر تم جانتے ہو تو وہی تمہارے لئے بہتر عمل درآمد ہے۔اور جب نماز پوری ہو جائے تو تم زمین کے تمام خطوں میں بکھر جاؤ اور اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور برابر کثرت سے اللہ کا ذکر جاری رکھو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔اور مومنین کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی وہ تاجروں کی یا ڈگڈگی کی آواز سنتے ہیں تو ٹوٹ کر اُس پر جھپٹ پڑتے ہیں اور تجھے تنہا نماز میں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ان سے کہہ دو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تجارت اور تفریحات سے بہتر ہے اور اللہ تمام رزق دینے والوں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

قارئین سُنیں کہ ہمیں آپ کے قلبی احساسات کا نہ علم ہے نہ ہوسکتا ہے اور اُس کی ہمیں ضرورت بھی نہیں۔نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ آپ کو ہمارے احساسات کا علم ہو جائے اس لئے بتاتے ہیں کہ ہمیں پرواہ نہیں کہ مومنین جنت میں جائیں یا جہنم میں پھینکے جائیں۔ہمیں پرواہ ہے اس بات کی کہ ہم ترجمہ میں وہی کچھ کہیں جو اللہ نے کہا ہے خواہ کسی کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔دیکھ لیجئے کہ آخری آیت میں لفظ تَـرَكُـوْكَ آیا ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں ''تجھ اکیلے کو'' بس اب مودودی یا پرویز اور ساری دنیا مل کر اُن مومنین کی طرفداری کریں مگر ان الفاظ کو بدل نہیں سکتے اور جب

بدل نہیں سکتے تو یہ حقیقت کیسے چھپا سکتے ہیں کہ کوئی مومن رسولؐ کے ساتھ نماز میں شامل نہ رہتا تھا۔ سب چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ لہٰذا ہم اُن تمام مومنین کو بدترین لوگ سمجھیں گے اور کھل کر اُن کی مذمت کریں گے۔ اور جن مومنین کا عہد رسولؐ میں یہ حال ہوا گروہ حضرت علی علیہ السلام کو چھوڑ کر حکومت کے دامن میں پناہ لے لیں یا دن رات آپس میں جنگ وجدل کریں۔ لوٹ مار قتل وغارت کریں تو کوئی احمق ہی تعجب کریگا۔ یا اُن کے مشن کو آگے بڑھانے والے حضرات تعجب اور انکار کریں تو کریں۔

بہر حال ہمیں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اُن کے دفاعی بیانات یہاں لکھیں۔ لیکن قارئین کو اُن کی بے چینیاں، پریشانیاں اور مکاریاں دکھانے کے لئے اُن کا حال دکھاتے ہیں۔ مگر تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔

42 (الف)۔ پہلے پرویزی عذرات، بے چینیاں اور کمزور ہتھکنڈے:

بارہ سال پہلے پرویز نے لکھا تھا کہ: ''شروع شروع میں ان حضرات (رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ) میں سے بعض کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز میں بیٹھے ہیں حضورؐ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں باہر سے کسی بازی گر کی ڈگڈگی یا جرس کارواں کی آواز کان میں آئی اور یہ حضورؐ کو اُسی عالم میں چھوڑ کر تماشہ دیکھنے یا سودا کرنے کے لئے اُٹھ بھاگے (اب آیت لکھتے ہیں اور پھر ترجمہ کرتے ہیں کہ)

''اور (اے پیغمبر) یہ لوگ جب کوئی تجارت یا کھیل کو د دیکھتے ہیں تو اُسی کی طرف لپک جاتے ہیں اور تمہیں (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں تم اُن سے کہہ دو کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ صحیح لکھا ہے۔'' پھر لکھتے ہیں کہ

''ان لوگوں کو دنیا کی امامت (Leadership of the world) کے قابل بنانا جوئے شیر کا لانا تھا۔ وہ قوم جو تمدنی زندگی کے مبادیات تک سے ناآشنا تھی۔'' (معارف جلد 4 صفحہ 320-321)

42 (ب)۔ بارہ سال بعد پرویز کا دوسرا بیان:

''چونکہ یہ لوگ (جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں ہنوز تربیت میں ناپختہ ہیں اسلئے اُن کی حالت یہ ہے کہ) جب دیکھتے ہیں کہ کسی اچھے کاروبار کا موقعہ ہے یا کوئی کھیل تماشہ ہے تو (اے رسولؐ) تجھے کھڑے کا کھڑا چھوڑ کر اس طرف اُٹھ دوڑتے ہیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ جو کچھ قوانین خداوندی کی رو سے ملے گا وہ اس تمام کاروبار سے زیادہ نفع بخش اور کھیل تماشے سے زیادہ جاذب ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1316)

ہمارا انتباہ۔ پرویز کی دونوں باتیں ہر طرح غلط اور جھوٹ ہیں۔ وہ مومنین بیس سال سے رسولؐ کے ساتھ تھے 13 سال مکے میں اور 7 سال مدینہ میں تربیت وتعلیم پاتے رہے۔ 2۔ عرب اور قریش سلطنت روم وشام وایران ویونان کی حکومتوں کے یہاں کرسی نشین لوگ تھے اور تمدنی زندگی میں دنیا بھر سے چار قدم آگے تھے۔ ہم عربوں کے حالات میں یہ سب کچھ دکھائیں گے۔ اور خود پرویز صاحب انہیں رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ لکھ کر ثابت کرتے ہیں کہ وہ تربیت میں ناپختہ نہ تھے۔ یہ پرویز کو الہام ہوا ہے کہ رسولؐ کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ جاتے تھے۔ بہر حال پرویز قریشی مسلمانوں کے پرستار اور اُن کے ہم مذہب ہیں جھوٹ نہ بولیں اور فریب نہ دیں تو قریش کے پیرو کیسے بنیں گے؟

42 (ج)۔ مودودی بلاشبہ ایک عالم ہیں اُن کا جھوٹ اور فریب بھی عالمانہ ہونا چاہئے۔

اب مودودی صاحب کو دیکھئے اُن کا ترجمہ تقریباً صحیح ہے۔ اُن کی لمبی چوڑی تشریحات میں سے وہ پہلو لکھتے ہیں جو قریشی مومنین کی طرفداری کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت خطبہ ارشاد فرمارہے تھے ڈھول تاشوں کی آوازیں سُن کر لوگ (مومنین) بے چین ہوگئے اور 12 آدمیوں کے سوا باقی سب بقیع کی طرف دوڑ گئے جہاں قافلہ اترا ہوا تھا۔اس میں اضطراب صرف یہ ہے کہ کسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ نماز کی حالت میں پیش آیا تھا اور کسی میں یہ ہے کہ یہ دوران خطبہ پیش آیا۔کسی میں بارہ مردوں کی ساتھ سات عورتیں بھی باقی رہ گئیں کسی میں یہ کہ بارہ مردوں کے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ایک روایت میں چالیس افراد۔عبد بن حمید کی روایت میں 7 نفر بیان کئے ہیں اور فرّا نے 8 بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف روایات ہیں۔معتبر روایت حضرت جابر بن عبداللہ کی ہے جس میں باقی رہ جانے والوں کی تعداد 12 بتائی گئی ہے۔شیعہ حضرات نے اس واقعہ کو بھی صحابہ پر طعن کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کا خطبے اور نماز کو چھوڑ کر تجارت اور کھیل تماشے کی طرف دوڑ جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے۔لیکن یہ ایک سخت بے جا اعتراض ہے جو صرف حقائق سے آنکھیں بند کر کے ہی کیا جاسکتا ہے۔دراصل یہ واقعہ ہجرت کے بعد قریبی زمانہ ہی میں پیش آیا تھا۔اُس وقت ایک طرف تو صحابہ کی اجتماعی تربیت ابتدائی مراحل میں تھی۔اور دوسری طرف کفار مکہ نے اپنے اثر سے مدینہ طیبہ کے باشندوں کی سخت معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔جس کی وجہ سے مدینہ میں اشیاء ضرورت کمیاب ہوگئی تھیں۔حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اُس وقت مدینہ کے لوگ بھوکوں مر رہے تھے اور قیمتیں بہت چڑھی ہوئی تھیں۔(ابن جریر) اس حالت میں جب ایک تجارتی قافلہ آیا تو لوگ اس اندیشے سے کہ کہیں ہمارے نماز سے فارغ ہوتے ہوتے سامان فروخت نہ ہو جائے گھبرا کر اُس کی طرف دوڑ گئے۔یہ ایک ایسی کمزوری اور غلطی تھی جو اس وقت اچانک تربیت کی کمی اور حالات کی سختی کے باعث رونما ہوگئی تھی۔لیکن جو شخص بھی اُن صحابہ کی وہ قربانیاں دیکھے گا جو اس کے بعد انہوں نے اسلام کے لئے کیں اور یہ دیکھے گا کہ عبادات اور معاملات میں اُن کی زندگیاں کیسے زبردست تقویٰ کی شہادت دیتی ہیں۔وہ ہرگز یہ الزام رکھنے کی جرأت نہ کر سکے گا کہ ان کے اندر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا کوئی مرض پایا جاتا تھا۔اِلّا یہ کہ اس کے اپنے دل میں صحابہ سے بغض کا مرض پایا جاتا ہو۔تاہم یہ واقعہ جس طرح صحابہ کے معترضین کی تائید نہیں کرتا اُسی طرح اُن لوگوں کے خیالات کی تائید بھی نہیں کرتا جو صحابہ کی عقیدت میں غلو کرتے ہیں۔اور اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ ’’اُن سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی‘ یا ہوئی بھی تو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔کیونکہ اُن کی غلطی کا ذکر کرنا اور اُسے غلطی کہنا اُن کی توہین ہے اور اس سے اُن کی عزت و وقعت دلوں میں باقی نہیں رہتی۔اور اس کا ذکر اُن آیات و احادیث کے خلاف ہے جن میں صحابہ کے مغفور اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔‘‘ یہ ساری باتیں سراسر مبالغہ ہیں۔جن کے لئے قرآن و حدیث میں کوئی سند موجود نہیں ہے۔یہاں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اللہ نے خود اس غلطی کا ذکر کیا ہے جو صحابہ کی ایک کثیر تعداد سے صادر ہوئی تھی۔اس کتاب میں ذکر کیا ہے جسے قیامت تک ساری امت کو پڑھنا ہے اور اُسی کتاب میں ذکر کیا ہے جس میں اُن کے مغفور اور مقبول بارگاہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے پھر حدیث و تفسیر کی تمام کتابوں میں صحابہ سے لے کر بعد کے اکابر اہلسنت تک نے اس غلطی کی تفصیلات بیان کی ہیں۔کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر اُن ہی صحابہ کی وقعت دلوں سے نکالنے کے لئے کیا ہے جن کی وقعت وہ خود دلوں میں فرمانا چاہتا ہے؟ اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین اور محدثین و مفسرین نے اس قصے کی ساری تفصیلات اُس شرعی مسئلے سے ناواقفیت کی بنا پر بیان کر دی ہیں جو یہ غالی حضرات بیان کرتے ہیں؟ اور کیا فی الوقع سورہ جمعہ پڑھنے والے اور اُس کی تفسیر کا مطالعہ کرنے والے لوگوں کے دلوں سے صحابہ کی وقعت نکل گئی ہے؟ اگر اُن میں سے ہر سوال کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو وہ سب بے جا اور مبالغہ آمیز باتیں غلط ہیں جو احترام صحابہ کے نام سے بعض لوگ کیا کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کوئی

آسمانی مخلوق نہ تھے۔ بلکہ اسی زمین پر پیدا ہونے والے انسانوں میں سے تھے۔وہ جو کچھ بھی بنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے بنے ۔۔۔۔۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 502 تا 504)

42(د)۔مودودی صاحب کو ہمارا بھرپور جواب اور ماحول سازی پر آفرین۔

ہمارے سامنے آنے والے تمام علما و عوام کے دلوں سے آپ کے نام نہاد صحابہ کی وقعت ایسی نکلی کہ جیسے گدھوں کے سروں سے سینگ نکل گئے۔رہ گئے وہ لوگ جو ہم تک نہیں پہنچ سکے،جن میں آپ بھی شامل ہیں اُن کے دلوں سے واقعی نام نہاد صحابہ کی وقعت نہیں نکلی ہے اور سبب اس کے بہت سے ہیں۔سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آپ نے اور باقی قریش پرست علما نے اور شیعہ کہلانے والے علما نے قرآن کو اُس کی صحیح صورت میں پیش ہی نہ کیا۔یعنی قرآن کریم کے الفاظ کا خیال رکھ کر تم میں سے کسی نے ترجمہ نہیں کیا اس لئے صحابہ کی وقعت دلوں میں ٹھہری رہی۔

42(ہ)۔نام نہاد شیعہ علما اور مودودی کے غلط ترجموں نے صحابہ کی ساکھ برقرار رکھی ہوئی ہے۔

ہم یہاں چند ترجمے پیش کرنے کے بعد ایک سوال کریں گے اور اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہ ہوگا اور اُسی سے صحابہ کی وقعت نو دو گیارہ ہو جائے گی۔مودودی سے شروع کیجئے:۔

1۔مودودی ترجمہ جو سکہ بند اور سُنی مترجم و مفسر ہیں۔

1۔''اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔اُن سے کہو...............

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 502-501)

2۔فرمان علی کا شیعہ ترجمہ:

''جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھیں تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑیں اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ دیں۔(اے رسول) کہہ دو۔۔''(ترجمہ صفحہ 885)

3۔مقبول احمد کا شیعہ ترجمہ:

'' انہوں نے جب کوئی سوداگری یا کھیل کود کی بات دیکھی تو(وہ نیت توڑ کر) اُس کی طرف ڈورتے چلے گئے اور تم کو(نماز پڑھتے) کھڑا چھوڑ گئے۔تم یہ کہہ دو۔۔۔''(صفحہ 885)

4۔عمار علی شیعہ کا 1306ھ کا ترجمہ:

''اور جس وقت دیکھتے ہیں وہ سودا کرنے کو یا کھیل اور بازی کو کہ وہ بجانا طبل کا اور ہاتھ پہ ہاتھ مارنا ہے تو متفرق ہو کر جاتے ہیں طرف اُس کی اور دوڑتے ہیں اُدھر کو اور چھوڑتے ہیں وہ تجھ کو کھڑا ہوا منبر پر''(تفسیر عمدۃ البیان جلد 3 صفحہ 404)

5۔اس سے بھی قدیم ترجمہ علامہ رفیع الدین مرحوم:

''اور جس وقت کہ دیکھتے ہیں سوداگری یا تماشا دوڑ جاتے ہیں طرف اس کی اور چھوڑ جاتے ہیں تجھ کو کھڑا۔کہہ جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

(ترجمہ صفحہ 668)

ان پانچوں ترجموں میں کسی نے یہ نہیں لکھا کہ''چھوڑ جاتے ہیں تجھ کو اکیلا''

آیت میں لفظ'' **تَـرَكُـوْكَ** '' کھڑا رہنے والا'' واحد مذکر '' ہے یعنی اور کوئی وہاں کھڑا نہیں رہتا۔اگر یہ ترجمہ کر دیا ہوتا تو تمام نئے پرانے صحابہ کا

مسجد سے نکل جانا ثابت ہو جاتا اور یہ کافی تھا صحابہ کی وقعت کو دل و دماغ سے نکالنے کیلئے۔ مگر قریشی یا سُنی علما تو اُن کہانیوں سے متاثر تھے ہی۔ ادھر نام نہاد شیعہ مترجمین کو یہ فکر ہوئی کہ اگر رسولؐ کو تنہا یا اکیلا کھڑا دکھا دیا تو حضرت علیؑ کا بھی چلے جانا ثابت ہو جائیگا لہٰذا دونوں فریق نے اپنے اپنے مذاہب اور صحابہ کو قرآن کے لفظ **تَرَکُوْکَ** کی زد سے بچانے کے لئے ترجمہ کو گول کر دیا اور یہی کچھ سارے قرآن کے ترجموں میں کیا ہے۔

42(و)۔ قریشی کہانیوں نے شیعہ سنی دونوں پر اثر ڈالا اور لوگوں کو مطمئن رکھتے چلے آئے۔

مودودی صاحب نے تفسیروں سے لکھا ہے کہ:

''یہ ہے وہ واقعہ جس کی وجہ سے اوپر کی آیات میں جمعہ کے احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اس کا قصہ جو کتب حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو مالک اور حضرات حسن بصری، ابن زید، قتادہ اور مقاتل بن حیان سے منقول ہوا ہے، یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں شام سے ایک تجارتی قافلہ عین نماز جمعہ کے وقت آیا اور اُس نے ڈھول تاشے بجانے شروع کئے تا کہ بستی کے لوگوں کو اُس کی آمد کی اطلاع ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ڈھول تاشوں کی آوازیں سن کر لوگ بے چین ہو گئے۔ اور 12 آدمیوں کے سوا باقی سب بقیع کی طرف دوڑ گئے جہاں قافلہ اترا ہوا تھا۔ (درمیانی حصہ ہم نے لکھدیا ہے۔ احسنؔ) معتبر روایت جابر بن عبداللہ کی ہے جس میں باقی رہ جانے والوں کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔۔۔ باقی رہ جانے والوں کے متعلق مختلف روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سالم مولیٰ حذیفہ اور حضرت جابر بن عبداللہ شامل تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی جو روایات نقل کی ہے، اُس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ اس طرح نکل کر چلے گئے اور صرف بارہ اصحاب باقی رہ گئے تو اُن کو خطاب کر کے حضورؐ نے فرمایا کہ **وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْتَتَا بِعْتُمْ حَتّٰی لَمْ یَبْقٰی مِنْکُمْ اَحَدًا لَسَالَ بِکُمُ الْوَادِیْ نَارًا** ''اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی باقی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بہہ نکلتی۔'' اسی سے ملتا جلتا مضمون ابن مَردُوْیَہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اور ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 حاشیہ نمبر 19، صفحہ 502-503)

مودودی اینڈ کمپنی کو ہمارا جواب یہ ہے کہ چار سو سال تک اس قسم کے افسانے گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سنائے جاتے رہے اور ضرورت مند ہونے کی وجہ سے لوگ مطمئن رہتے چلے آئے اور کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ یہ افسانے قرآن کے خلاف جھوٹ کا پلندہ ہیں اگر بارہ تو بارہ ہیں صرف تین آدمی بھی رسولؐ اللہ کے ساتھ موجود رہے ہوتے تو اللہ ہرگز یہ نہ فرماتا کہ **تَرَکُوْکَ قَآئِمًا** بلکہ یہ کہتا کہ **تَرَکُوْکُمْ قَائِمُوْنَ** ''وہ تمہیں کئی ایک کو کھڑے چھوڑ گئے'' لہٰذا ان روایات کو صحیح ماننے سے اللہ کو اندھا بہرا اور عربی زبان سے جاہل ماننا ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اللہ کو ملزم ماننے کے بجائے اس گروہ کو مجرم مانا جائے جس نے یہ جرم کیا تھا۔ علاوہ ازیں اگر واقعی وہ معاشی بائیکات کی وجہ سے تنگ و مجبور تھے تو بھی اللہ کا جرم ثابت ہے کہ اُس نے ایسا تحقیر آمیز بیان دیا اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس میں **لھو و لعب** کو بھی شامل کر دیا۔ اور **اِذَا** فرما کر اُن کی اس حرکت کو اُن کی عادت اور معمول بنا دیا۔ یعنی ''جب بھی وہ ڈگڈگی کی آواز سنتے ہیں'' یا ''جب بھی انہیں ہر مال چار آنے چار چار آنے کی آواز آتی ہے'' تو وہ سب تمہیں اکیلا چھوڑ کر جانے کے عادی ہیں۔ مودودی صاحب آپ واقعی عالم ہیں اس لئے بھرپور فریب دینے میں کامل ہیں۔ اور سنئے کہ تم نے جنہیں شیعہ حضرات کہہ کر اعتراض کیا ہے وہ تو تمہاری ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور تمہیں اپنا بڑا بھائی مانتے ہیں وہ ہمارے نزدیک مذہب محمدؐ و آل محمدؐ کو فروخت کرنے اور تمہاری تائید میں پورے ایک ہزار سال سے لگے ہوئے ہیں ذرا اُن کی سوسال پرانی اُردو کی تفسیر سنئے اور انہیں اپنا برادرِ خورد مانئے۔

42(ز)۔ جنہیں ہزار سال سے شیعہ کہا جارہا ہے وہ قریشی مذہب کے لوگ ہیں لیبل شیعوں کا لگا رکھا ہے۔

اُن نام نہاد شیعوں کی تفسیر دیکھئے اور ہمارے الزام کی تصدیق کیجئے:

''اور منقول ہے کہ ایک روز رسوؐل خدا خطبہ پڑھتے تھے ناگاہ کارواں وحیہ کلبی کا شام سے پہنچا روغن زیت لے کر اور اُن دِنوں مدینہ میں گرانی اور قحط بہت سخت تھا اور دستور مدینہ میں یہ تھا کہ قافلہ سلامت پہنچتا تھا تو طبل شادی کا بجاتے تھے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے۔ جس وقت آواز طبل کی اور ہاتھ پر ہاتھ مارنے (تالیاں بجانے کی۔ احسنؔ) لوگوں کے کانوں میں پہنچی تو رسولؐ اللہ کو مسجد میں چھوڑ کر واسطے خرید نے غلہ وغیرہ کے مسجد سے باہر دوڑے اور بقیع میں پہنچ کر کارواں کی طرف روانہ ہوئے اور سوائے بارہ آدمیوں کے حضرتؐ کے پاس کوئی نہ رہا۔ رسوؐل خدا نے فرمایا کہ ''جان محمدؐ کی جس کے قبضہ قدرت میں ہے اگر سب مسجد سے باہر چلے جاتے اور کوئی تم میں سے باقی نہ رہتا تو اس صحرا سے تم پر آگ روانہ ہوتی اور سب کو جلا دیتی''۔ اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری روایت اس کے شان نزول کی یہ ہے کہ رسوؐل خدا نماز جمعہ کو پڑھتے تھے اور کاروانِ سوداگری کا شہر میں داخل ہوا اور آگے اس کارواں کے لوگ دف بجاتے تھے اور سوائے اُس کے اور باجے بجاتے تھے۔ رسوؐل خدا کے پیچھے جو آدمی نماز پڑھتے تھے۔ حضرتؐ کو نماز میں چھوڑ کر وہ جماعت میں سے اس کارواں کو دیکھنے کو بھاگ گئے۔ اور جابر سے روایت ہے کہ کارواں مدینہ میں آیا اور ہم رسوؐل خدا کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ پس نماز میں سے رسوؐل خدا کو چھوڑ کر اس قافلے کی طرف چلے گئے اور بارہ آدمیوں کے سوا حضرت کے پیچھے کوئی باقی نہ رہا اور ایک مَیں بھی اُن بارہ میں سے تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم سب چلے جاتے تو قسم ہے خدا کی اس صحرا میں سے آگ روانہ ہوتی اور تم سب کو جلا دیتی۔ اور متفرق ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ کوئی تو طبل کا تماشہ دیکھنے اور اس کی آواز سننے کو دوڑا تھا اور کوئی غلہ خرید نے بھاگا تھا۔ اور ابن کیان (حیان کی ریڑھ ماری ہے) سے منقول ہے کہ گیارہ آدمی جماعت میں باقی رہے تھے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آٹھ آدمی باقی رہے تھے۔ اور قتادہ سے منقول ہے کہ اُن سے تین دفعہ وقوع میں آئی اور تینوں مرتبہ جمعہ کا دن تھا۔ اور جس وقت ایسی حرکت اُن سے سرزد ہوئی تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔ (آگے آیت (62/11) کا آخری جملہ لکھا ہے)'' (تفسیر عمدۃ البیان مفسر سید عمار علی جلد 3 صفحہ 404)

قارئین غور کریں کہ کیا شیعہ مفسر میں اور سُنی مفسر میں کوئی فرق ہے؟ آپ کو شاید اس بکواس میں فرق معلوم نہ ہو لیکن ہم بکواس کو بھی غور سے پڑھتے ہیں۔ نام نہاد شیعہ اور مودودی میں فرق یہ ہے کہ عمار صاحب نے اُن بارہ یا آٹھ یا گیارہ کے نام نہیں بتائے اور وہ اس لئے کہ اُن میں ابوبکر وعمر وعثمان کے نام بھی تھے اور عمار صاحب کو اُن کے ناموں سے بخار ہو جایا کرتا تھا جیسے کہ اکبرالٰہ آبادی نے کہا ہے کہ:

پڑھ کر جو کوئی پھونک دے اپریل، مئی، جون — پڑ جائیں ابھی آبلے اکبر کے بدن پر

بہر حال قرآن کے الفاظ سے ثابت ہو گیا کہ ساتویں سنہ ھجری تک ایسے مومنین تیار ہوئے تھے جو یہودیوں اور عیسائیوں سے بدتر تھے۔ انہوں نے کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنہا نہ چھوڑا تھا۔ اُنہوں نے تکلیفیں بھی قریش سے کم دی تھیں۔ اُنہوں نے ایک بچھڑا بنایا تھا۔ قریش نے سینکڑوں چھوٹے بڑے بچھڑے اور سانڈ بنائے۔ وہ بچھڑا بنانے پر شرمندہ ہوئے تھے۔ توبہ کی تھی مگر قریش نہ شرمندہ ہوئے نہ توبہ کی بلکہ اپنا مذہب ہی بچھڑوں اور سانڈوں کی پرستش بنالیا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کی اولاد کو قتل نہ کیا تھا۔ قریش نے آل رسوؐل اور اُن کے محبوں کا قتل عام کیا اور کرتے چلے آئے۔

43۔ قریشی مومنین قرآنی احکام کی پابندی کیلئے تیار نہ تھے وہ قرآن کو اپنے مشوروں اور مصلحتوں کے ماتحت رکھنے میں کوشاں تھے۔

قرآن کریم کومہجور کرنے کا مقصد پرویز کے قلم سے لکھا جاچکا ہے (دیکھو عنوان نمبر 30 (ھ) قریش عہد رسولؐ ہی میں قرآن کے مطالب ومفاہیم کو بدل بدل کر اور قومی مصلحتوں کے ماتحت لاکر اپنی قوم میں پھیلا رہے تھے اور قوم کو حکم دے دیا تھا کہ تم رسولؐ کے صرف اس حکم کی تعمیل کیا کرو جو قریشی مرکز کی تفہیم کے مطابق ہو ورنہ احکام کو ترکیب سے ٹالتے رہا کرو قرآن میں قریش کی اس پالیسی کو یوں بیان فرمایا ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاھِھِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُھُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْکَ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا..... (مائدہ 5/41)

مودودی ''اے پیغمبرؐ تمہارے لئے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھارہے ہیں۔خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے۔یا اُن میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں جو جھوٹ کیلئے کان لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمہارے پاس کبھی نہیں آئے، سُن گن لیتے پھرتے ہیں۔کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل (ومفہوم) متعین ہوجانے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 469-470)

اللہ نے کیا فرمایا اور قومی مرکز کیا کچھ کررہا تھا؟

قارئین کرام آیت کے الفاظ پر غور کریں اور سمجھیں کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور اسلام کے خلاف کیا ہورہا تھا؟ اللہ نے رسولؐ اللہ کو دوایسے گروھوں کی طرف سے رنجیدہ رہنے سے منع فرمایا ہے جو حق پر پردہ ڈالنے اور اُسے چھپانے کی کوشش کررہے تھے۔ایک گروہ زبانی ایماندار بن کر کام کررہا تھا اور دوسرا گروہ یہودی مذہب والوں کا تھا۔یہ دونوں گروہ ایک ایسی قوم کے لئے کام کررہے تھے جو قومی حیثیت سے کبھی رسولؐ کے پاس نہ آئی تھی بلکہ اُن دوگروھوں سے اپنا مقصد پورا کراتی تھی۔مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں گروہ اپنے اپنے طریقے سے مسلمانوں میں شامل رہیں اور اُن کی محفلوں میں اُن باتوں پر کان لگائیں جو خود ہی جھوٹی ہوں یا جنہیں جھٹلایا جاسکے اور اُن باتوں کو قومی مرکز میں پہنچاتے رہیں تاکہ قومی مرکز قرآن کے متعین اور مقررہ مطالب اور مفاہیم کو اُن کی اصلی یا حقیقی صورت سے پھیر کر اپنی قومی پالیسی پر فٹ اور موزوں کرتا چلا جائے اور قوم کو مطلع رکھے کہ اگر تمہیں ایسے احکام دیئے جائیں جو قومی مرکز دیتا ہے تو مان لیا کرو ورنہ ٹال دیا کرو اور بچ کررہا کرو (فَاحْذَرُوْا)۔

اگر ہماری یہ تشریح آیت کے الفاظ اور مودودی کے ترجمہ سے سو فیصد متفق ہے تو یہ بھی مان لیں کہ قومی مرکز قوم پر رسولؐ اللہ سے زیادہ اختیار رکھتا تھا اور قوم رسولؐ سے زیادہ اپنے مرکز سے محبت واطاعت کرتی تھی اور رسولؐ کے مقابلے میں یہ قوم اپنے مرکز کی زیادہ مطیع تھی۔لہٰذا یہ تھا وہ طریقہ جس سے پورے قرآن کی تعلیم کو تبدیل کرکے قومی پالیسی اور منصوبے پر موزوں کرلیا تھا اور یوں قرآن کو نزول کے ساتھ ساتھ مہجور کرکے رکھ دیا تھا۔

43 (الف)۔مہجور شدہ قرآن کی رو سے قریشی حکومت وخلافت کو برحق مانا گیا اور خلافت الٰہیہ کو قریشی لیڈروں کے مشوروں کے ماتحت لایا گیا

سب مانتے ہیں کہ اللہ اپنا ہر کام اپنے علم کی رو سے کرتا ہے اور صحیح کرتا ہے۔اسکے کسی حکم یا حکم کے نتیجے میں غلطی نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ اللہ کے علم میں کوئی خامی نہیں ہے چنانچہ اسے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یعنی جس کے علم میں خامی نہ ہو اُسے کسی سے مشورہ کی احتیاج نہیں ہے۔اللہ کا رسولؐ، اللہ کے عطا کردہ علم سے اور اللہ کے حکم سے عمل کرتا اور کراتا ہے لہٰذا رسولؐ کے احکام اور فیصلوں میں بھی غلطی کا

امکان نہیں ہے۔اور اگر رسوؐل سے کسی حکم یا فیصلے میں غلطی ہو جائے تو ماننا ہوگا کہ اللہ نے غلط آدمی کو رسوؐل بنایا تھا جو اللہ کا منشا اور حکم درستی سے پیش کرنے کے قابل نہ تھا۔لہٰذا اللہ اپنا رسوؐل بنانے میں غلطی نہیں کرسکتا چنانچہ رسوؐل سے غلطی نہیں ہوسکتی اور اللہ نے قرآن میں عملاً اس کا ذمہ لیا ہے اور رسوؐل کے احکام کی ہر حالت میں اطاعت لازم کی ہے۔اور چونکہ رسوؐل کے علاوہ باقی انسانوں کا علم ناقص ہے اور وہ خاطی ہیں اس لئے اللہ کا رسوؐل کو یہ حکم دینا کہ تو خطا کاروں اور ناقص علم والے لوگوں سے مشورہ کر کے احکام نافذ کیا کر بڑا غلط اور غلطی خیز حکم ہوگا۔اور یہ بھی نوٹ کرنا اور تجربے سے تحقیق کرنا چاہئے کہ وہ لوگ جو کسی بات کو سو فیصد جانتے ہیں انہیں اس بات میں مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔اور اگر ہم سو فیصد معلوم بات کے لئے مشورہ کریں تو لوگ ہماری حماقت پر ہنسیں گے۔مثلاً ہمیں پیاس لگی ہوئی ہے اور دانشوران قوم کو جمع کر کے مشورہ کریں؟ ہمیں معلوم ہے کہ اس شہر کا نام کراچی ہے اور ہم لیڈران قوم سے مشورہ کریں؟ ہمیں معلوم ہے پانچ اگر چھ جگہ ہوں تو میزان تیس ہوتا ہے لیکن ہم مشورہ کریں؟ بہر حال یہ عالمی اور معلوم حقیقت ہے کہ معلوم چیزوں کے متعلق مشورہ احمقانہ بات ہے۔یعنی مشورہ وہ شخص کرے گا جو خود جاہل ہو۔اور جاھل بھی مشورہ نہ کرے گا اگر اُسے یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص یا دفتر یا ادارہ صحیح حقیقت کو جانتا ہے۔وہ وہاں جا کر متعلقہ عالم شخص سے معلوم کر لے گا۔لہٰذا مشورہ کرنے والا چوکور جاہل ہونا چاہئے یعنی وہ اس سے بھی جاہل ہو کہ صحیح بات کون بتا سکتا ہے یعنی مشورہ کرنے والا خود جاہل ہونا چاہئے اور جن سے مشورہ کرے اُن کا بھی جاہل ہونا لازم ہے ورنہ حقیقت سے واقف تو مشورہ نہ دے گا۔بلکہ آزمودہ اور صحیح جواب دے دے گا۔اور رسوؐل یا نبیؐ کے لئے لازم ہے کہ وہ پوری نوع انسان سے زیادہ عالم ہو ورنہ اُس کی اطاعت اس سے زیادہ جاننے والے پر واجب ہی نہ ہوگی۔ادھر رسوؐل یا نبیؐ کی پشت پر ہر لمحہ اللہ ہوتا ہے اللہ سے اس کا رابطہ ہوتا ہے وہ اللہ سے جو چاہے معلوم کرسکتا ہے۔اُسے کیا ضرورت کہ وہ خطا کاروں اور ناقص العلم لوگوں سے پوچھتا اور مشورے کرتا پھرے۔چونکہ قریش اللہ اور رسوؐل کی شخصی حکومت کو ناپسند کرتے تھے اور حکومت الٰہیہ میں اپنے لیڈروں کی شرکت چاہتے تھے اور احکامات خدا اور رسوؐل کو اپنے لیڈروں کے مشوروں اور قومی مصلحتوں کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔اور یہی وجہ تھی قرآن کو مہجور کرنے اور احکام کے مفاہیم بدلنے کی۔لہٰذا اب ایک آیت دیکھئے اور مہجور شدہ قرآن کی رو سے اُس آیت کا مفہوم دیکھئے:

43(ب)۔نماز میں چھوڑ جانے والے وہی مومنین دینی سختی برداشت کرنے والے نہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَO (آل عمران 3/159)

مودودی: ''(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کیلئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ان کے قصور معاف کردو،ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو،پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 298)

رفیع الدین: ''پس ساتھ رحمت کے اللہ کی سے نرم ہوا تو واسطے اُن کے اور اگر ہوتا تو سخت خُو سخت دل (یعنی بے رحم) البتہ بھاگ جاتے گرد تیرے سے پس معاف کر ان سے اور بخشش مانگ واسطے اُن کے اور مصلحت کر اُن سے بیچ کام کے پس جب قصد مقرر کرے تو پس اعتماد کر او پر اللہ کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو۔'' (ترجمہ صفحہ 87)

پرویز کا پہلا مفہوم سنئے: ''(اے پیغمبرؐ اسلام) یہ خدا کی بڑی ہی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے ہو اگر تم سخت مزاج اور سنگ دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے (اور اُن کے دل تمہاری طرف اس طرح نہ کھنچتے جس طرح اب کھنچ رہے ہیں) پس ان لوگوں کا قصور معاف کردو اور اللہ سے بھی ان کے لئے بخشش طلب کرو اور معاملات حکومت میں ان سے مشورہ کرلیا کرو۔ پھر جب ایسا ہو کہ تم نے کسی بات کا عزم کرلیا ہے تو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ کرو (اور جو کچھ ٹھان لیا ہے اس پر کاربند ہو جاؤ) یقیناً اللہ اُن ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔''

پرویز کا وضاحتی حاشیہ: ''غور کیجئے یہاں مشاورت اور عزیمت دونوں کا ذکر موجود ہے یعنی جب کوئی معاملہ سامنے آئے تو اس میں باہمی مشاورت کی جائے اور اس طرح ملّت کی مجموعی استعداد سے استفادہ کیا جائے لیکن جب وہ معاملہ طے پا جائے تو پھر مرکز ملّت اس کا نفاذ کرے اور اس میں عزم راسخ سے کام لے۔ نہ کسی نکتہ چینی کی پرواہ ہو نہ مخالفت کا ڈر۔ مشاورت اور توکل علی اللہ (عزیمت) یہی دو چپو ہیں جن سے کشتی ملت حوادث زمانہ کے طوفانوں سے صحیح وسلامت ساحل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔'' (معارف القران جلد 4 صفحہ 650)

وہی آیت مگر پرویز اب اللہ کی جگہ خود بات کرتے ہیں۔

''چونکہ مرکزِ جماعتِ مومنین (یعنی رسول اللہ) کی ذات میں خدائی صفات (علٰی حدِّ بشریت) منعکس ہیں۔ (اور ایسی ہی ذات کو اس نظام کا مرکز ہونا چاہئے) اس لئے یہ رسوؐل متبد اور سخت گیر نہیں ہے، بلکہ اپنے اندر نرمی اور لچک رکھتا ہے۔ اے رسوؐل اگر تم سخت مزاج سنگ دل ہوتے۔ اور انسانی کمزوریوں کی رعایت کے لئے تمہارے دل میں نرم گوشہ نہ ہوتا تو تمہاری جماعت کے افراد تم سے الگ ہو کر منتشر ہو چکے ہوتے اس لئے (جس حد تک قانون خداوندی اجازت دے) تم ان کی نادانستہ کوتاہیوں سے درگزر کرو اور اُن کے لئے سِپر بن جاؤ۔ ان کی حفاظت کا سامان طلب کرو اور معاملات میں اُن سے مشورہ کرو۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 162)

ہمارے ساتھ مل کر مودودی اور پرویز پر تنقیدی نظر ڈالیں۔

اللہ نے اس آیت (3/159) میں تقریباً اتنا ہی کچھ فرمایا تھا جو علامہ رفیع الدین کے ترجمہ میں ہے۔ لیکن مودودی اور پرویز نے اللہ کو بہت کچھ سکھایا اور مسلمانوں کو بہت بہکایا ہے۔ بہر حال اُن دونوں کو جہاں جتنی گنجائش ملی الفاظ بڑھا کر بریکٹ لگا کر قریش کے لیڈروں کو چار چاند لگا دیئے اور رسوؐل اللہ کو اللہ کے نام پر اُن لیڈروں کے مشورے کا تابع کردیا ہے اور اللہ پر بھروسے یا توکل کو اس شرط سے مشروط کردیا ہے کہ قریشی لیڈروں سے مشورے کے بعد جو رائے طے ہو اس پر عمل کراؤ گے تو اللہ پر بھروسہ کرنا، اگر کہیں اپنا ذاتی بلا مشورہ حکم دے دیا تو اللہ پر توکل نہ کرنا نتیجہ ضرور برا نکلے گا۔ پھر یہ کہ مودودی نے لفظ ''امر'' کا مطلب ''دین کے کام میں'' اُن لیڈروں کو شریک مشورہ رکھو۔ لکھا ہے اور پہلے پرویز نے اسی لفظ ''امر'' سے ''معاملات حکومت میں اُن سے مشورہ کرنا'' سمجھا ہے مگر دوسرے مفہوم میں حکومت کی لفظ کو واپس لے کر اور صرف عام معاملات میں مشورے کی شرط لگائی ہے۔ پہلے مفہوم میں پرویز قریشی لیڈروں کو مطلقاً قصوروار سمجھے تھے مگر دوسرے مفہوم میں قریشی لیڈروں کو نادانستہ کوتاہیوں کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور اپنے وضاحتی حاشیہ میں ملت کی مجموعی استعداد سے فائدہ اٹھانے کو لازم کیا ہے اور ملت کے معنی تمام مسلمانوں کی تعداد لئے ہیں۔

ملت یعنی مسلمان قوم اور قومی لیڈر۔

اور اس سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں اول یہ کہ ''ملت ابراہیم'' سے اُس قوم کا وجود اور اس کی اتباع رسوؐل پر واجب ہوئی جسے ہم نے

تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ رسولؐ پر مسلمانوں کی پوری تعداد سے مشورہ کرنا لازم ہوا جو ناممکن ہے اس لئے تمام مسلمانوں کے نمائندوں سے مشورہ لازم ہوا یعنی رسولؐ اللہ جماعت مشاورت کے مشورہ سے احکام نافذ کرنے پر ماموروومجبور ہیں۔

43(ج)۔مودودی اور پرویز دھوکہ دیتے رہے ہیں،صرف اتنی سی بات ہے کہ مذکورہ گروہ مجرم ہے،انہیں اصلاح کا موقعہ دیا گیا اور کچھ نہیں۔

چونکہ اس آیت میں قریشی لیڈروں اور علما کو لفظ ''شَاوِرْھُمْ'' مل گیا چنانچہ اُن سب نے اسی سورہ میں مذکورہ فتنہ جُو لوگوں (3/7) کے طریقہ پر عمل کر کے اس آیت سے نظام مشاورت نچوڑنے میں سارا زور لگا دیا۔مگر وہ اس کا کیا علاج کرتے کہ یہاں تو قریش کے اُن لیڈروں کی بات ہو رہی ہے جو عادی مجرم تھے یا یہ کہئے کہ اُن کا منصوبہ ہی سر سے پیر تک جرائم پر مبنی تھا۔یعنی جن کا ہر کام ہر خیال اور ہر اقدام جرائم کے تانے بانے سے ہی تیار ہوا تھا۔وہ منصوبہ وہی تھا جس کو سجا کر اُن لوگوں کا سربراہ رسولؐ کو للچایا کرتا تھا۔(2/204)۔اور اللہ نے اس کی پالیسی کو رسولؐ پر ظاہر کیا (2/205)۔اُسے دشمن خدا اور رسولؐ قرار دیا۔اس کو دنیا کا سب سے بڑا مفسد بتایا اُسے ساری دنیا میں قتل عام پھیلانے والا کہا (2/205)۔وہ قریش کے دو بزرگ ترین یاروں میں کا وہی یار تھا جس نے اپنے یار سے رسولؐ کی حکومت کا طریقہ چھڑا کر اپنی اسی حکومت (2/205) پر لگا دیا تھا (29 تا 25/27)۔انہوں ہی نے قرآن کو مہجور کیا اور کرایا تھا (25/30) اور جواب میں اللہ نے پھر انہیں اور اُن کی پوری قوم کو دشمن رسولؐ اور مجرم بتایا تھا (25/31) اور ذرا دیر بعد اسی سورہ آل عمران میں اُن کے تازہ جرائم سامنے آئیں گے بہرحال اس زیرنظر آیت میں مودودی اور پرویز نے پوری پوری خیانت کی ہے مگر اُن کی ساری محنت برباد ہوگئی اس لئے کہ وہ آیت میں سے نہ یہ الفاظ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ نکال سکے نہ اُن کے قصوروار یا مجرم وگناہگار ہونے کا انکار کر سکے اور یہی کافی ہے مودودی اور پرویز کی محنت کو ضائع کرنے کیلئے۔

43(د)۔مذکورہ قریشی لیڈر رسولؐ کے ساتھ لگے رہنا چاہتے تھے اور رسولؐ نرمی برتتے ہوئے تھک چکے تھے اللہ نے مزید موقع دلایا ہے۔

اللہ کا رسولؐ سے خود کہنا کہ ''ان کو معاف کردو اور اُن کی مغفرت چاہو'' بتاتا ہے کہ حضورؐ نے اُن کو جھڑک دیا تھا اور اُن سے بات تک نہ کرتے تھے لہٰذا اللہ نے چاہا ہے کہ وہ ساتھ چپکے رہیں۔اس لئے رسولؐ کی نرم روی کا واسطہ دے کر نرم روی کی اپیل کی گئی ورنہ یہ لوگ اسی طرح چھوڑ کر بھاگ جاتے جیسا کہ جمعہ کی نماز میں بھاگ گئے تھے اسی لئے یہاں وہی لفظ انْفَضُّوْا استعمال کر کے رسولؐ کو نوٹ کرایا۔رسولؐ کی مخالفت اور نافرمانی کے بعد ضروری ہے کہ پہلے رسولؐ اللہ معاف کریں اور اللہ سے مجرم کے لئے معافی چاہیں تب اللہ معاف کرتا ہے الگ سے خدا کسی مجرم کو تنہا معاف نہیں کرسکتا اللہ کا قانون اور طریقہ سنئے اور قریشی لیڈروں کی حالت پر غور کیجئے:

43(ہ)۔پرویز رسولؐ کے نافرمان وگناھگار لوگوں کے لئے ترجمہ کرتے ہیں۔

فَکَیْفَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ثُمَّ جَآءُوْکَ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِیْقًاO اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَعِظْھُمْ وَقُلْ لَّھُمْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا Oوَمَآ اَرْسَلْنَامِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوااللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا Oفَلَا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاO (نساء 65 تا 4/62)

’’ذرا سوچو کہ اس وقت ان کی کیا حالت ہوگی جب اُن پر اُن کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت آئے گی؟ تو یہ تیرے پاس خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ دوسروں کی طرف رجوع کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ آپس میں میل ملاپ رہے اور حسن کارانہ طور پر زندگی بسر ہو۔ ورنہ ہمارا ایمان بڑا مضبوط ہے۔ لیکن خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے دل میں کیا ہے؟ اور یہ زبان سے کیا کہتے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹے ہیں (63/1)۔ سو تم انہیں اپنی جماعت میں شامل نہ کرو۔ ان سے اعراض برتو۔ البتہ انہیں حق وصداقت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے رہو کہ بات اُن کے دل کی گہرائیوں تک اتر جائے۔ حق وصداقت کی زندگی اسی وقت بسر ہوسکتی ہے جب انسان میں داخلی انقلاب پیدا ہوجائے۔ جب تک دل نہ بدلے انسان کی روش نہیں بدل سکتی۔ اس وقت ایمان محض ان کی زبانوں تک ہے۔ ان کے قلب کے اندر جاگزیں نہیں ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا سلسلۂ ہدایت محض نظری عقائد اور رسومات کے لئے نہیں آتا نہ ہی دین خدا اور بندے کے درمیان پرائیویٹ تعلق کا نام ہے، کہ زبان سے خدا کا اقرار کرلیا اور پھر جس طرح جی چاہا اپنے اپنے طور پر زندگی بسر کرتے رہے۔ دین ایک اجتماعی نظام کا نام ہے۔ جو سب سے پہلے خود رسوؐل کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے۔ اور اُس میں اُس کی حیثیت مرکزی اتھارٹی کی ہوتی ہے۔ قانون خداوندی کے مطابق اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔ اپنے اپنے طور اپنے اپنے ذہن کے مطابق خدا کی اطاعت، اطاعتِ خداوندی نہیں کہلا سکتی۔ اس اطاعت کی عملی شکل وہی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ قوانین خداوندی کے ساتھ رسوؐل کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ان کو تصریحات کی روشنی میں دیکھو کہ خدا کی اطاعت اور خدا اور بندے کے تعلق کی عملی شکل کیا بنتی ہے اگر کوئی شخص خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی سے اپنے آپ پر زیادتی کر بیٹھے اور اس کے بعد اس پر نادم ہو (تو خدا اور بندے کے پرائیویٹ تعلق کے نظریے کے ماتحت) وہ اپنے گھر میں بیٹھا توبہ کرے گا اور خدا سے معافی مانگ لے گا۔ لیکن دین کے نظام میں اس کی شکل مختلف ہوگی اس میں اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ (اے رسوؐل) تمہارے پاس آئے اور اپنی لغزش کی سزا سے بچنے کے لئے قانون خداوندی کی حفاظت طلب کرے (اسے معافی مانگنا کہتے ہیں) یہ معافی تم (اے رسوؐل) ذاتی طور پر نہیں دے سکتے۔ اس کی معافی قانون خداوندی کی رو سے ہوگی۔ اس کے لئے تم دیکھو کہ قانون خداوندی میں اس معافی کی گنجائش ہے یا نہیں ہے۔ اگر گنجائش ہو تو تم اُسے معافی دے دو۔ اس معافی کا حکم اگرچہ تمہاری طرف سے صادر ہوگا لیکن یہ درحقیقت خدا کی طرف سے معافی ہوگی کیونکہ قانون خداوندی میں اس کی گنجائش نہ ہوتی تو تم معافی نہیں دے سکتے تھے تم نے دیکھا کہ دین کے نظام میں مجرم، رسوؐل اور خدا کا باہمی تعلق کیا ہوتا ہے؟ نہ مجرم براہ راست خدا سے معافی طلب کر سکتا ہے۔ نہ خدا اُسے براہ راست معافی دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس نظام کی وساطت سے ہوتا ہے جو قوانین خداوندی کے نفاذ کے لئے قائم ہوتا ہے۔ اور جب یہ نظام اُسے معافی دیتا ہے تو یہ معافی اس نظام کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ یہ اس کے قانون کے مطابق ملی تھی۔ یہ ہے خدا پر ایمان کا عملی مفہوم لہٰذا (اے رسوؐل) تم ان لوگوں کو ہماری طرف سے کہہ دو کہ خدا کا قانون اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے اختلافی معاملات میں تمہیں حکم (فیصلہ کرنے والا ثالث) نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم صادر کرو اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم نہ کردیں کہ اپنے دل کی گہرائیوں میں بھی اُس کے خلاف گرانی اور کبیدہ خاطری محسوس نہ کریں (33/36)(24/26) (مگر مشورہ کہاں گیا؟)۔ دل میں گرانی اور کبیدگی محسوس نہ کرنے کا اس لئے کہا گیا کہ یہ فیصلہ کسی مستبد حاکم کا فیصلہ نہیں جسے طوعاً وکرھاً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ فیصلہ اس قانون کا ہے جس کی صداقت پر یہ، بطیّب خاطر، ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اس ایمان کا فطری نتیجہ ہے کہ اس فیصلے کو دل کی رضامندی سے تسلیم کیا جائے۔ اگر اس کے خلاف دل میں کبیدگی پیدا ہو تو یہ اس بات کی شہادت ہوگی کہ انہوں نے اس قانون کو بطیّب خاطر قبول نہیں کیا تھا اُن کا اس پر

ایمان نہیں تھا۔رسُول قرآن کے مطابق ہی فیصلے کرتا ہے اپنی طرف سے نہیں۔(5/48،7/3)مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 198 تا 200)

43(و)۔نظام مشاورت اور مشورہ بھی باطل ہوگیا اور قریشی لیڈروں کا مجرم اور مسلسل جرائم کرتے اور نظرانداز کئے جاتے رہنا بھی ثابت ہوگیا۔

پرویز کے مفہوم میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہتا جو رسُول کو فیصلے کرنے والا نہ بنائے اور مومن بھی بنا رہے لہٰذا رسُول پر ایمان لانے والے ہر شخص کو رسُول کی حاکمیت و فیصلے ماننا لازم ہے تو وہ مشورہ دینے کب آئے گا اور کب اُسے دین کی ہر ہر بات کا علم ہو سکے گا۔مشورہ لینے اور دینے والا تو ہم رتبہ ہوتے ہیں اور دونوں جاہل بھی ہوتے ہیں۔بہر حال رسُول،اللہ کے سوا کسی کا کسی معاملے میں محتاج نہیں ہوتا اور محتاج نہیں ہونا چاہئے۔

43(ز)۔ شَاوِرۡهُمۡ کے معنی پرویز کی اور دوسری معتبر لغات سے بھی دیکھ لیں۔

چونکہ قریشی علما چودہ سو سال سے شَـــاوِرۡهُـمۡ کے غلط معنی بیان کرتے رہے اور حقیقت کو چھپاتے رہے صرف اس لئے کہ اُن کا طرز حکومت اور نظام مشاورت اپنے پیروں پر کھڑا ہی نہ ہو سکتا تھا۔لہٰذا انہوں نے غلط بنیادوں پر اپنی باطل حکومت کو تعمیر کیا ہے۔لہٰذا ہمیں چودہ سو سال کی محنت کی بنیادیں مسمار کرنے میں اگر چند صفحات لکھنا پڑیں تو زیادہ مہنگی نہ پڑے گی۔چنانچہ چند روکھے سوکھے صفحات پڑھنے کی زحمت فرمائیں۔

1۔پہلے پرویز کی لغات القرآن۔

"ش۔و۔ر۔شَـارَ الۡـعَسَلَ شہد کو چھتے سے نکال لیا اور جمع کر لیا۔اَلۡـمَشَارُ وہ چھتہ جس سے شہد نکالا جائے۔اَلشَّوۡرُ چھتے سے نکلا ہوا شہد۔ اَلۡمِشۡوَارُۃُ وہ لکڑی جس سے شہد نکالا جاتا ہے۔اَلۡمِشۡوَرَاۃُ چھتہ کو کہتے ہیں۔ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو ظاہر کرنا پیش کرنا۔2۔کسی چیز کو لے لینا۔

شَـاوَرَ۔مُشَـاوَرَۃً۔تَشَـاوَرَ باہمی مشورہ کرنا۔اصل کے اعتبار سے(یعنی شَـارَ الۡـعَسَلَ چھتے کو نچوڑ کر اُس سے شہد نکالنے کے اعتبار سے) مَشورہ کے معنی ہوئے دوسرے کے خیالات کا نچوڑ حاصل کر کے کسی نتیجے پر پہنچنا۔اور اگر خود شھد سے مفہوم لیا جائے تو جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی اپنی محنت کا ماحصل ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں،مشاورت کے معنی ہوں گے مختلف افرادِ معاشرہ کی اپنی اپنی رائے،فکر،خیالات،اور غور و خوض کے نتائج کو ایک جگہ جمع کر دینا تا کہ اس سے کسی فیصلے تک پہنچا جائے۔روئی دُھننے والے کی کمان کے تانت کو بھی اَلۡـــمِشۡـــوَارُ کہتے ہیں۔لہٰذا مشورہ کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آراء کو دُھننا اور انہیں کھول کر نتیجہ نکالنا۔

فَـاَشَارَتۡ اِلَیۡهِ، اُس کی طرف اشارہ کیا(19/29)اَلشَّـوۡرَۃُ وَالشَّارَۃُ حسن و جمال،وضع قطع،ہیئت،لباس،پوشاک،فربہی یعنی موٹاپہ، زینت۔آرائش۔ شَـــارَ۔ یَشُـوۡرُ۔گھوڑے کو سدھایا۔یا خریدار کو بتانے کے لئے اس پر سوار ہوا اور اسے دوڑا کر دکھایا۔"(جلد 2 صفحہ 985-986) اس سے آگے پرویز کو دورہ پڑ گیا تھا لہٰذا وہ خدا کے دین کا کچومر بناتے رہے مگر معنی سے بحث ختم کر دی۔

2۔اَلۡمُعۡجَمُ الاَعۡظم محمد حسن الاعظم من علمائے اَزھر۔

واضح رہے کہ محمد حسن صاحب موتمر عالم اسلامی کی بنیاد رکھنے والے،کراچی میں عربی کالج قائم کرنے والے،پاکستان کی وزارت معارف عمومیہ کے وزیر ہیں۔نہ خود مسلمانوں کو گمراہ کیا نہ کوئی گمراہ کن ادارہ بنایا۔پانچ ضخیم جلدوں میں یہ عربی اردو لغت لکھی ہے۔معنی سنئے:۔ شَارَ،شَـوۡرًاو شِیَـارً او شِیَارَ ۃً ، مَشَـارًا وَمشَـارَۃً وَاَشَـارَ (چھتے) سے نکالنا(شھد) خوبصورت و موٹے ہونا۔(اونٹ)شَـوۡرًا و شِوَارًا

وشَوَّرَ واَشَارَ ۔آزمائش کے لئے سوار ہونا۔جانور پرمشتری خریدار کوسوار ہوکر دکھانا(گھوڑا)3 سدھانا(گھوڑا)4 نمائش کرنا۔شَوَّرَ وَاَشَارَ واَشْوَرَ ،اَلنَّار و ب آگ کا شعلہ زن کرنا۔2۔اِلٰی اشارہ کرنا۔جتادینا۔3۔ب۔شرمندہ کرنا۔اَشَارُ ب :واقف کرانا۔انٹروڈیوس کرانا۔تعارف کرانا۔

2۔اِلٰی اشارہ کرنا۔3۔ عَلٰی حکم دینا۔3۔نصیحت کرنا۔4۔نیک بات بتانا۔مشورہ دینا۔شَاوَرَ واِستَشَارَ مشورہ لینا،اِشْتَارِ' اِسْتَشَارَ حاصل کرنا(شہد)۔تشَوَّرَ شرمندہ ہونا۔جھینپ جانا۔تَشَاوَرَ واِشْتَوَرَ ایک دوسرے سے مشورہ کرنا۔ شَاوَرَ مشورہ لینا،مشورہ کرنا۔اِسْتَشَارَ موٹا ہونا (مویشی) عمدہ لباس پہننا۔3۔مشورہ طلب کرنا۔4۔واضح ہونا(بات کا)۔ اَلشَوْر شہد جو چھتے سے نکالا جائے۔2۔نصیحت۔3۔مشورہ۔ 4۔لباس۔5۔موٹاپا۔6۔خوبی۔الشَارَۃ والشورۃ والشِوَار والشِیَارُ حسن جمال خوبصورتی۔2۔شکل۔3۔لباس وزینت۔4۔گھر کا عمدہ سامان۔5۔اسبابِ زینت ھیئت ظاہری۔6۔علامت،مارکہ،نشانی علامت وردی الشَوْرَۃ حُسن وجمال خوبصورتی۔2۔شرمندگی۔

3۔گھبراہٹ۔4۔کشیدہ والا رومال۔5۔ایک قسم کی جھاڑی الشَوْرَی ایک سمندری پودا،ایک دریائی گھاس۔الشُوْرَۃ راستہ المَشَار، المِشْوَارَۃ شہد کی مکھیوں کا چھتہ۔ الشُوْرَی آپس میں مشورہ کرنا۔2۔کونسل۔مَجلِسُ الشُّوْرٰی پریوی کونسل Privy Council۔ الشِوَار یاالشَوَار یاالشُوَار باورچی خانے کا سامان۔2۔سفری سامان۔الاشْوَرُ زیادہ مناسب،الشَیِّر جمع شُوَرَاء خوبصورت صاحب جمال۔2۔وزیر۔3۔مصاحب۔4۔مشورہ دینے والا۔رائے دینے والا۔الشَوَارَ ڈھلوان،گھاٹی۔2۔سامان۔3۔خوبی۔4۔موٹاپا۔5۔ آرایش۔6۔تھوڑی تھوڑی ہوا۔7۔آدمی کا ذکر عورت کی فرج، المُشَاراۃ تالاب آبپاشی کے لئے۔المَشَارَۃ جمع مَشَاوِر وَمَشَائِر کاشت کے قابل زمین المَشُوْر آراستہ۔2۔مُزَیّن ،المُشِیر مصاحب۔2۔سپہ سالار۔3۔کونسلر المُشِیْرَۃ سبابہ انگلی،انگوٹھے کے ساتھ کی انگلی۔ المَشُوْرَۃ والمَشْوَرَۃ جمع مَشُوْرَات نصیحت۔2۔حکم۔3۔مشورہ المِشوَار جمع مَشَاوِیر گھوڑوں کی نمائش گاہ۔2۔اچھی شکل۔3 پیغام۔ 4۔دُھنکی کی تُندی، المِشوَر جمع مَشَاوِر شہد نکالنے کا آلہ المِشْوَارَۃ شہد کی جگہ چھتہ اَلمُشَاوَر جمع شُوَرَا وزیر۔یہاں بیان ختم ہوا۔(جلد تین صفحہ 1578 تا 1579)

3۔الفرائد الدّرّیۃ عربی انگریزی لغت:

شَارَ ،شَوْرًا و شِیَارًا و شِیَارَۃ مَشَارًا و مَشَارَۃً و اَشَارَ

چھتے سے شہد نکالنا۔کسی کو کسی معاملہ میں نصیحت یا رائے دینا۔ To Collect honey from the hive.To advise a,o to

شَوْرًا و شِوَارًا و شَوَّر و اَشَارَ

خریدنے سے پہلے گھوڑے کو آزمانا۔ To try (a horse) before bying it.

آگ جلانا۔بھڑکانا۔ To make (fire) to blaze.

شَوَّر الی ب کسی کو کوئی چیز دکھانا۔ To show a thing to.

ب کسی کو کسی بات پر شرمندہ کرنا۔ To make a.o.ashamed by

شَوَّرَ و اَشَارَ الی ب اونگلی سے کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا۔ To point out a .th .with the finger

To consult anyone	شَاوَرَ . اِسْتَشَارَ . ہ کسی سے مشورہ کرنا۔
To give (advice) to anyone	اَشَارَ عَلٰی ب کسی کورائے دینا۔
To feel ashamed	تشَوَّر شرمندگی محسوس کرنا
To consult together	تَشَاوَر علٰی آپس میں مشورہ کرنا
To gather honey	اِشْتَار ،اِسْتَشَارَ شہد جمع کرنا۔
To become fat (cattle).To attire any oneself.	اِسْتَشَارَ۔مویشی کا موٹا ہونا۔خود کوملبوس کرنا۔لباس پہننا۔
Honey taken from the hive,advice ,counsel	شَوَر چھتے سے شہد نکالنا۔نصیحت کرنا۔باہم مشورہ کرنا۔
Shape ,finger,beauty ,ornament	شَارَۃ .شُوْرَۃ .شَوْرَۃ.شَوَارَ.شِیَار شکل۔اونگلی۔خوبصورتی، زیور،
shame confusion ,Embroidered ,	شَوْرَۃ۔شرم وحیاء۔
Handkerchief ,desert-shrub	ذھنی الجھاوَ،کشیدہ کاری سے سجایا ہوا۔رومال۔ریگستانی پودا۔
Avenue	شُورۃ بیٹھک،مجلس گاہ۔
Bee hive	مَشَاوَر .مِشْوَارَۃ شہد کا چھتہ۔
Council ,Counsel	شُورَی تَشَاوَر مشورہ کے لئے جمع ہونا،مشورہ کرنا,
Kitchen Utensils	شَوَار شِوَار،باورچی خانے کے برتن۔
Fine horses	خیل شِیَار عمدہ گھوڑے
Slope,Ridges	شِوَار ڈھلوان۔رکاوٹ۔

(آگے وہی کچھ ہے جو مذکور ہو چکا ہے)(صفحہ 381)

43(ح)۔ تھکے ہوئے اور کبیدہ خاطر قارئین کا مشاورت کے لئے کیا مشورہ ہے؟

ان صفحات کو پڑھ لینے والے یقیناً عربی زبان کو ایک بہت الجھی ہوئی زبان قرار دے دیں تو تعجب نہ ہوگا۔یادرکھیں کہ عربی زبان کو قریش نے بدترین زبان بنا کر چھوڑا ہے اور یہ بھی نوٹ کریں کہ قرآن میں صرف دو جگہ اس مادہ سے ایسے الفاظ (شَاوِرْ۔شُورٰی) آئے ہیں جن کو قریشی ماھرین نے رگڑ رگڑ کر اُن کے بنیادی معنی سے ھٹانے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ تیسری جگہ (19/29) واضح صورت میں آیا ہے فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا ۔(مریمؑ نے بچے کی طرف انگلی سے اشارہ کردیا کہ اس سے دریافت کرلوانہوں نے کہا کہ جو ابھی بچہ ہے اور گہوارے میں لیٹا ہوا ہے اس سے ہم کیسے بات کریں؟ یہاں قریش کوئی گڑ بڑ نہ کر سکے اور بنیادی معنی کردیئے یا یہ کہئے کہ "انگلی سے اشارہ کرکے بچہ کا تعین کردیا۔چنانچہ یہ یادرکھیں کہ مادہ ش۔و۔ر سے کسی چیز کو مادی طور پر انگلی لگا کر یا انگشت نمائی کرکے متعین کرنا ہوتے ہیں لہٰذا شَاوِرْھُمْ کے معنی ہیں "تم زیر بحث لوگوں کو اونگلی سے اشارہ کرکر کے ہر مومن سے روشناس کرادو" یعنی اُن کے تعین میں گنجلک نہ

رہنے پائے زید کولوگ بکر نہ سمجھیں اور بکر کو بکر ہی سمجھا جائے کوئی اسے عمر نہ سمجھ جائے۔بات اتنی سے تھی جسے قریش نے بتنگڑ بنا دیا ہے اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے نہ ماننا چاہے تو ہمیں بتائے کہ جو معنی اس مادہ ش ور کے ماتحت لکھے ہوئے دیکھے گئے وہ سب صحیح ہونا چاہیں۔

43(ط)۔ایسے معنی اختیار کرنے میں کیا حرج ہے جن سے رسوؐل اللہ کی توہین نہ ہو سکے؟

لہٰذا ہم وہ معنی لکھتے ہیں جن سے آیت کا تسلسل بھی برقرار رہے اور حضوؐر کی توہین بھی نہ ہو۔

شَاوِرۡهُمۡ فِي الۡاَمۡرِ . تم انہیں اس معاملے میں متعین ومشخص کرتے رہو۔

2۔ اس معاملہ میں آئندہ آزمائش کے لئے اُن پر سوار رہو۔

3۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انہیں نیک باتیں بتاتے رہیں۔

4۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شرمندہ کرتے رہا کرو۔

5۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جتلاتے رہو۔

6۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وضاحت دیتے رہو۔

اگر آپ کو یہ چھ معنی منظور نہیں تو ہمیں کہنے دیجئے آپ کا نظام مشاورت شیطانی نظام ہے اسکے لئے قرآن میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔کسی نبیؑ کے یہاں نظام مشاورت نہ تھا البتہ کافروں اور باغیوں کی حکومتوں میں مشورے سے کام ہوتا تھا۔ہم تفصیل سے دکھائیں گے۔

43(ی)۔لگے ہاتھ قریش کا دوسرا سہارا بھی دیکھ لیں وہاں مذکور مومنین کی مذمت ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مجرموں کے معاف کرانے والی آیت (3/159) کے فوراً بعد پرویز نے آیت (42/38) لکھ کر ترجمہ یہ کیا تھا کہ:

وَالَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَO(شوریٰ 42/38)

پرویز''(مومن وہ ہی ہیں) جنہوں نے اپنے پروردگار کی پکار کا جواب دیا اور نماز (کا نظم) قائم کیا اور جن کے امور حکومت آپس کے صلاح ومشورے سے طے پاتے ہیں۔اور ہم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اُسے (نیک راہوں میں) خرچ کرتے ہیں (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 650-651)

پرویز امور حکومت کو بھلا بیٹھے ہیں:۔ پرویز کے سامنے قرآن موم کی ناک بنا رہا ہے بارہ سال بعد کا ترجمہ دیکھئے اور اُس میں شیطانی حکومت کو تلاش کیجئے لکھا ہے''یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے نظام ربوبیت کے قیام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔اُس کے قوانین کی اطاعت کرتے ہیں۔نظام صلوٰۃ پر کاربند رہتے ہیں جو انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام امور کے فیصلے قوانین خداوندی کی حدود میں رہتے ہوئے باہمی مشاورت سے ہونا چاہئیں اور جو سامان زیست انہیں حاصل ہو (اس میں سے بقدر اپنی ضروریات کے رکھ کر) باقی نوع انسان کی ربوبیت عامہ کے لئے کھلا رہنا چاہئے''(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1136-1137)

قارئین نوٹ کریں کہ پرویزی مومنین نے ،پہلے ترجمہ کی رو سے، اپنی حکومت قرآن کے خلاف اپنے مشورے سے بنالی تھی اور امور حکومت بھی قرآن سے نہیں بلکہ آپس کی مشاورت سے انجام دیتے تھے۔اور یہ پرویز کے قلم سے واقعی بات لکھی گئی۔مگر یہ صحیح بات وہ غلطی سے کر گئے۔دوسرے مفہوم میں پرویز نے اصلاح کردی اور قانونِ خداوندی کو شامل کر دیا مگر پھر''امور حکومت'' کو بھول گئے۔مودودی کا ترجمہ دیکھ لیں تو ہم بتائیں کہ یہ دونوں علامہ اور سارے مترجمین یہاں بھی غلط کار رہیں۔

مودودی: ''جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 507-508)

اللہ، رسولؐ اور یہ قرآن نظرانداز ہوگیا۔

یعنی وہ ایسے مومنین ثابت ہوگئے جو ''اپنے معاملات نہ اللہ کے نہ رسولؐ کے اور نہ قرآن کے فیصلوں کے مطابق چلاتے ہیں بلکہ اللہ، رسولؐ اور قرآن کو چھوڑ کر آپس کے مشوروں سے انجام دیتے ہیں'' اس سے بڑی مذمت اور کیا ہوسکتی ہے؟ مومنین کو اگر اس کھلی مذمت سے بچانا ہو تو ہمارے تجویز کئے ہوئے معنی کیجئے سنئے: اَمۡرُھُمۡ اُن کا کام، شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ، آپس میں تعین و تشخص کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔

44۔ قریشی مومنین جو حکومت الٰہیہ میں شرکت اور مشاورت کی سازش کیلئے رسولؐ کی نرمی سے استفادہ کرتے چلے آرہے تھے۔

یہاں سے ہم قریشی مومنین کی اُس سازش اور اُن جرائم کا نچوڑ قارئین کے سامنے لانا شروع کریں گے جن کے نتیجے میں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریشی لیڈروں کے ساتھ نرم روش میں تبدیلی کر دی تھی اور اللہ نے اُن لیڈروں کو ساتھ لگائے رکھنے کے لئے رسولؐ سے سابقہ رویہ کو جاری رکھنے کا حکم دیا تھا (3/159) تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ چنانچہ قریشی لیڈروں کی اس پوزیشن کو قریشی علما کے قلم سے ثابت کرنے کے لئے اُن کی چالاکیوں پر نظر رکھنا چاہئے لہٰذا یہاں تک بار بار یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ ہر اس آیت کے الفاظ کے معنی بدل لیتے ہیں جہاں قریشی لیڈروں پر ضرب پڑتی ہو مثلاً وہ و۔ل۔ی کے مادہ سے نکلنے والے الفاظ وَلِی، تَوَلّٰی، تَوَلیتمۡ وغیرہ کے معنی میں لفظ حکومت کو ٹالتے اور بدلتے رہتے ہیں اور جہاں انہیں ضرورت ہو تو لفظ ''امر'' کے معنی حکومت کر لیتے ہیں جیسا کہ پرویز نے آیت (42/38) میں ''معاملات حکومت'' لکھ دیا تھا۔ چنانچہ ہم پہلے اُس آیت کو سامنے لاتے ہیں جس میں مودودی نے لفظ ''امر'' کے صحیح معنی کر دیئے ہیں تاکہ باقی آیات میں اُن کو اور قریش کو پکڑنا آسان ہو جائے آیت سنئے:

وَطَآئِفَۃٌ قَدۡ اَھَمَّتۡھُمۡ اَنۡفُسُھُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰہِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاھِلِیَّۃِ یَقُوۡلُوۡنَ ھَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا ھٰھُنَا قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡھِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمۡ وَلِیَبۡتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ O اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّھُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا وَلَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡھُمۡ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ O (آل عمران 3/154-155)

مودودی ترجمہ: ''مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی، اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلافِ حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟ ان سے کہو کہ ''(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ ''اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے'' ان سے کہہ دو کہ ''اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے'' اور یہ معاملہ جو پیش آیا، یہ تو اس لئے تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اللہ اُسے آزمالے اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اُسے چھانٹ

دے۔اللہ دلوں کا حال خوب جانتا ہے۔تم میں سے جو لوگ مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے۔اُن کی اُس لغزش کا سبب یہ تھا کہ اُن کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔اللہ بہت درگزر کرنے والا ہے۔''

44(الف)۔مودودی کی ترجمانی میں سے اُن کی چالاکیاں اور احتیاطی جملے تلاش کر کے واضح کر دیں تا کہ متعلقہ مومنین کو بے نقاب دیکھا جا سکے۔

مودودی کی پہلی اور بڑی چالاکی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مومنین کے عقائد اور تصورات کو عہد رسولؐ سے پہلے کے عقائد اور تصورات ماننے کے بجائے جاہلانہ واحمقانہ عقائد اور تصورات کہا ہے حالانکہ آیت میں انہیں ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ فرمایا ہے۔دوسری چالاکی یہ ہے کہ آیت میں تین مرتبہ لفظ اَمر آیا ہے مگر مودودی نے اس کے معنی صرف ایک مرتبہ قیادت کے اختیارات کئے ہیں جو ہر دفعہ لازم تھے۔تیسری چالاکی یہ ہے کہ لفظ تَوَلَّوا کے معنی ولایت قائم کرنے کی جگہ پیٹھ پھیرنا کئے ہیں حالانکہ وہ لفظ تَوَلّٰی اور تَوَلَّيْتُم کے معنی حکومت اور اقتدار کرتے رہے ہیں۔چوتھی چالاکی یہ ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کی حرکت کو لغزش لکھ کر جرم کو ہلکا کیا ہے۔پانچویں چالاکی یہ ہے کہ لفظ شیطان پر الف لام ہونے کے باوجود بھی اصلی شیطان مراد لیا ہے۔جس کا ہر شخص کے پاس بیک وقت آکر انہیں جنگ سے بھاگ جانے پر رضا مند کرنا ناممکن تھا۔آخری یا چھٹی چالاکی یہ ہے کہ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا کو نام نہاد مومنین کی کمزوریاں قرار دیا ہے۔حالانکہ اس کے معنی اُن کی سابقہ کمائی اور کوششیں تھیں جن سے اُس خاص شیطان کو یہ حق تھا کہ اس کے ایک مادی اشارے پر یہ تمام مومنین فرار کرنے پر مجبور تھے۔

44(ب)۔مودودی کی چالاکیوں کو حقیقت سے بدل کر اب وہ ترجمہ دیکھیں جو اُدھر منشائے خداوندی کا اور اِدھر آیات کے الفاظ کا تقاضہ ہے۔

ترجمہ شروع کرنے سے پہلے یہ نوٹ کر لیں کہ زیر نظر آیت میں مذکورہ مومنین کا میدان جنگ سے بھاگ جانا مان لیا گیا ہے اور اس سے پہلی اور جلد آنے والی آیت میں یہ معلوم ہوگا کہ یہ مومنین رسولؐ کو میدان جنگ میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگے تھے(3/153) لہٰذا ترجمہ میں ہم اس آیت کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔ترجمہ دیکھئے اور آیتوں کے الفاظ پر نظر رکھئے:

__ہمارا ترجمہ:__ ''مومنین میں ملا جلا ایک ایسا گروہ بھی تھا جو اپنے مقصد کے مقابلے میں اللہ و رسولؐ کے مقاصد کو جانتے ہوئے بھی اپنے ہی مقصد کو ترجیح اور اہمیت دیتا تھا(اَهَمَّتْهُمْ) مومنین کا وہ گروہ جنگ سے بھاگ کر جب اطمینان کی جگہ پہنچا تو اپنے فرار حق کے خلاف باطل عذرات وتصورات اللہ کے ساتھ منسوب کرنے لگا تھا۔وہ سب ایام جاہلیت کے گمان اور تصورات تھے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسلام اور جنگ کی قیادت میں ہمیں کوئی اختیار اور حصہ نہیں دیا گیا ہے۔اے رسولؐ انہیں بتادو کہ اسلام اور جنگ کی قیادت میں نہ کسی کا حصہ ہے نہ ہوگا تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں رہیں گے۔اور اے رسولؐ یہ بھی سمجھ لو کہ جنگ سے بھاگنے والے گروہ کے دل و دماغ میں جو منصوبہ ہے وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے اُسے چھپا کر رکھتے ہیں اور اُسی منصوبے کو پورا کرنے کے لئے تمہیں قتل کرانے کی غرض سے میدان جنگ سے بھاگے تھے اُن کی اصل غرض ومقصد یہ ہے کہ انہیں اسلام کی قیادت کے اختیارات حاصل ہونا چاہئیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر اسلامی اور جنگی قیادت میں ہمیں اختیارات ملے ہوتے تو ہماری قوم کے لوگ یہاں اس بری طرح قتل نہ ہوتے آپؐ اُن سے کہہ دیں کہ جس جس کی موت لکھی جا چکی تھی وہ اگر اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو خود چل کر اپنی قتل گاہ تک پہنچ جاتے اور قتل ہو کر رہتے۔اور ہم نے تمہیں اس حالت تک اس لئے پہنچایا ہے کہ تمہارے دلوں میں جو اسکیم چھپی ہوئی تھی اُسے آزما کر

تمہارے منہ سے اگلوا کر ظاہر کردے اور تمہاری قلبی حالت کو سب کے سامنے باہر نکال کر رکھ دے۔ اور اللہ تو سینوں میں پوشیدہ ہر بات کو خوب جانتا ہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تم میں سے جو لوگ مقابلے کے دن اپنی ولایت و حکومت بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو گئے تھے، انہیں ان کی سابقہ کوششوں اور ولایت سازی کے اقدامات کی بنا پر قوم کے نمائندہ شیطان نے ہی میدان سے بھگایا تھا۔ بہرحال تمہیں نظر انداز کر کے موقع دیا گیا ہے اور اللہ تو بخشنے والا بردبار ہے۔'' (3/154-155)۔

قارئین اگر اس ترجمہ میں آپ کو کوئی زیادتی محسوس ہو رہی ہو تو اس سے پہلی آیت اُسے درست کر دے گی۔

<u>44(ج)۔ قریشی مومنین نے آنحضرتؐ کو قتل کرانے کے لئے انہیں دشمن کے نرغے میں تنہا چھوڑ کر فرار کیا اور پہاڑ کی چوٹی پر ولایت سازی کرنے لگے۔</u>

اب قارئین قریشی مومنین کے میدان جنگ سے فرار کی حالت ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ یہ لوگ رسولؐ کی موت کے بعد اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے کس بے دردی سے کوشاں رہتے تھے۔ اُن کا حال اللہ نے یوں بیان کیا ہے کہ:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَۃً مِّنْکُمْ وَطَآئِفَۃٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ ۔۔۔ (3/153-154)

<u>مودودی کا ترجمہ</u>: ''یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا تمہیں ہوش نہ تھا۔ اور محمدؐ رسول اللہ تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا۔ اس وقت تمہاری اس روش کا بدلا تمہیں اللہ نے یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیئے تا کہ آئندہ کے لئے تمہیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ ہاتھ سے جاتا رہے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اُس پر ملول نہ ہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی حالت طاری کر دی کہ وہ اونگھنے لگے۔ مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لئے ساری اہمیت ۔۔۔'' (یہ آیت لکھی جا چکی ہے۔ احسنؔ) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 295-296)

<u>2۔ ہم اپنا ترجمہ بعد میں پیش کریں گے پہلے مودودی کے وہ عذرات سُن لیں جو اُن مومنین کے جنگ سے بھاگ جانے اور رسولؐ کو نماز جمعہ کی طرح تنہا چھوڑ جانے پر پیش کئے ہیں۔</u>

<u>مودودی تشریح</u>:1 ''109 یعنی تم نے غلطی تو ایسی کی تھی کہ اگر اللہ تمہیں معاف نہ کر دیتا تو اس وقت تمہارا استیصال ہو جاتا۔ یہ اللہ کا فضل تھا اور اس کی تائید و حمایت تھی جس کی بدولت تمہارے دشمن تم پر قابو پالینے کے بعد ہوش گم کر بیٹھے اور بلاوجہ خود پسپا ہو گئے۔'' (ایضاً صفحہ 295)

<u>دوسری تشریح</u>:2 ''110 جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا اور اُن کی صفوں میں ابتری پھیل گئی تو کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگے اور کچھ کوہ احد پر چڑھ گئے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ھٹے۔ دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم تھا۔ دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی تھی مگر اللہ کا رسولؐ اس موقعہ پر بھی پہاڑ کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا **اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ** اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ (ایضاً صفحہ 295)

<u>تیسری تشریح</u> ''111 رنج ھزیمت کا، رنج اس خبر کا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ رنج اپنے کثیر التعداد مقتولوں اور مجروحوں کا، رنج اس

بات کا کہ اب گھروں کی بھی خیر نہیں۔ تین ہزار دشمن جن کی تعداد مدینہ کی مجموعی آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ شکست خوردہ فوج کو روندتے ہوئے قصبہ میں آ گھسیں گے اور سب کو تباہ کر دیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 295)

مومنین کی اس حالت کو ذہن میں رکھ کر ہمارا ترجمہ پڑھیں۔

ہمارا ترجمہ ''جب تم رسوؐل کو تیغ بکف دشمنوں کے نرغہ میں تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگے تاکہ وہ بے یارو مددگار قتل ہو جائے اور تم پہاڑ پر اس طرح چڑھ رہے تھے کہ کوئی ایک دوسرے کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور تم رسوؐل کی فریاد بھی نہیں سُن رہے تھے حالانکہ وہ تمہیں مدد کے لئے پکارتا رہا۔ چنانچہ تمہیں دہرا غم دیا گیا نہ رسوؐل قتل ہوا اور نہ تم ولایت سازی میں کامیاب ہوئے۔ اس لئے مقصد میں ناکامی اور باز پرس کی مصیبت پر ملال کے بجائے اصلاح کرو۔ پھر ہم نے تمہارے ایک گروہ پر نیند کی بے حسی اور اطمینان نازل کر دیا اور دوسرا گروہ ایام جاہلیت کی اسکیم پر باتیں کرنے لگا۔۔۔۔اور اپنے مقصد کی اہمیت بیان کرنے لگا۔۔(ترجمہ ہو چکا ہے)'' (3/153-154)

44(د)۔ میدان جنگ سے فرار کی اسکیم میدان جنگ ہی میں بنائی گئی تھی اور ولایت سازی پر مومنین میں تنازعہ کھڑا ہو گیا تھا۔

اب ہم یہ دکھائیں گے کہ مومنین میں دو گروہ تھے ایک دنیا کا دلدادہ دوسرا آخرت کا دلدادہ اول الذکر نے عین جنگی کامیابی کے وقت ولایت وخلافت کی بحث چھیڑ دی، جنگ بند کر دی اور فتح کو شکست میں تبدیل کرنے اور ولایت سازی کے لئے جدا ہو کر فرار کر گئے آیت سنئے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ O (3/152)

مودودی ترجمہ ''اللہ نے تائید ونصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا۔ اور جوں ہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ دنیا کے طالب ہیں اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے ہیں۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پس پا کر دیا۔ تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا۔ کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 295-294)

44(ہ)۔ مودودی کی جانبداری ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

ہمارا ترجمہ: ''اللہ نے جو وعدہ تم سے کر رکھا تھا اس نے پورا کر دیا چنانچہ تم نے دشمن کو بہت تنگ پکڑا تھا اور اُسے اپنی برتری محسوس کرا دی تھی اور یہ کچھ اللہ کی طرف سے ہوا تھا۔ مگر جب تم نے عورتوں کی طرح بزدلی دکھائی اور اپنی حکومت کا تنازعہ کھڑا کر دیا اور رسوؐل اللہ کی نافرمانی اختیار کر لی اس چیز کو سامنے دیکھ لیا جو تمہیں محبوب ہے۔ تم میں سے ایک تو وہ لوگ ہیں جو دنیاوی اقتدار کے ارادے سے ایمان لائے ہیں ایک وہ ہیں جو آخرت حاصل کرنے کے ارادے سے ایمان لائے ہیں اس دنیادار گروہ کی وجہ سے تمہیں شکست ہوگئی تاکہ تمہاری آزمائش ہو جائے اور دلوں میں پوشیدہ منصوبہ سامنے آ جائے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں نظر انداز کر دیا اس لئے کہ اللہ مومنین کے حق میں فضل کرنے والا ہے۔''
(3/152 سورہ آل عمران)

44(و)۔ آل عمران کی آیات (159 تا 3/152) پر تبصرہ اور قریشی قسم کے مومنین کی حالت، عمل در آمد اور اُن کا منصوبہ۔

ہم نے آیات کا یہ سلسلہ اُن لوگوں کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے پیش کیا ہے جن کو قریشی مومنین اور قریشی علما نے جماعت مشاورت کا سرغنہ قرار دیا ہے۔ جن کو وہ باقی تمام مومنین سے افضل اور سب سے بڑے دانشور سمجھتے اور لکھتے چلے آئے ہیں اور اُن ہی میں سے ابوبکر و عمر و عثمان کو انتہائی بلند مقام دے رکھا ہے۔ اور اس لئے بھی یہ سلسلہ سامنے لایا گیا تھا تاکہ قریش کے مذہب میں مشاورت ہی پر دین کا سارا دارومدار ہے اور اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نے رسوؐل اللہ کو مندرجہ بالا صحابہ سے مشورہ کرکے احکام نافذ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے اسی سلسلے کی آخری آیت سب سے پہلے لائی گئی تاکہ مشورہ اور مشاورت کے معنی معلوم ہو جائیں اور جن لوگوں سے مشاورت کا حکم دیا گیا ہے وہ کون اور کیسے مومنین تھے؟ لہٰذا آیت لکھتے ہی پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ تو کوئی جرم یا قصور کئے ہوئے لوگ ہیں اور انہیں معاف کئے بغیر کوئی اور بات نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد ہم نے اس قصور یا جرم کو معلوم کرنے کے لئے مسلسل پیچھے ہٹنا اور قصوروں کی فہرست بنانا شروع کیا یہاں تک ہم آیت (3/152) تک واپس آئے اور دیکھا کہ جو لوگ شاورھم والی آیت (3/159) میں موجود ہیں صرف رسوؐل اللہ کی نرمی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ساتھ چپکے رہنے والے لوگ ہیں (3/159) اور ساتھ ساتھ لگے رہنے والے موقعہ شناس لوگ 7ھ تک کثرت سے موجود تھے (جمعہ 11 تا 62/9) چونکہ یہ فرمایا گیا تھا کہ ان لوگوں کو معاف کردے اور اُن کے لئے بخشش بھی طلب کر (3/159) اس لئے ضروری ہوا کہ اُن کا ماضی دیکھا جائے اور قصور تلاش کئے جائیں جو انہوں نے کئے تھے لہٰذا ہم (3/159) سے پیچھے ہٹتے ہٹتے (3/152) تک آئے اور معلوم ہوا کہ اُن لوگوں کے قصور و جرائم اور گناہ حسب ذیل تھے۔ اور انہیں مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا تھا۔

44(ز)۔ قریشی لیڈروں یا صحابہ کے قصوروں اور جرائم کی فہرست۔

1۔ عورتوں کی طرح بزدلی عین میدان جنگ میں۔ حکومت حاصل کرنے کا تنازع کھڑا کرنے اور مومنین میں پھوٹ ڈالنے والے اور مال دنیا کے لئے اسلام لانے والے (3/152)۔ اور نافرمانی کرنے والے۔

2۔ حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے رسوؐل کو قتل کرانے کے لئے دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جانے والے اور بلانے پر بھی رسوؐل کی مدد کو نہ آنے والے (3/155)(3/154)(3/153)۔

3۔ اپنی حکومت کے منصوبے کو پوشیدہ رکھ کر اسی کے حصول کا موقعہ تلاش کرنے والے۔ اللہ و رسوؐل کے مقاصد کو یکسر نظر انداز کرنے والے۔ موقع ملنے پر جہاد سے بھاگ جانے والے۔ ایام جاہلیت کے دین پر قائم رہنے والے اور اللہ پر وہی دین تھوپنے والے کھل کر اسلامی حکومت میں اقتدار و حصہ مانگنے والے (3/154)(3/153)۔

قارئین سوچیں کہ مومنین اس سے بڑے اور جرائم کیا کرسکتے ہیں سوائے اس کے کہ اپنے رسوؐل کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتے؟ افسوس کہ مذکورہ قریشی مومنین نے یہ بھی کیا اور حضوؐر کو دوا کے بہانے زہر دے کر قتل کر ڈالا (بخاری) اور پھر اولادِ رسوؐل کا قتل عام جاری رکھا (2/205)۔

44(ح)۔ آیات (159 تا 3/152) پرویز سے بھی سُن لیں اور اُن کے ہتھکنڈے، جانبداریاں اور مومنین حقا پر انہیں بھی مطلع کردیں

مسٹر پرویز نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ عہد رسوؐل میں ایمان لانے والا کوئی مومن ایسا نہیں جو جنت کا حقدار نہ ہو اور جس سے وہ حرکات سرزد ہوں جو عجمی تاریخ میں بھری پڑی ہیں۔ پرویز لکھتے ہیں کہ:

پرویز اور آیت (3/152): ''اور دیکھو یہ واقعہ ہے کہ اللہ نے اپنا وعدۂ نصرت پورا کر دکھایا تھا جبکہ تم اُس کے حکم سے دشمنوں کو تہہ تیغ کر رہے تھے۔اور ہر طرح جیت تمہاری ہی تھی۔لیکن جب ہم نے تمہیں فتح مندی کا جلوہ دکھایا جو تمہیں اس قدر محبوب ہے۔تو تم نے کمزوری دکھائی اور جنگ کے بارے میں باہمدِ گر جھگڑنے لگے ایک گروہ نے کہا اب مورچہ پر ٹھیرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور دوسرے گروہ نے کہا کہ نہیں ہم تو آخر تک یہیں جمے رہیں گے اور بالآخر اپنے قائد کے حکم سے کہ وہ اللہ کا رسولؐ تھا نافرمانی کر بیٹھے۔تم میں کچھ لوگ تو ایسے تھے جو دنیا کے خواہشمند تھے مال غنیمت کے پیچھے پڑ گئے کچھ ایسے تھے کہ جن کی نظر آخرت پر تھی مال غنیمت سے بے پرواہ ہو کر اپنی جگہ جمے رہے اور شہید ہوئے۔ پھر ہم نے تمہارا رخ دشمن کی طرف سے پھرا دیا تا کہ تمہیں اس حادثہ سے آزمائیں۔اور اس طرح تمہاری فتح شکست سے بدل گئی بایں ہمہ خدا نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اس لغزش کے اثرات سے تمہارے دل پاک صاف ہو گئے۔ بلاشبہ وہ مومنوں کے لئے بڑا ہی فضل والا ہے۔ (3/152 معارف القران جلد 4 صفحہ 532-531)اس آیت کا مفہوم لکھتے ہیں۔

پرویز بارہ سال بعد اسی آیت (3/152) پر: ''صرف دنیاوی مفاد پر نگارہ رکھنے سے کس قدر اجتماعی نقصان ہوتا ہے اس کا تجربہ تم خود ایک جنگ میں کر چکے ہو۔تم قانون خداوندی کے مطابق دشمن کو تہہ تیغ کر رہے تھے۔تمہیں غلبہ حاصل ہو رہا تھا۔اور اس طرح خدا کا وہ وعدہ پورا ہو رہا تھا جو اس نے تم سے کر رکھا تھا۔لیکن عین اس وقت تمہارے پاؤں میں لغزش پیدا ہو گئی۔معاملہ پیش نظر میں تم نے باہمی تنازعہ شروع کر دیا اور تمہارے کمانڈر نے جو حکم تمہیں دے رکھا تھا تم نے اُس کی نافرمانی کی۔حالانکہ فتح و کامرانی، جو تمہارا محبوب مقصد تھا۔تمہاری آنکھوں کے سامنے تھا۔تمہیں معلوم ہے ایسا کیوں ہوا تھا؟ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ قریبی مفاد پر ٹوٹ پڑے اور کچھ ایسے رہ گئے جن کی نگاہیں مستقبل کے مفاد پر تھیں یوں تمہارا رخ دشمن سے ہٹ کر دوسری سمت کو ہو گیا تمہیں شکست ہو گئی اس طرح تم پر اپنی حقیقت واشگاف ہو گئی۔ بہر حال اس کے بعد تم نے اپنی غلطی کو محسوس کیا پھر اپنے مقام پر واپس آ گئے تمہیں کامیابی حاصل ہو گئی اور یوں تمہاری لغزش کے اثرات مٹ گئے۔اللہ کا قانون یہی ہے کہ ایک بار کی لغزش سے انسان ہمیشہ کے لئے کامرانیوں سے محروم نہیں ہو جاتا وہ جب بھی غلطی کا احساس کر کے صحیح راستے پر آجائے خدائی نوازشات سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 159)

پرویز نے کیا کیا کہا؟ اور اللہ نے کیا فرمایا؟

قارئین پرویز نے مذکورہ مومنین کی پردہ پوشی میں دل بھر کر جھوٹ لکھا ہے۔دونوں بیانات میں پرویز نے آیت کے خلاف لکھا ہے کہ:

1۔اُن مومنین کی لغزش کے اثرات مٹ گئے خدا نے انہیں معاف کر دیا اور اُن کے دل لغزش کے اثرات سے پاک صاف ہو گئے۔

2۔ پہلے بیان میں امر میں تنازعہ کو جنگ میں تنازع قرار دیا ہے دوسرے بیان میں معاملہ پیش نظر میں تنازعہ لکھا ہے۔ وہاں مورچہ پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کا ذکر تھا۔ دوسرے بیان میں اُسے غائب کر دیا ہے۔

3۔ پہلے بیان میں دنیا کے خواہشمندوں کا وجود مانا ہے دوسرے میں قریبی مفاد میں بات الجھا دی ہے۔ بہر حال پرویز نے مان لیا کہ وہ مومنین مال غنیمت لوٹنے میں لگ گئے تھے انہوں نے رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کی تھی وہ دنیاوی مفاد پر نگاہ رکھنے والے تھے۔میدان جنگ سے بھاگنے والے مومنین مان لیا ہے۔رہ گیا معاف کرنا اس پر مستقل عنوان قائم کر کے دکھائیں گے کہ معاف کرنا کے معنی نظر انداز کر کے موقع دینا ہوتے ہیں۔بخشنا نہیں ہوتے نہ قصور کا اثر زائل ہونا ہوتے ہیں۔

پرویز کا آیت (3/153) کا پہلا مفہوم (اِذْ تُصْعِدُوْنَ)۔

''اے پیروانِ دعوت ایمانی وہ وقت بھی یاد کرو جب تم میدان جنگ سے بھاگے جار ہے تھے اور بدحواسی کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے کی طرف مڑ کر دیکھنا تک نہ تھا۔ اور اللہ کا رسولؐ تھا کہ پیچھے سے پکار رہا تھا۔ سو جب تمہارا یہ حال ہوا تو اللہ نے بھی تمہیں رنج پر رنج دیا۔ تا کہ اس حادثہ سے عبرت پکڑ واور آئندہ نہ تو اس چیز کے لئے رنج وملال کرو جو ہاتھ سے جاتی رہے نہ اس مصیبت پر غمگین ہو جو سر پر آپڑے اور یاد رکھو جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 532)

بارہ سال بعد وہی آیت (3/153) ''اس شکست میں بدحواسی سے تمہاری حالت یہ ہورہی تھی کہ تم منہ اٹھائے بھاگے چلے جار ہے تھے۔ اور کوئی ایک دوسرے کی طرف مڑ کر نہ دیکھتا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہے؟ حالانکہ تمہارا رسولؐ تمہیں پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا۔ یوں تمہیں نقصان پر نقصان ہوا۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ تم آئندہ کے لئے نصیحت پکڑو کہ اپنے مقام سے ازخود کبھی نہ ہلنا۔ اگر تم دیکھ رہے ہو کہ اگر میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑا رہا تو یہ چیز جاتی رہے گی اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے پیچھے نہ لپک پڑو۔ یا اگر کوئی سخت مصیبت آرہی ہو تو اس سے گھبرا کر اپنا مقام نہ چھوڑ دو۔ تم اپنی جگہ پر جمے رہو۔ خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔'' (جلد اول صفحہ 159)

پرویز نے دونوں بیانات میں اُن مومنین کی خوب خبر لی ہے اور نہ کچھ چھپایا نہ طرفداری کی اور مان لیا کہ وہ مومنین رسولؐ کی مدد کو بلانے سے بھی نہیں آتے تھے اور تنہا دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔

پرویز اور آیت (3/154) (ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ): ''پھر دیکھو ایسا ہوا کہ اللہ نے ابتری اور پریشانی کے غم وافسوس کے بعد تم پر بےخوفی کی خود فراموشی طاری کردی یعنی یکا یک تمہارے دل اس طرح مطمئن ہو گئے کہ خوف وہراس کا احساس تک نہ رہا یہ حالت مومنین کے ایک گروہ پر بھی چھا گئی۔ لیکن تم میں سے ایک دوسرا گروہ تھا جسے اس وقت بھی اپنی جانوں ہی کی پڑی تھی اور اللہ کی جناب میں عہد جاہلیت کے ظنون واوہام رکھتا تھا۔ اس گروہ کے لوگ کہتے تھے کہ ''جو کچھ ہوا اس میں ہمیں کوئی دخل نہ تھا۔'' یعنی ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم کچھ کرتے اے پیغمبرؐ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اسی معاملہ پر کیا موقوف ہے ساری باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ لیکن اللہ ہی نے ہر نتیجہ کے لئے اُس کے اسباب بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے ان کے کہنے کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اگر اس معاملے میں (فتح وکامرانی) سے کچھ ہوتا تو میدان جنگ میں نہ مارے جاتے۔ اے پیغمبرؐ ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں کے اندر بیٹھے ہوتے جب بھی جن کے لئے مارا جانا تھا وہ گھر سے ضرور نکلتے اور مارے جانے کی جگہ پہنچ کر رہتے اور جنگ اُحد میں جو کچھ پیش آیا تو اس میں چند در چند مصلحتیں پوشیدہ تھیں از آں جملہ کہ اللہ کو منظور تھا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا ہوا ہے اس کے لئے تمہیں آزمائش میں ڈالے اور جو کدورتیں تمہارے دلوں میں پیدا ہو گئی تھیں انہیں پاک و صاف کردے اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو انسانوں کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 533-532)

اس بیان میں پرویز نے تمام مومنین کو محفوظ رکھنے کے لئے قرآن کے الفاظ کو بڑی جرأت اور بےدردی سے تباہ کیا ہے اور اُن کے تحفظ کے لئے آیت کے تمام مطالب ومفاہیم کو بدل کر الٹ کر رکھ دیا ہے۔ لیکن بارہ سال کے بعد اُسے اپنی بددیانتی اور غلط کاری کا احساس ہوا اور یقین ہو گیا کہ آیت میں مذکور لوگوں کو حرکات ہرگز حقیقی مومنین جیسی نہ تھیں۔ آخر انہیں منافق لکھا اور خوب مذمت کی سنئے:

پرویز بارہ سال بعد سمجھے کہ اُن کے ممدوح مومنین تو منافق تھے: ''رسولؐ کی اس آواز میں چھپے ہوئے عزم وثبات نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا

اور اس طرح شکست کے غم وحزن کے بعد تم پر اطمینان وسکون کی فضا طاری ہوگئی (8/11) لیکن اطمینان وسکون کی یہ کیفیت صرف اُن ہی پر طاری ہوئی جن کے ایمان پختہ تھے۔ اور اُن سے محض یہ عارضی لغزش ہوگئی تھی۔ ان کے برعکس دوسرا گروہ منافقین کا تھا جنہیں اب بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اور اُن کا دل خدا کے متعلق جہالت کی بناپر عجیب قسم کے خیالات کی آماجگاہ بن رہا تھا۔ ایسے خیالات جو زمانہ جاہلیت میں تو عام تھے لیکن انہیں اسلام نے دور کر دیا تھا۔ کبھی وہ کہتے کہ جنگ کے معاملے میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہونا چاہئے تھا اس بات کا فیصلہ کہ جنگ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر کرنا چاہئے تو اس کا پروگرام کیا ہونا چاہئے؟ ہماری مرضی کے مطابق ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس قسم کے فیصلے کسی فرد یا گروہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا کرتے۔ یہ معاملات نظام خداوندی کے طے کرنے کے ہوتے ہیں۔ اور اسی کو اس کا کلی اختیار ہوتا ہے اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اس قسم کی باتیں محض دکھانے کے لئے کر رہے ہیں۔ جو کچھ اُن کے دل میں ہے اُسے ظاہر نہیں کرتے اُن کے دل میں دین کی بابت شک ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں ہمیں کچھ اختیار دیا جاتا تو ہم اس مقام پر آکر کبھی قتل نہ ہوتے ہم اپنے گھروں میں رہتے۔ اُن سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں رہنے کا فیصلہ بھی کر لیتے تو جماعت مومنین تمہاری تقلید نہ کرتی جب ان پر جنگ واجب قرار دی جاتی تو یہ خود بخود میدان کی طرف آجاتے۔ اس شکست سے ہوا یہ کہ جو کچھ کسی کے دل میں تھا ابھر کر سامنے آگیا۔ منافقین کی منافقت ظاہر ہوگئی اور پختہ ایمان والے مصائب کی اس بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اس لئے کہ اللہ تو دل میں گزرنے والے خیالات تک سے واقف ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 160)

قارئین غور کریں اور دیکھیں کہ یہ اُسی آیت کا سامان ہے جسے 12 سال پہلے قطعاً غائب کر دیا تھا۔ بہر حال دیر آید درست آید یہ ہیں پرویز کے وہ مومنین جن کی مذمت تاریخ میں ہو تو قابل قبول نہیں ہے اور یہی ہیں وہ لیڈر اور مومنین جن کے لئے **شاورھم فی الامر** آیا تھا جو سر سے پیر تک مجرم تھے۔ اور یہی وہ لفظ ''امر'' جو برابر **شاورھم** والی آیت (3/159) کے اس سلسلے کی آیات میں آرہا ہے اور پرویز کے بقول بھی اور مودودی کے بقول بھی جس کے پورے اختیارات اللہ یا نظام خداوندی کے اختیار میں ہیں تو سوچو کہ اسی امر میں اُن مجرموں اور بقول پرویز منافقوں سے مشورہ کرنے کے کیا معنی ہوں گے؟

<u>پرویز اور آیت (3/155) کا مفہوم پڑھیں (اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا):</u> ''تم میں سے اُس دن جن لوگوں نے لڑائی سے منہ موڑ لیا تھا جس دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے تو ان کی لغزش کا باعث صرف یہ تھا کہ بعض کمزوریوں کے باعث جو انہوں نے پیدا کر لی تھیں شیطان نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے۔ یہ بات نہ تھی کہ اُن کے ایمان میں فتور آگیا تھا۔ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ خدا نے اُن کی یہ لغزش معاف کر دی وہ یقیناً بخشنے والا اور انسانوں کی کمزوریوں اور خطاؤں کے لئے بہت بردبار ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 533)

<u>وہی آیت (3/155) اور پرویز بارہ سال بعد:</u> اس آیت میں آیا ہوا لفظ ''الشَّيۡطٰنُ'' بارہ سال میں ترقی کر کے ''پیش پا اُفتادہ مفاد'' بن گیا۔ سنئے:

''جب اس دن دونوں لشکر آمنے سامنے آئے ہیں تو تم میں سے جو لوگ لڑائی سے مُنہ موڑ کر بھاگ نکلتے تھے۔ اُس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اُن کے ایمان میں فرق آگیا تھا وجہ صرف یہ تھی کہ اُن کی بعض کمزوریوں کے باعث ''پیش پا افتادہ مفاد'' کی کشش نے اُن کے قدم ڈگمگا دیئے تھے اس قسم کی ہنگامی لغزشوں سے خدا کا قانون درگزر کر لیتا ہے۔ اور ملت کا اجتماعی حسنِ عمل افراد کی ایسی لغزشوں کے مضر اثرات کی روک تھام کر دیتا ہے۔ خدا کا قانون ذرا ذرا سی باتوں پر بھڑک نہیں اٹھتا وہ بڑا ابھاری بھر کم ثقہ اور وزنی ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 160-161)

پرویز کے مفاہیم صرف اُسی وقت صحیح کہلا سکتے ہیں جب کہ اُن کو اللہ مان لیا جائے۔

قارئین کو یقین آ چکا ہوگا کہ پرویز صاحب آیات میں نازل شدہ الفاظ کی پرواہ کئے بغیر جو کچھ اُنہیں پسند ومطلوب ہو آیات کا مفہوم کہہ کر لکھتے چلے جاتے ہیں۔اُن کے لکھے ہوئے مفاہیم کے لئے اگر آیات میں الفاظ طلب کرلیں جن کا وہ مفہوم ہے یا ہوسکتا ہے تو پرویز بمشکل چالیس فیصد الفاظ پیش کرسکیں گے۔یعنی وہ قرآن میں ساٹھ فیصد اپنے خیالات کا اضافہ کرتے ہیں تب اُن کا،قریش کا اور اُن کے شاہکار کا مذہب بمشکل چالیس فیصد درست ثابت ہوسکتا ہے۔یعنی ابھی کسی مستقبل میں آنے والے پرویز کو سو فیصد اضافہ کرنا پڑے گا تا کہ اُن کا ابلیسی مذہب سو فیصد صحیح کہلا سکے یعنی اُن کے قریشی بزرگوں نے صحیح کہا تھا کہ:

''یہ قرآن اس صورت میں ہمارے مذہبی عقائد وافکار واقدامات کے لئے موزوں نہیں لہٰذا دوسرا قرآن لے آؤ یا اسی کو ہمارے مسلک اور مذہب کے مطابق بدل کر موزوں کرلو۔''(سورۃ یونسؑ 10/15)

ایک اہم ضرورت لفظ ملت کے معنی: ہم نے چاہا تھا کہ لفظ ملت کے معنی پرویز کی لغات القرآن سے لکھتے جو پرویز کے لئے بھی سند ہوتے مگر اس شخص نے ملت کے معنی ''املا کرانے والی قوم'' اپنی لغت میں نہیں لکھنے تھے۔اور یہ ہماری ضرورت اور شرط رہتی ہے کہ ہم مدمقابل کو اس کے الفاظ سے باندھ کر اس کی پٹائی کریں۔گو ایسا کرنے کے لئے مخالف کی تمام تصنیفات کو بنظر غائر پڑھنا اور یاد رکھنا پڑتا ہے اور بہت زحمت اٹھانا پڑتی ہے مگر ہم اس پر عمل کر کے ہی خوش اور مطمئن ہوتے ہیں۔یہاں پرویز نے دوبارہ ہمارے لئے سند فراہم کردی ہے اور مفہوم القرآن میں لکھا ہے کہ ''ملت کا اجتماعی'' حسن عمل افراد کی ایسی لغزشوں کے مضر اثرات کی روک تھام کردیتا ہے۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 161)

اب قارئین پھر نوٹ کریں کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تیار کردہ ایک امۃ مسلمہ یعنی ملت ابراہیمؑ عہد رسولؐ کے قبل سے چلی آ رہی تھی جس کی پیروی اور اقتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر از روئے قرآن واجب ولازم تھی۔اور عہد رسولؐ میں اس ملت یا قوم کے سربراہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام تھے چنانچہ ان دونوں حضرات پر ایمان لانا اور اُن کی پیروی واقتدا کرنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب ولازم تھی۔لہٰذا وہ حضرات نوٹ کریں جو کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؑ وابوطالبؑ رسولؐ پر ایمان نہیں لائے۔

44(ط)۔مادہ ''ع۔ف۔و'' سے بننے والے الفاظ میں قصور،غلطی،خطا،گناہ یا جرم کو بخش دیئے جانے کا مفہوم ہرگز نہیں ہوتا۔

قریش اور قریشی علما نے چودہ سوسال سے ساری دنیا کو یہ فریب دیا ہے کہ الفاظ ''عفو یا معافی یا معاف'' وغیرہ کے معنی کسی قصوروار یا خطاکار و گناہگار یا مجرم کو بخش دینے کے ہوتے ہیں اور عفو یا معافی اور معاف کردیئے جانے والے پر اس کے قصور یا خطا یا گناہ یا جرم کا کوئی مواخذہ یا بازپرس یا اثر نہیں رہتا ہے۔اور یہی فریب مودودی اور پرویز نے اس عنوان میں مذکور آیات اور مجرموں کے متعلق خم ٹھوک کر اور سینہ تان کردیا ہے جو سراسر باطل ہے۔اور ہم پوری تفصیل سے ان کے اس فریب کو ابھی ابھی ثابت کرتے ہیں۔اشعار ہمیں بھی بہت یاد ہیں لیکن مذہبی گفتگو اس سے کہیں زیادہ مقدس ہے کہ اس میں اشعار،شاعری یا شاعروں سے مدد لی جائے یا گفتگو کو رونق دی جائے۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ O(26/224)

پرویز کا مفہوم ''کاھنوں اور ساحروں کے علاوہ شاعروں کو بھی اس بات کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں الہام کی رو سے کہتے ہیں اس لئے وحی اور شعر کا سرچشمہ ایک ہی ہے یعنی وجدان۔عربوں میں اور دیگر اقوام میں بھی یہ عقیدہ عام تھا کہ شاعر کو الہام ہوتا ہے۔''نوائے سروش'' اور''

صدائے ھاتف'' جیسے تصورات اسی عقیدے کے مظاہر ہیں۔اسی کو اب وجدان (Intuition) سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن قرآن کریم نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ وحی ان تمام چیزوں سے بالکل الگ شے ہے۔یہ بھی غلط ہے۔ان دونوں میں بنیادی فرق ہے۔اتباع وحی کرنے والوں کی جماعت اپنے سامنے ایک متعین نصب العین رکھتی ہے۔اور اُن کا ہر عمل ٹھوس تعمیری نتیجہ مرتب کرتا ہے۔اس کے برعکس شاعروں کے پیچھے چلنے والے وہ فریب خوردہ لوگ ہوتے ہیں جو جذبات کی رو میں بہے چلے جاتے ہیں اور کبھی حقائق کا سامنا نہیں کرتے تعداد کے لحاظ سے دیکھو تو ٹڈی دل کی طرح بے شمار لیکن نتیجہ کے اعتبار سے دیکھو تو تخریب ہی تخریب'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 858-859)

2۔**وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ**O (یٰسٓ 36/69)

شاعری کے دلدادہ پرویز کا مفہوم: ''ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اگرچہ تشبیہات واستعارات کے انداز میں کہہ رہے ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم یونہی شاعری کر رہے ہیں ہم نے اپنے رسولؐ کو شاعری نہیں سکھائی، نہ ہی شاعری ایسے شخص کے شایان ہے جو ایک انقلاب انگیز پیغام حیات لے کر آیا ہو۔لہٰذا یہ شاعری نہیں (26/224) یہ تو تاریخی حقایق ہیں اور ایک واضح ومحکم ضابطۂ حیات ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1029)

پرویز کی لغت پرویز کی مخالفت کرتی ہے۔ یہ ہیں پرویز جو ہر عنوان کی بسم اللہ کسی نہ کسی عجمی شعر سے کرتے ہیں۔پرویز کی لغت بھی قریش کو نہیں بخشتی سنئے: ''ع۔ف۔و'' ''عَفُوٌ'' اس کے اصلی معنی ''ترک'' کے ہیں۔''عَفَاعَنْهُ'' اُسے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا۔اور جانے دیا۔معاف کر دیا۔قرآن کریم میں عَفُوٌ اور صَفْحٌ کے لفظا اکھٹے آئے ہیں (2/109)۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 39)

چونکہ پرویز نے حسب عادت یہ آیت لا پٹخی ہے اور آگے بڑھتے چلے گئے ہیں لیکن ہم اُن کی لغت کے بیان کو فی الحال چھوڑ کر اس پٹخی ہوئی آیت کا مفہوم اُن ہی کے قلم سے پہلے لکھیں گے پھر آگے بڑھ کر اُن کی لغت کا مضمون سامنے لائیں گے۔آیئے آیت دیکھئے اور ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی کو یہود ونصاریٰ کی لائن میں کھڑا کیجئے:

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌO (بقرہ 2/109)

پرویز کا مفہوم: ''ان اہل کتاب میں سے اکثر چاہتے ہی یہ ہیں کہ تمہارے اس ایمان کے بعد تمہیں پھر کفر کی طرف لوٹا دیں یہ اس لئے نہیں کہ حقیقت اُن پر واضح نہیں ہوئی ہے۔حقیقت تو ان کے سامنے نکھر کر آچکی ہے لیکن یہ اپنے قومی تعصب کی بنا پر اس دین کو اختیار کرنے لئے تیار نہیں اور نہ ہی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اس نظام زندگی کی برکات سے تم فیضیاب ہو۔اب سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ تم ابھی اپنے نظام کے ابتدائی دور سے گزر رہے ہو اس لئے ان سے الجھ کر اپنا وقت اور توانائی ضائع مت کرو۔اس وقت تک کہ فیصلہ کن انقلاب کا مرحلہ سامنے نہ آجائے۔تم اُن سے اعراض برتو (پیٹھ موڑ لو لغات جلد 3 صفحہ 1151) اور اُن کا خیال کئے بغیر اپنے پروگرام کی تکمیل میں آگے بڑھتے جاؤ اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اُس سے درگزر کرو (5/13,15/85,73/10,74/11) خدا ہر بات کے اندازے سے واقف ہے۔اور حالات پر پورا پورا کنٹرول رکھتا ہے۔اس لئے وہ جانتا ہے کہ کس موقعہ پر کون سی روش اختیار کرنی چاہئے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 39)

گو اِسی ایک حوالے سے پرویزی صحابہ اور مومنین کی معافی کے معنی واضح ہو گئے اور بہت قابل شرم صورت حال سامنے آگئی ہے۔مگر ہم پرویز کو اور اُن کے صحابہ ومومنین کی معافی کو جلدی سے چھوڑنے والے نہیں ہیں اس اقتباس میں بھی پرویز نے چار عدد آیات لا پٹخی ہیں لہٰذا اُن کے مفاہیم کو اگر پورا لکھیں تو

وقت ضائع ہوگا اس لئے پرویز کے الفاظ میں پرویز کے لکھے ہوئے مفاہیم کا نچوڑ ضرور لکھیں گے تا کہ معافی کے معنی کی مزید وضاحت ہو جائے۔

آیت (5/13) کیا کہتی ہے؟۔ ''جن لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی ہو اُن سے اُلجھنا بیکار ہے اس لئے تم اُن سے دامن بچاتے ہوئے اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھتے رہو۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 244)

آیت (15/85) نے کیا کہا ہے؟: ''لہٰذا تم اُن سے اُلجھو نہیں، تبلیغ حق کا جس قدر کام وہ ہو چکا اب تم ان سے نہایت خوش آئند طریق سے الگ ہو کر اپنے پروگرام کی تکمیل میں مصروف رہو۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 590-591)

قارئین سورہ آل عمران کی آیت (3/159) میں مذکور طریقہ سے زیادہ خوش آئند طریق اور کیا ہوسکتا تھا کہ انہیں اپنے دائرے سے الگ سمجھا جائے اور ایسے غداروں اور فریب سازوں کو بخش دیئے جانے کی ڈھیل دی جائے اور عمدہ عمدہ باتیں کر کے ان ملاعین کو ساتھ لگائے رکھا جائے اور اپنے پروگرام کو مکمل کیا جائے۔

(73/10) میں کیا ترکیب ہے؟۔ ''اپنے مخالفین کی کسی بات سے اثر پذیر مت ہو، اُن کی طرف سے صرفِ نظر کر کے اپنے پروگرام پر ثبات واستقامت سے جمے رہو۔ اور اپنے دامن کو (ثلاثہ اینڈ کمپنی کی) خاردار جھاڑیوں سے، حسن کارانہ انداز سے بچاتے جاؤ، اور اس طرح (قریش کے) ان لوگوں سے الگ ہٹتے چلے جاؤ۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1375)

(74/11) ملاعین کیلئے کیا کہتی ہے ''تم اُن سے اُلجھے بغیر اپنی راہ چلتے جانا ان سے ہمارا قانونِ مکافات خود نپٹ لے گا۔'' (ایضا صفحہ 1380)

قارئین سوچیں کہ پرویز کو اِن آیات (5/13,15/85,73/10,74/11) کے پٹخنے سے نقصان ہوا یا فائدہ۔ یاد رکھو قرآن سے غلط کاروں کو کبھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

2۔ پرویز کی لغت مسلسل جاری ہے۔ ''ان دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ صَفۡحٌ بلیغ تر ہے یعنی بالکل چھوڑ دینا۔ اور عَفۡوٌ میں یہ ہوسکتا ہے کہ کچھ کہہ سن کر چھوڑ دیا جائے۔ صاحب محیط کے نزدیک عَفۡوٌ اور مَغۡفِرَۃٌ میں فرق یہ ہے کہ غُفۡرَانٌ میں سزا قطعًا نہیں ہوتی اور عَفۡوٌ سزا سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور بعد سزا بھی ہوسکتا ہے۔ سزا کے بعد عَفۡوٌ سے مراد ہوگا سزا کے اثرات کو مٹا دینا۔ اور مَغۡفِرَۃٌ کے معنی ہوں گے اُن اثرات سے شروع ہی سے بچائے رکھنا۔'' صحاح میں ہے کہ عَفۡوُ الۡمَالِ اُس مال کو کہتے ہیں جو کسی خرچ سے زائد ہو۔'' (ایضًا جلد 3 صفحہ 1176-1177)

3۔ پرویز قرآن سے انفاق کے مسئلہ کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ (لغات القرآن کا بیان جاری ہے)

''قرآن کریم میں ہے کہ یہ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ ہم کس قدر مال و دولت نوع انسان کی نشو ونما کیلئے کھلی رکھیں اور کس قدر خود اپنے لئے رکھیں؟ اس کے جواب میں کہا کہ قُلِ الۡعَفۡوَ (2/219) ان سے کہہ دو کہ جس قدر تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو سب کا سب۔'' (ایضًا صفحہ 1177)

ہمارا خیال ہے کہ پرویز ہی کی لغت کافی ہے قریش کی اور اُن کی تباہی کے لئے۔ لہٰذا جہاں جہاں قرآن کریم میں مومنین کے لئے لفظ عَفَا یا عَفۡوٌ وغیرہ آئیں وہاں یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ اُن کے قصور یا گناہ یا جرائم بخش دیئے گئے اور اب قیامت یا رَجعت میں اُن پر مواخذہ یا باز پُرس باقی نہیں رہی ہے۔ یاد رکھیں کہ تمام قریش کے اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں اور دنیا میں عمومًا اور مسلمانوں میں خصوصًا جو گناہ یا جرم ہو رہا ہے اس کے گناہ میں قریش شامل ہیں اور اُن سب کے اعمالناموں میں ہر ایک کے ساتھ گناہ یا جرم لکھا جا رہا ہے۔ اور روز جزا تک برابر لکھا جاتا رہے گا اس لئے پہلے یار کو اَلظَّالِمُ (25/27 تا 29) فرمایا گیا تھا تمام مظالم کا نمائندہ۔

45۔مومنین خفیہ طریقے سے دشمنانِ خدا سے محبت واحترام کا رشتہ قائم کئے ہوئے تھے رسولؐ کے خلاف اُن سے پیغام وسلام رکھتے تھے۔

پرویز کہتے ہیں کہ کسی مومن سے بعد رسولؐ کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو قرآنی تعلیمات کے خلاف یا باعث ملامت ہو۔قرآن پڑھیئے اور خود عہد رسولؐ میں مومنین کے فکر وعمل کو دیکھئے اور پرویز اینڈ کمپنی کو اُن کے قریشی مومنین سے ملایئے۔اللہ نے اُن مومنین سے فرمایا تھا کہ:

یَآاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَاجَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡابِاللّٰہِ رَبِّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِھَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡھِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَآ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَآ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡہُ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِO(سورہ ممتحنہ 60/1)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو،اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر وطن چھوڑ کر گھروں سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسولؐ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو۔تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 422 تا 424)(سورہ ممتحنہ 60/1)

آٹھویں ہجری تک مومنین کا حال اس آیت میں بیان کردیا گیا ہے بہر حال پرویز سے بھی سن لیں کہ وہ اس آیت سے کیا سمجھے؟

پرویزی مفہوم: ''اے پیروانِ دعوتِ ایمانی چاہیے کہ تم اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بنائے رکھو۔اس طرح کہ ان سے دوستی جتلانے لگو۔بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جو تمہارے پاس آئے ہوئے دین حق،صحیح نظام زندگی کا انکار کر چکے ہیں۔اور صرف اس بنا وقصور پر کہ تم اپنے پروردگار حقیقی پر یقین وایمان رکھتے ہو۔تمہیں شہر بدر کر چکے ہیں۔اگر تم میری راہ حق میں جہاد کرنے کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلے ہو اور ساتھ ہی میری رضامندی بھی حاصل کرنا چاہتے ہو اور کیفیت یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے چپکے چپکے دوستی بھی جتلاتے ہو۔حالانکہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو۔اور یاد رکھو جو کوئی بھی تم میں سے یہ روش اختیار کرے گا تو جان رکھو وہ بلاشبہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 493(60/1)

45(الف)۔مودودی اور پرویز کی ترجمانی چالاکیاں اور طرفداریاں۔

تمام قریشی علما کے عقائد اور عمل میں یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وَلَایَۃٌ(ول ی)مصدر سے بننے والے الفاظ کا کبھی صحیح ترجمہ نہ کیا جائے اسی لئے دونوں نے اس آیت میں آئے ہوئے لفظ اولیاء کا ترجمہ ''دوست'' کیا ہے حالانکہ وہاں دوستی،محبت اور احترام کیلئے لفظ ''مَوَدَّۃ'' دو مرتبہ آیا ہے۔بہر حال ان دونوں نے یہ مان لیا ہے کہ مومنین رسولؐ کے اور اللہ کے دشمنوں سے محبت ومودۃ کا رشتہ رکھتے تھے اور خفیہ طور پر رازدارانہ انداز میں دشمنوں سے ربط وضبط و پوشیدہ تعلقات رکھتے تھے اور وہ مومن ہوتے ہوئے بھی یہ سمجھتے تھے کہ اللہ کو اُن کے خفیہ تعلقات کا علم نہیں ہے۔لہٰذا اللہ نے اعلان کردیا کہ میں تمہارے خفیہ تعلقات سے خوب واقف ہوں اور تمہارے ظاہری بہانوں وعذرات کو بھی جانتا ہوں اور یہ بھی مان لیا ہے کہ ایسا عمل در آمد رکھنے والوں کا دین رخصت ہوگیا اور گمراہ ہو چکے ہیں۔لہٰذا ہمارا کہنا یہ ہے کہ اللہ نے تمام مخاطب مومنین کو دشمنوں سے،بقول مودودی و پرویز،دوستی اور خفیہ تعلقات رکھنے کا مجرم کہا ہے۔لہٰذا یہ تمام مخاطب مومنین راہ راست سے گمراہ ہو چکے تھے لہٰذا یہ بتانے کا مطلب کہ

وَمَنْ يَّفْعَلْهُ کسی کو گمراہی سے بچا نہیں سکتا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم میں سے جس نے ایسا کیا ہے وہ گمراہ ہو چکا یعنی سب نے اے مومنین ایسا کیا ہے لہٰذا تم سب کے سب راہ راست سے گمراہ ہو چکے ہو۔ اور آئندہ جو ایسا کرے گا وہ بھی گمراہ ہوگا۔ یعنی یہ جملہ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ آئندہ ایسا عمل درآمد کرنے والوں کے لئے بھی ہے یہ مخاطب تو سب کے سب اس آیت میں مجرم قرار دیئے گئے ہیں۔

45(ب)۔ اَولیاء کے صحیح اور مصدری معنی کرنے سے قریشی سازش واضح ہو جاتی ہے۔

درحقیقت اُن مخاطب مومنین پر دوستی کا نہیں بلکہ دشمن پارٹی کو اپنا حکمران بنانے کا جرم عائد کیا گیا ہے۔ اور لفظ مودۃ کے معنی ایسی محبت ہیں جس میں احترام بھی شامل ہو۔ یعنی محبت اپنے سے چھوٹوں اور برابر کے اور بڑے لوگوں سے عام طور پر ہوتی ہے لیکن مودۃ کے لئے لازم ہے کہ اپنے سے بزرگ مرتبہ اور قابل احترام لوگوں سے ہو۔ لہٰذا لفظ اولیاء کے معنی تصدیق ہو گئے کہ دشمنوں کو یہ مومنین اپنا حکمران مانتے تھے اور خفیہ و راز دارانہ تعلقات اس لئے رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہ ہو سکے کہ مومنین کا رابطہ اُن کے دُشمنوں سے ہے۔ اللہ نے یہ راز کھول دیا کہ یہ مومنین ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ مخالفین ہمارے دشمن ہیں اس لئے کہ ہمیں مکّہ سے جلاوطن ہونا پڑا ہے لیکن درحقیقت یہ مومنین اُن کی رعایا ہیں اور اُن کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں تاکہ اُن کے مقاصد کا تحفظ کریں۔ یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ اُن قریشی مومنین کو اس آیت میں نہ کسی اور آیت میں معاف بھی نہیں کیا گیا۔ یعنی اُن کے لئے لفظ درگزر بھی نہیں فرمایا گیا۔ لہٰذا یہ قیامت میں مواخذہ دار اور جہنمی ہیں۔ ان کو بچانے کے لئے ایک قصہ گھڑا گیا ہے لیکن اس قصے میں یہ غلطی ہوگئی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے لئے روانہ ہونے سے پہلے کا ہے اور کسی حاطب نام کے شخص نے قریش کو خط لکھا تھا کہ رسوؐل اللہ مکہ پر حملہ کے لئے فوج لے کر روانہ ہونے والے ہیں۔ مگر وہ خط فوج کی روانگی سے پہلے پکڑا گیا تھا۔ اس پر یہ آیت تنبیہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔ حاطب نے اقرار جرم کر کے معافی مانگ لی تھی اور انہیں بخش دیا گیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ بکواس۔ یہ سب اس لئے باطل ہے کہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ دوران سفر یہ آیت اور کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔ آیت میں تو یہ جملہ ہے کہ: اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۔ اس جملے سے ثابت ہے کہ یہ مومنین جہاد کے لئے اپنے گھروں سے روانہ ہو چکے تھے۔ اور مودودی و پرویز کا ترجمہ بھی اس پر گواہ ہے لہٰذا قریش کا خودساختہ افسانہ اُن کے حق میں تسلیم نہ کیا جائے گا اور قرآن کے خلاف اُن کی یا کسی اور کی کوئی بات نہ مانی جائے گی۔

46۔ وہ مومنین جو قرآن والا ایمان نہ اللہ پر لائے تھے نہ رسوؐل کو قرآن کے مطابق رسوؐل مانتے تھے اور مومن ہوتے ہوئے عذاب کے مستحق تھے۔

پرویز صاحب اُن لوگوں کو قرآن میں دیکھیں جن کو اللہ خود مومن فرماتا ہے اور بتاتا ہے کہ اگر تمھیں دردناک عذاب سے نجات کی ضرورت ہو تو تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اُسکے رسوؐل پر ایمان لاؤ اور اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں جہاد کر کے صرف کر دو تب تمھاری نجات ممکن ہے۔ قرآن سُنیے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (61/10-13)

مودودی:۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچادے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسوؐل پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور

تم کوایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔اورابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمھیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی اوروہ دوسری چیز جوتم چاہتے ہووہ بھی تمھیں دے گا' اللہ کی طرف سے نصرت قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی ہے اے نبیؑ اہل ایمان کواس کی بشارت دے دو۔'' (تفہیم القرآن جلدنمبر 5 صفحہ نمبر 477-478)

مودودی کی تشریح:۔ ''ایمان لانے والوں سے جب کہا جائے کہ ایمان لاؤ تو اس سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ مخلص مسلمان بنو۔ایمان کے محض زبانی دعوے پراکتفانہ کرو بلکہ جس چیز پرایمان لائے ہواسکی خاطر ہرطرح کی قربانیاں برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔'' (ایضاً 478)

پرویز صاحب نے کیا مفہوم لیا؟:

''اے پیروانِ دعوتِ ایمانی کیا میں تم کو (ایسی نفع بخش) تجارت بتلاؤں جوتم کوایک دردناک عذاب کے (اندیشہ) سے بچالے (وہ سوداگری یہ ہے کہ) تم اللہ اوراس کے رسوؐل پریقین (ایمان) رکھواوراللہ کی راہ (حق) میں اپنی جان اوراپنے مال کے ساتھ جہاد کرو۔(یاد رکھو) تمھارے لئے یہی بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو(اگرتم نے یہ طریق عمل اختیار کیا تو یقین رکھو) خداتمھاری خطائیں بخش دے گا ۔۔۔۔۔۔۔ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 492)(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1311)

پر پرویز نے اپنی ذاتی بکواس میں لپیٹ کرسب کچھ مان لیا ہے مگر بادلِ ناخواستہ مانا ہے۔ بہرحال یہ تو ثابت ہوگیا کہ۔ 1۔ایسے مومنین کی کثرت موجودتھی جوقریشی قسم کاایمان رکھتے تھے اورجن کے لئے مومن ہوتے ہوئے عذاب الیم سے دوچار ہونالازم تھا۔2۔انھیں قرآن کے مطابق اللہ و رسوؐل پروہ ایمان لانے کی تاکید کی گئی جواللہ کو پسند ہو۔3۔ایک بات آیت کے الفاظ سے ثابت ہے کہ وہ فتوحات حاصل کرنے کی غرض سے ایمان داروں میں شریک تھے اورانہیں فتح وکامرانی محبوب تھی۔4۔ یہ بات کہیں قرآن سے معلوم نہیں ہوتی کہ وہ مطلوبہ ایمان لائے تھے یا مطلوبہ جہاد کیا تھا۔5۔یہی مومنین تھے جودردناک عذاب پائیں گے اورجن کی مذمت تواریخ واحادیث میں بھری ہے اور پرویز اُنہیں بچانا چاہتے ہیں تاکہ آج کی کثرت کی خوشنودی حاصل کرلیں۔

مودودی مانتے ہیں کہ آیت میں مذکورہ لوگ اصلی مومن تھے۔

علامہ مودودی نے آیات (14 تا10 / 61) میں مذکورمومنین کواصلی یعنی ایسے ہی مومنین تسلیم کیا ہے جیسے ان کے پسندیدہ مومنین ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ صف کے شان نزول اور حالات میں وہ لکھتے ہیں کہ: ''اس میں ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اوران لوگوں کو بھی جوایمان کا جھوٹا دعویٰ کرکے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اوران کو بھی جومخلص تھے۔بعض آیات کا خطاب پہلے دونوں گروہوں سے ہے۔بعض میں صرف منافقین مخاطب ہیں اوربعض کا رُوئے سُخن صرف مخلصین سے ہے۔اندازکلام سے خودمعلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں کون مخاطب ہے۔؟اس کے بعد آیات 10 تا13 میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ دنیااورآخرت میں کامیابی کی راہ صرف ایک ہے اوروہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسوؐل پر سچے دل سے ایمان لاؤ اوراللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرو۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 452۔453)

معلوم ہوا کہ ان آیات میں منافق مخاطب نہیں ہیں اور پرویز کا ناہنجار دعویٰ اسی سے باطل ہو جاتا ہے اوربس۔

47۔ پرویز کے مومنین قریشی قسم کے مومنین تھے اُن کا کام واقعی بقول پرویز آپس کے مشورے سے ہوتا تھا وہ رسولؐ کے احکام پر عمل نہ کرتے تھے

بلاتمہید قرآن سنئے۔ اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَاَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَکُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِیۡنَ فِیۡہِ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَاَنۡفَقُوۡا لَہُمۡ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ O وَمَا لَکُمۡ لَا تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ لِتُؤۡمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ وَقَدۡ اَخَذَ مِیۡثَاقَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ Oھُوَالَّذِیۡ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبۡدِہٖۤ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَکُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ Oوَمَا لَکُمۡ اَلَّا تُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ O(الحدید10-57/7)

مودودی۔ ''ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور خرچ کرو اُن چیزوں میں سے جن پر اُس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے اُن کیلئے بڑا اجر ہے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسولؐ تمھیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے؟ اور وہ تم سے عہد لے چکا ہے اگر تم واقعی ماننے والے ہو؟ وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر صاف صاف آیتیں نازل کر رہا ہے تاکہ تمھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کیلئے ہے۔ تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ کریں گے اور جہاد کریں گے وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا اُن کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 305 تا 309)

مودودی کی تشریح:۔ ''یہ خطاب غیر مسلموں سے نہیں ہے بلکہ بعد کی پوری تقریر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ مخاطب وہ مسلمان ہیں جو کلمہ اسلام کا اقرار کر کے ایمان لانے والوں کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ مگر ایمان کے تقاضے پورے کرنے اور مومن کا سا طرزِ عمل اختیار کرنے سے پہلو تہی کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت دینے کے ساتھ ہی فوراً اُن سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے مصارف میں دل کھول کر اپنا حصہ ادا کرو اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم میں سے جو فتح سے پہلے جہاد و انفاق فی سبیل اللہ کرے گا اس کا درجہ اُن لوگوں سے بلند تر ہو گا جو بعد میں یہ خدمات انجام دیں گے۔ غیر مسلم کو دعوتِ ایمان دینے کی صورت میں تو پہلے اس کے سامنے ایمان کے ابتدائی تقاضے پیش کئے جاتے ہیں نہ کہ انتہائی؟ اس لئے فحوائے کلام کے لحاظ سے یہاں اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اَے وہ لوگو جو ایمان کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے ہو اللہ اور اس کے رسولؐ کو سچے دل سے مانو اور وہ طرزِ عمل اختیار کرو جو اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اختیار کرنا چاہیے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 305)

47(الف)۔ مودودی اور پرویز نے ایسے مومنین کا وجود پھر مان لیا جو مومن تو تھے مگر قریش والا ایمان رکھتے تھے؟ ؟؟

مودودی نے تو دلیل کے ساتھ مان لیا کہ ان آیات (10 تا 7 / 57) میں مومنین ہی سے خطاب کیا گیا ہے اور انہیں پر خلوص ایمان لانے کے لئے کہا گیا ہے یعنی وہ مومنین قریش ساز اسلام اور ایمان لائے تھے پرویز نے بھی مانا ہے کہ شروع سے آخر تک مومنین کا ایک گروہ مخاطب

رہا ہے اور ان ہی کی شان (57/10) کو مانا ہے اور اس آیت کا مفہوم شاہکار میں یہ لکھا ہے کہ ''وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اور جنگوں میں شریک ہوئے اور وہ جنھوں نے اس کے بعد ایسا کیا مدارج کے اعتبار سے یہ دونوں گروہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے اَلسَّـابِقُونَ الْاَوَّلُوْنَ کے مدارج بے شک بلند ہیں لیکن خدا کے حسین اور خوشگوار وعدے (یعنی جنت اور مغفرت کے وعدے) اُن سب کے لئے ہیں۔ خدا تم سب کے اعمال سے باخبر ہے (اس لئے اُس نے یہ ضمانت یُوں ہی نہیں دے دی)۔'' یہ تھی وہ جماعت صحابہ رسوؐل اللہ کے ساتھی۔'' (گزرگاہِ خیال شاہکار 45,44) اس ترجمہ پر، ان بریکٹوں پر اور ان ریمارک پر ہم بعد میں بات کریں گے یہاں تو یہ دیکھ لیں کہ پرویز نے آیات (10 تا 57/7) میں مذکور لوگوں کو ہی صحابہ کی جماعت اور رسوؐل کے ساتھی لکھا اور مانا ہے۔

بقول پرویز صحابہ کی جماعت کی حالت: پرویز کے مفہوم القرآن میں اللہ نے صحابہ کی جماعت سے کہا تھا کہ:

1 ''لہٰذا تم اس خدا پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسوؐل پر۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1276)

2 ''تم رزق کے سرچشموں کو جو دوسروں کی جانشینی سے اب تمھاری تحویل میں آئے ہیں نوع انسان کی پرورش کے لئے کھلا رکھو۔'' (ایضاً)

3 ''یاد رکھو تم میں سے جو لوگ قوانین خداوندی کی صداقت پر یقین رکھیں گے اور اپنے مال اور رزق کے سرچشموں کو ربوبیت عامہ کے لئے کھلا رکھیں گے تو اُن کے لئے اس کے نتائج بڑے بلند اور ذیشان ہوں گے۔'' اِن تصریحات کے بعد تم بتاؤ کہ وہ کون سی چیز ہے جو تمھیں خدا کے اس نظام پر ایمان سے روکتی ہے؟ درآنحالیکہ خدا کا رسوؐل تمھیں اس کی طرف عملی دعوت دے رہا ہے اور وہ تم سے اس کا پختہ عہد بھی لے چکا ہے؟ جب تم اس پر ایمان بھی لا چکے ہو اور اس کا عہد بھی کر چکے ہو تو اب اس کی عملی تشکیل میں کون سی چیز مانع ہو سکتی ہے؟ (ایضاً صفحہ 1277)

4 ''تمہارے لئے یہ کس طرح روا ہو سکتا ہے کہ تم رزق کے سرچشموں کو اپنی ملکیت سمجھ لو اور انھیں ربوبیت عامہ کیلئے کُھلا نہ رکھو؟ (ایضاً 1277)

قارئین یہاں پڑھیں یا مفہوم القرآن میں دیکھیں انھوں نے آیات مذکورہ (10 تا 57/7) کے مفہوم میں جو کچھ لکھا اُس میں اللہ اور رسوؐل پر ایمان لانے اور جان و مال سے جہاد کرنے کی تاکیدیں لکھی ہیں اور ایمان نہ لانے اور جان و مال سے جہاد نہ کرنے پر سرزنش لکھی اور پورے مفہوم میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا اور نہ لکھ سکتے تھے کہ ان چاروں آیات (10 تا 57/7) میں مذکور مومنین اللہ و رسوؐل پر ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے جان و مال سے جہاد کیا تھا اور جب تک اُن مومنین کا ایمان و جہاد ثابت نہ ہو جائے جو ان آیات میں ہرگز ثابت نہیں ہے، ہم انہیں قریشی مومنین سمجھتے رہیں گے۔ نہ اُن کا اُن صحابہ میں شمار کریں گے جو پرویز کو پسند ہیں اور نہ ہی انہیں رسوؐل کے اسلامی ساتھیوں میں گنیں گے۔ رہ گیا اللہ کا یہ فرمانا کہ ''جن لوگوں نے فتح کے بعد یا فتح سے پہلے جان و مال سے جہاد کیا اُن سب کے لئے اللہ کے اچھے وعدے ہیں''، بہت صحیح اور سچ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرتا مگر اس سے یہاں مذکور مومنین کا کیا تعلق ہے اور کیسے صحابہ اور رسوؐل کے ساتھی اور جنتی بنا دیئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا پرویز سے کہو کہ تعین اور تصریح کے ساتھ اُن لوگوں کو دکھاؤ جو اللہ و رسوؐل کا پسندیدہ ایمان رکھتے تھے اور جان و مال سے جہاد کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے جنتی ہونے سے ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ اینڈ کمپنی اور قریشی لوگوں کے جنتی ہو جانے کی کیا تُک ہے۔ ہم بات کر رہے ہیں تمھارے شاہکار کی اور تمھارے شاہکار کی پوری قوم کی۔ اُن کے لئے قرآن سے آیت یا آیات لانا ہوں گی۔ ہم اُن سب کو جنتی مانتے ہیں جنہیں اللہ نے قرآن میں جنتی فرمایا ہے ہم اُن لوگوں کو کیسے جنتی مانیں جنہیں قرآن میں نام لے کر دُشمنِ خدا و رسوؐل کہا ہو؟ آپ کا طرز عمل ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہم سے کہے کہ جناب تمام یہود و نصارٰی اس دلیل سے جنتی ہیں کہ قرآن میں جنت کا اور جنتیوں کا ذکر بھرا پڑا ہے۔ ہم ایسے شخص سے وہی

کچھ کہیں گے جو آپ سے کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام حقیقی مہاجرین وانصار جو اللہ ورسولؐ پر اللہ ورسولؐ کا پسندیدہ ایمان لائے اور جان ومال سے جہاد کیا اور اعمال صالح بجالاتے رہے جنتی ہیں۔ مگر اس سے آپ کو یا آپ کے شاہکار کو کیا فائدہ یا اُس کی قوم سے اس کا کیا سروکار؟ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال دی ہے لہٰذا ہمیں اُسی طرح تعیّن وتشخص کے ساتھ ان لوگوں کا ایمان، ہجرت، جان ومال سے جہاد اور اعمالِ صالحہ دکھایئے ہم ذرّہ برابر چون وچرانہ کریں گے۔ ''چاول سفید ہوتے ہیں لہٰذا زمین گول ہے۔'' اس قسم کی باتیں ایک مفکر قرآن کو زیب نہیں دیتیں۔

47(ب)۔ اللہ کے اچھے یا بُرے وعدوں کو آڑ نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

قارئین کو معلوم ہے کہ اللہ نے نوعِ انسان سے طرح طرح کے وعدے کئے ہیں، جنت کا وعدہ بھی کیا ہے جہنم کا وعدہ بھی کیا ہے۔ دُنیا میں اچھی اور با سہولت زندگی کا وعدہ بھی کیا ہے، دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب زندگی کا وعدہ بھی کیا ہے اور ہر وعدہ بعض چیزوں سے مشروط ہے یعنی جو اُن بعض چیزوں پر عمل کریگا اللہ اُس سے متعلق اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا۔ نہ وہ وعدہ خلافی کرتا ہے نہ اُسے وعدہ خلافی کی ضرورت ہے اور نہ وہ وعدہ خلافی کرے گا۔ لہٰذا ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اللہ کا جو وعدہ سامنے لائیں اس وعدہ کو پورا کرنے والے لوگوں کا تصریح اور تشخص سے ذکر کریں تاکہ اللہ کا وعدہ اُن لوگوں کے حق میں پورا کیا جانا منوالیا جائے۔ صرف اللہ کے وعدہ کا ذکر کرنا کافی نہیں ہے چنانچہ آیات زیرنظر (10 تا 57/7) میں اُن لوگوں کا کہیں تذکرہ نہیں ہے جنھوں نے اللہ کے وعدے کو پورا کیا ہو۔ وہاں صرف ایمان اور جہاد کی شرط ہے اور جو یہ دونوں کام کریں گے اُن کے لئے اللہ کے اچھے وعدے ضرور پورے کئے جائیں گے۔ وعدے کس نے پورے کئے یا کون کون ایمان لائے اور کس کس نے جان ومال سے جہاد کیا مذکور نہیں ہیں اور غیر مذکور لوگ ہمیں منظور نہیں۔ لہٰذا اتنی محنت اور پرویز کی اتنی لمبی چوڑی بکواس کے بعد بھی بات وہیں آ گئی کہ قریش، قریشی مومنین اور قریشی لیڈروں نے اللہ کے اچھے وعدوں کا استحقاق کہاں پیدا کیا ہے؟ اور کس آیت میں بیان ہوا؟ آپ کے گول گول بیانات قریشی صحابہ سے عقیدت رکھنے والوں کو اغوا کر سکتے ہیں لیکن ہمیں تو کسی سے بھی عقیدت نہیں ہے۔ ہم نے اللہ، رسولؐ، علیؑ اور اہلبیت علیہم السلام کو بھی عقیدت کی بنا پر کوئی مقام نہیں دیا ہمارا عقیدہ سو فیصد مادی حقائق پر منحصر ہے۔ (I believe, only, in rational reasoning)

48۔ قریشی صحابہ کو گھسیٹ کر حقیقی مومنین میں چھپا دینا اور رضی اللہ عنہم کا خطاب دینا ممکن نہیں۔

پرویز اور مودودی اور تمام قریشی علماء مسلمانوں کو یہ فریب دیتے رہے ہیں کہ قریش اور قریشی لیڈر یعنی ابوبکر وعمر وعثمان وغیرہ بھی مہاجر تھے جان ومال سے جہاد کیا کرتے رہے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے مخاطب تھے۔ ہم ان کے اس فریب کا سارا تانا بانا بکھیرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے اور اب بیعت رضوان کو آپ کے سامنے لاتے ہیں جس پر تمام قریشی علما ناز کرتے رہے ہیں۔ اللہ کا فرمان دو قسطوں میں ہے دونوں قسطیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں اور مودودی و پرویز کے مفاہیم اور تشریحات بھی سناتے ہیں تاکہ کوئی پہلو نہ رہ جائے۔ سُنئے :

پہلی قسط: **اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا**O(فتح 48/10)

مودودی ترجمانی ''اے نبیؐ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اُس کی اپنی ہی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے اللہ عنقریب اُس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 49)

مودودی تشریحات۔ ''17۔ اشارہ اُس بیعت کی طرف جو مکہ معظّمہ میں حضرت عثمان کے شہید ہو جانے کی خبر سُن کر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کرام سے حُدیبیہ کے مقام پر لی تھی بعض روایات کی رو سے یہ بیعت علی الموت تھی اور بعض روایات کے مطابق بیعت اس بات پر لی گئی تھی کہ ہم میدانِ جنگ سے پیٹھ نہ پھیریں گے۔ پہلی بات سلمہ بن اکوع سے مروی ہے، اور دوسری حضرات ابن عمر، جابر بن عبداللہ اور مَعقِل بن یسار سے مآل دونوں کا ایک ہی ہے۔ صحابہ نے رسوؐل پاک کے ہاتھ پر بیعت اس بات کی کی تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت کا معاملہ اگر صحیح ہے تو وہ سب یہیں اور اسی وقت قریش سے نمٹ لیں گے خواہ نتیجے میں وہ سب کٹ ہی کیوں نہ مریں۔ اس موقع پر چونکہ یہ امر ابھی یقینی نہیں تھا کہ حضرت عثمان واقعی شہید ہو چکے ہیں یا زندہ ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف سے خود اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیعت فرمائی اور اس طرح اُن کو یہ شرف عظیم حاصل ہوا کہ آپؐ نے اپنے دست مبارک کو اُن کے ہاتھ کا قائم مقام بنا کر انہیں اس بیعت میں شریک فرمایا۔ حضوؐر کا اُن کی طرف سے خود بیعت کرنا لازماً یہ معنی رکھتا ہے کہ حضوؐر کو اُن پر پوری طرح یہ اعتماد تھا کہ اگر وہ موجود ہوتے تو یقیناً بیعت کرتے۔'' (ایضاً صفحہ 49)

مودودی دوسری تشریح:۔'' 18 یعنی جس ہاتھ پر لوگ اس وقت بیعت کر رہے تھے وہ شخصِ رسوؐل کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کے نمائندہ کا ہاتھ تھا اور یہ بیعت رسوؐل کے واسطہ سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو رہی تھی۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 49)

اس ترجمہ اور قریش ساز افسانوں کو سامنے رکھیں اور پرویزی تصورات پر نظر ڈالیں: مفہوم القرآن جلد 3 پر آیت (48/10) کی ذیل میں پرویز قارئین کو بھرپور دھوکا دیتے ہیں اور اُن کی توجہ کو اصل معاملے سے بالکل ہٹا دیتے ہیں مگر آخر انہیں لکھنا پڑا کہ:

''چنانچہ اُس عہد و پیمان کے وقت اُن کے ہاتھ پر تیرا ہاتھ نہیں ہوتا۔ یوں سمجھو کہ وہ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو شخص اُس معاہدہ کو توڑتا ہے تو اس کا نقصان خود اُسی کو ہوگا۔ کیونکہ اُس کے اس عہد توڑنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو معاہدہ اس کے ساتھ خدا نے کیا تھا وہ بھی ٹوٹ جائے گا۔ اور یہ ان ثمرات سے محروم رہ جائے گا جو نظام خداوندی کی طرف سے اُسے حاصل ہونے تھے۔ لیکن جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اُس نے اِس طرح اللہ سے کیا ہو تو اللہ اُسے اجرِ عظیم عطا کرے گا۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1196-1197)

48 (الف) بیعت رضوان والا معاہدہ یقیناً تمام مومنین نے کیا تھا۔ لیکن اللہ نے اجرِ عظیم کا وعدہ تمام مومنین سے نہ کیا تھا۔ وفائے عہد شرط رکھی گئی تھی۔

یہاں قارئین یہ سمجھ کر اگلی قسط پڑھیں کہ بیعت رضوان کرنے میں تو تمام قریشی اور غیر قریشی مومنین شامل و شریک تھے۔ یعنی تمام قسم کے مومنین نے اللہ سے جان دینے یا فرار نہ کرنے کا عہد کیا تھا لیکن اللہ نے تمام قسم کے مومنین سے اجرِ عظیم عطا کرنے کا عہد نہ کیا تھا بلکہ جو بھی اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو وفا کرے گا صرف اُس سے اجرِ عظیم کا وعدہ یا معاہدہ کیا گیا تھا۔ دوسری قسط سُنئے۔

بیعت رضوان کی دوسری قسط: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًاO (48/18)

مودودی ترجمانی: '' اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اُن کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا اس لئے اُس نے اُن پر سکینت نازل فرمائی۔ اُن کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 55-56)

قارئین پہلے پرویز کو دیکھ لیں پھر ہم مودودی اینڈ کمپنی کے تصورات پر اُن کی تشریح اور تنا ہوا سینہ دکھائیں گے۔

پرویزی غپ شپ کیا ہے: ''جب جماعت مومنین، مخالفین کے بے پناہ ہجوم اور خطرات کے خوفناک سیلاب کے علی الرغم، اُس درخت کے نیچے تجھ

سے عہد اطاعت کر رہے تھے۔(48/10) تو اُن کا یہ عمل قانونِ خداوندی کے عین مطابق تھا۔ وہ ٹھیک وہی کچھ کر رہے تھے جو ایسے حالات میں قانون خداوندی کا تقاضہ تھا۔ اور اُن کا یہ عمل محض رسمی یا میکانکی طور پر نہ تھا بلکہ دل کی پوری پوری رضا مندی سے تھا جسے خدا اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ انہیں ایسے مہیب خطرات سامنے دکھائی دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں پورا پورا اطمینان حاصل تھا۔ چنانچہ خدا نے اُن کے لئے مستقبل قریب میں فتح وکامرانی کی راہیں کھول دیں۔''(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1199)

پرویز کی بکواس پر صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ پرویز خدا کی مخالفت میں اور قریش کی طرف داری میں جو دل چاہتا ہے آیات کے سامنے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ اُس نے خود آیت (48/10) کا نمبر لکھ کر مان لیا ہے کہ یہاں اُن ہی مومنین کا اور ان ہی کی بیعت کا ذکر ہو رہا ہے جن کو بتایا گیا تھا کہ (بقول پرویز)''اس کے بعد جو شخص اس معاہدہ کو توڑتا ہے تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا کیونکہ اُس کے اِس عہد کو توڑنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو معاہدہ اُس کے ساتھ خدا نے کیا تھا وہ بھی ٹوٹ جائے گا اور یہ اُن ثمرات سے محروم ہو جائے گا جو نظام خداوندی کی طرف سے اُسے حاصل ہونا تھے۔''(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1196-1197) لہٰذا اگر بقول پرویز، اللہ (معاذ اللہ):

''اچھی طرح جانتا تھا کہ بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی اُس معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والا نہ تھا تو آیت کا یہ جملہ محض بکواس ہے کہ ''فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ اسی جملے کی رو سے اللہ نے اُن لوگوں کا اِسْتِثْنَاء کر دیا یہ فرما کر کہ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اللہ کو معلوم ہے کہ اُن میں سے کون کون بیعت کے بعد بھی خلاف ورزی کریں گے۔''

لہٰذا آیات نہیں پرویز کے مفاہیم ہی بکواس ہیں، پرویز کی لغت میں س۔ک۔ن۔ مادہ سے بننے والے الفاظ کی رو سے اس آیت (48/18) میں مومنین پر سکینہ نازل کرنے کے معنی ذلیل وکمزور یا بے حس وحرکت کر دینے کے ہیں۔

48(ب)۔ طاغوتی دیوانے کو چھوڑیئے اور قریش پرست ایک سنجیدہ عالم کی سُنئے وہ عالمانہ حیثیت سے مسلمانوں کو ورغلاتے ہیں۔

مودودی کی تشریح سے قریش کی انتہائی پوزیشن:

''32 یہاں پھر اُسی بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام سے لی گئی تھی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ اُن لوگوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے اس خطرناک موقع پر جان کی بازی لگا دینے میں ذرہ برابر تامل نہ کیا اور رسوؐل کے ہاتھ پر سرفروشی کی بیعت کر کے اپنے صادق الایمان ہونے کا صریح ثبوت پیش کر دیا۔ وقت وہ تھا کہ مسلمان صرف ایک ایک تلوار لئے ہوئے آئے تھے۔ صرف چودہ سو کی تعداد میں تھے جنگی لباس میں بھی نہ تھے بلکہ احرام کی چادریں باندھے ہوئے تھے۔ اپنے جنگی مستقر (مدینہ) سے ڈھائی سو میل دور تھے اور دشمن کا گڑھ، جہاں سے وہ ہر قسم کی مدد لا سکتا تھا، صرف 13 میل کے فاصلے پر تھا۔ اگر اللہ اور اس کے رسوؐل اور اس کے دین کے لئے اِن لوگوں کے اندر خلوص کی کچھ بھی کمی ہوتی تو وہ اس انتہائی خطرناک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ جاتے۔ اور اسلام کی بازی ہمیشہ کے لئے ہر جاتی۔ ان کے اپنے اخلاص کے سوا کوئی خارجی دباؤ ایسا نہ تھا جس کی بنا پر وہ اس بیعت کے لئے مجبور ہوتے اُن کا اُس وقت خدا کے دین کے لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ اپنے ایمان میں صادق ومخلص اور خدا اور رسوؐل کی وفاداری میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سند خوشنودی عطا فرمائی اور اللہ کی سند خوشنودی عطا ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص اُن سے ناراض ہو یا اُن پر زبانِ طعن دراز کرے تو اُس کا معارضہ اُن سے نہیں بلکہ اللہ سے ہے۔

اس پر جولوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت اللہ نے اُن حضرات کو یہ خوشنودی کی سند عطا کی تھی اُس وقت تو وہ مخلص تھے مگر بعد میں یہ خدا اور رسوؐل کے بے وفا ہو گئے۔ وہ شائد اللہ سے یہ بدگمانی رکھتے ہیں کہ اُسے یہ آیت (48/18) نازل کرتے وقت اُن کے مستقبل کی خبر نہ تھی اس لئے محض اس وقت کی حالت دیکھ کر اُس نے یہ پروانہ انہیں عطا کر دیا تھا اور غالباً اُسی بے خبری کی بنا پر اُسے اپنی کتاب پاک میں بھی درج کر دیا تا کہ بعد میں بھی جب یہ لوگ بے وفا ہو جائیں، اُن کے بارے میں دنیا یہ آیت پڑھتی رہے اور اس خدا کے علم غیب کی داد دیتی رہے جس نے معاذ اللہ اُن بے وفاؤں کو یہ پروانہ خوشنودی عطا کیا تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 55)

48(ج)۔ مودودی جس قدر طرفداری اور دھاندلی کر سکتے تھے وہ تو سامنے رکھی ہے۔ اب ہم مودودی اینڈ کمپنی کو اُنہی آیات سے جواب دیتے ہیں۔

ہمارے جواب سے پہلے دو باتیں سوچئے اول یہ کہ مودودی کی مذہبی ضرورت یہ ہے کہ اس بیعت میں جس قدر لوگ موجود تھے سب کے لئے خوشنودی کا پروانہ ہونا چاہئے خواہ آیت میں اُس کے لئے الفاظ اور قرینہ موجود ہو یا نہ ہو۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ آیت میں آئے ہوئے نفی کے الفاظ نازل نہ ہوئے ہوتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اسی لئے مودودی نے اس طویل بیان میں جملہ **فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ** اور **فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ** پر ذرہ برابر روشنی نہیں ڈالی گویا یہ دونوں جملے آیت میں نہیں ہیں۔

ہمارا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اللہ نے ان دونوں مقامات (48/10، 48/18) پر نہ کہیں کوئی ایسا لفظ بولا نہ ایسا قرینہ ہی موجود ہے کہ اللہ نے تمام بیعت کرنے والوں کو مخلص سمجھا تھا اور نہ تمام بیعت کرنے والوں کو پروانہ خوشنودی دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے برخلاف لفظ ''اَلْمُؤْمِنِيْنَ '' فرمایا ہے جس کے معنی خاص مومنین ہوتے ہیں تمام مومنین نہیں ہوتے۔ تمام مومنین ہوتے اگر مندرجہ بالا دونوں جملے نہ فرمائے ہوتے۔ یعنی اگر نَكَثَ بیعت یعنی عہد توڑنے کی اور عہد کو پورا کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تو یہ جملے غیر ضروری اور عبث ہو جاتے اور قرآن میں اللہ کا نازل کردہ ایک شوشہ بھی غیر ضروری و عبث نہیں ہے۔ اگر مودودی والے ہی مفہوم کو اختیار کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ:۔

''اُن کے دلوں میں جو کچھ تھا اُسے جانتے ہوئے بھی اللہ مومنین سے راضی ہو گیا۔ یعنی بعد میں عہد کو توڑیں یا عہد کو پورا کریں فی الحال انھوں نے بیعت سے انکار نہیں کیا ہے اور یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ دشمن ہوتے ہوئے (31/25) بھی بیعت کر لی اور اس لئے بھی خوش ہونے کی بات ہے کہ یہ ملاعین ایک انبوہ کے سامنے بیعت کر کے جب اُسے توڑیں گے تو زیادہ مطعون کئے جائیں گے۔ جو وعدہ کرے ہی نہیں اُسے مطعون بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

48(د)۔ دونوں آیات بیعت رضوان پر بیان دیتی ہیں لہٰذا ہم دونوں کو اسی ترتیب سے اکٹھا لکھتے ہیں تا کہ مفہوم بلا فاصلہ سامنے آئے۔

اللہ کی پوری بات ایک دم سُنئے اور سمجھئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ، لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا، فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاO(48/10,18)

''یقیناً جو لوگ تجھ سے بیعت کر رہے تھے اُن کی بیعت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ لوگ اللہ سے ہی بیعت کر رہے تھے۔ یقیناً اللہ اُن مومنین سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ چنانچہ اللہ نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اُن کے دلوں میں کیا

ہے چنانچہ اُن پر سکینہ نازل کر دیا تھا اور انھیں مستقبل قریب میں ایک فتح دے دی تھی۔ چنانچہ جو کوئی اُس بیعت کے خلاف کرے گا وہ اپنے ہی سے مخالفت کرے گا اور جو کوئی اس بیعت کو پورا کرے گا اور اللہ سے کیا ہوا عہد وفا کرے گا چنانچہ بہت جلد اُسی کو اجر عظیم دیا جائے گا۔''

صاف ظاہر ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں کا حال جانتے ہوئے اپنی خوشنودی اور اجر عظیم کو صرف وفاداروں کے لئے فرمایا تھا اور اللہ کی خوشنودی اور اجر عظیم کا وعدہ بے وفاؤں سے متعلق نہ تھا۔ اگر اُن آیات (48/10,18) میں یہ دونوں جملے نہ ہوتے یا یہ فرما دیا ہوتا کہ اس بیعت کو کوئی نہ توڑے گا تو وہ مفہوم نکل سکتا تھا جو پرویز اور مودودی کی ضرورت ہے۔

48(ہ)۔ بیعت رضوان کا پس منظر اور بیعت کرنے والوں کا قلبی حال جو اللہ کو معلوم تھا قارئین بھی سُن لیں اور خوشنودی کا فیصلہ کر لیں۔

پرویز کے شاہکار کے سلسلے میں ہمیں بہت کچھ لکھنا ہے اس لئے اختصار ضروری ہے اور اسی مقصد کے لئے ہم مومنین کے حالات پر آیات دکھاتے ہوئے اور مختصر ترین تبصرہ کرتے ہوئے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن اب ذرا دیر کے لئے اس طریقے کو چھوڑ کر ذرا اس کی تفصیل لکھنا ضروری ہو گیا ہے تا کہ قارئین کے سامنے وہ صورت حال آ جائے جس کے معلوم ہونے کا اللہ نے ذکر کیا ہے (48/18)۔

بیعت رضوان کا واقعہ کیوں اور کیسے پیش آیا؟ مودودی سے سُنئے:۔

''جن واقعات کے سلسلے میں یہ سورت (الفتح) نازل ہوئی اُن کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے۔ پیغمبر کا خواب ظاہر ہے کہ محض خواب و خیال نہ ہوسکتا تھا وہ تو وحی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے اور آگے چل کر آیت 27 میں اللہ تعالیٰ نے خود توثیق کر دی ہے کہ یہ خواب ہم نے اپنے رسوؐل کو دکھایا تھا۔ اس لئے درحقیقت یہ نرا خواب نہ تھا بلکہ ایک الٰہی اشارہ تھا جس کی پیروی کرنا حضورؐ کیلئے ضروری تھا۔ بظاہر اسباب اس ہدایت پر عمل کرنے کی کوئی صورت ممکن نظر نہ آتی تھی۔ کفار قریش نے (6) چھ سال سے مسلمانوں کیلئے بیت اللہ کا راستہ بند کر رکھا تھا اور اس پوری مدت میں کسی مسلمان کو انھوں نے حج اور عمرے کیلئے حدودِ حرم کے قریب نہ پھٹکنے دیا تھا۔ اب آخر یہ توقع کیسے کی جاسکتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی ایک جمعیت کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے دیں گے؟ عمرے کا احرام باندھ کر جنگی ساز و سامان ساتھ لئے ہوئے نکلنا گویا خود لڑائی کو دعوت دینا تھا اور غیر مسلح جانے کے معنی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان خطرے میں ڈالنے کے تھے۔ اِن حالات میں کوئی شخص یہ نہ سمجھ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس اشارے پر عمل کیا جائے تو کیسے؟ مگر پیغمبر کا منصب یہ تھا کہ اُس کا رب جو حکم بھی اُس کو دے وہ بے کھٹکے اس پر عمل کر گزرے۔ اس لئے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تامل اپنا خواب صحابہ کو سُنا دیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلان عام کرا دیا کہ ہم عمرے کیلئے جا رہے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آ جائے۔ جن لوگوں کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی۔ انھوں نے سمجھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ اُن میں سے کوئی آپؐ کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ مگر جو اللہ اور اس کے رسوؐل پر سچا ایمان رکھتے تھے انہیں اس امر کی کوئی پرواہ نہ تھی کہ انجام کیا ہوگا۔ ان کیلئے بس یہ کافی تھا کہ اللہ کا اشارہ ہے اور اُس کا رسوؐل تعمیل حکم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد کوئی چیز اُن کو رسوؐل خدا کا ساتھ دینے سے نہ روک سکتی تھی چودہ سو صحابی حضورؐ کی معیت میں اس نہایت خطرناک سفر پر جانے کیلئے تیار ہوگئے۔ ذیقعد 6 ہجری کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ ذُوالحُلیفہ (مدینہ سے چھ میل بجانب مکہ جو آج کل بِئرِ عَلِی کہلاتا ہے) پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا قربانی کیلئے ستر (70) اونٹ ساتھ لئے جن کی گردنوں میں ھدٰی کی علامت کے طور پر قلادے پڑے ہوئے تھے۔ پرتلوں میں صرف ایک

ایک تلوار رکھ لی جس کی تمام زائرین حرم کو عرب کے معروف قاعدے کے مطابق اجازت تھی۔اس طرح یہ قافلہ لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل پڑا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 34۔35)

مودودی مسلسل لکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ قافلہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچا، جو عین حرم کی سرحد پر واقع ہے (صفحہ 35)۔یہی وہ مقام ہے جہاں قریش ساز تاریخ کے مطابق بیعت رضوان لی گئی تھی۔یہیں قریش کے نمائندہ وفود مسلمانوں کو واپس لوٹانے کے لئے آکر بات چیت کرتے رہے تھے اور یہیں صلح حدیبیہ ہوئی تھی اور یہیں پر قربانی وغیرہ کر کے مسلمان واپس آ گئے تھے اور یہی جگہ ہے جہاں کفار قریش نے اشتعال انگیز کارروائیاں کی تھیں تاکہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کی ابتدا کر دیں اور پھر وہ باقاعدہ جنگ شروع کر دیں۔

(2) صلح کی شرائط طے ہو گئیں حضرت علیؑ نے صلح نامہ کی کتابت کی۔اِس دوران مسلمانوں کا حال مودودی سے سُنیئے:

مودودی نے لکھا ہے کہ:۔

''جس وقت اس معاہدہ کی شرائط طے کی جا رہی تھیں مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا۔کوئی شخص بھی اُن مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے۔کسی کی نظر اتنی دوررس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رُونما ہونے والی تھی اُسے دیکھ سکے۔کفار قریش اُسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور مسلمان اس پر بیتاب تھے کہ ہم آخر دب کر یہ ذلیل شرائط کیوں قبول کریں۔حضرت عمر جیسے بالغ النظر مدبّر تک کا یہ حال تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی مگر اُس موقع پر میں بھی اس شک سے محفوظ نہ رہ سکا۔وہ بے چین ہو کر ابوبکر کے پاس گئے (یعنی ابوبکر کہیں الگ مقیم تھے) اور کہا کہ کیا حضورؐ اللہ کے رسوؐل نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں؟ پھر آخر ہم کیوں اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت برداشت کریں؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ اَے عمر وہ اللہ کے رسوؐل ہیں اور اللہ اُن کو ہر گز ضائع نہ کرے گا۔'' پھر اُن سے صبر نہ ہو سکا جا کر یہی سوالات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئے اور حضوؐر نے ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکر نے دیا تھا۔بعد میں حضرت عمر مدتوں اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس گستاخی کو معاف کر دے جو اس روز اُن سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔سب سے زیادہ دو باتیں اس معاہدے میں لوگوں کو بُری طرح کھل رہی تھیں ایک شرط نمبر 2 جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ صریحاً نا مساوی شرط ہے۔اگر مکہ سے بھاگ کر آنے والوں کو ہم واپس کریں تو مدینہ سے بھاگ کر جانے والوں کو وہ کیوں نہ واپس کریں۔حضور نے اس پر فرمایا کہ جو ہمارے یہاں سے بھاگ کر اُن کے پاس چلا جائے وہ آخر ہمارے کس کام کا ہے؟ اللہ اُسے ہم سے دور ہی رکھے اور جو اُن کے یہاں سے بھاگ کر ہمارے پاس آ جائے اُسے ہم واپس کر دیں گے تو اللہ اُس کے لئے خلاصی کی کوئی اور صورت پیدا کر دے گا۔دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اُسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جا رہے ہیں۔مزید برآں یہ سوال بھی دل میں خلش پیدا کر رہا تھا کہ حضوؐر نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کر رہے ہیں مگر یہاں تو ہم مکہ میں طواف کئے بغیر واپس جانے کی شرط مان رہے ہیں۔اس پر حضوؐر نے لوگوں کو سمجھایا کہ خواب میں آخر اسی سال طواف کرنے کی صراحت تو نہ تھی۔شرائط صلح کے مطابق اس سال نہیں تو اگلے سال انشاءاللہ طواف ہو گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 39)

(3) بیعت رضوان کرنے والے رضی اللہ عنھم رسوؐل کی نافرمانی اور کُھلی کُھلی توہین کرنے میں ذرہ برابر تکلف نہیں کرتے۔

مودودی سے اُن کا حال سُنیئے:۔ ''صلح نامہ سے فارغ ہو کر حضوؐر نے صحابہ سے (بطور حکم) فرمایا کہ ''اب یہیں قربانی کر کے سر منڈاؤ اور احرام

ختم کر دو۔'' مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا مگر صحابہ پر اس وقت رنج وغم اور دل شکستگی کا (نہیں علامہ صاحب شکوک و شبہات اور غیظ وغضب کا) ایسا شدید غلبہ تھا کہ اُنھوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔حضورؐ کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی کہ آپ صحابہ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑ نہ پڑیں۔حضورؐ کو اس اجتماعی نافرمانی سے سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے اپنے خیمے میں جا کر ام المومنین امّ سلمہؓ سے اپنی کبیدہ خاطری (اور صحابہ کی اجتماعی نافرمانی) کا ذکر کیا۔انھوں نے عرض کیا کہ آپ بس خاموشی سے تشریف لے جائیں خود اپنا اونٹ ذبح کریں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈا لیں۔اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپؐ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے (یعنی مومن صحابہ نے) قربانیاں کرلیں' سر منڈوائے بال ترشوائے اور احرام سے نکل آئے مگر دل غم سے (نہیں غیظ وغضب سے) کٹے جارہے تھے۔اس کے بعد یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذلت سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جارہا تھا کہ یہ سورہ فتح نازل ہوئی۔'' (ایضاً صفحہ 40)

(4) علامہ کے بیانات کہاں کہاں قریشی پالیسی کی طرف جھکے ہوئے اور معاون ہیں؟

یہ تو مودودی کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے بانیوں کی ہر ممکن و ناممکن طرفداری کریں۔لیکن ہمیں یہ معلوم ہوتے رہنا ضروری ہے کہ انھوں نے کہاں کہاں اور کیا کیا جانبداری برتی ہے۔اپنے بیانات میں علامہ نے ہر ہر جملہ اور لفظ اس احتیاط سے لکھا ہے کہ کہیں ان کے راہنماؤں پر اعتراض قائم نہ ہو جائے۔اس طرز عمل کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے پہلی کوشش تو یہ کی ہے کہ اُن 1400 چودہ سو صحابہ کو رسولؐ کی مخالفت میں متفق اور ہم آہنگ دکھایا ہے تاکہ اس بھیڑ میں چند مخالفین چھپ کر رہ جائیں۔مطلب یہ کہ سب کو نہ کوئی بُرا کہے گا اور نہ سب کا مخالف ہونا مانا جائے گا۔لہٰذا اعتراض کرنے والوں کو تاویل کر کے مخالفت کو ہلکا کرنا ہوگا اور چند مخالفین کا علم نہ ہو سکے گا۔دوسری کوشش یہ کی ہے کہ بجائے مخالفین کے غیظ وغضب اور غصہ کو ظاہر کرنے کے انہیں مغموم ورنجیدہ دکھایا ہے۔اور خود خُلفائے قریش کی لکھی ہوئی تاریخوں کے خلاف واقعات کو چھپایا ہے۔اور جگہ جگہ جھوٹ بولا ہے چنانچہ یہ غلط کہا ہے کہ صحابہ حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے دوڑ پڑتے تھے۔حالانکہ جنگ خندق میں رسولؐ اللہ نے ابوبکر و عمر کو نام بنام پکار کر کہا تھا کہ ذرا جا کر دشمن کی خبر لے آئیں مگر اُنھوں نے صاف جواب دے دیا تھا اور یہ کام جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور دشمن کی خبریں لائے تھے (تمام تواریخ)۔اور قرآن بتاتا ہے کہ صحابہ کی کثرت رسولؐ اللہ کو دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جایا کرتی تھی اور رسولؐ کے بلانے پر بھی واپس نہ آتی تھی۔وغیرہ وغیرہ (3/153)۔

(5) بددیانتی اور ناجائز طرفداری میں مودودی محمد اسماعیل بخاری سے بھی بڑھ گئے۔

محمد اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں صلح حدیبیہ میں عمر کا کردار یوں لکھا ہے۔

''عمر نے کہا کہ میں اللہ کے نبیؐ کے پاس آیا اور میں نے سوال کیا کہ ''کیا تم اللہ کے برحق نبیؐ نہیں ہو؟ فرمایا کہ بلاشبہ برحق نبی ہوں۔میں نے پوچھا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا کہ کیوں نہیں ایسا ہی ہے۔میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں ایسی ذلت کیوں قبول کریں۔فرمایا کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اسی لئے اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا ہوں اور پھر وہ میرا مددگار بھی ہے۔میں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے یہ غپ شپ نہیں مارتے رہے ہیں کہ ہم یقیناً خانہ کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا تھا۔مگر کیا میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی سال ہونا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔فرمایا کہ تم واقعی کعبہ میں آؤ گے اور طواف کرو گے۔عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ابوبکر کے پاس

گیااور کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ برحق نبیؐ نہیں ہیں؟ اس نے کہا کہ برحق نبی ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ ابوبکر نے کہا کہ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ پھر ہم دین میں ایسی ذلت آمیز صلح کیوں قبول کریں؟ ابوبکر نے کہا کہ اے شخص وہ بلاشک وشبہ برحق رسولؐ ہیں اور اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ اُن کا ناصر و مددگار رہے۔ لہٰذا جاؤ اور اُس کے ہم رکاب رہو خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ میں نے یہ کہا کہ کیا وہ ہم سے یہ نہیں کہتے رہے کہ ہم لوگ کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ ابوبکر نے کہا کہ ہاں انھوں نے یہ کہا تھا مگر کیا تجھ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اسی سال یہ سب کچھ ہوگا؟ میں نے کہا کہ یہ تو نہیں کہا تھا۔ ابوبکر نے کہا کہ بس تم بیت اللہ آؤ گے اور طواف کرو گے۔''

(6) مودودی نے عمر کے نبوت میں شک کرنے کی سنگینی کو ہلکا کر کے مشکوک کر دیا۔

قارئین نے علامہ مودودی کے بیان کو صحیح بخاری کے بیان سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے تو یہ نوٹ کیا ہوگا کہ مودودی نے عمر کو پہلے ابوبکر سے گفتگو کرتے ہوئے دکھایا تھا اور پھر رسولؐ اللہ سے سوال و جواب اعتراضات کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ جو کچھ ابوبکر سے کہا تھا وہ رسولؐ اللہ سے کہا اور جو کچھ ابوبکر نے جواب دیا تھا وہی جواب حضورؐ نے دیا تھا۔ اس سے قاری یہ سمجھے گا کہ عمر کا ابوبکر کے جواب سے اطمینان نہیں ہوا تھا مگر وہ رسولؐ اللہ کے جواب سے مطمئن ہو گئے۔ حالانکہ صورتحال اس کے برعکس ہے۔ عمر نے پہلے رسولؐ اللہ کو اپنے اعتراضات وشکوک کا نشانہ بنایا اور حضورؐ کے جوابات کو نہ قبول کیا نہ مطمئن ہوا۔ اُن کے بعد وہ جا کر ابوبکر سے ملا اور اُن کے سمجھانے سے اپنا رنج اور رُخ بدلا تھا۔ یعنی عمر آپس کی مصلحتوں اور منصوبوں کی بنا پر تبدیل ہوا تھا اور یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ مودودی نے وہ گفتگو بالکل چھپالی تھی جو بخاری نے بیان کر دی ہے یعنی عمر نے یہ بھی کوشش کی تھی کہ رسولؐ اللہ کو جھوٹا ثابت کر دیا جائے اور دلیل یہ دی تھی کہ تم نے کعبہ میں آنے اور طواف کرنے کی پیشین گوئی کی تھی حالانکہ نہ ہم کعبہ میں پہنچے نہ طواف کر سکے۔ بلکہ الٹا ایک ذلیل صلح کے بعد ناکام واپس جا رہے ہیں اور ساتھ ہی مودودی نے اُس کتاب کا نام بھی نہ لکھا کہ ہم تصدیق کر سکیں کہ یہ افسانہ ٹھیک نقل کیا گیا ہے یا نہیں؟ بہرحال یہ سب قریش ساز سچے یا جھوٹے افسانے ہیں۔

(7) بیعت اور معاہدے کا فرق اور رسولؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ یعنی یدُاللہ۔

آیت (48/10) میں یہ اصول پھر دہرایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت براہ راست ناممکن ہے اس لئے رسولؐ کی اطاعت، رسولؐ کی محبت رسولؐ سے عہد و پیمان، رسولؐ کی خدمت، رسولؐ کی عزت و توقیر، رسولؐ کے لئے قربانی تمام کچھ اللہ کے لئے ہیں۔ اسی اصول کے ماتحت یہ فرمایا گیا ہے کہ تم جو رسولؐ سے بیعت کر رہے ہو وہ بیعت اللہ سے کی جا رہی ہے اور رسولؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ قارئین نوٹ کریں کہ بیعت کے معنی عہد یا معاہدہ نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ عہد تو خود عربی زبان کا لفظ ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں الفاظ عہد' معاہدہ' میثاق' ایمان اور بیعت کے الگ الگ معنی ہیں اور اُن میں بیعت کے معنی فروخت کرنا' بیچ دینا ہیں۔ چنانچہ کسی کی بیعت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ بیعت کرنے والے نے خود کو اُس کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور اب اُسے اپنی کسی چیز پر اختیار نہیں رہا ہے۔ جن لوگوں نے رسولؐ اللہ سے بیعت کی تھی اُن کا حال مودودی کے قلم سے کچھ لکھا جا چکا ہے کچھ ابھی لکھنا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے رسولؐ کے تین مرتبہ حکم دینے کے بعد بھی عمل نہیں کیا تھا اُنھوں نے یا خود کو رسولؐ کے ہاتھ فروخت ہی نہیں کیا تھا یعنی انھوں نے بیعت کی ہی نہیں تھی یا بیعت توڑ دی تھی۔ اسی وجہ سے اللہ نے عالم الغیب ہوتے ہوئے پیش بندی کر دی تھی کہ جو کوئی تم میں سے نَــکــث بیعت کرے گا وہ خود اپنا وعدہ توڑ دے گا اور جو کوئی وفا کرے گا اسی کو اجرِ عظیم لینے کا حق ہوگا۔ لہٰذا اللہ کی رضامندی یا خوشنودی کی سند لینے والے صرف وہ مخصوص مومنین تھے جنھوں نے وفاداری میں کوئی عیب پیدا نہ ہونے دیا تھا لہٰذا یہ لوگ مومنین حقیقی نہ تھے جنھوں

نے رسوؐل کی بھر پور مخالفت اور توہین کی اور اُنھیں رنج والم میں مبتلا کیا اُن کی نبوت میں شک کیا اور مجمع عام میں اُنھیں جُھٹلانے کی کوشش کی تھی۔

(8) بیعت رضوان کی سند لینے والے لوگوں کے جرائم بقلم مودودی؟

جن لوگوں کی طرفداری میں مودودی اور قریشی علماء اپنا دین ودیانت قربان کرتے رہے ہیں اُن کے جرائم خود اُن ہی کے قلم سے حسب ذیل ہیں:۔

1۔اللہ ورسوؐل کی پسندیدہ صلح کو قریشی مسلمانوں نے اپنی ذلت اور رسوائی سمجھا اور اسی حالت میں حدیبیہ کے مقام سے روانہ ہوئے۔

2۔قریشی مسلمانوں نے رسوؐل کے خلاف توہین کی حد تک اپنے غیظ وغضب اور غم وغصہ کا کُھلا مظاہرہ کیا اور حدیبیہ سے روانہ ہونے کے بعد بھی رسوؐل کی مخالفت کو دلوں میں رکھا۔

3۔قریشی مسلمانوں نے نبوت ورسالت پر اپنے شکوک اور اعتراضات کا برملا اعلان کیا اُن کی پیشینگوئی کو جھوٹا قرار دیا۔

4۔تین مرتبہ رسوؐل کا حکم سنا اور سمجھا، نہ تعمیل کی، نہ احکام پر توجہ دی تھی۔

5۔نہ کسی نے اپنی مخالفت اور خلاف ورزی پر شرمندگی ظاہر کی نہ ہی کسی نے معافی طلب کی۔

یہ تمام جرائم مودودی نے خود مانے اور لکھے ہیں۔(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 40۔39)

رسوؐل کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے اللہ نے کیا فرمایا؟

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا O(جن72/23)

مودودی ترجمہ: ''اب جو بھی اللہ اور اس کے رسوؐل کی بات نہ مانے گا اُس کیلئے جہنم کی آگ ہے اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

(تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 120) باقی تفصیلات ہماری تفسیر سورہ فتح کے باب میں دیکھیں۔

(9) مقام حدیبیہ سے روانگی کے بعد قریشی صحابہ کی حالت؟

مودودی صاحب اپنے صحابہ کے لئے لکھتے ہیں کہ:

''اس کے بعد جب یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذلت سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جارہا تھا۔''(تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 40)

قارئین نوٹ کریں کہ اللہ ورسوؐل نے صلح منظور کرلی ہے، صلح نامہ پر رسوؐل اللہ دستخط کر چکے ہیں، معترضین کے اعتراضات ہو چکے ہیں، رسوؐل اللہ ہر اعتراض کا جواب دے چکے ہیں مگر اس کے باوجود بیعت رضوان کرلینے والے بدستور اللہ ورسوؐل کی صلح کو اپنی ذلت ورسوائی اور ناکامی سمجھتے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ بہر حال میں بھی اُن سے متفق ہوں اس لئے کہ ناکامی ہوئی قریشی منصوبے میں کہ وہ رسوؐل کو اور اُن کے حقیقی فداکاروں کو مشتعل کر کے جنگ نہ کرا سکے اور یوں رسوؐل اللہ قتل سے بچ گئے۔ ذلت ورسوائی ہوئی کہ اُن کے شکوک وشبہات حقیقی مسلمانوں کو معلوم ہو گئے اور وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ یہ کبھی نہ بھولیں کہ یہ سب کچھ بیعت کر لینے کے بعد کے واقعات وبیانات ہیں۔یعنی اللہ کی عطا کردہ خوشنودی کی سند کے بعد تمام نافرمانیاں اور توہین کا عمل درآمد کیا گیا تھا۔

(10) اگر عمر بن الخطاب نے یہ سمجھا ہوتا کہ اللہ نے تمام بیعت رضوان کرنے والوں کو خوشنودی کی سند دی ہے تو ساری زندگی افسوس نہ کرتے۔

عہد رسوؐل کے لوگوں نے اگر ان آیات (10،18 / 48) کا مطلب وہی سمجھا ہوتا تو عمر وبکر کو ساری عمر کفّارہ کے لئے نوافل و صدقات ادا کرنے کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ قریش ساز عقیدہ ہے جو بعد میں تیار کیا گیا تھا۔مگر عمر اپنی گستاخی پر زندگی بھر تدارک مافات کرتے رہے۔

یہ بھی افسانہ ہے اگر ایسا سمجھتے تو خود رسولؐ سے معافی مانگتے ، نادم ہوتے ۔لہٰذا بعد میں روزے رکھنے ،نفلیں پڑھنے ،خیرات کرنے ،غلام آزاد کرنے کا افسانہ لکھنے والوں نے ثابت کر دیا کہ عمر نے نہ رسولؐ سے معافی مانگی نہ معافی ملی ۔ورنہ کسی مزید تدارک مافات کی ضرورت ہی نہ رہتی ۔لہٰذا عمر معافی کے لئے عمر بھر پاپڑ بیلتے مر گئے لیکن بخشش کا نہ یقین ہونا تھا نہ ہوا۔اور یہ سب افسانے بعد کے گھڑے ہوئے ہیں ۔

(11) سکینہ کا نزول ہر حال میں قابلِ فخر نہیں ہوتا اور اس سورت میں تو اللہ سکینہ کے معنی خود تجویز کر دیتا ہے لہٰذا فخر غلط ہے ۔

اس سورہ (48) میں اللہ نے شروع ہی سے یہ اعلان کرنا شروع کیا ہے نام نہاد مومنین مکہ جا کر جنگ چھیڑنے کی کوشش کریں گے اللہ کو معلوم تھا کہ وہ یہیں سے جنگ کو ملحوظ رکھ کر سفر کریں گے اور صرف ایک تلوار لے کر چلنے اور مکہ میں حاجیوں کی طرح غیر مسلح پہنچنے کے حکم کو نظر انداز کر دیں گے اس لئے اللہ نے جنگ سے روکنے کا اور جنگ نہ چھیڑنے کا قہری انتظام بھی کیا تھا اور اپنے اس انتظام کو ان الفاظ میں ظاہر بھی فرما دیا ہے کہ

وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۝ (48/24)

مودودی ترجمہ ’’وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیئے ،حالانکہ وہ اُن پر تمہیں غلبہ عطا کر چکا تھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اُسے دیکھ رہا تھا۔‘‘

یہ ہیں اس سورۃ میں سکینہ کے معنی ۔یعنی بے حس و حرکت کر دینا ۔ساکن کر دینا ۔شل کر دینا یا فالج گرا دینا کہ حرکت مفلوج ہو کر رہ جائے اور غلط کام کر ہی نہ سکیں چنانچہ بیعت رضوان کرنے والے لوگوں میں وہ لیڈران قوم بھی تھے جو حدیبیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف تھے اگر اُن کو سکینہ کے ذریعہ مسلسل تین مواقع پر (26،18،4/48) مفلوج نہ کر دیا گیا ہوتا اور اُن کے دماغوں میں لوٹ مار و مالِ غنیمت حاصل کرنے کا یقین نہ بٹھا دیا گیا ہوتا (20-19/48) اور بار بار فتح حاصل کرنے کے جال میں نہ اُلجھا دیا گیا ہوتا (27،18،1/48) تو وہ ضرور فتنہ و فساد پھیلاتے اور مکّی قریش کے ساتھ مل کر حقیقی مسلمانوں کا مع رسولؐ قتلِ عام کرنے سے نہ چوکتے اسی لئے اللہ نے اسی سورت میں دو دفعہ فرمایا کہ ۔

’’ہم نے تم پر لوگوں کے ہاتھ اُٹھنے سے روک دیئے (24،20/48) یعنی تم پر اور اُن پر سکینہ کے ذریعے فالج مسلط کر دیا اور تمھارے ذہن بھی مفلوج ہو کر رہ گئے ۔قارئین یاد رکھیں کہ قریش نے مکہ میں اور قریشی مومنین نے ادھر مسلمانوں میں باقاعدہ جنگ کی تیاری کر رکھی تھی اور مدینہ سے روانگی کے قبل ہی یہ خبر مدینہ میں پھیلا دی تھی کہ: **بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا۝ (48/12)**

مودودی ترجمہ :۔’’بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسولؐ اور مومنین (مکہ سے) اپنے گھروں میں ہرگز پلٹ کر نہ آسکیں گے اور یہ خیال تمھارے دلوں کو بہت بھلا لگا اور تم نے بہت بُرے گمان کئے اور تم سخت بد باطن لوگ ہو۔‘‘(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 51)

قارئین دیکھیں کہ قرآن کس وضاحت سے قریشی مومنین کی اسکیموں کو منظرِ عام پر لاتا رہا اور قریشی خلافتوں نے آخر سب کچھ چھپا کر اور بدل کر رکھ دیا ۔واقعی اگر حدیبیہ میں جنگ ہو جاتی تو اگر سارے چودہ سو لوگ حقیقی مومنین ہی ہوتے تو وہاں سے بچ کر آجانا مادی حساب سے ممکن نہ تھا ۔اس لئے اللہ نے سکینہ سے حقیقی مومنین اور رسولؐ کو یقین و اطمینان میں سکون بخشا اور دشمنانِ اسلام اور اُن کے پٹھو مومنین پر فالج والا سکون مسلط کیا اور یوں جنگ سے دور رکھا ۔ورنہ قریشی کفار نے اور قریشی مومنین نے رسولؐ اور مومنین کو وہیں قتل کر کے ڈھیر لگا دینے کی اسکیم بروئے کار جاری کر دی

تھی اور اگر متعلقہ لوگوں کو سکینہ والا فالج پیش نہ آیا ہوتا تو قریشی اسکیم (12/48) سامنے آ گئی ہوتی۔

(12) عمر بن الخطاب اُس گروہ کے سردار اور لیڈر رہتے تھے جو قریشِ مکہ کے ساتھ مل کر مومنین کا قتلِ عام کرانا چاہتا تھا۔

قارئین حدیبیہ کے سفر میں آپ ہر جگہ پڑھیں گے کہ رسولؐ اللہ نے صرف زیارت کعبہ بجالانے کا اور قربانی وعمرے کا ارادہ کیا تھا اُسی کے مطابق مومنین کو ہدایات دی تھیں اور حاجیوں کی طرح صرف ایک تلوار ساتھ لینے کی اجازت دی تھی اور باقی ہر قسم کے اسلحہ کی ممانعت کردی تھی۔ خود احرام باندھا تھا اور سب کو احرام بندھوایا تھا۔ مگر ایک گروہ خفیہ طور پر اسلحہ کے انتظام کے لئے ساتھ چلا تھا اور ارادہ وسکیم وہی تھی جو آیت 12/48 میں بیان ہوگئی ہے کہ رسولؐ کو راہ سے ہٹا کر اسلام کی سربراہی ہاتھ میں لے لی جائے۔ قرآن چونکہ گھر میں پورا کا پورا رکھا ہے اور انہیں معلوم تھا لہٰذا قریشی اسلام جاری کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس سازش میں کون کون لوگ شامل تھے اس کا ثبوت قریشی تاریخ سے دینا مشکل ہے۔ بہر حال ہمیں دو اشخاص کے نام ملتے ہیں۔

(13) علامہ شبلی نعمانی عمر کو رسولؐ کی آڑ میں چھپاتے ہوئے ایک بڑے پتے کی بات لکھ جاتے ہیں شبلی کی بات سُنئے:

''ذوالحلیفہ مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمر کو خیال ہوا کہ اس طرح چلنا مصلحت نہیں۔ چنانچہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا اور آپؐ نے اُن کی رائے کے مطابق مدینہ سے ہتھیار منگوا لئے۔ (الفاروق حصہ اول صفحہ 24-25)

علامہ شبلی نے تمام تواریخ واحادیث وروایات کے خلاف یہاں رسولؐ اللہ کو ہتھیار منگانے میں شامل کیا ہے جو سراسر باطل ہے اور صرف عمر کی جنگی سازش کو چھپانے کی غرض سے رسولؐ کو ملوث کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ بیان کہاں چھپایا جائے گا جس میں شبلی نے لکھا ہے کہ:

''حضرت عمر نے بیعت (رضوان) سے پہلے لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی۔ صحیح بخاری غزوہ حدیبیہ میں ہے کہ حدیبیہ میں حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بھیجا کہ جا کر فلاں انصاری سے گھوڑا مانگ لائیں۔ عبداللہ بن عمر باہر نکلے تو دیکھا کہ آنخضرت لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ اُنھوں نے بھی جا کر بیعت کی۔ حضرت عمر کے پاس واپس آئے تو دیکھا کہ وہ ہتھیار لگا رہے ہیں۔ عبداللہ نے ان سے بیعت کا واقعہ بیان کیا حضرت عمر اُسی وقت اُٹھے اور جا کر آنخضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔'' (ایضاً حصہ اول صفحہ 25)

قارئین نوٹ فرمالیں کہ یہ روایت بلفظہٖ بخاری جلد دوم کتاب المغازی صفحہ 601 اور حاشیہ 10 میں تفصیل سے موجود ہے اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ عمر جنگ کی کوشش میں ناکام ہوئے۔ باقی سب کچھ سورۃ الفتح میں موجود ہے۔ یہ تھا بیعت رضوان کا فریب جو ہوا میں اڑ گیا اور پرویز اور مودودی کے صحابہ سازشی لوگ ثابت ہو گئے۔

49۔ عہد رسولؐ کے مومنین سے اللہ شکایت کر رہا ہے پرویز کو مبارکباد۔

ہم پرویز سے اُن تمام مومنین کی ملاقات کرانا طے کر چکے ہیں جو عہد رسولؐ میں ایمان لائے تھے' مومنین کہلاتے تھے اور مومنین کی حیثیت سے بعد رسولؐ موجود رہے اور کُھل کر اسلام کو اپنے سابقہ مذہب ومسلک میں تبدیل کیا اور اقوام عالم میں اسلام کو بدنام کیا اللہ سے سُنئے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَانَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَO (الحدید 16/57)

مودودی ترجمہ:۔ ''کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اُس کے نازل کردہ حق

کے آگے جھکیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک لمبی مدت اُن پر گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور آج اُن میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 314۔313)

پرویز نے کیا سمجھا؟ ''یہ لوگ جو جماعت مومنین میں داخل ہو چکے ہیں۔ کیا اُن کے لئے حقائق کے اس طرح بے نقاب ہو جانے کے بعد بھی پختگی ٔ ایمان کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل قوانین خداوندی کے سامنے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں اس سے پہلے آسمانی کتابیں دی گئی تھیں لیکن جب اسی پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثر صحیح راستہ چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چل نکلے۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1280)

مودودی نے ان تمام مومنین کے لئے کیا کہا؟

مودودی نے لکھا ہے کہ: ''28؎ یہاں پھر ''ایمان لانے والوں'' کے الفاظ تو عام ہیں مگر اُن سے مراد تمام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کا وہ خاص گروہ ہے جو ایمان کا اقرار کر کے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں شامل ہو گیا تھا اور اس کے باوجود اسلام کے درد سے اُس کا دل خالی تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 313)

مودودی نے عہد رسوؐل کے مومنین کو ڈانٹ پلائی ہے۔

'' 29؎ یعنی یہود و نصاریٰ تو اپنے انبیاءؑ کے سینکڑوں برس بعد آج تمھیں اس بے حسی اور روح کی مردنی اور اخلاق کی پستی میں مبتلا نظر آ رہے ہیں۔ کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ابھی رسوؐل تمھارے سامنے موجود ہے، خدا کی کتاب نازل ہو رہی ہے، تمھیں ایمان لائے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے، اور ابھی سے تمہارا حال وہ ہو رہا ہے جو صدیوں تک خدا کے دین اور اُس کی آیات سے کھیلتے رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ کا ہوا۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 314)

پرویز بھی ان مومنین کو منافق نہیں کہتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہی وہ مومنین ہیں کہ جن سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی جو سب جنتی ہیں اور جن کے خلاف لکھی ہوئی کوئی بات تم نہ مانو گے۔ حالانکہ قرآن میں اُن کی مذمت تم نے مان لی اور لکھ دی ہے۔ ایسے ہی مومنین کی کثرت تھی اور جن مومنین سے اللہ راضی ہوا، جو سو فیصد جنتی تھے اور جن کے خلاف کوئی بات نہیں مانی جائے گی وہ قلیل تعداد میں تھے اور تمھارے صحابہ اور شاہکار سب قرآن میں مذموم و لعنتی ہیں خواہ تم اُن پر منافقین کی چادر ڈالو یا کمزوریٔ ایمان کے پردے میں چھپاؤ یا صحرائی بدو قرار دو مگر تمھیں قرآن سے ایسے مومنین کا وجود ماننا ہو گا جو مومنین ہوتے ہوئے جہنمی تھے۔ تمام فسق و فجور و گناہ کرتے تھے اور عہد رسوؐل ہی میں اُنھوں نے ایک خود ساختہ اسلام جاری کیا تھا۔ جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور خاندان رسوؐل کے خلاف محاذ بنایا تھا۔ اپنی حکومت قائم کی تھی اور جنگ جمل و صفین لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آئے تھے اور ابوبکر کی بیٹی نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف اُن مردود و ملعون مسلمانوں کی قیادت کی تھی۔ اور تمہیں عہد رسوؐل کے مومنین کی ہر مذمت قبول کرنا پڑے گی۔ ہم قرآن ہی سے تمھارے تمام ناہنجار دعووں کو باطل ثابت کریں گے۔ تم منافقین کو اُن مومنین سے الگ کرنا چاہتے ہو ہم دکھائیں گے کہ منافق تو قریشی مومنین کے جاسوس تھے اور ویسے ہی مومن تھے جیسے عمر و ابوبکر و عثمان مومنین تھے۔ اگر تم اُن کے ساتھیوں، خادموں اور ہم مسلک لوگوں کو منافق کہہ کر اُن سے جان چھڑانا چاہتے ہو تو اُن کے راہنماؤں کو بھی منافق ٹھہراؤ ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہم تو ان کو منافقوں سے بھی بدتر مومنین کہتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن میں ان کو مومن کہہ کر پکارا گیا ہے۔ بہر حال ہم قریشی مومنین اور قریشی

منافقین کو ایک ہی مذہب کے لوگ سمجھتے ہیں فرق یہ ہے کہ قریشی مومنین مستقل طور پر رسولؐ کے ساتھ لگے رہنے کا پروگرام رکھنے والوں کو کہا گیا ہے اور بطور جاسوس مسلمانوں میں رہنے والوں کو منافقین کہا گیا ہے۔

50۔ عہدِ رسولؐ کے مومنین میں جو گروہ منافقوں کا طرفدار تھا وہ گروہ قریشی قسم کے مومنین کا گروہ تھا وہ منافقین کی راہنمائی کا مدعی تھا۔

یہاں ہم دکھائیں گے کہ عہدِ رسولؐ کے مومنین دو گروہوں میں یا فرقوں میں معلوم ومشہور چلے جارہے تھے۔ لیکن قریشی خلافتوں کی پالیسی یہ تھی کہ عہدِ رسولؐ میں تمام مومنین کو متحد اور پکے یا حقیقی مومنین دکھایا جائے اس لئے اُنھوں نے تاریخوں، تفسیروں اور کتب واحادیث میں اس حقیقت کو چھپایا، روایات گھڑوائیں اور پورا زور اس پر لگا دیا کہ مسلمانوں میں فرقے بعد خلفائے ثلاثہ ظہور میں آئے۔ عہد ابوبکر وعمر وعثمان میں بھی تمام مسلمانوں کو صحیح مذہب اسلام پر متفق وہم آہنگ دکھایا ہے۔ مگر وہ قرآن کے الفاظ نہ بدل سکتے تھے لہٰذا اُن کے تمام فریب وفراڈ ہر وہ آدمی پکڑ سکتا ہے جو حق پرست ہو لہٰذا قرآن پڑھئے اللہ قریشی مومنین سے کہتا ہے کہ:

فَمَالَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا O وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا O (نساء 89-88)

مودودی ترجمانی: ''پھر یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ جو برائیاں اُنھوں نے کمائی ہیں اُن کی بدولت اللہ اُنھیں اُلٹا پھیر چکا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے ہدایت نہیں بخشی اُسے تم ہدایت بخش دو؟ حالانکہ جس کو اللہ نے راستہ سے ہٹا دیا ہو اُس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پاسکتے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اُسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ وہ اور تم سب یکساں ہو جاؤ۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو تم دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں اور اگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ اُنہیں پکڑو اور قتل کرو اور اُن میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 380-379)

50 (الف)۔ مودودی ذرا ہیرا پھیری کے ساتھ وہ سب کچھ مانتے ہیں جو قرآن میں کہا گیا ہے مگر اُن کے قاری صورت حال کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

1۔ مودودی کی ہیرا پھیریاں اور فریب کاریاں پہلے دیکھیں۔ علامہ نے اپنے قاریوں کو یہ وہم تک نہیں ہونے دیا کہ مسلمانوں یا مومنین کے اندر دو قسم کے مومنین تھے ایک وہ گروہ تھا جو منافقوں کا طرفدار و جانبدار تھا۔ دوسرا منافقوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ مودودی نے اس آیت (4/88) میں موجود لفظ ''فِئَتَيْنِ'' کا ترجمہ ''دو گروہ'' نہیں کیا ہے ورنہ صورت حال یہ ہو جاتی کہ:

''اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تمھارے اندر منافقوں کے دو گروہ متعلق ہو گئے ہیں؟''

اگر مودودی اس لفظ'' فِئَتَيْنِ '' کا ترجمہ کر دیتے تو ہمارے عنوان (50) کا ثبوت اُن کے قلم سے مل جاتا اور بات طے ہو جاتی کہ خود عہدِ رسولؐ میں مسلمانوں کے کئی ایک فرقے موجود تھے (توبہ 6-9/5) اور ایک فرقہ خود اسلام اور رسولؐ کا مخالف تھا۔ بہر حال مودودی سے اسی لفظ '' فِئَتَيْنِ '' کے صحیح معنی دیکھ لیں اور مطمئن ہو جائیں کہ مودودی اور تمام قریشی علماء قرآن کی غلط ترجمانی کر کے اُمت کو فریب دیتے چلے آئے ہیں۔ سُنئے: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا...... الخ (آل عمران 3/13)

مودودی صحیح ترجمہ۔ ’’تمہارے لئے اُن دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 236)

2۔ **پرویز نے مسلمانوں میں دو فرقے مان لئے ہیں۔** پرویز نے مودودی کے خلاف اُسی آیت (4/88) کا ترجمہ یوں شروع کیا:

1۔ ’’مسلمانو تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو فریق بن گئے ہو؟‘‘ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 466)

2۔ ’’ایسا کیوں ہو کہ تم میں سے کچھ لوگ ان (منافقوں) کے بارے میں ایک خیال کے ہو جائیں اور کچھ لوگ دوسرے خیال کے۔‘‘ (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 207)

لہٰذا مودودی کا فریب اور ہیرا پھیری اور مسلمانوں میں فرقہ واریت عہد رسولؐ میں ہی ثابت ہو گئی اور یہ کافی ہے اُن خبیث علما کے جواب میں جو شیعوں پر اختلاف اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی تہمت لگاتے چلے آئے اور شیعوں کے مجتہدین سے اُن کا جواب نہ ہو سکا۔

3۔ **مودودی، قریشی گروہ یا فرقہ کی اللہ کے خلاف جسارت کو چھپا گئے۔**

مودودی کے اس ترجمہ میں اُن کے قارئین کو یہ بات محسوس تک نہیں ہونے پائی کہ مومنین کا وہ فرقہ یا گروہ جو منافقین کا طرفدار تھا وہ گروہ اپنے اختیار کردہ اسلام میں ایسا منصوبہ رکھتا تھا کہ اُن کی اصلاح اور تبلیغ و ہدایت بے نتیجہ نہ رہ سکتی تھی حتّٰی کہ وہ منافقین ہی کو نہیں بلکہ جسے اللہ خود گمراہ کر دے اُسے بھی اپنے اسلام کا فدا کار و دلدادہ بنا سکتا تھا۔ یہ مطلب خود اس آیت (4/88) میں موجود تھا مگر مودودی نے ہیرا پھیری کر کے اِس مفہوم کو پلٹ دیا ہے آیت کا جملہ یہ ہے کہ: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَلَهٗ سَبِيْلًا O (4/88)

رفیع الدین: ’’کیا ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے؟ اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس ہرگز نہ پاوے گا تُو واسطے اُس کے راہ۔‘‘

یہاں ارادہ کرنے کے معنی اللہ سے بہتر راہنمائی کا منصوبہ یا پلان رکھنے کے ہیں۔ مطلب صاف ہے کہ منافقین کو جیسے ہی اپنی اسکیم سے روشناس کرائیں گے وہ نہ مخالفت کریں گے اور نہ منصوبہ کو ناپسند کریں گے چونکہ اس قریشی مومن فرقے کا اور منافقین کا مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی قریشی مومنین کا گروہ اور منافقین کا گروہ مذہبی بنیاد میں متفق، ہم آہنگ اور ایک ہی ہیں۔

4۔ **قریشی مومن گروہ اور قریش کا منافق گروہ عقائد و مقاصد میں متفق اور ایک ہی تھا۔ مودودی نے کفر و کافر کا غلط ترجمہ کر کے فریب دیا ہے۔**

ہم نے ابتدائے تشریح میں بھی اور اپنی تمام کتابوں میں بھی بتایا اور یہاں بھی بتاتے چلیں گے کہ کفر کے معنی ہرگز ہرگز ’’انکار‘‘ ’’منکر‘‘ یا ’’مخالفِ اسلام‘‘ نہیں ہوتے اور مودودی نے بھی کفر کے اصلی معنی چھپانا لکھے ہیں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) اور پرویز کی لغت میں بھی کفر و کافر کے معنی چھپانا اور ڈھانپنا لکھے ہیں لہٰذا مودودی اور پرویز نے قریشی مومنین کو کفر کے فتوے سے بچانے کے لئے سارے قرآن میں لفظ کفر اور اس کے مادے سے بننے والے تمام (کافر، کافرین، کافرون، یکفُر، یکفرون) الفاظ کے صحیح معنی نہیں کئے۔ حالانکہ قریشی اور قریشی مومنین سب سے بڑے کافر یعنی حق کو چھپانے والے تھے۔ ہمارا ترجمہ اور تفسیر دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں جہاں جہاں لفظ کفر اور اس کے مصدر سے نکلنے والے الفاظ فرمائے ہیں وہاں نوے (90%) فیصد مقامات پر قریشیوں کو اور قریشی مومنین کو کافر فرمایا ہے۔ یہاں منافقوں کے سلسلے میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ: وَدُّوْا لَوْتَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً۔۔ الخ (4/89)

’’اے مومنین منافقوں کو یہ بات بہت محبوب ہے کہ تم بھی حق کو اُسی طرح چھپانے لگو جس طرح وہ خود حق پوشی کر رہے ہیں تاکہ تم اور وہ دونوں برابر کے حق پوش بن جاؤ۔‘‘

اِس آیت کے مودودی اور پرویزی ترجموں سے قارئین یہ سمجھتے ہیں کہ جن کو منافق کہا گیا ہے وہ کافر یعنی غیر مسلم یا اسلام کے منکر لوگ ہیں حالانکہ اللہ نے اُن کو منکرِ اسلام نہیں کہا بلکہ اسلامی حقائق کو چھپانے والے کہا ہے اور انہیں مسلمان قرار دیا ہے۔ جہاں اسی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (4/89)

مودودی مسلمان مانتا ہے۔ ''اُن میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آجائیں۔''

مودودی بھی اور پرویز بھی اُن کو مسلمان و مومن سمجھتے ہیں کمی یہ ہے کہ اُنھوں نے ابھی ہجرت نہیں کی ہے ہجرت کرتے ہی بقول مودودی و پرویز وہ حقیقی مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے اولیاء بن جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ لہٰذا مودودی اینڈ کمپنی کا یہ ترجمہ فریب ہے کہ:

''وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (یعنی منکر اسلام ہیں) اُسی طرح تم بھی کافر (منکر اسلام) ہو جاؤ۔ تاکہ تم اور وہ یکساں یعنی منکر اسلام ہو جاؤ۔''(4/89 تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 380)

لہٰذا نوٹ رکھیں کہ منافقین منکرین اسلام نہ تھے۔ وہ قریشی مومن تھے مگر حقیقت اسلام کو ڈھانپتے اور چھپاتے رہتے تھے۔

5۔ خاص طور پر نوٹ کریں کہ منکر اسلام کو صرف انکار اسلام پر یا مسلمان نہ ہونے کی بنا پر قتل نہیں کیا جاسکتا۔ قتل کا سبب ولایت ہے۔

جیسا کہ تمام مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ تمام غیر مسلموں کو بھی معلوم ہے کہ اسلام اختیار نہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور ہرگز قرآن میں یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ جو اسلام اختیار نہ کرے اسے قتل کر دو۔ بلکہ اس کی نہایت سختی سے ممانعت اور مذمت کی گئی ہے کہ کسی کو اُس کی مرضی کے خلاف جبراً مسلمان کیا جائے۔ رسوؐل اللہ سے فرمایا گیا کہ: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ O (یونس 10/99)

مودودی۔ ''پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں۔''

مودودی کی تشریح سے قریشی مومنین پر اعتراضات کا دروازہ کھل گیا۔

اس آیت کی تشریح سے قریشی مومنین پر اور خود مودودی پر اعتراضات کا ایک نیا دروازہ اور کھل گیا ہے۔ تشریح سُنیئے۔

بُرے خطاب میں رسوؐل نہیں بُرے لوگ مخاطب ہوتے ہیں۔

''102ے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو زبردستی مومن بنانا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔ دراصل اس فقرے میں وہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے جو قرآن میں بکثرت مقامات پر ہمیں ملتا ہے کہ خطاب بظاہر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے مگر اصل میں لوگوں کو وہ بات سنانا مقصود ہوتی ہے جو نبیؐ کو خطاب کر کے فرمائی جاتی ہے۔ یہاں جو کچھ کہنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کو حجت اور دلیل سے ہدایت و ضلالت کا فرق کھول کر رکھ دینے اور راہ راست صاف صاف دکھا دینے کا جو حق تھا وہ تو ہمارے نبیؐ نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ اب اگر تم خود راست رو بننا نہیں چاہتے اور تمھارا سیدھی راہ پر آنا صرف اسی پر موقوف ہے کہ کوئی تمھیں زبردستی راہ راست پر لائے تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ نبیؐ کے سپرد یہ کام نہیں کیا گیا ہے۔ ایسا جبری ایمان اگر اللہ کو منظور ہوتا تو اس کے لئے اُسے نبی بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یہ کام تو وہ خود جب چاہتا کر سکتا تھا۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 313-314)

اس اصول کے واضح ہو جانے کے بعد آیت کا یہ حصہ پھر دیکھئے اور مودودی کا ترجمہ بھی پڑھیے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (4/89)

مودودی: ''اوراگر وہ ہجرت سے باز رہیں تو جہاں پاؤ اُنہیں پکڑ واور قتل کرو'' (تفہیم القرآن جلداول صفحہ 380)

مطلب یہ ہوا کہ کسی کو جبراً مومن بنانا تو منع ہے لیکن ہر مومن کو جبراً ہجرت پر مجبور کرنا جائز ہے اور اگر کوئی ہجرت نہ کرے تو اُسے قتل کرنا واجب ہے۔ یہ معنی اور مسئلہ سو فیصد سارے قرآن کا مخالف ہے۔ اول اس لئے کہ قرآن میں کہیں بھی ہجرت کو واجبات میں نہیں رکھا نہ کہیں ہر شخص کو ہجرت کا حکم دیا۔ دوم اس لئے کہ اسلام میں جبر کسی صورت میں کسی پر جائز نہیں ہے۔ رہ گیا منافقین کے لئے گرفتار کرنے اور قتل کیے جانے کا حکم، وہ منافق ہونے کی بنا پر نہیں ہے وہ تو اس لئے ہے کہ اگر وہ اپنی حکومت اور ولایت اللہ ورسولؐ اور اسلام کے مقاصد کے خلاف بنانا چاہیں تو انہیں پکڑنے اور جہاں ملیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن مودودی اور پرویز اور تمام قریشی علماء و۔ل۔ی سے بننے والے الفاظ کے بھی صحیح معنی کرنا پسند نہیں کرتے یعنی یہ سب اسلامی حقائق اور حقیقی حکومت الٰہیہ کو چھپاتے ہیں۔ لہٰذا قریش اور قریشی علما تمام کافر حقیقی ہیں۔

6۔ ان آیات (89۔88/4) کو دہرا کر مومنین کو ولایت وحکومت سازی سے منع کیا گیا ہے اور اسی کی خلاف ورزی کرنیوالوں کو قتل کا حکم دیا گیا ہے

پہلے فرمایا گیا کہ: ''وہ تمھیں بھی اپنے ایسا حق کو چھپانے والا بنانا محبوب رکھتے ہیں لہٰذا اے مومنین اُن میں سے کسی کو اپنا حکمران یا اولیاء نہ بنالینا'' فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ ۔ پھر آخر میں فرمایا کہ: وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًاO (89/4) ''اور اُن میں سے کسی کو اپنا حاکم اور ناصر نہ بنانا'' ان دوہری تاکیدوں کے بعد فرمایا کہ'' اگر وہ خود حاکم بن جانے میں کوشاں ہو جائیں تو جہاں بھی ملیں گرفتار کر واور انھیں قتل کرڈالو'' فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ ...الخ ۔ یہ تھا لفظاً لفظاً وہ بیان جو ان آیات (89۔88/ 4) میں موجود ہوتے ہوئے مودودی اور پرویز اور تمام نام نہاد شیعہ مترجمین نے چھپالیا تھا۔

7۔ ایک سب سے زیادہ شیعوں کا پسندیدہ ترجمہ بھی دیکھ لیں تاکہ یقین ہو جائے کہ شیعہ مجتہدین کے تیار کئے ہوئے علما مودودی کی راہ پر چل رہے ہیں

شیعہ مولوی اور حافظ فرمان علی کا ترجمہ:۔

''پھر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے ہو (ایک موافق ایک مخالف)۔ حالانکہ خود خدا نے اُن کے کرتوتوں کی بدولت اُن (کی عقلوں) کو الٹ پلٹ دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے تم اُسے راہ راست پر لے آؤ حالانکہ خدا نے جس کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اُس کیلئے تم میں سے کوئی شخص راستہ نکال ہی نہیں سکتا۔ اُن لوگوں کی خواہش تو یہ ہے کہ جس طرح وہ کافر ہو گئے تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ تم ان کے برابر ہو جاؤ۔ پس جب تک وہ خدا کی راہ میں ہجرت نہ کریں تم اُن میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ پھر اگر وہ اس سے بھی منہ موڑیں تو انھیں گرفتار کر واور جہاں پاؤ اُن کو قتل کر دو اور اُن میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار'' (ترجمہ صفحہ 145۔146)

قارئین صرف یہ دیکھیں کہ یہ شخص لفظ کافر، اولیاء اور ولی کا ترجمہ اپنے بزرگوں ابوبکر وعمر وعثمان کی پالیسی کے مطابق کرتا ہے۔ اور ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ منافقوں کا طرفدار مومنوں کا یہ گروہ بھی بعدِ رسولؐ موجود تھا اور تمام منافقوں کو اپنی زیرِ سرپرستی لے کر، اپنی حکومت کو مضبوط کیا تھا اور یہ بھی پرویز کے مومن حقا اور رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور صحابہ رسولؐ میں شامل تھا۔ جن کے حق میں قتل کا قرآنی فتویٰ آج تک موجود ہے۔

51۔ وہ مومنین بھی عہد رسولؐ ہی میں موجود تھے جو رسولؐ اللہ پر ایمان نہ رکھتے تھے اور نہ ہی متقی تھے۔

پرویز کے ناہنجار دعویٰ میں وہ برائے نام مومنین بھی حقیقی مومنین بن گئے جو اسلامی ذمہ داریوں یعنی تقویٰ کی پرواہ نہ کرتے تھے جنہیں اللہ نے اپنے رسولؐ پر ایمان لانے اور متقی بننے کا حکم دیا ہے۔ قرآن سُنئے تاکہ قریشی تاریخ میں مذکور مومنین کی مذمت حق بجانب اور پرویز کا دعویٰ باطل کہلا سکے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO(حدید 28/57)

مودودی کی آزاد ترجمانی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسوؐل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اللہ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمھیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تمھارے قصور معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 333۔334)۔

پرویز بھی اس ترجمہ سے متفق ہے (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 653)

مودودی بھی اس سورہ حدید میں قریش کے مومنین کو خلوص سے خالی مانتے ہیں۔

مودودی نے لکھا ہے کہ: ''شروع سے اس سورت کے مخاطب وہی لوگ ہیں جو رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر کے داخل اسلام ہوئے تھے اور پوری سورت میں انہی کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ محض زبان کے مومن نہ بنیں بلکہ اخلاص کے ساتھ سچے دل سے ایمان لائیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 333)

قارئین نوٹ کریں کہ اس سورت کے مخاطبین میں کوئی پرخلوص مومن نہیں ہے لہٰذا یہ آیت دوبارہ پڑھیں۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ O(57/10)

پرویز کا سر بلند کر کے ترجمہ؟ ''وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں مال صرف کیا اور جنگوں میں شریک ہوئے اور وہ جنھوں نے اس کے بعد ایسا کیا، مدارج کے اعتبار سے یہ دونوں گروہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ السابقون الاولون کے مدارج بے شک بلند ہیں لیکن خدا کے حسین اور خوشگوار وعدے (یعنی جنت اور مغفرت کے وعدے) اِن سب کے لئے ہیں۔ خدا تم سب کے اعمال سے باخبر ہے (اس لئے اس نے یہ ضمانت یونہی نہیں دے دی)۔'' (شاہکار گزرگاہ خیال صفحہ 44-45)

سوچئے کہ حقیقی مومنین ومجاہدین ومہاجرین کے درجات سے نہ کسی کو انکار ہے نہ ہو سکتا ہے مگر اس سورہ میں جو مخاطب ہیں وہ تو جہنم کے وعدوں سے تعلق رکھتے ہیں اور پرویز ان کے ساتھ رہیں گے۔

52۔ اللہ ورسوؐل سے خیانت کرنے والے مومنین بھی پرویزی جنت میں جائیں گے۔

پرویز کے ناہنجار اور قریشی دعوے کو بار بار باطل کرنا ضروری ہے تاکہ قریشی مومنین کو حقیقی مومنین کی آڑ سے نکال کر جہنمی ثابت کیا جا سکے۔ قریشی مومنین کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ Oوَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِO وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ Oيٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَOوَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ Oيٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰ
تِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ O(انفال 29 تا 8/24)

مودودی ترجمانی: ''اَے ایمان لانے والو! اللہ اور اُس کے رسوؐل کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسوؐل تمھیں اُس چیز کی طرف بلائے جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اُسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُن ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے' زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا' تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تمھیں جائے پناہ مہیا کر دی۔ اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا۔ شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ اَے ایمان لانے والو جانتے بوجھتے اللہ اور اُس کے رسوؐل کے ساتھ خیانت نہ کرو اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لئے بہت کچھ ہے۔ اے ایمان لانے والو اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمھارے لئے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمھاری بُرائیوں کو تم سے دور کر دے گا اور تمھارے قصور معاف کر دے گا اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 137 تا 140)

52(الف)۔ آیات اور ترجمہ پر نظر بازگشت:

سب سے پہلے یہ سن لیں کہ پرویز معارف القرآن جلد 4 میں بھی اور مفہوم القرآن جلد اول میں بھی مودودی والی ترجمانی سے متفق ہیں۔ مومنین کی خیانتوں اور بد دیانتی کو مانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ مومن ہوتے ہوئے رسوؐل کے بلانے پر نہیں جایا کرتے بلکہ انہیں میدان جنگ میں نرغۂ کفار کے اندر گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے ہیں (154 '153 '152/3 مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 159۔160) اس لئے اُن سے بار بار کہا جاتا رہا کہ جب رسوؐل بلایا کرے تو اُن کے پاس جایا کرو (8/24) یہ بھی مان لیا ہے کہ یہ مومنین کافروں سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے اور یہ یقین نہ کرتے تھے کہ اللہ انہیں محفوظ رکھ سکتا ہے اور کمی و کمزوری کی حالت میں بھی مدد کر سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے ہر ضروری مدد کرنے کا تذکرہ فرمایا اور شکر ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ بہر حال یہ تھے وہ خیانت کار و نا ہنجار مومنین جو حقیقی مومنین کے پیچھے چھپائے نہیں جا سکتے اور انہیں رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا نقاب نہیں اڑھایا جا سکتا۔ ایسے ہی مومنین کی کثرت تھی جنھوں نے رسوؐل کی حکومت پر قبضہ کیا تھا اور اپنا پسندیدہ اسلام جاری کیا تھا۔ ان ہی کی کثرت تھی جو جنگ جمل و صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں آئی تھی اور ذلت و رسوائی کے عالم میں ہزاروں کی تعداد میں قتل ہوئی تھی ان خبیثوں کو اور اُن کی بد کرداری کو نہ چھپایا جا سکا نہ چھپایا جا سکتا ہے۔ اُن کے حمایتی اور طرفدار اور کچھ نہیں کرتے سوا اس کے کہ خود بھی اُن ہی کے زمرے میں شمار ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

ایک نوٹ کفر کے معنی: خاص طور پر نوٹ کریں کہ آیت (8/29) میں لفظ ''یُکَفِّرْ'' آیا ہے مگر مودودی اور پرویز نے یہاں اِس کے معنی غیر مسلم یا منکر اسلام نہیں کیے ہیں بلکہ ''دور کرنا'' معنی کیے ہیں۔ یہ اُن کی لفظوں سے بازی گری کا ثبوت ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''تمھاری بُرائیوں کو ڈھانپ یا چھپا دے گا'' یعنی گزشتہ بُرائیوں کو مواخذہ کے دن قابل شمار نہ رہنے دے گا۔ وہ اعمالنامہ سے غائب ہو جائیں گی۔

53۔ مومنین کی مختلف حالتیں اور اللہ کا اُن کے ساتھ سلوک رواں دواں دیکھئے اور تمام مومنین کو جنتی بنانے والوں کو دکھایئے۔

یہاں ہمارے قارئین خود فیصلے کرتے ہوئے چلیں گے کہ قرآن جن لوگوں کو مومنین کہہ کر پکارتا اور جو کچھ ان سے کہتا ہے۔ آیا وہ ان پر صادق آتے ہیں؟ یا اُن کو تاکید کی جارہی ہے کہ وہ ایسے اور ایسے بن جائیں۔ تاکید اُسی چیز کی جایا کرتی ہے جو مخاطبین میں موجود نہیں ہوتی۔ لہٰذا مومنین کو دیکھنا شروع کیجیے:

1۔ وہ مومنین جو اپنی دولت اور اولاد میں غفلت کی حد تک مصروف تھے؟

یَـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ O (منافقون 10-9/63)۔

مودودی ترجمانی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اُس وقت وہ کہے کہ اَے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا؟'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 521-522)

پرویز اپنی بکواس میں ملا کر یہ سب کچھ مانتے ہیں جو دونوں آیات میں بیان ہوا ہے اور ان مومنین کو بھی اُس نے ''اَے جماعت مومنین'' مانا ہے اور یہ کافی ہے پرویز کے مومنین کے لئے کہ وہ اپنی اولاد و اموال میں منہمک اور اللہ سے غافل رہتے تھے۔ اور مال و اولاد کو محفوظ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ نہ حقیقی مومنین تھے نہ رضی اللہ عنھم سے تعلق رکھتے تھے۔

2۔ درجات کی بلندی اور علمی عطیات نام نہاد مومنین کے لئے نہیں۔

یَـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ O (مجادلہ 58/11)

بات واضح کرنے کی خاطر ہمارا ترجمہ: ''اَے مومنین جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں آنے والوں کو جگہ دو تو جگہ کو کشادہ کردیا کرو اللہ تمھیں کشادگی بخشے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ تمھیں کافی وقت ہوگیا ہے اب تم اُٹھ جاؤ تو اُٹھ کر چل دیا کرو۔ اَے مومنین تم میں سے جو مومن ہیں اُنکے اور جنہیں علم دیا گیا ہے اُن کے درجات اللہ بلند کریگا۔ اور اَے مومنین اللہ تمھارے اعمال سے بالکل خبردار ہے۔''

ہمارے خود ترجمہ کرنے کا سبب حق کو اجاگر کرنا تھا۔ یوں سمجھئے کہ اس آیت میں مومنین مخاطب کئے گئے ہیں اُن کو کچھ ہدایات دی گئی ہیں۔ اب اُن سے یہ کہنا کہ ''تم میں سے جو مومن ہیں'' یہی کہنا ہے کہ تمام مخاطبین مومن نہیں تھے۔ بلکہ نام نہاد مومنین یعنی ہماری زبان میں مخاطب لوگ قریشی مومنین تھے۔ جن کو اُن کے دعوائے ایمان کی وجہ سے قرآن میں جگہ جگہ مومنین کے نام سے پکارا گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے مودودی اور پرویز دونوں کا ترجمہ دیکھا تو دونوں نے بات صاف نہیں کی بلکہ گنجلک میں ڈال دی اُن کا اس جملے کا ترجمہ دیکھ لیں۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ O (58/11)

مودودی۔''تم میں سے جو(لوگ) ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ اُن کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 362)

دیکھا آپ نے کہ کتنی واضح حقیقت کو گم کردیا ہے؟ یہی قریشی علما کی شان ہے کہ ہر اُس حقیقت کو بدل دیتے ہیں' گول کردیتے ہیں یا چھپا دیتے ہیں جن سے قریش پر ضرب پڑتی ہو۔ مجالس میں آنے والوں کو جگہ دینا اور جب ضرورت نہ ہو اُٹھ کر چلا جانا ایسی دو باتیں ہیں جو ہزاروں سال سے ساری اقوام کو معلوم تھیں۔ قریش کو ان ہدایات کا دیا جانا بتاتا ہے کہ یا تو تہذیب وتمدن واخلاقیات سے کورے تھے یا کوئی بدمعاشی اور تخریب کا منصوبہ لے کر رسولؐ کی محفل میں بیٹھتے تھے۔ پہلی بات تو اس لئے قابل قبول نہیں کہ قریش تہذیب وتمدن کے اعلیٰ ترین مقام پر تھے جنہیں شاہی درباروں میں کُرسیاں ملتی تھیں۔ دوسری بات البتہ اُن کی تاریخ اور قرآن سے ثابت ہے اور خود اسی آیت کا آخری جملہ اُن کی بدمعاشیوں اور تخریب کاریوں کا ثبوت ہے۔ قارئین نوٹ کریں کہ اللہ کے متعلق یہ اطلاع دینا کہ وہ لوگوں کے اعمال سے واقف ہے' غیرضروری ہے تمام اہل مذاہب اس حقیقت کو جانتے ہیں۔ اس اطلاع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب لوگوں کی شرارتوں کو نوٹ کرلیا گیا ہے اور وہ مذموم اعمال ہیں۔

3۔ قریشی مومنین میں تمام غنی لوگ اللہ ورسولؐ اور غریب مسلمانوں کے دشمن تھے اور تجارتی ہتھکنڈوں سے افلاس پھیلاتے رہتے تھے۔

براہ راست اللہ کا پہلا حکم سُنیے جو اُس وقت کے مسلمان یا مومن رئیسوں، سرمایہ داروں اور غنی لوگوں کے لئے دیا گیا تھا۔

مَآاَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآاٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ O(حشر 59/7)

مودودی:''تاکہ وہ تمھارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اُس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 393 تا 389)

ایک لفظ کے سوا مودودی کا ترجمہ ٹھیک ہے اور تشریحات میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی پوزیشن بیان کی ہے وہ ہمیں بہت پسند اور حق ہے۔ وہ لفظ جس سے ہمیں اختلاف ہے لفظ''عقاب'' اور اس کا ترجمہ''سزا'' نہیں ہے بلکہ تعاقب ہے یعنی''اللہ بہت سختی سے تعاقب کرنے والا ہے''۔ تاکہ مناسب مقام پر گرفت اور مواخذہ کرے۔ بہرحال مقصد میں مودودی کا ترجمہ کوئی خرابی پیدا نہیں کرتا۔ آیت اس لئے لائی گئی ہے کہ قریش میں کوئی ایسا غنی نہیں تھا جو غربا اور غربت وافلاس کا خیال رکھتا ہو یہ سب غریبوں کا خون چوسنے والے لوگ تھے اور رسولؐ سے اُن کی پالیسیوں کا انتقام لینے کے درپے رہتے تھے جو غربا کو خوشحال بنانے پر منتج ہوتی تھیں۔

غنیوں کے متعلق دوسری بات سُنیے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ O(توبہ 9/74)

ولی اور کفر کا صحیح ترجمہ کرنے کی غرض سے ہمارا ترجمہ سُنیے:

''یہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی تھی حالانکہ انھوں نے یقیناً حق پر پردہ ڈالنے کی بات کی تھی اور اُنھوں نے

اسلام اختیار کرنے کے بعد حق کو چھپا دینا طے کرلیا ہے اور اُنھوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش بھی کی تھی جو پروان نہ چڑھی۔ یہ انتقام وہ اس بات کا ہی تو لینا چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسوؐل نے اپنے فضل سے اُنھیں غنی و مالدار بنا دیا ہے۔اب اگر یہ توبہ کر کے اپنی روش بدل دیں تو اُن ہی کے لئے بہتر ہے اور اگر اب بھی وہ ولایت سازی میں لگے رہیں تو اللہ انھیں دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب روئے زمین پر اُن کا کوئی حکمران ہوگا نہ کوئی مددگار رہوگا۔''

یہ تھے وہ سیٹھ و سرمایہ دار اور غنی کہلانے والے لوگ جو رسوؐل اللہ سے انتقام لے رہے تھے اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 216 حاشیہ نمبر 84) ان ہی نے رسوؐل کی حکومت کو غصب کیا تھا۔یہی قریشی مومنین کے لیڈر و راہنما اور شاھکار تھے، یہی راہنما تھے جنھوں نے قرآن کو مھجور کیا تھا اور اُسے اپنے منصوبے اور پالیسی پر فٹ کر کے ایک نیا اور قریشی اسلام پھیلایا تھا جو آج تک مسلمانوں میں حقیقی اسلام کی جگہ جاری ہے۔

4۔اللہ جن لوگوں سے غضبناک ہو، اُن کو اپنا حاکم اور والی بنانے والے مومنین ہرگز حقیقی و جنتی مومنین نہیں بلکہ قریشی مومنین ہو سکتے ہیں۔

ہمیں یہ پسند ہے کہ ترجمہ مودودی کا پیش کیا جائے۔لیکن قریشی علما کا مستقل طریقہ یہ ہے کہ لفظ کفر اور اس سے بننے والے الفاظ کا اور و۔ل۔ی۔ کے مادہ سے بننے والے الفاظ کے اپنے مانے ہوئے صحیح معنی نہ کریں۔لہٰذا ترجمہ اُن ہی کا ہوگا مگر بریکٹوں میں ہمارا صحیح ترجمہ بھی لکھا جائے گا تا کہ مولانا کا تبدیل کیا ہوا ترجمہ قارئین نوٹ کرتے رہیں۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَئِسُوۡا مِنَ الۡاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ۝ (ممتحنہ 60/13)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن لوگوں کو دوست (حاکم) نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے۔جو آخرت سے اُسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر (حق پوش) مایوس ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 450)

پرویزی مفہوم کی بکواس میں سے بھی دو جملے سُن لیں لکھا ہے۔

''اے جماعتِ مومنین کفار کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ہم نے اپنے احکام کی وضاحت کر دی ہے لہٰذا جو لوگ نظامِ خداوندی سے مخالفت کی بنا پر مجرم قرار پا چکے ہیں اُن سے دوستداری کے تعلقات مت قائم کرو۔کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی کہ تمھارے نظام کی نگاہ میں وہ مغضوب اور معتوب ہوں، اور تم اُن سے دوستانہ تعلقات رکھو؟'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1307)

؎ بس ایک بات پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا:

اور وہ بات یہ ہے کہ آیت (60/13) میں لفظ۔''قَوۡ مًا ۔'' (ایک قوم) موجود ہے یعنی اللہ نے۔''ایک مغضوب قوم۔'' کو والی و حاکم نہ بنانے کی اور بقول پرویز و مودودی دوست نہ بنانے کی تاکید کی ہے۔مگر ان دونوں خبیثوں نے اپنی ترجمانی میں کہیں لفظ قوم نہیں آنے دیا اور ایک پوری قد آور مغضوب قوم کو چھپانے کا کفر کیا ہے۔اس لئے وہ قوم جس پر اللہ نے دشمن رسوؐل ہونے کا جرم عائد کیا (25/31) اور غضبناک ہوا وہ صرف اور صرف رسوؐل کی قوم قریش تھی (25/30)۔اور کوئی قوم نہ مکہ میں نہ مدینہ میں قرآن نے بیان نہیں کی ہے۔

بات یہ ہوئی کہ خدا کے واضح احکام کے خلاف یہ دشمنِ رسوؐل قوم (25/30-31)، اللہ کی مغضوب اقوام سے دوستی یا ولایت کا رشتہ قائم کئے ہوئے تھی اور مودودی و پرویز بھی اُس مغضوب قوم کی دوستی، طرفداری اور ولایت کی بنا پر آج تک قرآن کی ترجمانی میں ردو بدل کر رہے ہیں۔

5۔ مغضوب قوم کو حاکم بنانے والے اسلام سے خارج ،شدید اور رُسوا کرنے والے عذاب کے مستحق ہیں۔ وہ ایمان کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔

اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مَاھُمْ مِّنْکُمْ وَلَا مِنْھُمْ وَیَحْلِفُوْنَ عَلَی الْکَذِبِ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ O اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O اِتَّخَذُوْآ اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ O (مجادلہ 16 تا 58/14)

مودودی ترجمانی۔ ''کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جنھوں نے دوست (حاکم) بنایا ہے ایک ایسے گروہ (کی قوم) کو جو اللہ کا مغضوب ہے۔ وہ نہ تمھارے ہیں نہ اُن کے، اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے اُن کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ بڑے ہی بُرے کرتوت ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ جس کی آڑ میں وہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اِس پر اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 364)

قارئین قریش کی سازشوں کا پھیلاؤ دیکھیں کہ عرب کے دوسرے قبائل اور گروہ اپنی عاقبت سے بے پرواہ ہو کر قریش ساز حکومت کو مانتے ہیں اور قریشی حکومت کی تائید کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

پرویز کا نچوڑ یہ ہے کہ: ''اِن کی حالت یہ ہے کہ یہ اُن لوگوں کے ساتھ دوستی کے رشتے جوڑتے ہیں جو نظام خداوندی کی مخالفت اور سرکشی کی وجہ سے مجرم اور سزا کے مستحق قرار پا چکے ہیں اُن کیلئے قانون خداوندی کی رو سے سخت سزا مقرر ہے اُن کیلئے ذلت آمیز سزا ہوگی۔'' (مفہوم 3 صفحہ 1291)

مودودی اور پرویز قریشی قوم پر قارئین کی نظریں مرکوز ہونے سے روکنے کے لئے اپنے ترجموں اور مفاہیم میں لفظ قوم لکھنے سے بہت ڈرتے ہیں لیکن اللہ نے تو تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ اُس قوم کی حکمرانی یا بقول منافقین' دوستی کو اعلانیہ بتایا ہے۔ اور قوم وہاں صرف قریش ہی تھی جسے بدلنے کی قرآن میں دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں۔

6۔ اللہ کو دوستی کے لئے عربی الفاظ معلوم تھے چنانچہ وہ آیت بھی دیکھ لیں جہاں قریش پر دشمنانِ خدا اور رسوؐل سے دوستی کا جرم ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْکَانُوْآ اٰبَآءَ ھُمْ اَوْاَبْنَآءَ ھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O (58/22)

مودودی ''تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ (قوم) اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسوؐل کی مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی یا اُن کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے اُن کو قوت بخشی ہے۔ وہ اُن کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں خبردار رہو اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 367۔366) (مجادلہ 58/22)

7۔ قریشی مسلمانوں کا دشمنان خدا اور رسوؐل اور اللہ کی مغضوب قوم سے دوستی کا ذکر الگ ہے اور انہیں اپنا حاکم بنانے کا تذکرہ الگ سے کیا گیا ہے۔

قارئین نے واضح الفاظ میں دیکھ لیا کہ اللہ نے قریش اور قریش کے دوستوں کو خدا اور رسوؐل کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنے سے الگ منع کیا ہے۔ اور یہ مودودی اینڈ کمپنی کا فریب تھا کہ وہ ولائت قائم کرنے اور حکمران بنانے کی ممانعت والی آیات کا ترجمہ بھی دوستی سے ممانعت کرتے رہے

ہیں تاکہ قارئین کے دماغ میں قرآن سے ولایت سازی اور حکومت بنانے کی سازش کا تصور پیدا نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ چند گنتی کے مقامات پر مجبوراً صحیح ترجمہ کیا گیا ورنہ سارے قرآن میں لفظ کفر کی طرح ''و۔ل۔ی'' سے بننے والے تمام الفاظ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ بہرحال ہمارا کام ہے اُن ملاعین کو بار بار پکڑ کر قاریوں کے سامنے قرآن کے صحیح معنی ومفاہیم پیش کرنا اور اُن کے قلم سے صحیح تصورات کی تائید دکھانا۔

8۔ اِس آیت (22/58) کو بھی یہ علماء اپنے پسندیدہ صحابہ پر فٹ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں حالانکہ آیت اُن کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

دلوں میں ایمان کا لکھا ہوا ہونا اور اللہ کی روح کا تائید کے لئے ساتھ ساتھ رہنا ایسی باتیں ہیں جو کسی ایک صحابی یا تمام صحابہ کو نہ راس آتی ہیں نہ زیب دیتی ہیں نہ اُن کے لئے ممکن ہیں۔ وہ تو مدتوں بت پرستی کرتے رہنے کے بعد سچا یا جھوٹا اسلام لائے تھے۔ دلوں میں لکھا ہوا ایمان تقاضا کرتا ہے کہ وہ دل پاک ہوں جن میں ایمان لکھا جائے۔ حرام خوروں اور مشرکوں کا نہ دل پاک ہوتا ہے نہ بدن پاک ہوتا ہے۔ پھر دل میں ایمان لکھا ہوا ہو تو ایک لمحے کے لئے گمراہی' بے دینی یا بے ایمانی پاس نہیں پھٹک سکتی۔ یہ وہ لوگ ہونا چاہئیں جو مومنوںؑ سے مومنؑ پیدا ہوئے ہوں یعنی روز ازّل سے ایمان اُن کے ساتھ رہا ہو۔ ایمان دل میں لکھا ہوا اور برسوں شرک میں مبتلا رہیں، بتوں کو سجدے کریں، حرام کھانے میں تکلف نہ کریں، یہ سب بکواس ہے۔ روح خداوندی کی تائید حاصل ہو اور آدمی شرک وبت پرستی کرتا رہے، اسلام کی دعوت دینے والے نبیؐ کو ستاتا رہے، مسلمانوں پر مظالم کرتا رہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ دونوں باتیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور اُن کی معصومؑ ذرّیت کے لئے ہیں جو روز ازل سے عالم ومومن پیدا کئے گئے تھے۔ پُشتہا پُشت سے کفر وشرک وبے دینی میں مبتلا چلے آنے والوں کا اُس ازلی ایمان اور تائیدی روح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جن حضرات علیہم السلام کی یہ بات ہوئی ہے اُن کے دلوں میں صرف ایمان ہی نہیں بلکہ پورا قرآن واضح آیات کی صورت میں لکھا چلا آرہا تھا۔

9۔ وہ حضراتؑ جن کے دلوں میں ایمان ہی نہیں بلکہ قرآن بھی لکھا ہوا ساتھ ساتھ چلتا رہا جو مجسمۂ ایمان وقرآن تھے صلی اللہ علیہم۔

قریشی فریب کاریاں بعد میں دیکھنا پہلے قرآن کریم سے اللہ کا بیان سُنئے اور اہلسُنت کے بزرگ ترین عالم کا ترجمہ دیکھئے: اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ O بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ O (عنکبوت 49۔48/29)

ہمارا ترجمہ: ''اے رسولؐ تم نزول قرآن سے پہلے نہ تو یہ کتاب پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی اُس میں سے اپنے دہنے ہاتھ سے کچھ لکھا کرتے تھے ۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ اُلجھنوں میں اُلجھ جاتے۔ باوجودیکہ وہ قرآن تو واضح آیات کی صورت میں اُن لوگوں کے سینوں میں لکھا ہوا چلا آرہا ہے جنھیں روز ازل سے مکمل علم دیا گیا تھا۔ اور ہماری آیات کی اس پوزیشن پر وہی لوگ اعتراض کریں گے جو حقیقی معنی سے غلط کار ہیں۔''

قارئین ہمارے اس ترجمے کی تائید جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمہ میں ملاحظہ فرمایئے پھر وہ داؤ پیچ دیکھئے جو مودودی اور پرویز نے کئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ۔ ''ونمی خواندی پیش از نزولِ قرآن ہیچ کتاب را ونمی نوشتی ہیچ کتاب را بدست راستِ خود' آں گاہ در شک می اُفتادند این بدکیشان۔ بلکہ قرآن آیاتِ روشن است محفوظ در سینہائے آنانکہ دادہ شد ایشان را علم۔ وانکار نمی کنند آیات ما را مگر ستمگاران۔'' (ترجمہ صفحہ 537۔538)

فارسی ترجمہ کی اردو: ''اور نزول قرآن سے پہلے تم نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ ہی اپنے داہنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھا کرتے تھے۔ ایسا ہوا ہوتا تو یہ بدنہاد لوگ شکوک میں پڑ جاتے۔ بلکہ قرآن تو روشن آیات کی شکل میں اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے جن کو علم دیا جا چکا تھا اور ہماری آیات کا انکار تو ظالموں کے علاوہ کوئی کرتا ہی نہیں ہے۔''

یہ آیات (49۔48/29) اور اُن کا ترجمہ پڑھنے کے بعد اب اُن حضرات کا تشخص اور تعین کرنے کے لئے مسلمانوں میں سے اُن لوگوں کے نام معلوم کیجئے جن کو اللہ کی طرف سے علم دیا گیا تھا اور جن کے سینوں میں قرآن آیتوں کی بلکہ واضح آیتوں کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا اور اس وقت بھی موجود تھا جب رسوؐل اللہ نے تلاوت شروع نہ کی تھی۔ یعنی اعلان نبوت سے بھی پہلے وہ حضرات مکمل علم اور سارے قرآن کے حافظ و عالم تھے اور یقیناً اُنؑ ہی کے دل میں مکمل ایمان بھی لکھا ہوا موجود تھا۔ بتایئے کہ ان آیات کو کیسے اُن لوگوں سے چپکایا جا سکتا ہے جنھوں نے نہ ابھی رسوؐل کی رسالت کا اعلان سُنا نہ ابھی وہ رسوؐل پر ایمان لائے۔ جو ابھی شرک و بت پرستی کے گرداب میں پڑے ہوئے تھے۔ قارئین یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ قریشی علما' شیعہ ہوں یا سُنی' کسی لفظ پر الف لام تعریف آنے کی پرواہ نہیں کرتے جیسا کہ سابقہ آیت (22/58) میں لفظ اَلْاِیْمَان آیا ہے اور آیت (29/49) میں لفظ اَلْعِلْم بولا گیا ہے۔ وہاں دلوں میں مکمل ایمان یا ایمان کی پوری جنس لکھ دیے جا چکنے کی بات ہوئی ہے۔ اور یہاں مکمل علم یا علم کی پوری جنس دیئے جا چکنے کی بات ہے کیا کسی ایسے صحابی یا صحابہ کا نام بتایا جا سکتا ہے جسے مکمل طور پر علم حاصل ہو جانے کا دعویٰ ہو۔ جو کسی حیثیت سے کسی بات میں جاہل نہ ہو اور جسے روز ازل سے مکمل ایمان ملنے کا دعویٰ ہو اور جو کبھی شرک و کفر سے وابستہ نہ رہا ہو؟ مثلاً جس کے لئے کرم اللہ وجہہ مانا گیا ہو یا کسی ایسے صحابی یا صحابہ کا نام بتایئے جس نے دعویٰ کیا ہو اور باقی صحابہ نے مانا ہو کہ اُسے روحِ خداوندی کی تائید حاصل ہے؟ یہ تینوں باتیں تو انبیاؑ سے کم درجہ والے لوگوں کے لئے مانی ہی نہیں گئی ہیں۔ رہ گئے بیچارے صحابہ اُن میں جسے پرویز شاہکارِ رسالت کہتے ہیں اُس کے نبوت میں شک کرنے اور کفارہ کا ذکر چند صفحات پہلے ہو چکا ہے (صلح حدیبیہ)۔

10۔ مودودی اور پرویز آیت (29/49) کی حقیقت کو مان لیں تو اُنھیں علیؑ و فاطمہؑ اور آئمہؑ کی پوزیشن ماننا پڑتی تھی اس لئے فریب اندر فریب کیا ہے

قارئین نے ہمارا اور شاہ ولی اللہ کا ترجمہ دیکھ لیا ہے اب آپ کو مودودی کا ترجمہ اور تشریح دکھاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مودودی نہ مسلمانوں میں اُن لوگوں کا وجود مانتے ہیں جن کو اللہ نے اَلْعِلْمَ عطا کیا ہوا تھا نہ یہ مانتے ہیں کہ اُن کے سینوں میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ سُنیے:

''دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 711۔712) یہاں مودودی نے دو چالاکیاں کی ہیں پہلی یہ کہ آیات کو نشانیاں بنا دیا ہے اور لفظ ''ھُوَ'' کو چھپا کر قرآن کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اُن کے قاری کو ایسے لوگوں کا وجود معلوم ہوتا ہے کہ جن کو علم دیا گیا اور جن کے دلوں میں وہ نشانیاں (یعنی آیات) ہیں مگر مودودی نے اپنی تشریح میں کہا ہے کہ:۔

مودودی کی تشریح سب کچھ غائب کر دیتی ہے: ''یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر یہاں فرمایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی روشن نشانیوں کا مجموعہ ہے۔ جاہل آدمی کو اس میں کوئی نشانی نظر نہ آتی ہو تو نہ آئے مگر جو لوگ علم رکھنے والے ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اپنے دلوں میں قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شان ایک پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 712 حاشیہ 89)

قارئین آیت میں جو کچھ تھا مودودی نے غائب کر دیا۔ نہ وہ صاحبان علم ملتے ہیں جنہیں اللہ نے علم دیا تھا۔ نہ وہ سینے ملتے ہیں جن میں قرآن آیتوں کی صورت میں لکھا ہوا اور محفوظ تھا۔ یہ ہے وہ دباؤ جس کی بنا پر مودودی ایسے علما بددیانتی اور آزاد ترجمانی پر مجبور ہوئے۔

پرویز نے مودودی کو بھی مات کر دیا۔ اب پرویز کا مفہوم ملاحظہ ہو:۔

''باقی رہی اس کی داخلی شہادت تو وہ خود اس کی تعلیم ہے دنیا کے ارباب علم و بصیرت جب بھی اس پر غور کریں گے اُن کا دل اس کی گواہی دیگا کہ وہ قوانین فی الواقعہ بڑے واضح اور روشن ہیں۔ وہ محسوس کریں گے کہ قرآن خود اُن کے دل کی بات کہہ رہا ہے۔'' (مفہوم جلد 3 صفحہ 923۔922)

قارئین آیت (29/49) کو بار بار پڑھیں اور کوشش کریں کہ مودودی اور پرویز کے مفاہیم آیت سے مل جائیں۔ یہ سب اُن کے اپنے دماغ کی اختراعات ہیں اُن کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہرحال ہم نے اِن دونوں طاغوتوں کی تصنیفات کو غائرنظر سے پڑھا اور محفوظ کیا ہے۔ ہم پرویز کو برہنہ پیش کرنے کی قوت رکھتے ہیں، ہم اس خبیث سے اُس کی چوری اُگلوا کر دکھاتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ قریشی علما نے ہمیشہ قرآن کو مہجور کیے رکھا ہے اور کبھی اللہ کا صحیح منشا پبلک تک نہیں پہنچنے دیا ہے۔ قرآن سے دن دونی ورات چوگنی بددیانتی کرتے چلے جاتے ہیں۔ پرویز کو دیکھئے۔

پرویز آٹھ سال پہلے صرف 80 فیصد فراڈی تھے۔ بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (29/49)

''بلکہ قرآن کریم واضح آیات کا ایک مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔'' (مقام حدیث حصہ دوم۔صفحہ 272)

حق پر پردے ڈالنے کی بنا پر پرویز پر ایک عدد لعنت کر دیجئے۔

11۔ پرویز کے حقیقی مومنین دشمنان دین کو اپنا حکمران مانتے چلے آرہے تھے۔

ہم پھر پرویز کے صحابہ اور پسندیدہ مومنین کو قرآن سے پیش کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ:

اِنَّمَا يَنۡهٰٮكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ قٰتَلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰٓى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ‌ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ O (ممتحنہ 60/9)

مودودی: ''وہ تمھیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم اُن لوگوں سے دوستی (ولایت کا رشتہ رکھو) کرو جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا ہے اور تمھارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ اُن سے جو لوگ دوستی (ولایت کا رشتہ رکھیں) کریں وہی ظالم ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 432)

پرویز نے مانا ہے کہ اللہ نے فرمایا۔ ''قانونِ خداوندی تمھیں جس بات سے روکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمھارے خلاف دین کے معاملے میں جنگ کی ہے یا جنھوں نے تمھیں گھروں سے نکالا ہے یا ایسا کرنے والوں کی مدد کی ہے تم اُن لوگوں سے محبت اور یگانگت کے تعلقات مت قائم کرو۔ جو لوگ اُن سے دوستانہ تعلقات قائم کریں گے وہ مجرم قرار پائیں گے'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1305)

قارئین دیکھتے چلیں کہ کیسے کیسے ناہنجار مومنین کو پرویز صاحب حقیقی اور جنتی مومنین بنا دینے کی پالیسی بنا کر تاریخ سے کسی قسم کے مومن کی مذمت کا انکار کر چکے ہیں۔

12۔ وہ مومنین جن سے بار بار متقی بننے کا تقاضا کیا جاتا رہا اور وہ فاسقوں کے طرزِ عمل کو اختیار کرتے اور اللہ کو نظر انداز کرتے رہے۔

پرویزی مومنین کی ایک اور کھیپ مخاطب ہے۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ** O **وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰٮهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ** O (حشر 19-18/59)

مودودی۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے اُن تمام اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو (یعنی ان اعمال میں نہ خوف خدا ہے نہ کل کی فکر ہے۔ احسن) تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں خود اپنا نفس بھلا دیا یہی لوگ فاسق ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 409-410)

یہ ہیں پرویز کے رضی اللہ مومنین جو فسق سے دوچار ہیں۔

13۔ مومنین میں وہ مومنین بھی تھے جوطرح طرح کے غلط عقائدر کھتے تھے جن کی خوف کے مارے آنکھیں پتھرا جاتی تھیں کلیجے منہ کوآ جاتے تھے۔ لرزتے رہتے تھے۔ پرویز کے فدا کارو جانثار مومنین کی حالت قرآن سے سُنیے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡجَآءَتۡکُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡھِمۡ رِیۡحًا وَّ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡھَاوَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا Oاِذۡجَآءُوۡ کُمۡ مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ وَمِنۡ اَسۡفَلَ مِنکُمۡ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوۡنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوۡنَا Oھُنَالِکَ ابۡتُلِیَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَزُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا O ۔(احزاب 11-33/9)

مودودی: ''اے لوگو جوایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اُس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اُس وقت کر رہے تھے جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے جب تمھاری آنکھیں خوف کے مارے پتھرا گئیں۔ جب تمھارے کلیجے منہ کو آ گئے اور (اے پرویزی مومنین) تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اُس وقت مومنین خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا مارے گئے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 76۔75)

یہ حالت تو مومنین کی بیان کی گئی ہے اس کے بعد منافقوں کا تذکرہ شروع ہوا ہے اور اُن ہی کے ساتھ اُن مومنین کا ذکر کیا گیا ہے جن کے دلوں میں ولایت سازی کا منصوبہ بیماری کی حد تک جگہ پکڑے ہوئے تھا اور جن کے اشارے پر جنگ احد میں تمام مومنین رسوؐل اللہ کو دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا تنہا چھوڑ کر پہاڑ پر جا چڑھے اور وہاں جا کر اللہ کے متعلق طرح طرح گمان کرنے اور ولایت سازی کی فکر میں لگ گئے تھے (155 تا152/3)۔ اُسی طرح کی یہاں بھی سکیم تھی اور قریشی مومنین کو باقاعدہ فرار کرنے اور میدان چھوڑنے کا حکم دیا گیا تھا (13۔12/33) مگر حقیقی مومنین نے اس دفعہ اُنہیں ناکام کر دیا تھا اور یہاں قریشی مومنین کا یہ راز کھول دیا کہ:۔

وَلَوۡ دُخِلَتۡ عَلَیۡھِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِھَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَۃَ لَاٰتَوۡھَا وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِھَاۤ اِلَّا یَسِیۡرًا Oوَلَقَدۡ کَانُوۡا عَاھَدُوا اللّٰہَ مِنۡ قَبۡلُ لَا یُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ۔۔۔الخ (15۔14/33)

''اگر شہر کے اطراف سے دشمن قریشی مومنین تک پہنچ گئے ہوتے اور قریشی مومنین کو مزید فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے کہتے تو وہ فوراً افساد و فتنہ انگیزی میں لگ جاتے اور کوئی تکلف نہ کرتے اور ان قریشی مومنین نے اس جنگ سے پہلے فرار کر کے واپس ولایت کے مرکز کو نہ پلٹنے کا اللہ سے عہد بھی کر لیا تھا۔''

بہر حال حقیقی مومنین کا ردعمل اور ثبات قدم دیکھنے کے لئے مسلسل (24/33 تک) پڑھنا چاہئے۔ ہم تو صرف اُن نانہجار و نام نہاد مومنین کو سامنے لا رہے ہیں جنھیں پرویز مومنون حقا اور رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ بنانے کا دعویٰ لے کر اُٹھے ہیں اور کوئی ایک مومن بھی ایسا نہیں مانتے جس نے عہد رسوؐل میں ایمان لا کر کوئی بدعملی کی ہو۔ لاحول و لاقوۃ الاباللّٰہ۔

14۔ مدینہ کے باشندے مومنین اور گردونواح کے بدّو مومنین کا عملدرآمد، رسوؐل کی مدد نہ کرنا اور باہم طے شدہ پالیسی پر کاربند رہنا۔

ہم نہ لفظ مہاجرین سے مرعوب ہوتے ہیں نہ لفظ انصار ہمارے لئے کوئی ایسا لفظ ہے جس میں مستقل فضیلت تسلیم کر لی جائے۔ لہٰذا مہاجرین ہوں یا انصار ہوں ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اُن کے متعلق کیا فرمایا اگر اُن کی مدح وثنا کی ہو تو ہم بھی مدح وثنا کرتے ہیں اور اگر

مذمت کی ہوتو ہمیں مذمت کرنے میں تکلف نہیں ہوتا۔ قارئین جانتے ہیں کہ رسول اللہ کے مدینہ میں تشریف لے آنے کے بعد مدینہ میں مکہ سے اور دوسرے شہروں اور آبادیوں سے بہت سے لوگ سچ مچ مسلمان ہوکر یا اسلام کا نقاب پہن کر آ گئے تھے اور آتے رہتے تھے۔ یعنی مدینہ میں مسلمانوں کی ایک کھچڑی پک رہی تھی وہاں قریشی بھی موجود تھے انصار بھی تھے اور دیگر قبائل کے لوگ بھی موجود تھے۔ اُن کیلئے قرآن کریم سُنئے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ O مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَةِ وَمَنْ حَوْلَھُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَایُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ O (توبہ 120-9/119)

<u>مودودی کی آزاد ترجمانی</u>۔''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ مدینہ کے باشندوں اور گردونواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسوؐل کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اُس کی طرف سے بے پرواہ ہوکر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے اس لئے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں، اور منکرین حق (حق پوشی کرنے والوں) کو جو راہ ناگوار ہے اُس پر کوئی قدم وہ اُٹھائیں، اور کسی دشمن سے (عداوت حق کا) کوئی انتقام وہ لیں اور اس کے بدلے میں اُن کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے، یقیناً اللہ کے یہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا ہے۔''

وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ O (توبہ 122-9/121)

۔''اسی طرح یہ بھی کبھی نہ ہوگا کہ (راہ خدا میں) تھوڑا یا بہت خرچ وہ اٹھائیں اور (سعی جہاد میں) کوئی وادی وہ پار کریں اور اُن کے حق میں اُسے لکھ نہ لیا جائے تاکہ اللہ اُن کے اُس اچھے کارنامہ کا صلہ اُنھیں عطا کرے۔ اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اُن کی آبادی کے ہر حصہ میں سے (نہیں بلکہ اُن کے ہر ہر فرقہ میں سے) کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو (نہیں اپنی قوم کو) خبردار کرتے (تنذیر کرتے) تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے (بچ کر رہتے)۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 249-250)

15۔ <u>آیات (122 تا 9/119) میں مومنین نے کیا کیا اور اللہ نے کیا فرمایا ہے؟</u>

اللہ کو تمام مدینہ کے مومنین سے بھی اور مدینہ کے گردو پیش لگے رہنے والے بدّوؤں سے بھی اور مدینہ کے نزدیک بسنے والی قوموں سے بھی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے بھی یہ شکایت ہے کہ اُنھوں نے رسوؐل اللہ کا ساتھ نہیں دیا تھا اور اپنے اپنے ذاتی کاروبار میں مشغول رہے تھے۔ قریشی تاریخ وریکارڈ کی رو سے رسوؐل اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں رہنے کا یہ واقعہ جنگ تبوک 9ھ ہجری کا ہے۔ یعنی مومنین کی یہ حالت رسوؐل کی زندگی کے آخری سال تک تھی۔ ظاہر ہے کہ ایک سال میں وہ مومنین کیسے اس معیار کے مومن بن سکتے تھے جو معیار پرویز صاحب تمام مومنین کا بیان کرتے ہیں؟ بہرحال پرویز صاحب قدم قدم پر جھوٹے ثابت ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اِن آیات میں زیرِ گفتگو مومنین کے جو

عقائد قرآن نے بتائے ہیں وہ نہایت مایوس کُن اور بقول مودودی' غیر مسلمانہ روش تھی۔ آیت (9/120) بتاتی ہے کہ مذکورہ مومنین اس پر یقین نہ رکھتے تھے کہ اللہ کی راہ میں بھوکا رہنا' پیاس کی تکلیف اُٹھانا' جسمانی زحمت برداشت کرنا' سفر میں تکلیف سہنا' بھی قابل اجر وثواب ہوتا ہے اور یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بھی بدلہ ملا کرتا ہے۔ اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ اُن مومنین میں ایسے مومن بھی موجود نہ تھے جو اس غیر مسلمانہ روش کو بُرا سمجھتے اور آئندہ ایسا نہ ہونے کا تدارک کرتے یعنی اپنی اپنی قوم، فرقہ یا گروہ کو تبلیغ کرتے اور اُنھیں بتاتے کہ یہ بہت بُرا عمل تھا اور اُسے آئندہ نہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی بھی قوم یا فرقے یا بستی میں ایسے لوگ ہوتے جنھیں رسوؐل کے ساتھ یہ سلوک ناگوار گزرتا تو انہیں خود نکل کر مرکز میں آجانا چاہئے تھا۔ مگر نہ مدینے میں ایسے مومنین تھے نہ بیرون جات میں کوئی ایسا مومن تھا جسے اللہ' رسوؐل اور اسلام اور مسلمانوں کی کوئی پرواہ ہوتی۔ قارئین یہ تو نوٹ کر چکے ہوں گے کہ 9ھ ہجری میں مومنین کے اندر کئی ایک فرقے موجود تھے۔

<u>قریشی افواج</u>۔ مدینہ کے گردونواح میں جن دیہاتی عربوں یا بدوؤں کا ذکر آتا ہے وہ دیہاتی یا بدوؔ وقریش کی طرف سے تعینات کی جانے والی وہ افواج تھیں جو ایک قریشی اشارے کے ماتحت چند گھنٹوں میں مدینہ کے تمام گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر سکتی تھیں۔ اِن ہی افواج کا ذکر کیا تھا ابوسفیان نے کہ میں ''مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا''۔ یہی وہ افواج تھیں جو ابوبکر کی بیعت کے دن سے برابر کئی روز تک مدینہ میں ہُلڑ مچاتی پھرتی تھیں۔ لہٰذا وہ اعراب یا بدو یا دیہاتی لوگ قریش کے ہم مذہب اور ناصر و مددگار تھے اور گردونواح کی اقوام بھی قریشی تجارت اور غلّے کی فراہمی کے لئے قریش کے ماتحت وحلیف تھیں اور اُن سب نے قریش سے خلافت سازی اور ہر منصوبے میں تعاون کیا تھا۔ اُن سب کا حال بیان کرنے سے پہلے اُن سے کہا گیا تھا کہ:۔ ''اے مومنین تم متقی بنو اور الصادقین یعنی مجسمۂ صدق لوگوں کے ساتھی رہو۔'' (9/119) یہ آیت بتاتی ہی یہ ہے کہ مخاطب مومنین نہ متقی ہیں نہ حقیقی سچوں کے ساتھی ہی ہیں۔ لہٰذا اِن آیات (122 تا 9/119) میں قریش اور ان کے تمام معاونین اور جتھے کے لوگ مخاطب رہے ہیں۔

<u>15 (الف)۔ جنگ تبوک والی قریشی سازش کے لیڈروں کا خصوصاً ثلاثہ اینڈ کمپنی کا حال، اُن پر گرفت اور نظرانداز کیا جانا؟</u>

اب جو آیات آرہی ہیں اُن میں اُن لیڈروں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے جن کی وجہ سے مومنین رسوؐل اللہ کے ساتھ جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے اور اپنے گھروں اور اسکیموں میں مصروف رہے تھے اور جن کا ذکر آیات (122 تا 9/119) میں ہو چکا ہے۔ چونکہ قریشی لیڈروں نے ثلاثہ اینڈ کمپنی کو بچانے کے لئے تواریخ وتفاسیر واحادیث میں ایک فرضی' دل چسپ اور دردناک قصہ گھڑ کر لکھا گیا اور تین ڈمی قسم کے اصحاب ثلاثہ تیار کئے گئے اور تمام قریشی علما نے آنے والی آیات کے معنی بدلنے اور قصہ کو فٹ کرنے میں پوری پوری دانش اور زور خرچ کیا ہے اس لئے ہمیں بھی اُن کا توڑ کرنے کے لئے تھوڑی سی پیش بندی کرنا ہے تاکہ مودودی کا ترجمہ پڑھتے ہوئے ہی معلوم ہو جائے کہ علامہ قرآن کی آیات کو ثلاثہ اینڈ کو کی طرف جھکانے میں مصروف ہیں۔

<u>پہلی پیش بندی تاکہ مودودی کی معنوی تبدیلی معلوم ہو جائے۔</u>

مودودی صاحب سورہ بقرہ (2/37) کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ۔''51؎ توبہ کے اصل معنی ۔''رجوع کرنے۔'' اور ''پلٹنے'' کے ہیں۔ بندہ کی طرف سے توبہ (تابَ) کے معنی یہ ہیں کہ ''وہ سرکشی سے باز آ گیا'' طریق بندگی کی طرف پلٹ آیا'' اور خدا کی طرف سے توبہ (تابَ) کے معنی یہ ہیں کہ ''وہ اپنے شرمسار غلام کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا''' پھر سے نظر عنایت اُس کی طرف مائل ہو گئی'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 67)

دوسری پیش بندی لفظ'' تَابَ '' کےصحابہ کے لئے معنی: قرآن کی سورہ ھوؔد (11/112) میں رسوؐل اللہ کے ساتھیوں یا صحابہ کیلئے اللہ نے فرمایا کہ :۔

فَاسۡتَقِمۡ کَمَآ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطۡغَوۡا اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌO(11/112)

مودودی ترجمانی: ''پس اے محمدؐ تم اور تمھارے وہ ساتھی جو (کفر وبغاوت سے ایمان واطاعت کی طرف) پلٹ آئے ہیں' ٹھیک ٹھیک راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 371)

تیسری پیش بندی یہ ہے کہ آیات لکھنے کے بعد ہم پہلے علامہ رفیع الدین کا ترجمہ لکھیں گے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

لَقَدۡ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالۡمُہٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ فِیۡ سَاعَۃِ الۡعُسۡرَۃِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا کَادَ یَزِیۡغُ قُلُوۡبُ فَرِیۡقٍ مِّنۡہُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ اِنَّہٗ بِہِمۡ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌO وَّعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَضَاقَتۡ عَلَیۡہِمۡ اَنۡفُسُہُمۡ وَظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّاۤ اِلَیۡہِ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُO
(9/117-118)

رفیع الدین کا ترجمہ: ''تحقیق ساتھ رحمت کے پھر آیا اللہ اوپر نبیؐ کے اور وطن چھوڑنے والوں پر اور مدد دینے والوں پر جنھوں نے پیروی کی اُس کی بیچ وقت سختی کے پیچھے اس کے کہ نزدیک تھا کہ کج ہو جاویں دل ایک جماعت کے اُن میں سے پھر پھر آیا اُوپر اُن کے تحقیق وہ ساتھ اُن کے شفقت کرنے والا مہربان ہے اور اوپر تین شخصوں کے جو کہ پیچھے چھوڑے گئے تھے۔یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی اُوپر اُن کے زمین ساتھ اس کے کہ کشادہ تھی اور تنگ ہوگئی اُوپر اُن کے جانیں اُن کی اور جانا اُنھوں نے کہ نہیں پناہ اللہ سے مگر طرف اُس کی پھر پھر آیا اُوپر اُن کے تا کہ پھر آویں وہ تحقیق اللہ وہ ہے پھر آنے والا مہربان۔'' (ترجمہ صفحہ 248)

اس ترجمہ میں صرف اس قدر نوٹ کرلیں کہ لفظ تَابَ کے معنی علامہ نے تینوں جگہ ''پھر آیا'' کئے اور مودودی کے بیان کے مطابق کئے ہیں۔

مودودی کی آزاد ترجمانی: ''اللہ نے معاف کردیا نبیؐ کو اور اُن مہاجرین وانصار کو جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبیؐ کا ساتھ دیا (پیروی کی جگہ) اگرچہ اُن میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ (مگر جب اُنھوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبیؐ کا ساتھ ہی دیا تو) اللہ نے انھیں معاف کردیا بے شک اس کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ شفقت ومہربانی کا ہے اور اُن تینوں کو بھی اُس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کیا گیا تھا۔جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود اُن پر تنگ ہوگئی اور اُن کی اپنی جانیں بھی اُن پر بار ہونے لگیں اور اُنھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے' تو اللہ اپنی مہربانی سے اُن کی طرف پلٹا تاکہ وہ اُس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 244-245)

15 (ب)۔مودودی قریش کی جانبداری میں دیانت ودین کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ شاید اُن کی تفہیم کو اہل عقل بھی پڑھ لیں

یہ تو واضح ہوگیا کہ مودودی نے اپنے بیان کئے ہوئے معنی کے خلاف لفظ تَابَ کے معنی معاف کردینا کئے ہیں اور معاف کرنے کے معنی بھی غلط یعنی بخش دینا کئے ہیں جو سراسر غلط ہیں لفظ ''معاف کرنے'' کے معنی ''وقتی طور پر نظر انداز کرنا'' ہوتے ہیں۔قصور یا جرم کو بخشنا ہرگز نہیں ہوتے۔اِن آیات میں تین مرتبہ اللہ نے لفظ تَابَ فرمایا ہے یعنی اللہ اصلاح کے لئے پھر آیا مگر ایک دفعہ بھی متعلقہ لوگوں کا توبہ کرنا' شرمندہ یا اصلاح کر لینا مذکور نہیں ہے اور آخری جملے میں لفظ تَابَ کا مقصد بیان فرما دیا ہے یہ کہہ کر کہ۔

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا (9/118) ۔''پھر اُن کی طرف پلٹا، تاکہ وہ اُس کی طرف پلٹ آئیں۔''

یہی جملہ ہے جہاں مودودی نے مجبور ہو کر صحیح معنی کیئے ہیں مگر نہ آیات میں اور نہ مودودی کے جانبدارانہ ترجمہ میں ثلاثہ اینڈ کمپنی کا توبہ کرنا یا اللہ کی طرف پلٹنا مذکور نہیں ہے۔ مطلب واضح ہے کہ ان آیات میں اللہ نے پے در پے توبہ کرنے یا پلٹ آنے کے مواقع دیئے ہیں۔ مگر کسی کا توبہ کرنا یا پلٹنا مذکور نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے قریشی جیب خاص سے خود ہی اُن سب کو معافی دے دی اور معافی بھی بخشش (مغفرت) کے معنی میں دی ہے۔ شاید اللہ بھی مودودی کی رعایت سے بخش دے؟ لیکن ہم کسی کے لئے بخشش کے قائل نہیں ہو سکتے جب تک آیات میں مغفرت کا لفظ نہ ہو۔

1) مودودی نے مانا ہے کہ:

''بعض مخلص صحابہ بھی اس سخت وقت میں جنگ پر جانے سے کسی نہ کسی حد تک جی چرانے لگے تھے۔'' (جلد 2 صفحہ 244) اور یہ کہ:

2) مودودی نے گارنٹی لی ہے کہ:

''اب اللہ اس بات پر مواخذہ نہ کرے گا کہ اُن کے دلوں میں کجی کی طرف یہ میلان کیوں پیدا ہوا تھا۔'' ایضاً (صفحہ 244)

3) مودودی نے اس جملے کا غلط ترجمہ کیا ہے۔ ثَلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (9/118)۔

''جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔'' (صفحہ 224) صحیح ترجمہ۔''وہ تین شخص جن کو پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا۔''

4) مودودی نے قریش ساز اپنے افسانے میں ایک اور ثلاثہ اینڈ کمپنی دکھائی ہے۔

''یہ تینوں صاحب کعب بن مالک بلال بن اُمیہ اور مرارہ بن رُبیع تھے۔ (ایضاً صفحہ 245)

5) اور مودودی نے رسوؐل سے چھوٹی چھوٹی لغزشوں کا سرزد ہونا اور معاف کیا جانا بھی مانا ہے (حاشیہ 115 صفحہ 244 جلد 2)

نوٹ:۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ اور ہر حالت میں فدا کار و جاں نثار مومنین رہتے تھے لہٰذا ہم اُن ہی کو حقیقی مومنین مانتے ہیں۔ باقی کثرت کو نام نہاد مومنین قرار دیتے ہیں جنھوں نے ہمیشہ اللہ، رسوؐل اور قرآن کی مخالفت کی اور یہی کثرت تھی جس نے خاندان رسوؐل کے خلاف محاذ جاری رکھا تھا اور اسی کثرت کو پرویز مومنین حقا بنانے میں کوشاں ہوئے ہیں اور اسی کثرت کو ہم قرآن سے بے نقاب پیش کرتے آرہے ہیں۔

15 (ج)۔ جنگ تبوک والے سال قریش نے اپنی سازش کو طرح طرح سے وسعت دی مسجدِ ضرار بھی اسی سلسلے کی ایک کوشش تھی؟؟

وقت آئے گا جب ہم قریشی سازش کی چند تفصیلات دکھائیں گے فی الحال ہم پرویزی مومنین کی قسمیں سامنے لانے میں مصروف ہیں اور جنگ تبوک میں قریشی مومنین کی کارکردگی کا عنوان (15) جاری ہے۔ یہاں ہم جنگ تبوک میں شامل نہ ہونے والے اُن مومنین کو دکھائیں گے جو مذکورہ بالا مہاجرین و انصار کی ذیل میں آیات (122 تا 9/119) اور (118۔ 9/117) میں بیان ہونے والے مومنین سے بہتر مومنین تھے اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کیا معافی چاہی اور شرمندہ ہوئے۔ سُنیئے فرمایا گیا کہ:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ Oوَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ Oوَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O(9/102-107)

مودودی۔ ”کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے۔ اُن کا عمل مخلوط ہے۔ کچھ نیک ہے اور کچھ بد ہے۔ بعید نہیں کہ اللہ اُن پر مہربان ہو جائے کیوں کہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اَے نبیؐ تم اُن کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور نیکی کی راہ میں اُنھیں بڑھاؤ اور اُن کے حق میں دعائے رحمت کرو کیوں کہ تمھاری دعا اُن کے لئے وجہِ تسکین ہوتی ہے۔ اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اُن کی خیرات کو قبولیت عطا کرتا ہے اور یہ کہ اللہ بہت معاف فرمانے والا اور رحیم ہے اور اے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو؛ اللہ اور اس کا رسوؐل اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمھارا طرزِ عمل اب کیا رہتا ہے؟ پھر تم اُس کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے۔ اور وہ تمھیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟ کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر ٹھہرا ہوا ہے۔ چاہے انہیں سزا دے اور چاہے از سرِ نَو مہربان ہو جائے۔ اللہ سب کچھ جانتا اور حکیم و دانا ہے۔ کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی۔ اس غرض کے لئے کہ دعوتِ حق کو نقصان پہنچائیں اور خدا کی بندگی کرنے کے بجائے کفر کریں اور اہلِ ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور اس بظاہر عبادت گاہ کو اس شخص کے لئے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسوؐل کے خلاف برسرِ پیکار ہو چکا ہے وہ ضرور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔“ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 229 تا 232)

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان زیرِ نظر آیات (107 تا 102/9) مومنین کا مقابلہ اُن مومنین سے کریں جو آیات (122 تا 117/9) میں مذکور ہوئے تھے۔ اور فیصلہ کرلیں کہ ان دونوں گمراہ گروہوں میں سے مومنین کا کون سا گمراہ گروہ معافی کا زیادہ حقدار اور بہتر گروہ ہے۔ وہاں صرف مہاجرین اور انصار کے کھوکھلے الفاظ کے سوا کوئی کیریکٹر اور کوئی شرافت کے آثار نہیں پائے جاتے۔ البتہ الفاظ مہاجرین اور انصار آجانے سے قریشی علما کو مہاجرین و انصار کے پِٹ جانے اور بُنے بُنائے جال کے بکھر جانے کا اندیشہ ضرور ہوا اور اسی لئے ترجموں میں بے ایمانیاں کی گئیں اور ایک افسانہ گھڑ کر کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ مگر قرآن کے ساتھ ساتھ چلنے والوں کو قریشی افسانے گمراہ نہیں کرسکتے۔

54۔ پرویز کے ممدوح و مقبول و جنتی مومنین کی قرآن سے مسلسل مذمت دکھانے کے لئے قرآنی الفاظ کی معنوی گنجائش استعمال کرنا۔

یہاں سے ہم قریشی مومنین کی مذمت کا باالواسطہ طریقہ چھوڑ کر قرآن کا بلاواسطہ اور بے رُو و رعایت ڈھنگ پیش کرتے اور تکلفات کو برطرف کرتے ہیں۔ مگر پہلے قارئین کو بالواسطہ اور بلاواسطہ بات کہنے کا فرق دکھاتے ہیں تاکہ ہماری بات ٹھیک سے سمجھ میں آجائے۔ مجمع عام میں اگر ایک شخص سے کہا جائے کہ ”جھوٹ بولنا بُری بات ہے۔“ ہماری یہ بات سُن کر لوگ ہماری بات کو ایک نصیحت اور عام بات سمجھیں گے اور جس شخص سے ہم نے یہ بات کہی ہے اُسے دروغ گو خیال نہ کریں گے۔ یعنی ہمارے مخاطب شخص کی رسوائی نہیں ہوئی۔ لیکن اگر ہم اُس سے یہ کہیں کہ ”تم جھوٹ بولتے ہو جو کہ بُری بات ہے“۔ یا ”تم جھوٹ بولنا بند کرو“ اب ہر سُننے والا شخص اُس آدمی کو کاذب سمجھے گا اور اُس کی رسوائی ہوگی۔ لہٰذا

قرآن کریم ننانوے فیصد واقعات کو نصیحتوں میں بدل بدل کر بات کرتا ہے تاکہ مخاطب لوگ چڑ نہ جائیں اور اُن کی رسوائی نہ ہو۔ مثلاً اللہ نے قریشی مسلمانوں سے کہا کہ:۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًاO(4/22)

مودودی: ''اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں اُن سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور بُرا چلن ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 335-336)

بات یہ کہی گئی کہ۔''تم آئندہ اپنی ماؤں سے اور اپنے باپ کی دوسری بیویوں سے نکاح نہ کرنا۔ تمہاری قوم ایک شرمناک بے غیرتی اور بدترین رسم میں مبتلا چلی آ رہی ہے۔ جو کچھ اب تک ہو چکا فی الحال زیر بحث نہیں ہے۔'' یعنی تمھارے حرامی ہونے اور تمھاری قوم میں دوسرے حرامیوں کے بارے میں اور اُن ماؤں کے بارے میں جو تمھارے یا دوسرے قریشیوں کے نکاح میں ہیں فی الحال کوئی حکم نہیں دیا جا رہا ہے۔ درحقیقت تمام قریش حرامی تھے مگر انہیں حرامی کہا نہیں گیا بلکہ کوشش کی گئی کہ آئندہ حرام کاری کا سدّباب کیا جائے۔ قریش اپنی ماں سے نکاح کرتے تھے اور اس ماں سے جو بیٹی پیدا ہوتی تھی اس سے بھی نکاح کر لیتے تھے اور اسی قسم کی اولاد کو نابغہ کہتے تھے۔ یہ لوگ سر سے پیر تک حرام اور گندگی کے انبار تھے۔ ایمان کا اقرار کرنے سے ہڈیوں میں کا ناپاک گودا پاک نہ ہو گیا تھا۔

قرآن میں مومن کہلانے والوں کی حالت دیکھئے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O(9/23)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو اُن کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 184)

مودودی کی غلط اور جانبدارانہ ترجمانی کو ہٹا کر اللہ نے کیا فرمایا؟

...............قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ O(24-9/22)

۔''اے مشہور ہو جانے والے اور مومن کہلانے والے لوگو تم اس لئے ظالم اور غلط کار لوگ ہو کہ تم اپنے باپ دادوں اور بھائی بندوں کو اس صورت میں بھی اپنے اولیاء اور حکمران سمجھتے ہو جب کہ تمھارے آبا و اجداد اور بھائی بند حقائق اسلامی کو ماننے کے بجائے انہیں چھپانا بہتر سمجھتے رہے ہیں۔ اے رسوؐل اُن ظالم و غلط کار مومنین سے کہہ دو کہ تم فاسق ہو لہٰذا اللہ کی طرف سے راہنمائی کے حقدار نہیں ہو تم تو اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ اس لئے کہ تمھیں اللہ اور اُس کے رسوؐل سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب تمھارے والدین ہیں' تمھارے بیٹے بھی تمھیں اللہ و رسوؐل سے زیادہ پیارے ہیں۔ تمھیں تو اپنے بھائی بند بھی اُن سے زیادہ عزیز رہے ہیں۔ تمھیں تمھاری بیویاں اور اموال بھی اللہ رسوؐل اور جہاد سے زیادہ پسند ہیں اور اُن سے بڑھ کر تو تم اپنی تجارت کو اہمیت دیتے ہو۔ یہاں تک کہ اپنے قبیلے کے سرپنچ بھی تمہیں اللہ، رسوؐل اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں۔''

قارئین آیت (9/24) کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ اُن فاسق و فاجر وظالم مومنین کو کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومنین یہ سب کچھ نہ کرتے ہوتے تو اس آیت کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن مومنین کا مستقل رویہ یہی یہ تھا۔ لہٰذا بالواسطہ انہیں ملزم و مجرم قرار دیا گیا ہے۔ اور جو مومنین اللہ و رسولؐ اور جہاد کو ترجیح دیتے تھے اُن کو الگ سے مخاطب کر کے اُن کی مدح وثنا کی جاتی رہی ہے۔ اُن سے ایسا کلام کرنا تو اُن کی توہین ہے۔ وہ تو حقیقی مومنین کی جدوجہد اور کوششوں کا شکریہ ادا کرتا ہے (22/76) لہٰذا آئندہ پرویزی مومنین سے رعایتی اور بالواسطہ گفتگو یہاں ختم کی جاتی ہے جہاں اللہ بار بار اور جگہ جگہ اُن مومنین سے یہ کہتا ہے کہ: واللّٰہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اس کے معنی دراصل یہ ہیں کہ:۔

"اللہ تمہاری بدمعاشیوں سے خبردار ہے۔ یا "اللہ تمہاری مجرمانہ کارکردگی سے باخبر ہے"۔ یا "اللہ تمہاری بدکرداری پر خوب پر مطلع ہے۔"

ہم یہی ترجمہ کریں گے مگر جرم وہ لگائیں گے جو زیر بحث آیت میں بالواسطہ لگایا گیا ہوگا۔

55۔ اللہ کی فوج کی کثرت پر بھروسہ نہ کرنے اور میدان جنگ سے بھاگ بھاگ جانے والے مومنین ہی قریشی اور پرویزی مومنین ہوا کرتے ہیں۔

پرویز کہتے ہیں کہ اللہ مومنین سے راضی ہو گیا تھا اور سب سے جنت کا وعدہ کر لیا تھا مگر یہ مومنین کہاں سے آ گئے؟ سُنیئے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ O ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ O ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (9/25 تا 27)

۔"یقیناً اللہ نے پہلے بھی بہت سے مواقع پر اے نام نہاد مومنین تمہاری مدد کی ہے خصوصاً جنگ حنین کے روز جب کہ تمھیں اپنی کثرت پر بھروسہ اور غرور ہو گیا تھا وہ کثرت تمھیں ہماری مدد سے مستغنی نہ کرسکی اور یہ وسیع وعریض زمین تمھارے لئے تنگ ہو گئی تھی اور تم اپنی ولایت کی طرف جنگ سے پیٹھ پھرا کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور جنگ جاری رکھنے والے خاص مومنین پر اپنا سکون واطمینان نازل کیا اور ایسی فوجیں اُتار دیں جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں۔ ورنہ تم میدان جنگ میں واپس آ جاتے اور پتہ نہ چلتا کہ کون کون رسولؐ کو چھوڑ کر میدان سے بھاگا تھا۔ اور اللہ نے حق کو چھپانے والوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا اور حق پر پردہ ڈالنے والوں کی جزا وہی تھی اور اُس کے بعد اللہ جس کو چاہے اُسے توبہ کی توفیق دے گا۔ اور اللہ تو توبہ کرنے والوں اور نادم ہونے والوں کو بخشنے والا رحیم ہے ہی۔"

55 (الف)۔ جنگ حنین میں بھاگنے والے تمام مومنین جہنمی تھے (8/16)

جنگ حنین آٹھویں ہجری کی بات ہے یعنی رسولؐ کی زندگی کے آخری سالوں میں مومنین کی کثرت جہنمی ثابت ہے قرآن سُنیئے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ O وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ O (انفال 8/15-16)

اللہ نے فرمایا ہے کہ۔"اے مومنین جب تم ایک لشکر کی صورت میں اُن لوگوں کے مقابلہ میں آؤ جو اسلامی حقائق کو ڈھانپتے ہیں تو اُن سے جنگ کرتے وقت اپنی ولایت کی طرف بھاگنے کے لئے پیٹھ نہ پھراؤ۔ جس کسی نے ایسے موقع پر ولایت سازی کے لئے پیٹھ پھیری، سوائے اس کے کہ وہ جنگی دھوکہ دینے کے لئے یا اپنے کسی گروہ سے جا ملنے کے لئے پیٹھ پھیرے، تو وہ اللہ کے غضب میں آ جائے گا اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ پلٹنے کے لئے بہت بُری منزل ہے۔"

پرویزی مومنین کی ولایت سازی اور میدان جنگ سے بھاگنے کی اللہ نے تصدیق کی اور اُن کے بھاگنے کا کوئی جائز عذر بھی بیان نہیں کیا ہے بلکہ ولایت سازی کا جرم لگایا ہے۔لہٰذا آٹھویں ہجری تک مومنین کی کثرت جہنمی ثابت ہے۔اگر یہ تھوڑے سے مومن ہوتے تو انھیں یَـا یُّھَـا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡ کہہ کرنہ پکارا جاتا لہٰذا کثرت مخاطب تھی۔پرویز اس جمّ غفیر کو چند حقیقی مومنین کی آڑ میں چھپا نہیں سکتے۔البتہ چند آدمیوں کو بھیڑ میں چھپایا جا سکتا ہے جیسے حقیقی مومنین نام نہاد مومنین میں موجود اور پوشیدہ ہیں۔

56۔وہ مومنین جولوٹ کے مال اور فاضل دولت سمیٹنے کی غرض سے مسلمان ہوئے تھے اپنے داخلی حالات وتصورات میں بدمذہب اور اللہ ورسوؐل سے سرکش تھے۔

اس عنوان سے متعلق مومنین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے مگر آیت میں یَـاَیُّھَـا الَّذِینَ آمَنُوۡا کا جملہ نہیں ہے۔اسکے باوجود تمام مسلمان کہلانے والے علمانے آیت (8/1) کے مخاطب لوگوں کو مومن مانا ہے اور آیت کے الفاظ سے بھی اُن کا مومنین ہونا ثابت ہے۔وہ کس قسم کے مومن تھے آیت سے سمجھئے:

یَسۡـئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ فَاتَّقُوۡا اللّٰہَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بِیۡنِکُمۡ وَاَطِیۡعُوۡا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَO (سورہ انفال 8/1)

مودودی:''تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کہو۔''یہ انفال تو اللہ اور اُس کے رسوؐل کے ہیں،پس تم لوگ اللہ سے ڈرو،اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اُس کے رسوؐل کی اطاعت کرو،اگر تم مومن ہو۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 128)

قارئین دیکھیں کہ یہ لوگ انفال کی فکر میں ہیں یعنی انفال میں اپنا عمل دخل اور حق جاننا چاہتے ہیں اور قریشی علمانے نفل کے معنی۔''فرض سے زائد۔'' (ایضاً جلد 2 صفحہ 637) اور۔''زیادہ ہونا۔''۔''فاضلہ دولت۔''(مفہوم القرآن اول صفحہ 393) کئے ہیں۔اصل مطلب یہ ہے۔''معمول سے زیادہ آمدنی۔''مطلب یہ ہوا کہ مخاطب لوگ مومن ہونے کے مدعی ہیں اسی لئے اُن سے کہا گیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ کی اور اُس کے رسوؐل کی اطاعت شروع کرو یعنی آج تک کی سرکشانہ روش کو چھوڑ دو،ساتھ ہی حقیقی مومنین سے پرخاش بند کر کے اصلاح شدہ اچھے تعلقات قائم کرو اور اپنے تمام افکار واعمال میں غلط کاری سے بچ کر رہو(تقویٰ اختیار کرو) اور ہمیشہ کے لئے یہ سمجھ لو کہ انفال صرف اللہ اور رسوؐل کی ملکیت ہیں نہ اُن میں کسی اور کا حق ہے اور نہ اُن میں عمل دخل اور چوں وچرا کی گنجائش ہے۔

2۔یہی مومنین ہیں جنھوں نے مسلمانوں میں ایک خاص فرقہ تیار کیا تھا (8/5) جو رسوؐل کے تمام فیصلوں اور اقدامات کو خوشی سے نہ مانتا تھا بلکہ بعض اقدامات سے کراہت کرتا تھا(8/5)۔

3۔مومنین کا یہی فرقہ تھا جو حق کے واضح ہو جانے کے باوجود رسوؐل اللہ سے جنگ وجدل اور لپّاڈُگّی کی حد تک جھگڑتا رہتا تھا اور وضاحت کے بعد بھی حق کو بدلوانے پر مُصر رہتا تھا(8/6)۔

4۔یہی مومنین تھے جو دشمنان اسلام کے ساتھ جنگ کے لئے بڑھنے کو سچی موت کی طرف ہانکے جانا سمجھتے تھے(8/6)۔

5۔یہی پرویزی مومنین تھے جن کی آنکھیں دشمنان اسلام کی افواج کو صرف دیکھنے سے پتھرا جایا کرتی تھیں اور کلیجے مُنہ کو آجاتے تھے(33/10)۔

6۔یہی پرویز کے رضی اللہ عنہم ورضواعنہ مومنین تھے جو رسوؐل کو قتل کرانے اور اپنی حکومت بنانے کی غرض سے دشمن کے نرغے میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے(3/153)۔

7۔یہی پرویز کے حقیقی مومنین تھے جو میدان جنگ سے اپنے مرکز کی ولایت کو تقویت دینے کیلئے فرار کرنے کی پالیسی پر عمل کرتے تھے(9/25)۔

8۔یہی پرویز کے جنتی مومنین تھے کہ۔''لوٹ کے مال کی تقسیم پر مسلمانوں کے درمیان نزاع برپا ہوگئی۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 128 حاشیہ 1)یعنی

1۔لُوٹ کے مال کو حاصل کرنے کے لئے اُنہی جنتی مومنین نے لڑنا جھگڑنا شروع کیا تھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

2۔''مومنین ابھی تک جنگ کے معاملے میں بھی (یعنی اور معاملات میں بھی) اکثر پُرانی جاہلیت کے تصورات لئے ہوئے تھے۔''(ایضاً حاشیہ 1)

3۔''جن مومنین نے جو جو کچھ مال لُوٹا تھا وہ عرب کے پُرانے طریقے کے مطابق اپنے آپ کو اُس کا مالک سمجھ بیٹھے۔''(ایضاً حاشیہ 1)

4۔آخر کار لُوٹ کے مال کی اس نزاع نے تلخی کی صورت اختیار کرنی شروع کر دی اور زبانوں سے دلوں تک بدمزگی پھیلنے لگی۔(حاشیہ 1)۔

5۔''پھر پہلا ہی فقرہ (آیت 1/8) جو ارشاد ہوا ہے اُسی میں سوال کا جواب موجود تھا فرمایا۔''تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں۔''؟

یہ ان اموال کو۔''غنایم۔'' کی بجائے۔''انفال'' کے لفظ سے تعبیر کرنا بجائے خود مسئلے کا فیصلہ اپنے اندر رکھتا تھا۔''اَنفال'' جمع ہے ''نفل'' کی۔عربی زبان میں نفل اُس چیز کو کہتے ہیں جو ''واجب'' سے یا ''حق'' سے زائد ہو۔جب یہ تابع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضا کارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لئے فرض سے بڑھ کر دلی تَطَوُّعًا سے بجالاتا ہے۔اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ وانعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اُس کے حق سے زائد دیتا ہے۔پس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ۔''یہ ساری ردّوکد،یہ نزاع' یہ پوچھ گچھ کیا خدا کے بخشے ہوئے انعامات کے بارے میں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو تم (مومن) لوگ ان کے مالک ومختار کہاں بنے جارہے ہو کہ خود اُن کی تقسیم کا فیصلہ کرو۔مال جس کا بخشا ہوا ہے وہی فیصلہ کرے گا کہ کسے دیا جائے اور کسے نہیں اور جس کو بھی دیا جائے اُسے کتنا دیا جائے۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 129 حاشیہ 1)

قریشی مومنین نے کس طرح لُغت سازی کی تھی؟

قارئین نوٹ کریں کہ عربی زبان رسوؐل اللہ کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے سے موجود تھی اور لفظ نفل بھی جب ہی سے موجود تھا۔قریشی مومنین نے جہاں ساری عربی زبان کو اپنے جیسا مومن بنالیا وہیں لفظ نفل کو بھی مسلمان کرلیا۔یہ الفاظ تابع اور متبوع خالص قریشی بکواس ہیں جب آپ کسی بھی ڈکشنری میں لفظ نفل کے معنی دیکھیں گے تو لُغت میں اولین معنی قَسم کھانا یا قَسم دینا بھی ملیں گے۔بتاؤ تابع اور متبوع کی بکواس کہاں جائے گی؟

57۔اللہ اور رسوؐل کے احکام سُننے کے بعد بھی اطاعت نہ کرنے والے جنتی مومنین، جو سُنتے سمجھتے تھے اور جان بوجھ کر انجان بن جاتے تھے

مومنین کی کثرت سُننے والی بہری اور اطاعت کا اعلان کرنے والی سرکش تھی سُنئے فرمایا گیا ہے کہ:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَاتَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ Oوَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ O(8/20۔21)

''اے مومن کہلانے والو تم نافرمانیاں چھوڑ کر اللہ ورسوؐل کی اطاعت شروع کر دو اور اُس کے بالمقابل حکومت نہ بناؤ اور پھر تم اُن لوگوں کی طرح ہو کر نہ رہ جانا جو کہنے کو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اطاعت کی غرض سے بات سُن لی ہے مگر وہ سُنا ان سُنا کرتے رہتے ہیں۔''

پرویز بھی اپنے اُن مومنین سے خوش معلوم نہیں ہوتے چنانچہ اپنے خود تراشیدہ مفہوم میں لکھتے ہیں کہ۔

''تم خدا اور رسوؐل کی (ادھوری نہیں بلکہ) پوری پوری اطاعت کرو اور اُس کے احکام کو سُن کر اُن سے کبھی گریز نہ کرو۔دیکھنا کہیں تم (رفتہ رفتہ)

اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم نے احکام کو سُن لیا ہے لیکن درحقیقت وہ انہیں دل کے کانوں سے نہیں سُنتے۔''
(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 398)

یعنی پرویز اُن جنتی مومنین میں بھی دو گروہ مانتے ہیں ایک وہ جو اللہ و رسولؐ کو ٹرخانے میں ماسٹری کا درجہ رکھتا ہے اور بالکل رضی اللہ عنھم بن چکا ہے اور دوسرا گروہ ابھی پریکٹس کر رہا ہے۔

58۔ کافر کے معنی مُنکر اسلام نہیں بلکہ قریشی قسم کے تمام مومنین کافر یعنی حق پوش اور ظالم یعنی غلط کار اور عدل کے مخالف تھے۔

اس عنوان میں پرویزی مومنین کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O(2/254)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اُس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم اصل وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 193)

مودودی لفظ کفر و کافر کے معنی بدلتے ہیں:۔ یہاں مومنین کو حقیقی کافر و ظالم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا مودودی کی قلابازیاں ملاحظہ ہوں کہ:

''277ے یہاں کفر کی روش اختیار کرنے والوں سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کی اطاعت سے انکار کریں اور اپنے مال کو اُس کی خوشنودی سے عزیز تر رکھیں۔ یا وہ لوگ، جو اس دن پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں جس کے آنے کا خوف دلایا گیا ہے۔ یا پھر وہ لوگ ہیں جو اس خیال خام میں مبتلا ہوں کہ آخرت میں انہیں کسی نہ کسی طرح نجات خرید لینے کا اور دوستی و سفارش سے کام نکال لئے جانے کا موقع حاصل ہو ہی جائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 193)

پرویز بھی اپنے کافر مومنین سے کہتے ہیں کہ:

''اے جماعت مومنین ضروری ہے کہ تمہیں جو کچھ خدا نے دیا ہے اُسے اس مقصد کے لئے کُھلا رکھو۔ اس وقت تم ایسا کرنے پر قادر ہو لیکن وقت ہاتھ سے نکل گیا تو ان خوشگواریوں کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ وہ جنس نہیں جسے تم جس وقت چاہو بازار سے خرید لو۔ نہ ہی یہ کسی دوست سے احساناً مل سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی سفارش سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو اس حقیقت سے انکار کرتا ہے وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔''
(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 99)

مومنین کی تفصیلات کیا ہیں؟ پرویز کے حقیقی مومنین قیامت تک دینِ خداوندی کیلئے اور غربت دور کرنے کیلئے کچھ خرچ کرنے کو تیار نہ تھے۔ وہ مومنین مطمئن تھے ایک ایسے نظام پر جو اُن کی نجات خرید کر بھی دے سکتا ہے اور سفارش کر کے بھی نجات دلا سکتا ہے وہ اپنے یاروں پر بھروسہ رکھتے تھے کہ قیامت میں اُن کی دوستی اور چار یار زندہ باد کے نعرے بخشوا دینگے اور یہ کہ مذہب اسلام کے ماننے والے بھی کافر اور ظالم ہوتے ہیں، اور سُنیئے:

58 (الف)۔ پرویز کے ممدوح مومنین ہی کافر و ظالم اور ریا کار اور حقیقی مومنین کو احسان جتا کر ستانے والے تھے، قریش کی پوری قوم کافر تھی۔

قریش کو مومن ہوتے ہوئے کافر قوم کہا گیا ہے غور کیجئے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ O(2/264)

مودودی: اَے ایمان لانے والو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر، اُس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اُس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 204-205)

مودودی نے یہاں بھی مومنین کو کافر مانا ہے: مودودی کو پہلے سُن لیں لکھتے ہیں کہ:

''یہاں ''کافر'' کا لفظ ناشکرے اور منکرِ نعمت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جو شخص اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اُس راہ میں اُس کی رضا کے لئے خرچ کرنے کی بجائے خلق کی خوشنودی کے لئے صرف کرتا ہے' یا اگر خدا کی راہ میں کچھ مال دیتا بھی ہے تو اس کے ساتھ اذیت بھی دیتا ہے وہ دراصل ناشکرا اور اپنے خدا کا احسان فراموش ہے۔'' (ایضاً صفحہ 205 حاشیہ 305)

بس جناب اب فیصلہ ہو گیا کہ لفظ کافر کے معنی منکر اسلام یا منکر خدا اور رسولؐ یا مخالف اسلام نہیں ہیں۔ لہٰذا قرآن میں ہماری تحقیق کی رو سے قریشی مسلمانوں ہی کو زیادہ مقامات پر کافر کہا گیا ہے اس لئے کہ وہ حق پر پردے ڈالتے تھے اللہ کے ناشکرے اور نا ہنجار تھے اور جتنی نیکیاں کرتے تھے پبلک میں شہرت حاصل کرنے کے لئے کرتے تھے۔

59۔ قریشی یا پرویزی مومنین کو حقیقی مومنین بھی مومنین ہی سمجھتے رہے اور ہر زمانہ کے لوگ آج تک اُنہیں مومنین سمجھتے آئے ہیں۔ روزِ حساب پہچانے جائیں گے۔

یہ نمازیں یہ روزے یہ حج یہ زکوٰۃ اور اذانوں اور اسلام کے نعروں نے انہیں چھپائے رکھا اور بعد کے لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ وہ عہد رسولؐ کے فراڈیوں کی اولاد ہیں۔ اُنہوں نے بھی اپنے آبا و اجداد کو رسولؐ کے صحابہ سمجھا۔ پھر مودودی اور پرویز جیسے علما نے انہیں مسلسل فریب دیا۔ کبھی قرآن کی صحیح ترجمانی عوام تک پہنچنے نہ دی اور اپنے ترجموں اور تفہیم تفسیروں کو حقیقی ترجمانی قرار دیا اور عہد رسولؐ کے قریشی لیڈروں اور راہنماؤں کو مقدس بنا کر دکھایا۔ انہیں قرآن سے جنتی بنا کر پیش کیا۔ لیکن اللہ نے انہیں پہچان لینے کے لئے قرآن میں حقائق کے انبار پیش کئے تھے۔ مگر ہمارے سوا کسی نے حقائق کے اس انبار کو نہ سمجھا اور قریش کا شنٹنگ (shunting) انجن جدھر کو دھکیلتا اور لائن بدلتا رہا اُدھر کو بلا تکلف چلتے رہے۔ یہ ہمارے حصے میں تھا کہ ہم قرآن کو اللہ کی منشا کے مطابق پبلک کے سامنے رکھ دیں اور وہ تمام پردے پھاڑ ڈالیں جو چودہ سو سال میں قرآن پر ڈالے گئے تھے اور وہ تمام فریب واضح کر دیں جو قرآن فہمی سے دور رکھنے کے لئے خالص قرآن کا نعرہ مارنے والوں نے پبلک کو دیئے تھے اور عربی زبان کی وسعت کی آڑ میں اُسے دُنیا کی سب سے تنگ دامن زبان بنا دیا تھا۔ بہرحال وہ ملاعین بار بار سامنے سے بے نقاب گزر رہے ہیں جنہیں اُن کے ہم مذہب ملاعین نے حقیقی مومنین اور رسولؐ اللہ کے پیارے اور فداکار رفقاء و صحابہ بنا دیا تھا۔ اللہ نے بتایا ہے کہ:

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ O وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ O يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (5/52-54)

۔''اَے رسوؐل تم نے تو اُن لوگوں کو دیکھ رکھا ہے جن کے دلوں میں حکومت بنانے کا منصوبہ بیماری کی طرح جما ہوا ہے۔اپنی روش کیلئے اُن کا عذر یہ ہے کہ ہم اِس سے فکر مند ہیں کہ ہم کسی بُرے چکر میں نہ آ جائیں۔اِسلئے وہ اُن ہی لوگوں میں زیادہ جلدی سے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں۔چنانچہ ہوسکتا ہے کہ اللہ یا تو تمہیں ایک فاتحانہ پوزیشن عطا کردے یا ایسی ہی کوئی اورصورت پیدا کردے جس کے بھروسے پر یہ لوگ جوراز اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اُس پر نادم ہوجائیں اور اِس راز کے کُھلنے پر مومنین صحیح صورت حال پر یہ کہیں کہ کیا یہ وہی مومنین نہیں ہیں جو اللہ کے نام سے بڑی بڑی سخت قسمیں اور عہد و پیمان کے ساتھ یقین دلایا کرتے تھے کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔چنانچہ اُن کے تمام اسلامی اعمال برباد وضائع ہوگئے اور آخر کار وہ ناکام ونامراد رہے۔اَے مومنین اب بھی جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہوگا تو ہوجائے۔اس لئے کہ اللہ بہت جلد ایک ایسی قوم کو میدان عمل میں لے آئے گا جو برابر اللہ کو محبوب رہتی چلی آئی ہے اور اُسے اللہ محبوب رہا ہے۔وہ قوم حقیقی مومنین کے لئے ہر حیثیت سے نرم ومنکسر اور حق کے چھپانے والوں کے لئے نہایت غلبہ وشوکت رکھنے والی ہوگی جو راہ خدا میں مجاہد اور کسی ملامت کرنے والے سے دبنے والی نہ ہوگی۔اور وہ اللہ ہی کے فضل سے تیار ہوئی ہے اور وہ جسے حقدار سمجھتا ہے ایسے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ یقیناً اپنے فضل وکرم کو وسعت دینے والا اور ہر صورت حال کا علم رکھنے والا ہے۔''

معلوم ہوا کہ قریشی مومنین اپنی خفیہ اغراض کے لئے ایمان لائے تھے اور انہیں حاصل کرنے کے لئے اپنے ماحول کو مطمئن رکھنے میں لگے رہتے تھے۔یہاں قارئین نوٹ کریں کہ تمام قریشی علما نے اُن لوگوں کو منافق بنانے کی کوشش کی ہے جن کے دلوں میں اللہ نے مرض بتایا ہے۔حالانکہ جہاں اللہ منافقوں کا ذکر کرتا ہے وہ لفظ منافقین یا منافقون ضرور کہتا ہے۔حالانکہ منافقین بھی قریش کے ہی متعین کردہ لوگوں کی جماعت تھی جو مومن بن کر مسلمانوں میں عارضی طور پر رہتی تھی یعنی وہ بھی قریشی مومنین ہی تھے۔اور جن کے دلوں میں مرض کا ذکر ہوتا ہے وہ وہ لیڈر ہوتے تھے جو قریشی مرکز کے سامنے قریشی منصوبے کو کامیاب بنانے کے ذمہ دار ہوتے تھے اور زیادہ بڑھ چڑھ کر خود کو مومن ثابت کرنے کا انتظام کرتے رہتے تھے۔دین پر پورا عمل کرتے تھے مگر:

<u>**قریشی مومنین کا حال؟ مودودی کی وضاحت**</u>:۔''86؎ یعنی جو کچھ اُنھوں نے اسلام کی پیروی میں کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، زکوٰۃ دی، جہاد میں شریک ہوئے، قوانین اسلام کی اطاعت کی، یہ سب کچھ اس بنا پر ضائع ہوگیا کہ اُن کے دلوں میں اسلام کے لئے خلوص نہ تھا اور وہ سب سے کٹ کر صرف ایک خدا کے ہوکر نہ رہ گئے تھے۔بلکہ اپنی دنیا کی خاطر اُنھوں نے اپنے آپ کو خدا اور اُس کے باغیوں کے درمیان آدھا آدھا بانٹ رکھا تھا۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 481)

مطلب صاف ہے کہ قریشی مومنین ہوں یا قریش کے متعین کردہ جاسوس یا منافقین ہوں یا محاذ کی نگرانی کرنے والے یا منصوبے کی بیماری میں مبتلا ہوں، حشر اور نتیجہ سب کا خسارہ اور جہنم ہے۔

<u>59 (الف)۔ایمان کا دعویٰ کرنا اسلامی اعمال بجالانا، مسلمانوں میں شامل رہنا کافی نہیں ہے دل میں خلوص نہیں تو نہ اللہ راضی نہ جنت حاصل</u>

دل کا حال اللہ ہی جانتا ہے لوگ تو جو کچھ آنکھوں سے دیکھیں گے یا کانوں سے سُنیں گے اسی پر فیصلہ کریں گے اور اللہ و رسوؐل بھی اپنے احکام کا دارومدار ظاہری حالت پر رکھتے تھے۔اسی لئے سب کو مومن کہہ کر پکارتے تھے۔اُنہیں مسلمانوں کی طرح اُن کے حقوق دیئے جاتے تھے عالم الغیب ہوتے ہوئے اللہ ظاہری باتوں کا اعتبار کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ خود بھی اپنے ظاہری عملدرآمد کو سنواریں اور غلطیوں کو دور کریں اور باقی

دیکھنے والے لوگ بھی ظاہری دلائل سے فیصلہ کریں اور جب تک ظاہری دلیل قائم نہ ہو جائے کسی کو الزام نہ دیا جائے۔ ذرا اللہ عالم الغیب کا طرز کلام دیکھیں فرمایا ہے کہ:

وَيَـقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ O وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ O اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O (نور 50 تا 24/47)

مودودی: ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، مگر اِس کے بعد اُن میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) مُنہ موڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ جب اُن کو بلایا جاتا ہے اللہ و رسولؐ کی طرف تاکہ رسولؐ اُن کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو اُن میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے۔ البتہ اگر حق اُن کی موافقت میں ہو تو رسولؐ کے پاس بڑے اطاعت کیش بن کر آجاتے ہیں۔ کیا اُن کے دلوں کو (منافقت کا) روگ لگا ہوا ہے؟ یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا اُن کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسولؐ اُن پر ظلم کرے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 414-415)

مودودی کے ترجمہ اور آیت پر دوبارہ نظر: پہلی آیت (24/47) میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان و اطاعت کا اقرار و اعلان کر دینے کے بعد کسی ایک فریق کی خلاف ورزی سے صرف خلاف ورزی کرنے والے فریق کے ایمان کی نفی ہونا چاہیے لیکن آیت میں اُن سب کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ صرف خلاف ورزی نہ تھی بلکہ اللہ و رسولؐ کے خلاف ولایت سازی کا جرم تھا اِس لئے سب کے ایمان کی نفی ہوگئی ورنہ دوسرے فریق کو ولایت ساز فریق کی مخالفت کرنا لازم تھی۔ مخالفت کے بجائے وہ راضی اور خاموش رہے لہٰذا منکر اسلام ہو گئے۔ پھر اُسی ایمان و اطاعت کے اعلان کرنے والے گروہ میں سے ایک فریق رسولؐ کے فیصلوں سے کتراتا ہے مگر باقی لوگوں کے کترانے کا ذکر آیت (24/48) میں نہیں ہے لہٰذا سب کے سب منکر اسلام برقرار رہتے ہیں اور اپنی حق طلبی کے لئے فیصلے کو ماننے کے باوجود منکر ہی مانے گئے ہیں۔ پھر آخری آیت (24/50) میں اُن کے اقرار و اعراض اور ولایت سازی پر تین وجوہات بیان کی ہیں۔ اول دل میں منصوبہ ہونا، دوم شش و پنج میں اُلجھا ہوا ہونا اور سوم اللہ و رسولؐ سے بے انصافی کرنے کا گمان۔ اِن تینوں صورتوں میں اُس طبقے کے مومنین پر ظالم یا غلط کار ہونے کا مکمل جرم عائد کر دیا گیا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ قریشی ولایت ساز مومنین اور منصوبہ کو دل میں لے کر کام کرنے والے لوگ سب برابر کے غلط کار لوگ ہوتے ہیں اُن میں فرق کرنا اور انہیں الگ الگ فریقوں میں شمار کرنا بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب قریشی راہنماؤں کے اہل کار تھے۔

59 (ب)۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض بیان کیا گیا ہے وہی قریشی مومن تھے جنھوں نے بعد رسولؐ حکومت بنائی تھی اور جو جنگ نہ چاہتے تھے اور بھاگتے رہتے تھے۔

قارئین نوٹ کریں گے کہ ہم نے دلوں میں مرض رکھنے والے لوگوں کو قریش کی حکومت بنانے کے ذمہ دار لوگ قرار دیا ہے لہٰذا اس کے ثبوت میں ہم قرآن کا بیان پیش کرتے ہیں اُسے غور سے پڑھیں اور دلوں میں مرض رکھنے والے لوگوں کا تعین فرمائیں ارشاد ہے کہ:۔

وَيَـقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّـنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ O طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْصَدَقُوا اللّٰهَ

لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ O فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَکُمْ O اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ O اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا O (سورہ محمدؐ 24 تا 47/20)

مودودی: ''جولوگ ایمان لائے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے) مگر جب ایک محکم سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمھاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔افسوس ہے اُن کے حال پر (اُن کی زبان پر ہے) اطاعت کا اقرار اور اچھی اچھی باتیں مگر جب قطعی حکم دے دیا گیا اس وقت وہ اللہ سے اپنے عہد میں سچے نکلتے تو اُن ہی کے لئے اچھا تھا۔اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے مُنہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور اُن کو اندھا اور بہرا بنادیا۔کیا اِن لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا یا دلوں پر اُن کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 27 تا 25)

مودودی کی تشریح اپنی غلطی کا احساس: ''مودودی صاحب اِس آیت (47/22) میں لفظ تَوَلَّیْتُمْ کے غلط معنی کر کے گزرجانا چاہتے تھے مگر ضمیر نے جھنجھوڑا تو حاشیہ میں لکھا کہ:33۔ اصل الفاظ ہیں ''اِنْ تَوَلَّیْتُمْ'' ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

ابھی ہمیں اِس آیت (24 تا 47/20) پر کافی کچھ کہنا ہے مگر یہاں ان آیات اور مودودی کے ترجمے سے یہ یقین فرمالیں کہ جن لوگوں کی حکومت کا ذکر ہوا ہے وہ مسلسل وہی گروہ ہے جن کے دل میں مرض مذکور ہوا ہے۔اور حکومت کی یہ پیش گوئی رسوؐل کی وفات کے اگلے دن قریش، ابوبکر وعمر اینڈ کمپنی نے پوری کر دکھائی لہٰذا جن کے دلوں میں مرض تھا وہی لوگ قریشی حکومت کا پلان دلوں میں لئے پھرتے تھے اور اُن ہی نے قریش کی حکومت وخلافت وولایت بنا کر دی تھی۔لہٰذا ماننا پڑیگا کہ دلوں میں مرض رکھنے والے مومنین قریش کے تمام قِسم کے مومنین سے افضل واعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔

59(ج)۔ قریشی مومنین ہرگز جنگ نہ چاہتے تھے اس لئے کہ خود اپنی قوم اور اپنے مرکز سے جنگ قریشی مقاصد کے خلاف تھی اس لئے جنگ سے فرار مفید تھا۔

مندرجہ بالا آیات (24 تا 47/20) میں یہ معلوم ہو چکا کہ حکومت کا منصوبہ یا مرض جن کے دلوں میں تھا وہ جنگ کے نام ہی سے اپنے اوپر موت کی غشی محسوس کرنے لگتے تھے (47/20) یہی فریق تھا جس کا ذکر سورہ نساء (4/77) میں ہوا جس نے اللہ سے کہا تھا کہ ابھی تھوڑی سی مہلت اور دے دی ہوتی تو بہتر تھا اور جس کیلئے وہاں کہا گیا کہ اللہ سے بھی زیادہ انسانوں سے ڈرتے ہیں (4/77)۔یہی وہ لوگ تھے جو ہمیشہ جنگ سے فرار کر جایا کرتے تھے (9/25، 3/153) اور یہی لوگ تھے جو رسوؐل کو قتل ہو جانے کے لئے میدان میں تنہا چھوڑ گئے تھے (3/153) اور یہی لوگ تھے جن کے لئے فرمایا گیا تھا کہ ''فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ'' (3/159) اور یہی لوگ تھے جنھوں نے نظام مشاورت کے ماتحت حکومت بنائی تھی۔لہٰذا کم از کم اہلسُنت علما کو تو اُن حضرات کی مذمت نہ کرنا چاہئے جن کے دلوں میں مرض بیان ہوا ہے۔وہی تو پرویزی مذہب کے بانی مبانی اور شاہکار ہیں۔

60۔قریشی مومنین،مومنین کوبھی لوٹنے کوتیار رہتے تھے۔اُنھوں نے بعدرسوؐل بھی مومنین کاقتل عام کیا،انہیں غلام وکنیزیں بنایا توتعجب کیوں ہو؟

پرویز صاحب یہ ماننے کوتیارنہیں کہ مسلمانوں نے کسی مومن کوقتل کیا ہو۔لیکن وہ اُن مومنین کوکہاں اورکیسے چھپائیں گے جوعہدرسوؐل میں مومنین کو لُوٹنے کے لئے تیاررہتے تھے سُنئے اللہ فرماتا ہے کہ:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۝(نساء4/94)

مودودی:''اے لوگوجوایمان لائے ہوجب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلوتو دوست دشمن کی تمیز کرواور جوتمھاری طرف سلام سے تقدیم کرے اُسے فوراًنہ کہہ دوکہ تو مومن نہیں ہے اگرتم دنیوی فائدہ چاہتے ہوتو اللہ کے پاس تمھارے لئے بہت سے اموال غنیمت ہیں۔آخر اسی حالت میں تم خودبھی اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو۔پھراللہ نے تم پراحسان کیا۔لہٰذا تحقیق سے کام لو۔جوکچھ تم کرتے ہواللہ اُس سے باخبر ہے۔''(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 384۔385)

مودودی نے اپنے ترجمے میں اللہ کے بیان کو بالکل ڈھیلا کردیا ہے ورنہ بات یہ تھی کہ جہادوغیرہ کے سفر میں اگرکوئی شخص تمھیں سلام کرکے یہ محسوس کرانا چاہے کہ وہ بھی مسلمان'مومن یادوست ہے'تو تم اُسے لوٹ کر مال ومتاع حاصل کرنے کی غرض سے یہ نہ کہہ دیا کروکہ تو مومن نہیں ہے۔مسلمان ہونے سے پہلے تم بھی لُٹیرے تھے۔تمھیں مسلمان کرکے اللہ نے تم پراحسان کردیا ہے لہٰذا اللہ کے پاس بہت مال غنیمت ہے۔ لوگوں کولُوٹنے کا طریقہ چھوڑدو۔یہی مومنین تھے اور اِن ہی کی حکومت برسرکار آگئی تھی۔جس میں لاکھوں مسلمانوں کاقتل عام کیا گیا۔لوٹ مار اور عصمت دری کی گئی اورسب کچھ اسلام کے نام پر ہوتا رہا۔خون سے لکھی ہوئی تاریخ موجود ہے اُس تاریخ سے جان بچانے کے لئے پرویز نے اُن ملعون مسلمانوں کوحقیقی مومنین کی آڑ میں چھپانے کے لئے یہ شیطانی شاہکار تیارکیا ہے اورہم دکھارہے ہیں کہ قرآن کی رو سے کیسے کیسے مومنین موجود تھے جن سے خود شیطان بھی پناہ مانگتا تھا۔پرویزیزیداوراُس کے بزرگوں کوبھی حقیقی مومنین بنارہا ہے اورہم نے وہ جڑ ہی نکال دی ہے جس پر اُس نے ایک تناور درخت کھڑا کرنا چاہا تھا۔

61۔ ایسے مومنین موجود تھے جواللہ ورسوؐل کے حکم کے باوجود مظلوم مومن'بچوں'عورتوں اور بوڑھوں کی مدد کے لئے جنگ کرنے کوتیار نہ ہوتے تھے۔

جولوگ مومن ہوتے ہوئے طاقتوراورصاحبان حیثیت ہوتے ہوئے اور خداورسوؐل کا تقاضا ہوتے ہوئے مظلوموں کی اورخصوصاً مسلمان مظلوموں کی مدد کوتیار نہ ہوتے ہوں وہ بعدرسوؐل مسلمانوں کاقتل عام دیکھ کرکیسے مدد کرسکتے تھے۔ایسے ہی مومنین کی اگرحکومت ہواورخود حکومت کی طرف سے مسلمانوں کاقتل عام ہورہا ہوتو کیسے اُمید کی جاسکتی ہے کہ کوئی مظلوم کی مدد کواُٹھے گا اورظلم سے نجات دلائے گا؟عہدرسوؐل کے قریشی مومنین کا حال قرآن سے سُنئے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا۝(4/75)

۔''اے مومنین تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم تقاضوں کے باوجود اُن مظلوم مردوں' عورتوں اور بچوں کو ظلم سے بچانے کے لئے بھی اللہ کی راہ میں جنگ کے لئے نہ نکلو۔ جو کمزور پا کر دبا دیئے گئے ہیں اور اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہمیں اِس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارے لئے ایک حکمران مقرر فرما دے اور اپنی جانب سے ہمارے لئے ایک مددگار تجویز فرما دے۔''

قارئین بتائیں کہ یہ کیسے مومن تھے؟ یہاں تو کہیں منافقوں کا ذکر نہیں ہے جو قریشی علما اِن مومنین کو نفاق کی چادر میں لپیٹ سکیں۔ یہ تھے عہد رسوؐل کے مومنین جن کو پرویز فدا کارانِ اسلام بنا کر دکھانا چاہتے ہیں اور تمام حقائق کو چھپا کر صرف اتنا لکھتے ہیں کہ۔

۔''اُن سے پوچھو کہ اس کے بعد اب کون سی چیز باقی رہ گئی ہے جس کے انتظار میں یہ بیٹھے ہیں اور ان مظلومین کی امداد کے لئے نہیں اُٹھتے؟ یہی تو وہ حالات تھے جن میں تمھیں جنگ کی اجازت دی گئی تھی (22/39)۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 202)

پرویز ہی سے پوچھو کہ یہ کون سی قسم کے مومنین ہیں؟ کیا یہی رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ہیں؟ پرویز کو جھوٹا کہنا بھی کافی نہیں ہے۔

62۔ وہ مومنین بھی موجود تھے جو قرآن پر اور سابقہ کتابوں پر ایمان کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ رسوؐل کے بجائے طاغوتی ادارے سے فیصلے کرانا صحیح ہے۔

جن مومنین نے عہد رسوؐل میں رسوؐل کے احکام اور فیصلوں کو اختیار نہ کیا وہ اپنی حکومت قائم ہو جانے کے بعد اگر قرآن کے فیصلوں کو اختیار نہ کریں یا قرآنی فیصلوں کو بدل دیں تو تعجب کیوں ہو؟ اور کیا ایسے مومنین کے وجود سے انکار ممکن ہے جو قرآن میں موجود ہوں؟ سُنئے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًاO (4/60)

۔''اے رسوؐل کیا آپؐ نے اُن مومنین کو دیکھا جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو تمھارے اوپر اُتاری گئی ہے اور اُن کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں اور ارادہ اُن کا یہ ہے کہ اپنے تمام معاملات کے فیصلے طاغوتی ادارے سے کرایا کریں گے۔ حالانکہ اُنھیں طاغوتی ادارے کو معدوم کرنے کا حکم دیا جا چکا ہے اور اُس خاص شیطان نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ اُن مومنین کو گمراہی کی سرحدوں سے بھی دور لے جا کر چھوڑے گا۔''

پرویز نے طاغوت کا ترجمہ۔''خود ساختہ قوانین۔'' کیا ہے یعنی یہ مومنین اپنے خود ساختہ قوانین سے فیصلے کیا کریں گے جو ابوبکر و عمر نے کئے تھے۔

63۔ پرویز اُن مومنین کو کہاں چھپائیں گے جنھوں نے دُنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیئے رکھی اور جو جہاد پر جانا اور جانے دینا پسند نہ کرتے تھے؟

قارئین پرویز کو پھر اُن مومنین سے ملاؤ جو مسلمانوں پر آنے والی جنگی مصیبتوں سے بچ جانے کو اللہ کا انعام سمجھتے تھے اور جنگ میں شامل نہ ہونا اور دوسروں کو بھی جنگ سے روکنا دینی خدمت سمجھتے تھے اور کامیابیوں ہی پر ایمان رکھتے تھے۔ اللہ سے سُنئے:

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًاO وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًاO فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاO (نساء 4/72-74)

مودودی: ''اَے لوگو جو ایمان لائے ہو مقابلے کے لئے ہر وقت تیار رہو پھر جیسا موقع ہو الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ ہاں تم میں کوئی کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو لڑائی سے جی چراتا ہے اور دوسروں کی بھی ہمتیں پست کرتا ہے اور ایسی باتیں کرتا ہے کہ وہ بھی اُس کی طرح بیٹھ رہیں (حاشیہ 102) اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ نہ گیا اور اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو کہتا ہے، اور اس طرح کہتا ہے کہ گویا تمہارے اور اُس کے درمیان محبت کا تو کوئی تعلق تھا ہی نہیں کہ کاش میں بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو بڑا کام بن جاتا (ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ) اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیئے اُن لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دُنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 371۔372)

پرویز بھی ایسے مومنین کا وجود مانتے ہیں: پرویز نے لکھا ہے کہ:۔

''اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں اکّا دُکّا ایسا بھی ہے جو جنگ کی آواز پر مختلف بہانوں سے خود بھی سُستی کر کے پیچھے رہ جاتا ہے اور دوسروں کو بھی سُست بنا دیتا ہے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ اُس جنگ میں تمھیں نقصان پہنچے تو کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے اور اُس کا احسان ہے کہ میں اُن کے ساتھ نہ گیا۔ ورنہ مجھ پر بھی مصیبت آجاتی اور اگر تمھیں بفضل خدا کامیابی نصیب ہو تو کہتا ہے اَے کاش میں بھی اُن کے ساتھ ہوتا تا کہ ان کامرانیوں میں میرا بھی برابر کا حصہ ہوتا۔'' (مفہوم القرآن اول صفحہ 201)

یہاں کچھ اور کہنے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ متعلقہ شخص اللہ کو مانتا ہے، شکر کا قائل ہے اور شکر ادا کرتا ہے' فضل خداوندی کو مانتا ہے اور یہی قریشی مومنین کے یہی عقائد ہیں اور اُن کا وجود ثابت ہے اور ایسے دوسرے مومنین بھی موجود مانے گئے ہیں جو سُست کر کے جنگ سے باز رکھے جاسکتے تھے۔ اب پرویزی قاعدے کی رو سے اِن سب کو رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور جنتی ہونا چاہیئے۔ نہیں تو اُن کی مذمت کرنا ہوگی۔

64۔ وہ مومنین جن کو اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کے مطابق نجات اور جنت ملنے کا یقین تھا اور وہ یقین ہی کے مطابق اعمال بجالاتے تھے؟

اب ایسے مومنین کا تذکرہ ہوگا جنھوں نے حصول نجات کیلئے اپنے مخصوص عقائد اختیار کئے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے کہ جنت اور نجات بالکل اُن کی آرزوؤں کے مطابق ملنا ہے۔ مثال کے طور پر پرویز کے شاہکار کی دو ایک باتیں سُنیں تو مزید تشریح ہو جائے گی۔ عمر بن الخطاب کیلئے لکھا ہے کہ:

''۔وہ چلتے پھرتے لوگوں سے کچھ نہ کچھ نصیحت کرتے رہتے تھے اور اس کے ساتھ قرآن کی آیت پڑھتے (مثلاً) ایک دفعہ فرمایا کہ تین باتوں کا اللہ خود ضامن ہے، ان کے بارے میں کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوسکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَO (9/120) اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ كَيۡدَ الۡخَآئِنِيۡنَO (12/52) خدا مکاروں کی مکاری کے لئے کشادگی راہ نہیں نکالتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَO (10/81) اللہ فسادانگیزوں کے پروگرام کو کبھی نہیں سنوارتا۔ (شاہکار رسالت صفحہ 68)

عمر کا آیات پڑھنے سے کیا مقصد تھا؟:

عمر پبلک کو یہ یقین دلانا چاہتے تھے کہ اگر میں اور میرا مشن فسادیوں اور خیانت کاروں کا مشن ہوتا تو مجھے کامیابیاں اور کشادگی راہ نہ ملتی۔ (احسن) عمر نے آیات کے ٹکڑے پڑھ کر فریب دیا ہے۔ مثلاً اگر مستقل طور پر احسان پیشہ اختیار کر لیا جائے تو واقعی اجر کبھی ضائع نہ ہوگا بلکہ کئی گنا ہو کر ملے گا لیکن اگر احسان یا اچھا کام پبلک کو دکھانے کے لئے کیا تو اَجر ضائع ہو جائے گا۔ ساری عمر اچھے کام کئے اور آخر میں ایسا کارنامہ کر دیا جو تمام اعمال کو

حبط وضائع کردے تو اللہ مجبور نہیں ہے کہ اُسے ضرور اجر دے۔ قرآن سے سینکڑوں مثالیں اچھے کام یا احسان کرنے والوں کی پیش کی جاسکتی ہیں جو انجام کار جہنم واصل ہوئے اور یہی حال عمر اینڈ کمپنی کا ہوگا۔ کسی کو لُوٹ کر اس مال کو غریبوں پر صَرف کرنا احسان تو ہے مگر دوزخ میں جائیگا وہ محسن۔ مقطع میں آپڑی تھی سخن گستری کی بات ۔ اب قرآن سُنئے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا O لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا O وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا O (نساء 124-4/122)

''اور جو لوگ سچ مچ ایمان لائے ہیں اور پُر خلوص اصلاحی اعمال بجالاتے رہے ہیں۔ عنقریب ہم اُنہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ پُر خلوص مومن اُن جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچا وعدہ کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے اور اے مومنین نہ تمھاری آرزوؤں اور عقائد و تصورات کے ماتحت جنت و نجات اور ایفائے وعدہ ہے نہ اہل کتاب کے اجتہادات و مسلّمات کی پابندی ہوگی۔ مگر جو کوئی بھی بدعملی کرے گا اُس کا بدلہ ضرور حاصل کرے گا اور نہ ہی اس سلسلے میں اُس کے اپنے ٹھہرائے ہوئے حکمران کام دیں گے اور نہ کوئی مددگار پاسکیں گے۔ البتہ جس نے پابندی سے اصلاحی اعمال کئے ہوں گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ اس حقیقت کو مانتے ہوئے عمل کرے کہ اُس سے بازپُرس ہونا اور اچھے بُرے اعمال کا اچھا بُرا اجر ملنا ہے تو اُن ہی لوگوں کو جنت میں داخلہ ملے گا اور اُن کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی۔''

اِن آیات میں قریشی اور اجتہادی مومنین دونوں کو مایوس کر دیا گیا ہے اور دونوں کے وہ باطل عقائد سامنے آگئے جن کے بل بوتے پر وہ قتل وغارت اور لوٹ مار کرتے رہے تھے اور جن کے بھروسے پر پرویز تمام مومنین کو جنتی بنائے دے رہے تھے۔ ساتھ اللہ کے وعدوں کا غلط استعمال بھی بند کر دیا گیا ہے۔ عمر بن خطاب اینڈ کمپنی کا ہر محسن کو جنتی قرار دینا بھی ایمان کی شرط سے باطل ہو گیا ورنہ تمام کیمونسٹ جنتی ہو جاتے۔ ہر نیک یا بدعمل اُس ایمان کے ساتھ بندھا ہوا ہے جس کے ماتحت وہ کیا گیا تھا۔ معاملہ ایک علیم وخبیر وحکیم وعادل خدا سے ہے۔ اور ایک حساس ومشہود وعلیم وخبیر وحکیم و معصومؑ نظام ساتھ ساتھ ہے۔

65۔ وہ مومنین جو اپنی ذاتی رائے اور اجتہاد کے ماتحت اپنے رؤسا اور سرداروں اور قبیلے والوں کو دینی رعایات دیتے اور غیروں اور غربا سے انصاف نہ کرتے تھے۔

اب وہ آیات آرہی ہیں جن پر ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومتیں عمل پیرا رہیں اور جن پر فاروقی شریعت تیار کی گئی اور جس کے ماتحت اللہ کو ہر اُس چیز کو پسند کرنا اور اچھا کہنا تھا جسے قریشی مومنین کی کثرت پسند کرے اور اچھا کہتی ہو۔ سُنئے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O (4/135)

۔''اے مومنین تم اپنے اجتہادات اور مصلحتوں کو چھوڑ کر بلا رُو رعایت جم کر استقلال کے ساتھ انصاف اور قسط وارتقی دینے کے علمبردار بن جاؤ اور اللہ کیلئے گواہ رہو خواہ وہ گواہی خود تمہاری ذات کو ماخوذ کراتی ہو خواہ تمہارے قریبی عزیز پھنسے ہوں یا خود تمہارے والدین کے

جرائم سامنے آتے ہوں کسی کی رعایت نہ کرو اور نہ امیر وغریب کا لحاظ کرو اسلئے کہ اللہ اُن دونوں اور اُن سب سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا سنو کہ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچی گواہی سے پہلو بچایا تو سمجھ لو کہ تمہاری تمام چالاکیاں اور ہتھکنڈے ہماری نظر واطلاع سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔''
یہ تھے وہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ مومنین جن کو سچ بولنے اور سچی گواہی دینے کی یہ تاکیدیں ہوتی رہیں مگر اُنھوں نے شرعی حیلے تیار کئے اور وکیلوں اور ججوں کو تعلیم دی گئی کہ کن کن ترکیبوں اور چالوں سے قوانین کو بے اثر کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے اس سلسلے میں کتابیں تصنیف کی تھیں اور خود بخاری میں بھی کتاب الحیل موجود ہے۔

<u>66۔ قریشی مومنین ہم کیسے مومنین کو کہتے ہیں؟ جو اللہ، رسوؐل، قرآن، سابقہ الہامی کتب، قیامت، ملائکہ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہوں مگر یہ تمام اُن کے اپنے خود ساختہ ہوں۔</u>

اب قارئین قرآن سے صفاچٹ مومنین سے اللہ کا خطاب اور تاکید سُنیں گے اُن کو مومنین کہہ کر مخاطب کیا گیا اور اُن کے ایمان کی کلیتاً نفی کی گئی اور انہیں حقیقی ایمان لانے کا حکم دیا گیا جو اُنھوں نے کبھی اختیار نہیں کیا۔ فرمایا گیا کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیۡٓ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا O اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَلَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا O (4/136-137)

''اے مومنین تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اللہ کے رسوؐل پر بھی ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسوؐل محمدؐ پر نازل کی ہے اور اُن تمام کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو قرآن سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ سُنو جو کوئی اللہ کی، ملائکہ کی اور اللہ کی کتابوں کی اور اللہ کے رسولوؐں کی اور آخری دن کی حقیقتوں کو چھپائے یا ڈھانپے یا اُن میں ردوبدل کرے وہ گمراہی کی تمام حدود پار کر گیا ہے یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور پھر حق کو چھپایا پھر ایمان لائے اور پھر حق پوشی کی اور پھر حق پر پردے ڈالنے میں طرح طرح کے اضافے جاری رکھے تو اللہ کسی صورت میں ہرگز اُن کی بخشش نہ کرے گا اور نہ کبھی اُن کو راہ راست کی راہنمائی کرے گا وہ برابر مسلسل حق پوشی کرتے چلے جائیں گے۔''

قارئین یہ نوٹ کر لیں کہ قریشی قوم نے جس طرح سارے قرآن کو مہجور کیا تھا (25/30) اُسی طرح سارے اسلام کو اور تعلیمات قرآن کو اپنی مصلحتوں پر فٹ کرنے کے لئے کیا تھا۔ تمام نام برقرار رکھتے ہوئے ہر مسئلے کی صورت اور مقصد کو تبدیل کر دیا تھا۔ اور ہر مسئلے میں اجتہاد کے ذریعے بہت سی ذیلی شاخیں اور اصطلاحات بنادی تھیں۔ ہم دکھائیں گے کہ اُنھوں نے نماز تک کو بدل دیا تھا اور وہی سب کچھ چار سو سال کے بعد شیعہ مجتہدین نے کیا تھا اور آج شیعوں اور سُنیوں میں لیبل کے علاوہ کوئی فرق مشکل سے ملتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں آیات ثلاثہ اینڈ کمپنی کے عقائد اور طرز عمل کو تفصیل سے پیش کرتی ہیں۔ ایمان وکفر کی ذیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ قریشی علما اور لیڈر ایک بات کو مانتے تھے پھر اُس میں سے اُن پہلوؤں کو تبدیل کر دیتے تھے جو اُن کے مذہب ومسلک ومصلحتوں کے خلاف پڑتی تھی یعنی حق کو چھپا کر اجتہادی مسائل بنا دیتے تھے۔ یہ عمل اُن کے یہاں پیہم جاری رہا اور الگ الگ فرقے اور مذاہب بنتے چلے گئے۔ حقائق کو مانتے اور چھپاتے چلے گئے اور ایک اسلام کے دوسو 200 کے قریب اسلام بن گئے اور روزانہ بنتے جا رہے ہیں۔

67۔ایک ایسی آیت جس پر مودودی تڑپ گئے اور آیت کی خلاف ورزی کرنے والے قریشی مومنین کے عمل در آمد کو یہودیوں کی جسارت قرار دیا ہے

وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌO(4/14)

مودودی: ''اور جو اللہ اور اُس کے رسوؐل کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اُسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 330)

مودودی کی تشریح: ''یہ ایک بڑی خوفناک آیت ہے جس میں اُن لوگوں کو ہمیشگی کے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانونِ وراثت کو تبدیل کریں یا اُن دوسری قانونی حدوں کو توڑیں جو خدا نے اپنی کتاب میں واضح طور پر مقرر کر دی ہیں۔لیکن سخت افسوس ہے کہ اس قدر سخت وعید کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں نے بالکل یہودیوں کی سی جسارت کے ساتھ خدا کے قانون کو بدلا اور اس کی حدوں کو توڑا۔اس قانونِ وراثت کے معاملے میں جو نافرمانیاں کی گئی ہیں وہ خدا کے خلاف کھلی بغاوت کی حد تک پہنچتی ہیں۔کہیں عورتوں کو میراث سے مستقل طور پر محروم کیا گیا۔کہیں صرف بڑے بیٹے کو میراث کا مستحق ٹھہرایا گیا۔کہیں سرے سے تقسیم میراث ہی کے طریقے کو چھوڑ کر مشترک خاندانی جائیداد کا طریقہ اختیار کیا گیا۔کہیں عورتوں اور مردوں کا حصہ برابر کر دیا گیا اور اب اُن پُرانی بغاوتوں کے ساتھ تازہ ترین بغاوت یہ ہے کہ بعض مسلمان ریاستیں اہلِ مغرب کی تقلید میں وفات ٹیکس (death duty) اپنے ہاں رائج کر رہی ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ میت کے وارثوں میں ایک وارث حکومت بھی ہے جس کا حصہ رکھنا اللہ میاں بھول گئے تھے۔حالانکہ اسلامی اصول پر اگر میت کا ترکہ کسی صورت میں حکومت کو پہنچتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کسی مرنے والے کا کوئی قریب و بعید رشتہ دار موجود نہ ہو اور اُس کا چھوڑا ہوا مال تمام اشیائے متروکہ (un claimed properties) کی طرح داخل بیت المال ہو جائے۔یا پھر حکومت اس صورت میں کوئی حصہ پا سکتی ہے کہ جبکہ مرنے والا اپنی وصیت میں اس کے لئے کوئی حصہ مقرر کر جائے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 330۔331)

سب سے پہلی اور بڑی میراث جو غصب کی گئی وہ خود رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تھی۔قریشی حکومت نے عموماً اور پرویز کے شاہکار عمر بن خطاب نے خصوصاً حضرت فاطمہ علیہا السلام کو باپ کی میراث سے محروم کیا تھا۔مگر مودودی تو ابوبکر و عمر و عثمان کی مذمت میں مُنہ نہ کھول سکتے تھے۔لہٰذا جان بوجھ کر ٹال گئے ہیں۔

68۔وہ مومنین بھی رضی اللہ عنہم اور رضوا عنہ و جنتی تھے جو اپنے باپ کے ترکہ میں اُس کی بیویوں کو بھی زبردستی میراث بنا لیتے تھے۔

یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ قریشی مومنین اپنی ماؤں سے نکاح کر کے اولاد پیدا کرانے کے عادی تھے (4/22) یہاں یہ دکھایا جائے گا کہ ورثہ میں باپ کی چھوڑی عورتوں کو وہ جبراً اپنا مال بنا لیا کرتے تھے اور اُس کے بعد نکاح کر لینا تو خود بخود جائز کر لیا جاتا تھا۔قرآن سُنئے:۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡہًا ؕ وَلَا تَعۡضُلُوۡہُنَّ لِتَذۡہَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ۚ وَعَاشِرُوۡہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ کَرِہۡتُمُوۡہُنَّ فَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّیَجۡعَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ خَیۡرًا کَثِیۡرًاO(4/19)

۔''اُے مومنین تم زبردستی عورتوں کو اپنی میراث نہ بنا لیا کرو ایسا کرنا تمھارے لئے حلال نہیں ہے اور نہ ہی عورتوں کو مجبور اور تنگ کر کے اُس مہر میں سے کچھ رقم زبردستی وصول کر لیا کرو جو تم اُن کو پہلے رضامندی سے دے چکے تھے۔البتہ اُس صورت میں تمھیں تنگ کرنے کا

حق ہے نہ کہ مہر لینے کا جب کہ وہ کوئی کھلی بدکاری کرگزریں۔تم اُن کے ساتھ پسندیدہ طریقے سے گزر بسر کرواور اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تمھیں ایک چیز پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُسی میں تمھارے لئے بہت سی بھلائی رکھی ہو لہٰذا اپنی پسند اور ناپسند کو معیار نہ بناؤ بلکہ اللہ کے احکام پر عمل کرو۔''

مومنین سوچیں کہ یہ صفا چٹ مومنین کیا کچھ کرگزرنا چاہتے تھے اور عین رسولؐ کی موجودگی اور نزول قرآن کے زمانے میں اُن کا یہ حال تھا تو بعد رسولؐ کیا کچھ نہ کیا ہوگا؟ اور خصوصاً جب کہ حکومت بھی ایسے ہی مومنین کے ہاتھوں میں ہو یعنی پیا بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا؟

68 (الف)۔ یہ وہی مومنین تھے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرنے میں تکلف نہ کرتے تھے۔ بے حرمتی کی ایک فہرست قرآن سے دیکھئے: بلاتمہید قرآن سُنئے:

يَآيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَاللّٰهِ وَلَاالشَّهۡرَالۡحَرَامَ وَلَا الۡهَدۡىَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًـاوَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّوَالتَّقۡوٰى وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاتَّقُوۡا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِO (مائدہ 5/2)

مودودی: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو۔ نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کرلو نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ اُن جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذرِ خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔ نہ اُن لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اُس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جارہے ہوں۔ ہاں جب احرام کی حالت ختم ہو جائے تو تم شکار کرسکتے ہو اور دیکھو ایک گروہ نے جو تمھارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اُس پر تمھارا غصہ تمھیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی اُن کے مقابلے میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں اُن میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں اُن میں کسی سے تعاون نہ کرو اللہ سے ڈرو اس کی سزا بہت سخت ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 438 تا صفحہ 440)

69۔ قریشی مومنین کُھل کر کافروں کو اپنے حاکم بنانے اور سازش کو کامیاب کرنے میں مصروف تھے اللہ نے انہیں محتاط رہنے کے لئے خبردار کیا اور دھمکی بھی دی۔

قرآن کریم میں قریشی مومنین کو الجھائے رکھنے اور ساتھ ساتھ چلانے کے لئے بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں (3/159 وغیرہ) یہ آنے والی آیت (4/144) میں بھی اُن مومنین کو کھل کر مخالفت کرنے سے روکا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے انداز اختیار نہ کرو کہ تمھیں ایک دم دھکا دینا پڑ جائے جو خود تمھارے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔ یعنی اب تو تم مومن و مسلمان سمجھے جارہے ہو لیکن اگر تمھیں اللہ و رسولؐ نے واضح الفاظ میں دُشمنان اسلام کی حیثیت سے روشناس کرا دیا تو اپنی حکومت و خلافت کو اسلامی کہہ کر عوام پر کیسے مسلّط کرسکو گے لہٰذا اپنے اقدامات میں احتیاط برتو اور مومنین بنے رہو ورنہ اللہ و رسولؐ نہ تمھاری سازش سے ڈرتے ہیں اور نہ تمھیں دشمن ثابت کرنے میں اپنا نقصان سمجھتے ہیں اس لئے کہ تم قوانین مشیت سے ادھر اُدھر نہیں ہٹ سکتے۔ اس پورے مطلب کو اللہ نے اِس آیت میں سمو دیا ہے کہ:

يَآيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡالَا تَتَّخِذُوۡاالۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًاO (4/144)

۔''اے مومنین تم حقیقت اسلام چھپانے والوں کو اپنا حکمران بنانے میں مومنین سے بالکل منقطع نہ ہو جاؤ کیا تمھارا ارادہ اب یہ ہو گیا ہے

کہ اللہ رعایات ختم کردے اور تمھارے اوپر اپنا بولتا چالتا اور موجود سلطان مسلّط کردے۔''

قارئین یہ نوٹ فرمالیں کہ ہم اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پالیسی اور قریشی مومنین کے ساتھ اُن کا سلوک بیان نہیں کررہے ہیں اور اگر وقت ملا تو تفصیل پیش کریں گے اور آپ دیکھیں گے کہ قریش قدم قدم پر بیوقوف بنائے جاتے رہے ہیں۔ کہیں اُن پر جبر نہیں کیا گیا۔ اُنہیں قانونِ مشیت کے مطابق بڑی رعایتیں دی گئیں اور نہایت بےفکری اور اطمینان سے اُن کے منصوبے کو قدم قدم چلایا گیا ہے۔ ہم تو صرف ایسے مومنین کا وجود دکھانے میں محدود رہتے چلے آرہے ہیں جو مومن کہلاتے تھے اور اپنے خودساختہ اسلام کے مومن تھے بھی لیکن نہ وہ حقیقی مومن تھے نہ اللہ اُن سے راضی تھا نہ وہ جنتی تھے۔ بلکہ وہ ملعون اور جہنمی تھے اور پرویز کا شاہکار اُن کا راہنما و لیڈر تھا' نہ کہ شاہکارِ رسالت۔ چنانچہ یہاں (4/144) میں بھی آپ نے وہ مومنین موجود پائے ہیں جن کو پرویز غائب کردینا اور حقیقی مومنین میں چھپا دینا ضروری سمجھتے رہے ہیں اور جن کے لئے پرویز نے اپنا دین و دُنیا قربان کردیئے ہیں۔

<u>70۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہنے والے مومنین برابر آج تک مسلمانوں میں موجود رہتے چلے آئے ہیں، فتویٰ سازیاں کرنا اُمت میں افتراق پھیلانا مقصد تھا۔</u>

پرویز اینڈ کمپنی کو بتایئے کہ تمھارے رضی اللہ عنھم مومنین سے اللہ نے کہا تھا کہ:

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ O(5/87)

۔''اے مومنین تم اُن پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمھارے لئے حلال کی ہیں اور فتویٰ بازی میں اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کرجایا کرو۔ یادرکھو کہ اللہ حدود فراموش مومنین کو پسند نہیں کرتا۔'' اور فرمایا کہ:۔

وَلَا تَـقُوۡلُوۡالِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡاعَلٰى اللّٰهِ الۡكَذِبَ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَO(نحل 16/116)

۔''اے مومنین یہ جو تمھاری زبانیں جھوٹے فتوے دیا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ چیز حرام ہے۔ ایسے جھوٹے فتوے صادر کرکے اَے مومنین تم اللہ پر افترا اور تہمت نہ لگایا کرو۔ جو مومنین اللہ پر جھوٹے افترا اور تہمتیں لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔'' **مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ**(16/117) ۔''یہ وصول کیا جانے والا مال و دولت بہت حقیر و قلیل ہے اور اُن مومنین کیلئے دردناک عذاب ہے۔''

اِن آیات پر مسٹر مودودی کی کئی ایک تشریحات کو نظرانداز کرتے ہیں اس لئے کہ اُن مومنین کا موجود ہونا ثابت ہوگیا جو اللہ و رسُولؐ کی جگہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں بھی خود ہی شریعت سازی کررہے تھے اور وہ ہرگز شریعت سازی نہ کرتے اگر اس شریعت پر عمل کرنے والوں کی کثرت موجود نہ ہوتی اور اُن ہی کو ہم قریشی مومنین کا لقب دیتے ہیں۔ اور اُن ہی کو پرویز چھپانا چاہتے ہیں۔ قارئین دیکھیں کہ پرویز نے اپنی کتاب شاہکار میں چند آیات حقیقی مومنین کے وجود پر لکھیں اور چاہا کہ قرآن میں ملعون و مردود مومنین کو اُن کے پیچھے چھپا دیا جائے۔

<u>71۔ سُود درسُود کھانے والے مومنین جن سے اعلان جنگ کیا گیا، جنہیں جہنم کی دھمکیاں دی گئیں، جو ثلاثہ اینڈ کمپنی کے دورِ حکومت میں کروڑوں پتی بن گئے تھے۔</u>

مسلمانوں نے سُود کے معاملے میں برابر یہودیوں کو بدنام کیا ہے اور کبھی مسلمان مومنین کی بے رحمانہ' دلیرانہ' اور خدا اور رسُولؐ کے حکم کے

خلاف سودخوری کا تذکرہ عوام کے سامنے نہیں کیا ہے۔آیئے اورقرآن سے پرویز کے جنتی مومنین کی سودخوری اورغریبوں کے خون چوسنے کی داستان سُنئے فرمایا گیا کہ:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ O وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ O (3/130-133)

۔''اے مومنین تم یہ بڑھتا چڑھتا سود درسود کھانا بند کردواوراللہ سے بچتے رہوشائدتم فلاح پاجاؤ۔اوراُس آگ میں جلنے سے بچوجواسلامی حقائق کوچھپانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے لہٰذا اے مومنین تم اللہ اوراُس کے رسوؐل کی فرمانبرداری بھی کرنےلگو۔شائدتم پررحم کردیا جائے۔جلدی جلدی اپنے پروردگارکی بخشش حاصل کرنے اور جنت میں جانے کے لئے بڑھو۔اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اورزمین جتنی ہےاورجومتقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

<u>اِن ہی مومنین سے یوں بھی اپیل کی گئی تھی کہ:۔</u>

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ O فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ O وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ O (بقرہ 281 تا278/2)

۔''اے مومنین اگرتم واقعی مومن ہوتو اللہ سے بچواور جوتمہارے سودکا روپیہ قرضداروں کی طرف باقی ہےاُسے وصول مت کرو۔اوراے مومنین اگرتم نے باقی سودکا روپیہ نہ چھوڑا توسُن لوکہ اللہ اوررسوؐل کی طرف سے تمہارے خلاف جنگ کا اعلان کیا جاتا ہے۔اب بھی توبہ کرلواورسودکا باقی روپیہ چھوڑ دوتوتمھارے لئے اپنا اصل روپیہ وصول کرنا جائز ہے نہ تم کسی پرظلم کرونہ تم پرظلم کیا جائے گا۔اگرتمہاراقرض دارتنگدست ہوتو اُس کوسہولت حاصل ہونے تک مہلت دیئے رکھوتا کہ وہ آسانی سے تمہاری رقم واپس ادا کردے۔اوراگرتم اُس کی غربت کا خیال کرکے اپنی اصل رقم بھی چھوڑ دو توتمہارے لئے یہی بہتر ہے بشرطیکہ تمہیں اس کی حقیقت کاعلم حاصل ہواوراے مومنین تم اُس دن سے بچوجس دن تم اللہ کے حضورواپس جاؤ گے چنانچہ ہرشخص کواُس دن اُس کی کمائی پوری کی پوری دے دی جائے گی اوراُن کی حق تلفی نہ ہوگی۔''

<u>72۔وہ مومنین جوقریشی مرکز کی نفرت وعداوت کے باوجوداُن ہی کی خیرخواہی پرمجبورتھے،ساری آسمانی کتابوں میں ایمان کے باوجود قریش کے وفادار تھے۔</u>

اللہ نے قریشی مومنین کو بے وفا فرمایا،دشمنان اسلام سے دوستی اورمحبت کا مجرم قراردیا،اپنے بُرا چاہنے والوں کا ہمدرد بتایا،تمام آسمانی کتابوں پرایمان کے باوجود بے وفائی کا طعنہ دیا مگر قریشی مومنین چکی کے دوپاٹوں کے درمیان مجبور تھے۔اسلام کے خلاف سازش نے انہیں ہرممکن ذلت ورسوائی سے دوچار رکھا۔ یہاں ہم آیات کے ساتھ ساتھ قریشی مومنین کی حالت اور مجبوریاں دکھاتے چلیں گے اللہ نے فرمایا کہ:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ۔اے مومنین تم اپنوں کوچھوڑ کردوسروں کورازدارنہ بنایا کرو۔قریشی مومنین کیسےاورکس مُنہ سے کہیں کہ وہ لوگ ہمارے اپنے ہیں غیرتو یہ مسلمان ہیں اورانہیں ہم رازدار بنائیں توتباہی آجائے گی۔پھرکہا گیا کہ:۔لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وہ

تمہاری تباہی اورنقصان کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔قریشی مومنین کیسے کہیں کہ وہ ہماری تباہی اورنقصان نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں کی تباہی اورنقصان سے نہیں چوکتے اور مسلمانوں کے ساتھ رہنے سے ہمیں بھی تکلیف میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ:۔وَدُّوۡا مَاعَنِتُّمۡ ۔تمہیں جو چیز تکلیف میں مبتلا کرے وہی اُن کو محبوب ہے اگر پرویزی مومنین یہ کہہ دیں کہ ہمیں بھی وہی کچھ محبوب ہے جو ہمارے مرکز کو محبوب ہے تو سارا منصوبہ تباہ ہوجائے گا۔اللہ ورسوؐل تو جانتے ہی ہیں مگر عوام مومنین کو بھی معلوم ہوجائے گا کہ وہ قریشی مرکز کے لوگ ہیں،اللہ ورسوؐل کے طرفدار نہیں ہیں۔ پھر وہ عوام مسلمانوں پر اسلامی کہہ کر قریش کی حکومت کیسے قائم کرسکیں گے۔اس لئے قریشی مومنین کو اِدھر اللہ ورسوؐل کا بُرا بھلا اور طعن وتشنیع سُننا پڑتی تھی اُدھر کمزور کارکردگی پر اپنے مرکز کی ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش برداشت کرنا لازم تھی یعنی دونوں مراکز کی طرف سے مشکلات میں مبتلا تھے۔ بہرحال اللہ نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:۔

قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ قَدۡ بَيَّنَّا لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ Oهٰۤاَنۡتُمۡ اُولَاۤءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِO(3/118-119)

مسلمانوں کے خلاف اُن کے دل کا بغض اُن کی زبان پر آجاتا ہے قریشی مومنین اس سے کیوں ناراض ہوں وہ تو ایسے مومنین ہیں ہی نہیں جن سے اُن کا اپنا مرکز بغض رکھتا ہو۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ اُن کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ اُس غیض وغضب سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔قریشی مومنین کے اپنے دلوں میں بھی وہ منصوبہ پوشیدہ ہے جو انہیں نہیں بلکہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا اس لئے وہ اپنے مرکز کے خلاف کوئی شکایت سُننے کو تیار نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیات میں تفصیل واضح کردی ہے اگر تم عقل سے کام لو۔قریش کے مومنین اُن آیات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ہی تو اپنا مشن چلا رہے ہیں ورنہ اُن سے غلطیاں ہوسکتی تھیں۔ پھر طعنہ ملا کہ اے قریشی مومنین تم تو اُن سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔قریشی مومنین جانتے تھے کہ مرکز کا یہ کام نہیں کہ اپنے اہل کاروں سے محبت رکھے محبت کرنا تو اُن کا کام ہے جن کی بھلائی کے لئے مرکز کام کرتا ہے لہٰذا قریشی مومنین کو اپنے مرکز کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ پھر یہ فرمایا گیا کہ تم تمام کتب آسمانی یا ایک مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہوئے اُن سے غلط عقیدت بھی رکھتے ہو قریشی مومنین تو کتاب پر یا کتابوں پر وہی ایمان رکھتے ہیں جو اُن کے مرکز نے انہیں سکھایا ہے لہٰذا وہ اپنے ایمان کے مطابق عمل کر رہے تھے اور یہ جو فرمایا کہ جب تم سے ملتے ہیں تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور جدا ہوتے ہیں تو غیظ وغضب سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔قریشی مومنین جانتے تھے کہ مجمع عام میں اُنہیں ایمان کا اعلان کرنا پڑتا تھا اور یہ مجبوری ہی غصے کا باعث ہوتی تھی اور وہ غصہ مسلمانوں پر ہوتا تھا نہ کہ اپنے متعین کئے ہوئے مومن گروہ پر۔ پھر فرمایا گیا کہ تم اپنے غیظ وغضب میں گُھٹ گُھٹ کر مررہو۔قریشی مومنین جانتے تھے کہ اُن کی سکیم ومنصوبہ کامیاب جارہے ہیں لہٰذا غصہ مسلمانوں پر بھی مستقل نہیں عارضی ہے اس لئے کہ اُن سے کام نکالنا ہے۔ پھر یہ فرمایا گیا کہ یقیناً اللہ سینوں کے اندر والی باتوں کو بھی جانتا ہے۔قریشی مومنین اس عالمگیر حقیقت پر ایمان رکھتے تھے مگر چاہتے یہ تھے کہ اللہ اپنے اس علم کو عوام الناس تک نہ پہنچادے۔یعنی ان کے سینوں میں پوشیدہ منصوبہ عوام الناس کے علم میں نہ آجائے ورنہ ساری سکیم ضائع ہوجائے گی۔ بہرحال قریشی مومنین کے لئے یہ ڈبل رول ادا کرنا ایک بڑی ذمہ داری کی اور تکلیف دہ پوزیشن تھی۔اُدھر اپنے مرکز کے سامنے ذمہ دار کہ اُن کا مشن بے روک اور ٹھیک ٹھیک چلے اِدھر مومن بن کر رسوؐل کے سامنے ذمہ دار کہ مسلمانی میں کوئی ڈھیل نظر نہ آئے۔

73۔عہدِ رسولؐ میں دو ایسے گروہ جو مومن ہوتے ہوئے میدانِ جنگ میں بزدلی دکھانے اور بزدلی پھیلانے لگے حالانکہ اللہ کو اپنا ولی ماننتے تھے۔ براہ راست قرآن اور مودودی کو سُنئے:۔

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ O وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوۡا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ O (3/122-123)

مودودی: ''یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے حالانکہ اللہ اُن کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ آخر اس سے پہلے جنگِ بدر میں اللہ تمھاری مدد کر چکا تھا۔ حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اللہ کی ناشکری سے بچو اُمید ہے کہ اب تم شکر گزار بنو گے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 286-285)

پرویز کو بھی سن لیں: ''تم میں سے دو سے گروہوں کے دل میں ہمت ہار دینے کا خیال پیدا ہو گیا حالانکہ انہیں قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی حاصل تھی اور مومن کی تو خصوصیت ہی یہ ہے کہ اُسے قانونِ خداوندی کی تائید اور سرپرستی پر پورا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ اس خیال کا نتیجہ اور عین میدانِ جنگ میں نظم وضبط چھوڑ دینے کا مآل کیا ہوا اُسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو (3/151-152)۔ حالانکہ اس سے پہلے، جنگِ بدر میں، تم یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ دشمن کے مقابلے میں تعداد کے لحاظ سے کم ہونے کے باوجود اللہ نے کس طرح تمھاری مدد کی تھی (8/9)۔ وہ نتیجہ تھا استقامت اور تقویٰ کا۔ اس لئے تمھیں ہمیشہ تقویٰ شعار رہنا چاہئے یعنی قوانینِ خداوندی کی پوری پوری نگہداشت کرنی چاہیے تا کہ تمہاری کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 152-151)

پرویزی مومنین کا حال دو عدد آیات سے:

پرویز نے آیات (3/122-123) کے مفہوم میں آیات (3/151-152) کو لا ٹھونسا ہے۔ اُن کے مفہوم میں پرویز نے لکھا ہے کہ:

''لیکن عین اُس وقت تمہارے پاؤں میں لغزش پیدا ہو گئی معاملہ پیشِ نظر میں تم نے تنازعہ شروع کر دیا اور تمھارے کمانڈر نے جو حکم تمھیں دے رکھا تھا۔ تم نے اُس کی نافرمانی کی۔۔ تم میں سے کچھ لوگ (لوگ نہیں مومنین) قریبی مفاد پر ٹوٹ پڑے۔۔۔ تمھیں شکست ہو گئی۔۔ اس شکست میں بدحواسی سے تمھاری حالت یہ ہو رہی تھی کہ تم منہ اُٹھائے بھاگے چلے جا رہے تھے اور کوئی ایک دوسرے کی طرف مُڑ کر نہیں دیکھتا تھا حالانکہ تمھارا رسولؐ تمھیں پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا۔ یوں تمھیں نقصان پر نقصان ہوا۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 159)

مودودی اور پرویز کیسے مومنین کا وجود مانتے ہیں:

1۔ مومنین میں دو گروہ جنگ سے دست کش ہو گئے۔

2۔ اُنہیں نہ اللہ پر اعتماد تھا نہ وہ جنگِ بدر میں کامیابی کو اللہ کی دی ہوئی کامیابی سمجھتے تھے۔ اس لئے،

3۔ وہ دونوں گروہ خدا کے شکر گزار نہ تھے۔

4۔ اللہ کی سرپرستی و تائید کے باوجود اِن مومنین کو جنگ منظور نہ تھی۔

5۔ وہ جنگ کے معاملے میں تنازعہ پیدا کر دیا کرتے تھے۔

6۔ وہ مومنین رسولؐ کی نافرمانی کرنے کے عادی تھے۔

7۔وہ مومنین نقد فائدوں کو اپنا مقصد بنائے ہوئے تھے اُنہیں آخرت کی ذرہ برابر پرواہ نہ ہوتی تھی۔

8۔وہ مومنین رسولؐ کو آوازیں دیتا اور دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ جایا کرتے تھے۔

بس یہ سمجھ لینا صحیح ہے کہ پرویز صاحب نہایت ناہنجار مومنین کو حقیقی مومنین بنا ڈالنے کے لئے ہر فریب جائز سمجھتے ہیں۔

74۔شیطان کی پیروی کرنے والے مومنین کی کثرت تھی۔دین واضح ہو جانے کے بعد بھی وہ مومنین دینی احکام نہ مانتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد قریشی قوم سوچی سمجھی تدریج کے ساتھ نہایت احتیاط وتدبر سے اسلام اختیار کرنے کا اعلان کرتے رہے اور حقیقی مومنین سے کئی گنا کثرت میں رسولؐ کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور اپنے سابقہ عقائد وتصورات کو اسلامی رنگ دینے کے لئے طرح طرح کے اقدامات کئے جن کا ذکر قرآن سے ہو بھی چکا ہے اور ابھی اور بھی ہونا باقی ہے بہر حال قرآن قریشی مومنین کی مذمت سے بھرا پڑا ہے اور اُن سے باز پُرس کا اعلان بھی قرآن میں موجود ہے (43/44) اُن کی حالت سابقہ عنوانات میں آپ کے سامنے سے گزرتی آرہی ہے۔ یہاں یہ دکھانا ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کی آخری عمر تک برابر شیطان کے پیرو رہے۔ یہ نوٹ کریں کہ یہ شیطان جس کی قریش پیروی کرتے تھے وہ حقیقی شیطان یعنی ابلیس نہ تھا بلکہ وہ قریش کا سب سے بزرگ لیڈر تھا جسے پرویز نے اپنا شاہکار بنایا ہے۔قرآن سُنیئے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌO فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (بقرہ 210-2/208)

مودودی: ''اے ایمان لانے والو تم پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمھارا کُھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمھارے پاس آچکی ہیں اگر ان کو پالینے کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔(ان ساری نصیحتوں اور ہدایتوں کے بعد بھی تم لوگ سیدھے نہ ہوں تو) کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چتر لگائے فرشتوں کے پرے ساتھ لئے خود سامنے آموجود ہو اور فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ آخر کار سارے معاملات پیش تو اللہ ہی کے حضور ہونے والے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 159-160)

پرویزی مفہوم: ''اے جماعت مومنین تم اس نظام خداوندی میں اجتماعی طور پر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور چند قدم چل کر رُک نہ جاؤ۔اپنے اُن حیوانی سطح زندگی کے جذبات کے پیچھے نہ لگ جاؤ۔۔ یہ روش انسان کی سخت دشمن ہے۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 77)

اب تو یہ کہنے میں پرویز اور مودودی کی تائید حاصل ہے کہ جن لوگوں کو اللہ بار بار مومنین کہہ کر مخاطب کرتا ہے وہ سب کچھ تھے مگر مومن ہی نہ تھے۔ اور پرویز انہیں دھکیل کر حقیقی مومنین میں غائب کر دینا چاہتے ہیں حالانکہ خود ہی اُن کو ایک خاص شیطان کی خواہشات وجذبات کا پیرو مانتے ہیں۔

75۔تمام قریشی مومنین قرآن اور پرویز کے فیصلے کے مطابق جہنمی ہیں۔

قرآن نے فرمایا کہ:۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّاO ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّاO وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّاO ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّاO (72-19/70)

مودودی: ''پھر یہ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے۔تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم

پرواردنہ ہو یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو دنیا میں متقی تھے اور ظالموں کو اُس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 77)

پرویزی مفہوم: ''ہم خوب جانتے ہیں کہ ان میں سے کون کون عذاب جہنم کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جہنم میں صرف ان کے سرغنے ہی جائیں گے۔ ان سے کہہ دو کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو اس عذاب سے بچ جائے گا۔ یہ سب مجرم ہیں اس لئے ان سب کو وہاں ہانک کر لایا جائے گا۔ یہ بات تیرے نشوونما دینے والے کے قانونِ مکافات کی رو سے طے پا چکی ہے۔ البتہ متقیوں کو اس سے محفوظ رکھا جائے گا۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 698)

یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ پرویز کی غپ شپ میں یہ بات کہیں نہیں لکھی گئی کہ عہد رسولؐ میں ایمان لانے والے تمام مومنین متقی تھے۔ اور یہ بڑی بھاری بھول ہے جو پرویز سے ہوگئی اور قرآن تو تقویٰ کے تقاضوں سے بھرا پڑا ہے اور قریشی مومنین کا متقی ہونا کسی بھی آیت میں مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا کم از کم قریش جہنمی تھے۔

76۔ وہ نیکیاں جو قریشی مومنین نہ کرتے تھے' تقاضہ کیا گیا اور انہیں مکروفریب اور بددیانتی کا مجرم قرار دے کر روکا گیا ہے۔

اللہ کے احکام سُنئے اور قریشی مومنین کا حال دیکھتے جائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ Oوَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَاتَفْعَلُوْنَ Oوَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ نَقَضَتْ غَزْلَهَامِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَاكُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ O(نحل 92-90/16)

۔''یقیناً اے مومنین اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ عدل واحسان کیا کرو قربیٰ والے کو مالی مدد دیا کرو۔ اور اے مومنین اللہ تمھیں منع کرتا ہے کہ بے حیائی کے کام نہ کیا کرو اور عالمی ناپسندیدہ کاموں سے بچا کرو اور کسی سے بغاوت اور زیادتی نہ کیا کرو۔ شاید تم ان احکامات کو یاد رکھ کر اُن پر عمل کر سکو اور ہمارے اس وعظ پر توجہ دے سکو۔ اور جب تم اللہ سے کوئی عہد کرو تو اُس عہد کو پورا بھی کیا کرو اور اپنے آپس کے عہد اور قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالا کرو اور جب کہ تم نے اپنے اوپر اللہ کو بھی گواہ بنا رکھا ہو۔ سُنو کہ اللہ تمھاری تمام چالاکیوں اور بدعملیوں سے بھی واقف ہے اور دیکھو کہ تمہاری حالت اس عورت کی مانند نہ ہو جائے جس نے خود ہی محنت کر کے سوت کاتا ہو اور خود ہی اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہو۔ تم اپنی قسموں اور عہد و پیمان کو آپس کے معاملات میں مکروفریب کا ہتھیار بناتے رہتے ہو تا کہ ایک اُمت دوسری اُمت سے بڑھ چڑھ کر فائدہ حاصل کرے۔ حالانکہ اللہ تمھاری قسموں اور عہد و پیمان کو تمھاری دیانت وامانت کے جانچنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور قیامت کے دن تمھیں تمہارے دینی اختلافات کی تفصیل بیان کر دے گا۔''

ہمارے اس ترجمہ کی رو سے مودودی اور پرویز بھی نظر بچا کر متفق ہیں اور قریشی مومنین کے لئے دونوں نے مذمت کا یہ جملہ لکھا ہے کہ:۔

مودودی۔ ''تم اپنی قسموں کو آپس کے معاملات میں مکروفریب کا ہتھیار بناتے ہو تا کہ ایک قوم دوسری سے بڑھ کر فائدے حاصل کرے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 567)

پرویز۔ ''تم اپنے معاہدات اور قول وقرار کو باہمی مکر وفساد کا موجب بنا لیتے ہو اور یہ سب اس لئے کرتے ہو تا کہ تم میں سے ایک پارٹی دوسری پارٹی سے آگے بڑھ جائے یعنی مال ودولت اور جھوٹی عزت اور قوت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے تم عہد و پیمان کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔''(20/57)(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 617)

بہر حال پرویز کے ممدوح مومنین انکے بقلم جھوٹے اور فریب ساز تھے۔

77۔کسی تہمت پر مومنین کا عملدرآمد پڑھنے اور سُننے کے قابل ہے اللہ مومنین کے اقوال واقدامات کی مذمت کن الفاظ میں کرتا ہے۔

قرآن کریم میں بارہ تیرہ آیات کسی تہمت کی' تہمت لگانے والوں کی اور تہمت پر ردعمل ظاہر کرنے والوں کی حالت بیان کرتی ہیں۔ اختصار کی غرض سے ہم علامہ مودودی کا ترجمہ پیش کریں گے اور جہاں ضروری ہوگا وہاں ترجمہ کو واضح کریں گے تا کہ 6 ہجری تک کے مومنین اپنی اصلی صورت میں سامنے آجائیں اور مولانا کی آزاد ترجمانی آیت کے الفاظ کو بے اثر نہ کرنے پائے۔ اُدھر قریشی تاریخ یہ بیان کرتی ہے کہ یہ آیات (25 تا12/ 24) عائشہ پر تہمت کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ غزوہ بَنیِ الْمُصْطَلِق کے بعد 6 ہجری میں مومنین کس درجہ اخلاق وایمان وعمل پر فائز تھے۔

آیت 11/ 24 مودودی ترجمہ: ''جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے خیر ہی ہے۔ جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا، اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اُس کیلئے تو عذاب عظیم ہے۔''(24/11)(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 363-366)

آیت کا نتیجہ: قریشی افسانے کیا کہتے ہیں ہمیں اس سے تعلق نہیں ہے قرآن نے یہ کہا کہ مومنین ہی کی ایک جماعت نے یہ تہمت گھڑی تھی اور قریشی مفسرین نے لفظ عصبۃ کو دس آدمیوں سے لے کر چالیس آدمیوں کی تعداد تک بولنا مانا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ 6 ہجری تک چالیس مومنین ایسے تھے جنہوں نے خدا اور رسوؐل کے حکم کے خلاف مومنین ہی پر تہمت تراشی کی تھی اور تہمت والی پارٹی کے سرغنہ مومن کو جہنمی فرمایا گیا ہے۔ اور سنئے:

آیت 24/12-13: ''جس وقت تم لوگوں نے اُسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ لوگ کیوں نہ اپنی تہمت کے ثبوت میں چار گواہ لائے؟ اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں''(24/12-13)۔

آیات کا نتیجہ: تہمت لگانے والے مومنین جھوٹے اور تہمت سننے والے مومنین خود اپنے کیریکٹر سے بدگمان تھے یعنی سننے والوں کو یہ یقین نہ تھا کہ زیر تہمت صورت میں وہ نیک چلن رہ سکتے تھے۔ یعنی سننے والے مومنین کا کیریکٹر مشکوک تھا ورنہ انہیں اُس تہمت کو ایک دم بہتان کہنا چاہئے تھا اور نہ سننے والے مومنین یہ جانتے تھے کہ تہمت لگانے والوں کو چار گواہ لانا ضروری تھا۔ یعنی تہمت سننے والے قرآن وقواعد سے جاہل اور مشکوک کیریکٹر کے لوگ تھے۔

آیت (24/14): ''اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم وکرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا''(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 369)

آیت کا نتیجہ: تہمت سننے والے مومنین کی بعض غیر مذکور باتیں انہیں عذاب عظیم کا مستحق بناتی تھیں۔

آیت(24/15) ''ذرا غور تو کرو کہ اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جارہی تھی۔اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔تم اُسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی(24/15)۔

آیت کا نتیجہ: تہمت کو سننے والے تمام مومنین تہمت کو بڑھا چڑھا کر اور بلا علم و تحقیق تہمت کو گھناؤنا بنا کر خوب پھیلا رہے تھے اور ایک عظیم ترین خطرناک بات کو ایک چھوٹی سی بات سمجھ رہے تھے۔

آیت(24/16)۔ ''کیوں نہ اُسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ''ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا' سبحان اللہ' یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے''(24/16)(تفہیم القرآن 3 صفحہ 370)۔

آیت کا نتیجہ: تہمت کو سننے والے تمام مومنین بجائے اس کے کہ تہمت کو آگے بڑھنے سے روکتے،تہمت کی اشاعت میں مددگار بن گئے تھے۔

آیت(24/17) ''اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو''(24/17)۔

آیت(24/18) ''اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 370)

آیت کا نتیجہ: اللہ نے تہمت سننے اور پھیلانے والے مومنین کو تنبیہ کر کے اور اپنے علم و حکمت کی دھمکی دے کر نظر انداز کر دیا ہے۔

آیت(24/19) ''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے،وہ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 370)

آیت کا نتیجہ: یہ نہیں بتایا گیا کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے والے صرف تہمت لگانے والے مومنین مراد ہیں یا تہمت کو سن کر آگے بڑھانے والے مومنین بھی شامل ہیں۔بہرحال مومنین کا عذاب الیم کا استحقاق پیدا کر لینا مذکور ہو گیا ہے اور ہمارا یہ کہنا ہے کہ ایسے مومنین موجود رہتے چلے گئے جو عذاب عظیم و عذاب الیم کے مستحق تھے۔اس کے بعد تمام مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ:-

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O (24/21)

''اے مومنین تم لوگ شیطان کے پیرو نہ بنو یقیناً وہ تو تمہیں بے حیائی اور دنیا بھر کی بُری باتوں کے کرنے کا حکم دے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی پاک مومن نہ بن سکتا تھا۔خواہ وہ ابدالآباد تک کوشاں رہتا۔یعنی تم اتنی گندی اور ناپاک طرزِ زندگی کا نتیجہ ہو کہ ہڈیوں کے اندر کا گودا بھی ناپاک ہے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اُسے پاک کر دیتا ہے''۔

یہ تھا اُن مومنین کا قصہ جو مسلمانوں میں اُٹھارہ سال تک موجود رہے۔اور جن کی ناپاکی اُن کے قابو کی بات نہ تھی۔اور ناپاکی کی اِس چوٹ کو سہلانے کا وقت دینے کے لئے چند متعلقہ ہدایات دی گئی ہیں اور پھر قریشی مومنین کو اُن کی نسلی ناپاکی کی طرف یوں متوجہ کیا گیا ہے اور بالواسطہ پاک ہو جانے کا مادّی تصوّر سامنے رکھا گیا ہے۔

78۔وہ قانونِ خداوندی جسے قریشی مذہب ومسلک کے لوگوں نے یکسر نظروں سے اُوجھل کردیا تاکہ اُن کی نسل چھپ کر رہ جائے اور تمام اولادِ آدم ایک دوسرے کی کُفو بن جائے۔

مسلمانوں پر واجب ولازم ہے کہ وہ نیک اور پاکیزہ اور حلال اولاد پیدا کرنے کے لئے اس آیت پر سو فیصد عمل کریں۔

اَلۡـخَبِيۡثٰتُ لِـلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓـئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ O(24/26)

مودودی: ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں۔اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے۔پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ان کا دامن پاک ہے ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں۔ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 374)

78(الف)۔مومنین میں خبیث اور طیب مومن اور خبیث مومنات اور طیب مومنات برابر مخلوط رہا کئے۔یہاں تک کہ کربلا میں الگ الگ ہوئے۔

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَالۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلٰى مَآ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ حَتّٰى يَمِيۡزَ الۡخَبِيۡثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى الۡغَيۡبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجۡتَبِىۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَلَكُمۡ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ O(عمران 3/179)

مودودی: ''اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو۔وہ پاک لوگوں (مومنین) کو ناپاک لوگوں (مومنین) سے الگ کرکے رہے گا مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کردے۔غیب کی باتیں بتانے کے لئے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے۔(لہٰذا اے مومنین) اُمورِ غیب کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو اگر تم ایمان اور خدا ترسی کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 305-306)

دو باتیں نوٹ کریں اول یہ کہ مومنین کو یہ نہیں بتایا گیا کہ خبیث وطیب مومنین کو کب اور کس طرح الگ الگ کیا جائے گا۔دوم یہ کہ ان مخاطب مومنین کو دوبارہ اللہ اور اللہ کے رسولوںؑ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔اور پھر ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کا تقاضہ کیا گیا ہے۔لہٰذا خبیث وبے ایمان مومنین ہی مخاطب تھے۔

78(ب)۔کفو کے لئے ایک اور تشریح طلب قانون مگر قریش کے لئے واضح۔

کفو میں عورت اور مرد کے لئے یہ شرط بھی اسی سورہ نور کی ابتدا میں ہے کہ:

اَلزَّانِىۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ O(24/3)

مودودی: ''زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک اور یہ کہ حرام کردیا گیا ہے اہل ایمان پر''(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 344,345)(تفصیل ہماری تفسیر احسن التعبیر میں دیکھیں)

79۔قریشی مومنین عین میدان جنگ میں رسوؐل سے اختلاف کرنے، پہلوتہی کرنے اور بُزدلی دکھانے کے عادی تھے اور اللہ و رسوؐل انہیں ترکیب سے آگے بڑھانے کا انتظام کرتے تھے۔

قریشی مومنین کی ثابت شدہ عادت تھی کہ جنگ سے پہلوتہی کرتے تھے۔ جہاں اختلاف اور تنازعہ سے مطلب براری ہوتی تھی وہاں اختلاف اور جھگڑا کھڑا کر دینے میں تکلف نہ کرتے تھے اور جب مناسب ہوتا تھا عین میدان جنگ سے فرار کر جایا کرتے تھے اس کے متعلق آیات گزرتی رہی ہیں اب صرف یہ دکھانا ہے کہ اللہ و رسوؐل جہاں تک مادی طریقوں سے ممکن ہوتا تھا قریشی مومنین کو ساتھ لگائے رکھنے کی ترکیبیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ یہاں یہ سب کچھ دکھانے کے لئے چند آیات پڑھیں اور تصدیق کریں۔

اِذۡ اَنۡتُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ بِالۡعُدۡوَةِ الۡقُصۡوٰى وَالرَّكۡبُ اَسۡفَلَ مِنۡكُمۡ وَلَوۡ تَوَاعَدۡتُّمۡ لَاخۡتَلَفۡتُمۡ فِى الۡمِيۡعٰدِ وَلٰـكِنۡ لِّيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۡ بَيِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ O اِذۡ يُرِيۡكَهُمُ اللّٰهُ فِىۡ مَنَامِكَ قَلِيۡلًا وَلَوۡ اَرٰكَهُمۡ كَثِيۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ وَلَتَنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ O وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَيۡتُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا وَّيُقَلِّلُكُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ لِيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ O يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ O وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ O (8/42-46 سورہ انفال)

مودودی: ''یاد کرو وہ وقت جب کہ تم وادی کے اس جانب تھے۔ اور وہ دوسری جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ اور قافلہ تم سے نیچے ساحل کی طرف تھا۔ اگر کہیں پہلے سے تمہارے اور ان کے درمیان مقابلے کی قرارداد ہو چکی ہوتی تو تم ضرور اس موقع پر پہلوتہی کر جاتے لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لئے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اسے ظہور میں لے آئے۔ تاکہ جسے ہلاک ہونا ہو وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہو وہ بھی دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔ یقیناً خدا سننے اور جاننے والا ہے۔ اور یاد کرو وہ وقت جب کہ اے نبیؐ خدا ان کو تمہارے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اگر وہ کہیں تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملے میں جھگڑا شروع کر دیتے لیکن اللہ ہی نے اس سے تمہیں بچایا۔ یقیناً وہ سینوں کا حال تک جانتا ہے اور یاد کرو جب کہ مقابلے کے وقت خدا نے تم لوگوں کی نگاہ میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے پیش کیا تاکہ جو بات ہونی تھی اسے اللہ ظہور میں لے آئے اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اَے ایمان لانے والو جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔ اور اللہ اور اس کے رسوؐل کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 146-148)

یہ ترجمہ پڑھنے والوں کو خود بتاتا ہے کہ مودودی کی اپنی ہوا نکل رہی تھی۔

80۔توبہ کرنے اور توبہ قبول کئے جانے پر اللہ کا بیان سامنے رہنا چاہیئے۔

قریشی مومنین کے ایمان وعمل پر آخری عنوان ہے مگر اس عنوان سے ہمارے قارئین کو یہ وہم نہ ہونا چاہیئے کہ شائد ہم قریش کی قوم کے کسی فرد کی بخشش کے قائل ہوئے ہوں گے یا عہد رسوؐل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریش سے لے کر قیامت تک آنے والے کسی قریشی کے جہنمی

ہونے میں کوئی شبہ رکھتے ہوں گے۔قرآن کریم سے توبہ کے متعلق بھی یہ بیان اسی لئے پیش کیا جارہا ہے کہ ہمارے قارئین بھی قریش کی بخشش سے مایوس ہوجائیں۔سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا Oوَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًاO(نساء4/17-18)

’’یہ طے شدہ بات ہے کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ایسے لوگوں پر اللہ اصلاح کے لئے پھر متوجہ ہوجاتا ہے۔اور اللہ تمام باتوں کی خبر رکھنے والا حکیم ہے۔مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو بُرے کام کرتے چلے جائیں اور جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔اور ان لوگوں کے لئے بھی توبہ نہیں ہے جو مرتے دم تک اسلامی حقائق کو چھپاتے رہیں۔ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے‘‘۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ ’’يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ‘‘اس کا منشاء یہ ہے کہ جیسے ہی یہ علم ویقین ہوجائے کہ غلط کام کیا ہے فوراً توبہ کا عمل شروع کرنا چاہئے۔جس کا نقصان ہوا ہے اس سے بھی معافی طلب کرنا اور نقصان پورا کرنا ضروری ہے۔یعنی غلطی کے اثرات اور نتائج سے عہدہ برآ ہونا اور اللہ سے توبہ کرنا لازم ہے۔’’میری توبہ میری توبہ‘‘ کی زبانی رٹ لگانا بخشش سے دُور رکھتا ہے۔اور وقت ومحنت بھی ضائع کرتا ہے۔توبہ کرنے والے شخص کو پلٹ کر وہاں آنا ہے جہاں اور جن بنیادوں پر غلطی ہوئی تھی۔وہیں سے اپنے اقدامات کو صحیح بنیادوں پر قائم کر کے آگے بڑھنا اور اس قسم کی غلطی سے بچ کر چلنا ہی عملی توبہ ہے اور اس عمل درآمد میں توفیق وتائید اللہ سے طلب کرتے رہنا بخشش کا حقدار بناتا ہے۔اور آئندہ کی باز پرس سے محفوظ کر دیتا ہے۔بندوں کی حق تلفی یا نقصان کا تقاضہ ہے کہ ان کا حق واپس دیا جائے نقصان پورا کیا جائے اور ان سے معافی بھی طلب کی جائے وہ معاف نہ کریں تو اللہ بخشش نہیں کرتا ہے۔

شاہکارِ پرویز کی قوم کو قرآن کی اولین مخاطب قوم غلط سمجھا گیا ہے قرآن کے خلاف کوئی بات قابل قبول نہیں،قریشی تاریخ سے قریشی مدح خلافِ قانون ہے۔

سابقہ عنوانات میں قریش کے مومنین کا تذکرہ ہوا ہے اور پوری قریشی قوم اور قوم کے افراد کا دشمنانِ اسلام ہونا بار بار اور طرح طرح سے پیش کیا گیا ہے اور پرویز کا یہ دعویٰ ایک بکواس بن گیا ہے کہ عہد رسوؐل میں ایمان لانے والے تمام مومنین جنتی اور تنقید سے بالاتر تھے۔اور یہ کہ تاریخ کا ہر وہ بیان غلط اور عجمی سازش ہوگا جن میں عہد رسوؐل کے مومنین کی مذمت ہو۔ہم نے عہد رسوؐل کے مومنین کی مذمت خود قرآن سے اَسی(80) عنوانات میں قارئین کے سامنے رکھ دی۔اب پرویز کی کتاب شاہکار کا پہلا باب سامنے آتا ہے جہاں پرویز عربوں کو چار چاند لگا کر پیش کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ان کا تمہیدی بیان سنئے تا کہ اسی بیان پر بنیاد رکھ کر ہم احوال واقعی پیش کریں۔چنانچہ پرویز کے شاندار منتخب الفاظ سنئے:۔

1۔عربوں کی خصوصیت:

’’قرآن کریم خدا کا آخری پیغام تھا جس کے اندر وہ تمام قوانین واصول حیات جامع اور غیر متبدل شکل میں محفوظ کر دیئے گئے تھے جن کے

مطابق عالم گیر انسانیت کو آخرالامر ایک حیات پرور اور انسانیت ساز نظام کے تابع زندگی بسر کرنی تھی۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے رفیع ومنیع پروگرام کی ابتدا ایک ایسی قوم کے ہاتھوں ہوسکتی تھی جو اس بار امانت کے اٹھانے کی کماحقہٗ اہل ہو۔تاریخ انسانیت کا یہ ایک اہم سوال ہے کہ اس عالم گیر انقلاب کی تخم ریزی کے لئے سرزمین عرب کو کیوں منتخب کیا گیا؟ عربوں میں وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر انہیں اس قابل سمجھا گیا کہ وہ اس ابدیت بداماں انقلاب کے لئے اولین خمیر کا کام دیں؟'' (شاہکار صفحہ 2)۔

پرویز کا یہ بیان اس بنیاد پر استوار کیا گیا ہے کہ رسوؐل اللہ جس ملک میں پیدا ہوئے اس کا نام عرب تھا اور عرب ہی سے آپؐ نے اپنی تبلیغ کی ابتدا کی اور یہ کہ پرویز قریش کے ہم مذہب وہم مسلک وپرستار ہیں۔یعنی یہ بیان کسی تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔بہرحال ہم پرویز کو اور پرویز کے ہم خیال لوگوں کو تحقیق پر مجبور کریں گے اور دکھائیں گے کہ یہ بیان ایک مفروضہ ہے جس کی بنیاد قرآن پر نہیں ہے۔ورنہ وہ آیت یا آیات دکھائی جائیں جن سے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہو۔اور ایسی آیات تو بعد کے جھوٹے نبیوں کی کتابوں میں بھی نہ ملیں گی قرآن تو اس دعویٰ سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

2۔عربوں کی یا قریش کی خصوصیات کے لئے ہم اُس تاریخ کی مدح وثنا کو پیش کرنا اور قبول کرنا غلط سمجھتے ہیں جو خود عربوں اور قریش نے تیار کی تھی۔

اس قانونی صورت حال میں ہم وہ تمام مذمتیں قبول کرلیں گے جو تاریخ کے تیار کرنے والے قریش یا عربوں نے خود لکھی ہوں یہ اس لئے کہ عربی اور قریشی حکومتوں کے زمانہ میں نہ ان کے مخالفوں نے کوئی تاریخ لکھی نہ وہ لکھ سکتے تھے اور نہ عربی اور قریشی حکمران کسی کو اپنی اور اپنے مذہب ومسلک کی اور اپنی پالیسیوں کی مذمت کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔پرویز کا قدوقامت اتنا بڑا نہیں ہے کہ وہ اس لٹریچر کو چھپا سکے جو عہد معاویہ سے باقاعدہ لکھا جانے لگا اور تمام خلفاء کے حکم سے ہر زمانہ میں لکھا جاتا رہا۔اور یہ کہ خود عہد رسوؐل میں تحریری ریکارڈ تیار ہونے لگا تھا۔ یہ ایسی واضح اور مسلّمہ حقیقت ہے کہ پرویز کے انکار سے اور زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے اور خود ان کتابوں میں مذکور ہے۔جو پرویز نے اپنے ادارہ طلوع اسلام سے شائع کر کے مسلمانوں میں پھیلائی ہیں جیسے فتنۃ الکبریٰ اور فجر الاسلام وغیرہ۔

3۔رسوؐل کی بعثت اور قرآن کی پوزیشن اور قرآنی تعلیمات کے متعلق عربوں اور قریش نے جو کارنامہ دنیا کے سامنے رکھا ہے اسے خود پرویز سے دوبارہ سنیں۔

قارئین پرویز کے بیان کو ان کے ایک بیان کے ساتھ مسلسل کر کے پڑھیں۔

''قرآن کریم خدا کا آخری پیغام تھا جس کے اندر وہ تمام قوانین واصول حیات جامع اور غیر متبدل شکل میں محفوظ کر دیئے گئے تھے جن کے مطابق عالم گیر انسانیت کو آخرالامر ایک حیات پرور اور انسانیت ساز نظام کے تابع زندگی بسر کرنی تھی۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے رفیع ومنیع پروگرام کی ابتدا ایک ایسی قوم کے ہاتھوں ہوسکتی تھی جو اس بار امانت کے اٹھانے کی کماحقہ اہل ہو۔تاریخ انسانیت کا یہ ایک اہم سوال ہے کہ اس عالم گیر انقلاب کی تخم ریزی کے لئے سرزمین عرب کو کیوں منتخب کیا گیا؟ عربوں میں وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر انہیں اس قابل سمجھا گیا کہ وہ اس ابدیت بدَاماں انقلاب کے لئے اولین خمیر کا کام دیں؟'' (شاہکار صفحہ 2)۔

قریش کی قوم اور عربوں کو انتخاب کرنے کا سبب سنئے:

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا (فرقان 25/30)

''اور رسولؐ، خدا کے حضور میں کہے گا کہ اَے میرے نشو ونما دینے والے میری قوم نے اس قرآن کریم کو مہجور بنا دیا تھا''

اس کا عام مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا تھا۔لیکن مہجور کے معنی اس سے کہیں گہرے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو گائے یا بھینس دوڑ جاتی ہو اس کے پاؤں کے ساتھ ایک رسی باندھ دیتے ہیں اور رسی کا دوسرا سرا اس کے سینگ کے ساتھ یا گلے میں باندھ دیتے ہیں لیکن رسی اتنی چھوٹی رکھتے ہیں کہ جانور کا سر بہت جھکا رہتا ہے۔وہ اس طرح یوں جکڑا جاتا ہے کہ آزادی سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔عرب گھوڑوں اور اونٹوں کو اسی طرح جکڑ کر باندھ دیتے تھے اس طرح بندھے ہوئے جانور کو ''مھجورٌ'' کہا جاتا تھا۔الھِجَار اُس رَسی کو کہتے تھے جس سے انہیں اس طرح جکڑا جاتا تھا۔ رسولؐ اللہ خدا سے فریاد کریں گے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اپنے خود ساختہ اعتقادات ،خیالات ، رسومات، روایات ،قوانین ،تفاسیر وغیرہ کی رسیوں سے جکڑ کر مہجور بنا رکھا تھا۔جس سے قرآن کریم ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اٹھا سکتا تھا۔ انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑا نہیں تھا۔سینوں سے لگائے رکھا تھا۔لیکن اس کی ساری آزادیاں سلب کر رکھی تھیں اور اسے اتنا ہی چلنے کی اجازت دے دی جاتی تھی جتنی ان کے ''خودساختہ مذہب وشریعت'' کی رسی مناسب سمجھتی تھی۔یعنی یہ قرآن کے تابع نہیں تھے قرآن کریم ان کے تابع تھا۔ یہ ہے مطلب قرآن کو مہجور بنا دینے کا''(پرویز کی لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754)اور رسولؐ کہے گا کہ اَے میرے نشو ونما دینے والے یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو اپنے خودساختہ معتقدات کی رسیوں سے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دوقدم بھی چلنے کے قابل نہیں رہا تھا انہوں نے اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کے بجائے اسے اپنے مسلک ومشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا۔(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821)

4۔عربوں اور قریش کی خصوصیات پر توجہات۔

قارئین نے پرویز کے قائم کردہ سوالات کا جواب پرویز ہی کے قلم سے پڑھ لیا۔یعنی اگر واقعی اللہ نے اپنے آخری عالم گیر پیغام کے لئے عربوں اور قریش کو منتخب کیا تھا تو وہ یہ چاہتا تھا کہ قرآن کی تمام انقلاب بداماں تعلیمات کا گلا گھونٹ دیا جائے۔چنانچہ عربوں اور رسولؐ کی قوم قریش نے اللہ کی منشاء کے مطابق قرآن کو تباہ کر دیا تھا اور کوئی صاحب عقل اپنے پیغام کو نہ اس طرح تباہ کرانا چاہے گا اور نہ ایسے ناہنجار ملک وقوم کو انتخاب کرے گا۔لہٰذا پرویز ہی کے دونوں ہاتھوں سے عرب اور قریش پھر اللہ کے اور قرآن کے اور اس شاندار ابدیت بداماں پروگرام کے دشمن ثابت ہوگئے ہم دکھائیں گے کہ اللہ نے پرویز کے بیان کردہ پیغام و پروگرام کے لئے کن لوگوں کو فطری تعلیم وتربیت دے کر تیار کیا تھا اور انہوں نے کس طرح منشائے خداوندی کو پورا کیا؟ مگر ہم ان حضرات کو اس وقت پیش کریں گے جب عربوں کی خصوصیات بیان ہوچکیں گی۔

4(الف)۔پرویز کی بیان کردہ خصوصیات کو پہلا نمبر دیں۔

مندرجہ بالا صورتحال کا تقاضہ ہے کہ پرویز ان کی ایسی خصوصیات وصفات ضرور لکھیں جن کی بنا پر ان کو اللہ کے آخری پیغام اور تعلیمات کے سپرد کئے جانے کا اہل قرار دیا جاسکے۔یعنی وہ اپنے انتخاب میں عربوں کی جانبداری ملحوظ رکھنے پر مجبور رہیں بہرحال ان کا بیان سنئے لکھتے ہیں کہ ''زمانہ قبل از اسلام کے عربی معاشرہ میں (جسے ایام جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے) جو ذمائم اور عیوب وبائی امراض کی طرح عام ہورہے تھے ان کے تذکرے سے کتب تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔لیکن ان کی اُن خصوصیات کو، جن کی بنا پر انہیں اس جلیل القدر مقصد کے لئے منتخب کیا گیا تھا ،نمایاں اور جامع طور پر بہت کم سامنے لایا جاتا ہے۔حالانکہ تاریخ کا یہ گوشہ بڑی اہمیت کا حامل ہے(یعنی پرویز سے زیادہ اس اہمیت کو سمجھنے والا کوئی شخص چودہ سو سال میں گزرا ہی نہیں۔یا وہ سب عربوں کے دشمن تھے۔احسن) میں نے ان خصوصیات کو اپنی کتاب (معارف القرآن) معراج

انسانیت میں جوحضور نبیؐ اکرم کی حیات طیبہ کے تذکارجلیلہ پر مشتمل ہے بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔اس مقام پر اُنہیں موضوع زیرِنظر کی نسبت سے مجملاً پیش کیا جاتا ہے۔''(شاہکاررسالت صفحہ 2)

4(ب)۔معراج انسانیت سے پرویز کے بیان کردہ عربوں کی خصوصیات۔

''خودعرب کی حالت'''' گزشتہ اوراق میں ہم دنیا کے مذاہب اورتہذیب پر ایک تیرتی ہوئی نگاہ ڈال چکے ہیں۔جس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آچکی ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں کس طرح ہر شے اپنی اصل سے ہٹ چکی تھی اور بساط عالم کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس میں فساد برپا نہ ہو چکا ہو ۔لیکن اس تنقیداورتبصرے میں خودعرب کی سرزمین ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئی ۔ جسے اس کے بعد شرفِ انسانیت کی نشوونماوارتقا کا گہوارہ اور نوع انسان کی فلاح اوراصلاح کا مرکز قرار پانا تھا۔ہم تیسری جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ معمارحرم حضرتِ ابراہیمؑ نے کس طرح اپنی عزیز ترین متاع یعنی حضرت اسماعیلؑ کوفاران کی بے برگ وگیاہ وادی میں ،دنیا میں خدا کے پہلے اورآخری گھر کی تولیت کے لئے وقف کردیا تھا۔جب حضرت اسماعیلؑ یہاں آکر بسے ہیں تو یہ قطعہ ارض قریب قریب ویرانہ تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حُسنِ نیت میں وہ برکت عطافرمائی کہ یہی ویرانہ دنیا بھر کی شادابیوں اورآبادیوں کا مرکز بن گیا ۔حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے جو تورات کے الفاظ میں بارہ قبیلوں کے سردار تھے(تکوین 17/22)۔اس زمانہ میں تجارت کے قافلے یمن سے چلتے اورمکہ کی راہ شام اورمصر تک جاتے ۔بنواسماعیلؑ نے بھی تجارتی کاروبارشروع کیا اور تھوڑے سے عرصے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ۔ہم حضرت یوسفؑ کے تذکرہ جمیلہ میں بیان کرچکے ہیں کہ جس کاروان نے آپؑ کوکنویں سے نکالا(اورفروخت کردیا) تھا۔وہ بنواسماعیلؑ ہی کا قافلہ تھا۔حضرت موسیٰؑ کے عہد میں بنواسماعیلؑ حجاز سے شام تک پھیل چکے تھے۔اوران کا شماردنیا کی نہایت دولت مندقوموں میں سے ہوتا تھا۔ان کے مختلف قبائل(بالخصوص بنی قیدار جوقریش کے مُورث اعلیٰ تھے) کی عظمت وثروت اورشان و شکوہ کی داستانیں عہدعتیق کی کتب مقدسہ اورتاریخ وسیئر کے صفحات پر نمایاں طور پر پھیلی ہوئی نظرآتی ہیں ۔یہ تو تھی ان کی قوت وثروت کی کیفیت لیکن جہاں تک آسمانی ہدایت کاتعلق ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے بعدان کی طرف کوئی اوررسوؐل مبعوث نہیں ہوا۔اب اندازہ لگائیے ایک ایسے ملک،کا جس میں مختلف اقوام وملل کی آمدورفت کا سلسلہ جاری ہواوراس کی اپنی مرکزی تعلیم کوئی موجودنہ ہو۔ظاہر ہے کہ ایسا ملک رفتہ رفتہ مختلف مذہبی تصورات کا مجموعہ بن کررہ جائے گا۔چنانچہ چھٹی صدی عیسوی میں یہی کیفیت اس خطہ ارض کی ہوچکی تھی۔حضرت اسماعیل کے بعد ان کی اولادکچھ عرصے تک ملت ابراہیمی(اسلام)پر قائم رہی۔اس کے بعدجیسا کہ ہم شروع سے دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ہدایت آسمانی کے بے دُردوصاف آبگینہ میں ذہن انسانی کی آمیزش شروع ہوئی اورکچھ عرصہ بعدوہ اس قدرمکدرہوگیا کہ اس کی اصلیت کا نشان تک بھی باقی نہ رہا۔خانہ کعبہ جسے خدائے واحدکی عبودیت کا مرکز قرار دیا گیا تھا ان کے نزدیک مقدس تھا۔جب انسانوں کی نگاہوں سے حقیقت اوجھل ہوجائے تو مجاز کی پرستش شروع ہوجاتی ہے ۔خانہ کعبہ کا حقیقی مفہوم مستور ہوا تو اس کی چاردیواری کی پوجا شروع ہوگئی ۔جب وہ مکہ میں ہوتے تواِن دیواروں کی پرستش کرتے اورجب وہاں سے کسی اورطرف جاناہوتا تو اس کا ایک پتھرساتھ رکھ لیتے رفتہ رفتہ کعبہ کا امتیاز بھی اٹھ گیا۔اورجواچھا سا پتھر سامنے آیا اسی کومعبود بنالیا اسی طرح اصنام شکن حضرت ابراہیمؑ کی اولاد(اورامت) نے پھر شیوۂ آذری اختیارکرلیا(یہ قرآن کے خلاف بیان ہے)اھل بابل اورقوم سبامیں اجرام سماوی کی پرستش ہوتی تھی۔ان کے میل جول سے اُن میں بھی ستارہ پرستی آگئی ۔یہودیت بہت پرانا مذہب تھا۔اس کے اثرات لازم تھے عیسائیت آخری مذہب تھا اس نے بھی اس سرزمین کومتاثرکیا۔ان کے علاوہ ایسے لوگ بھی تھے جویکسر دھریہ اورملحد تھے۔غرضیکہ یہ

خطہ ارض مذہب اور لا مذہبیت کے متنوع تخیلات کی آماجگاہ بن چکا تھا۔(یہ بیان یاد رکھیں اشتراکیت میں مدد دے گا) خاص خانہ کعبہ میں عدنانی قبیلے کا سب سے بڑا بت ھبل نصب تھا۔طائف میں لات کا عظیم الشان ھیکل تھا۔دوسری طرف مکہ سے تھوڑی دور عزیٰ دیوی کا معبد تھا۔یہ تو بڑے بڑے بت تھے۔چھوٹے چھوٹے بت ہر قبیلے کے الگ الگ موجود تھے۔صائبیت کے اثر سے قبیلہ قیس ستارہ شعریٰ کا پرستار تھا۔قبیلہ کنانہ چاند کی پرستش کرتا تھا۔اسد کا قبیلہ عطارد کو پوجتا تھا۔ان کے علاوہ ارواح خبیثہ، بھوت پریت پر بھی ان کا اعتقاد تھا۔جنہیں یہ خدا کا مقرب سمجھ کر پوجتے تھے۔جنوں اور فرشتوں کی بھی پرستش ہوتی تھی۔ایران کی مجوسیت کا اثر گو زیادہ گہرا نہیں تھا۔لیکن بایں ہمہ اس کی جھلک بھی کہیں کہیں اعاظم پرستی اور ثنویت کے رنگ میں نظر آتی تھی۔اس اجمالی کیفیت سے آپ کے سامنے یہ حقیقت آ گئی ہوگی کہ چھٹی صدی عیسوی میں خود اہل عرب میں مذہب کی کیا حالت تھی۔اور اس سے یہ حقیقت بھی سمجھ میں آ جائے گی کہ قرآن کریم نے شرک کے مختلف گوشوں کی جابجا تردید کیوں کی ہے؟ مشرکین، یہود، نصاریٰ، مجوس اور صائبین کے علاوہ اس زمانہ کے عرب میں ایک اور مذہب بھی تاریخ کے طالب علم کو اپنے آپ سے روشناس کراتا ہے۔جسے حَنفیّت کہا جاتا ہے۔اہل عرب کے نزدیک حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب تھا۔لیکن دین حنفی میں سے ان کے پاس سوائے ختنہ اور حج کی رسوم کے اور کچھ باقی نہ رہا تھا۔چنانچہ اصطلاحی طور پر حنیف اسے کہتے ہیں جو مختون ہو۔اور اس نے حج بھی کیا ہو۔لیکن جن حنفاء کا ذکر ہمارے پیش نظر ہے ان میں ان اصطلاحی علامات کے علاوہ کچھ معنوی خصوصیات بھی تھیں۔یہ وہ لوگ تھے جو اپنی سعید فطرت کی بنا پر ان تمام غلط عقائد اور باطل مسالک سے متنفر تھے۔جو ان کے گرد و پیش پھیلے ہوئے تھے۔لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ صحیح عقائد کیا ہیں۔اور مسلک حقہ کہاں سے ملے گا(یہ بھی قرآن کے خلاف ہے) یوں سمجھئے کہ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے ماحول سے غیر مطمئن تھے۔''

اس کے بعد پرویز عربوں کی خصوصیات کو نظر انداز کر کے اپنے خبط کی تائید کے لئے ایک بکواس لکھتے ہیں جسے ہم غیر متعلق اور قبل از وقت ہونے کی وجہ سے ترک کر کے اصل عنوان کو سامنے لاتے ہیں۔سنئے:۔

عربوں کی دنیائے اخلاق ''یہ تھی اُن کی مذہبی حالت اب ان کی اخلاقی دنیا کی طرف آیئے(جو اُن کے مذاہب نے پیدا کی تھی۔احسنؔ) جس قوم میں خدا اور آخرت کے متعلق صحیح تصور (ایمان) موجود نہ ہو ان کی اخلاقی حالت کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوسکتی (زیاہ کہنے کی ضرورت یہ ہے کہ ان کے عمل و اخلاق ہی سے تو اُن کے مذہب و عقائد کی تصدیق ہوگی ورنہ جس کا جو مذہب لکھ کر ان پر تہمت لگائی جاسکتی ہے۔احسنؔ) یہی تو وہ بنیادیں ہیں جن پر صحیح اخلاقیات کی عمارت استوار ہوتی ہے۔حتیٰ کہ اگر کوئی قوم باہمی تناصر و تعاون کے تقاضوں سے حُسنِ معاملہ اور خوش آئند اخلاق پر زور بھی دیتی ہے تو یہ چیز محض مصلحت کوشی اور حکمت عملی (Policy) کی حیثیت اختیار کرسکتی ہے۔جس کا تعلق ظاہری حدود و قیود تک محصور ہوتا ہے(اس سے یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کے مذہب میں صحیح اخلاق کی تعلیم موجود تھی جسے بعد میں چھوڑ دیا گیا تھا۔احسنؔ) قلب انسانی جو تمام اعمال و کردار حیات کا سرچشمہ ہے اس سے (یعنی پالیسی سے) متاثر نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کے نظام اخلاقیات کی عمارت ریت کی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے(یہ یہود و عیسائی اقوام پر چھینٹا ہے۔احسنؔ) پھر جس قوم کے ساتھ ساتھ جہالت بھی موجود ہو اس کے ذمائم اخلاق کی کیفیت اور نوعیت کا اندازہ کچھ مشکل نہیں (یہاں جھوٹی جہالت کا فریب دے رہے ہیں دنیا بھر کی متمدن اقوام سے عملی ربط وضبط رکھنے والی قوم جاہل نہیں ہوسکتی۔احسنؔ) جہالت کا یہ عالم تھا کہ تاریخ نے اس عہد کا نام ہی جاہلیت رکھا ہے(یہ نام عقلی بدہضمی کی بنا پر رکھا گیا تھا۔احسنؔ) اس لئے تمدن و تہذیب کی بلند سطح تو ایک طرف روزمرہ کے حوائج زندگی میں بھی وحشت و بربریت چلتی پھرتی نظر آتی تھی (عربوں کو جاہل و غیر متمدن

بنانے میں پرویز اینڈ کمپنی کا کام چلتا ہے ہم اس فریب کی دھجیاں بکھیر دیں گے۔احسنؔ) مثلاً کھانے پکانے میں حلال وحرام تو ایک طرف نفیس و خبیث کی بھی تمیز نہ تھی۔حشرات الارض ان کی عام غذا تھی۔چھپکلیوں تک کو کھا جاتے تھے۔خون کو جما لیتے تھے اور مزے لے لے کر کھاتے تھے۔ مردہ جانوروں کو کھا جاتے حتیٰ کہ چمڑے تک کو بھون کر کھا جاتے تھے۔درندگی کا یہ عالم کہ زندہ اونٹ کا کوہان اور دنبے کے دُم کی چکلی کاٹ کر کھا جاتے تھے۔عائلی زندگی میں عجیب عجیب قسم کی رسومات قبیحہ ان کے ہاں رائج تھیں۔باپ کے مرنے کے بعد اس کی تمام بیویاں (بجز حقیقی ماں) بیٹے کی وراثت میں آجاتیں اور اس کی جائز بیویاں سمجھی جاتیں (یہ مقام بھی شرک کے عنوان میں یاد رکھیں۔احسنؔ) بیویوں کی تعداد کی کوئی حد ہی نہ تھی۔عورت بیوہ ہو جاتی تو سال بھر تک اُسے تنگ وتاریک کوٹھڑی میں رہنا پڑتا (تاکہ دن رات اُسے استعمال کیا جائے اور اندھیرے سے فائدہ اٹھائے۔احسنؔ) اس کے بعد کوئی جانور (گدھا وغیرہ) لاتے جس سے مس کرنے کے بعد وہ کوٹھڑی سے نکلتی (یعنی نر جانور سے مقاربت کرا کے اُسے آزادی ملتی۔احسنؔ) عارضی نکاح (متعہ) کا عام رواج تھا اس کے علاوہ بدکاری کی اور بھی عجیب عجیب قسمیں تھیں۔مثلاً شجاعت اور بہادری میں کسی کی شہرت سنتے تو اپنی بیوی کو اس کے پاس بھیج دیتے تاکہ اس سے شجاع اور بہادر بچہ پیدا ہو۔زنا کی اولاد کے متعلق عورت جس کی طرف انگلی اُٹھا دیتی وہی اس کا باپ قرار پا جاتا۔اس پر طرفہ یہ کہ فسق وفجور کی ان فواحشات پر فخر کرتے اور اس کا ڈھنڈورا پیٹتے۔امراءالقیس کے قصیدہ لامیہ کو اٹھا کر دیکھئے خود اپنی عزیز عورتوں کے ساتھ جو جو بے حیائیاں اس نے کیں ہیں کس کس انداز سے اُن کا ذکر کرتا ہے۔اور یہ ان قصائد میں سے ہے جن کے اشعار عرب کے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔شرم وحیا کا یہ عالم کہ حج کعبہ میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے لیکن قریش کے سوا سب مرد وعورت مادرزاد ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے۔جب حج کے وقت برہنگی کا یہ عالم تھا تو غسل یا جائے ضروریہ میں پردہ کی کیا ضرورت تھی۔چنانچہ کھلے میدان میں کھلے بندوں نہاتے اور ضروریات سے فارغ ہوتے۔شراب پانی کی طرح بے تکلفی سے پی جاتی تھی۔گھروں میں شراب کی مجلسیں قائم ہوتیں اور عورتیں اور بچے ساقی گری کرتے۔اس کے بعد نشے کے عالم میں جو بدمستیاں ہوتیں ظاہر ہیں۔شراب سے ایام جاہلیت کے عربوں کو عشق سا نظر آتا ہے۔ان کے شعر کیا ہیں؟ تاکستان کی لچکتی جھومتی شاخیں ہیں کہ ہوا بھی ان کو چھو جائے تو لڑکھڑاتی پھرے۔لٹریچر میں شراب کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ عربی زبان میں شراب کے قریب اڑھائی سو (250) نام ہیں (یہ غپ ہے)''فردوس بیک، خوشہ انگور فروشم'' کی آپ کے نزدیک ایک مخمور کی ترنگ سے زیادہ حیثیت نہیں۔لیکن تاریخ نے یہ کیف انگیز واقعہ بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھا ہے کہ خانہ کعبہ کے متولی ابن غبشان خزاعی نے خود کعبہ کی تولیت کو قریش کے جد امجد قصی ابن کلاب کے ہاتھوں ایک مشکیزہ شراب کے عوض بیچ دیا تھا۔شراب نوشی کے ساتھ قمار (جُوا) بازی کچھ لازم وملزوم سی نظر آتی ہے۔عصر حاضر کی غازہ بہ رخسار شام ہو یا ازمنہ قدیمہ کی کاکل بدوش رات ہر محفل میں یہ توام بہنیں یکجا رہزنِ ایمان وہوش دکھائی دیتی ہیں۔عربوں کی متاع اونٹوں کے گلے تھے۔وہ فخر سے کہتے کہ نَشْرَبُ فِیْ اَثْمَانِہَا وَنَقَامَرُ (ہم ان کی قیمت سے شراب پیتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں) جوئے کے بھی عجیب عجیب طریق تھے۔لیکن ان میں سب سے زیادہ مروّج ومشہور تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا طریقہ تھا۔قمار بازی کا شمار بھی ان کے یہاں قومی مفاخر میں ہوتا تھا۔چنانچہ ان مجالس میں شریک نہ ہونا عار خیال کیا جاتا تھا۔جو ان مجالس میں شرکت نہ کرتا تھا اسے ''برم'' کا خطاب دے دیتے تھے اور جنہیں قوم کی طرف سے یہ خطاب مل جاتا ان سے شادی بیاہ کرنا باعثِ ننگ و عار خیال کیا جاتا تھا۔قمار بازی اس طرح ان کے رگ وپے میں سرایت کر چکی تھی کہ وہ اہم معاملات زندگی کا فیصلہ اسی سے کرتے چنانچہ جب وہ کسی بڑے کام یا سفر کا ارادہ کرتے تو بتوں کے سامنے مجاوروں کے پاس فال لینے کے لئے جاتے وہ بے پیکان کے تیروں سے، جنہیں ازلام کہتے تھے،

فال لیتے اوراس کے مطابق فیصلہ ہوجاتا (سوچیں کہ اس سے جوئے کا کیا تعلق ہے؟) یہ رسومات اس قدر تقدس حاصل کر چکی تھیں کہ خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے جو بت رکھے تھے ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر دے رکھے تھے۔یہی وہ ازلام ہیں جنہیں قرآن نے شیطانی فعل قرار دیا ہے۔لیکن جنہیں مسلمانوں نے پھر اپنے حریم قلب میں سنبھال کے رکھ چھوڑا ہے۔اوراپنی مہماتِ امور کے فیصلے پھراسی قسم کے فالوں سے لیتے پھرتے ہیں۔یہ تو تھی ان کی معاشرتی زندگی۔معاشی زندگی میں سودخواری جیسی لعنت عام تھی۔اوراس کی وسعتیں اس حد تک ہمہ گیر ہوچکی تھیں کہ عورتوں اور بچوں تک کو رہن رکھوالیا جاتا تھا۔اگر رہن معینہ معیاد کے اندر اندر اشیاءِ مرھونہ واگزار نہ کرالیتا تو مُرتہن ان کا مالک ہوجاتا تھا جیسا کہ ظاہر ہے کہ مزدوروں اور کاشتکاروں کا طبقہ سودخواروں کے پنجہ آہنی میں سب سے محکم طور پر گرفتار تھا۔اورسرمایہ دارطبقہ جن میں اکثر یہود تھے۔انسانیت سوز طریقوں سے ان کا خون چوس لیتے تھے۔معاشی نظام کی اس بنیادی خرابی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سرکش طبائعِ لوٹ مار پر اُتر آئیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ملک میں یہ کیفیت پیدا ہوچکی تھی کہ بعض قبائل میں ایسے منظّم گروہ موجود تھے جن کا ذریعہ معاش ہی رہزنی اور غارتگری تھا۔ان پیشہ ور ڈاکوؤں کے علاوہ عام طور پر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے مال ومویشی پر ڈاکہ زنی کیلئے ہروقت تیار رہتا تھا۔حتیٰ کہ ان کی عورتوں اور بچوں تک کولوٹ کر دوسری جگہ فروخت کردیتے تھے۔اس پر طرفہ یہ کہ ان حرکات مزمومہ کومعیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ ان کارناموں کا تذکرہ بڑے فخر وناز سے کیا جاتا تھا۔جوجُرات وبیباکی میں دوسروں سے پیچھے ہوتے وہ اعلانیہ ڈاکہ کی جگہ خفیہ چوری پر اُتر آتے۔اورتو اورخود کعبہ کے خزانے میں چوری کرنے سے بھی نہ چوکتے۔مردوں سے آگے بڑھ کر یہ زہر عورتوں تک میں بھی سرایت کرچکا تھا۔۔ چنانچہ اس عار سے بچنے کی شکل یہ پیدا کی کہ لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کردیتے تھے (یہ جھوٹ اور تہمت ہے۔احسن) یہ بھی نہیں کہ پہلے انہیں مار ڈالیں اور پھر دفن کریں۔ بلکہ جیتی جاگتی چلتی پھرتی ابا ابا پکارتی بچی کو اپنے ہاتھوں گڑھے میں دھکیل کر مٹی میں دبا دیتے۔‘‘

یہاں پھر پرویز پر دورہ پڑ گیا تھا اور کافی بکواس کے بعد عنوان لکھا ہے کہ:

خانہ جنگی ’’لیکن ان تمام خرابیوں سے بڑھ کر ان کے ہاں خانہ جنگی کی خرابی تھی ان میں کوئی اجتماعی نظام نہ تھا۔نہ ہی کوئی مرکزیت تھی قبائلی زندگی، جس میں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور ایک شعب دوسرے شعب کے خون کا پیاسا۔انتقام کا جذبہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا جاتا۔اس لئے ان کی لڑائیوں کا سلسلہ بھی سالہا سال تک متواتر قائم رہتا۔گھوڑ دوڑ میں ایک فریق نے کسی قاعدے کی خلاف ورزی کی تو فریقین کی تلواریں نیام سے باہر آگئیں اور یہ سلسلہ پیکار چالیس سال تک قائم رہا۔ایک اونٹنی کا تھن دوسرے قبیلے والوں کے تیر سے زخمی ہوگیا اور برسوں تک جنگ کا سلسلہ قائم ہوگیا۔عکاظ کے میلے میں کہیں باہمی مناقشہ ہوا اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ جنگ ویسے ہی جنگ ہوتی ہے لیکن جب وہ ایسے فریقین میں برپا ہوجن کی وحشت اور جہالت،سبعیت اور بربریت کا وہ عالم ہو کہ جسے ہم گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں تو ان کی لڑائیوں میں جس قسم کی سفاکی اور بے رحمی سے کام لیا جاتا ہوگا ان (کربلا کو نظر میں رکھیں۔احسن) کے تصور سے روح میں کپکپی پیدا ہوجاتی ہے۔عربوں میں حضریت یعنی شہری زندگی ،اور بدویت یعنی صحرانشینوں کی زندگی دو الگ الگ مستقل حیثیتیں رکھتی تھیں۔ان کی معیشت اور معاشرت کے طریق جداگانہ تھے۔۔۔۔۔۔۔ ۔لیکن جب بدوؤں کی ضرورت سخت اور اشیائے مبادلہ کی قلت ہوتی تو وہ لوٹ کھسوٹ سے باز نہ رہتے۔ظاہر ہے کہ یہ لوگ شہریوں سے زیادہ تندخو درشت مزاج ہوتے تھے۔۔۔۔۔عرب میں شہر تو چند ایک تھے۔آبادی کا زیادہ حصہ ان ہی شعلہ مزاج درشت خو،تندوتیز،تہذیب وتمدن کی حدود سے ناآشنا،آئین ودساتیر کی قیود سے ناواقف، جاہل اور وحشی قبائل پر مشتمل۔اب ذرا تصور میں لایئے (ابوبکر وعمر کے بیرونی ممالک پر حملوں کو۔

احسنؔ) ایک ایسے ملک کو جس میں کسی منظّم حکومت کا نام نہ ہو اور آبادی کا بیشتر حصہ اس قسم کے بادیہ نشین قبائل پر مشتمل ہو اس ملک میں امن و عافیت کی جو کیفیت ہوگی اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں شہریوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا۔لیکن جب ملک اس قسم کی سرزمین بے آئین ہو تو تجارت کے قافلوں کی حفاظت وصیانت کی ضمانت کیا ہوسکتی تھی؟ عام قافلے تو ایک طرف ارباب قوت وسطوت کا سامان تجارت بھی ان کی غارت گری سے محفوظ نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ حیرۃ کے بادشاہ شمالی عربستان میں کافی اقتدار کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ بایں ھمہ ان کے کاروان تجارت بھی عکاظ کے بازاروں میں امن وسلامتی سے نہیں پہنچ سکتے تھے۔اشہر حرم کا عرصہ البتہ ایسا تھا کہ جس میں جنگ وغارت گری کا سلسلہ ملتوی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جن قبائل کا ذریعہ معاش ہی لوٹ اور غارتگری ہو وہ مسلسل تین ماہ تک بھلا کیسے خاموش بیٹھ سکتے تھے؟ اس لئے وہ کبھی کبھی ان مہینوں میں ردّو بدل کر دیتے اور کبھی ان کی حرمت کو بالائے طاق رکھ کر عین موسم حج میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے۔حتیٰ کہ نواح کعبہ تک کو بھی اپنی شورش کی جولانگاہ کی حد سے باہر نہ سمجھتے۔اس لئے عملاً ملک سال بھر شورش واضطراب اور بدامنی وغارتگری کی آماجگاہ بنا رہتا۔گزشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس پر ایک نگاہِ بازگشت ڈالئے اور دیکھئے کہ سرزمین عرب میں افکار وکردار کا کون سا زاویہ،اور عقائد واعمال کا کونسا گوشہ ایسا تھا جس میں چھٹی صدی عیسوی میں فساد رونما نہ ہو چکا ہو۔اس دنیا کی کوئی شے اپنی اصل وحقیقت پر قائم نہ تھی۔ جتنے مذاہب متعارف تھے ان کی حقیقی صورتیں یکسر مسخ ہو چکی تھیں۔علم کی شمعیں خاموش اور وحشت وجہالت کی تاریکیاں بزم انسانیت پر مستولی تھیں۔معاشرتی،معاشی،عائلی،تمدنی غرض یہ کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کی کوئی بساط ایسی نہ تھی جس میں غیر فطری سلوٹوں سے تفاوت وفطور نہ آ چکا ہو۔قتل،غارتگری،خونریزی،رہزنی،سفاکی، بے رحمی،ان کی قساوت قلبی کے مظاہر اور شرابخوری،قمار بازی،فحش کاری،عریاں نگاری ان کی کثافت اخلاق کے آئینہ دار تھے اور ان مصائب و زمائم نے سوسائٹی میں ایسی ہمہ گیریت حاصل کر رکھی تھی کہ وہ لوگ ان پر نادم وشرمسار ہونے کے بجائے فاخر ونازاں تھے۔جس معاشرے میں عیب عیب نہ رہے بلکہ ہُنر بن جائے۔اس کی اساسی اور بنیادی خرابیاں کسی تصریح کی محتاج نہیں ہوتیں یہ تھیں چھٹی صدی عیسوی میں دنیائے مذاہب اور جہان تہذیب وتمدن کی حالت۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 133-143)

اس کے بعد پرویز نے دورہ کی حالت میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ اب عربوں کے ہنر اور اچھائیاں بھی بیان کرو۔ چنانچہ جہاں سے دورہ ہلکا ہوا ہے اور وہ ہوش کی باتیں کرنے لگے ہیں وہاں سے سنئے:۔

ھُنرش نیز بگو ''یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ کسی انقلاب کی غایات،زمان ومکان کی حدود وثغور سے بے نیاز ہی کیوں نہ ہوں۔اس کی ابتدا ایک خاص زمانہ میں ایک خاص مقام سے ہوگی اور اس کی اولین مخاطب بھی ایک خاص قوم ہوگی۔ یہ قوم اُس عالم گیر انقلاب کے لئے بطور خمیر تیار کی جائے گی اس کے بعد جس آٹے میں جا کر ملے گی اس میں بھی ایسا ہی خمیر پیدا کر دے۔۔۔(چند سطروں کے بعد پھر ہوش سنبھالا تو لکھا کہ) لیکن یہ سوال ابھی اپنی جگہ پر موجود ہے کہ اس عالمگیر انقلاب کی تخم ریزی کے لئے عرب کی سرزمین کو کیوں منتخب کیا گیا،عربوں میں کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر انہیں اس قابل سمجھا گیا کہ وہ اس ابدیت بآغوش انقلاب کے لئے اولین خمیر کا کام دیں؟ (پھر دورہ میں مبتلا ہو گئے پھر لکھنا شروع کیا کہ) سوال یہ ہے کہ اس اہم مقصد کے لئے نگہ انتخاب اسی سرزمین پر کیوں پڑی اس سعادت کا اہل اسی قوم کو کیوں سمجھا گیا؟''
(ایضاً جلد 4 صفحہ 144-145)

قارئین نے ان بار بار دھرائے جانے والے سوالات کا جواب خود پرویز کے قلم سے اور ان کی لغات القرآن اور مفہوم القرآن سے پڑھ

لیا کہ اللہ یہ چاہتا تھا کہ اھل عرب اور رسولؐ کی قوم قرآن کو مہجور کر کے تباہ و برباد کر دے لہٰذا انہوں نے اس پر عمل کر دکھایا۔ بہرحال قارئین پرویز کی باتیں اطمینان سے سن لیں اس لئے کہ اُسے ابھی یہ خبر نہیں ہے کہ ہم نے شاہکار کے ساتھ کیا کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''عربوں کی جہالت ووحشت اور سبعیت (بھیڑیا پن) وبربریت کی تفاصیل ہمارے سامنے آچکی ہیں۔ ان کے عیوب ونقائص بھی ہم دیکھ چکے ہیں۔ اجتماعی دنیائے انسانیت کے عیوب ونقائص کو اصولی طور پر دو شِقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (یہاں پرویز چکر دینے کی گنجائش نکالیں گے۔ احسن) ایک وہ جو غلامی اور محکومی سے پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو نشۂ قوت کی بدمستی اور جذبہ تفوق کی بدلگامی کی تخلیق ہوتے ہیں۔ پہلی شق میں دنایت، کمینگی، بے حمیتی، بے غیرتی، دُوں ہمتی، پست فطرتی، تنگ نظری، بدعہدی، غداری، دورغ بافی، بہانہ سازی، فریب دہی، مکاری، عیاری، منافقت، تلون مزاجی، بددیانتی، عدم اعتمادی، سہل انگاری، تن آسانی غرضیکہ ضُعفِ خودی اور عدم یقین کے انسانیت کُش جراثیم ان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ نہ ان کی بات کا اعتبار نہ ان کے وعدے کا یقین۔ نہ ان کے کفر میں پختگی نہ ایمان میں استقلال۔ ادنیٰ سے لالچ پر بڑی سے بڑی متاع انسانیت کو بیچ ڈالنے پر آمادہ اور ذرا سا خوف زندگی کے ہر گوشہ پر موت طاری کر دینے کے لئے کافی یَحۡسَبُوۡنَ كُلَّ صَيۡحَةٍ عَلَيۡهِمۡ (63/4)(یہاں پرویز نے آیت کا نمبر نہیں لکھا ہے۔ احسن) کہیں کسی پتے میں کھڑ کھڑاہٹ ہوئی اور وہ لگے کانپنے کہ موت آئی۔ نہ ان کی اطاعت میں کیفیت جاںنثاری نہ ان کی سرکشی میں رنگ خود اعتمادی، نہ ان کی اقامت میں شکوہِ پرویزی'' نہ ان کے رکوع میں فطرت روح الامینی، کھڑے ہیں کٹھ پتلیوں کی طرح کسی دوسرے کی تار کے سہارے اور جھکے ہیں تو جذبہ تشکر و احسان مندی سے نہیں بلکہ اس لئے کہ کھڑے ہونے کی ہمت نہیں۔ نہ اس میں صداقت نہ اس میں خلوص۔ یہ بھی خود فریبی وہ بھی خود فریبی نہ اس دنیا میں وقار وتمکین نہ اس دنیا میں عزت وتکریم **خسر الدنیا والآخرۃ و ذلک خسران المبین** (اس بکواس کی تمام خصوصیات مومنین میں ثابت کی جا چکی ہیں۔ احسن) دوسری طرف افراط میں جائے تو نشۂ قوت وحکومت سے اِستیلاء وتغلب۔ اور استبداد وتمرد کی شعلہ بدھان بدمستیاں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے انسان **انا الموجود ولا غیری** کے ابلیسانہ تصور مین اپنے سوا کسی اور کو جینے کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ انہیں اگر زندہ رہنے دیا جاتا ہے تو اس لئے کہ ان کا خون اس کی عطش حکمرانی اور جوع الارضی کی تسکین کا سامان فراہم کر لے اور اگر اس جذبہ حکومت واستعماریت کے ساتھ دورِ حاضرہ کی مغربی سیاست کی ڈپلومیسی کا بھی امتزاج ہو جائے تو اس کا نتیجہ وہ جہنم ہوتا ہے جس میں انسانیت کا ہر شرف آج اس طرح جل کر خاکستر ہو چکا ہے **کانہ لم یکن شیاءً مذکورًا**۔ خطہ حجاز کا عرب نہ کسی کا محکوم تھا (لہٰذا مندرجہ بالا غلامانہ خصوصیات بکواس سے زیادہ نہیں۔ احسن) اور نہ ہی اس میں ہوس ملک گیری پیدا ہوئی تھی۔ (لہٰذا دوسرے نمبر کی خصوصیات بھی چنڈو خانے کی راگنی ہے۔ احسن)

یہ خصوصیت ساری دنیا میں اسی سرزمین کو حاصل تھی کہ اس پر جب سے زندگی کی نمود ہوئی کسی غیر نے ان پر۔۔۔حکومت نہیں کی (غیر تو ایک طرف خود اپنے یہاں بھی کوئی خاص منظّم حکومت قائم نہیں ہوئی) (پرویز حقائق کو چھپانے کے لئے مشکوک زبان لکھ رہے ہیں یعنی کوئی خاص منظّم حکومت کی نفی کی ہے مگر عام غیر منظّم حکومت قائم رہنے کی گنجائش رکھی ہے۔ احسن) یمن کی حمیری اور حبشی حکومت ایران کی سلطنت اور **رومۃ الکبریٰ** کی قوتیں اس ملک پر مختلف اوقات میں حملہ آور ہوئیں لیکن ہمیشہ ناکام لوٹیں۔

<u>خصوصیت کبریٰ:</u> جب اسکندریہ میں یونانیوں کی حکومت تھی تو انہوں نے چاہا کہ عرب کو اپنی سلطنت کا مرکزی مقام قرار دیں (یہ خالص

جھوٹ ہے۔احسن) لیکن اس کا سلطنت یونان کا مرکزی مقام بنا تو ایک طرف مشہور جغرافیہ نویس (Strabo) (المتوفی 24ء) کے بیان کے مطابق عربوں نے اپنا سفیر تک ان کے یہاں نہیں بھیجا (Hitti p46) (یعنی عربوں میں حکومت کا وجود تھا ور نہ قبائلی زندگی رکھنے والی قوم کسی ایک سفیر سے کیا نسبت رکھ سکتی تھی۔احسن) گبن اس کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

''عربوں کی آزادی یونان اور روم کی نفیس لیکن مصنوعی جمہوریتوں سے بالکل مختلف چیز تھی۔اس آزادی میں ہر فرد اپنی قوم کے ملکی و سیاسی حقوق میں برابر کا حصہ دار تھا۔ان کے یہاں قوم اس لئے آزاد تھی کہ فرزندانِ قوم کسی آقا کے سامنے ذلت آمیز اطاعت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اُن کے سینے، حوصلے، استقامت اور متانت کے جوہروں سے لبریز تھے'' (Decline and fall vol.6,p267)

یہ تو تھی دنیائے سیاست میں ان کی آزادی کی حالت (رہزنی اور قتل و غارت اور لوٹ مار کا حال پرویز کے قلم سے یہ وہم تک نہیں ہونے دے سکتا کہ وہاں کوئی سیاسی یا کسی اور قسم کی آزادی کسی کو حاصل ہو سکتی تھی نہ وہ یہ ممکن مانتے ہیں کہ عربوں کے سینے حوصلوں اور استقامت و متانت سے لبریز رہ سکتے تھے وہاں تو مردوں اور عورتوں کے دل ہر وقت غارتگری کے لئے حملہ بولنے والوں کے خوف و انتظار میں دھلتے رہنا چاہئیں) مذہب کی دنیا میں بھی وہ اس سے کم آزاد نہ تھے۔یعنی وہاں کسی خاص مذہب کا کوئی بھی اثر ہی نہ تھا۔یہود و نصاریٰ کے کچھ قبائل ضرور موجود تھے۔لیکن وہ ان سے الگ تھلگ تھے۔یہ کسی منظّم مذہب کے پیرو نہ تھے۔اپنے ذوق بندگی کی تسکین کے لئے انہوں نے کچھ معبود وضع کر رکھے تھے۔جس طرح جی میں آتا ان کی پرستش کر چھوڑتے تھے۔لیکن اس پرستش میں بھی وہ اپنے ان معبودوں کے تابع نہ تھے۔بلکہ انہیں اپنی خواہشات براری کا ایک ذریعہ قرار دیتے تھے۔جب تک وہ ان کی مرضی کے مطابق چلتا رہا معبود رہا۔جب اس کے خلاف گیا اٹھا کر دے مارا۔بت ساز اور توہم پرست قوموں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کی حریت فکر و آراء کی تمام قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کا خوف ہر وقت ان کے قلب و دماغ پر مسلط رہتا ہے۔لیکن یہ خصوصیت عربوں ہی کے حصہ میں آئی تھی کہ بُت گری اور توہم پرستی بھی اُن کی فطری آزادی پر اثر انداز نہ ہو سکی۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 144-146)

یہاں تک ہم نے قارئین کو مطمئن کرنے کے لئے پرویز کی اس بکواس کو مسلسل لکھا ہے۔لیکن اب ہم بور ہو چکے ہیں اور صاحبانِ ذوق قاری بھی یقیناً بوریت محسوس کر رہے ہوں گے۔اس لئے ہم نے اس بکواس کو مسلسل لکھنا بند کر دیا ہے۔اور اب پرویز کے لمبے چوڑے اغوا کنندہ بیان میں سے گزریں گے اور جہاں کوئی ان کی پسندیدہ خصوصیت آئے گی اسے اپنے قاریوں کے سامنے لاتے چلیں گے یعنی وقت ضائع ہونے سے بچائیں گے۔مثلاً پرویز نے عربوں کی مذہبی آزادی کا ذکر ایک صفحہ میں کیا ہے حالانکہ ایک جملہ کافی تھا اور اس کے ثبوت میں دوسرا جملہ لکھ دیا جاتا۔وہ عنوان پر عنوان لکھتے اور لمبی چوڑی بکواس کرتے چلے جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک خصوصیت پر کاغذ کالے کر دیئے گئے ہیں۔اب وہ ایک نیا عنوان قائم کرتے ہیں۔

''سیدھے سادے لوگ'' اس عنوان کے ماتحت بھی انہوں نے کافی بکواس لکھی ہے مگر خصوصیات میں۔1۔ان پڑھ ہونا۔2۔خارجی اثرات سے غیر متاثر ہونا۔3۔تکلفات سے خالی۔4۔صحرائی زندگی میری اور تیری کے امتیاز سے پاک۔5۔نگاہوں کی خیانت اور بددیانتی سے دور۔6۔نگاہوں میں کشادگی، سینے میں فراخی۔7۔اجر اور معاوضہ دینے کے تصور سے خالی۔8۔مہمان نوازی میں سخی'' (ایضاً صفحہ 147)

ہم نے یہ خصوصیات چند سطروں میں لکھ دی ہیں۔لیکن پرویز نے ان ہی کو اغوا اور فریب سازی کے ساتھ پورے ایک صفحہ میں لکھا ہے۔اب ان کا

عنوان ہے:9 ''ایفائے عہد'' (صفحہ 148-147) اس پر دو صفحات لکھ مارے ہیں اور عجمی تاریخ سے چند مثالیں بھی لکھ دی ہیں۔ پھر عنوان لکھا ہے ۔10 ''احسان شناسی'' پھر۔11۔ بے خوفی ۔12۔ احساس برتری۔ یہ بارہ خصوصیات صفحہ 146 سے 153 تک آٹھ صفحات کالے کرنے کے بعد پوری کی ہیں تا کہ اپنے قاریوں کو اغوا کیا جا سکے۔

5۔ پرویز نے اپنے دعوے کے خلاف ذاتی قیاسات اور عجمی تاریخ کو اپنا راہنما بنایا ہے اور کہیں قرآن کو پاس نہیں پھٹکنے دیا ہے؟؟

پرویز کی اس طویل بحث یا بکواس کو صرف یہ کہہ کر بے معنی اور فضول ثابت کیا جا سکتا ہے کہ:

(اول) (2) ''دین کے معاملہ میں حق و باطل اور صحیح اور غلط کا معیار قرآن کریم ہے۔ روایات ہوں یا تاریخ، شریعت ہو یا طریقت، غرضیکہ جو کچھ بھی اسلام کے نام سے ہمارے یہاں مروّج ہے ضرورت ہے کہ اُسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے جو اس پر پورا اُترے اُسے صحیح تسلیم کر لیا جائے جو اس کے خلاف ہو اُسے مسترد کر دیا جائے'' (شاہکار گزرگاہِ خیال صفحہ 39)

چونکہ پرویز باطل کو حق بنا کر لوگوں سے منوانا چاہتے ہیں اس لئے وہ یہ کیوں بتائیں کہ قرآن میں عربوں کو کن خصوصیات کی بنا پر پسند کیا گیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا مفروضہ مقصد قرآن سے ثابت نہیں ہوتا لہٰذا بیس صفحات (153-133) میں کہیں بھول کر بھی قرآن کا ذکر نہ کیا۔ لہٰذا ان کی ساری محنت ضائع ہوگئی اور حمایت باطل کے مجرم الگ سے بن گئے۔

(دوم) پھر جب پرویز نے یہ مان لیا اور اپنے خیال میں ثابت کر دیا کہ عرب نہ محکوم رہے نہ حاکم تو انہوں نے محکوم اور حاکم والی خصلتیں کس لئے لکھ ماری ہیں؟ ظاہر ہے کہ دو قسم کی خصوصیات قاریوں کو مرعوب کر کے فریب دینے کے لئے لکھی گئی ہیں۔

6۔ پرویز پر اور پرویز کے عربوں پر خود ان کے بیانات و مسلّمات کی روشنی میں تنقید کرنے کیلئے ان کے بیان پر نگاہِ بازگشت لازم ہو جاتی ہے

سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ پرویز نے یہ تصور دیا ہے کہ سارا عرب حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی اولاد یا نسل سے تھا۔ حالانکہ عرب میں قحطانی نسل بھی تھی اور ابراہیمؑ نسل کی تعداد سے کئی گنا تھی۔ اور وہی عرب کے اصل باشندے تھے۔ قوم سبا ان ہی میں سے تھی۔ قوم تبع بھی عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں قوم عاد و ثمود اور عمالیق کی نسلیں بھی تھیں مگر پرویز صاحب سارے عرب کو اولاد ابراہیمؑ بنا کر قرآن کے خلاف ان کی مذمت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ذریت ابراہیم علیہ السلام میں امۃ مسلمہ کے قائم رہنے اور ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے تک ان کے وجود کا ذمہ لیا ہے جس کو ہم الگ سے بیان کریں گے۔ پھر یہ دیکھیں کہ پرویز نے عربوں پر حکومت کا انکار کیا ہے حالانکہ ان پر کئی ایک حکومتیں قائم رہیں اور خود عربوں نے بھی حکومت و حکمرانی کی تھی انہوں نے خود مانا ہے کہ عربوں پر نبطیوں کی حکومت رہی ہے، رومیوں کی حکومت رہی ہے اور قوم ثمود نے حکومت کی۔ لکھا ہے کہ:۔

عرب حاکم بھی اور محکوم بھی رہے۔ ''حضرت اسماعیلؑ کے بڑے بیٹے کا نام نبایوط تھا۔ ان کے خاندان کو نبط (جمع انباط) کہا جاتا ہے۔ شام و عرب کے حدود پر ان کی حکومت کے آثار ملتے ہیں۔ تورات میں (حزقی ایل نبیؑ کے صحیفے میں، جن کا زمانہ قریب ۷۰۰ ق م قرار دیا جاتا ہے) نبط کا ذکر آیا ہے پہلے ان کا دارالسلطنت رقیم تھا لیکن جب اس پر رومیوں نے قبضہ کر لیا تو یہ (نبطی) وادی القریٰ میں دوسرے شہر حجر کی طرف منتقل ہو گئے ۔اسی نسبت سے انہیں اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ ایسی عظیم الشان سلطنت کے مالک رفتہ رفتہ رومیوں کی محکومیت میں آ گئے۔ اور محکومی اور غلامی کا یہی وہ عذاب ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے کہ محکومی سے بڑھ کر انسانیت کی میزان میں اور کوئی عذاب زیادہ رسوا کن اور

جانگداز نہیں ہوسکتا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس قوم کے منتشر افراد شام کے گرد و نواح میں غلہ فروشی کرتے نظر آتے ہیں۔ چونکہ ان کے عروج و زوال کا گہوارہ خود عربوں کی سرزمین تھی اس لئے قرآن کریم نے عبرت و موعظت کے صفحات پر ان کے مٹے ہوئے نقوش کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ چونکہ ان سے بہت پہلے قوم ثمود کا مرکز (حکومت) بھی حجر کا شہر رہ چکا تھا اس لئے مورخین کا خیال اس طرف بھی گیا ہے کہ قرآن کریم کی مذکورہ صدر آیت میں اصحاب الحجر سے مراد قوم ثمود ہی ہے۔ لیکن قیاس غالب یہی ہے کہ ان سے مراد قوم نباط ہی ہے جس کے معبود و ھبوط کی داستانیں آج بھی حجر کے کھنڈرات کی اینٹوں پر منقوش ہیں'' (معارف القرآن جلد 3 صفحہ 468-469)

قارئین ذرا سوچیں کہ معارف القرآن کی چاروں جلدیں اسی پرویز کے قلم سے لکھی ہوئی مشہور ہیں اور وہ خود جلد 4 (معراج القرآن) کا حوالہ بھی دیتے رہے ہیں اور اس مندرجہ بالا اقتباس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت نابط علیہ السلام کی حکومت عرب پر قائم ہوئی جسے پرویز نے عظیم الشان حکومت مانا اور پھر یہ مانا کہ رومی حکومت نبطی حکومت پر غالب آ گئی اور ان کے دارالحکومت تک پر قبضہ کرلیا اور نبطی حکومت نے اپنا دارالخلافہ حجر کو بنالیا اور سرزمین عرب نے نبطی حکومت کا صعود و ھبوط یعنی عروج و زوال دیکھا اور یہ بھی کہ ان سے بہت پہلے اسی سرزمین عرب پر ثمود کی بھی حکومت رہی ہے اور ان کا دارالخلافہ بھی حجر ہی تھا۔ سوچیے کہ اس شخص نے بلا تکلف لکھ دیا کہ عربوں پر نہ کوئی حاکم رہا نہ وہ محکوم رہے۔

<u>جھوٹوں کو گھر تک پہنچا کر چھوڑ دیئے اور عربوں کو حاکم و محکوم دکھایئے۔</u> اسی ملعون کے قلم سے یہ بھی پڑھیں کہ:

''اُمم سامیہ میں سے جن قبائل نے اندرونِ عرب میں حکومتیں قائم کیں ان میں سب سے مشہور قبیلہ (بلکہ قوم) ثمود کا تھا۔ ان کی ترقی کا زمانہ عاد اولیٰ کے بعد کا ہے (دیکھئے عنوان ھودؑ) یہ قوم عرب کے شمال مغربی حصہ پر حکمران تھی۔ جسے وادی القریٰ (بستیوں والی وادی) کہتے تھے۔ حجر ان کا دارالحکومت تھا۔ جو اس قدیم شاہراہ پر واقع تھا جو حجاز سے شام کی طرف جاتا تھا۔ ان کا علاقہ بڑا پُر فضا اور زرخیز تھا (26/146-147) یہ لوگ میدانوں میں رفیع و وسیع محلات تعمیر کرتے اور پہاڑوں کے گوشوں میں مستحکم قلعے بناتے تھے جو فنِ سنگ تراشی کے نمونے تھے (7/74) اس قوم کی طرف ان ہی کے بھائی بند حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے (7/73)۔۔۔ اس زمانہ میں مویشی اور چراگاہیں، چشمے اور کھیت سب سے بڑی دولت ہوتے تھے۔ ارباب اقتدار کی حالت یہ تھی کہ وہ چراگاہوں اور چشموں کو اپنے مویشیوں کے لئے مختص کرلیتے اور کمزور انسانوں کے جانور بھوکوں مرجاتے۔ حضرت صالحؑ نے سرداران قوم سے کہا کہ رزق کے یہ سرچشمے تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر کُھلے رہنا چاہئیں۔'' وغیرہ وغیرہ (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 999-1000 پرویز)

<u>ھودؑ کا سفارشی عنوان بھی دیکھ لیں</u> :۔ اوپر سفارش کی گئی تھی کہ ھودؑ کا عنوان بھی دیکھیں وہاں لکھا ہے کہ:۔

''قوم نوح کی جانشین قوم عاد ہوئی (7/69) ان کی طرف ان کے بھائی ھودؑ کو مبعوث کیا گیا (7/65) یہ لوگ جسمانی طور پر مضبوط اور طاقتور تھے۔ بڑے ڈیل ڈول والے تھے (7/69) اور ان کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں (26/134) تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی وہ قوم نوحؑ سے آگے تھے۔ یہ بڑے بڑے مضبوط قلعے بناتے تھے (26/129) اور پہاڑوں کی بلندیوں پر یادگاریں تعمیر کرتے تھے (26/128) اور علم و بصیرت بھی رکھتے تھے (46/26) لیکن بڑے مستبد اور جبار تھے۔ غریبوں اور مظلوموں کو اپنے فولادی شکنجوں میں کس کر رکھتے تھے (26/130) (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1771-1772)

7۔پرویز کے بیانات سے عربوں پر مسلسل حکومتیں قائم رہتی رہیں اوران میں وہ تمام رذیل وکمینہ خصلتیں پیدا ہوگئی تھیں جن کا پرویز انکار کرتے ہیں۔

قارئین نے عربوں پر جن حکومتوں کا ذکر پڑھا ہے وہ حکومتیں برابر تین ہزار سال سے حکومت کرتی چلی آرہی تھیں اورعربوں میں وہ تمام عیوب اورکمینہ خصلتیں مستحکم ہوگئی تھیں جن کی طویل فہرست پرویز نے لکھی ہے جوان کے کئی صفحات کے بیان میں چھپ کررہ گئی ہے اور جسے ہم نمبر دے کر نمبروار یہاں لکھیں گے اس لئے کہ وہ خصلتیں اب پرویز کے خلاف استعمال کی جائیں گی اور ثابت کیا جائے گا کہ وہ سب کی سب پرویز کی محبوب قوم میں موجود تھیں اوراللہ نے ہرگز اُس ملعون قوم کو بطور خمیر استعمال نہیں کیا تھا۔کمینہ اورفریب سازکی لکھی ہوئی کمینہ خصلتیں نوٹ کریں:۔

پرویز کی مُسلّمہ کمینہ خصلتیں: 1۔دنایت۔2۔کمینگی۔3۔بے حمیتی۔4۔بے غیرتی۔5۔دُون ہمتی۔6۔پست فطرتی۔7۔تنگ نظری۔ 8۔بدعہدی۔۔غداری۔10۔دروغ بافی۔11۔بہانہ سازی۔12۔فریب دہی۔13۔مکاری۔14۔عیاری۔15۔منافقت۔16۔تلوّن مزاجی۔17۔بددیانتی۔18۔عدم اعتمادی۔19۔سہل انگاری۔20۔تن آسانی غرضیکہ۔21۔ضعف خودی اور۔22۔عدم یقین کے انسانیت کش جراثیم اُن کے رگ وپے میں سرایت کرجاتے ہیں۔23۔نہ ان کی بات کا اعتبار۔24۔نہ ان کے وعدے کا یقین۔25۔نہ ان کے کفر میں پختگی۔26۔نہ ایمان میں استقلال۔27۔لالچ میں بڑی سے بڑی متاع انسانیت کو بیچ ڈالنے پر آمادہ۔28۔اورذرا سا خوف زندگی کے ہر گوشے پر موت طاری کردینے کے لئے کافی کہیں کسی پتّے میں کھڑکھڑاہٹ ہوئی اوروہ لگے کانپنے کہ اب موت آئی۔29۔نہ ان کی اطاعت میں کیفیت جان نثاری۔30۔نہ ان کی سرکشی میں رنگ خوداعتمادی۔31۔نہ ان کی اقامت میں شکوہ پرویزی۔32۔نہ ان کے رکوع میں فطرت روح الامینی، کھڑے ہیں تو کٹھ پتلیوں کی طرح اورکسی دوسرے کی تار کے سہارے اور جھکے ہیں تو جذبہ تشکر واحسانمندی سے نہیں بلکہ اس لئے کہ کھڑے ہونے کی ہمت نہیں۔33۔نہ اس میں صداقت۔34۔نہ اُس میں خلوص۔35۔یہ بھی خودفریبی۔36۔وہ بھی خودفریبی۔37۔نہ اس دنیا میں وقاروتمکین۔38۔نہ اُس دنیا میں عزت وتکریم‘‘(معارف القرآن جلد4 صفحہ 145)

8۔عربوں کی خصوصیت کبریٰ’’کسی کا محکوم نہ ہونا‘‘قرآن سے بھی غلط ہے اورقدیم تاریخیں بھی عربوں کو محکوم ثابت کرتی ہیں۔

ہم نے طے کیا ہے کہ پرویز کے تمام دعاویٰ کو نہ صرف باطل ثابت کریں گے بلکہ اُن کے دعاویٰ کی ہررگ وریشہ کو بار بار کاٹ کر بکھیر دیں گے اور اس آپریشن میں ہمارا بڑا راہنما اللہ اورقرآن ہوگا چنانچہ قرآن پڑھیئے:۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا Oاَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا Oفَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًاO(نساء55-4/53)

مودودی کی آزاد ترجمانی:’’کیا حکومت میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟اگرایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔پھرکیا یہ دوسروں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیمؑ کی اولاد کو کتاب اورحکمت عطا کی اورمُلک عظیم بخش دیا ہے۔مگران میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اورکوئی اُس سے مُنہ موڑ گیا۔اورمنہ موڑنے والوں کے لئے تو بس جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے۔‘‘(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 360-361)

علامہ مودودی ملک عظیم سے کیا سمجھے؟ اس ترجمے کے بعد علامہ نے ملک عظیم کی وضاحت میں لکھا ہے کہ:۔

''86 ''ملک عظیم'' سے مراد دنیا کی امامت وراہنمائی اوراقوام عالم پر قائدانہ اقتدار ہے''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 361)

قارئین آیات اور ترجمہ کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ تمام ماضی کے صیغے استعمال ہوئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ آل ابراہیم علیھم السلام کو الکتاب یعنی مکمل کتاب اور الحکمۃ یعنی مکمل حکمت دی ہوئی ہے اور انہیں ایک عظیم الشان حکومت اور مملکت بھی ملی ہوئی ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ آل ابراہیمؑ موجود ہے اور اُس کی تحویل میں، اور ضروری چیزوں کے ساتھ حکومت ومملکت بھی موجود وقائم ہے۔لہٰذا قرآن کے واضح الفاظ میں عربوں پر ایک عظیم الشان حکومت برسراقتدار ہے اور تمام عرب محکوم ہیں اور یہ کہ پرویز جھوٹے، قرآن کے مخالف اور فریب ساز ہیں۔بہرحال فریب ساز بھی ہمارے آڑے نہیں آسکتے۔

پرویز جانبداری کے باوجود عرب پر آلؑ ابراہیمؑ کی حکومت مانتے ہیں ۔پرویز کا مفہوم دیکھئے:

''یہ تو غنیمت ہے کہ انہیں ملک عرب میں اقتدار واختیار حاصل نہیں ورنہ یہ لوگوں کو تل کے برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات پر سخت حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کے فریق مقابل کو اس قدر خوشگواریاں کیوں عطا کردی ہیں؟ ان سے کہو کہ خدا کے فضل وکرم کی یہ بارش کسی قومی طرفداری کی بنا پر نہیں ہوئی۔یہ قانون خداوندی کی اطاعت کا فطری نتیجہ ہے اسی طرح اس سے پہلے خود ان کے اسلاف یعنی آل ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت عطا ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک عظیم مملکت بھی۔'' (4/53-54)(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 195-196)

مودودی اور پرویز مانتے ہیں۔ اب یہ نتیجہ نکالنا سو فیصد صحیح اور پرویز کے دعوے کو توڑنے والا ہے کہ:

''عربوں پر آل ابراہیمؑ کی حکومت قائم تھی اور وہ محکومی کی بنا پر آل ابراہیمؑ سے حسد کررہے تھے۔''لہٰذا ظاہر ہے کہ عربوں میں پرویز کی مسلّمہ اڑتیس(38) کمینہ خصلتیں پیدا ہوچکی تھیں۔لہٰذا پرویز کی فرضی خصوصیت کبریٰ مسمار ہوگئی۔اوران ہی کے قلم سے دوبارہ ثابت ہوگیا کہ نہ عربوں کو اسلامی تعلیمات اور ابدیت بداماں انقلاب کا خمیر بنایا گیا اور نہ وہ اس قابل تھے۔نہ پرویز کی ممدوح قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین مخاطب قوم تھی۔اور نہ اسے بطور خمیر استعمال کیا گیا تھا۔

9۔عربوں میں تمام کمینہ اور انسانیت سوز خصلتوں کا موجود ہونا قرآن کریم اور پرویز کے اعلان واقرار سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اب ہم قرآن اور پرویز کو قارئین کے سامنے اس طرح پیش کرنا چاہتے ہیں کہ پرویز کے سر پر ان تمام کمینہ خصلتوں کی گٹھڑی ہو جن کی وہ عربوں سے نفی کرتے ہیں اور اختصار کی غرض سے آیت کا نمبر اور پرویز کے مفہوم القرآن سے چند ضروری جملے اور مفہوم القرآن کی جلد اور صفحہ کا نمبر لکھیں گے تاکہ اختصار برقرار رہے۔اس سلسلے میں ہم مذکورہ بالا خصلتوں کی ترتیب کی پابندی بھی نہ کریں گے ورنہ ہمیں زیادہ محنت کرنا پڑے گی ہم صرف خصلت کا نمبر لکھ دیں گے تاکہ قارئین کو سہولت رہے۔واوین (کواموں) میں پرویز کا بیان ہوگا۔

خصلت نمبر 4۔بے غیرتی، بے حیائی اور بے شرمی۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (7/28)

''جب حیوانی جذبات انسان کو کسی بے حیائی کی بات پر آمادہ کرنا چاہیں تو شروع شروع میں انہیں اس کے لئے کچھ زور لگانا پڑتا ہے لیکن جب اس قسم کی باتیں دو ایک نسلوں تک متواتر آگے چلتی جائیں تو پھر لوگوں میں وہ جھجک باقی نہیں رہتی۔جب ان سے کہا جائے کہ تم ایسا کیوں

کرتے ہوتو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے اسلاف کواسی طرح کرتے دیکھا اور چونکہ ہمارے اسلاف خدا کے احکام کو ہم سے بہتر جانتے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ انہیں اس قسم کا حکم خدا ہی نے دیا ہوگا ان سے کہو کہ خدا بے حیائی کی باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا۔تم جس بات کا علم نہیں رکھتے اسے خدا کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو۔''(مفہوم القرآن جلداول صفحہ 343)

ذراسی بات کے لئے ہمیں اتنا لکھنا پڑا۔ہمیں لکھ دینا چاہیئے تھا کہ: ''عرب نسل در نسل بے حیائی پرعمل کرتے چلے آرہے تھے''یا''عرب جدّی پُشتی بے حیاوبے شرم وبے غیرت تھے''لہٰذا ہم پرویز کے مفہوم کو پڑھ کراس کا نچوڑ لکھا کریں گے۔

<u>خصلت نمبر8 تا14،بدعہدی ومکاری وغیرہ:</u> آیت نمبر(16/93-95)''عرب بدعہد ومکار ومفسد ودولت کے حریص،عزت وقوت کے بھوکے تھے''۔(مفہوم القرآن جلد2 صفحہ 617)

<u>خصلت نمبر27،</u>: آیت نمبر(16/95)''تھوڑے سے ذاتی مفاد کے لئے اللہ سے کیا ہوا عہد بیچنا''۔(مفہوم جلد2 صفحہ 617)

<u>مکرر خصلت نمبر8،</u> <u>بدعہدی:</u> آیت نمبر(8/56)''عرب معاہدوں کو بار بار بلاخوف توڑ ڈالنے کے عادی تھے''۔(مفہوم جلداول صفحہ 409)

<u>خصلت نمبر15،</u> <u>منافقت:</u> آیت نمبر(8/49)''عربوں میں منافقت موجود تھی''۔(مفہوم اول صفحہ 407)

آیت نمبر(8/50) ''عرب منافق تھے(ایضاً صفحہ 407)(مفہوم3 صفحہ 1319)

آیت نمبر(66/9)''تم منافقین کی ریشہ دوانیوں کے خلاف مصروف جدوجہد رہو''۔(مفہوم3 صفحہ 1334)

<u>خصلت نمبر28،</u> <u>خوف وخطر:</u> آیت نمبر(8/6) جنگ سے موت کی طرح ڈرنا''۔(مفہوم اول صفحہ 394)

آیت نمبر(63/4)''کھٹکا ہوتو جان نکل جائے''۔(مفہوم 3 صفحہ 1318)

<u>خصلت نمبر32,31,18،عدم اعتمادی وغیرہ:</u>''نہ خوداعتمادی نہ زندگی کی توانائی''۔(ایضاً صفحہ 1318)

<u>خصلت نمبر5،</u> <u>دون ہمتی:</u> آیت نمبر(8/43,46) ہمت ہارنا،حوصلے پست۔(مفہوم اول صفحہ 405-406)

<u>خصلت نمبر10،</u> <u>دروغ بافی:</u> آیت نمبر(6/69)''ٹھوس حقیقتوں کو بے دریغ جھٹلانے والے''(6/28)۔''یہ لوگ ایسا کہنے میں سچے نہیں'' (مفہوم اول صفحہ 291 اور 301)

<u>خصلت نمبر23-24،</u> <u>نہ بات کا اعتبار نہ وعدے کا یقین</u> : آیت نمبر(9/76-77)''وعدوں سے پھر جانے والے دروغ گو منافقت دلوں میں رچی ہوئی''۔(مفہوم اول صفحہ 439)

<u>خصلت نمبر7،</u> <u>تنگ نظری:</u> آیت نمبر(4/127-129)''دوسروں کا حق مار کر کام نکالنا''۔(مفہوم اول صفحہ 220)

(64/16)''نفسانی حرص میں مبتلا''''مفاد خویش کی تنگ نظری''۔(مفہوم3 صفحہ 1325)

<u>خصلت نمبر20،</u> <u>تن آسانی:</u> آیت نمبر(56/45)''تن آسانی کی زندگی بسر کرنے والے''۔(مفہوم3 صفحہ 1268)

<u>خصلت نمبر19،</u> <u>سہل انگاری:</u> آیت نمبر(17/16,23/64) مرفہ الحال سہولت پسند لوگ''۔(مفہوم 2 صفحہ 784)

''آرام پسند بلامحنت عیش کرنے والے''۔(مفہوم2 صفحہ 630)

<u>خصلت نمبر13،</u> <u>مکاری چالبازی:</u> آیت نمبر(14/46)''پہاڑوں کو جگہ سے ہلا دینے والے مکر اور چالیں''۔(مفہوم2 صفحہ 577)

قارئین نوٹ کریں کہ پرویز نے خود بھی عربوں کی اخلاقی حالت بیان کرتے ہوئے وہ سب کچھ عربوں میں موجود مان لیا ہے جو ان کی اس فہرست میں محکوم قوم کی خصلتیں گنوائی ہیں۔(معارف جلد 4 صفحہ 136-139)اور ہم نے یہ قرآن اور پرویز کے قلم سے ثابت کر دیا ہے۔

10۔عربوں میں جوصفات اور عمدہ خصلتیں بیان کی گئی ہیں وہ قرآن کی موجودگی میں صحیح ثابت نہیں کی جاسکتیں اور غلط ثابت ہوچکی ہیں۔

عربوں کی خصلتوں کے متعلق یہاں تک یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ ہرگز ایفائے وعدہ اور ایفائے عہد نہ کرتے تھے۔وہ ہرگز سیدھے سادے لوگ نہ تھے چالباز ومکار لوگ اور مکر بھی ایسے کہ جن سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں(14/46)وہ خود اپنے رسوؐل کی رفاقت سے غداری کرتے تھے(3/152)۔قتل ہونے کے لئے دشمنوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے وہ نہایت احسان فراموش اور محسن کُش تھے(9/74,75,76) عربوں کے خوف کا بلکہ یہ کہئے کہ پرویز کے مومنین حقہ کا جنگ بدر کے دن کیا حال تھا پرویز سے سنئے:۔

''وہ تجھ سے اس باب میں جھگڑتے تھے کہ تمہارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں،حالانکہ معاملہ ان پر بالکل واضح ہوچکا تھا وہ جنگ کے لئے باہر نکلنے سے اس طرح گھبراتے تھے کہ گویا وہ موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں اور اسے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہے ہیں''

(8/6)مفہوم القرآن اول صفحہ 394)

اور جنگ خندق میں خوف کا حال یہ تھا:''اور دھشت سے تمہارے دل اس طرح دھک دھک کر رہے تھے گویا وہ اچھل کر حلق تک آ پہنچیں گے۔خوف کے مارے تمہاری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔''(33/10)مفہوم جلد 2 صفحہ 966)یہ وہ مومنین ہیں جن کو خمیر بنانے کی بات ہوئی ہے۔

11۔عربوں کی عموماً اور قریش کی خصوصاً ایک خاص خصلت وعادت کو بدل کر بیان کیا جاتا ہے جس میں دنیا کی کوئی قوم ان کی برابری نہ کر سکتی تھی۔

اور وہ صفت ہے ان کے یہاں توالدوتناسل کا طریقہ۔جو عرب سے باہر عملاً کسی قوم میں جاری نہ ہوا تھا۔افلاطون نے اس طریقہ توالدو تناسل کو بطور فلسفہ قلمبند کر دیا تھا لیکن اس پر عمل کرنے یا کرانے کی خود اسے بھی توفیق نہ ہوئی تھی۔وہ چاہتا تھا کہ ملک کی سب سے ترقی یافتہ قوم کے لوگ اپنے دماغوں سے تنگ نظری کو نکال دیں اور فطری صورتحال کے مطابق اپنے قلب وذہن کو تیار کریں۔اور اس حیوانی تصور اور جذبہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں جس کی موجودگی میں طبقہ واریت وجود میں آتی ہے۔جس کی وجہ سے انسان خودغرض بن جاتا ہے۔جس کی وجہ سے غربت وافلاس انسانوں کو لپٹا رہتا ہے۔جس کی بنا پر انسان بقول پرویز مفاد خویش کے جال میں الجھ جاتا ہے۔پرویز نے افلاطون پر اور دیگر فلاسفر پر کافی گہری نظر ڈالی مگر مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کی ضرورت اس کے آڑے آ گئی اس لئے وہ نہ گھر کا رہا نہ گھاٹ کا ہوا اور ساری عمر سچ بولنے کی یا قریش بن جانے کی اس میں ہمت نہ ہوئی اس لئے کہ وہ قریش کو بھی مسلمان بنانا چاہتا رہا ہے۔اس لئے اس کی ساری عمر فریب سازی اور دروغ بافی میں گزر گئی وہ کھل کر قریش کا تصورِ حیات پیش نہ کر سکا۔لیکن ہمیں کوئی تکلف نہیں ہے یہ کہنے میں کہ اگر آدمی توالدوتناسل کے اُس طریقے پر قائم رہے جو زمانہ قدیم سے حیوانی طریقہ چلا آرہا ہے تو ہر شخص کا کنبہ یا فیملی الگ الگ رہے گی۔اور ہر شخص کو اپنے اپنے کنبے کے مفاد اور بقا اور ترقی کی فکر دامن گیر ہوگی۔لہٰذا مفاد کا تصادم ناگزیر ہوگا۔اس مستقل رکاوٹ اور رقابت کو راہ سے ہٹانے کے لئے توالدوتناسل کا افلاطونی طریقہ پسند کیا گیا یعنی عورتیں اور مرد توالدوتناسل میں مشترک ہوجائیں یعنی ہر عورت ہر مرد کی زوجہ اور ہر مرد ہر عورت کا شوہر اور ہر بچہ ساری انسانیت کا بچہ ساری قوم کا

بچہ سارے ملک کا بچہ۔سب پر ہر بچہ کی پرورش، تربیت و تعلیم لازم۔سب کے مفاد مشترک۔سب ایک دوسرے کے حقیقی معنی میں شریک۔مال و دولت میں شریک، اولاد و ازواج میں شریک۔اس منزل تک پہنچنے کے لئے عربوں نے بہت سی قدیم رسومات اور طریقہائے زندگی کو بدل دیا تھا۔ اور برابر اس سفر حیات میں ترقی کرتے جارہے تھے۔اس طریق فکر کو قرآن میں شرک اور حرام کہا گیا ہے جسے بعد میں قریش نے اللہ کے ساتھ اللہ کی قدرتوں میں شرک کا نام دے کر قوم کے توالد و تناسل کے اشتراک کو چھپالیا۔اور آج کسی کو معلوم بھی نہیں کہ اصلی شرک یا نظام شرک کیا تھا؟ اور عربوں کو مشرک کیوں کہا گیا ہے؟ اسی بنیاد پر انہوں نے خالق کائنات کو ساری کائنات کی ہر چیز میں موجود اور مشترک قرار دیا اور اس اشتراک کو بھی جذباتی حیثیت دی۔یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ کی قدرت کے اندر سے نکلی ہے اور اپنا اپنا مقررہ پروگرام پورا کر کے قدرتِ خداوندی کے اندر چلی جائے گی۔اور ہمہ گیر پروگرام کی ضرورت پر برآمد ہوتی اور واپس جاتی رہے گی۔وہ بھی انسان کو اشرف ترین مخلوقات سمجھتے تھے جن کی مشترکہ یا اجتماعی پسند اور ناپسند اللہ کی پسند و ناپسند ہوتی تھی۔ان کے فیصلے اللہ کے فیصلے، ان کی ضروریات اللہ کی ضروریات ہیں۔اسی لئے وہ دانشوران قوم کے مشترکہ فیصلوں کو اللہ کے احکام سمجھتے تھے اور شرکائے خداوندی قرار دیتے تھے۔وہ کسی انسان پر اللہ کی طرف سے وحی آنے اور براہ راست اللہ سے رابطہ رکھنے کے قائل نہ تھے اور اسی وجہ سے وہ نبیؐ کے احکام کو بھی نظامِ مشاورت کی اجتماعی منظوری کے بعد قابل قبول اور قابل عمل سمجھتے تھے۔وہ ہرگز یہ تسلیم نہ کرتے تھے کہ کسی تنہا انسان کی ہر بات اللہ کی بات، یا غلطی سے پاک ہوسکتی ہے۔وہ یہ مانتے تھے کہ انسان کے دل و دماغ میں اللہ کی باتیں القاہوتی رہتی ہیں۔لیکن یہ جاننے کے لئے کہ فلاں بات اللہ ہی کی القاء کی ہوئی بات ہے یا نہیں وہ دانشورانِ قوم یا شرکاءِ خداوندی کے اجتماعی فیصلہ کو کسوٹی بناتے تھے۔یہ فلسفہ تھا جو عملی حیثیت سے کسی اور قوم میں موجود نہ تھا۔یہی فلسفہ اور اس کے مختلف اجزا اور عقائد تھے جن سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا تصادم ہوتا رہا۔اسی فلسفے کی وجہ سے آج تک مسلمانوں میں مختلف عقائد پائے جاتے ہیں۔اور مسلمانوں کے تمام فرقے اسی فلسفہ کے مختلف عقائد کو کسی نہ کسی صورت میں مانتے ہیں۔اور اسی فلسفے کے عقائد ہیں جن کی وجہ سے مسلمان نہ متحد ہوسکتے ہیں نہ ہم خیال ہوسکتے ہیں۔اسی فلسفے کے اپنے اپنے پسند کردہ عقائد کی بنا پر ہر فرقہ نے قرآن کے ساتھ وہ کچھ کیا جو تراجموں سے ظاہر ہے۔

12۔عربوں کے فلسفے کا عملی یا انسانی پہلو قرآنی تعلیم سے بھی ثابت ہوتا ہے۔اور پرویز نے بھی اُسے بداخلاقی کہہ کر تفصیل سے لکھ دیا ہے

پرویز نے عرب کے مردوں اور عورتوں کی محفلوں کا جو نقشہ پیش کیا ہے اُس میں باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کی بیویوں کو اپنی بیویاں بنالینے کا ذکر کیا لیکن شرما کر حقیقی ماں کو مستثنیٰ کر دیا ہے اسی طرح مردوں اور عورتوں کے بے تکلفانہ برہنہ رہنے کو لکھتے ہوئے قریش کو مستثنیٰ کر دیا۔یہ اور اسی قسم کی مستثنیات مسلمان بننے اور مسلمان رہنے کی ذیلی کوششیں ہیں ورنہ قریش اور عرب ان فرضی مستثنیات سے بہت ارفع و بلند تھے وہاں ننگا رہنا عبادت اور فطرت تھا اس میں تکلف کرنے والوں کو وہ عزت واحترام کی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔بلکہ بَـــرَمٌ کہتے تھے یعنی وہ شخص جو فطرت کے خلاف معاشرہ میں نقب لگاتا ہے مصنوعی تہذیب داخل کرنے کے لئے سوراخ اور رخنے پیدا کرتا ہے۔وہ سب ننگا رہنا، اعضائے جسمانی کو عموماً اور اعضائے توالد و تناسل کی خصوصاً نمائش کرنا، اور چھوٹے بڑے سائز کی طرف متوجہ کر کے استفادہ کرنا اچھی نسل پیدا کرنے کے لئے مفید وضروری سمجھتے تھے۔وہ کراس بریڈنگ یا انسانی نطفوں میں پیوندکاری کے ماہر تھے۔بہادر و بے باک وسخی اولاد پیدا کرنے کو انسانی انتظامات کے ماتحت سمجھتے تھے اس سلسلے کی ہر بات انہوں نے بڑے گہرے مطالعہ اور تجربہ کے بعد کہی تھی اور قوم ان کی ہر بات کو وحی خداوندی کے برابر سمجھتی تھی۔اور وہ قومی یا شرکائے خداوندی کے احکام اور فیصلوں ہی کے لئے تو کہا کرتے تھے کہ: وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَاوَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (7/28) یعنی یہ ہماری

قوم کا متفقہ عمل درآمد رہا ہے اور اللہ کے حکم کے بعد ہی متفقہ عمل ہوسکتا ہے۔ بہر حال عرب ہر وہ کام کرنے میں تکلف نہ کرتے تھے جو ان کے منصوبہ شرک میں مُمد ومعاون ومفید ہو۔ وہ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا جھجک اپنے گھر کی طرح چلے جاتے تھے۔ اجازت کی ضرورت تو اس لئے نہ تھی کہ وہاں ایک دوسرے کے ناموس مشترک تھے۔ شرم وحیا کو بے تکلف میل جول میں رکاوٹ اور غیریت سمجھا جاتا تھا بہت سے بہت یہی ہوسکتا تھا کہ کوئی گھر میں آنے والا ایسی حالت میں پہنچ جائے جب مرد وعورت جنسی ضرورت پوری کررہے ہوں اس صورت میں وہ ایک دوسرے کو داد دیتے تھے اپنے تجربے سے دوسرے کو مطلع کرتے تھے اور عملاً نمونہ دے کر طریقہ کار سکھاتے تھے۔ دروازہ اگر اندر سے بند ہوتا تھا تو وہ اس لئے کہ کوئی جانور کتا وغیرہ گھر میں نہ گھسے۔ لہٰذا دیوار پر چڑھ کر اندر چلے جاتے تھے اور آواز دے کر بلانا اور دروازہ کھلوا کر اندر جانا دخل در معقولات خیال کرتے تھے اور اس نازک وجذباتی صورت حال کا خیال رکھتے تھے۔ جو جنسی تعلقات کے دوران ایک دوسرے سے جدا ہونے میں مضر ہوتی ہے۔ لہٰذا باہر بلا کر اجازت لینے کو بُرا سمجھتے تھے۔ (تفصیل ہماری کتاب اسلام میں جنسی تعلقات میں ملاحظہ فرمائیں) وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سطحی، قدیم اور غیر مہذب زمانے کی تعلیم خیال کرتے تھے اور ان تمام احکامات کو مجبوراً اختیار کرتے تھے جو اُن کے نظام شرک کے خلاف تھے۔ اور اسی لئے تمام اسلامی تعلیمات کے توڑ میں مسائل تیار کرتے رہتے تھے یعنی قرآن کو جھٹلاتے رہتے تھے (6/66) چنانچہ قریش کے دانشوروں نے قرآنی تعلیمات کو اپنے دین اور ضرورتوں اور مصلحتوں کے مطابق ڈھال کر ایک نیا اسلام بنالیا تھا جو آج تک مسلمانوں میں رائج ہے اسی کو قرآن میں قرآن کو مہجور کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے (25/30) اور قریش کی اسی محنت وکوشش کو پرویز نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے یعنی جس قوم کو پرویز رسوؐل کی اولین مخاطب قوم قرار دیتے ہیں اور جسے قرآنی انقلاب کا خمیر بتاتے ہیں اس نے بقول پرویز قرآن کی تعلیمات کا ستیاناس کردیا تھا۔

13۔ رسوؐل کی اولین مخاطب قوم اور اسلامی تعلیمات کے لئے خمیر قرار پانے والی قوم امت مسلمہ یا ملت ابراہیمؑ تھی قریش کی پستی کو رسوؐل کی بلندی سے نہ ناپیں۔

قریشی علما نے قریش کو چار چاند لگانے کے لئے دن رات جھوٹ بولا مکر وفریب کئے اور مسلمانوں کو قرآن سے دُور رکھا تاکہ انہیں حقیقت حال معلوم نہ ہوسکے۔ قریشی علما کی ہر بات غلط مفروضوں کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ پرویز کا یہ کہنا کہ:۔

''اس عالمگیر انقلاب کی تخم ریزی کے لئے عرب کی سرزمین کو کیوں انتخاب کیا گیا؟؟

پرویز کو یہ بتایئے کہ انتخاب کا عمل جہلاء کیا کرتے ہیں اللہ نہیں کرتا۔ انتخاب ایک ایسا عمل درآمد ہے جو اچانک پیش آیا کرتا ہے اور اللہ کو کوئی چیز اچانک پیش نہیں آیا کرتی۔ وہاں ہر چیز روز ازل سے طے شدہ ہے اور ایسی طے شدہ ہے جس میں نامعقولیت کا گزر نہیں ہوتا۔ ہر طرح مناسب وموزوں اور عدل کے مطابق ہونا لازم ہے۔ چنانچہ یاد رکھیں کہ لفظ انتخاب عربی لفظ ہے لیکن قرآن میں اس لفظ کو اللہ نے کسی صورت میں بھی استعمال نہیں کیا ہے یعنی یہ ایک مردود لفظ ہے اور قرآن کے ترجموں کی اُردو میں اگر کسی مترجم نے یہ لفظ استعمال کیا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کے اس لفظ کے غلط معنی کئے گئے ہیں۔ لہٰذا مجتبیٰ، مرتضیٰ اور مصطفیٰ کے معنی انتخاب کرنا نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے ملک عرب یا قریش کو انتخاب نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے ازلی پروگرام میں علم غیب کی رُو سے بھی اور مادی طرزِ زندگی سے بھی عرب کو اور قریش کو گمراہی کی اس منزل تک پہنچنا تھا جہاں اللہ کے سب سے بلند مرتبہ ہادی علیہ السلام کی ہدایت کاری ضروری تھی۔ گمراہی کے معمولی درجہ کو ہدایت کرنے کے لئے مناسب درجہ کا ہدایت کار کافی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی وعظمت بتاتی ہے کہ عرب گمراہی کے انتہائی درجہ میں تھے ورنہ ایک انتہائی درجہ پر فائز

رسولؐ کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا ملک عرب کا تمام ممالک سے بڑھے ہوئے گمراہ ہونا، تمام دنیا کے مجرموں سے بڑا مجرم ہونا، ماں بہنوں اور بیٹیوں سے زنا کو جائز کر لینا، اُن سے اپنی نسل چلانا، اس بات کا متقاضی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں مبعوث کیا جائے۔ اور ان پر اتمام حجت کر کے انہیں وہ سزا دی جائے جو اس شان کے گمراہوں اور مجرموں کے لئے ضروری ہے۔

13 (الف)۔ قرآن کی رو سے رسولؐ کی مخاطب قوم مشرک و کافر و منافق نہیں بلکہ مومنین تھے ان ہی کو حضورؐ نے تعلیم قرآن شروع کی تھی۔

اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ O (آل عمران 3/164)

''بلاشبہ اللہ نے تمام مومنین پر اُس وقت ایک منّتی احسان کیا تھا جب ان مومنین میں ان ہی مومنین میں سے ایک رسولؐ مبعوث کیا تھا جو ان مومنین پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا تھا اور ان مومنین کا تزکیہ کرتا تھا۔ اور اُن مومنین کو مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا تھا خواہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی ہی میں کیوں نہ ہوں۔''

قارئین دیکھ لیں کہ رسولؐ کی مخاطب قوم مومنین کی قوم ہے جس کے سامنے سب سے پہلے تلاوتِ قرآن کی گئی اور جسے برابر کتاب وحکمت کی تعلیم دی جاتی رہی۔ یہاں یا قرآن میں کہیں اور ایسی آیت نہیں جو پرویز اینڈ کمپنی کی تائید کرے۔

13 (ب)۔ مومن قوم میں مبعوث کئے جانے کی کوئی منت یا آرزو یا تمنا تھی اور وہ حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی تین ہزار سال پہلے کی دعا تھی۔

بلا کسی تمہید کے قرآن پڑھیئے حضرت ابراہیمؑ عرض کرتے ہیں کہ:۔

وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ O رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ O رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ O وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ..... O (بقرہ 130-2/127)

''اے ہمارے پروردگار ہماری اس کعبہ کی تعمیر کو قبول فرمالے تو مجسم سننے والا اور جاننے والا ہے اور اے ہمارے پروردگار تو ہم دونوں کو اپنے لئے مسلم بنالے اور ہماری ذریت میں بھی ایک مسلم اُمة اپنے لئے قائم کر دے۔ اور ہم دونوں کو اور ہماری ذریت کو اور اپنی امة مسلمہ کو ہمارے کام میں آنے والے قواعد وقوانین عملاً آنکھوں سے دکھا دے۔ اور ہم سب کی اصلاح کے لئے ہم پر ہمیشہ متوجہ رہنا اور تُو تو ہے بھی اصلاح کے لئے بار بار متوجہ ہونے والا رحیم۔ اور اے ہمارے پالنے والے تو اسی امة مسلمہ میں امة مسلمہ ہی میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث کرنا جو اس امة مسلمہ پر تیری آیات کی تلاوت کرتا رہے اور امة مسلمہ کو مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا رہے اور امة مسلمہ کا تزکیہ کرتا رہے۔ بیشک تو ہر وقت غالب رہنے والا الحکیم ہے۔ اب کوئی بے وقوف اور اپنی ذات سے غافل شخص ہی ایسا ہو سکتا ہے جو ملت ابراہیمؑ کے سوا کسی اور ملت کو اختیار کرے۔''

قارئین دیکھیں کہ اللہ نے حرفاً حرفاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور تمنا کو پورا کیا ہے۔ اور امة مسلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو مبعوث

کر کے ان پر احسان کو قرآن میں یاد دلایا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ تین ہزار سال سے برابر امة مسلمہ کو برقرار رکھا ہے۔ اور ازلی پروگرام کو پروان چڑھانے کے لئے ان کو قرآنی تعلیمات کا حامل بنایا ہے۔

13 (ج)۔ اُمة مسلمہ یا ملت ابراہیمؑ کی راہنمائی کیلئے ایک معصوم راہنماؤں کا سلسلہ برقرار رہنے کا وعدہ بھی قرآن میں موجود ہے۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نبیؑ اور رسولؑ تھے۔ نبوت و رسالت کا سلسلہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں برابر جاری رہا لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی بھی نبیؑ یا رسولؑ نہ ہونا تھا۔ اور اُمة مسلمہ نے تین ہزار سال تک موجود رہنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دینا تھا۔ لہٰذا اس طویل ترین عرصے میں اُمة مسلمہ کی راہنمائی کے لئے اللہ نے آئمہ معصومین علیہم السلام کا غیر منقطع سلسلہ قائم فرمایا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت کے بعد امامت کے درجے پر فائز کیا گیا تو آپ نے عرض کیا تھا کہ میری ذریت میں سے کس کس کو درجہ امامت دیا جائیگا؟ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَo(2/124) ''اللہ نے فرمایا کہ میرا عہد امامت صرف معصوموں کیلئے ہے کسی غلط کار کو امامؑ نہیں بنایا جائے گا۔''

یہ غور کریں کہ امامت کی بات پہلے ہوئی ہے اور اُمة مسلمہ کی دعا بعد میں ہوئی ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اللہ سے اپنی امامت کے اپنی ذُرّیت میں جاری رکھنے کا طریقہ اور اطمینان حاصل کیا پھر اس اُمت کو وجود میں لانے اور برقرار رکھتے چلے جانے کی دعا کی تاکہ ان کا دین مسلسل جاری رہتا ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سپرد کیا جائے اور وہاں سے اتمام و تکمیل دین کی سند کے ساتھ ان کی امامت قیامت تک مسلسل ہو جائے۔ اور امامت میں یہاں سے وہاں تک کہیں کوئی فترت یا خلا و ناغہ واقع نہ ہونے پائے۔ یہاں یہ بات یاد رہنا چاہئے کہ اس وقت نور محمدیؐ اپنا مادی سفر کرتا ہوا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے گزر کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تحویل میں تھا۔ اور اُسے حضرت عبداللہ علیہ السلام تک پہنچانے ہی کے لئے اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کو بدل کر ذبح عظیم پر ذمہ داری رکھ دی تھی اور یوں حضرت اسماعیلؑ کو زندہ رکھا تھا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں اور اللہ کے انتظام کو بیک نظر دیکھنے سے اللہ کے ازلی منصوبہ اور پروگرام کا تسلسل سامنے کھڑا نظر آنے لگتا ہے۔ اور نور محمدیؐ کو حضرت آدمؑ سے لے کر پاک و پاکیزہ اصلاب و ارحام اور معصومؑ سلسلے میں سے گزارنا اور حضرت عبدالمطلبؑ تک پہنچانا اور وہاں سے نبوت و رسالت کو حضرت عبداللہ تک اور امامت کو حضرت ابوطالبؑ میں ودیعت کرنا بلا غل و غش نظر آنے لگتا ہے۔ یہی وہ پروگرام و انتظام ہے جو قرآن کریم نے ریکارڈ میں رکھا ہوا ہے۔ اور اسی پر نبوتؑ و رسالتؑ و امامتؑ کی تتمیم و تکمیل منحصر ہے۔ اور اسی کو چھپانے اور مشکوک کرنے پر قریش اور قریشی حکومتوں کی پوری مشینری کام کرتی رہی ہے۔

14۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک مسلسل بتدریج ترقی اور ارتقاء انسانوں کو ایسے مقام پر فائز کرے گا جو عقلِ انسانی کی رسائی سے باہر نکل جائے گا۔

اگر توارثِ صفات کے قانون کے ماتحت آپ کو وہ سب کچھ ملا ہے جو آپ کے والد کو ملا تھا تو آپ اپنی عمر بھر کی کمائی کو اس میں جمع کر دیجئے تو وہ ٹوٹل یقیناً اس میزان سے زیادہ ہوگا۔ اب اگر یہ میزان آپ کے بیٹے کو مل جائے تو اس کی کمائی پھر اس میزان میں جمع کرنے سے نیا میزان بہت زیادہ ہوگا۔ اگر اسی طرح توارث صفات اور صفات کی کمائی جمع ہوتی اور آگے بڑھتی رہے تو دو چار لاکھ نسلوں کے بعد آنے والا آدمی صفات کے کس مقام پر فائز ہوگا اور اس کا میزان کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔ یہ بتانا اور اس کا حساب لگانا عقل کے مادی پیمانوں سے ناپنا ناممکن ہو

جائے گا۔اسی اصول پر اب سلسلہ انبیاء علیہم السلام پر نظر ڈالیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ اوران کے خاندانوں میں توارث صفات،صفات کو کس مقام تک بلند کردے گا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی نبوت کی ابتدا اس علم سے کی تھی جس میں پوری کائنات کی تمام مخلوقات کے نام اُنہیں معلوم تھے۔جس کی سند اللہ نے یہ کہہ کردی تھی کہ: وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا " اور ہم نے آدمؑ کوتمام ناموں کی تعلیم دی تھی۔'' (2/31) مودودی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ:۔

''انسان کے علم کی صورت دراصل یہی ہے کہ وہ ناموں کے ذریعے سے اشیاء کے علم کو اپنے ذہن کی گرفت میں لاتا ہے۔لہٰذا انسان کی تمام معلومات دراصل اسمائے اشیاء پر مشتمل ہیں۔آدمؑ کوسارے نام سکھانا گویاان کوتمام اشیاء کا علم دینا تھا۔'' (تفہیم القرآن جلداول صفحہ 63)

14 (الف)۔ذراعملی دنیا میں آکر یہ سوچیئے کہ کائنات کی تمام اشیاء کے متعلقہ علم کوسیکھنے اور حافظے کی گرفت میں لانے کی مُدّت کتنی ہونی چاہیئے؟

یہ عنوان پڑھتے ہی عقل انسانی ہینڈز اَپ کر لیتی ہے۔بہرحال اللہ نے تفریحاً یہ کچھ نہ کہہ دیا ہوگا۔بہرحال سوچیئے اور سوچتے رہیئے۔قریش کی طرح نہ ہوجایئے جسے قرآن پرایمان لانے کا بار بار تقاضہ کیا جاتا رہا(4/136) مانیئے اور سمجھ کر مانیئے کہ آدمؑ کوآدمی کی طرح یہ سب کچھ سیکھنے،سمجھنے اورکام میں لانے کے لئے یادرکھنے میں کتنے ہزارسال لگے ہوں گے؟ آدمؑ وحوّا کا جنت میں رہنا،ابلیس کے ساتھ نشستیں،آدمؑ کوفرشتوں کا سجدہ وغیرہ سب بعد کے واقعات ہیں۔یعنی آدمؑ جو پہلے نبیؑ اورنبوت کی ابتدا کرنے والے ہیں۔اُن کوسچ مچ سمجھنے میں کیا دقتیں آپ کو پیش آتی ہیں؟اورہم صرف ان کے علمی پہلو کی بات کررہے ہیں۔بہرحال آدم علیہ السلام کی عمر کا وہ حصہ جوزمین پر گزراوہ الگ ہےاوران پر لازم تھا کہ وہ ایسے لوگ تیار کریں جونبوت کے تسلسل اوران کو ملے ہوئے سامان کوان کے بعد ترقی دیں اورآگے بڑھائیں۔لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ حضرت آدمؑ نے نبوت کے تمام فرائض کما حقہ ادا کئے اللہ سے ملی ہوئی تمام تعلیمات کوعملاً نافذ کیا اورنبوت کو جاری رکھنے کے لئے دوسرا نبیؑ اللہ کی پسنداور معیار پر تیار کیا اُسے وہ سب کچھ سونپ دیا جواللہ سے ملا تھا اورجوخوداپنے عمل درآمد اورتجربے سے کمایا تھا۔یوں دوسرا نبیؑ ایک عظیم ذخیرے کے ساتھ آگے بڑھا اوراپنے بعد کے لئے وہ سب کچھ کیا جوحضرت آدمؑ نے کیا تھا اورجو کچھ انہیں اپنی کمائی سے آدمؑ کے بعد معلوم ہوا تھا۔یعنی تعلیماتِ خداوندی اوراکتساب نبویؑ تہہ درتہہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہوا ایک نبیؑ سے دوسرے نبیؑ کومنتقل ہوتا رہا ہر نبیؑ نے قوانین خداوندی پر سوفیصد عمل کیا اور صحت جسمانی وروحانی کوروزافزوں ترقی دی اور ہمیشہ اس ترقی پذیر پوزیشن میں رہتے رہے جواللہ سے ملنے والے اوراپنے آباؤاجداد کے جمع کئے ہوئے علمی ووضعی ذخیرے کوسہولت سے برداشت کرے،ترقی دے اورآگے بڑھائے۔یوں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کے تمام علوم و صفات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے۔اب سوچیئے کہ ان کی جسمانی بناوٹ شکل وصورت وصفات کوکس مقام پر ہونا چاہیئے؟ ہم نے اُن کی نوری حالت کونہیں بلکہ مادی حالت کی طرف توجہ دلائی ہے۔پھر یہ سوچیئے کہ جن اشخاص نے محمدؐ کوجنم دیا،یہ تمام صفات وعلم وقدرت ان کے سپرد کی وہ کیسے ہوں گے؟ وہی سامان جومحمدؐ میں منتقل ہوا حضرت عبدؑاللہ میں موجود تھا۔وہی سامان حضرت عبدالمطلبؑ میں تھا۔علیٰ ھذا القیاس جوں جوں پیچھے ہٹیں گے ہرودیعت کرنے والے کوانتہائی ترقی یافتہ صورت میں پائیں گے۔لہٰذا سمجھ لیجئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نورمحمدی اورتمام جمع شدہ ذخیرہ حضرت نابت علیہ السلام میں ودیعت ہوا اوران کی ذریت میں منتقل ہوتا ہوا آنحضرتؐ تک پہنچا۔یہاں یہ سمجھ لیں کہ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں میں حضرت نابتؑ (نبایوط) سب سے بڑے بیٹے اورحضرت اسماعیلؑ کے جانشین ہوئے۔اورقیدارؑ نابتؑ سے چھوٹے بیٹے

تھے لہٰذا توارث امامت اور متعلقات میں باقی بھائیوں کی طرح الگ رہ گئے تھے۔قریش نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدارؑ کی نسل میں اس لئے بتایا ہے کہ وہ امامت ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے محروم رکھے جاسکیں اور امامت کا تسلسل بھی منقطع ہو جائے۔ پھر قیدارؑ کی اولاد میں مشہور کرنے میں دوسری چال یہ تھی کہ قیدارؑ کی نسل مسلسل حضرت عدنان علیہ السلام کے زمانہ تک آئی نہ تھی اور ان سے کہیں پہلے ہی گمنامی یا تباہی کے غار میں غائب ہو گئی تھی لہٰذا شجرہ حضرت عدنانؑ سے اوپر مشکوک ہو جائے اور آنحضرتؐ کا تسلسل حضرت اسماعیلؑ تک نہ پہنچے اور اس مکروفریب کے جھمیلے میں قریش کہلانے والوں کو آنحضرتؐ کے شجرے میں مخلوط کر دیا جائے۔(مفصل حالات ہماری کتاب ''مرکز انسانیت حصہ اول'' میں ملیں گے)۔

14(ب)۔تمام انبیاءؑ اُس ذریت سے متعلق تھے اور اسے تیار کرنے میں مُمِد ومعاون رہے جس نے ترقی کا منتہیٰ دکھانا تھا اور جس میں شرکت کی تمنا انبیاؑء کرتے رہے۔

سارا قرآن دیکھ جائیں آپ کو ہر نبیؑ یہ تمنا کرتا ملے گا کہ اسے امتؑ مسلمہ اور ذریتؑ طاہرہ کے صالحینؑ اور مومنینؑ میں شامل کیا جائے اور جگہ جگہ آپ یہ دیکھیں گے کہ اللہ اپنے انبیاءؑ اور رسلؑ کو اس ذریتؑ میں شامل کئے جانے کی خوشخبریاں دیتا رہا ہے جو ہر نیکی کا معیار ہے جو ہر رسوؑل اور ہر نبیؑ کے لئے ایک ازلی وابدی نمونہ ہے۔ یہ وہی فطری صورت حال ہے کہ ہر بچہ اپنے باپ اور ماحول کے معیار پر پورا اُترنا چاہتا ہے بلکہ ان سب سے آگے بڑھ جانے اور بلند تر ہو جانے کی تمنا وکوشش کرتا ہے۔اور روزمرہ تجربہ ہوتا ہے کہ آنے والے لوگ اپنے پہلوں سے درجات میں بڑھتے جاتے ہیں۔مگر انبیاؑ ورسلؑ کا معاملہ اس سے اتنا سا مختلف ہے کہ یہ حضرات مذکورہ صالح گروہؑ اور اُس ذریتؑ طاہرہ سے بڑھ جانے کی نہ تمنا کرتے ہیں۔اور نہ دعا مانگتے ہیں۔ بلکہ صرف ان حضراتؑ کے معیار پر پورا اترنے اور ان میں شریک کر لئے جانے کی تمنا و دعا کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ حضراتِ انبیاءؑ ورسلؑ یہ پہلے سے جانتے ہیں کہ اللہ نے اُس مخصوص گروہ کو اپنی قدرت ومشیت وپروگرام کے انتہائی ظہور کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ انہیں پوری کائنات کی ارتقائی ترقی کا منتہیٰ مقرر کیا ہے۔ان کے مقام بلند سے بلند تر اور کوئی مقام ہے ہی نہیں۔ان حضرات علیہم السلام کی پسند اور معیار تک جا پہنچنا وہ امکانی ترقی ہے جو کوئی انسان کر سکتا ہے۔

14(ج)۔انبیاؑ ورسلؑ کا وہ گروہ جسے صالحینؑ میں شرکت کی اطلاع دی جاتی رہی ہے۔

ہم جن آیات کا اختصار کی غرض سے ترجمہ اور نمبر لکھیں گے ان کی عربی عبارت قرآن کریم میں ضرور پڑھیں تا کہ ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی چلی جائے اور آپ کو قرآن پڑھنے کا سچ مچ ثواب بھی ملتا جائے۔ سنئے:

''۔۔۔ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ ہبہ(عطا) کئے اور ان سب کی راہنمائی کی،اور نوحؑ کو ان سے بھی پہلے ہدایت کر چکے تھے۔ اور اسی کی ذریت میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ وایوبؑ ویوسفؑ وموسیٰؑ وھارونؑ اور زکریاؑ ویحییٰؑ والیاسؑ سب کے سب صالحین میں سے تھے۔اور ہم احسان کرنے والوں کو ان ہی کی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔ پھر اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ بھی صالحینؑ میں شمار تھے۔اور ان تمام انبیاؑءکو ہم نے ساری کائنات پر بزرگی دی تھی۔اور ان انبیاؑ کے باپ دادوں میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے اور ان کی ذریت میں سے ہم نے مجتبیٰ بنائے اور انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت کی۔ یہ وہ ذخیرۂ ہدایت ہیں کہ جس کی طرف جسے ہدایت دینا چاہتے ہیں اسے ہدایت کے ساتھ نواز دیتے ہیں یہ انبیاؑ اور ان کے باپ دادا اور ان کے بھائی بند اور ان کی ذریت ہی تو وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے اپنی تعلیمات کی کتابیں اور حکومتیں اور نبوتیں دی ہیں۔اب اگر یہ مکہ کے لوگ ان کی کتابوں،نبوتوں اور حکومتوں سے کفر کرتے ہیں یعنی حقائق کو چھپاتے ہیں تو پرواہ نہ کر یقیناً ہم ان حق پوشوں پر

ایک ایسی قوم کو وکیل بنا چکے ہیں جوان انبیاؑ اوران کے اباؤاجداداوران کے بھائی بندوں اوران کی ذریت کی حقیقت کو چھپانے والی نہیں ہے۔ چنانچہ اے نبیؐ وہ انبیاءؑ اوران کے اباؤاجداداوران کے بھائی بنداوران کی ذریت وہ لوگ ہیں جواللہ سے ہدایت یافتہ ہیں چنانچہ تم بھی ان ہی لوگوں کی ہدایت کی اقتدا (پیروی) کرو۔'' (انعام 90-6/83)

قارئین ان آیات کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ نورِمحمدیؐ جن حضرات کی تحویل میں رہتا ہوااپنے آخری مقام تک پہنچا وہ تمام کس قدر بزرگ حضرات علیہم السلام تھے۔ان ہی میں سے اللہ انبیاؑ اوررسولؑ مبعوث کرتا رہااوران کی سعی وکوشش کی جزامیں انہیں صالحینؑ میں شامل کرتا رہا۔ اس گروہ کے تمام افرادانبیاؑ ورسل علیہم السلام کوجنم دینے والے پال پوس کرنبوت کے عملی مقام تک پہنچانے والے تھے یہی حضراتؑ تھے جن کی پیروی کاحکم انبیاؑ اوررسولوںؑ کوملتا رہااورخودآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کوبھی ان کی اقتداءاور پیروی کاحکم ملاہے۔

14(د)۔محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اوراُن کے اوپروالی نسل کا مقام بلنداُن انبیاؑ کے سلسلے کوسمجھنےاوران کی جدّ وجہد سے تعارف کے بعد ہوتا ہے۔

قریشی تاریخ اورقریش کا تیارکیا ہواریکارڈ محمدؐ وعلیؑ وبتولؑ کی پوزیشن چھپانے کے لئے ہے۔وہاں نبوت ایک ایسا حادثہ ہے جس کے وقوع میں آنے کا، بقول قریش خودرسولؐ اللہ کوبھی علم نہ تھا۔ان کے بیانات کے مطابق جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرتؐ کواچانک پکڑااورزوروزبردستی سے نبی بناڈالا۔مگرپھربھی حضورؐ کویقین نہیں آیا۔جبرئیلؑ سے چھوٹ کردوڑتے بھاگتے ہانپتے کانپتے گرتے پڑتے گھرپہنچےاورہوش سنبھالنے کے لئے چادراوڑھ کرلیٹ گئے جب عقل وہوش ٹھکانے آئے توحضرت خدیجہؑ سے جبرئیلؑ کے وہ کرتب بیان کئے وہ حضورؐ کولے کرایک اہل کتاب کے عالم کے پاس گئیں،قصہ سنایا تواس عالم نے بتایا کہ وہ کوئی بھوت یابلانہیں تھی وہ توو ہی فرشتہ تھا جوحضرت موسیٰؑ پرنازل ہوا کرتا تھااورمعلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ نبی بنادیئے گئے ہیں۔قریشی افسانوں سے حضورؐ کا معاذ اللہ چالیس سال تک کافررہنا،کافروں اورمشرکوں میں اپنی بیٹیوں کی شادی کرنا دکھایا گیا ہے۔اورنبوت کے بعد بھی دکھایا گیا ہے کہ آپ وحی کووصول کرنے اورسمجھنے میں بھی غلطیاں کرتے رہتے تھےاور بارہا آپ سے غلطیاں اورناپسندیدہ افعال سرزدہوئے۔(تفہیم القرآن)

14(ہ)۔مقام محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ یعنی نورِمحمدیؐ واجزائے نورِمحمدیؐ کی پوزیشن اوران کی ضروریات کوانتہائی مقام تک پہنچانے کے لئے سلسلہ نبوت ہے۔

اس عنوان کودیکھنے والے قارئین میں ممکن ہے کہ ایسے حضرات بھی ہوں جو یہ نہ جانتے ہوں کہ نورمحمدؐ یانورمحمدیؐ کے اجزا کی یاسب کو سمیٹ کر یہ کہئے کہ محمدؐ کی ضروریات کیاتھیں؟ محمدؐ کی ضروریات میں وہ تمام سامان داخل ہوتا ہے جس سے وہ اللہ کا تعارف کرانے میں کام لے سکیں۔چونکہ مقصدِتخلیق محمدؐ یاتخلیق نورمحمدیؐ یہ تھا کہ وہ حضرتؐ مخلوقات سے اللہ کا تعارف کرائیں۔چنانچہ سلسلہ نبوّت ورسالتؑ وامامتؑ ضروریاتِ محمدصلی اللہ علیہ وآلہ میں سے ایک ضرورت تھی لہٰذا یہ سلسلہ وجود میں لایا گیااوراس کی طرف قرآن میں یہ بنیادی اشارہ فرمایا گیا کہ:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ O فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (3/81-82)

''جب اللہ نے نبیوّں کا (یعنی نبیوں کے لئے) عہدلیا تھااورنبیوّں سے کہا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب اورحکمت میں سے کچھ دے چکوں

پھراس کے بعد تمہارے پاس ایک ایسا رسوؐل آئے جو اس تمام سامان کی تصدیق کرے جو اس وقت تمہارے ساتھ ہو تو تم اور تمہاری امتیں اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا پھر اللہ نے پوچھا کہ کیا تم میری اس ذمہ داری کو قبول کرنے کا اقرار کرتے ہو؟ تمام نبیوںؑ اور امتوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور ہم اس ذمہ داری کو پورا کرتے رہنے کا اقرار کرتے ہیں۔اس پر اللہ نے فرمایا کہ تم سب اپنے عہد پر گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ایک گواہ ہوں لہٰذا جو کوئی اس عہد کے بعد اپنی الگ ولایت قائم کرے گا وہ عہد شکن فاسق ہوگا‘‘۔(آل عمران 82-3/81)

یہ بالکل واضح بیان ہے اس میں تمام انبیا علیہم السلام کو پوری پوری کتاب یعنی الکتاب دینے کی بات نہیں بلکہ الکتاب میں سے ان کی ضرورت کے مطابق دینے کی بات ہے۔اور یہ اس شرط پر ہے کہ وہ اور ان کی امتیں ایک تصدیق کرنے والے رسوؐل پر ایمان لائیں گے اور اس رسوؐل کی نصرت کریں گے۔یعنی ان کی نبوت اور کتاب اُس رسوؐل کے ماتحت ہے وہ بالواسطہ نبیؐ اور اس رسوؐل کی امت ہیں۔یعنی ان کی بعثت ضرورت محمدؐی کے لئے ہے۔وہ آزاد و خود مختار نبیؑ نہیں ہیں۔وہ محمدؐی نبوت و رسالت کی تمہید ہیں اور آنحضرتؐ کی کتاب میں سے تمہیدی تعلیم اپنی اپنی اُمتوں کو دے کر نوع انسان کو اس مقام تک لائیں گے کہ وہ ختم نبوت کے درجے کی تعلیم کے مخاطب بن سکیں۔اور اسلام کی سابقہ تمام تعلیم کو مسلسل کر کے برداشت کر سکیں۔یہ مقصد تمام نبیوّں ہی کو نہیں بلکہ تمام سابقہ امتوں کو بھی معلوم ہونا ضروری تھا۔اس لئے کہ اللہ اور انبیّا تو مقصد کو نہ ڈھیلا کر سکتے تھے نہ مقصد کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔اُمتوں سے تمام انبیّا کا عہد لیا جانا ضروری تھا تاکہ خلاف ورزی کرنے والوں پر اتمام حجت ہو جائے اس لئے اس میثاق کو نبیوّں سے میثاق (من النبیینؑ میثاق) نہیں فرمایا گیا بلکہ نبیوّں کا میثاق (میثاق النبیینؑ) فرمایا گیا ہے ورنہ **فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ** فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔

14(و)۔ختم نبوت کے بعد قیامت تک دور امامت میں تعلیمات نبوت پر بنیاد رکھ کر انسانی قدرت و اختیار میں لامحدود ترقی کا پروگرام جاری رہے گا۔

یہیں پر یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ اتمام و تکمیل نبوت کے بعد کا پروگرام نہایت عملی و عظیم الشان پروگرام تھا جس کو پورا کرنے کے لئے تمام انبیّاء نے وہ ذریت طاہرّہ تیار کرنے میں اپنا علم و تجربہ اور جدو جہد صرف کی تھی۔جس کا ذکر سابقہ عنوانات میں گزر رہا ہے اور جس کو اللہ نے پرویز کے قلم سے یوں لکھوایا ہے کہ:

۔’’اُس عالمگیر انقلاب کی تخم ریزی کیلئے سرزمین عرب کو کیوں منتخب کیا؟ نبوّتوں اور رسالتوں کی تیار کی ہوئی ذریت مقدس میں وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر اُس ذریت کو اس قابل سمجھا گیا کہ اس ابدیت بداماں انقلاب کیلئے اولین و آخرین خمیر و ترقی کا کام دے گا ؟

پرویز نے تو چند ازلی ملاعین کا تذکرہ کیا ہے جن کے نسلی عیوب و ذمائم بھی خود ہی لکھ دیئے ہیں اور جنھوں نے اُس عالمگیر اور ابدیت بداماں انقلاب کی راہ روکنے کے لئے قرآن کو مجبور کر کے اُسے اپنے خود ساختہ اعتقادات، خیالات، رسومات، روایات، قوانین، تفاسیر وغیرہ کی رسیوں سے جکڑ کر اُس کی ساری آزادیاں سلب کر لی تھیں اور اُسے اُتنا ہی چلنے کی اجازت دے دی جاتی تھی جتنی اُن کے خود ساختہ۔’’مذہب و شریعت۔‘‘ کی رسی مناسب سمجھتی تھی یعنی عربوں اور قریش نے قرآن کو اپنے تابع کر لیا خود قرآن کے تابع نہیں رہے تھے۔‘‘(لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754)

بتایئے اور سوچیئے کہ اللہ نے تو ایسی ذریت تیار کرنا تھی جو اِن ملاعین کی تمام کوششوں‘ تمام منصوبوں اور تمام اسکیموں کو خاک میں ملا دے قرآن کو

آزاد اور صحیح صورت میں پبلک کے سامنے پیش کرے اور قرآن کریم کو ان کی قید سے آزاد کرائے اور اپنا کائناتی تسخیر کا پروگرام چلائے۔ اس کا اللہ نے قرآن میں وعدہ بھی کرلیا تھا جب فرمایا تھا کہ:۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيرًاO (فرقان 25/31)

''اور قریش کی طرح کے مجرم اور دشمنان انبیّاء پہلے بھی ہم نے برقرار رکھے ہیں جو اسی طرح کتبہائے خداوندی کو مہجور کرتے رہے ہیں'' (25/30) لیکن تمہارے لئے تمہارا پروردگار وہ راہنمائی کرنے اور وہ نصرت کرنے کے لئے کافی ہے جس سے اُن کا قرآن کو مہجور کرنا بے نتیجہ ہوکر رہ جائے اور قرآنی تعلیمات اپنی انقلاب انگیز صورت میں لوگوں تک پہنچیں اور تم انسانوں کو اُن کی انتہائی ترقی تک لے جاسکو۔''

ظاہر ہے کہ یہ راہنمائی اور نصرت فراہم کرنے کے لئے بھی اُس ذریت کو تیار کرنا تھا جسے ہر نبیؑ کے عہد میں ہوتے رہنے والی تحریف کا علم وتجربہ پہلے سے حاصل ہو اور طریقہ بھی معلوم ہو جس سے کتبہائے خداوندی کو مہجور کئے جاتے رہنے کے باوجود بعثت رسوؑل تک اللہ کی صحیح تعلیمات انسانوں کو پہنچتی چلی جائیں۔ چنانچہ حضوؐر کی تعلیم وتبلیغ شروع ہونے سے پہلے صحیح مذہب یہیں عربوں میں بھی موجود تھا۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ:۔

لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ Oيُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ Oوَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَO (آل عمران 115 تا 3/113)

مودودی ترجمہ پڑھیں اور اولاد ابراہیمؑ بننے والوں پر لعنت کریں۔

''مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ اُن میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں۔ راتوں کو اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور اُس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں، اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں یہ صالح لوگ ہیں۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اُس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔ اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 280۔281)

قریشی علما قرآن میں خیانت نہ کریں تو قریشی علما کیسے کہلا سکتے ہیں۔

اس ترجمے کو پڑھنے والے قارئین کی کثرت اس ترجمے کو صحیح سمجھتی ہے اور سمجھتی رہے گی لیکن اس ترجمہ میں ایک بہت بڑی حقیقت کو نہایت سادگی مگر عیاری سے چھپالیا گیا ہے۔ اللہ نے اہل کتاب میں ایک اُمَّةٌ قَـآئِمَةٌ کا وجود ثابت کیا ہے نہ کہ کچھ لوگوں کا۔ ذرا سوچئے کہ ذریتِ حضرت ابراہیمؑ میں ایک اُمَّةً مُسْـلِـمَةً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے اور بالکل اُسی طرح حضرت اسحاق (اسرائیل) علیہ السلام کے نبیوّں کے بعد ایک امت صحیح دین وراہ راست پر متقین وصالحین کی صورت میں موجود ہے۔ پہلے تو اس پر غور کریں کہ اہل عرب کی مذمت اور بے دینی کے علاوہ قرآن میں عربوں کے لئے اور کچھ ہے ہی نہیں مگر بنی اسرائیل یا اہل کتاب کی مدح وثنا میں ایک پوری اُمت پیش کی گئی پھر یہ سوچئے کہ سارا قرآن اہل کتاب کے اور بنی اسرائیل کے علما کی مذمت اور بے دینی سے بھرا پڑا ہے اور اہل عرب وقریش کی طرح علمائے یہود ونصاریٰ کی کہیں مدح وثنا مذکور نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ بنی اسرائیل یا یہود ونصاریٰ کے علما کے اثر وتبلیغ سے تو اہل کتاب میں ایک آدمی بھی برسرحق اور راہ راست پر نہ رہ سکتا تھا۔ اُن کی یہ پوری امت، یہ صالحین ومتقین کی اُمۃ قائمہ کیسے قائم چلی آرہی ہے؟ وقت آنے پر ہم ریکارڈ سے تفصیل پیش

کریں گے یہاں تو اتنا سمجھ لیجئے کہ اُمَّۃٌ قائِمَۃٌ ' اُمَّۃً مُسلِمَۃً ے چچازاد بھائیوں کی اُمت ہے، اُن ہی کے ماتحت ہے، اُن ہی کی اقتدا اور پیروی کرتی ہے اور ہر زمانے میں نابتی آئمہ علیہم السلام کی تعلیمات سے استفادہ کرتی رہی ہے ورنہ اہل کتاب کے علمانے تو اپنی تمام کتابوں میں بھی تحریف کر کے حقیقی دین کو تبدیل کر رکھا تھا۔ وہاں سے راہنمائی ناممکن تھی لہٰذا قرآن سے ثابت ہے کہ اُمت مسلمہؑ اور ذریتؑ طاہرہ کی وجہ سے حقیقی دین برقرار رہتا چلا آیا تھا۔

اس کے بعد مودودی کے ترجمہ کو پھر دیکھئے۔ اور سارے قرآن میں بھی اُس کے ترجموں کو دیکھئے کہ یہ شخص مانتا ہے کہ لفظ ''کفر'' کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) لیکن اس نے لفظ ''کفر'' اور اُس سے بننے والے تمام الفاظ کے معنی اسلام کے منکر کئے ہیں لیکن اس آیت (3/115) میں لفظ ''یُّکۡفَرُوۡہُ'' کے معنی مجبور ہو کر ''ناقدری'' کئے ہیں۔ اگر یہ شخص کفر اور کفر سے بننے والے الفاظ کے اصلی معنی چھپانا کرتا یا ناقدری کرتا چلا گیا ہوتا تو قریش اور قریشی مسلمان کافر ثابت ہوتے چلے جاتے یا کم از کم اسلام کی ناقدری کرنے والے ثابت ہوتے۔ لیکن کفر کے معنی منکر دین یا منکر اسلام کرنے سے تو کسی کو یہ پتہ نہ چلا کہ قریش یا قریشی مومنین بھی کافر تھے۔ لفظ کافر دیکھتے ہی ایک قاری قریش پر کافر ہونے کا شبہ نہ کر سکا اس لئے کہ وہ تو قریش کو منکر اسلام سمجھتا ہی نہیں لہٰذا متعلقہ شخص یا اشخاص کو قاری قریش میں تلاش نہ کر سکتا تھا۔ اُس کی نظر قریش سے ہٹ کر دوسروں کی تلاش میں لگ جاتی تھی حالانکہ اللہ نے لفظ کفر نوّے فیصد قریش کے لئے استعمال کیا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ امر بالمعروف کے معنی نیکیوں کا حکم دینا نہیں بلکہ عالمی پسندیدہ کاموں کا حکم دینا ہیں۔ اور نہی عن المنکر سے عالمی ناپسندیدہ چیزوں سے منع کرنا ہوتے ہیں اور آخر میں پھر نوٹ کریں کہ اہل کتاب کی اُمَّۃٌ قَـائِمَۃٌ میں سب کے سب لوگ صالح اور متقی تھے اور یہ مقام رسولؐ کے صحابہ کہلانے والوں کو بھی کسی آیت میں نہیں ملا جہاں سارے مسلمانوں کو صالحین ومتقین کہا گیا ہوتا۔

<u>14 (ز)۔ انبیاؑء کو پیدا کرتے رہنے والی جماعتؑ کو حقیقی معنی میں صالحینؑ فرمایا گیا ہے اور اُن میں شمار ہونا نبوّت ورسالت سے بڑا درجہ ہے</u>

قرآن سے یہ ثابت ہو چکا کہ جس سلسلہ انبیاؑء کے اصلاب میں سے نور محمدیؐ گزرتا چلا آیا ہے۔ اُس سلسلے کے باپ دادا، بھائی بند اور اُن کی ذریت پوری کائنات سے زیادہ بزرگی کے حامل تھے (6/87)۔ راہ راست پر صراط مستقیم پر فائز تھے سب کے سب مجتبیٰ تھے مصطفیٰ تھے۔ یعنی نور محمدیؐ کے آس پاس کا کوئی شخص نہ گمراہ تھا، نہ خطا کار، نہ معیار خداوندی سے گرا ہوا تھا۔ ایسے پاکیزہ ماحول کو برقرار رکھا گیا اور وہاں تک لایا گیا جہاں حضرت عبدالمطلب، حضرت ابو طالب اور حضرت عبداللہ علیہم السلام اور اُن کا خانوادہ وجود میں آیا۔ لازم ہے کہ اُن کے اباواجداد بھی اُن کے بھائی بند اور ذریت بھی مجتبیٰ اور مصطفیٰ اور ساری کائنات سے افضل واعلیٰ ہوں۔ صالحین ومتقین خود بھی ہوں اور صالحین ومتقین تیار کرنے والے بھی ہوں اور اسی کا ثبوت تھی اہل کتاب کی اُمَّۃٌ قَـائِمَۃٌ کے صالحین ومتقین۔ بہر حال انبیاؑء کو تیار کرنے والی اور جنم دینے والی ذریت میں شامل ہونا دنیا کا سب سے بڑا اعزاز تھا اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(1) جناب یحییٰؑ <u>کو تمام بزرگیوں وسرداریوں اور نبوت کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ</u>:۔ سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ (3/39)۔

''اے زکریّا اللہ تجھے ایک ایسے بیٹے کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرے گا، سردار اور ضابط النفس اور صالحینؑ میں سے ایک نبیؑ ہوگا۔''

قارئین یہ بات نوٹ کرتے چلیں کہ جس جماعت میں سے نبیؑ یا رسولؐ بنائے جاتے ہیں وہی صالحین کی وہ جماعت ہے جس کو اللہ اور انبیاؑ تیار کرتے اور ترقی دیتے آرہے ہیں اور جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے جنم دینے کے وقت تک لامحدود ترقی دی جانے والی ہے اور جس جماعت کا ہر فرد

نبوت ورسالت کے عہدے اور ذمہ داریوں کے لئے تیار کیا اور تیار رکھا جاتا ہے۔

(2) حضرت مریمؑ کو بشارت دی گئی کہ:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ O وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ O(3/45-46)

۔''اے مریمؑ اللہ تجھے ایک خاص کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح ہوگا جو دنیا وآخرت میں وجیہ ہوگا اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور لوگوں سے گہوارے اور جوانی میں بولے گا اور آخری بات وہی کہ وہ بھی صالحین میں سے ہوگا۔''

سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کہاں سے آئے؟ جواب ہوگا کہ صالحین میں سے آئے۔

(3) انبیاؑ کو امامت کے درجے پر ترقی دی اور صالحین میں شمار کیا۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ O وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ......الخ (75 تا 72 / 21)

۔''ہم نے ابراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ مزید ھبہ کئے اور اُن کو ایسے امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور اُن کو صالحین بنایا۔ پھر حضرت لوطؑ کو محفوظ رکھنے کا ذکر فرما کر اُن کو بھی صالحین میں شمار کیا ہے۔

(4) حضرت ادریسؑ اور ذاالکفلؑ کو بھی صالحین میں شمار کیا تھا۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ O وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ O(86-85/21)

۔''حضرت اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذاالکفلؑ سب کے سب صابرین میں سے تھے اور ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا تھا اور یقیناً وہ بھی صالحین میں سے تھے۔''

(5) حضرت ابراہیمؑ نے بھی صالحین میں سے ایک بیٹا مانگا تھا۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ O فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ O(101-100/37)

۔''اے میرے پروردگار تو مجھے صالحین میں سے ایک فرزند بخش دے۔ تو ہم نے اُسے ایک بردبار بیٹے کی خوش خبری سُنا دی تھی۔''

14(ح)۔صالحینؑ کی اس بھرمار اور نبوت ورسالت کے بعد امامت کا دیا جانا چونکا دینے والی بات تھی مگر قریش سب پی گئے۔

قارئین یہ بھی دیکھیں کہ انبیا ورُسل علیہم السلام کو صالحین کہنے کی یہ بھرمار اور ساتھ ہی انبیاؑ ورسلؑ کو نبوت ورسالت کے بعد امام بنانے کا ذکر یہ سمجھنے پر متوجہ کرتا تھا کہ کیا صالحین اور آئمہ درجہ میں نبیوںؑ اور رسولوں سے زیادہ ہیں؟ اگر نہیں تو لازم آتا ہے کہ انہیں صالح کہنا اور امامؑ قرار دینا اُن کی توہین ہے اور اللہ اُن کی توہین کرنے والوں کو جہنمی ولعنتی کہتا ہے لہٰذا ماننا ہوگا کہ صالحین کہنا اس لئے بڑا درجہ ہے کہ یہ اُس جماعت میں شمولیت یا شمار کا اعزاز ہے جو کہ اللہ کے پروگرام کی تکمیل کے لئے روز ازل سے نامزد تھی اور جسے نور محمدیؐ اور تمام انبیاؑء کے حمل ونقل کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور جس نے انبیاؑ ورُسل علیہم السلام کو جنم دینا اور تیار کرنا تھا۔ رہ گئی امامت تو لفظ امام کے معنی کسی امت کے آگے آگے راہنمائی کرتے ہوئے چلنے والے کے ہیں یا سادہ طور پر آگے والے کو امام کہتے ہیں۔ یعنی جس کے آگے اور کوئی نہ ہو وہ امام ہوتا ہے۔ یہ خود ایک اعزاز ہے کہ اُس کے آگے کسی معاملے میں کوئی نہ ہو۔ نہ علم واطلاع میں نہ قوت وقدرت میں۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ حقیقی امامت جس کو ملتی ہے اُس میں وہ تمام کچھ ہونا چاہیے جو نبوت ورسالت وخُلّت میں ہوتا ہے۔ یعنی یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ کے سوا اور کوئی مقابلے پر نہیں آسکتا جہاں انسان اللہ کے علاوہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

14(ط)۔تمام انبیاؑ ورُسلؑ ایک ہی خانوادے کے افراد اور ایک ہی اُمت کے لوگ ہیں البتہ بعض کو بعض پر ذمہ داری کی بنا پر بزرگی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مصطفیٰ بنانے کا عملی مفہوم یہ ہے کہ اُن کے ساتھ نور محمدیؐ اور اجزائے نور محمدیؐ یعنی مکمل محمدؐ اُن کی تحویل میں دیا گیا تھا۔قرآن میں مذکورہ عالین جو تخلیق وسجدہ آدمؑ کے وقت موجود تھے مگر آدمؑ کو سجدہ کرنا اُن پر واجب نہ تھا،اسی لئے ابلیس سے سوال کیا گیا تھا کہ کیا تو نے خود کو عالین میں شمار کرلیا(اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ) کیا تو نے خود کو آدمؑ سے بڑا سمجھا یا خود کو عالین میں شمار کرلیا ہے(38/75)۔یہ عالین ہی وہ حضرات علیہم السلام تھے جن کے ناموں کو صورتوں سے مطابق کرنے میں حضرت آدمؑ نے کمال کر دکھایا تھا۔یعنی حضرت آدم علیہ السلام تمام محمدؐوں کے حامل تھے اور تمام علیوںؑ میں محصور تھے یعنی اندر سے بھی مصطفیٰ اور باہر سے بھی مجتبیٰ تھے اُن کی داخلی ہدایت بھی محمدؐ کے ذریعہ سے ہوتی تھی اور خارجی راہ نمائی بھی محمدؐ یا علیؑ ہی کے ہاتھ میں تھی اور یہاں سے یہ خانوادہ مادی ترقی کرتا ہوا چلا تھا۔اسی خانوادے کا ذکر یہ کہہ کر کیا ہے کہ:

(1)مصطفاؤں،مرتضاؤں اور مجتباؤں کا خانوادہ۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ Oذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌO(آل عمران 3/33-34)

۔''یقیناً اللہ نے آدمؑ کو مصطفیٰ بنایا نوحؑ کو مصطفیٰ بنایا اور آل ابراہیمؑ کو مصطفیٰ بنایا اور آل عمرانؑ کو مصطفیٰ بنایا اور یہ مصطفائی پوری کائنات پر دی گئی تھی اور آدمؑ اور نوحؑ و ابراہیمؑ و عمرانؑ کی ذریتیں ایک دوسری سے مسلسل ملحق و متصل اور وابستہ رہی ہیں اور اللہ سننے والا علیم ہے۔''

مودودی کا ترجمہ تصدیق کرتا ہے۔

۔''اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر(اپنی رسالت کے لئے)منتخب کیا تھا۔یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 246)

یہاں ہم مودودی کے ترجمہ کی غلطیوں پر نظر ڈال کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے البتہ ایک صحیح بات پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے علما وعوام اور خود پرویز و مودودی کے لئے بھی مفید ہے یعنی ان آیات(3/33۔34)میں آل ابراہیمؑ میں ایرا غیرا نتھو خیرا کو شمار کرنا غلط ہے آل ابراہیم علیہم السلام صرف ان لوگوں کو کہا جاسکتا ہے جو اللہ کے بنائے ہوئے مصطفیٰ اور رسالت کے لئے موزوں ہوں لہٰذا قریش کو یا کسی اور کو آل ابراہیمؑ بنانے والوں کو اللہ کے یہاں اپنا مقام جہنم میں پہلے بنالینا چاہئے۔

14(ی)۔قرآن کی رو سے رسولؐ کی مخاطب اور اسلامی انقلاب کی ذمہ دار قوم اور اللہ اور تمام انبیاؑ کی تیار کردہ قوم و ذریت باندازِ دگر؟؟

قارئین کرام اُس قومؑ و ذریتؑ کو قرآن میں دیکھتے چلے آرہے تھے۔یہاں پہنچ کر ہمیں خیال آیا کہ اس بزرگ ترین قوم کا تذکرہ ہم نے عنوان نمبر 32 میں بھی کیا ہے۔لہٰذا یا تو ہم آپ سے کہتے کہ پلٹ کر اُس عنوان کا مطالعہ فرمائیں یا یہ کہ وہاں سے تمام بیانات یہاں اُٹھالائیں۔لہٰذا آپ کو پیچھے ہٹانے کے بجائے ہم وہ معلومات از سرِ نو یہاں دہراتے ہیں تاکہ امت مسلمہ،ذریت طاہرہ،ملت ابراہیمؑ اور قوم ابراہیمؑ کی منزلت و مقام ٹھیک سے ذہن میں راسخ ہوجائے۔چنانچہ بار بار مذکور ہوتی چلی آنے والی امت مسلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ(2220ق م) سے مسلسل چلی آرہی تھی تاکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق اُس اُمت مسلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ مبعوث ہوں(2/129)اور اُسے اس قابل بنادیں کہ وہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے معیار پر دور نبوت وامامت میں قیامت تک اللہ کے پروگرام کو لے کر چلے۔وہ امت مسلمہ تین

ہزار سال سے حضرات ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور اُن کے جانشین اماموںؑ کی اور تمام سابقہ انبیاؑ کی کتابوں اور قوانین کی حامل ومحافظ اور مبلّغ رہتی چلی آرہی تھی۔ اُسی امت مسلمہ اور اُس کے راہنماؤں کی اقتدا اور پیروی کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن میں بار بار ملتا رہا ہے اور وہی امت مسلمہ تھی جسے قریش پر وکیل بنایا گیا تھا۔ اُسی ملت ابراہیمؑ کو اچانک سامنے لے آنے کی دھمکیاں قریش کو بار بار دی گئی تھیں۔ لہٰذا صبر وغور وفکر سے دوبارہ قرآن کریم کا مطالعہ کیجئے اور مذکورہ بالا مقاصد کو زیر مطالعہ آیات میں تلاش کرتے ہوئے گزر یئے۔ فرمایا گیا کہ:

اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيۡفًا وَلَمۡ يَكُ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ O شَاكِرًا لِّاَنۡعُمِهٖ اجۡتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ O وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ O ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ O (16/120-123)

۔''یقیناً ابراہیمؑ اکیلا ہی ایک ایسی امت تھا جو کہ اللہ کے مقاصد کو انجام دینے کیلئے اپنی تمام قوتوں، قدرتوں اور بصیرتوں کے ساتھ حاضر رہتا تھا اور خود کو سب طرف سے روکے ہوئے تھا اور وہ حکومت الٰہیہ میں کسی غیر خدا کی شرکت جائز سمجھنے والوں میں سے نہ تھا۔ وہ خدا کی عطا کردہ تمام قسم کی نعمتوں پر شکر گزار رہتا تھا۔ اللہ نے اُس میں ہر کام فی الفور کرنے کی قابلیتیں جمع کردی تھیں اور اُسے صراط مستقیم (علیؑ) کی طرف راہنمائی کردی تھی۔ اس دُنیا میں اُس کے لئے تمام اچھائیاں فراہم کئے رکھیں اور آخرت میں اُسے حقیقی صالحینؑ کے ساتھ ضرور رکھا جائے گا۔ پھر اے نبیؐ ہم نے تیری طرف وحی کی کہ تم بالکل یکسوئی کے ساتھ مِلَّةِ اِبۡرَاهِيۡمَ کی قدم بقدم پیروی کرنا اور یہ بھی تمہیں بتایا کہ ابراہیمؑ اللہ کی مرضی کے بغیر حکومت الٰہیہ میں کسی کی شرکت ماننے والوں میں سے نہ تھا۔''

اول۔ پرویز کی لغات القرآن سے تصدیقات مزید وضاحت اور عنوان سے مطابقت۔

ہم مناسب مقام پر پرویز کا مفہوم بھی لکھیں گے لیکن چاہتے ہیں کہ ان آیات (16/120-123) میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی اُن کی لغت سے دکھا دیں۔ چنانچہ اُمَّةً قَانِتاً کے معنی لکھتے ہیں کہ:۔''حضرت ابراہیمؑ کے متعلق ہے کَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِّلّٰهِ (16/120)

۔''وہ ایک فرد نہیں تھا بلکہ اس کی ذات میں پوری کی پوری اُمت سموئی ہوئی تھی ایسی اُمت جو دعوت خداوندی کو لے کر کھڑی ہو اور اپنی تمام قوتوں کو اسی مصرف میں لانے کیلئے روکے ہوئے ہو۔ کامل اطاعت گزار اور فرمان پذیر اُمت'' (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1390 اور صفحہ 1391)

دوم۔ امت مسلمہ کا حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ 2220 ق م سے موجود ہونا۔

پرویز کی اس تصدیق سے اُمَّةً مُسۡلِمَةً (2/128-129) کا وجود تین ہزار سال سے ثابت ہو گیا اور یہ جو فرمایا ہے کہ:''ابراہیمؑ کو دنیا کی تمام اچھائیاں فراہم کردی گئی تھیں'' ظاہر ہے کہ اُمت مسلمہ کو وجود میں لانے کی دعا کا مقبول ہو جانا بھی اُن اچھائیوں میں شامل تھا۔ لہٰذا اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یعنی اُمَّةً قَانِتاً کو اُن ہی کے معیار کے مطابق اُمَّةً مُّسۡلِمَةً بھی فراہم کردی تھی۔

سوم۔ مِلَّةِ ابراهيمؑ کیا تھی اور اس کی اطاعت وپیروی کیوں؟

پہلے پرویز کی تیار کی ہوئی لغات القرآن سے لفظ مِلَّة کے معنی دیکھیں:

''م۔ل۔ل۔'' اَمۡلَلۡتُ الۡكِتَابُ عَلَى الۡكَاتِبِ۔''میں نے کاتب کو کتاب املا کرائی، لکھائی۔'' (Dictate) اس معنی میں یہ مادہ م۔ل۔ل قرآن کریم آیت (2/282) میں آیا ہے۔ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ لفظ مِلَّة کی اصل اسی سے ہے۔ اس صورت میں ملت کے معنی ہوں

گے۔''لکھاہوا قانون''۔طَـرِیـقٍ مَـلِیْلٌ اُس راستے کو کہتے ہیں جس پر بکثرت آمدورفت ہوتی ہو۔اس اعتبار سے ملت کے معنی طریقہ اور راستہ ہوں گے۔ان ہی معنی کو ابواسحاق نے لکھا ہے اور اساس میں بھی اس کی تائید آئی ہے۔یہیں سے ملت کا لفظ نکالا گیا ہے۔جس کے معنی ایسی جگہ کے ہیں جہاں روٹی پکائی جاتی ہے۔کیونکہ اُس جگہ پر آمدورفت کی کثرت سے راستے کے نشان پڑ جاتے ہیں۔''

(لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1559)

ہم چاہتے ہیں کہ لفظ ملّۃ کی بنیاد م ل ل پرویز کی نشاندہی کے مطابق قرآن سے دیکھتے ہی چلیں وہاں آیت (2/282) میں فرمایا گیا ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَـمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَکْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْئًا فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ----------الخ (2/282)

مودودی ترجمہ: ۔''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اُسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اُسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہئے وہ لکھے اور اِملا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہئے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اُس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے۔لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان ہو یا ضعیف ہو، یا اِملا نہ کرا سکتا ہو تو اُس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے۔''

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 219)

قارئین ہم نے پرویز کا مفہوم جلد اول صفحہ 110-111 بھی دیکھ لیا ہے۔چنانچہ مودودی اور پرویز کی تائید کے ساتھ اس آیت (2/282) سے لفظ ملت کے معنی وہ قوم ہو جاتے ہیں جو تمام احکامات وقوانینِ الٰہی کی حامل ہوگی اور پبلک کو احکامات خداوندی اِملا (Dictate) کرائے گی اور لوگ اس کی ہدایات کے مطابق عمل کیا کریں گے۔

چہارم۔مِلَّۃ کے معنی ایک اور معتبر ترین لغت بنام مُعْجَمُ عربی اِنکلیزی الفرایدُ الدُّرّیہ۔

۔''مِلَّۃ جمع مِلَلٌ یعنی ملت کی جمع مِلَلٌ ہے۔ **Religion, Relief, Nation, Rite (Page 731)**

یعنی ملت کی جمع مِلَلُ ہے اور اس کے معنی مذہب' عقیدہ اور قوم و مُلک اور قانون وسُنت ہوتے ہیں۔''

یہاں تک ہمارا عنوان مکمل ہو گیا اور ملّت ابراہیمؑ وہ قوم ثابت ہوگئی جو تمام قوانینِ خداوندی کی حامل ہو یعنی جس کے پاس حضرت آدمؑ سے خاتمؐ تک اللہ کی بھیجی ہوئی تمام کتابیں اور انبیاؑ کے تمام فیصلے اور احکامات و تجربات لکھے ہوئے موجود ہوں اور جو ضرورت پڑنے پر تمام افراد و اقوام عالم کو دین سے متعلق ہر فیصلہ املا کرا سکے اور خود حضرات انبیاؑ ورُسلؑ کی نمائندہ ہو جسے حقیقی معنی میں اُمَّۃً قَـانِتًا ، اُمَّۃً مُسْلِمَۃً کہا جائے جو تمام انبیاؑء ورُسلؑ کا مجسمہ ہو اور جس کی اقتدا اور اتباع خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب ہو۔جسے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتمؐ تک تمام انبیاؑء ورسلؑ مع محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور تمام آئمہ معصومین علیہم السلام تیار کرنے میں مصروف رہے ہوں۔

پنجم۔پرویز نے آیات (123 تا 120/16) سے کیا مفہوم اخذ کیا اور کیا سمجھانا چاہا ہے۔

اُس بزرگ ترین قوم اور اُمَّۃً مُسْلِمَۃً کے متعلق پرویز نے کچھ لکھا ہے یا نہیں؟ سُنئے:

۔’’شکرِ نعمت کی وہ روش جس کا ذکر (16/114) میں آچکا ہے، ابراہیمؑ نے اختیار کی تھی، اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے اُس نے کعبہ کی تعمیر کی تھی (2/124۔126) (37۔35/14) ابراہیمؑ یوں تو ایک فرد تھا لیکن اپنی جامع شخصیت کی بنا پر پوری کی پوری قوم تھا جو قوانین خداوندی کے سامنے جھکی ہو، اور ہر غیرِ خداوندی قوت سے منہ موڑ کر، اپنی تمام توجہات اُسی مقصد عظیم پر مرکوز رکھے (16/120)۔نعمائے خداوندی کی یہی شکر گزاری تھی جس کی بنا پر خدا نے اسے نظام خداوندی کے مرکز کی تاسیس کے لئے منتخب کیا تھا اور اُس کی راہنمائی زندگی کی سیدھی اور توازن بدوش راہ کی تھی۔(16/121) اور اُسے اس دنیا میں بھی ہر طرح کی خوشگواریاں عطا کی تھیں اور آخرت کی زندگی میں بھی اس کا شمار اُن لوگوں میں ہوگا جن کی صلاحیتیں نشو ونما پا چکی ہوں اور جن کے سب کام سنور گئے ہوں۔اَے رسولؐ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تیری طرف یہ وحی کی ہے کہ تم ہر طرف سے صرفِ نظر کر کے خالص مسلک ابراھیمیؑ کا اتباع کرو(2/125)اس لئے کہ جیسا اوپر کہا گیا ہے اُس نے خالص قوانینِ خداوندی کی محکومیت اختیار کی تھی۔اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا تھا۔‘‘(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 624)

پرویز نے ان آیات (16/120 تا 123) کے مفہوم میں اُمَّۃً کو’’قوم‘‘ مان لیا ہے۔لہٰذا ایک قوم کا موجود ہونا تسلیم کرلیا ہے جو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی ذریت علیہم السلام کی صورت میں موجود تھی۔پھر حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی ذریت کی شکل میں موجود رہی اور حضرت اسماعیلؑ کے بعد اُن کی ذریتؑ اور متبعین کی صورت میں موجود رہتی اور آگے بڑھتی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی ولادت سے پہلے ہی سے برسر کار موجود تھی۔اور اُس کی تحویل میں تمام قوانین خداوندی لکھے ہوئے موجود تھے اور وہ صحیح دین خداوندی برقرار رکھتی چلی آرہی تھی۔اور اہل کتاب میں بھی ایک اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ کو ساتھ ساتھ لئے چلی آرہی تھی (3/113 تا 115) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ پر بھی لازم کیا گیا کہ وہ حضرتؐ اُس قوم کی اور اُس کے راہنماؤں کی اور اُن لکھے ہوئے قوانین خداوندی کی اقتدا و اتباع کریں اور یہ اقتدا و اتباع قرآن میں بار بار مذکور ہے (انعام 6/90، نساء 4/125، نحل 16/123، آل عمران 3/95) یہ بھی یاد رکھیں کہ جس کی اقتدا و اتباع ایک نبیؐ، ایک رسولؐ پر واجب ہو وہ خود معصومؑ و افضل ہوگا اور ہم دکھائیں گے کہ جناب ہاشمؑ و عبدالمطلبؑ و ابو طالبؑ و عبداللہؑ معصوم نمائندگانِ ملت ابراہیمؑ تھے۔

ششم۔ملت ابراہیمؑ تمام انبیاؑ اور رسولوں کی نمائندہ تھی تمام سابقہ تعلیمات و کتب کا نچوڑ اور ہر زمانہ کی اقوام پر وکیل تھی۔

قارئین کرام نے یہ دیکھ لیا ہے کہ اللہ اور اُس کے تمام نبیوںؑ اور رسولوں نے مل کر ایک ہر لحہ ترقی کرنے والی ذریت و نسل و قوم و ملت و اُمت تیار کی تھی جو حضرت محمد و علی علیہما السلام کی تخلیق و تیاری اور تائید و نصرت کے لئے سامنے موجود تھی اور جس کی قدامت اور وجود ابھی حضرت ابراہیمؑ کے سامنے ثابت ہو چکا ہے۔اب ہم اس قوم یا ملت یا اُمتِ مسلمہ کا آگے بڑھنا دکھائیں گے اور کوشش کریں گے کہ تفصیل میں نہ اُلجھیں۔جن حضرات کو تفصیل مطلوب ہو یا کسی بیان کی مزید وضاحت درکار ہو وہ ہماری کتاب’’مرکز انسانیت حصہ اول‘‘ ملاحظہ فرمالیں۔

نسل حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تین ہزار سال کا سفر کر کے حضرات محمدؐ و علیؑ کو وجود میں لانا اور نبوت کی تکمیل اور دور امامت کی تمہید بننا۔

1) **حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کا سرسری تعارف۔**جناب سید سلیمان ندوی اپنی کتاب ارض القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

۔’’حضرت اسماعیلؑ کی تیرہ اولادیں تھی 12 بیٹے اور ایک بیٹی۔خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو بشارت دی تھی:

۔’’اور اسماعیلؑ کے حق میں میں نے تیری سُنی، دیکھ میں اُسے برکت دوں گا، اور اُسے آبرومند کروں گا، اور اُس کو بہت بڑھاؤں گا۔اُس سے

بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اُس کو بڑی قوم بناؤں گا۔'' (کتاب تکوین 22/17)

آخر یہ بشارت استجابت کو پہنچی اور اسماعیلؑ کا گھرانہ آباد ہوا۔ بیٹی کا نام توراۃ میں ایک جگہ **یاسمہ** اور دوسری جگہ **مَحلَاۃ** لکھا ہے ۔

یہ صاحبزادی اپنے چچازاد بھائی ادوّم (عیسوؑ) سے بیاہی گئی تھیں۔ ادومؑ اپنے باپ اسحاقؑ سے ناراض ہو کر اپنے چچا اسماعیلؑ کے پاس چلے آئے تھے اور اُن ہی کے ساتھ یہیں بادیہ میں رہتے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے نام یہ تھے۔ نبایوط۔ قیدار۔ ادبائیل۔ مبشام۔ مشماع۔ دوما۔ مشا۔ عدر۔ یطور۔ تیما۔ نفیس۔ قیدماہ۔ یہ بارہ بیٹے حسب بشارتِ ربانی اپنے خاندان کے بارہ رئیس تھے (تکوین 9/28)۔ اور ان میں سب سے بڑے نبایوط اور اُن سے چھوٹے قیدار تھے اور یہی دونوں پچھلی تاریخ میں سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام بھائی، باپ کے زمانہ میں اور ایک عرصہ بعد تک حجاز ہی میں آباد رہے اور چچازاد بھائی کے بیٹوں یعنی فرزندان مدین کے ساتھ مل کر یمن و حجاز سے شام و مصر تک تجارتی قافلوں کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے اور دیگر عرب تاجروں کی طرح خوشبوؤں اور دیگر چیزوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ خوشبودار چیزیں یمن سے حجاز کی راہ سے مصر اور شام کو جاتی تھیں۔ شام اور یمن کے بیچ میں درمیانی منزل شہر مکہ تھا۔'' **(ارض القرآن جلد 2 صفحہ 49۔50)**

2) حضرت عیسوؑ یا ادوم پر اور مدین پر مزید وضاحت:

حضرت اسحاق نبی علیہ السلام کے پہلے دو بچے جوڑواں پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام حضرت عیسوؑ تھا اور دوسرے حضرت یعقوبؑ تھے اور اسی ترتیب سے یہ دونوں بھائی رحم مادر سے باہر آئے تھے۔ اور اسی بنا پر حضرت عیسوؑ کو بڑا بھائی اور معزز تر سمجھا جاتا تھا اور حضرت یعقوبؑ چونکہ درجہ نبوت رکھتے تھے اور پبلک اُن کی حسب درجہ قدر و قیمت نہ لگاتی تھی اس لئے یہ صورت حال حضرت یعقوبؑ کے لئے باعث تکلیف تھی۔ وہ شادی شدہ تھے اور حضرت عیسوؑ نے ابھی شادی نہ کی تھی اور انھیں نبوت کی بات بھی معلوم نہ تھی۔ لہٰذا حسب قاعدہ وہ خود کو زیادہ عزت و وقار کا حقدار سمجھتے تھے اور یہ حق حاصل تھا کہ وہ بڑے بھائی ہونے کی وجہ سے اپنی عزت و وقار منوائیں۔ ساتھ ہی وہ صحیح معنی میں آزاد منش شخص تھے اور شکار کے بڑے شوقین تھے۔ روزانہ شکاری کپڑے پہنتے، گھوڑے پر سوار ہوتے اور شکار کو نکل جاتے۔ ایک روز شکار سے تھک تھکا کر واپس آئے، شدید بھوک لگی ہوئی تھی۔ گھر میں مصری کی دال پکی تھی، جس کا آپ کو بہت شوق تھا۔ یہ کہتے ہوئے کپڑے بدلنے چلے گئے کہ بھابی میرے لئے دال اور روٹی نکالو مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ بھابی نے کھانا اُتار دیا۔ جب حضرت عیسوؑ آئے تو حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ بھائی یہ وعدہ کرو کہ آج سے تم مجھے بزرگ بھائی مانو گے۔ وہ مذاق کرتے ہوئے کھانا کھانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عیسوؑ نے مصری کی دال کے شوق میں اپنی بزرگی یعقوبؑ کو دے دی ہے۔ یہ پروپیگنڈا سُن کر آپ حضرت یعقوبؑ سے خفا ہو کر اپنے چچا حضرت اسماعیلؑ کے یہاں چلے آئے تھے۔ اُن کی اولاد ہی وہ صحیح اہل کتاب اور **اُمَّۃٌ قَـآئِـمَۃٌ** کہلائی ہے جس کی مدح و ثنا قرآن میں آپ کی نظر سے گزری ہے (115 تا 3/113)۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی یہ اولاد نسل در نسل اسماعیلی شاخ کے ساتھ ساتھ رہے۔

یہود و نصاریٰ جن کی مذمت قرآن میں آئی ہے وہ قریش ہی کی طرح عرب کے قحطانی قبائل کے لوگ تھے جنھوں نے مختلف اسباب کی بنا پر یہودی اور عیسائی مذہب اختیار کر لئے تھے اسی وجہ سے قرآن میں انہیں **یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ ھَادُوۡا** کہا گیا ہے یعنی ''اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو۔'' یعنی حقیقتاً یہودی ہو نہیں۔ بالکل اسی طرح قریشی لوگ مسلمان اور مومن بن گئے تھے۔ یہ سب بناوٹی مصنوعی لوگ تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ پہلے پیدا ہونے والا بچہ عمر میں چھوٹا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ نطفے کی بعد والی بوند سے بنتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ حضرت سارہؑ جن سے حضرت اسحاقؑ تھے، حضرت ہاجرہؑ جن سے حضرت اسماعیلؑ تھے حضرت قطورہؑ جن سے حضرت مدیانؑ تھے۔ یہ سب حضرات ملک عرب کی اقوام سے نہ تھے اور نہ انہیں ملک عرب اور اقوام عرب سے کوئی دلچسپی تھی۔ یہ سب تمدن وتہذیب کے گہواروں میں پلنے اور بڑھنے والے لوگ تھے۔

جناب السید سلیمان ندوی صاحب مرحوم نے کتاب ارض القرآن میں بڑی محنت وتحقیق کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے حالات عموماً اور حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد کے حالات خصوصاً لکھے ہیں اور تورات سے سند لائے ہیں۔ ساتھ ہی عرب کے اُن بھانڈوں (نسّابوں) مورخین ومحدثین پر سخت تنقید کی ہے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرے کو مشکوک کیا اس میں ردوبدل کی ہے۔ اور بڑی وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ حضورؐ حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور مدینہ کے انصار بھی اسی خاندان سے تھے۔ تواریخ میں حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سب سے پہلا بادشاہ جناب نابت علیہ السلام کو مانا گیا ہے۔ اور یہیں سے قرآن کی رو سے آل ابراہیم علیہم اسلام کی مملکت عظیمہ کی ابتدا ہوتی ہے (4/154) اور تین ہزار سال کا مادی سفر کر کے 17 ہجری تک موجود ملتی ہے اور آخری فرمانروا بجلّہ کے نام سے مشہور ومعلوم ہے۔

3) نبایوت یا نابت یا نبط یا اصحاب الحجر۔

یہ عنوان علامہ نے خود قائم کیا ہے اور اس کے ماتحت جو کچھ لکھا ہے وہ ہم آپ کو دکھائیں گے۔ یہاں پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ نبطی قوم کی حکومت اندرون وبیرون عرب سب جگہ تھی اور اُن کے صدر مقامات بھی سارے عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک صدر مقام یا دارالخلافہ وادی القریٰ کے اندر حجر میں بھی تھا اور اسی بنا پر نبطیوں کو حجر والے یا اصحاب الحجر بھی کہا جاتا تھا مگر وہ، وہ اصحاب الحجر نہ تھے جن کا ذکر سورۃ الحجر آیات (84 تا 15/80) میں آیا ہے۔ وہ قوم ثمود تھی جن کی ان آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ پہلے آپ پلٹ کر یہ عنوان تلاش کریں۔

۔''جھوٹوں کو گھر تک پہنچا کر چھوڑیے۔''

اس عنوان کے پاس عنوان نمبر 6/6 ہے۔ وہاں آپ پرویز کے قلم سے ایک بیان دیکھیں گے جس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ایک زمانے میں قوم ثمود نے نبطیوں کے اس صدر مقام۔ الحجر۔ پر قبضہ کرلیا اور یہاں انہوں نے اپنا دارالحکومت بنالیا تھا۔ لہٰذا قرآن کریم نے قوم ثمود کو اُس علاقہ کے اصحاب الحجر قرار دیا ہے (معارف القرآن جلد 3 صفحہ 468-469)۔

نبطیوں کا اصحاب الحجر نہ ہونا خود قرآن سے ثابت ہے۔

قرآن میں فرمایا گیا کہ:

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ Oوَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ Oوَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ Oفَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ Oفَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ O(15/80-84)

۔''حجر کے لوگ بھی رسولوںؑ کی تکذیب کر چکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات اُن کے پاس بھیجیں، اپنی نشانیاں اُن کو دکھائیں مگر وہ سب کو نظر انداز ہی کرتے رہے۔ وہ پہاڑ تراش تراش کر مکان بناتے تھے اور اپنی جگہ بالکل بے خوف اور مطمئن تھے۔ آخر کار ایک زبردست دھماکے نے اُن کو صبح ہوتے ہی آلیا اور اُن کی کمائی اُن کے کچھ کام نہ آئی۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 515-516)

مودودی کی تشریح: حجر کواُس زمانہ میں قوم ثمود کا مرکزی شہر لکھا ہے۔

''45۔ یہ قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا اس کے کھنڈرات مدینہ کے شمال مغرب میں موجودہ شہر اَلْعُلا سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام شاہراہِ عام پر ملتا ہے اور قافلے اس وادی سے ہو کر گزرتے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کوئی یہاں قیام نہیں کرتا۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ حج کو جاتے ہوئے یہاں پہنچا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو اُنہوں نے چٹانوں کو تراش تراش کر اُن کے اندر بنائی تھیں۔ اُن کے نقش ونگار اُس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں۔ اُن مکانات میں اب بھی سڑی گلی انسانی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 516،515)

قارئین نے آیات میں دیکھا کہ جن لوگوں کو اصحاب الحجر کہہ کر اُن کی مذمت کی گئی ہے وہ ایسی قوم کے لوگ تھے جن کے پاس برابر رسوؑل آتے اور جھٹلائے جاتے رہے۔ جنہیں آیات خداوندی بھی ملتی رہیں لیکن جب سے نبطی حکومت نے حجر کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا اُن کے پاس نہ کوئی رسوؑل آیا تھا نہ آیات لایا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو سلسلہ انبیاؑء ورسلؑ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں جاری ہوا تھا، اُس سلسلے کا کوئی نبیؑ نہ اس علاقے میں آیا تھا نہ اس سلسلے کے انبیاؑ چل پھر کر تبلیغ کرتے تھے۔ یہ مرسلین کا آنا یقین کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے کی بات ہے غالباً قوم عادِ اُولیٰ یا ثمودِ اُولیٰ کی بات ہے۔ بہر حال آپ علامہ کے عنوان نمبر 3 کے ماتحت اُن کا بیان سُنیے:

۔''نبایوط کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں۔ عربوں کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیلؑ کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابتؑ کے حصّے میں آئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبایوطؑ نے حجاز ہی میں قیام کیا لیکن بعض حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزندان نبایوط عراق میں موجود تھے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ بدویانہ زندگی کے ساتھ وہ حجاز سے عراق تک خانہ بدوشانہ پھیلے ہوئے ہوں گے۔ تحریری حیثیت سے نبایوط کا نام ساتویں صدی قبل مسیح میں نظر آتا ہے۔ یسعیاہ نبیؑ پیشنگوئی کرتے ہیں کہ۔''نبایوط کی بھیڑیں نذر لی جائیں گی'' (فصل نمبر 60 ساتویں آیت) اشور بانیپال اسیریا کا بادشاہ جس کا زمانہ بھی تقریباً تقریباً یہی ہے، اپنے مفتوحین کی فہرست میں نباطی قوم کا نام لیتا ہے۔ یوسیفوس یہودی، جو پہلی صدی مسیحی میں تھا لکھتا ہے کہ:

۔''ملک بحراحمر (حجاز) سے نہر فرات (عراق) تک اسماعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے قبضے میں ہے۔ جن کے سبب سے اُس کا نام نباطینہ پڑ گیا ہے۔ (حوالہ آتا ہے) اُسی زمانے میں جب رومی شام پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، تو نبطی عربوں سے اُن کی مڈبھیڑ ہوتی ہے اور شام وعرب کے حدود پر اُن کی ایک عظیم الشان حکومت نظر آتی ہے۔ اہل عرب بھی ان نبطیوں سے واقف تھے اسی لفظ نبط کی جمع عربی میں انباط ہے۔''

(ایضاً جلد 2 صفحہ 56)

قارئین ہم یہاں اولاد اسماعیلؑ یعنی نبطیوں کا اور اُن کی حکومتوں اور قوانین ونظام کا تذکرہ یہ کہہ کر بند کرتے ہیں کہ زیادہ تفاصیل کے لئے آپ کتاب ارض القرآن کا مطالعہ کریں، ہماری کتاب مرکز انسانیت دیکھیں اور رومی ویونانی تواریخ سے استفادہ فرمائیں۔

اللہ کی ملعون، قرآن میں مذکور، پرویز کی معبود، رسوؑل کی دشمن، قرآن کو جھٹلانے اور مہجور کرنے والی قوم قریش پر پرویز کے لئے ایک نظر؟؟

ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ پرویز کی ممدوح قوم سے قارئین کا ذرا تفصیلی تعارف کرائیں گے۔ چنانچہ یہاں ہم صرف قریش کو تعارف کی حد

تک سامنے رکھیں گے اور اس پہلو کو اختصار کی غرض سے نظر انداز کر دیں گے کہ عرب میں انسان کیسے پہنچے؟ اس سلسلے کی تفصیلات ہماری دوسری تصنیفات میں ملیں گی۔ مگر یہاں یہ بتا کر قارئین کو چونکا کر دیں گے کہ اس ریگ زار اعظم کے چاروں طرف جو اقوام آباد تھیں وہ اپنے سنگین مجرموں کو بڑے اہتمام سے اس ریگستان میں پہنچا دیا کرتی تھیں۔ ایک مجرم یا چند مجرموں کے لئے ایک مسلح سپاہیوں کا دستہ تیار کیا جاتا تھا اور اونٹوں پر مناسب مقدار میں کھانا پانی اور چارہ لے کر یہ دستہ چلتا تھا اور اتنی دور ریگستان کے اندر جا کر اُن مجرموں کو چھوڑ دیتا تھا کہ جہاں سے اگر مجرم واپس آنا چاہیں تو بھوک اور پیاس سے مر جائیں۔ لہٰذا یہ مجرم اندرون ریگستان مرنے کے لئے ادھر اُدھر جاتے تھے اور پانی کی تلاش کرتے تھے۔ کامیاب ہو جانے والے زندہ رہ کر زندہ رہنے کی مختلف جدّ و جہد کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ ملک عرب بننے یا کہلانے والے علاقے کی آبادی سنگین و بے رحم مجرموں اور بدمعاشوں سے شروع ہوئی تھی۔ نہ معلوم کتنی صدیوں کے بعد لفظ عربہ و عرب ظہور میں آئے؟ ارض القرآن اور دیگر متعلقہ کتابیں بتائیں گی۔ ہم تو براہ راست سورۂ قریش پڑھتے ہیں۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ Oاِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ Oفَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ Oالَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍO (قریش 4 تا 1/106)

۔''اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے۔ قریش کو آپس میں نتھی کرنے کے بدلے میں، اور انہیں گرمی و سردی کے کوچ سے نتھی کرنے کے بدلے میں، قریش کو چاہیے کہ وہ اِس گھر (کعبہ) کے پروردگار کی عبادت کیا کریں، جس نے اُنہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا ہے اور قتل و غارت اور لوٹے جانے کے خوف سے بچا کر امن دیا ہے۔''

یہ ہمارا ترجمہ تھا اور اس سورت کا ہم سے بہتر اور لفظوں کے مطابق ترجمہ کسی نے نہیں کیا ہے۔ ہر مترجم یا مفسر پر یا تو قریش کی عقیدت سوار رہی یا ہے یا عربی لغت سے ناواقفیت آڑے آئی ہے۔

(1) <u>لغت دیکھئے:</u>

ل ف ف (مادّہ) اَلـلَّفُ۔ لپیٹنا (نَشَـرٌ کی ضد ہے) لَفُّ الشَّـیءَ بِـالشَّـیْءِ ۔ اُس نے اُس چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا دیا۔ اَللِّفُّ۔ جماعت گروہ۔ مجتمع لوگ۔ اَللَّفِیفُ۔ ملے جلے اکٹھے لوگ۔ مختلف قبائل کے ایک جگہ جمع ہونے والے لوگ۔ اَللِّفَا فَةُ ۔ پٹّی وغیرہ جو لپیٹی جائے۔

اَ لْاَلْـفَـافُ۔ گتھے ہوئے درخت ۔ جَـنّٰـتٍ اَلْفَـافًا گھنے، گنجان بکثرت درختوں والے باغیچے (16/78)۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ جِـئْـنَـا بِـكُـمْ لَـفِیْفًا (17/104)۔ ہم تمھیں چاروں طرف سے اکٹھا کر کے لائیں گے۔ اِلتَفَّ ایک چیز کا دوسری چیز سے لپٹ جانا۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (75/29) شدّت پر شدّت جمع ہوتی گئی۔ مشکلات اکٹھی ہوتی چلی گئیں۔ ساق پنڈلی کو بھی کہتے ہیں۔''

(لغات القرآن پرویز جلد 4 صفحہ 1495)

نوٹ:۔ اُردو زبان میں لفظ'' اُلـفَـت '' کے جو معنی کئے جاتے ہیں وہ عربی زبان میں الفت کے معنی نہیں ہیں۔ تالیف کے معنی قریب لانے جوڑنے کے ہیں۔ مُـؤَلّـفَـةُ الْـقلوب ۔ جن کے دلوں کو جوڑنے، ملانے اور قریب لانے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ عمر بن الخطاب نے اس کے معنی کئے تھے ''وہ لوگ جن سے دب کر رعائتیں دی جائیں۔''

(2) مودودی کا ترجمہ اور ترجمہ کی بار بار مرمت ملاحظہ ہو۔

''چونکہ قریش۔1۔مَـا نُوس ہوئے (یعنی) ۔2۔جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس ۔3۔لہٰذا اُن کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔4۔جس نے اُنہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا۔5۔اور خوف سے بچا کر اَمن عطا کیا۔

مودودی کی پانچ عدد مرمتی تشریحات پڑھنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ۔مَـا نُوس اور اُنس اور انسان عربی زبان کے الفاظ ہیں جو اس سورہ میں نہیں ہیں۔اب تشریح ملاحظہ ہو:۔

1 ''اصل الفاظ ہیں لِاِیْـلٰفِ قُـرَیْـشٍ ۔ اِیلَاف اَلْف سے ہے جس کے معنی خوگر ہونے، مانوس ہونے، پھٹنے کے بعد مل جانے اور کسی چیز کی عادت اختیار کرنے کے ہیں اُردو زبان میں الفت اور مالوف کے الفاظ بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔اِیـلاف سے پہلے لام آیا ہے۔اسکے متعلق عربی زبان کے بعض ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ عربی محاورے کے مطابق تعجب کے معنی میں ہے۔مثلاً عرب کہتے ہیں کہ لِـزَیْدٍ وَّمَاصَنَعْنَا بِهٖ یعنی ذرا اس زید کو دیکھو کہ ہم نے اُس کے ساتھ کیسا نیک سلوک کیا اور اُس نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ پس لِاِیـلٰفِ قُرَیْشٍ کا مطلب یہ ہوا کہ ''قریش کا رویہ بڑا ہی قابل تعجب ہے کہ اللہ ہی کے فضل کی بدولت وہ منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے اور اُن تجارتی سفروں کے خوگر ہو گئے جو اُن کی خوشحالی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں اور وہ اللہ کی بندگی ہی سے روگردانی کر رہے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 477)

دوسری مودودی تشریح: 2 ''گرمی اور جاڑے کے سفروں سے مراد یہ ہے کہ گرمی کے زمانے میں قریش کے تجارتی سفر شام و فلسطین کی طرف ہوتے تھے۔کیونکہ وہ ٹھنڈے علاقے ہیں۔اور جاڑے کے زمانے میں وہ جنوب کی طرف جاتے تھے کیونکہ وہ گرم علاقے ہیں۔''(ایضاً صفحہ 477)

تیسری تشریح: 3 ''اس گھر سے مراد خانۂ کعبہ ہے اور اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قریش کو یہ نعمت اسی گھر کی بدولت ملی ہے اس گھر کی پناہ میں آنے سے پہلے جب وہ عرب میں منتشر تھے تو اُن کی کوئی حیثیت نہ تھی۔عرب کے عام قبائل کی طرح وہ بھی ایک نسل کے بکھرے ہوئے گروہ تھے۔جب وہ مکہ میں اس گھر کے گرد جمع ہوئے اور اس کی خدمت انجام دینے لگے تو سارے عرب میں محترم ہو گئے۔اور ہر طرف اُن کے تجارتی قافلے بے خوف وخطر آنے جانے لگے۔پس جو کچھ بھی نصیب ہوا، اس گھر کے رب کی بدولت نصیب ہوا۔اس لئے اُسی کی اُن کو عبادت کرنی چاہیے۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 478)

چوتھی تشریح: ''4۔یہ اشارہ ہے اس طرف کہ مکہ میں آنے سے پہلے جب قریش عرب میں منتشر تھے تو بھوکوں مر رہے تھے۔یہاں آنے کے بعد اُن کے لئے رزق کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ ۔۔۔''(ایضاً صفحہ 478)

پانچویں تشریح: 5۔''یعنی جس خوف سے عرب کی سرزمین میں کوئی محفوظ نہیں ہے۔عرب کا حال اس دور میں یہ تھا کہ پورے ملک میں کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کے باشندے راتوں کو چین سے سو سکتے ہوں۔کیونکہ ہر وقت اُن کو یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ نہ معلوم کب کوئی غارت گر گروہ اچانک اُس پر چھاپہ مار دے۔کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اپنے قبیلے کی حدود سے باہر قدم رکھنے کی ہمت کر سکے۔کیونکہ اکّا دُکّا آدمی کا زندہ بچ کر واپس آجانا یا گرفتار ہو کر غلام بن جانے سے محفوظ رہنا گویا امر محال تھا۔کوئی قافلہ ایسا نہ تھا جو اطمینان سے سفر کر سکے، کیونکہ راستے میں جگہ جگہ اُس پر ڈاکے پڑنے کا خطرہ تھا اور راستے بھر کے بااثر قبائلی سرداروں کو رشوتیں دے کر تجارتی قافلے بخیریت گزر سکتے تھے۔لیکن قریش مکہ میں بالکل محفوظ تھے۔اُنہیں کسی دشمن کے حملے کا خطرہ نہ تھا۔اُن کے چھوٹے اور بڑے ہر طرح کے قافلے ملک کے ہر حصے میں آتے جاتے تھے۔کوئی یہ معلوم

ہوجانے کے بعد کہ قافلہ حرم کے خادموں کا ہے، اُنہیں چھیڑنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ حد یہ ہے کہ اکیلا قریشی بھی اگر کہیں سے گزر رہا ہو اور کوئی اُس سے تعرض کرے تو صرف لفظ ''حَرَمِی'' یا اَنَا مِنْ حَرَمِ اللّٰہ کہہ دینا کافی ہوجاتا تھا۔ یہ سُنتے ہی اُٹھے ہوئے ہاتھ رُک جاتے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 478)

یہ تھا مودودی کے پاس اس سُورہ کے متعلق سامان اور اس سامان میں بھی مودودی کی تمام ترکیبوں کے باوجود جو کچھ فیصلہ ہوا وہ یہ ہے کہ قریش ایک نہایت ناشکری، احسان فراموش قوم تھی اور اللہ کی عبادت نہ کرتی تھی۔ علاوہ ازیں مودودی نے بھی ناشکری، احسان فراموشی اور محسن کشی سے کام لیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ کعبہ کا رب خود آکر قریش کو محفوظ کیا کرتا تھا۔ لوٹ مار و غارتگری سے خود بذاتہٖ بچایا کرتا تھا۔ یعنی مودودی نے اللہ کے اُس تہہ در تہہ انتظام کی ذرہ برابر جھلک نہ آنے دی جو درحقیقت قریش کے رزق کا اور بے خوفی کا انتظام کرتا تھا۔ رہ گیا خود کو اہلِ حرم یا حرم کے خدمت گار کہنے کا اثر اور اُٹھے ہوئے ہاتھوں کا رُک جانا، بکواس سے زیادہ کچھ نہیں اس لئے کہ کعبہ اور ربِّ کعبہ سے حقیقتاً کوئی نہ ڈرتا تھا۔ اور عین حج کے زمانے میں خود مکہ کے اندر لوٹ مار قتل و غارت کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ البتہ جن سے سارا عرب ڈرتا تھا اور جن کا احترام ساری دُنیا میں واجب تھا اُن کا تذکرہ مودودی کیوں کریں گے؟ یہ ہمارا کام ہے۔

(3) قریش نے اور اُن کی حکومتوں نے پانچ سو سال تک اپنی لفظی، معنوی اور نسلی مرمت کی مگر باطل باطل ہی رہا۔

ہم نے قریش کی قرآنی پوزیشن سورہ زخرف کی آیات (44 تا 41/43) کی تشریحات میں واضح کی ہے۔ (دیکھو احسن التعبیر) یہاں تو یہ سورہ (106) نام لے کر قریش پر اللہ کے احسانات اور قریش کی ناشکری بیان کر رہی ہے اور مودودی اینڈ کمپنی نے بھی اُس ناشکری کو نظری حیثیت دے کر چھپا دیا ہے اس لئے ہم پر لازم ہوگیا کہ قریش کی ناشکریوں کی پوری تصویر کشی کے لئے قریش کے متعلق چند بنیادی باتوں کا ذکر کر دیا جائے۔ چنانچہ پہلے یہ سُن لیں کہ یہ لفظ ''قریش'' اور قریش کے نام کی قوم نے آج جو تصور لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ کیا ہوا ہے۔ وہ اُن کی پانچ سو سالہ حکومتوں کی کوششوں کا اور پانی کی طرح دولت بہانے کا نتیجہ ہے ورنہ یہ لفظ ''قریش'' ایک خود ساختہ گھڑنت ہے اور اس نام سے مشہور قوم بھی چُوں چُوں کا مربہ ہے۔ اس لئے کہ جب جناب قصّیؑ بن کلاب نے بنی خزاعہ کو بزورِ شمشیر شکست دے کر کعبہ اور مکہ سے اُن کا غاصبانہ قبضہ ختم کیا تو اُن کے چلے جانے کے بعد مکہ میں مکانات خالی رہ گئے۔ اُنہیں آباد کرنے کے لئے حضرت قصّیؑ نے اُن مختلف النسل خانہ بدوش قبائل میں دورہ کیا اور بتایا کہ جو لوگ مکہ میں آباد ہو جائیں گے اُنہیں ہر مدد دی جائے گی۔ چنانچہ اُن قبائل میں سے مختلف لوگ اُٹھ اُٹھ کر مکہ میں آباد ہونے لگے جو مکہ کے چاروں طرف نزدیک و دور خیمہ زن تھے۔ پھر اُن لوگوں کو مختلف قابلیتوں کے گروہوں میں ترتیب دیا، اُن میں یک جہتی پیدا کی، انہیں روزمرہ کی ضروریات فراہم کیں اور انہیں تجارت کے لئے تیار کیا۔ قافلوں کی صورت میں پہلے قرب و جوار میں لے کر جاتے۔ رفتہ رفتہ دور دراز کے سفروں کا پروگرام بنایا۔ ہر فرد کی ڈیوٹی متعین کی۔ کھانا پکانا و کھلانا، پہرہ دینا، خرید و فروخت کرنا اور مختلف اموال کو اسٹور کرنا اور بروقت نکال کر دینا، خرید و فروخت کا بقایا حساب رکھنا۔ اس مقام تک لانے کے لئے عملی تربیت بھی ضروری تھی اور جب تک وہ لوگ تجارت سے کمانے کے قابل نہ ہوجائیں اُن کے لئے غلّہ اور تمام اشیاء کی فراہمی لازم تھی۔ یہ سب کچھ قریشی اور عالمی تاریخ کے مطابق جناب قصّی علیہ السلام نے کیا اور اُن کے فعل کو اللہ نے اپنے افعال قرار دیا۔ کہنے کو دو جملے ہیں آپس میں نتھی کرنا اور تجارتی سفروں سے نتھی کرنا۔ لیکن عمل کی دنیا میں یہ نہایت دقت طلب اور دیر طلب کام تھے۔ جنگلوں اور بیابانوں سے آزادی کے خوگر بدوؤں کو شہری پابند زندگی میں داخل کرنا۔ انہیں مختلف النسل و مختلف القبائل

ہوتے ہوئے میل جول سے رکھنا، تہذیب وتمدن کے نقد فائدے دکھانا اور رفتہ رفتہ مالا مال ہوجانے اور ساری دُنیا کی سیر کرنے کی راہ پر ڈال دینا۔ یہ سب کچھ کعبہ کا رب کرتا نہ پھرتا تھا یہ حضرت قصّیٰ علیہ السلام کی دن رات کی محنت کا نتیجہ تھا۔ خدا نے اُسے پسند کیا اور اُن کے افعال ومحنت ومقاصد کو اپنی ذات سے منسوب کیا۔ چنانچہ قبائل کی اس کھچڑی کا نام قریش رکھا گیا اور مورخین نے جناب قصّیٰؑ کو مَـجـمَـعُ کا خطاب دیا۔ یعنی جمع کرنے والا۔ لہٰذا قریش وہ قبیلہ ہے جس میں کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا جسے بھان متی کی طرح جناب قصّیٰؑ نے ایک قبیلہ کی صورت میں جوڑا تھا۔ اس جوڑنے اور آپس میں نتھی کرنے کو اللہ نے ''اِیۡلَاف'' فرمایا ہے۔ اور بھان متی کے اس کنبے کو روزی فراہم کرنا اور بے خوف وخطر تنہا تنہا یا قافلوں کی صورت میں عرب وعجم میں بے غل وغش چلنا پھرنا سونا جاگنا۔ حضرت قصّیٰؑ کا انتظام تھا جسے اللہ نے اپنے احسان کی صورت میں جتلایا اور عبادت کی اپیل ودلیل بنایا۔ جس طرح بعد میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے افعال وجدوجہد کو اپنی ذات سے منسوب کیا تھا اور خود رسولؐ پر احسان جتایا کہ ہم نے تمھیں جائے پناہ دی اور ہم نے تمھیں غنی کردیا اور ہم نے تمھاری راہنمائی کی۔ (سورہ ضحیٰ) (دیکھو کتاب مرکز انسانیت)

(4) <u>وہ اسناد اور اقتباسات جو ہمارے بیانات کی تصدیق وتائید کرتے ہیں:</u>

(الف) <u>قریشی قوم یا قبیلہ یا خاندان کی بنیاد کب پڑی؟</u> علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ۔ ''قریش دنیا کی تاریخ میں کب ظاہر ہوئے؟ اور اس خاص خاندان کی کب بِنا پڑی؟ تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔'' (کتاب ارض القرآن جلد 2 صفحہ 101)

(ب) <u>حضرت قصّیٰؑ وہاشمؑ نے کیا کیا احسانات وانتظامات کئے:</u> سید صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ۔ ''یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تجارت اور سوداگری عرب کا قدیم پیشہ ہے۔ لیکن چونکہ اسلام سے سو، سوا سو برس پہلے یمن اور شام کے ممالک میں سیاسی انقلابات پے در پے ہورہے تھے اس لئے قریش کے خاندان میں جب قصّیٰ وہاشم پیدا ہوئے تو اُنھوں نے قریش کے کاروان تجارت کو منظّم کیا، اہل حبش یمن پر قابض ہوگئے تھے۔ شام بہت پہلے سے رومیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہاشمؑ نے نجاشی اور قیصر (بادشاہوں) سے فرمان حاصل کئے کہ قریش کو اُن ملکوں میں بے روک ٹوک آمدورفت کی اجازت رہے۔ سال میں دو فصلیں مقرر کیں (رِحلة الشتاء و الصيف) جاڑا اور گرمی۔ جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام بلکہ ایشیائے کوچک تک قریشی سوداگر جاتے تھے۔'' (ایضًا، ارض القرآن جلد2 صفحہ 124)

(ج) <u>علامہ سلیمان بلاشبہ ایک محقق ہیں مگر بلاشبہ قریشی مذہب کے پیرو وعقیدت مند بھی ہیں۔</u>

یہ نوٹ کرنا چاہیے کہ علامہ ایک بے نظیر محقق ہوتے ہوئے بھی قریشی قوم سے عقیدت رکھتے ہیں اور جہاں موقع ہوتا ہے الفاظ سے اُن کی مدد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مانتے ہیں کہ قریش کی ابتدا تاریخوں سے نہیں ملتی پھر بھی وہ حضرات قصّی وہاشم علیہما السلام کو قریش میں پیدا ہونے والا لکھ گئے ہیں اور پھر بادشاہ حبش اور شہنشاہ قیصر روم کے سلسلے میں لکھ دیا کہ ''قریشی سوداگر'' بے روک ٹوک آئیں جائیں۔ یہ الفاظ قریشی قوم و قریشی سوداگروں کے وجود وتسلسل میں مددگار بنتے ہیں۔ حالانکہ قومی حیثیت سے قریش موجود ہی نہ تھے اور ہم یہی دکھانے کے لئے یہ اقتباسات لکھ رہے ہیں۔ بہرحال ثابت ہوا کہ قصّی وہاشم علیہما السلام کے اثر ورسوخ سے قریشی تاجروں کو پروانۂ آزادی ملا تھا۔

(د) <u>قریش کون تھا علامہ شبلی نعمانی سے سُنیے:</u> ''جس شخص نے اس خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا وہ نضر بن کنانہ تھا۔ بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہر کو ملا۔'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 163)

(ہ) <u>یہ بات ہی مشکوک ہے کہ قریش کون تھا اور کب سے تھا؟:</u> دیکھا کہ یہ بھان متی کا کنبہ بعد میں گھڑا گیا اور مشہور کیا گیا ہے۔ وہی شبلی صاحب یہ

بھی لکھتے ہیں کہ۔

''چنانچہ عقدالفرید میں تصریح کی گئی ہے کہ قصیؒ نے اس قدر شہرت اور اعتبار حاصل کیا کہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قریش کا لقب اول اُنہی کو ملا۔ چنانچہ علامہ **ابن عبد ربہ** نے عقدالفرید میں لکھا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے آس پاس بسایا اس لئے اُن کو قریش کہتے ہیں کیونکہ تقریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ اِسی بنا پر اُن کو مجمع بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ:۔

قصی اَبُو کُمْ مَنْ یُّسَمَّی مَجْمَعاً بِہٖ جَمَعَ اللّٰہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فَھَر (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 164۔165)

یہ شعر بھی فراڈ اور بعد کی بات ہے۔ یہ بعد کی ایجادات ہیں قصی نے نہ کسی ایک خاندان کو مکہ میں جمع کیا تھا نہ فہر کے قبائل کو اکٹھا کیا' نہ کوئی ایک خاندان مکے کے گرد و نواح میں بکھرا ہوا تھا نہ فہر کے قبائل وہاں تھے۔ وہ تو ایک کھچڑی تھی جسے مکہ کے خالی پڑے ہوئے گھروں کو آباد کرنا مقصود تھا۔ علاوہ ازیں اگر وہ ایک ہی خاندان کے افراد ہوتے یا فہر کے قبیلے ہوتے تو انہیں منتھی کرنے یا **ایلاف** کی ضرورت ہی نہ تھی وہ تو خود آپس میں رشتہ دار و ہمدرد لوگ ہوتے۔ یہ بعد کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ خانوادۂ رسولؐ کے اُن احسانات کو تمام مورخین نے لکھا ہے جن کو اللہ نے اپنے احسانات قرار دے کر اپنی عبادت کی دلیل واپیل بنایا ہے۔ پھر علامہ شبلی ہی سے سُنیے اور خیال رکھیئے کہ وہ بھی قریشی عالم ہیں اور جہاں گنجائش ملے گی قریش کی طرفداری کریں گے۔ لکھتے ہیں کہ:

۔''ہاشمؒ نے اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ حجاج کو سیر چشمی سے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ چرمی (چمڑے کے) حوضوں میں پانی بھروا کر زمزم اور منیٰ کے پاس سبیل رکھتے تھے۔ تجارت کو نہایت ترقی دی۔ قیصر روم سے خط و کتابت کر کے فرمان لکھوایا کہ۔'' قریش جب اس ملک میں اسباب تجارت لے کر جائیں تو اُن سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ چنانچہ اہل عرب جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام اور ایشیائے کوچک تک تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں انگوریہ (انقرہ) جو ایشیائے کوچک کا مشہور شہر ہے، قیصر روم کا پایۂ تخت تھا۔ تجارِ قریش انگوریہ میں جاتے تو قیصر نہایت عزت و حرمت سے خیر مقدم کیا کرتا تھا۔''
(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 165۔166)

اس اقتباس میں قریش کا لفظ بھی ہے اور اہل عرب بھی ہے۔ لہٰذا قریش کا لفظ نکال دیں کہ یہ زیب داستان کے لئے ہے حقیقت نہیں ہے۔

(و) عرب کے بدّو اور راہزن اہل مکہ کی عزت کیوں کرتے تھے۔؟؟

شبلی سے سُنئے کہ خانوادۂ رسولؐ نے عرب کے دورے کر کے اہل مکہ کو محترم بنا دیا تھا۔

''عرب میں راستے محفوظ نہ تھے۔ ہاشمؒ نے مختلف قبائل میں دورے کر کے قبائل سے یہ معاہدہ کیا کہ۔'' قریش کے کاروان تجارت کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ جس کے صلے میں کاروان قریش اُن قبائل میں اُن کی ضرورت کی چیزیں خود لے کر جائیگا اور اُن سے خرید و فروخت کرے گا۔''
یہ سبب تھا کہ عرب میں باوجود عام لوٹ مار کے قریش کا قافلہ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا۔ (ایضاً صفحہ 166)

(5) قریشی حکومتوں نے کس طرح قریش کو نسل ابراہیمؑ اور خانوادۂ رسالت میں شامل کیا؟

قارئین نے اِن اقتباسات میں اُن حضرات علیہم السلام کو نام بنام دیکھا جن کو اللہ نے اہل عرب اور نام نہاد قریش پر احسان کا ذریعہ بنایا تھا اور مودودی نے جن کو چھپایا تھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ لفظ قریش ایک مشکوک لفظ ہے۔ چنانچہ قارئین ساری عمر تحقیق و تفتیش میں گزار دیں تب بھی

انہیں مایوسی کا سامنا ہوگا۔ نہ کوئی ایسا ثبوت ملے گا نہ کوئی ایسا ذریعہ ہی ملے گا جس سے اُس مشہور قریش کے اباء واجداد ونسل وقبیلے کا صحیح صحیح تعین ہو سکے جو عہد رسالت کے بعد قریشی حکومتوں نے دنیا کے سامنے بڑے طمطراق اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ہم نے اُن نام نہاد قریش کی خانہ تلاشی لے کر پول کھول دی ہے۔ یہاں اتنا بتا دیں کہ اس قریشی سازش میں اُن لوگوں کو بھی خانوادۂ رسالتؐ کے افراد کہہ دیا گیا ہے جو لاوارث بن کر آئے اور اُس مقدس خاندان کی کفالت میں زیر پرورش رہے یا جن بچوں کو بچپنے سے سہارا فراہم کیا' پال پوس کر اپنے بچوں کی طرح تربیت کر کے جوان کیا اور خود بھی انہیں بیٹا کہہ کر پکارتے اور بیٹوں جیسا سلوک کرتے رہے۔ اور لوگ بھی انہیں اُن ہی حضرات کا بیٹا سمجھتے اور کہتے رہے اور اُن کی شادیاں بھی اپنے بچوں کی طرح کی تھیں (مثال قرآن (33/40) میں ہے) خانوادۂ رسالت ہمیشہ سے غرباء' مساکین ویتامیٰ کی پرورش کرتا چلا آیا تھا۔ اُن میں سے بعض نمک حرام ونافرجام لوگوں نے از خود یا دشمنوں کے اشارے سے خاندان رسالت کی ہمسری کی راہ نکالی اور اُس خاندان کی پرورش اور کفالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو اس خاندان کا فرد مشہور کرنے لگے۔ یاد رکھو کہ نہ عباس رسولؐ کے چچا تھے نہ ابولہب عبدالمطلبؑ کے بیٹے تھے۔ یہ سب بعد کی قریشی حکومتوں کے تیار کئے ہوئے رشتے اور شجرے ہیں۔ یہ سب قریشی فراڈ ہے۔ یہ اُسی طرح کا قصہ ہے جس کی مثال علامہ مودودی نے یوں لکھی ہے کہ:۔

(6) تین افراد سے ایک خاندان لاکھوں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

''اس موقع پر ایک طالب علم کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل جب مصر میں داخل ہوئے تو حضرتِ یوسفؑ سمیت اُن کی تعداد اڑسٹھ (68) تھی اور جب تقریباً پانچ سو سال کے بعد وہ مصر سے نکلے تو وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ بائبل کی روایت ہے کہ خروج کے بعد دوسرے سال بیابان سینا میں حضرت موسیٰؑ نے ان کی جو مردم شماری کرائی تھی، اس میں صرف قابل جنگ مردوں کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس (603550) تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت مرد بچے سب ملا کر وہ کم از کم بیس لاکھ ہوں گے۔ کیا کسی حساب سے پانچ سو سال میں 68 آدمیوں کی اتنی اولاد ہوسکتی ہے؟ مصر کی کُل آبادی اگر اُس زمانے میں دو کروڑ فرض کر لی جائے، جو یقیناً بہت مبالغہ آمیز اندازہ ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ صرف بنی اسرائیل وہاں دس فیصد تھے۔ کیا ایک خاندان محض تناسل کے ذریعہ سے اتنا بڑھ سکتا ہے؟ اس سوال پر غور کرنے سے ایک اہم حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پانچ سو برس میں ایک خاندان تو اتنا نہیں بڑھ سکتا۔ لیکن بنی اسرائیل پیغمبرؑوں کی اولاد تھے۔ اُن کے لیڈر حضرت یوسفؑ جن کی بدولت مصر میں اُن کے قدم جمے، خود پیغمبرؑ تھے۔ اُن کے بعد چار پانچ صدی تک ملک کا اقتدار اُن ہی لوگوں کے ہاتھ میں رہا۔ اس دوران میں یقیناً اُنھوں نے مصر میں اسلام کی خوب تبلیغ کی ہوگی۔ اہل مصر میں سے جو لوگ اسلام لائے ہوں گے اُن کا مذہب ہی نہیں بلکہ اُن کا تمدن اور پورا طریقِ زندگی غیر مسلم مصریوں سے الگ اور بنی اسرائیل سے ہم رنگ ہو گیا ہوگا۔ مصریوں نے اُن سب کو اُسی طرح اجنبی ٹھہرایا ہوگا جس طرح ہندوستان میں ہندوؤں نے ہندوستانی مسلمانوں کو ٹھہرایا۔ اُن سب کے اوپر اسرائیلی کا لفظ اُسی طرح چسپاں کر دیا ہوگا جس طرح غیر عرب مسلمانوں پر'' محمڈن'' کا لفظ آج چسپاں کیا جاتا ہے اور وہ خود بھی دینی وتہذیبی روابط اور شادی بیاہ کے تعلقات کی وجہ سے غیر مسلم مصریوں سے الگ اور بنی اسرائیل سے وابستہ ہو کر رہ گئے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مصر میں قوم پرستی کا طوفان اُٹھا تو مظالم صرف بنی اسرائیل ہی پر نہیں ہوئے بلکہ مصری مسلمان بھی اُن کے ساتھ یکساں لپیٹ لئے گئے اور جب بنی اسرائیل نے ملک چھوڑا تو مصری مسلمان بھی اُن کے ساتھ ہی نکلے اور اُن سب کا شمار اسرائیلیوں میں ہی ہونے لگا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 430)

علامہ مودودی کے اس بیان سے وہ طریقے صاف طور پر سمجھ میں آ جانا چاہئیں جن کے استعمال سے یا جن کی بنا پر لوگ کسی قبیلے میں شامل ہو سکتے ہیں یا ہو جایا کرتے ہیں۔اسی قسم کی ایک اور مثال اور واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

(7) ایک اور مثال جس میں عربوں کا ابراہیمؑ کی اولاد بن جانا ممکن تھا۔ ''اہل مدین کے متعلق ایک اور ضروری بات، جس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدیانؑ کی طرف منسوب ہیں۔جو اُن کی تیسری بیوی قطورا کے بطن سے تھے۔قدیم زمانے کے قاعدے کے مطابق جو لوگ کسی بڑے آدمی کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تھے وہ رفتہ رفتہ اُسی کی آل اولاد میں شمار ہو کر ''بنی فلاں'' کہلانے لگتے تھے۔

7(الف)۔ قریش کیسے ابراہیمؑ کی اولاد بن بیٹھے تھے؟؟

اسی قاعدے پر عرب کی آبادی کا بڑا حصہ بنی اسماعیلؑ کہلایا اور اولاد یعقوبؑ کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہونے والے لوگ سب کے سب بنی اسرائیل کے جامع نام کے تحت کھپ گئے۔اسی طرح مدین کے علاقے کی ساری آبادی بھی جو مدیان بن ابراہیم علیہ السلام کے زیر اثر آئی بنی مدیان کہلائی۔اور اُن کے ملک کا نام ہی مدیان یا مدین مشہور ہو گیا۔اس تاریخی حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ اس قوم کو دین حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعے سے پہنچی تھی۔درحقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداءً وہ بھی مسلمان ہی تھے اور شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت اُن کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی سی تھی۔جیسی ظہور موسیٰؑ کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی (یہ بھی کہنا چاہیے کہ یا جیسی ظہور محمدؐی کے وقت قریش کی حالت تھی)۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 54-55)

یہ ہیں وہ تاریخی حقائق جن میں قریش نام کی قوم کو ایک بزرگ نسل میں مدغم ہونے کا موقعہ ملا اور یہی تاریخی حقائق خانوادۂ ابراہیمؑ کو قریشی گندگی سے محفوظ رکھنے کی دلیل بنتے ہیں اور قریش کی اس سازش کو مسمار کر دیتے ہیں جسے قریشی حکمرانوں نے کئی صدیوں کی محنت اور پروپیگنڈے سے تیار کیا تھا۔

(8)۔ قریش نہ کوئی باپ گزرا ہے نہ کسی ماں کا نام قریش تھا یہ ایک مجہول قوم کی سازش ہے۔ علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:۔

''**قریش کی وجہ تسمیہ۔**'' ''ابن کلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی۔''نسب کا دیوان۔''ہیں۔یہ نہ کوئی باپ ہے، نہ ماں نہ مُربّی ہے نہ مُربّیہ ہے۔''
(طبری جلد اول کا ترجمہ صفحہ 46)

لہٰذا قرآن کریم میں آئے لفظ قریش سے وہی لوگ مراد ہیں جو ایک مخلوطہ کی حیثیت سے مکہ میں آباد کر دیئے گئے تھے اور آئندہ خود کو بھان متی کا کنبہ یعنی اِدھر اُدھر سے لائے ہوئے لوگ کہتے رہے اور بس۔

(9) قریش کے متعلق وہ لوگ جن کے حقیقی باپ کسی کو معلوم نہ تھے۔

پچھلے عنوانات میں ہم نے قریش کے نظامِ شرک پر اور اُن کے نظامِ توالد و تناسل پر تعارفی روشنی ڈالی تھی اُسی سلسلے میں یہاں قریش کے متعلق قرآن کا ایک مقام پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ پیچیدہ صورتحال سامنے آئے جو قریش کے جنسی اشتراک نے عہد رسولؐ میں پیدا کر دی تھی اور عوام ہی نہیں بلکہ خود قریش بھی اُس خاندانی اُلجھن میں مبتلا ہو گئے تھے اور اُنہیں بھی ایک دوسرے کو مخاطب کرنے اور مشخص کرنے میں دقت پیش آ رہی تھی اور جس کو حل کرنے کیلئے اللہ و رسولؐ کو مداخلت کرنے اور آئندہ کے لئے طریق کار بتایا گیا ہے۔آیات پڑھئے اور مودودی ترجمہ دیکھئے:

مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ وَمَاجَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓیْٔ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھٰتِکُمْ وَمَاجَعَلَ اَدْعِیَآءَ کُمْ اَبْنَآءَ کُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ O اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاO (33/4-5)

مودودی ترجمہ۔''اللہ نے کسی شخص کے دھڑ میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔2۔نہ اُس نے تم لوگوں کی اُن بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمھاری ماں بنا دیا ہے اور نہ 3۔اُس نے تمھارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم لوگ اپنے مُنہ سے نکال دیتے ہو۔مگر اللہ وہ بات کہتا ہے جو مبنی برحقیقت ہوتی ہے اور وہی صحیح طریقے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔مُنہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔اور اگر تمھیں معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں تو وہ تمھارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔نادانستہ جو بات تم کہو اُس کے لئے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔لیکن اُس بات پر ضرور گرفت ہوگی جس کا تم دل سے ارادہ کرو اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 71 تا 69)

(10) قریش حق کے خلاف تین باطل کام جائز سمجھ کر ہی قومی متفقہ رائے یا اجتہاد سے اسلام لانے کے بعد بھی کرتے تھے۔

ان آیات اور اس ترجمے سے معلوم ہوا کہ قریشی قوم کے مسلمان اپنے اپنے سینوں میں دو دو دل رکھتے تھے۔ظاہر ہے کہ قریشی قوم کے سینوں میں ایک تو وہی دل تھا جو پوری نوع انسان کے سینوں میں اللہ کا بنایا ہوا دل ہے۔اور ایک وہ دل تھا جو باطل کو سچا کر' حق بنا کر اصلی و خداداد دل سے منظوری لیتا اور پسند کراتا تھا اور یہ دل شیطان کی نمائندگی کرنے والا دل تھا۔جس کی تفصیل ذرا دیر بعد آنے والی ہے۔دوسری غلط یا باطل بات اُسی دوسرے دل نے قریش سے تسلیم کرالی تھی۔اور وہ یہ تھی کہ جس بیوی کو ماں یا بہن کہہ دیتے تھے اُسے اُسی درجے میں حرام مان لیتے تھے جس درجے کی ماں یا بہن حرام ہوتی ہیں۔تیسری غلط بات یہ مسلّمہ تھی کہ جس بچے یا بڑے کو زبانی بیٹا بنا لیتے تھے' اُسے اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔مثلاً اُسے وراثت میں شامل کرتے تھے۔اُس کی بیوی کو طلاق ہو جانے کے بعد بھی اپنے لئے ہمیشہ حرام رکھتے تھے۔اِن تینوں باتوں کو اللہ نے باطل قرار دیا اور حق بات یہ بتائی کہ تم آئندہ اپنی بیویوں کو ماں نہ بنایا کرو۔وہ تمھارے بنانے سے بھی تمھاری ماں نہیں بن سکتی ہیں اور نہ پرائے بیٹوں کو اپنا بیٹا بنایا کرو اور نہ وہ کسی طرح تمھارے بیٹوں کے حکم میں داخل ہو کر تمھارے حقیقی بیٹے بن سکتے ہیں۔لہٰذا ایسے تمام بناوٹی بیٹوں کو اُن کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو اور اُنہیں اُن ہی کا بیٹا کہا کرو۔ اس کے بعد ایک بہت بڑی حقیقت سادہ' عام فہم اور مہذب الفاظ میں یہ بتائی ہے کہ''اگر تمھیں اُن کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو'' تو''وہ بہر حال تمھارے دینی بھائی ہیں لہٰذا اُنہیں بیٹا نہیں بلکہ اسلامی رشتہ کا بھائی کہہ لیا کرو'' اور آخر میں یہ تنبیہہ کر دی کہ دیکھو جانتے بوجھتے عمداً انہیں بیٹا کہنا تمہیں ضرور مجرم قرار دے گا اور تم سے مواخذہ ہوگا۔البتہ اگر غلطی سے ایسا ہو جائے تو اللہ اپنے رحم و کرم سے درگزر کر سکتا ہے۔

(11) دو غلط کام بند کر دیئے گئے مگر دو عدد خاص صورتیں مزید تحقیق کے لئے سامنے رکھ دیں۔

اس سورۂ احزاب کی ابتدا ہی میں ظہار کی رسم اور اس کے قریشی متعلقات بند اور منع ہو گئے اور مصنوعی بیٹا بنانا اور خود پر حقیقی بیٹوں والی پابندیاں عائد کرنا بھی باطل ہو گیا اور عمداً ایسا کرنا قابل مواخذہ قرار پا گیا۔اس کے بعد یہ سمجھنا باقی رہ گیا کہ قریش کے سینوں میں دوسرے دل کا

کیا مطلب ہے؟اور یہ کہ مذکورہ قسم کے بیٹے کہاں سے آتے تھےاور کس طرح وہ تمام حقوق حاصل کر لیتے تھے جواللہ نے حقیقی بیٹوں کے لئے مقرر کر رکھے ہیں؟ان دونوں سوالوں کا جواب یا دونوں صورتوں کی تفصیل نہ صرف یہ کہ بہت اہم ہے بلکہ یہ تفصیل حضرت علی علیہ السلام کے خطبے(7) کی حقیقی تشریح اور قریش کی صحیح تصویر اور عملدر آمد کا مرقع بھی ہے۔

اول۔ کسی انسان کے سچ مچ دو دل تو نہیں ہوتے لیکن وہ بعض حالات میں دو دلوں کی موجودگی کا اعلان کرتا ہے۔

اللہ نے ان آیات (5۔4/33) میں دو دلوں کا ذکر کر کے انسانوں کی ایک نفسیاتی کیفیت (psychological condition) کی طرف توجہ دلائی ہے جسے آیات کے مخاطب سہولت سے سمجھ سکتے تھے۔چنانچہ ہر آدمی پر ایسی حالت گزرتی ہے جب وہ یہ کہتا ہوا پایا جاتا ہے کہ: ''میرا ایک دل یہ کہتا ہے۔۔۔۔اور دوسرا دل یہ کہتا ہے۔۔'' اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب کسی معاملے کے فیصلے میں اُس کے سامنے دو مختلف فیصلے آ کھڑے ہوتے ہیں اور اُسے دونوں طرح عمل کرنا مفید معلوم ہونے لگتا ہے۔یعنی جب اُس کی قوت فیصلہ اُلجھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ دونوں فیصلوں یا دونوں صورتوں میں سے کسے ترجیح دے۔اگر یہ صورت حال کسی انسان پر بار بار طاری ہوتی رہتی ہو یا مستقلاً طاری رہتی ہو تو یقیناً وہ عام فطری حالات سے خارج اور دو دلوں والا آدمی کہلائے گا،اسی قسم کی حالت اُس سربراہِ مملکت کی بھی ہو جاتی ہے جس کے ساتھ کوئی برابر کا شخص شریک حکومت ہو اور ہر ہر معاملے میں برابر کا مگر مختلف اور مفید نظر آنے والا فیصلہ سامنے رکھتا ہو۔اگر یہ دوسرا شخص ذرا سا بہتر نظر آنے والا فیصلہ پیش کر دے تو یقیناً سربراہ مملکت اُس پر بڑی خوشی سے عمل کر لے گا۔اور ساتھ ہی دوسرے شخص کا شکر گزار بھی ہوگا اور اگر بار بار ایسا ہوتا رہے تو سربراہ مملکت رفتہ رفتہ خود غور کرنا بند کر کے کاروبارِ حکومت اس دوسرے شخص کو سونپ دے گا۔

دوم۔ تذبذب،وسوسوں اور اُلجھاؤ سے بچنے کے لئے ہی اللہ کی پناہ میں رہنا واجب کیا گیا ہے۔

یہی وہ کیفیت ہے جس سے بچنے کیلئے اللہ نے مختصراً بھی اور تفصیل سے بھی اس کا علاج و سبب بتایا ہے۔مثلاً فرمایا ہے کہ:۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ Oمَلِکِ النَّاسِ Oاِلٰہِ النَّاسِ Oمِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ Oالَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ O مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ O(6تا1/114)

۔''کہو کہ میں پناہ چاہتا ہوں انسانوں کے پروردگار سے انسانوں کے بادشاہ سے اور انسانوں کے معبود سے کہ وہ مجھے محفوظ رکھے اُس وسوسہ ڈالنے کے شر سے جو بار بار رائے کو بدلتا رہتا ہے اور انسانوں کے سینوں میں وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے خواہ وہ خناس جِنوں کی قوم کا ہو یا انسانوں میں سے ہو۔''

معلوم ہوا کہ قوتِ فیصلہ پر اثر انداز ہونے والی ہستی خناس کہلاتی ہے اور وہ جنات میں سے بھی ہوتی ہے اور انسانوں میں سے بھی ہوتی ہے اور اُن خناسوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ میں رہنا ضروری ہے ورنہ وہ خناسی قوت رفتہ رفتہ قلب و ذہن پر مسلط ہو کر اپنی پسند کے اعمال و اقدامات و فیصلے کرائے گی۔جیسا کہ زیر گفتگو آیات (5۔4/33) میں خناس ہی کی وجہ سے عربوں نے اپنے بنائے ہوئے پرائے بیٹوں کو اصلی بیٹے اور اپنی بیویوں کو اپنی مائیں بنانے کا پروگرام جاری کر رکھا تھا۔یعنی حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتے رہنا جائز کیا ہوا تھا۔جس کو منع کر دیا گیا تھا۔تاکہ وہ لوگ اُس ادارے سے الگ ہو جائیں جو قلوب و اذہان تک اثر اندازی کے لئے رسائی رکھتا ہے اور انسانوں کو غیر محسوس طریقوں اور قوتوں سے غلط راہوں پر ڈالتا ہے اور خبر تک نہیں ہونے دیتا کہ وہ غلط راہ پر چلا جا رہا ہے۔

(سوم)۔مرکز ہدایت اللہ اور اُس کا نظام نبوت و رسالت ہے اور گمراہی کا مرکز نظام ابلیس ہے جو روز ازل سے با اختیار ادارہ ہے۔

اور انسانوں کے اندر دو دلوں کا موجود ہونا اسی بات کا ثبوت ہے کہ اُن کے اوپر گمراہی کے مرکز نے تسلط پا لیا ہے۔ بہر حال زیر گفتگو آیات (33/4-5) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قریش اور عربوں میں ایسے بیٹے موجود تھے جن کے حقیقی باپوں کا کسی کو علم نہ تھا اور مودودی کے ترجمہ میں جملہ اَدْعِيَــاءَ کُــمْ کا ترجمہ۔''لے پالک'' سراسر غلط ہے بلکہ معنی ہیں ''تمھاری دعوت کے مطابق پیدا ہونے والے۔'' یا ''تمھاری ترغیب سے پیدا ہونے والے'' یا ''تمہاری دعا و طلب سے پیدا ہونے والے'' اور لے پالک معنی اس لئے بھی غلط ہیں کہ بچے کو جن سے لیا جائے گا اُن کے نام تو معلوم ہوں گے اُن سے معاہدہ کیا جائے گا کہ وہ جوان ہونے پر واپس نہ مانگ سکیں اور اُنہیں اپنی جائیداد میں سے حصہ نہ دینا پڑے۔

(12) عربوں اور قریش میں اُن بچوں کی پیدائش کا باقاعدہ نظام برسر کار تھا جن کے باپ کسی کو معلوم نہ ہوں۔

یہ ایک بہت شریفانہ طریقہ تھا۔ لاولد لوگ شریف خاندان سے بچہ مانگ کر پرورش کیا کرتے تھے لیکن مندرجہ بالا آیات (33/4-5) میں شریفوں کی بات نہیں مجرموں کی بات ہے۔ وہاں تو یہ کام ایسا ہے کہ اگر جان بوجھ کر کیا جائے تو جرم ہے۔ یعنی کسی کو کسی غلط باپ سے منسوب کرنا ہی جرم ہے چہ جائیکہ غلط باپ بن جانا یا بنالینا یا غلط اولاد پیدا کر لینا۔ جو عربوں اور قریش میں چاروں طرف پیدا کی جا رہی تھیں۔ علامہ آلوسی نے اپنی بلوغ الارب میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ:۔

اول۔ بہترین اولاد حاصل کرنے کا عربوں میں بہترین طریقہ؟

۔''عہد جاہلیت میں عربوں کے بیاہ شادی کے رسومات کے بارے میں گفتگو۔'' اس عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں کہ ''نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا وہ یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں شخص کو بُلا بھیجنا اور اُس سے ہم آغوشی کی درخواست کرنا تاکہ تجھے اُس سے حمل قرار پا جائے۔ ''اِسۡتَبۡضِعِیۡ۔'' کے معنی ''اِطۡلَبِیۡ مِنۡهُ الۡجِمَاع'' (اُس سے ہم آغوشی کرنے کی درخواست کرنا) کے ہیں۔ اور ''مُبَـاضَعَه'' کے معنی ''ہم آغوش'' کے ہیں۔ یہ لفظ بُضۡعٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی شرمگاہ کے ہیں۔ اس عرصہ میں خاوند اپنی بیوی سے الگ رہتا تھا اور جب تک اُس شخص کی توجہ کے باعث حمل ظاہر نہ ہو جاتا خاوند بیوی کے قریب نہ جاتا۔ حمل کے ظاہر ہونے کے بعد خاوند جب بھی چاہتا بیوی کے پاس چلا جاتا۔ خاوند یہ حرکت صرف اسلئے کرتا کہ بچہ نجیب پیدا ہو۔ بالفاظ دیگر اسلئے کہ اُسے اصیل نر کا پانی حاصل ہو جائے۔

دوم۔ عربوں میں بہادر اور سردار عموماً حرامزادے ہوا کرتے تھے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب اپنے اکابر اور اُن لوگوں سے جو شجاعت اور سخاوت وغیرہ میں سردار مانے جاتے تھے، اس قسم کی درخواست کرتے تھے۔ حیض سے پاک ہونے کے فوراً بعد اس قسم کا مطالبہ کرنے میں راز یہ تھا کہ عورت جلد حاملہ ہو جائے۔ اس نکاح کو نِکَاحُ الۡاِسۡتِبۡضَاع کہا جاتا تھا۔'' (جلد 2 بلوغ الارب صفحہ 261-262) اس کتاب میں نہ علامہ آلوسی نے لکھا اور نہ کسی اور نے کہیں یہ بتایا کہ عرب میں یہ نکاح کب سے جاری تھا؟

سوم۔ عرب کے تمام بہادر یا سخی یا سردار اور دانشور اور بابصیرت لوگ عورتوں کے لئے سانڈ کا کام دیتے تھے اور خود بھی سانڈوں کا نطفہ ہوتے تھے۔

یہ بات خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب بھی کسی عرب نے کسی بہادر یا سخی یا سردار یا دانشور کو پہلی دفعہ دیکھا ہوگا اُسی وقت سے اس قسم کی درخواست شروع ہو گئی ہوگی۔ بہر حال لوگوں کو یہ معلوم ہونا مشکل تھا کہ فلاں شخص کا حقیقی باپ کون ہے۔ بچہ کو لوگ اُسی شخص کا بیٹا کہتے اور سمجھتے

رہتے ہوں گے جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا تھا۔ غالباً اسی پیچیدگی سے بچنے کے لئے ایک روایت پائی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ بیٹا اُسی شخص کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ رہ گیا زنا کے ذریعہ حمل ٹھہرا جانے والا یعنی زانی، تو اُس کے لئے تو سنگسار کرنے والے پتھر ہیں بیٹا نہیں ہے۔ بہرحال علامہ آلوسی سے سُنیے۔

چہارم۔ جس سے یوں نطفہ لیا جائے اُس کا ہمیشہ کے لئے نام و تعارف پوشیدہ رکھنا ہمت افزائی کے لئے ضروری تھا۔

علامہ لکھتے ہیں کہ:۔ایک نکاح ''نِـكَـاحُ الْـخِـدَن '' بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اُسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مُـحْـصَـنٰتٍ غَيْـرَ مُسٰفِـحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (4/25) ''اُنہیں عقد میں لا کر اپنے پاس رکھو۔ نہ زنا کاری کی نیت سے نہ یارانے کی غرض سے۔'' عرب کہا کرتے تھے کہ جو چھپا رہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ظاہر ہو جائے تو قابل ملامت ہے۔'' (ایضاً صفحہ 264)

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ پہلے نمبر کے نکاح میں شوہر اور زوجہ دونوں رضامند اور مطلع ہوتے تھے۔ یہ دوسرا نکاح ایسے لوگوں سے ہو سکتا تھا جن کا تعلق اور نام پوشیدہ رہے۔ یعنی عورت اپنے شوہر سے بھی پوشیدہ رکھ سکتی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ جس سے نطفہ لیا جائے اُس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ یعنی خود اپنی زوجہ سے پیدا ہونے والے بچے کے متعلق بھی کوئی عرب یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ یا وہ میرا بیٹا اور میرے نطفے سے ہے۔ علامہ پھر لکھتے ہیں کہ:

پنجم۔ عورتوں کو عارضی مدت کے لئے آپس میں بدل کر نطفہ کا لینا اور دینا بھی جاری تھا؟

''ایک نکاح ''نِـكَاحُ الْبَدَل ۔'' بھی تھا۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ تو میرے حق میں اپنی بیوی سے دستبردار ہو جا اور میں تیرے حق میں اپنی بیوی سے دستبردار ہوتا ہوں۔ نکاح کی یہ صورت اعلانیہ ہوتی تھی اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ سابقہ شوہر کے گھر آجاتا تھا۔ اور اُسی کا بیٹا کہلاتا تھا۔'' (ایضاً صفحہ 265)

ششم۔ نسل کا تعین کرنے میں عورتوں کا فیصلہ ماننا سب پر لازم تھا۔ علامہ آلوسی آگے لکھتے ہیں کہ:

''۔نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا۔ اور وہ یہ کہ کچھ لوگ، جن کی تعداد دس سے کم ہوتی، ایک عورت کے پاس جاتے اور سب کے سب اُس سے ہمکنار ہوتے۔ یہ اُس عورت کی رضامندی اور اُن لوگوں کی باہمی مفاہمت پر مبنی ہوتا تھا۔ جب اس عورت کو حمل قرار پا جاتا اور وہ بچہ جنتی تو وضع حمل کے بعد چند راتیں گزر جانے پر اُن سب کو بُلا بھیجتی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ نہ آئے، جب سب آجاتے تو عورت کہتی:۔ ''جو معاملہ بھی ہوا تھا تم سب کو معلوم ہے۔ اب یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اذاں بعد وہ جسے پسند کرتی اُس کا نام لے کر کہتی کہ۔ ''یہ تمہارا بیٹا ہے۔'' چنانچہ اُس بیٹے کا الحاق اُسی شخص کے ساتھ ہو جاتا۔ اُس شخص کی مجال نہ تھی کہ انکار کرے۔ (ایضاً صفحہ 262)

ہفتم۔ عربوں کے نسب ناموں اور شجرۂ نسب کی صحت کا تعلق جھنڈے والی طوائفوں اور قیافہ شناسوں سے بھی رہتا تھا۔ اور بھی سُنیے: لکھتے ہیں کہ:

''نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر ایک عورت کے پاس جاتے، وہ عورت کسی کو آنے سے نہ روکتی، یہ عربوں کی طوائفیں تھیں۔ اُنھوں نے اپنے دروازوں پر علامت کے طور پر جھنڈیاں نصب کر رکھی ہوتی تھیں۔ جو چاہتا اُن کے پاس چلا جاتا۔ اگر عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنتی تو یہ سب لوگ اکٹھے ہوتے، قیافہ شناسوں کو بلایا جاتا۔ پھر جس شخص کے متعلق اُن قیافہ شناسوں کی رائے قرار پاتی کہ بچہ اُس کا ہے تو بچہ کو اُسی کے نسب کے ساتھ ملا دیا جاتا اور وہ اُسی کا بیٹا کہلاتا۔ اُس کی مجال نہ تھی کہ انکار کر دے۔'' (ایضاً صفحہ 263)

ہشتم۔ **نسل چلانے اوراولاد پیدا کرنے کاایک طریقہ ماؤں سے نکاح کرنا۔** پھر لکھتے ہیں کہ:

۔''اُن قبیح باتوں میں سے جوعرب کیا کرتے تھےایک یہ تھی کہ ایک شخص باپ کے مرجانے پر باپ کی بیوی کواپنے عقد میں لے لیتا تھا۔ایسے شخص کوعرب ضَیــزَنُ کہتے تھے۔چنانچہ اَوس بن حجر تمیمی نے قیس بن ثُعلبہ کے کچھ لوگوں کو،جنھوں نے یکے بعد دیگرے اپنے باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لیا تھااور یہ تین بھائی تھے،مُلامت کرتے ہوئے کہا کہ' فکیہ سے مباشرت کرواوراُس کے خیمے کے گرد پھرتے رہو کیونکہ تم سب اپنے باپ کے ضَیزَنُ بھی ہواور ہم زلف بھی ہو۔''(ایضاً صفحہ 371)

نہم۔ قرآن نے عربوں کوجن حرام کاریوں سے منع کیا ہے وہ سچ مچ اُن پرعمل کرتے تھے۔

قرآن کریم کے بیانات کوقریشی علماء نے محض بیان اوراحکام کہہ کر دنیا کو یہ فریب دیا ہے کہ یہ تو محض آئندہ کے لئے احکام ہیں وہاں ایسا عملدرآمد نہیں تھا مثلاً یہ کہ عرب اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح نہ کرتے تھے۔اورہم اس فریب کوکھولنے پرمصر ہیں اور دکھانا چاہتے ہیں کہ عربوں کواُن کی صحیح صورت میں ننگا پیش کیا جائے چنانچہ اسی سلسلے کاایک اور بیان علامہ آلوسی سے سُنتے چلیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''عربوں کے ہاں یہ دستور بھی تھا کہ اگرکوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرجاتا یا کسی بیوی کوطلاق دے دیتا تھا تو اگراُس کا سب سے بڑا بیٹا اُسے اپنے پاس رکھنا چاہتا تو اپنا کپڑا اُس کے اوپر ڈال دیتا تھااوراگراُسے اُس کی ضرورت نہ ہوتی تو کوئی اور بھائی نئے مہر کے ساتھ اُس سے شادی کر لیتا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس شادی کوباطل قرار دیا ہے کہ **وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُ کُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّامَاقَدْ سَلَفَ.....** الـخ (نسا 4/22)جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے شادی کی ہواُن سے شادی نہ کیا کروماسوااُن شادیوں کے جو پہلے ہوچکی ہیں۔کیونکہ یہ ایک فعل بد ہےاوراللہ کی ناراضگی کا سبب ہےاور بُراطریقہ ہے۔جاہلیت میں اس نکاح کونکاح مقت کہاجاتا تھا۔''(ایضاً صفحہ 372)

دہم۔علامہ آلوسی کی تائیدوتصدیق میں علامہ پرویز کوپھرلائیں اوراُن کا بیان سُنیں۔

۔''عائلی زندگی میں عجیب عجیب قسم کی رسوماتِ قبیحہ اُن کے ہاں رائج تھیں۔ باپ کے مرنے کے بعداُس کی تمام بیویاں (بجزحقیقی ماں) بیٹے کی وراثت میں آجاتیں اوراُس کی جائز بیویاں سمجھی جاتیں۔بیویوں کی تعداد کی کوئی حد ہی نہ تھی۔۔۔عارضی نکاح (متعہ) کا عام رواج تھا۔اس کے علاوہ بدکاری کی اور بھی عجیب عجیب قسمیں تھیں۔مثلاً شجاعت اور بہادری میں کسی کی شہرت سُنتے تو اپنی بیوی کواُس کے پاس بھیج دیتے تاکہ اُس سے شجاع اور بہادر بچہ پیدا ہو۔زنا کی اولاد کے متعلق عورت جس کی طرف اُنگلی اُٹھا دیتی وہی اُس کا باپ قرار پاجاتا اس پرطرفہ یہ کہ فسق وفجور کی اُن فواحشات پرفخر کرتے اوراُس کا ڈھنڈورا پیٹتے۔امراءالقیس کے قصیدہ لامیہ کواُٹھا کر دیکھئے خوداپنی عزیزعورتوں کے ساتھ جوجو بے حیائیاں اُس نے کی ہیں کس کس انداز سے اُن کا ذکر کرتا ہےاور یہ اُن قصائد میں سے ہے جس کے اشعار عرب کے بچہ بچہ کی زبان پر تھے۔شرم وحیا کا یہ عالم کہ حج کعبہ میں ہزاروں لوگ جمع ہوتے لیکن قریش کے سواسب (مردوعورت) مادرزاد ننگے ہوکرطواف کعبہ کرتے۔ جب حج کے وقت برہنگی کا یہ عالم تھا توغسل یا جائے ضرورت میں پردے کی کیا ضرورت تھی۔!چنانچہ کھلے میدانوں میں کھلے بندوں نہاتے اورضروریات سے فارغ ہوتے۔شراب پانی کی طرح پی جاتی گھروں میں شراب کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں اورعورتیں اور بچے ساقی گری کرتے۔اس کے بعد نشے کے عالم میں جوبدمستیاں ہوتیں ظاہر ہے۔''(معارف القرآن جلد4 صفحہ 136۔137)

(13) یہ حرامکار و حرامزادی قوم خانوادۂ رسولؐ سے کسی قسم کا کوئی تعلق یا رشتہ داری یا خونی و نسلی نسبت نہ رکھتی تھی؟

قریش نے جنسی اشتراک سوچ سمجھ کر اختیار کیا تھا اور توالد و تناسل میں عقلی و مادی حیثیت سے اُن کے نزدیک افلاطون کے اس طریقہ اور فلسفے سے بہتر عملی طریقہ اور کوئی نہ تھا۔ اگر بقول پرویز یا دیگر مسلمان کہلانے والوں کے' قریش اس طریق زندگی کو بے حیائی یا فحش یا قابل شرم سمجھتے تو ہرگز اس پر عمل نہ کرتے۔ اُنھوں نے تو بقول قرآن یہ جواب دیا ہے کہ یہ ہماری قوم کا نسلاً بعد نسلٍ متفقہ عمل درآمد ہے۔ اس میں کوئی برائی ہوتی تو ہماری قوم کے دانشوروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی اور چونکہ وہ اس طریق زندگی کو بہتر طریق سمجھتے تھے لہٰذا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا (7/28) ہم اس طرزِ عمل کو اللہ کا حکم سمجھتے ہیں اور قوم کے متفقہ فیصلے اور اللہ کے حکم میں کوئی خرابی ممکن ہی نہیں لہٰذا عرب اور قریش صدیوں سے جنسی شرکت پر عامل چلے آرہے تھے۔ ماں بہن بیٹیوں سے جنسی تعلقات رکھنا اور پھر اپنی ماں سے یا بہن سے یا بیٹی سے پیدا ہونے والی اپنی بیٹیوں سے نکاح کرنا یعنی پھر ڈبل بہن سے، بھانجیوں سے اور نواسیوں سے اولاد پیدا کراتے رہنا اور صدیوں سے اس پر کاربند رہنا عربی اور قریشی نسل کو کہاں سے کہاں لے جائے گا۔ اس کا حساب لگانا عام حساب دانوں کے قابو کی بات نہیں ہے۔ اُن میں کون کس کا بیٹا ہے؟ کون کس کا بھائی ہے؟ کون کس کی ماں یا بہن ہے بتا سکنا تو اب ظہور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں ابلیس کے لئے بھی ناممکن اور فضول بات تھی۔ اس لئے ایک گول قسم کا اصول بتا دیا گیا تھا یعنی یہ کہ دینی بھائی یا قدردان خادم کہہ کر پکارا کرو۔ باپوں کے تعین کو چھوڑ دو کہ اس سے ایک نہایت شرمناک و حیاسوز عملدرآمد سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب و قریش جنسی پیہم شرکتِ ابلیس کی اولاد تھے۔ اسی لئے انہیں خباثت کا مرکب قرار دیا گیا تھا اور رسولؐ اللہ نے یہ بتانے کے لئے کہ حضورؐ کا اور حضورؐ کی نسل کا عربوں اور قریش سے کوئی رشتہ کوئی تعلق اور کوئی نسبت نہیں ہے یہ اعلان فرمایا تھا کہ:

''میرا نور آدمؑ سے لے کر حضرت عبدالمطلبؑ تک پاک و پاکیزہ اصلاب و ارحام میں سے گزرتا ہوا آیا ہے اور ہماری نسل میں کوئی شخص بدکاری سے ملوث نہیں ہوا ہے'' (تمام کتب احادیث و سیرؑ و تاریخ و تفسیر) اور اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَO ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌO

(آل عمران 34-3/33)

قریش کا نمائندہ اور چور مودودی کا ترجمہ اور چوری۔

۔''اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلؑ ابراہیمؑ اور آلؑ عمرانؑ کو تمام دنیا والوں (لفظ عالمین کے معنی چرا لئے ہیں) پر ترجیح دے کر منتخب کیا تھا۔ یہ ایک ہی سلسلے کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ سب کچھ سُنتا جانتا ہے۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 246)

عجمی لقب و نطفہِ عجم کا ترجمہ سُنیئے۔

''جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے (3/18) یہ نظام پہلی بار نہیں بھیجا گیا۔ اس مقصد کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف حضرات اور اقوام کو منتخب کیا جاتا رہا۔ مثلاً انسان کی تمدنی زندگی کا ابتدائی دور جسے داستان آدمؑ کے تمثیلی انداز میں بیان کیا جا چکا ہے (38۔2/30) پھر دعوت نوحؑ کا دور۔ آل ابراہیمؑ کا دور، اُسی کی ایک شاخ آل عمرانؑ یعنی سلسلۂ موسیٰؑ و ھارونؑ کا دور اور اب آلؑ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ آلِ اسماعیلؑ کا دور آیا ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کی نسل سے تھے۔ اُن کا یہ انتخاب یوں ہی عمل میں نہیں آ گیا تھا۔ اُس خدا کی طے کردہ اسکیم کے مطابق ہوا تھا جو سب کچھ سننے دیکھنے والا اور تمام حالات کا جاننے والا ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 125)

آپ نے دیکھا کہ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ:۔''اللہ نے آدمؑ اورنوحؑ کواور ابراہیمؑ کی آلؑ کواور عمرانؑ کی آلؑ کوتمام عالموں اور پوری کائنات پر مصطفیٰ بنایا تھا''، مگر قریشی چورنے کائنات کوصرف دُنیا بنادیا تھااور پرویز نے عربوں کی طرح نطفۂ ناتحقیق ہونے کے ثبوت میں مصطفائی کوسرتاپا چھپالیا ہے۔لہٰذا تمام قاری آئندہ کے لئے نوٹ کریں کہ آل ابراہیمؑ میں صرف اُن حضرات کوشمار کریں جوتصریحاً قرآن میں ساری کائنات میں مصطفیٰ ہوں۔اوراُن ملاعین کوکاذب وفریب ساز سمجھیں جوآلِ محمدؐ کوساری امت کے برابر قرار دیتے ہوں اورخصوصًا انہیں یاعربوں اورقریش کوایک ہی نسل سے کہتے ہوں۔نورِمحمدؐی جن لوگوں کے اصلاب وارحام میں سے گزرا ہے،اُن کے خاندانوں میں تو کہاں اُن کے تو نوکروں چاکروں اور خدمت گاروں میں بھی حرامکاری کا گزرنہ ہوتا تھا۔مندرجہ بالاقولِ رسولؐ اورقولِ خدا بیان کرنے کی ضرورت یہ تھی کہ قریشی نسل کواپنے خانوادہ اور نسل سے اتنادورکردیا جائے جتنادورنجات سے شیطان ہے۔دشمن حکومتوں نے قریشی نسل کورسوؐل سے ملحق کرکے مشہورکیا۔کسی کوحضوؐر کا چچا بنایا کسی کو بھائی قراردیا۔قریشی نسل کی مذکورہ بالاخباثت پڑھ لینے والے اشخاص قریش پرابلیس کی طرح لعنت کریں گےاوررسوؐل تو رسوؐل ہیں ہم خود بھی اُن خبیثوں سے رشتہ داری پسند نہ کریں گے۔خودکشی کرکے مرجانا پسند کریں گےقریشی کہلانا پسند نہ کریں گے۔آنحضرؐت کے ساتھ الفاظ قریشی اور عربی لگانا نہ صرف حضوؐر کی توہین بلکہ خلاف واقعہ بھی ہے۔وہ ہرگز نہ قریشی تھے نہ عربی تھے۔وہ **کُوۡثِیُّ النَّبُطِی** تھے۔وہ ہاشمی تھے مُطّلبی تھے۔یہی سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کبھی تعارف میں اپنا تنہا نام نہ لیا کرتے تھے بلکہ بلاناغہ علیؑ بن ابی طالبؑ کم ازکم ضرورفرمایا کرتے تھےاورآپ نے نہ کہیں پڑھا نہ کہیں پڑھیں گے کہ کبھی ابوبکروعمروعثمان نے خوداپنا تعارف باپ کے نام کے ساتھ کرایا ہو۔اس کی تو ممانعت بھی کردی گئی تھی یعنی خود کویاکسی اورکوباپ کے نام سےمنسوب کرنااس یقین پرمنحصر تھا کہ منسوب کرنے والاحق الیقین تک مطلع ہو۔یعنی **انَا عمر و بن الخطاب** کہنا یہ ہی کہنا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ خطاب عمر کا باپ تھا۔یہ سبب تھا کہ خاندان رسالؐت کے علاوہ باقی لوگ ولدیت کے ساتھ اپنا تعارف نہ کراتے تھےاور بدرجہ مجبوری ولدیت کا ذکرکیا کرتے تھے۔اس پہلو پرغورنہیں کیا گیا ہے۔جوقاری غورکریں گے وہ متفق ہوں گے کہ یہی بات صحیح ہے۔بہرحال قریش کی صدیوں سے چلنے والی حکومتوں نے بہت سے قصےاورافسانے گھڑےاوردُنیا میں پھیلائے مگرقرآن کریم کے الفاظ نہ بدل سکے۔وہ ہمیں آج بھی بتارہاہے کہ آنحضرؐت کے مخاطب عرب وقریش میں ماں،بیٹی،بہن،خالہ،پھوپھی سب سےجنسی تعلق جاری رہتا چلاآیا۔جملہ **اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ** (2/275،8/38،95 /5،4/23،4/22/ 4)عربوں کی سابقہ مسلسل حرامکاریوں اوربدترین عملدرآمد کا ثبوت ہے۔اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ اسلام اختیارکرنے والے رسوؐل کے مخاطب لوگ کیسی گندہ نفسیاتی کیفیات اورتخلیقی خباثت میں مبتلا تھے۔اس کے یہ معنی نہیں کہ۔''میں مانتاہوں''یا''میں ایمان لاتاہوں'' کہتے ہی اُن کے گوشت پوست میں رچابسا حرام اور ہڈیوں کے اندرکا گُودا چھومنتر سے بھاپ بن کرنکل جاتا تھا۔اگرایسا ہوا ہوتا تو اللہ کو یہ فرمانے کی ضرورت نہ ہوتی کہ۔''اللہ تمھیں اس مخلوط حالت میں نہ چھوڑے گا۔بلکہ۔۔۔

<u>مودودی سے سُنیے</u>۔''اللہ مومنوں کواس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کوناپاک لوگوں سے الگ کرکے رہے گا۔''(تفہیم القرآن جلداول صفحہ 305)(ترجمہ آیت 3/179)

یہاں اللہ نے بتایا ہے کہ مسلمانوں میں خبیث مومنین اورطیب مومنین کامخلوطہ موجود تھا۔اورانہیں الگ الگ کرنا اللہ کے لئے ضروری تھا۔لہٰذااس آیت میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ خبیث مومنین کی خباثت کونکال دیا جائے گااوریوں انہیں بھی طیب مومنین بنادیا جائے گا۔بلکہ یہ فرمایا کہ خبیث مومنین کوطیب مومنین سے الگ کردیا جائے گا یا اُن میں تمیز کردی جائے گی۔معلوم ہوا کہ ہڈیوں کا گودااورگوشت پوست رچابسا حرام

وخباثت کلمہ پڑھنے، نمازیں رگڑنے اور روزہ رکھنے سے دور نہیں ہوسکتی تھی۔اسی لئے اللہ نے رفتہ رفتہ شریف لوگ پیدا ہونے کا موقع فراہم کرنے کے لئے حرام رشتوں کو حرام کیا حلال رشتوں کی فہرست بتائی اور ایک لمبا بتدریج سنورنے والا پروگرام دیا تاکہ رفتہ رفتہ یہ مجسم حرام وخبیث لوگ پاک وطیب بن سکیں ۔

(14) قرآن اور قریش کا مشرکانہ جنسی نظام اور پاکیزہ نسل پیدا کرانے کا انتظام۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربوں کو عموماً اور قریش کو خصوصاً یہ تو نہ فرمایا کہ میں تمہارے ایمان لانے کو قبول نہیں کرتا۔اس لئے کہ وہ تہہ درتہہ اندر باہر سے ناپاک وخبیث لوگ اتنا ہی کرسکتے تھے کہ ایمان کا اعلان کردیں اور وہ تمام پابندیاں اپنے اوپر عائد کرلیں جو اللہ ورسوؐل عائد کریں۔ وہ اب اپنے نظام کو گھڑی کی طرح اُلٹا گھما کر وہاں نہ پہنچ سکتے تھے جہاں سے اُن کے اباء واجداد نے جنسی شرک کی ابتدا کی تھی۔لہٰذا حضوؐر نے اُن تمام حرامکاریوں کو روکنے کا اعلان کیا جن کے نتیجے میں اُن کی موجودہ حالت ہوگئی تھی۔ چنانچہ انہیں سورہ نساء کی بائیس تا چوبیس (24 تا22 / 4) آیات کی پابندی کا حکم دیا۔ ماؤں سے نکاح کو روک دیا اور ماؤں کے ساتھ ساتھ بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں، بھتیجیوں، بھانجیوں، دودھ پلانے والی ماؤں، دودھ شریک بہنوں، ساسوں، بیویوں سے پیدا شدہ پہلے شوہر والی بیٹیوں الغرض ایک طویل فہرست حرام وحلال عورتوں کی اُن کے سامنے رکھ دی۔اور جنسی تعلق کے لئے شرائط بھی واضح کردیں اور بعض لوگوں نے اُن ہدایات پر عمل بھی شروع کردیا۔حرام رشتوں میں جو بالکل واضح حرام تھے اُن سے بچ کر رہنا شروع ہوا۔لیکن عربوں اور قریش میں جو جنسی پیچیدگیاں پیدا ہوچکی تھیں اُن سے فی الحال بچنا اُن کے لئے مشکل تھا اور جسے فی الحال برداشت کئے بغیر کام نہ چلتا تھا۔ بہرحال خبیثوں کا یہ معاشرہ قدم قدم آگے بڑھنے لگا۔ یہ انتظار کرنے کی بات ہے اور قوانین توارثِ صفات سے دریافت کرنے کا مسئلہ ہے کہ اُس پیچ در پیچ صدیوں اور نسلوں سے بگڑے ہوئے قلوب واذہان اور خون و گوشت و پوست وابدان کی خرابیاں کتنے عرصے میں ختم ہوکر عربوں اور قریش میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو صحیح الفطرت اور طیب کہلاسکیں گے۔ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کے لئے ہر اچھی بات کہتے وقت اللہ لفظ ''لَعَلَّكُمْ'' زیادہ استعمال کرتا ہے۔یعنی ''شاید تم'' مثلاً نماز جمعہ باقاعدہ پڑھنے والوں، فضل خداوندی کے حصول میں سرگرم رہنے والوں اور کثرت سے ذکر خداوندی جاری رکھنے والوں کے لئے فرمایا کہ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ شاید تم فلاح پاسکو (10/62) لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ شاید تم پر رحم کردیا جائے (10/49) لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (10/43) شاید تم ہدایت پاجاؤ۔ یہ شاید کا جملہ اُسی قانون کی طرف اشارہ کرنے اور متعلقین کو زیادہ سرگرم و محتاط رکھنے کے لئے ہے۔

(15) قریش کا قبیلہ کس طرح حرام در حرام جنسی تعلق سے وجود میں آیا تھا اس کی چند مثالیں اور آخری صورت حال۔

قرآن کریم نے جن رشتوں کو جنسی تعلق کے لئے منع وحرام کیا وہ سامنے آگئے۔اب ذرا اُس قوم وقبیلے پر ایک دفعہ پھر تصوراتی نظر ڈالیں جس نے صدیوں تک اُن تمام رشتوں کو حلال سمجھ کر پابندی کے ساتھ مفید سمجھ کر اُن تمام رشتوں سے جنسی تعلق رکھا ہوا اور اولادیں پیدا کی ہوں۔مثلاً ایک ملعون نے باپ کے مرنے کے بعد اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس کے یہاں اولادیں پیدا ہوئیں۔تو وہ اولاد اِدھر اپنے باپ کے بہن بھائی بھی ہوئے اس لئے کہ ماں دونوں کی ایک ہی ہے اور اُدھر بیٹے اور بیٹیاں بھی ہوئے اور اگر اس شخص کے باپ نے بھی اپنی ماں یا بہن سے شادی کی تھی یا اب یہ اولاد بھی اپنی ماؤں اور بہنوں سے اور بیٹیوں سے شادی کرلے تو سوچئے کہ آپ یہ کیسے بتائیں گے کہ اُن میں سے کون شخص رشتے میں کس کا کیا لگتا ہے؟ اور جب اُن کے ہر خاندان میں اسی قسم کا طرزِعمل صدیوں تک جاری رہا ہو تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچے گی اور شجرہ نسب کا کیا حال

ہو جائے گا؟ اور ایسی قوم و قبیلے کے لئے کون سے الفاظ صحیح صورت حال کو بیان کرنے کے لئے درکار رہوں گے؟

اول۔ عہد رسولؐ کے سب سے بڑے قریشی لیڈر، خلیفہ گر، دوسرے خلیفہ اور پرویز کے شاہکار کی سادہ سی نسبی پوزیشن دیکھیں۔

عہد رسولؐ کے قریشی شجرۂ نسب کو سمجھنے کے لئے ہم ایک ایسے شخص کی دو تین پشتوں کے نام لکھتے ہیں جو قریش کے یہاں قریش کے نزدیک جائز ترین ایک عظیم الشان انسان، بزرگ ترین لیڈر اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کی عظیم کثرت کے چہیتے اور بے نظیر راہنما سمجھے جاتے تھے اور پرویز نے تو اُسے شاہکار رسالت کے میک اپ کے ساتھ ایک ضخیم کتاب میں پیش کیا ہے۔ اور جو اس وقت ہمارے سامنے رکھی ہے اور جن کا اسم گرامی عمر ابن الخطاب ہے۔ اُن کے متعلق علامہ ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے کہ:

''اِمْرَأَۃٌ مِّنْ فَھْمٍ کَانَتْ تَحْتَ نُفَیْلِ بن عبدالعزی جَدَّ عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ فَتَزَوَّجَھَا عمرو بن نفیل بعد اَبِیْہِ فَوَلَدَتْ لَہ' زَیْدًا فَاُمُّہٗ اُمُّ الخطاب وَ زَیْدٌ ھٰذَا ھُوَ ابو سعید بن زید بن عمرو بن نفیل''

ترجمہ:۔ خاندان فَہم کی ایک عورت نفیل بن عبدالعزی جدّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تصرف میں تھی۔ جب نفیل کا انتقال ہو گیا تو اُن کے بیٹے عمرو بن نفیل نے اپنے باپ کے بعد اُن کی بیوی کو زوجہ بنا لیا تو اُس زوجہ سے عمرو بن نفیل کے یہاں زید پیدا ہوا۔ اسی طرح زید ہی کی ماں خطاب کی ماں بھی تھی اور یہ زید سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے باپ تھے۔

شجرۂ نسب یوں ہوا:۔

عبدالعزیٰ کا بیٹا
|
نفیل اور اس کی زوجہ سے
|
عمرو کی ماں جو زوجہ بنی اس سے
زید — خطاب
سعید — عمر خلیفہ دوم
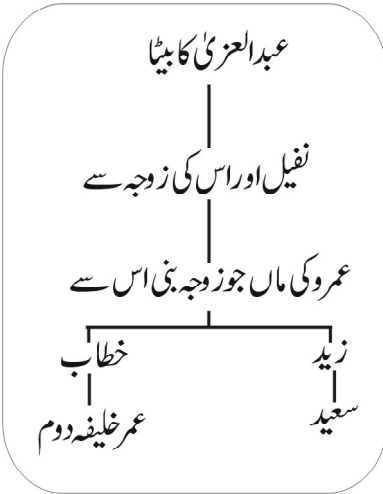
اس طرح زید حضرت عمر کے چچا بھی ہوئے اس لئے کہ زید حضرت عمر کی دادی کے بیٹے بھی ہیں اور چچا زاد بھائی بھی ہوئے اس لئے کہ زید خطاب کے بھائی بھی ہیں اور حضرت عمر کے والد خطاب زید کے ماموں بھی ہوئے اور اُن کے مادری بھائی بھی ہوئے۔ اور فہم کی وہ عورت جو نفیل اور عمرو دونوں کی زوجہ رہی تھی حضرت عمر کی دادی بھی تھیں اور حقیقی چچی بھی تھیں اور عمرو اپنے والد نفیل کے بیٹے بھی تھے اور ہم زلف یا ساڑھو بھی تھے۔ اور نفیل اپنی بیوی کے شوہر بھی تھے اور خسر بھی تھے۔ نفیل کی زوجہ خطاب کی ماں بھی تھی اور بھاوجہ بھی تھی۔ اور عمرو کی ماں بھی تھی اور بیوی بھی تھی اور وہ زید کی دادی بھی تھی اور والدہ بھی تھی۔ مزید غور کرنا قارئین کیلئے چھوڑ کر یہ بتانا ہے کہ ابلیس نے کہا تھا کہ: ''میں اپنی جماعت تیار کر کے انہیں حکم دوں گا کہ وہ میرے حکم و ہدایات کے مطابق خلق اللہ میں تبدیلیاں کیا کریں گے۔'' (نسا 4/119)

خلق اللہ میں تبدیلیوں کا وہ رُخ جس میں عورتوں کو استعمال کیا گیا آپ کے سامنے ہے۔ جو جو حضرات جنسیات و علم النفس (سائکالوجی) پر مطلع ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ دوغلی نسلیں پیدا کرنے (cross breeding) سے کیسے کیسے کمال ظہور میں آئے ہیں۔ نباتات میں قلمی پھلوں کو دیکھیں، پھولوں پر نظر ڈالیں، گندم، چاول، کپاس، اور گنا اور دوسری چیزوں کو سامنے رکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ کتّوں، گھوڑوں، گدھوں کو دیکھیں، گائے اور اُس کی دوغلی نسلوں پر نگاہ ڈالیں تو آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ کیسے کیسے حیران کن اور مفید نتائج برآمد کئے گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح ابلیس نے عربوں اور قریش کو نابغہ کی پیدائش کا راز بتایا تھا۔ چنانچہ قریش میں ہر دوسرا

شخص نابغہ (genius) تھا۔ اور اس کا ذریعہ یہی پیوندکاری (cross breeding) تھا۔ اگر آپ لفظ نابغہ کے معنی ومطلب سمجھنا چاہتے ہیں تو خلیفہ دوم عمر کی مردم شناسی کی ذیل میں علامہ شبلی نعمانی کا بیان سنیئے جس سے آپ کو خود عمر کی نابغیت کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔ بیان سنیے:۔

دوم۔ وہ نابغہ حضرات جنھوں نے علیؑ کو خاندانی حکومت سے محروم کر کے کامیاب قومی حکومت قائم کی اور چلائی۔

۔'' حضرت عمر کی حسن سیاست کا ایک بڑا کارنامہ اور اُن کی خلافت کی کامیابی کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ انھوں نے حکومت وانتظام کی کل (مشین) میں نہایت موزوں پُرزے استعمال کئے تھے۔ یہ عموماً مسلّم ہے کہ جوہر شناسی کی صفت اُن میں سب سے بڑھ کر تھی۔ اس صفت کے ذریعے سے اُنھوں نے تمام عرب کے قابل آدمیوں اور اُن کی مختلف قابلیتوں سے واقفیت پیدا کی تھی اور اُن ہی قابلیتوں کے لحاظ سے اُن کو مناسب عہدے دیئے تھے۔ سیاست وانتظام کے فن میں تمام عرب میں چار شخص اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ 1۔ امیر معاویہ۔ 2۔ عمرو بن العاص۔ 3۔ مغیرہ بن شعبہ۔ 4۔ زیاد بن سمیہ۔ چنانچہ ان سب کو بڑی بڑی ملکی خدمتیں سپرد کیں اور درحقیقت ان لوگوں کے سوا شام ومصر وکوفہ پر اور کوئی شخص قابو نہیں رکھ سکتا تھا۔ جنگی خدمات کے لئے عیاض بن غنم۔ سعد بن وقاص۔ خالد بن ولید، بغمان بن مقرن وغیرہ کا انتخاب کیا۔۔۔ غرض جس کو جس کام پر مقرر کیا وہ گویا اُسی کے لئے پیدا ہوا تھا۔'' (الفاروق حصہ 2 ص 87) ابھی اور سُنیے:۔ حضرت عمر نے اس باب میں جس نکتہ رسی اور تدبیر وسیاست سے کام لیا، انصاف یہ ہے کہ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق اُلٹ کر بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس مرحلہ میں اس بات سے بڑی مدد ملی کہ اُن کی طبیعت شروع سے جوہر شناس تھی۔ یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی تھی وہ اُس کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اُنھوں نے ملک کے تمام آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ یہی بات تھی کہ انھوں نے جس شخص کو جو کام دیا اس کے انجام دینے کے لئے اُس سے بڑھ کر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے جن کو ''دھات العرب'' کہا جاتا تھا (بے حساب نقد بصیرت رکھنے والے) یعنی جو فن سیاست وتدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ 1۔ امیر معاویہ، 2۔ عمرو بن العاص، 3۔ مغیرہ بن شعبہ، 4۔ زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمر نے زیاد کے سوا تینوں کو بڑے ملکی عہدے دیئے تھے اور چونکہ یہ لوگ صاحبان اِدّعا بھی تھے (حکومت کے طلبگار) اس لئے اس طرح (یعنی بڑے عہدے دے کر) اُن پر قابو رکھا کہ کبھی کسی قسم کی خودسری نہ کرنے پائے۔ زیاد اُن کے زمانے میں شانزدہ (سولہ 16) سالہ نوجوان تھا اس لئے اُس کو کوئی بڑا عہدہ نہیں دیا۔ لیکن اس کی قابلیت اور استعداد کی بنا پر ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ کاروبارِ حکومت میں اس کو مشیر کار بنائیں۔'' (ایضاً صفحہ 12)

سوم۔ نابغہ کے معنی اور صفات معلوم ہو گئیں تو نابغہ کے حرامی یا قلمی ہونے کا ثبوت پھر دیکھیں۔

قارئین نے خلیفہ دوم کا قلمی ہونا دیکھ لیا ہے۔ اب مندرجہ بالا چاروں نابغہ میں سے ایک کا قلمی ہونا دیکھ کر یہ طے کر لیں کہ قریش کے عظیم لیڈروں میں قلمی ہونا یا قلمی ہونے کا اعلان کرنا عین قریشی اسلام کے مطابق تھا۔ چنانچہ ہم قارئین کے سامنے قریش کے اس اجتماعی جنسی تعلق کا عملی واقعہ پیش کرتے ہیں جس کی تفصیلات علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے دکھائی جا چکی ہیں۔ پہلے علامہ جیراجپوری خارجی سے سنیے۔ لکھتے ہیں کہ:

1۔ قریش کے متعلق یہ یقین کر لینا کہ فلاں شخص فلاں خاندان یا قبیلے سے ہے، دنیا کا سب سے بڑا فریب ہے۔

''44 ہجری میں امیر معاویہ نے زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کیا۔ کیونکہ بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ زیاد کی والدہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا۔ اور یہ زیاد اُن ہی کے بیٹے ہیں۔ اُس وقت سے یہ زیاد بن ابوسفیان کہے جانے لگے۔ لیکن اکثر لوگ اس نسبت کو تسلیم نہیں کرتے۔ زیاد نے ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ کو کوئی خط بھیجا تھا اس میں لکھا تھا کہ از جانب زیاد بن ابی سفیان۔ مقصد یہ تھا کہ وہ

بھی اس کنیت سے مخاطب کیا کریں تو یہ مُسلّم ہو جائے، لیکن انہوں نے جواب میں زیاد بن ابوسفیان کے بجائے لکھا ''میرے بیٹے زیادؔ''۔
(تاریخ امت حصہ سوم صفحہ 16)

ہم اسلم جیراجپوری کو خواہ مخواہ خارجی نہیں لکھتے وہ سچ مچ جان بوجھ کر کوشش کر کے اسلام سے خارج اور قریشیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اُن کا ہر بیان اسی کا ثبوت ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے زیاد کی والدہ سمیہ کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہ ہرگز نکاح نہ تھا۔ پھر اُسی کو یہ شخص لفظ کنیت اور نسبت سے بھی ظاہر کرتا ہے۔ عائشہ کا زیاد کو اپنا بیٹا لکھنا عائشہ کی حسرتوں کا اور محروم تمنا ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ بہرحال تاریخ طبری سے حقیقت حال پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ طبری کا بیان سننے سے پہلے یہ نوٹ کر لیں کہ:

2۔ **جس طرح عمر نے خود نابغہ ہوتے ہوئے تمام قریشی نابغہ اپنے گرد جمع کئے تھے معاویہ نے بھی علیؑ کے خلاف یہی کیا۔**

حکومت مرتضویؑ پر تسلط اور قبضہ برقرار رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ شیطان کی پروردہ اور خصوصی تربیت یافتہ اولاد اور تمام قسم کی حرامکاریوں سے مرصّع دانشوران قوم سر جوڑ کر تعاون کریں۔ چنانچہ جب مسلمانوں کی حکومت معاویہ تک پہنچی تو ثلاثہ اینڈ کمپنی کے تمام دست و بازو اور ارکان قوم اُس کے پاس جمع ہو گئے اور زیاد بن سمیہ کو تعاون پر رضامند کرنے کے لئے معاویہ نے زیاد کی ماں کے لئے اپنے باپ ابوسفیان ایسا شوہر فراہم کر کے اُسے ایک عدد باپ دیا اور یوں ایک ماں اور ایک نابغہ بھائی حاصل کر لیا تاکہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سواروں اور پیادہ افواج کو مضبوط کیا جاسکے۔ تاریخ طبری بتاتی ہے کہ معاویہ نے اس قلمی رشتہ کے مخالفوں کو کس طرح خاموش کیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ:

''اسی سال (44ھ) معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو اپنے باپ ابوسفیان کے نسب میں شریک کیا (یعنی زیاد چٹکی بجاتے بنی امیہ بن گیا۔ یہی وہ طریقہ تھا جس سے سارا عرب بنی اسماعیل بنا لیا گیا تھا) زیاد جب معاویہ کے پاس حاضر ہوا ہے تو ایک شخص بنی عبدقیس اُس کے ساتھ آیا تھا۔ اُس نے زیاد سے کہا کہ ابن عامر میرے محسنوں میں سے ہے۔ تمہاری اجازت ہو تو میں اُس سے ملاقات کر لوں۔ زیاد نے کہا کہ اس شرط پر ملاقات کر سکتے ہو کہ تمہارے اور اُس کے درمیان جو باتیں ہوں مجھ سے آ کر بیان کر دینا۔ اُس نے کہا کہ بہت اچھا۔ اجازت مل گئی اور وہ ابن عامر سے ملا اُس نے کہا۔ ''ہاں ہاں ابن سمیہ میرے امر میں اعتراض کرتا ہے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریش میں سے ایک ''قُسّامہ۔'' (پچاس گواہی کی پارٹی) لے کر آؤں گا۔ وہ اس بات پر حلف اُٹھائیں گے کہ ابوسفیان نے کبھی سمیہ کی صورت تک نہیں دیکھی تھی۔ (مطلب یہ کہ ابوسفیان زیاد کا باپ نہیں) جب یہ شخص ابن عامر سے ملاقات کے بعد واپس آیا تو زیاد نے حال پوچھا۔ اُس نے بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ زیاد نے کسی طرح نہ چھوڑا آخر اُسے کہہ دینا پڑا۔ زیاد نے جا کر معاویہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ معاویہ نے اپنے حاجب (دربان) کو حکم دے دیا کہ ابن عامر آنے لگے تو پہلے ہی پھاٹک پر سے اُس کے راہوار (سواری) کے مُنہ پر مار کر واپس کر دینا۔ اُس نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ ابن عامر نے جا کر یزید سے شکایت کی۔ یزید نے پوچھا کہ تم نے زیاد کا تو کچھ ذکر نہ کیا تھا؟ ابن عامر نے کہا کہ کیا تو تھا۔ یہ سن کر یزید اُسے ساتھ لئے ہوئے معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ نے ابن عامر کو دیکھتے ہی مجلس برخاست کی اور محل کی طرف رُخ کیا۔ یزید نے یہ دیکھا تو ابن عامر سے کہا کہ تم بیٹھو وہ کب تک اپنی نشست کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھے رہیں گے۔ اُن دونوں کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو معاویہ محل سے برآمد ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ اُسے دروازوں پر مارتے جاتے تھے اور کسی کا یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ ؎ ہماری اور راہ ہے اور تمہاری اور، اور اس بات کو سب جان چکے ہیں۔ پھر بیٹھ گئے اور ابن عامر سے کہا کہ کیا تم ہی نے زیاد کے باب میں زبان کھولی ہے؟ سنو واللہ تمام عرب اس

سے آگاہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی سب سے زیادہ معزز میں تھا۔اور اسلام نے اور بھی میری عزت بڑھا دی۔زیاد کے سبب سے کچھ کمی مجھ میں نہ تھی جو پوری ہوگئی ہو یا میری ذلت عزت سے بدل گئی ہو۔یہ بات ہرگز نہیں ہے ہاں اس کو میں نے جس بات کا حقدار پایا وہ سلوک میں نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ابن عامر نے کہا کہ یا امیر المومنین میں اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں زیاد کی جس میں خوشی ہوگی وہی بات زبان سے نکالوں گا۔معاویہ نے کہا اب ہم بھی جس میں تمہاری خوشی ہوگی وہی بات کریں گے۔ابن عامر اُٹھ کر زیاد کے پاس گئے اور اُسے راضی کر لیا۔روایت ہے کہ زیاد کوفہ آیا تو کہنے لگا کہ میں جس واسطے تمہارے پاس آیا ہوں اور جس بات کا تم سے طالب ہوں اُس میں تمہاری ہی بہتری ہے۔سب نے کہا کہ ہم سے جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔اُس نے کہا کہ معاویہ کے نسب میں مجھے شریک کردو۔لوگوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی تو ہم نہیں دے سکتے۔پھر زیاد بصرے میں آیا وہاں ایک شخص نے اس کے موافق گواہی دی۔'' (ترجمہ طبری حصہ چہارم صفحہ 74 تا 76)

زیاد کے سلسلے میں آگے بڑھنے سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ عرب لوگ آپس میں ساز باز کر کے اور جھوٹی گواہیاں دلوا کر ایک نسب سے دوسرے نسب میں اور ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں نہایت سہولت سے داخل ہوتے چلے آرہے تھے۔اور ضرورت ہوتی تھی تو خود ہی نسّاب بھی بن جاتے تھے۔عمرو ابوبکر بھی بھانڈ یعنی نسّاب مشہور کئے گئے ہیں۔اسی قسم کی سازش وکوشش کر کے قحطانی نسل سے اسماعیلی نسل میں داخل ہو گئے اور پھر رفتہ رفتہ رسوؐل اللہ کے رشتہ دار بن گئے تھے۔پھر یہ نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام کے تمام دشمنوں کو اور اُن حضرؑت سے بغض رکھنے والوں کو یکمشت نطفۂ ناتحقیق اور حرامی کیوں کہا گیا تھا۔زمانۂ رسوؐل میں جو اولادیں حلال نکاح سے پیدا ہوگئی تھیں اُن سے عربوں کے حرام میں کوئی فرق نہ ہوا۔اِس لئے کہ یزید کی بارہ ہزار فوج کو اہل مدینہ پر مسلط کر دیا گیا جنھوں نے تین روز تک دن رات مدینہ کے مسلمانوں کی عورتوں سے اندھا دھند زنا کیا تھا اور تاریخ کی رُو سے مدینہ میں ہزارہا حرامی بچے پیدا ہوئے تھے۔یوں دشمنان علیؑ و دشمنان اولادِ علیؑ برابر حرامی رہتے چلے آتے ہیں اور جب بھی اور جہاں بھی حرامیوں کی کمی پیدا ہوتی ہے ابلیس فوراً اس کا سدباب کر دیتا ہے۔لہٰذا حدیث رسوؐل قیامت تک صحیح ثابت ہوتی چلی جائے گی کہ: ''علیؑ کا دشمن یا علیؑ سے بغض رکھنے والا یا حرامی ہوگا یا منافق''

3۔ زیاد کے نسب بدلنے اور بنی امیہ بن جانے پر قریش ساز تاریخوں کے چند اور بیانات۔

''۔زیاد قبیلہ ثُـقَیفُ کے غلام عبید کا بیٹا تھا۔لہٰذا پہلے زیاد بن عبید کہلاتا تھا۔جب معاویہ نے اُس کو بھائی بنالیا تو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے پکارا جانے لگا اور جب اُموی سلطنت ملیامیٹ ہوگئی تو اُسے زیاد بن ابیہ (یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا) یا زیاد بن اُمہ یا زیاد بن سَمیّہ کے نام سے لکھا اور پکارا جانے لگا۔خود معاویہ نے اپنا بھائی بنانے سے پہلے اُسے ایک خط میں لکھا تھا کہ:

مِنْ امیر المومنین معاویه ابن ابو سفیان اِلیٰ زیاد بن عبید فَاِنَّکَ کَفَرْتَ النِّعْمَةَ و اسْتَدْ عَیْتَ النَّقْمَہَ .... الخ

امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان کی جانب سے زیاد بن عبید کے نام،تم ایک غلام تھے جس نے کُفرانِ نعمت کیا اور بربادی و ہلاکت کی خواستگاری کی۔'' (شرح ابن ابی الحدید جلد 4 صفحہ 68)

4۔ زیاد کے ماں باپ کے لئے بھی قریشی تاریخ کا افسانہ سنیے۔

زیاد کی ماں سمیہ ایران کے کسی کسان کی کنیز تھی۔وہ کسان بیمار ہوا تو علاج کے لئے حارث بن کلدہ طبیب ثقفی کو بلایا۔جب اُس کے علاج سے صحت ہوگئی تو اُس نے اظہارِ تشکر کے لئے اپنی کنیز سمیہ اُسے دے دی۔حارث نے اپنے رومی غلام عبید سے اُس کی شادی کر دی۔عبید ہی

کی زوجیت میں سمیہ کے بطن سے زیاد پیدا ہوا تھا۔ جب زیاد بڑا ہوا تو اُس نے اپنے باپ عبید کو ایک ہزار درہم میں خرید کر آزاد کر دیا۔ زیاد کی ماں سمیہ مشہور بدکار اور طوائف عورت تھی۔ علامہ ابوعمرو اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر (خلیفہ دوم) نے اپنے عہد حکومت میں یمن کے حالات درست کرنے کے لئے زیاد کو وہاں بھیجا۔ وہاں سے واپس آ کر زیاد نے ایک تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔ عمروعاص (دوسرا نابغہ) نے کہا کہ اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو سارے عرب کو اپنی لاٹھی سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں جس نے اس زیاد کو اس کی ماں سمیہ کے پیٹ میں رکھا۔ عمروعاص نے پوچھا وہ کون تھا؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ میں تھا۔ عمروعاص نے کہا کہ اَے ابوسفیان خاموش رہو اگر عمر نے یہ بات سُن لی تو تمہاری گت بنا دیں گے۔ اس پر ابوسفیان نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ:۔''اگر کسی کا خوف نہ ہوتا تو اصل واقعہ کو ظاہر کر دیتا۔ میں نے بنی ثقیف سے بہت دنوں تک درگزر کیا اور اُن میں اپنے میوۂ دِل کو چھوڑے رکھا۔ اسی واقعہ نے معاویہ کو آمادہ کیا اس پر کہ زیاد کو بھائی بنائے۔'' (استیعاب جلد اول صفحہ 195 تاریخ ابن عساکر جلد 5 صفحہ 410)

اس تاریخی افسانے میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ قریش حرامزادے تھے یا نہیں؟ اور یہی دکھانے کے لئے ہم قریشی ریکارڈ پیش کرتے جا رہے ہیں۔ مورخین کا یہ کہنا کہ معاویہ نے ابوسفیان کے مندرجہ بالا بیان ہی کی وجہ سے زیاد کو اپنا بھائی بنایا تھا، اس لئے غلط ہے کہ اگر بھائی بنانے کی یہی وجہ ہوتی تو زیاد سے زیادہ حق عمروعاص کا تھا۔ کیونکہ عمرو بن العاص کی پیدائش پر تو ابوسفیان نے علی الاعلان یہ دعویٰ کیا تھا کہ:۔''میں نے عمرو کو اُس کی ماں کے رحم میں رکھا تھا'' اور اُس وقت اس دعوے پر باقاعدہ ردّوکد ہوئی تھی مگر عمرو کی ماں نے عاص کا نام لے دیا۔ اس لئے کہ عاص سے زیادہ پیسے ملنے کی اُمید تھی۔ زیاد کے مادری بھائی ابوبکرہ کو جب علم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا ہے اور یہ کہ زیاد بھائی بننے پر راضی بھی ہے تو اُس نے قسم کھائی کہ وہ زیاد سے کبھی نہ بولے گا۔ ابوبکرہ نے کہا تھا کہ زیاد نے اپنے باپ عبید کی ولدیت سے انکار کر کے جیسے خود اپنی ماں سے زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم میرا یقین تو یہ ہے کہ سمیہ نے کبھی ابوسفیان کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی۔ ستیاناس ہو زیاد کا وہ اُم حبیبہ (معاویہ کی بہن زوجہ رسولؐ) کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا کیا وہ اُم حبیبہ کو دیکھنا چاہتا ہے؟ اگر ام حبیبہ نے اُس سے پردہ کیا تو زیادہ ذلیل ہوگا اور بھائی بننے کی پول کھل جائے گی اور اگر اُم حبیبہ نے پردہ نہ کیا اور اُس کے سامنے آئیں تو بڑی بھاری مصیبت اور پیغمبرؐ کی زبردست ہتک حُرمت ہوگی۔ معاویہ کے زمانے میں زیاد نے حج کیا۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا اور چاہا کہ اُم حبیبہ کے پاس جائے مگر پھر اُسے ابوبکرہ کا قول یاد آ گیا اس لئے پلٹ آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُم حبیبہ نے سامنے آنے کی اجازت نہ دی۔

5۔ آخری قصہ اور زیاد کا حرامی ہونا بہرحال ثابت ہوگیا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ دشمنانِ علیؑ میں سے تھا۔

ابن عساکر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ: ''ابوسفیان طائف گیا۔ وہاں ایک شراب فروش کے یہاں پہنچا جس کا نام ابومریم سلولی تھا۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔ اور پیغمبرؐ کی صحبت سے بھی مشرف ہوا تھا۔ ابوسفیان نے شراب پینے کے بعد ابومریم سے عورت کی خواہش ظاہر کی۔ ابومریم نے کہا کہ حارث بن کلدہ کی کنیز اور عبید کی بیوی سمیہ موجود ہے۔ کہو تو بلا دوں؟ اور ابوسفیان نے کہا کہ اُسی کو بُلا لو۔ اگرچہ اس کے پستان بہت بڑے اور اُس کی بغل بہت بدبودار ہے۔ ابومریم بلا لایا تو ابوسفیان نے اُس سے اپنا مُنہ کالا کیا۔ اُس سے زیاد پیدا ہوا جسے بعد میں معاویہ نے اپنا بھائی بنالیا۔'' (عقد الفرید جلد 3 صفحہ 2 تاریخ ابن عساکر جلد 5 صفحہ 409 تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 191)

چہارم۔ رسوؐل اللہ قریش کی مخلوط نسلی کھچڑی سے نام بنام آگاہ تھے اور عمر اُن سے ڈرتے اور ہوشیار رہتے تھے۔

ہم نے قریش کے جنسی شرک اور شرمناک قومی و نسلی طرز زندگی کے بدبودار انبار میں سے صرف چند نمونے دکھائے ہیں۔ جن سے ہر شائستہ اور مہذب نسل کے قاری کو گرانی اور کراہت ہوئی ہوگی۔ اللہ، محمدؐ اور علیؑ نے قریش کو یہ موقع دیا کہ وہ آئندہ ہر گھر میں حلال راہوں اور طریقوں سے ایک حلال زادہ نسل کی ابتدا کریں اور رفتہ رفتہ ایک شریف عربی نسل کو وجود میں لائیں۔ قریش کو یہ موقع دینے میں قرآن اور نہج البلاغہ نے بہت محتاط اور نرم الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً یہ نہیں کہا کہ: ۔تم سب حرامی، خبیث اور ناپاک ہو۔'' اس لئے کہ اب ماضی میں گزرے ہوئے حالات کی اصلاح ناممکن تھی۔ اس بنا پر ماضی کی تمام حرامکاریوں، بے حیائیوں اور گھناؤنے جنسی تعلق پر یہ مہذب پردہ ڈال دیا کہ۔'' **اِلّا مَا قَدْ سَلَف** ''یعنی جو ماضی میں گزرتا رہا وہ تو گزر ہی چکا ہے۔'' اس تین لفظی جملے میں اللہ نے لاکھوں حیاسوز اعمال پر پردہ ڈال دیا تھا۔ مگر قریش ایسے مہذب اور گول گول جملوں سے یہ سمجھتے تھے کہ انہیں ہماری نسلوں کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہیں۔ لہٰذا اپنی لاعلمی کو چھپانے اور ہمیشہ شرمندہ کرتے رہنے کے لئے یہ گول زبان بولی جاتی ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ تو یقیناً ہمارے خاندانی حالات سے فرداً فرداً ناواقف ہیں اور ہمیں اُن سے جھجکنے یا شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ گول گول باتیں محض رعب ڈالنے کے لئے ہوتی ہیں۔ لہٰذا جس بات کا ہم جم کر انکار کردیں گے اُن کو اپنی لاعلمی کی وجہ سے خاموش ہونا پڑے گا۔ ادھر قریش یہ سوچتے تھے اور اُدھر اللہ نے فرمایا کہ:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ....(33/5)

''تم لوگ اپنے طریقوں سے بنائے ہوئے پرائے بیٹوں کو اُن کے باپوں کے نام سے پکارا کرو اور اگر تمہیں یہ معلوم نہیں کہ کون کس کا بیٹا ہے تو انہیں اپنا بیٹا نہیں بلکہ دینی بھائی سمجھو۔''

گو اس صاف ستھرے اور سادہ سے جملے میں وہ سب کچھ ہے جو قریش کی نسلی حالت تھی۔ مگر قریش نے اس جملے سے صرف متبنیٰ اور لے پالک مراد لیا۔ حالانکہ لے پالکوں کے والدین تمام بچہ مانگنے والوں کو معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض قریش مطمئن تھے کہ رسوؐل اللہ اُن کی نسلی گندگی کی تفصیلات نہیں جانتے اور جس کو جس کا بیٹا کہا جارہا ہے وہ اُن کو اُن ہی کا بیٹا یقین کرتے ہیں۔ لیکن قریش کے دانشور عموماً اور عمر بن الخطاب خصوصاً قرآن کے مندرجہ قسم کے سادہ جملوں سے مشکوک ہو گئے تھے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا قرآن کے ان جملوں میں کس قدر گہرائی ہے؟ یعنی آیا یہ جملے اُن کی قوم و نسل کی جنسی بے راہ روی کی گہرائی اپنے اندر رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اُن جملوں میں گہرائی ہے تو آنحضرؐت اُسے سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے اُنھوں نے جو انتظام کیا تھا اُسے سمجھنے اور قارئین کو سمجھانے کے لئے ہم صحیح بخاری سے مدد لیتے ہیں۔

پنجم۔ قرآن کی نرم روی کے باوجود رسوؐل کو مجبور کیا گیا کہ وہ قریش کے گھناؤنے حسب ونسب پر روشنی ڈالیں:۔

چنانچہ علامہ محمد اسماعیل بخاری نے اپنی بخاری کی کتاب التفسیر میں سورہ مائدہ کی آیت (5/101) کی تفسیر اور شان نزول کے سلسلے میں چند روایات لکھی ہیں۔ انہیں یہاں دیکھئے اور قریش کے گزشتہ جنسی حالات کو سمجھئے اور اللہ و رسوؐل اور قرآن کا رویہ بھی دیکھئے۔

''**بَـاب قَوْلُه**' : **لَا تَسْئَلُوا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْ كُمْ** ۔''یہ وہ باب ہے جس میں اللہ کے اس قول کے متعلق حدیثیں بیان ہوں گی جس میں فرمایا ہے کہ۔'' ۔''تم ایسی چیزوں کے متعلق سوالات نہ کیا کرو جن کو تم پر کھول کر ظاہر کردیا جایا کرے تو تمہیں ناگوار گزرے اور برا معلوم ہو۔''

یہ باب قائم کر کے علامہ نے روایت لکھی ہے کہ:۔

:''اَنس نے بیان کیا کہ رسوؐل اللہ نے ایک ایسا خطبہ دیا کہ میں نے تو پہلے کبھی رسوؐل اللہ کا ایسا خطبہ ہرگز نہ سُنا تھا۔قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَااَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا،قَالَ :فَغَطی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَجُوْھَھُمْ لَھُمْ حَنِیْنَ ،فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ؟قَالَ :فُلَانٌ : فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ ،لَاتَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُوْ ءْ کُمْ(پارہ۔18 جلددوم صفحہ 665 مطبع نورمحمد)

آنحضرؐت نے فرمایا کہ جو میں تمہارے متعلق جانتا ہوں اگر تمھیں بھی وہ سب کچھ معلوم ہوجائے تو تم لوگ کم سے کم ہنسا کروگے اور زیادہ سے زیادہ رویا کروگے۔اَنس کہتے ہیں کہ یہ سن کر رسوؐل اللہ کے تمام صحابہ نے اپنے اپنے مُنہ کپڑے سے ڈھک لئے اور اتنا روئے کہ اُن کی چیخیں بلند ہوگئی تھیں۔ چنانچہ اس کے بعد وہیں ایک شخص نے آنحضرؐت سے پوچھا کہ مجھے یہ بتائیں کہ میرا باپ کون ہے۔آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ تم لوگ ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھا کرو کہ جن کو تم پر ظاہر کردیا جائے تو تمہیں ناگوار اور بُرا معلوم ہو۔(5/101)۔''

ششم۔ <u>یہ سنسنی خیز اور دہشت ورقت انگیز خطبہ چھپانے سے بھی قریش کی نسلی گندگی نہ چھپ سکی۔</u>

محمد اسماعیل بخاری ہوں یا کوئی اور ہو،مورخ ہو یا محدث ومفسر ہو قریشی حکومتوں کے تنخواہ دار ووظیفہ خوار ملازم تھے۔اس لئے اپنے حکمرانوں کے اشارے پر ناچتے تھے۔اُن کی ڈپلومیسی،اُن کی پالیسی اور اُن کے مذہب سے واقف تھے۔اُن کی رضاجوئی مدنظر رکھنا قدرتی تھا۔وہ اُن کے خلاف نہ ایک لفظ لکھتے تھے نہ لکھنا پسند کرتے تھے۔اس لئے کہ خود بھی ان کا وہی مذہب ہوتا تھا جو اُن کے خلفا اور حکمرانوں کا مذہب تھا۔جو کچھ بھی وہ لکھتے تھے وہ اُن کی تائید میں لکھتے تھے۔کروڑوں احادیث وواقعات معلوم ہوتے ہوئے انھوں نے اپنی کتابوں میں نہ لکھے۔مگر یہ لکھ دیا کہ مجھے سات لاکھ احادیث یاد ہیں جن میں سے یہ(بخاری کی احادیث)لکھی ہیں۔یعنی صرف محمد اسماعیل بخاری نے چھ لاکھ چورانوے ہزار حدیثیں منظر عام پر نہ آنے دیں۔اسی طرح باقی محدثین نے لاکھوں احادیث کو اُمت کے سامنے نہ آنے دیا اور جو حدیثیں لکھیں وہ بھی نامکمل،حق سے دور اور تشنہ رہ گئیں۔اسی مندرجہ بالا حدیث پر دوبارہ ہمارے ساتھ نظر ڈالئے اور سوچئے کہ وہ خطبہ جسے حضرت اَنس نے اپنے سُنے ہوئے تمام خطبوں میں سب سے زیادہ حیرت وحقیقت انگیز قرار دیا،محمد اسماعیل بخاری نے نہیں لکھا یا نہ لکھ سکے۔یہ کتنا بڑا نقصان ہے جو جانتے بوجھتے اُمت کو پہنچایا گیا ہے؟ اور اُن حکمرانوں کے مقاصد کو بحال رکھا گیا ہے اور ایسے کتنے نقصانات ہیں جو قریشی مذہب وحکومت کے تحفظ میں امت کو اُٹھانا پڑے۔اب ہم اُس خطبے کے متعلق اس کے سوا کیا کہیں کہ اُس خطبے میں بڑی شرمناک باتیں تھیں جو حاضرین صحابہ اور اُن کے اباواجداد کرتے رہے تھے۔جن کے بیان ہونے کے دوران رسوؐل کے صحابہ کو ایک دوسرے سے بھی اور رسوؐل اللہ سے مُنہ اور آنکھیں چھپانا پڑیں۔ہم کہیں گے اور تمام غیور انسانوں کو ماننا پڑے گا کہ آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یقیناً کچھ نرم اور تسلّی آمیز اور اصلاحی باتیں بھی کی ہوں گی ورنہ اُس خطبے کے بعد حاضرین ومخاطبین صحابہ ساری عمر ایک دوسرے کو مُنہ نہ دکھاتے اور انسانی غیرت کا تقاضا تھا کہ یا جلاوطن ہوجاتے یا ڈوب کر مرجاتے۔اور یقیناً رسوؐل اللہ نے اُن کے سامنے جہنم کو بلا دیواروں کے رکھ دیا ہوگا(روایت آنے والی ہے)اور اُنھوں نے اپنے اباواجداد کو جلتا،پٹختا اور پٹخ پٹخ کر شعلوں میں اُچھلتا دیکھ لیا ہوگا اور اس خوف سے بھی آنکھیں بند کرلی ہوں گی۔حدیث کا یہ جملہ لَھُمْ حَنِیْنَ بتاتا ہے کہ چیخ وپکار کرنے والے لوگ اور تھے اور اُن کی چیخ وپکار حاضرین کو سنانے کے لئے (لَھُمْ) سامنے لائی گئی تھی۔پھر نہ اس صحابی کا نام بتایا گیا ہے جس نے اپنے حقیقی باپ کا نام معلوم کیا تھا اور نہ وہ نام بتایا گیا جو رسوؐل اللہ نے اُس کے باپ کا بتایا تھا کیا یہ سب کچھ دیانت داری ہے؟ کیا یہ پردہ پوشی مفید ہے؟ اس سے تو

قریشی علما، قریشی مذہب، قریشی خلفا اور قریشی نسل کی دُہری چوہری (Multy) حرامزدگی کی نمائش ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اُس پورے خطبے میں قریش کے نسلی، جنسی اشتراک واختلاط وقلم کاری اور پیوند سازی کی نام بنام تفصیل بیان کی گئی تھی اور جو شخص اس مذمت سے بچ گیا تھا وہ کھڑا ہوا اور اپنے متعلق تفصیل معلوم کرلی تھی۔ اگر اس خطبے کا عنوان۔''حاضر صحابہ کی نام بنام جنسی پردہ دری، پیوند کاری اور کراس بریڈنگ۔'' نہ ہوتا تو اُس آدمی کا یہ سوال کہ''میرا باپ کون تھا''یا''میرے باپ کا نام بتاؤ'' نہ صرف بے تکا، احمقانہ اور بے محل ہوتا بلکہ یہ قریشی صحابہ کی شان کے خلاف بھی ہوتا۔ اُنھوں نے اور اُن کے اباواجداد نے احمقانہ اور جاہل لوگ پیدا کرنے کے لئے یہ جنسی اشتراک اور پیوند سازی کا یہ ابلیسی منصوبہ اختیار نہ کیا تھا وہ تو ایک عظیم الشان نابغہ نسل تیار کرنا چاہتے تھے جن میں سے ایک شخص شاہکار ابلیس وپرویز کے مقام تک بلند ہو سکے۔ اُن میں کا جاہل سے جاہل شخص کم از کم ابوجہل کی بصیرت کا مالک ہونا چاہیے۔ لہٰذا رسوؐل اللہ کے خطبے کا عنوان یقیناً قریش کی جنسی صورت حال بیان کرنا تھا اور ذرا دیر بعد آنے والی روایات بتائیں گی کہ قریش نے رسوؐل اللہ پر سوالات کی بارش کردی تھی۔ اور آپؐ نے مجبور ہوکر قریش کے کچے چٹھے کو اس خطبے میں بیان کیا تھا۔

هفتم۔ **بخاری نے ایک آیت چھوڑ کر شان نزول نہ لکھا ہوتا تو خود قرآن سے اُس خطبے کا عنوان مل جاتا؟**

قریشی علما نے اُن تمام آیات کی تفسیر کو اپنے ریکارڈ سے دور رکھا ہے جو قریش کی نسلی خصوصیات کا ذکر کرتی ہیں۔ زیر بحث آیت (5/101) سے پہلی آیت (5/100) کو اگر شامل کرلیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے کا عنوان بھی سامنے آجاتا۔ غور فرمایئے کہ بخاری اور قریشی علما نے اس آیت کی تفسیر سے پہلو اس لئے بچایا کہ وہ قریش کی نسلی خباثت پیش کرتی ہے۔ آیت سُنیے۔

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ O یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ O (5/100-101)۔

۔''اے نبیؐ آپ قریشی نمائندے سے کہہ دیں کہ خواہ تجھے بدمعاشیوں اور گندگیوں کے مخلوطوں کی کثرت پسند ہی کیوں نہ ہو مگر ایسے مخلوطے اور نفیس وعمدہ چیز کبھی نہ مساوی ہوئی ہے نہ برابر ہوگی۔ تم سب کو خبیث پسندی سے باز رہنا چاہیے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرلینا چاہیے۔ اے عربی بصیرت والے نابغہ لوگو! شائد تم تقویٰ کی وجہ سے فلاح پاسکو۔ اے قریشی مومنین تم ایسی باتیں نہ پوچھا کرو کہ جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمھیں ناگوار اور بُری لگیں۔ اور اگر تم نے اب زمانہ نزولِ قرآن کے دوران کبھی ایسی باتیں پوچھیں تو حقیقت حال تم پر کھول دی جائے گی۔ اللہ نے تمھیں اس صورت حال سے فی الحال نظر انداز کردیا ہے۔ اس لئے کہ وہ مغفرت اور بردباری کا مالک وخالق ہے۔''

اس آیت (5/100) کو شامل کرتے ہی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کا عنوان اور بیان کرنے کا مقصد اور سامان آپ کے سامنے آگیا ساتھ ہی یہ معلوم ہوگیا کہ سوالات کی بوچھاڑ کرنے والا ایک تنہا لیڈر تھا۔ جس کو پورے خطبے میں مخاطب نمبر ایک کی حیثیت سے سامنے رکھا گیا ہے اور اُسے بتایا یہ گیا ہے کہ خبیث اور طیب ہرگز برابر یا مساوی نہیں ہوسکتے۔ خبیث کا ایمان لانا اور ایمان لانے کے بعد مدت دراز تک اعمال خیر وتقویٰ پر عمل کرنا بھی اُس کے جسم، خون اور ہڈیوں میں سے رچا بسا حرام اور خباثت نہ نکال سکیں گے یعنی اُس کا وہ پہلا دن بہت دور ہوتا ہے جو طیب آدمی کے ایمان لانے کا پہلا دن ہوتا ہے۔ طیب آدمی میں اُس کا ایمان وعمل مثبت اضافوں کا باعث ہوں گے اور خبیث انسانوں

کے ایمان و اعمالِ خیر پہلے اُن منفی گڑھوں کو بھرنے میں لگے رہیں گے جو اُس نے اور اُس کی سابقہ خبیث نسل نے صدیوں میں کھودے اور خبیث سامان سے بھرے تھے۔ پہلے وہ گڑھے خبیث سامان سے خالی کئے جائیں گے۔ پھر طیب سامان سے بھرے جائیں گے۔ تب خبیث انسان طیب کے برابر ہوسکے گا۔ یعنی آج اُس کا لیول وہاں پہنچا جہاں طیب انسان ایمان لانے کے پہلے دن تھا اور ایمان لانے کے بعد وہ اعمال خیر سے کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا؟ یعنی خبیث انسان ایمان لانے کے بعد بھی کبھی اُس کے برابر یا مساوی نہ ہوسکے گا۔ یہ پورا بیان آیت (5/100) کے دو الفاظ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ سے ظاہر کیا گیا ہے اور آپ نے دیکھ لیا کہ باوجود پوری پوری پُرخلوص جدّ وجہد اور کوشش وعمل کے وہ ہرگز کبھی مساوی نہ ہوسکیں گے۔ اس لئے کہ دونوں کی ابتدا (Starting Points) میں بُعد المشرقین ہے۔

ہشتم۔ قرآن ان دو قسم کے مومنین کی موجودگی کا بھی ذکر کرتا ہے اور اللہ دونوں کو الگ الگ کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہ بیان ہوچکا کہ قریش کے اولین مخاطب لوگوں کا ایمان لانا قبول کرلیا گیا تھا اور لوگ دھڑا دھڑ ایمان کا سچا یا جھوٹا اعلان کرکر کے رسوؐل اللہ کے گرد جمع ہوتے رہے۔ تعداد بڑھتی رہی اور قریشی تاریخ کے مطابق دیگر اقوام کے علاوہ پوری قریشی قوم مومنین میں داخل ہوگئی تھی۔ یعنی ایک جمِ غفیر تھا جسے اللہ کو قدرتی طور پر اے مومنین (یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ) کہہ کر مخاطب کرنا پڑتا تھا۔ اور اس انبوہ میں کثرت قریشی یا خبیث مومنین کی تھی۔ مومنین کی اس حالت کو مودودی کے قلم سے قریشی زبان و اصطلاحات میں سنئے لکھا ہے کہ:

۔''یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن مجید میں۔''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' کے الفاظ سے کہیں تو سچے اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا ہے اور کہیں مسلمانوں کی جماعت بحیثیت مجموعی مخاطب ہے جس میں مومن اور منافق اور ضعیف الایمان سب شامل ہیں اور کہیں روئے سُخن خالص منافقین کی طرف ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 134 حاشیہ 118 آیت 33/69)

مودودی کی تحریر سے بھی حقیقی مومنین کے ساتھ خبیث مومنین کا وجود ثابت ہوگیا۔ اب یہ دیکھئے کہ اللہ نے قرآن میں ان دونوں قسم کے مومنین کے لئے کیا طے کیا ہوا تھا؟

مَاکَان اللّٰہُ لِیَذَرَالْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِا للّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَاِنْ تُؤْ مِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌO (آل عمران 3/179)

۔''اللہ کے لئے یہ موجودہ صورت حال شایان شان نہیں ہے کہ وہ مومنین کو اس مخلوط حالت میں رہنے دے جس میں تم لوگ اس وقت ہو لہٰذا اللہ ضرور پاک مومنین اور خبیث مومنین کو الگ کرکے دونوں میں تمیز کرا کے چھوڑے گا اور یہ بھی اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ تمھیں پردہ غیب میں پوشیدہ اُس طریقہ اور وقت پر مطلع کردے جو خبیث مومنین کو طیب مومنین سے الگ کرنے کے لئے طے شدہ ہے لہٰذا غیبی عمل درآمد کے لئے اللہ اپنے رسوؐلوں میں سے جسے ہر کام کو فوراً کرنے کی قابلیت عطا کرتا ہے سونپ دیتا ہے۔ لہٰذا تم مومن لوگ اس معاملے میں بھی اللہ اور اس کے رسوؐلوں پر ایمان لاؤ۔ اور اگر تم اے مومنین ایمان لے آؤ گے اور تقویٰ اختیار کرلوگے تو تمھارے لئے عظیم الشان اجر ہے۔''

یہاں ہمیں صرف یہ دکھانا تھا کہ عہد رسوؐل میں خبیث اور طیب مومنین مخلوط حالت میں تھے اور ان دونوں کو الگ الگ کرنے کا عمل درآمد قرآن میں نہیں ہے (تفصیلات ہماری تفسیر میں)۔

نہم۔ اللہ نے خبیث وطیب مومنین کو بحیثیت مجموعی الگ الگ کرنے کا طریقہ اور وقت نہیں بتایا مگر انفرادی حیثیت سے الگ ہونے کا طریقہ بتا دیا۔

عہد رسولؐ میں قرآن سے یا قریشی ریکارڈ سے طیب وخبیث مومنین کے الگ کر دیئے جانے پر کوئی سند وثبوت موجود نہیں ہے۔ اور رسولؐ کے اُٹھ جانے کے بعد قیامت تک خبیث وطیب مومنین کا مخلوط رہنا لازم ہے۔ اس لئے کہ یہ کام رسولؐ کے کرنے کا تھا اور رسولؐ اُٹھ گیا تو اُس کے کرنے کے کام بھی دنیا سے اُٹھ گئے اور اللہ کا وہ وعدہ بھی نامکمل رہ کر دنیا سے اُٹھ گیا۔ اور یہ ناممکن ہے۔ لہٰذا رسولؐ کا دنیا سے اُٹھ جانا اور بے دخل ہو جانا بھی ناممکن ماننا پڑے گا اور انتظار کرنا پڑے گا کہ اللہ کا وعدہ رسولؐ اللہ کب پورا کرتے ہیں یا کر چکے ہیں۔ بہر حال اللہ کا وہ قانون اور طریقہ سن لیں جس سے حقیقی مومنین اپنی محنت وکوشش سے خبیث مومنین سے الگ ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں۔ ارشاد ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّؤُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ O(24/26)

۔''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مومن مرد خبیث مومن عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک مومن عورتیں پاک مومن مردوں کے لئے ہیں اور پاک مومن مرد پاک مومن عورتوں کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا دامن اُن الزامات سے پاک ہے جو لگانے والے لگاتے ہیں اور اُن کے لئے مغفرت اور نفع بخش رزق مقرر ہے۔''

یہ آیت سنا کر اُن علما اور محدثین کا مُنہ بند کر دیں جو ہر کلمہ گو کو شادی ونکاح کے لئے تمام مومنین کا عموماً اور اولادِ رسولؐ کا خصوصاً کفو یا ہم سر وہم پلہ قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ سن لیں کہ اس آیت (24/26) کی رو سے عہد رسولؐ میں یا یوں کہئے کہ زمانۂ نزول قرآن میں مسلمانوں کے اندر ایک ایسا مسلمان گروہ موجود تھا جو نہ صرف طیب وطاہر تھا بلکہ اُس گروہ میں ایسے مرد وعورتیں موجود تھیں جو ہر قسم کی جنسی بُرائی اور ہر ممکن جنسی الزام سے سو فیصد مبرا ومنزہ تھے اور دوسرا گروہ ایسا موجود تھا جس میں ہر جنسی برائی، ہر جنسی بے راہ روی، ہر جنسی الزام کے حقدار تھے۔ اور یہی ہمارا عنوان ہے اور یہی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے میں بیان ہوا تھا۔ اور یہی سبب ہوا کہ قریشی ریکارڈ میں اس خطبے کا لکھنا پسند نہیں کیا گیا۔

نہم (الف)۔ قریش نے سوالات کی بوچھاڑ کی تو رسولؐ کو مجبور کر کے غیر مرقوم خطبہ سے دوچار ہوئے۔

علامہ محمد اسماعیل بخاری نے دوسری روایت عبداللہ ابن عباس کی زبانی یہ لکھی ہے کہ:

عن ابن عباس قال کان قوم یسالون رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استھزاء فیقول الرجل من ابی؟ویقول الرجل تضل ناقتہ این ناقتی ؟فانزل اللّٰہ فیھم ھذہ الایۃ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ.

(ایضاً کتاب باب بخاری)

۔''قریشی قوم نے رسولؐ اللہ پر سوالات کی بوچھاڑ مذاق کی حد تک کر دی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ بتاؤ میرا حقیقی باپ کون تھا؟ کوئی کہتا تھا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے بتاؤ کہ میرا گم شدہ اونٹ اس وقت کہاں ہے؟ ان حالات میں اس قوم کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اے مومنین تم ان چیزوں کے متعلق سوالات نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُرا معلوم ہو۔

دہم۔ قریش کی نسلی ونسبی بدعنوانیوں کی تفصیل جاننے کے لئے عمر بن الخطاب نے سوالات کرنے والوں کو تعینات کیا تھا سب کی طرف سے معافی۔

گزشتہ عنوانات میں صحیح بخاری سے بطور تجزیہ وہ سوالات سامنے آچکے ہیں جو قریشی عوام وخواص نے اپنی نسلی ونسبی پوزیشن پر کئے تھے

اورآنحضرتؐ نے ایک زبردست خطبے میں اُن کی شرمناک نسلی صورت حال اُن کے سامنے کھول کر بیان کردی تھیں۔اورانہیں مُنہ چھپانے اوراپنے اپنے اباواجداد کے جنسی اعمال پرچیخیں مار مارکررونے پرمجبور کردیا تھا۔ہم نے سلسلۂ بیان میں عرض کیا تھا کہ قریشی لیڈر عموماً اورعمرخطاب خصوصاً یہ جاننا چاہتے تھے کہ آیا قرآن کے سادہ اورمہذب بیانات میں اُن کی مخلوط نسل کے متعلق کتنی گہرائی ہے اورآنحضرتؐ کی واقفیت کا حدودواربع کیا ہے؟ اس مقصد کوحاصل کرنے کے لئے عمرنے یہ انتظام کیا تھا کہ لوگوں کواپنے اپنے والدین کے متعلق سوالات کرنے کے لئے مقرر کردیا تھا تاکہ سوالات کی بوچھاڑ سے تنگ آکراپنی معلومات پرسے حِلم وصبروسکون وتہذیب کا پردہ ہٹا کردوٹوک بات کریں۔یہ پروگرام چلتا رہااورحضورعلیہ السلام نے رفتہ رفتہ قریش کی جنسی قلم کاری و پیوندسازی وجنسی مخلوطہ کا مفصل اعلان کردیا۔اسی سلسلے کی چندروایات علامہ بخاری نے بخاری کی کتاب،کتاب الفتن میں بھی بکھیری ہیں۔انہیں دیکھنے سے جہاں دوبارہ یہ معلوم ہوگا کہ قریش انتہائی بدنسلے' مخلوط وقلمی لوگ تھے وہاں یہ بھی واضح ہوجائے گا کہ حضورؐ نے قریش کوجہنم میں اُن کے اعمال کی سزا ملتے ہوئے بھی دکھایا ہے۔جس سے خوفزدہ ہوکران کی چیخیں بلند ہوئی تھیں، بخاری نے کتاب الفتن کے جس باب میں یہ بدنسلی والی روایات لکھی ہیں اس باب کا نام ہے:بَابُ التَّعُوْذُ مِنَ الْفِتَن (پارہ29 جلد2 صفحہ 1050)۔''وہ باب جس میں فتنوں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہوگا۔'' یہاں بھی پہلی روایت حضرت اَنس سے ہی لائی گئی ہے جس میں اُنھوں نے بتایا ہے کہ:

عَنْ اَنس قال سَاَلُوا النَّبِی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حَتّٰی اَحْفَوْہُ بالمسئالۃ فَصَعَدَ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذاتِ یوم الْمِنْبر فَقَالَ لِاَتسالونی عن شَیْءٍ اِلاَّ بینتُ لکم فَجَعَلْت اَنْظُرُ یَمِیْنًا وَشِمالا فَاِذا کُلّ رَجُل رَاسَہ فِی ثوبہ یَبْکی فَاِنشاء رَجُل کَانَ اذا الاحیٰ یدعٰی الٰی غیر ابیہ فقال یا نبیؐ اللّٰہ مَنْ اَبی قال ابوک حذافۃ .ثمَّ انشاء .عمر فَقَالَ رَضِیْنَا باللّٰہ رَبًّا وَ بالاسلام دِیْنا وَبِمُحَمد رَسُولًا نَعُوْذُ باللّٰہِ مِنْ سوءِ الفتنِ .فقال النبی مَارَاَیتُ فی الخیر والشرّ کالیوم قطُّ اَنّہ صُوّرَت لی جَنۃُ والنَّارَ حتّٰی رَاَیتُھُمَا دُوْنَ الْحَائطِ .قال قتادۃ بذکر ھٰذا الحدیث عِند ھٰذِہ الایت یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ (5/101)

''اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے اوراس طرح سوالات کئے کہ آنحضرتؐ سوالات میں گھر کراوردب کررہ گئے تھے۔چنانچہ اس کے بعداس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اورفرمایا کہ لواب تم کوئی ایسا سوال نہیں کرسکتے کہ جس کا میں جواب نہ دےسکوں۔یہ چیلنج سن کرمیں نے پورے مجمع پردھنے سے بائیں نظر ڈالنا شروع کی تودیکھا کہ تمام لوگ اپنے سروں کوکپڑے میں چھپائے رورہے ہیں اس دوران ایک شخص کھڑے ہوکر پوچھنے لگا، جسے اکثر سب ہی غلط ولدیت سے پکارا کرتے تھے۔کہ اَے اللہ کے نَبیؐ مجھے بتائیے کہ میرا حقیقی باپ کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ تھا۔پھرعمرنے کھڑے ہوکرکہا کہ۔''ہم سب اللہ سے اپنا پروردگار مان کرراضی ہو گئے اوراسلام سے اپنا دین مان کرراضی ہوگئے اورمحمدؐ سے اپنا رسوؐل مان کرراضی ہوگئے اورہم سب فتنوں کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔اس پررسوؐل اللہ نے فرمایا کہ میں نے کسی خیر یا کسی شر کے معاملے میں آج تک ایسی صورت حال پہلے ہرگزنہیں دیکھی تھی۔یقیناً میرے روبروجنت اورجہنم دیواروں کی آڑ ہٹا کرپیش کئے گئے ہیں۔قتادہ کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اُس آیت کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اَے مومنین تم اُن چیزوں کے متعلق سوالات نہ کیا کروکہ جوتم پرظاہرکردی جائیں توتمھیں بُری لگیں۔''

16۔ بہت سی آیات واحادیث کی طرح یہ حدیث بھی عمر کو سارے قریش کا نمائندہ وراہنما اور قریش کا بزرگ ثابت کرتی ہے۔

اس حدیث میں عمر کا پوری قوم کی طرف سے معافی اور پناہ مانگنا اور اللہ واسلام اور محمدؐ پر ایمان لانے کا تازہ اقرار کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اور معاملات کے علاوہ قومی بدنسلی اور نسبی خباثت میں بھی وہ تمام قریش سے بڑھے ہوئے تھے۔ اُن تمام نسلی ونسبی سوالات میں بھی اُن ہی نے قوم کی نمائندگی کی تھی اور قوم نے جو سوالات دریافت کئے تھے وہ سوالات یا اُن سوالات کے عنوان خود عمر ہی کے تیار کئے ہوئے تھے۔ یہ اس دلیل سے کہ عمر نے خود ایک سوال بھی نہ کیا تھا لیکن انہوں نے پوری قوم کی طرف سے معافی اور پناہ طلب کر کے ثابت کر دیا کہ سوالات اور سوالات کی محفل وغیرہ سب عمر کا انتظام تھا اور آیت نمبر (5/100) میں عمر ہی سے رسولؐ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ:

قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ (5/100)

۔''اِس شخص سے کہہ کہ خبیث اور طیب کبھی مساوی نہیں ہوسکتے خواہ تجھے خبیث کی کثرت پسند ہی کیوں نہ ہو۔''

کتاب الفتن کی اس روایت میں بھی تمام قریشی مخاطبین کا دھنے سے بائیں تک مُنہ چھپا کر رونا دکھایا گیا ہے۔ مگر جو باتیں رونے کا سبب ہوئیں اور جن کی شرمنا کی مُنہ چھپانے کا سبب بنی وہ سب یہاں بھی چھپائی گئی ہیں۔ اس سے اگلی روایت میں بھی مُنہ چھپا کر رونے کا بیان ہے مگر قریشی نسل کو وہاں بھی پردے میں چھپالیا گیا ہے۔

17۔ خلیفہ دوم قریش کی بدنسلی اور خباثت کو اور اعلیٰ خاندانوں کے فضائل وعظمت کو بیان کرنا حکمیہ منع اور بند کرتا رہا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ قریش کی بدنسبی اور خباثتِ نسلی میں بھی عمر سب سے بڑھ کر بدنسل اور خبیث تھا اور اسی لئے عمر قریش کے نسلی عیوب بیان کرنے والوں سے سخت باز پُرس کرتے رہتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کوئی شخص کسی صورت میں اور کسی مقدار میں قریش کے نسلی عیوب بیان نہ کرے۔ اسی طرح وہ یہ بھی چاہتے تھا کہ لوگ نسلی برتری اور نسلی فضیلت کی صحیح باتیں بھی نہ کیا کریں۔ کیونکہ نسلی برتری اور فضیلت بیان کرتے ہی قریش کے ہر خاندان کو سر جھکانا اور شرمانا لازم ہو جاتا تھا۔ لہٰذا خلیفہ عمر ہی نہیں بلکہ اس کی پیروی میں تمام قریشی علما وفقہا وغیرہ یہ چاہتے تھے کہ جب بھی بات کی جائے تو یہ کہا جائے کہ تمام کلمہ گو برابر ہیں' ایمان لاتے ہی ایک درجہ میں آجاتے ہیں۔ نسبی فضیلت ومفاخرت بے معنی ہے اور آئندہ کے اعمال لوگوں کو بلند وپست درجہ دیں گے چنانچہ اس ابلیسی عقیدے اور مقصد کو پاؤں چلانے کے لئے ایسی روایات گھڑوائی گئی ہیں جن میں حضورؐ اپنے یا اپنے مقدس خانوادے کے فضائل ومناقب بیان کرتے کرتے اچانک یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ ''وَلَا فَخْرِی'' اور میرے لئے کوئی فخر نہیں ہے۔ یا یہ کہ میں ایسا اور ایسا ہوں مگر اس پر فخر نہیں کرتا ہوں۔'' اور ایسی روایات تیار کی گئیں جن پر رسولؐ کو فخر ومباہات کرنے سے منع کرتے دکھایا گیا ہے۔ قارئین خاص طور پر نوٹ کریں کہ یہ اور اسی قسم کی کوششیں قریشی نسل کی خباثت پر پردہ ڈالنے اور انہیں عام مومنین کے برابر لانے کے لئے کی گئی ہیں ورنہ قرآن کریم میں ہرگز تمام انسانوں کو یا تمام مومنین کو یا تمام انبیاءؑ کو درجے اور مرتبے میں برابر نہیں کہا گیا ہے اور برابر نسلی برتری وبزرگی پر فخر کیا گیا ہے۔ کہیں بعض کو بعض پر فضیلت دے کر فخر کیا گیا ہے کہیں فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ پوری کائنات کی ہر مخلوق پر بزرگی دے کر فخر کیا گیا ہے۔ یہ بھی ابلیسی یا قریشی حربہ ہے کہ تمام انسانوں کو مرتبہ میں برابر دکھایا جائے اور صرف اعمال کو عزت وذلت کا معیار بنا دیا جائے اور نسلی پاکیزگی اور برتری کو قطعاً سامنے سے ہٹا دیا جائے۔ یہ سب کچھ فطری صورت حال کے خلاف ہے۔ جو قلب وذہن اور بدن ناپاک وخبیث وحرام غذاؤں اور نطفوں سے تیار ہوں گے اُس میں پسندیدہ اور عمدہ وپاکیزہ وحلال خیالات وتصورات کا آنا اور ٹھہرنا فطری

قوانین سے ثابت ہی نہیں کیا جا سکتا۔ بدبو کے ایک انبار یا ذخیرے پر کھڑے ہو کر قیامت تک منتر جنتر یا آیات واسم اعظم اور کلمہ طیبہ وتوحید اور سارے کلمے پڑھنے سے بھی وہ بدبو کا ڈھیر خوشبو سے نہ بدل جائے گا بلکہ اگر اس ڈھیر پر اُس سے چوگنی خوشبو ڈال دی جائے تب بھی وہ گندگی برقرار رہے گی۔لیکن ایک فطری سادہ جگہ جلد سے جلد خوشبودار و بدبودار بنائی جاسکتی ہے۔لیکن عربوں کی طرح صدیوں کی خباثت اور گندگی تو قیامت تک سادہ یا صفر کے درجہ پر نہ آئے گی۔لہٰذا جو علما قریش پر ملمع کاری کرتے ہیں،معنی بدل کر آیات سے اور خود ساختہ روایات سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں،اُن سے ذہن انسانی کی تبدیلی کا قانون معلوم کریں اور برے وخبیث عناصر اور خلیوں کے صالح عناصر اور خلیوں کو تبدیل کرنے کے قواعد معلوم کریں۔وہ ابلیس کی طرح لاحول سے بھاگ جائیں گے۔جسم انسانی وہ بنیاد ہے جس پر تعمیر کی جائے گی۔اگر بنیاد ہی کمزور وخبیث ہے تو پہلے بنیاد کو تندرست وصالح بنانا ہوگا ورنہ کوئی اچھی تعمیر کر لینا ناممکن ہے۔ایسے فریب ساز جاہلوں کو ہمارے سامنے لاؤ ہم انہیں پرائمری کا ایسا سبق دیں گے کہ کبھی بھول کر بھی غیر فطری باتیں نہ کریں گے۔اللہ نے صالح رہنے،صالح نسل پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔خبیثوں اور خباثتوں سے الگ رہنا لازم کیا ہے اسی لئے ہم خبیثوں پر لعنت کرتے ہیں اور معصومینؑ وطاہرینؑ پر درود بھیجتے ہیں۔اللہ نے حرام وحلال کا،پاک وناپاک کا فرق بتایا ہے۔اس لئے نہیں کہ حرام وحلال و پاک وناپاک کو خلط ملط کر لیا جائے اور سب کو ایک درجہ میں رکھ دیا جائے۔یاد رکھیں ضرورت کی بنا پر حقوق میں سب برابر ہیں اور کسی معاملے میں برابری کا تصور ابلیسی تصور ہے۔

اول۔عمر کا نسلی عیوب بیان کرنے پر مواخذہ اور سارے قریش کو خبیث النسل قرار دینے کا ایک واقعہ۔

علامہ ابن ابی حدید نے نہج البلاغہ کی شرح لکھتے ہوئے ابوعثمان کی زبانی لکھا ہے کہ:۔

قال ابو عثمان و بَلغَ عمر بن الخطاب اِنَّ اُنا مِن رواۃ الاشعار وحملۃ الاثار یَعِیْبُوْنَ الناس ویَسَبُّوْنَھُمْ فی اسلافھم فقام علی المنبر وقال اِیَّاکُمْ و ذکر العیوب والبحث عَنِ الاصول فَلَوْ قُلْتُ لَا یخرج الیوم مِنْ ھٰذِہٖ الابواب اِلَّا مَنْ لَّا وصمۃ فیہ لَمْ یخرج مِنْکُمْ اَحَدٌ،فَقَامَ رَجُلٍ مِنْ قریش نَکْرَہُ اَنْ نَذْکَرَہُ .فَقَال اِذَا کُنْتُ اَنَا .

ابوعثمان کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کو یہ اطلاع ملی کہ اشعار کے راوی اور حالات وواقعات سے واقف لوگ واقعاتِ گزشتہ کی بنا پر لوگوں کے نسلی و نسبی عیب بیان کرتے ہیں اور اُن کے کچے چٹھے کھولتے ہیں۔تو عمر منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو تم خبردار ہو جاؤ اور لوگوں کے نسبی عیوب اور آباواجداد کی پیدائش کی غلط بنیادوں اور طریقوں پر بحث نہ کیا کرو۔کیونکہ اگر میں آج یہ شرط لگا دوں کہ اس مجمع میں سے صرف وہی لوگ دروازوں سے باہر نکلیں جن کے نسب میں کسی قسم کی خرابی نہ ہو تو تم میں سے کوئی ایک بھی باہر نہ نکلے گا۔(اس لئے کہ عمر کے علم میں تم سب کے نسب و نسل عیب دار ہیں) یہ سُن کر ایک شخص قریش میں سے اُٹھا،جس کا ذکر کرنا مجھے پسند نہیں ہے اور کہا کہ ''میں وہ بے عیب نسل کا آدمی ہوں جو دروازوں سے باہر جا سکتا ہے''یعنی باقی سب لوگوں نے خاموشی سے اپنی نسبی ونسلی خباثت کا اقرار کر لیا۔(شرح نہج جلد 2 ص 24 مطبوعہ مصر)

علامہ ابن ابی الحدید کے باقی ماندہ بیان سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ وہ شخص جس نے عمر کے اس چیلنج کو توڑ دیا وہ کوئی بھی ہو قریشی ہرگز نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عمر کی کوئی بات قریش کے متعلق خصوصاً نسبی ونسلی بدعنوانیوں کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی تھی۔لہٰذا قریشی افسانہ سازوں نے اُس کھڑے ہونے والے شخص کو قریشی لکھ کر یہ امکان پیدا کیا ہے کہ قریش میں بھی کچھ لوگ نسلی خباثت اور حرامکاری سے محفوظ تھے۔حالانکہ قریش میں کسی شخص کا نسلی حرامکاری سے محفوظ ہونا قرآن وتاریخ وتجربہ کی رو سے غلط ہے۔اور ہم یوں بھی قریشی علما کی لکھی ہوئی کوئی اچھی بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

بہر حال عمر کے چیلنج نے فیصلہ کر دیا کہ قریش اور اُن کے تمام اباواجداد حرامکار نسل کے افراد تھے اور اسی لئے عمر نے قریشی نسل کی مذمت کرنا بند کر دیا تھا۔ یعنی اس بندش سے مزید تصدیق ہوگئی۔

دوم۔ عمر کے خلاف اُٹھنے والا شخص عمر کا دشمن اور علیؑ کا محبّ تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے عمر کی خاندانی پول کھول دی۔

اب علامہ ابن ابی الحدید کا بیان مسلسل جاری ہے لکھا ہے کہ:۔

قُلْتُ الرَّجَلُ الَّذِی هُوَ مهاجربن خالد بن ولید بن مغیرہ الْمَخْزُوْمی کان عمر یَبْغَضه لِبُغْضه اباه خالِدًا وَّلَانَّ المهاجر کان علوی الرَّائِی جِدًّا و کان اخوہ عبدالرحمٰن بخلافه شَهَدَالمهاجر صفِّین مَعَ علی علیه السلام . شَهَدَهَا عبدالرحمٰن مع معاویة و کان المهاجر مع علیؑ فی یوم الجمل وفقئت ذلک الیوم عینه و لان الکلام الذی بَلَغَ عمر بَلَغَهُ عَن المهاجر . ذکر ذٰلکَ عنه ابن قتیبه فی کتاب المعارف وروی ابو الحسن المدائنی هٰذَا الخبر فی کتاب امهات الخلفاء وقال اَنَّهُ روی عنه جعفر بن محمد علیه السلام بالمدینة فقال لا قلمه یا ابن اخی انه اشفق ان یخدج بقضیة نفیل بن عبدالعزیٰ وضحاک امة الزبیر بن عبدالمطلب. (شرح نهج البلاغه جلد دوم صفحه24مطبوعه مصر)

۔’’میں کہتا ہوں کہ وہ شخص جو عمر کے مقابلے پر کھڑا ہوا تھا مہاجر بن خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی تھا۔ عمر اُس سے اُس کے والد کی وجہ سے بغض رکھتا تھا اور اُس کا دشمن تھا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ مہاجر حضرت علیؑ کا طرفدار و محبّ تھا۔ اُس کے خلاف مہاجر کا بھائی عبدالرحمٰن تھا جو جنگ صفین میں معاویہ کی طرف تھا۔ اور مہاجر جنگ جمل وصفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس جنگ میں اُس کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی تھی اور عمر اس لئے بھی مہاجر کا مخالف تھا کہ جس مذمت کی خبر عمر کو ملی تھی وہ مذمت مہاجر نے کی تھی۔ اور جس مذمت کی ممانعت عمر نے کی تھی اور چیلنج کیا تھا اور وہ خطبہ دیا تھا۔ ان امور کو علامہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب المعارف میں لکھا ہے اور علامہ ابوالحسن مدائنی نے بھی یہ روایت اپنی کتاب امہات الخلفا میں لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو جب عمر کے اس خطبے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اُن کو ملامت نہ کر اس لئے کہ عمر کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں مہاجر اُن کے دادا نفیل اور زبیر بن عبدالمطلب کی کنیز ضحاک کا قصہ نہ چھیڑ دے۔‘‘

دو اہم ترین حقائق نوٹ کریں۔ اس بیان میں قریش کے تیار کردہ شجرے کی رُو سے عباس وغیرہ کی طرح زبیر کو بھی عبدالمطلب کا بیٹا دکھایا گیا ہے اور قریش کے خانہ ساز نسب نامے کو قریشی حکومتوں اور قریشی علما نے اس قدر شہرت دی ہے کہ شیعہ سُنی علما نے قریش کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر خود بھی زبیر کو عباس کو اور ابولہب وغیرہ کو عبدالمطلب علیہ السلام کے بیٹے مان لیا ہے۔ جو بکواس کے سوا کچھ نہیں (دیکھو ہماری کتاب مرکز انسانیت) دوسری حقیقت یہ ہے کہ حضرات محمدؐ اور علیؑ و فاطمہؑ اور باقی آئمہ معصومین علیہم السلام اللہ کی عطا کردہ عصمت کبریٰ پر فائز تھے اور یہ قدرت قدسیہ رکھتے تھے کہ جسے قانون مشیت کے ماتحت مناسب سمجھیں اُسے عصمت صغریٰ سے نواز سکتے تھے اور علم ھبہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا اُن حضراتؑ نے جن لوگوں کی مدح وثنا کی ہے وہ تمام باقی عوام الناس سے جداگانہ حیثیت کے مالک ہو جاتے تھے۔ کربلا کے شہدا اور انصار عورتیں ہوں یا مرد سب عصمتِ صغریٰ پر فائز تھے۔

سوم۔ آنحضرؐت کا حسب ونسب اگر وہی ہوتا جو قریش کا تھا تو آپؐ اپنے نسب ونسل کو بے عیب نہ کہہ سکتے تھے۔

علامہ ابن ابی حدید اپنے اُستاد ابوعثمان کا بیان مسلسل کرتے ہیں غور سے پڑھیں اور آنحضرؐت کا قریش سے یا قریش کا آنحضرؐت کے شجرۂ نسب سے نہ ہونا خاص طور پر نوٹ کریں۔

ثُمَّ نَعُوْدُ لاِتْمَامِ حكاية كلام شيخنا ابى عثمان قال و متٰى يَقْدَرُ الناس ،حفظك اللّٰه علىٰ رَجُل مسلم مِنْ كُلّ اُبُنة وَ مُبرَّاء مِنْ كُلّ آفة فى جميع اٰبائهٖ و اُمّهاتهٖ وَ اسلافهٖ و اصهاره حتّٰى نسلّم له اخواله و اعمامه و خالاته و عمّاته و اخواته و بناته و اُمّهات نسائه و جميع مَنْ يناسبه و قبل جدّاته و اجداده و اصهاره و اختانه وَلَوْ كان ذلك موجودًا لَمَا كان نسب رسوؐل اللّٰه فضيلة فى النقاء والتهذيب و فى تصفية والتنقيح .قال رسوؐل اللّٰه ما مسنى عرق سِفَاحٍ قَطُّ وَمَا زِلْتُ اَنْقَلَ مِنْ اَصْلَابِ السَّلِيْمَة مِنَ الوُصوم وَالارحام البرية مِنَ العيوب فَلَسْنا نقضى لا حد بالنقاء مِن جميع الوجوه اِلاَّ لِنَسَبَ مَنْ صَدَّقَهُ القرآنِ و اختاره اللّٰه عَلٰى جميع الانام وَاِلاَّ فَلا بد مِنْ شَيْءٍ يكون فى نفس الرجل اوفى طرفيه اَوْ بعض اسلافه اَو بعض اصهاره ولكِنّه يكون مغطى بالصلاح و محجوبًا بالفضائل و معْمورًا بالمناقب فلو تَامَلْتُ احوال الناس لَوَجدتَ اَكْثَرَهُمْ عيوبا اشدَّ هم تَعِيْبًا(شرح نهج البلاغه جلد 2صفحه 24-25مطبوعه مصر)

۔''اب ہم اپنے استاد ابوعثمان کے باقی کلام کو سنانا شروع کرتے ہیں انہوں نے پھر فرمایا کہ خدا تمھارا بھلا کرے بتاؤ تو لوگوں کو ایسا شخص بتانے یا دکھانے کی قدرت کیسے ہوسکتی ہے جو ہر نسبی عیب سے اور ہر خاندانی دوغلہ پن سے بچا ہوا ہو؟ اُس کے تمام باپ دادا بھی اُن عیوب ونقائص سے محفوظ رہے ہوں اُس کی ماں ، ماموں، خالہ، نانا، نانی بھی۔ اُس کے بزرگ بھی اور اُس کے سسرالی رشتہ دار بھی، یہاں تک کہ اُس کے کل ماموں، چچا، خالائیں، پھوپھیاں، بہنیں، بیٹیاں، بیویوں کی مائیں، دادیاں، نانیاں اور بھی جو لوگ اس کی دادی اور دادا، نانی اور نانا، سسرالی رشتہ داروں اور دامادوں کے رشتے کے ہوں سب ہی ایسی خرابیوں سے بچے ہوئے ہوں اور کسی میں کوئی داغ ودھبہ نہ لگا ہوا ہو۔ اگر ایسے لوگوں کا وجود ہوتا تو نسب کی پاکیزگی' صفائی ونفاست' اہلیت وخوبی وغیرہ اوصاف میں حضرت رسوؐل خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے نسب کی کوئی فضیلت نہ ہوتی۔ آنحضرؐت نے فرمایا کہ زنا یا حرامکاری کا شائبہ بھی میرے خاندان میں نہیں آیا بلکہ میں ہمیشہ ایسے صلبوں سے جو کل عیوب سے پاک اور محفوظ تھے ایسے رحموں میں منتقل ہوتا رہا جو ہر خرابی، ہر بُرائی اور ہر قابل نفرت بات سے بالکل صحیح وسالم تھے۔'' ان وجوہات کی بنا پر ہم (ابوعثمان) کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ وہ ہر طرح نسبی برائیوں سے پاک ہے۔ سوائے اُس بزرگ کے نسب کے جس کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہے اور جس کو اللہ نے ساری مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ ہر شخص کی ذات یا اُس کی ددھیال یا ننھیال یا اُس کے بعض بزرگوں یا اُس کے سسرالی رشتہ داروں میں کوئی نہ کوئی عیب یا دھبہ ضرور ملے گا۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ عیب یا دھبہ یا داغ اس کی کسی نیکی سے ڈھک چھپ گیا ہو گا۔ یا اُس کے فضائل سے چھپا رہا ہوگا اور اس کی باقی خوبیوں سے اس پر پردہ پڑ گیا ہوگا۔ (اور احسن کہتا ہے کہ یا کسی سازشی انتظام سے عیب کو ہنر بنالیا ہوگا) اب اگر تم لوگوں کے خاندانی حالات کی تفتیش کروگے تو دیکھوگے جو لوگ دوسروں کے عیوب زیادہ بیان کرتے ہیں (مثلاً اللہ قرآن میں۔احسن) تو اُن ہی میں سب سے زیادہ عیوب موجود ملیں گے۔'' یعنی (معاذ اللہ) اللہ میں سب سے زیادہ عیوب کا ہونا لازم ہوجاتا ہے یا پھر یہ آخری جُملہ قریش کے تحفظ میں ضروری ہوجاتا ہے۔

قارئین حیران نہ ہوں یہ ابوعثمان اور ابن ابی الحدید بھی دونوں قریشی مذہب کے علما ہیں اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومتوں اور مذہب کو برحق سمجھتے ہیں۔ یہ تو محمدؐ وعلیؑ کے دین کا زور دروں ہے کہ اُن کے قلم پر حق جاری ہوا ہے اور وہ مجبور ہوئے ہیں کہ سچی بات کو لکھ دیں۔ چنانچہ اگر وہ قریش کے نسلی ونسبی عیوب وخبائث کو بیان کرنے سے روکنے کی ترکیب کریں تو انہیں معاف کردیں۔ آپ تو اُلٹا یہ نوٹ کریں کہ جو لوگ خود عیب دار ہوتے ہیں اور اپنے عیوب کو جانتے بھی ہیں وہی لوگ دوسروں کے عیوب کو بیان کرنے سے منع کیا کرتے ہیں اور اللہ کی ستّاری کا واسطہ دیا کرتے ہیں اور مثال میں زیرِ قلم شخص عمر کا یہ طویل قصہ موجود ہے اور معصومؑ نے بھی اس کے دادا اور دادی کے عیب کو کھول دیا ہے۔ پھر یہ نوٹ کریں کہ انسانی کمزوریوں کی بنا پر پیدا ہو جانے والے عیوب میں اور ابلیسی قلمکاری و پیوند سازی کے منصوبے کے مطابق تخلیق خداوندی میں تبدیلی اور ماں بہنوں اور بیٹیوں سے اولاد پیدا کرانے میں بڑا فرق ہے۔ ان دونوں صورتوں کو ساتھ ساتھ رکھنا اور ایک ہی بنا دینا بھی ابلیسی فریب کاری ہے۔ ابوعثمان نے حقیقت نگاری کی آڑ میں اپنے راہنماؤں کی طرفداری کی ہے۔ اور موثر انداز میں موزوں مقام پر اُن کے عیوب کو چھپانے کی ترغیب دی ہے۔ مگر قریش تو وہ قوم ہے جس کے لئے نہ مغفرت ہے نہ رزق کریم ہے (24/26)۔ رہ گئے لغزشوں کے ماتحت نسبی خرابی پیدا کرنے والے لوگ اُن کے لئے توبہ وتدارک کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، معاف کرانے اور اصلاح کرنے والے حضراتؑ بھی موجود ہیں اور توبہ کرنے والوں کے لئے ہی ستّاری کا حکم بھی ہے۔ قریش کی عیب جوئی اور مذمت تو قرآن نے واجب کی ہے۔ پھر محمدؐ وعلیؑ کو وجود مادی تک پہنچانے والے لوگوں کی بات ہی الگ ہے۔ وہ تو انبیاءؑ تھے، انبیاءؑ کی ذریت اور معصوم اور عالمین پر برگزیدہ حضرات علیہم السلام تھے وہاں تو عیب اور خامی کا گزر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہؑ وابوطالبؑ تک اور بارہویں امام علیہ السلام تک ایک مسلسل چلنے والا معصوم خانوادہ تھا اور اُن کے علاوہ کوئی خاندان معصوم نہ تھا۔ البتہ غیر معصوم لوگوں کی نیک نسلیں اور نیک خاندان ہر ہر زمانہ اور ہر ملک میں موجود رہے ہیں۔ اور دنیا کی 99 فیصد اقوام کے مرد وعورت طیب گزرے ہیں۔ اسی طرح اس دنیا میں ابلیس کے تیار کردہ انسانوں کی نسلیں برابر حرامکاری میں ترقی کرتی آئی ہیں اور قریش تو ابلیس کی لاکھوں سال کی محنت اور تجربہ کی پیداوار تھے۔ قریش کی تمام عورتیں ابلیس اور اُس کے قبیلے کی مشترکہ بیویاں تھیں اُدھر وہ عورتیں اپنی قوم کی مشترکہ ازواج تھیں اِدھر ابلیس اور اس کا قبیلہ قریش کے ساتھ مل کر اولاد پیدا کراتا تھا اور ہر بچے میں برابر کا شریک رہتا تھا۔ قارئین اس سلسلے میں ایک معصوم بیان سنیں۔

چہارم۔ قریش میں پیدا ہونے والا ہر بچہ شیطان کی شرکت سے حمل میں ٹھہرتا اور اُسی کی صحیح اولاد ہوا کرتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی زبانی بیان کیا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیہودہ اور فحش باتیں کرنے والے ایسے شخص پر جنت حرام کی ہوئی ہے جو نہ اس کی فکر کرے کہ لوگ اُس کے متعلق کیا کہتے ہیں اور نہ اس کی فکر کرے کہ وہ لوگوں کے متعلق کیا کہتا ہے اور اگر تم تفتیش کرو گے تو اس کے سوا اور کچھ نہ پاؤ گے کہ وہ یا تو اولادِ زنا ہوگا یا اُس کے باپ کا نطفہ منعقد ہوتے وقت شیطان کی شرکت ہوئی ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ کیا آدمیوں میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے؟ فرمایا کہ کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں پڑھا کہ: وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ یعنی اَے ابلیس تو اپنے تیار کردہ لوگوں کے اموال اور اولاد میں شریک ہوجا (بنی اسرائیل 17/64) (کافی اور تفاسیر)

لہٰذا قریش کو دوسری نسلوں یا قبیلوں اور خاندانوں کے مقابلے میں پیش کرنا بھی فریب سازی ہے۔ اس دنیا میں قریشی نسل قلمکاری اور نسبی پیوند سازی (cross breading) میں بے نظیر و بے مثال اور لَاشَرِيكَ لَهُم ہیں۔ اُن کو ٹھیک سے سمجھنے کیلئے ایک بزرگ کے وہ دو

اشعار سمجھنا پڑتے ہیں جواُنھوں نے خلیفہ دوم کے خاندان کی شان میں لکھے تھے۔ سنیئے:۔

؎ بھائی یہ بھتیجا یہ سگی سوت کا جایا یہ جن یہ جایا اُن میں جائی اس کا باپ میرا بھائی

تفصیل:۔ایک قریشی عورت نے کہا کہ یہ مرد جو میرے ساتھ شریک سفر ہے۔ یہ میرا حقیقی بھائی بھی ہے۔اور میرے حقیقی بھائی کا بیٹا یعنی میرا بھتیجا بھی ہے۔ یہ میرے شوہر کی دوسری بیوی سے پیدا ہوا تھا یعنی یہ میری سوکن کا بیٹا بھی ہے اور میرا اوراس کا باپ ایک ہی شخص تھا اوراس کا اور میرا باپ میرا بھائی بھی تھا۔ قارئین سوچیں اور غور فرمائیں کہ اُس عورت کے ساتھ کیا گزری ہوگی؟ کس کس رشتے کے لوگ اُس کے شوہر رہے؟ پھر سوچئے کہ ایسے پیچیدہ انتظام سے پیدا ہونے والی اولاد کا کوئی ہم مثل ونظیر ہوسکتا ہے؟ ''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں نابغہ پیدا۔''

پنجم۔ قریش نے حرام وحلال کی فہرست ازسرنو آجانے کے بعد بھی جنسی اشتراک اور قلمی اولاد تیار کرنا جاری رکھا تھا۔

ان خطبات (10,7) میں ہم نے اُس تعلق کوقریب سے دکھانا لازم کرلیا تھا جو ابلیس اور قریش میں جاری رہتا چلا آیا تھا اور یہ کہ وہ کس طرح ایک دوسرے میں گھل مل گئے تھے اور کس طرح ایک جان دو قالب ہو گئے تھے۔اس مقصد کے لئے ہمیں ان کی جنسی شرکت کا مسئلہ بیان کرنا پڑا تا کہ قرآن اور علیؑ کے مختصر بیانات کی تفصیل سامنے آکھڑی ہو اور قارئین یہ سمجھ سکیں کہ کس طرح ابلیس قریش کی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا اوراُن کی زبان سے بولتا اوراُن کے دماغ سے سوچتا تھا (خطبہ 10,7) اور کس طرح قریش کے تمام افکار واعمال ابلیس کے افکار واعمال بن گئے تھے۔ ابلیس کی شرکت اور نوازشات سے قریش کو جو مقام بلند ملا تھا اُس کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَالَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَO (اعراف 7/175)

''اوراے رسولؐ قریش کواُس شخص کی غیبی خبر تلاوت کر کے سنا دو جسے ہم نے اپنی آیات عطا کی تھیں پھراُس نے اُن آیات میں ایسی موشگافیاں کیں کہ شیطان نے بھی اُس کی پیروی شروع کردی اور وہ اغوا کرنے والا خود اغوا ہو کر رہ گیا۔''

یہاں یہ کمال قابل دید ہے کہ قریش نہ اللہ پر ایمان لائے نہ اللہ کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ نہ انھوں نے قرآن کو مانا اور نہ ہی سابقہ کتب خداوندی پر ایمان لائے مگر اس کے باوجود اللہ کو قرآن میں انہیں اَے مومنین (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) کہہ کر پکارنا پڑتا رہا۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا پڑا کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ.... (نساء 4/136)

اَے قریشی مومنین تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اوراُس کتاب پر ایمان لاؤ جواللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اوران تمام کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جواللہ نے قرآن سے پہلے نازل کی تھیں۔مطلب صاف ہے کہ قریش نے اللہ ورسولؐ وغیرہ پر اتنا ایمان رکھ لیا کہ اُنہیں قرآن میں مومن کہنا پڑے اور ساری دنیا اُنہیں مومن مانے اور اللہ پڑا چیختا رہ جائے کہ ایمان لاؤ، ایمان لاؤ، ایمان لاؤ۔

18۔ قریشی نسل ہی قلمی اور پیوندی نہ تھی، ان کا تو نام بھی غلط قلموں اور پیوندوں کا رہین منت ہے۔

لفظ قریش کے متعلق چند باتیں پہلے بھی سامنے آئی ہیں جو محققین کے لئے تو کافی ہیں۔مگر عقیدتمندوں کے لئے مزید بیانات کی ضرورت ہے۔لہٰذا اگر آپ قریش کی تیار کی ہوئی تاریخ وتفسیر وحدیث ولغت وغیرہ کی کتابوں کواُٹھا کر کولڈ سٹوریج میں رکھ دیں اور قریش کوایک پرانی قوم سمجھ کر عہد رسولؐ سے پہلے کی قدیم تواریخ میں تلاش کریں تو یہ لفظ اور یہ قوم کہیں نظر نہ آئیں گے اوراس لفظ کی مردودیت کی حد یہ ہے کہ قرآن نے سورۂ قریش میں لفظ قریش کے علاوہ اس لفظ کوکسی صورت میں استعمال نہیں کیا نہ مادہ ومصدر کی صورت میں نہ فعل وفاعل کی شکل میں۔مطلب

یہ ہوا کہ جس طرح قریش کا ایک نام یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا رکھ لیا گیا تھا اُسی طرح اُن لوگوں کا ایک نام قریش بھی رکھا گیا۔اسی طرح ایک نام رسوؐل کی قوم بھی تھا۔اور بس۔ یہ سب نام اس گروہ نے خود ہی رکھے اور مشہور کیئے تھے اُس شہرت کو برقرار رکھنے اور اُن کی شناخت کرانے کے لئے اللہ نے بھی اُن کو اِن ہی تینوں ناموں سے پکارا تا کہ یہ گروہ باقی لوگوں سے الگ رکھا جائے۔جس طرح یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کہہ کر پکارا گیا ورنہ ہر قوم اہل کتاب تھی۔اس لئے کہ دنیا کی ہر قوم میں انبیاؑ و نذیرؑ آئے ہیں۔

1)۔ حضرت قصیؑ یا زید کی آڑ میں قریش بنا کر قحطانی نسل کو چھپا دینے کی کوشش پکڑی گئی۔

اس عنوان میں آپ کو وہ تمام کوششیں اور چالا کی نظر آئے گی جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانۂ حیات اور اُن کی وفات کے بعد قحطانی ذریت نے خانوادۂ رسوؐل کے افراد بن جانے کے لئے کی تھی۔حضرت عدنان علیہ السلام کے بعد رسوؐل اللہ اور علیؑ مرتضٰی تک بیسویں پشت ہے۔ جناب قصیؑ اُن دونوں حضرات کے اوپر پانچویں پشت میں ہیں اور جناب قصی علیہ السلام ہی وہ بزرگ ہیں جو تمام قحطانیوں کی اُڑائی ہوئی دُھول اور مکر وفریب کے گرد وغبار میں بھی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکتے چلے آئے اور یہی وہ پاکیزہ خصلت اور دھڑلّے کے انسان ہیں جن سے چمٹ جانے اور ملحق ہو جانے کے لئے مشرکین اور مومنین عرب نے پورا پورا زور لگا دیا تھا اور جو کسی طرح اُن کے بزرگوں سے پہلے ہی اپنا الحاق اور مصنوعی نسب نامہ مشہور کرا چکے تھے۔اُنھوں نے یہ ترکیب کی کہ جس جس سے اپنا نسب چپکایا تھا اُن کو قریش کا لقب دے کر خود قریشی اور اسماعیلی بن جانے کی مہم جاری کر دی۔لیکن ہم اُن کی تمام ہی ترکیبوں کا پردہ فاش کر کے تمام غلط خاندانوں سے قریشیت کا لیبل ہٹا کر اُن کو قحطانی الاصل ثابت کریں گے۔اور پھر یہ لفظ قریش بھی ایک خود ساختہ دھوکے کی ٹٹی بن کر رہ جائے گا۔

2)۔ قریش کے معنی میں اختلافات اور بے تکی باتیں۔

لوگوں نے اپنا نسب خانوادۂ رسوؐل سے ملانے کے لئے لفظ قریش کو مروڑ مروڑ کر اُس کی جان ہی نکال دی۔علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ۔’’ لفظ قریش کے عربی میں متعدد معنی ہیں اُس کا ایک ماخذ تقریش وَتَقَرَّش ہے جس کے معنی اکتساب وتحصیل کے ہیں۔خیال ہے کہ چونکہ اس خاندان کا اصل پیشہ تجارت تھا اس لئے قریش کے نام سے موسوم ہوا۔‘‘ (ارض القران جلد 2 صفحہ 97)۔اگر علامہ کی یہ توجیہہ، جو بقول اُن کے خیالی ہے، صحیح مان لی جائے تو عرب میں قحطان کی نسل،حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے،عرب دنیا کے سب سے بڑے تاجر تھے اور اُن کا اصل پیشہ تجارت جو،خود علامہ کی تحقیق ہے،لہٰذا لفظ قریش کو ایک قحطانی لقب ماننا ہوگا جو برابر قحطانیوں کا ٹائٹل تھا اور اُنہوں نے نہایت چابکدستی سے خاندان اسماعیلؑ میں اس لفظ کو مختلف بزرگوں سے چپکا کر خود اسماعیلؑ کی اولاد میں شرکت کی راہ نکالی تھی۔ پھر اور سُنیئے: علامہ نے لکھا ہے کہ:

(ii) قریش ایک دریائی درندہ جانور کا نام بھی ہے جو دریائی جانوروں کا شکار کرتا ہے (ارض القرآن جلد 2 ص 97)

یہاں قارئین لاحول پڑھ کر کہہ دیں کہ قریش کا لقب رسوؐل اور خاندان رسوؐل کے ساتھ استعمال کرنا ایسی توہین وجسارت ہے جو قحطانی مشرکین ہی کو زیب دیتی ہے۔ہمیں اور ہمارے رسوؐل کو اس درندہ لقب سے معاف رکھیں۔درندگی اُسی گروہ کو مبارک ہو جنہوں نے خود کو رسوؐل اللہ کی قوم مشہور کر رکھا تھا اور پھر قرآن کے خلاف محاذ بنا کر اُسے مہجور کر دیا تھا (25/30) اور رسوؐل اللہ نے اس قوم کا ناپاک نام لئے بغیر عرف عام میں اپنی قوم کہہ کر شکایت کی تھی اور اُس قوم کے لئے مجرم اور دشمن رسوؐل ہونے کی سند لے لی تھی (25/31)۔

3)۔ قریش کی وجہ تسمیہ پر بھی اتفاق نہیں ہے۔

بعض علما کہتے ہیں کہ قریش کے معنی جمع کرنے کے ہیں نیز قصیؒ نے لوگوں کو ایک رشتے میں منسلک کیا تھا اس لئے جن لوگوں کو اکٹھا کیا تھا وہ قریش کہلائے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ قریش ایک مچھلی کا نام ہے جو تمام مچھلیوں کو کھا جاتی ہے چونکہ قصیؒ بہت بڑے سردار تھے اس لئے اُن کو اس مچھلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ قریش قصیؒ کا یا کسی اور شخص کا نام تھا۔ لیکن سہیلی کی تحقیق یہ ہے کہ قریش قبیلے کا نام ہے۔ جس طرح قبائل عرب جانوروں کے نام پر نام رکھتے تھے جیسے اسد (شیر) نُمر (چیتا) وغیرہ۔ مورخین یورپ کا خیال یہ ہے کہ یہ قبائل جانوروں کی پرستش کرتے تھے اور اُن ہی جانوروں کے نام سے وہ قبائل مشہور ہو جاتے تھے لیکن عربی تاریخوں میں اس کا پتہ نہیں۔'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 164 حاشیہ میں)

اختلاف کے لئے قارئین یہ سمجھ لیں کہ بعض لوگوں پر جب اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو جس سے جو بھی بن پڑا وہ جواب دے دیا اور توجیہات کرتا چلا گیا۔ یعنی جتنے مُنہ اتنی بکواس۔ پھر یہ بھی ایک فریب ہے کہ عربی میں قریش کے یا کسی اور لفظ کے متعدد معنی ہوتے ہیں۔ عربی میں ہر لفظ کے ایک اور صرف ایک معنی ہوتے ہیں۔ البتہ جن جہلا کو ہر تصور کے لئے الگ الگ الفاظ معلوم نہیں وہ ایک ہی معلوم لفظ کو جگہ جگہ بولتے رہیں گے۔ جو غلط ہوگا۔ یا پھر عرب کے مسلمان مشرکین اپنی نسلی شرکت کی طرح قرآن کے معنوی استقلال کو مشکوک کر کے ایک ہی لفظ کو مختلف معنی میں رگڑتے رہیں گے تاکہ آیات واحکام کے معنی کو جدھر چاہیں موڑتے اور اجتہاد کرتے رہیں۔ اور تمام مشرکانہ تصورات کو اسلامی تصورات بنا دیں۔ قارئین سوچ کر بتائیں کہ اگر آپ کو درندہ ہونے کا لقب دیا جائے یا مچھلی بنا دیا جائے تو کیا آپ خوش ہوں گے؟ ہم اگر واقعی بڑے سردار ہوتے تو درندہ لقب دینے والوں کو درندوں سے پھڑوا دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ قحطانی نسل نے خانوادۂ رسوؐل کی توہین کرنے اور درندہ بنانے میں یہ خیال رکھا ہے کہ جب اُن کا دل چاہے کہ رسوؐل کی نسل کُشی کی جائے تو عرب کے دوسرے قبائل کو اُن کے خلاف متحد کر لیا جائے۔ ذرا سوچئے کہ جن بزرگوں نے ان پر احسانات کئے، اُنہیں نئی زندگی بخشی، اُن کے بچوں اور ناموس کو عربی بدوؤں اور رہزنوں سے محفوظ کیا، یہ احسان فراموش گروہ اُن ہی کو درندہ مشہور کرتا ہے۔ پھر یہ سوچئے کہ اگر قریش کسی ایسے قبیلے کا نام تھا جو درندہ مچھلی کی پوجا کرتا تھا تو قریش کے متعلق باقی مندرجہ بیانات کو سازش کے سوا اور کیا سمجھا جائے گا؟ یا یہ کہا جائے گا کہ قریشی مشرکین کے زیر اہتمام تاریخ از سرتا پا جھوٹ اور افترا کا ایک بہت بدبودار بنڈل ہے جس کی بدبو کم کرنے کے لئے اُن کے مورخین اور محققین جھوٹی تاویلات و توجیہات کر کر کے اُس بنڈل پر لپیٹتے رہتے ہیں۔ لیکن بدبو کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ علامہ شبلی کو یا کسی اور قریشی عالم کو قریش کے تیار کئے تاریخی انبار میں بعض باتیں نہیں ملتی ہیں تو کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ ہر وہ حقیقت اور ہر وہ نشان مٹا دیا گیا تھا جو خلفاءِ قریش کو پسند نہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تاریخ طبری میں قریش کی وجہ تسمیہ کی تحقیق کرتے ہوئے قریش کی نقاب نوچ کر پھینک دی گئی ہے۔ وہاں ابن کلبی کے بیان نے قریش کی بنیاد ہی کھود دی ہے کہ قریش نہ کسی کا باپ تھا نہ ماں تھی اور نہ قریش کسی کی تربیت کرنے والا تھا نہ کوئی مُربیّہ تھی۔ یہ تو نسب کے ایک رجسٹر کا نام ہے۔ یعنی لفظ قریش چند آدمیوں کی بکواس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نہ وہ کسی شخص کا نام ہے نہ کسی قوم کا لقب ہے۔

4)۔ قریش اگر لقب تھا تو کس کا لقب تھا۔؟

اس عنوان میں ہم یہ دیکھیں گے کہ جب قحطان کے بعض قبیلوں نے یہ دیکھا کہ لفظ قریش کے لئے کیا ہوا پروپیگنڈا خوب پھیل گیا ہے اور ان کی خود ساختہ کہانیوں میں لفظ قریش بولا جانے لگا ہے تو انہوں نے اپنے اپنے مورث اعلیٰ کو قریشی بنانے کی مہم شروع کی اور یہ بحث چھیڑ دی کہ قریش کس کا

لقب تھا؟ تاکہ اس فرضی تعین کے ساتھ اُن کا خاندان بھی قریشی کہلا سکے، بات بھی صحیح تھی اس لئے کہ قحطانیوں کے ہر قبیلے اور ہر شاخ نے اسماعیلی بن جانے میں تعاون اور محنت کی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ خاندان رسوؐل کی اس دشمن قوم کے تمام افراد کو اس تعاون اور محنت کا پھل ملے۔ چنانچہ قارئین کو قریش کی گھڑی ہوئی تاریخ میں یہ بھی ملے گا کہ۔''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اتنی بڑھ گئی تھی کہ عرب کے تمام قبائل ابراہیمؑ ہی کی اولاد میں سے تھے اور عرب کے سابقہ تمام ہی قبائل واقوام، عاد اولیٰ، عاد ثانیہ، ثمود اولیٰ، ثمود ثانیہ اور قوم سبا اور تمام قحطانی ولحیانی وجرھم وغیرہ سب مٹ گئے تھے۔'' مطلب یہ ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ کی بعثت کے وقت سارے عرب میں صرف اولاد ابراہیمؑ پھیلی ہوئی تھی اور جب عرب میں کوئی اور قوم وقبیلہ باقی ہی نہ تھا تو گویا سارا عرب خانوادۂ رسوؐل کا رشتہ دار اور اسماعیلی تھا۔ اور خصوصاً مکہ میں تو غیر اسماعیلی تھا ہی نہیں۔ لہٰذا تاریخ کے مندرجہ بالا بیان کی رو سے سارا عرب رسوؐل اللہ کے بزرگوں کا خاندان وقبیلہ تھا اور مکہ تو اس خاندان کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کا شہر تھا۔ لہٰذا وہ تمام لوگ رسول اللہؐ کے چچا، تایا، ماموں، بھانجے، بھتیجے اور بھائی تھے جو مکہ میں آباد تھے۔ یعنی قحطانی اور قریشی تاریخ نے خاندان رسوؐل کو گھیر کر رشتہ دار بنالیا تھا۔ اب ہم قحطانیوں اور قریشیوں کا یہ جال پلٹا کر واپس اُن ہی پر ڈالتے ہیں تاکہ خود اُن کے علاوہ کوئی اور شریف خاندان لفظ قریش یا قحطان سے داغدار نہ رہے اور صرف قحطانی نسل ہی لفظ قریش سے ملقّب وملوث رہ جائے اور خاندان رسوؐل کا شجرہ طیبہ اس فراڈی گھیرے اور جال سے باہر کھڑا ہوا نظر آئے۔ لہٰذا ایک قریشی مورخ ومحقق سید سلیمان ندوی کے قلم سے ابتدائی نفی ملاحظہ ہو وہ کتاب ارض القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

5)۔ قریش کا ظہور اور تعارف دنیا کی نظر میں:۔

قریش دنیا کی تاریخ میں کب ظاہر ہوئے اور اس خاص خاندان کی کب بنا پڑی تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس قدر معلوم ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ چھٹی صدی عیسوی کے اواسط (درمیان) میں موجود تھے۔ حضرت عبدالمطلبؑ سے حضرت فہرؑ تک دس پشتیں ہوئیں ایک پشت کے لئے اگر 25 برس کا زمانہ فرض کیا جائے تو اڑھائی سو برس کی مدت قرار پاتی ہے۔ اس بنیاد پر قریش کے اعاظم رجال (بڑے لوگوں) کے حسب ذیل تقریبی سَنین ہم متعین کر سکتے ہیں۔'' (ارض القرآن جلد دوم صفحہ 101)

قارئین کے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کسی قدیم وجدید تاریخ میں تو قریش کے خود ساختہ خاص خاندان کا ذکر ہے نہیں۔ تو اس کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے کہ قریش کا سارا قصہ من گھڑنت اور گھریلو ہے۔ لیکن پھر بھی علامہ سلیمان نے حضرت عبدالمطلبؑ سے فہرؑ تک کی پشتیں گنیں اور تخمینہ کر کے فہرؑ کو حضرت عبدالمطلبؑ سے 250 برس پہلے کا آدمی ثابت کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی ضرورت کیا تھی۔ جب قریش تاریخ میں ہیں ہی نہیں تو یہ حساب کتاب کیسا؟ پہلی بات تو وہی ہے کہ سلیمان صاحب ایک قریشی عالم ہیں اور چاہتے ہیں کہ خواہ قریش تاریخ میں ہوں یا نہ ہوں انہیں زبردستی تاریخی بنایا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گھریلو طور پر یہ مشہور کر رکھا تھا کہ فہرؑ نے قریش کا لقب اختیار کیا تھا۔ اس لئے سلیمان ندوی قریشی نے چاہا کہ تاریخ کے خلاف قریش کی ابتدا اور وجود ثابت کر دیا جائے چنانچہ وہ فرضی حساب لگایا گیا تاکہ فہرؑ کو قریش اور قریش کو نویں صدی عیسوی سے دکھا دیا جائے مگر یہ بھی تاریخی تو نہ ہوا بلکہ ایک سازش بن گیا۔ جو غلط اور قریش کے اپنے بیانات پر منحصر ہے اور اُن کے اپنے بیانات اُن کی اپنی سازش کی تائید میں نہ کوئی وزن رکھتے ہیں نہ قابل قبول ہو سکتے ہیں۔

6)۔ جھوٹوں کا نہ حافظہ درست ہوتا ہے نہ منافقوں میں اتفاق ویگانگت ہوتی ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی کی سیرۃ النبی پرنظر ثانی کر کے اُسے شائع کرایا تھا اور یہ ندوی صاحب علامہ شبلی کے شاگرد بھی مشہور ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس قریشی سازش اور قریشی بکواس پر دونوں، استاد شاگرد کے بیانات آمنے سامنے کھڑا کر دیں اور دکھائیں کہ دونوں جھوٹے بھی ہیں اور منافق بھی ہیں۔

(الف) علامہ شبلی کا بیان جسے سلیمان نے صحیح تسلیم کر کے شائع کرایا تھا۔

۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اگرچہ اَباً عَنْ جَدٍّ معزز وممتاز چلا آرہا تھا۔ لیکن جس شخص نے اس خاندان کو لفظ قریش سے ممتاز کیا وہ نضر بن کنانہ تھے۔ بعض محققین کے نزدیک قریش کا لقب سب سے پہلے فہرؒ کو ملا اور اُن کی اولاد قریش ہے (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 162۔163)

(ب) سلیمان ندوی کا بیان جس سے شبلی اور خود سلیمان کاذب ثابت ہیں۔

''قریش ایک دریائی درندہ جانور کا بھی نام ہے جو دریائی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ فہرؒ نے اپنے استیلا یعنی غلبہ اور قوت کے اظہار کے لئے یہ لقب اختیار کیا۔'' (ارض القرآن جلد 2 صفحہ 97۔98۔99)

قارئین ان دونوں مورخین ومحققین کو آمنے سامنے ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہوئے دیکھئے اور سوچئے کہ ان دونوں نے جو کچھ لکھا وہ بقول ان کے قدیم وجدید تاریخوں میں نہ ہونے کے باوجود آپس میں متفقہ بھی نہیں ہے تو قریش اور قریشی علما کو سازش اور سازشین کے علاوہ کیا کہا جائے؟۔ بہر حال بات وہی صحیح ہے کہ قریش نہ کسی شخص کا لقب ہے نہ نام ہے نہ قریش کسی کا باپ تھا نہ بیٹا تھا نہ قریش کسی کی ماں تھی نہ پالنے والی، یہ تو ایک سازش یا رجسٹرڈ سازش کا نام ہے اور بس۔

7)۔ یار سے چھیڑ چلی جائے اسدؔ نہ سہی بچ تو مصیبت ہی سہی۔

قریش اگر سازش پر ڈٹے رہے تو ہم سازش کو کھولنے پر کیوں قائم نہ رہیں؟ بقول آرزوؔ

؎ اُن کی گلی میں آرزو آن ڈٹے تو کیوں اُٹھیں؟ اس سے ہو چاہے تُو تکار اُس سے ہو چاہے جھائیں جھائیں۔

تاریخ طبری سے سُنیے اور پتہ لگایئے کہ حق کیا اور کہاں ہے؟

''۔ بنوالنضر بن کنانہ کا نام قریش یوں ہوا کہ ایک دن نضر بن کنانہ اپنی قوم کی چوپال (بیٹھک) میں آیا جو لوگ وہاں تھے اُن میں سے کسی نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو نضر ایک بڑا زبردست اونٹ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کا یہ نام ایک بحری جانور کے نام پر رکھا گیا ہے جسے قِرش کہتے ہیں اور جو تمام دوسرے بحری جانداروں کو کھا لیتا ہے اور چونکہ وہ بحری جانوروں میں سب سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے اسی لئے بنوالنضر بن کنانہ کو اُس سے مشابہت دی گئی ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ نضر بن کنانہ لوگوں کے حالات کی تفتیش کر کے اپنے مال سے اُن کی حاجت براری کرتا تھا اور قریش کے معنی اُن کے بیان کے مطابق تفتیش کے ہیں اور اُس کے بیٹے بھی حاجیوں کو حالات کی تفتیش کر کے اپنی استطاعت کے مطابق اُن کی حاجت براری کرتے تھے اُن کا یہ لقب قریش ہوا۔ اُنہوں نے تقرش کے معنی جو تفتیش کئے ہیں ان پر وہی کسی شاعر کا یہ شعر شہادت میں پیش کرتے ہیں اَیُّھَا النَّاطِقُ الْمُقَرِّشُ عَنّا عِندَ عمر وفَھَل لَھُنّ انْتِھَاءِ

ترجمہ۔اَے شخص جو ہمیں عمرو کے یہاں دریافت کر رہا ہے کچھ ہماری محبوباؤں کی بھی خبر ہے؟

یہ بھی کہا گیا ہے کہ نضر بن کنانہ کا نام ہی قریش تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب تک قصی بن کلاب نے تمام بنونضر بن کنانہ کو ایک جا جمع نہیں کر دیا یہ بدستور بنونضر ہی کہلاتے رہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو اب اُن کو اس لئے قریش کہا جانے لگا کہ تجمّع ہی تقرّش ہے اس بنا پر عرب کہنے لگے تَقَرَّشَ بَنُو النّضر یعنی تمام بنونضر جمع ہو گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنونضر کو قریش اس لئے کہا گیا ہے کہ اب انہوں نے غارتگری چھوڑ دی تھی۔'' (تاریخ طبری کا ترجمہ جلد دوم صفحہ 46۔47)

8)۔ یہ کہا نہیں گیا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے کہ قحطانی قوم کے چنڈوخانے میں جو بکواس کی گئی اُسی کا نام دراصل قریش ہے۔

قارئین نے طبری کے تمام متضاد بیان پڑھے جن کو عقل و ہوش سے کوئی تعلق نہیں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قحطانی لوگوں نے اپنی چوپالوں میں بیٹھ بیٹھ کر یہ گپیں ہانکی تھیں جنہیں عہد رسوؐل کے قبل و بعد والے لوگوں نے اپنے لئے سہارا بنالیا تھا۔ اسی لئے ہم نے اُسے چنڈوخانے کی بکواس قرار دیا ہے جس پر خود قریش بننے والے بھی متفق نہیں ہو سکے۔

9)۔ طبری کا ایک سنجیدہ بیان جو قریش ہی کے خلیفہ نے دیا ہے اور قریشی سازش کا تانابانا بتاتا اور اس کا پردہ کھولتا ہے؟؟

۔''بنی امیہ کے خلیفہ اور دانشور عبدالملک بن مروان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے دریافت کیا کہ قریش کا یہ نام قریش کس وقت ہوا؟ اُس نے کہا کہ جب انتشار کے بعد قریش حرم میں جمع ہوئے اور یہ اجتماع تقرش ہے، عبدالملک نے کہا کہ میں نے یہ بات نہیں سُنی مجھے تو یہ معلوم ہے قُصّیٰ کو قرشی پکارا جاتا تھا اور اُس سے پہلے قریش کا یہ نام نہیں تھا۔'' (ایضاً جلد اول صفحہ 47)

علامہ طبری نے مسلسل لکھا ہے کہ۔''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ جب قصیؔ نے حرم آ کر اُس پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کیا اور بہت سے مفید اور نیک کام کئے اُسے قرشی کہنے لگے سب سے پہلے اُسی کا یہ نام ہوا۔'' (ایضًا صفحہ 47)

10)۔ کھودا پہاڑ تو نکلا چوہا۔ قریش ایک سازشی قوم کا نام ہے، قحطانیوں نے خاندانِ رسوؐل کی حکومت غصب کر کے افسانہ تیار کیا۔

اتنی محنت کے بعد آخر قریش بھان متی کا وہی کنبہ ثابت ہوا جس میں مکہ کے گرد آوارہ گرد بدوؤں، چلنے پھرنے اور رہنے والے لوگوں کو لا کر مکہ میں بسایا گیا تھا اور جن کو ایک جگہ بسانے اور اُن کے لئے کھانے پینے اور پہننے کا بندوبست کر دینے کی وجہ سے حضرت قصیؑ علیہ السلام قرشی یا قریش مشہور کر لئے گئے تھے اور وہ بدّو بھی خود کو قریش کہنے لگے تھے اس لئے کہ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہم کس کس قبیلے سے ہیں۔ لہٰذا سب نے مل کر ایک نام اختیار کر لیا تھا۔ اپنی حکومت بنا لینے کے بعد انہوں نے لفظ قریش کو قدامت اور وسعت دینے اور دوسرے قبائل کا تعاون حاصل کرنے کے لئے قریشی سازش کے ماتحت وہ مختلف و متضاد بیانات اِدھر اُدھر پھیلائے اور لکھوائے جو ہم نے سمیٹ کر اور بکواس بنا کر قارئین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کتاب شاہکارِ رسالت کا دارومدار ستّر (70) فیصد قریش ساز تاریخ پر اور بیس (20) فیصد خود ساختہ مفروضوں پر اور دس فیصد قرآن پر ہے۔

جن روایات و بیانات کو پرویز نے تاریخ سے اختیار کیا ہے اُن میں پرویز کے سامنے وہ عقیدت اور نفرت بطور کسوٹی کام کرتی رہی ہے جو انہیں بچپن سے اپنے مذہب اور ثلاثہ اینڈ کمپنی سے تھی۔ اور وہ عداوت جو اپنے مذہب اور لیڈروں کے مخالفوں سے تھی۔ اس عقیدت اور نفرت کو استعمال کرنے میں بھی پرویز نے اپنے خود ساختہ مفروضوں کو سامنے رکھا ہے۔ کسی مسلّمہ قانون و قاعدے کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ بہر حال پوری کتاب

(528 صفحات) میں بمشکل قرآن کی وہ آیات ملیں گی جن کا صحیح ترجمہ یا مفہوم اختیار کیا ہوگا اور کہیں ذاتی مفروضوں کو استعمال نہ کیا ہوگا۔ یہ ہے پرویز کی پوری کتاب کا لیکھا جوکھا۔ اب اگر ہم اپنے اس بیان کی تصدیق میں وہ تمام روایات لکھیں جو پرویز نے تاریخ سے لکھیں اور وہ بیانات لکھیں جن کی بنا پر تاریخی روایات کو ردّ کر دیا ہے اور پھر وہ تمام روایات لکھیں جنھیں پرویز نے اپنے مندرجہ بالا مسلک کی تائید میں اختیار کیا ہے اور وہ بیانات لکھیں جن سے ان کی عقیدت ونفرت ثابت ہوتی ہے تو ہمارا جواب پرویز کی کتاب سے بہرحال زیادہ ضخیم ہوجائے گا اور ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت بالکل نہیں ہے لہٰذا ہم ایک ایک یا دو دو ایسی مثالیں لکھیں گے جن سے ہمارے بیان اور موقف کی تائید ہو جائے ساتھ ہی ساتھ تحقیق کرنے والے قارئین کو ہمارے اعتراض اور جواب کے لئے خود پرویز کے بیانات کو اُن کی کتاب میں پڑھنا ہوگا لہٰذا ہم اُن کی کتاب کے صفحات کا حوالہ دے کر بھی اپنا وقت بچائیں گے اور اُن کا پورا بیان نقل نہ کریں گے۔ مثلاً یہ لکھ دیں گے کہ:

1۔ عمر کے ایمان لانے کا واقعہ روایات سے لکھا اور اپنے خودساختہ مفروضوں سے ردّ کر دیا۔

پرویز نے تاریخی روایات سے عمر کے ایمان لانے کا پورا واقعہ لکھا (12۔13) اور تاریخ کی صحیح ومسلّمہ روایات کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ: (پرویز کا عنوان پڑھئے)۔

''یہ بات صحیح نظر نہیں آتی۔'' ''حضرت عمر کے اسلام لانے کا یہ واقعہ باختلافِ جُزئیات کم وبیش تمام روایات میں مذکور ہے لیکن ''ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نہیں'' یہ تو ممکن ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بہنوئی اور بہن کے ساتھ تشدد برتا ہو لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں کہ محض یہ ہنگامی واقعہ اُن میں ایسی عظیم تبدیلی کا موجب بن گیا ہو کہ وہ گئے ہوں رسوؐل اللہ کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کے لئے اور اس واقعہ کے بعد ارادہ اسلام لانے کا کر لیا ہو۔'' (شاہکار رسالت صفحہ 13۔14)

2۔ پرویز کی عقیدت مندی اور خودساختہ مفروضوں پر انحصار کرنا بھی:

اس کے بعد پرویز مسلسل لکھتے ہیں کہ: ''ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نظر نہیں آتیں تو اس کی کچھ اور وجوہات بھی ہیں (مثلاً) (1)۔ ''یہ بات عمر جیسی شخصیت کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی کہ اُس نے ایک ایسے اہم معاملے کے متعلق جس نے اُس کی سابقہ زندگی کے تمام قلبی، ذہنی اور معاشرتی رشتوں کو منقطع کر کے، اُسے ایک اور ہی راستے پر ڈال دینا ہو، کبھی غور وفکر نہ کیا ہو اور محض ایک ہنگامی واقعہ سے متاثر ہو کر جذباتی طور پر ایسا انقلابی فیصلہ کر لیا ہو عمر جیسی شخصیت ایسے معاملے کا فیصلہ اس طرح نہیں کر سکتی تھی۔'' (ایضاً صفحہ 14) یعنی پرویز خود ہی عمر ہے۔

بس قارئین ہماری مثال مکمل ہوگئی۔ ہم وقت بچانے کے لئے آپ سے کہیں گے کہ پرویز نے اسی عقیدتمندی اور مفروضوں کے ماتحت پانچ بیان دیئے ہیں اُن کو آپ خود پڑھ جائیں۔ ہر بیان مندرجہ بالا بیان کی طرح عقیدت اور مفروضوں پر منحصر ہے۔ کسی قانون وقاعدے سے تعلق نہیں رکھتا۔ لہٰذا پرویز کی اس کتاب کا ستر فیصد محض ذاتی عقیدت اور مفروضوں پر مشتمل ہے، جن کے الگ سے جواب دینے اور غلط ثابت کرنے میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اس سے بڑی توہین ایک مصنف کے لئے کوئی نہیں کہ اُس کی ساری کتاب کو اس کے اپنے چہیتے لیڈر کے لئے ''نذرانۂ عقیدت'' ثابت کر دیا جائے۔ یعنی پرویز کے دل ودماغ میں پہلے سے عمر کی شخصیت کا ایک ایسا مقام جما ہوا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے بزرگوں کی روایات کو ردّ کرنے کے لئے پہلے سے تیار بیٹھے ہیں اور تمام سابقہ مورخین ومحدثین کو عمر سے ناواقف سمجھتے ہیں یعنی جو پہلو عمر کی شخصیت کے متعلق پرویز پر روشن ہوئے وہ چودہ سو سال میں نہ کسی کو معلوم ہوئے نہ معلوم ہو سکتے تھے۔ اسی کو علما جہل مرکب یا عقلی بدہضمی قرار

دیتے ہیں جس میں علامہ پرویز بری طرح مبتلا ہیں۔ یہ بہت ہی گھٹیا بات ہے کہ دلیل و برہان کونظر انداز کر کے ایک سُنی شخص سُنی المذہب کی مدح وثنا کرے یا پرویز سنی ہوکر عمر بن بن الخطاب کی۔ بہرحال شاہکار رسالت خالص نذرانہ عقیدت ہے۔

3۔ پرویز نے قرآن کو معیار وکسوٹی بنانے کی غپ ماری تھی نہ عمر کی فرضی شخصیت کو۔

پرویز نے لکھا تھا کہ:

(1) ''روایات ہوں تاریخ، شریعت ہو یا طریقت غرضیکہ جو کچھ اسلام کے نام سے ہمارے یہاں مروّج ہے ضرورت ہے کہ اُسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے جو اُس پر پورا اُترے اُسے صحیح تسلیم کرلیا جائے جو اُس کے خلاف ہو اُسے مسترد کر دیا جائے۔''(گزرگاہ خیال صفحہ 39)

(2) ''اب اگر تاریخ میں کوئی بات ایسی ملے جو قرآن کے کسی بیان کے خلاف ہو اُسے ہم کبھی صحیح تسلیم نہ کریں گے۔ (مثال کے طور پر) قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی بیوی کے اصرار کے باوجود اپنے دامن عصمت کو داغدار نہ ہونے دیا۔ اب اگر کوئی تاریخ حضرت یوسفؑ کے بیشمار محاسن بیان کرنے کے بعد یہ کہے کہ انہوں نے عزیز مصر کی بیوی پر ہاتھ ڈالا تھا تو ہم ان محاسن کو تو صحیح تسلیم کرلیں گے لیکن اُن کی طرف منسوب کردہ دست درازی کے واقعہ کو کبھی صحیح تسلیم نہ کریں گے۔''(گزرگاہ خیال ص 50)

قارئین سوچیں کہ عمر کے اسلام لانے کا واقعہ تاریخ سے لکھا گیا ہے لہٰذا تاریخ کے بیان کو مسترد کرنے کے لئے پرویز ہی سے یہ اُمید تھی کہ وہ قرآن سے ایسی آیت لکھتے جس میں عمر کی نام نہاد شخصیت بیان کی گئی تھی۔ پھر یہ بتاتے کہ یہ اُن کے اسلام لانے کی روایات قرآن کی بیان کردہ ذہنیت وشخصیت کے خلاف ہیں لہٰذا ہم تاریخ کی ان روایات کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ ہمارے قارئین مطمئن ہوجائیں کہ اس کتاب شاہکار رسالت میں یہاں سے لے کر وہاں تک حضرت یوسفؑ کی طرح تصریح کے ساتھ کوئی آیت پیش نہیں کی گئی ہے۔ ہر جگہ ذاتی مفروضے اور عقیدت مندی کے مظاہرے ملیں گے۔ اور پرویزی دلائل کچھ اس طرح کے ہوں گے جیسے:

1۔ چونکہ چاول کا رنگ سفید ہوتا ہے اس لئے زمین کا گول ہونا ثابت ہے۔''

2۔ کچھ مہاجرین کی یہ اور وہ شان بیان ہوئی ہے لہٰذا تمام قریش مہاجرین تھے اور اُن کی بھی یہ اور وہ شان تھی۔''

3۔ مومن کو بے خطا قتل کرنے سے جہنم واجب ہوتا ہے لہٰذا کوئی مومن کسی کو قتل نہیں کرسکتا۔''

4۔ پرویز نے قریشی تاریخ کے جو بیانات یا روایات قبول کئے ہیں اُن میں سے کسی بیان یا روایت کو قرآن کے معیار پر قبول نہیں کیا ہے

ہماری پہلی ہی مثال سے ہمارا یہ عنوان یا الزام بھی ثابت ہے۔ یعنی پرویز نے عمر کے اسلام لانے کے واقعہ کی مذکورہ روایات کو غلط کہہ کر مسترد کردیا لیکن عمر کے اسلام لانے کے اس بیان کو قبول کرلیا جو خود مدعی نے یعنی عمر نے بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی صرف اور خالص عقیدت مندی ہے ورنہ عمر کے اس بیان پر قرآن کو یا کسی غیر جانبدار شخص کو یا اشخاص کو بطور گواہ طلب کرنا تھا۔ اور وہ آیت پیش کرنا تھی جس میں عمر کے اسلام لانے کی بات صراحت سے کہی گئی ہے۔ اور قارئین نوٹ کریں کہ جو بات قرآن میں ہرگز نہ ملے گی نہ ملی ہے وہ یہی ہے کہ عمر و ابوبکر وعثمان و عائشہ وغیرہ کا ایمان تصریح کے ساتھ قرآن میں نہیں ملتا اور اسی غرض سے درج بالا لکھے ہوئے تین دلائل دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی تاریخ پر یعنی خود ساختہ تاریخ پر منحصر ہوتے ہیں۔

5۔ کوئی حکمران یا خلیفہ یا بادشاہ یا سلطان جو کچھ لکھواتا ہے یا لکھتا ہے اپنے مذہب ومسلک اور پالیسی کے خلاف نہیں لکھتا نہ لکھواتا ہے

ہم چونکہ رسوؐل کی قوم کو دشمنِ اسلام، دشمن رسولؐ اور دشمنِ قرآن سمجھتے ہیں اور پرویز نہایت تفصیل سے ہماری تائید کرتے ہیں (دیکھو لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754 اور مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821۔822) اور وفات رسوؐل کے بعد قرآن (205۔204/2) کی رُو سے ان دشمنان خدا اور رسوؐل کی حکومت قائم ہوئی اور سات آٹھ سو سال تک قائم ومسلط رہی۔ لہٰذا اُن کی لکھوائی ہوئی تاریخ وتفسیر وروایات وغیرہ کو ہم صرف اُن کی مذمت میں قبول کرتے ہیں۔ اُن کی مدح وثنا کو قبول نہیں کرتے اس لئے کہ مجرم ودشمن کی بات اُن کے حق میں قبول نہ کرنا عین قرآن و عقل وعدالت کی رو سے صحیح ہے۔ لہٰذا وہ روایات و بیانات جو پرویز نے اُن کی مدح وثنا میں قبول کئے ہیں انصاف وعقل وقرآن وعدالت کے خلاف ہیں البتہ عقید تمندی کی رو سے صحیح ہے۔ لہٰذا پرویز کے شاہکار رسالت کے اسّی فی صد کا بطلان یہاں تک ثابت ہوگیا۔ اس سے زیادہ نہ لکھنے کی ضرورت ہے نہ وقت ہے۔

6۔ پرویز نے عمر کے اسلام لانے کی جو روایت قبول کی ہے اُس میں یا تو عمر نے جھوٹ بولا یا پرویز نے جھوٹ لکھا یا اُن کا ماخذ جھوٹ کا بنڈل تھا؟

پرویز نے عمر کی زبانی روایت کو لکھتے ہوئی روایت اس طرح مکمل کی ہے کہ:

۔''یہاں تک کہ آپؐ نے نماز ختم کرلی اور گھر جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، میں بھی دبے پاؤں آپؐ کے پیچھے ہولیا۔ گھر کے نزدیک پہنچے تو میں قریب ہوگیا۔ آپؐ نے آہٹ پاکر مُڑ کر دیکھا تو مجھے پہچان لیا اور ڈانٹ کر کہا کہ۔''اے ابن خطاب! تم ایسے وقت یہاں کیسے؟۔''

ابن خطاب نے کہا کہ: ۔''یہ گواہی دینے کے لئے کہ آپؐ خدا کے سچے رسوؐل ہیں۔'' اس پر حضوؐر نے خدا کا شکر ادا کیا اور میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر میرے لئے ثبات واستقامت کی دعا مانگی۔'' (شاہکار صفحہ 16۔17)

7۔ قریش کے اطمینان سے تیار کردہ افسانوں کا وزن، قریشی علما کی فریب خوردگی اور فریب کاری' سورۃ الحاقہ کا شان نزول۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنے قارئین کو پرویز ہی کی رگڑی ہوئی روایت علامہ مودودی کے قلم سے پوری سنائیں تا کہ آپ کو ایک عجمی لونڈے اور عالم کا فرق بھی معلوم ہو جائے اور روایت میں کمی وزیادتی بھی نظر آسکے۔ علامہ مودودی سورۃ الحاقہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

۔''مسند احمد بن حنبل میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ اسلام لانے سے پہلے ایک روز میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کے لئے گھر سے نکلا مگر آپ مجھ سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو چکے تھے۔ میں پہنچا تو آپؐ نماز میں سورہ الحاقہ پڑھ رہے تھے۔ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور سننے لگا۔ قرآن کی شانِ کلام پر میں حیران ہو رہا تھا کہ میرے دل میں یکا یک خیال آیا کہ یہ شخص ضرور شاعر ہے۔ جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ فوراً ہی حضوؐر کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے ''یہ ایک رسوؐل کریم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں۔'' میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاعر نہیں تو پھر کاہن ہے۔ اُسی وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔'' یہ سُن کر اسلام میرے دل میں گہرا اُتر گیا۔'' حضرت عمر کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ اُن کے قبول اسلام سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد بھی ایک مدت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے اور وقتاً فوقتاً متعدد واقعات اُن کو اسلام سے متاثر کرتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی بہن کے گھر میں اُن کے دل پر وہ آخری ضرب لگی جس نے اُن کو ایمان کی منزل تک پہنچا

دیا۔‘‘(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 70)

پرویز نے بھی صفحہ 17 کے حاشیہ میں مسند امام حنبل کا اور ابن اسحاق کا نام لکھا ہے مگر اُس نے اِن کتابوں سے پڑھ کر یہ عمر والی روایت نہیں لکھی بلکہ ھیکل کے یہاں سے نقل ماری ہے اور اسی وقت ایمان لانے کا واقعہ چپکا دیا۔ حالانکہ عمر مدت دراز تک بے ایمان رہا۔

عمر کی پرویزی شخصیت ابلیسی شخصیت ثابت ہے۔

پرویز کی روایت کے تتمہ میں نہ عمر کا سر جھکانا مذکور ہوا ہے نہ سابقہ بدعملیوں اور ظلم وستم پر ندامت وانفعال محسوس ہوا ہے، نہ عمر نے معافی طلب کی ہے نہ بخشش کی دعا کی درخواست کی ہے۔ یعنی عمر کی شخصیت سو فیصد ابلیسی شخصیت تھی جسے پرویز نے اپنی عقیدتمندیوں کے زینے پر چڑھا کر شاہکار رسالت بنا دیا ہے۔ اور بس۔

8۔ پرویز نے اپنے مذہبی بزرگوں کی لکھی ہوئی تواریخ واحادیث وتفاسیر کو اپنی عقیدت کے معیار پر ردّ وقبول کیا، ہم قرآن کے معیار پر ردّ وقبول کریں گے۔

یہ بات واضح اور ثابت ہو چکی اس کی مثال سامنے آچکی ہے کہ پرویز اپنے بزرگوں یعنی قریشی خلفا، قریشی علما کے تیار کردہ ریکارڈ کو من وعن قبول نہیں کرتے بلکہ صرف اس ریکارڈ کو قبول کرتے ہیں جو پرویز کو اپنی عقیدت کے ثبوت میں مدد دیتے ہیں اور جو انبار اُن کی عقیدت کو مجروح کرتا ہے اُسے ردّ کرتے اور غلط قرار دیتے ہیں۔ اس ردوقبول میں کہیں بھی قرآن کو تصریح کے ساتھ دلیل نہیں بناتے اور قرآن کو معیار ودلیل بنانے کے اپنے دعویٰ کو باطل کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ پرویز سے پہلے چودہ سو سال میں گزرنے والے تمام اہل سُنت خلفا وعلما بھی خلفائے ثلاثہ سے' اہلسنت مذہب سے اور اہلسنت ریکارڈ سے محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ اور پرویز بھی وہی مذہب رکھتے ہیں اور وہی عقیدت رکھتے ہیں۔ اور خود اپنی تصانیف میں اس مذہب وعقیدت کو مانتے اور لکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پرویز کیوں سُنی ریکارڈ میں سے کچھ کو قبول کرتے ہیں اور کچھ کو رد کرتے ہیں؟ اس کا جواب انھوں نے یہ دیا ہے کہ سنی ریکارڈ میں جو چیزیں قرآن کے خلاف ہیں وہ نا قابل قبول ہیں۔ پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ چودہ سو سال کے تمام علما نے قرآن کے خلاف اپنے ریکارڈ میں وہ چیزیں لکھیں؟ اس کے جواب میں پرویز صاحب عجمی سازش لکھتے ہیں۔ لیکن پھر سوال ہوتا ہے کہ چودہ سو سال میں گزرنے والے علما نے اُس نام نہاد عجمی سازش کو کیوں نہ سمجھا؟ کیوں عجمیوں کو کامیاب ہونے دیا؟ کیوں کسی نے تمہاری طرح عجمی سازش کا توڑ نہ کیا؟ یہ تینوں سوالات کھڑے رہ جاتے ہیں اور پرویز کھل کر یہ نہیں کہتے کہ اس چودہ سو سال میں گزرنے والے تمام علمائے اہلسنت، مذہبِ اہلسنت اور صحابہ کے مخالف تھے۔ یہ اس لئے کہ ایسا ماننے سے پرویز کو سنّی نام کے پورے ریکارڈ کو قبول کرنے کا حق نہ رہتا۔ اور پرویز کی گاڑی رک کر کھڑی ہو جاتی نہ انہیں قرآن سے مدد ملتی۔ اس لئے کہ قرآن سے براہ راست پرویز کے صحابہ کی مدح میں کچھ نہ مل سکتا تھا۔ وہ تو سنّی علما کی خود تراشیدہ روایات وریکارڈ ہی ہے جس سے ملاعین کو محترم بنایا گیا ہے۔

ہمارا موقف: ہم نے بیان کر دیا ہے کہ ہم ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت اور حکمرانوں کو باغی وغاصب اور دشمنان خدا ورسوؐل مانتے ہیں اور اس بغاوت وغصب کو ثابت کرنے کے لئے سنّی ریکارڈ کو اور قرآن کو ثبوت میں پیش کرتے ہیں اس لئے سنّی ریکارڈ کے وہ بیانات قبول کرتے ہیں جو غاصبوں اور باغیوں کے خلاف ہوں اور جو حقداروں اور حق کی تائید میں ملتے ہیں۔

9۔ قرآن کومہجور کرنے کے سلسلے کی آخری اسکیم اورکوشش پرویز نے ساری عمر کے غوروفکروتدبر سے تیار کی ہے؟؟

یہاں سے جوگفتگواور بحثیں شروع ہوں گی اُن کوٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے قارئین چندایسی حقیقتوں کوسامنے رکھ لیں جن کو پرویزاور پرویز کے تمام صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین اور تمام خلفاءاور تمام اہلسنت علما بلا اختلاف مانتے چلے آئے ہیں۔اُن کے نزدیک اس قرآن میں اللہ نے رسوؐل کی جانشین حکومت کوقائم کرنے کاحکم نہیں دیا۔یعنی قرآن میں رسوؐل کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے لئے کوئی آیت نہیں ہےاور نہ رسوؐل نے اپنے بعد جاری رہنے والی حکومت کوقائم کیا۔یعنی رسوؐل کی کسی حدیث میں رسوؐل کی جانشین حکومت اورحکمران کاتعین نہیں ہے۔یعنی قرآن اور حدیث کےحکم کی رو سے رسوؐل کے بعدایک کوئی حکومت اورحکمران نہیں بنایا گیا تھا۔دوسری تسلیم شدہ بات یہ ہے کہ رسوؐل کے بعدایک حکومت قائم ہوئی جس کا پہلاحکمران ابوبکرتھا۔اور یہ حکومت مسلسل سات آٹھ صدیوں تک برقرار رہی اور یہ کہ رسوؐل کے بعدقائم ہونے والی حکومت اورحکمران برحق،اللہ ورسوؐل کی مرضی کے مطابق تھے۔

(الف) گفتگوکاموضوع یہ ہوگا کہ جب قرآن وحدیث میں نہ حکومت قائم کرنے کاحکم ہے نہ حکومت وحکمران کاتعین ہےتوبرحق کیسے؟

یہ بحث ہے جواُمت میں برابر جاری رہی اور جاری ہےاور جاری رہے گی جب تک ہماری تصنیفات اُمت کے سامنے نہ آجائیں۔ یہاں یہ سوال خودبخوداٹھتاہے کہ ہم نے اپنی تصنیفات کےسامنےآنے کی شرط کیوں لگائی ہے؟اوراُن کےسامنے آنے کے بعد یہ بحث کیوں ختم ہو جائے گی اورختم ہونے کے بعدنتیجہ کیاہوگا؟ان سوالات کاجواب وہ حضرات توآج ہی جانتے ہیں جن کے سامنے ہماری تصنیفات آتی جارہی ہیں۔ لٰہذاجن جن کے سامنے ہماری تصنیفات آتی جائیں گی وہ اُن تمام سازشوں سے واقف ہوتے جائیں گے جورسوؐل کی قوم نے اللہ ورسوؐل کی قائم ہونے والی حکومت کے خلاف کی تھیں اور جب وہ سازشیں معلوم ہوجائیں گی تو یہ بحث اس لئے ختم ہوجائے گی کہ رسوؐل کے بعدقائم ہونے والی ابوبکرکی حکومت اورحکومت کامذہب اوران کی تائیدکرنے والاتمام سنّی ریکارڈباطل ہوجائے گااورنتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن سے ثابت ہونے والی اورتین ہزارسال سے چلی آنے والی حکومت مرتضویؐ برحق ماننا پڑے گی۔یوں تینوں سوالات کاجواب ہوجائے گااورآئندہ امت اُمت مسلمہ کی حیثیت سے بلااختلاف رواں دواں چلتی اورکامیاب ہوتی جائے گی۔

(ب) اللہ ورسوؐل کی قرآنی حکومت کی جگہ جمہوری وقومی حکومت قائم کرنے ہی کے لئے قرآن کوعہدرسوؐل میں مہجورکیاتھاجورفتہ رفتہ ناکام ہوگئی۔

یہ دیکھاجاچکاہےاور پرویز نے زبردست تائیدوتصدیق کی ہےاورقرآن میں ریکارڈہے(فرقان 31۔30/25)کہ رسوؐل کی قوم نےقرآن کومہجورکردیاتھا،یعنی بقول پرویز۔''رسوؐل اللہ،خداسے فریادکریں گے کہ اَے میرےنشوونمادینے والےمیری قوم نےاس قرآن کواپنے خودساختہ معتقدات کی رسیوں سےاس طرح جکڑ دیاتھا کہ یہ آزادی سے دوقدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہاتھا(مفہوم القرآن جلد2 صفحہ 821) خودساختہ اعتقادات،خیالات رسومات،،روایات،قوانین،تفاسیروغیرہ کی رسیوں سے جکڑکرمہجوربنارکھاتھاجس سے وہ ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اُٹھاسکتاتھا۔اُنھوں نے قرآن کریم کوچھوڑانہیں تھاسینوں سےلگارکھاتھا۔لیکن اُس کی آزادیاں ساری سلب کررکھی تھیں اوراُسے اُتناہی چلنے کی اجازت دےدی جاتی تھی جتنی اُن کےخودساختہ مذہب وشریعت کی رسّی مناسب سمجھتی تھی۔یعنی یہ قرآن کے تابع نہیں تھےقرآن کریم اُن کے تابع تھا''۔(لغات القرآن جلد4 صفحہ نمبر 1754)

ثابت ہواکہ قریشی لیڈروں،سرداروں،راہنماؤں اورقریشی علمانے رسوؐل کی قوم اورقوم کےحلیفوں کےسامنےقرآن کوجس طرح پیش

کیا تھااس سے علیؑ کی شخصی حکومت کا تصور خارج ہو گیا تھا اور اُس حکومت کا تصور حیاتِ رسولؑ ہی میں قلب واذھان میں بیٹھ گیا تھا جو بعدِ رسولؑ قائم کرنے کا منصوبہ لیڈران قوم نے بنا رکھا تھا لہٰذا وفات رسولؑ کے بعد قریش کی وہ قومی حکومت قائم ہو گئی تھی جو صدیوں قائم رہی، لیڈروں کا یہ منصوبہ قریشی تاریخ میں محفوظ ہے جسے قرآن (25/30) کے مطابق ہونے کی بنا پر مسٹر پرویز کو تسلیم کرنا چاہیے تھا، فی الحال یہ گفتگو روک کر قرآن کی مہجوری پر مزید غور فرمائیں۔

(ج) پرویز نے قرآن کو مان کر کبھی پیچھا نہ چھوڑنے والی غلطی کی ہے لہٰذا اُنہیں اپنے ممدوح صحابہ کی ہر قرآنی مذمت اور ہر تاریخی مذمت بھی ماننا پڑے گی۔

سورہ فرقان بھی باقی سورتوں کی طرح رسولؑ پر اور عہدِ رسولؑ ہی میں نازل ہوئی تھی، اور سُنی وشیعہ مجتہدین کے نزدیک اس کا نزول بعثت کے ساتویں سال مکہ ہی میں ہوا تھا، یعنی اس کے نازل ہونے کے بعد رسولؐ اللہ سولہ یا سترہ سال دُنیا میں فرائض نبوت ورسالت بجالاتے رہے یعنی نبوت کی تبلیغ کا بائیس یا تیئیس سالہ دَور ابھی دوحصہ باقی تھا کہ رسولؑ کی قوم قرآن کو مہجور کر چکی تھی اس لئے کہ رسولؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''میری قوم اس قرآن کو مستقبل میں مہجور کردے گی''۔ وہاں تو یہ فرمایا ہے کہ ''مہجور کر چکی ہے''۔ اب سوچنا یہ ہے کہ رسولؑ کی اس قوم قریش کے 7 بعثت میں معتقدات یا اعتقادات کیا تھے؟ خیالات کیا تھے؟ رسومات کیا تھیں؟ روایات کیا تھیں؟ قوانین کیا تھے؟ تفاسیر کیا تھیں؟ اور کس چیز کی تفاسیر تھیں؟ اُن کا مذہب کیا تھا؟ اور شریعت کونسی تھی؟ ان تمام سوالات کا جواب پرویز کے ذمّے ہے۔ اور پرویز کو اپنے ہر ایک جواب میں یہ ماننا پڑے گا کہ قریش کے اعتقادات وخیالات ورسومات وروایات وقوانین وتفاسیر ومذہب وشریعت، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لائے ہوئے دین کے خلاف تھیں۔ اور لازم ہے قرآن میں عائد کردہ وہ تمام الزامات پرویز تسلیم کریں جو قریش پر مذہب جاھلیت اور مذہب نصارٰی اور یہود ومجوس وصائبین و مشرکین کے متعلق لگائے گئے ہیں۔ یعنی قریش نے بعثت رسولؐ سے قبل کے مذاہب وتصورات میں سے ایک مذہب وشریعت واعتقادات و رسومات وقوانین وتفسیرات کا مجموعہ یا ملغوبہ تیار کر رکھا تھا اور قرآن کی تعلیمات کو اُس پر فٹ کر لیا تھا۔ اور ہم ثابت کریں گے کہ یہ سب کچھ تیار کرنے میں پرویز نے عمر کا سب سے بڑا رول مانا اور اُسے شاھکار رسالت کہا ہے۔ اور عمر کی شخصیت کا مخصوص پہلو غور وخوص وتفکر کو قرار دیا ہے۔

(د) عمر نے رسولؐ اللہ کی تعلیمات پر چھ سال تک غور وخوص وتفکر وتدبر کے بعد ساتویں سال اسلام کو تسلیم کیا یہی زمانہ سورہ فرقان کے نزول کا ہوتا ہے

ہم نے یہ لکھ دیا ہے کہ پرویز عمر کے اسلام لانے کے اُس واقع اور روایات کو غلط قرار دیتے ہیں جس میں انہیں بہن اور بہنوئی کے گھر میں چند آیات پڑھنے کے بعد مسلمان ہو جانے پر زور دیا گیا ہے اور اس کی وجوھات بھی لکھی ہیں مثلاً:

''یہ بات عمر جیسی شخصیت کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی کہ اُس نے ایک ایسے اہم معاملے کے متعلق جس نے اُس کی سابقہ زندگی کے تمام قلبی، ذہنی اور معاشرتی رشتوں کو منقطع کر کے ایک اور ہی راستے پر ڈال دینا ہو کبھی غور وفکر نہ کیا ہو اور محض ایک ھنگامی واقعہ سے متاثر ہو کر جذباتی طور پر ایسا انقلابی فیصلہ کر لیا ہو۔ عمر جیسی شخصیت ایسے معاملے کا فیصلہ اس طرح نہیں کر سکتی''۔ (شاھکار صفحہ نمبر 14)

(مسلسل دوسری وجہ لکھتے ہیں کہ)

''(2) حضرت عمر لکھے پڑھے تھے............ مکہ کے سترہ لکھے پڑھے لوگوں میں سے ایک... وہ تجارت کے لئے دیگر ممالک میں جاتے تو کاروبار سے فرصت کا وقت نکال کر وہاں کے زعمائے سیاست اور مشاہیر فکر وتدبر سے ملاقاتیں کرتے اور اس طرح اپنے علم میں اضافہ کرتے

رہتے ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُن کے ذوق تجسس کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تورات کو براہ راست سمجھنے کے لئے عبرانی زبان سیکھی اور اُس پر عبور حا صل کرلیا۔ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ وہ کس طرح ایک ایک معاملے پر مہینوں غور وفکر کے بعد کسی نتیجے اور فیصلے پر پہنچتے ،فکر اور تدبر اُن کی طبیعت کا ایک خاصہ تھا''۔(ایضاً صفحہ نمبر 14) پھر تیسری وجہ یوں لکھتے ہیں کہ:

''(3) یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس قسم کی طبیعت اور مزاج اور روش کا انسان ایک ایسی دعوت کے ما لہ و ما علیہ پر غور وفکر نہ کرتا ہوگا جو اُس کی ذات بھی نہیں بلکہ اُس کے ملک اور قوم، اُس کے مذہب اور معاشرہ میں بنیادی انقلاب برپا کرنے کے لئے ظہور میں آئی تھی اور اُن کی مخا لفت کے علی الرغم دن بدن پھیلتی جارہی تھی۔وہ اس قسم کی دعوت اور تحریک سے فکری طور پر کبھی غیر متعلق نہیں رہ سکتے تھے۔یہ دعوت چھ برس سے جاری تھی اور اس وقت تک اس میں چالیس پینتالیس افراد شریک ہو چکے تھے جن میں مکہ کی بڑی بڑی نامور ہستیاں شامل تھیں۔ ہو نہیں سکتا کہ ابنِ خطاب نے کبھی ان معاملات کو اپنی گہری توجہ کا مستحق نہ قرار دیا ہو اور اس دعوت کے داعیؐ کی تعلیم نے اس دعوت کو قبول کرنے والوں کی زندگی میں جو محیر العقول انقلاب پیدا کردیا تھا وہ اُسے درخوراعتنا نہ سمجھتے ہوں۔''(ایضاً صفحہ 14) چوتھی وجہ لکھتے ہیں:

''(4) نہ ہی یہ ممکن ہے کہ مکہ میں رہتے ہوئے حضرت عمر نے کبھی قرآنی آیات نہ سنی ہوں۔رسوؐل اللہ کی دعوت کوئی باطنی تحریک یا گُپت وِدّیا نہیں تھی۔آپؐ نے تو اس دعوت کا آغاز بھی پہاڑ کی چوٹی سے تمام اہل مکہ کو با آواز بلند پکار کر کیا تھا اور اس کے بعد بھی پھر اس پیغام کو دوسروں تک مسلسل پہنچاتے چلے جاتے تھے۔کیا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ آواز اور تو سب تک ہی پہنچی ہو لیکن اگر نہ پہنچی ہو تو ابن خطاب کے کانوں تک نہ پہنچی ہو۔''(ایضاً صفحہ 14۔15) آخری یا پانچویں وجہ اور نتیجہ لکھتے ہیں کہ:

''(5) ان شواہد سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر اس دعوت سے اچھی طرح باخبر تھے۔قرآن کی آواز اُن تک پہنچ چکی تھی اور وہ کامل چھ برس سے اس پر غور وفکر کرتے چلے آرہے تھے۔ایک مفکر کی صورت میں یہ تو ممکن تھا کہ وہ ایک معاملے پر عرصے سے غور وفکر کرنے کے باوجود ہنوز کسی حتمی نتیجہ پر نہ پہنچا ہو۔''(ایضاً صفحہ 15)

(۵) عمر نے چھ سال میں اسلامی دعوت کو ردّ کئے بغیر اپنے غور وفکر و بصیرت سے قبول کرتے ہوئے مردود رکھا۔

پرویز کے ان پانچوں شواہد یا بیانات و وجوہات میں یہ ثابت ہوگیا کہ سب سے زیادہ جس شخص نے قرآنی دعوت پر غور وفکر کیا وہ عمر تھا۔وہ روز اول سے اُس دعوت کو اپنے مذہب میں' اپنے ملک وقوم ومعاشرہ میں ردّ وبدل اور انقلاب کا سبب سمجھتے آرہے تھے۔وہی تھے جو غیر ملکی وملکی لیڈروں سے اس دعوت پر تبادلہ خیالات کرکے اس دعوت کے برے اور انقلاب انگیز پہلوؤں کا توڑ سوچتے تھے۔وہ توراۃ کی تعلیمات سے قرآنی تعلیمات کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہتے تھے اور آگے ہم پرویز ہی کی سند سے دکھائیں گے کہ عمر یہودی علما سے بھی تبادلۂ خیالات کرتے تھے اور قرآنی دعوت کی عملی صورت پر غور وفکر کرتے تھے۔یعنی وہ یہود سے اُن اجتہاد کے اسباق لیا کرتے تھے اور مذہبی تعلیمات کے نافذ کرنے کی صورتیں سیکھتے تھے۔وہ برابر قرآنی آیات کو نوٹ کرتے جاتے تھے اور چھ سال کی مدت میں عمر نے وہ تمام اسکیم مکمل کردی تھی جس کا شکوہ رسوؐل اللہ نے سورۃ فرقان کی تیسویں آیت میں کیا ہے اور اللہ نے یہ بتادیا تھا کہ صرف تیری ہی قوم نے قرآن کو مہجور نہیں کیا ہے بلکہ تمام سابقہ اقوام کی پیروی کی ہے اُن کی مجرمانہ اور دشمنانہ پالیسی کو اختیار کیا ہے اور یہ کہ ہم تیری مدد ونصرت کے لئے ہر وقت موجود ہیں۔پرویز نے اپنے مفہوم میں لکھا ہے کہ۔''لیکن یہ ماجرا (جو تجھ میں اور تیری قوم میں گزرا ہے) کسی ایک نبیؐ کے ساتھ مخصوص نہیں رہا ہے۔جس نبیؐ نے جہاں اور جب خدا کا پیغام پہنچایا انسانیت

کے خلاف جرم کرنے والے گروہ نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی ۔ لہٰذا اے رسُولؐ تمھیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے تیرا نشو ونما دینے والا ان سب کے خلاف اس کے لئے کافی ہے کہ وہ تجھے زندگی کی کامرانیوں کی راہ چلائے اور ہر مشکل مقام پر تیری مدد کرے (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 822) مطلب واضح ہو گیا کہ عمر نے اُن تمام علما سے استفادہ کیا جو مذہبیات وسیاسیات میں مہارت تامّہ رکھتے تھے اور اپنی قوم وملک کی سر بلندی اور اقتدار کے لئے قرآن کے تمام اصولی اور بنیادی پہلوؤں کو مجبور کر کے قرآنی تعلیمات کو اپنے ماتحت لانے کا انتظام کر لیا تھا اور اس انتظام کے مکمل ہوتے ہی چھ سال کے بعد رسُولؐ نے اللہ سے شکایت کر کے مدد اور راہنمائی کا وعدہ لے لیا تھا۔ یعنی عمر ہی وہ راہنما یا لیڈر تھا جس نے قرآن کو مجبور کرنے کے بعد اور اپنی قوم کی حکومت واقتدار کا انتظام کرنے کے بعد اسلام لانے کا اقرار کیا تھا۔ اور یہ اقرار اپنے ہی خود ساختہ اسلام کا اقرار تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ اعتقادات جن کا ذکر پرویز نے قرآن کی مجبوری کی ذیل میں کیا ہے عمر ہی نے تیار کئے تھے۔ وہ خیالات بھی عمر ہی کے پیدا کردہ تھے۔ وہ رسومات اسی شاہکار ابلیس نے تیار کی تھیں' وہ روایت سازی کا فن بھی عمر ہی کے اشارے پر جاری ہوا تھا۔ قرآن کو اس طرح اپنے بس میں کر لینے کی بنا پر ہی ابلیس نے عمر کی پیروی اختیار کی تھی (7/175)۔

10۔ عمر کی اسکیم کو صاحبانِ قرآن نے اللہ کی مدد و راہنمائی سے تباہ کر دیا اور تباہی پر برسوں گزر گئے تو پرویز نے اپنی اسکیم جاری کی ۔

قارئین اپنے گرد و پیش قرآن کا اور گلے میں ڈالے پھرنے والوں کا جو حال دیکھ رہے ہیں یہ حال سینکڑوں سنی علما و مفکرین ومحققین کی کوششوں کے باوجود ہوا ہے۔ ان لوگوں کو اللہ نے اور اللہ کے نمائندوں اور نظام نے بھکاری اور محتاج بنا کر دنیا میں تمام اقوام سے ذلیل تر کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اس حالت پر علامہ اقبال اینڈ کمپنی بھی کڑھتی رہی ہے۔ اُن سے پہلے سر سید احمد خان بھی مسلمانوں کی حالت سنوارتے سنوارتے خود اپنی دنیا اور آخرت بگاڑ بیٹھے۔ بہر حال پرویز بھی اپنے اسلاف کو کوستے اور بُرا بھلا کہتے چلے آ رہے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے اقبال کی تیار کی ہوئی اشعار کی نشہ آور گولیاں بھی نوجوانوں کو کھلاتے رہتے ہیں۔ اُنہیں یہ یقین دلایا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت قرآن کو نہ سمجھنے سے ہوئی ہے اور یہ باور کرا دیا ہے کہ سابقہ اور موجودہ علما نے قرآن کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ کسی کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ اور لکھ دیا ہے کہ اگر لوگ قرآن کو سمجھنے لگ جائیں گے تو اُن علما کی ساکھ پر بُرا اثر پڑے گا۔ روزگار کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔ اس قسم کی تقریروں اور تصانیف سے نوجوانوں کے دلوں میں اپنے علما سے نفرت بھر دی ہے۔ اور اُنہیں قرآن فہمی کے اسباق دیئے ہیں۔ ایک لغات القرآن لکھی ہے۔ قرآن کا ترجمہ قطعاً بند کر دیا ہے اور ایک کتاب مفہوم القرآن کے نام سے لکھی ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ مفہوم القرآن سے وہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے جس سے قرآنی تعلیمات پوری طرح سمجھ میں آ سکتی ہیں اور سمجھنے والوں میں وہ انقلاب پیدا ہو سکتا ہے جس کی امت کو ضرورت ہے اور جس سے اللہ کی تمام نعمتیں حاصل ہو جائیں گی جن کا اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہے۔ پرویز اپنی ہر کتاب میں انقلاب اور اللہ کی نعمتوں کا وعدہ کرتے رہے۔ لوگوں سے روپیہ لیتے اور کتابیں شائع کراتے رہے لیکن نہ کوئی انقلاب آیا نہ اللہ نے نعمتیں عطا کیں خود پچاس سال سے دائم المریض ہیں دوا اور غذا کے لئے اپنی جماعت سے مدد لیتے اور زندگی دشواریوں اور بیماریوں کے جھمیلوں میں گزارتے چلے آ رہے ہیں۔ لوگ اُن کی کتابوں کو جلاب آور گولیوں کی جگہ استعمال کرتے ہیں اور اپنی موت مرتے جاتے ہیں۔ اس کے سوا پرویز سے لوگوں کو کچھ نہیں ملا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اب قرآن کو پرویز کی جدید کوششوں کے ساتھ پیش کریں تاکہ قارئین یہ دیکھ سکیں کہ پرویز اُن سے کیا چاہتے ہیں اور کس طرح اُنہیں قرآن کی اصلی تعلیم واسپرٹ تک پہنچاتے ہیں۔

(الف) وہ مشکلات جن کا حل نکالنے کے لئے پرویز نے اپنے تمام مخاطبوں کو روز افزوں مشکلات کے چکروں میں پھنسا دیا ہے۔

اس عنوان پر اگر پوری طرح روشنی ڈالی جائے یعنی پرویز کے قلم سے وہ تمام حالات و انقلابات لکھے جائیں جن کی وجہ سے' بقول پرویز' یہ پوری امت قرآن فہمی سے محروم ہوگئی اور پھر وہ تمام مشکلات لکھی جائیں جو قرآن فہمی کے راستے میں درپیش ہیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔لیکن نہ ہمارے پاس اتنی فرصت ہے اور نہ ہی قرآن فہمی کا وہ حل اور طریقہ صحیح ہے جو پرویز پیش کرتے ہیں۔ اِس لئے کہ یہ کم وبیش اُسی قسم کا طریقہ ہے جو ناکام ہو چکا ہے اور اس لئے کہ یہ طریقہ غیر قرآنی ہے یعنی اللہ کا بتایا ہوا طریقہ نہیں ہے اور اس لئے کہ غیر معصوم یعنی خطا کاروں کے مقرر کردہ طریقوں میں ہمیشہ غلطی اور خطا کا امکان رہے گا۔اور اس لئے بھی کہ قرآن اور صاحبانِ قرآن کو جدا جدا رکھ کر قرآن فہمی ناممکن ہے اور اس لئے بھی کہ قرآن ایک عالمگیر کتاب ہے اور طریقہ بتانے والوں کا علم عالمگیر نہیں ہے۔اور اس لئے بھی کہ اس تصور ہی کو درمیان سے ہٹا دیا گیا ہے کہ جس نے قرآن دیا تھا،اور اُس کی تعلیم دی تھی،اور جس نے کہا تھا کہ یہ کتاب قیامت تک ساری کائنات کے لئے ہے اُس نے قرآن کی تعلیم کو جاری کرنے اور جاری رکھنے کے لئے کوئی فول پروف یا معصوم انتظام کیا تھا۔ یا نہیں؟ اور اس کا سبب بھی قرآن کو مجبور کر کے ایک خاطی حکومت قائم کرنا اور ایک بے خدا اور سوؔل والا دین چلانا تھا۔اور لازمی نتیجہ یہ ہی تھا جو پیش آیا اب اس کا علاج یا تدارک یا حل پھر ایک خاطی انسان تجویز کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ:

(ب) پرویز کی مشکلات پڑھنے میں تھوڑا سا وقت صرف کرنا مفید ہوگا۔

''میں عمر بھر اُن اسباب وعلل پر غور کرتا رہا جن کی وجہ سے مسلمان اُس سرچشمۂ حیات (یعنی قرآن کریم) سے دور ہوتے چلے گئے جس نے انہیں ایک زمانے میں (قریشی افسانوں کی رو سے) زندگی اور اُس کی تمام سعادتوں سے نوازا تھا۔ مجھے منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب یہ بھی نظر آیا (اور یہ سبب بڑا بنیادی تھا) کہ ہمارے ہاں قرآن کے الفاظ کا جو مفہوم مروّج ہے وہ بیشتر غیر قرآنی ہے۔اس کے لئے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم چونکہ قرآن کو ترجموں کے ذریعے سمجھتے ہیں اس لئے اُس کی اصل سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔لہٰذا قرآن سمجھنے کے لئے عربی جاننا ضروری ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ قرآن عربی زبان میں ہے اور جب تک ہم عربی نہ جانیں قرآن کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔لیکن اس سے اُس مشکل کا حل نہیں ہوتا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔پہلی چیز تو یہ کہ جن حضرات نے قرآن کے ترجمے کئے ہیں وہ تو عربی جانتے تھے۔اگر عربی جاننے سے صحیح قرآن سمجھ آجاتا تو اُن کے ترجموں سے بھی قرآن سمجھ میں آجانا چاہیے تھا۔تمام تر نہیں تو کم از کم قریب قریب۔ دوسری چیز یہ (اور یہ پہلی سے بھی زیادہ اہم ہے) کہ آج مسلمانانِ عالم کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ جس کی مادری زبان عربی ہے۔اُن کے لئے صحیح قرآن سمجھنے میں تو کوئی دشواری نہیں ہونا چاہیے۔لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ بھی قریب قریب اُسی قسم کا قرآن سمجھتے ہیں جس قسم کا قرآن ہمارے ہاں ترجموں سے سمجھا جاتا ہے۔آپ عربی ممالک (یعنی عربی بولنے والے مصنفین) کی مذہبی کتابیں اُٹھا کر دیکھئے جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اُن میں اور اپنے یہاں کی مذہبی کتابوں میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ مجھے ایک عرب ادیب کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ادب کا امام،زبان پر اس قدر عبور کہ ایک ایک لفظ کی بیسیوں سندات مستحضر۔ایسا نظر آتا تھا کہ اُسے بڑے بڑے عربی لُغت' شعراء کے دَوَاوِین اور کتب محاضرات حفظ یاد ہیں مرادفات کے معنی میں ایسا لطیف فرق بتاتا کہ سُن کر لطف آجاتا تھا۔لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہتی جب میں دیکھتا کہ جوں ہی قرآن کی کوئی آیت سامنے آتی وہ وہی مفہوم بیان کرتا جو ہمارے مکتبوں میں پڑھایا جاتا ہے اور جس میں قرآن کہیں نام کو بھی نہیں ہوتا۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اُن کے یہاں بھی قرآن کو اُن ہی تفاسیر کے ذریعے سمجھا جاتا

ہے جوعجم زدہ ذہنیتوں کی پیداوار ہیں اور اُس ماحول کی تخلیق جس میں مسلمان قرآن سے دور ہو چکا تھا۔مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہمارے یہاں قرآن کا ایک خاص مفہوم متعین ہو چکا ہے اور عرب ہوں یا غیر عرب ہر جگہ وہی متعین مفہوم رائج ہے۔لہٰذا قرآن سے بُعد کا اصلی سبب عربی کا نہ جاننا نہیں ہے۔اس کا سبب وہ مصطلحہ مفہوم ہے جو ہمارے یہاں ایک مدت سے رائج چلا آ رہا ہے۔اور یہ مفہوم عجمی ہے قرآنی نہیں ہے۔ہم قرآن کے معنی اُن ہی اصطلاحات کی رُو سے سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ ہماری عربی ہی وہ نہیں رہی جو زمانہ نزولِ قرآن میں تھی۔اس کے الفاظ تو بے شک وہی ہیں لیکن ان الفاظ کا مفہوم عجمی تصورات کا پیدا کردہ ہے۔اور یہی مفہوم عرب وعجم ہر جگہ رائج ہے اس لئے قرآن کا صحیح مفہوم نہ عربی جاننے والے سمجھتے ہیں نہ وہ جو عربی نہیں جانتے اور قرآن کو ترجموں سے سمجھتے ہیں۔جب قرآن نازل ہوا تو ان اصطلاحات میں سے کسی کا بھی وجود نہ تھا جو بعد میں فقہ، روایات، تصوف، کلام وغیرہ کی رو سے پیدا ہوئیں اور آہستہ آہستہ دین کا جُزو بنتی چلی گئیں۔اگر ان اصطلاحات سے مقصود وقتی مسائل کا حل ہوتا اور اُن کا دائرہ عمل وہیں تک محدود رہتا تو اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔لیکن مصیبت یہ ہوگئی کہ ان چیزوں کو دین کا مستقل اور غیر متبدل جزو سمجھ لیا گیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود قرآن بھی اِن ہی کی روشنی میں سمجھا جانے لگا۔اور رفتہ رفتہ ہوا یہ کہ بجائے اس کے کہ قرآن متن اور اصل رہتا اور یہ چیزیں اُس کی شرح اور جزئیات سمجھی جاتیں، یہ چیزیں اصل اور متن بن گئیں اور قرآن اُن کا شارح ہو کر رہ گیا۔اب قرآن کا سارا مفہوم ان ہی بعد کے پیدا شدہ تصورات کی تشریح ہے۔اور قرآن کا یہی مفہوم ہر جگہ پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے خواہ عرب ہو یا عجم۔''

(قرآنی فیصلے صفحہ 260 تا 262)

(ج) **قرآن کے مفاہیم کا بدل جانا قرآن فہمی کا مشکل ہو جانا دوسرا بیان۔**

پرویز کے بیانات سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن فہمی ابوبکر وعمر کے زمانے میں جس ڈگر پر چلی تھی۔رفتہ رفتہ وہ گم ہوگئی۔قرآن کو مجبور کرنے کے لئے کوئی سائنٹفک طریقہ تو بنایا نہیں گیا تھا۔جلدی جلدی جو کچھ ہو سکا کر لیا گیا تھا۔اصول یہ تھا کہ ہر اُس لفظ کے معنی بدل دو جس سے رسوؐل کی خاندانی حکومت ثابت ہوتی یا قرآن اور رسوؐل کی عالمگیر پوزیشن بنتی ہو اور ہر وہ کوشش کرو جس سے قومی حکومت کا تصور پیدا ہوتا ہو۔ بہر حال قریش کا تمام نظام بکھر گیا اور قرآن فہمی سے بھی محروم ہو گئے۔ پرویز کا دوسرا اقرار ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ:

۔''اس نکتہ کو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں کہ مختلف زمانے کے تصورات کا کسی زبان پر کیا اثر پڑا کرتا ہے اور ان تصورات کے ماتحت ایک ہی لفظ کے معانی کس طرح بدلتے جاتے ہیں۔قرآن کریم کے وقت کی زبان عہد جاہلیہ کی زبان کہلاتی ہے۔اس کے بعد جب اسلامی سلطنتوں کے مختلف ادوار میں غیر اسلامی تصورات اثر انداز ہونے شروع ہوئے تو اس زمانے کی عربی کے الفاظ کے مفہوم میں بھی اسی قسم کی تبدیلی ہونی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کی درخشندگی کا بڑا حصہ عباسیوں کے دَور سے متعلق ہے۔لیکن یہی وہ دور ہے جس میں اسلامی تصورات عجمی اور یونانی تصورات سے اثر پذیر ہونے شروع ہو گئے تھے۔یہی وہ دور ہے جس میں ہماری بیشتر تصانیف وجود میں آئیں اور اُن کے مصنفین کا بیشتر حصہ عجمیوں ہی کا تھا اور تو اور اگر آپ دیکھیں تو عربی کی لغت بیشتر عجمیوں ہی کی مرتب کردہ ہیں۔ان اثرات کے ماتحت وہ زبان جس میں قرآن اُترا تھا' اپنے ظاہری پیکروں کے اعتبار سے تو وہی رہی لیکن الفاظ کے اُن پیکروں کی روح یکسر بدل گئی۔ چنانچہ جنہیں آج عربی جاننے والے کہا جاتا ہے وہ بھی بالعموم یہی '' عجمی۔'' عربی ہی جانتے ہیں۔وہ عربی مبین جس میں قرآن نازل ہوا تھا اُن کی نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔''(مقام حدیث حصہ دوم صفحہ 302۔303)

(د) مشکلات سے ڈرا کر ثلاثہ اینڈ کمپنی کے منصوبے کی شکست مان کر پرویز دوبارہ اُٹھنے کا علاج بتاتے ہیں۔

ہم درخواست کرتے ہیں کہ پرویز کے بتائے ہوئے علاج اور طریق کار کو غور سے پڑھا جائے چونکہ ہمیں اس علاج کو پیش کرنا ہے اور اُس کا نتیجہ دکھانا ہے تاکہ ہمارے قارئین بھی پرویز کے طریقے کو اپنا کر قرآن فہمی میں کامیاب ہوں اور انعاماتِ خداوندی حاصل کر سکیں۔ سُنیے اور غور کیجئے:

۔''ان حالات کے ماتحت مسلمانوں کے سامنے قرآن کا صحیح مفہوم لانے کے لئے پہلا قدم یہ ہے انہیں یہ بتایا جائے کہ اسلام کے لئے اس اصطلاحی لفظ (مذہب) کا استعمال ہی غلط ہے۔ پھر سُن رکھیے کہ مجھے کسی خاص لفظ سے چڑ نہیں ہے۔ بلکہ اصل بحث اُس تصور سے ہے جو وہ لفظ پیش کرتا ہے اور چونکہ تصور اور لفظ کا ساتھ جسم وجان کا ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس غلط تصور کو ذہنوں سے مٹانے کے لئے اُس لفظ کا بدلنا بہت ضروری ہے مثلاً اُردو زبان میں ''صبر'' کا لفظ ایک خاص تصور پیش کرتا ہے جب ہم کسی سے کہتے ہیں کہ۔'' بھائی صبر کرو صبر کے سوا چارہ نہیں۔'' تو اس سے انتہائی بے چارگی اور بے بسی کا مفہوم سامنے آجاتا ہے۔ اب جس وقت ہم قرآن کی اس آیت اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّابِرِینْ کا ترجمہ کرتے ہیں کہ۔''اللہ اُن کے ساتھ ہے جو صبر کرتے ہیں۔'' تو اس لفظ۔''صبر'' سے فوراً ذہن بے چارگی اور بے بسی کے اس مفہوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے جہاں صبر کی تاکید کی ہے اُس صبر سے قطعاً وہ مفہوم مراد نہیں ہوتا جو یہ لفظ ہماری زبان میں پیش کرتا ہے۔ جب میں صبر کا قرآنی مفہوم سمجھاتا ہوں تو اس کے مفہوم کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے اُردو میں صبر کی بجائے استقامت کا لفظ استعمال کرتا ہوں۔ یہ لفظ استقامت عربی زبان اور قرآنی منطوق کے اعتبار سے لفظ صبر کے مفہوم کو زیادہ صحت کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے (اگرچہ صبر کا صحیح مفہوم اس سے بھی زیادہ وسیع ہے) لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں صبر کے لفظ کی بجائے استقامت کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ میں لوگوں کو صبر سے باز رکھنا چاہتا ہوں میرا مفہوم تو یہ ہے کہ لوگ صبر کے غیر قرآنی مفہوم کو دل سے نکال دیں اور اس کی جگہ قرآنی مفہوم اپنے سامنے رکھیں۔'' (مقام حدیث حصہ دوم صفحہ 314۔315)

(ہ) قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے پرویز کا دوسرا بیان سنئے اور سمجھئے۔

معنوی حیثیت سے ہمیں پرویز کے اس بیان سے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ لفظ ''صبر'' کے معنی اُردو میں لکھتے ہوئے لفظ استقامت کی جگہ کوئی اُردو کا لفظ یا الفاظ لانا چاہئیں (قارئین دیکھیں خطبہ 3 کا ترجمہ اور تشریح) بہر حال دوسرا بیان سنیے:

''اندریں حالات قرآن سمجھنے کا صحیح طریق یہ ہے کہ اس کے بعد کے عجمی مفہوم سے صرفِ نظر کر کے دیکھا یہ جائے کہ جس زمانے میں قرآن نازل ہوا تھا اس وقت اُن الفاظ کے معنی کیا تھے؟ جو قرآن میں آئے ہیں۔ ہماری خوش بختی یہ ہے کہ ہمارے ہاں اتنا ذخیرہ (عجمیوں کا تیار کردہ) موجود ہے جس سے اُن الفاظ کے وہ معنی متعین کئے جا سکتے ہیں۔ (قرآنی لغات میں بھی لے دے کے امام راغب کا نام لیا جا سکتا ہے وہ بے شک ایک مفید کوشش ہے لیکن وہ ایسی مختصر ہے کہ اُس سے قرآنی تصورات سامنے نہیں آسکتے۔ (گزرگاہ خیال صفحہ 35) جو اُس زمانے کے سیدھے سادے (مجرم اور دشمن 31/25) عربوں کے یہاں رائج تھے۔ یہ ذخیرہ مختلف مقامات میں بکھرا ہوا ہے لیکن اُسے یکجا کیا جا سکتا ہے لہٰذا سب سے پہلے کرنے کا کام یہ ہے کہ ایک ایسا لغت مرتب کر دیا جائے جس میں یہ بتایا جائے کہ قرآن کے الفاظ کے اصلی مادّے کیا ہیں اور زمانہ نزول قرآن میں یہ الفاظ کن معنی میں استعمال ہوتے تھے؟ اس لغت کے مرتب کر لینے کے بعد دوسرا مرحلہ قرآنی الفاظ کے مفہوم کو ہمارے دور کی علمی سطح کے مطابق سمجھانا ہوگا اس کے لئے کرنا یہ ہوگا کہ ہر لفظ کی اُس روح کو سامنے رکھا جائے جو اُس کی اصل کی رو سے بے نقاب ہوئی ہے۔ اور پھر دیکھا جائے کہ

اُس روح کوموجودہ زمانے کے کن الفاظ میں ٹھیک ٹھیک ادا کیا جا سکتا ہے۔خواہ ایک لفظ میں خواہ ایک فقرے میں اور خواہ ایک مضمون میں۔اس کے بعد دیکھ لیا جائے کہ قرآن میں وہ لفظ کس کس جگہ استعمال ہوا ہے۔کیونکہ قرآن تصریف آیات سے اپنے معنی آپ سمجھا تا ہے۔اس طرح قرآن کا صحیح صحیح مفہوم ہمارے سامنے آجائے گا۔اس طریق پر میں نے خود عمل کیا ہے اور اس کے ایسے درخشندہ نتائج سامنے آئے ہیں کہ جن سے روح وجد کرنے لگتی ہے اور میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اگر قرآنی الفاظ کی اصل کوسامنے رکھ لیا جائے تو پھر قرآن کس طرح اپنے مشکل سے مشکل مقامات کو بھی نہایت آسانی سے سمجھا تا چلا جا تا ہے۔یہ لغت اگر ایک مرتبہ صحیح طور پر مرتب ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے کام آئے گا۔لیکن قرآن کا جو مفہوم اِس لغت کی روشنی میں متعین کیا جائے گا وہ ہر آنے والے زمانے کی علمی سطح کے ساتھ ساتھ Improve ہوتا جائے گا۔'' (قرآنی فیصلے صفحہ 265-266)

(و) **پرویز نے سالہا سال اپنے مذہب ومَسلک کے تحفظ کے لئے ازسرنو الفاظ ومفاہیم کومجبور کر کے لُغات القرآن اور مفہوم القرآن تیار کرلیا۔**

مناسب مقام پر پرویز کواُن کی محنت وتدبر کی داد دی جائے گی۔یہاں تو اُن کے قلم سے یہ دیکھ لیں کہ جوطریقہ وہ بتاتے رہے اس پر عمل کرنے کے لئے اُنہوں نے قرآن کی لغت بھی تیار کر دی اور پورے قرآن کا وہ مفہوم بھی تین جلدوں میں لکھ دیا ہے جو وہ چاہتے ہیں کہ امت اُسے پڑھے اور خالص قرآنی تعلیمات وتصورات سے استفادہ کرے اور باقی تراجم اور تفاسیر کو خیر باد کہہ دے۔فرماتے ہیں کہ:

۔''**لغات القرآن**۔''اس پروگرام کے مطابق میں نے قرآنی مفردات کے معنی متعین کرنے کے لئے تحقیق شروع کی اور مدت دراز کی مسلسل محنت کے بعد ایک ایسا جامع لُغت مرتب کیا جس میں ہر لفظ کا مفہوم،نہایت وضاحت سے سامنے آجا تا ہے۔بعض مقامات پر ایک لفظ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے دس دس،بارہ بارہ صفحات درکار ہوئے۔یہ لغت قریب ساڑھے اٹھارہ سوصفحات (اور چار جلدوں) پر پھیلا ہوا ہے۔'' (لغات القرآن پیش لفظ) مسلسل لکھتے جاتے ہیں کہ:

''**مفہوم القرآن**۔''اس کے بعد اگلا مرحلہ سامنے آیا یعنی قرآنی الفاظ کے جومعنی اس طرح متعین کئے گئے ہیں اُن کی روسے آیات قرآنی کا مفہوم متعین کیا جائے اور اس طرح (الحمد سے والناس تک) پورے قرآن کا (مسلسل) مفہوم سامنے آجائے۔کافی غور وخوض کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کے لئے وہی انداز اختیار کیا جائے جس طرف امام ابن قتیبہ نے اشارہ کیا ہے۔یعنی قرآنی آیات کا ترجمہ نہ کیا جائے (کیونکہ ترجمے سے بات واضح نہیں ہوسکتی) بلکہ اُن کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا جائے خواہ وہ کتنی ہی جگہ کیوں نہ گھیر لے چنانچہ میں نے اس کام کو بھی ہاتھ میں لے لیا اور اپنے استعداد اور بصیرت کے مطابق جوکچھ کر سکا وہ ''مفہوم القرآن'' کی صورت میں (تین جلدوں میں) احباب کے سامنے ہے۔'' (لغات القرآن پیش لفظ)

(ز) **قرآن کریم کے معانی متعین کرنے کے لئے پرویز صاحب کی آخری بار چار ہدایات؟**

''(الف) سب سے پہلے متعلقہ لفظ کے مادّہ کو دیکھا جائے کہ اُس کا بنیادی مفہوم کیا ہے اور خصوصیت کیا ہے اس مادّہ کی شکلیں کتنی ہی کیوں نہ بدلیں اُس کی خصوصیت کی روح بالعموم ہر پیکر میں جھلکتی رہے گی۔

(ب)۔اس کے بعد دیکھا جائے کہ صحرانشین عربوں کے ہاں اس لفظ کا استعمال کس کس انداز میں ہوتا تھا۔اُن کے استعمال کی محسوس مثالوں سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اُن کے ہاں اس مادہ کا تصور (Concept) کیا تھا؟ واضح رہے کہ جب تک تصورات (Concepts) کا تعین نہ کیا جائے الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا۔

(ج)۔''اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں وہ الفاظ کس کس مقام پر آئے ہیں اور اُس نے اُسے کس کس رنگ میں استعمال کیا ہے۔ اُن مقامات سے اُس لفظ کا قرآنی تصور(Quranic Concept) سامنے آجائے گا۔''

(د)۔''سب سے بڑی چیز یہ کہ قرآن کریم کی پوری تعلیم کا مجموعی تصور سامنے ہونا چاہیے اور اور اس بنیادی اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ قرآن کے مفردات اور اصطلاحات کا مفہوم اُس کی مجموعی تعلیم کے خلاف نہ جائے۔اس لئے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ذہن کو خارجی اثرات سے الگ رکھ کر قرآن کا مطالعہ خود قرآن کی روشنی میں کیا جائے۔اللہ نے قرآن کو نور (روشنی) کہا ہے۔اور روشنی اپنے آپ کو دکھانے کے لئے خارجی مدد کی محتاج نہیں ہوتی۔''(لغات القران جلد اول صفحہ 17)

11۔ پرویز نے نہایت محنت سے چھان پھٹک کرامت کے سامنے اپنی وہ مشکلات اور علاج رکھ دیا جس سے گھبرا کر لوگ پرویز کے مفہوم پر بھروسہ کریں۔

قرآن سے متعلق ہم نے پرویز کے تمام جدید اور اہم بیانات لکھ دیئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہمارے تمام قارئین یہ فیصلہ کرلیں گے کہ پرویز کے بتائے ہوئے اور سمجھائے ہوئے طریقوں کے یاد ہوتے ہوئے اور سامنے لکھے ہوئے موجود ہوتے ہوئے بھی وہ قرآنی مفہوم حاصل نہ کرسکیں گے۔اور وہی نہیں، ہم کہتے ہیں کہ تمام شیعہ سُنی علما بھی پرویز کی مندرجہ بالا چاروں ہدایات کی شرائط پوری نہ کرسکیں گے۔مثلاً اس عالم کا نام بتایا جائے جو قرآن کی مجموعی تعلیم مستحضر (اپنے سامنے حاضر) رکھتا ہو اور قرآن کے ہر ہر لفظ کو لغات القرآن میں دیکھ دیکھ کر مجموعی تصور حاصل کرسکتا ہو؟ اور ہم تو یہ دکھانے کے لئے اتنی محنت کررہے ہیں کہ مندرجہ بالا پرویزی ہدایات کے مطابق نہ لغات القرآن لکھی گئی نہ مفہوم القرآن اُن شرائط پر پورا اُترتا ہے۔یعنی جو کچھ پرویز نے لکھا ہے اُس پر اُنہوں نے عمل نہیں کیا ہے بلکہ ترکیب یہ کی ہے کہ قرآن فہمی کے لئے اتنی شرائط لکھو، ایسی پابندیاں لگاؤ کہ کوئی پوری نہ کرسکے اور یہ سوچ کر پرویز کے پیچھے چلنا طے کرلیں کہ آخر پرویز نے تو دن رات محنت کرکے اُن شرائط اور پابندیوں کو ضرور پورا کیا ہوگا۔ہم اس فریب کو کھولنے اور قرآن فہمی کا سادہ اور عام فہم طریقہ بتانے ہی کے لئے پرویز کو مخاطب کئے ہوئے ہیں۔

12۔ پرویز کے منصوبے پر، اُن کی قرآن فہمی پر، اُن کی لغات القرآن اور مفہوم القرآن پر اُن کی کتاب شاہکار رسالت کی وجہ سے دوسری نظر۔

غالباً ہم یہ ذکر کرچکے ہیں کہ ہم نے پرویز کے پورے منصوبے پر ایک کتاب''مواخذہ'' کے نام سے پانچ ہزار صفحات پر لکھی تھی اور روزانہ کا لکھا ہوا مسودہ اُن احباب میں بھیج دیا جاتا تھا، جس کی وجہ سے پرویز نے کراچی سے گلبرگ لاہور جانے کا فیصلہ کیا تھا۔پھر 1966ء میں اس کتاب کا حصہ اول (پرویز اور قرآن) شائع شدہ اُن کی خدمت میں تبصرہ کے لئے ارسال کیا گیا اور وعدہ کے باوجود پرویز نے تبصرہ سے بھی انکار کردیا تھا۔بہرحال پرویز پر وہ ہماری پہلی نظر تھی جس نے اُن کو سمیٹ دیا تھا۔اُس کے بعد ہم تخلیقی تالیفات وتصنیفات میں مصروف ہوگئے۔ سالہا سال بعد ہمیں بتایا گیا اور کتاب شاہکار رسالت دکھائی گئی۔تو لازم ہوگیا کہ پرویز کے شاہکار کو علی مرتضیٰ علیہ السلام کے خطبہ 220 کے سامنے پیش کیا جائے۔چنانچہ یہاں سے پرویز کی جدید وقدیم قرآن فہمی پر دوبارہ نظر ڈالی جائے اور اُن کے تازہ بُنے ہوئے جال کے پھندے ڈھیلے کر دیے جائیں اور اُن کے عہد شباب کو اُن کے بڑھاپے کے سامنے رکھ دیا جائے۔

(الف) **پرویز کے عہد شباب میں''اللہ میاں جی''پرویز کا پسندیدہ''مسلمان معاشرہ''ہوا کرتا تھا۔**

جب پرویز نے اُمت کو راست روی کی بہت سی تعلیم دے دی تو اُنہوں نے چاہا کہ مسلمانوں میں نظام ربوبیت کی بنیاد رکھیں لہٰذا 1955ء میں ان کی کتاب نظام ربوبیت، ربوبیت کی تعلیم و اسباق لے کر آئی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب میں لوگوں سے پرویزی انقلاب کا تعارف کرا رہا تھا۔ جب میں کتاب نظام ربوبیت کے صفحہ 172 پر پہنچا تو وہاں یہ عنوان جلی قلم سے نظر پڑا کہ **''اللہ سے مراد قرآنی معاشرہ''** اس عنوان کے ماتحت لکھا گیا تھا کہ:

۔''ہم اس مقام پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں، جسے آگے بڑھنے سے پہلے سمجھ لینا ضروری ہے۔ ہم نے اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (9/111).....(6/11،60/29) کی آیت میں بھی اور پھر مذکورہ صدر آیت میں بھی۔''اللہ'' کا ترجمہ کیا ہے۔''وہ معاشرہ جو قانون خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے متشکل ہو۔''(کتاب نظام ربوبیت صفحہ 172)

یہ لکھ کر پرویز نے یہ بتایا ہے کہ اُنہوں نے لفظ اللہ کا یہ ترجمہ کیوں اور کیسے کیا ہے۔

(ب) **اللہ کو''معاشرہ''قرار دینے پر مفہوم القرآن متفق ہے یا نہیں؟**

فی الحال ہم پرویز کے ان مغالطّوں کو نظر انداز کرتے ہیں جن کی بنا پر اللہ کو''مسلمانوں کا معاشرہ'' بنایا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ مغالطات 1955ء کے ہیں۔ ممکن ہے کہ 1961ء مفہوم القرآن کی اشاعت تک اُن مغالطّوں میں کچھ اصلاح کر لی ہو۔ لہٰذا مذکورہ بالا آیات (9/111،6/11،60/29) کو مفہوم القرآن میں دیکھا جائے تو بہتر ہوگا۔

(1) **آیت (9/111) کا پرویزی ترجمہ اور مفہوم آمنے سامنے۔**

یہاں ہم آیت کا متن لکھے بغیر پہلے پرویز کا ترجمہ لکھیں گے اور پھر اُن کا مفہوم پیش کریں گے تاکہ قارئین اُس اللہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے، جو''معاشرہ'' بنایا گیا تھا ترجمہ اور مفہوم کا فرق نوٹ کرسکیں:

9/111 کا ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں بھی خرید لیں اور اُن کا مال بھی اور اس قیمت پر خرید لیں کہ اُن کے لئے بہشت کی (جاودانی زندگی ہو، وہ کسی دنیاوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا ہے۔ (یعنی اُس نے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا)، توریت، انجیل قرآن (تینوں کتابوں) میں (یکساں طور) پر اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو۔ پس (مسلمانو) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا ہے خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑی سے بڑی فیروزمندی ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 492)

9/111 کا مفہوم:۔''یہ منافقین کی حالت ہے۔ اِن کے برعکس جماعت، مومنین ہے جس کا نظام خداوندی کے ساتھ ایک عظیم معاہدہ ہوتا ہے اُس معاہدے کی رو سے نظام خداوندی اُن کا جان اور مال خرید لیتا ہے اور اس کے معاوضے میں انہیں جنت کی زندگی کی ضمانت دے دیتا ہے۔ یعنی اس دنیا میں اُن کی تمام ضروریاتِ زندگی کی بہم رسانی اور اُن صلاحیتوں کے نشو و نما پانے کے تمام وسائل و اسباب کی فراہمی اس نظام کے ذمہ ہو جاتی ہے (20/118) اس معاہدے کے بعد وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی کی طرف سے مطمئن ہو جاتے ہیں اور نظام خداوندی کے استحکام کی خاطر عندالضرورت جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں نکل آتے ہیں۔ پھر یا تو دشمن کو قتل کر کے فاتح و منصور واپس

آتے ہیں اور یا خود اپنی جان دے دیتے ہیں اور مرنے کے بعد جنت کی زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ معاہدہ کوئی نئی بات نہیں یہ سابقہ آسمانی کتابوں۔توریت وانجیل۔میں بھی مذکور تھا اور اب اسی کی تجدید قرآن میں کی گئی ہے۔اس عہد کا پورا کرنا اللہ نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں۔سوائے جماعت مومنین تم اس سودے پر جو تم نے نظام خداوندی سے کیا ہے خوش ہو جاوٴ۔اس لئے کہ یہی زندگی کی سب سے بڑی کامرانی ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 449-450)

(2) ترجمہ اور مفہوم میں وہ معاشرہ جو اللہ تھا کہیں مذکور نہیں ہے:

قارئین نے دیکھ لیا کہ اس ترجمہ میں اور نہ پرویز کے مفہوم میں اُس معاشرہ کا کہیں ذکر نہیں آیا جو ''قانونِ خداوندی کو نافذ کرنے کیلئے متشکل ہوا تھا۔''

(3) یہاں معاشرہ جماعت مومنین ہے اور اللہ کو نظام خداوندی بنا دیا ہے:

قارئین غور کریں کہ پرویز کے ترجمہ میں اللہ اور مومنین ٹھیک اپنے اپنے مقام پر وہی کچھ ہیں جو اُنہیں ہونا چاہئے مگر پرویزی مفہوم یہ بتاتا ہے کہ زمانہ نزول قرآن کی عربی زبان میں اللہ کا مفہوم اور معانی ''نظام خداوندی'' ہوا کرتا تھا۔ جسے عجمیوں نے بدل کر اللہ کو اللہ بنا دیا تھا۔ یہاں اگر ہم یہ مان لیں کہ اللہ اور نظام خداوندی کہنا ایک ہی بات ہے تو اللہ کے ساتھ ایک اور خدا ماننا پڑے گا۔لہٰذا یوں کہنا چاہئے کہ اللہ نظام ہے اور نظام اللہ ہے۔یعنی اللہ برابر ہے نظام کے اور نظام برابر ہے اللہ کے۔یہی لکھا ہے پرویز نے کہ:

۔''یعنی اس دنیا میں اُن کی تمام ضروریات زندگی کی بہم رسانی اور اُن کی صلاحیتوں کی نشوونما پانے کے تمام وسائل واسباب کی فراہمی اس نظام کے ذمہ ہو جاتی ہے۔(20/118)۔''

یعنی اللہ کے ذمہ ہو جاتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ پرویز بھی اللہ کو نظام ہی مانتے ہیں۔ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ پرویز کی اس پیچھے ہوئی آیت میں بھی اللہ کو نظام کہا گیا ہے۔حالانکہ اس آیت میں تو ''روٹی اور کپڑے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے''۔(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 722)

پرویز کو اصرار ہے کہ اللہ کو ''نظام خداوندی'' کہا جائے۔اسی لئے دوبارہ مندرجہ بالا مفہوم میں لکھا ہے کہ۔''نظام خداوندی کے استحکام کی خاطر عندالضرورت......'' لہٰذا اگر اللہ نظام خداوندی ہے تو اُس خدا کا پتا بتانا ہوگا جس کا نظام اللہ ہے؟ پرویز نے مندرجہ بالا مفہوم میں یہ بات غلط لکھ دی ہے کہ: ''اس عہد کا پورا کرنا اللہ نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں۔''

یہ جملہ یا مفہوم تو سو فیصد عجمی ہو گیا لکھا یہ جانا چاہیے کہ:

۔''اس عہد کو پورا کرنا نظام نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نظام سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں۔''

جیسا کہ مفہوم کے آخری جملے میں سودے کا نظام خداوندی سے ہونا مانا ہے۔مطلب یہ کہ گُڑ کھانے والوں کو ہم گلگلوں سے پرہیز کی اجازت نہ دیں گے۔یہاں یہ بات نوٹ کر کے آگے بڑھیں کہ اللہ بیچارہ ایسا نظام یا نظام خداوندی ہے کہ جسے مستحکم کرنے کے لئے جماعت مومنین ہتھیلی پر سر رکھے پھرتی رہتی ہے یعنی وہ اللہ کے قانون کو نافذ کرنے والی جماعت یا معاشرہ ہے یعنی جس معاشرے کو اللہ کہا گیا تھا وہ معاشرہ تو جماعت مومنین ہے یعنی یہاں دو اللہ بیک وقت موجود ہیں۔ایک وہ اللہ جو قوانین خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے متشکل ہوا ہے دوسرا وہ اللہ جس نے مومنین کی جان ومال خریدا ہے۔

<u>لَا حولَ وَلا قوۃ الّا باللّٰہ</u>۔بہرحال پرویز کی دوسری آیت کو مفہوم میں دیکھئے شاید وہاں اللہ کو معاشرہ قرار دیا ہو۔

(4) پرویز کی مذکورہ آیت (11/6) کو مفہوم سے ٹٹول کر دیکھیں۔

ہم نے اپنی کلید میں تلاش کیا تو آیت (11/6) کا ترجمہ اُن کی کتاب ''نظام ربوبیت'' کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔ اس لئے ہمیں (11/6) کی عربی (متن) سامنے لانا ہوگی اور علامہ مودودی کا ترجمہ پیش کرنا ہوگا تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ پرویز اس آیت کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ آیت سُنیے:

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِيْ الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍO (ھودؔ 11/6)

مودودی ترجمہ: ''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 323-324)

گو اس ترجمہ میں مودودی نے آخری جملے کا ترجمہ قریشی عقیدے کو بحال رکھنے کے لئے غلط کیا ہے یعنی لفظ '' کِتَابٍ مُّبِيْنٍ '' کو بلا دلیل قرآن کے علاوہ کوئی اور دفتر بتا کر کھسک گئے ہیں۔ بہر حال ہم مودودی کے قلم سے وہ ماحول یا نظارہ بھی قارئین کو دکھانا چاہتے ہیں جس میں اس آیت کے پیش کرنے کی اللہ کو ضرورت ہوئی تاکہ پرویز کی ذہنیت اور بھی کھل کر سامنے آجائے، سُنئے مودودی لکھتے ہیں اور ہم متفق ہیں کہ:

مودودی کی تشریح:۔ '' 6 یعنی جس خدا کے علم کا حال یہ ہے کہ ایک ایک چڑیا کا گھونسلا اور ایک ایک کیڑے کا بل اُس کو معلوم ہے اور وہ اُسی کی جگہ پر اس کو سامان زیست پہنچا رہا ہے اور جس کو ہر آن اِس کی خبر ہے کہ کون سا جاندار کہاں رہتا ہے اور کہاں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دیتا ہے اُس کے متعلق اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ اس طرح مُنہ چھپا چھپا کر یا کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر یا آنکھوں پر پردہ ڈال کر تم اُس کی پکڑ سے بچ جاؤ گے تو سخت نادان ہو۔ داعیِ حق سے تم نے مُنہ چھپا بھی لیا تو آخر اس کا حاصل کیا ہے؟ کیا خدا سے بھی تم چھپ گئے؟ کیا خدا یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ ایک شخص تمھیں امر حق سے آگاہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور تم یہ کوشش کر رہے ہو کہ کسی طرح اُس کی کوئی بات تمھارے کان میں نہ پڑنے پائے؟ (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 324)

یہ تھی وہ صورت حال جس کو اس آیت (11/6) میں واضح کیا گیا ہے۔ اب آپ پرویز کے مُنہ سے سُنیں کہ وہ کیا سمجھے اور کیا سمجھانا چاہا۔ یہ تو اُن کی ابتدائی گفتگو میں لکھا ہوا ہے کہ وہ اس آیت (11/6) میں لفظ اللہ کا مفہوم وہ معاشرہ کہتے ہیں جو قانونِ خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے متشکل ہوا ہو۔'' (نظام ربوبیت صفحہ 172)

(5) مفہوم القرآن سے آیت (11/6) کا مطلب؟

۔''اوپر بتایا جا چکا ہے کہ قانون خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے سے رزق کی فراوانیاں حاصل ہوتی ہیں (11/6) لیکن یہ فراوانیاں کسی خاص گروہ کے اندر محدود ہو کر نہیں رہ جانی چاہئیں۔ رزق زندگی قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اِس لئے اُسے ہر ذی حیات تک حسب ضرورت پہنچنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ رُوئے زمین پر کوئی ذی حیات ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا نے نہ لے رکھی ہو۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ ایک ذی حیات کو کسی ایک منزل میں ٹھہرنے اور پھر قانونِ ارتقا کی رُو سے اگلی منزل تک پہنچنے کے لئے کس قدر، اور کون کون سے سامانِ نشوونما کی ضرورت ہوگی (6/99) یہ سب کچھ خدا کے قانونِ مشیت کی کتاب میں واضح طور پر درج ہے (29/55) لہٰذا منشائے خداوندی کو پورا کرنے والا نظام وہی ہوسکتا ہے جس میں کوئی ذی حیات رزق سے محروم نہ رہنے پائے جو نظام، خدا کی ان ذمہ داریوں کو پورا کرے گا

وہی نظام خداوندی کہلا سکے گا(152/6،29/60،10/41،47/36)۔''(مفہوم القرآن جلد2 صفحہ 491)

(6) آیت(11/6)کے مفہوم میں جناب پرویز نے کیا کچھ ثابت کیا اور کیا کچھ مٹا دیا؟

قارئین پہلی بات یہ دیکھیں کہ پرویز نے اس مفہوم میں نہ لفظ''معاشرہ'' لکھا اور نہ کہیں اُس جماعت کا ذکر کیا جو قانون خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے قائم ہوتی ہے۔دوسری بات یہ دیکھیں کہ آیت (11/6) کے اس مفہوم میں کہیں بھی کسی ایسے معاشرہ کا یا کسی ایسے نظام کا موجود ہونا نہیں دکھایا گیا ہے جو،اول۔منشائے خداوندی کو پورا کرنے والا ہوتا۔یا،دوم۔خدا کی ذمہ داریوں کو پورا کررہا ہوتا۔تیسری بات نفی ہے یعنی پرویز کا یہ مفہوم سابقہ مذکورہ بالا مفاہیم کی نفی کردیتا ہے۔اور ثابت ہوجاتا ہے کہ نہ رسوؐل اللہ نے کوئی ایسا معاشرہ قائم کیا تھا جو اللہ ہوتا یا اللہ کے ہم پلّہ ہوتا نہ وہاں کوئی ایسی جماعت یا نظام تھا جو قوانین خداوندی کو نافذ کرتا۔چوتھی بات پرویز کے عظمت قرآنی کو مسمار کرنے سے متعلق ہے۔اگر ''کتـــابٍ مُبینٍ'' سے قرآن کے علاوہ کوئی اور ایسی کتاب مراد ہے جس میں اللہ کی مشیت کے قوانین لکھے ہوئے ہوں تو اُس کتاب کے ذکر کی انسانوں کیلئے کیا ضرورت تھی؟اس ذکر سے انہیں کیا فائدہ ہوا۔پھر خود اللہ کو ایسی کتاب کی کیا ضرورت جس میں لکھا ہوا علم اللہ کو ہمیشہ سے حاصل ہے۔کیا ایسا تو نہیں ہے کہ پرویز والا اللہ اُس کتاب کو پڑھ پڑھ کر کاروبار خداوندی چلاتا ہو؟پھر جو آیت (29/55) یہ تاثر دینے کے لئے پیٹی گئی ہے اُس میں تو کسی کتاب کا ذکر تک نہیں جس میں اللہ کے قوانین مشیت لکھے ہوں یا درج کرر کھے ہوں (مفہوم القرآن جلد3 صفحہ 1295) لہٰذا جگہ جگہ دھڑا دھڑ آیات کا پیٹتے رہنا محض رعب ڈالنے اور غلط باتوں کو منوانے کے لئے ہوتا ہے۔چنانچہ جو آیات اس مفہوم میں پیٹی گئی ہیں (152/6،29/60،10/41،اور 74/36) اگر پرویز نے اس امید پر پیٹی ہیں کہ اُن کا ہر قاری ان آیات کو باری باری پڑھ کر اُن کے مفہوم کی تصدیق کرے گا تو یہ امید،امید موہوم یعنی وہم پر مبنی ہے اس لئے کہ کوئی قاری ایک آیت کو مفہوم کی تصدیق میں اُن ہی کے لکھے ہوئے مفاہیم سے چار چار پانچ پانچ آیات پڑھ کر آگے بڑھے گا۔لہٰذا یہ صرف باطل تصورات پر یقین دلانے کے لئے پیٹی جاتی ہیں۔

(7) عنوان ب میں بھی آیت(29/60)پیٹی گئی تھی اور یہاں(11/6)میں دوبارہ پیٹی ہے اُسے دیکھیئے۔

پرویز صاحب کے مفاہیم کی کوئی اور شخص جانچ کرے یا نہ کرے ہم تو اُن کے باطل تصورات کو روشنی میں لانے کے لئے مجبور ہیں کہ اُن کی پیٹی ہوئی آیات کے اور دیگر آیات کے مفاہیم کی جانچ پڑتال اور اوورہال (Overhaul) کرتے چلیں۔

آیت(29/60)کی عربی وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO

آیت(29/60)کا پرویزی مفہوم: ''جنہیں اس قسم کا تذبذب ہو اُن سے کہو کہ ذرا کائنات میں غور کرو کتنے ذی حیات ہیں جو اپنا رزق اپنی پیٹھ پر لادے لادے پھرتے ہیں یا اُس کا ذخیرہ کرتے ہیں؟اُن سب کو خدا کے کائناتی قانون ربوبیت کے مطابق سامان زیست ملتا ہے (11/6) لہٰذا اگر تم بھی اپنے ہاں ویسا ہی نظام رائج کرلو۔۔۔۔انفرادی لوٹ کھسوٹ اور ذخیرہ اندوزی چھوڑ دو۔۔۔تو تم سب کو بھی اُسی طرح رزق ملتا جائے گا(152/6)اس لئے کہ وہ سب کی سُنتا اور ہر ایک کی ضروریات سے واقف ہے اُس کی نگاہوں سے کوئی بھی اوجھل نہیں رہ سکتا۔یہ تو تمہارا غلط نظام ہے جو اس قسم کی معاشی پریشانیاں اور ناہمواریاں پیدا کردیتا ہے۔''(مفہوم القرآن جلد3 صفحہ 925۔926)

پرویز نے اس مفہوم میں کیا سمجھا اور کیا سمجھایا؟

قارئین پہلی بات یہ دیکھیں کہ پرویز نے اپنی جیب خاص سے یا بگڑی ہوئی ذہنیت سے یہ پورا جملہ لکھ مارا ہے کہ۔''جنہیں اس قسم کا

تذبذب ہواُن سے کہو کہ ذرا کائنات میں غور کرو۔'' نہ تو اس جملے کی عربی آیت میں ہے نہ بریکٹ میں اس کے لئے کوئی آیت ہی پیش کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پرویز چاہتے تھے کہ اللہ اس آیت میں یہ جملہ بھی نازل کر دیتا تو بہتر اور بات مکمل ہو جاتی۔ پھر یہ دیکھیں کہ جس غرض سے یہ آیت (29/60) بار بار پیش کی گئی تھی وہ غرض اس مفہوم میں نہیں ہے۔یعنی نہ وہ معاشرہ ہے جو قانون خداوندی کو نافذ کرتا ہے اور اللہ کہلاتا ہے۔لہٰذا پرویز کا آیات کی بھر مار کرنا فریب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ آیت (29/60) میں صاف اور واضح الفاظ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''اللہ تمام جاندار مخلوق کو بھی اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے'' یہاں پرویز نے اللہ کے رزق دینے کو ''خدا کے کائناتی قانون ربوبیت کے مطابق سامان زیست ملتا ہے۔'' بنا دیا ہے۔یعنی ''اللہ'' خدا کے کائناتی ''قانون ربوبیت'' کا نام ہے۔ یہاں پھر لفظ۔ ''خدا'' کو نکالنا ہوگا اس لئے کہ اللہ ہی تو خدا ہے۔اس طرح اللہ کا مفہوم ہوا'' کائناتی قانون ربوبیت۔''یعنی خواہ ''اللہ'' یا کائناتی قانون ربوبیت کہیے بات ایک ہی ہے۔

اس نئی صورت حال کے مطابق اللہ کے لئے تین تصورات پیدا ہو گئے:

پہلا تصور اور مفہوم۔۔اللہ وہ معاشرہ ہے جو قانون خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے وجود میں آتا ہے۔

دوسرا تصور اور مفہوم۔۔اللہ اُس نظام خداوندی کو کہتے ہیں جو رزق کی فراہمی کی ذمہ داری لیتا ہے۔

تیسرا تصور یا مفہوم۔۔اللہ کائناتی قانون ربوبیت ہے۔

چوتھی بات یہ دیکھئے کہ آیت میں جانداروں اور انسانوں کو رزق دینے کیلئے اللہ نے کوئی شرط نہیں لگائی، مگر پرویز اس آیت (29/60) کو مکمل کرنے کے لئے لوٹ کھسوٹ بند کرنے کی اور خدا کے کائناتی قانون ربوبیت کے مطابق نظام قائم کرنے کی شرائط لگاتے ہیں۔ جو اس آیت میں بطور شرط مذکور نہیں ہیں۔آیت (29/60) تو یہ بتاتی ہے کہ کوئی ایمان لائے یا نہ لائے' اللہ کو مانے یا نہ مانے' لوٹ مار کرے یا نہ کرے اللہ سب کو رزق برابر دیتا رہے گا۔

<u>پرویز نے اپنے مفہوم القرآن سے قرآن کو پاژند یا بکواس بنا دیا ہے۔</u>

ہم فی الحال مفہوم القرآن سے گزرتے ہوئے عنوانات کے متعلق ایک بہت اہم بحث سامنے رکھتے ہیں لہٰذا اگر آپ یہ تصدیق کرنا چاہیں کہ پرویز نے اپنے مفہوم القرآن سے قرآن کو پاژند یا بکواس بنا دیا ہے۔تو یہ دیکھیں کہ مندرجہ بالا آیت (29/60) کا مفہوم لکھتے ہوئے پرویز نے آیت (6/152) کو بھی لا ٹھونسا ہے لہٰذا آپ اس مفہوم کو (6/152) کے مفہوم سے ملا کر پڑھ لیں تو پتہ لگے گا کہ اللہ نے رزق دینے کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے۔

<u>(8) پرویز نے تو فریب دیا ہے یعنی اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ (63/1) مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ و رسوؐل کا تیار کیا ہوا معاشرہ اللہ کی تمام ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔</u>

پرویز اینڈ کمپنی کے مذہب میں تو لازم ہے کہ رسوؐل کو بھی کائنات کے تمام تفصیلی علوم سے جاہل مانا جائے گا لیکن یہاں ہمارے اُدھر رسوؐل اللہ اور آئمہ معصومین علیھم السلام کو کائنات کا ہمہ گیر عالم ماننا قرآن سے لازم ہے اور اِدھر قرآن خود ایک ہمہ گیر علوم کی کتاب ہے۔ہم نے ابھی کِتَابٍ مُبِیۡنٍ سے مودودی اور پرویز کے قرآن مراد نہ لینے پر اعتراض کیا تھا۔قرآن میں ساری کائنات کی اور کائنات کی تمام اشیاء اور مخلوقات کی اور انسانوں کے دلوں میں گزرنے والے خیالات کی تفاصیل موجود ہونا لازم اور قرآن سے (تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ 12/111) ثابت ہے اور

صاحبانِ قرآن و معلمینؑ قرآن کا علم تو لامحدود ہے (2/239) وغیرہ۔ اور وہ حضرات علیہم السلام جس کو چاہیں قرآن کی مکمل تعلیمات و تجربات فراہم کر سکتے ہیں لہٰذا اُن کا تیار کیا ہوا معاشرہ یا جماعت واقعی وہ کچھ ہونا چاہئے جو کچھ پرویز نے کہا یا کہنا چاہا یا جو کچھ وہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ تو یہاں سے لے کر وہاں تک پرویز کے اور اُن کے بزرگوں کے عقائد کے خلاف ہے۔ وہ نہ اللہ کو ویسا مانتے ہیں جیسا کہ وہ ہے نہ وہ قرآن اور رسولؐ کو اُن کی حقیقی پوزیشن کے ساتھ مانتے ہیں۔ کیا پرویز یہ مانیں گے اور برداشت کریں گے کہ رسولؐ کا تیار کیا ہوا معاشرہ یا جماعت ایسی ہو کہ زمین کے تمام جانداروں، تمام انسانوں، تمام جنات، تمام حیوانات، تمام پرندوں، چرندوں، درندوں، تمام کیڑوں مکوڑوں، زمین کے اندر والی اور پانی و خشکی والی تمام مخلوقات پر مطلع ہو۔ جس کے علم میں اُن سب کی نقل و حرکت و ترقی و نشو و نما کے تمام قوانین ہوں اور اُن سب تک اُن کے لئے ضروری سامانِ حیات و ترقی پہنچانے کا اختیار و قدرت و وسائل ہوں۔ اور ان تمام ذمہ داریوں کے بروقت اور ہر وقت پورا کرنے میں اُن سے غلطی ممکن نہ ہو؟ یہ سب کچھ اور تو اور ہیں، پرویز اینڈ کمپنی خود رسولؐ اللہ کے لئے بھی ماننے کو تیار نہیں لہٰذا اُن پر سورہ منافقون کی اولین تین آیات صادق آتی ہیں۔

13۔ مفہوم القرآن سے اللہ و رسولؐ کی پوزیشن۔

بہر حال ہم پرویز کے بزرگوں قریش اینڈ کمپنی اور اُن کے شاہکارِ رسالت وغیرہ تمام لیڈروں کو دشمنانِ اسلام و رسولؐ و قرآن سمجھتے ہیں (25/30۔31) اور کبھی یقین نہیں کرتے کہ ابوبکر و عمر و عثمان کی قائم کردہ حکومت کو برحق ماننے والے علما عموماً اور مودودی و پرویز خصوصاً کبھی اور کسی حالت میں اللہ، رسولؐ اور قرآن کے مخلص ہو سکتے ہیں۔ وہ جہاں کہیں اللہ کی یا رسولؐ کی یا اسلام اور قرآن کی مدح و ثنا کرتے ہوئے پائے جائیں وہاں ذرا سا رُک کر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں اُن لوگوں کی مدح و ثنا کر رہے ہیں جنہوں نے وہ مردود و ملعون حکومت قائم کی تھی۔ وہ ہمیشہ اللہ و رسولؐ اور اسلام و قرآن کی آڑ میں قریشی لیڈروں کی پوزیشن برحق بنانے کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ لہٰذا جہاں انہوں نے اس معاشرہ کو اللہ قرار دیا وہاں وہ صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ آپ رسولؐ کے بعد کی حکومت اور نظامِ حکومت اور ناظمانِ حکومت کو ایک مقدس مقام دے دیں۔ اور بس۔ لیکن ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا اس معاشرہ کے لوگ وہ علم و قدرت رکھتے تھے جن کی بنا پر اُن کو اللہ کی جگہ ذمہ دار مان لیا جائے۔ اگر وہ ویسے ہی خاطی انسان تھے اور اُن ہی خصلتوں اور کردار کے مالک تھے جو قرآن میں یہاں سے وہاں تک بھرا پڑا ہے۔ وہ تو نہایت مردود و ملعون لوگ تھے اور بعد رسولؐ اُن کے ہاتھ میں اسلامی حکومت کا آ جانا کوئی منزلت و فضیلت اُن کو نہیں دیتا۔ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے اور قرآن سے ایسی آیات نہ دکھائی جائیں کہ اللہ نے ان کو حکومت دینے اور حاکم بنانے کا حکم دیا تھا۔ قرآن میں تو جہاں کہیں اُن کے حاکم بن بیٹھنے کی بات ہوئی ہے (بقرہ 205۔2/204، محمدؐ 47/22) وہاں اُن کو قتل و غارت کرنے والے اور دنیا کو فساد سے بھر دینے والے کہا گیا ہے۔ لہٰذا یہ تفہیم القرآن اور مفہوم القرآن اُن ہی ملاعین کی پوزیشن کی مرمت کے لئے تیار کی گئی ہیں مگر اس کا علاج تو ان دونوں میں نہ ہوا کہ رسولؐ کی پوری قوم نے قرآن کو مہجور کیا اور وہ دشمن خدا اور رسولؐ تھی اور انہوں نے سارے قرآن کو جھٹلا دیا تھا (25/30، 25/31، 6/66) بہر حال آیئے اور پرویز کے مفہوم القرآن پر ایک نظر غائر ڈالئے اور ہمارے عقائد و تجربات کی تصدیق یا تردید کیجئے۔:

(الف) اللہ اور رسولؐ کی پوزیشن پر پرویزی تصورات، آیات اور مفہوم القرآن۔

1949ء میں پرویز نے اپنی کتاب معارف القرآن جلد 4 صفحہ 625 پر اسلامی نظام کو بیان کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا، اُن کا عنوان اور بیان سُنیئے:

(1) ''اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُوۡلِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُم ۔''

۔'' یہاں بھی اللہ ورسولؐ کا مطلب واضح ہے۔اب سورۂ نساء کی اُس آیت کی طرف آیئے جس میں یہ نظام وضاحت سے بیان ہوا ہے(اور جس کے غلط مفہوم نے بدقسمتی سے ملت کو بہت سے مغالطوں میں اُلجھا رکھا ہے۔)ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّھَاالَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُوۡلِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًاO(4/59)

پرویزی ترجمہ۔'' اَے پیروانِ دعوت ایمانی! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرواوراُن لوگوں کی اطاعت کرو، جوتم میں سے صاحب حکم واختیار ہوں۔پھراگرایسا ہوکہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑ پڑو(یعنی اختلاف ونزاع پیدا ہوجائے)تو چاہیے کہ اللہ اوراُس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو(اور جوکچھ وہاں سے فیصلہ ملے اُسے تسلیم کرلو)اگرتم اللہ پراور آخرت کے دن پرایمان(یقین)رکھتے ہو(تو تمہارے لئے راہ عمل یہی ہے)اسی میں تمہارے لئے بہتری ہےاوراسی میں انجام کار کی خوبی ہے(کیونکہ اختلاف اورنزاع کے)اُبھرنے کا موقع نہیں رہتا اورفتنوں اورفسادوں کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔''(ترجمے کے بعد مسلسل لکھا ہے کہ:)۔''اس آیت مقدسہ میں عام طور پراولی الامر سے مراد لئے جاتے ہیں ارباب حکومت(مرکزی اور ماتحت سب کے سب)اوراس کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ اگرقوم کوحکومت سے اختلاف ہو جائے تو اس کے تصفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن(اللہ)اورحدیث(رسولؐ)کوسامنے رکھ کر مناظرہ کیا جائے اور جو ہار جائے فیصلہ اُس کے خلاف ہوجائے۔ذراغورفرمایئے کہ دنیا میں کوئی نظام حکومت اس طرح سے قائم رہ سکتا ہے کہ جس میں حالت یہ ہوکہ حکومت ایک قانون نافذ کرےاورجس کا جی چاہےاس کی مخالفت میں کھڑا ہوجائے اورقرآن واحادیث کی کتابیں بغل میں داب کرمناظرہ کا چیلنج دےدے۔اس آیت مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہےاس میں اللہ اور رسولؐ سے مراد ہی مرکزِ ملت ہے۔(Central Authority)اوراولی الامر سے مفہوم افسران ماتحت۔اس سے مطلب یہ ہے کہ اگرکسی مقامی افسر سے کسی معاملے میں اختلاف ہوجائے تو بجائے اس کے کہ وہیں مناقشات شروع کردوامرمتنازعہ فیہ کومرکزی حکومت کے سامنے پیش کردو(اُسے مرکزی حکومت کی طرف Refer کردو)مرکز کا فیصلہ سب کیلئے واجب التسلیم ہوگا۔یعنی اس نظام میں مقامی افسروں کے فیصلوں کے خلاف عدالت عالیہ میں مدافعہ(اپیل)کی گنجائش باقی رکھی گئی ہے۔یہ کہ اولی الامر سے مراد مقامی حکام ہیں۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 625۔626)

(2) **اسلام میں ہروہ حکومت اللہ اوررسولؐ کی جگہ مرکزِ ملت ہوگی جواللہ ورسولؐ ایسی ہو۔**

ہم یہ نہیں مانتے کہ چندخاطی انسانوں پرمشتمل حکومت کے احکام اللہ ورسولؐ کے احکام اور فیصلے کہلائیں گے۔اس لئے کہ دس کروڑ خطا کارمل کربھی خطا کار ہی رہیں گے۔البتہ اللہ ورسولؐ کا مقررکردہ معصومؑ حاکم اللہ ورسولؐ کی جگہ مرکزِ اسلام ہوگااوراس کا ہرفیصلہ اللہ ورسولؐ کا فیصلہ ہوگا اوراس کا علم وبصیرت اللہ ورسولؐ کے علم وبصیرت کی نمائندگی کریں گے۔یہاں بھی پرویز ابوبکروعمروغیرہ کی حکومت کواللہ ورسولؐ کی جگہ مرکز ملت بنا دینے کی آڑلے رہے ہیں۔لہٰذا اُنہیں مفہوم القرآن سے دیکھئے۔

(3) **اسی آیت(4/59)کا مفہوم،مفہوم القرآن سے دیکھئے:۔**

''نیز یہ بھی ضروری ہے کہ تم اِس نظام کی پوری پوری اطاعت کروٗ جسے قوانین خداوندی کونافذ کرنے کے لئے رسولؐ نے قائم کیا ہے۔اور

اس نظام کے مرکز کے مقرر کردہ نمائندگان حکومت (افسرانِ ماتحت) کی بھی اطاعت کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں اور اُن افسران ماتحت میں کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اُس کے لئے مرکز کی طرف رجوع کرو۔ یعنی افسران ماتحت کے فیصلوں کے خلاف مرکزی اتھارٹی سے اپیل کرو جو اس معاملے کا' قوانین خداوندی کے مطابق فیصلہ کردے گی۔ (10/42) مرکزی اتھارٹی کے فیصلے کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہو سکتی۔ اُس کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اور چونکہ وہ فیصلہ قانون خداوندی کے مطابق ہوگا' جس پر ایمان رکھتے ہو اس لئے اُس فیصلے کو بطیّب خاطر تسلیم کرو اُس کے خلاف دل میں بھی کوئی گرانی محسوس نہ کرو (4/65) یہ شہادت ہوگی اس بات کی کہ تم واقعی خدا کے ضابطہ ہدایت اور قانونِ مکافات عمل اور حیات اُخروی پر یقین رکھتے ہو۔ یہ روش نہایت عمدہ اور انجام کار معاشرہ کا صحیح صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہوگی۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 197)

(4) پرویز کے مفہوم سے اللہ ورسوؐل کیا کچھ بنتے رہے ہیں؟

قارئین کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اس مفہوم کو پوری توجہ سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ اس مفہوم میں اللہ کی اطاعت اور رسوؐل کی اطاعت کہاں جا ٹھہرتی ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ رسوؐل اللہ نے قوانین خداوندی کے نافذ کرنے کے لئے ایک نظام قائم کیا تھا۔ جس کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب بتائی گئی ہے اور آیت 4/59 میں پہلی اطاعت اللہ کی تھی لہٰذا رسوؐل کا قائم کیا ہوا وہ نظام ہی اللہ ہے۔ لہٰذا بات یہ ہوئی کہ آئندہ دنیا میں قیامت تک قوانین خداوندی کا نافذ کرنے کا کام اللہ کیا کرے گا۔ مطلب واضح ہے کہ قوانین خداوندی اللہ نہیں ہے۔ اللہ تو وہ نظام ہے جسے رسوؐل نے قائم کیا ہے اور جو قوانین خداوندی کو نافذ کیا کرے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جب اللہ نظام ہے تو نظام کا مرکز نہیں ہو سکتا لہٰذا نظام کا مرکز وہ رسوؐل ہوا جس نے یہ نظام قائم کیا ہے اور رسوؐل ہی مرکزی اتھارٹی قرار پایا جو ماتحت افسران کو تعینات کرے گا اور جو آخری فیصلہ کرے گا اور جس کے فیصلے کی کہیں اور اپیل نہیں ہو سکے گی۔ اور جس کا فیصلہ بطیّب خاطر قبول کرنا ہوگا اور دل میں کوئی گرانی بھی محسوس نہ کرنا ہوگی۔

(5) چند مشکلات اور اُن کا حل؟

پہلی مشکل یہ ہے کہ آیت (4/59) میں یہ کہا گیا ہے کہ۔ ''فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ۔'' یعنی تنازعہ یا اختلاف کو اللہ اور رسوؐل کے سامنے پیش کرو۔ سوچنا یہ ہے کہ اللہ تو نظام بن گیا ہے اور رسوؐل نے اُسے نظام بنایا ہے اس صورت میں تنازعہ کو اللہ کے سامنے کیسے پیش کریں گے؟ جب تک وہ نظام کا ناظم نہ ہو؟ شائد پرویز اللہ کے دو کردار مانتے ہوں یعنی اللہ نظام بھی ہو اور رسوؐل کے ساتھ مل کر ناظم بھی ہو۔ یعنی ایک نظام کے دو ناظم ہوں یعنی اللہ نظام بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے اوپر خود ناظم بھی ہو؟ (وَ الپـرویـزُ اَعْـلَـمُ بِـاالصَّواب۔ اور صحیح بات کا علم پرویز ہی کو ہے) قارئین بتائیں کہ کیا واقعی قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے پرویزی مفہوم سازی مدد کرتی ہے؟ یقین کیجئے کہ اس تمام بکواس کی پشت پر قریشی حکومت کو برحق ثابت کرنے کا خبط برسر کار ہے اور کچھ نہیں۔

(6) اللہ پر ایک اور رگڑا' اللہ نظام خداوندی ہے۔

جولائی 1945ء تک اللہ بدستور اللہ مانا گیا تھا یہاں آیت (8/60) کا جیسا بھی ہے ترجمہ سُنیں۔

۔''اور مسلمانو جہاں تک تمہارے بس میں ہے قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کئے رہو کہ اس طرح مستعد رہ کر تم اللہ کے (کلمۂ حق) اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے۔ نیز ان لوگوں کے سوا اوروں پر بھی جن کی تمہیں خبر نہیں اللہ

انہیں جانتا ہے اور (یادرکھو) اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کی تیاری میں) تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا مل جائے گا، ایسا نہ ہوگا کہ تمہاری حق تلفی ہو۔'' (معارف القرآن جلد 3 صفحہ 626) یہی آیت جب مفہوم القرآن کی عمر یعنی 1961ء جولائی تک پہنچی تو اللہ نظام خداوندی بن گیا۔

مفہوم القرآن میں اللہ کا کیا حال ہوا ؟ سُنیئے :

''لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاؤ اور سمجھ لو کہ مخالفین کو یونہی شکست ہو جائے گی۔ انہیں شکست تمھارے ہاتھوں ہی ملے گی (یہاں تک پرویزی تصور ہے اب (60/8) کا مفہوم شروع ہوتا ہے)۔2۔اس لئے تم دشمن کے مقابلے کے لئے ہر وقت تیار رہو، امکان بھر سامان حفاظت فراہم کرو۔3۔اپنی سرحدوں کو فوجی چھاؤنیوں سے مستحکم رکھوتا کہ تم، 4۔اُن لوگوں کو خائف رکھ سکو جو تمہاری ذات کے بھی دشمن ہیں اور نظام خداوندی کے بھی دشمن اور اُن کے علاوہ اُنہی جیسے اور دشمنوں کو بھی جن کا ابھی تمھیں علم نہیں ہوا، اللہ کو اُن کا علم ہے۔ 5۔ان تمام انتظامات کے لئے روپئے کی بھی ضرورت ہوگی سو تم سمجھ لو کہ، 6۔تم نظام خداوندی کے قیام اور استحکام کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا واپس مل جائے گا اُس میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی۔'' (مفہوم القرآن جلد اول 409۔410)

(7) اس مفہوم میں اللہ کو نظام خداوندی بنایا گیا ہے سرحدوں پر چھاؤنیاں خلیفہ دوم نے فوجوں سے بھر دی تھیں۔

اس مفہوم کے لئے پہلی بات تو وہی ہے کہ پرویز آیت کے مفہوم کو اپنے ذاتی مقصد کی طرف موڑنے کے لئے جہاں چاہتے ہیں اپنے خیالات کا اضافہ کر دیتے ہیں چنانچہ دوسری بات خود ظاہر ہے کہ پرویز کے شاہکار یعنی عمر نے سرحدوں پر بھی اور اندرون ملک بھی سینکڑوں چھاؤنیاں بنا کر انہیں لاکھوں سواروں اور پیادہ افواج سے بھر دیا تھا اور چاروں طرف حملوں سے دنیا کو جنگ کا اکھاڑہ بنا دیا تھا جس کی اطلاع قرآن میں پہلے ہی دے دی گئی تھی (205۔204/2، 22/47) اور پرویز کو معلوم ہے لہٰذا عمر کے تحفظ کے لئے قرآن کے مفہوم کے نام پر اضافہ کر کے چھاؤنیاں قائم کرنا اور تنخواہ دار افواج رکھنا جائز کر دیا ہے۔ تا کہ اُن کے قاری یہ سمجھیں کہ عمر قرآن کے عین مطابق جنگ وجدل اور لوٹ مار وقتل و غارت کرتے تھے۔ اور آخری بات وہی ہے کہ پرویز خود اللہ کو نظام خداوندی بنانے پر مصر ہیں اور اس کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ ایک غلط ترکیب کا جملہ برابر استعمال کرتے جاتے ہیں۔ یعنی ایک خدا ہے جس کا ایک نظام ہے اور وہ نظام اللہ ہے۔ لہٰذا کوئی ایسا خدا موجود ہے جس کا نظام اللہ ہے۔ یعنی اللہ نظام خداوندی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن .

(ب) پرویز کا منصوبہ بھی سامنے آتا جائے اور وقت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔

قارئین نے مسلسل نوٹ کیا ہوگا کہ پرویز کے منصوبے کو واضح کرنے کے لئے ہم آیت کو اُس کی سابقہ تصنیفات میں تلاش کر کے لکھتے ہیں اور وہاں سے پرویزی ترجمہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ پرویز سابقہ زمانے میں اپنے منصوبے کی الف' ب میں لگے ہوئے تھے۔ اور امت کو بتدریج اغوا کر رہے تھے لہٰذا اُن کے وہ ترجمے علمائے اہلسنت کے قریب تھے۔ رفتہ رفتہ پرویز اپنے منصوبے کی ''یے'' تک چوٹی پر پہنچے اور ترجمہ کا جھگڑا ہی چھوڑ دیا اور آیات کے سائے میں رہتے ہوئے جہاں جتنا ہو سکا اپنا منصوبہ بھی آیات کے مفاہیم میں شامل کرنے لگے۔ لہٰذا اُن کے پورے کاروبار سے پردہ ہٹا کر اُن کے ابلیسی منصوبے کا چہرہ دکھانا بہت وقت لیتا ہے۔ لہٰذا اب ہم بھی اُن کے تصورات کو نہ لکھیں گے جن کا متعلقہ آیات کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں پھر وہ مقصد لکھ دیا کریں گے جسے پرویز کسی آیت میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں سے اس سلسلے کی کوشش شروع کرتے ہیں۔ اس میں آپ کے لئے یہ دقت ہوگی کہ پرویز کا لکھا ہوا تمام سامان بیک وقت ایک ہی جگہ آپ کے سامنے نہ

آ سکے گا اور آپ کو خود اُن کی کتابوں سے تصدیق کرنا پڑے گی۔ لیکن آپ کو تو ہمارا لکھا ہوا سامان پڑھنے کے بعد بھی اُن کی مذکورہ کتابوں سے تصدیق کرنا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ وہی کچھ ہے جو پرویز نے لکھا تھا۔ صرف ہماری تحریروں پر بھروسہ کر لینا تو تحقیق کی شرط کو پورا نہیں کرتا۔ یہی تو وہ خامی ہے جس کی وجہ سے پرویزی پرویزی رہتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ ہماری تحریروں کو بھی پڑھ لیں تو دوراتیں بھی چین سے نہ سو سکیں گے اور تیسری رات پرویز سے فارغ ہو کر آرام سے سوئیں گے۔ تحقیق کی شرائط کو پورا کرنے والا ہرگز گمراہ نہیں رہ سکتا۔ تحقیق نہ کرنا اور اپنے اپنے پسندیدہ علما پر اعتماد کرنا ہی تو باطل پر قائم رکھتا ہے۔ اگر آپ قیامت میں حساب اور مواخذہ پر ایمان رکھتے ہیں تو یقین کر لیں وہاں تحقیق ہی پر سوال ہوگا۔ اور جس کی گوٹ (goat) پٹے گی۔ وہ اسی تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے پٹے گی۔ پرویز کے اداروں میں جائیں۔ لائبریری سے مدد لیں اور تحقیق و تصدیق و تائید و تردید کرتے ہوئے زندگی گزاریں۔

(ج) مرکزِ ملت، اطاعت، اللہ و رسوؐل، نظامِ قرآنی، اسلام کا نظام اور پرویز؟

برسہا برس پہلے یعنی 1949ء میں پرویز نے اسلام کے متعلق اپنا مکمل تصور معارف القرآن کی چار ضخیم جلدوں کی صورت میں پیش کر دیا تھا اور ہماری کتاب مواخذہ کے علاوہ اُن کی باقاعدہ تردید میں کوئی کتاب اُمت کے سامنے نہ آئی تھی۔ علما چپ اور انگشت بدنداں تھے۔ پرویز کا طوطی بول رہا تھا۔ اُنھوں نے شیعہ اور سُنیوں میں برسوں سے چلی آنے والی خلافت کی بحث کو توڑ پھوڑ کر ہوا میں اُڑا دیا تھا۔ اور لوگ ہونٹ چاٹتے اور چباتے رہ گئے تھے۔ ایسی فضا میں ہماری کتاب مواخذہ کا پہلا حصہ پرویز کے سامنے آیا۔ پہلے اُنھوں نے کراچی کو خیرباد کہا اور لاہور میں پناہ لی اور غور وخوض کے بعد اُنہوں نے نیا منصوبہ بنایا جو قرآن کی ترجمانی کو خیرباد کہہ کر مفہوم القرآن کی صورت میں سامنے لایا گیا ہے۔ ہم پرویز سے تعارض نہ کرتے اگر ہمارے سامنے اُن کی تازہ ترین تصنیف ''شاہکار رسالت'' نہ رکھ دی گئی ہوتی۔ ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم پرویز کے دوسرے منصوبے کی پول کھولیں اور وہی کوشش آپ کے سامنے سے گزر رہی ہے۔ لہٰذا اب ہم پرویز کے پہلے اور دوسرے منصوبوں کو ایک ہی عبارت کے سیاق وسباق کی طرح جوڑ کر اس تازہ عنوان پر پرویزی بیانات ومسلّمات سامنے لاتے ہیں۔ پرویز نے لکھا تھا کہ:

(1) نظامِ قرآنی میں اطاعت مرکزِ ملت کی ہوتی ہے اور سب سے پہلا مرکز رسوؐل اکرم ہیں۔

''اِن تصریحات سے واضح ہے کہ نظامِ قرآنی میں اطاعت مرکزِ ملت کی ہے اور چونکہ یہ مرکز قوانین خداوندی کی تنفیذ کرتا ہے اور سب سے پہلا مرکز رسوؐل اکرم کی ذاتِ گرامی تھی۔ اس لئے قرآن کریم میں مرکزِ ملت کو ''اللہ و رسوؐل'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مصرحہ بالا مقامات کے علاوہ حسبِ ذیل آیات میں بھی ''اللہ و رسوؐل'' (یعنی مرکز نظام ملت) کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔''

(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 631)

تنبیہہ: قارئین کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ یاد رکھیں کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو اسلام کا یا نظام اسلام کا یا قرآنی نظام کا پہلا مرکز اور واجب الاطاعت مرکز مان لیا گیا ہے اور بعد میں اللہ کا خیال آیا تو اللہ کو بھی رسوؐل کے ساتھ مدغم کر دیا ہے۔ اس کے بعد پرویز وہ آیات لکھنا شروع کرتے ہیں جن میں اللہ اور رسوؐل کی اطاعت لازم کی گئی ہے اور ہم باری باری اُن آیات کو لکھتے اور مفہوم القرآن سے مقابلہ کرتے چلیں گے۔ سُنیے:

(2) اللہ و رسوؐل کی اطاعت پر قرآن اور پرویز کے بیانات۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ O

پرویزی ترجمہ۔ ''(اَے پیغمبرؐ اسلام) تم کہہ دو فلاح وسعادت کی راہ تمہارے لئے ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اگر یہ لوگ رُوگردانی کریں (تو اطاعت الٰہی سے روگرداں ہونا شیوۂ کفر ہے اور) اور اللہ کفر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔'' (3/32)

قارئین نوٹ کریں کہ لفظ۔''تَوَلَّوْا۔'' کے معنی۔''ولایت قائم کرنا۔'' ہیں

(3) یہی آیت (3/32) مفہوم القرآن میں جا کر اللہ کو اور رسولؐ کو قانون خداوندی بنادیتی ہے۔

اب مفہوم القرآن پڑھیئے: ''پس یہ ہے نظام خداوندی کی تشکیل واستحکام کا عملی طریقہ۔۔۔۔یعنی قانون خداوندی کی پوری پوری اطاعت۔'' لیکن اپنے اپنے طور پر نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت سے (اس نظام کے مرکز یعنی) رسولؐ کے فیصلوں کے مطابق قانون خداوندی کی اطاعت۔ جو لوگ اس نظام اطاعت سے روگردانی کریں تو یہ کفر ہوگا اسلام نہیں ہوگا۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ کفر کی روش خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔''

(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 125)

پرویز کی قرآن میں اصلاحات۔ معارف القرآن کی رو سے قرآنی نظام میں مرکز ملت کی اطاعت لازم ہے اس میں پہلی اصلاح یہ کی ہے کہ اب اطاعت قانون خداوندی کی ہوگی۔ یعنی پہلے مرکز ملت اللہ و رسولؐ تھے جن کی اطاعت لازم تھی اور اب قانون خداوندی نے اللہ و رسولؐ کی جگہ لے لی۔ یعنی یہاں اللہ و رسولؐ ہی قانون خداوندی ہیں لہٰذا قانون خداوندی کی اطاعت ہی اللہ و رسولؐ کی اطاعت ہے۔ اور پہلے رسولؐ اللہ قرآنی نظام کے پہلے مرکز تھے اور قانون خداوندی کو نافذ کرتے تھے۔ اب وہ خود قانون خداوندی بن گئے لہٰذا خود کو خود ہی نافذ کیا کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ مرکز ملت خود کو نافذ کرے گا جو قانون کا نافذ کرنا ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں قانون خداوندی یعنی قرآن خود ہی اللہ ہے۔ رسولؐ ہے۔ مرکز ملت ہے۔ مگر پرویز اینڈ کمپنی کے لئے یہ مصیبت بہرحال کھڑی رہ گئی کہ اُنہیں۔ ''رسولؐ کے فیصلوں کے مطابق قانون خداوندی کی اطاعت۔'' کرنا پڑے گی یعنی جب تک قانون خداوندی کا وجود ہے' رسولؐ کا موجود رہنا لازم ہوگا۔ اور یہ مصیبت دوہری ہو جاتی ہے جب یہ مان لیا جائے کہ رسولؐ کے فیصلے قرآن کی طرح بجنسہٖ موجود نہیں اور جو کچھ موجود ہے وہ عجمی سازش کا کرشمہ ہے۔ لہٰذا نہ آج بغیر رسولؐ کے قوانین خداوندی کی اطاعت ہوسکتی ہے نہ کل' نہ عہد ابوبکر و عمر میں ہوسکتی تھی۔ اور چونکہ اللہ و رسولؐ خود قانون خداوندی ہیں لہٰذا قرآن کو ان دونوں کے بغیر قانون خداوندی سمجھ لینا ایک سازش سے زیادہ کچھ نہیں کہلا سکتا۔ پھر آخر میں وہی غلط ترکیب یاد کریں کہ اللہ و رسولؐ قانون خداوندی ہیں تو ایک ایک ایسا خدا لازم آتا ہے جس کا قانون اللہ و رسولؐ کی شان کا ہو۔

(4) اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرنے سے نبیوںؑ' صدیقوںؑ' شہداء اور صالحینؒ میں سے انعام یافتہ لوگوں کی معیّت اور رفاقت حاصل ہوگی۔

معارف القرآن میں اگلی آیت ہے:۔

وَمَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًاO (نساء 4/69)

پرویزی ترجمہ۔ ''اور جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی، تو بلاشبہ وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ اور وہ نبیؑ ہیں، صدیقؓ ہیں، شہیدؓ ہیں اور (تمام) نیک اور راست باز انسان ہیں۔ (اور جس کسی کے رفیق ایسے لوگ ہوں، تو) ایسے رفیق کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 632)

ہم ترجمہ ہو یا مفہوم ہو اُس پر اسی حالت میں ریمارک دیا کرتے ہیں جب ترجمہ یا مفہوم کا قریشی پالیسی سے تعلق ہو جائے ورنہ برداشت کرنے میں وقت کا تحفظ سمجھتے ہوئے گزرتے چلے جایا کرتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا ہے کہ ہم نے نبیوںؑ، صدیقوںؑ اور شہدؑا اور صالحینؑ پر سلام لکھا ہے اسلئے کہ وہ سب ہم پلہ حضرات ہیں۔ ایرا غیرا نتھو خیرا قسم کے صدیق وصالحین نہیں ہیں اور نہ یہاں تمام نبیوںؑ کی بات ہے نہ تمام صدیقؑ مقصود ہیں اور نہ سب شہدؑا اور سارے صالحین مراد ہیں اُن میں صرف وہ حضرات جو صرف انعام یافتہ ہیں مغضوب وضال نہیں ہیں لفظ ''مِنۡ'' اسی تخصیص کیلئے آیا ہے۔

(5) **مفہوم القرآن میں اللہ اور رسولؐ پر رگڑا نہیں مارا ہے بلکہ سورہ فاتحہ (1/6) صراط مستقیم پر فریب دیا گیا ہے۔**

مفہوم القرآن آیت (4/69) میں اللہ و رسولؐ کو اللہ اور رسولؐ ہی رہنے دیا گیا ہے۔ مگر جس صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کی دعائیں پانچوں وقت کی نمازوں کی ہر رکعت میں مانگنا واجب کیا گیا ہے اور جن حضرات کے راستے کو صراط مستقیم فرمایا گیا ہے اس پر رگڑا مار کر گمراہ ہو گئے ہیں اور لکھ دیا ہے کہ: یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو انعاماتِ خداوندی سے نوازے جاتے ہیں (1/6) انبیاؑء صدیقؑ ۔شہدؑا اور صالحینؑ کی راہ۔'' (مفہوم جلد اول صفحہ 200) پرویز نے غلطی یہ کی ہے کہ سورہ فاتحہ کی آیت (1/6) کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔ ورنہ اُن کا کاروبار نہ رُکتا۔ اب پرویز کے مفہوم سے آیت (1/6) کا مفہوم دیکھیں:

۔''یعنی وہ راستہ جس پر چل کر سعادت مند امم سابقہ، زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے بہرہ یاب ہوئیں۔'' (جلد اول صفحہ ا۔ب)

ہم نے گزشتہ صفحات میں کہیں لکھ دیا ہے کہ پرویز کی راہ میں دو عدد مستقل رکاوٹیں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ مسلمان بنے ہوئے ہیں بنے رہنا چاہتے ہیں۔ دوسری رکاوٹ یہ کہ اُن پر قریش کو حقیقی مومنین بنا دینے کا بھوت سوار ہے۔ ان دو باتوں کی وجہ سے اُن کی تمام محنت وبصیرت ضائع ہو گئی ہے۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ اُنہوں نے صراط مستقیم کو انبیاؑ صدیق، شہدا اور صالحین کا راستہ کہا تھا مگر اُن کے اس مفہوم میں اُن کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ پھر آیت (1/6) میں کہیں نہ اُمم سابقہ کی بات ہے نہ زندگی کی خوشگواریوں اور سرفرازیوں کا قصہ ہے۔ یعنی پرویز نے آیت کو ایک چوں چوں کا مربہ بنا دیا ہے۔ سب سے بُری بات یہ کی ہے کہ اس آیت کو معنوی حیثیت سے بھی بیچ سے توڑ دیا ہے حالانکہ وہاں توڑنے اور قرأت میں رُکنے کی بھی ممانعت ہے اور پرویز نے عربی لکھنے میں اس ممانعت کو برقرار رکھا ہے یعنی لکھا ہے کہ:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ لا یعنی یہ حرف 'لا' لکھنے کے معنی ساری اُمت کے نزدیک یہ ہیں کہ یہاں رُکنا نہیں ہے اگلا حصہ مسلسل اُسی سانس میں پڑھنا ہے۔ مگر پرویز نے مفہوم کو بھی روک کر بکواس بنا دیا اور بعد والے حصے کے مفہوم کو تو بکواس کا ماسٹر پیس (master piece) یا عقلی بدہضمی کا شاہکار بنا دیا ہے۔ سورہ فاتحہ کی آخری دو آیات کا ترجمہ علامہ مودودی نے ہمارے مضامین کی انگیخت سے صحیح کیا ہے۔ باقی تمام علما پرویز کی طرح غلط ترجمہ اور غلط ترجمانی کرتے رہے ہیں اور سب نے یہ سمجھا اور سمجھایا ہے کہ یہاں دو پارٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک وہ جسے انعامات ملتے رہے دوسرے وہ جو معتوب ومغضوب وگمراہ ہوئے تھے۔ لہٰذا سب نے دوسری پارٹی کی راہ سے بچنے اور پہلی پارٹی کی راہ چلنے کی دعا کی اور اُسی کو صراط مستقیم سمجھا جو سو فیصد غلط ترجمہ اور غلط ترجمانی ہے۔ مودودی کا ترجمہ دیکھئے پھر ہم بات کریں گے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O

__مودودی ترجمہ:__ ''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا' جو معتوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 45)

اس ترجمہ میں خوبی یہ ہے کہ علامہ نے دو پارٹیاں نہیں دکھائیں بلکہ ایک ہی پارٹی کو سامنے رکھا ہے۔ اس ترجمے میں سے فاضل الفاظ کو نکال کر اور

مختصر کیا جاسکتا ہے۔' مثلاً:۔''اُن لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام فرمایا جو نہ معتوب ہوئے نہ بھٹکے۔
مطلب واضح ہے کہ ایسے لوگوں کا راستہ نہیں جن پر انعامات بھی ہوئے اور گمراہ ومعتوب بھی ہوئے۔ بہرحال جن حضرات صلواۃ اللہ علیہم کے راستے کی بات ہورہی ہے اُن پر صرف انعامات ہی انعامات ہوتے رہے۔ کبھی ایک لمحے کے لئے نہ گمراہی سے سابقہ پڑا نہ اللہ کو اُن پر غصہ کرنے کا موقعہ ملا۔ تفصیلات احسن التعبیر میں دیکھئے۔ یہاں تو یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ قارئین اور پرویز کا اور میرا نبیؐ بھی ایسا ہے کہ اُن پر انعامات کی بارشیں بھی ہوئیں اور اُنہیں قرآن میں ''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰیO (93/7) تجھے گمراہ پایا چنانچہ تجھے ہدایت کی۔'' بھی فرمایا ہے۔ لہٰذا کوئی ایسا شخص جس پر گمراہی کا اطلاق ہوسکے اُس فہرست سے خارج ہے جو سورہ فاتحہ میں مطلوب ہے۔ وہاں تو ضَآلِّیْن کی نفی کی گئی ہے اور ضَآلِّیْن و ضَآلًّا میں صرف یہی فرق کہ ضالین جمع کے لئے اور ضال واحد کے لئے ہے۔ اور سُنیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ: فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَO(شعرا 26/20) ۔''واقعی میں نے وہ کام کیا تھا اور اُس وقت میں گمراہوں میں سے ایک تھا۔

قارئین اگر قرآن سے اُن لوگوں کی فہرست بنائیں جن پر انعامات ہوئے اور جو گمراہ ہوئے اور جن پر اللہ غصہ ہوا تو آپ فرعون کو تینوں کالموں میں پائیں گے اسی طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کو بھی تینوں کالموں میں پائیں گے اور آپ کو تلاش کے بعد بھی شاید دو چار نام ایسے مل سکیں جن کی ضرورت سورہ فاتحہ میں ہے۔ لہٰذا پاگلوں کی طرح یہ کہتے چلے جانا کہ وہ راستہ نبیوں کا ہے صدیقوں کا ہے شہداء کا ہے اور صالحین کا ہے۔ زیب نہیں دیتا۔ (ہماری تفسیر دیکھیں)

(6) وہ راز کھل گیا جس کے لئے اللہ ورسولؐ کو مرکز ملت بنانا ضروری ہوگیا تھا۔ تاکہ قریشی حکومت کے احکام کو مرکز ملت کے احکام بنادیں۔

اطاعت خدا اور رسولؐ پر ایک اور آیت لاتے ہیں۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُO(5/92)

پرویزی ترجمہ: ''اور (دیکھو) اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور (برائیوں سے) بچتے رہو پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان رکھو کہ ہمارے پیغامبر پر تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے (عمل کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے اور جیسا تمہارا عمل ہوگا ویسا ہی نتیجہ پاؤ گے)''۔ (5/92 نیز 64/12)

یہ ترجمہ لکھ کر پرویز نے مقصد کا اعلان یوں کیا ہے کہ:۔

(7) بلا کسی حکم وسند کے بن جانے والی حکومت بھی مرکز ملت بن سکتی ہے خدا ورسولؐ کہلا سکتی ہے۔

۔''اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر سامنے رکھ لیجئے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی رو سے۔''اللہ اور رسولؐ۔'' کی اطاعت سے مفہوم۔''مرکز نظام ملت'' کی اطاعت ہے۔ تو اُس نظام سے مراد ہے فقط وہ نظام جو قرآن کے خطوط پر متشکل ہو اور اس طرح انسانی زندگی کی ناہمواریوں (فساد) کو دور کرکے اُس کی جگہ متوازن وہموار (صالح) انداز زندگی بروئے کار لائے۔ غیر قرآنی نظام زندگی نہ کسی مومن کے لئے قابل قبول ہوسکتا ہے اور نہ اُس کے مرکزی اقتدار کی اطاعت۔''خدا اور سولؐ۔'' کی اطاعت۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 632)

پرویز نے بڑے محتاط انداز میں یہ سطریں لکھی ہیں۔ اُنھوں نے یہ نہیں لکھا کہ۔''فقط وہ نظام جو قرآن کے احکام وتفصیلات پر متشکل ہو۔'' یہ لکھنے سے تو اُس نظام کے الف سے لے کر ''ی'' تک ہر بات کے لئے قرآن کی آیات پیش کرنے کی مشکل پیدا ہوجاتی اور لفظ۔''خطوط پر متشکل ہو'' لکھنے

سے خودساختہ افسانوں سے کام چل سکتا ہے۔جیسا کہ معارف القرآن میں اور کتاب شاہکار رسالت میں ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت کو قرآنی خطوط پر قائم ہونے والی حکومت بنا دیا گیا ہے۔لیکن جس حکومت کے لئے نہ خدا کا کوئی حکم ہو نہ مثال وتعین ہو وہ اسلامی حکومت نہیں ہوسکتی اور یہ ابلیسی فریب کہ ''اللہ ورسوؐل کی اطاعت'' ملت یا اُمت کے سربراہ یا مرکز کی اطاعت ہے' قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ایسی کوئی آیت پیش کرنا ہوگی جس میں یہ تصریح ہو کہ ''مسلمانوں کے سربراہ کی اطاعت اللہ ورسوؐل کی اطاعت ہے۔'' یا۔''ملت مسلمہ کے نظام مشاورت کی اطاعت اللہ ورسوؐل کی اطاعت ہے۔'' اور ساتھ میں یہ دکھانا ہوگا کہ۔''مسلمانوں کی ایسی حکومت جس کے لئے اللہ ورسوؐل نے کوئی حکم نہ دیا ہو اور اُنھوں نے اپنے مشورے سے خود ہی بنالی ہو اس کے مرکز کی اطاعت اللہ ورسوؐل کی اطاعت ہے۔'' پرویز ہو یا اور کوئی شیطان ہو، انہیں قرآن سے ایسی سند یا آیت قیامت تک نہیں مل سکتی۔بہرحال پرویز کی کوششیں دیکھنے اور سمجھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(8) آیت (5/92) کو مفہوم القرآن سے بھی دیکھنا ضروری ہے:۔

وہاں لکھا ہے کہ:۔''تمہارے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ تم اُس نظام کی اطاعت کرو جو قوانین خداوندی کے مطابق اُس کے رسوؐل کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے اور ہر اُس کام سے بچو جو اس نظام کے ضعف کا باعث ہو۔لیکن اگر تم (یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی) گریز کی راہیں نکالو اور اُس سے منہ موڑ لو تو اُس کا خمیازہ تم خود بھگتو گے۔ہمارے رسوؐل کے ذمہ اتنا ہی ہے کہ وہ تم تک ہمارے قوانین واحکام واضح طور پر پہنچا دے۔یہ تمہارے اختیار کی بات ہے کہ تم اُن پر عمل کرو یا اُن کی خلاف ورزی کرو (جیسا تم کروگے ویسا پاؤ گے)'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 271۔272)

(9) خدا نے خود اپنی اطاعت اور اپنے رسوؐل کی اطاعت کو نظام کی اطاعت بنا دیا۔

قارئین کے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ نے خود یہ فرما دیا ہے کہ ''تم اُس نظام کی اطاعت کرو۔'' تو ثابت ہوا کہ وہ نظام الگ ایک چیز ہے اور اُس کی اطاعت کا حکم دینے والا اللہ اور ہستی ہے۔لہٰذا پرویز کے دماغ میں یہ خبط کیسے ہضم ہوا کہ اطاعت کا حکم دینے والا اللہ خود بھی نظام ہی ہے۔؟ پھر اگر اللہ خود ہی نظام بھی ہوتا تو اُسے یہ کہنا چاہیے کہ تم نظام کی اطاعت کرو اور اُس کی اطاعت کرو جس نے قوانین خداوندی کے مطابق مجھے متشکل کیا ہے اور ہر وہ کام نہ کرو جس سے مجھ میں کمزوری پیدا ہو جائے۔اور مفہوم کے آخر میں یہ کہنا یا لکھنا چاہیے تھا کہ رسوؐل کے متشکل کئے ہوئے نظام کے رسوؐل کے ذمہ تو اتنا ہی ہے کہ وہ نظام کے قوانین اور احکام واضح طور پر پہنچا دے۔'' قارئین خوشیاں منائیں کہ پرویز نے یہ راز کھول دیا کہ اللہ کو محمدؐ بن عبداللہ نے شکل وصورت عطا کی اور اُسے قانونی درجہ دیا اور پھر اُس سے رسالت کی سند لے کر خودساختہ پرداختہ اللہ کا رسوؐل بن کر آ گیا اور پھر خود کو اور خودساختہ اللہ کو ساری انسانیت پر مسلط کر کے مرکز ملت بنا دیا۔پرویز سے پوچھو کہ کیا اس سے بڑا کوئی اور بھی فراڈ یا جھوٹ ہوسکتا ہے؟ سُخنے نگفتۂ راچہ قلندرانہ گفتم ؟ بہ مِنبر نَتواں گفت در کتاب تَواں گُفت ۔

(10) مندرجہ بالا آیت (5/92) میں مومنین قریش کو اپنی قومی ولایت وحکومت بنانے سے ڈرایا گیا تھا تَوَلَّيْتُمْ کے غلط معنی کئے گئے۔

قارئین کو یہاں ٹھہر کر ایک بہت اہم چیز پر توجہ دینا لازم ہے جس سے وہ بہت سے پردے اُٹھ جائیں گے جو مودودی اور پرویز نے خصوصاً اور تمام قریشی علمانے عموماً قرآن کی حقیقت کو چھپانے کے لئے سارے قرآن میں جگہ جگہ ڈالے ہیں۔چنانچہ اس آیت (5/92) میں لفظ تَوَلَّيْتُمْ آپ کی توجہ اور تحقیق چاہتا ہے اس لفظ تَوَلَّيْتُمْ کا مادہ ہے و۔ل۔ی۔جس سے الفاظ 1۔وَلی 2 .اَولِیَاء 3 .وَالی 4 .ولایت 5 . مَوْلیٰ 6 .مَوالِی 7 ،وِلَا 8 .وَلِیَّ 9 .تَوَلّیٰ 10. تَوَلُّوا 11 . تَوَلَّيْتُمْ ۔وغیرہ وغیرہ بہت الفاظ بنتے ہیں۔اور اسی مادہ سے قریش اور

اُن کے ہم مذہب علماء خوفزدہ رہے اور قرآن کو جس مادہ اور اُس سے بننے والے الفاظ کی وجہ سے مہجور کیا تھا (25/30) وہ یہی مادہ۔ و۔ل۔ی۔ ہے اور وہ گیارہ بارہ الفاظ ہیں جو مذکور ہوئے۔ اسی مادہ کے الفاظ کو مشکوک کرنے اور غلط معانی میں استعمال کرنے کے لئے لغات میں ہیرا پھیری کی گئی اور اُس کے غلط معنی بیان کئے گئے۔ اور مقصد یہ تھا کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکے کہ قرآن میں اسلامی حکومت اور حکمران کا تعین و تشخص ہو چکا ہے اور یہ کہا جاسکے کہ رسوؒل اللہ نے اپنے بعد کے لئے حکومت اور حکمران تجویز نہ کئے تھے اور حکومت و حکمران بنانے میں صحابہ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

(11) پرویز سے ایک قاعدہ سُنیے جس پر تمام عربی دان علما متفق ہیں تا کہ کسی لفظ کے غلط معنی کرنے والوں کو پکڑا جاسکے۔

مادہ و۔ل۔ی ہی سے بننے والے الفاظ کے نہیں بلکہ کسی بھی مادہ سے بننے والے الفاظ کے غلط معنی کرنے والے کو پکڑنے کا قاعدہ پرویز نے بھی اسی لغات القرآن میں لکھ دیا ہے:

۔''عربی زبان کے ہر لفظ کا ایک مادہ (root) ہوتا ہے جو اپنے بنیادی معنی رکھتا ہے۔ گرامر کے قواعد کی رو سے اس مادہ کی شکلیں خواہ کیسے ہی بدلتی رہیں اُس کے بنیادی معنی کی جھلک ہر شکل میں موجود رہے گی۔۔۔لہٰذا اگر مرورِ زمانہ سے کسی لفظ کے مفہوم میں فرق بھی آجائے تو بھی اُس کے مادہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتداءً وہ لفظ کس مفہوم کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس طریق سے بھی یہ متعین کیا جاسکتا ہے کہ جو الفاظ قرآن کریم میں آئے ہیں زمانہ نزول قرآن میں اُن سے بالعموم کیا مفہوم لیا جاتا تھا؟۔'' (لغات القرآن جلد اول صفحہ 13)

مطلب یہ ہوا کہ مادوں کے ساتھ ایسے مستقل مفہوم یا معنی وابستہ ہوتے ہیں جن کی جھلک اُن مادوں سے بننے والے تمام الفاظ میں ملتی ہے۔ یعنی وہ معنی یا مفہوم جو سب الفاظ میں موجود نہ ہو وہ اس مادہ کے بنیادی معنی نہیں ہوتے بلکہ کسی نے غلط لکھ دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر مادہ ع۔ل۔م کے بنیادی معنی جاننا یا سکھانا ہیں۔ اب ہر وہ لفظ جس میں ع۔ل۔م موجود ہو اُس میں جاننا۔ سیکھنا یا سکھانا معنی موجود ہوں گے۔ مثلاً عَـــالِمٌ علم والا جاننے والا، سیکھا ہوا۔ اسی طرح تَـعْـلِیْمٌ ۔سکھانا بتانا۔ علم دینا وغیرہ۔ لیکن لفظ ع۔ل۔م، تو موجود ہوں اور معنی کھانا یا کھلانا یا سونا کئے گئے ہوں تو وہ معنی مادہ کے خلاف غلط ہوں گے اور یہی کچھ کیا ہے لغات لکھنے والے قریش کے تنخواہ داروں اور وظیفہ خوار علما نے۔

(12) پرویز سے مادہ و۔ل۔ی کی ذیل میں لکھے ہوئے معنی اُن کی لغت میں دیکھئے:۔

۔''اِسْتَوْلٰی عَلَی الشَّیءِ کے معنی ہیں۔''کسی چیز کو اپنے قبضہ قدرت میں لے لینا'' اور اِسْتَوْلٰی عَلَی الْاَمْرِ ۔''کسی معاملہ پر غالب آجانا'' اسی لئے اَلْوِلَایَۃُ ۔''سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں'' اور وَالٍ۔ (وَالِی) نگران و ناظم اور حاکم کو اَوْلَیْتُـہُ الْاَمْرِ میں نے اُسے معاملے کا ناظم و نگران بنا دیا۔ اَلْوَلِیُّ بھی نگران و ناظم اور حاکم کو کہتے ہیں۔ تَوَلَّاہُ (16/100) اُس کو ولی بنالیا ۔تَوَلَّی الْاَمْرَ اُس نے معاملے کی ذمہ داری اُٹھالی۔ وَلّیٰ کے متضاد معنی آتے ہیں۔ کسی طرف رجوع کرنا بھی اور کسی سے اعراض کرنا بھی۔'' (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1741)

قارئین نوٹ کریں کہ پرویز نے زبردستی اس مادہ کے الفاظ میں ناظم کو گھسایا ہے یہ تو خود عربی کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ن ظ م ہے۔ پھر آخر میں چار سو بیسی شروع کرتے ہوئے متضاد معنی لکھ دیئے ہیں جو مندرجہ بالا قاعدے کے خلاف ہیں۔ وَلّـیٰ کے معنی رجوع کرنا کیوں ہوں جب کہ رجوع عربی کا لفظ ہے اور ''رجوع'' کا مادہ ''ر۔ج۔ع'' ہے۔ (دیکھو اُن کی لغت جلد 2 صفحہ 726) پھر وَلّیٰ کے معنی اعراض کرنا کیوں ہوں جبکہ اس کا مادہ ہے ''ع۔ر۔ض''۔ (دیکھو جلد 3 صفحہ 1150)۔ بہر حال یہاں دونوں باتیں معلوم ہوگئیں یعنی مادہ ''ول ی'' سے جو الفاظ بنتے ہیں اُن کے معنی میں ولایت و حکومت ہوتے ہیں یہ نوٹ کریں کہ حکومت بھی عربی کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ''ح ک م'' ہے مگر والی۔ ولی اور مولیٰ ایسے

حاکم کو کہا جائے گا جو ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رعیت یا پبلک کا ہمدرد ہو۔اور حاکم ہر ظالم و بے درد وسفاک شخص بھی ہوسکتا ہے۔لہٰذا لفظ ولی۔اولیاء مولیٰ وغیرہ ایسے حاکم یا والی کے لئے بولے جائیں گے جو ہمدردی وخیر خواہی کسی حالت میں ترک نہ کریں۔ہم موزوں مقام پر دکھائیں گے کہ اللہ نے اسلامی سربراہ یا حاکم کے لئے کیا کچھ فرمایا ہے اور قریشی علما نے وہاں کیا کیا کرتب دکھائے ہیں؟

(13) مولانا مودودی نے لفظ۔''تَوَلَّیْتُمْ ۔'' کے معنی چھپانے کی کوشش کی مگر شرما گئے۔

قرآن کی ایک آیت دیکھئے اور قریشی علما کی کوشش دیکھئے جہاں اُنھوں نے رسوؐل کی قوم کی حکومت کو جرم سے بچایا ہے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْافِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ O (محمدؐ 47/22)

مودودی ترجمہ:۔''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم اُلٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟''(33 تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

مودودی کی تشریح نمبر 33۔ ''اصل الفاظ ہیں۔''اِنْ تَوَلَّيْتُمْ ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اُوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ۔'' اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

قارئین یہاں دو باتیں نوٹ کریں اول یہ کہ مودودی نے یہ ترجمہ متن میں کیوں نہ کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں عہد رسوؐل کے مومنین مخاطب تھے اور مودودی نہ چاہتے تھے کہ ابوبکر وعمر کی حکومت کا حال کھل کر سامنے آجائے لہٰذا دو ترجمے کر کے اُسے مشکوک کر دیا حالانکہ اُن کی حکومتوں کی لوٹ مار وقتل وغارت سے تاریخیں لبریز ہیں اور دوسری بات اسی میں آگئی کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی اپنی حکومت بنانے کی سازش کر رہی تھی لہٰذا زیر بحث آیت (5/92) میں اسی حکومت کی سازش کا ذکر ہوا ہے۔اور وہاں لفظ وَاحْذَرُوْا اسی ولایت سازی سے باز رہنے کے لئے کہا گیا۔ مودودی نے ترجمہ صحیح کر کے بھی مشکوک کر دیا ہے مگر دیانت دار علما بھی گزرے ہیں۔رفیع الدین کا لفظ بلفظ ترجمہ دیکھئے:

''۔پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی۔''(47/22)(صفحہ 612)

(14) عمر کی حکمرانی میں کیا کیا ہوگا اور عمر کے حاکم بن جانے کی اطلاع قرآن میں۔

قارئین دیکھیں کہ پرویز صاحب لفظ۔''تَوَلّیٰ ۔'' کے معنی صحیح کرتے ہیں۔

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ O (بقرہ 2/205)

پرویزی ترجمہ۔''اور جب اُنھیں حکومت مل جاتی ہے تو اُن کی تمام سرگرمیاں ملک میں اس لئے ہوتی ہیں تاکہ خرابی پھیلائیں اور انسان کی زراعت ومحنت کے نتائج اور اُس کی نسل کو ھلاک کردیں حالانکہ اللہ یہ کبھی پسند نہیں کرسکتا کہ (زندگی اور آبادی کی جگہ) ویرانی وخرابی پھیلائی جائے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 397)

پرویز کا مفہوم بھی دیکھ لیں:''جب ان لوگوں کو حکومت اور اقتدار مل جائے گا تو ان کی ساری کوشش یہ ہوگی کہ ملک میں تباہیاں اور ویرانیاں عام ہوجائیں۔فصلیں تباہ ہوجائیں۔نسل انسانی ہلاک ہوجائے۔نہ معاشی نظام میں توازن رہے نہ عمرانی نظام میں۔اُنھیں صرف اپنی مفاد پرستی کا خیال ہوتا ہے۔اس کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کہ ملک پر کیا گزر رہی ہے حالانکہ جس خدا کو یہ بات بات پر بطور گواہ پیش کرتے ہیں (2/204) وہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں تباہی اور ویرانی پھیلائی جائے۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 77)

نوٹ کریں کہ پرویز نے دونوں جگہ جمع کے صیغے استعمال کر کے رسوؐل کی پوری قوم کا حکومت واقتدار کی سازش میں متفق ہونا دکھا دیا ہے اور یہ جملہ لکھ کر کہ ''حالانکہ جس خدا کو یہ بات بات پر بطور گواہ پیش کرتے ہیں۔'' تصدیق کر دی کہ سازش میں رسوؐل کے مخاطب لوگ تمام کے تمام شامل تھے اور یہ بھی کہ گواہی کی بات آیت (2/204) میں آئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں یہ اعتراض ہے کہ اِذَا تَوَلّٰی سے قریش کا وہی لیڈر مقصود ہے جسے پرویز نے شاہکار رسالت بنایا ہے۔ البتہ پوری قریشی قوم اُس کی مدومعاون تھی۔ اور لفظ اِذَا سے مستقبل میں بننے والا حکمران مقصود ہے جو تاریخی حقیقت بھی ہے۔ بہرحال ہم مودودی کا ترجمہ بھی پیش کرتے ہیں کہ واحد کا صیغہ سامنے آ جائے:۔

<u>مودودی ترجمہ</u>۔''جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے کھیتیوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا 2/204) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم جلد اول صفحہ 159)

آپ نے دیکھا کہ حکومت واقتدار پر قبضہ کرنے کی اسکیم ایک لیڈر کی تھی۔ جو کسر رہ گئی وہ رفیع الدین کے ترجمہ سے پوری کر لیں:۔

<u>رفیع الدین کا ترجمہ</u>۔''اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تاکہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے۔۔۔۔ (ص 40)

قارئین ہم اپنی چالو بحث سے کافی دور نکل آئے لیکن یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ مادہ و۔ل۔ی کے ساتھ تمام قریشی علما نے ہیرا پھیری کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اور ہم نے اس کوشش کے باوجود انھیں ان کے ترجموں اور مفاہیم سے پکڑ کر دکھا دیا ہے۔ لہٰذا آئندہ جہاں جہاں مذکورہ گیارہ بارہ الفاظ میں سے کوئی آئے وہاں اُس کے معنی حکومت وولایت ہوں گے۔ اس کے علاوہ تمام معنی غلط اور سازش ہوں گے۔ اور سوچتے رہیئے کہ جن لوگوں نے وہ حکومت بنائی تھی اور قتل وغارت وفساد مچایا تھا وہ کس مُنہ سے شاہکار رسالت بنائے جا رہے ہیں۔؟

14۔ اللہ، رسوؐل اور نظام کی پوزیشن کو یکجا دیکھنے کے لئے نظر بازگشت :

جب ہم دُور نکل ہی آئے تو لایئے پرویز کی محنت وبصیرت کو ایک جگہ جمع کر لیں پھر اُس کی روشنی میں آگے بڑھیں گے۔ سُنیے اور گنتی بھی گنئے۔

(1) اللہ اُس معاشرہ کو کہتے ہیں جو قوانین خداوندی کو نافذ کرے۔

(2) اللہ وہ نظام خداوندی ہے جو مومنین سے اُن کی جان ومال خریدتا ہے۔

(3) اللہ وہ نظام ہے جو مومنین کی فلاح وترقی کا ذمہ لیتا ہے۔

(4) اللہ وہ نظام ہے جس کو مومنین مستحکم کرتے ہیں۔

(5) اللہ وہ نظام ہے جو مومنین کو خوشیاں منانے کے لئے کہتا ہے۔

(6) اللہ وہ نظام ہے جس کو رسوؐل شکل وصورت عطا کرتا ہے۔

(7) اللہ ایک تو وہ ہے جو قوانین خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے وجود میں لایا گیا تھا۔

(8) اللہ ایک دوسرا بھی ہے جو اپنا عہد ہمیشہ پورا کرتا ہے۔

(9) اللہ وہ ہے جو خدا کے قانون مشیت کی کتاب ساتھ رکھتا ہے۔

(10) اللہ، خدا کے کائناتی قانون ربوبیت کا نام ہے۔

(11) اللہ وہ نظام خداوندی ہے جو رزق فراہم کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے۔

(12) اللہ ورسولؐ دونوں مل کر مرکز ملت بنتے ہیں۔

(13) اللہ ورسولؐ دونوں مل کر مرکزی حکومت ہیں۔

(14) اللہ ورسولؐ دونوں مل کر عدالت عالیہ ہیں باقی لوگ نظام ہیں۔

(15) اللہ ورسولؐ دونوں مل کر مرکزی اتھارٹی (Central Authority) ہیں۔

(16) اللہ ورسولؐ الگ الگ چیز ہیں اور قانون خداوندی الگ چیز ہے۔

(17) اللہ رسولؐ کا قائم کیا ہوا نظام ہے۔

(18) اللہ وہ ہے جو قوانین خداوندی کو خود نافذ کرے۔

(19) اللہ خود نظام ہے تو نظام کا مرکز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا

(20) رسولؐ نظام کا اولین مرکز ہے جس نے نظام قائم کیا تھا۔ اور

(21) رسولؐ تنہا ہی مرکزی حکومت ہیں۔ اور

(22) رسولؐ تنہا ہی عدالت عالیہ ہیں۔ اور

(23) رسولؐ تنہا ہی مرکزی اتھارٹی ہیں اور

(24) رسولؐ کے فیصلوں کے خلاف کہیں اپیل نہیں ہوسکتی۔ اور

(25) رسولؐ ہی کی طرف ہر اختلاف کو فیصلے کے لئے لانا ہوگا لہٰذا

(26) اللہ اسلامی نظام کا ناظم نہیں بلکہ خود نظام ہے۔ یا

(27) اللہ شاید نظام بھی ہو اور رسولؐ کے ساتھ مل کر ناظم بھی ہو یعنی

(28) اللہ وہ ہے جو خود اپنے اوپر ناظم اور حکمران بھی ہے۔

(29) اللہ پھر نظام خداوندی بن گیا ہے۔

(30) اللہ کسی اور خدا کا نظام ہے۔

(31) اللہ ورسولؐ دونوں مل کر قانون خداوندی ہیں۔ یعنی قانون خداوندی کی اطاعت اللہ ورسولؐ کی اطاعت ہے۔

(32) قانون خداوندی ہی مرکز ملت، مرکز نظام اور اللہ ورسولؐ ہے۔

(33) اللہ ورسولؐ قانون خداوندی ہیں تو خود کو خود نافذ کرتے ہیں۔

(34) اللہ ورسولؐ کی اطاعت کا مطلب مرکز نظامِ ملت کی اطاعت ہے۔ یعنی اللہ ورسولؐ مرکز نظام ملت ہیں بشرطیکہ وہ

(35) اللہ ورسولؐ دونوں قرآن کے خطوط پر متشکل ہوئے ہوں۔

(36) اللہ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو تم نظام کی اطاعت کرو یعنی نہ اللہ خود نظام رہا اور نہ اللہ کی اطاعت واجب رہی آخر پرویز نے

(37) اللہ کو معاشرہ بنا دیا ہے۔

قارئین فی الحال یہاں رک کر اُن قلابازیوں پر غور کرتے رہیں جو پرویز نے اللہ کو کھلائی ہیں اور اس فرصت میں پھر پرویز سے ملاقات کرتے ہیں اور اُن کے پیش کردہ خالص قرآن کو سامنے رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اطاعت خدا ورسوؐل کے فوائد میں یہ آیت پیش کی ہے۔

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًاO (احزاب 33/71)

پرویزی ترجمہ: ''اللہ تمہارے اعمال میں درستی پیدا کرے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف کردے گا اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسوؐل کی اطاعت (فرماں برداری) کرے گا تو وہ بہت ہی بڑی فیروزمندی کو پہنچے گا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 632۔633)

مغفرت کا ترجمہ یا معنی اور مفہوم معافی یا معاف کرنا غلط ہے۔ مغفرت کے معنی گناہوں اور بُری باتوں سے محفوظ کرنا ہوتے ہیں یعنی جس کے لئے لفظ مغفرت بولا جائے اُس کے ذمہ کوئی مواخذہ یا بازپرس باقی نہیں رہتی ہے۔ اور جس کے لئے قرآن میں لفظ معاف آتا ہے اُس کے ذمہ گناہ یا جرم کا مواخذہ اور بازپُرس باقی رہتی ہے۔ اُسے اصلاح کا موقع دینے کے لئے عارضی طور پر اُس کے جرم یا گناہ یا خطا کو نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ قریشی لوگوں کو عادت ڈالنے اور قریشی لیڈروں کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے الفاظ مغفرت اور معاف کا ترجمہ معافی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں قریشی لیڈروں کے لئے لفظ مغفرت نہیں بولا ہے البتہ کئی جگہ لفظ معاف (عَفَا عَنْكُمْ) استعمال کیا ہے جس سے اُن کے جرائم اور گناہ اُن کے ذمہ باقی رہے اور اُنھیں بازپُرس کے بعد سزا ملنا باقی ہے۔ جو انھیں رجعت اور قیامت میں ملنا ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ سُن لیں کہ پرویز نے اپنی لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1176۔1178 میں لفظ بلفظ ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے۔

(2) مندرجہ بالا آیت (33/71) کو مفہوم القرآن میں دیکھئے: لکھا ہے کہ۔

''ایسا کروگے تو وہ تمہارے سب کام سنوار دے گا اور تمہاری بھول چوک یا چھوٹی موٹی لغزشوں کے مضر اثرات سے تمہاری حفاظت کرے گا۔ (32/53، 37/42، 31/4)۔ یاد رکھو! جو قوم بھی اللہ اور اُس کے رسوؐل (نظام خداوندی) کی اطاعت کرے گی اُسے عظیم الشان کامرانیاں نصیب ہوں گی۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 985)

یہاں پھر پرویز نے اللہ ورسوؐل کو نظام خداوندی بنادیا ہے۔

(3) پرویز نہیں چاہتے کہ اللہ بڑے بڑے جرائم یا گناہ بخش دے (32/53، 37/42، 31/4)

آیت (33/71) کے مفہوم میں پرویز نے اللہ کو پابند و مجبور کرنے کے لئے یہ تین آیات 32/53، 37/42، 31/4 لا کر ٹھونس دی ہیں حالانکہ اُن آیات کے مفہوم کو پڑھنے کے بعد فوراً کہہ دیں گے کہ اُن تینوں کا اس آیت (33/71) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں دوسری قسم کے لوگوں کی بات ہورہی ہے جو گناہوں اور جرائم سے خود بھی مجتنب (بچ کر) رہتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے ملوث (وابستہ) ہو جاتے ہیں، یعنی اُن تینوں آیات کا مضمون مشروط ہے لہٰذا غیر مشروط آیت کو خود ہی مشروط کردینا قرآن اور اللہ کے خلاف جسارت اور کبیرہ گناہ و جرم ہے۔ کیوں نہ پرویز نے کوئی غیر مشروط آیت لکھی تاکہ آیت (33/71) کی منشائے خداوندی کے مطابق وضاحت ہوجاتی مثلاً انہیں آیت (39/53) کو لانا چاہئے تھا تاکہ قارئین کو معلوم ہوتا کہ اللہ صرف چھوٹی موٹی لغزشوں ہی کو نہیں بلکہ ہر چھوٹے بڑے گناہ اور جرم کو بھی بخش سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (39/53)۔

پرویز کی جرأت وجسارت اور بے دینی لامحدود ہے:۔

یعنی اللہ تو ہر قسم کے تمام گناہوں اور جرائم کو یک لخت بخش دینے کا اعلان کرتا ہے (53/39) مگر پرویز تین آیات (32/53، 37/42، 31/4) سے اللہ کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ کو اپنا جمورا بناتے ہیں۔

(4) پرویز کے وہ مومنین جو اطاعت خدا اور رسولؐ نہ کرتے تھے اور اپنے اعمال کو غلط عقائد سے باطل کرتے رہتے تھے۔

قارئین یہ دیکھیں کہ پرویز قرآن کے سینکڑوں بیانات کے خلاف عہد رسولؐ کے ہر مومن کو حقیقی مومن مان کر یہ کتاب شاہکار رسالت لکھتے ہیں اور قریش کی اپنی لکھی ہوئی تاریخ کے اُن تمام واقعات وحقائق کا انکار کرتے ہیں جن میں عہد رسولؐ کے مومنین کی بداعمالیاں دکھا کر مذمت کی گئی ہے۔ وہ نہیں مانتے کہ جنگ جمل وصفین وقوع میں آئی تھیں یا عہد ابوبکر میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا یا ابوبکر وعمر وعثمان نے قرآن کے خلاف کوئی بات یا عمل کیا تھا لہٰذا قرآن سے عہد رسولؐ کے مسلمانوں یا صحابہ کی مذمت سُنیے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ O (47/33 محمدؐ)

پرویزی ترجمہ۔ ”اے پیروان دعوت ایمانی! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور (کفرونافرمانی کرکے) اپنے اعمال مت بگاڑو۔“ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 633)

بتائیے کہ مومنین کیسے حقیقی ہوسکتے ہیں؟ جن کو خود پرویز کافرونافرمان مانتے ہوں؟

(5) مفہوم القرآن میں آیت (47/33) کو پرویز نے کیا بنادیا اور کہاں فٹ کیا ہے۔ پرویز کا مفہوم پڑھیے:

”(لیکن اے جماعتِ مومنین تم یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ سب کچھ خدا خود ہی کردے گا اور تمھیں کچھ نہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ) تم اس نظام خداوندی کی پوری پوری اطاعت کرو جسے رسولؐ نے متشکل کیا ہے اور کوئی ایسا قدم نہ اُٹھاؤ جس سے تمہارا کیا کرایا ضائع چلا جائے۔“ (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1192)

پرویز اللہ ورسولؐ کو ملا کر قرآنی یا اسلامی نظام بناتے ہیں اور اس نظام کو شکل وصورت دینے والا رسول اللہ کو مانتے ہیں یعنی رسولؐ نے خود کو بھی اور اللہ کو بھی شکل وصورت دی تھی۔

(6) معاشرہ اللہ کو بنایا تھا مگر اب معاشرہ عام مومنین بن گئے ہیں۔

قارئین دیکھ چکے کہ پرویز نے اللہ کو ایسا معاشرہ بنایا تھا جو قوانین خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے وجود میں لایا جائے (کتاب نظام ربوبیت صفحہ 172) پھر ہر جگہ اُس معاشرہ کو یعنی اللہ کو متشکل کرنے والا محمد رسول اللہ کو لکھا ہے اب معاشرہ کی ایک اور شکل یا صورت بھی دیکھنا ہے۔۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا O (48/17)

پرویزی ترجمہ۔ ”اور جس کسی نے اللہ کی اطاعت کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی تو اللہ (جزائے عمل میں) اُس کو (ابدی راحتوں کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (جن کی وجہ سے اُن کی شادابی میں تغیر نہ ہوگا) اور جو کوئی (اطاعت سے) رُوگردانی کرے گا تو اُس کو (پاداش عمل میں) دردناک عذاب کی سزا دے گا!“ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 633)

قارئین الفاظ اللہ ورسولؐ کو یاد رکھیں اور لفظ جَنّٰتٍ کو نوٹ کریں جو اس آیت (48/17) میں آئے ہیں اور ساتھ ہی لفظ یَتَوَلّٰی کو نوٹ کریں

جس کا مادہ ''و۔ل۔ی ہے'' اور یہ دیکھیں پرویز اُن کا کیا تماشا بناتے ہیں۔ پرویز اسی آیت (48/17) کا مفہوم لکھتے ہیں کہ:

(7) مفہوم القرآن میں آ کر اللہ ورسولؐ نظام خداوندی بنتے ہیں تو جنتیں معاشرہ بنادی جاتی ہیں؟؟

۔''اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی دل کے خلوص سے نظام خداوندی کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے اس جنتی معاشرہ میں داخل کرے گا جس کی خوشگواریاں سدا بہار ہیں اور جو کوئی اس سے (یعنی نظام خداوندی سے) روگردانی کرے گا وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1199)

یہاں پہلی بات تو یہ کمال ہے کہ جب اللہ ورسولؐ نظام خداوندی بن گئے تو اپنی اطاعت کرنے والوں کو جنتی معاشرہ میں داخل کرنے کے لئے اللہ کہاں سے آئے گا؟ کہنا یہ چاہیے تھا کہ:۔''نظام خداوندی اپنی اطاعت کرنے والوں کو خود جنتی معاشرہ میں داخل کرے گا۔''

ہم نہیں چاہتے کہ پرویز اپنی بات سے پھر جائیں۔ دوسری بات یہ دیکھئے کہ آیت میں لفظ عَذَابًا اَلِیۡمًا دردناک عذاب آیا تھا اُسے پرویز نے ''سخت سزا'' بنا دیا یعنی عہد رسولؐ کے عرب عذاب الیم کو سخت سزا کے مفہوم میں لیا کرتے تھے وہ لفظ عذاب سے واقف تھے۔ لفظ ایلم کا انھیں پتہ تھا اور آخری بات وہی ہے کہ تمام قریشی علما ''و۔ل۔ی'' کے مادہ کے معنی بدلنا ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ پرویز نے اپنی لغت میں مان کر اور لفظ تَوَلّٰی کے معنی حکومت کرنے کے بعد بھی اس آیت (48/17) میں یَتَوَلّٰی کے معنی رُوگردانی کر لئے ہیں۔ حالانکہ معنی یہ ہوئے کہ۔''جو کوئی اپنی حکومت الگ بنائے گا اُسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔''

(8) مفہوم القرآن میں آیت (4/64) کو ایک بہت ہی لمبی چوڑی بکواس میں تبدیل کیا گیا ہے جو سمجھایا ہے وہ سُنیئے:

قرآن کی آیت (4/64) کو معارف القرآن جلد 4 صفحہ 633 پر مسلمانوں کی طرح رکھا تھا مگر پھر اسی آیت سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:

1۔ دین ایک اجتماعی نظام کا نام ہے۔ جو

2۔ سب سے پہلے رسولؐ کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے۔

3۔ دین میں رسولؐ مرکزی اتھارٹی ہوتا ہے۔

4۔ قانون خداوندی کے مطابق رسولؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہوتی ہے۔

5۔ مجرم رسولؐ کے پاس آئے سزا سے بچنے کے لئے قانون خداوندی سے حفاظت طلب کرے۔ (یعنی رسولؐ سے معافی مانگے)

6۔ رسولؐ ذاتی طور پر معافی نہیں دے سکتا۔

7۔ رسولؐ' قانون خداوندی میں معافی ہوگی تو معاف کرے گا۔

8۔ قانون خداوندی کی رو سے معافی اللہ کی طرف سے معافی ہوگی۔

9۔ نہ مجرم براہ راست خدا سے معافی طلب کر سکتا ہے اور

10۔ نہ خدا براہ راست معافی دے سکتا ہے۔

11۔ معافی نظام خداوندی کی وساطت سے ہوتی ہے جو کہ قوانین خداوندی کے نفاذ کے لئے قائم ہوتا ہے۔

12۔ جب یہ نظام مجرم کو معافی دیتا ہے تو یہ معافی خدا کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ یہ خدا کے قانون کے مطابق ملی ہے۔

(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 198-199)

پرویز کی لمبی چوڑی بکواس میں یہ بارہ باتیں اُن کی بکواس کا نچوڑ ہیں،ان بارہ باتوں کا تجزیہ کرنے کے لئے پرویز کا ترجمہ ضرور پڑھ لیں۔

(9) پرویز کی بکواس سے متعلق آیت اوراُن ہی کا 35 سال پرانا ترجمہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًاO (نساء 4/64)

پرویزی ترجمہ: ''اور(اَے پیغمبرِؐ اسلام! ان لوگوں کو جو تمھاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جوان ہی کے ساتھ ہوئی ہو) ہم نے جس کسی کو بھی منصب رسالت دے کر دنیا میں کھڑا کیا تو اسی لئے کیا کہ ہمارے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے اور جب ان لوگوں نے (تمہاری نافرمانی کر کے) اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرلیا تھا تو اگر اُسی وقت تمہارے پاس حاضر ہو جاتے اور خدا سے (اپنی نافرمانی کی) معافی مانگتے، نیز خدا کا رسوؐل بھی اُن کی بخشش کے لئے دعا کرتا تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ خدا بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔اور (ہر حال میں) رحمت رکھنے والا ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 633۔ 634)

تجزیہ: آیت میں لفظ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ آیا ہے اور ترجمہ میں ''خدا سے معافی مانگتے'' ہے۔لیکن مفہوم میں خدا سے معافی مانگنے کو''قانون خداوندی سے حفاظت طلب کرتے'' لکھا گیا ہے تو پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ:

1۔اللہ درحقیقت قانون خداوندی ہے۔اور دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ:۔

2۔معافی صرف قانون خداوندی دیتا ہے۔اور تیسرا نتیجہ یہ ہوا کہ:۔

3۔قانون خداوندی سے ملی ہوئی معافی اللہ کی دی ہوئی معافی ہوگی۔اور چوتھا نتیجہ یہ ہوا کہ:۔

4۔رسوؐل وہ نظام ٹھہرا جس کی وساطت سے معافی ملتی ہے۔

پس جناب تجزیہ ہوا کہ:۔اول۔دین اجتماعی نظام ہے جسے رسوؐل قائم کرتا ہے لہٰذا

دوم۔نظام کو رسوؐل قائم کرتا ہے اور خود بھی نظام ہوتا ہے یعنی

سوم۔نظام خود کو خود ہی قائم کرتا ہے۔اور

چہارم۔نظام خود ہی مرکزی اتھارٹی ہوتا ہے

پنجم۔مرکزی اتھارٹی کی اطاعت قانونِ خداوندی کراتا ہے۔اور

ششم۔قانونِ خداوندی ہی اللہ ہے۔

ہفتم۔نظام، قانونِ خداوندی کو یعنی اللہ کو نافذ کرتا ہے

ہشتم۔نظام خود اللہ بھی ہوتا ہے اور رسوؐل بھی ہوتا ہے۔

نہم۔اللہ کو رسوؐل بھی نافذ کرتا ہے۔نظام بھی نافذ کرتا ہے۔قوانینِ خداوندی بھی نافذ کرتے ہیں۔

دہم۔اللہ، رسوؐل، دین، نظام، قوانینِ خداوندی، مرکزی اتھارٹی کو پرویز نے اَدل بدل کر ایک ہی بنا دیا ہے۔مختصراً وہ حکومت جو رسوؐل کے بعد قائم ہوئی تھی اللہ بھی تھی رسوؐل بھی تھی، قوانین خداوندی بھی تھی، مرکزی اتھارٹی بھی تھی، دین بھی تھی، اور نظام بھی تھی، اور

قرآن کو مہجور کرنے والی بھی تھی، جھٹلانے والی بھی تھی اور دشمن خدا اور رسولؐ بھی تھی (31-30/25 اور 66/6) وغیرھا۔

یہ ہے وہ بھوت یا شیطان جو پرویز کی زبان سے بولتا ہے۔ پرویز کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور شاہکار رسالت بن جاتا ہے۔

15۔ قریشی حکومت کو اللہ و رسولؐ کے تمام اختیارات سپرد کرنے کا دوسرا سلسلہ:

یہاں سے ہم پرویز کی مندرجہ بالا کوشش کا دوسرا سلسلہ پیش کریں گے اور اُن کے چند اور کرتب دکھائیں گے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پرویز کس طرح خدا اور رسولؐ سے بالا ہی بالا قرآن کو ثلاثہ اینڈ کمپنی کے ماتحت لاتے اور اُسے کس طرح مجبور و بے دست و پا کرتے ہیں؟ وہ لکھتے ہیں کہ:

''چونکہ نظام دین میں اللہ کے احکام مرکز سے نافذ ہوتے تھے اور یہ مرکزی قوتِ نافذہ رسولؐ کی محسوس شخصیت میں تھی اس لئے اُن مرکزی احکام کی اطاعت کو اللہ و رسولؐ کی اطاعت قرار دیا گیا۔ ہمارے دینی نظام میں یہ ایک بڑا اہم نکتہ ہے اور اسے اچھی طرح سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے دو الگ الگ مطاعوں کی اطاعت متصور نہیں اس لئے' جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے منافی ہے کہ۔''اطاعت اللہ کے سوا کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے۔'' حتّٰی کہ خود رسولؐ کے متعلق واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بتلا دیا گیا کہ اُسے بھی قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ لوگوں سے (اللہ کے خلاف اللہ کی اطاعت چھڑا کر۔ احسن) اپنی اطاعت کرائے۔ لہٰذا اللہ و رسولؐ سے مراد (اللہ و رسولؐ ہی ہیں۔ احسن) وہ مرکز نظام دین (Central Authority) ہے جہاں سے (رسولؐ کے ہاتھوں۔ احسن) قرآنی احکام نافذ ہوں (نہ کہ خود ساختہ حکومت کا مرکز۔ احسن) یہ حقیقت ہے کہ اللہ و رسولؐ سے مرکز ملت مراد ہے۔ قرآن کریم میں ایسے واضح الفاظ میں شرح و بسط سے بیان ہوئی ہے کہ اُن مقامات کو دیکھ لینے کے بعد اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 615-616)

(1) **ہمارے چار بریکٹ پرویز کی چالاکی کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں پھر بھی پرویز کا ایک فریب تو دیکھ ہی لیں۔**

سارے مسلمان جانتے ہیں کہ اللہ نے رسولؐ کی اطاعت فرض کی ہے اور رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اللہ نے رسولؐ کے مقرر کئے ہوئے افسران اور ماتحت صاحبانِ امر کی اطاعت فرض کی ہے (4/59) اُدھر اللہ نے ماں باپ کی اطاعت فرض کی ہے (17/23) لہٰذا پرویز کا یہ جملہ فریب ہے کہ:۔''یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے منافی ہے کہ اطاعت اللہ کے سوا کسی اور کی بھی ہو سکتی۔''

یہاں پرویز سے کہئے کہ اطاعت ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اللہ نے خود اپنے علاوہ دوسروں کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور جو تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے منافی ہے کہ''اللہ کے علاوہ اللہ کے خلاف اور اللہ سے الگ کسی اور کی اطاعت نہیں ہو سکتی ہے۔'' اور واقعی دو مطاعوں کی اطاعت کا تصور غلط ہے اس لئے کہ رسولؐ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت ہے۔ اور اللہ و رسولؐ دو الگ الگ مطاع نہیں ہیں بلکہ مطاع صرف ایک ہی ہے وہ مشہود و محسوس مطاع رسولؐ ہی ہے ورنہ اللہ کی اطاعت کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کی اطاعت رسولؐ ہی کے ذریعے کی جا سکتی ہے براہ راست اللہ کی اطاعت کرنا قرآن کی بنیادی تعلیم کی رو سے خالص کفر ہے۔ جو رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتا وہ خدا کی اطاعت کر ہی نہیں سکتا۔

دوسری چالاکی یہ ہے کہ:

۔''نظام دین میں اللہ کے احکام مرکز سے نافذ ہوتے تھے اور یہ مرکزی قوت نافذہ رسولؐ کی محسوس شخصیت میں تھی۔ اس لئے اِن مرکزی احکام کی اطاعت کو اللہ و رسولؐ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔''

پرویز کو بتایئے کہ قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ وہ احکام تھے بھی اللہ و رسولؐ کے۔ اس لئے وہ اللہ و رسولؐ ہی کے احکام تھے اور اُن کی اطاعت خود بخود اللہ و

رسوؐل کی اطاعت ٹھہرتی ہے۔لہٰذا جب تک اللہ و رسوؐل مرکزی حیثیت سے موجود نہ ہوں کسی اور مرکز کی اطاعت اللہ و رسوؐل کی اطاعت نہیں کہلا سکتی۔جس طرح رسوؐل کو اللہ نے مرکز بنایا اور رسوؐل کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے۔اُسی طرح اللہ جس کو مرکز بنائے اور اس کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے،اس کے مرکزی احکام کی اطاعت بھی اللہ و رسوؐل کی اطاعت ہوگی۔چنانچہ اس سلسلے میں کم از کم دو آیات دکھانا ہوں گی:۔

اول۔یہ کہ اللہ نے رسوؐل کے بعد فلاں شخص کو رسوؐل کی جگہ مرکز بنایا تھا اور

دوم۔یہ کہ اُس نئے مرکز کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا تھا۔ایسی دو آیتوں کے بغیر کسی کو اپنی طرف سے مرکز ملت بنالینا اور اس کے احکام کو اللہ و رسوؐل کے احکام سمجھنا اور اُن احکام کی اطاعت کو اللہ و رسوؐل کی اطاعت سمجھنا قریشی فریب وفراڈ ہے۔اور یہی تم کر رہے ہو۔

(2) <u>پرویز کے فراڈ وفریب پر نظر رکھیئے اور دیکھتے جائیں کہ وہ قریش کے لئے اللہ و رسوؐل کو کیسی کروٹیں دیتے ہیں۔</u>

اللہ و رسوؐل کو قریش تک لانے کے لئے پرویز نے آیات لکھی ہیں اُن میں سے چند ہم قارئین کو دکھاتے ہیں

اول۔وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِیۡحُكُمۡ وَاصۡبِرُوۡا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ O (8/46)

<u>**پرویزی ترجمہ**</u>۔''اور (اَے پیروانِ دعوتِ ایمانی!) اللہ اور اُس کے (احکام) کی اطاعت کرو اور (باہدگر) نہ جھگڑو (کہ اس سے) تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور (مصائب وآلام پر) صبر کرو۔بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 618)

(3) <u>پرویز کن مومنین کی خود ساختہ حکومت کو اللہ و رسوؐل کی جگہ مرکزِ ملت بنانا چاہتے ہیں۔</u>

قارئین ہم ذرا دیر بعد اسی آیت (8/46) کا مفہوم دکھائیں گے یہاں یہ سمجھ لیں کہ تنازع کے معنی ''جھگڑو'' کرنا غلط ہیں۔پرویزی لغت میں اس مادہ ''ن۔ز۔ع'' کے معنی یوں لکھے گئے ہیں کہ۔''نَزَعَ کسی چیز کو اُس کی جگہ سے اُکھیڑ کر،نکال کر الگ کر دینا۔ہٹا دینا۔''
(لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1599)

اسی لئے روح کے نکلنے کے وقت کو عَالَمِ نَزَعَ کہتے ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ جو مومنین مخاطب ہیں وہ اللہ و رسوؐل کی اطاعت نہیں کرتے بلکہ اطاعت کے تصور کو جڑ سے کھود کر نکال پھینکنے میں مصروف ہیں۔انہیں اطاعت کا حکم دیا گیا،اطاعت کے تصور کو مٹانے سے روکا گیا ہے۔اور بتایا یہ گیا ہے کہ اگر ایسا کرو گے تو تم پر بزدلی اور نامردی غالب آجائے گی اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی یعنی جو پھونک اس وقت بھری ہوئی ہے نکل جائے گی لہٰذا جم کر ایمان پر قائم رہو تا کہ تمھیں اللہ کی معیت حاصل ہو سکے۔یہ سب لوگ اسلام کے دشمن اور مخالف تھے،اب پرویز کا مفہوم سُنئے جو اُنھوں نے سنبھل سنبھل کر بارہ سال محنت کر کے تیار کیا تھا سُنئے:۔

(4) <u>اللہ و رسوؐل کو نظام بنایا گیا اور پھر اللہ کو قوانینِ خداوندی بنا کر چھوڑ دیا۔</u>

۔''اور ''اللہ و رسوؐل''،یعنی اپنے ''نظام'' کی پوری پوری اطاعت کرو۔یہ نہ ہو کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگو اور انفرادی مفاد کی خاطر باہمی ٹکراؤ شروع کر دو۔اگر ایسا کرو گے تو تمھارے حوصلے پست ہو جائیں گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔اس لئے تم ہمیشہ ثابت قدم رہو یاد رکھو قوانین خداوندی کی تائید ونصرت اُن ہی کے ساتھ ہوتی ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 406)

قارئین دیکھیں کہ جب بعد رسوؐل قائم ہونے والا نظام خود اللہ و رسوؐل بن جائے گا اور قرآن کے قوانین خود اللہ بن جائیں گے تو کون ہے جو اس حکومت کی اطاعت کو اللہ و رسوؐل کی اطاعت نہ مانے گا؟ مگر یہ سب شیطانی توجیہات ہیں آیات نہیں ہیں لہٰذا قریشی حکومت بھی غاصب وظالم تھی

اوراس کے مددگار بھی جہنمی ہیں۔

(5) مفہوم القرآن سے صرف پرویز کی تبدیلیاں پیش کی جاتی ہیں۔

اس کے بعد معارف مذکور میں آیت (5/33) لائی گئی اور اللہ ورسوؐل سے جنگ کرنے والوں کی سزا بتائی گئی۔(جلد 4 صفحہ 618) مگر مفہوم القرآن میں اللہ ورسوؐل کونظام عدل واحسان بنادیا گیا۔ اللہ ورسوؐل کے خلاف بغاوت کونظام خداوندی کے خلاف بغاوت لکھا ہے۔''
(مفہوم القرآن جلداول صفحہ 250۔251)

(6) آیت (9/108) میں اللہ ورسوؐل کونظام خداوندی بتایا گیا (ایضاً جلد 2 صفحہ 448)

(7) اللہ کوقانون خداوندی بنایااوررسوؐل کوقانونِ خداوندی کا نافذ کرنے والا ماناا ور رسوؐل' اللہ کونافذ کرتا ہےاور پھر سب کونظام بنادیا۔
(مفہوم القرآن جلداول صفحہ 396 آیت (8/13))

(8) آیت (5/58) میں اللہ ورسوؐل کونظام خداوندی بنایا ہے (جلد 3 صفحہ 1287۔1288)

(9) آیت (58/20) اللہ ورسوؐل نظام خداوندی ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 1292)

(10) سورہ توبہ (9/1) میں اللہ ورسوؐل نظام خداوندی بن گئے (جلداول صفحہ 415)

(11) سورہ توبہ (9/2) اللہ ورسوؐل نظام خداوندی ہیں (جلداول صفحہ 415)

(12) اللہ ورسوؐل کودومرتبہ نظام خداوندی لکھا ہے (9/3) (جلداول صفحہ 415)

(13) (9/7) اللہ ورسوؐل نظام خداوندی پھر اللہ قوانینِ خداوندی بن گیا ہے۔'' (ایضاً صفحہ 417) قارئین یہ نوٹ کریں کہ آیات میں برابر اللہ اللہ ہے۔رسوؐل رسوؐل ہیں مگر مفہوم میں اللہ ورسوؐل کے الفاظ لانا قطعاً چھوڑ دیئے ہیں۔مثلاً ہم مندرجہ بالا آیت (9/7) کا پورا مفہوم لکھتے ہیں اور پوری عربی ساتھ میں دیتے ہیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِالْحَرَامِ فَمَااسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ O (توبہ 9/7)

پرویزی مفہوم۔'' (تم سوچو کہ جولوگ اس طرح بار بارعہد شکنی کریں) نظام خداوندی کی رو سے اُن کے عہد کوعہد کس طرح سمجھا جائے۔عہد اُن کا قابل اعتناء ہوتا ہے جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے نزدیک (اب) عہد کیا ہے۔سو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی عہد کو استوار رکھواس لئے کہ قانون خداوندی کی رو سے وہی لوگ پسندیدہ ہیں جو اپنے اپنے عہد کی نگہداشت کرتے ہیں۔'' (جلداول صفحہ 417)

یہاں پھر پرویز نے اللہ ورسوؐل کونظام خداوندی بنادیا ہےاور اللہ کونظام کے ساتھ ساتھ قانون خداوندی بھی قرار دیا گیا ہے۔

(14) حضرت علیؑ کواسلامی حکومت کا نمائندہ بنایا گیا ہےاس لئے کہ وہ سورہ توبہ کا اعلان فرمارہے تھے۔

مندرجہ بالا آیت (9/7) کے بعد مسٹر پرویز نے عنوان لکھ کر یہ بیان دیا ہے کہ

''اللہ ورسوؐل'' سے مراد''مرکز نظام اسلامی ہے''''غور کیجئے 1۔یہ تمام معاہدات''اسلامی حکومت'' کے ساتھ تھے۔2۔اوراسی حکومت کے نمائندہ (حضرت علیؑ) کی وساطت سے یہ اعلانات ہورہے تھے۔3۔لیکن انہیں اللہ ورسوؐل کے منشورات کہا گیا ہے۔4۔اس تبیان حقیقت سے مقصود یہ

ہے کہ لوگوں کی توجہات کو اس نقطۂ ماسکہ کی طرف مرکوز کیا جائے کہ اگر چہ یہ تمام احکام رسوؐل کی طرف سے صادر ہورہے ہیں۔5۔لیکن درحقیقت یہ اللہ کے احکام ہیں اس لئے کہ نظامِ حکومت خداوندی کے مرکز کی طرف سے نافذ ہورہے ہیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 620۔621)

قارئین ان پانچ جملوں کے اور کچھ معنی نہیں ہیں سوائے اس کے کہ پرویز لفظوں کو ادھر اُدھر کرکے خود بھی چکرارہے ہیں اور پڑھنے والوں کو بھی چکر دے رہے ہیں۔ہم ان پانچوں جملوں سے پرویزی چکر نکالنے کے لئے نمبر دے کر پانچ جملے لکھتے ہیں تاکہ اُن کے ہر جملے کے ساتھ اُسی نمبر کا ہمارا جملہ پڑھا جائے اور پرویز کو چکر سے نکال کر سیدھا کر دیا جائے اور اُن کی حکومت باطل ہو جائے۔سُنیئے:

1۔غور کیجئے یہ تمام معاهدات اللہ ورسوؐل سے ہورہے تھے لفظ حکومت کہنے کی ضرورت نہیں۔

2۔حضرت علی علیہ السلام اللہ ورسوؐل کے نمائندے تھے یہاں لفظ حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔

3۔وہ تو حقیقتاً اللہ ورسوؐل کے ہی منشورات تھے جن کا اعلان حضرت علیؑ فرمارہے تھے۔

4۔اس فریب سازی کی حقیقت یہ ہے کہ بعد رسوؐل غصب شدہ حکومت کو، بلا احکام خدا ورسوؐل، اللہ ورسوؐل کی حکومت کہہ کر اس ملعون حکومت کے احکام کو اللہ و رسوؐل کے احکام بنایا جاسکے۔رسوؐل کی طرف سے صادر ہونے والے احکام ہوں یا روزمرہ کی باتیں ہوں وہ اللہ ہی کے احکام اور باتیں ہوتی تھیں (4۔3/53)۔

5۔رسوؐل اللہ کو ''**مرکز حکومت خداوندی**'' کہا جائے یا ابن عبداللہؑ پکارا جائے یا اللہ کا نبیؐ کہا جائے خواہ اُنھوں نے کوئی حکومت بنالی ہو یا تن تنہا ہوں وہ ہر حال میں نمائندہ خداوندی اور ساری کائنات کے حکمران ہیں۔لہٰذا تم خود شیطانی چکروں میں گھومتے رہو مسلمانوں کو چکر نہ دو۔ساری کائنات کے خالق و مالک ورب اور بادشاہ کا نمائندہ ہر حال میں پوری کائنات کا بادشاہ، مالک اور رب ہوتا ہے۔اب پھر پرویز کے چکر جاری کرتے ہیں دیکھئے:

(15) پرویز نے معارف میں سورہ احزاب کی آیت (33/22) لکھی اور رسوؐل کی بات کو اللہ ورسوؐل کی بات قرار دیا جانا لکھا (جلد 4 صفحہ 621) اور مفہوم میں خدا اور رسوؐل کی بات کو نظام خداوندی کی بات کہا (جلد 3 صفحہ 969)

یہاں پرویز کو یہ بتانا کافی ہوگا کہ قرآن میں رسوؐل کی بات کو اللہ کی بات کہا جائے یا نہ کہا جائے مگر بہرحال وہ بات اللہ کی بات ہوتی ہے اور اللہ کی بات میں اور رسوؐل کی بات میں نہ اختلاف ہوتا ہے نہ تضاد ہوتا ہے نہ مخالفت ہوتی ہے۔نیز جن لوگوں کو اختلاف و تضاد و مخالفت معلوم ہوتی ہے وہ دشمنانِ خدا اور رسوؐل ہوتے ہیں جن میں سے ایک خود پرویز ہیں۔

(16) پرویز ایسی آیات تلاش کرکے لارہے ہیں جن میں اللہ نے عہد رسوؐل میں رسوؐل اللہ کی، یا رسوؐل کی حکومت کی، یا رسوؐل کی پسندیدہ جماعت کو اپنایا ہو؟

پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ پرویز ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت کو برحق حکومت اور اللہ ورسوؐل کی حکومت بنا دینا چاہتے ہیں اور یہ باطل عقیدہ قرآن کی آیات کے سر چپکانا چاہتے ہیں اس لئے وہ اُن آیات کو سامنے لارہے ہیں جن سے اُن کا یہ باطل مقصد کسی طرح برآمد کیا جاسکے۔کہیں کہیں اُن کے قلم سے یہ راز کھل جاتا ہے چنانچہ چند ایسی آیات لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل عنوان اور بیان پڑھئے اور اس میں پرویز کی قلبی کیفیت دیکھ لیجیے:

''**مرکز نظام اسلامی کے مخالفین سے تعلقات**'''' اِن آیات کو سرسری نگاہ سے نہ دیکھئے اس لئے کہ یہ'' نظام اسلامی'' کے متعلق ایک بڑی اہم حقیقت

کی ترجمانی کررہی ہیں۔آج ہماری حالت یہ ہے کہ اسلام کے پکے دشمن،نظام دینی کے کھلے ہوئے مخالف، ہماری حیات اجتماعیہ(جماعتی زندگی) کی تخریب کےسب سے بڑے حامی اگر ہم سے انفرادی طور پر خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔تو ہم فوراً اُنھیں گلے سے لگا لیتے ہیں اوراُن سے قلبی تعلقات کا رشتہ استوار کر لیتے ہیں۔حالانکہ قرآن کریم نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جوتمہارے نظام ملّی کا مخالف ہواُس سے محبت و مودت ایمان کے منافی ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 622)

پرویز نے کھل کر کہہ دیا ہے کہ آج پرویز کا نظام ملّی موجود ہے۔اور حیات اجتماعیہ یعنی جماعتی زندگی موجود ہےاور نظام دینی موجود ہے اور نظام اسلامی موجود ہےاوراسلام موجود ہےاور یہ کہ اسلام کے پکے دشمن موجود ہیں اور نظام دینی کے کھلے مخالف موجود ہیں اور حیات اجتماعیہ (جماعتی زندگی) کی تخریب کےسب سے بڑے حامی موجود ہیں چنانچہ اُن کو گلے لگانا اور قلبی تعلقات کا رشتہ استوار کرنا قرآن کی رو سے ایمان کے منافی ہے۔یعنی پرویز کے نزدیک آج بھی حقیقی اسلام موجود ہے۔نظام ملّی موجود ہےاور حیات اجتماعیہ موجود ہے،نظامِ دینی موجود ہے۔بالکل اُسی طرح جس طرح نزول قرآن کے دوران موجود تھااور آج بھی وہ نظامِ دینی اللہ و رسوؐل ہیں۔اس لئے کہ اُس زمانہ میں اسلام کو، نظام ملّی کو، حیات اجتماعیہ کواور نظام دینی کواللہ و رسوؐل کہا گیا تھا۔لیکن پرویز کو بتایئے کہ یہ سب کچھ تم نے کہا ہے۔قرآن کی کسی آیت میں اللہ و رسوؐل کو نہ نظام کہا گیا نہ معاشرہ قرار دیا گیا۔نہ قانون خداوندی فرمایا گیا ہے، نہ اللہ کو مرکزِ ملت بتایا گیا ہے۔تم نے خود یہ ابلیسی مطالب اخذ کئے ہیں وہاں یعنی قرآن میں تو لفظ نظام اور قانون ایسے مردود الفاظ ہیں ہی نہیں کہ وہاں اِن کے مادوں سے بننے والا کوئی بھی لفظ کسی بھی شکل میں استعمال نہیں کیا ہے۔تم رسوؐل کی جگہ جم کر کھڑی ہونے والی قوم کو قرآن کو مجبور کرنے والا اور رسوؐل و قرآن کا دشمن مان کر لکھ چکے ہو(لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754، مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 822۔821)۔

اس ملعون ومردود قوم کی حکومت کو تم نظام ملّت بنانا چاہتے ہواس حکومت کے سربراہوں کواللہ و رسوؐل بنانے کی ترکیبیں کررہے ہواور تم لکھ چکے ہو کہ: اس حکومت نے،رسوؐل کی قوم نے:

1۔اپنے لئے اپنا مذہب خود گھڑ لیا تھا۔اپنی شریعت اسلام کے خلاف بنائی تھی۔خود ساختہ عقائد تیار کئے تھے۔خیالات اور رسومات خود تیار کی تھیں۔بخود اپنے لئے روایات گھڑی تھیں۔اسلام کے خلاف قوانین بنا لئے تھے تفسیریں ایجاد کر لی تھیں اور قرآن کو اپنے تابع کر لیا تھا۔بتاؤتم ثلاثہ اینڈ کمپنی اور قریشی حکومت کو کس مُنہ سے اللہ و رسوؐل بناؤ گے؟ اُن کے قائم کئے ہوئے نظام کو کیسے اسلامی نظام بناؤ گے؟ اُن کے تیار کردہ مذہب کو کیسے اسلام ٹھہراؤ گے؟ پرویز تمہارے لئے اس دنیا میں ڈوب مرنے کے لئے بہترین جگہ سمندر ہےاور آخرت میں جہنم ہے۔اور بس۔

(17) قارئین کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ پرویز کیوں اللہ کو قانون خداوندی بناتے رہتے ہیں؟ کیوں اللہ و رسوؐل کو مرکز نظامِ حکومت کہتے ہیں؟ تا کہ قریش کا حقِ نمک ادا کریں۔

قارئین آیئے قرآن کریم کی ایک آیت دیکھئے اورسوچئے کہ جس قوم کواور جس قوم کی خودساختہ حکومت کواللہ و رسوؐل بنا کراُس کے خودساختہ مذہب،قوانین، روایات،رسومات اور شریعت کوساری دنیا پر مسلط کرنے کی پرویز تیاری کرتے چلے آ رہے ہیں وہ قوم،وہ مسلمان،وہ مومنین کیسے تھےاللہ سے سُنیے:۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ، يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ،اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ

اِلَيۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَيۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ ، وَمَنۡ يَّفۡعَلۡهُ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ O(ممتحنہ60/1)

<u>پرویزی ترجمہ</u>۔''اَے پیروان دعوت ایمانی! (چاہیے) کہ تم اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بنائے رکھو(اس طرح) کہ اُن سے دوستی جتلانے لگو بلاشبہ یہی وہ لوگ ہیں جو تمھارے پاس آئے ہوئے دین حق صحیح نظام زندگی کا انکار کر چکے ہیں۔ اور صرف اس بنا (وقصور) پر کہ تم اپنے پروردگار (حقیقی) پر یقین (ایمان) رکھتے ہو تمھیں شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میری راہ (حق) میں جہاد کرنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو (اور ساتھ ہی) میری رضامندی بھی حاصل کرنا چاہتے ہو' (اور کیفیت یہ ہے) کہ تم اُن لوگوں سے چپکے چپکے دوستی بھی جتلاتے ہو حالانکہ میں وہ سب کچھ خوب جانتا ہوں جو تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو۔ اور (یاد رکھو آئندہ) جو کوئی بھی تم میں سے یہ روش اختیار کرے گا تو (جان رکھو!) وہ بلاشبہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 ص 493)

(18) <u>دشمنان اسلام نے قریشی مومنین سے مل کر یہ ڈھونگ بنا رکھا ہے کہ ہم دونوں مل کر دنیا کے سامنے ایک دوسرے کے دشمن نظر آئیں اور دوستی کو پوشیدہ رکھیں۔</u>

دنیا کا کوئی شخص ہرگز اُن لوگوں کو دوست نہ رکھے گا جو اُسے گھر بار اور کاروبار سے محروم کر کے جلاوطن کر دیں اور کھل کر اُس کے اور اُس کے مذہب کے دشمن بھی ہوں۔ چونکہ قریشی مومنین کو دشمنان اسلام نے اپنے سیاسی و مذہبی مقاصد کے لئے حقیقی مومنین اور رسوؐل اللہ کے ساتھ روز اول سے لگا رکھنا تھا اس لئے اُن کا مسلمانوں میں اعتماد بحال رکھنے کے لئے اُن کو بھی بظاہر دشمنوں کی طرح نکال دیا تھا۔ اور اپنے مقاصد کو محفوظ اور پوشیدہ رکھنے کے لئے بظاہر دشمنوں کی طرح بات کرتے تھے اور خفیہ اور رازدارانہ طریقے پر ایک دوسرے کے دل و جان سے اور مذہباً دوست و ہمدرد وفادار رہتے تھے۔ اس راز کو اللہ نے مہذب اور محتاط زبان میں یہاں ظاہر کیا ہے۔ باقی حالات پرویز نے دبے الفاظ کے احاطے میں رہتے ہوئے اپنے ترجمے میں لکھ دیئے ہیں۔ یہ تھی وہ قریشی مومن قوم جس نے دشمنان اسلام کو ساتھ ملا کر رسوؐل کی حکومت پر قبضہ کیا اور اسلام وقرآن کے خلاف ایک خودساختہ اسلام وشریعت وغیرہ کے ساتھ آج تک موجود ہے۔ اُس قوم کے اقتدار وحکومت کو پرویز خدا اور رسوؐل کی جگہ لانے میں کوشاں ہیں اور اُسی قوم کے منصوبہ ساز لیڈر کو شاہکار رسالت بنا کر پیش کیا ہے اور چودہ سو سال میں قریش نے، قریشی دانشوروں نے، قریشی علمانے، قریشی محدثین و مفسرین ومورخین نے جس قدر جھوٹ بولا، جس قدر مکر و فریب کیا اُس سب کو پرویز نے چھان پھٹک کر شاہکار رسالت کی نذر کر دیا ہے اور ہم اُسی کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔

(19) <u>پرویز مندرجہ بالا آیت (60/1) کو بارہ سال کے غور وخوض وفکر وتدبر کے بعد اپنے مندرجہ بالا ترجمہ پر ملمع کر کے مفہوم القرآن میں یوں لکھتے ہیں۔</u>

''اَے جماعت مومنین! تم نظام خداوندی کے دشمنوں کو، جو خود تمہارے بھی دشمن ہیں، کبھی دوست نہ بناؤ (3/117) یعنی ایسا کبھی نہ کرو کہ تم اُن سے محبت ویگانگت کے تعلقات قائم کرو۔ درآنحالیکہ وہ اُس ضابطۂ دین کی مخالفت کر رہے ہیں جو تمہارے پاس خدا کی طرف سے آیا ہے۔ (تمہارے لئے معیار تعلقات دین ہونا چاہیے نہ کہ ذاتی رجحانات یا رشتہ داریاں (60/4'9'13) اُن کی دشمنی کا یہ عالم ہے کہ اُنھوں نے تمہیں اور تمہارے رسوؐل کو اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیا، کیوں کہ محض اس جرم کی بنا پر کہ تم اپنے نشو ونما دینے والے اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم سوچو کہ کیا یہ دو باتیں کبھی ایک جا ہو سکتی ہیں کہ تم ایک طرف تو میرے قانون کا اتباع کرتے ہوئے اس نظام کے قیام کے لئے جہاد کرنے کو

نکلے ہو اور دوسری طرف ان دشمنوں سے درپردہ دوستی کے تعلقات بھی استوار کرو؟ یاد رکھو کہ تم جو کچھ بھی چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ سب ہماری نگاہ میں ہے۔ سو تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا وہ زندگی کی سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1302۔1303)

قارئین پرویز کا وہ ترجمہ اور یہ مفہوم ساتھ ساتھ پڑھ کر دیکھیں صاف نظر آ جائے گا کہ اس مفہوم میں پرویز نے قریش کو غداری اور دشمنوں سے دوستی کے جرائم کے مجرم نہیں رہنے دیا بلکہ انہیں انتباہ کرنا (warning) کرنا بنا کر آیت کو اُلٹ دیا۔ بہرحال یہاں پرویز نے اُن لوگوں کو نظام سے الگ کر دیا ہے جو آیت میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مخاطب کئے گئے ہیں۔ یعنی مخاطب خود نظام نہیں تھے بلکہ نظام کو قائم کرنے کے لئے نکلے تھے اور دشمنانِ اسلام سے ساز باز کر رہے تھے۔

(20) اللہ کو قانون خداوندی بنا کر قرآن کو اپنے ماتحت کرنے سے اللہ ماتحت ہو جائے گا۔

قارئین دیکھ چکے ہیں کہ رسولؐ کی قوم نے قرآن کو مجبور کر کے اپنے تابع کر لیا تھا (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754) لہٰذا اب اگر پرویز اللہ کو قانون خداوندی میں بدل دیں تو جس کے قبضے میں قانون خداوندی یعنی قرآن ہوگا اللہ کو اُس کے قابو میں ماننا پڑے گا۔ چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت کا ترجمہ اور مفہوم دیکھنے سے فیصلہ کر لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِمَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ O (3/172)

پرویزی ترجمہ۔ ''جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی پکار کا جواب دیا اور (جنگ کیلئے تیار ہو گئے) باوجودیکہ (اِس سے ذرا ہی پہلے) وہ زخم کھا چکے تھے سو یاد رکھو اُن میں سے جو لوگ نیک کردار اور متقی ہیں یقیناً اُن کیلئے (اللہ کے حضور) بہت بڑا اجر ہے۔'' (معارف القرآن 4 صفحہ 616)

پرویزی مفہوم۔ ''اُن مومنین کے اعمال کا بدلہ جو مصائب و مشکلات کے زخم خوردہ ہونے کے باوجود اللہ اور رسولؐ (نظام خداوندی) کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے، سرفروشانہ باہر نکل آتے ہیں۔ یہ ہے قانون خداوندی کی نگہداشت کا وہ حسن کارانہ شعار زندگی جس کا ایسا عظیم اجر ملتا ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 166)

مفہوم میں پرویز نے تین کام کئے۔ اول یہ کہ اللہ اور رسولؐ کو نظام خداوندی میں بدل دیا۔ دوم یہ کہ ترجمہ میں متقی ہونے کی شرط تھی مفہوم میں غیر مشروط طور پر تمام مومنین کو اجر عظیم دے دیا۔ سوم یہ کہ تقویٰ کو قوانین خداوندی کی نگہداشت بنا دیا۔

تقویٰ ہی نہیں بلکہ وہاں تو اللہ بھی قوانینِ خداوندی ہے۔

اگلی آیت کا پرویزی ترجمہ۔ ''یہ وہ لوگ ہیں جن سے بعض آدمی کہتے تھے ''تم سے جنگ کرنے کیلئے دشمنوں نے بہت بڑا گروہ جمع کر لیا ہے پس چاہیے کہ اُن سے ڈرتے رہو (اور مقابلے کے لئے باہر نہ نکلو)''۔ لیکن (بجائے اس کے کہ یہ بات سُن کر وہ خوفزدہ ہو جاتے) اُن کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ وہ (بے خوف و خطر ہو کر) بول اُٹھے (قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ O 3/173) ''ہمارے لئے اللہ کا سہارا بس ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا کارساز ہے۔'' (معارف القرآن جلد 2 صفحہ 122۔123)

اسی آیت کا پرویزی مفہوم۔ ''یہ وہ صاحبانِ عزم و یقین ہیں کہ جب اُن سے لوگ کہتے ہیں کہ دشمن نے تمھارے خلاف لشکر جرار جمع کر رکھا ہے اس لئے اُس سے ڈرنا چاہیے تو اس سے اُن کا ایمان اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ دل کے پورے اطمینان سے کہتے ہیں کہ دشمن کا لشکر بڑا ہے تو ہوا کرے ہمارے ساتھ قانون خداوندی کی تائید و نصرت ہے۔ (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 166)

16۔قریشی حکومت کواللہ ورسوؐل کے تمام اختیارات سونپنے اور قریشی حکومت کو،اس کے غلبہ کو،اُس کے اقتدار کو،اللہ کی حکومت بنانے کا

تیسرا سلسلہ:

ہم نے پرویز کے قلم سے اُن کے باطل مقاصد کو برابر پیش کیا ہے پھر سُنیئے :

۔''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دین کے غلبۂ اسلام کے تمکن' حزب اللہ کی کامیابی وظفرمندی کے متعدد مقامات پر وعدے کئے ہیں ۔ اس غلبہ اور کامیابی کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ اللہ ورسوؐل کی کامیابی ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 621)

ہم پرویز کے بیان سے متفق ہیں۔مگر پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بعد وفاتِ رسوؐل یعنی رسوؐل کی عدم موجودگی میں جس دین کی یا جس اسلام کی یا جس گروہ یا حزب کی کامیابی یا غلبہ یا تمکن یا ظفرمندی کی بات ہورہی ہے اُسے اللہ نے اپنا دین یا اپنا اسلام یا اپنا گروہ(حزب اللہ) فرمایا ہے اور یہ کہ رسوؐل یا رسوؐل ایسی ہستی اُس دین یا اُس اسلام یا اُس گروہ کے ساتھ ہے یا نہیں۔ یہ تو کوئی بھی نہ مانے گا کہ آپ خود ہی کسی دین کو اللہ کہہ دیں یا سمجھ لیں یا لوگوں کے خود ساختہ اسلام(لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754) کو اللہ کا اسلام مانتے اور کہتے ہیں یا کسی بھی گروہ کو حزب اللہ بنادیں۔اب اس سلسلے کی آیات پیش کرتے ہیں۔

(1) كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌO(58/21)

پرویزی ترجمہ:۔''اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسوؐل ہی غالب رہیں گے بلاشبہ اللہ قوت وغلبہ والا ہے''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 621)

پرویزی تشریح:۔''ظاہر ہے کہ یہ غلبہ اور تسلط اسلامی حکومت ہی کا تمکن وتسلط تھا۔ورنہ اللہ تو ہر جگہ غالب ہے۔لہٰذا اللہ ورسوؐل کے غلبے سے مراد نظام اسلامی کے غلبہ واستیلا ہی سے ہے۔''(مفہوم القرآن جلد 4 صفحہ 621)

یہ ہر نام نہاد اسلامی حکومت کا یا ہر نام نہاد نظام اسلامی کی بات نہیں ہے یہ حکومت یا نظام اُس وقت اسلامی حکومت یا اسلامی نظام کہلائے گا جب رسوؐل اس پر حکمران اور منتظم ہو۔ورنہ نہیں نہیں نہیں۔

پرویزی مفہوم میں اللہ کو حق بنایا گیا ہے اور حق کا علمبردار رسوؐل اللہ کو کہا ہے(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1292) لہٰذا رسوؐل کی سربراہی برقرار نہیں تو وہ حکومت ابلیس کی حکومت ہے وہ نظام شیطانی ہے اور وہ حزب الشیطان کہلائے گا۔

(2) عہدِ رسوؐل کے تمام مومنین مل کر بھی یعنی بحیثیت قومی بھی کوئی اسلامی پوزیشن نہ رکھتے تھے اگر رسوؐل اُن میں خوشی سے شریک وشامل نہ ہو۔''

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَOاَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْىُ الْعَظِيْمُO(توبہ 63۔9/62)

پرویزی ترجمہ:''(اے پیروان دعوت ایمانی) یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں، حالانکہ اگر یہ واقعی مومن ہوتے تو سمجھتے کہ اللہ اور اُس کا رسوؐل اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُسے(اپنے ایمان وعمل سے) راضی رکھیں۔کیا(ابھی تک) اُنھوں نے یہ بات(بھی) نہ جانی کہ جو کوئی اللہ اور اُس کے رسوؐل کا مقابلہ کرتا ہے اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے ہمیشہ اس میں جلے گا۔اور یہ بہت ہی بڑی رسوائی ہے(جو کسی انسان کے حصہ میں آسکتی ہے)(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 622)

عملی ومشہود ومحسوس اللہ خود رسوؐل کی ذاتِ پاک ہے۔

اس کا پرویزی مفہوم دیکھنے سے پہلے یہ دیکھیں کہ آیت (9/62) میں اللہ اور رسوؐل کی رضا مندی حاصل کرنے کا مطلب تنہا رسوؐل کی رضا مندی ہے اس لئے کہ یہاں اللہ ورسوؐل دونوں کی رضا مندی مطلوب ہوتی تو آیت کا جملہ یوں ہوتا کہ وَاللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْھُمَا لیکن اللہ نے یہاں خود کونکال کر تنہا رسوؐل کو اَنْ یُّـرْضُــوْہُ کہہ کر پیش کر دیا ہے۔ تاکہ رسوؐل کی مشہود ومحسوس رضا مندی کو اللہ ہی کی رضا مندی سمجھا جائے۔ قارئین اگر مومن ہیں تو اُنہیں اللہ ورسوؐل کو ایک سمجھنے میں تکلف نہ کرنا چاہیے۔ یہاں پرویز نے بھی اس پہلو کا اپنے ترجمے میں خاص خیال رکھا ہے اور خود بھی واحد کی ضمیر کو ملحوظ رکھا ہے۔ اب اُن کا مفہوم دیکھئے:

پرویزی مفہوم بابت آیات (63-9/62)۔

''اے جماعت مومنین یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمہارے سامنے قسمیں کھا کھا کر تمہیں راضی کر لیں لیکن تم اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لو کہ (یہاں افراد کے راضی کرنے یا نا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) اصل سوال خدا اور رسوؐل (نظام خداوندی) کو راضی کرنے کا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ اس نظام کی صداقت پر سچے دل سے ایمان لائیں (9/62) کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ جو شخص نظام خداوندی کی مخالفت کرتا ہے تو اُس کیلئے جہنم کا عذاب ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ عذاب کیا؟ بہت بڑی ذلّت ورسوائی۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 434)

پرویز نے کیا تبدیلی کی؟ یہاں پرویز نے۔1۔ واحد کی ضمیر کو یک سر گول کر دیا۔2۔ خدا اور رسوؐل کو اکٹھا کر کے نظام خداوندی بنایا ہے۔ مگر واحد کی ضمیر تنہا رسوؐل کو نظام خداوندی بناتی ہے۔3۔ یہاں بھی مان لیا گیا کہ سارے مومنین کی رضا مندی کوئی مقام نہیں رکھتی ہے اور رسوؐل کا موجود ورضا مند ہونا لازم ہے۔ ورنہ پرویز کا مقصد باطل رہے گا۔

یعنی قریشی حکومت اور قریش کی ساری نام نہاد مومن رعیت یا قوم نہ اسلامی حکومت کہلاسکتی ہے نہ اللہ ورسوؐل کی طرف سے نمائندہ بن سکتی ہے۔

(3) جس قوم کو پرویز اللہ ورسوؐل کا نمائندہ بنا کر اُن کی خود ساختہ حکومت کو اللہ ورسوؐل کی حکومت بنانے کی فکر میں ہیں اُن کا حال قرآن میں کیا ہے؟

پرویز اپنے باطل مقاصد کو اپنے پیروؤں کے قلوب میں راسخ کرنے میں اتنے محو ہو جاتے ہیں کہ انہیں آیت میں آنے والے ایک دو الفاظ کے سوا باقی الفاظ کا خیال تک نہیں رہتا۔ اب جو آیت وہ پیش کرنے والے ہیں اُس میں قریشی مومنین کا حال غور سے پڑھیے:

یَسْـئَـلُوْنَکَ عَـنِ الْاَنْـفَـالِ قُـلِ الْاَنْـفَـالُ لِـلّٰـہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بِیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَO (سورہ انفال 8/1)

پرویزی ترجمہ: ''(اِے پیغمبرؐ اسلام!) لوگ تم سے پوچھتے ہیں ''مال غنیمت کے بارے میں کیا ہونا چاہیے؟ کہہ دو'' کہ مال غنیمت دراصل اللہ اور اُس کے رسوؐل کا ہے پس اگر تم مومن ہو تو چاہئے کہ (اس کی وجہ سے آپس میں جھگڑا نہ کرو) اللہ سے ڈرو، اپنا باہمی معاملہ درست رکھو اور اُس کی اور اُس کے رسوؐل کی اطاعت میں سرگرم رہو۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 623-624)

پرویز کی تشریح۔''یہاں یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ اور رسوؐل سے مراد مرکز حکومت ہے۔ چنانچہ رسوؐل کے زمانے میں جس قدر غزوات میں مال غنیمت ہاتھ آیا وہ سب کا سب ایک جگہ جمع ہو جاتا تھا اور پھر حضورؐ اُس کی تقسیم کرتے تھے یعنی وہ مال افراد کی ملکیت نہ تھا بلکہ حکومت کی ملکیت تھا۔ (ایضاً صفحہ 624)

پرویز نے اپنی تشریح میں یہ تو چاہا ہے کہ رسوؐل اللہ کے بعد قائم ہونے والی حکومت کو نہ صرف مرکز ملت بنا دیا جائے بلکہ سربراہان حکومت کو اللہ ورسوؐل

کے اختیارات دے کر اموال کا مالک بھی بنا دیا جائے لیکن آیت میں تو تمام مخاطب لوگوں کا یہ حال ہے کہ نہ اُن کے آپس کے ذاتی و جماعتی و گھریلو حالات میں اسلام کی وجہ سے کوئی سدھار یا اصلاح ہوئی ہے نہ وہ اپنے اقوال و اعمال میں خوف خدا رکھتے ہیں اور نہ ہی اللہ اور رسوؐل کی اور اُن کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور اُن سے یہی کچھ آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم مومن ہوتے تو ان خرابیوں اور خامیوں کو دور کر لیتے۔ پرویز نے یہ سب کچھ مان لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اللہ و رسوؐل سے مراد مرکز حکومت ہے۔ پرویز کو بتایئے کہ اللہ و رسوؐل سے مراد نہیں بلکہ یہ کہیے کہ صرف اللہ و رسوؐل ہی مرکز حکومت ہوتے ہیں اور کوئی نہ مرکز حکومت ہوسکتا ہے اور نہ مرکز ملت ہوسکتا ہے اور مزید کہ اللہ تو غیر محسوس و غیر مشہود ہستی ہے اُسے کسی حکومت کا مرکز کہنا یا کسی جماعت کا مرکز قرار دینا غلط اور اُس کی توہین ہے بلکہ حقیقی مرکز اللہ کا رسوؐل ہی ہوتا ہے۔

پرویزی مفہوم سے بھی استفادہ کرنا لازمی ہے۔

پرویز کا مفہوم بھی دیکھئے:۔''اے رسوؐل یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ حکومت کی جو آمدنی مقررہ واجبات کے علاوہ ہو وہ کس کے پاس جائے گی؟ ان سے کہہ دو کہ وہ آمدنی خدا اور رسوؐل (نظام مملکت) کی ہوگی۔ (تم اس بارے میں جھگڑو نہیں بلکہ) قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور آپس میں معاملات درست رکھو اور ہمواریاں پیدا کرتے رہو اور خدا اور رسوؐل۔۔۔نظام خداوندی۔۔۔۔کی اطاعت کرتے رہو۔ یہی مومنین کا شعار ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 393)

اسی صفحہ پر پرویز نے مان لیا ہے کہ انفال کے معنی مال غنیمت نہیں ہوتے۔

(4) آخر رفتہ رفتہ پرویز نے مسلمانوں کے ہر فاجر و فاسق و ظالم بادشاہ و خلیفہ کو اور ہر نام نہاد امام کو اللہ و رسوؐل کا مقام دے دیا۔

اب قارئین وہ آیت پڑھیں گے جس سے پرویز رسوؐل کے بعد قائم ہونے والی مسلمان نام کی ہر حکومت اور حکمران کو اللہ و رسوؐل کا مقام دیتے ہیں۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ O (انفال 8/41)

پرویزی ترجمہ۔''اور جان رکھو جو تمہیں مال غنیمت میں ملے اُس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے، رسوؐل کے لئے (رسوؐل کے) قرابتداروں کے لئے، یتیموں کے لئے، مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے نکالنا چاہیے (اور بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاسکتے ہیں) اگر تم اللہ پر اور اُس (غیبی مدد) پر یقین رکھتے ہو جو ہم نے فیصلہ کر دینے والے دن اپنے بندے پر نازل کی تھی۔ جب کہ دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے۔ تو چاہیئے کہ اس تقسیم پر کاربند رہو اور (یاد رکھو) اللہ کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں ہے۔''

(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 624)

پرویزی تشریح۔ ''یہ خمس (پانچواں حصہ) اللہ و رسوؐل کے لئے تھا۔ اس خمس کی تفصیل مصارف سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ بیت المال میں جائے گا اور وہاں سے اُن اجتماعی امور میں صرف ہوگا جن کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ ان مقامات سے ظاہر ہے کہ اللہ و رسوؐل سے مراد مسلمانوں کا امام ہے۔'' (ایضاً جلد 4 صفحہ 624)

پرویز بہر حال قرآن سے نامراد رہے یعنی اللہ نے مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام پر یہ نہ کہا کہ اُن سے حکومت مراد ہے یا مسلمانوں کا امام مراد ہے۔ خود ہی مراد لیتے اور نامراد ہوتے رہے۔ قرآن کہیں بیت المال کا تذکرہ نہیں کرتا۔ خود ساختہ دین بے دینی ہے۔

پرویز کا مفہوم بھی دیکھتے چلیں:

۔’’جنگ کے سلسلے میں اس اہم حقیقت کو بھی پیش نظر رکھو کہ اس سے پہلے تمھارا دستور یہ تھا کہ جنگ میں جو کچھ کسی کے ہاتھ آجائے وہ اُسی کا مال ہو۔ یہی لُوٹ کا مال وہ بنیادی جذبہ تھا جس کے لئے تم میدان جنگ میں جایا کرتے تھے۔لیکن اب جنگ ظلم کو روکنے اور نظام عدل و احسان قائم کرنے کے لئے ہوگی۔اس لئے اس میں جذبۂ محرکہ لوٹ کا مال حاصل کرنا نہیں ہوگا۔یاد رکھو میدان جنگ میں جو مال غنیمت بھی ملے گا اُس میں سے پانچواں حصہ۔۔۔۔۔۔’’خدا و رسوؐل‘‘۔۔۔۔یعنی مملکت کی انتظامی ضروریات ۔۔کے لئے رکھ کر باقی ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے میں صرف کیا جائے گا۔۔۔مثلاً (میدان جنگ میں جانے والوں اور کام آجانے والوں، اقربا کے لئے یتیموں کے لئے اور معاشرہ میں بے یار و مددگار تنہارہ جانے والوں کے لئے۔اُن کے لئے جن کا چلتا ہوا کاروبار رُک گیا ہو یا جو کسی حادثے کی وجہ سے کام کاج کے قابل نہ رہے ہوں۔ نیز اُن مسافروں کے لئے جو مدد کے محتاج ہوں۔ہم جانتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ آئے ہوئے مال سے یوں دستکش ہوجانا کچھ آسان کام نہیں۔لیکن اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اُن احکام پر جو ہم نے اپنے بندے پر اُس دن نازل کئے تھے جب دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل آئے تھے۔اور جب حق و باطل نکھر کر سامنے آگئے تھے (تو تمہارے لئے ایسا کرنا مشکل نہ ہوگا مستقل اقدار پر ایمان اس قسم کی تمام جاذبیتوں کو ٹھکرا سکتا ہے) اسے اچھی طرح یاد رکھو کہ اللہ نے ہر شے کے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں اور اُن پر اُس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔(اس لئے اُس کے قانون پر عمل پیرا ہونے سے تمہیں کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا)۔

پرویز نے آیت (8/41) کو بکواس بنا کر رکھ دیا ہے: قارئین اس مفہوم میں رسوؐل کے قرابتدار بالکل غائب کر لئے گئے اور یہ قریشی حکومتوں کے عملدرآمد کی تائید میں کیا گیا ہے (دیکھو علامہ مودودی کی تشریحات نمبر 32 جلد دوم صفحہ 145۔146) پھر یہ دیکھیں کہ یہ آیت پرویز کی دینی بصیرت کے مطابق بالکل ناقص و نامکمل ہے۔ پرویز یہ چاہتے تھے کہ وہ سب کچھ آیت میں نازل کیا گیا ہوتا جو اُنہوں نے اپنے ذہن سے قرآن کا مفہوم کہہ کر لکھا ہے۔اس سے قارئین خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ پرویز نے ترجمے کا طریقہ کیوں چھوڑا؟ اور مفہوم لکھنا کیوں پسند کیا؟ اس طرز عمل کے بعد بھی پرویز یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خالص قرآن کی تعلیمات پیش کر رہے ہیں۔حالانکہ اُن کے پیش کردہ مفاہیم میں بمشکل دس فیصد قرآن ہوتا ہے اور نوے فیصد قریش یا ابلیس ہوتا ہے یا وہ خود ہوتے ہیں۔

تنہا رسوؐل کو مرکز ملت بنانے اور پھر قریشی حکومت کے خود ساختہ خلیفہ کو رسوؐل کی جگہ لانے کا چوتھا سلسلہ دیکھیں:

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ پرویز اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں اس قدر منہمک ہوجاتے ہیں کہ رسوؐل اللہ کے وہ فضائل بھی لکھ جاتے ہیں جو قریش کے مذہب و عقائد کو مسمار کرنے والے ہوتے ہیں۔چنانچہ یہاں اُنہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ:

۔’’اللہ اور رسوؐل کے لئے‘‘ واحد کا صیغہ: یہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ۔

’’قرآن کریم میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن میں اللہ و رسوؐل کے الفاظ آئے ہیں لیکن اُن کے لئے صیغہ واحد کا استعمال ہوا ہے۔حالانکہ عربی کے عام قاعدے کی رو سے دو (اللہ اور رسوؐل) کے لئے تثنیہ کا صیغہ آنا چاہیے مثلاً‘‘ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 626)

اس کے بعد پرویز نے بطور مثال مندرجہ ذیل آیات لکھیں، ترجمہ لکھا اور کچھ ریمارکس دیئے ہیں وہ سب پیش کئے جاتے ہیں:

اول: اللہ ورسولؐ کی اطاعت درحقیقت رسولؐ اللہ کی اطاعت ہےاوراس کے خلاف حکومت بنانے کی ممانعت:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَاتَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَO(8/20)

پرویزی ترجمہ۔''اَے پیروانِ دعوت ایمانی اللہ اوراُس کے رسولؐ کی اطاعت کرواوراُس سے روگردانی نہ کرواورتم (صدائے حق)سُن رہے ہو۔'' دیکھئےاس میں اللہ ورسولؐ کی اطاعت کاحکم ہےلیکن وَ لَا تَـوَلَّوْاعَنْہُ میں(عَنْہُ) کی ضمیرواحدغائب کی ہے۔اس سے ذرا آگے ہے۔''(معارف القرآن جلد4 صفحہ 627)

اس کے بعد پرویز دوسری مثال میں آیت لکھتے ہیں جسے ہم بھی فارغ ہوکرلکھیں گےمگر پہلےمفہوم القرآن کودیکھ لیں کہ وہاں پرویز نے کیا لکھاہے۔

مفہوم القرآن سے۔''تم خدااوررسولؐ کی پوری پوری اطاعت کرواوراُس کےاحکام کوسُن کراُن سےکبھی گریز کی راہیں نہ نکالو۔''(مفہوم جلداول صفحہ 398)

پرویزنےمفہوم میں بھی واحدکاصیغہ بحال رکھاہےلیکن یہاں اللہ ورسولؐ ساتھ لکھ کربھی نظام خداوندی لکھنا پہلی دفعہ بھولے ہیں۔

رسولؐ کے برخلاف حکومت بنانے کی پالیسی پرویزنے چھپالی:

پرویزنےآیت(2/205)میں لفظ۔''تَـوَلّٰی ۔'' کےمعنی۔''حکومت اوراقتدار۔'' کئے تھےتویہاں بھی۔''وَلَا تَـوَلَّـوْاعَنْـہُ '' کے معنی۔''اوررسولؐ کےخلاف حکومت اوراقتدارحاصل کرنےکی پالیسی ترک کردو۔'' کرناچاہئیں تھے۔

(2) اللہ اوررسولؐ کےلئے واحدکی ضمیرپرپرویزکی دوسری آیت:

اِس کےبعدپرویزکی مثالوں میں سےدوسری مثال پریہ آیت دیکھئے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَO(8/24)

پرویزی ترجمہ:''اِے پیروانِ دعوت ایمانی!اللہ اوراُس کےرسول کی پکارکاجواب دوجب وہ پکارتاہےتاکہ تمہیں موت کی حالت سے نکال کرزندہ کردےاورجان لوکہ(بسااوقات ایساہوتاہےکہ)اللہ (اپنےٹھہرائےہوئےقانون واسباب کےذریعہ)انسان اوراُس کے دل کےدرمیان حائل ہوجاتاہےاورجان لوکہ(آخرکار)اُسی کےحضورجمع کئےجاؤ گے۔''اس میں بھی اللہ اوررسول کےالفاظ موجودہیں لیکن اِذَادَعَاکُمْ میں صیغہ واحدغائب کاہے۔''(معارف القرآن جلد4 صفحہ 627)

ہمارے ریمارکس: قارئین دوباتیں نوٹ کریں۔اول یہ کہ پرویزاورقریش یہ نہیں مانتےکہ محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مردہ کوزندہ کرسکتے تھے یاکسی کی زندگی میں اضافہ کرسکتے تھے۔اس لئےاللہ کےقرآن میں فرمادینےکےباوجودبھی وہ اللہ کی اصلاح کرتےہیں اوربتاتےہیں کہ گمراہی کی زندگی موت کی حالت ہوتی ہےاس لئےرسولؐ صرف گمراہی سےنکالتاہےجسےزندگی دینایازندہ کرناکہاگیاہے۔دوم یہ نوٹ کریں کہ یُحْیِیْکُمْ بھی واحدغائب کاصیغہ ہے۔یعنی اللہ نےیہاں کھل کررسولؐ اللہ کواپنی جگہ دی ہےیہاں تک کہ زندگی اورموت میں بھی اُنہیں تنہامختار بنایاہےاورپرویز کومجبورکردیاہےکہ وہ رسولؐ کےبغیراپنی خودساختہ حکومت نہ بناسکیں۔

(3) مفہوم القرآن سےتنہارسولؐ نظام خداوندی مانےگئےہیں اورنظام خداوندی کےمرکزبھی وہی تنہاہیں اُن کےگردجمع رہنابھی واجب ہے۔

اِس عنوان میں پرویزنےدبی زبان میں رسولؐ اللہ کوزندگی عطاکرنےوالامان لیاہےاورساتھ ہی واحدکی ضمیرکوملحوظ رکھاہےسُنیے:

۔’’اَے جماعتِ مومنین! (دیکھنا؛ تم کہیں ایسے نہ ہو جانا) تم ہمیشہ۔’’اللہ ورسوؐل‘‘ (نظام خداوندی) کی آواز پر لبیک کہو جب وہ تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہے جو تمھیں زندگی عطا کرنے والی ہے ایسا بھی ہو جایا کرتا ہے کہ بجائے اس کے کہ خدا کا حکم انسان کے ارادوں کی پختگی کے ساتھ پیوست رہے وہ اُس کے جرأت مندانہ ارادوں اور حوصلوں کے پست کر دینے والے جذبات کے درمیان گھر جاتا ہے اور اس طرح انسان میں تذبذب کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ تم اس حقیقت کو اپنے سامنے رکھو کہ تمھیں نظام خداوندی کے مرکز کے گرد ہی جمع ہونا ہے۔ اُسے چھوڑ کر کسی اور طرف نہیں نکل جانا اور تمھارے ہر اقدام کی تم سے جواب طلبی ہونی ہے۔‘‘
(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 399۔ 398)

قریشی حکومت پرویز کے مفہوم سے باطل ہوگئی: اس لئے کہ ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی کے پاس حکومت سازی کے لئے رسوؐل کی طرف سے قرآن میں کوئی اجازت یا حکم موجود نہیں ہے۔ یعنی وہ حکومت سازی کے لئے اللہ ورسوؐل کے گرد جمع نہیں ہوئے تھے۔

(4) اللہ ورسوؐل کے لئے واحد کی ضمیر آنے کے لئے پرویز کی تیسری آیت:

پرویز کی پیش کردہ تیسری آیت (24/48-49) کہتی ہے کہ:

وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ○وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ○

پرویزی ترجمہ: ۔’’اور جب یہ (منافقین) اللہ اور اُس کے رسوؐل کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ اِن (کے امر متنازعہ فیہ) کے درمیان فیصلہ کر دے تو اُن میں سے ایک فریق پہلو تہی کر لیتا ہے اور اگر اُن کا کوئی حق (کسی پر) واجب ہو تو اُس (مرکز ملت) کی طرف سر جھکائے ہوئے چلے آتے ہیں (24/48۔49)۔‘‘ دیکھئے اللہ ورسوؐل کے الفاظ موجود ہیں لیکن لِيَحْكُمَ میں صیغہ واحد کا ہے‘‘ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 627)

پرویز اپنے قلم سے جن مومنین کو پسند نہیں کرتے انہیں بریکٹ میں منافقین بنا دیتے ہیں لیکن منافقین میں تو دو فرقے نہ تھے فرقے تو قریشی مومنین میں تھے۔ نوٹ کریں کہ تیسری آیت ہے کہ جس میں اللہ کی جگہ رسوؐل اللہ کو دے دی گئی ہے۔ مفہوم القرآن میں لکھا ہے کہ:

مفہوم القرآن سے آیات (24/48۔49) کو دیکھ لیں؟

۔’’جب انہیں۔’’اس نظام کی طرف بلایا جاتا ہے، جسے رسوؐل نے خدا کے احکامات نافذ کرنے کے لئے متشکل کیا ہے۔ تا کہ وہ اُن کے متنازعہ فیہ معاملات کا فیصلہ کرے تو وہ گروہ (جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے) اس سے اعراض برتتا ہے۔ لیکن اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ فیصلہ اُن کے حق میں ہوگا تو وہ اُس کی اطاعت کے لئے لپک کر آتے ہیں۔‘‘ (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 808)

(5) پرویز نے کیا کیا بنایا اور کیا کیا بگاڑ دیا ہے؟؟

اول۔ اللہ ورسوؐل کو پھر وہ نظام بنا دیا جسے رسوؐل اللہ نے شکل وصورت دی تھی یعنی رسوؐل نے خود کو بھی اور اللہ کو بھی بنایا تھا۔ دوم، اُس نظام کو فیصلہ کرنے والا بنایا اور نظام سے اعراض کرنا جانا۔ یعنی رسوؐل خود ہی اللہ بھی ہے اور رسوؐل بھی اور نظام بھی ہے یعنی رسوؐل خود اپنا خالق بھی ہے، اللہ کا خالق بھی ہے اور نظام کا خالق بھی رسوؐل ہی ہے۔ بتایئے پرویز سے زیادہ کسی اور نے قریشی حکومت کے لئے پاپڑ نہیں بیلے۔

(6) اللہ اور رسوؐل کے لئے واحد کی ضمیر لانے والی چوتھی آیت دیکھیں:

پرویز مثال میں چوتھی آیت لکھتے ہیں:۔

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ وَاِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا وَمَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُO (24/54)

پرویزی ترجمہ: ''اَے پیغمبر اسلام تم کہہ دو کہ (اَے مسلمانو) اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ تم (اطاعت سے) روگردانی کرنے لگ جاؤ تو سمجھ رکھو کہ رسوؐل کے ذمہ وہ (تبلیغ وارشاد) ہے جس کا اُس پر بار رکھا گیا ہے اور تمھارے ذمہ وہ (اطاعت و انقیاد) ہے جس کا بوجھ تم پر عائد کیا گیا ہے۔ اور اگر تم نے اُس کی اطاعت کر لی تو صحیح راہ پر لگ جاؤ گے (بہرحال) رسول کے ذمہ صرف احکام کو صاف صاف پہنچا دینا ہے (اور بس)۔'' (مسلسل عنوان اور تشریح یوں کی ہے کہ)

۔''**مرکز نظام حکومت**'' ۔''اِس میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا مطالبہ ہے لیکن عَلَیۡہِ اور تُطِیۡعُوۡہُ میں ضمائر واحد غائب کی ہیں۔ اِن مثالوں سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ و رسوؐل کی اطاعت سے مراد، دو الگ الگ، اطاعتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ کی وہ اطاعت ہو جو مرکز نظام دین (حکومت خداوندی) کی وساطت سے ظہور میں آتی ہے۔ اُن ضمائر میں واحد کے صیغے مرکز ملت (رسول) کے لئے آئے ہیں۔ جو اُس وقت رسول اللہ کی ذات گرامی تھی۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 627۔628)

باطل تصور یہ ہے کہ رسوؐل کے بعد ہر خلیفہ مرکز ملت ہوگا۔ مگر اس کے لئے تو میری جان آیات سے یہ حکم دکھانا ہوگا کہ رسوؐل کے بعد خود ساختہ حکومت کا ہر سربراہ یا خلیفہ اللہ و رسوؐل کی جگہ مرکز ملت ہوا کرے گا۔ اور اُسی حکم کے نہ ہونے کی وجہ سے تم سینکڑوں صفحات کالے کرتے اور چکر و فریب دیتے آرہے ہو اور ہم تمھاری نقاب اُلٹتے اور تمھارے باطل مقصد اور باطل قوم کا چہرہ دکھاتے جا رہے ہیں۔ اور سُنیں:

مفہوم القرآن سے آیت (24/54) کا پرویزی مفہوم:

۔''اِن سے کہہ دو کہ (اس طرح قسمیں کھا کھا کر اعتماد پیدا کرنے کے بجائے) عملاً اللہ اور اس کے رسوؐل (نظام خداوندی) کی اطاعت کر کے دکھاؤ (بات صاف ہو جائے گی) اگر اس کے بعد یہ لوگ اس سے روگردانی کریں (تو اس کی ذمہ داری ہمارے رسوؐل پر نہیں) رسوؐل کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تم تک احکام خداوندی واضح طور پر پہنچا دیں۔ اس کے بعد تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اُس کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں اگر تم اُس کی اطاعت کرو گے تو تمہیں زندگی کے صحیح راستے کی طرف راہنمائی مل جائے گی۔ (رُوگردانی کرو گے تو اس کا خمیازہ خود بھگتو گے)۔''

(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 810)

اللہ اور رسوؐل کی عملاً اطاعت تنہا رسوؐل کی اطاعت مان لی گئی ہے اور واحد کی ضمیر کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے مگر پرویز نے جان بوجھ کر لفظ تَوَلَّوۡا کے معنی غلط کئے ہیں۔ یہاں بھی اللہ نے قریش کو اپنی حکومت قائم کرنے کی سازش سے روکا اور خبردار کیا ہے۔

(7) ایسی آیت جس سے قیامت تک رسوؐل کے فیصلے کے بعد کسی مومن اور مومنہ کو اختیار باقی نہیں رہتا۔

اللہ اور رسوؐل کے تمام اختیارات کو رسوؐل کی ذات پاک میں مرکوز کرنے والی آیات کے بعد پرویز ایک ایسی آیت (33/36) لکھ مارتے ہیں جو تمام قسم کے مسلمانوں کے تمام قسم کے اختیارات چھین لیتی ہے اور اُنہیں قیامت تک نہ کوئی حکومت بنانے کا اختیار رہتا ہے نہ کوئی ایسا جائز و ناجائز اقدام کرنے میں آزاد رہتے ہیں جس کی پہلے سے رسوؐل نے اجازت نہ دی ہو۔ سُنیے لکھتے ہیں کہ:

وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ

ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًاO (33/36)

پرویزی ترجمہ: ''اور کسی مومن مرد و عورت کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کا رسولؐ کوئی فیصلہ صادر کر دے تو اُن (مومنوں) کو اس (فیصلہ کی تبدیلی) میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو کوئی (بایں ہمہ) اللہ اور اُس کے رسولؐ (کے احکام) کی نافرمانی کرے گا تو (جان لو کہ) وہ کھلی ہوئی گمراہی کی چال چل گیا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 628)

مفہوم القرآن دیکھ کر ریمارکس دیں گے۔

۔'' (اے رسولؐ انہیں یہ بھی بتادو کہ) جب کسی بھی معاملے میں خدا اور اس کا رسولؐ (نظام خداوندی) کوئی فیصلہ دیدے تو مومن مردوں اور عورتوں کو اُس میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا (4/65) انہیں بطیّب خاطر اس فیصلہ کا پابند رہنا ہوگا۔ جو اُس کی خلاف ورزی کرے تو وہ سیدھا راستہ چھوڑ کر بہت ہی غلط راستے پر جا پڑے گا (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 974)

آیت کے نزول کی وجہ ظاہری الفاظ سے واضح ہو جاتی ہے۔

یہ آیت اُس پورے نظام اجتہاد و مشاورت کو سامنے رکھ کر نازل ہوئی ہے جو رسولؐ کی مخاطب قوم قریش نے رسولؐ کی حکومت پر قبضہ کے بعد جاری کیا تھا اور بقول پرویز قرآن کو اپنا تابع اور محکوم بنالیا تھا اور ایک نیا دین اور شریعت گھڑ کر پھیلایا تھا۔ اسلام کے خلاف اعتقادات و رسومات وقوانین نافذ کئے تھے۔ اسلام کی مخالفت میں روایات و تفاسیر ایجاد کی تھیں (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754) لہٰذا اُن کو بتادیا گیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کرو گے وہ گمراہی ہوگی۔

18۔ پرویز کا پانچواں سلسلہ جس میں وہ اطاعت اور نافرمانی پر قرآن کی آیات پیش کرتے ہیں اور اپنے مشن کے خلاف بھی آیات لکھ ڈالتے ہیں

پرویز نے اپنی کتاب ۔'' شاہکار رسالت ۔'' میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جو لوگ عہد رسولؐ میں ایمان لائے تھے وہ سب کے سب حقیقی مومنین تھے اور اُن سے کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہوا جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہو لہٰذا پرویز تاریخ کے اُن تمام بیانات کو تہمت اور جھوٹ قرار دیتے ہیں جو قرآنی بیانات کے خلاف ہوں۔ یہاں تک کہ عہد رسولؐ کے مومنین کسی مومن کو بے جرم و بے خطا قتل نہ کر سکتے تھے نہ آپس میں جنگ کر سکتے تھے۔ اسی لئے اُنہوں نے ساری دنیا کے اور سارے مسلمانوں کی مسلّمہ جنگ جمل و صفین کا بھی انکار کر دیا ہے۔ اُن کے اس ابلیسی موقف کو ہم نے خود قرآن کی آیات میں عہد رسولؐ کے مومنین کی مذمت دکھا کر اولین عنوانات میں باطل ثابت کر دیا ہے اور اب وہ خود اُن مومنین کی مذمت قرآن سے دکھانے کے لئے آیات پیش کرنے والے ہیں۔ یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ کہیں کہیں پرویز گھبرا کر مومنین کو اپنی طرف سے بریکٹ میں منافق لکھ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ جہاں اللہ منافقوں کا ذکر کرتا ہے وہاں خود اُنہیں منافق کہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ منافق کوئی آسمانی مخلوق نہ تھی۔ قریش کے دو محاذ تھے ایک مومن بن کر قریش کے مقاصد حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا دوسرا محاذ کھل کر مخالفت و دشمنی کرتا تھا اور قوت کے ذریعے قریشی مقاصد و مفاد حاصل کرنے میں مصروف تھا۔ قریشی مرکز جن لوگوں کے ذریعے اپنے ان دونوں محاذوں سے رابطہ رکھتا تھا وہ منافق کہلاتے تھے یعنی وقتی طور پر مومن بن کر رابطہ قائم کرتے تھے ورنہ درحقیقت قریشی مخالف، قریشی مومنین اور منافقین سب ہم مسلک و ہم مذہب لوگ تھے۔

بہر حال پرویز کی طرف سے ایک آیت پڑھیے:۔

وَیَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَمَاۤ اُولٰٓئِکَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ O(24/47)

پرویزی ترجمہ : ''اور یہ (منافقین) لوگ (زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اُس کے رسوؐل پر یقین (ایمان) رکھتے ہیں اور ہم (دل سے) اطاعت کرتے ہیں۔ پھر ایسا ہوتا ہے کہ اُن میں کا ایک گروہ اس کے بعد خدا اور اُس کے رسوؐل کے حکم سے سرتابی کر بیٹھتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔'' ان ہی قوانین کا نام حدود اللہ ہے جن کی اطاعت ضروری ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 628)

قارئین دیکھیں کہ اس آیت میں کسی قانون یا قوانین کا ذکر نہیں ہوا ہے البتہ اب پرویز کے ذہن میں لفظ حدود اللہ گھوم رہا ہے لہٰذا اگلی آیت ایسی لائے ہیں جس میں لفظ حدود اللہ آیا ہے۔

پرویز کی پسندیدہ دوسری آیت: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO(4/13)

پرویز کا ترجمہ: ''۔(یاد رکھو) یہ اللہ کی (ٹھہرائی ہوئی) حد بندیاں ہیں۔ پس جو کوئی اللہ اور اُس کے رسوؐل کی فرمانبرداری کرے گا تو اللہ اُسے (ابدی راحتوں کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (اور اس لئے اُن کی شادابی کبھی متغیر ہونے والی نہیں) وہ (سرور و راحت کی) اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے جو اُنہیں حاصل ہوگی۔'' (ایضًا جلد 4 صفحہ 629)

(1) پہلی آیت (24/47) اور دوسری آیت (4/13) سے پرویز کے مقصد پر روشنی نہیں پڑتی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت پسند کرتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں آیتوں کی بھرمار سے پرویز کا مقصد آئے نہ آئے یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ پرویز کے ذہن میں اُن کی پیش کردہ آیات کا سلسلہ پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں کہیں پرویز اپنے قاریوں کو غوطہ دینے اور مصروف رکھنے کے لئے ہی آیات پٹختے رہے ہوں۔ بہر حال ان دونوں آیات کو مفہوم القرآن میں دیکھئے شاید وہاں مقصد کی کچھ جھلک ملے۔

(2) مفہوم القرآن میں بھی آیت (24/47) میں مذکور لوگوں کو منافق قرار دیا ہے حالانکہ وہاں دور دور منافقین کا ذکر نہیں۔

پہلے آیت (24/47) کا مفہوم پڑھئے۔

''بعض لوگ (منافقین) ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اُس کے رسوؐل پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کی اطاعت بھی کرتے ہیں لیکن اس کے بعد اُن کا ایک گروہ اس اطاعت سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے۔ یہ درحقیقت مومن ہیں ہی نہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 808)

(3) آیت (4/13) میں ازلی جنتیں غائب اور جنتی معاشرہ پیدا ہونے کی پیشنگوئی۔

ہم پرویز کے عقائد پر نہ بات کر رہے ہیں نہ تنقید منظور ہے ہم اُن کے ساتھ چلتے اور اُن کی ابلیسی حکومت کی راہیں روک رہے ہیں۔ یہاں یہ کہنا ضروری ہوگیا ہے کہ پرویز جنت اور جہنم کا جھگڑا مدت ہوئی کہ ختم کر چکے ہیں (دیکھو اُن کی کتاب نظام ربوبیت اور ہماری کتاب مواخذہ) مفہوم سُنیے:۔ ''یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو جو لوگ اُس ''نظام خداوندی'' کی اطاعت کریں گے جس کی تشکیل رسوؐل اللہ کے ہاتھوں سے ہوئی ہے اُن کیلئے ایسا جنتی معاشرہ پیدا ہو جائیگا جس کی شادابیاں سدا بہار ہوں گی اور یہ بہت بڑی کامرانی ہے۔'' (ایضًا جلد اول صفحہ 180)

(4) آیت (24/47) کے بیان کی قرآنی اور پرویزی اور عملی وضاحت۔

یہ تو قارئین نے دیکھ ہی لیا کہ پرویز اُس آیت (24/47) میں مذکور لوگوں کو بلا کسی قرآنی دلیل کے منافق قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہاں آیت کے اندر سے دو سوال اُٹھتے ہیں اول یہ کہ وہ لوگ ایمان اور اطاعت کا اقرار و اعلان کرتے ہیں مگر اللہ اُن سب کو ایمان سے خارج کرتا ہے تو

انہیں غیر مسلم کہنا چاہیے نہ کہ منافق۔ دوم یہ کہ اُن میں کا ایک گروہ ہمارے نزدیک ولایت سازی کی بناپر اور پرویز کے نزدیک اطاعت سے رو گردانی کی بناپر ایمان سے خارج ہونا چاہیے اور باقی لوگوں کو مومن ماننا چاہیے تھا یہ کیا بات ہے کہ اللہ نے تمام اقرار کرنے والوں کو اقرارِ ایمان و اطاعت اور رُوگردانی نہ کرنے کے باوجود تھوک میں یک سرایمان واطاعت سے خارج کر دیا ہے؟ اس کا صحیح اور مفصل جواب اللہ نے اُس آیت میں دیا ہے جہاں تمام نام نہاد مومنین کو مخاطب فرمایا ہے۔ سُنیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ....(نساء 4/136)

۔''اے مومن نام کے لوگو تم اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور تم اُس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسولؐ محمدؐ پر نازل کی ہے اور اُن تمام کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے قرآن سے پہلے نازل کی ہیں''۔ معلوم ہوا کہ وہ مومن تو تھے اور انہیں مومن کہہ کر پکارا بھی جاتا تھا مگر وہ کسی اور طرح کا ایمان لائے تھے۔ ویسا ایمان نہ لائے تھے جیسا خدا کو مطلوب تھا۔ لہٰذا آیت (24/47) میں اقرار اطاعت اور اقرار ایمان کرنے والے مومنین اسی گروہ کے مومن ومطیع تھے وہ اپنی قسم کا ایمان لائے تھے اور اطاعت بھی اُسی حد تک کرتے تھے جو حداُن کے ایمان نے مقرر کی تھی۔ یعنی اللہ کے نزدیک وہ درحقیقت سب کے سب مومن تھے ہی نہیں۔ رہ گیا اُن میں وہ گروہ جس کی روگردانی بیان ہوئی ہے (24/47) میں وہ وہ گروہ تھا جو قرآن کو مہجور کرنے کی قابلیت رکھتا تھا یعنی قریشی مومنین کا عالم ولیڈر گروہ جو دین وشریعت سازی کرتا تھا (لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754 اور مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821۔822) اس کی وضاحت کے لئے پرویز نے بھی ایک آیت (4/60) لکھی ہے جسے ہم یہاں پیش کرتے ہیں تا کہ بات کھل جائے۔

(5) <u>پرویز کے سلسلے میں نویں نمبر پر آنے والی آیت (4/60) تیسرے نمبر پر لائی جارہی ہے جس میں قریشی مومنین نظام اجتہاد سے فیصلے کرانا جائز سمجھتے تھے۔</u>

اس آیت کو لانے سے پہلے پرویز نے یہ عنوان لکھ کر آیت کو لکھنے کا مقصد یوں بیان کیا ہے کہ:

۔''<u>رسولؐ اور قرآن کی اطاعت۔</u>''

۔''بعض مقامات پر۔''<u>اللہ اور رسولؐ</u>۔'' کے الفاظ کی بجائے قرآن اور رسولؐ کے الفاظ بھی آئے ہیں، جن کا مفہوم بھی وہی ہے یعنی مرکز ملت جو قرآنی احکام کو نافذ کرے۔ غور فرمایئے پہلے یہ ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۝(4/60)

<u>پرویزی ترجمہ</u>:۔''اے (پیغمبر اسلام) کیا تم نے اُن لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی (یعنی منافقوں کی حالت پر) اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے وہ اُس پر یقین (ایمان) رکھتے ہیں۔ لیکن (عمل کا حال یہ ہے کہ) چاہتے ہیں اپنے جھگڑے قضیئے غیر خدائی طاقتوں کے سامنے لے جائیں۔ حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اُس سے انکار کریں (اور صرف اللہ اور اُس کے رسول ہی کی پیروی کریں) اصل یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ اُنہیں اس طرح گمراہ کر دے کہ راہ راست سے دور جا پڑیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 630)

(6) **مفہوم القرآن آیت (4/60) کی وضاحت میں قریشی مرکز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔**

پرویز کا مفہوم پڑھیے: ''اُن لوگوں کی حالت قابل غور ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ قرآن پر اور سابقہ کتب پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کے فیصلے انسانوں کے خودساختہ قوانین کی رو سے کرائیں۔ حالانکہ اُن سے کہہ دیا گیا تھا کہ قرآن پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ ہر غیر خدائی قانون سے انکار کر دیا جائے۔ اُن کی یہ روش اس لئے ہے کہ یہ قانون خداوندی کی اتباع کی بجائے اپنے مفاد پرستانہ جذبات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز انہیں راہ راست سے بھٹکا کر کہیں کا کہیں لے جاتی ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 197۔198)

(7) **اس آیت (4/60) کی وضاحت میں (31۔30/25) کا مفہوم پڑھنا صحیح نقاب کشائی کر دے گا۔ یہ اُس قوم کی بات ہے جسے شاہکار رسالت بنایا ہے۔**

پرویز نے لکھا ہے کہ: ''اور رسولؐ کہے گا کہ اَے میرے نشوونما دینے والے یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو اپنے خودساختہ معتقدات کی رسیوں سے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ اِنہوں نے اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کے بجائے اسے اپنے مسلک و مشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا۔ لیکن یہ ماجرا کسی ایک نبیؑ کے ساتھ مخصوص نہیں رہا جس نبیؑ نے جہاں اور جب خدا کا پیغام پہنچایا، انسانیت کے خلاف جرم کرنے والے گروہ نے ہمیشہ اُس کی مخالفت کی۔ لہٰذا اَے رسولؐ تمھیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے تیرا نشوونما دینے والا ان سب کے خلاف (مع پرویزی شاہکار کے) اس کیلئے کافی ہے کہ وہ تجھے زندگی کی کامرانیوں کی راہ چلائے اور ہر مشکل مقام پر تیری مدد کرے۔'' (31۔30/25) مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 822۔821) (مزید تفصیل لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754 پر ملاحظہ ہو۔ احسنؔ)

اب قارئین کی سمجھ میں آجانا چاہیے کہ ہم جگہ جگہ قریشی مومنین کیوں لکھتے ہیں اور یہ کہ اُنہوں نے اپنا ایک الگ اللہ، ایک رسولؐ اور ایک قرآن بنالیا تھا اور آیات (4/60 اور 4/136) وغیرہ میں قریشی قسم کے مومنین کا ذکر ہوا ہے اور زیر قلم آیت (4/60) میں طاغوت سے مراد قریش کا وہ لیڈر مراد ہے جو انہیں قوانین بنا کر برابر دیتا جا رہا تھا۔ اُسی کو وہاں اَلشَّیْطٰن کہا گیا ہے یعنی ایک خاص شیطان وہی شیطان جس کو قریش کے سب سے بڑے یار نے شیطان قرار دیا ہے جس سے اُس کے دوست نے رسولؐ کا راستہ ترک کرا دیا تھا (29 تا 25/27) وہی شیطان وہ شخص تھا جسے پرویز نے شاہکار رسالت بنا دیا ہے۔ یہ وہی شیطان ہے جس کی پیروی ابلیس نے اختیار کی تھی (7/175)۔

(8) **رسولؐ اللہ کے زمانہ میں پرویزی تحریروں کے مطابق کیسے مومنین موجود تھے۔**

پرویز کے پانچویں سلسلے میں حدود اللہ کی پابندی پر آیت (4/13) پرویز کی طرف سے پیش کی جا چکی ہے (عنوان نمبر 18) اب اُن کی طرف سے حدود اللہ کی خلاف ورزی کی آیت سُنیئے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌO (4/14) (72/23)

پرویزی ترجمہ: ''لیکن جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی اور اُس کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں سے باہر نکل گیا تو (یاد رہے) وہ (جنت کی ابدی راحتوں کی جگہ) آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا۔ وہ ہمیشہ اُسی حالت میں رہے گا اور اُس کے لئے رُسوا کن عذاب ہوگا۔''

(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 629)

مفہوم القرآن جہنم کو دنیا کی ذلت آمیز زندگی بنادیتا ہے:

مفہوم القرآن میں کہا گیا ہے کہ: ''اور جو اس نظام کی نافرمانی کرے گا یعنی اُن حدود اللہ سے تجاوز کرے گا تو اُس کی زندگی ایسے ذلت آمیز عذاب میں گزرے گی جو اُس کی انسانی صلاحیتوں کو راکھ کا ڈھیر بنادے گا۔'' (مفہوم جلد اول صفحہ 180) اسی آیت (4/14) کے ساتھ پرویز نے آیت (23/72) پنچی تھی۔ اس کے مفہوم میں پرویز نے (4/14) کے خلاف جہنم کو مان لیا ہے (مفہوم جلد 3 صفحہ 1372۔1373)۔ پرویز تضادات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے (جلد 3 صفحہ 1372۔1373) اللہ و رسولؐ پھر نظام بنادیئے گئے (مفہوم القرآن 3 صفحہ 1372)۔

(9) پرویز کی پسندیدہ قریشی قوم اور مومنین عہد رسولؐ میں۔

سلسلہ کی اگلی آیت پرویز کے ریمارکس کے ساتھ دیکھئے:

۔''یہ اطاعت ایک امانت ہے جس میں خیانت کبھی نہیں کی جاسکتی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO(8/27)

پرویزی ترجمہ: ''اے پیروان دعوت ایمانی ایسا نہ کرو کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت کرو اور نہ یہ کہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو اور تم اس بات سے ناواقف نہیں ہو۔'' (جلد 4 صفحہ 629)

چونکہ پرویز کا موقف انہیں مجبور کرتا ہے کہ عہد رسولؐ کے مومنین کے جرائم کو یا تو چھپالیں اور اگر مجبوراً ظاہر کرنا پڑ جائے تو جرائم کو ہلکا کر کے پیش کریں اسی لئے یہاں پرویز نے مومنین کو خیانت کے جرم سے بچا کر آئندہ خیانت نہ کرنے سے روکنا دکھایا ہے حالانکہ اللہ نے اس آیت (8/27) میں اُنہیں جان بوجھ کر خیانت کرنے کا مجرم فرمایا ہے۔ مودودی کا ترجمہ دیکھئے:

مودودی ترجمہ: ''اے ایمان لانے والو جانتے بوجھتے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔'' (8/27، تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 139)

ہم نے پرویز کی اس قسم کی خیانتیں نوٹ نہیں کرائیں ورنہ ضخامت اور بڑھ جاتی بہرحال یہ سمجھ لیں کہ پرویز سر سے پیر تک خیانتوں، غداریوں اور فریب کاریوں کا مجسمہ ہیں۔ پرویز کا مذہب ہی جھوٹ بولنا اور بے ایمانی کرنا ہے اُن کی بے ایمانی، فریب کاری اور غلط جانبداری اُن تمام مقامات پر دیکھی جاسکتی ہے جہاں جہاں ہم نے اُن کے ترجموں کے بالمقابل اُن کے مفاہیم پیش کئے ہیں اُن کا ہر مفہوم اُن کے ہر ترجمے سے مختلف و متضاد ہے۔

(10) عہد رسولؐ کے مومنین ہر معاملہ میں رسولؐ کو زِک دینے اور زِچ کرنے پر مُصر تھے:

پرویز نے لکھا ہے کہ: ''صرف اتنا ہی نہیں کہ احکام نافذ ہونے کے بعد اُن کی اطاعت کی جائے بلکہ یہ بھی کہ کسی معاملے میں مرکز کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے'' (مفہوم القرآن جلد 4 صفحہ 629)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌO(49/1)

پرویزی ترجمہ: ''اے پیروانِ دعوتِ ایمانی اللہ اور اُس کے رسولؐ (کے حکم) سے پہلے (کسی معاملے میں) سبقت نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ہر حال میں ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ سُننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 4 صفحہ 629)

(11) مفہوم القرآن میں پھر نظام خداوندی پرویز کے سر پر سوار ہوگیا ہے: کافی ذاتی بکواس کے بعد لکھا ہے کہ۔

''جب تک کسی معاملے کے متعلق مرکز نظام خداوندی کی طرف سے فیصلہ نہ ہوجائے اُس وقت تک اُس میں از خود کوئی قدم نہ اُٹھاؤ۔ ہمیشہ انتظار کرو کہ وہاں سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔ ہر حال میں قانون خداوندی کی نگہداشت کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ سُننے والا جاننے والا ہے۔''

(مفہوم جلد 3 صفحہ 1204) اس کے بعد پرویز نے اگلی آیت (49/2) معارف القرآن جلد 4 میں مسلسل لکھی ہے۔

(12) پرویز کے عہد رسوؐل والے مومنین رسوؐل کی توہین میں غل غپاڑا مچاتے رہتے تھے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O(49/2)

پرویزی ترجمہ: ''اے پیروانِ دعوت ایمانی تم اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز پر بلندمت کیا کرو۔ اور نہ اُس سے اس طرح چلا چلا کر بولا کرو جس طرح باہم گر بولتے ہو۔ کبھی تمھاری لاعلمی میں تمھارے اعمال اکارت نہ ہوجائیں۔'' (معارف القرآن 4 صفحہ 630)

پرویزی مفہوم: ''اور اپنی رائے کو ہمیشہ اس مرکز کے فیصلے کے تابع رکھو۔ (اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ جانے دو) اور نہ ہی مشاورت کے وقت ایسا کرو کہ یوں ہی شور وغل مچا کر اپنی بات منوالی جائے۔ جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہو۔ اس طرح کرنے سے تمھارے تمام اعمال رائیگاں چلے جائیں گے۔ اور تمھیں اس کی خبر بھی نہ ہونے پائے گی۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1204)

یہ تھے پرویز کے پسندیدہ مومنین جو رسوؐل کو مار پیٹ کر اپنی پالیسی پر عمل کرانے کی فکر میں رہتے تھے۔ دن رات ہر قسم کی خیانت کرتے تھے۔ رسوؐل کے نام پر خود ہی فیصلے صادر کرتے رہتے تھے اور اپنے مرکزی لیڈر کے فیصلوں پر عمل کرتے تھے۔

(13) عہد رسوؐل کے مومنین کی کثرت رسوؐل کے حکم کے باوجود مظلوم مومنین و مومنات اور بچوں کی مدد نہ کرتی تھی؟؟؟

وہ گنتی کے چند مومنین تھے جن میں اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی اور اللہ و رسوؐل کے لئے فداکاری اور جانثاری کے جذبات تھے ورنہ پوری قریشی قوم اور اس کے زیر اثر لوگ نہایت سفاک و بےرحم و ناہنجار غدار و خیانت کار اور دنیا پرست لوگ تھے جنہیں قرآن میں مومنین ہی کہہ کر پکارا جاتا رہا ہے۔ یہاں اُس کثرت سے اللہ نے کہا ہے کہ:۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O(4/75)

پرویزی ترجمہ: ''اور مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے؟ حالانکہ کتنے ہی بےبس مرد اور عورتیں اور بچے ہیں (جو ظالموں کے ظلم اور تشدد سے عاجز آکر) فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہمیں اس بستی سے جہاں کے باشندوں نے ظلم و تشدد پر کمر باندھ لی ہے نجات دلا (یعنی اہل مکہ سے نجات دلا)۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنادے اور اپنی طرف سے کسی کو ہماری مددگاری کے لئے کھڑا کردے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 459)

پرویزی مفہوم: ''اس وقت حالات کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ تمھاری جماعت کے جو افراد پیچھے (مکہ میں) رہ گئے ہیں اُن پر سخت مظالم توڑے جارہے ہیں۔ اُن کے بےبس اور ناتوان مرد عورتیں اور بچے سب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال

لے جس کے رہنے والے اس قدر ظالم اور سفاک ہیں اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی **محافظ ونگران کوئی سرپرست اور مددگار بھیج دے۔**
اِن مظلوموں کی امداد کے لئے پہنچنا ''اللہ کی راہ میں'' جنگ کرنا ہے۔ اِن سے پوچھو کہ اس کے بعد اب کون سی چیز باقی رہ گئی ہے جس کے انتظار میں یہ بیٹھے ہیں؟ اور ان مظلوموں کی امداد کے لئے نہیں اُٹھتے؟ یہی تو وہ حالات تھے جن کے لئے تمھیں جنگ کی اجازت دی گئی تھی۔ (22/39)۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 202)

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔ اول یہ کہ پرویز یہاں ایک عجمی اور ہر وقت بولی جاتے رہنے والی اصطلاح کو بھول گئے یعنی لفظ ''رَبُ'' کا مفہوم ''نشونما دینے والا'' نہ لکھا اور دوم یہ کہ اس آیت (4/75) میں لفظ ''وَلِی'' کے معنی ''کارساز'' ''سرپرست'' محافظ ونگران'' کئے گئے ہیں۔

(14) عہدِ رسولؐ کے مومنین کو جنگ کے لئے نہ نکلنے پر دردناک عذاب کی دھمکی بھی دی گئی۔

آپ نے عہدِ رسولؐ کے مومنین کا حال دیکھا کہ وہ کس اطمینان سے مومنین پر ہونے والے مظالم کو دیکھتے رہتے تھے اور وجہ صاف ہے کہ جنگ قریش کے مسلح محاذ سے ہوتی تھی اور یہ مومنین قریش ہی کے تعینات کئے ہوئے مومنین تھے لہٰذا ان دونوں دوست اور ہم مسلک محاذوں میں جنگ بہرحال قریش کو ناپسند ہونا چاہئے اور قریش کی پسند اور ناپسند ہی قریشی مومنین کے لئے عمل کا معیار تھی۔ بس اس سلسلے میں پیش کی ہوئی ایک آیت دیکھ لیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ O اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O (سورہ توبہ 9/38-39)

پرویزی ترجمہ: ''اے پیروانِ دعوت ایمانی! (آخر) تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قدم اُٹھاؤ تو تمھارے پاؤں بوجھل ہو کر زمین پکڑ لیتے ہیں۔ کیا آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کی زندگی ہی پر ریجھ گئے ہو؟ (اگر ایسا ہے) تو (یاد رکھو) دنیاوی زندگی کی متاع تو آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے مگر بہت تھوڑی۔ اگر قدم نہ اُٹھاؤ گے تو یاد رکھو وہ تمھیں ایسے عذاب میں ڈالے گا جو دردناک ہوگا اور تمھاری جگہ کسی دوسرے گروہ کو لا کھڑا کرے گا اور تم (دفاع سے غافل ہو کر) اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اور اللہ تو ہر بات پر قادر ہے۔'' (معارف القرآن 4 صفحہ 499)

پرویزی مفہوم بھی دیکھ لیں شاید وہاں غلطی سے سچ بولا ہو۔

۔''اے جماعت مومنین (ایسے لوگ بھی ہیں کہ) دنیاوی مفاد کی خاطر جنگ کرنے کے لئے تو وہ ہر وقت آمادہ ہوں گے لیکن جب اُن سے کہا جائے کہ وہ حق وصداقت کی راہ میں جنگ کے لئے نکلیں تو اُن کے پاؤں من من بھر کے ہو جاتے ہیں۔ زمین سے اُٹھتے ہی نہیں۔ اُن سے کہو کہ کیا تم بلند انسانی مفاد اور مستقل اقدار کو چھوڑ کر طبعی زندگی کے مفاد کو پسند کرتے ہو؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طبعی زندگی کے مفاد کتنے ہی گراں بہا کیوں نہ دکھائی دیں وہ انسانی زندگی اور مستقبل کی خوشگواریوں کے مقابلے میں متاع قلیل ہوتے ہیں۔ اُن سے واضح الفاظ میں کہہ دو کہ اگر تم نظام خداوندی کے قیام وبقا کی خاطر جنگ کے لئے نہیں نکلو گے تو اس کا نتیجہ تمھارے لئے بڑا الم انگیز ہوگا۔ یعنی خدا تمھاری جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکو گے۔ یاد رکھو خدا کی ہر بات اُس کے مقرر کردہ قانون اور ضابطہ کے مطابق ہوتی ہے جس پر اُسے پوری پوری قدرت حاصل

ہے۔"(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 427)

قارئین سوچیں کہ اس شخص کے لئے مناسب ترین الفاظ کیا ہیں؟ کیا اُسے جھوٹا کہنے سے بات پوری ہو جاتی ہے؟ کیا اُسے قرآن میں ردو بدل کرنے والا کہنا کافی ہوگا؟ کیا یہ وہی شخص ہے جس نے معارف القرآن کی چار ضخیم جلدیں لکھی تھیں؟ یادرکھیں کہ پرویز شیطان کا ایک جمورا ہے جو ہردم تازہ اور نئی بات کہتا اور پچھلی کو بھول جاتا ہے۔ اس ملعون کو چاہیے یہ تھا کہ وہ اُن تمام کتابوں کو رد کر دیتا جو مفہوم القرآن سے پہلے لکھی تھیں۔ بہر حال یہاں پرویز نے آپ کو پورا پورا اور کھل کر موقع دیا ہے کہ آپ اُسے اور اُس کی ذہنیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ جائیں اور دیکھ لیں کہ وہ قریشی قوم اور قریش کی جانبداری کرنے میں ہرگز اللہ سے نہیں ڈرتا۔ وہ بے خوف وخطر ہوکر يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مخاطب کئے جانے والے لوگوں کی دو پارٹیاں بنالیتا ہے اور پھر ایک پارٹی سے دوسری خود ساختہ پارٹی کو مخاطب کراتا ہے اور جو کچھ اللہ نے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے کہا تھا اُس سے اُن خبیث مومنین کو بچا کر اُن کے نانجار کیریکٹر کو کسی اور کے ذمہ چپکا دیا۔ مطلب ظاہر ہے کہ پرویز چاہتا تھا کہ یا تو عہد رسوؐل میں ایسے ملعون مومنین نہ ہوتے یا اللہ اُنہیں بُرا بھلا نہ کہتا۔ یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو لازم ہوگیا کہ پرویز جس طرح ہو سکے اُن خبیث مومنین کو بچا کر نکال لے جائیں اور اُن کے کردار کو کسی اور کا کردار بنادیں۔ اگر موقع ہوتا تو پرویز بریکٹ لگا کر یہ طرز عمل منافقوں کے سر تھوپ دیتے۔ مگر وہ مجبور ہو گئے اور ماننا پڑا کہ جن لوگوں کو اللہ نے "اے مومنین" کہہ کر پکارا ہے وہ ایک پوری قوم تھے دو چار آدمی نہ تھے۔ اسی لئے اُن کو ایک قوم سے بدل لینے کی بات ہوئی ہے۔ پرویز یہ بتانے سے قاصر رہے ہیں کہ بدلے میں لائی جانے والی مومن قوم کہاں تھی؟ پھر پرویز قیامت کے عذابًا الیمًا کو اسی دنیا میں قوم سے بدل جانے کو قرار دیتے۔ اور اپنے ترجمہ میں قوم کو چھپانے کے لئے لفظ قوم کا ترجمہ گروہ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر قریشی قوم کی طرف نہ اُٹھنے پائے۔ بہر حال یہاں تک پرویز کا پورا مشن اور تانا بانا بکھر چکا ہے۔ قریش کا اور خود پرویز کا بے دین ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

19۔ پرویز وہ آیت بھی لکھتے ہیں جو سربراہانِ اسلام اور حکومت الٰہیہ کے اصولی تعین کے لئے نازل ہوئی تھی اور جسے چھپانے کے لئے قرآن کو مہجور کیا گیا تھا۔

پرویز نے بھی اُس آیت کو تختۂ مشق بنانا پسند کیا ہے جس کے معنی اور مفہوم ومقصد کو چھپانے کے لئے قریش نے اور قریشی حکومتوں اور خلافتوں نے چودہ سو سال میں برابر بلا ناغہ اپنی پوری قوت، پورا سرمایہ اور پوری بصیرت صَرف کی ہے۔ اسی کو چھپانے کے لئے اُنھوں نے قرآن کو مہجور کیا تھا (فرقان (31 تا 27/25، مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 821۔822 لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754)۔ قرآن کے معنوی استقلال کو مشکوک کرنے کے لئے ہزاروں غلط لغات' تفاسیر وروایات تیار کرا کے مسلمانوں میں اور دنیا کی باقی اقوام میں پھیلائیں۔ اُسی کو چھپانے کے لئے تفہیم القرآن اور مفہوم القرآن تیار کر کے پھیلائے گئے اور رفتہ رفتہ اپنی غلط تعبیرات وتوجیہات کو اتنا عام اور مقبول بنا دیا کہ آج حقیقت حال کو واضح کرنے والے پر یقین کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ صحیح بات کو صحیح ثابت کرنا مشکل کر دیا ہے اُن کی پیش کردہ صورت حال کو کم وبیش سُنی وشیعہ علما بھی تسلیم کرنے لگے ہیں اور جس کسی نے حقیقت کو واضح کرنا چاہا وہ مضحکہ بن کر رہ گیا۔ بہر حال پرویز کی بات سُنئے آیت پڑھئے اُن کا ترجمہ اور مفہوم ملاحظہ کیجئے پھر ہمارا نمبر آئے گا۔ ارشاد ہے کہ: ۔"یہی مرکز ملت کا محافظ ونگران ہے اور ملت کے تمام مفاد کا بہترین امین ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَO وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَO (مائدہ 56-5/55)

پرویزی ترجمہ: ''(مسلمانو!) تمہارا رفیق و مددگار تو بس اللہ ہے۔ اُس کا رسوؑل ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں جن لوگوں کا شیوہ یہ ہے کہ نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ اور (یاد رکھو) کہ جس کسی نے اللہ کو، اُس کے رسوؑل کو اور ایمان والوں کو اپنا رفیق و مددگار بنایا (تو وہ اللہ کے گروہ میں سے ہے اور) بلاشبہ اللہ ہی کا گروہ غالب رہنے والا ہے۔''

(5/55-56) (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 630)

پرویزی مفہوم میں کیا سمجھا گیا؟

۔''یاد رکھو! تمہارا رفیق اور چارہ ساز صرف یہ نظامِ خداوندی ہے جو رسول کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے۔ نیز تمھاری اپنی جماعت کے لوگ جو اُس کی صداقت پر ایمان رکھتے ہوئے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے عظیم فریضے کی سرانجام دہی میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ قوانین خداوندی کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ سو جو لوگ بھی خدا کے اس نظام کو، جو اُس کے رسوؑل کے ہاتھوں متشکل ہوا ہے، نیز اپنے اُن رفقاء کو جو اُس نظام کی صداقت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں، اپنا دوست اور چارہ ساز سمجھیں، تو اُن کا شمار خدا کی پارٹی میں ہو جائے گا۔ اور خدا کی پارٹی ہی آخر الامر غالب آئے گی۔'' (5/55-56) (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 259-260)

19 (الف)۔ اس ترجمہ اور مفہوم کو بحال رکھتے ہوئے پیش کردہ صورت حال پر غور کریں۔

پرویز نے اپنے ترجمہ میں لفظ'' وَلِیُّ '' کے معنی'' رفیق و مددگار'' کیئے تھے۔ پھر اُنھوں نے اس مفہوم میں لفظ'' وَلِیُّ '' کا مفہوم ''چارہ ساز'' بھی بتایا ہے اور آخر میں اُسی کا مفہوم'' دوست'' بھی قرار دیا ہے۔ فی الحال ہمیں ان الفاظ پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ یہاں تمام صاحبانِ ایمان یا مومنین مخاطب ہیں اور تمام مومنین پر اللہ کو اور اُس کے رسوؑل کو ولی بنانا ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے اس لئے کہ نہ تمام مومنین اللہ ہیں نہ ہو سکتے ہیں اسی طرح نہ تمام مومنین رسوؑل ہیں نہ رسوؑل بن سکتے ہیں اور تمام مومنین اللہ و رسوؑل کے ماتحت، فرمانبردار اور مومن ہیں اور تمام مومنین پر نماز قائم کرنا واجب ہے زکوٰۃ ادا کرنا بھی واجب ہے۔ لہٰذا تمام مومنین نماز یا صلوٰۃ قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہو کر کس طرح نماز قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں کو اپنا چارہ ساز و رفیق، دوست اور مددگار، اللہ و رسوؑل کی طرح کے رفیق و چارہ ساز و دوست اور مددگار بنا سکتے ہیں؟ اتنی لمبی اور بے تکی بات کہنے کے بجائے یہ کہہ دینا کافی اور صحیح ہوتا کہ:

۔''تمہارا چارہ ساز و رفیق و دوست اور مددگار اللہ ہے اور اُس کا رسوؑل ہے اور تم سب آپس میں ایک دوسرے کے چارہ ساز و مددگار و دوست و رفیق ہو۔ (اس لئے کہ تم سب مومن ہو، نمازی ہو زکوٰۃ دیتے ہو اور اللہ کے سامنے جھکے رہتے ہو) پھر یہ سوچئے کہ جب تمام مومنین کی بات ہوتی ہے تو اُن میں یتامیٰ اور مساکین اور غربا کی کثرت ہوتی ہے وہ تو خود بے چارہ ہوتے ہیں اور کسی کی چارہ سازی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ مفہوم اور معنی بھی غلط ہیں کہ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے چارہ ساز ہو۔ پھر یہ سوچئے کہ قرآن کی رو سے اللہ کے سوا یا رسوؑل کے سوا کوئی اور بھی کسی کا چارہ ساز ہو سکتا ہے؟ یہ تو پرویز اینڈ کمپنی کے نزدیک مشرکین کا عقیدہ ہے۔ یعنی شرک ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کا چارہ ساز ہونا قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت (5/55-56) کا ترجمہ اور مفہوم دونوں ہی غلط ہیں۔ یہ آیات تقاضہ کرتی ہیں کہ جن کو سارے مومنین کا چارہ ساز بتایا گیا ہے وہ سارے مومنین سے بلند مرتبہ اور آپس میں برابر کے لوگ ہوں تاکہ وہ تمام مومنین اور غیر مومنین کی ہمہ قسمی چارہ سازی کا اختیار و قدرت رکھتے ہوں جیسے کہ تمام مومنین کو اطاعت کرنے کا حکم تین قسم کے حضرات کے لئے دیا گیا ہے اور وہ ہیں۔ 1۔ اللہ۔ 2۔ رسوؑل اور۔ 3۔ اولی الامر

(4/59)اوراس آیت میں اللہ کی اور رسوؐل کی اطاعت الگ الگ ہیں یعنی دونوں کے لئے الگ الگ لفظ اَطِیْعُوا آیا ہے یعنی۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسوؐل کی اطاعت کرو۔) اس کے بعد اولی الامر کی اطاعت میں رسوؐل کو برابر رکھا ہے یعنی اولی الامر کے لئے الگ سے لفظ اَطِیْعُوا نہیں آیا ہے۔ یعنی اللہ کی اطاعت تو رسوؐل کو بھی کرنا پڑے گی اور اولی الامر کو بھی کرنا پڑے گی۔ لہٰذا بالکل اسی طرح چارہ سازی کے لئے رسوؐل کو بھی اور اولی الامر کو بھی اللہ سے رجوع کرنا پڑے گا۔ لیکن باقی تمام مومنین کو چارہ سازی کے لئے رسوؐل اللہ سے اور کچھ خاص مومنین سے رجوع کرنا پڑے گا۔ یعنی وہ خاص مومنین چارہ سازی میں، اطاعت کی طرح، برابر ہیں۔ لہٰذا آیات (56-55/5) کے معنی ومفہوم میں یہ بتانا ہوگا کہ وہ مومنین کون ہیں جو رسوؐل کے برابر کے لوگ ہیں؟ لہٰذا پرویز اینڈ کمپنی کے تمام ترجمے غلط و باطل ہیں۔ یعنی نام نہاد شیعوں اور سُنیوں کے تمام ترجمے قرآن کے سراسر مخالف ہیں اس لئے بھی کہ دوست کے لئے عربی زبان میں، پرویز کی لغات القرآن کی رو سے بھی، خلیل ہے، ودود ہے۔ حبیب ہے حمیم ہے اور مددگار کے لئے ناصر ہے معاون ہے اور رفیق تو خود عربی کا لفظ ہے لہٰذا یہ تمام معنی ولی کی ذیل میں رکھ دینا عربی و قریشی سازش ہے جو چودہ سو سال سے برابر چلی آرہی ہے اور قرآن کے معنوی استقلال کو تباہ کرچکی ہے۔

19(ب)۔ و۔ل۔ی مادہ سے بننے والے ہر لفظ میں ولایت وحکومت کا تصور پایا جانا لازم ہے باقی تصورات کے لئے الگ الگ مادّے ہیں۔

یہاں آپ ہمارے عنوان نمبر 18 کے (13) میں آیت (75/4) اور اُس کا پرویزی ترجمہ دوبارہ پڑھیں لکھا ہے کہ:

۔''اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا کارساز بنادے۔'' وَ اجْعَلْ لَنَّا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا۔ (مفہوم القرآن جلد 4 صفحہ 459)

۔''اپنی جناب سے کوئی محافظ ونگراں کوئی سرپرست اور مددگار بھیج دے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 202)

حالانکہ چارہ سازی اور کارسازی خالص اللہ کے کام ہیں مگر اُن کے لئے بھی عربی اور قرآن میں دوسرے مادوں کے الفاظ آئے ہیں یعنی ہم ان معنی کو بھی غلط قرار دیتے ہیں۔ لفظ ''وَلِی'' کے معنی ایسا مختارِ کُل حکمران ہے جو ہر حال میں اپنی رعایا کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہو اور ہرگز بے رحمی اور بے دردی کا سلوک نہ کرسکتا ہو۔ یعنی جس سے کسی حالت میں بے دردی و بے رحمی وسفا کی سرزد ہو ہی نہ سکے۔ یہ معنی اس مادّے (و۔ل۔ی) کے بنیادی معنی ہیں۔ ویسے عربوں نے لفظ۔ ولی۔ والی۔ ولایت کو عام حکومت اور حاکموں کے لئے بھی بولا اور لکھا ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ حاکم اچھا بھی ہوسکتا ہے اور بُرا بھی، رحمدل بھی ہوسکتا ہے اور ظالم بھی۔ مگر اللہ ہمدردی ہی کو بنیاد بنا کر لفظ ولی بولتا ہے۔ سارا قرآن ہمارے اس بیان پر شاہد ہے۔ اور روایات و احادیث صرف ہمارے ساتھ متفق ہیں اور پرویزی اور قریشی سازش بکواس مبین ہے۔ لہٰذا صحیح بخاری سے لفظ مَلَّکُوْا اور وَلَّوْا کے معنی دیکھئے:

عَن الحسن عَن ابی بکرۃ قال لقد لفَعْنِی اللّٰہُ بِکَلمۃٍ اَیَّامَ الْجَمَلَ لَمَا بَلَغَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنَّ فَارَسَ مَلَّکُوْا ابنۃَ کسریٰ قَالَ لَنْ یَفلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَھُمْ اِمْرأۃً (جلد 2 صفحہ 1052، پارہ نمبر 29)

۔''جب رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اہل ایران نے کسریٰ کی بیٹی کو ملکہ بنالیا ہے تو حضوؐر نے فرمایا کہ اللہ اس قوم کو فلاح نہیں بخشتا جو اپنا حکمران کسی عورت کو بنالیں۔''

یہاں یہ دو باتیں نوٹ کریں کہ پرویز جنگ جمل کا انکار کرتے ہیں جو اُن کی سب سے معتبر وصحیح کتاب سے ثابت ہے اور یہ کہ عائشہ کو جنگ جمل میں سربراہی دی گئی تھی اس لئے اس حدیث سے لوگوں نے عائشہ کے طرفداروں میں شرکت نہ کرکے اللہ سے اجر ونفع حاصل کیا تھا۔ پھر یہ دیکھیں کہ اس کتاب پر ایمان ویقین قریشی مترجمین نے سارے قرآن میں الفاظ وَلَّوْا ۔ وَلُوْا۔ تَوَلَّوا ۔ تَوَلُّوْا ۔ وَلّٰی ۔ تَوَلّٰی ۔یَتَوَلّٰی ۔تَوَلَّیْتُمْ

وغیرہ کے معنی غلط کئے ہیں تاکہ یہ حقیقت مشکوک ہو جائے کہ اللہ نے قرآن میں اسلامی حکمرانوں اور حکومت کا تعین کر دیا تھا۔ اور تاکہ وہ رسولؐ کے بعد اپنی خود ساختہ قومی حکومت بنا کر اُسے اللہ کی حکومت قرار دے سکیں۔

19(ج)۔ آیت 56۔55/5 کو دوبارہ سامنے رکھیں اور صحیح معنی پر غور فرمائیں؟؟

یہ بات واضح رہے کہ حقیقی اور مشہور ومحسوس معنی میں خلافت الٰہیہ یا حکومتِ خداوندی کا مطلق حاکم وخلیفہ رسولؐ ہوتا ہے اور جسے اللہ نے اپنی واحد کی ضمیروں میں ساتھ رکھا ہے۔ اور جس طرح اللہ سے عدل وانصاف میں اور احکامات کے اجرا میں کبھی کسی قسم کی لغزش، غلطی یا بھول چوک نہیں ہوسکتی بالکل اسی طرح خدا کی نمایندگی میں رسولؐ معصوم ومحفوظ عن الخطا ہوتا ہے۔ اور رسولؐ کی جگہ وہی شخص لے سکتا ہے جو علم وقدرت وصفات میں بالکل رسولؐ ایسا تو کم از کم ہو۔ لہٰذا جن مومنین کو اللہ و رسولؐ کی طرح تمام انسانوں کا عموماً اور تمام مومنین کا خصوصاً ولی وحکمران بنایا جائے گا وہ بھی کم از کم رسولؐ کے علم وقدرت وصفات واختیارات میں برابر ہونا چاہئیں نہ کہ ہر نمازی وزکوٰۃ دہندہ۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ **اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ** اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمہارے مطلق العنان ہمدرد حاکم اللہ اور اس کا رسولؐ ہے۔ **وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ** اور تمہارے مطلق العنان ہمدرد حاکم وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور خستہ حالی وافلاس کے عالم میں بھی ساتھ کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں (56۔55/5) اور جو کوئی اللہ کو رسولؐ کو اور ان مومنین کو اپنا مطلق العنان و ہمدرد حاکم بنائے گا وہی اللہ کے گروہ میں شمار ہوں گے اور اللہ ہی کا گروہ ہمیشہ غالب رہتا ہے (56۔55/5)۔

19(د)۔ پرویز کو ساون کے اندھے کی طرح لغات القرآن میں بھی ہر لفظ سبز وہرا نظر آتا ہے۔ لغات القرآن میں پرویز عجمی سازش سے متاثر ہوئے ہیں:

پرویز نے علامہ راغب اصفہانی کی کتاب المفردات فی غریب قرآن کا ذکر تو کیا ہے مگر وہاں سے نہ یہ الفاظ لئے اور نہ ان کے معنی لکھے۔ وہاں لکھا ہے کہ:

فَتَارَۃً یُسْتَعْمَلُ فِی الْھَیَۃِ الْمَخصُوْصَہ فِی الصّلاۃ کَما ھِیَ وَتَارَۃً فِی التَّواضع و التَّذَلُّل اَمَّا فِی الْعِبادَۃِ وَ اِمَّا فِی غیرُھَا نحو...(صفحہ 202) رَکَعَ کبھی تو نماز کی مخصوص حالت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی تواضع وذلت کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔''

قارئین یہ عربی کا ایک عام لفظ ہے۔ جو نماز سے کہیں پہلے عربوں میں بولا جاتا تھا۔ نماز میں جھکنے کو اس لئے رکوع کہا گیا ہے کہ رکوع اور رَکَعَ کے معنی ہر طرح کی کمزوری، عاجزی، ناداری، ناتوانی اور محتاجی ہیں۔ اور اللہ کے سامنے انسان ہر طرح اُس کا محتاج ہوتا ہے۔ لہٰذا پرویز نے مادہ ر۔ک۔ع کے حقیقی معنی نہیں کئے ہیں۔

لُغَتُ المنجد میں بھی عربوں کا اثر لیا گیا مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ **رَکَعَ الرّجل افتقر و انحطّت حالہ**۔''یعنی فقر وفاقہ میں مبتلا ہونا اور حالات کا انحطاط پذیر ہونا رُکۃ یعنی **اَلْھُوَّۃُ فِی الْاَرض** زمین میں گڑھا۔(صفحہ 277)

لغت اَلْمُعْجَمُ الْاَعْظَم مرتب کردہ جناب محمد احسن الاعظمی جامعہ ازھر سے فارغ التحصیل اور کراچی کے عربی کالج کے مؤسس وغیرہ وغیرہ انہوں نے نمبر 4 پر معنی لکھے ہیں مفلس ہونا۔(جلد 2 صفحہ 1172)

پرویز کو بتاؤ کہ لفظ رُکْعَۃٌ اور رَکْعَۃٌ کے معنی گڑھا یا کھڈا ہیں تو بتاؤ تمہارے اختیار کردہ معنی کیسے بنیادی معنی ہوسکتے ہیں؟ لہٰذا تم بھی قریشی علما کی

طرح قرآن میں تحریف وتبدیل کرر ہے ہو۔لہٰذا جن مومنین کو تمام دنیا کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً اللہ ورسولؐ کی طرح مطلق العنان اور معصوم وہمدرد حاکم بنایا گیا ہے اُن میں سے پہلا عہدِرسولؐ ہی میں علی مرتضٰی علیہ السلام اور پھر گیارہ معصومین علیہم السلام ہیں تا قیامت۔ہمارے قارئین وسط کتاب میں تفصیل سے قریش کا اور خانوادۂ رسولؐ کا مفصل حال پڑھ چکے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے گیارہ امام علیہم السلام تین ہزار سال سے چلی آنے والی مملکتِ عظیمہ کے موروثی وخاندانی حکمران تھے۔خواہ رسولؐ اللہ مبعوث ہوتے یا نہ ہوتے، یہ اُن کی خداداد خاندانی حکومت ومملکت تھی (55تا4/53)اور اللہ نے دو مرتبہ رسولؐ اللہ کو اس حق کوادا کرنے کا حکم دیا ہے(26تا17/23،17-38-30/37)

19(ہ)۔اللہ اور رسولؐ کی طرح کے مطلق العنان ولی تین ہزار سال سے اللہ کی خداداد مملکت وحکومت الٰہیہ کے خاندانی حکمران مسلسل چلے آئے تھے

یہ حقیقت تفصیل کے ساتھ سابقہ عنوانات میں گزر چکی ہے یہاں تو یہ دکھانا ہے کہ اللہ نے اس خاندانی حکومت کا حق دینے کے لئے قرآن میں دو مرتبہ یہ تقاضا کیا ہے کہ:

پہلا مقام: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًاO(17/26)

اوردوسرا مقام: فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O (روم30/38)

مودودی کا ترجمہ:(26/17)۔''رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین ومسافر کو اس کا حق۔پس(اے مومن)(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 610)۔

مودودی کا ترجمہ:(38/30)۔''رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین ومسافر کو(اُس کا حق)۔یہ طریقہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔(تفہیم القرآن جلد3۔757/758)

پرویزی مفہوم 26/17۔''جولوگ تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں، یا جن کا چلتا ہوا کاروبار کسی وجہ سے رُک گیا ہے یا جو مسافر زادِراہ کے بغیر رہ گیا ہے اُن سب کا تم پر حق ہے اُن کے حقوق بھی ادا کرو۔''(مفہوم القرآن جلد2 صفحہ 633۔634)

پرویزی مفہوم(38/30)۔''ہر شخص اس کا اطمینان کرلے کہ اُس کے قریب بسنے والوں یا رشتہ داروں کو اور انہیں جو کسی وجہ سے کمانے سے معذور ہو جائیں۔نیز اس اجنبی کو جو تمہارے ملک میں آنکلے اُس کی ضرورت کے مطابق رزق مل جائے۔اور یہ رزق اُنہیں بطور خیرات نہ ملے بلکہ اُن کا حق سمجھ کر انہیں دیا جائے۔یہ روش اُن لوگوں کے لئے بہترین نتائج کی حامل ہوگی جو اُس راستے پر چلنا چاہتے ہیں جو اُنہیں خدا کی مقرر کردہ منزل کی طرف لے جائے۔یہی وہ لوگ ہیں جن کی سعی وعمل کی کھیتیاں پروان چڑھیں گی۔''(مفہوم القرآن جلد3 صفحہ 939)

یہ دونوں حضرات اپنے ترجموں اور مفاہیم میں یہ پتہ نہیں لگنے دیتے کہ ان آیات میں اللہ نے کسے مخاطب کیا ہے، کس کو یہ حق دینے کا حکم دیا ہے۔ اور مودودی نے تو بریکٹ میں لکھ دیا ہے کہ اللہ کا مخاطب کوئی مومن ہے اور پھر دونوں نے تمام مومنین کو خود ہی جمع کے صیغوں سے مخاطب کرلیا ہے۔ یہ پہلی چالاکی ہے۔دوسری چالاکی یہ ہے کہ لفظ ذاالقربٰی کے معنی رشتہ دار کرلئے ہیں۔

پرویزی لغات القرآن اور لفظ ذاالقربٰی کے معنی :

آیئے اور پرویز کی لغت کا بیان پڑھیے:

۔''ذُوْ'' ذُوْ ۔صاحب، والا (جیسے ہم صاحبِ اولاد یا صاحبِ عقل یا عقل وفکر والا کہتے ہیں)اس کی جمع ذَوُوْنَ اور ذَوِیْنَ نیز اُوْلُوْ آتی

ہے۔اس کا مونث ذَاتٌ تثنیہ ذَوَاتَانِ اور جمع ذَوَاتٌ ہے۔قاعدے کی رو سے ذُوْ کبھی ذِی اور کبھی ذَا ہو جاتا ہے ذُوْ عُسْرَۃٍ (2/280) صاحب عسرت جو تنگدستی میں پڑا ہو ذَوِی الْقُرْبٰی (2/177) رشتے دار۔'' (لغات القرآن جلد 2 صفحہ 708)

پرویزی لغات القرآن اور لفظ قربیٰ کے معنی ۔

۔''ق ر ب ۔'' قَرِیْبٌ بمقابلہ بَعِیْدٌ (21/109) اَلْقُرْبُ فاصلے کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا۔اَلْقُرْبَۃُ رُتبہ کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا۔اَلْقُرْبٰی وَالْقَرَابَۃُ رشتے کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا۔۔۔۔۔۔۔اَلْقُرْبٰی کے معنی رشتہ داری ہیں نہ کہ رشتہ دار۔ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ (17/26) کے معنی ہیں۔''تو اپنے رشتہ دار کو اُس کا حق دے دے۔'' (لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1345)

19 (و)۔اتنی محنت و تلاش سے ثابت ہو گیا لفظ اٰتِ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اور اللہ کا مخاطب رسولؐ ہے اور پرویز و مودودی کے ترجمے غلط ہیں

یہ مان لیا گیا کہ ذُوا اور ذَا کے معنی صاحب یا والا ہوتے ہیں اور یہی ذُوا اور ذا ذِیْ بھی بن جاتا ہے لہٰذا جملہ اٰتِ ذاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ میں اللہ نے رسولؐ اللہ سے فرمایا ہے کہ۔''تو اُس واحد مذکر کو جو رشتہ داری یا رشتہ داروں کا صاحب یا مالک ہے اُس کا حق دیدے۔'' یا ''تو اُس ایک شخص کو اُس کا حق دے دے جو رشتہ داری والا یا رشتہ داروں والا ہے''

قاری حضرات غور کریں کہ یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ اُس شخص کا حق کیا ہے جو اُسے دینے کا حکم ملا ہے لہٰذا یہ حق اتنا مشہور و معلوم ہونا چاہیے کہ جسے بتانے کی ضرورت ہی نہ ہو جسے رسولؐ بھی اور تمام لوگ بھی جانتے ہوں۔ورنہ رسولؐ اگر جانتا نہیں تو کیا دے گا؟ پھر یہ غور کریں کہ اس آیت میں حق دینے کا ذکر صرف اُس شخص کے لئے آیا ہے جو رشتہ داری کا صاحب یا مالک ہے۔مسکین اور ابن السبیل کے حق کا آیت میں ذکر نہیں ہے۔اگر اُن کا بھی کوئی حق ہوتا تو اُسے دینے کا بھی ذکر ہوتا جیسا کہ ترجمہ اور مفہوم میں مودودی اور پرویز نے خود اپنے پاس سے لفظ حق بڑھا دیا ہے ان کا حق ہوتا اور ان کا حق انہیں دلوانا ہوتا تو آیت کو یوں ہونا چاہئے تھا کہ:وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ حَقَّھُم۔

۔''تو قرابت والے شخص کو اور مسکین کو اور ابن السبیل کو اُن کا حق دیدے۔''

لہٰذا بات واضح ہے کہ حق صرف ایک ہی شخص کا ہے اور اُسی کو حق دینے کا حکم دیا گیا ہے۔مگر سوال یہ ہوتا ہے کہ مسکین اور بقول عام مترجمین کے،مسافر کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔جواب یہ ہے کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔صحیح ترجمہ یہ ہے کہ۔

''اَے رسولؐ آپ قرابتداری والے کو اور مسکین والے کو اور ابن السبیل والے کو اُس کا حق دیدو۔''

یعنی لفظ ذَا میں قربیٰ،مسکین اور ابن السبیل تینوں داخل ہیں وہ شخص واحد جس طرح قرابت والا ہے اُسی طرح مسکینوں والا اور ابن السبیل والا بھی ہے اور اس کا حق ایسا ہے کہ جب اسے اُس کا حق مل جائے گا تو تمام ضرورت مند لوگوں کی ضرورت و احتیاج خود بخود پوری ہونے لگے گی۔یعنی جتنی قرابتیں یا رشتہ داریاں ہیں اور جتنے مساکین و یتامیٰ ہیں جتنے مسافر یا بارگ ماسٹری کے لوگ ہیں یعنی محافظانِ راہ ہیں۔وغیرہ غیرہ کی محتاجی دور ہو جائے گی۔یعنی اُس شخصؑ کو مطلق العنان حکمران بنا دو۔اُس کی حکومت میں کسی کو تنگی،مفلسی و احتیاج نہ ستائے گی۔اور اسی تنگی و افلاس کو دور کرنے کے لئے اُن مومنین نے مفلس و قلاش رہ کر زکوٰۃ ادا کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔لہٰذا قرآن میں جہاں جہاں بھی اللہ و رسولؐ کے ساتھ ہمہ گیر حیثیت سے ذی القربٰی یا ذاالقربٰی یا ذوالقربٰی کا ذکر آیا ہے اور اُس کے بعد ضرورت مندوں یا محتاجوں کا تذکرہ ہوا ہے اور اُن کے ساتھ اُن کے حق کو ظاہر کرنے والا کوئی لفظ نہیں آیا وہاں وہ سب ذی القربیٰ کے ساتھ شامل کئے جائیں گے۔مثلاً فرمایا کہ:۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌO(حشر 59/6)

مودودی کا نمائندہ ترجمہ: ''اور جو مال اللہ نے اُن کے قبضے سے نکال کر اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دیئے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 388۔389)

یہاں مودودی نے ترجمہ اور تشریح ٹھیک کی اور مانا ہے کہ ایسے اموال جن پر مومنین اپنی محنت و کوشش سے مسلط نہ ہوئے ہوں اُن میں مومنین کا حصہ نہیں ہوتا وہ خالص رسولؐ اور جانشین رسولؐ کی تحویل و اختیار میں رہیں گے۔ اب دوسری اگلی آیت سُنیئے۔ فرمایا گیا کہ:۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِO لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَO وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَO وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌO(سورہ حشر 7تا59/10)

پھر مودودی ترجمہ: ''جو کچھ بھی اللہ اُن بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمھارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے اُس سے رُک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے (نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کئے گئے۔۔۔۔ اور (وہ لوگ) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ایمان لا کر۔۔۔۔ اور جو اُن اگلوں کے بعد آئے۔۔۔۔ اور جو کہتے ہیں کہ۔۔ ہمیں بخش۔۔۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 393 تا 403)

قارئین دیکھیں کہ ہم نے یہ ترجمہ اس لئے لکھا ہے کہ آپ ساتویں آیت کے شروع میں اُن تین مرکزی ہستیوں کو دیکھیں جن کے اختیار و تحویل میں مال فَے رہے گا۔ اور وہ ہستیاں ہیں 1۔ اللہ 2۔ رسولؐ اور 3۔ ذی القربیٰ۔ اور اُن کی تحویل و اختیار کو ظاہر کرنے کے لئے حرف ''لام'' لایا گیا ہے یعنی لِلّٰہ (اللہ کے لئے) لِلرَّسُوْلِ (رسولؐ کے لئے) اور پھر آیا ہے لِذِی الْقُرْبٰی (قرابت داری کے مالک کے لئے) اس کے بعد بغیر ''لام'' کے یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل کو ذی القُرْبٰی کے ساتھ ملحق کر دیا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ و رسولؐ کے بعد مال فَے قرابتداری والے اور یتیموں والے اور مسکینوں والے اور راستوں کی حفاظت والوں کے مالک کے لئے ہے۔ یعنی حرف ''ذی'' بھی حرف ''ذَا'' کی طرح قربیٰ و یتامیٰ و مساکین و ابن السبیل کو اس ہستی کے ماتحت لے آتا ہے جس کے ماتحت پہلے مساکین اور ابن السبیل آئے تھے۔ پھر آیت نمبر (8) میں وہ ''لام'' مہاجرین کو ''ذی'' سے وابستہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے اور اس کے بعد مذکور ہونے والے لوگوں کو اس ''لام'' نے ہی وابستہ کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ

قرآنی قاعدہ یاد رکھیں کہ جہاں بھی اللہ اور رسولؐ کے ساتھ جانشینِ رسولؐ کا ذکر لفظ ذُو یا ذِیْ یا ذَاالْقُربٰی کے طور پر آئے وہاں بعد کے آنے والے لوگ ذَاالْقُربٰی سے وابستہ کئے جائیں گے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک اور مثال دیکھیں جس میں مالِ غنیمت اور خمس کا ذکر یوں ہوتا ہے کہ:۔

وَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ ....الخ (8/41)

<u>ہمارا ترجمہ:</u> ''اور اَے مومنین تم یہ سمجھ لو کہ تم جب بھی کسی چیز میں سے مالِ غنیمت حاصل کرو تو اگر تم مومنین ہو تو یقیناً مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور رسولؐ کے لئے ہے اور قرابت والے، یتامیٰ والے، مساکین والے اور محافظانِ راہ والے کے لئے ہے۔''

یہی وہ تین مرکزی ہستیاں ہیں جو براہ راست کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات کی ضرورتوں کی ذمہ دار اور حقیقی حکمران ہیں۔

20۔ کتاب شاہکارِ رسالت میں استعمال کی جانے والی آیات پر اور پرویزی مقاصد اور منصوبے پر ایک سنجیدہ اور تنقیدی نظر ڈالنا ضروری ہے۔

سابقہ عنوانات میں پرویز کے منصوبے اور قرآن فہمی کی کافی پول کھولی گئی' اُن کی سرپرست قریشی قوم کا نام ونسب و کردار سامنے آچکا ہے۔ قرآن سے پرویز کے خودساختہ حقیقی مومنین کی نقاب کشائی کی جاچکی ہے۔ یہ حقیقت پھر سامنے رکھنا ہوگی کہ قریش نے ماحول سازی کرنے میں قرآن کو مجبور کرنے سے مدد لی اور رسولؐ کے اُٹھتے ہی رسولؐ کی جگہ اور حکومت پر بڑے تدبر سے قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ چودہ سو سال میں ایک ایسا ناول دُنیا میں مشتہر کرکے ہم تک پہنچا دیا جس میں قریشی لیڈروں کو ہیرو بنایا گیا اور قریشی قوم کو مختلف کرداروں میں لگایا گیا۔ یہ قوم اور اس کے راہنما اللہ و رسولؐ کے بہت ہی پیارے' جانثار و فدا کار و فرمانبردار بنا کر پیش کئے گئے۔ جنہوں نے تعلیمات خداوندی کو نہایت پیارے اور معقول انداز میں ساری دنیا میں پھیلایا اور جس شخص نے قوم کو اللہ' رسولؐ اور قرآن کی تعلیمات پر ہمیشہ برقرار رہنے اور دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرنے کا پروگرام دیا وہ ہی شاہکار رسالت تھا۔ اس ناول کے لکھنے یا اُسے سمجھانے میں جو جو کوتاہیاں یا لغزشیں سرزد ہوئی تھیں اُن سب کو پرویز صاحب نے چھان پھٹک کر الگ کر دیا اور نئے سرے سے اس ناول کو مرتب کیا اور اُس کا نام شاہکار رسالت رکھا ہے۔ ہم اسی کو پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ اور پرویز کو اس ناول کے مختلف ابواب میں سامنے لا رہے ہیں۔

(الف) <u>پہلے باب میں تعلیمات خداوندی کی غرض، رسولؐ کا فریضہ، رسولؐ کی تعلیم نے قریشی قوم کو ایک نمونہ کی خدا کی پسندیدہ قوم بنا دیا تھا۔</u>

اس ناول کے پہلے باب میں اللہ و رسولؐ کی اور تعلیمات خداوندی کی' اور رسولؐ کی تعلیم و تربیت کی اور قریشی قوم کے حصول علم اور پیکرِ تعلیماتِ خداوندی بن جانے کی ابتدا و انتہا پرویز کے قلم سے سُنئے:

<u>(1) فریضہءِ رسالت :</u> ۔''خدا کی طرف سے سلسلۂ رُشد و ہدایت کا مقصد انسانوں تک صحیح تعلیم پہنچا دینا ہی نہیں تھا۔ اس کی غایت یہ تھی کہ انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی ہر گوشے میں خوشگوار انقلاب پیدا کرکے' کاروانِ انسانیت کو صحیح راستے پر گامزن کر دیا جائے تاکہ اس طرح زندگی رفتہ رفتہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے پیغام خداوندی کو حروف و نقوش کی شکل میں دینے ہی پر اِکتفا نہیں کیا جاتا' بلکہ اُسے خود انسانوں میں سے ایک فرد کے ذریعے عام کیا جاتا ہے۔ اُس منتخب فرد کا (جسے رسولؐ کہا جاتا ہے) یہ فریضہ تھا کہ وہ اس پیغام کو عام کرنے کے بعد ایسی قوم تیار کرے جو اس پیغام کا عملی پیکر بنے اور اس پیغام کو متشکل و مُتمکن کر کے دکھا دے جو اُس پیغام کی غایت تھا

۔اس سے ظاہر ہے کہ رسوؐل کا فریضۂ زندگی کس قدر اہم اور اُس کی ذمہ داری کیسی گراں بار ہوتی ہے ۔قرآنِ کریم نے رسوؐل کے اس عظیم فریضے کو چند مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ:۔

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ۔(2/129، 62/2) ۔''وہ اُن کے سامنے قوانین خداوندی پیش کرتا ہے ۔اُنہیں اُن کی غرض وغایت کی تعلیم دیتا ہےاور پھر مسلسل پیہم تربیت سے اُن کے جوہرِ انسانیت کی نشو ونما کرتا ہے۔اس کے ساتھ ہی وہ اس قسم کے تعلیم وتربیت یافتہ انسانوں کے دلوں کو یک نگہی اور یک مقصدی کے رشتے میں منسلک اور اُنہیں باہمدگر پیوست کر کے ایک ایسی اُمت کی تشکیل کرتا ہے جو اس پیغامِ خداوندی کو عملی نظام کی شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔''(شاہکار رسالت صفحہ 1۔2)

(2) پیغام خداوندی اپنی غرض وغایت سے آ گیا، رسوؐل نے اپنا فریضہ ادا کر دیا، قریشی قوم ایسی اُمت بن گئی جو پیغام خداوندی کو ساری دنیا میں نافذ کر دے

یہ وہی ناول ہے جس کا ہم نے ذکر کیا تھا اور یہ تمام قریشی تصنیفات وتالیفات کا اور خود پرویز کی کتاب شاہکار رسالت کا لُب لُباب اور نچوڑ ہے جسے پرویز نے ایک آیت کی تائید کے ساتھ چند سطروں میں پیش کر دیا ہےاور اس سے بھی مختصر یہ ہے کہ:

۔''اللہ ورسوؐل نے قریشی قوم کو قیامت تک اپنی نمایندگی کے لئے سو فیصد تیار کر دیا تھا۔''

(3)فریب جھوٹ اور باطل اپنے پیروں سے نہیں چلتے اُن کے لئے سچائی اور حق کے پاؤں فراہم کرنا پڑتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام اپنے خطبہ 104 میں فرماتے ہیں کہ:

۔''اگر باطل حق کی آمیزش کے بغیر خالص ہوتا تو مُتلا شیانِ حق اُس کو پہچان لیتے اور باطل سے محفوظ رہتے۔اسی طرح اگر حق باطل کی ملاوٹ سے پاک وصاف سامنے آجاتا تو دشمنوں تک کی زبانیں بند ہو کر رہ جاتیں۔مگر ہوتا یہ ہے کہ فریب ساز ودروغ باف ماہرین مناسب مقدار میں باطل کو حق میں ملا دیتے ہیں۔یوں لوگ اُسے خالص حق سمجھ کر اختیار کر لیتے ہیں اور شیطان کا سارا گروہ اُسے حق ثابت کرنے اور انہیں اطمینان دلانے میں لگ جاتا ہے۔''(نہج البلاغہ خطبہ 104)

حضور علیہ السلام کی اس ہدایت کے ماتحت جب ہم پرویز کے مندرجہ بالا بیان پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اُس سچ میں کئی جھوٹ اور حق میں کئی باطل جھلکتے دکھائی دیتے ہیں اور اُمید ہے کہ ہماری نشاندہی کے بعد آپ کو بھی نظر آ جائیں گے۔

(ب) پرویزی قوم کے ناول کی رُونمائی کے لئے پرویز اور قریش کو اُمت مسلمہ کی آڑ سے نکالنا لازم ہے:

قارئین سابقہ عنوانات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلے آنے والی اُمت مسلمہ یا ملت ابراہیمؑ کے حالات تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔اس ناول میں پرویز نے قریشی قوم کو اُس مقدس امت وملت کی آڑ میں بٹھایا ہے اور یوں پبلک کو سب سے بڑا دھوکہ دیا ہے۔ بہرحال ہمیں پرویز اور اُس کی رہبر قوم کو پھر بے نقاب سامنے لانا ہے۔

(1) پہلا فریب رسوؐل کے فریضہ میں دیا گیا ہے تا کہ قریش کا مطلوبہ اور مذکورہ مقام بنایا جا سکے:

پہلے ہمیں قارئین کو یہ بتانا ہے کہ پرویز نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ خود بطور ناول فرض کر لیا کہ:

۔''رسوؐل اللہ کا یہ فریضہ تھا کہ وہ پیغام خداوندی کو عام کرنے کے بعد ایسی قوم تیار کریں جو اس پیغام کا عملی پیکر بنے اور اُس نظام کو مُتشکل ومُتمکن کر کے دکھا دے جو اس پیغام کی غایت تھا۔''(شاہکار صفحہ 1)

(2) اللہ، قرآن، اور رسولوں کی اور پرویز کی زبانی رسولوں کا فریضہ:

سورہ نحل آیت (35/16) کا پرویزی مفہوم:۔ ''اب سوچئے کہ جو لوگ اپنی گمراہی کا ذمہ دار خدا کو قرار دیں اُنہیں کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟ رسولوں کے ذمہ تو اتنا ہی ہے کہ جو وحی انہیں دی جاتی ہے اُسے واضح طور پر لوگوں تک پہنچا دیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 601)

قارئین یہ ہے تمام رسولوں کا فریضہ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔

(3) ایک مقام اور دیکھ لیں جہاں اللہ ہمارے رسولؐ سے مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ:

فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ الۡبَلٰغُ وَ عَلَیۡنَا الۡحِسَابُ (13/40)

پرویز کا مفہوم سنئے:۔ ''تیرا کام یہ ہے کہ تو اس ضابطۂ ہدایت کو لوگوں تک پہنچاتا جائے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ دیکھیں کہ ہمارے قانون کے مطابق نتائج کب ظہور میں آتے ہیں؟ (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 563)

(4) ایک اور مقام دیکھیں جہاں قریش کی محبوب قوم اور اطاعت شعاری بھی سامنے آجائے گی:

وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ O (تغابن 64/12)

پرویز کا مفہوم: ۔''اگر تم بھی اپنے اندر یہ کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اس نظام خداوندی کی اطاعت کرو جو اُس کے رسولؐ کے ہاتھوں متشکل ہو رہا ہے (یہاں تک پرویز کے اندر شیطان بول رہا تھا۔ احسن) اگر تم اُس سے روگردانی کرو گے تو اس سے نہ خدا کا کچھ بگڑے گا نہ اس کے رسولؐ کا۔ اس سے تمہارا اپنا نقصان ہو گا اور اس نقصان کی ذمہ داری بھی تمہارے اوپر ہو گی اس لئے کہ ہمارے رسولؐ کی ذمہ داری تو بس یہیں تک ہے کہ وہ ان قوانین کو واضح طور پر تم تک پہنچا دے۔ اِن کے مطابق عمل کرنا نہ کرنا تمھارا کام ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1323)

دیکھئے دس گیارہ الفاظ کی چھوٹی سی آیت میں پرویز نے ساری قریشیت، ساری ابلیسیت اور تمام عجمیت داخل کر دی ہے۔ بہر حال پرویز اور سارے قریشی علما مل کر رسولؐ کا مذکورہ فریضہ یا تہمت قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مان لیں کہ اُنہوں نے اپنے بیان میں جھوٹ بولا اور فریب کیا تھا۔

(5) قریش کی تعلیم کے لئے غلط آیت پیش کی غلط حوالہ دیا اور دھوکہ دینے کے لئے عمداً غلط ترجمہ کیا۔

پرویز کا وہ ابتدائی اور انتہائی ناول نما بیان دروغ وفریب کا ایک بنڈل ہے جسے کھولنے اور الگ الگ کرنے میں کافی دیر لگے گی اور محنت کرنا پڑے گی۔ لہٰذا اُس آیت کو دوبارہ یہاں لکھئے اور اُن کی معارف القرآن اور مفہوم القرآن سے ترجمہ ومفہوم دیکھئے:

یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ۔ (2/129، 62/2)

پرویزی ترجمہ: ''وہ تیری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سُنائے، کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دے اور اُن کے دلوں کو مانجھ دے۔''

(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 659)

یہ ترجمہ دیکھئے اور آیت کے الفاظ دیکھئے یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ ۔''وہ تیری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سُنائے۔'' اب پرویز کا وہ بنڈل دیکھئے وہاں نہ یہ کہا کہ وہ تیرے قوانین اُن کے سامنے پیش کرتا ہے۔'' نہ یہ کہا کہ ''وہ تیری آیات پیش کرتا ہے۔'' یعنی آیت تو وہ لکھی جس میں لفظ اٰیٰتِکَ (تیری آیتیں) آیا تھا مگر ترجمہ واحد مذکر غائب بنا کر کر دیا ہے۔ اسی لئے پہلے نمبر پر بریکٹ میں آیت (62/2) کا حوالہ دیا ہے اور مضمون

2/129 کالکھ دیا ہے۔تاکہ اگر قاری حوالہ دیکھے تو پہلے (62/2) کو دیکھے گا۔

اور وہاں اُسے آیت کے الفاظ یوں ملیں گے کہ:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍO وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُO(62/2-3)

جب قاری محنت کر کے قرآن میں یہ آیت پڑھے گا تو لفظ اٰیٰتِکَ کو بھول چکا ہوگا اور یہاں اُسے لفظ اٰیٰتِهٖ (اُس کی آیات) پرویز کے ترجمہ سے متفق کردے گا وہ سمجھ لے گا کہ اُس جگہ آیات پڑھ کر سُنانے کو پرویز نے سنوار کر قانونِ خداوندی سُنانا کر دیا ہے لہٰذا ٹھیک ہے وہ کتابت وغیرہ کی غلطی اور پرویز کے اختصار کا خیال کر کے مطمئن ہو جائے گا لیکن پرویز کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قاری اس غلط حوالے پر پہنچ کر مترجمین کی ڈالی ہوئی عادت کے مطابق یہاں آیت میں لفظ اُمیّیٖن پڑھ کر سمجھ لے گا کہ واقعی قریش کی بات ہو رہی تھی وہ ہی اَن پڑھ کہلاتے تھے پرویز نے اختصار کی غرض سے وہاں (جھوٹ کے بنڈل میں) پوری آیت نہیں لکھی۔اور یہ بھی خود ہی سمجھ لے گا کہ رسوؐل تھا بھی انہی اَن پڑھوں کی قوم میں سے۔اب قاری کا اطمینان ہو گیا تو دوسرا حوالہ (2/129) پڑھنے کی اُسے ضرورت ہی نہ رہے گی۔ یہ تھا پرویز کا فریب کہ اُس نے عبارت تو آیت (2/129) میں سے چرا کر لکھی اور پہلا حوالہ آیت (62/2) کا لکھ دیا کہ قاری وہاں پہنچ جائے جہاں پرویز چاہتے تھے۔

(6) <u>پرویز نے چاہا کہ قریش کو اولادِ ابراہیمؑ ہی نہیں بلکہ اُمت مسلمہ اور ملت ابراہیمؑ بھی بنا دے اور کفر کا ذکر تک نہ کرے</u>

قارئین ہی نہیں بلکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ قریش مشرک و بے دین مانے گئے ہیں اور تمام مسلمان اور قریشی علما قریش ہی کو نہیں بلکہ خود رسوؐل اللہ کو ابو طاؑلب و عبداؑللہ و اور عبدالمطلبؑ کو اور اُن کے اباء و اجداد کو بھی کافر و بے دین مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں وہ تو چالیس سال کی عمر تک رسوؐل اللہ کو بھی مومن نہیں مانتے۔اور شیعہ اور سنی علما میں یہ بحثیں ہوتی رہی اور تحریر میں آئی ہوئی ہیں کہ حضرت عبداللہؑ و ابو طالبؑ و عبدالمطلبؑ رسوؐل اللہ پر ایمان نہیں لائے تھے اور یہ کہ وہ (معاذ اللہ) سب جہنمی ہیں۔ پرویز نے مذکورہ بالا آیت (2/129) لکھ کر جو دھوکہ دیا تھا وہ ایک بڑی چالا کی تھی جس سے وہ قریش کو ایک نمونہ کی قوم اور خدا اور رسوؐل کی تا قیامت نمائندہ قوم بنا کر اپنی کتاب شاہکار کی بنیاد مضبوط کر گئے تھے۔لیکن اُن کی بدقسمتی کہ بات ہم تک پہنچی اور اب قارئین کو پرویز ہی کے قلم سے دکھاتے ہیں کہ پرویز نے کتنا بڑا دھوکہ دینا چاہا تھا۔یعنی پرائی پکی پکائی کھیتی کاٹ لینے کا پروگرام تھا۔

(7) <u>حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اُمت مسلمہ کی ابتدا اُمۃ مسلمہ میں محمدؐ کی بعث اور اُمۃ مسلمہ کا اسلام کی ذمہ داری لینا اور قریش:</u>

قرآن پڑھیے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُOرَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ Oرَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُO (بقرہ129 تا2/127)

<u>پہلے ہمارا ترجمہ تا کہ ضمائر و معانی واضح رہیں :</u>

۔’’جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کعبہ کی کچھ بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔دونوں نے درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس خدمت

کوقبول فرمالے۔ بلاشبہ تُو ہی سُننے والا ،قبول کرنے والا جاننے والا ہے۔اوراے ہمارے پروردگار تُو ہم دونوں کواپنا مخصوص مسلم بنالے۔
اور ہماری ذریت میں سے بھی اپنی ایک مخصوص مسلم اُمت بنالے اور ہم دونوں کواور اُس اُمت مسلمہ کو ہمارے قوائد وضوابط اور فرائض
آنکھوں سے دکھادے۔اورتُو برابر ہم پر اصلاحات ونوازشات کے لئے متوجہ رہنا اور یقیناً تُو تو ہے بھی متوجہ رہنے والا۔اوراَے ہمارے
پروردگار تُو اُمت مسلمہ میں اُسی اُمت مسلمہ میں سے ایک ایسا رسُول مبعوث کرنا جواُس اُمۃ مسلمہ پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور کرتا
رہے اور اُمتِ مسلمۃ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم دے اور دیتا رہے اور اُن کا ذاتی تزکیہ کرے اور کرتا رہے۔یقیناً تُو ہر طرح کا غلبہ
رکھنے والا حکیم مطلق ہے۔''

پرویزی ترجمہ:۔''اور دیکھو وہ کیسا عظیم الشان اور انقلاب انگیز وقت تھا۔جب ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں چن رہا تھا اور اسماعیل بھی اُس کے ساتھ
شریک تھا۔(اُن کے ہاتھ تو پتھر چننے میں مصروف تھے اور دل وزبان پر یہ دعا طاری تھی کہ اَے پروردگار!(ہم تیرے دو عاجز بندے تیرے مقدس نام
پر اس گھر کی بنیاد رکھ رہے ہیں تا کہ یہ دنیا میں تیری توحید کا مظہر اور وحدتِ انسانیت کا مرکز بن سکے) سو ہمارے اس عمل کو شرف قبولیت عطا فرما۔ بلا
شبہ تو ہی دعاؤں کا سُننے والا اور دلوں کے ارادوں کا) جاننے والا ہے۔اَے پروردگار ہمیں ایسی توفیق عطا فرما کہ ہم سچے مسلم (یعنی تیرے قوانین کے
اطاعت گزار ہو جائیں اور ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کردے جو تیرے ضابطۂ قوانین کی محکوم ومطیع ہو۔اوراُس کے سوا کسی اور کے
حکموں کے سامنے سر نہ جھکائے) خدایا ہمیں اس محکومیت واطاعت کے صحیح انداز وطرق (نظام دین) بتلادے اور اس باب میں ہم سے اگر کوئی سہو یا
فروگزاشت ہو جائے تو اُسے (وفور حسنات کی قوتوں سے) درگزر فرمادے کہ بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو رحمت سے درگزر کرنے والی ہے اور خدایا
اپنے بذل وکرم سے ایسا کیجئے کہ اس بستی کے بسنے والوں میں تیرا ایک رسول مبعوث ہو جوان ہی میں سے ہو وہ تیرے احکام سے لوگوں کو آگاہ
کرے،کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اِن کے جوہر انسانیت کو بالیدگی عطا کرے یقیناً تو غالب حکمت والا ہے''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 164)

پرویزی مفہوم: دیر اور تفصیل کی طرف سے بے پرواہ ہوکر پرویز کا مفہوم بھی دیکھ ہی لیں تا کہ اُن کی کشتی بھر کر ڈوبے۔سُنئے:
۔''ان حسین تمناؤں اور مقدس آرزوؤں کے ساتھ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اس مرکز نظام خداوندی کی بنیاد رکھی تھی اُن کے ہاتھ اس کی تعمیر میں
مصروف تھے اور لب پر یہ وجدانگیز دعائیں تھیں کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے تو ہماری اُن ناچیز کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرما۔کہ تو، دل
میں مچلنے والی آرزوؤں کو جانتا اور لب تک آنے والی تمناؤں کو سُنتا ہے۔اس لئے تو خوب جانتا ہے کہ ہم کن ارادوں کے ماتحت اس مرکز کی تعمیر
کے لئے کوشاں ہیں۔اور وہ ارادے اس کے سوا کیا ہیں کہ اس مرکز کے ساتھ وابستہ رہ کر ہم تیرے ضابطۂ قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں۔
اور ہمارے سر اس کے سامنے جھکے رہیں۔نہ صرف ہم ہی بلکہ ہماری آنے والی نسلوں میں بھی وہ لوگ پیدا ہوں جو اسی طرح تیرے قوانین کی
اطاعت کرنے والے ہوں۔اَے ہمارے نشوونما دینے والے! تو ہمیں وہ طور طریق بتادے جن سے اس مقصدِ عظیم کے حصول میں کامیاب ہو
جائیں اور تیری عنایات وانعامات کا رخ ہماری طرف رہے اس لئے کہ تیرا ہی قانون وہ قانون ہے کہ جوں ہی کسی نے اُس طرف رخ کیا وہ
اپنے سامان رحمت وربوبیت کو لئے خود اس کی طرف بڑھ آیا۔اَے ہمارے پروردگار ہماری اولاد میں یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے تا کہ اُن میں
سے اس دعوتِ انقلاب کو لے کر وہ رسول اُٹھ کھڑا ہو جو تیرے ضابطۂ قوانین کو اُس کی آخری اور مکمل شکل میں اُن کے سامنے پیش کردے انہیں
اس ضابطہ (کتاب) کی تعلیم بھی دے اور یہ بھی بتائے کہ ان قوانین کی غرض وغایت کیا ہے اور ان پر عمل کرنے سے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔

(اور صرف نظری طور پر ہی یہ تعلیم نہ دے بلکہ عملاً ایسا نظام متشکل کردے جس میں) لوگوں کی صلاحیتوں کی برومندی اور اُن کی ذات کی نشو ونما ہوتی جائے۔ اس قسم کی نشو ونما قوت اور حکمت دونوں کے امتزاج سے ہوسکتی ہے اور اُن دونوں کا امتزاج تیرے متعین کردہ نظام کے اندر ممکن ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 46۔47)

قارئین نے پرویز کا ترجمہ اور مفہوم دونوں پڑھ لئے ہیں۔

(8) خوشامدانہ اور منافقانہ الفاظ کے چکروں کے باوجود قریشی قوم کی وہ بات نہ بنی جو ابتدائی وانتہائی فریب کارانہ بیان میں بنادی تھی:

یہ صحیح ہے کہ پرویز اپنے ترجمے اور مفہوم میں قریش کو ان آیات (129۔127 / 2) سے وابستہ نہ کرسکے۔ مگر اُنہوں نے معانی و مفاہیم کی تبدیلی میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی اور پوری کوشش کی کہ کم از کم اشارتاً ہی سہی قریش کو اولادِ ابراہیم میں شامل دکھادیں۔ بہرحال آپ تینوں آیات کو دیکھیں وہاں اللہ نے ابراہیمؑ کی دعا میں لفظ'' اُمَّةً مُسْلِمَةً '' آیت میں رکھا ہے مگر پرویز نے اس لفظ کو قطعاً چھپالیا ہے اور لفظ ذُرِّيَّتِنَا کا ترجمہ نسلوں میں اور اولاد میں کردیا ہے۔ حالانکہ ذریت صرف اُن کو کہا جانا چاہیے جن میں یقین کے ساتھ وہ ذرات موجود ہوں جو والدین میں تھے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام کی مخصوص اور قریب اولاد میں سے اُمَّةً مُسْلِمَةً کو قائم کرنے کی دعا فرمائی تھی۔ یہ مطلب اخذ کرنا غلط ہے کہ۔''ہماری نسل میں یا اولاد میں اُمۃ مسلمۃ پیدا کردے یا پیدا کرنا'' ورنہ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ کے معنی یہ کرنا پڑیں گے کہ''ہم دونوں کو پیدا کرکے اپنا مسلم بنادے یا بنالینا۔'' وہاں تو محض تشخص اور تعین کی دعا کی گئی ہے اور رُتبہ و حالات وصفات میں دونوں کے لئے یکساں الفاظ آئے ہیں یعنی:

(1)۔ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ (اور اُسی وَاجْعَلْنَا کے ماتحت)

(2)۔ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّكَ اور اسی ذرّیت کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ اُمَّةً قَانِتاً (16/120) کہلاتے تھے۔

لہٰذا جس طرح حضرات ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو اپنے خاص مسلموں میں اُسی وقت سے شمار کرلیا تھا اسی طرح ذریت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو اُسی وقت سے اُمۃ مسلمۃ کی حیثیت سے قبول فرمالیا تھا۔

(9) آیات (129 تا 127 / 2) کی رو سے بھی اور آیت (164 / 3) کی رو سے بھی رسوؐل اللہ قریشی کفار و منافقین میں نہ پیدا ہوئے اور نہ مبعوث ہوئے:

آیات (129 تا 127 / 2) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اُمۃ مسلمۃ میں مقرر تھی اور اُمۃ مسلمۃ ذرّیت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مخصوص اولاد میں سے تھی۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کی پیدائش بھی قریش میں نہیں بلکہ اُمۃ مسلمۃ میں ہوئی تھی اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعا کے مطابق ہوئی تھی اور اس پیدائش اور بعثت کو اللہ نے اپنا منّتی احسان فرمایا ہے سُنیے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O (آل عمران 3/164)

۔''یقیناً اللہ نے مومنین پر اُس وقت منّتی احسان کیا تھا جب مومنین میں مومنین ہی میں سے ایک ایسا رسوؐل مبعوث کیا جو اُن کے اوپر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور اُن مومنین کو مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے

اور دیتا رہے گا خواہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں کیوں نہ رہے ہوتے۔‘‘

یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آنے والی اُمَّۃً مُسْلِمَۃً یا ملت ابراہیمؑ جو از اول تا آخر مومن تھی قریش کی طرح کافر و مشرک نہ تھی جن کو پرویز نے اپنے ناول میں آیت (2/129) کی عبارت لکھ کر اُمت مسلمہ کی جگہ تعلیم لیتے اور پیکر اسلام بنتے ہوئے دکھایا تھا۔ یہ تھے مختصراً پرویز کے وہ فریب جو اُنہوں نے عنوان نمبر 20 کا (الف) شروع ہوتے ہی چند سطور میں لپیٹ دیئے تھے۔ اور ایک مختصر مگر لاجواب ناول تصنیف کر دیا تھا۔

(10) آیات (129 تا 127/2) کے متعلق پرویز کی چھوٹی چھوٹی بے ایمانیاں اور معنوی غلطیاں اور فریب:

ہم نے تیزی سے نتیجہ پیش کرنے کے خیال سے آیات کے باقی ترجمے اور مفہوم کو نظر انداز کر دیا تھا اب دوبارہ ابتدا سے پرویز کے ترجمہ اور مفہوم کی باری باری تلاشی لیتے ہیں۔

پرویزی ترجمہ پر دوسری نظر:

اللہ نے کعبہ کی چند بنیادوں کو بلند کرنے کا ذکر کیا ہے مگر پرویز پوری عمارت کی از سر نو یا پہلی دفعہ تعمیر کا تصور دیتے ہیں جو اس لئے غلط ہے کہ کعبہ تو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے موجود تھا اور تمام انبیاء علیہ السلام کا مرکزی مقام رہتا چلا آیا تھا۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام نہ صرف سچے مسلم ہی تھے بلکہ وہ نبی، رسولؑ، امام اور خلیل بھی تھے۔ اُن کی دعا کا مطلب غلط لیا ہے۔ اپنا مسلم یا اپنے واسطے مسلم بنانا پرویز نہیں سمجھے۔ پھر وہ دونوں حضرات معصوم بھی تھے اُن سے خلاف قانون گناہ کے ارتکاب کو ممکن بنا گئے ہیں۔ ’’ تُبْ عَلَيْنَا ‘‘ کے معنی صرف ہم پر متوجہ رہنا ہیں۔ گناہ معاف کرنا نہیں ہیں۔

مسلمؑ، نبیؑ، رسولؑ، خلیلؑ اور امام ہوتے ہوئے اطاعت گزاری کی توفیق نہ ہونا پرویز ہی کے عقیدے میں فٹ ہوتا ہے۔

آیت میں اس بستی کے بسنے والوں کا ذکر قریش کو قریب لانے کے لئے کیا ہے جو ایجاد بندہ ہے نہ کہ قرآن کی بات۔

آیت میں نہ توحید کے مرکز کا ذکر ہے نہ انسانوں کے مرکز کی بات ہوئی ہے یہ پرویز نے اپنے باطل خیالات کا اضافہ کیا ہے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا کو بالکل اُلٹ دیا ہے وہ حضرات بتانے کی درخواست نہیں کرتے بلکہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

پرویز کا مفہوم بھی پرویز کے اپنے سر کی ایجاد ہے منشائے خداوندی نہیں:

یہاں پرویز کعبہ کی بنیادیں رکھواتے ہیں۔ کعبہ کو مرکز نظام خداوندی بنا دیا اللہ اور ابراہیمؑ کا مرکزیت سے استعفٰی لے لیا۔ یہاں بھی اَرِنَا کو بتانا ہی سمجھا ہے۔ کعبہ کے سامنے سر جھکانا پرویزی قدیم مذہب ہے یہاں بھی ذرّیت، نسل اور اولاد کو بے معنی بنایا ہے۔ یہاں قانون کو چلتا پھرتا مائکروفون بنا کر کارٹون دکھایا ہے۔ آیات کے آخر میں قریش کی حکومت اور اقتدار کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔

(11) قریش کو امت مسلمہ کی جگہ دینا چاہتے تھے حالانکہ امت مسلمہ ہی تو قریشی قوم پر وکیل بنائی گئی تھی تاکہ قریشی کفر پر نظر رکھے اور انہیں ناکام کرے:

سابقہ عنوان نمبر (7) میں امت مسلمہ یا ملت ابراہیمؑ کو اسلام کا ٹھیکیدار کہا گیا تھا چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ O (6/90)

’’یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے پوری کتاب پوری نبوت اور پوری حکومت دی ہے چنانچہ اگر یہ قریش اس حقیقت کو چھپاتے ہیں تو یقیناً اس

کی وکالت ایسی قوم کو سونپ دی ہے جو اس حقیقت سے ہرگز کفر نہ کرے گی'' (6/89)۔

(12) رسوؐل اللہ نہ قریش میں سے تھے نہ اُن میں پیدا ہوئے، نہ اُن پر مبعوث ہوئے نہ اُن کی تعلیم وتربیت شروع کی نہ وہ اسلام کا پیکر بن سکے یہ تو اُمت مسلمہ کی بات ہے:

پرویز نے قریش کو پیکر اسلام بنانے کے لئے بلا کسی تصادم کے اُن کی تعلیم شروع اور مکمل کرا کے انہیں نمونہ کی قوم بنا کر دکھایا اور گزر گئے۔ لیکن وہ آیات وتعلیمات تو ملت ابراہیمؑ یا اُمۃ مسلمہ سے متعلق تھیں ورنہ قریش نے تو قرآن اور رسوؐل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تفصیل سے خود پرویز کے ہاتھوں لکھوا دیا گیا ہے یہاں دوبارہ تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ قریش نے قرآن کریم ورسوؐل کریم کا استقبال کیسے کیا تھا؟ پرویز ہی کی زبان اور پرویز ہی کی کتابوں سے ملاحظہ کریں۔ پرویز باقاعدہ لیڈروں کی چالیں اور حربے لکھتے لکھتے یہ عنوان قائم کر کے قریشی قوم کے لیڈروں کے رویہ کا ذکر کرتے ہیں:

۔''یہی اکابر مکہ نے کیا'' یہی حربہ سرزمین عرب کے فراعنہ نے استعمال کیا۔

وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّصُدَّکُمۡ عَمَّا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُکُمۡ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡکٌ مُّفۡتَرًی وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ O (34/43)

پرویزی ترجمہ: اور (دیکھو) جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ شخص (محمد) اس کے سوا کیا ہے کہ (ہماری ہی طرح کا) ایک آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ (اے لوگو) تمھیں اُن معبودوں کی پرستش سے روک دے جنہیں تمھارے آباؤ واجداد پوجتے آئے ہیں؟ اور کہتے ہیں (کہ یہ دعویٰ کہ جو کہ وہ کہہ رہا ہے خدا کا حکم ہے۔) اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ وہ (خدا کے نام پر) تہمت باندھا ہوا ایک جھوٹ ہے اور وہی لوگ جو انکار کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں، حق کے بارہ میں جب وہ اُن کے سامنے آ گیا یہ کہتے ہیں کہ یہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 218۔219)

قارئین آپ نے وہ فرق دیکھ لیا جسے پرویز نے اپنے ناول میں چھپا دیا تھا۔ وہ تو تین ہزار سال سے انتظار کرتے ہوئے چلی آنے والی مسلمانوں کی اُمت تھی جس نے بلا چون وچرا تلاوت قرآن سُنی اُسے یاد کیا اس پر نوٹس تیار کئے اور روز افزوں ترقی کرتی آگے بڑھتی رہی جسے پرویز نے غلط طور پر قریش بنا دیا تھا۔ قریش نے تو ٹھنڈے دل سے کبھی رسوؐل کی تلاوت سُنی ہی نہ تھی۔ آگے چل کر پرویز نے لکھا ہے کہ:

قرآن کو مت سُنو: ۔''قریش اس خطرے کی روک تھام کے لئے ایسا اہتمام کرتے کہ کوئی قرآن کو سُننے ہی نہ پائے وہ کہتے تھے کہ جہاں جہاں قرآن کی تلقین ہو رہی ہو اتنا شور مچاؤ ایسا ہنگامہ برپا کرو کہ کوئی اُسے سُن نہ سکے۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِیۡهِ لَعَلَّکُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ O (حم سجدہ 41/26)

''اور (دیکھو) جو لوگ (قبول حق سے) انکار کر چکے ہیں اُنہوں نے کہا ''اس قرآن کو نہ خود سنو اور نہ دوسروں کو سُننے دو) جہاں اس کی تعلیم ہو رہی ہو وہاں شور مچاؤ شاید تم اس طرح غالب آ سکو۔'' (ایضاً جلد 4 صفحہ 224۔225)

یہ تھے قریش اور قریش کا تعلیمِ قرآن کے ساتھ سلوک جنہیں پرویز نے اپنے ناول میں ایک شریف ومہذب اور ترقی پذیر قوم بنا کر امت مسلمہ کی آڑ میں بٹھا دیا تھا یہاں تک پرویز کے اُس فریب اور جھوٹ کے بنڈل کا ہر دھوکہ سامنے آ گیا ہے اور دغا وفریب میں پرویز کا کمال بھی واضح ہو چکا ہے۔

(ج) پرویز قریشی تاریخ سے اپنے عقائد اور ذوق کے مطابق خوشہ چینی کرتے ہوئے گزر رہے ہیں فی الحال اُنہوں نے قرآن کو خیر باد کہہ دیا ہے:

(1) یہاں سب سے پہلے اُنہوں نے عربوں کی خصوصیات لکھی ہیں جن پر ہم نے باقاعدہ نمبروار اُن کو کاذب وفریب کار ثابت کر دیا ہے۔ (سابقہ عنوانات)

(2) اُنہوں نے ابوجہل اور عمر بن الخطاب کی چند سرکشانہ مثالیں دی ہیں اور رسولؐ اللہ سے اُن دونوں کے حق میں ایک ایسی دعا نقل کی ہے جو اسلام کے خلاف ہے یعنی:

۔''یاالہ العالمین اسلام کو ابوجہل یا عمر ابن الخطاب کے ذریعہ تقویت بخش۔ان دونوں میں سے تجھے جو بھی محبوب ہواُسے مشرف بہ اسلام فرما۔'' (شاہکار صفحہ 5)

یہ تاریخی افسانہ عمر کی عزت افزائی میں گھڑا گیا تھا اور اکثر قریشی علما اس افسانے کو لکھتے آئے ہیں لیکن اُنہوں نے اس طرف نہ توجہ دی اور نہ دینی چاہیے تھی کہ ایسی دعا کی اجازت رسولؐ کو قرآن میں کہاں ملی ہے؟ پھر اُنہوں نے یہ بھی نہیں سوچا ہے کہ اس میں کیا عقلمندی تھی کہ دونوں میں سے ایک کو مسلمان کرنے کی دعا کریں۔اگر رسولؐ اللہ ضرورت مند تھے تو دونوں کو مسلمان کرنے کی دعا کیوں نہ کی؟ اور مکہ یا عرب میں ابوجہل وعمر سے زیادہ موزوں اور بھی بہت سے لوگ تھے ایسے کہ جن کے یہاں عمر نوکر رہا اور ایسے کہ جنہوں نے عمر کو پناہ دی (ص 19) بہر حال عقلمندی یہ ہوتی کہ تمام مفید لوگوں کے مسلمان کرنے کی دعا کی جاتی۔معلوم ہوتا ہے کہ افسانہ ساز کوئی بے وقوف وجذباتی شخص تھا اور پرویز نے بھی اس دعا کو واقعہ اور صحیح سمجھنے میں عقل سے نہیں جذبات سے کام لیا۔

(3) ذاتی اور عمر کے خاندانی کوائف: یہ عنوان قائم کر کے کسی تحقیق کو یا تحقیق شدہ حقائق کو سامنے نہیں لائے۔نہایت بھدے انداز میں تاریخ کے متنازعہ امور کو حقائق مانتے ہوئے گزرے ہیں۔عرب کی سینکڑوں اقوام کو،قبائل کو،عدنان کی اولاد قرار دے دیا ہے۔قریش ایک تاریخی سازش ثابت کی جا چکی مگر پرویز کا تو کام ہی قریش کو ایک حقیقت مان کر چلتا ہے۔

(4) عمر کے اوپر اُس کے باپ کا تشدد: عمر کے بقول لکھا ہے کہ باپ تھک کر بیٹھنے پر بھی مارا کرتا تھا۔نمدہ کا کرتا پہناتا تھا۔اونٹوں کا گلہ دے کر چرانے کو بھیجتا تھا۔مگر پرویز کو بتانا چاہیے تھا کہ عمر کی پٹائی کیوں ہوتی تھی؟ محض تھک جانا تو کافی سبب نہیں ہے اور خطاب کا دماغی توازن یقیناً ٹھیک تھا وہ بلا کسی سنگین وجہ کے نہیں مار سکتا تھا یقیناً عمر اونٹوں میں کوئی بہت ہی تکلیف دینے والی حرکت کرتے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ حرکت ایسی ہونا چاہیے جس کا اثر دیرپا ہو۔یہ بھی بتانا ہوگا کہ آیا غربت وتنگدستی کی بنا پر نمدے کا کرتا پہننا پڑتا تھا یا بطور سزا ایسا کیا جاتا تھا؟ اونٹوں کا چرانا خود غربت وافلاس کا پتہ دیتا ہے۔اور ایسے ماحول میں تہذیب وتمدن اور علم وہنر سے کوئی لگاؤ یا ضرورت کا موجود ہونا سمجھ میں آنے کی بات نہیں ہے۔رہ گیا عمر کا یا قریش کا حسب ونسب؟ اس کی تفصیل بلوغ ارب وقرآن سے زیادہ کہیں نہیں مل سکتی ایسے لوگوں کا حسب ونسب پوچھنا یا بتانا بہت غلط ہے جو اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں سے اولاد پیدا کرتے رہے ہوں؟

(د) قرآن سے ثبوت ملے یا نہ ملے پرویز اور قریش کی مذہبی ضرورت ہے کہ بعد رسولؐ بنائی جانے والی حکومت کو برحق وقرآنی حکومت مان لیا جائے

پرویز شاہکار رسالت کا تیسرا باب اس عنوان سے شروع کرتے ہیں۔

''خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است''

اور لکھتے ہیں کہ:

۔''اس آیہ جلیلہ کو پھر سامنے لایئے جس میں کہا گیا ہے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَO (آل عمران 3/144)

(1) پرویز کا شاہکار کے لئے ترجمہ:

محمدؐ بیش ازیں نیست کہ خدا کا ایک پیغامبر ہے۔اس سے پہلے بھی اسی طرح بہت سے پیغمبر آئے اور اپنا فریضہ ادا کر کے چلے گئے لہٰذا یہ پیغام رسان (محمدؐ) بھی کل کو وفات پا جائے گا یا قتل کر دیا جائے تو کیا تم سمجھو گے کہ اس کی وفات سے یہ سارا نظام ختم ہو گیا اور اس کے بعد تم اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ یادرکھو جو ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا خود اپنا ہی نقصان کرے گا لیکن جو اس روش پر قائم رہے گا تو اُسے اس کی کوشش کا بھرپور صلہ ملے گا۔''

(2) ترجمہ کے بعد پرویز کا اصل مقصد سُنیے:

''اس سے واضح ہے کہ جو نظام رسولؐ اللہ نے قائم فرمایا تھا وہ آپؐ کی ذات اور حیات تک محدود نہیں تھا۔ اُسے حضورؐ کے بعد بھی اُسی طرح جاری وساری رہنا تھا۔نبوت تو آپؐ کی ذات پر ختم ہوگئی تھی۔لیکن نبوت کی رو سے قائم کردہ نظام کا سلسلہ بدستور آگے چلنا تھا۔اس نظام کو جاری رکھنے کے لئے حضورؐ کی جانشینی کو خلافت کہا جاتا ہے۔اور جن کے ہاتھوں اُسے جاری رہنا تھا انہیں رسولؐ اللہ کے خلفاء (جانشین یعنی successors)۔یہیں سے دین اور مذہب کا فرق سمجھ میں آجاتا ہے۔۔۔۔۔۔(شاہکار صفحہ 32۔31)

(3) پرویز باطل کو حق ثابت کرنے کیلئے حق کہاں سے لائیں؟ اُنہیں لوگوں کو غلط بات منوانے کیلئے طرح طرح کے فریب دینا اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں:

پرویز نے مندرجہ بالا آیت (3/144) کا ترجمہ غلط کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے ہم پہلے پرویز ہی کا ایک ترجمہ دکھاتے ہیں جو 1949ء میں کیا گیا تھا پڑھیئے:

پرویز کا معارف القرآن کے لئے ترجمہ: ۔''اور محمد اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں۔(جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے، اور راہِ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے) پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پائیں (اور بہر حال انہیں ایک دن وفات پانا ہے) یا (فرض کرو) ایسا ہو کہ وہ قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہ حق سے پھر جاؤ گے (اور اُن کے مرنے کے ساتھ ہی تمھاری حق پسندی بھی ختم ہو جائے گی؟) اور جو کوئی راہ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ (اپنا ہی نقصان کرے گا) خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔اور جو لوگ شکر گزار ہیں (یعنی نعمت حق کی قدر دانی کرنے والے ہیں) تو قریب ہے کہ خدا اُنہیں اُن کا اجر عطا فرمائے۔'' (جلد 4 صفحہ 668)

قارئین یہ نہ سمجھیں کہ پرویز 1949ء میں کوئی اور تصور رکھتے تھے۔ ہرگز نہیں وہ تو ماشاءاللہ پیدائشی اور نسلی گمراہ ہیں اُنہوں نے ترجمہ کے فوراً بعد مسلسل لکھا ہے کہ

(4) وفات رسوؐل کے بعد منصب مرکزِ ملت، ملت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

''اس آیت مقدسہ کو سرسری طور پر دیکھ کر نہ گزر جایئے، یہ دین کے بہت بڑے اصول کی حامل ہے۔ غور کیجیے! اس میں کس قدر واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ دین میں شخصیت پرستی کو کوئی دخل نہیں اور تو اور، خود ذاتِ رسالت مآبؐ کہ جن کے متعلق ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ: ۔ بعداز خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر۔ نظام دین میں اُس ذاتؐ اقدس و اعظم کی بھی ذاتی حیثیت (personal capacity) بجز ایں نیست کہ وہ خدا کے پیغامبر اور مرکز ملت ہیں حضوؐر کی وفات کے بعد یہ پیغام خداوندی (یعنی قران کریم) اپنی اصلی شکل میں قیامت تک باقی رہے گا (کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لے رکھی ہے) اسی لئے حضوؐر کی رسالت بھی قیامت تک باقی رہے گی۔ باقی رہا منصب مرکز ملت سو یہ ملت کی طرف منتقل ہو جائیگا اور سلسلہ بہ سلسلہ آگے چلے گا۔ لہٰذا نظام دین کا انحصار کسی شخصیت پر نہیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 669)

(5) پرویز کا مفہوم القرآن بھی دیکھ لیں تا کہ اُن کی کوشش کا کوئی پہلو رہ نہ جائے۔

فرماتے ہیں کہ: ''موت اور مقاتلہ کا ذکر آ گیا تو اس ضمن میں ایک اور اہم اصول کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنی زندگی اور قوت کا راز اپنے نظام کے استحکام میں سمجھو۔ اُسے شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو چھوٹی چھوٹی شخصیتیں بھی تو ایک طرف اس باب میں تو محمدؐ جیسی بلند ترین شخصیت کا بھی یہ عالم ہے کہ صرف خدا کا پیغام پہنچانے والا ہے۔ اُس سے پہلے اسی طرح بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے اور اپنا فریضہ ادا کر کے چلے گئے۔ لہٰذا اگر یہ پیغام رساں (محمدؐ) بھی کل کو مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو کیا تم سمجھو گے کہ اُس کی موت سے یہ سارا نظام ختم ہو گیا؟ اور اُس کے بعد تم اپنی قدیم روش کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ یاد رکھو جو ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا خود اپنا ہی نقصان کرے گا۔ لیکن جو ایمان کی روش پر قائم رہے گا اور اس نظام کی قدر شناسی کرے گا تو اُسے اُس کی کوششوں کا پوار پورا صلہ ملے گا۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 156۔157)

(ہ) پرویز کی پوری اسکیم اور ثبوت سامنے آ گیا اب اُن کے دلائل اور بیانات سے بتدریج اُن مغالطوں کو واضح کرنا ہے جو اُنہوں نے دیئے ہیں۔

قارئین ہمیں داد دیں یا نہ دیں مگر ہم نے پرویز کا وہ سارا سامان تلاش کر کے لفظ بلفظ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے جو اُنہوں نے بعد رسوؐل قریشی حکومت قائم کرنے کے لئے قرآن سے بطور ثبوت لکھا ہے۔ اور اس معاملے میں کنجوسی کرنے کی بجائے فراخدلی سے کام لیا ہے اور چاہا ہے کہ اس سلسلے میں پرویز نے جو کچھ بھی لکھا ہے اور جہاں بھی لکھا، فضول ہونے کے باوجود، سب جمع کر دیا جائے۔ اور یہ کہ پرویز کے کسی پہلو کو کمزور نہ ہونے دیا جائے چنانچہ شاہکار رسالت اور معارف القرآن اور مفہوم القرآن بلفظہٖ آپ کے سامنے ہیں۔ اُن کو بار بار پڑھتے اور ہمارے تنقیدی بیانات سے مقابلہ و موازنہ کرتے چلیں۔

(1) پرویز کی پیش کردہ آیت (3/144) میں مخاطب لوگ نہ اللہ کو پسند ہیں نہ ہمیں اور نہ ہی وہ پرویز کی ضرورت پر پورے اُترنے والے مومن ہیں

آیت میں مخاطب مومنین یقیناً اسلام کو رسوؐل کی ذات تک محدود سمجھتے تھے اور رسوؐل کے بعد اسلامی پابندیوں سے آزادی کی فکر میں رہتے تھے اُنہوں نے ہرگز اللہ کا یا اسلام کا وہ مقصد سامنے نہیں رکھا تھا جو مسٹر پرویز نے سمجھا اور اُنہیں بتایا ہے اور آیت کے آخری الفاظ میں بھی اور پرویز کے ترجمے اور مفہوم میں بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مخاطب مومنین بھی اللہ سے اور پرویز سے متفق ہو گئے تھے یا نہیں اور شخصیت پرستی چھوڑ کر آئندہ چلنے والے نظام میں داخلہ منظور کر لیا تھا یا نہیں؟ لہٰذا اگر آیت کا وہی منشاء و مقصود ہے جو پرویز سمجھے تو اس آیت میں بھی بہت ہی غلط لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو لوگ رسوؐل خدا جیسی، بقول پرویز، اقدس و اعظم ہستی اور بعداز خدا بزرگ تُوئی کے مرنے اور جان چھڑانے کا انتظار کر رہے

ہوں، وہ بعد کے بے نام ٹٹ پونجیا نظام کے ساتھ کیسے رہ سکتے تھے؟ یعنی یہ تو ایسے تھرڈ کلاس لوگ تھے کہ انہیں مومنین کہنا بھی ایمان اور مومن کی توہین ہے۔ یہ تو مشرکوں اور کافروں سے بھی بدتر تھے۔ وہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ خدا لوگوں کے مرنے کے ساتھ نہ مرجاتا ہے نہ لوگوں کو اُن کی کوششوں اور محنت کا اجر دینا بند کردیتا ہے۔ بہرحال وہ عہدِ رسوؐل میں اسلام کے حلقے میں داخل تھے اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ رسوؐل کے بعد رسوؐل کی طرح کا کوئی سربراہ تعینات کردیا گیا ہے اور جو اللہ کے نزدیک رسوؐل ہی کی طرح اُس نظام کو سنبھالنے اور چلانے کی ہمت وقدرت وعلم وجرأت رکھتا ہے تو ممکن تھا کہ وہ لوگ بعد رسوؐل اس نظام میں ٹھہرے رہتے۔ لہٰذا وہ بہت گھٹیا ذہنیت اور عقیدے کے لوگ تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ اُنہیں اُس مقصد کے لئے مخاطب کیا جاتا جو پرویز نے اِس آیت (3/144) کے ذمہ لگایا ہے۔

(2) پرویز کو اپنے مقصد تک پہنچنے کیلئے اس آیت میں آیت کے الفاظ کے خلاف کیا کیا اضافے کرنا پڑے؟ ورنہ آیت میں تو پرویز کی مخالفت موجود ہے۔ پرویز کے وہ مطالب جن کے لئے آیت میں الفاظ نہیں ہیں۔

(1)۔''جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے اور راہِ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے۔(2) اور بہرحال انہیں ایک دن وفات پانا ہے۔ (3) فرض کرو۔(4) اور اُن کے مرنے کے ساتھ ہی تمہاری حق پسندی بھی ختم ہوجائے گی؟ (5) اپنا ہی نقصان کرے گا (6) یعنی نعمتِ حق کی قدردانی کرنے والے ہیں (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 669 کا اضافہ) (7) اسی طرح (8) اور اپنا فریضہ ادا کرکے (9) لہٰذا گر کل کو۔(10) تو کیا تم سمجھو گے کہ اس کی وفات سے یہ سارا نظام ختم ہوگیا۔(11) خود اپنا ہی نقصان کرے گا (12) لیکن جو اس روش پر قائم رہے گا۔'' (شاہکار رسالت صفحہ 2 پر اضافہ)۔

مفہوم القرآن میں ذاتی تصورات:

1۔موت اور مقاتلہ کا ذکر آ گیا ہے تو اس ضمن میں ایک اور اہم اصول سمجھ لینا بھی ضروری ہے 2۔ وہ یہ کہ تم اپنی زندگی اور قوت کا راز اپنے نظام کے استحکام میں سمجھو۔3۔ اُسے شخصیتوں کے ساتھ وابستہ مت کرو۔4۔ چھوٹی چھوٹی شخصیتیں تو ایک طرف اس باب میں تو محمدؐ جیسی بلند ترین شخصیت کا بھی یہ عالم ہے کہ صرف خدا کا پیغام پہنچانے والا ہے۔5۔ اُس سے پہلے اسی طرح بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے۔6۔ اور اپنا فریضہ ادا کرکے چلے گئے۔7۔ لہٰذا اگر یہ پیغام رساں (محمدؐ) بھی کل کو۔8۔ تو کیا تم سمجھو گے کہ اس کی موت سے یہ سارا نظام ختم ہوگیا؟۔9۔ خود اپنا نقصان کرے گا۔ لیکن جو ایمان کی روش پر قائم رہے گا اور اس نظام کی قدرشناسی کرے گا۔

یہ ہیں وہ چالاک پیش بندیاں اور فریب کاریاں جس سے آیت (3/144) کے منشا کا رخ بدلنے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال ہم پرویز کی اس کوشش پر ذرا دیر بعد نظر ڈالیں گے پہلے یہ دکھادیں کہ پرویز کے اضافہ کو الگ کرکے آیت میں اللہ نے کیا فرمایا؟ اور علماوصحابہ کیا سمجھے؟

(3) آیت (3/144) کے مخاطب لوگ رسوؐل کو قتل کرانے اور اُن کی جگہ دین سے مرتد ہوکر بھی حکومت قائم کرنے پر تیار تھے اور پرویز اُن ہی کی وکالت کررہے ہیں۔

ہم پرویز اور قریش کے قلبی حالات اور منصوبے کو چھومنتر سے چند سطروں میں بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لئے آہستہ آہستہ اور بتدریج آپ کو لے کر اُن کی طرف بڑھتے ہیں اور باطل کے تہہ در تہہ چودہ سو سال سے بُنے ہوئے جال کی کڑیاں کھولتے ہیں۔ آپ ساتھ ساتھ چلتے رہیں اور دیکھتے رہیں کہ پرویز کا سارا تانا بانا کھلتا اور فریب ثابت ہوتا چلا جائے گا لہٰذا مندرجہ بالا آیت (3/144) کا ترجمہ علامہ مودودی

سے سُنئے تا کہ پرویز کے فریب کا چہرہ نظر آنے لگے:

مودودی اور آیت (3/144) ۔''محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسوؐل ہیں، اُن سے پہلے بھی اور رسوؐل بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو اُلٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اُس کی جزا دے گا۔'' (تفہیم القرآن اول صفحہ 291)

مودودی کی تشریح: ۔''جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو اکثر صحابہ کی ہمتیں چھوٹ گئیں۔ اس حالت میں منافقین نے (جو مسلمانوں کے ساتھ ہی لگے ہوئے تھے) کہنا شروع کیا کہ چلو عبداللہ بن اُبی کے پاس چلیں تا کہ وہ ہمارے لئے ابوسفیان سے امان لے دے اور بعض نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر محمدؐ خدا کے رسول ہوتے تو قتل کیسے ہوتے، چلو اب دین آبائی کی طرف لوٹ چلیں۔ ان ہی باتوں کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تمہاری ''حق پرستی'' محض محمدؐ کی شخصیت سے وابستہ ہے اور تمہارا اسلام ایسا سُست بنیاد ہے کہ محمدؐ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی تم اُسی کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے جس سے نکل کر آئے تھے تو اللہ کے دین کو تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ اس سے یہ بات مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ موت کے خوف سے تمہارا بھاگنا فضول ہے۔ کوئی شخص نہ تو اللہ کے مقرر کئے ہوئے وقت سے پہلے مرسکتا ہے اور نہ اُس کے بعد جی سکتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 291)

(4) آیت (3/144) کے مخاطب لوگوں نے رسوؐل کو قتل کرانے کے لئے نرغہ دشمن میں چھوڑ کر فرار کیا، جھوٹی خبر قتل اُڑا دی۔ رسوؐل زندہ رہے اور وہ ناکام ہوگئے:

پرویز نے یہ سب کچھ قریشی تاریخ میں پڑھا اور خود بھی لکھا اور آیت میں مرمت اور اضافے کر کے اُن ہی ملاعین کو خود ساختہ حکومت میں مددومعاون بننے کا سبق دے دیا۔ مودودی بھی تو صحابہ پرست قریشی عالم ہیں۔ اس لئے بلا کسی قرآنی دلیل کے آیت (3/144) میں مخاطب لوگوں کو منافق لکھ دیا حالانکہ پکے قریشی قسم کے مومن تھے۔ بہرحال پہلے پرویز سے اُس فرار کا حال سُنیں۔

پرویز صحابہ کے فرار کا حال لکھتے ہیں: ''تیر اندازوں کا وہ دستہ جو پشت پر حفاظت کے لئے متعین کیا تھا ضبط نہ کر سکا اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ کر میدان میں آ گیا۔ اُن کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رُکے۔ اُن کے ساتھ صرف چند جاں باز رہ گئے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مجاہدین میدان میں بے خطر مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف تھے۔ دیکھا تو سر پر تلواریں برس رہی ہیں۔ ایسی پریشانی پھیلی کہ اپنے بیگانے کی خبر نہ رہی۔ حضرت مصعب بن عمیر جو رسوؐل اللہ سے صورت میں مشابہ تھے شہید ہو گئے تو غل مچ گیا کہ رسوؐل اللہ نے شہادت پا لی ہے۔ اس سے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اس اضطراب اور بدحواسی میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ خود رسوؐل اللہ کہاں ہیں؟۔ وغیرہ (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 530)

اگلے صفحہ پر پرویز نے ''قرآنی تفاصیل'' کا عنوان لکھ کر ماناہے کہ؛

1۔ مسلمانوں میں ایک دنیا پرست گروہ تھا ایک آخرت کا طالب۔

2۔ رسوؐل اللہ کے حکم کی نافرمانی کی گئی بزدلی اور جنگ کے معاملے میں تنازعہ شروع کر دیا۔

یہاں پرویز نے کسی کو منافق نہیں بنایا ہے بلکہ آیت کے الفاظ کے خلاف اُن تمام کو اللہ کی طرف سے مغفرت دلا دی ہے اور سرکشی و جرائم کے اثرات

بھی مٹا دیئے ہیں (3/152)۔

صحابہ کے فرار کا نظارہ قرآن اور پرویز : پرویز کا محتاط ترجمہ سُنیے :

۔''اے پیروان دعوت ایمانی وہ وقت بھی یاد کرو جب تم (میدان جنگ سے) بھاگے جا رہے تھے اور بدحواسی کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے کی طرف مُڑ کر دیکھتا تک نہ تھا اور اللہ کا رسوؐل تھا کہ پیچھے سے پکار رہا تھا۔۔۔۔'' (معارف القرآن 4 صفحہ 532، 3/153)

صحابہ کا حکومت واقتدار کی اسکیم پر عمل

پرویز نے جنگ احد کی آیات تو سب لکھی ہیں لیکن ترجمے میں شیطانی حد تک ہیرا پھیری کی ہے (صفحہ 532۔533) لہٰذا مودودی کا ترجمہ دیکھ کر پرویزی مومنین کی سازش کو سمجھ لیں۔

مودودی ترجمہ آیت (3/144) والے مومنین کی آخری شان ۔

۔''دوسرا گروہ جس کے لئے ساری اہمیت بس اپنے مفاد ہی کی تھی اللہ کے متعلق طرح طرح کے ایام جاہلانہ کے گمان کرنے لگا جو سراسر خلاف حق تھے۔ یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ ''اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟'' ان سے کہو کہ ''(کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔'' دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ ''اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے'' (3/154) جلد اول صفحہ 296)۔

ان آیات اور بیانات سے یہ ثابت ہو گیا کہ جن مومنین کو آیت (3/144) میں مخاطب دکھایا گیا ہے وہ تو رسوؐل کی موت کا انتظار کر رہے تھے اور اُن کی وفات کے بعد اُن کا اپنا ارادہ تھا کہ وہ اسلام میں انقلاب پیدا کر کے جن قدموں سے اسلام میں داخل ہوئے تھے انہیں قدموں سے اپنا گول حاصل کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ یعنی وہ آئے ہی اس لئے تھے کہ رسوؐل کی حکومت وقتدار پر قبضہ کر لیں چنانچہ یہی اُن کا دلی منصوبہ تھا اور اللہ نے جنگ احد کی آیات میں بھی بیان کر دیا ہے (3/153-154) اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ جنگ احد میں اُنہوں نے مکّی مرکز کو پورا پورا موقع دیا تھا کہ وہ رسوؐل اللہ کو میدان جنگ میں قتل کر دیں اور پھر حکومت پر قبضہ کر لیں۔ لہٰذا اُن سے آیت (3/144) میں یہی دریافت کیا گیا ہے کہ کیا تمہاری ایسی اور ایسی اسکیم نہیں ہے؟

(5) آیت (3/144) میں پرویز کی کوشش، مرمت اور اضافوں پر حسب وعدہ نظر ڈالئے اور پرویز کو قرآن کے مسلّمات اور اُن کی بکواس پر متوجہ کیجیے۔

پرویز نے اس آیت کی مرمت کرتے ہوئے جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسوؐل ہونا ہے۔ اور اُنہیں باقی گزرے ہوئے رسوؐلوں کے برابر کر دینا ہے۔ اور ہم بھی یہاں اسی پہلو پر ان کی اور قارئین کی توجہ چاہتے ہیں۔ اور قرآن کے مسلّمات کے ماتحت چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے پرویز کا یہ جملہ دیکھیں۔

اول۔ ''اس سے پہلے بھی اسی طرح بہت سے پیغامبرؑ آئے۔ (شاہکار رسالت)

دوم۔ ''اس سے پہلے اسی طرح بہت سے پیغام پہنچانے والے آئے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 156)

کچھ اور کہنے سے پہلے ہی یہ بتا دیں کہ پرویز نے چند ملاعین کی طرف داری میں دنیا کا یہ سب سے بڑا جھوٹ بولا اور سب سے بڑی بد دیانتی کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین رسوؐل بنا کر بھیجے گئے کیا اُن سے پہلے بھی کوئی اس طرح کا رسوؐل آیا تھا۔ کیا کوئی اور رسوؐل

مکمل کتاب و مکمل دین لے کر آیا تھا؟ کیا کوئی اور رسوؐل اسی طرح قیامت تک رسوؐل تھا؟ ہم ایسی خاص پوزیشن والے رسوؐل کا تقابل کر کے وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے پرویز خود مانیں گے کہ محمدؐ کی طرح کا کوئی رسوؐل آپؐ سے پہلے نہیں آیا۔ البتہ ایک بات ضرور کہیں گے اور وہ یہ کہ کیا کوئی اور رسوؐل بھی رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا اور کسی اور رسوؐل نے بھی تمام عالمین کی تنذیر کا کام سنبھالا تھا؟ اگر نہیں تو ہمیں صرف یہ بتایا جائے کہ بعد وفات رسوؐل پوری کائنات کے لئے رحمت و تنذیر کا انتظام یا نظام کیا تھا؟ اسے چھوڑ یئے صرف اس قدر بتا دیجئے کہ قرآن جیسی ہمہ گیر و کائنات گیر کتاب کی تعلیم کا کیا نظام تھا؟ کیا قریشی صحابہ میں قرآن کی رو سے کوئی ایسا شخص تھا جو قرآن کے دعویٰ کے مطابق تفصیل کل شئی کا عالم تھا؟ پھر ہمیں اس نظام کی تفصیل بتائی جائے جو بعد وفاتِ رسوؐل برسر کار آنا تھا۔ یعنی یہ تو مان لیا کہ:۔ ''باقی رہا منصب مرکز ملت سو یہ ملت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔''

یعنی رسوؐل کی جگہ لینے کے لئے کون تعینات تھا؟ اُولی الامر کے مقام پر کس نے آنا تھا؟ اور اگر یہ سب طے شدہ نہ تھا تو لفظ نظام بکواس بن جاتا ہے۔ آیت (3/144) والے لوگ کیوں نہ سمجھتے کہ بعد رسوؐل یہ پورا ڈھونگ بکھر جائے گا؟ اور کس بنا پر پرویز خلافت سازی کے دوران صحابہ میں ہونے والی لپاڈکی کا انکار کرتے ہیں؟ جب کہ نہ رسوؐل نے کسی کو اپنا جانشین خلیفہ متعین کیا تھا نہ پوری اُمت پر کسی کو واجب الاطاعت بنایا تھا۔ اگر سب آزاد تھے سب برابر تھے سب مختار تھے تو اُن میں اختلاف رائے کیوں نہ ہوتا؟ کیوں مفید بات کو منوانے پر اصرار نہ ہوتا؟ کیوں میان سے تلواریں نہ نکل آتیں کیوں ایک دوسرے کی ڈاڑھی پر ہاتھ نہ پڑتے؟ لہٰذا شاہکار میں لکھی ہوئی وہ تمام باتیں بکواس سے زیادہ کچھ نہیں جو صفحہ 34 سے صفحہ 48 تک پھیلی ہوئی ہے۔

(6) <u>دین اور مذہب میں فرق ایک طویل بکواس ہے جسے پرویز نے نوجوانوں کو پُھسلانے کے لئے گھڑا ہے:</u>

پرویز نے آیت (3/144) کی گفتگو کو یہ کہہ کر مکمل کیا ہے کہ:

''نبوت کی رو سے قائم کردہ نظام کا سلسلہ بدستور آگے چلنا تھا۔ اس نظام کو جاری رکھنے کے لئے حضوؐر کی جانشینی کو خلافت کہا جاتا ہے اور جن کے ہاتھوں اسے جاری رہنا تھا انہیں رسوؐل اللہ کے خلفاء (جانشین یعنی successors)۔ یہیں سے دین اور مذہب کا فرق سمجھ میں آجاتا ہے۔ مذہب خدا اور بندے کے درمیان پرائیویٹ تعلق کا نام ہوتا ہے۔ جس کا وجود فرد متعلقہ کے ذہن سے باہر کہیں نہیں ہوتا۔ یہ تعلق پوجا پاٹ، بھگتی یا پرستش کی چند رسومات یا گیان، دھیان، مراقبوں، ریاضتوں کی رُو سے قائم کر لیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہہ کر اپنے دل کو مطمئن کر لیا جاتا ہے کہ وہ تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک خالصتاً انفرادی اور داخلی یا موضوعی (subjective) جذبہ کا نام ہے۔ جس کے لئے کسی نظام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس دین اس نظام کا نام ہے جو قوانین خداوندی کی بنیادوں پر قائم کیا جاتا ہے۔ اور اس کا دائرہ انسانی زندگی کے ہر شعبے اور کاروبار حیات کے ہر گوشے کو محیط ہوتا ہے۔ اسی کو عصر حاضر کی اصطلاح میں ''نظام مملکت'' کہا جاتا ہے۔ اسلام دین ہے مذہب نہیں۔ ''مذہب'' کا تو لفظ تک قرآن میں نہیں آیا۔ خدا کے رسوؐل ہمیشہ دین لے کر آتے تھے۔ لیکن اُن کے بعد، اُن کے نام لیوا اُس دین کو مذہب میں تبدیل کر دیتے تھے اور مذہبی پیشوائیت (priesthood) اُس کی اجارہ داری سنبھال لیتی تھی۔ یہی کچھ ہوتا چلا آرہا تھا کہ خدا کا آخری رسوؐل (محمدؐ) دین خداوندی لے کر آیا۔ اُس دین (نظام مملکت) کے اصول و قوانین عالمگیر تھے۔ کیونکہ اُسے تمام نوع انسان کے لئے ضابطۂ حیات قرار دیا گیا تھا (27/81) مکمل و غیر متبدل تھا۔ اور اُسے قرآن کریم کی دفتین میں محفوظ کر دیا گیا تھا (9/15)۔'' (شاہکارِ رسالت صفحہ 32)

(7) پرویز چونکہ بے دین ہیں اس لئے اُنھوں نے الفاظ ''مذہب'' اور ''دین'' کو ایک بہت گھناؤنی اور قابل نفرت بکواس بنا کر چھوڑا ہے۔

قارئین اگر پرویز کی بے دینی اور دین و مذہب کی پوری تفصیل پڑھنا چاہتے ہیں تو ہماری کتاب مواخذہ (قرآن اور پرویز) دیکھیں جہاں یہ بکواس پچاس صفحات (صفحہ 100 تا 150) پر پھیلی ہوئی ہے اور وہیں سے پرویز کے دین و مذہب پر چند مقامات دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے۔

پرویز دین و مذہب پر کیا تصورات رکھتے ہیں؟

اول۔ ''سائنس فطرت کی قوتوں کو مسخر کرتی ہے اور مذہب یہ سکھاتا ہے کہ اُن قوتوں کے ماحصل کو صَرف کس طرح کرنا چاہیے۔؟ سائنس عالم آفاق کے رموز و سراپا سے پردہ اُٹھاتی ہے اور مذہب انسان کے مضمر جوہروں میں نشوونما پیدا کر کے اُسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنی موجودہ زندگی میں سربلندی اور صحیح توازن حاصل کر سکے۔ اور اُس کے بعد کی منازل کو بہ حُسنِ تمام طے کرتا چلا جائے۔ لہٰذا مذہب سائنس کی کاوشوں کی قدر کرے گا۔'' (پرویز کی کتاب انسان نے کیا سوچا صفحہ 336)

دوم۔ ''بانی مذہب'' کے الفاظ غیر مسلموں کی زبان میں استعمال کئے گئے ہیں ورنہ مسلمانوں کے نزدیک کوئی رسّول کسی مذہب کا بانی نہیں ہوتا۔ وہ مذہب (یعنی دین) کو خدا کی طرف سے لاتا ہے اُس کی بنیاد نہیں ڈالتا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 6 حاشیہ)

سوم۔ ''مغرب کے سامنے مذہب وہ تھا جو علم وبصیرت کا دشمن تھا اسی لئے مذہب وسائنس کی آویزش کے متعلق اہل مغرب کا یہ فتویٰ کچھ غلط نہ تھا غلطی انہوں نے یہ کی کہ اس فتوے میں کسی مذہب کی تخصیص نہ کی لہٰذا ہر جگہ یہی مشہور ہو گیا کہ نفسِ مذہب علم وبصیرت کا حریف ہے۔'' (معارف القرآن جلد 2 صفحہ 4)

چہارم۔ ''اسی طرح مذہب کی عالم گیر صداقتیں جب انداز واسالیب کی مختلف ارتقائی منازل طے کر کے آگے بڑھتی ہیں ہر ہر سابقہ منزل کی خصوصیت نئی منزل میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے حتیٰ کہ آخری منزل میں تمام سابقہ منازل کی خصوصیات جذب ہو کر انتہائی رعنائیاں اختیار کر لیتی ہیں۔'' (ایضاً جلد 2 صفحہ 446)

پنجم۔ ''اس حقیقت کو بھی سامنے رکھیے کہ مذہب کا یہ نظام (یعنی عالمگیر صداقتوں پر متشکل عملی اسلوب) جسم نامی کی طرح بڑھتا رہا ہے۔'' (ایضاً جلد 2 صفحہ 446)

ششم۔ ''اب اس سے آگے بڑھیئے۔ دین کے اس اصل الاصول کو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ بجبر نہیں منوایا جا سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ برضا ورغبت اس اصول کو قبول کر لیں۔ اور اس طرح مسلمان ہو جائیں۔ تو اس نظام مملکت (دین) کا قیام ان کا مذہب (عقیدہ) ہے اس لئے کسی کو یہ حق نہیں ہونا چاہیے کہ وہ انہیں اس نظام کے قیام سے روکے یا اس میں مداخلت کرے۔ یہ ہے وہ آزادی جسے مسلمان ہر قیمت پر برقرار رکھے گا۔ باقی اہل مذاہب کے نزدیک مذہبی آزادی سے مقصود پوجا پاٹ کے آئین ودستور اور رسوم اور مناسک کے انداز واطوار کی آزادی ہے اور بس۔ مسلمان یہ آزادی ہر ایک کو دیں گے لیکن اُن کے نزدیک مذہبی آزادی یہیں تک محدود نہیں یہ تو اُن کے مذہب کا ایک گوشہ ہے اُن کے مذہب کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس لئے اُن کے ایمان کے مطابق مذہبی آزادی سے مفہوم نظام مملکت کی آزادی ہے یہی اُن کا دین ہے۔'' (جلد 4 صفحہ 446)

یہ چھ مثالیں پرویز کو مذہباً باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں پرویز کی تفصیلی درگت کے لئے مواخذہ ملاحظہ کریں۔

(و) قریش کی باطل حکومت قائم کرنے کی دوسری باطل اور فریب کارانہ کوشش،قرآن کا غلط استعمال،معنوی تبدیلی اور تضادات۔

پرویز نے اپنے تیسرے باب میں آیت (3/144) کو قریشی حکومت کی بنیاد میں رکھا تھا اور ناکام رہنا بھی انہیں معلوم تھا۔ پھر چند باتیں اُن کے مذہبی تصورات پر سامنے آچکی ہیں اس سلسلے میں حکومت سازی کی بنیاد یہ کہہ کر رکھتے ہیں کہ:

۔''اس نظام کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان پر حکومت کرے (3/79) حکومت کا حق صرف خدا کو حاصل ہے (اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (12/40) لیکن خدا تو ایک ایسی بسیط حقیقت ہے جس کا محسوس شکل میں سامنے آکر حکومت کرنا تو درکنار وہ برتراز خیال وقیاس وگمان ووہم ہے۔ اِس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی حکومت سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب اُس نے خود ہی دے دیا کہ خدا کی حکومت سے مراد اُس کی کتاب (قرآن مجید) کے قوانین واحکام کی اطاعت ہے یہی مومن وکافر میں خط امتیاز ہے چنانچہ اُس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ: وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْن (5/44)

۔''جو خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے اُن ہی کو کافر کہا جاتا ہے۔''

لیکن اس سے پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ کتاب تو ایک ضابطہ کا نام ہے۔ اس کی اطاعت کسی زندہ' محسوس اتھارٹی کے ذریعے ہی کی جاسکتی ہے۔ نظامِ مملکت وہ اتھارٹی کون سی ہوگی۔ اس کے جواب میں کہا کہ وہ اتھارٹی سب سے پہلے یہ رسوؐل ہوگا جو اس نظام کو قائم کرے گا اسی لئے اُس رسوؐل سے کہا گیا کہ: فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ (5/48)۔''تو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر۔''

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ (3/159) امور مملکت میں اپنے رفقاء کے ساتھ مشورہ کیا کرو اور اس کے بعد اپنے فیصلے کو قانونِ حکومت کی حیثیت سے نافذ کیا کرو۔ اس طرح نافذ کردہ فیصلوں کی اطاعت اُمت مسلمہ پر لازم ہوگی۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں۔''اللہ اور رسول'' کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد اُن ہی فیصلوں کی اطاعت ہے یعنی ان فیصلوں کی اطاعت جو قوانین خداوندی کے مطابق سربراہ مملکت اپنے رفقاء کے مشورہ سے نافذ کرے اس سے واضح ہے کہ (جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے) یہ نظام رسوؐل کی ذات اور حضوؐر کی زندگی تک محدود نہیں تھا۔ اُسے اسی طرح آگے چلنا تھا۔ اس فرق کے ساتھ کہ رسوؐل اللہ کی زندگی میں اس مملکت کی سربراہی خود رسوؐل اللہ کے پاس تھی۔ آپؐ کی وفات کے بعد اُسے آپ کے جانشین (خلیفۃ الرسوؐل) کی طرف منتقل ہو جانا تھا۔ اب ''اللہ اور رسوؐل کی اطاعت'' سے مراد خلیفۃ الرسوؐل کے فیصلوں کی اطاعت تھی۔ اور اسی طرح اس سلسلے کو آگے بڑھتے چلے جانا تھا۔ اس حقیقت کو پھر دہرالینا چاہیے کہ نہ یہ فیصلے سربراہ مملکت کے اپنے ذاتی فیصلے تھے۔ یہ فیصلے سربراہ مملکت کی حیثیت سے مندرجہ بالا اصول وضوابط کے مطابق طے اور نافذ کردہ فیصلے تھے۔ اور نہ ہی یہ مملکت کسی کی ذاتی ملکیت تھی کہ وہ اپنے بعد جسے چاہے اس کا وارث و مالک بنادے۔ یہ مملکت پوری کی پوری اُمت کی ملکیت تھی کیونکہ یہ اُن کے ایمان اور اعمال صالح کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھی 24/55 اور اس تمکن (اقتدار) میں وہ سب شریک تھے (22/41)

نوٹ:۔''اس مقام پر ان اہم نکات کا اختصاراً ذکر کیا گیا ہے۔ تفصیلاً انہیں میں نے اپنی کتاب معراج انسانیت کے باب ''نظام مملکت'' میں بیان کیا ہے اُسے ایک نظر دیکھ لیا جائے۔'' (شاہکار صفحہ 32-33)

(1) پرویز کے مغالطے اور مفروضے قریش کی حکومت کو اللہ ورسوؐل کی حکومت بنانے میں بڑے رواں دواں اور کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن سے ناواقف لوگ پرویز کے بیانات اور آیات کے تسلسل میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک اُن کو شبہ تک

نہیں ہوتا کہ اُنہیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ بہر حال ہم نے نہایت صبر و استقلال سے یہاں بھی اُن کا تمام سامان قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور اب باری باری بتدریج اُن کے لگائے ہوئے انبار کو خود اُن ہی کے قلم سے باطل اور گمراہ کن ثابت کریں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قارئین کو پروپیگنڈے کا ایک اصول یاد دلائیں۔ کہا یہ گیا ہے کہ اگر آپ کسی بھی غلط بات کو سو مرتبہ دہرائیں تو وہ بات خود آپ کو صحیح معلوم ہونے لگے گی۔ یہی حال پرویز صاحب کا ہو چکا اُن کی ساری عمر گزر گئی کہ وہ چند گنتی کے مفروضوں کو بولتے اور لکھتے اور دہراتے چلے آئے ہیں۔ آخر وہ مقام آ گیا جہاں انہیں اپنے مفروضے حق اور سچ کی صورت میں نظر آنے لگے ہیں۔ چنانچہ وہ اُن مفروضوں کو بنیاد بنا کر قرآن کی آیات کو اُن پر فٹ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فلاں بات قرآن سے ثابت ہو چکی ہے۔ خود پرویز سے اس طریقہ کی مذمت سُنیئے ارشاد ہے کہ:

''باقی رہا یہ کہ ہم اپنے ذہن میں پہلے ایک عقیدہ قائم کر لیں۔ اور پھر اُس کے تائیدی دلائل تلاش کرنے کے لئے قرآن کریم کی ورق گردانی کریں تو یہ ''تدبر فی القرآن'' کا ایسا غلط طریقہ ہے جسے درحقیقت ''تدبر فی القرآن'' کہنا ہی غلط ہے۔ قرآن کریم کو اپنے خیالات وتصورات کے تابع لے آنا بہت بڑی جسارت ہے۔ اس سے دلوں پر مہریں لگتی ہیں اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔'' (معارف جلد 3 صفحہ 541)

یہ ہے وہ طریقہ جس پر پرویز عمل کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ رسوؐل اللہ کے بعد ابوبکر و عمر وغیرہ خلیفہ بنے تھے۔ حالانکہ نہ پرویز نے کہا نہ اہلسنت کہتے ہیں کہ اُن کو اللہ و رسوؐل نے خلیفہ بنایا تھا اور ذرا دیر بعد اس زیرِ قلم عنوان (باب 3) میں پرویز خود لکھیں گے کہ:

۔''ان تصریحات سے واضح ہے کہ رسوؐل اللہ کی وفات کے بعد رفقائے رسوؐل اللہ (صحابہ کبار) کا سب سے مقدم فریضہ یہ تھا کہ وہ جانشین رسوؐل کا انتخاب کریں۔ کیونکہ مملکت کا ایک لمحہ کے لئے بھی سربراہ کے بغیر رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔'' (شاہکار صفحہ 33)

لہٰذا پرویز ساری عمر قرآن کی ورق گردانی کرتے چلے آئے ہیں کہ جس طرح ہو سکے بعد رسوؐل قائم ہونے والی حکومت کو جائز اور از روئے قرآن جائز حکومت ثابت کر دیں۔ لہٰذا جن تصریحات کا یہاں ذکر کیا ہے وہ ہم نے سب کی سب آپ کے سامنے رکھ دی ہیں سوچئے کہ ان بیانات یا تصریحات میں صحابہ کا مقدم یا موخر فریضہ کہاں آیا ہے؟ کہاں کہا گیا ہے کہ سربراہ کا انتخاب کرنا؟ کہاں وہ خطرہ بیان ہوا ہے جو دیر لگانے سے پیدا ہو سکتا ہے؟ یہ سب پرویز کے پہلے سے قائم کردہ عقائد ہیں۔ مفروضے ہیں جن کی حقیقت سے قرآن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ باطل عقائد اور یہ باطل حکومت قرآن سے باطل ہی ثابت ہوگی اور وہ دلائل اور آیات بھی پرویز کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

(2) قرآن کی مذکورہ آیات میں کسی حکومت کے قائم کرنے کا نہ حکم ہے نہ ذکر ہے محض آیات کے نام پر پرویز نے عوام کو دھوکہ دیا ہے:

پرویز خود بھی اور اُن کا نظام بھی اور اُن کے نظام کا بنیادی نکتہ بھی سر سے پیر تک غلط ہیں۔ قرآن میں ہرگز کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ:

۔''کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان پر حکومت کرے۔''

ہم پرویز اینڈ کمپنی کو مُنہ مانگا انعام دیں گے اگر وہ قرآن سے کوئی ایسی آیت دکھا دیں جس کا ترجمہ یہ ہو۔ اور جو آیت اُنہوں نے لاکر پٹخی ہے اس کا اس جملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود پرویز کا ترجمہ دیکھیں۔

پرویز کا ترجمہ پرویز کا مخالف ہے : ''کسی انسان کو یہ بات سزاوار نہیں کہ اللہ اسے (انسانوں کی ہدایت کے لئے) کتاب، حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر اس کا شیوہ یہ ہو کہ وہ لوگوں سے کہے' خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' (یعنی خدا کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو) بلکہ چاہیئے'' کہ ربانی انسان (یعنی اللہ کے احکام کی اطاعت کرنے والے) بنو۔ اس لئے کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اس لئے کہ

اُس کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہو۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 612)

یہ وہی کتاب ہے اور وہی باب ہے جو مندرجہ بالا پرویز کی گفتگو کے آخر میں بطور نوٹ لکھا ہے۔

سوچئے کہ اللہ تو کتاب و نبوت اور حکومت دے کر رسولؐ کو انسانوں پر حکومت کا حق دے رہا ہے۔ اور وہ کوئی خبیث قریش ہی ہوسکتا ہے جو لوگوں کو اللہ سے ہٹا کر اپنا بندہ یا محکوم بنائے۔ لہٰذا پرویز کی پیش کردہ آیت نے پرویز کو کاذب اور فریب کار ثابت کر دیا۔ رہ گیا کسی کا حکمران ہونا اور حکمرانی کرنا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں فرعون اور نمرود اور ابوبکر بھی حکمران تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کس کی حکومت خدا کے حکم سے قائم ہوئی تھی؟ کون جائز حاکم تھا؟ البتہ حقیقی اور ہر حال میں اللہ کے سوا کوئی حاکم و حکمران نہیں ہوسکتا۔ یہ بات کہنے کی ہے نہیں کافر و مشرک و بے دین بھی اس کو مانتے ہیں۔ پرویز کی پیش کردہ دوسری آیت (12/40) کا یہی مسلّمہ مطلب۔ رہ گیا حکومت کا حق تو جسے اللہ حکومت دیتا ہے اُسی کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے کہنا یہ چاہیے کہ جسے اللہ اور رسولؐ دونوں نے قرآن میں اعلان کر کے حکومت نہیں دی، جیسے ثلاثہ اینڈ کمپنی' انہیں ہرگز حکومت کرنے کا حق نہیں تھا۔ وہ غاصب حکمران تھے اور اسلام میں غاصبوں پر لعنت آئی ہے۔

(3) **پرویز نے تیسری آیت کا غلط ترجمہ کر کے فریب دیا ہے:** **وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ (5/44)**

شاہکارانہ ترجمہ؟ ۔''جو خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے اُنہی کو کافر کہا جاتا ہے۔''

جولائی 1945 کا ترجمہ؟۔''جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو کافر ہیں۔''

(معارف القرآن جلد 3 صفحہ 344)

جولائی 1945 کا دوسرا ترجمہ۔''جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق احکام نافذ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو کافر ہیں۔''

(معارف القرآن جلد 3 صفحہ 576)

یہاں پرویز دوبارہ فریب ساز ثابت ہوئے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت بھی دھوکے کی ٹٹی نکلی۔

(4) **پرویز نے چوتھی آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور دھوکہ دیا ہے۔** **فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ (5/48)**

شاہکارانہ ترجمہ: تو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر۔

نومبر 1949ء کا ترجمہ ۔''سو چاہیئے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور جو سچائی تمہارے پاس آ چکی ہے اُسے چھوڑ کر اِن لوگوں کی خواہشوں اور رایوں کی پیروی نہ کرو۔''

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَاحۡذَرۡہُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ.... (5/49)

پرویز ۔''اور (اے پیغمبر) اسلام ہم نے تمھیں حکم دیا کہ جو کچھ خدا نے تم پر نازل کیا ہے، اُسی کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، اور اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو، نیز اُن کی طرف سے ہوشیار (بچ کر۔ احسن) رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے، اُس کے کسی حکم (کی تعمیل و نفاذ) میں تمھیں ڈگمگا دیں، (یعنی ایسی صورت حال پیدا کر دیں کہ کسی حکم کا نفاذ عمل میں نہ آسکے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 614 بابت نظام اسلام)

قارئین دیکھ لیں کہ جو حکومت پرویز بنوانا چاہتے تھے وہ بکواس بن گئی ہے۔

(5) قرآن سے متعلق پرویز کی آخری اور فیصلہ کن کتاب مفہوم القرآن ہے۔ وہاں بھی آیات (48، 44/5) حکومت قائم کرنے کی بات نہیں ہے

(6) پرویز نے خود آیات (48، 44/5) کا ترجمہ شاہکار ص 263 اور صفحہ 265 پر حکومت قائم کرنے کے بجائے فیصلہ کرنا کیا ہے۔

ہمارے ہاتھوں پرویز کو بہت رُسوا ہونا پڑا ہے

(7) پرویز کی پانچویں آیت (158/3) چند سنگین قسم کے مجرموں کو اُن کے گناہوں سے درگزر کرانے، بخشش کی سفارش کرنے اور بائیکاٹ کھولنے آئی تھی۔

پرویز بھی باقی قریشی علما کی طرح پوری آیت لکھنا پسند نہیں کرتے اور جتنا ٹکڑا لکھا ہے وہ بھی قارئین کو یہ تاثر دے کر لکھا ہے کہ:

۔'' اِدھر تو اللہ نے رسولؐ اللہ کو قریشی حکومت قائم کرنے کا حکم دیا اور اُدھر ساتھ ہی ملاعین سے مشورے کر کے امور مملکت کے فیصلے قانونِ حکومت کی حیثیت سے نافذ کیا کرو۔'' کا حکم دے دیا تھا۔ حالانکہ ہرگز ساتھ کے ساتھ (158/3) کی تلاوت نہیں کی گئی۔ خود سورۃ کا نمبر بتاتا ہے کہ مشورے والی نام نہاد آیت سورہ آل عمران کی ہے اور بقول پرویز حکومت والی آیت سورہ مائدہ کی ہے۔ یعنی دو سورتوں کا اور کئی سال کا آگا پیچھا ہے۔ پھر وہاں تو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ:

۔'' یہ خدا کی رحمت ہے کہ تم ایسے سنگین مجروں کے ساتھ نرمی برتتے رہے ہو جو تمھیں نرغۂ اعداء میں چھوڑ کر بھاگتے رہے (153/3) اگر تم ذرا سا بھی سخت رویہ اختیار کر لیتے تو تمھیں چھوڑ جاتے بہر حال فی الحال ان کے جرائم کو نظر انداز کر دو اور اُن کی بخشش طلب کرو اور ان کے مشورے سُن لیا کرو مگر ان سے ہوشیار رہا کرو اُن کی خواہشوں اور رایوں کی پیروی نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کہ یہ لیڈر تر کیب سے تمھیں ڈگمگا دیں اور اگر تم نے ان کے بائیکاٹ کا عزم مصمم کر لیا ہو تو اللہ پر توکل کرو۔ (158/3 یعنی 159/3) ۔ (جلد 4 صفحہ 614۔ 49/5)

قارئین سوچیں کہ حکومت ہی کی بات نہ رہی تو مشوروں کی بات کہاں ٹھہرے گی؟ پہلے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ آیا رسولؐ اللہ نے انہیں نظر انداز کر دیا تھا کہ نہیں؟ اور آیا ان کی بخشش (مغفرت) کی قرآن میں کہیں دعا کی ہے یا نہیں؟ پھر اللہ نے تو سارے قریشی لیڈروں سے بچ کر رہنے کی تاکید کی ہے اور اُن کے فتنے میں ڈال سکنے کا امکان بتایا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہی اللہ اُن سے مشورے کر کر کے احکام نافذ کرنے کا حکم دے دے اور ثابت کر دے کہ اللہ کی دی ہوئی قرآنی ہدایات ناکافی ہیں اور قریشی لیڈر قرآن سے بہتر راہنمائی کر سکتے ہیں؟

(8) پرویز صاحب اللہ کو، رسولؐ کو، قرآن کو، دینی و مملکتی احکام کو جن کے مشوروں کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں ان ہی کیلئے تو اللہ نے یہ تنبیہ کی ہے؟

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا O وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا O (بنی اسرائیل 74-17/73)

۔'' اے محمدؐ ان لوگوں نے اس کوشش میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی کہ تمھیں فتنے میں ڈال کر اُس وحی پر عمل کرنے سے پھیر دیں جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے تاکہ تم اُن کے مشورے کے مطابق ہمارے نام سے کوئی عمل کر لو۔ اگر تم ایسا کرتے تو وہ فوراً تمھیں اپنا دوست بنا لیتے اور بعید نہ تھا کہ اگر ہم تمھیں ثبات قدم عطا نہ کرتے تو تم کچھ نہ کچھ ضرور اُن کے حق میں کہہ ڈالتے۔''

پرویزی مفہوم: ''اُنھوں نے اس بات کا تہیہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح تجھے وحی کے راستے سے ہٹا کر اس پر آمادہ کر لیں کہ تو اُن سے مفاہمت کر لے اور اُن کی رعایت سے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر اُسے بطور وحیٔ خداوندی پیش کر دے۔ اُنہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر تو اُس پر

آمادہ ہوجائے تو یہ تیرے دوست بن جائیں۔اوراس میں شبہ نہیں کہ اُن کی چالیں اس قدر گہری تھیں کہ اگر وحی کی صداقت پر یقین کامل نے تیرے قدم نہ جمادیئے ہوتے اورتُو بھی اُن کی طرح صرف مصلحتِ وقت کو سامنے رکھتا تو ہوسکتا تھا کہ تُو اُن کی طرف کچھ نہ کچھ میلان کر لیتا۔''

(مفہوم القرآن جلد2 صفحہ 646)

قریش کی ان ہی کوششوں اور گہری چالوں سے بچ کر رہنے کی تاکیدیوں کی گئی تھی کہ:

وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَ ھُمْ وَاحْذَرْھُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکَ.. (5/49)

پرویزی مفہوم: ''لہٰذا اے رسُولؐ تم اِن لوگوں کے فیصلے اس کتاب کے مطابق کرو جسے خدا نے تمھاری طرف نازل کیا ہے۔اوراس میں لوگوں کے ذاتی مفاد اورخواہشات کی قطعاً رعایت نہ کرو۔اس کا خاص طور پر خیال رکھنا تاکہ ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کے مفاد اور میلانات ایسی صورت پیدا کردیں کہ تمھارا نظام اس ضابطۂ حیات سے جسے خدا نے نازل کیا ہے اِدھر اُدھر ہوجائے۔۔خواہ ذرا سا بھی کیوں نہ ہو۔ایسا بالکل نہ ہونے دینا۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 257۔258)

(9) پرویز اینڈ کمپنی کی ایک مشکل کبھی حل ہونے والی نہیں ہے یعنی وہ رسُولؐ اللہ کے ساتھ قریش کی بکری وعمری خلافت کا پیوند کیسے لگائیں؟؟؟؟

آج چودہ سو سال سے قریش اور قریشی علما اور دانشوران قریش نے سر توڑ اور آنکھ پھوڑ کوششیں کیں مگر وہ قریش ساز خلافت کا سلسلہ رسُولؐ اللہ سے نہ ملا سکے اور کوئی ایسی دلیل یا ترکیب نہ پا سکے کہ رسُولؐ کی حکومت کی طرح قریش والی حکومت بھی اللہ کی حکومت ثابت کی جا سکے رسُولؐ کی حکومت میں اور قریش کی حکومت میں ایسا غار حائل ہے،ایسی خلیج وخلا موجود ہے جسے بھرنا یا درمیان سے ہٹانا اُن کے لئے ممکن ہے ہی نہیں۔ انہیں یہ ماننا پڑا کہ رسُولؐ کی حکومت قیامت تک برابر قائم رہے گی۔لیکن انہوں نے یہ نہ مانا کہ اللہ ورسُولؐ نے کسی کو رسُولؐ کا جانشین مقرر کردیا تھا۔ اور نہ ہی قرآن میں حکومت کا سلسلہ قائم رکھنے کا کوئی طریقہ بتایا گیا اور نہ حکومت قائم کرنے کا طریقہ بیان ہوا۔یعنی نہ یہ کہا گیا کہ مسلمان آپس میں سے انتخاب کریں۔نہ انتخاب کا طریقہ بتایا گیا۔نہ خلیفہ کی قابلیت اور قدرت وعلمیت بیان ہوئی ہے مختصراً مطلب یہ ہوا کہ اللہ ورسُولؐ کو خود ہی اپنی حکومت کا تسلسل منظور نہ تھا۔ایسی صورت حال مان لینے کے بعد قریش کے لئے سند کہاں سے ملتی؟ یہ وجہ ہوئی کہ چودہ سو سال میں جتنے مُنہ اُتنی باتیں ہوتی چلی آئی ہیں اور کسی بات کی سند قرآن سے نہیں ملتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ پرویز قدم قدم پر غلط ترجمہ کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور قارئین پر رُعب ڈالنے اور بہکانے کے لئے آیات کے نمبر پٹختے چلے جارہے ہیں۔چنانچہ پرویز نے اپنی بکواس کے آخر میں لکھا ہے کہ:

۔''یہ مملکت پوری کی پوری اُمت کی ملکیت تھی کیونکہ یہ اُن کے ایمان اوراعمال صالح کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھی (24/55)(شاہکار صفحہ 33)

اس سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ اللہ نے قرآن میں اس مملکت کو اُمت کی ملکیت فرمایا ہے اور وہ یقین کرلیں گے کہ سورۂ نور کی پچپن ویں (55) آیت میں یہ ملکیت ملے گی۔لیکن جب کوئی اس آیت کو قرآن میں پڑھے گا تو وہاں پرویز کی ملکیت اور بکواس نہ ملے گی۔

(10) عہد رسُولؐ میں رسُولؐ کی حکومت کو مشرکین اور یہود ونصاریٰ اور عرب کی تمام اقوام نے اور تمام بیرونی حکومتوں نے ایک غالب حکومت کی حیثیت سے مانا تھا:

اعلان رسالت کے بعد چند سال تک مسلمانوں کو خوف وہراس اور بدامنی اور جان ومال کی طرف سے بے اطمینانی رہی لیکن اس کے بعد رسُولؐ اللہ کو پورا تمکن اور اقتدار حاصل ہوگیا یہاں تک کہ آپؐ نے تمام بیرونی حکمرانوں کو خطوط ووفود بھیجے اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی۔

اور حضورؐ کی وفات تک مسلمانوں کو نہایت اطمینان وامن وچین حاصل تھا۔ اُنہیں کسی قسم کا اور کسی طرف سے کوئی خوف دامنگیر نہ تھا۔ وہ سب ایک غالب حکومت کی غالب رعایا تسلیم کئے جا رہے تھے۔

(11) قریش اور قریشی علما ڈوبتے ہوئے تنکوں کے جھوٹے سہارے لینے سے بھی نہ شرمائے اور قرآن کے نام پر مملکت کے جھوٹے مالک بھی بن بیٹھے اُمت کو مملکت کا مالک بنانے کی جھوٹی سند دیکھئے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ O (24/55)

پرویز کا پہلا ترجمہ: ''(دیکھو) اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں کہ خدا اُنہیں ضرور زمین میں (دوسری قوموں کا) جانشین بنادے گا جیسا کہ ان لوگوں کو بنا چکا ہے جو اُن سے پہلے (ایمان واعمال صالحہ کے ساتھ) گزر چکے ہیں۔ اور اُن کے نظامِ زندگی کو جسے خدا نے اُن کے لئے پسند کیا ہے (زمین میں) غلبہ اور تسلط عطا فرمائے گا۔ نیز اُن (کی زندگی) کو خوف کے بعد امن و آسائش میں تبدیل کر دے گا۔ وہ لوگ میری عبودیت (محکومیت واطاعت) اختیار کرتے ہیں۔ اور اس باب میں کسی چیز کو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے (لہٰذا اُن کی مدد کرنا ہمارا حق ہے) اور (یاد رکھو) جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کی راہ اختیار کرتے ہیں تو (دراصل یہی لوگ) ہیں جو نافرمانی کرنے والے ہیں (اور خدا نافرمانوں کی کبھی مدد نہیں کرتا)۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 274)

پرویز کا دوسرا ترجمہ: ''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل اختیار کیا اللہ اُن سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ اُنہیں (نیک عملی کے صلہ میں) زمین کی حکومت عطا کرے گا۔ جس طرح اُن سے پہلے (نیک عمل قوموں کو) حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ نے اُن کے لئے پسند کر لیا ہے وہ اُسے اُن کے لئے متمکّن (طاقتور) بنادے گا اور اس (حالت) خوف کے بعد اس کو اَمن وسکون سے بدل دے گا۔ بشرطیکہ میری عبدیت (محکومیت واطاعت) کرتے رہیں اور میری (اطاعت وفرمان پذیری) میں کسی (دوسری ہستی) کو شریک نہ کریں۔ اور جو کوئی اس کے بعد بھی انکار کی روش اختیار کرے گا تو یہ لوگ بے ڈھنگی چال چلنے والوں میں سے ہیں۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 641)

پرویز کا مفہوم تاکہ اُن کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔

''(باقی رہا یہ کہ ان قوانین کی اطاعت سے ملے گا کیا؟ تو) ہم نے اُن لوگوں سے جو ان قوانین کی صداقت پر یقین رکھیں اور ہمارے متعین کردہ پروگرام کے مطابق صلاحیت بخش کام کریں یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اس زمین میں حکومت عطا کریں گے۔ یہ ہمارا ابدی قانون ہے جس کے مطابق ہم نے اقوام سابقہ کو بھی اسی قسم کی حکومت (تمکن فی الارض) عطا کی تھی۔ اسی قانون کے مطابق ہم ان کے ایمان اور اعمال کے نتیجے میں انہیں حکومت عطا کریں گے۔ اور اُن کے اس نظام زندگی کو مستحکم کر دیں گے جسے ہم نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا خوف امن سے بدل جائے گا۔ تاکہ وہ نہایت اطمینان سے ہمارے اور صرف ہمارے قوانین کی اطاعت کریں اور اُن پر کسی قسم کا جبر یا دباؤ نہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی اطاعت کریں۔ اور اس طرح شرک کے مرتکب نہ ہوں۔ (لیکن اسے اچھی طرح سُن رکھو کہ یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک یہ قوم ہمارے قوانین پر عمل پیرا رہے گی) جو لوگ ایسا نظام قائم ہو جانے کے بعد بھی اُس سے عملاً انکار

کر دیں گے (اور احکام خداوندی کے بجائے اپنے احکام نافذ کرنے لگ جائیں گے۔) تو یہ لوگ اس شاہراہِ حیات کو چھوڑ کر جو انہیں صحیح منزل کی طرف لے جا رہی تھی اور راہوں کی طرف نکل جائیں گے۔ (اور اس لئے اس جنتی معاشرہ کی برکتوں سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ برکات ایمان وعمل کا نتیجہ تھیں جب ایمان وعمل نہ رہا تو وہ برکات کیسے باقی رہیں گی؟۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 810)

(12) یہ وعدہ اللہ نے قرآن کے اولین مخاطب مومنین سے کیا تھا، جو بتدریج اللہ نے پورا کر دیا۔ مومنین کو رسولؐ کی معرفت تمکن واقتدار وحکومت مل گئی۔

جو کچھ بھی پرویز نے ترجموں یا مفہوم میں لکھا ہے اُسے **بجنسہٖ و بلفظہٖ** مان لینے سے بھی قریش اور طرفداران قریش کو نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ کوئی ایسا سہارا ملتا ہے جو ثلاثہ اینڈ کمپنی کی حکومت کو جواز بخشے۔ البتہ آیت کے آخری الفاظ اور ترجموں اور مفہوم کی آخری سطریں قریش کی قوم وحکومت کو نقصان ضرور پہنچاتی ہیں۔ یعنی اللہ نے مومنین کو رفتہ رفتہ قوت واقتدار وغلبہ وتسلط عطا کر دیا تھا۔ رسولؐ اللہ کی حکومت چار دانگ عالم میں تسلیم کر لی گئی تھی۔ ہر قسم کا خوف وہراس اور خطرہ دور ہو گیا تھا۔ امن وامان وسلامتی وسکون وآسائش حاصل ہو چکی تھی تمام اقوام وقبائل اور حکومتیں اُن کے غلبے اور تسلط کو مانتی تھیں۔ بات پھر وہی تھی کہ رسولؐ کے بعد بننے والی حکومت کا کہیں ذکر وجواز نہ تھا۔ اور بقول قریش رسولؐ اللہ بلا کوئی جانشین یا خلیفہ متعین کئے وفات پا گئے تھے لہٰذا یہاں رسولؐ کی سند، اتھارٹی اور حکومت ختم ہو گئی۔ خداوندی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دوسری حکومت برسر کار آئی تو وہ رسولؐ کی جانشین حکومت نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ کسی ایسے حکم سے وجود میں نہیں آئی تھی جو کسی حیثیت سے قرآن میں موجود ومذکور ملتا۔ یہی مصیبت ہے جو چودہ سو سال سے قریش اور قریشی علما کے سر پر بھوت بن کر سوار ہے۔ اور وہ دن رات اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے میں غلطاں وپیچاں ہیں۔

(ز) اس لنگڑی اور فریب کارانہ خلافت کے بعد پرویز تیسرے باب میں قریشی تاریخ کو ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی تمہید بھی دروغ بافی پر رکھتے ہیں

پچھلے عنوانات میں رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد قائم ہونے والی خلافت اور اللہ کے وعدۂ خلافت کا حال معلوم ہو چکا اور قرآن کی سند سے ثابت ہو چکا کہ قریش کی قائم کردہ حکومت کا رسولؐ اللہ کی حکومت سے کوئی اور کسی طرح کا نہ تسلسل تھا نہ رابطہ تھا نہ تعلق اور رشتہ تھا۔ یہ ایک نئی اور خود کاشتہ حکومت تھی جس کا قرآن کریم سے بھی جواز نہیں ملتا۔ اس خلافت سازی میں قریش نے کیا کیا بے دینی اور جبر وستم کئے اُن سے تاریخ، خود قریش کی ساختہ پرداختہ تاریخ بھری پڑی ہے۔ جسے باقاعدہ پڑھنے والا قریش کو باطل پرست ظالم مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا قریش کی اس تاریخ کو جب تک سامنے سے نہ ہٹا دیا جائے ابوبکر وعمر کو برسرحق ماننا پرویز جیسے محققین کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ اس لئے پرویز مسلمان محدثین ومفسرین ومورخین کو صحابہ کے دشمن اور کاذب ثابت کر کے اُس تاریخ کا صاف انکار کرتے ہیں۔ اسلئے ہم پرویز کا یہ بیان یہاں لکھتے ہیں اور پھر انہیں دروغ باف وفریب ساز ثابت کریں گے سُنئے:

(1) قریشی خلفا وحکمرانوں کی لکھوائی ہوئی اور خلفا کے ہم مذہب علما کی لکھی ہوئی تاریخ وحدیث وتفسیر کی تمام کتابیں ناقابل اعتماد ہیں۔

پرویز نے لکھا ہے کہ۔ ''ہم اس کتاب کے مقدمہ میں بتا چکے ہیں کہ ہماری موجودہ (یعنی چودہ سو سال سے چلی آنے والی) تاریخ قطعاً قابل اعتماد نہیں۔ ضرورت ہے کہ عہد رسالت مآب اور عصر صحابہ کی تاریخ قرآن کریم کو معیار قرار دے کر از سر نو مدوّن کی جائے۔ اُس مقام پر ہم نے اس کی مثالیں نہیں دی تھیں کہ ہماری تاریخ میں اُس دور کے متعلق کیا کچھ کہا گیا ہے جو اس امر کی آپ شہادت ہے کہ وہ (تاریخ) وضعی ہے۔

آپ غور فرمائیے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد مدینہ میں اکابر صحابہ کا طبقہ مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھا جن کے متعلق خود خدا کی یہ شہادت موجود ہے کہ وہ سچے اور پکے مومن تھے۔ سورہ انفال میں ہے کہ: وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَرِزۡقٌ كَرِیۡمٌO(8/74)

۔''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے انہیں پناہ دی' یہ سب مومن حقہ' پکے اور سچے مومن ہیں۔ اُن کے لئے خدا کی طرف سے مغفرت ہے اور رزق کریم کی نوازش، اللہ اُن سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔ خدا نے اُن کے لئے جنت کے وہ باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے یہ عظیم کامرانی اور کامیابی ہے۔(9/100) اِن خدائی شہادات سے واضح ہے کہ ان حضرات سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوسکتی تھی جو ایک پکے اور سچے مومن کے شایان شان نہ ہو اُن کے باہمی تعلقات کے بارے میں فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ (48/29) محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور اُن کے رُفقاء کا یہ عالم ہے کہ وہ باہمدگر بریشم کی طرح نرم ہیں اور مخالفین کے مقابلے میں چٹان کی طرح سخت۔ دوسرے مقام پر اس کی وضاحت یہ کہہ کر کردی کہ وَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ (8/63) خدا نے اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت ڈال دی ہے۔ اور یہ ایسی عظیم متاع گراں بہا ہے کہ اے رسولؐ اگر تو ساری دُنیا کی دولت بھی خرچ کرڈالتا تو اسے کہیں سے خرید نہ سکتا تھا یہ خدا کا انعام ہے جسے اس نے خاص طور پر ارزاں فرمایا ہے جس سے یہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے (3/103) یہ ہیں صحابہ کبار کے ایمان اور سیرت و کردار کی وہ شہادات جو خود قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اب دیکھئے کہ ایسی بلند سیرت کے حاملین کے متعلق ہماری تاریخ میں کیا کہا گیا ہے۔'' (شاہکار صفحہ 34)

(2) <u>پرویز کی پیش کردہ آیات میں مذکور مومنین کو مومنین حقہ تسلیم کرنے میں ہمیں کیسے تکلف ہوسکتا ہے؟ تکلف تو اُس مفہوم اور مقصد سے ہے جو تم اخذ کرتے ہو۔</u>

اگر ان مذکورہ بالا آیات کے پرویزی تراجم اور مفاہیم کو اُن کی کتابوں سے مقابلہ کرکے پیش کریں تو حسب سابق کئی جگہ پرویز ملزم بن جائیں گے۔ لیکن ہم اُن کو تنگ پکڑنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا ہم اُن کی پیش کردہ آیات کو اُن کے مذکورہ بالا تراجم کے ساتھ بجنسہٖ و بلفظہٖ منظور کرتے ہیں اور اُن سے ایک بڑا ڈھیلا ڈھالا اور وسیع الاطراف سوال پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں دو چار ایسے صحابہ کبار کے نام بتادیں جو مندرجہ بالا آیات کے اُسی طرح کے مصداق تھے جیسا کہ اُنہوں نے اسی شاہکار گزرگاہ خیال صفحہ 50 پر حضرت یوسفؑ کی مثال دی ہے اور پھر یہ بتائیں کہ موجودہ تاریخ اُن کی کہاں کہاں اور کیا مذمت کرتی ہے؟ اور ہم چیلنج کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ تاریخ یعنی چودہ سوسال سے چلے آنے والی تاریخ و کتب احادیث و تفاسیر میں ہرگز کہیں اُن صحابہ کبار کی مذمت یا بُرائی نہیں کی گئی ہے جن کو پرویز نے مندرجہ بالا آیات (8/74، 9/100، 48/29، 8/63، 3/102) کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ یعنی پرویز چوپٹ جھوٹ بولتے اور فریب دیتے ہیں۔ تاریخ میں جن لوگوں کی مذمت یا برائیاں لکھی گئی ہیں ان میں کوئی ایک بھی مندرجہ بالا پانچوں آیات کا مصداق نہ تھا۔ وہ سب قرآن میں دنیا و دولت پرست تھے۔ اللہ و رسولؐ کے نافرمان اور فاسق و فاجر لوگ تھے۔

(3) پرویز کی لکھی ہوئی آیات تو صحیح ہیں لیکن یہ ایک پوشیدہ اور بلا لکھا دھوکہ ہے کہ بعد وفات رسوؐل صرف مذکورہ پانچ آیات کے مصداق لوگ ہی موجود تھے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ باطل کو پاؤں چلانے کے لئے حق کے ساتھ کچھ باطل اور کچھ جھوٹ ملا دیا جاتا ہے لہٰذا پرویز کی لکھی ہوئی پانچوں آیات (8/74، 9/100، 48/29، 8/63، 3/102) تو صحیح ہیں اور قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن قرآن میں نہ تو اُن حقیقی مومنین کی تعداد مذکور ہے اور نہ یہ موجود ہے کہ وفات رسوؐل کے وقت یا بعد میں صرف حقیقی مومنین ہی موجود تھے اور کسی قسم کا کوئی ایک مومن بھی موجود نہیں تھا۔ اور یہی وہ بنیادی بات ہے کہ اگر ثابت ہو جائے تو تاریخ کے اُن واقعات کو جو پرویز کو ناپسند ہیں مردود و باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن سے تو حقیقی مومنین کے علاوہ ایسے ایسے خبیث (3/179) و ناہنجار و نافرجام مومنین کا موجود ہونا ثابت ہے جن سے اللہ نے اعلان جنگ کر دیا تھا (2/279) مومنین کی ایک پوری قوم ایسی موجود تھی جس کو قرآن میں بار بار مومن قوم سے بدلنے کی دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں (9/39) (47/38) اور عذاب الیم سے دوچار کئے جانے کا اعلان ہوتا رہا ہے (9/39) جو اللہ سے زیادہ دشمنان اسلام سے ڈرتے تھے۔ (4/77) جو مُنہ پر اللہ و رسوؐل کی اطاعت کا نعرہ مارتے تھے اور راتوں کو اسلام اور رسوؐل اسلام کے خلاف مشورے کرتے اور اسکیمیں بناتے رہتے تھے (4/81) جو مومن ہوتے ہوئے قرآن کو مانتے ہوئے خلاف قرآن اپنے راہنما اور حکمران بنائے ہوئے تھے (3/7) اور بات بات میں اسلام کے مخالفوں سے جُھک کر اور احترام سے ملتے رہتے تھے (11/113) جو عدل و احسان اور ذی القربیٰ سے باز رہتے تھے وعدہ خلافیاں اور معاہدہ شکنیاں کرتے رہتے تھے اور وعدوں اور معاہدوں کو فریب سازی میں مددگار بناتے تھے (16/90 تا 92) (تفصیل کے لئے دیکھو ابتدائی عنوانات) پرویز جب تک قرآن سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ یہ تمام قسم کے مومنین وفات رسوؐل سے پہلے پہلے غائب ہو گئے تھے یا حقیقی مومن بن چکے تھے تب تک انہیں وفات رسوؐل کے بعد مسلمانوں کی ہر مذمت قبول کرنا پڑے گی اور سب سے بڑی اور پہلی مذمت یہی ہے کہ قرآن میں کہیں خلیفہ بنانے اور خلیفہ کا انتخاب کرنا مذکور نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس خلافت کے بنانے اور انتخاب وغیرہ میں کوشش کی یا حصہ لیا یا اس کو پسند کیا اور اس پر راضی ہوئے یقیناً وہ مخالفین قرآن اور دشمنان خدا اور رسوؐل و اسلام تھے اور جنہوں نے مخالفت کی وہ حقیقی مومن تھے۔ اور چونکہ پرویز کی مذکورہ پانچ آیات (8/74، 9/100، 48/29، 8/63، 3/102) میں مذکور حقیقی مومنین کم تھے اور شیطان کی پیروی کرنے والے مومنین کثرت میں اور قوم کی قوم تھے (4/83) اس لئے وہ کامیاب ہو گئے اور حقیقی مومنین نے صبر کر لیا اور صبر کے ہتھیاروں سے انہیں ناکام کرنے کی اسکیم بنالی تھی لہٰذا خلافت کی مخالفت حقیقی مومنین کی شناخت بن گئی۔

(4) پرویز تو خود مانتے ہیں کہ وفات رسوؐل کے وقت اور بعد وفات منافق قسم کے مومنین موجود تھے لہٰذا اُن کو موجودہ تاریخ کی ہر منافقانہ بات ماننا ہوگی۔ پرویز نے بڑے طمطراق سے لکھا ہے کہ:

۔''ان کے برعکس قرآن کریم نے ایک اور طبقہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ معاملہ اگر رسمی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ تک رہے تو وہ چھاتی پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے لیکن اگر کہیں جنگ کی بات آ جائے تو اُن پر کپکپی چھا جائے گی یہی وہ طبقہ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے سورہ نساء میں کہا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔ (یہاں پرویز نے آیت کے الفاظ اور اپنا عجمی ترجمہ لکھا ہے جسے ہم بھی لکھتے ہیں مگر یہ سمجھ کر پڑھیں اور آیات (4/77 تا 87) کو بھی قرآن میں پڑھیں اور آگے پیچھے تلاش کریں کہیں اللہ نے لفظ منافق نہیں فرمایا ہے یہ تمام پرویز کی پسندیدہ قوم

کی شان میں یعنی اُن کے حقیقی مومنین کے حق میں نازل ہوئی تھیں کہا یہ گیا کہ)۔''تم نے اُن لوگوں کی حالت پر بھی غور کیا ہے کہ جب تک دین کا نظام اپنے ابتدائی مراحل سے گزرتا رہا جس میں تمھیں ہاتھ اُٹھانے سے روکا گیا تھا اور تمہاری جماعت اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کے ابتدائی تربیتی منازل سے گزر رہی تھی تو وہ بہت خوش تھے لیکن جب دین کا اگلا پروگرام سامنے آیا جہاں مخالفین سے ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا اور انہیں جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے خدا کے قانون مکافات سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ۔ اور کہنے لگا کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض قرار دے دیا؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تو ہمیں کچھ عرصے کے لئے مہلت دیدے تاکہ ہم متاع حیات سے اور نفع اندوز ہو جائیں؟ اے رسوؐل اُن سے کہہ دو کہ تم دنیاوی زندگی کا کتنا ہی ساز وسامان کیوں نہ اکٹھا کرلو وہ اُخروی زندگی کی خوشگواریوں کے مقابلہ میں بہرحال قلیل بھی ہوگا اور کہتر بھی۔تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو تاکہ ان نعماء سے فیض یاب ہوسکو۔تمہاری کوششوں کے نتائج میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی۔''(شاہکار صفحہ 107)

ابھی پرویز کا بیان جاری ہے اُسے دیکھنے سے پہلے پہلے یہ سمجھ لیں کہ پرویز کا مندرجہ ترجمہ خود اُن کے اپنے ترجموں کا مخالف ہے اور اُنہوں نے اس میں ایسی تہمتیں بھی لگائی ہیں جو آپ کو اس آیت (4/77) میں نہ ملیں گی۔آپ یہاں نہ رکیں اور دس آیات اور پڑھیں تو آپ کو قریشی مومنین کی کمینگی پوری طرح نظر آئے گی اور نزدیک کہیں لفظ منافقین نہ ملے گا یعنی پرویز زبردستی قریشی اعمال وعقائد کو منافقین کے اعمال وعقائد بنارہے ہیں ۔لیکن ہمارا عنوان تو یہ ہے کہ وفات رسوؐل کے وقت نہایت ملعون ومردود قسم کے مومنین موجود تھے جن کی مذمت قرآن نے اور تاریخ نے برابر کی ہے۔اور ہم نے اسی کے لئے پرویز کا یہ بیان نقل کیا ہے جو کافی ہے اب چند جملے اور سُن لیں تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ وفات رسوؐل سے پہلے اور وفات رسوؐل کے بعد بھی منافقین قسم کے مومنین موجود تھے۔

پرویز وفاتِ رسوؐل کے وقت اور اُس سے پہلے اور ہر زمانہ میں منافق مومنوں کا موجود رہنا مانتے ہیں لکھا ہے کہ۔''ضمناً یہ طبقہ جس پر جہاد (قتال) سے متعلق احکام ناگوار گزرتے تھے عہد رسالت مآب تک ہی محدود نہیں تھا۔مسلمانوں میں ایسے لوگ ہر دور میں رہے ہیں۔''(شاہکار صفحہ 108)

بس جناب ہمارا عنوان اور مقصد مکمل ہو گیا اور پرویز کے قلم سے اور اسی کتاب شاہکار سے ثابت ہو گیا کہ خلافت سازی میں اور خلافت چلانے میں جتنی بدعنوانیاں، دین فروشیاں، فریب سازیاں موجودہ تاریخ میں مذکور ہیں وہ تمام حقیقی مومنین نے نہیں بلکہ منافق قسم کے دیگر مومنین نے کی تھیں۔اور جن جن مومنین کے نام اُن بدعنوانیوں میں مذکور ہوں اُن سب کو قرآن سے بدعنوان لوگ ماننا ہوگا۔اور اگر پرویز کو بعض بدعنوان لوگ پسند نہ آئیں تو اُن کا فریضہ ہوگا کہ قرآن کی ایسی آیات پیش کریں جن میں ان کا حقیقی مومنین ہونا تصریح کے ساتھ، حضرت یوسفؑ کی طرح معلوم ہو جائے تو کوئی اختلاف وتنازعہ نہ رہے گا۔لیکن پرویز اور اُن کے گروپ کے لوگ جانتے ہیں کہ وہ قیامت تک ایسا نہ کرسکیں گے وہ تو چند آیات پڑھ کر عہد رسوؐل کے تمام ایمان لانے والوں کو حقیقی مومنین بنا دینا چاہتے ہیں اور یوں قرآن سے اَسّی 80 فیصد مومنین کو پردہ میں چھپا دینا چاہتے ہیں۔مگر ہم تو پورے قرآن کو مسلمانوں کے روبرو رکھنا چاہتے ہیں اور اس حقیقت کو اچھالنے کے لئے ہم نے اپنی تردید کے اَسّی عنوانات میں قریش اور قریشی لیڈروں ابوبکر وعمر وعثمان اینڈ کمپنی کو دشمنان خدا اور رسوؐل ثابت کردیا ہے۔

(5) پرویز تصویر کا ایک رُخ دکھا کر دوسرا چھپا لیتے ہیں حقیقی مومنین کے ہر گروہ کے مقابلہ میں قریشی مومنین کا ایک گروہ موجود پایا جاتا ہے۔

یہ حقیقت یہاں تک درجۂ حقیقت تک پہنچ جانا چاہیے کہ عہد رسوؐل میں مختلف قسم کے مومنین موجود تھے۔اچھے اور بُرے پُرخلوص اور بد

باطن، وفادار وغدار، بہادر و فدا کار، بزدل و جان چور سب ہی تھے۔ اور قرآن کریم نے اُن سب کا تذکرہ کیا ہے اور یہ سب وفاتِ رسولؐ اور بعد رسولؐ موجود تھے اور برابر موجود رہتے چلے آئے ہیں۔ پرویز صرف حقیقی مومنین کا یعنی اعلیٰ درجہ کے مومنین کا ذکر کرتے ہیں اور باقی سب کو اُن کی آڑ میں چھپا دینا چاہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ جن مومنین کو اُنھوں نے اپنا راہنما بنایا ہے اُن میں پُر خلوص و جانثار کوئی شخص نہ تھا اور یہ اس لئے کہ وہ ایک منظم قوم کے لوگ تھے اور اپنے مرکز کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے اور اُن کا مرکز رسولؐ اللہ کو اپنے منصوبے کے مطابق چلانا چاہتا رہا۔ لہٰذا تمام قریشی علما اور پرویز کی ذمہ داری ہوگئی کہ وہ قریشی عوام اور لیڈروں کو محفوظ رکھنے کے لئے تمام مومنین کے پُر خلوص اور حقیقی مومن ہونے کا دعویٰ اور پرچار اور پروپیگنڈا کرتے رہیں اور ایسی ترکیبیں اور راہیں نکالیں جن سے بُرے مومنین کی موجودگی کا تصور ہی مٹ جائے۔ لیکن اُن کی راہ میں سب سے بڑی مشکل قرآن تھا۔ وہ قرآن سے اُن آیات کو غائب نہ کر سکتے تھے۔ جن میں بُرے مومنین کی کھلی اور تفصیلی مذمت کی گئی ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے یہ تو مان لیا کہ ناپسندیدہ اور بُرے مومنین تھے۔ مگر یہ کہا کہ اللہ نے اُن کی خطائیں اور لغزشیں معاف کر دی تھیں۔ لہٰذا اُن کے خلاف مُنہ کھولنا غلط ہے یعنی آخر کار سب کو قابلِ احترام قرار دے دیا۔ پھر قرآن نے اُن کا راستہ روک دیا کہ اُن کی خطائیں بخشی نہیں گئی تھیں بلکہ کچھ لوگوں کو موقع دیا گیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو اپنی اصلاح کر لیں۔ لہٰذا اُن کے لئے لفظ مغفرت کہیں استعمال نہیں ہوا صرف لفظ **عَـفَـا** یا **عَفَوْ** فرمایا گیا ہے جس کے معنی فی الحال سزا نہ دینا نظر انداز کر دینا اور یہ لفظ **عَـفَا** یا **عَفَوْ** بھی سب کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا نہ سب بخشے گئے نہ قابلِ احترام قرار پائے۔ بلکہ آیات اُن کی کثرت کو مجرم اور دردناک عذاب کی مستحق بتاتی ہیں اور اُن کی ایک پوری قوم کو قرآن کے مہجور کرنے (25/30-31) اور جھٹلانے (6/66) اور خدا اور رسولؐ کا دشمن قرار دیتی ہیں (25/31) بہر حال ہمارا کہنا صرف اس قدر ہے کہ دھوکہ دینے کے بجائے جو قرآن کہے وہ مان لو۔ اور اپنے قیاس وگمان وعقیدت کو راہنما نہ بناؤ۔ اور بات اُتنی کرو جو قرآن کہتا ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے کہ **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَـعَـهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** (48/29) ''محمدؐ رسول اللہ اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحمدل ہیں'' یہاں اُن لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُن لوگوں کو اس میں شامل نہیں کیا جا سکتا جو کبھی حضورؐ کے ساتھ ہوں اور کبھی حضورؐ سے جدا یا دُور ہوں۔ یا حضورؐ سے کبھی کسی حالت میں کسی معاملے میں دُور رہے ہوں۔ لفظ **مَـعَـهٗ** کی معنوی پابندی صرف چند لوگوں کو حضورؐ کے ساتھ مانے گی ہم پرویز کو یا کسی اور کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ **اَلَّذِيْنَ مَعَهٗ** کو **رُفَقَا** بنا کر معنی کو نخلک میں ڈال دیں۔ اب سُنیئے کہ اللہ فرما رہا ہے کہ:

(6) مومنین کی عظیم کثرت نہ کفار پر سخت تھی نہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔

وَمَـالَـكُـمْ لَا تُـقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O (4/75)

۔''اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کمزور بے بس و بے کس مرد اور عورتیں اور بچے فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے یہاں کے باشندے ظلم وستم کر رہے ہیں ہمیں ظلم وستم سے بچانے کے لئے اپنا کوئی حاکم مقرر کر دے اور کوئی اپنا ناصر بھیج دے اور تم مومن ہو کر خدا کی راہ میں جنگ نہیں کرتے ہو۔'' قارئین سوچیں کہ جن کو مخاطب کیا گیا ہے کیا وہ مسلمانوں پر رحمدل ہیں کیا وہ کافروں پر سخت کہلا سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں! وہ صرف چند مومنین تھے جن کی مدح کی گئی ہے اور ایسا ہونا چاہیے تھا کیونکہ انہیں رسولؐ اللہ کا ہر حال میں ساتھی فرمایا گیا ہے۔ اور اگر ہم یہ کہہ دیں کہ **وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ** سے وہ حضراتؑ مراد ہیں جو قبل تخلیق کائنات سے رسولؐ اللہ کے ساتھی

ہیں تو لفظ مَــعَــهٗ ہماری تائید کرتا ہے۔بہر حال ہم پرویز کی زیادہ کھنچائی نہیں کرنا چاہتے مگر وہ قرآن کے سادہ معنی تو اختیار کر لیں وہی اُن کے مشن کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ لہٰذا یہ تصورِ قرآن کے خلاف ہے کہ تمام مومنین کافروں پر سخت تھے۔ وہ لوگ کیسے کافروں پر سخت ہو سکتے ہیں جو رسوؐل اللہ کو تنہا چھوڑ کر میدان میں کافروں کے سامنے بھاگ جائیں اور حواس باختہ ہو جائیں اور رسوؐل تک پر رحم نہ کریں اور بلانے سے بھی نہ آئیں (3/153) ایسے لوگوں کے متعلق یہ کیسے مانا جائے گا کہ اُن کے دلوں میں اُلفت تھی؟ اور وہ سب بھائی بھائی ہو گئے تھے؟ ایسے بھی چند لوگ موجود ہو سکتے ہیں جو آپس میں بھائیوں جیسے جذبات رکھتے ہوں۔

(7) <u>حقیقی مومنین کے سلسلے میں پرویز نے چار آیات (8/74۔9/100۔8/63۔3/102) پیش کیں اور ہم نے مان لیں اور ترجمہ بھی منظور کر لیا۔</u>

ہم تو پرویز کے ساتھ حد بھر رعایت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بھی حق بات تسلیم کر لیں ہم نے بلا چون و چرا اُن کی پیش کردہ آیات قبول کر لی تھیں مگر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر ہم تنقید کریں تو پرویز کی پوزیشن ڈھیلی ہو جائے گی۔ بہر حال اُس نے لفظ ''اَلَّفَ '' کے معنی اُردو زبان والی '' <u>اُلفُت</u> '' کر کے اس پہلو پر حد سے زیادہ اور غلط زور دے دیا ہے۔ حالانکہ اُن کی لغات القرآن میں اس مادے کے تحت الفت کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے معنی کئے ہیں لپیٹنا (نَشَـرٌ کی ضد ہے)۔2 ملا دینا۔3 اکٹھا کر دینا۔4 مِلے جلے اکٹھے لوگ۔5 مختلف قبائل کے ایک جگہ جمع ہونے والے لوگ وغیرہ (جلد 4 صفحہ 1495) لہٰذا آیت (3/102۔103) کو مع اُس کے ماحول کے دیکھئے اور اُن مومنین کی حالت پر نظر ڈالئے جو وہاں مخاطب کئے گئے ہیں پھر پرویز کی غپ کا وزن معلوم کیجئے۔فرمایا کہ:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ O (آل عمران 3/102۔103)

۔''اے پیروانِ دعوتِ ایمانی اللہ سے اُتنا اور اس طرح ڈرو جو اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم مرنا نہیں مگر صرف اس حال میں کہ تم مسلمان باقی رہو۔ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو پکڑے رکھو اور تفرقہ پردازی نہ کرو اللہ کی اُس نعمت کو یاد رکھو جو اُس نے تمہیں دی تھی۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو اکٹھا کر دیا تھا اور تم اللہ کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تمہارے سامنے بھی اپنی آیات کو اُسی طرح بیان کرتا ہے تا کہ شائد تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔'' (آل عمران 3/102۔103)

قارئین صرف اتنا دیکھیں کہ یہ وہی مومنین ہیں جن کے دل جوڑنے یا اکٹھا کرنے یا ملانے کا کام اللہ نے کر دیا ہے مگر اس کے باوجود وہ اسلام میں تفرقہ پھیلانے سے منع کئے گئے ہیں۔ انہیں اللہ نے تقویٰ اور ڈرتے و بچتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں تاکید کی گئی ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو پکڑ لیں۔ اگر حقیقی مومنین ایسے ہی ہوتے ہیں تو پھر کسی برائی کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی ایمان کا اقرار کرنے کے سوا اُن میں کوئی اچھائی نہیں ہے اُن کی ہدایت بھی شائد کا جھولا جھول رہی ہے۔ اُن کے مرنے کے وقت اُن کا مسلمان مرنا بھی زیرِ تاکید ہے۔ بہر حال ہمیں تو وہی کچھ کہنا اور ماننا ہے جو قرآن کہے۔ قرآن میں کہیں تمام ایمان لانے والوں کو نہ حقیقی مومن کہا گیا نہ جنتی قرار دیا گیا ہے بلکہ مومنین میں ہر طرح کے خبیث

مومنین بتائے گئے ہیں اور اُن ہی نے بعد وفاتِ رسوؐل اسلام کے خلاف عملدر آمد کیا تھا لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اُن لوگوں کی مذمت کی بنا پر پوری تاریخ کا انکار کردے۔اس کے برخلاف ہمیں یہ قانونی حق پہنچتا ہے کہ جہاں جہاں موجودہ تاریخ میں قریش کی مدح وثنا بیان ہوا اس کو رد کر دیں اس لئے کہ وہ مدح وثنا قرآن کے خلاف ہے اور اس لئے کہ موجودہ تاریخ قریش کی اپنی ساختہ پرداختہ ہے اور اُن کا اپنی تائید میں لکھنا قانوناً قابل قبول نہیں ہے۔

(ح) پرویز عہد رسوؐل کے ہر مومن نام کے شخص کو مومن حقیقی اور جنتی مانیں گے اُن کے خلاف تاریخ تفاسیر واحادیث کو رد کریں گے حالانکہ دعوے کا کھوکھلا پن مان لیا۔

اب ایک ایسا بیان پڑھ لیں جس سے پرویز کا دیوالیہ پن اور قریش پرستی ثابت ہوگی اور جس کے بعد اُن سے افہام وتفہیم، تحقیق وتنقید اور قرآن کی طرف واپسی کے تمام راستے بند اور اُمیدیں منقطع ہو جائیں گی وہ لکھتے ہیں کہ:

پرویز صحابہ کے معاملے میں مجبور ہیں تاریخ کے سوا کوئی ذریعہ نہیں۔

۔''ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ اصحابِ رسوؐل کے فہم وادراک کی صلاحیتوں میں فرق تھا۔اور اس اعتبار سے اُنھوں نے تعلیم وتربیت نبوی سے جو کچھ اخذ کیا اس میں تفاوت مراتب ضروری تھا۔لیکن ان میں سے کسی سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوسکتی تھی جو مومنِ حقا کی خصوصیات کے خلاف ہو۔اس باب میں وہ سب یکساں تھے۔لہٰذا یکساں احترام کے مستحق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن سب کے لئے تھا۔اس مقصد کیلئے ہمیں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ ہم فہرستیں مرتب کرنے بیٹھ جائیں کہ مہاجرین وانصار کے زمرے میں کس کس کا شمار ہوسکتا ہے۔ ہمارے پاس ذریعہ بھی کونسا ہے جس سے ہم اس قسم کی فہرستیں مرتب کرسکیں۔ذریعہ ہمارے پاس تاریخ ہی ہے۔لہٰذا تاریخ نے جس کے متعلق بھی ایسا کہہ دیا ہے ہم اُسے اس زمرہ میں شامل سمجھ لیں گے اور اُس کا احترام کریں گے۔اس لئے کہ اگر تاریخ نے کسی اور کو بھی اس فہرست میں شامل کردیا ہے تو اُس کا احترام کرنا خدا کے ہاں جرم نہیں قرار دیا پائے گا۔لیکن اگر اس فہرست میں شامل حضرات میں سے کسی کے متعلق ہم نے سوءِظن سے کام لیا تو اس کی بابت ہم سے ضرور مواخذہ ہوگا۔ بنا بریں صحابہ کبار میں سے کسی کے متعلق بھی بدظنی سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ وہ سب واجب الاحترام ہیں۔ باقی رہے اِن کے بعد کے مسلمان، سو اُن کے مومن حقا تسلیم کرنے کے متعلق قرآن کریم ہمیں مکلّف نہیں ٹھہراتا۔اُن کے اعمال کس قسم کے تھے اُس سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں۔''(شاہکار گزرگاہِ خیال صفحہ 52)

(2) پرویز اپنے صحابہ کے لئے قرآن کو معیار نہ بنا سکے تاریخ کے محتاج ہوئے مگر تمام صحابہ کو حقیقی مومن کہنا کس آیت سے؟

اِدھر قرآن کو دین کا معیار بنانے کے تمام دعوے باطل ہوگئے اُدھر قرآن سے تاریخ کو جانچنے کا دعویٰ بھی ہوا میں اُڑ گیا مگر یہ تو پرویز کو بتانا ہی پڑے گا کہ اُن کا یہ دعویٰ کیسے اور کہاں سے ثابت ہوگا کہ:

1۔اِن اصحابِ رسوؐل میں سے کسی سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہوسکتی تھی جو مومن حقا کی خصوصیات کے خلاف ہو۔''

2۔''اس باب میں وہ سب یکساں تھے فلہٰذا یکساں احترام کے مستحق رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اُن سب کیلئے تھا۔''(شاہکار گزرگاہ خیال صفحہ 52)

یہ دونوں باتیں قرآن کی کسی آیت میں نہیں ہیں لہٰذا باطل ہیں۔

(3) حقیقی اور جنتی مومنین کی خصوصیات میں بھی پرویز تاریخ ہی کے محتاج ہیں مگر قرآن سے چند مومنین کے علاوہ کوئی حقیقی و جنتی مومن نہ تھا۔

ہم دین کے کسی معاملے میں تاریخ کے محتاج نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم نے عہدِ رسولؐ کے مومنین کا حال تفصیل سے دکھا دیا ہے اور وہ سب ہی رسولؐ کے صحابہ تھے۔ اور ہرگز یکساں نہ تھے۔ اور ہرگز رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ نہ تھے اور ہرگز سب کا احترام لازم نہ تھا۔ بتائیے اُن مومنین کا احترام ہم پر یا کسی اور مسلمان پر کیسے لازم ہوگا جو جنگ بدر میں رسولؐ اللہ کے فیصلے کو غلط سمجھ کر کراہت کا اعلان کر رہے تھے اور حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اُن میں کا ایک فرقہ رسولؐ سے لپا ڈگی میں مصروف تھا اور جنگ پر جانے کو موت کے مُنہ میں جانا سمجھ رہا تھا (6-5/8)

یہ سب صحابہ تھے قرآن میں اللہ نے ان کی مذمت کی ہے ہم بھی اُن کو اور اُن کے طرزِ عمل کو مذموم سمجھتے ہیں۔ ایسے صحابہ کی بہت سی مثالیں سابقہ عنوانات میں آ چکی ہیں اور چاہیں تو سینکڑوں مثالیں اور قرآن سے لکھ سکتے ہیں یوں سمجھ لیں کہ ایسے خبیث صحابہِ رسولؐ کی مذمت سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ لہٰذا پرویز کا دعویٰ اور عقیدہ دو سو فیصد باطل ہے۔ سوچو کہ ایسے صحابہ سے اللہ کو راضی کہنا اور انہیں حقیقی مومنین کہنا کتنا غلط عقیدہ ہے جو منافقین کے طرفدار تھے (نساء 88/4) جو رسولؐ کو شہر بدر کرنے والوں سے اللہ سے بھی زیادہ ڈرتے ہوں اور حکم ملنے کے بعد بھی اُن سے جنگ کو تیار نہ ہوتے ہوں۔ (14-13/9)

مختصر یوں سمجھ لیں کہ قرآن میں ایک ہزار آیتیں صرف صحابہِ رسولؐ کی مذمت میں آئی ہیں۔ جنھیں حقیقی مومنین کہنا اور اللہ کو اُن سب سے راضی بتانا دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ اور اللہ و رسولؐ کی سب سے بڑی اور سنگین ترین مخالفت ہے۔

(4) جن لوگوں کو اللہ نے حقیقی مومنین اور جنتی قرار دیا ہے اُن کے لئے کیا کیا شرائط اور صفات بیان کی ہیں وہ سب موجود نہیں تو نفی ہوگی۔

اب ہم وہ آیات بھی از سرِنو سامنے لاتے ہیں جو پرویز نے لکھی ہیں اور وہ بھی جو وہ لکھنے سے قاصر رہے ہیں تاکہ قارئین خود اپنی آنکھوں سے آیات کے الفاظ میں وہ صورت دیکھیں جو کسی کو حقیقی مومن اور جنتی بنانے کے لئے ضروری ہے۔

پرویز کی پیش کردہ پہلی آیت:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ O(8/74)

۔''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ دیئے اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے پناہ دی اور ہمہ قسمی مدد کی وہی حقیقی مومن ہیں اُن کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے۔''

پرویز کی پیش کردہ دوسری آیت: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O(9/100)

۔''وہ مہاجرین اور انصار جنہوں نے دعوتِ اسلام پر سب پر سبقت حاصل کی اور وہ بھی جنہوں نے اُن کے بعد راست بازی کے ساتھ اولین اور سابقین کی بہتر طریقہ پر پیروی کی اللہ اُن سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اللہ نے اُن کے لئے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور وہ سب اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔''

ہماری پیش کردہ تیسری آیت جن کو پرویز نے شامل نہیں کیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓـئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ o (انفال 4 تا 8/2)

۔''مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اُن کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور جو بھی رزق انہیں دیا گیا ہے اُسے ضرورت مندوں کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ وہی حقیقی مومنین ہیں۔ اُن کے لئے اُن کے پروردگار کے ہاں بہت درجے ہیں، مغفرت اور رزق کریم ہے۔''

یہاں یہ نوٹ کریں کہ سورہ انفال کی پہلی آیت میں رسوؐل کے اُن صحابہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جو مال دنیا کے طلب گار تھے جنہیں یہ کہہ کر ڈانٹ دیا گیا کہ: ''اگر تم لوگ واقعی ایمان دار ہو تو اللہ و رسوؐل کے معاملات میں دخل اندازی بند کردو اور اللہ و رسوؐل کی اطاعت شروع کرو اور اپنے اپنے حالات کی اصلاح کرو۔'' (انفال 8/1)

پھر یہ نوٹ کریں کہ حقیقی مومنین کے ذکر کے بعد رسوؐل کے اُن صحابہ کا ذکر ہے جو اللہ و رسوؐل کے فیصلوں کو صحیح اور برحق نہیں سمجھتے بلکہ کراہت کرتے ہیں۔ اُن کے برحق فیصلے سے ایسی حالت میں اختلاف اور جھگڑا جاری رکھتے ہیں جب کہ حق اُن پر واضح ہو چکا ہے۔ اور جنگ پر جانے کو موت کے مُنہ میں جانا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مومنین میں ایک فرقہ بھی ہیں۔'' (6-5/8)

(5) مذکورہ آیات (4 تا 8/2، 9/100، 8/74) میں مذکورہ صفات میں سے اگر کسی مومن میں یا مومنین میں ایک بھی صفت غائب ہے وہ حقیقی مومن نہیں۔

اب ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ کسی شخص کا مہاجر یا انصار ہونا حقیقی مومن نہیں بنا دیتا۔ اُس میں وہ تمام صفات ثابت کرنی پڑیں گی جو مندرجہ بالا پانچوں آیات میں اللہ نے بیان فرمائی ہیں۔ ہر اُس شخص کو مہاجر نہیں کہا جاسکتا جو گھر بار چھوڑ کر چل دے۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ اللہ و رسوؐل کے لئے گھر بار چھوڑ کر آیا ہے یا جسے دشمنان اسلام نے نکلنے کے لئے مجبور کیا تھا اور یہ بھی کہ وہ ہجرت سے پہلے ایمان لا چکا تھا اور وہ ہجرت کے بعد اللہ و رسوؐل کا مددگار رہا ہو۔ اچھی منڈی اور مارکیٹ اور کاروبار کے لئے نہ آیا ہو۔ لہٰذا پرویز کے لئے لازم ہے کہ ایسے حقیقی مومنین پیش کرے۔ نہ کہ برائے نام مہاجرین؟ قارئین سمجھ چکے ہیں کہ پرویز اپنے شاہکار کی تصنیف میں کیا طریقہ اختیار کریں گے؟ قریشی تاریخ سے فائدہ اُٹھائیں گے جہاں مکہ سے آنے والے ہر شخص کو مہاجر کہا گیا ہے اور پرویز ہر مکی و قریشی شخص کو حقیقی مومن کہہ دیں گے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے بقلم خود اپنے دیوالہ کا اعلان کر دیا ہے لیکن جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام صحابہ کہلانے والے لوگ بدترین اعمال پر عہد رسوؐل میں عامل تھے تو وہ بعد رسوؐل قتل و خیانت و بدعہدی اور غداری اور دنیا پرستی پر کیوں عمل نہ کریں گے۔ بہر حال پرویز کا موقف بڑا کمزور اور مخالفِ قرآن ہے۔ اُنہوں نے اپنے تیسرے باب میں تفصیل کے ساتھ تاریخ کے تمام مسلّمات کا انکار کر دیا ہے اور تاریخ کے وہ تمام بیانات قبول کر لئے ہیں جو اُن کو پسند اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کے حق میں بہتر معلوم ہوئے اور یوں شاہکار کے (62) باسٹھ صفحات مکمل کر گئے۔ چونکہ اُن صفحات میں کوئی علمی گفتگو نہیں ہے اس لئے اُن پر

وقت ضائع کرنا فضول ہے البتہ کہیں کہیں پرویز نے کچھ غپ شپ ماری ہے جس سے شاہکار کے پڑھنے والے کو ایسا معلوم ہوگا کہ پرویز مدلل بات کہہ رہے ہیں ہم اُن کی اِن غپوں پر مختصر ریمارکس دیتے ہوئے گزر جائیں گے۔

(6) پرویز کی غپ شپ اور ہمارے ریمارکس؟

پرویز بقول خود '' اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَيْش ۔'' کو ایک متفقہ بین الفریقین حدیث مان کر اُس کی تردید میں لکھتے ہیں کہ:

۔'' سوچیئے کہ یہ کبھی رسوؐل اللہ کا ارشاد ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم نسل اور خون کے امتیازات مٹا کر مساواتِ انسانیہ اور تکریم آدمیت کی تعلیم دیتا رہا ہو (کوئی آیت؟) حضوؐر کی ساری زندگی اس بلند و برتر تعلیم کا عملی نمونہ رہی کیا آپ اس اَمر کا تصور بھی کر سکتے ہیں کہ اس تعلیم کا حامل رسوؐل یہ فیصلہ کرے گا کہ حکومت میرے قبیلے کے اندر رہے گی۔ یہ ایک روایت قرآن کی بنیادی تعلیم اور نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو مجروح کر دینے کے لئے کافی ہے۔'' (شاہکار صفحہ 38)

پرویز کو چاہیے تھا کہ اپنی اس ابلیسی تعلیم کے ثبوت میں ایک دو آیات لکھ دیتے جن میں نسل و رنگ کے خلاف کہا گیا ہوتا حالانکہ سارا قرآن نسل و رنگ کے سنوارنے اور ترقی دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہاں صرف آل ابراہیمؑ کو مملکت عظیمہ دینے کی بات ہے۔ سلیمانؑ و داوٗدؑ کی نسل کی بات ہے۔ یہ قریشی افسانے ہیں جن کو قرآن کی تعلیم کہا گیا۔ وہ اپنی تائید میں ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے اور اُن کے خلاف سارا قرآن ہم پیش کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو کہ قریش چونکہ بدنسلے لوگ تھے ماؤں' بہنوں سے اولادیں پیدا کراتے چلے آرہے تھے اس لئے ضروری ہوا کہ وہ ایسی کہانیاں تیار کریں جن سے حرامی و حلالی بدنسلے اور پاکیزہ نسل کے لوگ برابر ہو جائیں۔ ہمیں بھی قریش ساز اُس روایت کو افسانہ کہنا ہے لیکن پرویز کا یہ جملہ کہ '' حکومت میرے قبیلے کے اندر رہے۔'' اصلاح طلب ہے۔ اُس جملے کو یوں ہونا چاہیے کہ۔'' حکومت میرے خاندان کے اندر رہے۔'' اس لئے کہ قرآن کی رُو سے حکومت تین ہزار سال سے رسوؐل کے خاندان ہی میں چلی آرہی تھی۔ اور یہ ہم نے تفصیل کے ساتھ قرآن و قدیم تواریخ سے ثابت کر دیا ہے (پلٹ کر اولین عنوانات پڑھیں) لفظ قبیلہ کہنے سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ قریش (معاذ اللہ) رسوؐل کا قبیلہ تھے۔ حالانکہ ہم نے بڑی شرح اور بسط سے ثابت کیا ہے کہ قریش: کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

رسوؐل اللہ کا اُن سے کوئی کسی قسم کا تعلق نہ تھا رسوؐل کا قبیلہ تو مدینہ کے اوس و خزرج تھے۔ بہر حال قرآن میں نسلوں اور قبائل کو برقرار رکھنے اور ساری دنیا کی بدنسلوں کو جدا کرنے کے لئے ہی تو تعارف ضروری ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O

۔'' اے لوگو ہم نے تمھیں مذکر اور مونث سے پیدا کیا اور تعارف کے لئے ہم نے تمھارے مختلف شعبے کر کے قبیلے بنا دیے ہیں حقیقت یہ ہے تم میں سے زیادہ مفید اللہ کے نزدیک وہ شعبہ اور قبیلہ ہے جو باقی سب سے زیادہ محتاط و متقی ہو۔'' (49/13)

اگر قارئین کو ہمارے ترجمہ سے اختلاف ہو تو پرویز کی لغت القرآن میں مادہ ش۔ع۔ب اور ک۔ر۔م کے معنی دیکھ کر تصدیق کر لیں۔ قریشی مترجمین کے تمام معنی غلط ہیں۔ بات یہ ہوئی کہ مذکر و مونث سے پیدا کیا اور غلط سامان کو جدا کرتے ہوئے اور مفید سامان کو ملحق کرتے ہوئے عمدہ نسلیں اور قبائل پیدا کئے گئے اور سب سے عمدہ اور مفید نسل وہ ہے جو تمام موجودہ نسلوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار رہتی چلی آئی ہو۔ قریش کی طرح نہیں کہ بھائی بھائی بھی ہو اور شوہر بھی ہو۔ یوں تو تمام جانداروں کی نسلیں مونث و مذکر ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور کوئی بھی مذکر مذکر یا مونث مونث

سے پیدا نہیں ہوئی مگر اُن میں قریش کی طرح تعارف کی گنجائش نہیں ہے۔ وہاں جوڑوں کی شرط ہے نہ کفو کی پابندی ہے۔ قرآن میں خبیث عورت یا خبیث مرد کی جوڑی نہیں بنتی جن لوگوں نے خبیث وطیب کی پابندی اُٹھادی تھی سب کو بنی آدم کہہ کر برابر کر دیا تھا وہ جانوروں یا قریش کی طرح ہو گئے تھے۔ قرآن تو زانی وزانیہ کا اور مشرک ومشرکہ کا بھی خیال رکھتا ہے یعنی قرآن حفظِ نسل واخلاق ومدارج کو خاص طور سے برقرار رکھتا ہے البتہ پرویز کے یہاں گدھا گھوڑا اسب برابر ہیں۔ کیمونزم میں ہر عورت عورت ہونے کی بنا پر ہر مرد کی زوجہ ہوتی ہے اور مرد مرد ہونے کی بنا پر ہر عورت کا شوہر ہوتا ہے اور ہر بچہ ہر عورت ومرد کا بچہ' ساری قوم کا بچہ اور پورے ملک کا بچہ ہوتا ہے۔ اور وہاں ملکیت، مذہب اور منا کحت انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹیں کہلاتے ہیں۔ اور پرویزی نظام ربوبیت میں طبقہ واریت کو مٹا کر سب انسانوں کو برابر کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ نظام ربوبیت میں اللہ بھی معاشرہ کا ایک فرد ہوتا ہے یا پورا معاشرہ ہوتا ہے (نظام ربوبیت صفحہ 172) کبھی وہ مرکز ملت ہوتا ہے کبھی خود ہی قانون خداوندی بن جاتا ہے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی یا عربوں سے مشورہ لے کر احکام دیا کرتا ہے۔ کبھی ایک بسیط وخیال و وہم سے برتر وبالا ہستی بن جاتا ہے۔

(7) پرویز صحابہ کو جہنم میں بھیجنا پسند نہیں کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

خلافت سازی کے دوران رسولؐ کے صحابہ کی بے دینیاں اور بدعنوانیاں لکھنے کے بعد پرویز صاحب صحیح بخاری کتاب الانبیاؑ سے صحابہ کا جہنم کو لیجانا دکھانے کے بعد کہتے ہیں کہ:

۔''سوچیئے کہ بخاری کی اس حدیث کی رُو سے بات کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ یہ وہ صحابہ ہیں جن کے متعلق قرآن شہادت دیتا ہے کہ اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤمِنُوْنَ حَقًّا (8/74)۔''یہی لوگ ہیں جو حقیقی مومن ہیں۔'' اگر ان مومنین کے ایمان کی بھی یہی کیفیت تھی کہ اُدھر رسولؐ اللہ نے آنکھیں بند کیں اور اُدھر یہ (معاذ اللہ) ایمان سے پھر گئے تو بہ دیگراں چہ رسد؟ اور اگر کوئی معترض یہ کہہ دے (اور کہنے والے کہتے ہیں) کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے'' تو سوچیے کہ (ان روایات کی رُو سے) خود نبیؐ اکرم کے متعلق (معاذ اللہ کیا تصور سامنے آتا ہے؟'' (شاہکار صفحہ 47)

ہماری تنقیدی اور اپیلنگ باتیں :

حقیقی مومنین کے متعلق گفتگو مکمل ہو چکی ہے قرآن کی آیات سے اور پرویز کے بیانات سے چند صحابہ کا حقیقی مومن ہونا ممکن ثابت ہو گیا ہے۔ مگر حقیقی مومنین کون کون اور کتنے تھے؟ یہ بتانا پرویز کے نزدیک بھی ناممکن ہے اور وہ بھی اس معاملے میں تاریخ کے محتاج ہیں (صفحہ 52 گزرگاہ) دوسری بات یہ ہے کہ بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں اُن صحابہ کے نام موجود نہیں جن کو جہنم میں لیجانے کا حکم ملا ہے۔ لہٰذا پرویز لفظ صحابہ پر گھبرا گئے ہیں یعنی کوئی صحابی جہنم میں جا ہی نہیں سکتا ہے اور یہی وہ جھوٹ ہے جو پروپیگنڈے کے اصول کے ماتحت پرویز کے دل میں عقیدت کے زور سے سچ بن کر جگہ پکڑ چکا ہے۔ حالانکہ قرآن میں اُن کے ننانوے فیصد صحابہ کا جہنمی ہونا ثابت ہے۔ اور ہم نے اس سلسلے میں آیات کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ اور شاہکار سے متاثر ہونے والے لوگ بھی یہ نہیں مانتے کہ عہد رسولؐ میں ایمان لانے والے تمام صحابہ جنتی ہیں۔ لہٰذا پرویز کا جگہ جگہ اور ہر جگہ تمام صحابہ کو حقیقی مومنین کہنا اور لکھنا ایک بکواس ہے جو اُنہیں کرتے رہنا ہے اور آئندہ ہم یہ لکھ دیا کریں گے کہ۔''پھر پرویز نے بکواس کی ہے۔'' اور قارئین سمجھ لیا کریں کہ پرویز نے ہر صحابی کو ''حقیقی مومن'' لکھا ہوگا۔

رسولؐ اللہ ہرگز وہ درخت نہ تھے جس کے پھل قریش اور قریشی صحابہ تھے۔

رسولؐ اللہ کو وہ درخت کہنا جس کے پھل یہ ملعون صحابہ تھے ایک سنگین تہمت اور قرآن کے خلاف بیان ہے۔ قرآن کی بنیادی تعلیم کے

مطابق رسوؐل کسی شخص کو بنانے یا بگاڑنے کے ذمہ دار نہیں ہوتے وہ صرف راہنمائی کرتے ہیں۔ ہاتھ پکڑ کر راستے پر نہیں چلاتے نہ اُمت کو درخت کی طرح پیدا کرتے ہیں اور پرویز اپنے مسلّمات کے خلاف لکھنے میں ذرہ برابر تکلف نہیں کرتے۔ اور ہم یاد دلانے اور اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔ (شاہکار صفحہ 47 تک)

(8) خلیفۃ اللہ کا انکار حالانکہ تمام کے تمام علماء وعوام خلافت خداوندی کے قائل مان لئے:

اس عنوان پر بات کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ہے کہ اس وقت ہم پرویز کی کتاب شاہکار رسالت کے اڑتالیسویں صفحہ پر سے گزر رہے ہیں اور ہمیں ابھی پانچسو اٹھائیس صفحہ تک جانا ہے اور یہاں تک ہم نے پرویز کے جال کی تمام گتھیاں کھولنے میں صرف نوسو بانوے صفحات سپرد قلم کر دیئے ہیں۔ یعنی ہمارے سامنے ابھی باطل کا ایک انبار ہے جسے بکھیرنا اور ہوا میں اُڑانا ہے۔ لہٰذا ہم اختصار پر مجبور ہیں مگر وہ اختصار نہیں چاہتے جس میں قارئین کی ضرورت تشنہ رہ جائے۔ لہٰذا ہم پرویز کی ہر بحث کو اب پورا پورا لکھنے کے بجائے اُس کی بنیادی باتیں لکھ کر قارئین کو متوجہ کریں گے یہاں اُن کا عنوان ہے "خلیفۃ اللہ نہیں" اس عنوان پر اُنہوں نے کافی کچھ لکھا ہے اور لوگوں کو منطقی فریب دیا ہے۔ اُس کی بنیاد یہ ہے کہ:

"خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جانشینی کا سوال کسی کے بعد پیدا ہوتا ہے کسی کی موجودگی میں کوئی اُس کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ اور خدا چونکہ ہمیشہ اور ہر جگہ موجود ہے اس لئے اُس کا کوئی جانشین نہیں ہوسکتا۔" (شاہکار صفحہ 48)

اس انکار کا سبب بھی سُن لیں:

"قرآن کریم کی رُو سے اسلامی حکومت تھیا کریسی (Theocracy) نہیں جس میں مذہبی پیشوا خدا کے قائم مقام بن کر لوگوں سے اپنی اطاعت لیتے ہیں" (ایضاً صفحہ 49)

پرویز نے یہاں کوئی آیت لکھنا پسند نہیں کی اس لئے کہ کوئی آیت اُن کے ابلیسی مفروضوں کی تائید نہیں کرتی ساتھ ہی نوجوانوں کو مذہب اور مذہبی پیشواؤں سے متنفر بھی کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی حکومت ہے ہی خلافت الٰہیہ اور مذہبی پیشواؤں کی حکومت اس میں بے دینی اور قریش و پرویز جیسے بے دینوں کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آیت (2/30) میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں دنیا میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" اور نہ یہ کہا کہ دنیا میں سابقہ مخلوق کا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" صرف یہ فرمایا ہے کہ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" چونکہ نہ اپنا فرمایا نہ کسی اور کا کہا لہٰذا غالب قرینہ یہ ہے کہ:۔ "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" اور اس کے بعد حضرت آدم کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ آدم کے خلیفۃ اللہ ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ کائنات کی تمام مخلوق سے عموماً اور ملائکہ سے خصوصاً سجدہ کرا کے اپنا قائم مقام و نائب وخلیفہ اور جانشین ثابت کر دیا۔ رہ گیا یہ سوال کہ اللہ ہر وقت و ہر جگہ موجود ہے لہٰذا اس کا خلیفہ ہونا بے معنی ہے۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ بقول پرویز۔ "حکومت کا حق صرف خدا کو ہے (اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (12/40) لیکن خدا تو ایک ایسی بسیط حقیقت ہے جس کا محسوس شکل میں سامنے آ کر حکومت کرنا تو درکنار وہ۔ "برتر از قیاس و خیال وگمان و وہم۔" ہے۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی حکومت سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب اُس نے خود ہی دے دیا کہ خدا کی حکومت سے مراد اس کی کتاب (قرآن مجید) کے قوانین واحکام کی اطاعت۔ یہی مومن وکافر میں خط امتیاز ہے۔ چنانچہ اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (5/44) "جو خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے انہی کو کافر کہا جاتا ہے" لیکن اس سے پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ کتاب تو ایک ضابطہ کا نام ہے اُس کی

اطاعت کسی زندہ محسوس اتھارٹی کے ذریعہ ہی کی جاسکتی ہے۔ وہ اتھارٹی کون سی ہوگی؟ اس کے جواب میں کہا کہ وہ اتھارٹی سب سے پہلے یہ رسوؐل ہوگا جو اس نظام کو قائم کرے گا۔ اسی لئے اس رسوؐل سے کہا گیا کہ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (5/48) تُو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر۔'' (شاہکار صفحہ 32-33)

لغات القرآن کا ایک جملہ یہ ہے کہ: '' اَلْخَلْفُ ۔ اس کے لئے جو پہلے کے بعد آئے جیسے قرن کے بعد قرن یا لوگوں کے جانشین خواہ وہ لوگ مر چکے ہوں یا زندہ ہوں۔'' (لغات القرآن جلد 2 صفحہ 611)

یہ خلیفہ کی بحث میں لکھا ہے لہٰذا اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ، جانشین اور نمایندہ بنایا تھا اس لئے کہ وہ خدا کی جگہ محسوس طریقہ پر اللہ کی حکومت جاری کریں اور انہیں تمام مخلوقات کا مسجود بھی بنایا تھا۔ اور یوں پرویز کا انکار محض لوگوں کو اغوا و گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ یہاں یہ یاد کریں کہ ہم نے پرویز کی مندرجہ بالا آیات (48۔44/5) کا معنوی تضاد پرویز کے قلم سے پیش کر کے اُنہیں کاذب وفریب ساز ثابت کر دیا ہے۔

(9) قرآن کے سر تہمتیں لگانا پرویز کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔

اور یہاں یہ پھر ثابت کیا جائے گا کہ پرویز نے قرآن سے کچھ غلط مفروضات دہرانے میں اتنی مہارت پیدا کر لی ہے کہ اب انہیں یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ میں قرآن کے خلاف اور خلافِ واقعہ بات کہہ رہا ہوں۔ اُن کا ایک جملہ سُنئے جسے وہ ہر دوسرے تیسرے سانس میں دُہرا کر چین وسکون محسوس کرتے ہیں ورنہ دماغ میں خلا اور درد پیدا ہوجاتا ہے لکھتے ہیں:

'' قرآن نے بتایا ہے کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (42/38) ''اُن کے امور باہمی مشورے سے طے پاتے تھے۔'' (شاہکار صفحہ 48)

لیکن 1949ء میں اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا تھا کہ:

''جن کے اُمورِ حکومت آپس کے صلاح مشورے سے طے پاتے ہیں'' (معارف جلد 4 صفحہ 651)

23 سال کی مدت میں آخر پرویز کے سر سے حکومت کا بھوت اُتر گیا تو آسیب کی صورت میں گلے کا ہار ہوگیا یعنی قریشی عقیدت صورت بدل بدل کر پرویز سے لپٹی چلی آرہی ہے چنانچہ قرآن کے متعلق اُن کی آخری تصنیف مفہوم القرآن ہے جو جولائی 1961 میں لکھی گئی تھی وہاں اسی آیت (42/38) کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ:

۔'' تمام اُمور کے فیصلے قوانینِ خداوندی کی حدود میں رہتے ہوئے باہمی مشاورت سے ہونے چاہئیں۔'' (جلد 2 صفحہ 1136)

سوچتے رہیے کہ اس علامہ کی کون سی بات کا اعتبار کیا جائے۔ اتنی کروٹوں کے بعد پرویز پھر لکھتے ہیں کہ:

۔'' قرآن کریم نے کہا تھا کہ امورِ مملکت، اُمت کے باہمی مشورے سے طے ہوں گے (42/38)۔'' (شاہکار صفحہ 51)

حالانکہ قرآن میں (42/38) امورِ حکومت یا امورِ مملکت طے کرنے کی بات کہیں نہیں ہے۔ مگر پرویز ہر دوسرے سانس میں یہ بکواس جاری رکھیں گے اور اتنی دفعہ دہرائیں گے کہ اُن کے ہم مسلک لوگ یقین کر لیں گے کہ واقعی یہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

(10) ابوبکر و عمر پرویز اور قریش کے نزدیک رسوؐل اللہ سے زیادہ بابصیرت تھے: پرویز لکھتے ہیں:

'' حضرت ابوبکر مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اُنہوں نے محسوس کیا کہ اُنہیں اپنی جانشینی کا مسئلہ اپنے سامنے طے کر دینا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کا یہ احساس بڑی عاقبت اندیشی اور حُسنِ تدبر پر مبنی تھا۔ موجودہ زمانہ میں جہاں حکومتوں کا مدار آئین (کانسٹی ٹیوشن) پر ہو اور قوم آئین

کی خوگر ہو, جانشینی کا مسئلہ چنداں دشواری پیدا نہیں کرتا۔لیکن اُس زمانہ میں جب مملکت کا کوئی ضابطہ آئین نہیں ہوتا یہ زیادہ مناسب تھا کہ ایک سربراہ اپنی جانشینی کا مسئلہ خود اپنی موجودگی میں طے کردے تاکہ بعد میں کسی قسم کا خلفشار نمودار نہ ہو۔اس مصلحت کے پیش نظر حضرت ابوبکر کا یہ خیال اُن کی فراست وبصیرت کی درخشاں شہادت ہے۔''(شاہکار صفحہ 50۔51)

قارئین کوئی باتیں نوٹ کرنا ہیں اول یہ کہ پرویز اینڈ کمپنی اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی نہ کوئی بات پکی ہوتی ہے نہ اُن کو پختہ بات کہنے میں فائدہ ہوتا ہے۔ اُن کے یہاں قرآن کا حکم تھا کہ امور حکومت ومملکت باہمی مشورے سے طے ہونا چاہئیں مگر ابوبکر اس حکم کو نہیں مانتے دوسری یہ کہ ابوبکر تنہا پوری امت کے حق مشاورت کو چھین لیتے ہیں اور پرویز اُن کی مدح وثنا کرتے ہیں۔تیسری یہ کہ رسول اللہ ابوبکر سے عقل وبصیرت میں اور عاقبت اندیشی میں بہت گئے گزرے تھے۔اُنہوں نے اپنے جانشین کا تقرر نہ کرکے جو صورت حال پیدا کی اس کی مرمت پرویز سے بھی نہ ہوسکی۔اور صحابہ میں مذکورہ جھگڑے اور خلفشار اُن کی ناعاقبت اندیشی سے پیدا ہوا جس کو لکھنے اور رد کرنے میں پرویز کو کئی صفحات لکھنا پڑے۔

(11) <u>ابوبکر کو مدینہ کے چند بڑے لوگوں نے خلیفہ یا مرکزِ ملت یا سربراہ مملکت بنایا تھا جن کو اللہ، رسولؐ اور قرآن نے کوئی اختیار نہ دیا تھا۔</u>

تمام تاریخی واقعات ومسلّمات کو رد کرکے پرویز نے ابوبکر کے خلیفہ بنائے جانے کا قصہ بلا کسی ثبوت کے اپنے پسندیدہ تصور اور الفاظ میں یوں لکھا ہے کہ:

۔''جہاں تک مشاورت کے اصولی حکم کے بروئے کار لانے کے لئے طریق کار کا تعلق ہے اس کی ضرورت حضرت ابوبکر کے انتخابِ خلافت کے وقت پیش آئی۔جو کچھ تاریخ سے مترشح ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ اس مقصد کے لئے مدینہ کے اکابر صحابہ کے اجتماع نے یہ فیصلہ کردیا۔اس زمانہ میں جب کہ سامان رسل ورسائل اور ذرائع مواصلات آج کی طرح اس قدر عام نہ تھے۔یہ مشکل ہی نہیں ناممکن تھا کہ ایسے ہنگامی واقعہ کی صورت میں (اتنے تھوڑے نوٹس پر) تمام اُمت کے نمایندگان کو یکجا اکٹھا کیا جاسکتا۔اعیان مدینہ نے باہمی مشاورت سے خلیفہ کو منتخب کیا۔ اس کے بعد اطراف واکنافِ مملکت سے امت کے نمایندے آئے اور اُنہوں نے بیعت کرلی۔''(مسلسل عنوان قائم کرکے لکھا ہے کہ):

<u>**بیعت کا مفہوم**</u> :۔''قرآن کریم کی رو سے جب کوئی شخص اُمتِ مسلمہ (کی سوسائٹی) کا رکن بننا چاہے۔(یعنی عام اصطلاح میں مسلمان ہونا چاہئے) تو اُسے اپنی کامل رضامندی سے ایک معاہدے پر دستخط کرنے ہوتے ہیں۔جس کی رو سے (اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (9/111) وہ شخص اپنی جان ومال خدا کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور اُس کے عوض خدا اُسے جنت کی زندگی کی ضمانت دے دیتا ہے۔یہاں سوال پھر وہی پیدا ہوتا ہے کہ خدا تو ایک اَن دیکھی غیر محسوس حقیقت ہے۔اُسکے ساتھ بیع وشریٰ (خرید و فروخت) یہ معاملہ طے کس طرح سے پاتا ہے؟ اور اس کا جواب بھی وہی ہے جو پہلے دیا جاچکا ہے کہ یہ معاملہ طے پاتا ہے اُس سربراہ مملکت کے توسط سے جو احکام خداوندی کے مطابق حکومت قائم کرتا ہے۔۔۔اس اصول کے مطابق خدا سے بیع وشریٰ کا یہ معاملہ سربراہ مملکت کی وساطت سے طے پاتا ہے۔اس کی شہادت خود قرآن میں موجود ہے حضورؐ نے بیع وشریٰ کے معاملے کی تجدید یا یاددہانی کے طور پر جماعت مومنین سے بیعت لی۔(بیعت کے معنی ہی خودفروشی یعنی اپنے آپ کو بیچ ڈالنا ہیں) اس مقصد کیلئے صحابہ آتے (اُس زمانہ کے قاعدے کے مطابق) اس معاہدے کیلئے اپنا ہاتھ حضورؐ کی طرف بڑھاتے اور حضورؐ اُن کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر معاہدہ کی توثیق فرماتے تھے۔اس بیعت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ یہ لوگ جو اے رسولؐ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ

اللہ یہ درحقیقت خدا کے ساتھ اپنی بیع کا معاملہ طے کرتے ہیں۔ یَدُاللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِم (48/10) ان کے ہاتھ پر نظر بظاہر محسوس طور پر تو تیرا ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ تُو اِن سے یہ معاہدہ خدا کے Behalf پر کرتا ہے۔'' (شاہکار صفحہ 51-52)

چند جملے اگلے صفحہ 53 سے بھی سُن لیں۔

۔'' یہ تھی وہ بیعت جو مختلف قبائل خلیفہ کے ہاتھ پر کرتے تھے اس طریق سے اس انتخاب کی توثیق تمام ملت کی طرف سے ہو جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر کے انتخاب کے وقت مشاورت کے قرآنی حکم کی تعمیل کے لئے یہ طریق اختیار کیا گیا۔'' (شاہکار صفحہ 53)

(12) پرویز کے اس خودساختہ افسانہ کو سوفیصد صحیح ماننے سے بھی ابوبکر نہ اللہ ورسوؐل کی طرف سے خلیفہ ہوئے نہ سربراہ اسلام قرار پائے۔

اس خودساختہ بیان کی رُو سے بھی اللہ کی طرف سے مقرر شدہ اور اللہ کے قوانین کے مطابق حکومت بنانے والا حاکم ہی مجاز ہے کہ وہ اللہ کی جگہ کسی انسان یا انسانوں سے بیع وشریٰ کا معاملہ طے کرے تو وہ اللہ کے ساتھ طے ہونے والا معاملہ کہلائے گا۔ اور یہ اس لئے کہ اُس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اُس کے سب کام اللہ کے کام ہیں۔ رہ گیا ابوبکر تو نہ اکابر صحابہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ سربراہ مملکت ہیں نہ اللہ کی جگہ بیع وشریٰ کے مختار ہیں نہ اُن کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں نہ ابوبکر ابھی سربراہ مملکت ہے نہ بیع وشریٰ کا مجاز ہے۔ لہٰذا یہ سب ڈھونگ ہے۔

پرویز صاحب محلّہ کی چوپال میں بیٹھ کر ثلاثہ اینڈ کمپنی کے عقیدت مندوں سے غپ شپ مارتے تو کوئی کچھ نہ کہتا لیکن اُنہوں نے تو اس کتاب کو مارکیٹ میں بھیج دیا اور یہ ہم ایسے عزلت گزیں تک آ پہنچی۔ ہمیں تو اُن کی غپ شپ سے تعارض کرنا ہے۔ اُن سے پوچھنا ہے کہ مدینہ کے بزرگ لیڈر تو ایک طرف کہیں ساری اُمت کو یہ اختیار ملا ہے کہ وہ کسی کو رسوؐل کی جگہ مرکز ملت وغیرہ بنا سکیں؟ رسوؐل کے علاوہ اور کسی شخص کے لئے اللہ نے اپنی جگہ واحد کی ضمیر بولی ہے؟ حاکم بن جانا، اپنی قوم سے خلیفۃ الرسوؐل کہلوانا، امیر المومنین مشہور ہونا، بڑی بڑی فتوحات حاصل کر لینا، ساری دُنیا کو لُوٹ لُوٹ کر قوم کو کروڑ پتی بنا دینا، سواروں پیادوں اور مسلح افواج سے چھاؤنیاں بھر دینا، مسجدوں کی صورت میں جگہ جگہ ریسٹ ہاؤس بنا دینا تو ممکن تھا۔ ممکن رہا ہے۔ مگر کیا تمھارا ابوبکر یا عمر یا اس کمپنی کا کوئی نابغہ ایسا تھا جو جنات میں قرآن کی تعلیم جاری رکھ سکتا؟ جو پوری کائنات کے لئے رحمت بن سکتا؟ جو کائنات کی ہر مخلوق کو بشارت ونذارت کرسکتا تھا؟ کیا ان میں سے کوئی ایسا تھا جس کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے قرآن میں معجزات کے حاضر ہو کر سلام کرتے اور ہدایات حاصل کرتے؟ کیا ابوبکر وعمر وہ نور تھے جن کو مکمل کرنے اور پوری کائنات میں اس کی روشنی پھیلانے کا مکرّر سہہ کرّر وعدہ قرآن میں آج تک موجود ہے (9-8/61، 33-32/9، 28/48)؟ کیا اُن کو تمام دُنیا کی اقوام اور ادیان پر غلبہ حاصل ہوا؟ اگر نہیں تو کیوں اپنی عاقبت کو اُن ملاعین کے لئے تباہ کر رہے ہو؟ اللہ نے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم قرآن کو کبھی ختم نہ ہونے والی فرمایا ہے۔ وہ تو مسلسل اللہ کی آیات کی تلاوت کرنے والے اور انسانوں کا تزکیہ جاری رکھنے والے ہیں اور مکمل کتاب اور مکمل حکمت کی تعلیم جاری رکھنے والے ہیں یہاں تک کہ آخر میں پیدا ہونے والے انسان بھی اُن کے سامنے بیٹھ کر تعلیمات ربّانی حاصل کرسکیں۔ تم نے یہ کیا کھٹ راگ شروع کیا ہے؟ اور کیا کیا بکواس اور چنڈوخانے کی راگنی الاپ رہے ہو؟ یہ سب کچھ عقیدت مند جہلا کو کہیں چھپ کر سنانے کی باتیں ہیں۔ جس چیز کا تمھیں حق پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنے بزرگوں کی قریشی خلافتوں کی تیار کردہ تاریخ نام کی کہانیاں پڑھو اور اپنے ہم مذہب لوگوں کو جھوم جھوم کر سُناؤ اور قرآن کی اور اپنی مذموم قوم کی مدح وثنا کرو۔ لیکن تمھیں قرآن سے کھیلنے کا حق نہیں پہنچتا۔ تم اُتنی اُردو اور عربی جانتے ہو کہ قرآن کے سادہ اور واضح الفاظ سمجھ سکو۔ تم جانتے ہو کہ:

(13) آنحضرتؐ کو منافقوں کی طرح نہیں بلکہ عقل مند مومن کی طرح لفظوں کے مطابق اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ سمجھو۔

اَوَّلُ اُسے کہتے ہیں جس سے پہلے کوئی نہ ہوا ور تم یہ بھی جانتے ہو کہ مسلمین مسلم کی جمع یعنی تمام اسلام اختیار کرنے والے۔ اور تم یہ جانتے ہو کہ کسی اسم پر جب الف لام آجاتا ہے تو اُس اسم میں تمام متعلقہ صفات داخل اور جمع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا لفظ اَلْمُسْلِمِیْنَ کے معنی ہیں۔ ''تمام قسم کے تمام ایمان لانے والے'' تم نے اپنے مطلب اور ذاتی غرض حاصل کرنے کے لئے سُورہ انعام کی آیت (6/164) لا کر پیش دی ہے۔ اور یہ باطل تاثر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے عربی مسلمان تھے اور غالباً تم دوسرا مسلمان ابوبکر کو مانتے ہو گے۔ مطلب یہ ہوا کہ محمدؐ پہلے مسلمان تھے اور اُن کے بعد ابوبکر مسلمان ہوا تھا۔ ابوبکر کب مسلمان ہوا تھا؟ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس کی ہڈیوں کے اندر کا گودا حرام غذاؤں سے بنا ہوا ہو۔ جس کا گوشت اور خون حرام کا نتیجہ ہو جو سر سے پیر تک حرام اور خباثت کا مجسمہ ہو اور بڈھا ہو کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُنہ سے کہہ دے تو سارا حرام ساری خباثت بھاپ بن کر نہ اُڑ جائے گی اور بالفرضِ محال اُڑ جائے تو موت واقع ہو جائے گی۔ سوچنا تو یہ ہے کہ ایمان کا اعلان کرنے کے بعد مادی طور پر اُس خباثت کے بنڈل کا تزکیہ کتنے سال میں ہو گا یعنی اُس مجسمۂ حرام و خباثت کو پاک وطیب سامان (گوشت، خون، ہڈیوں اور ہڈیوں کے اندر کے گودے) سے بدلنے میں قانون خداوندی کو کتنی مدت درکار ہو گی؟ اُس مدت کے بعد ابوبکر صفر کے یا ترقی کی الف ب پر آئے گا۔ اگر آئے گا۔ اور اگر خباثت کا وہ بنڈل قومی سازش اور قوت سے رسُولؐ کی جگہ بیٹھ جائے تو کیا ہو گا؟ قرآن، سورۂ فرقان کی آیات (25/30-31) پڑھ لیں تو ابوبکر کا ہی نہیں بلکہ اُس کے یار اور پرویز کے شاہکار اور پوری قوم نا ہنجار کا حال معلوم ہو جائے گا۔ بہر حال ہم تو پرویز کو یہ بتا رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں نہیں بلکہ قرآن میں خود کو اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن فرمایا ہے۔ جہاں اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَO(3/83)

''کیا یہ قریش اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ تمام آسمانوں میں اور تمام زمینوں میں جتنی بھی چیزیں اور مخلوقات ہیں سب نے، خوشی سے ہو یا جبراً ہو، اللہ ہی کا دین اسلام اختیار کر رکھا ہے اور سب کو اللہ ہی کے حضور میں واپس آنا ہے'' (آل عمران 3/83)

پرویز تو اسلام لانے والے نہیں اس لئے کہ وہ تو صَنَمُ الْاَعْظَم پر ایمان لا چکے ہیں اور اُس ایمان میں کسی اور کو شریک کرنا حقیقی شرک سمجھتے ہیں۔ مگر باقی مسلمان دیکھ لیں کہ اگر اس کائنات میں کوئی ایک چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے پہلے اسلام لائی ہوتی تو اللہ قرآن میں ہرگز رسُولؐ کو اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن نہ کہنے دیتا۔ یہی نہیں حضورؐ تو اس قرآن میں اللہ کی سند کے ساتھ اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ بھی ہیں (43/81)۔ یعنی حضورؐ سے پہلے کسی مخلوق نے اللہ کی عبادت نہیں کی تھی۔ وہی حضرتؐ ہیں جو اس کائنات میں سب سے پہلے نذیر تھے (53/56) وہی اس ساری کائنات کے نذیر تھے اور ہیں (25/1) وہی ساری کائنات کے لئے ازاول تا آخر رحمت ہیں (21/107)۔ مشرکین کے سامنے یہ عقائد وحقائق بیان کرنا ایسا ہی ہے کہ اندھے کے آگے روئیے اپنے بھی نین کھوئیے۔

(14) چوتھا باب ایک باطل دعوے ''حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ'' سے شروع کیا گیا ہے اور اس باب میں بہت سے باطل اور شیطانوں کو جمع کر دیا گیا ہے؟

ہمارے قارئین نے یہ جملہ ضرور سُنا ہو گا اور یہ بھی سُنا ہو گا کہ یہ جملہ پرویز کے شاہکار نے رسُولؐ کا مُنہ بند کرنے کے لئے اُن کے انتقال سے ایک دو روز قبل بولا تھا جس پر حاضرین میں ہنگامہ شور وغُل مچ گیا تھا اور رسُولؐ نے قُوْمُوْ اِعنّی (get out) فرما کر اُن کو دفع کر دیا تھا اور اس کے بعد وہ لوگ پھر رسُولؐ کے پاس کبھی جمع نہ ہوئے تھے۔ بہر حال اس جملے کے معنی بھی آپ نے سُنے ہوں گے۔ جو شیعہ اور سُنی علما کے یہاں

''ہمیں قرآن کافی ہے '' سمجھے گئے ہیں۔ جو ضروری تھا کہ بگڑی ہوئی عقل میں سمائیں۔ یہ جملہ اچانک تنہا نہیں بولا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے ایک اور جملہ تھا۔'' اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابَ اللّٰہ '' اتفاق کی بات ہے اِن دونوں جملوں کے غلط معنی چودہ سو سال میں برابر غلط کئے جاتے رہے ہیں اوران جملوں پر دونوں طرف کے علما بحثیں یعنی بکواس کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم نے تمام قدیم بحثوں کی طرح اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ شیعوں نے حَسْبُنَا کِتَاب اللّٰہ پر سُنیوں پر بہت طنز کئے اور سُنی علما نے اس جملے پر اور جملے کہنے والے عمر پر بہت فخر کیا ہے اور فخر ہی کے لئے پرویز نے اس جملے کو اس باب کا عنوان بنایا ہے۔ پرویز کا فخر یہ مگر منافقانہ بیان ذرا دیر بعد آنے والا ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیں کہ عمر کے مندرجہ بالا دونوں جملوں کے معنی کیا ہیں اور یہ کس ضرورت پر بولے گئے تھے۔

(15) رسوؐل پر قرآن سے ہجرت کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے اور خود کو قرآن کے پیرو اور قرآن کو کافی سمجھا گیا۔

رسوؐل نے قریشی لیڈروں سے فرمایا کہ مجھے ایک کاغذ (قرطاس) اور قلم دوات لا دو کہ میں تمہارے لئے ایسی ہدایات لکھ کر دیدوں تا کہ تم قیامت تک ہرگز گمراہ نہ ہوسکو۔ جواب میں اختلاف ہوا اور عمر نے کہا کہ: اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابَ اللّٰہ ۔''یقیناً یہ مرد ضرور ضرور ہجرت کر رہا ہے اور ہمیں کتاب اللہ حسب حال ہے''۔ عمر نے جو تاثر دیا وہ یہ تھا کہ محمدؐ قرآن کو چھوڑ کر اپنی ذاتی ہدایات پر عمل کرانے کی فکر میں ہے۔ یہ بات ہمارے ماننے کی نہیں ہمیں صرف قرآن کی ہدایات کافی ہیں۔

اِن دونوں جملوں میں پہلی بات یہ دیکھیں کہ وحی آنا بند ہو چکی، قرآن مکمل ہو چکا، ساتھ ہی دین بھی مکمل ہو گیا۔ اب محمدؐ صرف ایک خاص مرد ہے اور کچھ نہیں۔ اور اب وہ قرآن کی تعلیمات کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ الگ سے کچھ ہدایات لکھ کر دینا چاہتا ہے۔ جو نہ قرآن ہوں گی نہ اللہ کا کلام ہوگی۔ لہٰذا اُسے قرآن سے ہجرت وجدائی اختیار کرنے دو مگر ہمیں ''قرآن کافی ہے۔'' یہ تھا وہ تاثر جو عمر نے پیدا کیا تھا۔ مگر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عمر نے لفظ ''قرآن'' مُنہ سے نہیں نکالا لیکن قرآن سمجھا گیا اور آج تک سمجھا جا رہا ہے۔ اُس نے لفظ ''کافی'' نہیں کہا مگر سب نے کافی سمجھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیں کہ عمر تو کبھی قرآن کے جمع کرنے یا لکھنے والوں میں مذکور ہی نہیں ہوا ہے نہ ابوبکر وعثمان کا اُن میں تذکرہ ہوا ہے۔ البتہ جو لوگ روزانہ قرآن کو نزول کے ساتھ کے ساتھ جمع کرنے اور لکھنے آتے تھے اُن میں سے کسی کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا موجود نہ تھا۔ یعنی عمر یہ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کہ ''ہمیں قرآن کافی ہے''۔ اس لئے کہ قرآن صحابہ میں سے کسی کے پاس تھا بھی نہیں۔ مگر علما نے اس پر غور نہ کیا کہ حَسْبُنا کتاب اللّٰہ میں عمر نے کون سی کتاب مراد لی ہے؟ اہلسُنت ریکارڈ میں عمر اور ابوبکر حافظان قرآن میں شامل نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ عمر نے مجمع کو دھوکہ دیا اور کتاب سے کون سی کتاب مراد لی کسی نے نہ پوچھا نہ غور کیا۔ عمر کے تفصیلی حالات ہم اپنی کتاب فاروقی شریعت سے لکھیں گے۔ وہ یہودی تھا اس کے پاس توریت موجود تھی اور اِس کی کتاب اللہ سے توریت ہی مراد تھی۔ اور اس لئے بھی توریت ہی مراد تھی کہ قرآن ہرگز اُس کے اور اُس کی قوم قریش کے حسب حال نہ تھا۔ البتہ وہ توریت کو اپنے حسب حال کہہ سکتا تھا۔ اور مطلب اس کا یہی تھا مگر لوگ اُس کی گہرائی تک نہ اُس وقت پہنچے نہ شبہ ہوا۔ اور اُس نے باقاعدہ اس جملے کو اصطلاح کی صورت میں رائج کر دیا یعنی کتاب و سُنۃ سے لوگ قرآن وحدیث ہی سمجھتے آئے ہیں۔ لیکن عمر اور قریش کے بڑے لیڈر کتاب سے قرآن کا وہ حصہ سمجھتے تھے جو اُنہوں نے قبول کر لیا تھا۔ اور اُس حصہ کو خارج سمجھتے تھے جس کو اُنہوں نے اندر ہی اندر رَدّ کر دیا تھا۔ (ذرا دیر بعد اس کی مثالیں آنے والی ہیں) رفتہ رفتہ قریش کے بڑے علما نے یہ بات کھل کر لکھ دی ہے کہ:

''قرآن سے ہماری مراد وہ مطالب ہیں جن پر صحابہ کبّار متفق ہیں''۔

(16) حَسۡبُنَا کے معنی بطور سازش اس کے مادہ ح۔س۔ب اور مصدر کے خلاف باقی بہت سے الفاظ کی طرح لغات میں غلط لکھے گئے ہیں۔

وہ گفتگو گزر چکی ہے جو پرویز نے لغات القرآن جلد اول صفحہ 14۔13 میں عربی الفاظ کے مادّوں پر کی ہے۔لیکن اُن قوائد کو مان کر بھی تمام لغات کی کتابوں میں جان بوجھ کر غلط معنی بھر دیئے گئے ہیں تاکہ قرآن کے معنوی استقلال کو مجروح ومشکوک کیا جائے۔قرآن کے مطالب و مفاہیم کو کھینچ کر اپنے باطل مقاصد پر فٹ کرلیا جائے۔ پرویز نے قرآن کو بدلنے کے لئے خاص طور پر لغات القرآن چار جلدوں میں لکھی ہے اور ہم نے سابقہ عنوانات میں قرآن کے معنوی تضادات پر پرویز کو ماخوذ کیا ہے۔اب یہاں ہم اُن کی لغت سے مادہ ''ح۔س۔ب'' کا بیان پیش کرتے ہیں۔لفظ حَسب ونسب، حساب وکتاب، محاسبہ اور محاسب وغیرہ اُردو میں روزانہ بولے جانے والے الفاظ ہیں مگر قریشی علمانے دینی حقائق کو اتنا اُلجھا دیا ہے کہ ہمیں روزمرہ بولے جانے والے حق کو حق ثابت کرنے کیلئے زور لگانا پڑتا ہے۔آیئے پرویز کی لغت پڑھیئے: ''ح۔س۔ب''

''حَسَبَ، یَحۡسُبُ، حُسۡبَانًا و حِسَابًا ۔گننا۔شمار کرنا۔

حَسِبَ، یَحۡسَبُ، مَحۡسَبَۃ، حِسۡبَانًا ۔خیال کرنا۔گمان کرنا۔

حَسۡبُ ۔وہ جو کافی ہو۔جو کفایت کرے۔جس کے بعد کچھ اور ضرورت نہ رہے۔

حَاسِبٌ ۔حساب کرنے والا۔حُسۡبَانٌ حساب کی جمع۔گنتی۔شمار۔

حَسۡبُنَا اللّٰہُ (9/59) ہمارے لئے اللہ (کا قانون) کافی ہے۔اُس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔وہ ہماری تمام ضروریات کو پورا کردینے کے لئے کافی ہے۔ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا (17/14) خدا کے قانون مکافات کی رُو سے مرتّب شدہ نتائج کے ظہور کے وقت کسی خارجی شاہد اور محتسب کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' وغیرہ وغیرہ (لغات القرآن جلد 2 صفحہ 506)

(16) الف۔ پرویز فریب کاری میں کتنا جسُور و بے باک ہے کہ اِن معانی میں بے خطر وہ آیت بھی لکھ دی جو اس کے معنی کو باطل کرتی ہے؟

آپ نے یہ تو دیکھ ہی لیا کہ اس شخص نے اپنے شاہکار اینڈ کمپنی کی بات نباھنے کے لئے مادہ ح۔س۔ب کے ماتحت وہ معنی بھی لکھ دیئے جو اسی لغت جلد 3 صفحہ 1448 مادہ ''ک۔ف۔ی'' کے ماتحت لکھے ہیں۔حالانکہ ایک مادہ اور مصدر کے معنی کسی اور مادہ ومصدر میں مشترک ہو ہی نہیں سکتے۔اس سے زیادہ جرأت وجسارت یہ کی ہے کہ ایک ایسی آیت بھی لکھ دی جس میں ان دونوں مادوں سے الفاظ آئے ہیں اور تمام قریشی علما کی نفی کرتے ہیں۔پھر اُس آیت (17/14) کے معنی کو ایسے انداز سے بکواس بنا کر لکھا ہے کہ اچھا خاصا قابل آدمی بھی تضاد کو نوٹ نہ کرسکے گا۔ آیئے ہم وہ آیت دوبارہ لکھ کر پرویز کے مفہوم القرآن سے اُس کے معنی دکھاتے ہیں تاکہ پرویز اینڈ کمپنی کا فریب کھل جائے:

اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًاO(17/14)

پرویزی مفہوم:۔''لو اپنا نامۂ اعمال خود پڑھ لو۔تمہارا حساب کرنے کے لئے باہر سے کسی محاسب کے بلانے کی ضرورت نہیں۔خود تمہاری ذات تمہارے خلاف محاسبہ کرنے کے لئے کافی ہے۔''(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 630)

قارئین غور کریں کہ اگر لفظ۔''حَسۡـــبُ ۔'' کے معنی۔''کافی۔'' ہوتے تو آیت میں دونوں الفاظ الگ لانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔یوں قرآن غلط کاروں کو گرفتار کرنے کا انتظام اپنے اندر رکھتا ہے۔

(17) قرآن کی آیات میں بددیانتی اور خود اللہ کے بیان میں ردّ و بدل، مسلمانوں یا صحابہ کی جانبداری میں رسوؐل کی کھلی توہین۔

چونکہ رفتہ رفتہ پرویز کی اس کتاب شاہکار میں آئندہ آیات کم سے کم اور تاریخی افسانے زیادہ سے زیادہ ملیں گے۔اس لئے ہم نے پیچھے پلٹ کر پرویز کی پیش کردہ آیات کو از سرنو دیکھا تا کہ اگر کوئی آیت بلا نقد ونظر رہ گئی ہو تو اُسے سامنے لاکر پرویز کی قرآن فہمی اور اللہ ورسوؐل سے اُن کی دیانت وسچائی کو پرکھا جائے اور اس کے بعد ایک طرف سے شاہکار پر جھاڑو پھیرتے پار نکل جائیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیت ملی ہے اُس کو اور پرویزی تراجم اور مفہوم کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرلیں کہ پرویز نے ابوبکر وعمر وقریش کے لئے اپنے دین اور عاقبت کی تباہی سے بےفکر ہو کر اللہ ورسوؐل سے ہر ممکن وناممکن بے ایمانی اور غداری کی ہے اور مسلمانوں کو نہایت فراخدلی سے فریب دیا ہے۔ پرویز کی تمہید سُنئے:

پرویز عام صحابہ کو نصرت وتائید رسوؐل میں اللہ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں: ۔''آگے چل کر اس کی وضاحت ان الفاظ سے کردی:

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (8/64)

۔''اے نبیؐ (1) خدا اور (2) یہ جماعتِ مومنین جو تیرا اتباع کرتی ہے تیرے لئے کافی ہے۔''

آپ نے غور فرمایا کہ صحابہ کی جماعت کا مقام اس قدر بلند تھا کہ خدا نے اُنہیں اپنے ساتھ ہم قوس قرار دے کر یہ کہا ہے کہ یہ دونوں (خدا اور جماعت مومنین) حضوؐر کے مشن کی کامیابی کے لئے کافی ہیں۔'' (شاہکار گزرگاہِ خیال صفحہ 43)

یہ سب کچھ یہاں لکھ کر پرویز کا دل نہیں بھرا لہٰذا اصل کتاب شروع کی اور صحابہ کے حق میں غپ شپ مارتے ہوئے آگے بڑھے اور بتیس (32) صفحات کے بعد پھر موٹے قلم سے عنوان لکھا ہے کہ: یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (8/64)

''اے نبیؐ خدا اور مومنین جو تیرے متبع ہیں تیرے لئے کافی ہیں''

پرویز کی ایک غپ اور سُن ہی لیں پھر پرویز ذلیل وخوار ہوں گے۔

''نبیؐ اکرم اس وقت تک اپنی اس دعوت کے ساتھ کھلے بندوں قریش کے مقابلے میں نہیں آئے تھے۔عمر کے اسلام لانے کے بعد حالات بدل گئے، تو صحابہ کے مشورے سے جن میں حضرت عمر پیش پیش تھے، یہ طے پایا کہ اب اس پرچم کو لے کر باہر نکلنا چاہیے۔ چنانچہ حضوؐر صحابہ کی دو صفوں کے جُلو میں باہر تشریف لائے ایک صف میں حضرت حمزہؓ تھے اور دوسری میں حضرت عمر اس طرح مسلمان کعبہ میں داخل ہو گئے اور قریش دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔یعنی اس طرح مسلمانوں کو وہ حقوق حاصل ہوئے جو ویسے تو ہر عرب کو حاصل تھے لیکن جن سے قریش نے انہیں اس جرم کی پاداش میں محروم کر رکھا تھا کہ وہ اللہ کو اِلٰہ واحد کیوں مانتے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ: ''عمر کا اسلام ہماری کامیابی تھی۔اُن کی ہجرت ہماری نصرت، اور اُن کی خلافت ہمارے لئے باعثِ رحمت، جب تک عمر اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو قریش سے لڑ بھڑ کر اُن سے ہمارے اس حق کو تسلیم کرالیا کہ ہم بھی کعبہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔''

حضرت صہیب کا بیان: ''جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کُھل کر سامنے آ گیا اور اس کی دعوت اعلانیہ دی جانے لگی۔ہم کعبہ کے گرد حلقے بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے۔ زیادتی کرنے والے سے بدلہ لیتے اور بدزبانی کرنے والے کو دنداں شکن جواب دیتے۔''

(شاہکار صفحہ 20۔19)

پرویز بقلم خود کاذب وفریب ساز ولعنتی ہیں:

یٰۤاَیُّهَاالنَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (8/64)

ہم اپنے ریمارکس بعد میں دیں گے آپ پہلے پرویز کا ترجمہ سنیں:

پرویزی ترجمہ: ۔''اے پیغمبرؐ اسلام! اللہ تیرے لئے اور اُن مومنین کے لئے جو تیرے پیچھے چلنے والے ہیں کفایت کرتا ہے۔''

(معارف الاسلام جلد 4 صفحہ 636)

پرویز کا مفہوم: ۔''اے رسوؐل، خدا کا یہ قانون تیرے لئے بھی کافی ہے اور اُن مومنین کی جماعت کے لئے بھی جو تیرا اتباع کرتی ہے۔''

(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 411)

معلوم یہ ہوا کہ پرویز 1949ء میں کسی قدر کمزور اور دبے ہوئے تھے۔ اس لئے قرآن کے الفاظ کا خیال رکھتے تھے لیکن 1973ء میں یعنی شاہکار لکھنے کے زمانہ میں انہیں کچھ مضبوط قسم کے بے دین رئیسوں کی شہہ مل گئی تو انہوں نے دین وعاقبت کو خیر باد کہہ کر شاہکار کے صدقہ میں قرآن کو بھینٹ چڑھا دیا۔ لیکن پھر انہیں مدد سے مایوسی ہوگئی تو مفہوم القرآن لکھنے کے زمانہ (جولائی 1961ء) میں وہ پھر اسلام کی طرف کھسک آئے۔ یعنی پھر صحابہ کو خدا کی برابری وہمسری سے نیچے اُتارلیا۔ مطلب یہ ہوا کہ پرویز ساری عمر کچھ بے دینوں کے جمورے رہتے چلے آئے ہیں۔ ہمارے قارئین نے بار بار دیکھا اور تجربہ کیا کہ پرویز قرآن کے معاملے میں قطعاً نا قابل اعتبار ہیں۔

عمر کے اسلام لانے کے بعد کعبہ میں نماز کا حق ملنا عمر کے بیان سے غلط ہے۔

بہر حال عمر کے فضائل میں یہ کہنا کہ عمر نے قریش سے لڑ جھگڑ کر کعبہ میں نماز پڑھنے کا حق دلوایا۔ ایک جھوٹا افسانہ ہے پرویز نے عمر کا بیان لکھا ہے کہ۔

''حریم کعبہ میں سناٹا تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص تنہا محوِ عبادت ہے اور اونچی آواز سے کچھ پڑھ رہا ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ محمدؐ رسوؐل اللہ ہیں۔'' (شاہکار صفحہ 15۔6)

اس کے ساتھ ہی مسلسل عمر کی زبانی رسوؐل کی پوری نماز کا ذکر اور سورہ حاقہ کی آیات (43 تا 38/69) پڑھنے، پھر گھر تک تعاقب کرنے اور ایمان لانے کا قصہ لکھا ہے۔ لہٰذا عبداللہ ابن مسعود کا غلط بیان لکھا ہے (صفحہ 20۔19)۔

(18) قرآن کریم کی ہمہ گیری کا اقرار کرنے سے نظام اجتہاد باطل ہوجاتا ہے اس لئے پرویز اینڈ کمپنی ہمہ گیری کے منکر ہیں۔

رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی میں قریش اور اُنکے حلیفوں نے قرآن کو اپنے مذہبی تصورات کے ماتحت لاکر مجبور کر دیا تھا۔ جس کی بدولت وہ حضرت علی علیہ السلام کو اُن کی خاندانی اور قرآنی حکومت سے محروم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر اُنہوں نے رفتہ رفتہ یہ مشہور کیا کہ قرآن میں چند اصولی تعلیمات ہیں جن کی تفاصیل ہمیں حالات اور ضرورت کے تقاضہ کے مطابق خود طے کرنا ہوں گی اور ایسا کرتے ہوئے ہمیں دانشوران قوم وملک وقبائل سے مشورہ کرنا ہوگا۔ تاکہ تمام مسلمانوں کی بھلائی اور ترقی اور خوشحالی بڑھتی جائے۔ یوں ابوبکر اور اُس کے مشیروں نے کاروبار حکومت چلانا شروع کیا۔ نہ پورے قرآن کا علم رکھتا تھا نہ اُس کی حکومت کے طرفداروں میں کوئی ایسا شخص جو قرآن کا عالم ہوتا۔ لہٰذا اُنہوں نے قرآن کا صرف نام رکھا اور کاروبار حکومت ایک دوسرے کے مشوروں اور مصلحتوں کے ماتحت چلانا شروع کر دیا۔ یوں حکومت چلتی ہوئی وہاں تک آئی جہاں اُسے تحریک تشیع کے ہاتھوں تباہ ہونا تھا۔ اُدھر خاندان رسالت اور حقیقی مومنین حضرت علی علیہ السلام سے وابستہ رہے۔ مسلمانوں کے

یہ دونوں گروہ اپنے اصول وعقائد میں جدا جدا رہے یہاں تک 329ھ سے کچھ پہلے شیعوں نے بھی رفتہ رفتہ خاطی مجتہدین کی قیادت کوقبول کرلیا جب سے شیعوں اورسنیوں میں برائے نام فرق رہ گیا ورنہ دونوں کی ہدایت کاری ایک ہی ہوگئی۔یعنی چوتھی صدی ہجری میں شیعہ مجتہدین نے بھی قرآن کی ہمہ گیری کا انکارکردیا۔اس عنوان میں ہم پرویز کے چند ایسے جملے دکھائیں گے جن میں قرآن کی ہمہ گیری کا اقرارقرآن کے ترجمہ کی حد تک توکرلیاہے لیکن کتاب کے حاشیہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ ہمہ گیری کا انکارکردیا ہے۔اُن کا بیان سمجھ کر پڑھیے۔

(19) نظامِ اجتہاد کا ہرماننے والا کسی نہ کسی ترکیب سے قرآن کوایک ناقص کتاب مانتا اور ہمہ گیری کا انکارکرتا ہے۔

اُنہوں نے بھی اپنی غپ شپ کے باوجود قرآن کوناقص اورلوگوں کے مشوروں کی محتاج کتاب مانا ہے۔اُن کی ترکیب دیکھئے:

۔''جوکچھ دین کے متعلق کہنا مقصود تھا،اُسے اس کتاب میں کہہ دیا گیا۔اس میں کسی قسم کی کمی نہیں رہ گئی مَا فَرَّطْنَا ۔''ہم نے الکتاب میں فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (6/38) کسی بات کونہیں چھوڑا۔'' یہ کتاب ہر بات کونہایت وضاحت سے بیان کرتی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (نحل 16/89)

۔''اورہم نے اے رسوؐل تیری طرف یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر شے کونہایت وضاحت سے بیان کردیتی ہے۔''(شاہکاررسالت صفحہ 64)

پرویز کامنکرانہ حاشیہ اورتوضیح: ''ا ''الکتاب۔''میں صحیفہ فطرت بھی شامل ہے اورانسانوں کیلئے ضابطۂ قوانین(قرآن مجید) بھی۔''(ایضاً صفحہ 64)

(20) قرآن کریم زمینوں، آسمانوں، سمندروں، ہواؤں، فضاؤں کے اندر باہر کی ہر چیز یعنی کائنات کی ہر چیز کی تفصیل کا حامل ہے۔

مذہب اہلبیت علیہم السلام میں قرآن کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر بیان کو ماننا اوراُن پر ایمان رکھنا لازم ہے خواہ بات سمجھ میں آتی ہو یا نہ آتی ہو۔اس لئے کہ قرآن کو پڑھانا اورسمجھانا خود آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی ذمہ داری ہے۔چنانچہ محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کا عقیدہ اس عنوان میں لکھا گیا ہے یہ عقیدہ قرآن کی بہت سی آیات اور بیانات میں مذکور ہے جن میں سے پرویز نے دوآیات کوٹکڑوں سے پیش کیا ہے اورپھر اپنے حاشیہ میں اُسے ردکردیا ہے۔لیکن ہم اُن آیات کواُسی کی کتابوں سے پورا لکھتے ہیں تاکہ قرآن کریم کی ہمہ گیری سامنے آجائے پھراس ہمہ گیری کومکمل کرنے کے لئے چنداورضروری آیات دکھائیں گے اگرآپ اس عنوان پرقرآن کی تفصیل دیکھنا چاہیں توہماری کتاب۔''قرآنی رسوؐل کی عظمت۔'' دیکھیں۔

پرویز کاپیش کردہ آیت کاپہلاٹکڑا: پوری آیت یوں ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ O(6/38)

پرویز کاترجمہ: ''اورزمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوامیں پروں سے اُڑنے والا کوئی پرندہ ایسانہیں ہے جوتمھاری ہی طرح گروہ (اُمت) نہ ہو اورہم نے نوشتہ (الکتاب) میں کوئی بھی بات فروگزاشت نہیں کی پھر(سب) اپنے رب کے حضورجمع کئے جائیں گے''(معارف القرآن جلد2 صفحہ 11)

(یہاں پرویز کابڑا عنوان۔''انسان۔'' جاری ہے) یہاں پرویز نے آیت (6/38) کا ترجمہ تقریباً ٹھیک کردیا ہے۔مگر چونکہ وہ قرآن میں ہر ہر چیز کا بلاکم وکاست بیان ہوچکنا نہیں مانتے اس لئے کہ پھرانہیں اپنی رائے، مشوروں اور مصلحتوں کے ماتحت احکام جاری کرنے کی گنجائش نہ ملتی اور چونکہ وہ قرآن کے مکمل عالم نہ تھے اس لئے انہیں قرآن میں ہرسوال کرنے والے کا جواب نہ ملتا۔اس لئے پرویز نے شاہکار کے حاشیہ میں قرآن کو الکتاب نہیں مانا تھا بلکہ صحیفہ فطرت کو۔''اَلْکِتٰبُ ۔'' بنادیا تھا۔(صفحہ 64) اوراس صحیح ترجمہ میں لفظ۔''نوشتہ۔'' لکھ کرقرآن کوالکتاب سے الگ کر دیا گیا ہے۔یعنی جس کتاب میں ہر چیز بلاکمی کے بیان کی گئی ہے وہ قرآن نہیں کچھ اور ہے مگر پرویز کو یہ بات قرآن کی کسی آیت سے دکھانا چاہیے تھی

کہ الکتاب سے قرآن نہیں کوئی اور نوشتہ یا صحیفۂ فطرت مراد ہے۔اور یہ وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔اور ہم عنوان کے آخر میں ٹھونک بجا کر یہ دکھائیں گے کہ الکتاب سے ہر جگہ قرآن ہی مراد ہے۔

پرویز کا پیش کردہ دوسری آیت(16/89) کا ٹکڑا: پوری آیت یوں ہے۔

وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَجِئۡنَابِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَO(نحل16/89) نیز(16/103-9/17-2/18-17/17-39/30-41-23/42)

پرویزی ترجمہ: ''اور وہ دن جب ہم ہر ایک اُمت میں ایک گواہ(یعنی پیغمبر) اُٹھا کھڑا کریں گے جو اُن ہی میں سے ہوگا۔اور اے پیغمبرؐ تجھے اُن لوگوں کے لئے گواہ بنائیں گے۔ہم نے تجھ پر الکتاب نازل کی تمام باتیں بیان کرنے کے لئے۔اور اس لئے کہ حق کے سامنے جھک جانے والوں کے لئے راہنمائی ہو اور رحمت اور خوشخبری۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 263-264)

دوسرے مقام پر پرویز کا الکتاب کے متعلق ترجمہ دیکھیں اور فرق نوٹ کریں۔

پرویز کا دوسرا ترجمہ۔آیت(16/89)

۔''ہم نے تجھ پر الکتاب نازل کی تمام باتیں بیان کرنے کیلئے اور اس لئے کہ مسلمانوں کیلئے راہنمائی ہو اور رحمت اور خوشخبری''(جلد 4 صفحہ 647)

قارئین یہ نوٹ کریں کہ جس۔''الکتاب۔'' کو نوشتہ اور صحیفہ فطرت کہا تھا وہ یہاں آنحضرتؐ پر نازل ہونے والی کتاب مان کر اپنے تصورات کو باطل کر دیا ہے۔یہ بھی نوٹ کریں کہ ان دونوں ترجموں میں پرویز نے کئی کئی بریکٹ لگا کر آیت کے مفہوم کو بدلنے کی کوشش کی تھی ہم نے بریکٹوں کو ساقط کر کے صرف ترجمہ لکھا ہے۔وہ چاہتے تھے کہ دیگر اُمتوں پر مبعوث ہونے والے گواہوں کو پیغمبرؑ مانا جائے اور یہ کہ ہمارا رسولؐ صرف منکرین پر گواہی دے گا۔اور یہ کہ یہ الکتاب صرف دین کی تمام باتیں بیان کرنے والی ہے۔دین سے باہر کی باتیں نہیں بیان کرتی۔یعنی پرویز یہ بات پسند نہیں کرتے کہ قرآن کائنات کی ہر چیز اپنے اندر رکھتا ہو۔

قرآن کی ہمہ گیری پر ایک اور آیت(12/111)۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ: لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِہِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ مَاکَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَO(12/111)

پہلے مودودی ترجمہ: ''اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کیلئے عبرت ہے۔یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں اُنہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔''

مودودی کی تشریح: ''80 یعنی ہر اُس چیز کی تفصیل جو انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لئے ضروری ہو۔بعض لوگ۔''ہر چیز کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر اُن کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن میں جنگلات اور طب اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 438 آیت 111/ 12)

اسی آیت کا پرویزی مفہوم: ۔''قرآن کوئی من گھڑت کتاب نہیں ہے یہ اُن تمام دعاوی کو سچ کر کے دکھا دے گا جو اس سے پہلے انبیاءِ سابقہ کی وساطت سے کئے گئے تھے اِس میں وہ تمام اصول وقوانین دے دیئے گئے ہیں جن کی نوع انسان کو صحیح زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت تھی۔

ان اصول وقوانین کو اس طرح نکھار اور اُبھار کر بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ ضابطہ ہے جو ہر اُس قوم کو' جو اُس کی صداقت پر یقین رکھے سفر حیات میں راہنمائی کا کام دے گا اور اُس کے لئے سامان نشو ونما فراہم کرے گا۔'' (مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 548-547)

آپ نے دیکھ لیا کہ مودودی نے قرآن کے الفاظ تَفصِیلَ کُلِّ شَیۡءٍ کا ترجمہ ''ہر چیز کی تفصیل'' صحیح کر دیا ہے۔ رہ گیا اُن کا اپنے خیال سے انکار کرنا، یہ اُن کی اپنی ذمہ داری ہے اور اپنے جاہل خلفا کی طرف جھکنا ہے۔ اُدھر پرویز کا اپنے مفہوم سے قرآن کے الفاظ کو برقرار نہ رکھنا بھی قارئین پر یہ راز کھولتا ہے کہ قریشی خلفا نہ قرآن کو بجنسہٖ مانتے تھے اور نہ کائنات کی ہر چیز کی تفصیل پر مطلع تھے لہٰذا وہ نہ اللہ کے نمائندہ اور خلیفہ تھے نہ وہ پوری کائنات کی اور تمام مخلوقات کی ہدایت و راہنمائی کر سکتے تھے۔ لہٰذا وہ سازش کے ذریعے خلیفہ بن بیٹھے تھے اور اسی لئے اُنہوں نے قرآن اور صاحب قرآن کی ہمہ گیری کو ایک عام کتاب اور ایک عام رہبر کی صورت میں بدل دیا تھا تاکہ اُن کی باطل حکومت چل سکے۔ اس تمام کوشش کے باوجود ایسا انتظام نہ کر سکے جس سے قرآن اُن پر اعتراض نہ کر سکتا۔

اللہ کی طرف سے اللہ کا نمایندہ تو ایسا راہنما شخص بتایا گیا ہے جو ہر قسم کے سوال کا جواب دے سکے۔

قرآن میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود ہونے کو کہاں تک اور کیسے چھپایا جا سکتا ہے جب کہ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ قرآن کی طرف سے ہدایت کار تو وہ شخص ہوگا جو پوری نوع انسان کی لاعلمی کو علم و ہدایت میں تبدیل کرتا رہے اور جو کچھ کسی کو معلوم نہ ہو بتاتا رہے اور کسی آدمی کا کوئی ایسا سوال لاجواب نہ رہے جو وہ کسی بھی موضوع پر دریافت کرے۔ چنانچہ قرآن تمام انسانوں کو دعوتِ عام دیتا ہے کہ جو کچھ بھی تمھیں معلوم نہ ہو اور تم جاننا چاہتے ہو تو اہل رسولؐ اور اہل قرآن علیہم السلام سے معلوم کر لیا کرو:۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ○بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ○ (نحل 44-43/16) (انبیاء 8-7/21)

۔'' اے محمدؐ ہم نے تجھ سے پہلے بھی ایسے ہی مردوں کو ارسال کیا تھا جن کو ہم نے وحی اور کتابیں اور واضح سامان دیا تھا چنانچہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اہل ذکر سے معلوم کر لیا کریں اگر اُنہیں معلوم نہ ہو اور اسی طرح ہم نے تمھارے اوپر یہ ذکر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس کی تعلیم اور توضیح کردو جو اُن کے لئے اُتاری گئی ہے۔ اور شائد وہ مزید غور وفکر کر سکیں۔''

اس اتنی واضح آیت کو جو دو دفعہ نازل ہوئی مودودی اور پرویز نے مانا تو ہے مگر اہلؑ ذکر سے علمائے اہل کتاب مراد لیا ہے۔ لیکن آیت میں اہلؑ ذکر ایسے علما ہیں جو تمام رسولوں کو اور وحی کی ترسیل کو اور تمام کتابوں کو علمی حیثیت سے جانتے ہوں۔ لہٰذا نہ قرآن میں کہیں یہود و نصاریٰ کو اہلؑ ذکر کہا گیا ہے نہ تمام رسولوں اور وحی کی ترسیل کا عالم بتایا گیا ہے اور نہ سچ بولنے والا کہا گیا ہے نہ ساری کتابوں کا عالم فرمایا گیا ہے اور جب اہلؑ ذکر ان صفات اور علم کے حامل نہ ہوں تمام دنیا کے ہر زمانے کے انسانوں کو یہ دعوت دینا غلط ہے کہ جو کچھ وہ نہ جانتے ہوں اہلؑ ذکر سے معلوم کرتے رہا کریں۔ پھر وہاں تو بات اس طرح کی گئی ہے کہ اہلؑ ذکر ہر وقت ہر جگہ موجود ملیں گے۔ یعنی ذہن میں سوال پیدا ہوتے ہی دہنے بائیں وہیں کہیں موجود ہوں گے۔ آیت میں اس تکلیف کا وہم تک پیدا نہیں ہوتا کہ ہر سائل کو سفر کر کے کہیں جانا پڑے گا۔ بات عربوں سے ہو رہی ہے جواب دینے والا اُن کے پاس موجود ہونا چاہیے یہ مطلب غلط ہے کہ لوگ پہلے یہ پتہ لگائیں کہ اہل کتاب میں کون کون عالم ہیں؟ کہاں کہاں رہتے ہیں؟ پھر کاروبار چھوڑ کر اُن سب سے ملو۔ سفر کرو۔ ویزا' پرمٹ اور پاسپورٹ لو اور مارے مارے پھرتے رہو۔ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ ۔'' چنانچہ فوراً اہلؑ ذکر سے سوال کر

لو اور جان لو۔'' کے وہ معنی بنتے ہی نہیں جو قریشی علما نے تجویز کئے ہیں۔ اور اُن کی بات کا اس لئے بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ قرآن کے معنی بدلنے، اُسے جھٹلانے اور مہجور کرنے کے مجرم ہیں۔(66/6، 31۔30/25) پھر یہیں اسی صفحہ (64) پر پرویز قرآن میں چوری اور تحریف کا ثبوت بھی دیتے ہیں آیت اور اُن کے ترجمے دوبارہ دیکھئے وہ لکھتے ہیں (شاہکار صفحہ 64 پر)۔

فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (5/48)

پرویز 1 ۔''جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اُس کے مطابق لوگوں کے معاملات کے فیصلے کیا کرو۔''(صفحہ 64)

پرویز 2 ۔'' تو اُن میں کتاب اللہ کے مطابق حکومت قائم کر۔''(صفحہ 33)

پرویز 3 ۔''تم اُن میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرو۔''(صفحہ 265)

اس طرح نظر بچا بچا کر تہہ در تہہ قرآن پر تہمتیں لگانے والا کم از کم قرآن کے معاملے میں قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

(21) زمینوں کو افواج میں تقسیم نہ کرنے پر عمر کی قرآن دانی اور قرآن فہمی پر لمبی چوڑی بکواس اور فخر۔ حالانکہ وہ سب حماقت تھی۔

ہم بھی بتا چکے ہیں اور یہ خود قریشی ریکارڈ کی مسلّمہ حقیقت ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان قرآن سے جاہل لوگ تھے۔ البتہ قریشی چمچوں نے اُن کے مرنے کے بعد اُن کی مدح وثنا اور عقل و بصیرت پر غپ شپ تاریخوں وغیرہ میں لکھ دی ہے۔ قرآن سے اُن کے حق میں ذرہ برابر فضیلت یا بزرگی یا مدح وثنا نہیں ملتی۔ بہر حال زمینوں کی تقسیم پر شاہکار میں دو مقامات (صفحہ 69 اور صفحہ 383) پر کئی صفحات کالے کئے ہیں۔ ہم یہاں عمر کی بصیرت پر شاہکار سے ایک جملہ لکھتے ہیں:

عمر کے غور و فکر کا نتیجہ ملاحظہ ہو:

۔'' مجھے بالآخر قرآن سے راہنمائی مل گئی سورہ حشر میں جہاں مال فے کی تقسیم کے متعلق تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں وہاں اُن گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد جو اس وقت ہم میں موجود ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اُن لوگوں کا بھی حصہ ہے **وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ** (59/10) جو اُن کے بعد آئیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر اِن ارضیات کو افراد کی ذاتی ملکیت میں دے دیا جائے تو اِن میں آنے والی اُمت کا حصہ نہیں رہ سکتا۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ مملکت کی تحویل میں رہیں اور اِن کی پیداوار سے مملکت موجودہ افرادِ معاشرہ کے رزق کا انتظام کرے اور یہ کہ سلسلہ اسی طرح آگے بھی بڑھتا جائے آپ کے الفاظ یہ تھے **وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ** سے مُراد اولادِ آدمؑ ہے خواہ وہ کالے ہوں یا گورے'' (صفحہ 69 اور صفحہ 383)

ہم نہیں جانتے کہ یہ جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے یا غلط ہے؟ عمر کا بیان ہے یا اُس کی طرف منسوب کر کے اُس کی عزت افزائی کی ہے بہر حال یہ تو یقینی بات ہے کہ پرویز کو اور قریشی علما کو یہ پسند ہے۔

اگر عمر اینڈ کمپنی کی قرآن فہمی کا یہی حال تھا تو یہ عربی زبان سے جاہل تھے۔

لہٰذا ہمیں صرف پرویز اور مودودی ہی کے قلم سے یہ ثابت کر دینا ہے کہ عمر قرآن ہی سے نہیں بلکہ عربی زبان کی گرائمر اور معانی سے بھی جاہل تھا اور یہ کافی اور حقیقت کے عین مطابق ہوگا۔

آیت کا عمری ترجمہ یا مفہوم اور پرویز و مودودی کا ترجمہ اور مفہوم: وَالَّذِيۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ (59/10)

عمر کامفہوم: ''اِس میں اُن لوگوں کا حصہ بھی ہے جواُن کے بعد آئیں۔۔''اس میں آنے والی اُمت کا حصہ بھی ہے خواہ وہ کالے ہوں یا گورے۔''

پرویز کامفہوم : ''جولوگ اِن کے بعد آئے ہیں۔''(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1297)

مودودی کا ترجمہ: ''جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں۔''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 396)

قارئین نے دیکھا کہ لفظ'' ۔جَـاءُ وْ ۔''ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہےاوراس کے معنی ہیں۔''وہ آچکے ہیں۔''اورعمر نے اس کے معنی۔''مستقبل میں آنے والے لوگ'' کئے ہیں۔جو نہ صرف جہالت کی خبر دیتا ہے بلکہ لوگوں کوفریب دینا بھی صاف ظاہر ہےاوراگراس قصہ کے مطابق یہ صحیح ہے کہ عمر کا یہ جواب اوردلیل سُن کرصحابہ مطمئن اورخوش ہوگئے تو ہمیں یہ کہنا ہوگا کہ وہ تمام صحابہ بھی جاہل وفریب ساز تھے۔

(22) عمر کے متعلق قریشی افسانے کسی علمی گفتگو کا تقاضانہیں کرتے ہیں۔

صفحہ 70 سے پرویزی کتاب شاہکار رغبِ شپ کی آغوش میں جھولا جھولتی ہوئی آگے بڑھتی ہے مسئلہ تقدیر پرعمر کا فرار لکھتی ہے۔رزق کے متعلق کچھ غپیں مارتی ہے۔علماومشائخ کی مخالفت میں زہر اُگلتی ہے۔

عمر رسوؐل اللہ کوتنفیذ دین سکھا تا ہے۔ یہ مان لیا گیا کہ عمر نے حضرت ابو ہریرہ کو مارا پیٹااور حضوؐر کے حکم کی تعمیل سے روک دیااور حضوؐر کو بھی اُن کی ناعاقبت اندیشی پر مطلع کر دیااور یہی اتنی سی بات عمر کو کشاں کشاں جہنم میں لے جانے کیلئے کافی ہے۔اُس کے جہنمی ہونے پر مہر لگاتی ہے۔

پرویز کا اس روایت کوجھوٹی بھی کہنا اور قبول بھی کرنا۔(74۔75)۔

اور جو کمی تھی وہ پرویز نے صفحہ 76 تا صفحہ 80 میں پوری کر دی ہےاوراس میں ایک بات ایسی بھی لکھ دی ہے جس پر ہماری توجہ کی ضرورت ہے۔

پرویز رسوؐل کوقطعًا اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور ہم پرویز وابوبکر وعمر کوقطعاً گدھوں جیسا سمجھتے ہیں۔

اوروہ بات پرویز سے پہلے سُن لیں وہ لکھتے ہیں کہ۔''قرآن کریم نے اسی احساس کے پیشِ نظر خود حضوؐر کی زبان مبارک سے بار بار کہلوادیا کہ:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ (18/110)

پرویزی ترجمہ: ''میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں اس فرق کے ساتھ کہ مجھے خدا سے وحی ملتی ہے۔جب میں اس وحی کوتم تک پہنچا دیتا ہوں تو پھر انسان ہونے کی حیثیت سے تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔''

فی الحال قارئین پرویز کے اس ترجمہ اور مفہوم کو برقرار رکھ کر پرویز کا اور اُس کے راہنماؤں ابوبکر وعمر اور قریش کا گدھوں اور کُتوں اور سُوروں کی مانند ہونا خود آیت اور پرویز کے ترجمے سے ملاحظہ فرمالیں۔پھر آگے بات چلے گی اور قرآن سے چلے گی:

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ O(6/38)

پرویز کا ترجمہ:''اورزمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوا میں پروں سے اُڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جوتمھاری ہی طرح کی امت نہ ہو۔اور ہم نے الکتاب میں کوئی بھی بات فروگزاشت نہیں کی پھر سب اپنے رب کے حضور جمع کئے جائیں گے''(معارف القرآن جلد 2 صفحہ 11)

قارئین سوچیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کہنے سے(معاذ اللہ) تمام انسانوں جیسے انسان ہوجاتے ہیں اور حضوؐر میں اور باقی انسانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا؟ تو اُمتِ محمدیہ،قریش اور ابوبکر وعمر کیوں گدھوں،کُتوں اور سُوروں جیسی اُمت نہ ہوجائیں گے اور یقینًا

اُن میں اور گدھوں، کتوں اور سوروں میں کوئی فرق نہ رہے گا؟

پھر قارئین یہ سوچیں کہ اللہ نے تو صرف بَشَرٌ مِثْلُكُمْ تمھاری مثل بشر فرمایا ہے(110/18) مگر پرویز نے تو قرآن کی آیت کو دو مرتبہ بدل کر اِنْسَانٌ مِثْلُكُمْ تمھاری مثل انسان بنا دیا ہے۔ لہٰذا قرآن میں اور قرآن کے مفاہیم میں تبدیلی کرنے والوں میں شمار ہو کر لعنتی اور جہنمی ہوا اور رسولؐ کی توہین کرنے کی بنا پر ابلیس کا ساتھی ہو گیا۔

(23) مقام محمدیؐ پر پرویز کے وہ بیانات جب اُس پر ابلیسی وعمری بھوت سوار نہ تھا یا وہ پبلک کو فریب دینے کے لئے منافق تھا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام مسلمانوں کی کثرت کے نزدیک ؎ بعد از خدا بزرگ تُوئی قصہ مختصر، مانا جاتا رہا ہے۔ البتہ چند لوگ ہر زمانہ میں ایسے رہے ہیں جو ابلیس کی انگیخت سے تمام انبیاؑ کے عموماً اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے خصوصاً مخالف رہے ہیں۔ اور ابلیس کی طرح خدا کی توحید اور واحدانیت کی آڑ میں انبیاعلیہم السلام کے مقام بلند کے منکر رہے ہیں اور خالص توحید کا نعرہ مار مار کر انبیاؑ کو اپنے جیسا خاطی اور عام انسان قرار دیتے رہے ہیں اور رفتہ رفتہ ایک فرقہ کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔

اللہ کو رسوؐلوں سے الگ اور اپنے ساتھ شمار کرنے والے لوگوں کا فرقہ:

اُن کے لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا O اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا O(سورہ نساء 151-4/150)

''یقیناً جو لوگ اللہ کی اور اللہ کے رسوؐلوں کی حقیقی پوزیشن کو چھپاتے ہیں اور یہ منصوبہ چلا رہے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسوؐلوں کے درمیان جدائی ڈال دیں وہ یہ کہا کرتے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ ہم اللہ اور رسوؐلوں کی پوزیشن کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض عقائد کو مٹا دینا چاہتے ہیں اور وہ لوگ یہ اسکیم رکھتے ہیں کہ اللہ کی حقیقت اور رسوؐلوں کی حقیقت کے درمیان ایک اور ہی راہ یا عقیدہ پیش کریں۔ وہی لوگ ہیں جو حقائق پر پردہ ڈالنے میں حقیقی بنیاد ہیں۔ اور ہم نے اُن حق پوشوں کے لئے بڑا توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

یہاں نوٹ کرنے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کو اللہ اور اُس کے رسولوں میں تفریق کرنا جدائی ڈالنا یا انہیں الگ الگ رکھنا پسند نہیں ہے۔ یہ حقیقی کفر ہے اور عذاب مھین کا مستوجب بنا تا ہے۔ اس کے بعد اُن مومنین کی شان میں فرمایا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O(سورہ نساء 4/152)

۔''اور وہ لوگ جو اللہ پر اور اللہ کے رسوؐلوں پر ایمان لائے ہیں اور اللہ میں اور اُس کے رسوؐلوں میں تفریق نہیں کرتے انہیں بہت جلد اس عقیدے کا اجر دیا جائے گا اور اللہ تو ہمیشہ سے تحفظ فرمانے والا رحیم ہے۔''

اِن آیات سے آپ کی اور نام نہاد وہابیوں اور پرویزیوں کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ابھی بہت کچھ لکھا جائے گا فی الحال پرویز کا موعودہ بیان سُنئے جو اُن کی کتاب معارف القرآن جلد 4 موصوف بہ معراج انسانیت میں موجود ہے اور 1949ء میں شائع ہوا تھا ہم اُن کے ہر جملے کو نمبر دے کر لکھیں گے۔

پرویز محمدؐ کے حق میں کیا کیا لکھ چکے تھے؟

''چنانچہ اس کے لئے اُس رب ذوالمنن کا سحابِ کرم زندہ اُمیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی ہزار جنتیں اپنی آغوش میں لئے ربیع الاول کے مقدس مہینے میں فاران کی چوٹیوں پر جھوم کر آیا تھا اور بلد امین کی مبارک وادیوں میں کھلکھلا کر برسا۔2۔جس سے انسانیت کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہا اُٹھیں۔3۔اخلاق وتمدن کے پژمردہ پھولوں پر پھر سے بہار آ گئی۔4۔عمرانیت ومدنیت کے سبزۂ پامال میں نزہت ولطافت پیدا ہوگئی۔5۔اعمال صالحہ کے خشک چشمے حیات تازہ کی جوئے رواں میں تبدیل ہوگئے۔ 6۔طغیانی وسرکشی کی بادسموم،عدل وانصاف واحسان کی جاں بخش نسیم سحری میں بدل گئی۔ 7۔فضائے عالم مسرتوں کے نغموں سے گونج اُٹھی۔8۔انسان کونئی زندگی اور زندگی کے نئے ولولے عطا ہوئے۔9۔آسمان نے جھک کر زمین کو مبارکباد دی کہ تیرے بخت بلند نے یاوری کی اور خوش نصیب ذروں کو اُس ذاتِ اطہر واعظم کی پابوسی کی سعادت نصیب ہوگئی جو عالم موجودات کے سلسلۂ ارتقاء کی آخری کڑی ہے۔10۔جس سے شرف ومجد انسانیت کی تکمیل ہوگئی۔11۔جو علم وبصیرت کے اُس اُفق اعلیٰ پر جلوہ بار ہے جہاں عقل وعشق،فکر ونظر،ناسوت ولاہوت،یہ اور وہ،قوسین کی طرح آپس میں ملتے ہیں۔ 12۔جو دانش نورانی وحکمتِ برہانی کے اُس مقامِ بلند پر فائز ہے جہاں غیب وشہود کی وادیاں دامنِ نگاہ میں سمٹ کر آ جاتی ہیں۔13۔ہاں تو آسمان نے خوش بخت زمین کی بارگاہ عالیہ میں جُھک جُھک کر ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کیا۔14۔نوامیس فطرت نے جنت سے نکالے ہوئے ابن آدمؑ کے اس طالع بیدار کا تقدیس وتحمید کے زمزموں سے استقبال کیا۔15۔طاغوتی قوتوں کے تخت اُلٹ گئے کہ وؐہ آنے والا آ گیا جس کی آمد ملوکیت وقیصریت کے لئے پیغام فنا تھی۔16۔ایران کے آتشکدوں کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی کہ اب سے انسانی تصورات کی دنیا نار کی جگہ نور سے معمور ہوگئی۔17۔دنیا کے صنم کدوں کے بُت پاش پاش ہوگئے کہ آج مسلک ابراہیمیؑ کی تکمیل کا دن آ گیا۔ 18۔شیاطین نے پہاڑوں میں جا کر مُنہ چھپا لیا کہ اب جور واستبداد کی ہر طاغوتی قوت کے روپوش ہونے کا وقت آ گیا۔19۔دنیا سے باطل کی تاریکیاں دور ہوگئیں کہ آج اُس آفتاب عالمتاب کا طلوع ہوا جس کے بھیجنے والے نے اُسے جگمگاتا چراغ کہہ کر پکارا۔اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاہِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا o وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا (33/45-46)۔20۔وہ آنے والا جس کے آنے کا مقصد یہ بتایا گیا کہ وَیَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ (7/157) جب وہ آیا تو اُس نے ان تمام اغلال وسلاسل کو ایک ایک کر کے توڑ دیا جن میں انسانیت جکڑی چلی آ رہی تھی۔21۔پابندِ قفسِ طائرِ لاہوتی کو پھر سے آزادی کی فضائے بسیط میں اذن بال کشائی عطا ہوا۔22۔اور انسان ایک مرتبہ پھر زمین پر سر اونچا کر کے چلنے کے قابل ہوگیا۔23۔انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی سیدھی راہ مل گئی۔24۔عقل کو عشق کا جنون اور عشق کو عقل کی فرزانگی عطا ہوئی۔25۔فقر کو شکوہ خسروی اور بادشاہی کو استغنائے قلندری عنایت ہوا۔یہ تھی وہ ذات گرامی کہ :

ہمارا ترجمہ:

1. محبت از نگاهش پائدار است ...... اُس کی نگاہ سے محبت میں استقلال پیدا ہو جاتا ہے۔
2. سلوکش عشق ومستی را عیار است ...... اُن کا عمل در آمد عشق ومستی کا پیمانہ یا اسٹینڈرڈ ہے۔
3. مقامش عبدۀ آمد ولیکن ...... ویسے اُن کا مقام اللہ کے یہاں بندہ ہے ولیکن،
4. جهانِ شوق را پروردگار است ...... شوق کی دنیا کا وہ پروردگار ہے۔

26۔ جب سینۂ کائنات میں اتنی کشادگی پیدا ہوگئی کہ وہ اپنے اندر رازہائے درونِ پردہ کے معدنِ لعل و گہر کو سمولے تو آسمان کی حوریں زمین پر اُتریں کہ جنت کے تروتازہ پھولوں سے وادیٔ بطحا کی تزئین و آرائش کریں۔ 27۔صحنِ گلستانِ کائنات پر بہار آگئی۔ 28۔ ہر طرف سے مسرتوں کے چشمے اُبلنے لگے۔ 29۔ چاند مسکرایا ستارے ہنسے آسمان سے نور کی بارش ہوئی۔ 30۔فلک تعظیم کے لئے جھکا۔ 31۔ زمین نے اپنی خاک آلود پیشانی سجدہ سے اُٹھائی کہ آج اُس کی قرنہا قرن کی دعاؤں کی قبولیت کا وقت آپہنچا تھا۔ 32۔صحرائے حجاز کے ذرّے جگمگا اُٹھے۔ 33۔ بلد امین کی گلیوں کا نصیبہ جاگا کہ آج اُس آنے والے کی آمد آمد تھی جس کی طرف جبلِ متین پر نوحؑ نے اشارہ کیا تھا۔ 34۔ جسے کوہ زیتون پر حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کو وجہِ تسکین خاطر بنایا تھا۔ 35۔ جس کی آمد کی بشارتیں وادیٔ طورِ سینین میں بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں۔ 36۔اور جس کے لئے دشتِ عرب میں حضرت خلیل اکبر اور ذبیح اعظم نے اپنے خدا کے حضور دامن پھیلایا تھا۔ 37۔ وہ آنے والا کہ جس کے انتظار میں زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں۔ آیا اور اس شانِ زیبائی و رعنائی سے آیا کہ۔ 38۔ زمین و آسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے۔ 39۔فرشتوں نے زمزمہ تبریک گایا۔ 40۔سدرۃ المنتہٰی کی حدود فراموش شاخوں نے جھولا جھلایا۔ 41۔ ملاء اعلیٰ کی مقدس قندیلوں نے چراغاں کیا۔ 42۔کائنات کے ذرے چمک اُٹھے فضائے عالم درود و صلاۃ کی فردوس گوش صداؤں سے گونج اُٹھی۔ 43۔آنے والا رسولؐ **کافة الناس** اور **رحمة للعالمین** بن کر آیا۔ 44۔صداقت جہاں کہیں بھی تھی اسی کتاب مبین کا کوئی نہ کوئی ورق جو محمدؐ کی وساطت سے دنیا کو ملی۔ 45۔روشنی جس مقام میں بھی تھی وہ اسی قندیل آسمانی کی کوئی نہ کوئی کرن تھی جو قلب محمدؐ میں اُتاری گئی۔ 46۔مقام محمدؐی کیا ہے؟ ان ہی درخشندہ و تابندہ ذرات نادرہ کا پیکر حسن و زیبائی کہ جس کی حقیقی آب و تاب کو اُن کے ستائش گروں کی مغرطانہ عقیدت کی رنگینیوں نے مستور کر رکھا تھا۔ وہاں یہ جوہر الگ الگ پڑے تھے اور یہاں یہ پیکرِ جلال و جمال اُن سب کا حسین مجموعہ تھا۔ 47۔ وہاں یہ الفاظ بکھرے ہوئے تھے اور یہاں یہ ایک ایسے عدیم النظیر مصرعہ میں آب و تاب سے موزوں ہو گئے تھے جو ضمیر کائنات میں قرنہا قرن سے پہلو بدل رہا تھا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 174 تا 175)

وہ رازِ خلقتِ ہستی وہ معنیٔ کونین　　وہ جانِ حسنِ ازل وہ بہارِ صبح وجود

وہ آفتاب حرم نازنینِ کُنج حرا　　وہ دل کا نور وہ اربابِ درد کا مقصود

وہ سرورِ دو جہاں وہ محمدؐ عربی　　بروحِ اعظم و پاکش درودِ لامحدود

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (33/56)(ایضاً صفحہ 176)

عمر اور ابلیس کے چکروں میں پھنسنے سے پہلے یہ تھا غلام احمد پرویز۔

(24) لفظ ''بشر'' اور لفظ ''مثل'' پر پرویز کی لغات القرآن دیکھیں:

پرویز کے سینتالیس بیانات سے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کی پوزیشن وہی ثابت ہوگئی جو اُمت کی کثرت مانتی ہے۔اب علمی حیثیت پر پرویز کو لانا ہے لہٰذا وہ اپنی لغات القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

''ب۔ش۔ر'' ''بَشَرَةٌ کے معنی انسان کی جلد کے اُوپر کی سطح کے ہیں پھر اَلْبَشَرُ کے معنی خود انسان کے ہوگئے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ بَشَــرٌ سے صرف انسان کی طبعی ساخت اور جسمانی بناوٹ مراد ہوتی ہے۔اس اعتبار سے ہر انسانی بچہ (یا انسان) بشر ہوتا ہے۔لیکن انسانیت کے جوہر اور خصوصیات ہر بشر میں مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرات انبیاؑء کرام جہاں یہ کہتے ہیں کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں بھی

تمھارے جیسا بشر ہوں) تو اس سے بشریت کے طبعی تقاضوں کا اشتراک مقصود ہوتا ہے۔جیسا کہ سورہ مومنون میں ہے مَاھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یَاکُلُ مِمَّاتَاکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ (33/ 23)(اُنہوں نے کہا کہ یہ رسوؐل تمھارے جیسا ایک بشر ہی ہے جو کچھ تم کھاتے ہو وہی یہ کھاتا ہے جو تم پیتے ہو وہی یہ پیتا ہے۔'') یعنی اگر اس وحی کو الگ کر لیا جائے جو اسے خدا کی طرف سے ملتی ہے تو نبی کی طبعی خلقت عام انسانوں کی سی ہوتی ہے لیکن نبوت (خدا کی طرف سے وحی پانا) ایسی خصوصیت نہیں تھی جسے ہر انسان اپنے کسب وہنر سے حاصل کر سکتا یہ خدا کی طرف سے وہبی طور پر ملتی تھی۔''(جلداول صفحہ 322)

''م۔ث۔ل '' مِثْــلٌ۔کسی کے مشابہ یا مانند یا برابر۔مَثَلٌ کے معنی کسی چیز کی (Description) ہیں جو کسی دوسری چیز کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے بیان کی جائے۔ مِثَالٌ کے معنی ہیں۔انداز۔اسلوب' شکل وصورت۔وہ نمونہ جس کے مطابق کوئی چیز بنائی جائے۔ قالب (Pattern) وہ مقدار جس کے مطابق کوئی چیز ماپی جائے یا قطع کی جائے نیز (Example)۔''(ایضاً جلد 4 صفحہ 1522)

پرویزی لغات القرآن سے اُن کا وہ شیطانی بیان اور عقیدہ باطل ہو گیا جو عنوان صفحہ 22 میں ہم نے با قاعدہ لکھا ہے اُن کا بدترین جملہ یہ تھا کہ ۔''جب میں اس وحی کو تم تک پہنچا دیتا ہوں تو پھر انسان ہونے کی حیثیت سے تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔''

لغات القرآن میں اس کو رد کر دیا ہے کہ: ۔''لیکن انسانیت کے جوہر اور خصوصیات ہر بشر میں مختلف ہوتے ہیں۔''

لٰہذا پرویز کے عقیدے کا باطل ہونا ہر حیثیت سے ثابت ہو گیا اور اگر اُن کے لفظ مِثْلٌ کے اولین معنی کو اختیار کیا جائے تو بات یہ ہو گی کہ:

۔''میں تمھارے مشابہ بشر ہوں۔''اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ (18/110)

یعنی بشریت میں بھی سو فیصد تم ایسا بشر نہیں ہوں اور یہی تمام صالحینِ اُمت کا عقیدہ ہے اور ہم صرف اس قدر کہتے اور مانتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور آئمہ اہلبیتؑ وفاطمہ علیہم السلام کو بشریت سے اس لئے مشابہ رکھا کہ نوع انسان اُن حضرات کو دیکھ سکے۔اُن سے روابط قائم کر سکے اور اُن کی مقدس نسل جاری رہ سکے۔

<u>**(25) منکرین دین کا روز اول سے اور قریش کا اسلام لانے کے بعد بھی آج تک یہی عقیدہ تھا اور ہے کہ انبیاؑء خطا کار وغلط کار ہوتے ہیں معصوم نہیں ہوتے۔**</u>

اب یہ بتانا ہے کہ جو عقیدہ انبیاؑء علیہم السلام کے متعلق پرویز کا اور اُن کے اہل مسلک کا آج تک ہے وہی عقیدہ تمام منکرین اسلام کا عقیدہ تھا۔یعنی قریش نے اسلام کا اعلان کرنے کے بعد بھی اپنے آباواجداد کا عقیدہ بحال رکھا۔وہ کھل کر لکھتے چلے آئے ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذاتی رائے اور فیصلہ غلط بھی ہوتا تھا۔اُن سے غلطیاں ہوئی ہیں اُن کی غلطیوں پر اللہ کی طرف سے ڈانٹ اور دھمکیاں آئی ہیں۔پرویز نے اس پہلو کو با قاعدہ عنوان بنا کر لکھا ہے اُن کا ایک جملہ سُنیں:۔''جن معاملات میں حضوؐر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا کرتے تھے اُن فیصلوں میں غلطی کا بھی امکان تھا۔چنانچہ کئی ایک ایسے مواقع پر قرآن میں تادیب بھی آئی ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 669)

قریشی لیڈروں ابوبکر وعمر وغیرھم کا نظامِ مشاورت پر زور دینا صرف اس لئے تھا کہ تنہا رسوؐل کا فیصلہ غلط ہو سکتا ہے۔رسوؐل تعبیر وتفسیرِ قرآن میں بھی غلطی کر سکتا ہے لٰہذا رسوؐل ہر معاملہ پر اپنے صحابہ سے مشورہ کر کے اُن کی کثرتِ رائے کے مطابق فیصلہ کرے گا تا کہ غلطی کا امکان نہ رہے۔

قرآن میں منکرینِ اسلام بھی نبیؐ کے تنہا فیصلے پر عمل کو غلط کہتے تھے۔

پرویز نے لفظ بشر کے ماتحت لغات القرآن (صفحہ 322) میں پہلی آیت (33/23) لکھدی ہے، جس میں منکرین اسلام نے پرویز والی دلیل سے نبیؐ کو بشریت اور کھانے پینے میں ہم مثل کہا پھر کہا کہ: وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَO(23/34)

۔''اور اگر تم نے اپنے مثل بشر کی اطاعت اختیار کرلی تو تم اُسی وقت سے خسارہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

بعینہٖ یہ عقیدہ قریش کا رہتا چلا آیا ہے اور یہی عقیدہ سابقہ منکرین اسلام کا رہا ہے چنانچہ قوم نوحؑ وعادؑ وثمودؑ کا اور اُن کے بعد والی اقوام کا یہ کہنا تھا کہ ...قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍO قَالَتْ لَھُمْ رُسُلُھُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ.... (11-10/14)

۔''تم لوگ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے جیسے بشر ہو اور تمھارا ارادہ یہ ہے کہ تم ہمیں اُن لوگوں کی اطاعت وعبادت سے روک دو کہ جن کی اطاعت و عبادت ہمارے آبا واجداد کرتے تھے۔۔۔ اُن کے جواب میں اُن کے رسؐولوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ہم تمھارے مشابہ بشر ہیں لیکن اللہ تو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے منّتی احسان وانعام کرسکتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ یوں تو تمام انبیاؑ علیہم السلام بشریت میں عام انسانوں سے مشابہ ہوتے تھے مگر اُن پر اللہ کے وہ احسانات جاری رہتے تھے جو نبوت و رسالت کے منصب کے لئے اللہ نے روز ازل سے بطور منّت طے فرمائے ہوئے تھے لہٰذا پرویز کا یہ کہنا کہ وحی پہنچا دینے کے بعد عام انسانوں میں اور انبیاؑء میں کوئی فرق نہ رہتا تھا نہ صرف یہ کہ اُن کے بزرگوں، قریش کے خطا کارانہ عقیدے اور تصور کی طرفداری ہے بلکہ سراسر قرآن کی مخالفت بھی ہے۔

(26) وحی پہنچانے سے پہلے بھی اور پہنچا دینے کے بعد بھی انبیاؑء ورُسُل بینا وبصیر ہوتے ہیں اور اُن کے مقابلے میں باقی انسان اندھے ہوتے ہیں

قرآن کی ایک اور آیت پڑھیں جہاں اللہ نے پرویز کے بزرگوں یعنی قریش کو جواب دلوایا ہے فرمایا کہ:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَایُوْحٰٓی اِلَیَّ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْنَ O(انعام 6/50)

آپؐ قریش سے کہہ دیں کہ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا ہوں کہ میرے قبضہ واختیار میں اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں ذاتی طور پر علم غیب رکھتا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں' اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میرے اقوال واعمال وافکار اپنے اوپر آنے والی وحی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ کیا ایک آنکھوں والا صاحب بصیرت وبصارت اندھوں اور محتاجوں کے برابر ہوسکتا ہے؟ کیا تم اپنے اور میرے اس فرق پر بھی غور وفکر نہیں کرتے ہو؟

پرویز اینڈ کمپنی کو بتادو کہ قرآن اور اللہ کے فرمان کی رُو سے تم اور تمہارے تمام راہنما اور شاہکار اندھے اور حقائق سے محروم لوگ ہو۔

مودودی کی تشریح بھی سُنا دو کہ: ۔'' مطلب یہ ہے کہ میں جن حقیقتوں کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اُن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ براہِ راست میرے تجربے میں آئی ہیں۔ مجھے وحی کے ذریعے سے اُن کا ٹھیک ٹھیک علم دیا گیا ہے اُن کے بارے میں میری شہادت آنکھوں دیکھی شہادت ہے۔ بخلاف اس کے تم ان حقیقتوں کی طرف سے اندھے ہو۔ لہٰذا میرے اور تمہارے درمیان بینا اور نابینا کا فرق ہے۔ اور اسی اعتبار سے مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے۔''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 542)

مودودی کی ایک اور تشریح:

سورہ بنی اسرائیل کی ذیل میں معراج کی وضاحت کرتے ہوئے مودودی نے ایک ایماندارانہ بیان دیا ہے وہ بھی سُنتے چلیں۔

۔''اصل بات جو معراج کے سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے وہ یہ ہے کہ انبیاؑءعلیہم السلام میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصب کی مناسبت سے ملکوت سماوات وارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کئے گئے تھے۔ تاکہ اُن کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل مُمیّز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ بھی کہتا ہے قیاس اور گمان سے کہتا ہے۔ وہ خود اگر اپنی حیثیت سے واقف ہو تو کبھی اپنی کسی رائے کی صداقت پر شہادت نہ دے گا۔ مگر انبیاؑء جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم ومشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں۔ اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 590)

قارئین پرویز اینڈ کمپنی کو بتائیں کہ خواہ انبیاؑء علیہم السلام وحی پہنچائیں یا نہ پہنچائیں یا پہنچا چکے ہوں اُن میں اور باقی تمام انسانوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اُن کی نظروں کے سامنے کوئی مادی حجاب نہیں ہوتا وہ تمام انسانوں کے اندر و باہر کی ہر چیز ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں۔ اُن کے سامنے سے مادی حجابات ہٹائے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا نہ اُن کا کوئی فیصلہ غلط ہوسکتا ہے نہ غلطی سرزد ہوسکتی ہے۔

(27) کافروں اور بے دینوں کا انبیاؑء کو اپنے ایسا بشر قرار دینا اسلئے تھا کہ وہ انہیں غلط کار کہتے تھے مگر قریش کا بھی وہی عقیدہ رکھنا کس لئے تھا؟

سوال یہ ہے کہ کافر و بے دین لوگ نبیوںؑ کو اس لئے اپنے ایسا بشر قرار دیتے تھے کہ اُن کی ہر حال میں ہر حکم میں مطلق اور سو فیصد اطاعت نہ کرنا پڑے (مومنون 34/23) مگر قریش نے مومن ہو کر بھی یہ عقیدہ کیوں رکھا تھا؟ اور کیوں یہ عقیدہ قریشی مسلمانوں میں پرویز تک ورثہ میں چلا آیا؟ جواب ہر قاری دے سکتا ہے کہ قریشی لیڈروں نے بھی نبیؐ کو اپنے جیسا بشر کہہ کر لوگوں کو اُن کی سو فیصد اور ہر حال میں اطاعت کرنے سے منع کیا، انہیں غلط کار و خطا کار مانا اور انہیں قریشی لیڈروں کے مشوروں کے ماتحت رکھا۔ یعنی قریشی لیڈر، ابوبکر و عمر وغیرہ نے اپنے اباو اجداد کے عقیدے کو بحال رکھا۔ جس طرح وہ قرآن کی رُو سے منکرین اسلام تھے اُسی طرح اُن کے تمام ہم مذہب لوگ آج تک منکر اسلام ہیں اور اُن کا سب سے بڑا منکر اسلام وہ شخص تھا جسے پرویز شاہکار بنا رہے ہیں۔

(28) پرویز کے سینتالیس (47) جملوں میں سے کچھ جملوں کو دوبارہ سامنے لائیں اور پرویز و ابوبکر و عمر و قریش کو اُن کے عقائد کے اختیار کرنے پر مجبور کریں۔

سوچنے کی بات ہے کہ رسُولؐ وحی پہنچا دینے کے بعد باقی تمام انسانوں کے برابر ہو جاتا ہو وہ کیسے ایک اقدس و اعظم و قابل پابوسی شخص بن جائے گا؟ اُسے کس بنیاد پر سلسلہ ارتقا کی آخری کڑی کہا جا سکے گا؟ (جملہ 9) لہٰذا پرویز اور ابوبکر و عمر کو آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر حال میں یعنی پیدائش سے وفات تک تمام مخلوقات، ملائکہ و ارواح و جنات اور انسانوں میں سب سے قدیم و ترقی یافتہ اور سب سے زیادہ مقدس اور پاکیزہ ہستی ماننا ہوگا۔ اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضورؐ ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے پوری انسانیت کو شرافت و فضل عطا کیا تھا (ج 10)۔ اور یہ بھی کہ اللہ کے بعد کوئی مخلوق آنحضرؐت سے عقل و عشق، فکر و نظر، علم و بصیرت میں بڑھ کر نہیں ہے (ج 11) اور ایسی ہستی کو کسی سے مشورہ لینے کی احتیاج نہیں ہو سکتی۔ جو ہستی نورانی دانش کی حامل ہو۔ جسے تمام دلائل و براہان معلوم ہوں، جس پر تمام غیوب و شہود واضح ہوں (ج 12) اُس کے لئے خطا کار و

غلط کار ہونے کا عقیدہ یقیناً شیطانی عقیدہ ہے۔جس ذات پاک کے پیدا ہونے پر پربت کدوں کی دھکتی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑ جائے اور انسانی تصورات کی دنیا نورانی ہو جائے (ج 16) وہ ہستی یقیناً نور مجسم تھی۔جس کو اللہ نے سراج منیر فرمایا ہو، جو ساری دنیا کی تاریکیاں دور کر دے (ج19) اُس کے اندر غلط فہمی، غلط کاری اور لاعلمی کی تاریکیاں کیسے ٹھہری رہیں گی؟ جس کا وجود ساری انسانیت کو منزل مقصود تک پہنچنے کی راہ عطا کر دے (ج 23) کیا وہ خود کبھی غلط راہ پر گامزن ہو سکتا تھا؟ جس کی پیدائش پر آسمان سے نور برسے' کیا وہ سر سے پیر تک نور نہ ہوگا؟ (ج 29) جو ذات پاک کائنات کے تمام پردوں میں پوشیدہ رازوں پر مطلع ہو کیا اُسے عالم الغیب کہنا غلط ہوگا؟ جس کے ظہور کے لئے زمین روزِ پیدائش سجدہ کرتی رہی ہو اُس کے وجود کا علم تو ہزاروں سال سے موجود ہونا ضروری ہے (ج 31) جس ذات پاک کے لئے زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلی ہوں کیا اُس کے وجود کا علم لاکھوں سال سے کائنات میں پھیلا ہوا نہ مانو گے اور کیا ایسی ہستی کائنات میں لاکھوں سال سے موجود نہ ہونا چاہیے (ج 37) کافۃ الناس سے آدم کو یا دیگر انبیاءؑ کو اور باقی اُمتوں کو کیسے خارج کیا جا سکتا ہے؟ عالمین سے کسی زمانہ کو اور کسی کرّہ کو کیسے الگ کرو گے اور حضورؐ کے وجود کو پیدائش کے بعد کے رحمۃ للعالمین کیسے بناؤ گے؟ جب سے عالمین کا وجود ہے اُسی وقت سے حضورؐ کو عالمین کے لئے رحمت ماننا پڑے گا (ج 43)۔آخر میں پرویز یہ بتائیں کہ اگر وحی پہنچا دینے کے بعد محمدؐ اور باقی انسانوں میں کوئی فرق نہ رہتا تھا تو یہ کیا حماقت تھی کہ اللہ چوبیس گھنٹے مع تمام ملائکہ کے محمدؐ پر درود و سلام بھیجتے رہنے کی تاکید کرتا ہے؟ (33/56)

(29) پرویز کی قرآن اور رسوؐل پر سات تہمتیں جن کے لئے پرویز کے پاس کوئی ایک آیت بھی ہوتی تو وہ سچے کہلاتے ورنہ اُن کے کذب وافترا میں کوئی شک نہیں ہے۔

وہ اپنے رٹے ہوئے جملوں کی آڑ میں ابوبکر و عمر و قریش کو چھپانے میں بار بار ناکام ہوئے ہیں اور یہ پہلو بھی اب بکواس کی حد میں داخل ہو کر ناقابل توجہ ہو جائے گا۔یہاں ہم اُن کے مذکورہ سات دعاوی کو نفی کی صورت میں لکھ کر گزرنا چاہتے ہیں۔

(اول) بلا رسوؐل کی مدد کے قرآن کی اطاعت پر کوئی آیت نہیں ہے۔

(دوم) قرآن میں صرف اصول دیئے گئے ہیں اور اصولوں کی جُزیات کو مملکت کے سپرد کرنا پرویز کا اپنا وہم ہے آیت نہیں ہے۔جُزیات بدلنا کفر ہے

(سوم) مشورہ مجرموں سے لینے کا وہ مطلب نہیں جو پرویز سمجھتے ہیں۔

(چہارم) کسی نظام کے فیصلوں کا نام قرآن میں نہیں اطاعت خدا اور رسوؐل کا مطلب اطاعت خدا اور رسوؐل ہی ہے اور کچھ نہیں۔

(پنجم) وفات رسوؐل کے بعد جو کچھ ہوا وہ قرآن میں قرآن و رسوؐل کی سند نہیں رکھتا قرآن اُسے ارتداد یا دین سے پھر جانا کہتا ہے۔خلافتِ راشدہ خود ساختہ

(ششم) عہد رسوؐل کے فیصلے تا قیامت برقرار رہنا قرآن سے ثابت ہے۔

(ہفتم) رسوؐل نے جو کچھ دیا تھا وہ قریش نے تبدیل کر دیا تھا (31-30/25)۔

لَاتَكْتُبُوا عَنّي (میرے فرمانات مت لکھا کرو) قریش کی خود ساختہ بکواس ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔رسوؐل کے اقوال و افعال اور تصورات قیامت تک بہترین عملدرآمد اور واجب التعمیل ہے (4/60) اور

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا O (33/21)

مودودی ترجمہ: ۔''درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسوؐل میں ایک بہترین نمونہ تھا۔ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا اُمیدوار ہو

اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 80-81)

مودودی کی تشریح میں سے: یہ تو موقع اور محل کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم ہے مگر ان کے الفاظ عام ہیں اور اس کے منشا کو صرف اسی معنی تک محدود رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف اسی لحاظ سے اُس کے رسولؐ کی زندگی مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے۔ بلکہ مطلقاً اُسے نمونہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ہر معاملے میں آپ کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھیں اور اس کے مطابق اپنی سیرت و کردار کو ڈھالیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 81)

پرویز کا مفہوم آیت (33/21): ''بہر حال یہ تھا نقشہ جنگ احزاب کے وقت جب مصائب اور مشکلات اپنی انتہا تک پہنچ چکی تھیں۔ باہر سے دشمن کی مخالفت سیلابِ بلا کی طرح اُمنڈ کر آ رہی تھی اور اندر سے منافقین کی فریب کاریاں اور حیلہ سازیاں قدم قدم پر پریشانی کا موجب بن رہی تھیں۔ نامساعدتِ حالات کی اس شدت میں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ لیکن تم نے دیکھا کہ اس طوفان بلا خیز میں تمھارا رسولؐ کس طرح روشنی کے مینار کی طرح جم کر کھڑا تھا اور اس کے پائے استقامت میں کہیں ذرا سی لغزش بھی نہیں آنے پائی تھی رسولؐ کی یہ استقامت تمھارے پریشان قلوب کے لئے وجۂ ہزار سکون و اطمینان اور ہر اُس شخص کے لئے بہترین نمونہ تھی اور ہے جو خدا کے قانون کی ہمہ گیری اور نتیجہ خیزی پر کامل یقین رکھے، مستقبل کی زندگی کی خوشگواریوں پر جس کی نگاہ ہو اور جو ہر وقت قانون خداوندی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے۔'' (4/60) (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 968۔969)

لہٰذا پرویز اور اس کا شاہکار اور اُس کے شاہکاروں کی قوم اور اُن کی قائم کردہ حکومت، باطل پرست اور قرآن و رسولؐ اور اللہ کے مخالف تھے۔

رسولؐ کے مُنہ سے نکلی ہوئی ہر بات صحیح اور لکھنے کا حکم:

قریش اور اُن کے لیڈر نہ چاہتے تھے کہ رسولؐ کی ہر بات عوام تک پہنچے ورنہ عوام لیڈروں کو بات بات پر ٹوکیں گے اور کسی ایک بات کو آگے نہ بڑھنے دیں گے جس سے رسولؐ کے رویہ اور طرزِ عمل کی ذرا بھی مخالفت محسوس ہوگی۔ اس سازش کا پتہ مودودی کے ایک بیان سے چلتا ہے جو اُنہوں نے سورہ نجم کی آیت مَا یُنطِقُ عَنِ الْهَویٰ کی تشریح پر بڑی تفصیل سے دیا ہے اس کا متعلقہ حصہ سُنئے:

مودودی کی تشریح قریش کی حدیث کے خلاف سازش:

''4۔ یہ امر واقعہ ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی بات اپنی زندگی کے نجی پہلو میں بھی کبھی خلاف حق نہیں نکلتی تھی۔ بلکہ ہر وقت ہر حال میں آپؐ کے اقوال و افعال اُن کی حدود کے اندر محدود رہتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبرانہ اور متقیانہ زندگی کے لئے آپؐ کو بتا دی تھیں۔ اس لئے درحقیقت وحی کا نور اُن میں بھی کارفرما تھا۔ یہی بات ہے جو بعض صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئی ہیں۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقّاً ''میں کبھی حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ کسی صحابی نے عرض کیا کہ فَاِنَّکَ تُدَاعِبُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ''کبھی کبھی آپ ہم لوگوں سے ہنسی مذاق بھی تو کر لیتے ہیں۔'' فرمایا اِنِّی لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقّاً ''فی الواقع میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔'' مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو عاص کی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی رسولؐ اللہ کی زبان مبارک سے سُنتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا تا کہ اُسے محفوظ کر لوں قریش کے لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم ہر بات لکھتے چلے جاتے ہو حالانکہ رسولؐ اللہ انسان ہیں کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرما دیتے ہیں۔ اس پر میں نے

لکھنا چھوڑ دیا۔ بعد میں اس کا ذکر میں نے حضورؐ سے کیا تو آپ نے فرمایا اُکتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدَیْهِ مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقّ ۔''تم لکھے جاؤ اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی ہے۔'' (اس مسئلے کو مفصل بحث کیلئے ملاحظہ ہو میری کتاب تفہیمات حصہ اول مضمون رسالت اور اُس کے احکام) (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 195)

پرویز محقق بنتے ہیں مگر حق اور تحقیق سے جان چھڑاتے ہیں:

پرویز کے عقائد اُسے مبارک لیکن اگر وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اُس کے عقائد کو قبول کریں تو اُسے تحقیق سے کام لینا ہو گا۔ صرف یک طرفہ باتیں کرتے ہوئے گزرتے چلے جانا تحقیق نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نے یہ تو لکھ دیا کہ لَا تَکْتُبُوْا عِنِّی مگر یہ کیوں نہ لکھا کہ اُکْتُبْ .. الخ دونوں باتیں لکھ کر یہ دکھانا چاہیے تھا کہ کون سی بات صحیح ہے؟ کون سی بات قرآن کے خلاف ہے اور کیوں خلاف ہے؟ پرویز کا ایسی تحقیق سے بچ بچ کر گزرنا اُس کے عقائد کے بطلان کی دلیل ہے۔

(30) حدیث رسولؐ کے خلاف سازش خود پرویز کے بیانات میں تضاد سے بھی ثابت ہے۔

پرویز نے لکھا ہے کہ رسولؐ اللہ نے حدیث لکھنے سے روک دیا تھا (شاہکار صفحہ 85) اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ابوبکر نے احادیث کا مجموعہ نہ لکھا ہوتا جسے اُنہوں نے بعد وفاتِ رسولؐ جلا دیا (صفحہ 87) اور اگر رسولؐ نے احادیث لکھنا منع کیا ہوتا تو عمر نے احادیث کو جمع کروانے کا صحابہ سے فتویٰ نہ مانگا ہوتا (صفحہ 87) اور رسولؐ کے منع کرنے کے باوجود صحابہ لکھنے کا فتویٰ نہ دیتے (صفحہ 87) اور اگر رسولؐ اللہ نے حدیثیں لکھنے سے منع کیا ہوا ہوتا (صفحہ 85) تو صحابہ نے حدیثوں کے وہ مجموعے جمع نہ کئے ہوتے جن کو عمر نے جلا دیا تھا (صفحہ 87) اور اگر احادیث کا لکھنا من جانب رسولؐ منع تھا تو عمر کو سارے ملک میں حدیثوں کو ضائع کرنے کا فرمان بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی (صفحہ 88) اگر حدیثوں کا لکھنا منع تھا تو عمر نے ایک ماہ غور و فکر کر کے احادیث لکھنے سے منع نہ کیا ہوتا (صفحہ 88) اور اگر واقعی رسولؐ نے ممانعت کی ہوتی تو عبداللہ ابن مسعود ابو درداء اور ابو مسعود انصاری کو قید کرنے کی عمر کو ضرورت نہ ہوتی (صفحہ 89) اور اگر رسولؐ کی طرف سے ممانعت ہوتی تو حضرت ابو ہریرہ عمر کے مرنے کے بعد احادیث دوبارہ شروع نہ کرتے (صفحہ 89) یہ سات آٹھ متضاد بیانات ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز نہ احادیث کی روایت سے منع کیا تھا نہ لکھنے سے روکا تھا۔ بلکہ یہ عمر کی ممانعت اور شدت تھی (صفحہ 89) بلکہ حضورؐ نے لکھنے کی باقاعدہ اجازت اور حکم جاری کر رکھا تھا جیسا کہ مودودی کے بیان سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ قریش کی سازش تھی کہ آثار و احکاماتِ رسولؐ کو مٹا کر دین کو اپنے ڈھنگ سے جاری کیا جائے۔ چنانچہ پرویز نے وہ تمام واقعات و حالات اختیار کر لئے ہیں جو قریشی سازش میں انہیں پسند آئے۔ قرآن کے خلاف افتراء اور تہمتوں کے سوا اُنہوں نے کسی بات کو قرآن کی آیت یا آیات سے ثابت نہیں کیا ہے۔ اور قرآن کے خلاف مسلسل اپنے رٹے ہوئے مفروضات اس حد تک دہرائے ہیں کہ اب انہیں زیرِ تحقیق لانے کے بجائے بکواس کہہ کر رد کر دینا جائز ہو گیا ہے۔

(31) مختلف دعوے اور بکواس مثلاً قرآن عہد رسولؐ میں پورا لکھا ہوا جمع تھا، حافظ موجود تھے عہد عمر میں ایک لاکھ نسخے پھیلے ہوئے تھے۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ نزول قرآن کے دوران قرآن صرف ترتیب نزولی کے مطابق جمع ہو سکتا تھا اور حافظان قرآن بھی اُسی ترتیب سے یاد کر سکتے تھے۔ لہٰذا دو باتیں پرویز کے ذمہ ہیں اول یہ کہ جو ترتیب آج موجود ہے اُس کے حساب سے وہ جمع شدہ قرآن اور وہ حفاظ بے کار تھے۔ انہیں کس جادو سے موجودہ ترتیب پر تبدیل کیا جائے گا؟ اور جمع قرآن کے لئے کاغذ کا وجود دکھانا پڑے گا جو پرویز کے سائز سے بہت

بڑی بات ہے۔یعنی عمر کے زمانہ میں ایک لاکھ نسخوں والی بات بھی غپ شپ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔علاوہ ازیں پوری اُمت کا اتفاق واجب التعمیل ہے اُسے پرویز رد نہیں کر سکتے۔اور یہ اُن کے قابو سے باہر کی بات ہے کہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ عہد رسولؐ اور بعد رسولؐ آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے احادیث مرتب نہیں کرائی تھیں اور پرویز نے تحریراً مانا ہے کہ عمر نے قرآن کے خلاف احکامات صادر کئے یعنی دین میں قرآن کے خلاف تبدیلیاں کی تھیں (صفحہ 93 تا 96)۔عمر کی بے دینی اور دین سازی پر فاروقی شریعت میں بات ہوگی۔

(32) شاہکار کے پانچویں باب میں عمر کی جنگوں اور لوٹ مار وقتل وغارت کو راہ خدا میں جہاد بنانے کی تمہید پر 26 صفحات کالے۔

پرویز نے اپنے پانچویں باب میں قرآن اور رسولؐ کی آڑ میں بیٹھ کر جہاد وقتال وہجرت اور قوانین جنگ پر بڑے فریب کارانہ انداز سے بیانات لکھے ہیں اور وہ زینہ بنایا ہے کہ جس پر عقیدتمند مومنین کو چڑھا کر اُس غار میں گرا دیں جو ابوبکر وعمر نے قرآن کے خلاف (2/205) دنیا میں فساد وقتل وغارت اور لوٹ مار کے لئے تیار کیا تھا۔اور اس سلسلے میں پرویز نے قرآن کی آیات سے بھی کام لیا ہے اور کوشش کی ہے کہ قاری رسولؐ کی موجودگی کا تصور دل سے نکال کر پرویز کی بات سُنے اور یہ بھول جائے کہ قرآن رسولؐ کو مخاطب کرتا ہے اور مومنین کو الگ سے مخاطب نہیں کرتا۔یہ فریب پرویز نے اس پورے باب میں استعمال کیا ہے گویا کہ ہر جگہ مومنین براہ راست مخاطب ہیں اور نہ رسولؐ موجود ہے نہ رسولؐ کی ضرورت ہے۔یہ فریب فریب نہ رہتا اگر ایک ایسی آیت پیش کر دی جاتی جس میں مومنین سے یہ کہا گیا ہوتا کہ ''رسولؐ کے بعد اے مومنین تم بلا رسولؐ جنگ وجہاد کے لئے مجاز ہو تمھارا فیصلہ رسولؐ کا فیصلہ ہوگا؟'' یا ''جو تمھارا حاکم بن جائے اُس کا فیصلہ رسولؐ کا فیصلہ ہوگا'' اس کے بعد پرویز کی یہ تمام گفتگو محض فریب ہے۔اس فریب کو نباہتے ہوئے پرویز صفحہ 97 سے صفحہ 118 تک آئے اور یہ ذکر کئے بغیر کہ آیت (2/247) میں اللہ کس کی بات کر رہا ہے؟ ایک نبیؑ اللہ کے حکم سے ایک بادشاہ مقرر کر رہا ہے اور پرویز جیسے جمہورے مخالفت کر رہے ہیں اور نبیؑ یہ وجہ بتا رہا ہے کہ اُس نے کن صفات کے ماتحت طالوت کو ملک یا بادشاہ بنایا ہے لہٰذا اللہ، رسولؐ، قوم بنی اسرائیل اور منجانب اللہ مقرر ہونے والے بادشاہ کو چھوڑ کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے آیت (2/247) کا ایک ٹکڑا لکھ مارا ہے۔اور کوئی قاری یہ نہیں سمجھ سکتا کہ پرویز نے کیسا مکر وفریب کیا ہے؟ بات کیا ہو رہی تھی اُسے کیا بنا دیا ہے؟ ساتھ ہی آیت (18/28) لکھ ماری۔اور ترجمہ اس طرح لکھا کہ کسی کو یہ وہم تک نہیں ہو سکتا کہ آیت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ مخاطب ہیں اور پرویز کے شاہکار کی مذمت ہو رہی ہے اور اُس کے طرز عمل کو اختیار کرنے سے رسولؐ اللہ کو منع کیا جا رہا ہے۔الغرض پورے پورے حزم و احتیاط سے فریب دیتے ہوئے صفحہ 124 تک آئے اور اب عنوان قائم کیا کہ ''<u>حضرت عمر کا جہاد مسلسل</u>'' اور پھر اپنے رٹے ہوئے خود تراشیدہ جملوں کی بکواس میں ڈوبتے اُبھرتے چلے گئے اور آیت (3/120) کا نمبر لکھ کر عمر کا مخالفت کرنا اور ساری زندگی میدان جنگ میں قدم نہ رکھنا لکھ دیا (صفحہ 125) اور قرآن کا نام وتذکرہ چھوڑ کر عمر کی فتوحات بیان کرتے ہوئے صفحہ 133 تک آئے۔اور قریش ساز تاریخ کے پسندیدہ افسانے سُناتے سُناتے یہ بھی لکھ مارا کہ نماز میں خدا کے ساتھ ساتھ عمر کے سر میں دنیاوی فتوحات اور میدان جنگ بھی رہتا تھا۔یعنی نماز ایک مارشلزم کا ضروری رُکن تھا۔جس سے لوگوں پر کمانڈ وکنٹرول کیا جاتا تھا اور بس (صفحہ 135) اور ساتھ ہی رسولؐ اللہ کی نماز کو بھی ویسا ہی بنانے کی روایات قبول کر لی ہیں اور ذرہ برابر توجہ نہ دی کہ یہ روایات قرآن کے خلاف ہیں یا نہیں (صفحہ 136) اور عمر کے نماز میں مصروف جنگ رہنے کو فخریہ قبول کر لیا (صفحہ 137) الغرض قریشی افسانے لکھتے لکھتے (صفحہ 142) پر پانچواں باب ختم کر دیا۔

(33) چھٹا باب بھی غپ شپ سے شروع ہوتا ہے۔اگر کوئی علم سے متعلق بحث اُٹھائی گئی تو ہم رُک کر قارئین کو سُنائیں گے۔

پرویز نے دعوت ذوالعشیرہ کا ذکر کئے بغیر اور پورا واقعہ لکھے بغیر یہ مان لیا کہ رسوؐل اللہ نے حکومت قائم کرنے کے لئے وزراء طلب کئے تھے۔''کون ہے جو میرے ساتھ وزیر کی حیثیت سے کام کرے'' (صفحہ 147) اس پر روشنی ڈالنے سے پرویز کا پورا نظام ہی تاریکی کے غار میں ڈوب جاتا لہٰذا بچ کر نکل گئے یہ ہمارا کام ہے تفصیل سے لکھیں گے۔اس باب کو پرویز نے قریش ساز تاریخی افسانوں سے بھر دیا ہے (ص 166) پر یہ مان لیا کہ حضوؐر نے ایک لشکر جرار کی تیاری کا حکم دیا تھا اور اسامہ بن زید کو اُس لشکر کا سردار مقرر فرمایا تھا۔اور ابو بکر وعمر اور اولوالعزم صحابہ کو بطور سپاہی بھرتی کیا تھا (صفحہ 166) اور یہ جھوٹ لکھا کہ اس لشکر کی روانگی ملتوی کی گئی تھی۔اور یہ کہ بدوی نومسلم قبائل نے بغاوت کی۔مرکزی حکومت کے واجبات روک دیئے انہیں مرتدین کہا جاتا ہے۔انہیں مانعین زکوٰۃ بھی کہا جاتا ہے۔وہ قبائل ان واجبات کو مرکزی حکومت کے خزانے میں جمع نہیں کرانا چاہتے تھے۔'' (صفحہ 167۔168)۔''ایک سال بغاوت رہی۔(صفحہ 167۔168) پھر افسانے نقل کرتے چلے ہیں اور ایرانی شاہزادیوں کا انکار کیا۔(صفحہ 188) معجزات کا انکار (صفحہ 189) کشف وکرامات کا انکار ساتھ ہی عمر کی کرامات کا انکار (صفحہ 190۔191) پھر افسانوں کو نچوڑتے چلے ہیں۔مسجد اقصیٰ مدینہ کو بنایا۔الغرض ساتویں باب کی بکواس (صفحہ 226) پر ختم ہوگئی ہے۔آٹھواں باب عمر کے نظام و انتظام کی غپوں سے بھرپور ہے۔ عمر کو فطین و نابغہ دوبارہ لکھا (صفحہ 228 ۔235) جھوٹوں کے ریکارڈ کا غائب ہوجانا (صفحہ 237) دو تین صفحات میں مان لیا کہ اسلامی ریکارڈ تمام خانہ ساز ہے (صفحہ 237 تا239) عمر کی ہدایات کی خودساختہ فہرست کہاں سے آگئی؟ اور پھر افسانے ہی افسانے اور (صفحہ 260) پر باب ختم کردیا ہے اور آیت (2/31) کا غلط ترجمہ کیا ہے۔

(34) قرآن کا غلط ترجمہ اور خودساختہ مفہوم پیش کرنا تو پرویز کا مذہبی پیشہ ہے لیکن یہ پہلی آیت ہے جس پر تنقید نہیں ہوئی ہے۔

سابقہ بکواس اور افسانوں پر مشتمل ابواب میں بھی پرویز کے غلط ترجمے گزرے ہیں لیکن ہم اُن تراجم پر تنقید کر چکے ہیں اس لئے اُن کو نظر انداز کر رہے ہیں مگر یہ آیت (2/31) پہلی مرتبہ سامنے لانے کی وجہ سے آپ کی توجہ کی مستحق ہے لہٰذا آیت اور ترجمہ دیکھ لیں پہلا ٹکڑا یوں لکھا ہے

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (2/31)

پرویزی ترجمہ:۔''خدا نے انسان میں تمام اشیائے فطرت کے متعلق علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھ دی۔'' (صفحہ 253 باب 8 شاہکار)

یہ ترجمہ بتاتا ہے کہ اللہ نے آدمؑ علیہ السلام کو تمام اشیاء کا علم نہیں دیا بلکہ علم حاصل کرنے کی صلاحیت دی تھی۔

پرویز کا پہلا ترجمہ:۔''اور اللہ نے آدمؑ کو تمام عِلۡمُ الۡاَشۡيَاء عطا کردیا'' (معارف القرآن جلد دوم صفحہ 35)

پرویزی مفہوم:۔انسان میں اس امر کی امکانی استعداد رکھ دی گئی تھی کہ یہ اُن قوانین کا علم حاصل کرسکے جن کے مطابق مختلف اشیائے کائنات سرگرم عمل ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 12)

قارئین سوچیں کہ اگر ہمارا معاملہ ایک پاگل وخبطی انسان سے ہوتا تو ہمیں کتنی آسانی ہوجاتی یہاں تو ایک جھوٹے مکار اور خدا سے باغی بے غیرت شخص سے معاملہ ہے۔جس کے لئے ہر مذمت کم اور ہر گالی بے سُود ہے۔وہ ایسے کیسٹ (Cassette) کی طرح معلوم ہوتا ہے جسے شیطان نے ریکارڈ کی طرح بھر کر آن (on) کر رکھا ہو۔اور وہ بلا سوچے سمجھے بولتا چلا جارہا ہو۔یہیں اسی صفحہ (صفحہ 253) پر فوراً دوسری آیت لکھی ہے وہ اور اُس کا ترجمہ اور اُس کے شاہکار و کمپنی کا عقیدہ بھی دیکھ لیں:

سَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ (45/13)

پرویزی ترجمہ: ”کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو کچھ ہے ہم نے اُسے قوانین کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے کہ انسان اُنہیں اپنے کام میں لائے۔“ (شاہکار صفحہ 253)

اس ترجمہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سماوات اور ارض میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ انسانوں کے قبضۂ قدرت میں دیا جا چکا ہے اور وہ اُن میں سے جس چیز کو چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ بلکہ تصور یہ ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں قوانین قدرت کی پابند ہیں۔ انسان اُن قوانین کا جتنا علم حاصل کرتا جائے گا اُتنا ہی متعلقہ چیزیں اُس کی قدرت و اختیار میں داخل ہوتی جائیں گی۔ لہٰذا مسلم و غیر مسلم کی کوئی شرط نہیں۔ متقی اور فاسق کی پابندی نہیں بات سب کے لئے ہوئی ہے۔ یعنی قانون بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو معلوم ہو یا نہ ہو قانون بہر حال موجود ہے۔ یہ سب کچھ سامنے رکھ کر اِسی پرویز کا لکھا ہوا ایک اور مقام دیکھیں اور سوچیں کہ اللہ نے کیا کچھ فرمایا تھا اور کیوں فرمایا تھا؟ اور پرویز شیطان کے شاہکار کے چنگل میں پھنسنے سے پہلے اس پر ایمان لایا تھا لیکن ابلیس کے ہاتھ لگ جانے کے بعد وہ کہاں سے کہاں پہنچا؟ ذرا اطمینان اور صبر سے سُنئے:

(35) اللہ کے نمائندوں کی قدرت و اختیارات و شناخت۔ لکھا ہے کہ:

”غور فرمایئے کہ یورپ کے سائنسدان ایک عمر کی کدو کاوش کے بعد ہنوز اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مریخ والوں سے سلسلۂ گفت و شنید قائم کر لینا امکانات میں سے ہے۔ لیکن قرآن کریم آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر اعلان فرما رہا ہے کہ مریخ والوں سے باتیں کرنا تو ایک طرف تمام اجرام فلکی، شموس و اقمار انسان کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ جب ہی تو روح ارضی نے آدمؑ کا استقبال کرتے ہوئے یہ زمزمۂ تہنیت و تبریک پیش کیا تھا کہ۔

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں ۔ یہ گُنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں ۔ تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ
خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں ۔ آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں ۔ جنت تیری پنہاں ہے تیرے خون جگر میں
اَے پیکرِ گِل، کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

صرف دریا اور پہاڑ اور سورج اور چاند ہی نہیں بلکہ ارض و سماوات میں جو جو کچھ ہے سب انسانؑ کے تابع فرمان ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَکُمُ الۡبَحۡرَ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ فِیۡهِ بِاَمۡرِهٖ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ O وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ O (13-12/45)

۔”اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ اُس میں جہاز اُس کے حکم سے چلتے جائیں۔ اور اس طرح تم رزق کی تلاش کرو اور یوں اُس کے سپاس گزار بندے بنو۔ اور ارض و سما میں جو کچھ ہے اُس نے سب تمھارے لئے مُسخر کر دیا۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے بڑے معجزات ہیں۔“ (اب عنوان کے ساتھ لکھا ہے کہ)

ظاہر و باطن کی نعمتیں :اس سے بھی بلکہ دو قدم آگے۔ظاہر و باطن کی تمام نعمتیں اَنفس و آفاق کی تمام قوتیں اُس کے زیرِ حلقۂ کمند ہیں:

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمۡ مَّافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَسۡبَغَ عَلَيۡكُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ..(31/20)

۔’’کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ زمین و آسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ نے تمھارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ظاہر و باطن کی تمام نعمتیں تم پر مکمل کر دی ہیں۔‘‘

غور فرمایئے! ممکنات انسانی کی یہ حدود فراموش وسعتیں کسی کے حیطۂ تصور میں بھی آ سکتی تھیں؟ یہ تھا ناموسِ ازل کا اَمین، کائنات کا فرمانروا آدمؑ جو پیکر آب و گل کی صورت میں ملائکہ کے سامنے آیا اور اُن کا مسجود قرار پایا۔‘‘(معارف القرآن جلد دوم صفحہ 59۔60)

چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ:

۔’’یہ ہے وہ ضابطۂ حیاتِ انسانی جو انسانیت کی نشوو ارتقاء کے ساتھ ساتھ حضرات انبیائے کرامؑ کی وساطت سے ملتا رہا اور بالآخر حضور خاتم النبین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے عہد سعادت مہد میں کامل و مکمل ہو کر قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا گیا اور یوں تکمیل دین اور اتمام نعمت ہو گیا۔

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا(5/3)

۔’’آج میں نے تمھارا دین تمھارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دیا اور تمہارے الاسلام کو بطور دین (ضابطہ حیات) پسند کر کے (دے دیا)۔‘‘

’’مرد مومن اور حکیم افرنگ ‘‘ یہ ہے وہ مقام جہاں ایک مرد مومن، حکیم افرنگ سے آسمانوں دور ہوتا ہے۔مغرب کا مادہ پرست، تسخیر ارض و سماوات کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اور اس متاعِ گراں بہا کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتا ہے جس کا نتیجہ جزُ’’ يَسۡفِكُ الدِّمَآءَ وَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ‘‘ نبود ۔وہی آگ کی چنگاریاں اور خون کے چھینٹے، جنہیں فرشتوں کی نگاہوں نے خمیرِ آدمؑ میں بھانپا تھا۔اور جن کی وجہ سے خدا کی یہ وسیع و عریض زمین عدم اطمینان اور فقدان سکون کا جہنم بن رہی ہے۔لیکن ایک مرد مومن ارض و سماوات کی اس متاع عظیم کو اپنی ملکیت نہیں سمجھتا بلکہ خدا کی طرف سے دی ہوئی امانت سمجھتا ہے۔ جسے وہ مالک (خدائے کائنات) کے احکام کے مطابق صرف کرتا ہے وہ اس میں اپنی (مرضی کے مطابق) تصرف کبھی جائز خیال نہیں کرتا (سَخَّرَ لَكُمۡ) اور اپنی مرضی کو رضائے الٰہی کے تابع رکھتا ہے۔اور ساری کائنات کا حاکم ہونے کے باوجود اُس کا ایک محکوم رہتا ہے۔ارض و سماوات اُس کے سامنے جھکتے ہیں۔اور یہ خدائے ارض و سماوات کے سامنے جھکتا ہے۔‘‘(ایضاً جلد 2 صفحہ 60۔61)

بس اس شخص کے قلم سے واضح ہو گیا کہ ساری کائنات اور کائنات کی تمام موجودات و مخلوقات اللہ کے نمائندوں کے قبضۂ قدرت میں دے دی گئی ہیں۔وہ چاہیں تو انہیں جس طرح بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر رضائے خداوندی کو ہر حال میں ملحوظ رکھتے ہیں اور کبھی خدا کی مرضی کے خلاف اور اپنی خوشی کے لئے استعمال نہیں کرتے۔اور محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے لئے کائنات مسخر کی گئی ہے۔اگر لوگوں نے بغاوت نہ کی ہوتی تو انہیں بھی کائنات پر حسبِ حیثیت قدرت ملی ہوتی اور جنہوں نے اُنہیں اُن کا صحیح مقام دیا وہ دنیا میں صاحبان کرامات مانے گئے اُن سے معجزات کا ظہور لوگوں نے دیکھا اور آج تک اُن کے مزاروں سے اکتساب فیض کیا جا رہا ہے۔وہ اگر چاہتے تو اپنے دشمنوں کو قوم عاد و ثمود کی طرح ایک اشارے سے تباہ و برباد کر سکتے تھے لیکن وہ تو خود مشیت اللہ اور ارادۃ اللہ تھے وہ جانتے تھے کہ اللہ نے قریش کی اتمام حجت کی ہے انہیں یہ کہہ کر موقع دیا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَOثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَO (10/13-14)

مودودی ترجمہ:۔''اَے لوگوتم سے پہلی قوموں کو(جواپنے اپنے زمانے میں برسرعروج تھیں)ہم نے ہلاک کردیا جب اُنہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اوراُن کے رسوؐل اُن کے پاس کُھلی کُھلی نشانیاں لے کرآئے اوراُنہوں نے ایمان لاکرہی نہ دیا۔اس طرح ہم مجرموں کواُن کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں اب اُن کے بعد ہم نے تم کوزمین میں اُن کی جگہ(خلافت۔احسن)دی ہے۔تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 270-271)

مودودی تشریحات :۔''16 اصل میں لفظ۔''قَــرَن ۔''استعمال ہوا ہے۔جس سے مرادعام طور پرتوعربی زبان میں۔ایک''عہد کے لوگ'' ہوتے ہیں۔لیکن قرآن مجید میں جس انداز سے مختلف مواقع پراس لفظ کواستعمال کیا گیا ہے۔اس سے ایسامحسوس ہوتا ہے کہ۔''قَـرَن ۔'' سے مراد وہ قوم ہے جواپنے دور میں برسرعروج اورکُلّی یاجُزئی طور پرامامتِ عالم پرسرفراز رہی ہو۔ایسی قوم کی ہلاکت لازماً یہی معنی نہیں رکھتی کہ اُس کی نسل کوبالکل غارت ہی کردیا جائے بلکہ اس کا مقام عروج وامامت سے گرادیا جانا' اُس کی تہذیب وتمدن کا تباہ ہوجانا اُس کے تشخص کامِٹ جانااوراُس کے اجزاء کا پارہ پارہ ہوکردوسری قوموں میں گم ہوجانا یہ بھی ہلاکت ہی کی ایک صورت ہے۔''

دوسری تشریح 18 ۔''خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہورہا ہے۔اوراُن سے کہا یہ جارہا ہے کہ پچھلی قوموں کواپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔مگراُنہوں نے آخرکارظلم وبغاوت کی روش اختیار کی اور جوانبیاءؑ اُن کوراہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اُن کی بات اُنہوں نے نہ مانی اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اورمیدان سے ہٹادی گئیں۔اب اَے اہل عرب تمھاری باری آئی ہے۔تمھیں اُن کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔تم اُس امتحان گاہ میں کھڑے ہوجس سے تمھارے پیشرو ناکام ہوکرنکالے جاچکے ہیں۔ اگرتم نہیں چاہتے کہ تمھاراانجام بھی وہی ہوجواُن کا ہواتواس موقع سے' جوتمھیں دیا جارہا ہے' صحیح فائدہ اُٹھاؤ۔پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اوراُن غلطیوں کا اعادہ نہ کروجواُن کی تباہی کی موجب ہوئیں۔''(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 271)

قارئین نے دیکھا کہ اللہ نے قریش اورعرب کوموقع دیا تھا کہ وہ اپنے تصورات کے مطابق خلافت الٰہیہ کو چلاکردکھائیں اورعلیؑ کی شخصی وخاندانی و موروثی حکومت سے بہتر تو کیا اُس کے برابر ہی نتائج نکال کردکھائیں۔اس میں علیؑ اور محمدؐ اوراُن کی اولا دواحباب نے ثلاثہ اینڈ کمپنی کونہ صرف نظر انداز کردیا بلکہ اُن کے ساتھ نیکیوں اورعدل میں پوراپورا تعاون بھی کیالیکن نتیجہ کیا ہوا؟ وہ تمام تصورات جوذاتی یا قومی' انفرادی یا اجتماعی طور پرقومی و مشاورتی حکومت کا تقاضا کرتے تھے پِٹ گئے۔مسلمانوں کی کثرت نے بغاوت کی اور کمپنی والے اسلام کوخیرباد کہا'قتل ہوئے ایک سال تک ملک میں اوربیس سال تک دنیا بھرمیں قتل وغارت' لوٹ مارعصمت دری اورفساد کا ہنگامہ رہا(2/205)اورآخراُس خلافت کا جنازہ بے گوروکفن پڑا سڑتا رہا۔یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ پرویز نے اس کتاب شاہکار میں بے ایمانیوں بددیانتی،غداریوں اورخیانتوں کے انبار لگادیئے ہیں۔ لیکن عمرکے حق میں اُن میں سے کوئی ایک بات بھی نہ لکھ سکے جوابھی ابھی حضرت آدمؑ کے متعلق آیات (2/30-31 اور 13-12/45)کے سلسلے میں (معارف جلد2 صفحہ 59 تا 61)پرلکھا ہے۔اوراس باب 8 میں عمرکی بے بسی وبے کسی اورحوادث وآفات زمانہ کے ہاتھوں ذلت و خواری کی تفصیل لکھی ہے۔مثلاً یہ جملہ سُنیے :

پرویز اور قریش کی غمیں ذلت وخواری پر ختم ہوئیں۔

جیوشِ اسلامیہ کو فتوحات پر فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔ علاقوں پر علاقے مملکت خداوندی کے جُزو بنتے جا رہے تھے۔ سلطنتوں کی سلطنتیں بارگاہ خلافت میں باجگزاری کے لئے حاضر ہو رہی تھیں۔ دولت وثروت ابرنیساں کی طرح برس رہی تھی۔ فراست وتدبرِ فاروقی نے ساری مملکت کو شادابیوں اور کامرانیوں کی جنت بنا دیا تھا۔ کہ اتنے میں مملکت کو دو ایسے ہولناک حوادثِ سماوی نے گھیر لیا۔ جن کا سد باب کسی کے بس میں نہیں تھا۔ یہ تھا شام کے علاقہ کا طاعون اور عرب کا قحط۔'' (شاہکار صفحہ 253 باب 8)

اس کے بعد پرویز نے آیت (13/45) لکھی اور مذکورہ بالا ترجمہ کیا اور لکھا کہ:

عمر اینڈ کمپنی قوانین فطرت سے کورے جاہل وبےبس۔

''اِن ارشادات خداوندی سے واضح ہے کہ حوادث ارضی وسماوی میں سے کوئی حادثہ بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس کا سد باب انسان کے بس کی بات نہ ہو۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ان حوادث کا سد باب تو قوانین فطرت کے علم کی رُو سے ہوسکے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قوانین فطرت کے متعلق جس قدر انسان کا علم ہوگا اُسی قدر وہ ان حوادث پر قابو پالینے کے قابل ہوسکے گا۔ آج سے چودہ سو سال تو ایک طرف پچاس سال پہلے بھی حالت یہ تھی کہ ہیضہ، طاعون، انفلوئنزا جیسے وبائی امراض جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے تھے۔ لاکھوں جانیں ضائع کر کے رکھ دیتے تھے اور انسان بے چارہ بیکس وبےبس کھڑا اُن کا مُنہ تکتا رہ جاتا اور اُن کے اِنسداد کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔'' (شاہکار صفحہ 254)

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ عمر قرآن مجید سے یا بقول پرویز، ضابطۂ حیات سے سو فیصد جاہل تھا۔ اور یہ کہ ہرگز اللہ کی طرف سے خلافت الٰہیہ کا سربراہ یا خلیفہ نہ تھا۔ ورنہ اُسے تسخیر کائنات پر اتنا دخل تو ہوتا جتنا خود پرویز نے معارف القرآن (جلد 2 صفحہ 59 تا 61) میں لکھا ہے۔ واقعات وحالات و پرویزی بیانات کی رُو سے بھی، کائنات کا تو کہاں، عمر تو ساری دنیا کا بھی حکمران نہ تھا۔

(36) قرآن کو اصولی کتاب کہہ کر شریعت سازی کے لئے آڑ بنانا ختم ہو جانا چاہئے قرآن مفصل ومکمل کتاب ہے۔

نویں باب میں پرویز عمر کا سیاسی نظام، قانون سازی اور مشاورت کے تمام ابلیسی ہتھکنڈے پیش کریں گے چنانچہ پھر اپنے رٹے ہوئے مفروضوں کو بُنیاد بنانے کیلئے دُہراتے ہوئے چلے ہیں مگر اس دفعہ اُنہیں اپنے قاریوں کے بور ہو جانے کا خیال آیا ہے لہٰذا بطور پیش بندی شرما کر لکھا ہے کہ:

غلط مفروضوں کو بار بار دُہراتے ہوئے شرم آگئی ہے۔

۔''اِن امور کی تفصیل تیسرے اور ساتویں باب میں گزر چکی ہے۔ لیکن اس مقام پر اُس کا دُہرانا اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس کے بغیر عہد فاروقی کا سیاسی نظام جو اس کتاب شاہکار کا عمودی موضوع ہے اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکے گا۔ اس تکرار کے لئے میں قارئین کے حُسنِ ذوق سے معذرت خواہ ہوں۔'' (صفحہ 263)

قرآن کے نامکمل ہونے کی تہمت: اُس بکواس پر معذرت کے بعد پرویز کا عمودی کفر بھی ملاحظہ کرلیں لکھتے ہیں کہ:

''**اصول وجُزئیات کی پوزیشن** ۔''لیکن قرآن کریم کی صورت یہ ہے کہ اس میں چند ایک احکام تو بالتصریح دیئے گئے ہیں لیکن باقی تمام ہدایات بطور اصول دی گئی ہیں۔2۔ اُس نے اُن کی جُزئیات کو خود متعین نہیں کیا۔3۔ ایسی کتاب کو جس نے تمام نوع انسان کے لئے قیامت تک مکمل اور غیر متبدل ضابطۂ حیات بننا تھا ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا کہ۔ 4 ۔اُس کے اصول واقدار تو ہمیشہ غیر متبدل رہیں لیکن اُن کے اصولوں کی

روشنی میں جزئی احکام ہر زمانے کے تقاضوں اور اُمت کے احوال وظروف کے مطابق مرتب ہوتے اور بدلتے رہیں۔5۔اس سلسلے میں واضح طور پر کہہ دیا کہ۔6۔جن احکام کو ہم نے صرف اصولی طور پر دیا ہے اور اُن کی جزئیات خود مرتب کر کے نہیں دیں۔اس سے یہ نہ سمجھنا کہ خدا کو ایسا کرنا چاہیے تھا لیکن یہ اُس سے سہواًرہ گیا ہے۔7۔سورۂ مائدہ میں ہے کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَسۡـئَلُوۡا عَنۡ اَشۡيَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَـكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ‌ وَاِنۡ تَسۡـئَلُوۡا عَنۡهَا حِيۡنَ يُنَزَّلُ الۡـقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَـكُمۡ۔(5/101)

8۔''اے جماعت مومنین جن امور کے متعلق کتاب اللہ خاموش ہے اُن کے متعلق خواہ مخواہ سوالات نہ کیا کرو ابھی وحی کا سلسلہ جاری ہے۔

9۔اگر تمہارے سوالات کے جواب میں وحی کے ذریعہ مزید احکام دے دیئے گئے تو اُن کا نباھنا تمہارے لئے دشوار ہو جائے گا۔10۔سوتم بیٹھے بٹھائے اپنے اُوپر مزید پابندیاں عائد کرانے کا موجب کیوں بنتے ہو؟۔11۔قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِيۡنَ (5/102)۔''اس سے پہلے ایک قوم (بنی اسرائیل) ایسی حماقت کر چکی ہے۔اُس نے خواہ مخواہ اپنے اوپر قسم قسم کی پابندیاں عائد کر کے زندگی کو ناقابل برداشت زنجیروں میں جکڑ لیا اور جب اُنہیں نباہ نہ سکے تو دین ہی سے برگشتہ ہو گئے۔12۔تم ایسا نہ کرنا۔جن امور کے متعلق وحی خاموش ہے۔یہ نہیں کہ ہم اُن کے متعلق ہدایات دینا بھول گئے ہیں۔ایسا دانستہ کیا گیا ہے۔''(شاہکار صفحہ 265)

(36۔ب) قرآنی اصول سے جزئیات تیار کرنے کی ضرورت تو اُسی وقت پیش آئے گی جب کہ قرآن مفصل ومکمل کتاب ثابت نہ ہو۔

یہ اقرار کر کے آگے بڑھنا ہوگا کہ پرویز کا مندرجہ بالا بیان (یعنی 12 جملے) اگر صحیح ہو تو کسی کی مجال نہیں کہ وہ جزئیات مرتب کرنے کا انکار کر سکے۔بہرحال یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ خود پرویز کے قلم سے اس بیان کو شیطانی بکواس ثابت کر کے پرویز کے باطل انبار میں شامل کر دیں۔لیکن اس سے بھی پہلے اللہ کا ایک اور قانون نوٹ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی مجرم جرم کرتا ہے تو اُس سے کم از کم ایک کلیدی غلطی سرزد ہوتی ہے جس کو صرف وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جو تفتیش کے قانون پر مطلع ہوں۔اور وہ لوگ جرم کا پتہ لگانے کے لئے صرف اُسی غلطی کا کھوج لگاتے ہیں۔اور جرم کی تمام تفصیلات مرتب کر لیتے ہیں چنانچہ اس مجرم نے بھی وہ کلیدی غلطی کی ہے یعنی اُس نے قریش کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کا حکمران بنانے کے لئے، رسول سے حقِ حکومت چھین کر واپس اللہ کو حکومت کا حق دے دیا ہے اور تاثر دیا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کی کتاب، قرآن کے مطابق احکام وفیصلے نافذ کرنے لگے وہی اللہ کی طرف سے حکمران ہو جاتا ہے۔پرویز کا بیان سُنیئے:

۔''خدا کا یہ حقِ حکومت اُس طرح خالصتاً اُسی کیلئے مختص ہے کہ وہ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کرتا لَا يُشۡرِكُ فِىۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا (18/26) لیکن خدا تو ہمارے سامنے محسوس شکل میں نہیں آتا۔اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس کی اطاعت محکومیت کس طرح اختیار کی جائے؟ اس کا جواب اُس نے خود ہی یہ کہہ کر دے دیا ہے کہ اس کی اطاعت اس کے عطا کردہ ضابطۂ قوانین (کتاب اللہ) کی رو سے کی جائے۔سورۃ الانعام میں ہے: اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡـكِتٰبَ مُفَصَّلًا (6/114)

۔''(اے رسول ان سے کہو) کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنا حاکم قرار دے لوں، حالانکہ اُس نے تمہاری طرف وہ کتاب نازل کر دی ہے جو ہر بات کو نکھار کر بیان کرتی ہے۔''(شاہکار صفحہ 262)

پرویز کی وہ کلیدی غلطی یہ ہے کہ اُس نے اپنے باطل مشن کی بنیاد اُس آیت پر رکھدی ہے جو اُس کی باطل عمارت کو بلند ہی نہ ہونے دے گی۔اور وہ مطمئن اس لئے تھا کہ اُسے شبہ تک نہ ہوا کہ ابلیس کے شاہکار کا جواب ہمیں لکھنا پڑے گا۔چنانچہ جس انداز سے شاہکار تیار کیا گیا اور جن بنیادوں پر

اس کی تعمیر کی گئی وہ ہمارے سوا تمام سُنی وشیعہ علما کے نزدیک لا جواب ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ نہ اس کا جواب (آج تک) لکھا جاسکا اور نہ لکھا جائے گا۔ بہر حال ہمارا طریقہ ملاحظہ ہو:

شیطانی پکڑ سے پہلے پرویز کا پہلا ترجمہ؟

۔''(اے پیغمبرؐ اِن لوگوں سے پوچھو کیا) (تم یہ چاہتے ہو کہ) میں معاملات کے فیصلے کے لئے خدا کے سوا کوئی دوسرا حَــکَــمْ ڈھونڈوں؟ حالانکہ وہی ہے جس نے تم پر اَلْکِتَابُ نازل کردی جو تفصیل کے ساتھ سب کچھ بیان کرنے والی ہے۔'' (معارف القرآن جلد 2 صفحہ 144)

آپ نے دیکھا کہ آیت وہی ہے (6/114) مگر شیطان کی گرفت میں آنے سے پہلے پہلے قرآن کریم سب کچھ بیان کرنے والی ایک مفصل کتاب تھی۔

شیطانی گرفت سے پہلے پرویز کا دوسرا ترجمہ؟ ''کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حَـکَـمْ تلاش کروں؟ حالانکہ (اللہ وہ ہے) جس نے تمھاری طرف مَفَصَّل کتاب نازل کی ہے۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 648)

قارئین نوٹ کریں کہ اس آیت (6/114) کا ترجمہ کرنے کے بعد پرویز نے دوسری جلد کے باقی 304 صفحات لکھے پھر تیسری جلد کے 696 صفحات لکھے پھر چوتھی جلد کے 648 ویں صفحہ تک قرآن کو مفصل کتاب مانتے رہے۔ لیکن جیسے ہی شیطان نے اُنہیں اپنے شاہکار کے لئے جمہورا بنایا پرویز کی کایا ہی پلٹ گئی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ شاہکار کے سلسلے میں گمراہ ہوگئے۔ گمراہ تو وہ ماشاءاللہ پیدائشی تھے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر اُنہوں نے شرم وحیا، ایمان ودیانت وشرافت کو بھی داؤ پر لگا دیا اور شاہکار میں رنگ بھرنے کے لئے برہنہ ہوگئے۔ چنانچہ اسی آیت کا ترجمہ اُن کے مفہوم القرآن سے بھی دیکھتے چلیں:۔ لکھتے ہیں کہ:

پرویز مفہوم القرآن تک پہنچتے پہنچتے شیطان کے نائب بن چکے تھے۔

۔''اِن سے پوچھو کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون کے مطابق تمہارے معاملات کے فیصلے کرنے لگ جاؤں حالانکہ اُس نے تمہاری طرف ایک واضح اور نکھرا ہوا ضابطہ قوانین بھیج دیا ہے۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 317)

(36۔ج) پرویز کی ایک ناکامی ایک چوری اور ایک فریب کاری دیکھ کر قرآن کے متعلق قرآن کے بیانات دیکھیں گے؟

ناکامی تو یہ ہے کہ اُنہوں نے شاہکار بنانے کے وقت تک قرآن کے لفظ ''مُـفَـصَّلْ'' کو قطعًا اور ہر نئی کتاب میں بدل دیا تھا تاکہ وہ قرآن کو ایک اصولی کتاب بنا کر اطمینان سے شریعت سازی کریں اور کوئی معترض نہ ہو۔ لیکن ہم نے اُن کا یہ راستہ بند کر دیا اور اُن کے دو ترجموں سے اُن کو غلط کار ثابت کر دیا۔ اور قرآن کو ایک اصولی ضابطہ قانون کی جگہ ایک مفصل کتاب کی صورت میں پیش کر دیا۔ چوری اُن کی یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے نئے پُرانے ترجموں میں قارئین کو اس کی ہوا تک بھی لگنے نہیں دی کہ آیت زیر گفتگو (6/114) میں پرویز کے وہ صحابہ مخاطب ہیں جن کو وہ جنتی کہتے ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ قرار دیتے ہیں حالانکہ یہاں اس آیت میں وہ اللہ کی جگہ طاغوت کو حکم بنانا چاہتے ہیں اور وہ بھی پرویز کی طرح قرآن کو مفصل نہیں مانتے ہیں اور پرویز کی فریب کاری یہ ہے کہ اُنہوں نے عربی زبان کے مصدروں اور مادوں اور اُن سے متعلق قواعد اور فوائد لغات القرآن میں لکھے (جلد اول صفحہ 13 تا 18) اس کے باوجود اُنہوں نے لفظ۔''مُفَصَّل۔ تَفْصِیلُ اور فَصَّلْنَا۔'' کے حقیقی معنی بتانے کے باوجود اپنے باطل مقصد اور عقیدے کے ماتحت معنی کو مشکوک کرنے اور بدلنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کا چالاک اور فریب کارانہ بیان سُنیے:

۔’’قرآن کریم کے متعلق تَفْصِيْلَ الْكِتَابِ (10/37) نیز اَلْکِتٰبَ مُفَصَّلًا (6/114) کہا گیا ہے۔عام طور پرتفصیل کے معنی (Details) لئے جاتے ہیں اور مفصل کے معنی (Detailed)۔اس لئے جب قرآن کریم کو مُفَصَّلٌ کہا جاتا ہے تو اس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ ۔’’اس میں تمام باتوں کی تفاصیل (Details) دی ہوئی ہیں۔لیکن تَفْصِيْلٌ کے معنی ۔’’وضاحت۔‘‘ ہیں اور مُفَصَّلٌ کے معنی واضح ۔یعنی جس میں ہر بات نکھار کر اور الگ الگ کر کے (Distinctly) بیان کی گئی ہو۔قرآن کریم ایک واضح کتاب ہے جس کے مطلب میں کوئی ابہام (Confusion) نہیں۔لیکن قرآن میں تمام امور کی تفاصیل (Details) نہیں دی ہوئیں۔اُس نے اصولی قوانین بیان کئے ہیں جو ہمیشہ کے لئے غیر متبدل ہیں۔ان اصولی قوانین کی تفاصیل و جزئیات قرآنی نظام کو قائم کرنے والی جماعت اپنے اپنے دور کے تقاضوں باہمی مشورے سے خود طے کرے گی۔ان تفاصیل میں زمانہ کے تغیرات کے ساتھ ساتھ مناسب ردّ و بدل ہوتا رہے گا۔‘‘(لغات القرآن جلد 3 صفحہ 1286)

یعنی پرویز نے لُغت کو بھی عقائد و تصورات کی کتاب بنا دیا۔تا کہ ایک سادہ دل سیدھا سادہ آدمی لفظ ’’تَفْصِيْلٌ ‘‘ کے معنی۔’’وضاحت‘‘ اور ’’مُفَصّل ‘‘ کے معنی خاموشی سے۔’’واضح۔‘‘ کرتا رہے۔لیکن آپ یہ سمجھ لیں کہ قرآن میں لفظ ’’واضح۔‘‘ اور ۔’’وضاحت۔‘‘ استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ اس مادہ۔’’و۔ض۔ح۔‘‘ سے بننے والا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے۔یہ بھی قرآن کا ایک ویسا ہی مردود لفظ ہے جیسا کہ ’’نظام‘‘ ’’قانون‘‘ ’’مرکز‘‘ مردود الفاظ ہیں اور جو پرویز کو بہت ہی پسند ہیں۔یہ تھی پرویز کی فریب کاری کہ اُس نے لُغت کی کتاب میں بھی اپنے باطل عقائد گھسا دیئے اور وہ کچھ لکھ دیا جس کے لئے اُن کے پاس قرآن سے کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہم ابھی ابھی اپنے عقائد اور بیانات کے ہر پہلو پر قرآن کی آیات پیش کرنے والے ہیں۔

(36۔د) اللہ کے علاوہ حَکَمٌ مانگنے والے لوگ پرویز کے صحابہ تھے۔

آیت (6/114) مع مودودی کے ترجمہ اور تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَO (انعام 6/114)

مودودی ترجمہ: ۔’’پھر جب حال یہ ہے تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ اُس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمھاری طرف کتاب نازل کر دی ہے۔اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمھارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 574-575)

مودودی کی تشریح: ۔’’81 اِس فقرے میں متکلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خطاب مسلمانوں سے ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے اپنی کتاب میں صاف صاف یہ تمام حقیقتیں بیان کر دی ہیں اور یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فوق الفطری مداخلت کے بغیر حق پرستوں کو فطری طریقوں ہی سے غلبہ حق کی جدّ و جہد کرنی ہوگی۔تو کیا اب اللہ کے سوا کوئی اور ایسا صاحب امر تلاش کروں جو اللہ کے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے اور ایسا کوئی معجزہ بھیجے جس سے یہ لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں؟۔‘‘(ایضاً صفحہ 575)

مودودی کیا سمجھے اور بات کیا ہو رہی تھی؟ اس سے قطع نظر کر کے فوراً دیکھنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آیت میں پرویز کے صحابہ مخاطب ہیں، اور وہ ایسے صحابہ ہیں کہ قرآن کے مُفصل ہونے کے باوجود مطمئن نہیں ہیں۔اُنہیں اللہ کے فیصلے پر بھی ایک اور ثالث یعنی حَکَم درکار ہے جس کے

۔''ہاں یا نہ۔'' کہنے پر اُن صحابہ کا اطمینان ہوتا ہے۔یعنی وہ صحابہ قرآن کے بیانات پر اور رسوؐل کی تشریحات پر آنکھ بند کر کے مطمئن نہیں ہوجاتے۔ بلکہ اُنہیں ایک ایسا شخص بطور ثالث درکار رہے جس کی تفہیم اور مفہوم میں غلطی کا امکان نہ رہے۔اور وہ آنکھ بند کر کے اُس کے بیان کردہ مفہوم پر عمل پیرا ہوجائیں۔اس آیت کے باقی مطالب کو فی الحال وک کر اُن صحابہ کا اطمینان بخش حَــکَــمْ پہلے دیکھ لیں پھر اس آیت (6/114) کی طرف لوٹیں گے۔

پرویز کے شاہکار اینڈ کمپنی کا حَکَمْ :

اَلَمْ تَـرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلاً بَعِیْدًاO (نسا 4/60)

پرویزی مفہوم: ''اُن لوگوں کی حالت قابل غور ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ قرآن پر اور کُتب سابقہ پر ایمان رکھتے ہیں۔لیکن چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کے فیصلے انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی رُو سے کرائیں۔حالانکہ اُن سے کہہ دیا گیا تھا کہ قرآن پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ غیر خدائی قانون سے انکار کردیا جائے۔ان کی یہ روش اس لئے ہے کہ یہ قانون خداوندی کی اتباع کے بجائے اپنے مفاد پرستانہ جذبات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ چیز انہیں راہ راست سے بھٹکا کر کہیں کا کہیں لے جاتی ہے۔''(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 197۔198)

پرویز کو بُرا لگا اُسی طرح جس طرح ہمیں بُرا لگتا ہے مگر ہم تہمتیں نہیں لگاتے ہیں:

قرآن میں یعنی اس آیت (4/60) میں یہ نہیں ہے کہ وہ صحابہ صرف اپنے معاملات کے فیصلے طاغوت سے کرانا چاہتے تھے۔اور نہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کے خود ساختہ قوانین کو ترجیح دیتے تھے۔لہٰذا یہ دونوں باتیں قرآن کے بیان کے خلاف اُن صحابہ پر تہمتیں ہیں۔تاکہ قاری ناک چڑھا لے اور حقیقت حال پر غور نہ کرے۔یادرکھو کہ وہ صحابہ پرویزی مسلک رکھتے ہیں۔اُن کا قرآن پر اور سابقہ تمام کتابوں پر ایمان ہے وہ قرآن ہی کی رُو سے اپنا اور پوری اُمت کا معاملہ آپس میں مشورہ سے طے کرنا چاہتے ہیں۔یعنی اَمْـرُهُـمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (42/38) یعنی اُن کا حَکَمْ آپس کا مشورہ ہے بتایئے اس میں کیا خرابی ہے؟ پھر اُنہیں معلوم ہے کہ اُن کو صحیح ترین اور بے لاگ و بے لوث مشورہ دینے والا ایک شخص موجود ہے۔وہ اُسے حَـکَـمْ بنانا چاہتے ہیں۔اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟ اُنہوں نے نہ آیت میں کہا نہ اُن کا ارادہ ہے کہ آیت کے یا قرآن کے خلاف خود ساختہ قانون پر عمل کریں گے۔وہ تو بالکل پرویزی اسکیم کے مطابق آیات سے اس طرح استفادہ کرنا چاہتے ہیں کہ تقاضائے وقت وحالات سو فیصد موزوں رہیں۔اور فیصلہ کسی کے حق میں نامناسب نہ ہو۔وہ اس کے قائل لوگ نہیں کہ آیت سُنی' رسوؐل کا بیان کردہ مطلب سُنا اور فٹافٹ عمل کرلیا۔ وہ جانتے ہیں کہ رسوؐل بشری جذبات ومیلانات ومحدود تجربے سے متاثر ہوسکتا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ مومنین میں وہ لوگ موجود ہیں جو جنتی ہیں۔ اللہ اُن سے راضی ہے وہ ایسا کام کر ہی نہیں سکتے جو خدا کو ناپسند ہو۔وہ اُن مومنین سے بھی مشورہ کریں گے۔وہ شاہکار رسالت سے بھی ملیں گے۔ ہر طرح اطمینان کے بعد عملدرآمد کریں گے۔رہ گیا کہیں کہیں اور کبھی کبھی اللہ ورسوؐل کا سخت لب ولہجہ تو وہ آزمائش کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔وہ مومنین کی پُرخلوص جدّ وجہد پر حقیقی صورت میں خفا نہیں ہوسکتے۔وہ جانتے ہیں کہ گمراہی کی کیا کیا اور کون کون سی صورتیں ہیں۔مشورہ کرنا غور وفکر و تدبر کرنا' صبر وضبط وتحمل سے نتائج پر پہنچنا تو مستقل اقدار ہیں۔پُرخلوص، نیک نیت اور راست روی کی حالت میں غلطی بھی ہوجائے تو شمار نہ ہوگی۔ لہٰذا اُن صحابہ پر پرویز کا غصہ کرنا اگر صحیح ہے تو ہمارا پرویز پر ناراض ہونا ہزار بار صحیح ہے۔مومنین کا عملدرآمد احکامات خدا ورسوؐل اور قرآن پر ہونا

چاہیے نہ کہ آپس کے مشورے کو خدا اور رسُول وقرآن کی جگہ دے دی جائے۔ ساری اُمت کا مع شاہکار و بدکار مل کر اجتماعی مشورے کے بعد کسی بات پر متفق ہو جانا باطل ہے اگر رسُول متفق نہ ہو۔ بہر حال ان دونوں آیات (114/6 اور 60/4) میں پرویز کے پورے مشن کا بطلان ہے۔ اُن خبیث صحابہ (179/3) کو اللہ کے فرمانے کے بعد قرآن کو مفصل کتاب ماننا لازم تھا۔ انہیں رسُول اور قرآن کی موجودگی میں نہ کسی حکم کی ضرورت ہونی چاہیے نہ جُزئیات کی احتیاج رہنا چاہیے، اُن کو سوچنا چاہئے کہ مفصل کتاب اُن کی طرف بھیجی گئی ہے اُنہیں دی نہیں گئی ہے۔

وہ عام مومنین سے الگ حضرات ہیں وہ تو وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں قرآن آیات بینات کی طرح لکھا ہوا موجود ہے جن کو روزِ اوّل سے **الْعِلْم** پورا علم عطا کیا ہوا ہے۔ یہود و نصاریٰ جیسا نہیں نہ ہی پھٹیچر صحابہ (49-48/29) جیسا۔

(36-ہ) کتابِ مُبین قرآن ہی کا نام ہے۔ قرآن اور صاحبِ قرآن کی ہمہ گیری کے منکر قریشی مسلمان اُسے نوشتۂ فطرت وغیرہ کا نام دیتے ہیں

قرآن اور صاحبانِ قرآن علیہم السلام کی ہمہ گیری کے منکرین کا مُنہ بند کرنے کے لئے قرآن کی چند آیات پہلے سامنے لانا چاہتے ہیں تا کہ پھر قرآن کی اور قرآن کے معلمین علیہم السلام کی کائناتی پوزیشن میں شک وشبہ نہ رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ:۔

حٰمٓ O وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ O اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ O اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ O (زخرف 5 تا 1/43)

ہمارا ترجمہ: ''ح۔م۔ ہم بیان کرنے والی مُجسّم ومکمل کتاب کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ: ہم نے اُس کو عربی زبان میں قرآن بنادیا ہے۔ تا کہ تم اپنی عقل سے اپنی مادری زبان میں اُس کے احکام سمجھ سکو۔ اور یقیناً وہ عربی قرآن دراصل کتابوں کی بنیاد یعنی لوح محفوظ میں ہمارے یہاں ضرور بالضرور صاحب حکمت علیؑ ہے۔ کیا ہم ہر حد سے تجاوز کر جانے والی تمھاری قوم کی وجہ سے اور اُس کی بدعنوانی کے خیال سے اَلذِّکْرؑ کی بات بھی اُٹھا کر رکھ دیں؟۔''

گو ہمارا ہی ترجمہ الفاظ اور واقعات اور حقائق کی ترجمانی کرتا ہے مگر قارئین مختار ہیں کہ وہ اُسے نظر انداز کر دیں اور مودودی کا ترجمہ پڑھیں۔

مودودی ترجمہ:۔''ح۔م۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی کہ ہم نے اِسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم لوگ اِسے سمجھو۔ اور درحقیقت یہ اُم الکتاب میں ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب۔ اب کیا ہم تم سے بیزار ہو کر یہ درس نصیحت تمھارے ہاں بھیجنا چھوڑ دیں صرف اس لئے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو؟۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 523-524)

مودودی اُم الکتاب سے کیا سمجھے؟۔''2۔''اُمّ اُلکتاب۔'' سے مراد ہے۔''اصل الکتاب۔'' یعنی وہ کتاب جس سے تمام انبیا علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں۔ اس کو سورہ واقعہ میں۔''کِتَابٌ مَکْنُوْنٌ۔'' (پوشیدہ اور محفوظ کتاب) کہا گیا ہے۔ اور سورہ بروج میں اس کے لئے ''لوحِ محفوظ'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یعنی ایسی لوح جس کا لکھا مِٹ نہیں سکتا اور جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے۔ قرآن کے متعلق یہ فرما کر کہ یہ''۔اُم الکتاب۔''میں ہے۔ ایک اہم حقیقت پر متنبہ فرمایا گیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 523-524)

پرویزی مفہوم بھی ہم سے متفق ہے۔

''خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ اس کتاب مبین کے قوانین وحقائق خود اس پر شاہد ہیں کہ ہم نے اِسے کس قدر واضح اور غیر مُبہم قرآن بنایا ہے۔ تا کہ تم عقل وفکر سے کام لے کر اسے سمجھ سکو۔ اس کا سرچشمہ ہمارا وہ علم ہے جو ہر قانون کی اصل و بنیاد ہے۔ وہ بڑا ہی بلند مرتبہ اور مبنی بر

حکمت ہے (ان مخالفین سے پوچھو کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ) تم حدود فراموش اور سرکش واقع ہوئے ہو، اس لئے ہم تم سے ڈر جائیں گے اور اس قرآن کے قوانین کو روک رکھیں گے یا تمہاری خاطر تاریخی یاداشتوں کو تبدیل کردیں گے؟'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1141)

یہ تمام ترجمے اور مفہوم قرآن کریم کو کتاب مبین مانتے ہیں لہٰذا قرآن میں جہاں کہیں لفظ۔'' کتاب مبین۔'' آئے پرویز اور مودودی اینڈ کمپنی کو کتاب مبین سے قرآن سمجھنا ہوگا۔ اس حقیقت کو قرآن سے دوبارہ دیکھیں: ارشاد ہے کہ:

حٰمٓO وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ O اِنَّـآ اَنْـزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ O فِيْهَـا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ O اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ O (سورہ دخان، 5 تا 44/1)

مودودی ترجمہ: '' حٰ ۔مٓ۔ قسم ہے اس کتاب مبین کی کہ ہم نے اُسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات تھی جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔ ہم ایک رسوؐل بھیجنے والے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 559)

پرویزی مفہوم: '' خدائے حمید و مجید کا ارشاد ہے کہ یہ کتاب مبین واضح ضابطۂ حیات اپنی صداقت پر آپ شاہد ہے۔ اس کا آغازِ نزول (رمضان کی) ایک ایسی رات میں ہوا جو ساری دنیا کے لئے صد ہزار برکات و سعادت کا موجب بن گئی۔ یہ ہمارے اُسی پروگرام کے مطابق نازل ہوئی جس کی رُو سے ہم شروع ہی سے انسانوں کو اُن کی غلط روش کے نتائج سے آگاہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں اُن تمام امور کو جو آسمانی حکمت پر مبنی ہیں غلط امور سے الگ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ کتاب ہماری طرف سے بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے۔ ہم شروع سے اس وحی کو دے کر رسوؐلوں کو بھیجتے رہے ہیں۔'' (مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1157)

دوبارہ قرآن سے ثابت ہوا کہ کتاب مبین اللہ کی طرف سے نازل شدہ قرآن کا نام ہے اور یہ دونوں' مودودی اور پرویز متفق ہیں۔

(37) قرآن تمام کائناتی علوم کا ذخیرہ ہے اِس میں پوری کائنات کے تمام مسائل کا جواب، ہر ہر چیز کی تفصیل مثالوں سے واضح کردی گئی ہے۔

اس عنوان میں ہم از سرنو قرآن کی ہمہ گیری پر قرآن کی آیات پیش کریں گے قارئین اللہ کے بیان میں آنے والے الفاظ پر فیصلہ کرتے چلیں

(اول) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ O (نحل 16/89)

'' ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر ہر چیز کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے والی ہے اور حقیقی مسلمانوں کیلئے ہدایت و رحمت و بشارت ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔ اِنَّ اللّٰـه تبارَكَ و تعالٰى اَنْزَلَ فِي الْقُرْاٰن تِبْيَان كُلِّ شیءٍ حَتّٰی وَاللّٰه ماتَرَكَ اللّٰه شيئًا يحتَاجُ اِلَيْهِ الْعِبَادُ حتّٰی لاَ يستطيع عَبْدٌ يَقُوْل لَوْكَان هٰذا اُنْزِلَ فِي القرآن؟ اِلَّا وَقَدْ اُنْزِلَ اللّٰهُ فيه (کافی کتاب فضل العلم)

حدیث میں تصدیق و وضاحت: ۔'' یقیناً اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام چیزوں کا بیان نازل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے کسی ایسی چیز کا بیان کرنا نہیں چھوڑا ہے جس کی بندوں کو احتیاج ہو اور وہ قرآن میں نہ ہو۔ حد یہ ہے کہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی بات کہہ سکے کہ فلاں معاملہ کا بیان قرآن میں ہوتا تو اچھا ہوتا مگر اُس معاملے کا بیان بھی قرآن میں موجود ہے۔''

(دوم) مَاكَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O (12/111)

'' یہ قرآن بناوٹی باتوں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ جتنی کتابیں اس سے پہلے آئی ہیں اُن سب کی تصدیق کرنے والا ہے اور تمام اشیاء کی تفصیل کا حامل ہے

اور حقیقی ایمان رکھنے والی قوم کے لئے ہدایت و رحمت کا مجموعہ ہے۔"

حدیث معصومؑ تصدیق اور وضاحت کرتی ہے۔

قَدۡ وَلَدَنی رسوؐل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم وَاَنَا اَعۡلَمُ کتاب اللّٰہ و فیہ بدءُ الخلق وماھُوَ کائِنٍ اِلٰی یَوم القیامۃ و فیہ خبر السماء وَخبر الارض و خبر الجنۃ وخبر النار وخبرمَا کان وخبرمَاھُوَ کائِنٌ اَعۡلَم ذلک کَمَا اُنظر اِلٰی کَفّی اِنَّ اللّٰہ یقول فیہ تبیان کُلَّ شیءٍ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں اور میں کتاب اللہ کا خوب جاننے والا ہوں۔اس قرآن میں کائنات کی تخلیق کا شروع سے بیان ہے۔اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب مذکور ہے۔قرآن میں آسمانوں کے تمام حالات ہیں' زمینوں کے تمام حالات بیان ہوئے ہیں۔جنت کی تمام اطلاعات ہیں جہنم کے تمام حالات ہیں۔اور اُن واقعات کی اطلاعات ہیں جو گزر چکے اور وہ تمام حالات و واقعات مذکور ہیں جو آئندہ واقع ہونا ہیں۔میں اُن سب کو اُسی طرح اپنے سامنے حاضر دیکھتا ہوں جیسے میری ہتھیلی میرے سامنے ہے۔اور یہ اس لئے بھی کہ اللہ نے قرآن میں خود فرمادیا ہے کہ اُس میں ہر ہر چیز کو وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے۔"

(سوم) وَمَا کَانَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ الۡکِتٰبِ لَارَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O(یونسؑ 10/37)

"یہ قرآن ایسی چیز نہیں ہے جو خدا کے بغیر تیار کیا جاسکے ولیکن یہ تو تمام موجودہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جو الکتاب میں سے اب تک آیا ہے اُس سب کی تفصیل اس میں ہے۔اللہ کی طرف سے ہونے میں کوئی اُلجھن نہیں ہے۔"

یہاں تک یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ قرآن میں انسانوں کی ضروریات کی بھی تمام چیزیں تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں اور کوئی ایسی صورت حال نہیں چھوڑی ہے جس کی انسانوں کو احتیاج ہو اور اُس کا تدارک نہ کردیا گیا ہو۔

(چہارم) مثالوں کے ساتھ ہر پیش آنے والی بات سمجھا دی گئی ہے۔ایک اور مقام ملاحظہ ہو:۔

وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا O(17/89)

"اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں ہر صورتِ حال پر ہر قسم کی مثالیں دے کر انسانوں کو سمجھایا ہے مگر انسانوں کی کثرت کا اس حقیقت سے روگردان رہنا حق پوشی کے سوا اور کچھ نہیں۔"

لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ قرآن میں نہ صرف ہر چیز یا تمام اشیاء کی تفصیل بیان کردی گئی ہے بلکہ ہر چیز کی تصیل ہر ضروری مثال کے ساتھ قرآن میں موجود ہے۔تاکہ ہر سائل کی عقلی سطح کے مطابق اُسے اس قرآن میں سے مثالیں دے کر اُس کے سوال یا ضرورت کو واضح کیا جاسکے۔یہاں یہ حقیقت بھی واضح کردی گئی ہے کہ انسانوں کی کثرت اپنے سابقہ اجتہادات کی بنا پر ہر ہر چیز کی تفصیل کے موجود ہونے کا انکار کرے گی۔مگر یہ انکار اس لئے ہوگا کہ وہ بلا تحقیق و تلاش کے اور بلا تجربہ کئے پہلے ہی سے قرآن سے کفر کرنا طے کئے ہوئے ہیں۔یعنی وہ یہ چاہتے ہی نہیں کہ اُن کے ہر سوال اور اُن کی ہر ضرورت کا جواب قرآن سے مل جائے کیونکہ وہ تقاضائے زمانہ اور اپنی ذاتی یا قومی مصلحت کے ماتحت رہنا طے کئے ہوئے ہیں۔بہر حال اس آخری آیت کو الفاظ بدل بدل کر طرح طرح سے قرآن میں لایا گیا ہے مثلاً فرمایا کہ:۔

(پنجم) وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًاO(18/54)

''اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں تمام انسانوں کے لئے ہرقسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں اور منصوبہ پرست انسان تو تمام مخلوقات سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ:۔

(ششم) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ..... (30/58)

''اور یقیناً ہم نے تمام انسانوں کے لئے ہرقسم کی مثال ٹھوک بجا کر بیان کردی ہے۔''

اور ذرا تفصیل سے فرمایا کہ:

(ہفتم) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ O قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَO(39/27-28)

''اور یقیناً ہم نے تمام انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہرقسم کی مثال ٹھوک بجا کر بیان کردی ہے کہ شائد وہ نصیحت اختیار کرلیں یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں کسی قسم کا نہ عیب ہے نہ نقص ہے شاید وہ لوگ احساس ذمہ داری کرنے لگیں۔''

(38) قرآن کریم کی ہمہ گیری پر ذرا گہرائی تک جا کر دیکھیں؟

یہاں تک موٹے موٹے الفاظ میں قرآن کریم کی ہمہ گیری سامنے آگئی اور قرآن میں ہر چیز کی تفصیل کا موجود ہونا ثابت ہوگیا اور اس سلسلے کے ہر سوال اور ہرضرورت کو مثالوں کے ذریعہ سمجھا دیا جانا بھی واضح ہوگیا اب چاہتے ہیں کہ قرآن کی ہمہ گیری پر چند اور آیات سامنے لائیں تاکہ قرآن کی ہمہ گیری دل ودماغ پر چھا کر رہ جائے۔ سُنئے فرمایا گیا ہے کہ:

(1) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍO(6/59)

۔''اُسی کے پاس غیب کی کُنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ خشکیوں میں اور سمندروں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ درختوں سے گرنے والا ایسا کوئی پتہ کہیں نہیں گرتا جس کا اُسے علم نہ ہو۔ زمین کی تاریکیوں میں ایسا کوئی بیج نہیں اُگتا نہ کوئی تر چیز ایسی ہے نہ کوئی خشک چیز ایسی ہے جو کتاب مبین میں لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔'' یہ ہے قرآن کی وہ آیت جس پر قریشی علما کتاب المبین کو قرآن ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مودودی یہاں کتاب المبین کو ایک کُھلی کتاب اور پرویز فطرت کی کُھلی کتاب بنا دیتے ہیں حالانکہ وہ کتاب المبین کو مجبور ہوکر قرآن مان چکے ہیں (4 تا 1/43 میں اور 2 تا 1/44) اور قارئین نے ذرا دیر پہلے مان لیا ہے۔ اب ایک اور آیت دیکھیں:۔

(2) وَمَامِن دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ یُحْشَرُوْنَ O(6/38)

''زمین میں چلنے والا ایسا کوئی جانور نہیں اور نہ ہوا میں پَروں سے اُڑنے والا کوئی ایسا پرندہ ہے جو تمھاری مثل اُمتیں نہ ہوں۔ چنانچہ ہم نے کتاب المبین میں بیان کرنے میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی ہے اور وہ اور تم تمام اُمتیں اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کئے جاؤ گے۔''

یہاں بھی قریشی علما کو کتاب المبین کو قرآن ماننے میں اپنی اسکیم کی شکست معلوم ہوتی ہے۔ مودودی نے یہاں کتاب المبین کو اُن کی تقدیر کا نوشتہ لکھ دیا اور پرویز نے فطرت کی کتاب لکھ مارا ہے۔

کتاب المبین یا قرآن کی ہمہ گیری پر ایک اور آیت پڑھیں۔

(3) وَمَامِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ O وَاِنَّهٗ لَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ O (77تا 27/75)

''زمینوں اور آسمانوں میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ نہیں رہ گئی جو کتاب مبین میں مذکور نہ ہو اور ساتھ ہی کوئی ایسی چیز بھی نہیں رہ گئی ہے جس میں بنی اسرائیل اختلاف کرتے ہوں اور وہ قرآن میں مذکور نہ ہو چکی ہو اور حقیقی مومنین کیلئے یہ کتاب المبین ضرور ہدایت ورحمت ہے۔''

یہاں بھی قریشی علما قرآن کی ہمہ گیر پوزیشن سے گھبرا جاتے ہیں چنانچہ مودودی یہاں کتاب المبین کو واضح کتاب لکھ کر جان چھڑاتے ہیں اور پرویز قانون خداوندی کا نوشتہ لکھ کر آیت کو انسانوں کے لئے فضول بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ انسانوں کے سامنے ایسی اطلاعات رکھنا بے معنی اور بلاضرورت ہیں جہاں تک انہیں رسائی ہی نہ ہو۔ بہرحال اُنہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہمہ گیر مانا تھا تو کائنات کے آخری اور مکمل نبیؑ ورسوؐل کے علم وکتاب کو لامحالہ ہمہ گیر ماننا تھا۔اس معاملے میں بھی وہ اپنی جہالت کی بنا پر چند بنیادی باتیں مان چکے ہیں

(39) قرآن کریم کی گہرائی اور وسعت وہمہ گیری کو ماننا ہی پڑے گا اس لئے کہ وہ چند بنیادی باتیں مان چکے ہیں۔

جہاں جہاں قریشی لیڈروں نے بات بنانے کی گنجائش دیکھی وہاں قرآن کی بڑی سے بڑی بات کو مانتے گئے یا جہاں اُن کو کوئی بات بظاہر معمولی اور چھوٹی نظر آئی وہاں توجہ دیئے بغیر گزر گئے لہٰذا قرآن کی ایک سادہ سی اسکیم سُنئے جو بقول علما اُن آیات سے شروع ہوتی ہے جو سب سے پہلے حضوؐر پر نازل ہوئی تھیں۔فرمایا گیا کہ: اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ O (5تا3/96)

''اے رسوؐل پڑھو اور تمہارا پروردگار سب سے بڑھ کر فائدہ پہنچانے والا ہے۔ وہ وہی ہے جس نے قلم کی وساطت سے تعلیم دی ہے اور ایک مخصوص انسان کو وہ تمام علم عطا کر دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔'' یعنی ایک خاص الخاص انسان کو اتنا علم تعلیم کر دیا کہ اُس کی لاعلمی کی نفی ہوگئی اور تمام علم وعلوم و اطلاعات و واقفیت اور آگاہی و دانش وفہم وفراست وبصیرت و بصارت مکمل ہوگئی۔اور ظاہر ہے کہ ایسا خاص انساؔن آیات میں مخاطب انساؔن (3تا1/96) کے علاوہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔اس لئے اُس خاص انسان سے آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہٖ ہی مقصود ہو سکتے ہیں کہ صرف اور صرف اُن ہی کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا O (نساء4/113)

''اور اَے رسوؐل اللہ نے تم پر مکمل کتاب اور مکمل حکمت نازل کر دی ہے اور تمہیں وہ تمام علم تعلیم کر دیا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔اور تمہارے اوپر تو اللہ کا فضل ہمیشہ سے رہتا چلا آیا ہے۔''

اب سوچئے کہ کیا اس کائنات کے کسی علم یا کسی شے کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضوؐر اُس سے لاعلم وجاہل تھے؟ جو کچھ معلوم نہ تھا یا جو کچھ نہ جانتے تھے وہ سب کچھ سکھا دینے کے بعد یہ گنجائش ہی ختم کر دی گئی کہ کسی چیز کی یا کسی علم کی نفی کی جا سکے۔ جو نہ جانتے تھے جان گئے اور جو معلوم نہ تھا معلوم ہو گیا۔ایسی ہی ہستی کے لئے تو قرآن کریم اور کتاب مبین جیسی ہمہ گیر کتاب درکار تھی۔ جس میں ہر ہر چیز مفصل بیان کر دی گئی ہو۔اور جس کی تعلیم دے کر آپؐ انسانوں کو علم کے منتہا تک پہنچا سکیں اور کائنات کی تسخیر کو آسان بنا سکیں چنانچہ اس پہلو پر فرمایا گیا کہ: كَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ O (2/151)

''جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے اپنا رسولؐ بھیجا ہے جو تمھارے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تلاوت کرتا رہے گا اور جو تمھارا تزکیہ کرتا ہے اور کرتا رہے گا اور جو تمھیں مکمل کتاب کی اور مکمل حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور دیتا رہے گا اور جو تمھیں اُن تمام علوم واشیاء کی تعلیم دیتا ہے اور دیتا رہے گا جو تم نہ جانتے تھے۔''

(39/2) قرآن کی رُو سے عہد رسولؐ میں رسولؐ کی تعلیم سے ایسے حضرات موجود ہونا لازم تھے جن کو حضوؐر نے وہ سب کچھ تعلیم کردیا جو خود جانتے تھے

قرآن کی ہمہ گیر تعلیم اور اس ہمہ گیر تعلیم کا معلم قرآن سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہیں اور مندرجہ بالا آیت (2/151) میں مضارع کے صیغے سے بھی اور سورۂ جمعہ آیات (3-2/62) سے بھی ثابت ہے کہ محمدؐ برابر قیامت تک قرآن کی ہمہ گیر تعلیم جاری رکھیں گے۔ لٰہذا قریشی اور پرویزی تصورات ابلیسی عقائد وتصورات ثابت ہو گئے اگر وہ ان لوگوں میں سے ہوتے جنھوں نے رسولؐ سے ہمہ گیر تعلیم پائی تھی تو وہ قرآن کو چند اصولوں کی حامل کتاب نہ کہتے اور اُن اصولوں سے خود جزئیات تیار کرنے کی بکواس نہ کرتے نہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جن کو قرآن سے ہر سوال کا جواب اور ہر ضرورت کو رفع کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا۔ اُنھوں نے جاہل ہوتے ہوئے اپنی کثرت کی قوت وسازش سے رسولؐ کی حکومت پر قبضہ تو کر لیا لیکن قرآن کے علم پر قابو نہ پاسکے اس لئے قرآن کو جاہلوں کے کام کی کتاب بنالیا اور خود ساختہ جزئیات کا سہارا لے کر آگے بڑھے اور چند قدم چل کر گرے اور گرتے چلے گئے اور سینکڑوں باطل فرقوں میں تبدیل ہو کر عملاً اپنا باطل پرست ہونا مان لیا۔ اور رفتہ رفتہ اُن کے سامنے سے وہ خود ساختہ راستہ بھی غائب ہو گیا جو اُن کے لیڈروں نے عموماً اور اُن کے شاہکار نے خصوصاً تیار کیا تھا۔

(39/3) قرآن کریم نے عمر اینڈ کمپنی کے طرزِ فکر وعمل کو طرح طرح سے ناکام ونامراد ثابت کیا ہے۔

پرویز کے شاہکار اور قریش کے دوسرے لیڈروں نے ابتدا ہی میں وہ طریقہ تجویز کر دیا تھا جو عمر نے بعد رسولؐ جاری کیا اور جسے پرویز اپنی بصیرت کے ماتحت بیان کر رہے ہیں۔ وہ یہی تو کہتے ہیں کہ:

۔''بنابریں، قرآن کریم نے اُن احکام کی جزئیات کا تعین جنھیں اُس نے اصولی طور پر بیان کیا ہے' اور جن احکام کو بالتصریح بیان کیا ہے، اُن کی شرائط واحوال کی تبیین ، نظام حکومتِ اسلامی پر چھوڑ دی ہے۔ جو کچھ قرآن میں آیا ہے وہ تو ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہے گا۔ لیکن اُن کی تفاصیل وجزئیات، جنھیں حکومتِ قرآنی متعین کرے گی' حالات کے تقاضے کے مطابق بدلتی رہیں گی۔ اس طرح ثبات وتغیر کے حسین امتزاج سے کتاب اللہ' تمام نوع انسانی کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضابطۂ زندگی بنتی چلی جائے گی۔'' (شاہکار صفحہ 266)

بالکل یہی اسکیم قریشی دانشوروں نے آج سے چودہ سو سال پہلے کی زبان وتصورات کی سادگی کے ساتھ یوں پیش کی تھی کہ:

''ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ'' ۔''یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن لے آ' یا بقول پرویز' اسی قرآن میں ثبات وتغیر کے حسین امتزاج کو اختیار کرلو۔''

اس حسین تجویز پر اللہ نے اس وقت کیا جواب دیا تھا؟ پوری آیت اور پرویز کا مفہوم سُنیئے اور پھر اندازہ کیجئے کہ پرویز کو مذکورہ بالا ''تغیر اور ثبات کے حسین امتزاج۔'' پر اللہ کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ O (10/15)

پرویز کا متعصّبانہ مفہوم ۔''جب ان لوگوں کے سامنے ہمارے واضح قوانین پیش کئے جاتے ہیں' تو جولوگ ہمارے قانون مکافات کا سامنا نہیں کرنا چاہتے' کہتے ہیں کہ یا تو تم اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ۔اور یا پھر اس (کے مطالب) میں ہی کچھ ردّوبدل کردو (یعنی وہ خدا کے اَٹل اور غیر متبدل قوانین کو اپنی منشا اور مفاد کے مطابق تبدیل کرانا چاہتے ہیں) اِن سے کہہ دو کہ یہ چیز میرے حَیطۂ اختیار سے باہر ہے کہ میں اپنی طرف سے کسی قسم کا ردّوبدل کرسکوں۔میرا مقصد صرف اس وحی کی پیروی کرنا ہے جومیری طرف نازل ہوتی ہے۔اگر میں اپنے نشوونما دینے والے کے احکام سے سرتابی کروں تو اس کا قانونِ مکافات مجھے بھی نہیں چھوڑے گا اس لئے میں اس کی گرفت سے بہت ڈرتا ہوں اس کی سزا بڑی سخت ہوا کرتی ہے۔''(مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 461)

ہم نے پرویز کے مندرجہ بالا مفہوم کو متعصّبانہ قرار دیا ہے یہ اس لئے کہ قریش کی اور قریشی علما کی یہ ایک مستقل عادت ہے کہ جہاں جہاں انہیں اپنے بزرگ قریشی کی پیروی کرنا ہوتی ہے یا جو عقائد وہ اسلام میں بھی جاری رکھنا چاہتے ہیں وہاں وہ کفار قریش کی منشا اور عقائد کو جان بوجھ کر گھناؤنا بنا دیا کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ شک نہ ہونے پائے کہ مسلمان ہوجانے کے بعد والے قریش سابقہ قریش کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔اس لئے پرویز نے اس مفہوم میں بے ایمانی کی ہے اور اُن قریش کے منشا اور تجویز کو گھناؤنا کردیا ہے تاکہ یہ معلوم نہ ہوسکے کہ اُن کی تجویز بعینہ وہی تھی جو پرویز کے مشن میں چالاک اور مکارانہ زبان میں بیان کی گئی ہے۔آیئے اب ہم اُس تجویز اور آیت (15/10) کو پرویز کی چالاک اور مکارانہ زبان میں اُن ہی کے مفہوم کے معیار پر آپ کو سُنائیں۔مگر اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ دانشوروں کا وہ گروہ قرآن کو رد نہیں کررہا ہے قرآن پر عمل کرنا چاہتا ہے۔مگر جس طرح پرویز نے قرآن کی ترجمانی کو قطعاً ترک کردیا اور قرآن کے الفاظ کا وہ مفہوم اختیار کرلیا جس سے بقول پرویز منشائے قرآن نکھر کر سامنے آجائے اُسی طرح وہ دانش ور اپنے سمجھے ہوئے بہترین مفہوم پر عمل کرنا چاہتے تھے۔اس لئے انہوں نے سادہ زبان میں کہہ دیا کہ اگر قرآن پر لفظ بلفظ عمل کرنا ضروری ہے اور عقل وفکر وتقاضائے زمانہ اور مصلحت وقت اور مفاد کُلی کو قطعاً نظر انداز کردینا ضروری ہے تو یہ قرآن مفید نہیں ہے بلکہ ایسا قرآن لے آؤ جو ہر طرح اور ہر حال میں قوم وملک وساری نوع انسان کے لئے مفید ہو ورنہ ہمیں اُمید نہیں ہے کہ اس طرح خداوند عالم کے مذکورہ نتائج برآمد ہوسکیں۔اور وہ فراوانیاں اور خوشحالیاں نصیب ہوسکیں جو اللہ کے خود معاشرہ بن جانے کی صورت میں یقینی ہیں یا پھر اُسی قرآن کو برقرار رکھو مگر متبدل اور غیر متبدل کے اصول کو اختیار کرلو اور جزئیات قرآن کے ہمیشہ بدلتے چلے جانے کو مان لو اور ہمیں موزوں ترین جزئیات مرتب کرنے میں شامل کرلو تو وہ تمام نتائج برآمد ہوجائیں جن کو لقائے خداوندی کہا جاسکے۔یہ تھی وہ تجویز جو قریشی لیڈروں نے پیش کی تھی۔رہ گیا آیت میں اُن دانشوروں کو جواب؟ وہ وہی ہے جو پرویز کو ملنا چاہیے۔یعنی پرویز عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔

(1) رسوؐل اللہ وحی کی پیروی کرنے پر مامور ہیں اور وحی ہی کی پیروی کرنا چاہیے۔لیکن وہ جانتے ہیں جو جزئیات جماعت مشاورت تیار کرے گی اُن کی پیروی وحی کی پیروی نہ ہوگی۔اس لئے قرآن میں سند ہونا چاہیے یعنی یہ کہ:

۔''جب جماعت مشاورت اور نبیؐ مل کر جزئیات تیار کرلیا کریں تو اَے نبیؐ تم اور تمھاری جماعت اُن پر عمل کرلیا کرے۔''ایسی آیت قرآن میں ہے نہیں لہٰذا اُن جزئیات کی پیروی وحی یا حکم خداوندی کی پیروی نہیں ہے بلکہ طاغوت کی یا بقول پرویز غیر خدا کے خود ساختہ احکام کی پیروی ہوگی جو حرام ہے۔اور ایسا بھی کوئی حکم قرآن میں نہیں ہے کہ۔''جب تقاضائے وقت ہو تو ماضی میں مرتب کردہ جزئیات میں تبدیلی کرلیا کرو۔''اُدھر اللہ نبیؐ سے تو یہ کہلواتا ہے کہ اُسے کسی قسم کی تبدیلی کا اختیار نہیں ہے اور اپنی بصیرت سے اگر میں تبدیلی کرلوں تو عذاب عظیم اُس کی سزا ہے۔مگر جماعت

مشاورت مختار ہے کہ اپنی بصیرت اور پسند سے جو تبدیلی مناسب ہو وہ کرتی چلی جائے اور اُسے کسی سزا یا عذاب سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(2) قرآن میں کہیں یہ بھول کر بھی نہیں کہا گیا کہ:

قرآن میں بعض احکام کی جزئیات طے کردی گئی ہیں اور بعض کی جزئیات حکومت اور جماعتِ مشاورت پر چھوڑ دی گئی ہیں۔'' یہ اور اس قسم کی تمام بکواس پرویزی استنباط ہیں اور کچھ نہیں۔ قرآن میں ہرگز یہ غلط بات نہیں مل سکتی کہ: ''قرآن میں صرف اصول ہیں، تفصیل و وضاحت نہیں ہے۔''

(39/4) **قرآن میں تو اللہ کا یہ حکم ہے کہ جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے احکام نافذ نہ کرے وہ کافر ہے۔ وہ ظالم ہے اور وہ فاسق وفاجر ہے۔**

یہ حکم قرآن میں مسلسل تین مرتبہ دیا گیا ہے (5/47، 5/45، 5/44) اور ساتھ ہی ہر دفعہ یہ حکم ملا ہے کہ۔ ''اللہ کے نازل کردہ سے حکم دیا کرو۔'' اور پرویز نے بھی اِن احکام کو بار بار اور طرح طرح بدل بدل کر شاہکار میں سجایا ہے۔ مگر اپنی جیبِ خاص سے عمرعیار کی زنبیل سے ہر دفعہ دو الفاظ کو مستقل طور پر ترجمہ میں بڑھا دیا ہے یعنی ''خدا کے نازل کردہ **قانون** کے **مطابق**'' ہم نے عرض کیا ہے کہ لفظ ''**نظام**'' اور ''**مرکز**'' کی طرح لفظ ''**قانون**'' بھی قرآن کا مردود و ملعون لفظ ہے جن کے بغیر پرویز کا باطل منصوبہ ایک قدم بھی نہیں چلتا۔ آیت کے الفاظ پھر ملاحظہ ہوں:

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (5/47، 5/45، 5/44)

پرویزی مفہوم: جو لوگ اُس قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جسے خدا نے نازل کیا ہے۔۔۔۔'' (مفہوم القرآن ص 256)

یہی ترجمہ علامہ مودودی اینڈ کمپنی بھی کرتی ہے جو نہ صرف غلط ہے بلکہ قرآن میں ایک باطل اضافہ بھی ہے۔ سوچئے کہ لفظ ''بِمَا'' میں یہ گنجائش کہاں ہے کہ وہ الفاظ ''قانون'' اور ''مطابق'' کا وزن اُٹھا سکے؟ بہرحال ہم پرویز کے قلم سے لفظ ''بِمَا'' کے صحیح معنی دکھاتے ہیں اور سورۂ مائدہ (5/61) ہی سے دکھاتے ہیں۔ **وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ** (5/61)

پرویز۔ جو کچھ یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں خدا کو اس کا پورا پورا علم ہے۔'' (مفہوم القرآن صفحہ 261)

لہٰذا مندرجہ بالا آیت کے تینوں جگہ معنی یہ ہوں گے کہ: ''جو لوگ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اُس سے فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق وفاجر ہیں (47، 45، 5/44) لہٰذا وہ دونوں شیطانی الفاظ ''قانون اور مطابق'' صرف اضافہ بن کر رہ گئے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جُزئیات گھڑنے کے بعد والے فیصلے اللہ کے نازل کردہ سے نہیں ہوں گے لہٰذا باطل ہونگے۔ یعنی ہر فیصلہ قرآن کے الفاظ میں یا اللہ کے نازل کردہ الفاظ میں کیا جانا چاہیے یعنی ہر فیصلہ قرآن میں موجود ملنا چاہیے اور جن لوگوں کو ہر فیصلہ قرآن کے اندر نہ ملے وہ یقیناً قرآن کی ہمہ گیری کے کافر ہیں اور جہالت کے باوجود فیصلے نافذ کرتے ہیں لہٰذا ظالم ہیں۔ اور اللہ کے مقرر کردہ صاحب قرآن کو چھوڑ دیا ہے اِس لئے فاسق ہیں۔

(39/5) **بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰه میں صرف قرآن ہی نہیں خود رسوؐل اللہ بھی بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰه میں شامل و داخل ہیں اُن کے بغیر ہر فیصلہ غلط ہے۔**

اگر اللہ کو یہ کہنا ہوتا کہ قرآن سے فیصلے کیا کرو تو نہایت آسان جملہ یہ تھا کہ۔ ''**فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقُرۡاٰنِ** یا **مَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِالۡقُرۡاٰنِ**۔''

''اُن میں قرآن سے فیصلے کرو'' یا ''جو کوئی قرآن سے فیصلے نہ کرے'' اللہ نے **بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ** کہہ کر قریش کی تمام راہیں بند کردی ہیں پہلی شرط تو وہی ہوگی کہ ہر فیصلہ قرآن میں سے اور قرآن کے الفاظ میں ہوگا اس بات کو پکا کرنے کے لئے علامہ رفیع الدین اعلیٰ اللہ مقامہ کا ترجمہ پڑھیں:

''اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہے اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں کافر'' (ترجمہ صفحہ 140) 5/47۔5/45۔5/44)

بتائیے شاہکار کی یا بدکار کی خود کاشتہ جُزئیات کو قرآن سے کیا تعلق رہے گا۔ اور دوسری شرط خود رسوؐل کی ہے۔ سُنیے:

رسولِ مجسم ذکر اور نازل شدہ رسوؐل تھے؟

اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَدۡاَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا O رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ وَمَنۡ یُّؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ وَیَعۡمَلۡ صَالِحًا یُّدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِھَا الۡاَنۡھٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَاۤ اَبَدًا قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزۡقًا O (طلاق 11-65/10)

مودودی کا دونوں آیتوں کا پورا ترجمہ:

۔''اللہ نے (آخرت میں) اُن کے لئے سخت عذاب مُہیا کر رکھا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے صاحب عقل لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے، ایک ایسا رسوؐل جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سُناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ اُسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لئے بہترین رزق رکھا ہے۔'' (تفہیم القرآن صفحہ 580۔581)

مودودی کی تشریح: ''21ے مفسرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے اور رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ یعنی آپؐ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ پہلی تفسیر کی رُو سے فقرہ یوں بنانا پڑے گا کہ ''ہم نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسول بھیجا ہے۔'' قرآن کی عبارت میں اس تبدیلی کی آخر ضرورت کیا ہے جب کہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح با معنی ہے بلکہ زیادہ پُر معنی بھی ہے۔''
(ایضاً جلد 5 صفحہ 580)

علامہ رفیع الدین مرحوم کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''تحقیق اُتارا ہے اللہ نے طرف تمہاری ذِکر کہ پیغمبرؐ ہے۔'' (ترجمہ صفحہ 675)

یہ ترجمہ سب سے بہتر ہے مگر اس میں بھی لفظی تکلف ہے۔ صحیح اور مختصر ترجمہ تو قرآن کے الفاظ بجنسہٖ رکھ دینے سے ہو جاتا ہے یعنی:

''اللہ نے یقیناً تمہاری طرف ذِکر رسوؐل اُتار دیا ہے۔'' لہٰذا اب سورۂ مائدہ کی آیات (5/47۔5/45۔5/44) کے معنی یہ کرنا لازم ہیں کہ:''

کہ جو کوئی اللہ کے نازل کردہ قرآن اور رسوؐل سے فیصلہ حاصل نہ کریں وہ کافر ہیں۔ وہ ظالم ہیں اور وہی فاسق و فاجر ہیں۔''

اور یوں آخر کار جہاں ثلاثہ اینڈ کمپنی کی خود ساختہ حکومت باطل ہوگئی وہیں اصول اور جزئیات والا فلسفہ بھی شیطانی دماغ کی ایجاد بن گیا۔ لہٰذا اس سلسلے کی ساری پرویزی بحثیں اور محنتیں ضائع ہوگئیں۔ اور پرویز کا باب 9 بھی صفحہ 304 تک بکواس کا ڈھیر بن گیا۔ اور اس جملہ پر پرویز کا اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کا ماتم کریں کہ:

''یہ اتفاق تھا اور امت بلکہ نوع انسان کی بدقسمتی کہ وہ نظام زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔'' (شاہکار صفحہ 268)

اور یقین کر لینا چاہئے کہ ابوبکر و عمر اور تمام قریشی لیڈر بے بصیرت لوگ تھے جو اس نظام کو استحکام سے محروم چھوڑ گئے اور داخلی تخریب نے اُسے بہت جلد موت کے گھاٹ اُتار دیا اور وہ سب کچھ ایک خود ساختہ قصہ پارینہ سے زیادہ کچھ نہ رہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ۔

(40) باب 9 باطل ہو جانے کے بعد بھی قابل توجہ ہے کہ اس میں پرویز نے وہ کمزوریاں اور بے دینیاں لکھ دی ہیں جن کا وہ انکار کرتے رہے تھے

اس عنوان میں ہم وہ کمزوریاں خامیاں اور غلطیاں جمع کریں گے جو اُن کے قائم کردہ مومنین کے معیار کو توڑ دیں گی اور مومنین کی اس مذمت کو بجا ثابت کریں گی جس کی بنا پر پرویز قریشی خلفا وحکمرانوں کے زمانہ میں لکھی ہوئی تاریخ کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً اُنہوں نے لکھا ہے کہ:

۔''حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق کے ایسے فیصلے بھی جو اکثریت کی رائے کے خلاف تھے (مثلاً) رسوؐل اللہ کی وفات کے بعد مانعین زکوٰۃ کا جو پہلا معاملہ زیرِ غور آیا تو حضرت ابوبکر کی رائے یہ تھی کہ اُن کے خلاف جنگ کی جائے اور صحابہ کی بڑی اکثریت اس کے خلاف تھی اُس اکثریت میں حضرت عمر بھی شامل تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر نے اکثریت کی رائے کو نظرانداز کرتے ہوئے عمل اپنے فیصلے کے مطابق کیا۔'' (شاہکار صفحہ 274)

(1) کیا صحابہ کی اکثریت اس قابل تھی کہ اُن کے مشورے پر فیصلہ ہو؟

ابوبکر کے عمل درآمد نے مشاورت اور شوریٰ اور ٹاپ کلاس صحابہ کی اہمیت کو باطل کر دیا۔ خود عمر کا ٹھاٹھدار مقام خاک میں مِل گیا۔ پھر صحابہ کی یہ عظیم اکثریت یقیناً پرویز کے بقول وہ جماعت مومنین تھی جن کے متفقہ فیصلے اور عملدرآمد کے خلاف عمل کرنا دین سے خارج کر دیتا ہے (شاہکار) لہٰذا ابوبکر کو اسلام سے خارج ماننا لازم ہے اور عمر کو عام صحابہ کے برابر رکھنا ضروری ہے۔ صحابہ کی کثرت زکوٰۃ پر جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے اس قسم کی کمزوریاں، خامیاں اور متضاد بیان آگے چل کر مفیدِ بحث ہوں گے۔

(2) پرویز کے پسندیدہ مومنین خود عمر کی زبانی خوشامدی مومنین ثابت ہوگئے۔

عمر نے اپنی چاپلوسی سے منع کیا عمر کی رائے کو اللہ کی رائے کہنے والے۔ لیکن عمر نے مانا کہ اُس کی رائے غلط ہوسکتی ہے۔ (صفحہ 275)

(3) عمر کو اپنا اجتہادی فیصلہ ہڈی پر لکھنا پڑا تھا۔ عہد عمر میں کاغذ کا نہ ہونا ثابت۔ عمر نے وہ ہڈی منگائی اور مرنے سے کچھ پہلے اپنا غلط فیصلہ مٹادیا تھا۔ (صفحہ 275)

(4) قریشی حکومتیں رسوؐل اور ابوبکر کے فیصلوں میں تغیر وتبدل اور ترمیم وتنسیخ کرتیں اور جدید فیصلے جاری کرتی تھیں (صفحہ 276)

(5) عمر کا قول کہ صرف اللہ کے احکام اور ممانعتیں نافذ کرنا ہوں گی (صفحہ 276) حالانکہ نمبر (4) میں مخالفت ثابت ہے۔

(6) اسلام لانے والا اپنی جائیداد کا مالک رہتا' عمر نے اس حکم کو بدل دیا جائیداد کافروں میں تقسیم اور وظیفہ مقرر کرتا تھا۔ (صفحہ 278)

(7) شراب کی سزا جاری کی، اَسّی کوڑے عہد رسوؐل کے خلاف عمل کیا۔ (صفحہ 276)

(8) مہر کو پابند کرنے میں عورت نے ماخوذ کیا آیت پڑھی، عمر نے اپنی رائے کو غلط کہہ کر واپس لے لیا۔ (صفحہ 278-277)

(9) قرآن کے احکامات پر شرائط یا پابندی عائد کرنے کی قرآن سے اجازت دکھاؤ ورنہ تم مخالف اللہ ورسوؐل تو ہو ہی۔ (صفحہ 277)

(10) اللہ، رسوؐل، قرآن کے خلاف ایک طلاق کو تین طلاق بنا دیا اور نمبر 5 کو غلط ثابت کر دیا۔ (صفحہ 277 ، 278)

(11) قرآن کے خلاف مولفۃ القلوب کا حصہ بند کر دیا۔ (صفحہ 278)

(12) حج کے رُکن رمل کو ساقط کر دیا۔ (صفحہ 278)

(13) قرآن کے خلاف اہل کتاب عورتوں سے نکاح اور ذبیحہ بند کیا۔ (صفحہ 279)

(14) ام الولد کے بیع منع کر دی۔ (صفحہ 279)

(15) زمینوں کو حکومت کی ملکیت بنانا۔ (صفحہ 279)

(16) وظائف مقرر کرنے میں پرویز نے عمر کی اجتہادی غلطی مان لی۔ (صفحہ 279)

(17) اوّلیات عمر میں، 1۔خزانہ قائم کرنا، 2۔سن ہجری، 3۔دفاتر اور رجسٹر، 4۔مردم شماری، 5۔شہروں کی آبادی نہریں کھدوانا، 6۔محصول چونگی، 7۔دریائی پیداوار اور گھوڑوں پر زکوٰۃ، 8۔نماز تراویح جماعت سے، 9۔فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم۔ (صفحہ 280)

(18) قرآن کے جائز کو ممنوع قرار دے سکنا۔حرام نہ کر سکنا۔حرام کو حلال نہ کر سکنا۔ (صفحہ 280)

(19) قرآن کے مطلق احکام مقید و پابند و مشروط کرنا۔اور وقتی طور پر ساقط العمل کرنا۔ (صفحہ 280)

(20) عہد رسولؐ تک فیصلوں کو منسوخ، اُن میں ردوبدل کر سکنا۔ (صفحہ 281)

(21) اعیان و ارکان حکومت کے انتخاب میں عمر بڑی احتیاط برتتے تھے۔'' (صفحہ 284) یعنی پرویز کے خلاف وہ سارے مومنین کو برابر اور مستقلاً جنتی نہ سمجھتے تھے ورنہ انتخاب کی ضرورت باطل۔

(22) ایسے صحابہ جو غلط رائے قائم کر لیتے تھے۔ (صفحہ 285)

(23) بچوں میں تضیع اوقات نہ کرنے والے شخص کو گورنر بناتے بناتے فرمان چاک کرا دیا بے رحمی کا الزام عاید کیا۔نصیحت کے بجائے صرف سُن کر سزا دے دی۔ پہلے سے کیریکٹر اور صفات سے ناواقف تھے اور بلا تحقیق گورنر بنا رہے تھے۔لہٰذا انتخاب اور تفتیش حال کی ساری باتیں بکواس بن گئیں۔ (صفحہ 286)

(24) قابل شخص کو طلب کرنے سے پہلے گورنری دینے کا ارادہ طلب کرنے پر انکار۔تاکہ حضرت علیؑ کے خلاف موقف بحال رہے۔ (صفحہ 286)

(25) صاحبان اثر صحابہ کو مدینہ سے باہر نہ جانے دیتا تھا تاکہ اُن کے اثر و رسوخ سے لوگ اُن کے ساتھ نہ ہو جائیں (صفحہ 286۔287) عبدالرحمٰن کو جواب دیا کہ ''۔جواب نہ دینا بہتر ہے۔'' (صفحہ 286)

(26) شاعر کو گورنر بنا کر ڈسمس کرنا بھی قابلیت واستحقاق سے لابلد ہونے کا ثبوت ہے۔ (صفحہ 286)

(27) بیٹے کو گورنر بنانے کی سفارش کرنے والے سے کہا کہ۔''خدا تجھے غارت کرے۔'' (صفحہ 287) رعب داب کی خاطر محروم رکھنا ضروری تھا۔

(28) مریضوں کی عیادت نہ کرنے والے اور لوگوں کو خوفزدہ کرنے والوں کو گورنر بنانا۔ (صفحہ 288)

(29) ترکی گھوڑے پر سواری سے، باریک کپڑے پہننے سے، چھنا ہوا آٹا کھانے سے تحریری فرمان میں روکنا۔ (صفحہ 288)

(30) دعوت کھا کر پچھتانا اور عمال کو روکنا۔ (صفحہ 289)

(31) ایسے مومنین اور صحابہ موجود تھے جو عصبیت جاہلیہ پر عمل کرتے تھے۔آل ضبہ کو پکارنا۔ (صفحہ 289)

(32) ہدایات کے باوجود تکیہ لگا کر مسند پر بیٹھنے والے گورنر عمرو بن عاص۔ممانعت کی گئی۔ (صفحہ 289)

(33) مساوات اہل علم کے لئے بلکہ بزرگی۔ (صفحہ 290)

(34) کوفہ میں بدمعاش مومنین موجود تھے۔ (جنگ جمل وصفین سے انکار کیوں)

(35) خلیفہ کو غلط روی پر قتل کا فتویٰ دیا بلا تفصیل کے، لہٰذا عمر کے فتوے سے عثمان قتل ہوا۔ (صفحہ 296)

(36) پرندہ کا گوشت کی طرف دیکھنا غلط بات تھی۔(صفحہ 297)

(37) کان لگا کر پردہ کے پیچھے کی بات سُننے والے صحابہ۔(صفحہ 298)

(38) اگر عمر اپنی رعایا کے ہر فرد کے حالات کا علم نہیں رکھتا تو اُسے حکومت کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟۔''(صفحہ 302)

(41) <u>دسواں باب ''معاشرتی زندگی'' اس باب میں بھی غپوں اور افسانوں میں ناول نویس کی خامیاں نوٹ کرنا ہیں۔</u>

(1) قبیح صورت اور کمینہ خصلت مومنین سے اپنی عورتوں کی شادیاں نہ کرو۔''(صفحہ 306) پرویز ناراض ہوں گے۔

(2) غیر شادی شدہ بالغ اولاد کے گناہ ماں باپ کے ذمہ۔(صفحہ 307)

(3) سر بازار عورت سے باتیں کرنے پر بید ماردی۔(صفحہ 307)

(4) عورتوں کو بازاروں میں مٹکنے کی اجازت دینے والے مومنین۔(صفحہ 308)

(5) قرآن سے متنفر اور گانے سے مانوس مومنین عہد عمر میں اور عمر نے اُن مومنین کو شیطانوں کی ذُریت قرار دیا۔''(صفحہ 314)

(6) حَسین مجسموں کا محافظ عمر اور سعد بن ابی وقاص۔(صفحہ 314۔315)

(7) رسوؐل اللہ کو عمر سے زیادہ اسامہ کا باپ محبوب تھا اور عبداللہ ابن عمر سے زیادہ رسوؐل اللہ کو اسامہ محبوب تھا۔''(صفحہ 323)

پرویز کی غپ شپ جھوٹ بن گئیں۔

(8) معاشرتی زندگی پر اکیس صفحات لکھے ہیں مگر ان سات باتوں کے علاوہ تمام غپ شپ اور افسانے ہیں۔(صفحہ 305 تا325)

(42) <u>''معاشی نظام'' خالص افسانہ ہونا چاہیے بہرحال ہم پرویز کی غپوں سے گزرنا اور حق تلاش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔</u>

(1) <u>پہلی کافرانہ بکواس۔</u> جن انسانوں کے ہاتھوں وہ نظام قائم ہوگا' جس کی ذمہ داری تمام افراد معاشرہ کو ضروریات زندگی بہم پہنچانا ہوگا۔ اور جس کیلئے رزق کے سرچشمے اُن کی تحویل میں ہوں گے۔ وہ اپنے اللہ سے یعنی حکومت خداوندی سے ایک معاہدہ کریں گے۔''(صفحہ 332)

(2) <u>دوسری بکواس تمام ضروریات زندگی موجود ہوتے ہوئے تنگی سے گزارہ کرنا۔</u>

یہاں آیت (59/9) کو بکواس بنادیا ہے۔ یا یہ کہیے کہ حکومت خداوندی یعنی اللہ ابھی برسرکار نہیں آیا ہے۔(صفحہ 333)

(3) <u>تیسری بکواس قرآن پر تہمت لگائی ہے کہ:</u>

''منزل اول میں افراد سے کہا گیا تھا کہ وہ ناداروں اور محتاجوں کی اپنے اپنے طور پر مدد کریں (اسے صدقات سے تعبیر کیا گیا تھا) اب کہا کہ نہیں صدقات (اپنے عطیات) کو اپنے اپنے طور پر خرچ نہ کرو بلکہ اسے اپنے نظام کے مرکز کے پاس جمع کرو۔''(شاہکار صفحہ 337)

پرویز نے سب سے بڑا جھوٹ بولا ہے قرآن میں کسی جگہ صدقات یا خیرات یا زکوٰۃ کو اپنے اپنے طور سے غربا و محتاجوں یا حقداروں کو دینے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔

(4) <u>چوتھی بکواس۔ نہ حقداروں کو اپنے طور پر صدقات سے منع کیا نہ ضرورت مندوں کو قرض دینے سے روکا گیا۔</u>

''پہلے کہا گیا تھا کہ اہل حاجت کو قرض دیا کرو اور اس کی ادائیگی میں مقروض کی سہولت کو پیش نظر رکھا کرو۔ اب کہا کہ قرض اللہ کو دیا کرو''

(57/18،73/20)

یہاں پرویز کا مقصد یہ ہے کہ اب آئندہ صدقات بھی اور قرض بھی حکومت کو دیا کرو اپنے اپنے طور پر ضرورت مند افراد کو نہ دیا کرو۔ اور یہ دونوں باتیں قرآن سے ثابت نہیں۔ اس ترکیب سے پرویز ابوبکر کے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا جواز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمام انسانوں کو آزاد رکھا ہے تاکہ وہ اپنے اپنے طور پر اپنے صدقات وخیرات وزکوٰۃ کو ضرورت مند افراد پر جب چاہیں جہاں چاہیں صرف کرسکیں اور یہ طریقہ افضل ہے۔

(5) <u>پانچویں نمبر پر قرآن سے وہ آیات لائے ہیں جن پر قریش نے کبھی عمل نہ کیا اور خود اُن آیات ہی میں قریش سے جنگ کا اعلان ہوا اور صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ نے عمل کیا۔</u>

ہمیں اور ہر دیانتدار مسلمان کو چاہیے کہ وہ پرویز کو قرآن کے معاشی نظام پر سچا قرار دے اُنہوں نے بڑی محنت اور جستجو سے وہ تمام آیات جمع کیں، انہیں ترتیب دے کر پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں انہیں وہ تمام آیات بھی لکھنا پڑی ہیں جن میں قریشی لیڈروں سرمایہ داروں اور صحابہ نے زیرِ بحث معاشی نظام کی عہدِ رسولؐ میں ڈٹ کر مخالفت کی اور عذاب کی دھمکیاں کھائیں۔ چونکہ پرویز اپنے شاہکار اور شاہکار کی قوم کے دلدادہ ہیں اس لئے اُنہوں نے معاشی نظام والی آیات کی عبارت نہیں لکھی تاکہ عہدِ رسولؐ کے مومن صحابہ کی بے دینی اور معاشی نظام کی مخالفت چھپی رہے اور پرویز ہوا میں باتیں کرتے اور معاشی نظام کی حقانیت بیان کرتے گزرتے چلے جائیں اور آخر میں وہ احادیث بھی لے آئیں جن سے رسولؐ اللہ کی زندگی عملاً مذکورہ معاشی نظام کے مطابق ثابت ہوجائے۔ اس کے بعد پرویز وہ تمام افسانے اور غپ شپ جمع کریں گے تاکہ وہ عمر کو معاشی نظام کا ہیرو بنادیں۔ مگر ہم درمیان میں ان کی قوم اور قوم کے ہیرو کو اُس معاشی نظام کا دشمن ثابت کرکے آگے بڑھیں گے اور اُن کے افسانوں پر بھی نظر ڈالیں گے چنانچہ پلٹ کر شاہکار صفحہ 340 پڑھیں اور وہاں سے پرویز کا دبے پاؤں گزرنا دیکھیں اور اُن کا یہ بیان پڑھیں:

<u>پرویز کے حقیقی مومنین رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔</u> ''ایسا جرم جسے اللہ نے اسلامی نظامِ معیشت کے مدمقابل ایک باغی نظام قرار دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ ایسا نظام قائم کرنے والوں سے کہہ دو کہ اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو ہماری طرف سے اعلانِ جنگ سمجھیں'' (2/275-279) (شاہکار صفحہ 340)

حالانکہ ان بیس صفحات (صفحہ 334 تا 354) میں یہ بیان سب سے سخت ہے لیکن کسی کو یہاں بھی یہ شبہ تک نہیں ہوسکتا کہ عہدِ رسولؐ کے پرویزی اور قریشی مومنین رضی اللہ عنھم کی بات ہورہی ہے اور یہ وہی مومنین ہیں جن کو پرویز نے مومنون حقّا قرار دیا ہے۔ جنہیں جنتی اور رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ بتایا ہے جو رسولؐ کے ایسے صحابہ تھے جن کے خلاف تاریخ کی ہر بات غلط ومردود ہے۔ اسی لئے پرویز نے آیات کے نمبروں کی تو بھرمار کی ہے مگر آیات کی عبارات نہیں لکھی ورنہ تمام قاری دیکھ لیتے کہ ان بیس صفحات میں مسلسل رسولؐ کے ساتھیوں کی، صحابہ کی، یاروں اور شاہکاروں کی مذمت ہوتی چلی آئی ہے اور وہی مومنین رضی اللہ عنھم اللہ کے بیان کردہ معاشی نظام کے دشمن تھے اور دشمن رہے اور اُن ہی نے مدِّ مقابل باغی نظام بنا رکھا تھا۔ آیات کی عبارت پڑھیے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ O يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ O اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يَحۡزَنُوۡنَ O يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ O فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ O (بقرہ 279-2/275)

پرویز ہی کا جھکا ہوا مفہوم دیکھیں :

۔''ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو اپنا پیٹ کاٹ کر، ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔(59/9) اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو قرض دیتے ہیں تو اُن کی احتیاج سے فائدہ اُٹھا کر جتنا دیتے ہیں اُس سے زیادہ وصول کرتے ہیں اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کی حالت یوں سمجھو جیسے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو اور وہ دیوانہ وار اِدھر اُدھر بھاگتا پھرے یعنی ہوس زر اُن کے سینے میں آگ لگا دیتی ہے جس سے ہر وقت مضطرب و بے قرار رہتے ہیں یہ لوگ اپنی اس روش کے جواز میں دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ربٰو (روپیہ پر زیادہ وصول کرنا تجارت کی مثل ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں جس طرح تجارت میں دوکاندار گاہک سے اپنے اصل زر سے زائد لیتا ہے اُسی طرح ربٰو میں روپیہ دینے والا جو کچھ اپنے اصل سے زیادہ وصول کرتا ہے۔ یہ اُن کی کٹ حُجتی ہے۔ تجارت میں انسان روپیہ بھی لگاتا ہے اور اُس کے ساتھ محنت بھی کرتا ہے جو کچھ وہ زائد لیتا ہے وہ اُس کے روپے کا منافع نہیں ہوتا اُس کی محنت کا معاوضہ ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ اس کے برعکس ربٰو میں محنت کچھ نہیں ہوتی محض روپے پر منافع لیا جاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔'' سو جس شخص تک خدا کا یہ قانون پہنچ جائے اور وہ اپنی سابقہ روش سے رُک جائے تو وہ جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اُس کا ہے۔ نظام خداوندی کی رُو سے اُس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جو اس سے نہ رُکے یا دوبارہ یہی روش اختیار کرلے تو یہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل کی کھیتیاں جھلس جائیں گی اور اُن کے لئے اس عذاب سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ یاد رکھو ربٰو، جس کے متعلق انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس سے سرمایہ بڑھتا ہے۔ در حقیقت خود بھی مٹتا ہے اور اس قوم کو بھی مٹا دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو کچھ دوسروں کی نشو ونما کے لئے دیا جاتا ہے۔ اور جس کے متعلق بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے سرمایہ میں کمی آجاتی ہے، خود بھی بڑھتا ہے اور اس قوم کے بڑھنے، پھلنے پھولنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ ربٰو سے یہ ذہنیت عام ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے سامانِ زیست کو لوگوں سے چھپا کر رکھا جائے تاکہ وہ اس کے لئے محتاج ہوں اور قرض لینے پر مجبور ہوں اور قرض دینے والا اُن کی محنت کی کمائی پر عیش اُڑائے اس سے انسان کی قوت عمل مفلوج ہو جاتی ہے۔ اور وہ سفر زندگی میں آگے بڑھنے کے قابل نہیں رہتا۔ لہٰذا نظام سرمایہ داری کی حامل قوم تباہ و برباد ہو کر رہتی ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والے اور اُس کی تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا رہنے والے بھلا ایسا انسانیت سوز نظام کس طرح قائم کر سکتے ہیں؟ وہ ایسا نظام قائم کرتے ہیں جس میں ہر فرد قوانین خداوندی کا اتباع کرے اور اس طرح نوع انسان کی نشو ونما کا سامان فراہم کرتا چلا جائے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے حُسنِ عمل کا صلہ نظام ربوبیت کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ اور اس طرح انہیں نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوتا ہے نہ غمگینی ستاتی ہے۔ لہٰذا اے جماعت مومنین تم قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو اور ربٰو میں سے جو کچھ کسی کے ذمے باقی رہ گیا ہے اُسے معاف کر دو تمہارے ایمان کا یہی تقاضا ہے اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھو تمھاری اس روش کو نظام خداوندی کے خلاف اعلان جنگ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ دین خداوندی، نظامِ سرمایہ داری کا کھلا ہوا دشمن ہے اور ان دونوں میں کبھی مفاہمت نہیں ہو سکتی اگر تم اس روش سے باز آ جاؤ تو تم اپنا اصل زر واپس لے سکتے ہو۔ تاکہ نہ تم پر کوئی زیادتی ہو نہ مقروض پر۔'' (مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 108-110)

یہ ہیں پرویز کے وہ ملعون مومنین، وہ رضی اللہ عنہم، وہ صحابہ رسوؐل، وہ حقیقی وجنتی مومنین جن کے لئے پرویز نے تاریخ وحدیث کا انکار کیا ہے۔ یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ پرویز نے ان آیات (279۔275/2) میں جو کچھ اُن کے دل میں تھا اور جو کچھ پسند آیا وہ سب لکھ دیا۔ خواہ اللہ نے کہا ہو یا نہ کہا ہو خواہ خدا کو پسند آئے یا نہ آئے۔

پرویزی مومنین کو جنگ کا چیلنج اللہ نے دیا تھا۔ پرویز نے لکھا تھا کہ:

''ایسا نظام قائم کرنے والوں سے کہہ دو کہ اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو ہماری طرف سے اعلان جنگ سمجھیں۔'' (شاہکار صفحہ 340)

مگر اللہ کی اس آیت (279/2) کے مفہوم کو پرویز نے اُلٹ کر یہ کہا کہ:

پرویز کے مفہوم میں اللہ کو اُلٹا کھڑا کر دیا: ۔''تمہاری اس روش کو نظام خداوندی کے خلاف اعلان جنگ سمجھا جائیگا۔'' (مفہوم جلد 1 صفحہ 110)

بہر حال پرویز نے اُن مذکورہ بیس (صفحہ 234 تا 255) صفحات میں قریشی مومنین کو اللہ ورسوؐل اور قرآن کا دشمن ثابت کر دیا ہے اور کمال یہ ہے کہ اُن کا کوئی قاری اس پر شبہ تک نہ کر سکا۔ بہر حال قریش' قریش کے تمام لیڈر اور قریش کا شاہکار اللہ ورسوؐل اور علی علیہ السلام سے برابر برسر جنگ رہتے چلے گئے۔ اور آج تک برسر جنگ ہیں۔

(6) معاشی نظام کی غپ شپ آخر شروع ہو گئی اُس میں وہ صورتحال لکھ دی جو عمر کی پیش گوئی سے صحیح نکلی اور تاریخ کے تمام مظالم ثابت ہو گئے

پرویز نے خلیفہ اول کے لئے چند افسانوں کے بعد عمر کی شان میں غپ شپ لکھنا شروع کر دی اُسی غپ شپ کے دوران یہ بھی لکھ دیا:

لُوٹ کے مال کے انبار کے نتیجے پر عمر کا دھیان اور گریہ:

۔''جب جلولا کا مال غنیمت آیا تو اُسے دیکھ کر اہل مدینہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ لوگ اُسے دیکھ کر فرط مسرت سے جھوم رہے تھے لیکن حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ مسجد کے ایک گوشہ میں کھڑے آنسو بہا رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا کہ امیر المومنین یہ وقت فخر ومسرت کا ہے یا رونے کا؟ آپ نے فرمایا اَے ابن عوف اس وقت ہم لوگوں کی حالت کچھ اور ہے۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ ہمارے بعد ہماری قوم کی حالت بھی ویسی ہی نہ ہو جائے جیسی دولت کی افراط سے اقوام سابقہ کی ہو گئی تھی۔ دولت کی فراوانی سے وہ آپس میں ایک دوسرے کی دشمن بن گئیں اور اُن میں حسد کے جذبات اُبھر آئے'' اس کے بعد حضرت عمر نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور بحضور رب العزت عرض کیا کہ: ''اِلٰہ العالمین تو میری حفاظت فرما کہ میں کہیں ہلاکت کی طرف نہ چلا جاؤں۔ میں نے قرآن میں تیری اس بات کو سُن لیا ہوا ہے کہ **سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ** (68/44) ہم ایسی قوموں کو اس طرح بتدریج تباہی کی طرف لے جاتے ہیں کہ انہیں اس کا پتہ بھی نہیں چلتا۔'' (شاہکار صفحہ 363۔364)

عمر کے دل کی بات جوش میں مُنہ سے نکل گئی وہ تباہی پر یقین رکھتے تھے۔

ہمیں افسوس ہے کہ اُس مجمع میں پرویز جیسا کوئی دانشور نہ تھا جو عمر کو بتاتا کہ جناب یقین کیجئے کہ اللہ نے قرآن میں تمہارے اور تمہاری قوم کے جنتی ہونے کا اور رزق کریم پانے کا وعدہ کیا ہوا ہے لہٰذا تم سے اور تمھارے ساتھی صحابہ سے اور تمھاری قوم سے ایسا کوئی فعل سرزد ہی نہیں ہو سکتا جو حقیقی مومنین رضی اللہ عنہم کی شان کے خلاف ہو اور تم ہر کام قرآن، رسوؐل اور اللہ کے احکام کے مطابق کر رہے ہو پھر بھی تمھیں اللہ کے وعدوں پر یقین کامل نہیں ہے۔ حالانکہ چودہ سو سال بعد ایسے مومنین پیدا ہوں گے جنہیں آپ کے عملدرآمد پر فخر ہو گا اور وہ تمھیں شاہکار رسالت کے لقب سے متعارف کرائیں گے۔ تو انہیں آپ کی ایسی باتوں پر شرم آئے گی۔ دوسری بات خود پرویز سے کہنے کی ہے کہ تمھارے شاہکار رسالت نے اپنی

بلند ترین بصیرت سے یہ بتا دیا تھا کہ افراطِ زر سے قریش بھی حاسد اور ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے تو پرویز صاحب آپ کو یقین کرنا چاہیے کہ عمر اور اس کی قوم تباہی کے غار میں جا گری تھی اور ہر وہ کام کیا تھا جو ایک فاسق و فاجر و نا ہنجار قوم سے ممکن تھا لہٰذا تم اُن کی ہر مذمت کو صحیح سمجھو جو تمھیں قریش ساز تاریخ میں ملے۔ اور ہر اُس بات کو غپ سمجھو جو اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے خود اپنی مدح و ثنا میں لکھی ہو۔ اور دیکھو عمر نے مان لیا ہے کہ اُن کی مندرجہ بالا دعا والی آیت اُنہوں نے خود کبھی نہیں پڑھی تھی کسی سے سُن رکھی تھی لہٰذا وہ قرآن سے بقول خود جاہل تھا۔

(7) دولت کے انبار اپنے طرفدار لیڈروں، سرمایہ داروں اور فوجی کمانڈروں میں تقسیم کیئے جاتے تھے مگر بیوہ عورتیں بھوکی رہتی تھیں۔

پرویز بہت حیران ہوں گے کہ اُن کی بڑی سے بڑی غپ ہماری چھلنی میں سے پار نکل جاتی ہے اور ہر وہ بات رُک کر کھڑی ہو جاتی ہے جو شاہکار و نا ہنجار قوم کی مذمت کی حامل ہو۔ چنانچہ پرویز کی سند سے ایک بیان سُنیئے اور عمر کے معاشی نظام میں غربا پروری کی جگہ لیڈر پروری دیکھیئے لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ آپ کے خادم حضرت اسلم نے کہا کہ بیت المال میں ایک اُونٹنی آئی ہے جو اندھی ہے اُسے کیا کیا جائے؟ آپ نے جب یہ دیکھا کہ اُس کا کوئی مصرف نہیں تو فرمایا کہ اُسے ذبح کر لو۔ ذبح کرنے کے بعد آپ نے اُس کا گوشت ازواج مطہرات اور صحابۂ کبار کے ہاں تحفۃً بھیج دیا۔ گوشت ملنے پر حضرت عباس آئے اور کہا کہ امیر المومنین آپ ہمارے ساتھ ہر روز اسی طرح کیا کرتے تو کیا اچھا ہوتا؟ اُس پر آپ نے فرمایا:۔ ''عباس مدینہ میں بہت سی بھوکی عورتیں ہیں جن کا پرسانِ حال کوئی نہیں اُن کا بھی تو خیال رکھنا ہے۔'' (پرویز نے لکھا ہے کہ) معاشرہ میں عورتیں سب سے زیادہ کس مپُرسی کی حالت میں ہوتی ہیں۔ اس لئے جب حضرت عمر نے یہ کہنا چاہا کہ میں ایسا انتظام کرنا چاہتا ہوں کہ معاشرہ میں کوئی فرد محتاج نہ رہے تو آپ نے اسے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:۔ ''اگر میں زندہ رہا تو مدینہ تو ایک طرف عراق تک کی بیواؤں کو ایسا بنا دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں۔'' (شاہکار صفحہ 364۔365)

قارئین نے دیکھ لیا کہ مدینہ میں عورتیں بھوکوں مر رہی ہیں مگر حضرت عمر فاروق غرباء اور اُمراء میں برابر فرق رکھتے ہوئے اندھی اُونٹنی کا گوشت اپنے حاشیہ نشین وڈیروں اور روٴساء کو بلا ضرورت تحفۃً بھیجتے ہیں۔ اور صحابہ کبار جو آپس میں بڑے رحمدل تھے مدینہ کی بیواؤں اور بھوکی عورتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور عمر سے بھی روزانہ تحائف طلب کرتے ہیں۔ لہٰذا خوشحالی اور فارغ البالی کی تمام غپیں صرف قومی لیڈروں، اہلکاروں، طرفداروں اور سرمایہ داروں تک محدود تھیں اور غرباء و مساکین پیسے پیسے کو محتاج تھے۔ بہرحال ان دو نقصانات نے عمر کے معاشی نظام کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ یہ بھی پڑھیں کہ:

(8) وڈیروں کو نوازنے پر ایک اور بیان سُنیئے:

۔''حضرت اسلم کی روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت عمر کے ساتھ بازار گیا تو وہاں ایک نوجوان عورت آپ سے ملی اور کہنے لگی کہ امیر المومنین میرا شوہر مر گیا اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ اُن کے لئے کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں۔ میں خفاف بن ایما الغفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ آپ اُس کی باتیں خاموشی سے سُنتے رہے۔ گھر آئے اور ایک تنومند و توانا اونٹ پر سامان رسد اور دیگر اشیاءِ ضروریہ لاد کر اُس کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیٹی اِسے ہنکاتے جا۔ اب تجھے خود آنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تمام ضروری سامان خود بخود پہنچ جایا کرے گا۔ ایک شخص نے دیکھا تو کہا امیر المومنین آپ نے اُس کو بہت زیادہ دے دیا فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ کس باپ کی بیٹی ہے

اور کس بھائی کی بہن ہے؟ یہ میں جانتا ہوں۔'' شاہکار (صفحہ 365۔366)

دو باتیں نوٹ کر لیں کہ ہر وہ بات غپ ہے جس میں عمر کا صحابہ سے مشورہ کر کے مالی یا دوسرے فیصلوں کی بات ہو اور یہ کہ عمر کی تمام نوازشات بڑے لوگوں اور اپنے طرفداروں تک محدود تھیں۔ اور وہ بات بھی غپ ہے کہ مدینہ کی بھوکی عورتوں کی پرورش کی جاتی تھی اور یہ بھی غپ ہے کہ عمر خود تفتیش حال اور غربا کی مدد کے لئے جایا کرتے تھے اُسے تو مندرجہ ذیل لڑکی کے نہ شوہر کے مرنے کا پتہ تھا۔ نہ مذکورہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا علم تھا۔ نہ اس نے لڑکی کے بیان کی تصدیق و تفتیش کی محض زبانی ذکر پر نوازشات کا ڈھیر لگا دیا۔

(9) پرویز نہایت بدقماش و بدنہاد صحابہ کی جھوٹی مدح کرتے رہے ہیں۔

عمر پرویز کی تردید کرتے رہے ہیں، سُنیئے:

''ایک دفعہ حضرت عمر کسی دعوت میں گئے تو دیکھا کہ اہل خانہ کے ملازم دسترخوان پر موجود نہیں۔ دریافت کرنے پر صاحب خانہ نے کہا ہم پہلے کھا لیتے ہیں۔ اس پر آپ نے برافروختہ ہو کر فرمایا کہ: ''خدایا اس قوم کا کیا حشر ہوگا جو اپنے آپ کو اپنے ملازموں پر ترجیح دیتی ہے۔'' پھر آپ نے اُن ملازموں کو بلایا اور پہلے انہیں کھلایا اور بعد میں خود کھایا۔'' (شاہکار صفحہ 366)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس قوم کی پرویز کا شاہکار مذمت کرے وہ قوم پسندیدہ ہو سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اُس قوم کی مدح و ثنا کرنے والا یعنی پرویز سچا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ جس شخص کے یہاں کئی کئی خادم ہوں وہ سرمایہ دار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اُس کی دعوت قبول کرنے اور دعوت کھانے والا سرمایہ داروں کا محافظ کہلا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے بدقماش شخص کا دوست خود بدقماش ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(10) حقیقی مومنین کی ایسی بستیاں جہاں حقیقی مومنین پیاسے مر جاتے تھے۔

پرویز اپنے شاہکار کے معاشی نظام پر اپنا موقف بھی نثار کر رہے ہیں۔ عقیدت ہو تو ایسی کہ جہاں جھوٹ ننگا ناچنے لگے۔ ابھی ابھی عمر پرویز کے حقیقی مومنین کے غارت ہونے کی دعا مانگ رہے تھے اور کیوں نہ مانگتے جب کہ وہ رضی اللہ عنھم ایسے بے رحم جنتی مومنین تھے کہ مومنین کو پیاسا مار کر آپس میں رحمدل (رُحَمَاءُ بَیۡنَهُمۡ) ہونے کا ثبوت دیتے تھے۔ اور جن کو رحم اور ہمدردی سکھانے کے لئے اُن ملاعین سے جنگ جائز کی ہے اور عمر نے جبری جرمانہ وصول کیا تھا۔ (شاہکار صفحہ 366۔367)

(11) عمر کارِ خیر میں شرکت کی دعوت تو دیتے تھے کارِ بد میں شامل نہ کرتے تھے۔

یہ بات یہاں (صفحہ 371) تک بار بار ثابت ہوگئی کہ بقول پرویز اُن کا شاہکار۔ ''کارِ خیر۔'' میں مسلمانوں کو بلا کر شامل کر لیتا تھا ورنہ کارِ بد خود کرتا تھا دوسروں کی پیش کش ٹھکرا دیتا تھا مثلاً بیت المال کے بیمار اونٹ کی تیل مالش کرتے ہوئے احنف بن قیس کو خود بُلا کر مدد لی (صفحہ 371) لیکن عثمان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا (صفحہ 370) علیؑ کی تجویز ٹھکرا دی (صفحہ 370) یعنی بیت المال کے گم شدہ یا بچھڑے ہوئے اونٹوں کی تلاش میں بہ نفس نفیس مشغول رہے جو اعمال خیر نہ تھے۔

(12) دروغ گورا حافظہ نباشد، گھر کی عورتیں ننگی رہ سکتی ہیں؟ قارئین ذرا اس بیان کو غور سے اور بار بار پڑھیں لکھا ہے۔

عمر کا وظیفہ۔ ''کپڑوں کے دو جوڑے، ایک سردی کا، ایک گرمی کا۔ حج اور عمرے کے لئے ایک ایک احرام اور میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے فی کس اتنا کھانا جو قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے۔ نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں جو اُن کا حال سو

میرا حال''(صفحہ 371)بتائیے کہ عمر کی بیویاں اور بیٹیاں اگر اپنے کپڑوں کے لئے پیشہ نہ کریں تو کیا کریں؟

(13) عمر کی زبانی حفصہ کی دینی پوزیشن : حفصہ نے عمر کو اپنے وظیفے میں اضافہ کرنے کا مشورہ دیا تو عمر نے حفصہ سے کہا کہ:

''بیٹی تم نے اپنی قوم کا ساتھ دیا لیکن اپنے باپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔۔۔میرے گھر والوں کا دین اور امانت میں کوئی حق نہیں''(صفحہ 372)

یہاں ہم عمر کو سچا ثابت کرنے کے لئے سورہ تحریم کی آیات (5 تا 3/66) کی طرف متوجہ کرتے ہیں جہاں عائشہ اور حفصہ رسولؐ کے خلاف اپنی قوم سے گٹھ جوڑ کئے ہوئے تھیں اور ذرا آگے چل کر اسی سورہ میں (10/66) اِن دونوں عائشہ و حفصہ کے لئے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال دی گئی ہے۔اور اُن دونوں کو خیانت کا رقرار دیا گیا ہے۔(فَخَانَتٰهُمَا) اور مودودی نے اپنی تشریح میں لکھا ہے کہ:

(14) مودودی تشریح عائشہ وحفصہ: ۔''24؎ یہ خیانت اس معنی میں نہیں ہے کہ وہ بدکاری کی مرتکب ہوئیں تھیں بلکہ اس معنی میں ہے کہ اُنہوں نے ایمان کی راہ میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کا ساتھ نہ دیا بلکہ ان کے مقابلے میں دشمنان دین (اپنی قوم۔احسؔن) کا ساتھ دیتی رہیں۔۔۔ حضرت نوحؑ کی بیوی اپنی قوم کے جباروں کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہنچایا کرتی تھی اور حضرت لوطؑ کی بیوی اپنے شوہر کے ہاں آنے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بداعمال لوگوں کو دے دیا کرتی تھی۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 33۔34) ہمارا مطلب یہ ہے کہ حفصہ اپنی قوم کی طرفداری کرنے کی عادی تھی۔یعنی عمر کی طرفداری نہ کرنا نئی بات نہ تھی۔

(15) عمر کے عہد حکومت میں صرف عمر کے ارکانِ حکومت اور عمر کی قوم کو خوشحالی حاصل تھی۔

قارئین نوٹ کریں کہ عمر کی قوم اور ارکان حکومت کے علاوہ عمر کی مملکت میں 99 فیصد لوگ غربت وفلاکت کی زندگی بسر کرتے رہے عمر نے خود کہا ہے کہ:۔''عمر کو اس وقت اس کا یقین ہے کہ مملکت میں ہر شخص کو کم از کم جو کی روٹی میسر آرہی ہے۔''(صفحہ 373)

پرویز نے عمر کی کامیابی اور کامرانی پر ایک بیان دیا ہے جس کے بڑے حصے سے ہم متفق ہیں مثلاً اُنہوں نے لکھا ہے کہ:

(16) پرویز کی طویل غپ کا ایک حصہ بالکل غپ ہے۔

''1۔جیوش اسلامیہ کو فتوحات پر فتوحات حاصل ہو رہی تھیں۔2۔علاقوں پر علاقے مملکت خداوندی کے جُزو بنتے چلے جارہے تھے۔ 3۔سلطنتوں کی سلطنتیں بارگاہ خلافت میں باجگزاری کے لئے حاضر ہو رہی تھیں۔4۔دولت وثروت ابر نیساں کی طرح برس رہی تھی۔ 5۔فراست وتدبر فاروقی نے۔6۔ساری مملکت کو شادابیوں اور کامرانیوں کی جنت بنا دیا تھا۔''(صفحہ 253)

یہ آخری جملہ نمبر 6 بکواس محض ہے جنت میں نہ سربراہ جنت کو جو کی روٹی بمشکل ملے گی نہ اہل جنت فاقوں سے رہیں گے۔البتہ سکندر ودارا، فرعون ودیگر بڑے بڑے فاتحان ممالک والے شروع کے پانچ جملے صحیح مانے جاسکتے ہیں۔البتہ عمر کے گورنر اور دوسرے چمچے حلوہ کھایا کرتے تھے سُنئے:

''عامل کو خط لکھا کہ میاں اس قسم کا حلوہ کھانا نہ تمھارے بس کی بات تھی نہ تمہاری ماں کے۔''(صفحہ 373)

(17) چمچے بھی حلوہ کھاتے تھے اور عمر کو بھی مہمانداری میں ٹھاٹھدار مال کھلاتے۔بھوکوں کو جنت کی راہ دکھاتے؟

خالد بن ولید کا ایک وجد آفرین جواب سُننے کے قابل ہے۔عمر نے دعوت کے ٹھاٹھ دیکھ کر کہا تھا کہ:

۔''یہ تو ہمارے لئے ہے۔اُن محتاجوں کے لئے کیا ہے جو بھوکوں مر رہے ہیں اور جنہیں نان جویں تک میسر نہیں؟۔'' حضرت خالد بن ولید نے کہا۔''اُن کے لئے جنت ہے۔'' یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور فرمایا خالد۔''اگر ہماری قسمت میں یہ ہے اور اُن کے مقدر

میں جنت؟ تو پھر سوچو کہ یہ فرق کتنا بڑا ہوا؟'' (صفحہ 374)

(18) عمر اینڈ کمپنی بقول خود ہی کاذب بھی ہوئی اور جہنمی بھی۔

عمر نے جھوٹ بولا تھا جب یہ کہا تھا کہ مملکت کے ہر شخص کو جو کی روٹی مل رہی ہے (صفحہ 373) اور اب تو طے ہو گیا کہ آخرت میں اُن کے لئے جنت نہیں جہنم ہے (صفحہ 374) پرویز کو مبارکباد دیں کہ اُن کا شاہکار اُن صحابہ میں سے ایک تھا جن کو قیامت میں حضوؐر کے پاس سے دھکیل کر جہنم کی طرف لے جایا گیا تھا (شاہکار گزرگاہِ خیال صفحہ 47) (بخاری کی روایت)۔

(19) جہاں اور باتیں جھوٹ ہیں وہاں پیوندوں کی بات بھی غپ ہے۔

عمر کے پائجامے میں اکیس (21) پیوند چمڑے کے اور ایک پیوند کپڑے کا تھا۔ سوچیں کہ اُس زمانے میں کپڑا سستا تھا یا چمڑا؟ لہٰذا یہ جھوٹ ہے۔ پھر یہ معلوم ہو چکا کہ عمر کو دو جوڑے ملا کرتے تھے (371) مگر یہ جھوٹا شخص کہتا ہے کہ:

''ایک ہی جوڑا ہے۔ اسے دھو کر ڈال دیتا ہوں تو یہ سوکھنے میں دیر لگا دیتا ہے'' (صفحہ 375)

(43) پرویز معاشی نظام بیان کرتے کرتے قرآنی آیات کے دورے میں مبتلا ہو گئے اور اپنے باطل تصور کی تائید میں غلط معنی کرنے لگے۔

صفحہ 378 کے اختتام پر لکھا ہے کہ:

۔''اب رہا وہ مال جو لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اس کے متعلق قرآن کریم نے دو بنیادی اصول بیان کر دیئے۔ ایک یہ کہ: وَمَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (59/7)۔ ''جو کچھ رسوؐل تمھیں دے بطیّبِ خاطر قبول کر لو۔ جو نہ دے اُس سے رُکے رہو۔'' یعنی اس تقسیم کا حق و اختیار حکومت کو حاصل ہے ہر ایک کو اس کا فیصلہ بطیّبِ خاطر قبول کر لینا چاہیے۔ اور دوسرا اصول خود حکومت کے لئے ہے کہ: کَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (59/7)۔ ''ایسا نہ ہو کہ یہ مال تم میں سے دولت مندوں کے طبقہ ہی میں گردش کرتا رہے۔'' یعنی تقسیم ایسی نہ ہو کہ یہ مال اوپر کے طبقہ ہی میں گردش کرتا رہے اُسے تمام معاشرہ میں اس طرح گردش کرتے رہنا چاہیے جس طرح انسانی جسم میں خون رواں دواں رہتا ہے کہ ہر عضو کو ضرورت کے مطابق سامان نشو و نما ملتا رہتا ہے۔ اس اصول پر نبی اکرمؐ نے جس طریق سے عمل فرمایا جب نگاہ بصیرت اس پر غور کرتی ہے تو انسان وجد میں آ جاتا ہے۔'' (شاہکار رسالت صفحہ 378-379)

(1) پرویز کی اس تمہید پر فوراً کہنے کی ایک بات۔

اب پرویز کیا طومار باندھیں گے اُس کا نمبر تو تب آئے گا جب ہماری تنقید مکمل ہو جائے گی۔ لیکن تنقید سے پہلے دو باتیں راستہ روکے کھڑی ہیں پہلے انہیں مطمئن کر کے راستہ ہموار کرنا ہوگا۔ اول یہ کہ عمر کی مملکت پر۔ ''دولت و ثروت ابر نیساں کی طرح برس رہی تھی'' (صفحہ 253) مگر اس مملکت میں انسانوں کی کثرت بقول عمر۔ ''بھوکوں مر رہی تھی جنہیں نان جویں تک میسر نہ تھا۔'' (صفحہ 374 وغیرہ) یہ تازہ لکھا ہوا دوسرا اصول (59/7) عمر کی مملکت میں یقیناً برسرِ کار نہ تھا اور بارش کی طرح برسنے والی دولت و ثروت عمر کے پسندیدہ طبقہ میں گردش کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ خود مدینہ کے اندر بھوکی عورتیں اور محتاج موجود تھے (صفحہ 364۔

(2) عمری مملکت کا رقبہ (22) لاکھ مربع میل تھا (صفحہ 376)

(3) پرویز کے پہلے اصول والی آیت (59/7) کا مودودی ترجمہ وتشریح پرویز کو سمجھنے کے لئے

پرویز نے اموال کی تقسیم کے پہلے اصول کا ترجمہ اپنی باطل اسکیم کے ماتحت کیا ہے۔اُس کو ٹھیک سے سمجھنے کیلئے علامہ مودودی کا ترجمہ دیکھیں۔وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَانَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا (59/7)۔

''جو کچھ رسولؐ تمہیں دے وہ لےلو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اُس سے رُک جاؤ۔''(تفہیم 5 صفحہ 392)

مودودی تشریح ۔''15۔ سلسلۂ بیان کے لحاظ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اموال بنی نضیر کے انتظام اور اسی طرح بعد کے اموالِ فے کی تقسیم کے معاملے میں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ فرمائیں اُسے بے چون و چرا تسلیم کرلو۔جو کچھ حضوؐر کسی کو دیں وہ اُسے لے لے اور جو کسی کو نہ دیں وہ اس پر کوئی احتجاج یا مطالبہ نہ کرے لیکن چونکہ حکم کے الفاظ عام ہیں اس لئے یہ صرف اموالِ فے کی تقسیم تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمان رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔اس منشا کو یہ بات اور زیادہ واضح کر دیتی ہے کہ۔''جو کچھ رسوؐل تمھیں دے'' کے مقابلے میں۔''جو کچھ نہ دے۔'' کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے گئے ہیں۔بلکہ فرمایا یہ گیا ہے کہ۔''جس چیز سے وہ تمھیں روک دے (یا منع کردے) اُس سے رُک جاؤ۔'' اگر حکم کا مقصود صرف اموال فے کی تقسیم کے معاملے تک محدود کرنا ہوتا تو۔''جو کچھ دے'' کے مقابلہ میں۔''جو کچھ نہ دے۔'' فرمایا جاتا۔منع کرنے یا روک دینے کے الفاظ اس موقع پر لانا خود یہ ظاہر کردیتا ہے کہ حکم کا مقصود حضوؐر کی امر و نہی کی اطاعت ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 393۔394)

لہٰذا معلوم ہوا کہ پرویز نے قرآن کی آیت کو تقسیم اموال تک محدود کردیا ہے تاکہ رسوؐل کے بعد وہ یہ حق قریشی حکومت کے سربراہوں کو دے دیں۔لیکن ہم پرویز کو یوں چکمہ دے کر نکلنے نہ دیں گے بلکہ اُنہیں دین کے معاملہ میں پہلے تھالی کا بینگن ثابت کریں گے۔لہٰذا سُنیئے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَانَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا (59/7)۔

پرویز کا ایک ترجمہ:

''تمھیں رسوؐل جو دیا کرے تم بطیّب خاطر لےلیا کرو اور جس سے منع کردے اُس سے باز رہنے کی کوشش کرو''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 541)

پرویز کا دوسرا ترجمہ: ''اے مسلمانو تم کو جو کچھ رسوؐل اپنی خوشی سے دے دیا کرے اُس کو لےلیا کرو اور جس چیز کے لینے سے منع کردیا کرے اُس سے رُک رہا کرو۔''(ایضاً صفحہ 625)

پرویز کا تیسرا ترجمہ: ''اور دیکھو جو کچھ رسوؐل اس قسم کے اموال میں سے دیا کریں اس کو برضا و رغبت لےلیا کرو اور جس کے لینے سے منع کردیں اُس سے رُک جایا کرو۔''(جلد 4 صفحہ 690)

پرویز کا آخری مفہوم: ''جو کچھ تمھیں رسوؐل (مرکزی نظام خداوندی) دے اُسے بطیّبِ خاطر قبول کرو اور جس مال سے تمھیں روکے اُس سے برضا ورغبت رُک جاؤ۔''(مفہوم القرآن جلد 3 صفحہ 1296)

شاہکار والا ترجمہ: ''جو کچھ رسوؐل تمھیں دیدے بطیّبِ خاطر قبول کرلو جو نہ دے اُس سے رُکے رہو۔''

معلوم ہوا کہ پرویز نے کسی طرح پہلا ترجمہ صحیح کردیا تھا۔اُس کے بعد اُن پر شیطان سوار ہوگیا اور انہیں ڈانواں ڈول کرتا ہوا آخر بے دینی کے غار میں گرادیا۔جو لوگ اللہ کی ترجمانی میں ہر قدم بددیانتی سے اُٹھائیں وہ اگر عمر کو شاہکار نہ بنائیں تو اور کون بنائے گا؟

(4) پرویز زمینوں کی تقسیم نہ کرنے اور حکومت کے قبضہ میں رکھنے کی بحث پہلے بھی کئی بار سامنے لائے ہیں اور ہم نے اُسے اور عمر کو فریب ساز ثابت کردیا ہے

یہاں پرویز نے اس بکواس کو تفصیل سے لکھا ہے اور چھ صفحات کالے کئے ہیں اور تان وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْمِنْ بَعْدِهِمْ (59/10) پر لاکر توڑی ہے اور ترجمہ غلط کیا گیا ہے یعنی ثابت ہوا کہ نہ عمر عربی جانتا تھا نہ باقی تمام عربی دان تھے۔ لیکن یہ ناممکن ہے لہٰذا یہ روایات، یہ قصہ، یہ غپ شپ بعد کی گھڑی ہوئی کہانی ہے۔ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ عمر کو افواج کا خرچہ درکار تھا اور بس۔ اور افسانہ ساز نے بھی یہ غور نہیں کیا کہ لفظ جَـآءُ و ماضی مذکر غائب ہے اور اسکے معنی ''وہ لوگ جو اُن کے بعد آ چکے ہیں'' نہ کہ وہ لوگ جو اُن کے بعد آئیں گے۔ لہٰذا یہ سب بکواس ہے اور کچھ نہیں (صفحہ 386)۔

(5) نبیؐ اور رسوؐل کو مجلس مشاورت کے برابر قرار دینے ہی کے لئے تو قریش نے رسوؐل کو اپنے جیسا انسان بنایا تھا؟؟؟

چونکہ اس خانہ ساز افسانے میں واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ عمر نے اپنے اختیارات اور بصیرت سے زمینوں کو اپنی تحویل میں نہیں لیا تھا بلکہ برابر باقی صحابہ سے گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کر کے گویا سب کی رضا مندی اور مشورے سے فیصلہ کیا تھا لہٰذا پرویز نے یہ قانون بنا دیا کہ:

1۔ '' اس قسم کا فیصلہ کرنے کا حق کسی فرد کو حاصل نہیں ہوتا حتیٰ کہ امیر المومنین کو بھی انفرادی حیثیت سے نہیں۔''

2۔ ''مجلس مشاورت میں سربراہ مملکت کی حیثیت بھی دیگر ارکانِ مشاورت جیسی ہوتی ہے۔ اور ہر رُکن کو آزادیٔ رائے کا حق حاصل ہوتا ہے۔'' (صفحہ 387)

پرویز نے بار بار یہ کہا ہے کہ اللہ ورسوؐل دونوں مل کر مرکز ملت ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ رسوؐل تنہا مرکز ملت یا مرکزی اتھارٹی ہوتا ہے اور رسوؐل کے بعد ابوبکر عمر وزید وبکر جو بھی سربراہ ہوگا وہ مرکز ملت اور مرکزی اتھارٹی ہوگا۔ یعنی وہ سربراہ اللہ ورسوؐل کی جگہ تمام اختیارات کا حامل ہوگا اس کا حکم وفیصلہ اللہ ورسوؐل کا فیصلہ ہوگا۔ یہ کچھ مان کر اب وہ اللہ ورسوؐل کو مجلس مشاورت کے ایک رکن کے برابر لکھ رہے ہیں۔ یعنی مجلس مشاورت کا ہر ممبر اللہ ورسوؐل ہے۔ اور اُن میں سے کوئی بھی تنہا مختار نہیں ہے یعنی اب اللہ کے ساتھ مجلس مشاورت کا ہر ممبر برابر کا شریک ہے۔ بتایئے اس سے بڑا شرک تو نہ قریش نے کیا تھا نہ کسی اور مشرک قوم نے اللہ کو اتنے شریکوں کے ماتحت کیا تھا۔ یہ ہے پرویز وقریش کے لیڈروں اور عمر کا ایمان واسلام (صفحہ 387)

(6) پرویز اپنے شاہکار کو جوتا بنا کر عربی زبان کی آنکھوں میں گھس گئے۔

یہ عبارت اور اس کا بلا تکلف ترجمہ ملاحظہ ہو اللہ ورسوؐل دونوں خلافت بن گئے۔

لَا حَمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ ''چراگاہیں صرف خلافت کی ہیں۔'' (صفحہ 389)

(7) مشاورت میں رسوؐل کو پابند نہیں کیا ہے۔

رسوؐل محض اللہ کے حکم کا یا وحی کا پابند ہوتا ہے۔ مومنین خواہ ایک لاکھ ہوں اُن کو رسوؐل کی ہر حال میں اطاعت کرنا لازم ہے۔ کوئی ایسی صورت قرآن میں نہیں ہے جس میں رسوؐل کسی مومن یا مومنین کے متفقہ فیصلے کا پابند ہو چنانچہ پرویز نے خود مانا ہے کہ:

''دوسرے یہ کہ ضروری نہیں ہے کہ کثرت رائے کا فیصلہ بہرحال وبہرنوع قانون کی شکل اختیار کر جائے مرکز ملت اکثریت کے فیصلوں پر مجبور نہیں ہوسکتا۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْيُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ (49/7)'' (اے پیروان دعوت ایمانی!) جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔ بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہ اگر اُن میں تمہارا کہنا مان لیا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 651)

اسی آیت کا مفہوم بھی پرویز کی مخالفت کرتا ہے۔

''اس نظام کا مرکز خدا کا رسولؐ تمہارے اندر موجود ہے تم ہر معاملے میں اس کی طرف رجوع کرو اور جو فیصلہ وہاں سے ملے اُس کے مطابق عمل کرو'' (مفہوم القرآن جلد3 صفحہ 1205)

سوچئے کہ مرکز ملت یا رسولؐ کو جہلا کے مشورہ کا پابند کیسے کیا جا سکتا ہے؟ جب کہ تمام مؤمنین کو یہ کہہ دیا گیا ہو کہ:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O (بقرہ 2/216)

پرویز ''بہت ممکن ہے ایک بات کو تم بُرا سمجھتے ہو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ایک بات تمہیں اچھی لگتی ہو اور اسی میں تمہارے لئے برائی ہو پس اپنے نفس کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کی بنا پر اعمال کی اچھائی اور برائی کا فیصلہ نہ کر دو۔ اللہ جانتا ہے کہ تمہارے لئے کس ناگواری میں خوشگواری اور کس پسندیدگی میں ناپسندیدگی ہے مگر تم نہیں جانتے۔'' (معارف القرآن جلد2 صفحہ 205)

اقبال کا شعر سن کر نظام مشاورت پر لعنت بھیج دو۔

آدمی اندر جہاں خیر و شر کم شناسد نفع خود را از ضرر

کس نداند زشت و خوب کار چیست جادہ ھموار و ناھموار چیست

اس خیر وشر کی دنیا میں آدمی اپنے نفع اور نقصان کو کم پہچانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اچھا یا برا کام کونسا ہے اور ہموار و ناہموار راستہ کونسا ہے؟

(8) مملکت کی مرفہ الحالی کی غپ، غپ ہی رہے گی۔

مملکت کا نان جویں کا محتاج ہونا معلوم ہو چکا ہے البتہ وڈیروں اور لیڈروں میں اور افواج میں مرفہ الحالی ہوگئی (صفحہ 390-391)

(9) روپیٹ کر عمر کی وظائف کی درجہ بندی مان ہی لی ہے۔

پرویز حقائق کو نہایت تکلف اور بلا دلیل بکواس سے روتے پیٹتے مانتے گئے ہیں (صفحہ 392 سے 400) عورتوں کو بارہ ہزار سب مان لیا ہے۔ اور سب سے کم درجہ والوں کو بھی مان لیا (397) اور عمر کا پچھتانا اور اصلاح کی طرف متوجہ ہونا بھی ماننا پڑا ہے۔ چنانچہ بادل ناخواستہ عنوان کے ماتحت عمر کا بیان لکھتے ہیں۔ چنانچہ شاہکار کی شکست دیکھیں۔

(10) ''غلطی کا احساس''۔

''وظائف کا یہ نظام 20 ہجری میں شروع ہوا تھا۔ دو ہی سال کی قلیل مدت میں جب اُس کے مضرت رساں نتائج سامنے آنے شروع ہوئے تو حضرت عمر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس کے ازالہ کے لئے آپ نے فرمایا کہ:

(1) جب مجھے اپنے پہلے فیصلے پر نظر ثانی کا موقعہ ملا تو میں دولت مندوں سے اُن کی فاضلہ دولت لے کر حاجت مندوں میں تقسیم کر دوں گا۔

(2) اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو سارے ملک کا دورہ کروں گا۔ اور وظائف کا اصول حضرت ابوبکر صدیق کی طرح مساوات پر مبنی کر دوں گا۔ (آخر میں لکھا ہے کہ) لیکن اس اگلے سال کے آنے سے پہلے ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور یہ خون گشتہ آرزوئیں حسرت بن کر رہ گئیں۔'' (شاہکار صفحہ 400)

اسی ردیف وقافیہ میں اسی سلسلے کے ماتم کے ونوحہ کے چند الفاظ اور سن کر آگے بڑھیں لکھا ہے کہ:

(3)’’حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ اگر میں زندہ رہا تو میرا ارادہ ہے کہ اگلے سال ساری مملکت کا دورہ کروں گا اور ہر ملک کے مقامی حالات کا جائزہ لے کر وہاں قرآنی نظام کے نفاذ کی تدابیر اختیار کرونگا۔لیکن اُن کی آنکھوں نے وہ ’’اگلا سال‘‘ دیکھا ہی نہ اور انسانیت کا مقدر بدلتے بدلتے رہ گیا۔تاریخ عالم کا یہ المیہ اس قدر حیرت انگیز، زہرہ گداز، جگرسوز اور دوررس نتائج کا حامل ہے کہ اس پر آسمان کی آنکھ جس قدر بھی خون کے آنسو بہائے کم ہے۔اس چودہ سوسال کی تاریخ انسانیت حرماں نصیبوں اور سوختہ بختیوں کی الم انگیز داستاں کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

(شاہکار صفحہ 419)

(11) خودساختہ داستان شاہکار کا دولفظی نتیجہ؟

پرویز کے اس بیان سے بھی یہ ثابت ہوگیا کہ عمر کی ساری مملکت میں پرویز کا مفروضہ ’’قرآنی نظام‘‘ نافذ تو کہاں؟ ابھی تک اُس کے نفاذ کی تدابیر بھی نہ کی گئی تھیں کہ عمر قتل ہوگیا اور نہ ہی عمر کو یہ موقعہ ملا کہ وہ اپنے غلط جاری کردہ نظام سرمایہ داری کا تدارک کر سکے اسے موت کھا گئی۔

(اِنَّا لِلّٰہِ واِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن)

پرویز کا شاہکار پرویز ہی کے قلم سے ناکام ونامرادخوں گشتہ آرزؤں اور حسرتوں میں دفن ہوگیا مگر پرویز ابھی ابلیس کی طرح باقی ہے اُس کی ابلہ فریبیاں ابھی باقی ہیں اس لئے ہم ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ابھی پرویز کو ٹھکانے لگانا ہے اور اس کے شاہکار کی وہ تمام بے دینیاں اور خباثتیں قارئین کے سامنے رکھنا ہیں جنہیں پرویز چھپاتے چلے گئے ہیں۔

(44) پرویز اپنی بے دینی کو چھپانے کے لئے ثلاثہ اینڈ کمپنی کی آڑ کو بہترین پناہ سمجھتے رہے ہیں۔ثلاثہ کو مسلمان سمجھا جانا غنیمت ہے۔

جس طرح ثلاثہ اینڈ کمپنی کے عقائد سے تنگ آئے ہوئے بامذہب لوگ شیعوں میں پناہ لیتے رہے اور شیعوں کی آڑ میں ملاؤں اور لیڈروں کی مذمت کرتے رہے۔اُسی طرح لامذہب وبے دین لوگ ثلاثہ اینڈ کمپنی کی پناہ لیتے رہے اور اہلسنت کی آڑ میں تمام مورخین ومحدثین و مفسرین کی اور خود شیعوں کی مذمت کرتے رہے۔یہ پرویز کی اور تمام بے دینوں کی خوش قسمتی ہے کہ قریشی قوم اور اس کے لیڈر ابوبکر وعمر وغیرہم مسلمان سمجھے گئے اور اسلامی قانون کی روسے اُن کے ظاہر پر مسلمان ہونے کا قانونی فتویٰ ہمیشہ برقرار رہا اور رہے گا۔لہٰذا ہر لامذہب و بے دین کو اُن میں کھپنے کا موقعہ ملتا رہا۔اور اُن کے عقائد واعمال میں ہر بے دینی کے چھپ جانے کی گنجائش ملتی رہی۔گو پرویز کو بقول پرویز کچھ علمانے اور بقول پرویز ایک ہزار علمانے کافر قرار دیا ہے۔لیکن وہ اپنے ظاہری اعمال وعقائد کے زوروں پر فتوے کے باوجود سنی مسلمان بنے رہے۔بہرحال ہم پرویز کو بے دین وگمراہ تو کہتے اور لکھتے ہیں لیکن کافر نہیں کہتے اور اُن کو داد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے تمام مذاہب میں سے سُنی مذہب کو اور لیڈروں میں ابوبکر وعمر کو انتخاب کیا جہاں اُن کی اسلام دشمن ہر بات مذہبی نقاب میں چھپ سکتی ہے۔یہی نہیں بلکہ عقیدتمندوں سے داد وتحسین اور روپیہ بھی وصول کرسکتی ہے۔

(1) اگر پرویز یہ کہتے کہ اللہ سے دعا مانگنا فضول ہے تو اُن کی بے دینی جھلکنے لگتی مگر انہوں نے اپنے شاہکار کے نام سے اللہ کے وجود تک کا انکار کردیا

ہم نے پرویز کے گیارھویں باب ’’معاشی نظام‘‘ سے اُن کے تیرھویں باب کو موقع کی نزاکت اور تسلسل کی بنا پر ملا کر لکھا ہے تا کہ شاہکار کا انجام اور پرویز کا نوحہ بے روک ختم ہوجائے۔چنانچہ شاہکار کے بارھویں باب کو درمیان میں چھوڑ گئے تھے تا کہ پرویز وعمر کی بے دینی الگ سے سامنے لائیں۔لہٰذا سنئے کہ پرویز نے صفحہ 406 پر ایک آیت (2/186) کی عبارت اور ترجمہ لکھا اور نتیجہ یوں پیش کیا ہے کہ:

(2) لاکھوں دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن اللہ اپنے وعدہ کے باوجود ایک بھی دعا پوری نہیں کرتا۔

''لیکن یہ ہمارا ذاتی تجربہ بھی ہے اور روزمرہ کا مشاہدہ بھی کہ دعا مانگنے والے خدا سے سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں دعائیں مانگتے ہیں جو قبول نہیں ہوتیں۔ جب ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے تو پھر قرآن کریم کا یہ دعویٰ سمجھ میں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہے۔''

یہ لکھ کر پرویز صاحب اُن طفل تسلیوں کو بڑی خوبصورتی سے رد کر دیتے جو اُن کے علما لوگوں کو بہکانے کے لئے دیا کرتے ہیں۔ اور اُن کے قاریوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اول تو کوئی اللہ واللہ موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کا اس آیت (2/186) میں جو وعدہ ہے وہ غلط ہے۔ لہٰذا وہ پرویز کو مشکلکشا سمجھنے لگتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ پرویز دعا قبول نہ ہونے کی صحیح وجہ بتائیں گے اور ہر دعا قبول ہونے کا کوئی قرآنی طریقہ سمجھائیں گے۔ یعنی قارئین بڑے انہاک سے پرویز کے بیانات پڑھتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پرویز ایک قدم بے دینی کی طرف اور بڑھاتے ہیں اور اپنے علما کیخلاف ایک اور آیت لا کھڑی کرتے ہیں سنئے:

(2۔الف) اللہ اور علما کے خلاف محاذ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔

''علاوہ اس کے کہ یہ توجیہہ بڑی کمزور ہے، قرآن کریم کی اس آیت کے بھی خلاف جاتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ (27/62) ''وہ کون ہے جو مصیبت زدہ کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے اور اُس کی مصیبت کو رفع کر دیتا ہے۔'' (شاہکار صفحہ 406-407)

قارئین یہ آیت لا کر پرویز نے اپنے اعتراض کو اور مستحکم کیا ہے۔ یعنی اللہ قرآن میں دھڑا دھڑ دعا مانگنے اور قبول کرنے کی باتیں تو جگہ جگہ کرتا ہے لیکن پرویز کے تجربے اور مشاہدے کے مطابق لاکھوں دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں مطلب یہ کہ اللہ کی باتوں اور دعا قبول کرنے کے وعدوں پر سے اعتبار سو فیصد اٹھ جائے اور لوگ بے دینی کے دائرے میں سوچنے لگیں۔

(3) اپنی بے دینی کو مضبوط کرنے کے لالچ میں اپنے ممدوح مومنین حقا رضی اللہ عنھم رسولؐ کے صحابہ کبار اور جنتی مومنین کی بھی مذمت پیش کر دی۔

اس وقت پرویز یہ بھولے ہوئے ہیں کہ انہوں نے تو عہد رسولؐ کے ہر مومن کو مذمت سے بالاتر لکھا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ سب حقیقی مومن تھے۔ قرآن میں اُن کی مذمت کہیں نہیں ہے۔ اللہ اور رسولؐ اُن کی مدح وثنا میں مصروف رہے ہیں۔ لہٰذا لالچ بری بلا ہے۔ اپنے مسلک کے مومنین کو گمراہ کر سکنے اور اپنا اُلو سیدھا کر سکنے کے لالچ میں لکھا ہے کہ:

''ان آیات کا مفہوم تو میں یہی سمجھا تھا لیکن ایک اور آیت تھی جس سے میری نگاہ کا رخ ایک اور طرف پلٹ گیا۔ ہجرت نبوی کے بعد مدینہ میں اسلامی مملکت کا قیام وجود میں آ گیا۔ اور وہاں کے مسلمان اُن تکالیف اور پریشانیوں سے، جو انہیں مکی زندگی میں پیش آئی تھیں، محفوظ ہو گئے۔ لیکن جو مسلمان مکہ میں گھر گئے تھے۔ انہیں مخالفین بے حد تنگ کرتے تھے۔ یہ بے کس و بے بس، مظلوم ومقہور، کمزور ناتواں مسلمان رہ رہ کر خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔ التجائیں کرتے تھے کہ اللہ ان کی مدد کرے اور کسی طرح ان کے مصائب سے انہیں نجات دلائے۔ خدا کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں تھا کہ وہ اُن کی مشکلات کا حل ''براہ راست'' پیدا کر دے لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ اُس نے کیا کیا اسے غور سے سنئے۔ سورہ نساء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے مسلمانوں (مومنون حقا، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ، رسولؐ کے صحابہ، ابوبکر وعمر اور جنتی مومنین، رَحُمَاء بینهم وَاَشِدّاء عَلَى الكفار) سے کہا کہ وَمَالَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًاO(4/75)

(اے مدینہ کے مسلمانوں) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم خدا کی راہ میں جنگ کے لئے نہیں اٹھتے ؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (مکہ کے) ستم رسیدہ کمزور و ناتواں مرد، عورتیں، بچے کس طرح پکار پکار کر ہم سے فریاد کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے، جس کے رہنے والوں نے ظلم وستم پر کمر باندھ رکھی ہے، کسی طرح نکال لے۔ اپنے ہاں سے ہمارے لئے کوئی سرپرست بھیج کوئی مددگار ادھر پہنچا''۔

یہاں دیکھئے مکہ کے مظلوم خدا سے دعا کر رہے ہیں اور خدا مدینہ کے مسلمانوں سے کہہ رہا ہے کہ کیا تم سن نہیں رہے ہو کہ وہ کس طرح آہ وفغاں کرتے ہوئے ہمیں پکار رہے ہیں؟ تم اُن کی مدد کو کیوں نہیں پہنچتے؟ اس سے میں نے دعا کا یہ مفہوم سمجھا کہ خدا دعا کرنے والی کی مدد براہ راست نہیں کرتا۔ وہ اُن کی مدد اپنے ان بندوں کے ذریعہ کرتا ہے جو مظلوم کی مدد کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔'' (صفحہ 408)

یہاں سب سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ اس آیت (4/75) میں مخاطب مومنین میں ابوبکر وعمر اور مدینہ کے تمام بڑے چھوٹے صحابہ مخاطب ہیں اور جنگ کا یہ حکم پہلی دفعہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ بار بار مکہ کے مظلومین کی مدد کیلئے کہا جا چکا ہے اور یہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوئے اس لئے اب اُن سے جنگ کے لئے نہ اٹھنے کی وجہ دریافت کی گئی ہے وَمَالَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ لہٰذا اس آیت میں مخاطب لوگ، مخاطب مومنین، مخاطب صحابہ وہ لوگ ہرگز نہیں ہیں جن کی آڑ میں پرویز تمام قریشی مومنین کو چھپایا کرتے ہیں ان اہل مدینہ کو اُن صحابہ سے بھی خارج کرنا ہوگا جن کو رُحَمَاءُ بينهم کہا گیا ہے۔ اِن کو اُن صحابہ میں سے بھی خارج کرنا ہوگا جو اپنے جان واموال کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر کے ہتھیلی پر سر لئے پھرتے تھے۔ لہٰذا قریشی تاریخ میں ان صحابہ کی مذمت قبول کرنا پڑے گی خصوصًا ابوبکر وعمر وعثمان کی مذمت ماننا پڑے گی۔

(4) اللہ کا موجود ہونا یا نہ ہونا بے سود ہے۔ وہ کسی کے مصائب ومشکلات میں مدد کرنے سے مجبور ہے مدد صرف انسان کر سکتے ہیں۔

یہ تھی پرویز کی بے دینی جسے وہ قرآن اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کے عقائد کی آڑ میں چھپانے کے لئے شاہکار لکھ رہے ہیں چنانچہ پرویز کے فیصلے جمع کر لیجئے تاکہ اُن کی بے دینی قریب تر ہو جائے۔

1۔ خدا دعا کرنے والے کی مدد براہ راست نہیں کرتا یعنی

2۔ انسانی دنیا میں خدا کی ذمہ داریاں انسانوں کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں۔ (صفحہ 409)

3۔ خدا بندوں کی مشکلات براہ راست حل نہیں کرتا بلکہ:

4۔ اس نظام کی وساطت سے کرتا ہے جو اُس کے قوانین کو نافذ کرنے کے لئے اس کے نام پر قائم ہوتا ہے۔'' (صفحہ 411)

5۔ اس سے یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی ہوگی کہ اپنی مصیبتوں اور مشکلوں کے لئے ہم جو ہر روز خدا سے دعائیں مانگتے ہیں وہ قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

6۔ یہ براہ راست قبول ہو ہی نہیں سکتیں۔'' (صفحہ 411-412)

ان چھ (6) عدد کفریات پر بات کرنے سے پہلے پرویز کے مندرجہ بالا نظام کی بے کسی اور بے بسی دیکھ لیں۔

(5) پرویز کے نام نہاد نظام خداوندی، حکومت خداوندی اور مرکز ملت کا جاہل اور خدا سے باغی ہونا ثابت ہے کائنات اُن کی مسخر نہ تھی۔

پرویز کی تمام غپ شپ آخر بکواس بن گئی جب اُس نے صرف دو فطری حوادث کے سامنے عمر اینڈ کمپنی کی بے بسی و بے کسی کو یوں اچھال کر دبوچا کہ:

''ان ارشادات خداوندی سے واضح ہے کہ حوادثِ ارضی وسماوی میں سے کوئی حادثہ بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس کا سد باب انسان کے بس کی بات

نہ ہو۔ یہ ٹھیک ہے لیکن حوادث کا سد باب تو قوانین فطرت کے علم کی رو سے ہو سکے گا۔ اُس کے معنی یہ ہیں کہ قوانین فطرت کے متعلق جس قدر انسان کا علم ہوگا اُسی قدر وہ اُن حوادث پر قابو پالینے کے قابل ہو سکے گا۔ آج سے چودہ سو سال تو ایک طرف پچاس سال پہلے بھی حالت یہ تھی ہیضہ، طاعون، انفلوئنزا جیسے وبائی امراض جنگل کی آگ کی طرح پھیلتے تھے لاکھوں جانیں ضائع کر کے رکھ دیتے تھے۔ اور انسان (عمر شاہکار) بے چارہ بے کس و بے بس کھڑا ان کا منہ تکتا رہ جاتا اور اُن کے انسداد کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اب ایسی ادویات ایجاد ہو گئی ہیں جن سے بطورِ حفظ ماتقدم ان کا سد باب کر دیا جاتا ہے۔'' (صفحہ 254)

(6) وہ، جس ملعون کو پرویز ساری نوع انسان کی دعاؤں مشکلوں اور مصائب کو رفع کرنے کے لئے اللہ کا ذریعہ بنا رہا ہے۔

اس کا حال پرویز سے سنئے:

''جب آپ یعنی عمر تبوک کے قریب پہنچے تو طاعون کی تباہکاریوں کی خبر ملی۔ وہاں صحابہ سے مشورہ کیا گیا کہ مجھے آگے جانا چاہئے یا نہیں اور طے یہ پایا کہ آپ کو اپنے ساتھیوں سمیت واپس تشریف لے جانا چاہئے۔ یہی وہ فیصلہ تھا جس کیخلاف ابوعبیدہ نے کہا تھا کہ کیا آپ تقدیرِ الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟ اور آپ یعنی عمر نے جواب میں فرمایا تھا کہ ''ہاں میں خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہا ہوں؟؟ (شاہکار صفحہ 255)

یہ تھا پرویز کا مستقل بھگوڑا جو جان بچانے کو دوسری تقدیر کہا کرتا تھا اور ہر خطرہ کے وقت رسوؐل تک کو چھوڑ کر بھاگ جایا کرتا تھا (3/153) بہرحال یہ وہ شخص ہے جو آج کے یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر شخص تھا جسے قوانین فطرت کا ذرہ برابر علم نہ تھا جو اُن آیات کا مخاطب نہیں ہے جن کے لئے اللہ نے پوری کائنات اور کائنات کے تمام موجودات کو مسخر و مطیع کر رکھا تھا (16/12,22/37, 22/65, 31/20, 45/12-13 34 تا 14/32) اور یہ پرویز کے نزدیک وہ شخص ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تمام نوع انسان کی دعائیں قبول کراتا تھا۔ لاحول ولا قوۃ اِلاَّ باللّٰہ۔

(7) پرویز نے یہ کافرانہ عقیدہ اور تصور بھی عمر ہی کے ایک بیان سے اخذ کیا ہے وہ مقام دیکھ کر پرویز کے اس عقیدے پر تنقید کریں گے۔

پرویز مسلسل مذکور ہوتے چلے آنے والے کافرانہ تصور پر پھولے نہیں سماتے اور لکھتے ہیں کہ:

''بایں ہمہ مجھے اس کی جستجو رہی کہ کیا صدر اول میں اس مفہوم کی کہیں سے تائید مل سکتی ہے؟ اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب مجھے خود جناب فاروق اعظم کے ہاں یہ مفہوم مل گیا۔ یہی مفہوم اور ایسے بلیغ ترین انداز میں جو میرے حیطہ تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کیساتھ لشکر اسلام کو روانہ کیا تو اعوض کے مقام تک انہیں رخصت کرنے کے لئے گئے وہاں کھڑے ہو کر آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا جس میں کہا کہ: ''لوگو یاد رکھو میں تمہارے اور اللہ کے درمیان ہوں۔ لیکن میرے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے مجھے اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ میں تمہاری دعاؤں کو اس تک پہنچنے سے روک دوں۔ لہٰذا تم اپنی شکایتیں مجھ تک پہنچاؤ اگر کوئی شخص براہ راست مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تو وہ اپنی شکایت اُن لوگوں تک پہنچا دے جو مجھ تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہم ہر پکارنے والے کا حق بغیر کسی پریشانی کے اُس تک پہنچا دیں گے۔'' (شاہکار صفحہ 410)

(8) پرویز کی اور عمر کی تمام کفریات پر نظر باز گشت اور تنقید و تبصرہ اور قرآن اور خود پرویز کا پرویز و عمر پر فتویٰ۔

آپ نے پرویز کے چھ عدد کفر دیکھے تھے اُن سب کو سامنے رکھئے اور قرآن کریم کی یہ آیت پڑھئے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (مائدہ 5/35)

پرویزی مفہوم: ''اے جماعت مومنین دیکھنا کہیں تم نظام خداوندی سے سرکشی اختیار نہ کر لینا۔تمہارا فریضہ حیات یہ ہے کہ تم ہمیشہ قوانین خداوندی کی نگہداشت کرواوراس میں بلند ترین مقام اور مرتبہ حاصل کرنے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کرو۔اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ اس نظام کے قیام اور استحکام کے لئے پوری پوری جدوجہد کرو اسی سے تم اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔خدا تک پہنچنے کے لئے انسانوں کو وسیلہ بنانے کا تصور غلط ہے۔(2/186,17/57)(مفہوم القرآن جلد اول صفحہ 251)

پرویز نے کہا تھا کہ: ''خدا کی ذمہ داریاں انسانوں کے ہاتھوں پوری ہوتی ہیں۔خدا بندوں کی مشکلات براہ راست حل نہیں کر سکتا بلکہ اس نظام کی وساطت سے کرتا ہے جو اس کے نام پر قائم ہوتا ہے۔دعائیں براہ راست قبول ہو ہی نہیں سکتیں۔''

عمر نے کہا تھا کہ: ''لوگوں یاد رکھو میں تمہارے اور اللہ کے درمیان ہوں۔خدا نے مجھے اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ میں تمہاری دعاؤں کو اللہ تک پہنچنے سے روک دوں۔''

عمر و پرویز خود اپنے عقائد اور تین تین آیات (5/35,2/186,17/57) کی رو سے مشرک و کافر و منکر خداوندی ہیں۔سوچئے کہ ایک مشرک و کافر دوسرے مشرک و کافر کو شاہکار بناتا ہے۔

(9) ان دونوں مشرکوں کی بات کو صحیح مان کر بھی وہ برابر منکرین خدا رہتے ہیں۔حق کے سامنے باطل لاجواب رہا کرتا ہے۔

ہم یہ مان لیتے ہیں کہ اللہ براہ راست کسی کی دعا قبول نہیں کرتا بلکہ اُن دعاؤں کو عمر جیسے سربراہ نظام خداوندی کے ذریعہ یا وساطت سے پوری کرایا کرتا ہے لیکن پرویز کو یہ بتانا ہوگا کہ جس دوران انسانوں میں انسانوں پر اسلامی حکومت قائم نہ ہو یا پرویز کی زبان میں جن زمانوں میں نظام خداوندی اور نظام خداوندی کا سربراہ برسراقتدار نہ ہو اُس زمانے میں تو اللہ کو بے یار و مددگار اور محتاج ماننا ہوگا اور اس زمانہ میں ساری نوع انسان کی دعائیں رائیگاں جانا ماننا پڑے گا۔لہٰذا پرویز کی تحقیق اور معارف القرآن کی رو سے صرف چند سال دنیا میں ایسے گزرے جن میں حکومت خداوندی موجود رہی ہے لہٰذا ماننا ہوگا کہ کروڑوں سال تک اللہ بے بس و بے کس و محتاج رہتا رہا؟ پھر یہ بتانا ہوگا کہ پرویز نے اسی کتاب شاہکار میں رسوؐل اللہ کو اور خود عمر کو دعائیں مانگتا ہوا دکھایا ہے۔سوال یہ ہے کہ اُن دونوں کی دعائیں قبول کر کے پوری کرنے کیلئے وہ کونسا نظام خداوندی یا حکومت خداوندی تھی جس کی وساطت سے ان دونوں کی دعائیں پوری کرائی گئیں؟ اور اتنا تو سب نے مانا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ اقتدار ملا نہ حکومت قائم ہوئی تو اُن کی زندگی میں اور اُن سے پہلے حضرت موسیٰؑ تک اور اُن کے بعد حضرت محمدؐ تک نوع انسان کی دعا کون اور کیسے پوری کراتا تھا؟ الغرض قارئین دیکھیں کہ یہ دونوں دراصل لامذہبیت اور بے دینی کا پروگرام چلانے والے بے دین لوگ ثابت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ بے دینی جاری کرنے کیلئے انہوں نے قریشی مذہب و مسلک اختیار کیا اور اس آڑ میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کو بے دین بنانے کا منصوبہ جاری کیا تھا۔

(10) خلافت الٰہیہ یا نظام خداوندی کے تمام سربراہ قوانین فطرت کے عالم ہوتے تھے کائنات اُن کے سامنے مسخر و مطیع رہتی تھی۔(قرآن)

آپ نے دیکھا کہ پرویز نے عمر کیلئے جو سامان لکھا ہے وہ وہی ہے جو یہاں دنیا میں بڑے بڑے فاتحان ممالک نے حاصل کیا تھا۔ملکی فتوحات اور مال و زر کی افراط۔لہٰذا عمر خاصانِ خداوندی اور مقبول بارگاہ خداوندی اور نمائندگان خداوندی اور خلفائے خداوندی کے مقام بلند سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔نہ کہیں پوری کتاب میں اُس کے علم قرآن کا ذکر کیا گیا نہ کوئی آیت اس کی شان میں پیش کی گئی۔اس کے برخلاف اس کا

قوانین فطرت سے جاہل ہونا اور قوانین فطرت کے سامنے مجبور مقہور و بے بس ہونا صراحت اور مثالوں کے ساتھ پرویز نے مانا ہے۔ لہٰذا کوئی بات اس کتاب میں مذکور نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ عمر اللہ کے یہاں بھی کوئی مقام رکھتا تھا۔ رہ گئیں عمر کی فتوحات وہ بھی اس نے میدان جنگ میں جا کر دشمن سے مقابلہ کر کے حاصل نہیں کی تھیں وہ قرآن کی واضح آیات کی رو سے نہایت ڈرپوک (8/6) رسولؐ اللہ سے ناحق کیلئے جھگڑنے والا (8/5) اور میدان جنگ سے بار بار بھاگ جانے والا (3/153) تھا۔ اُس سے اُس کے سپہ سالا زیادہ جیالے تھے جنہوں نے اسے تقدیر کا بھگوڑا کہا تھا اور ابھی ہم نے اس کا پورا کیریکٹر قارئین کے روبرو پیش کرنا ہے یہاں تو یہ دکھانا ہے کہ عمر کے اندر کوئی ایسی بات بطور غپ بھی نہیں لکھی گئی جس سے اُس کا اسلامی حکومت کا سربراہ ہونا ثابت ہوجاتا وہ اپنی خودساختہ کافرانہ حکومت کا سربراہ ضرور تھا۔ اللہ کے پسندیدہ سربراہوںؑ کا ذکر چندسطروں میں دیکھ لیں اور عمر کو اُن کے سامنے کھڑا کر کے اُس کا سائز ناپ لیں تو وہ کافری وسرکشی اور دشمنانِ خداوندی کے پیمانے میں فٹ آئیگا۔

(11) اگر کائنات کی کوئی چیز مسخر و مطیع وفرمانبردار نہیں تو وہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ حکمران وخلیفہ نہیں ہوسکتا ہے؟؟

قارئین بطور یاددھانی پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ پرویز کے شاہکار اور اُس کی قوم کو سنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی اور دیگر خلفاؑئے خداوندی کی پوزیشن بیان کررہا ہے اور اس سامان کا ذکر فرمارہا ہے جو اللہ کے نمائندوں کیلئے اور جو اُن کے دشمنوں کیلئے تیار رہتا ہے سنئے ارشاد ہے کہ:

ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ Oاَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ Oاَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ Oجُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ Oكَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ Oوَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ Oاِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ Oوَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ Oوَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ Oاِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ Oاِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ Oوَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ Oوَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ O (سورہ ص 20 تا 38/8)

''کیا ہمارے درمیان یہی ایک شخص اس قابل رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر قرآن نازل کرنا ضروری تھا؟ اے رسولؐ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ میرے ذکر قرآن پر ہی شک کررہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کررہے کہ انہوں نے میرے عذاب کا مزا نہیں چکھا ہے۔ کیا اُن کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو وہ غالب حیثیت سے ہبہ کرنے والا ہے؟ کیا یہ قریش آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُس پر حکومت رکھتے ہیں کیا یہ وسائل اور اسباب کی بلندی پر چڑھ کر اپنی پوزیشن کا پتہ لگا سکتے ہیں؟ یہ قریشی جتھہ تو ایک چھوٹا سا گروہ ہے جو یہیں شکست کھانے والا ہے۔ ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے جھٹلا چکے ہیں۔ بڑے بڑے جتھے تو وہ تھے اُن میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور اُن پر میرے عذاب کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک ثابت ہوکر رہا۔ یہ قریش بھی بس ایک ہی دھماکے کے منتظر ہیں۔ جس کے بعد کسی اور دھماکے ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہمارے حساب کے دن سے پہلے ہی جلدی سے ہمارا حصہ دے دے۔ اے رسولؐ یہ لوگ جو کچھ پلاننگ کررہے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں ہمارے بندے داؤد کا ذکر سناؤ جو بڑی قوتوں کا مالک تھا اور ہر معاملے میں اللہ کے طرف رجوع ہونے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کیلئے مسخر و مطیع کررکھا تھا کہ وہ صبح شام اس کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی مطیع کررکھا تھا جو سمٹ کر آجاتے تھے اور اس کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے تھے ہم

نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی تھی کہ اس کو حکمت عطا کی تھی اور فیصلہ کن باتیں کرنے کی صلاحیت بخشی تھی۔'' (سورہ ص 20 تا 38/8)

اللہ کی طرف سے مقرر ہونے والے حکمرانوں کی ابھی دو چار باتیں اور سنیں:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ O قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ O فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ O وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ O وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ O هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ O (ص 40 تا 38/34)

''اور یقیناً ہم نے سلیمانؑ کا بھی امتحان لیا تھا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے ہماری طرف رجوع کیا اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے لئے سامان تحفظ فراہم رکھ اور مجھے ایسی مملکت عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے بلاشبہ تو ہی ہبہ کر دینے والا ہے۔ ہم نے سلیمانؑ کے لئے ہواؤں کو مسخر اور مطیع کر دیا تھا جو سلیمانؑ کے حکم سے جدھر وہ چاہتا تھا عاجزی کے ساتھ چلا کرتی تھی اور ہم نے سلیمانؑ کے حضور میں شیطانوں کو بھی مسخر و مطیع کر دیا تھا جو اُس کے لئے معماری اور غوطہ زنی کی خدمات انجام دیتے تھے اور دوسرے جنات جوڑی جوڑی میں بندھے رہتے تھے۔ ہم نے اُسے اختیار دے دیا تھا کہ یہ سب کچھ ہمارا عطیہ ہے تو جسے چاہے دیا کر اور جسے نہ چاہے نہ دیا کر۔ یقیناً ہمارے پاس اس کے لئے قربت اور بہترین مقام ہے۔'' (ص 40 تا 38/34)

بس جناب پرویز اور اس کا شاہکار بتائیں کہ کیا انہیں کسی ایک چیونٹی پر بھی قدرت حاصل تھی؟ کیا وہ خود اپنے اوپر قدرت رکھتے تھے؟ سنو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے حقیقی جانشین اس پوری کائنات پر قدرت تامہ رکھتے تھے اور خود اُن انبیاء علیہم السلام داؤد و سلیمانؑ و عیسیٰؑ و موسیٰؑ وغیرہ پر بھی قدرت رکھتے تھے اور جب چاہیں انہیں اپنے حضور میں حاضر کر سکتے تھے۔ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۔(43/45)

''جو رسولؐ آپ سے پہلے بھیجے گئے تھے آپ اُن سے سوال کریں اور پوچھیں کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے علاوہ بھی کچھ معبود بنائے تھے۔؟

بہر حال ہم نے قرآن سے قریش، لیڈران قریش اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کے یعنی ابوبکر و عمر و عثمان کو دشمنان خدا اور رسولؐ اور قرآن کو جھٹلانے اور مہجور کرنے کا مجرم ثابت کر دیا ہے (31 تا 6/66,25/27 اور پرویز کا مفہوم القرآن جلد 2 صفحہ 822-821 پرویز کی لغات القرآن جلد 4 صفحہ 1754)

(12) سرمایہ داروں اور اپنے یاروں کی اندھی طرفداری میں اور غلاموں کا خون چوسنے میں جان دے دی فتنۃ الکبریٰ بن گئے۔

پرویز لکھتے ہیں کہ:

''ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب ''فتنۃ الکبریٰ'' درحقیقت اُن حوادث فتن پر مشتمل ہے جو حضرت عثمان کے عہد میں نمودار اور اُن کی شہادت پر منتج ہوئے۔ حضرت عمر کے متعلق اس میں محض تمہید اور وہ کچھ لکھا گیا ہے۔ جس کے اقتباسات اوپر درج کئے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں جب وہ ان سباب وعلل پر تبصرہ کرتا ہے جو اس فتنۃ الکبریٰ (شہادت امیر المومنین حضرت عثمان) کا موجب بنے تو اس کی نگاہ پھر حضرت عمر کی طرف اٹھتی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے (شاہکار صفحہ 417-418) کہ:

''جب ان تمام امور کو ایک دوسرے سے ملا کر دیکھیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ جن حالات نے حضرت عثمان کو آ گھیرا تھا وہ اُن کے اور اُن کے رفقاء کی طاقت سے باہر تھے کہا جائے گا کہ حضرت عمر کو بھی تو ایسے ہی حالات سے سامنا کرنا پڑا تھا اور انہوں نے اُن پر قابو پا لیا تھا۔ لیکن ایسا کہنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ حضرت عمر اُن منفرد شخصیتوں میں سے تھے جنہیں عالم انسانیت شاذ و نادر ہی پیدا کرتا ہے۔ اس قسم کی

غیر معمولی شخصتیں دراصل اپنے جانشینوں کو سخت مشکلات اور آزمائشوں میں مبتلا کر جاتی ہیں۔ بلکہ اگر احتیاط مانع نہ ہوتو میں یہاں تک کہوں گا کہ درحقیقت حضرت عمر کی عبقریت (غیر معمولی صلاحیت) ہی اُن حالات کی ذمہ دار ہے جن میں حضرت عثمان اوران کے ساتھی گھر گئے تھے۔ وہ عبقریت جو حضرت عمر کے بعد اُن کے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی نہ ملی جن میں حضرت عثمان بھی شامل ہیں۔'' (صفحہ 418)

(13) عمر کے قتل پر بہکی بہکی باتیں بے جوڑ و بے سروپا قصہ، عمر کے اپنے صحابہ کی سازش یا غفلت یا تماشہ اور سب تماشائی تھے۔

پرویز نے لکھا ہے کہ حادثہ کی تفصیل اتنی ہی ہے کہ 26 ذی الحجہ 23ھ موذن نے فجر کی اذان دی، صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ حضرت عمر امامت کے لئے کاشانہ خلافت سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ نمازیوں کی دو ایک صفیں سیدھی نہیں ہیں۔ انہیں اشارہ سے سیدھا کیا۔ جماعت کھڑی ہوگئی حضرت عمر نے ابھی تکبیر کہی تھی۔ کہ ایک شخص اچانک اُن کے سامنے آیا اورنہات تیز خنجر سے اُن پر متعدد وار کئے آپ کی آنتیں کٹ گئیں۔ حاشیہ کی تفصیل ختم ہوگئی۔

2۔ قاتل وار کر کے بھاگا۔ نمازیوں نے اُسے پکڑنے کی کوشش کو تو اس نے اُن پر بھی وار کئے۔ یہاں تک کہ بارہ آدمی زخمی ہوئے اُن میں سے ایک قول کے مطابق چھ اور دوسرے کے مطابق نو جانبر نہ ہوسکے۔ 3۔ جب آخرالامر اس پر قابو پالیا گیا تو اُس نے اسی خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ 4۔ تاریخ نے اس المیہ کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے ہمارے سامنے ''حیرت'' کے سوا کچھ نہیں آتا۔ اگر اس زمانہ میں اس قسم کا کوئی حادثہ رونما ہوتا تو حکومت اُن سارے نمازیوں کو بھی شامل تفتیش کر لیتی جو اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ 5۔ کہ اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک شخص سربراہ مملکت پر چھپ کر دور کھڑا بندوق سے نہیں بلکہ پاس آکر خنجر سے حملہ کرتا ہے اور اُن میں سے کوئی بھی مدافعت کے لئے کچھ نہیں کرتا۔ 6۔ آخر امام اور نمازیوں کی پہلی صف میں فاصلہ ہی کتنا تھا؟ اگر قاتل سامنے سے آیا تھا تو مسجد میں نماز کی حالت میں کسی شخص کا اس طرح سے سامنے سے آنا بجائے خویش ایک غیر معمولی اور اندیشہ خیز واقعہ تھا۔ جس سے انہیں چوکنا ہوجانا چاہئے تھا۔ 7۔ اگر وہ صف اول میں سے نکل کر آگے بڑھا تھا تو باقی نمازی خاموش کھڑے کیا دیکھتے رہے؟ آج کی حکومت بے شک انہیں شامل تفتیش کر لیتی لیکن ہم ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ کم وبیش تمام نمازی انصار و مہاجرین کا گروہ تھے۔ جن کے مومن حقا ہونے کی شہادت قرآن نے دی ہے اور جو اپنے امیر کے جان نثار پروانے تھے۔ اُن کے متعلق یہ وسوسہ وہم گمان بھی نہیں آنا چاہئے کہ وہ (معاذ اللہ) اس سازش میں شریک تھے۔ (ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے لوگوں سے پوچھا بھی تھا کہ کیا واقعہ اُن کے مشورہ یا علم سے سرزد ہوا ہے۔ اس پر لوگ کانپ اٹھے اور کہا کہ معاذ اللہ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا) تاریخ نے جو کچھ اس حادثہ کے متعلق بیان کیا ہے جو بادی النظر میں بڑا ہی سطحی سا دکھائی دیتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اُن حضرات (مومنین حقا، رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ) کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے نا قابل فہم حد تک غفلت برتی۔ بہرحال اُن کی غفلت کا نتیجہ تھا یا عدم تدبر یا فقدان احتیاط کا، زمانے کے لئے حیرت واستعجاب کی ایک دنیا اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔'' (شاہکار صفحہ 420)

(14) شاہکار میں مان لیا گیا ہے کہ عمر نے تمام صحابہ کو مدینہ میں رکھا ہوا تھا جہاد تک کے لئے انہیں باہر نہ جانے دیا جاتا تھا لہٰذا وہ سازشی تھے۔

پرویز نے تجاہل عارفانہ استعمال کیا ہے انہوں نے عمر کی اُن سختیوں اور بدگمانیوں اور پابندیوں کو نظرانداز کر دیا جو اسی طٰہٰ حسین نے کتاب الفتنۃ الکبریٰ (صفحہ 175 تا 181) میں تفصیل سے لکھا ہے اور وہی حالات عمر سے جان چھڑانے کا تقاضہ کرتے تھے۔

لہٰذا پرویز صاحب نہ سہی ہمارے قارئین اسی طٰہٰ حسین کی اسی کتاب الفتنۃ الکبریٰ (486 تا 489) میں عثمان کے قتل کی بے بسی و بے کسی اور

صحابہ کبار و مومنین حقا کی مجرمانہ خاموشی ملاحظہ کریں وہاں انہوں نے اسی قسم کے سوالات اٹھائے ہیں جیسا کہ عمر کے قتل پر پرویز نے اٹھائے ہیں اور اپنی غلطیوں کو یعنی اُن ملاعین کو مومنوں حقا بنانے پر تلملا کے رہ گئے ہیں۔اور صرف ''نا قابل فہم حد تک غفلت'' برتنے کا جرم تو لگا ہی دیا ہے۔جو ہر گز ہر گز حقیقی مومنین کے، جنتی مومنین کے، آپس میں رحمدل اور کافروں پر سخت مومنین کے شایان شان نہیں ہے۔یہ تو نہایت کمینہ خصلت لوگ تھے وہی لوگ تھے جو اللہ کے حکم اور اپیل کے باوجود مکہ کے مظلوموں کی مدد کو نہ نکلتے تھے (4/75)۔جس شخص نے اُن کے لئے اپنا دین و دنیا تباہ کر لی انہیں کروڑوں پتی بنا دیا یہ اُس کی مدد کے وقت خاموش رہے تماشہ دیکھتے رہے۔

(15) عمر کو جہنم میں جانے کا پختہ یقین رہتا رہا۔

ایک شخص نے کہا کہ آپ اس خیال سے پریشان نہ ہوں مجھے امید ہے کہ نار جہنم آپ کو مس تک نہ کرے گی۔اُس شخص نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔آپ نے اس سے کہا کہ اس باب میں تیرا علم بہت قلیل ہے۔اگر میرے اختیار میں ہوتا تو اس آنے والے محاسبہ کے فدیہ میں دنیا کے سارے خزانے صرف کر دیتا۔(صفحہ 423)

(16) پرویز کی غپ شپ والے اور قریشی مسلمان حقیقی مومنین تھے یا نہیں وہ جنتی تھے یا نہیں؟ مگر پرویز کا یہ عمر یہ شاہکار ہر گز جنتی نہیں تھا۔

یعنی شاہکار میں ھانکی ہوئی یہ غپیں یہ بکواس عمر کو قطعاً معلوم نہ تھی۔اور سنئے لکھا ہے کہ:

''حضرت ابن عباس نے آپ سے کہا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔اور ہر ایک کے حصے برابر تقسیم کرتے تھے اس لئے آپ امیر المومنین، امین المومنین اور سید المومنین ہیں۔یہ سن کر آپ سنبھل کر بیٹھ گئے اور کہا کہ ابن عباس کیا تم اللہ کے حضور میرے لئے شہادت دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں میں اس کی شہادت دوں گا۔اس پر آپ خوش ہوئے۔''(صفحہ 423)

پہلی بات یہ ہے کہ ابن عباس نے خود شاہکار کتاب کے خلاف جھوٹ بولا ہے۔دوسری بات بھی جھوٹ ہے اُن کی شہادت کی قرآن میں کوئی پوزیشن نہیں ہے لہٰذا اگر عمر کو اپنے حقیقی مومن اور جنتی ہونے کا یقین ہوتا تو ابن عباس سے زیادہ صحیح تو قرآن کی شہادت ہوتی۔اور ابن عباس تو خود خائن ہونے کی بنا پر جہنمی تھا۔اور سنئے:

(17) عمر نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ ''اے کاش میں عمر ہونے کے بجائے یہ تنکا ہوتا تو ذمہ داریوں کے بوجھ سے چھوٹ جاتا۔(صفحہ 423)

(18) عمر اور پرویز کا جھوٹ سنیں: عمر نے کہا کہ مجھے یہ خوف ستا رہا ہے کہ اگر عمر نے کسی کمزور پر ظلم کیا ہوگا اور اس کی فریاد آسمان پر پہنچی ہوگی تو عمر کی ساری کی ساری نیکیاں صاحب عرش کے نزدیک بے وزن ہو جائیں گی۔''(صفحہ 423)

سوچئے کہ یہ وہی عمر ہے جو انسانوں کی دعاؤں کو اللہ تک پہنچنے سے روک لیا کرتا تھا؟ خدا لعنت کرے جھوٹوں پر۔

(19) آخری وقت فرمایا کہ؛ ''اُف اگر اللہ نے میری لغزشوں سے درگزر نہ فرمایا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ یہ الفاظ زبان پر تھے کہ دم توڑ دیا۔''

(20) چند نکات جن سے گرفت مضبوط تر ہوتی جائے۔

1۔کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ حضرت عمر نے نہ صرف یہ کہ ہرمزان کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی بلکہ اُسے اتنا قریب کر لیا کہ اس سے امور مملکت میں مشورے بھی لیتے رہے۔''(صفحہ 429)

2۔آخری حج میں کسی نے سر میں ایک پتھر مارا سر کی رگ پھٹ گئی۔کئی مرتبہ بلند آواز سے موت کی خبر دی گئی۔کعب احبار نے جہنم میں داخلہ کی خبر دی۔(صفحہ 430)

(21) عمر کا توریت سے جاہل رہنا۔ کعب احبار سے پوچھا کہ کیا عمر ابن خطاب کا توریت میں ذکر ہے؟ صفحہ 430۔ معلوم ہوا کہ یہودی درس اجتہاد پر لیتا تھا۔

(ط) پرویز قریشی مذہب کی شکست کو چھپانے کیلئے عجمی سازش کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور عجم کے سامنے عرب کی شکست مانتے ہیں۔

یہاں تک پرویز کے شاہکار کا جنازہ نقل گیا اور اُس کے جہنمی ہونے کا ذاتی اور پرویزی اقرار سامنے آ چکا۔ اب پرویز کی کتاب شاہکار کا آخری (چودھواں) باب شروع ہوتا ہے جس میں پرویز صاحب اپنے شاہکار اور قریش کے مذہب کی مرہم پٹی کریں گے۔ ہم اُن کے تمہیدی بیانات کو روشنی میں لاتے اور شمار کرتے چلیں گے۔

(1) تمام مسلمان قرآن سے محروم کر دیئے گئے؟

پرویز نے اقرار کیا ہے کہ:

''باقی اقوام یہودی، نصاریٰ تبعاً اُن کا ساتھ دیتے تھے۔ کوشش اُن سب کی یہی تھی کہ مسلمانوں کی نگاہوں سے قرآن اوجھل ہو جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوئے اور پوری طرح کامیاب ہوئے۔'' (شاہکار صفحہ 441)

یہاں سب کو یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، بقول پرویز تئیس (23) سال کی تبلیغ و تعلیم و تربیت اور اسوۂ حسنہ اور بارہ سالہ عمر بن الخطاب کی تعلیم و تربیت نے قریش کو اسلام پر اتنا بھی یقین نہ دلایا تھا کہ ایک نومسلم، غلام اور پردیسی قوم کا مقابلہ کر سکتے۔ اور خود اہل زبان اور بقول پرویز، حافظانِ قرآن ہوتے ہوئے اور سارے ملک میں لاکھوں قرآن گھر گھر موجود ہوتے ہوئے قرآن کو نظروں کے سامنے رکھ سکتے۔

(2) رومی لوگوں کو مذہبی آزادی دی گئی ایرانیوں کو نہیں وہ خوشی سے اپنے مذہب عیسائیت پر قائم رہے یہ سب مسلمان کر لئے گئے تھے۔

پرویز مانتے ہیں کہ ایران اور روما میں ایک فرق اور بھی تھا۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، مسلمانوں نے اُن (روما) کے ممالک فتح کئے تھے۔ لیکن وہاں کی آبادی کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل رہی۔ کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا۔ سلطنت روما کے مفتوح باشندے عیسائی عام طور پر اپنے مذہب پر قائم رہے۔ لیکن ایران کے باشندے بالعموم مسلمان ہو گئے۔ اُن میں سے اکثر جیوش اسلامیہ کے حملوں کے وقت ساتھ کے ساتھ مسلمان ہوتے گئے۔ ان اسلام لانے والوں میں ایرانی عوام ہی نہیں تھے۔ اُن کے ارباب دانش و بینش اور اعیان و دساتیر وضوابط بھی تھے۔'' (صفحہ 441)

(3) فوجوں کی صورت میں کوفہ و بصرہ میں آبادی۔

''سعد بن ابی وقاص کی اجازت سے چار ہزار شاہی دستہ کوفہ میں آباد ہوا ایک عظیم الشان سیاہ نام کا سردار بڑی فوج کے ساتھ بصرہ میں آباد ہوا'' (صفحہ 441) ''باذان گورنر کی ساری فوج مسلمان ہو کر شامل ہو گئی۔'' (صفحہ 442)

اس چودھویں باب میں پرویز نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر ہر وہ چیز لکھ دی ہے جسے سابقہ مورخ بھی افسانہ قرار دیتے رہے ہیں۔ البتہ تمام محدثین کا ایرانی ہونا صحیح لکھا ہے۔

(ی) عہد رسولؐ میں تعلیمات خداوندی کے ورثہ دار خاندان اور حضورؐ کو تمام سابقہ تعلیمات و تبرکات کا سونپا جانا۔

اب ہم قارئین کے سامنے وہ محاذ پیش کریں گے جو اللہ، رسولؐ اور قرآن کے مقابلے میں بعثت رسولؐ کے ساتھ ساتھ قائم ہوا اور جس نے پرویز کے شاہکار عمر کی قیادت میں اپنی قومی حکومت قائم کی اور قرآن کے نام پر قرآن کے خلاف ایک خودساختہ اسلام اور خود کاشتہ قانون بنا کر

دنیا میں رائج کیا۔اور جسے آخرخود پرویز نے عجمی اسلام اور عجمی شریعت کہہ کر رد کر دیا۔اور اپنی کتاب شاہکار میں کچھ بے جوڑ و بے دلیل اور چند فرضی باتیں لکھ کر گزر گئے۔ہم پرویز کی نام نہاد عجمی سازش کی پول کھولیں گے۔گزشتہ سے پیوستہ بیان سنئے:

(1) وحی خداوندی، رسالت، نبوت اور امامت وخلافت ومملکت وحکومت مرکزی حیثیت سے آگے بڑھتی ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک جن خاندانوں کے پاس تعلیمات خداوندی کا ورثہ چلا آرہا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی دو شاخیں تھیں۔یعنی اسماعیلیؑ خاندان اور اسرائیلی خاندان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت نابت علیہ السلام اپنے والد جناب اسمٰعیل کے جانشین امام ہوئے اور یوں اسماعیلیؑ شاخ میں سلسلہ امامت قیامت تک کے لئے جاری ہوا اور اس سلسلے کا آخری امام جناب ابو طالب علیہ السلام کے نام نامی سے مشہور و معلوم ہے۔آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پال پوس کر تمام سابقہ ہدایات وتعلیمات وتبرکات اور کتبہائے قدیم وجدید مع خاندانی ریکارڈ وتاریخ سرکار دو عالم کو سپرد کر دیئے اور یوں امامت ونبوت ورسالت اپنے آخری نقطۂ عروج خاتم النبینؐ تک جا پہنچی اور ملت ابراہیمیؑ کی تکمیل کا دور شروع ہوا۔ادھر حضرت اسحاق علیہ السلام عہد اسماعیلی میں مرکز کے ماتحت نبی ہوئے۔اُن سے دو بیٹے حضرت عیسو اور حضرت یعقوب علیہما السلام جڑواں (توام) پیدا ہوئے۔اور نبوت چونکہ حضرت یعقوبؑ کے لئے مقدر تھی۔وہ مرکز کی طرف سے حضرت اسحاؑق کے جانشین ہوئے حضرت عیسوؑ اپنے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خدمت میں آگئے۔چچا نے اپنی بیٹی سے اُن کی شادی کر دی اور وہ باقی خاندان کے ساتھ رہنے لگے۔ان کی اولاد مسلسل اسمٰعیلی شاخ کے ساتھ گھل مل کر رہتی رہی اور نہ کبھی جدا ہوئی نہ کبھی جدا ہوگی۔یہ بھی مدینہ میں اوس وخزرج کے ساتھ آباد رہے اور امام زمانہ علیہ السلام کی اولادوں کے ساتھ جہاں حکم ہوتا رہا منتقل ہوتے رہے۔حضرت اسحاق علیہ السلام کے خاندان کے انبیاءؑ، بادشاہ ملک وسلطان اور حکمران ہمیشہ مرکزی امامت کے ماتحت رہتے ہوئے آنحضرتؐ کے زمانہ تک ایک جان دو قالب کی طرح چلے آئے اُن کی اولادیں اور نسلیں بھی حضرت نابت علیہ السلام اور دوسرے بھائیوں کی طرح ملک در ملک پھیلتی رہیں مگر اسمٰعیلی واسرائیلی نسلیں بڑے پیار ومحبت سے ہم آہنگ رہتی ہوئی چلی آئیں۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم تک اسماعیلی شاخ میں برابر اُمت مسلمہ اور اسرائیلی شاخ میں برابر اُمۃ قائمہ (2/128,3/113) برقرار رہتی چلی آئیں اور یہی دونوں اُمتیں تھیں جن کو رسول اللہ نے مخاطب کیا تھا۔ان دونوں امتوں اور دونوں نسلوں کے تعلقات کی گہرائی دکھانے اور دونوں کو ایک مرکز کے ماتحت چلانے کے لئے اللہ نے ساٹھ آیات کے مجموعہ کو مملکت روم سے منسوب کر کے سورہ روم کے نام سے قرآن کریم میں شامل کیا تھا۔اور یہ پیش گوئی فرمادی تھی کہ: عنقریب رومی حکومت دشمن سے اپنا چھینا ہوا علاقہ واپس لے کر اُن پر غالب آجائیں گے لہٰذا دونوں طرف کے مومنین کو خوشی کا جشن منانا چاہئے (روم 8 تا 30/1) اسی طرح اسماعیلیؑ شاخ کا ہر امامؑ، ہر بادشاہ اور ہر حکمران رومی حکومت یعنی اسرائیلی حکومت کی نصرت کرتا رہا۔اور حضورؐ کے زمانہ میں جو کامیابی رومی حکومت کو ہوئی تھی وہ نبطی حکومت کی وجہ سے ہوئی۔

یہاں یہ بات نوٹ کر لیں کہ قرآن میں مذکور اور قریش کی محسود مملکت عظیمہ جو خانوادۂ ابراہیمیؑ میں چلی آرہی تھی وہ تین ہزار سال سے نبطی نسل کے اماموںؑ اور بادشاہوں اور اسرئیلی حکمرانوں کی صورت میں برقرار تھی۔اور اُسی مملکت کی وجہ سے عربوں کو دنیا کے تمام ممالک میں آزادانہ آنے جانے کی اور بلاٹیکس تجارت کرنے کی سہولت حاصل تھیں۔حضرت عیسو علیہ السلام کی اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے شانہ بشانہ ہر جگہ آباد ہوتی اور ہر انتظام واقتدار میں شریک کار رہتی چلی آرہی تھی۔دونوں میں نسلی وخاندانی اختلاف کے علاوہ اور کسی قسم کا اختلاف و

انتشار نہ تھا۔شادی بیاہ ،مرنا جینا اور دیگر رسومات بلا کسی امتیاز کے منائی جاتی تھیں ۔(کتاب مرکز انسانیت اور مذہب شیعہ میں) آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مدینہ میں قبیلہ اوس وخزرج خانوادہ رسوؑل کے نبطی قبائل تھے ۔جنہیں بعد میں انصار کا خدائی لقب ملا تھا۔اور جو کوشش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ کو مکہ سے مدینہ میں لے کر آئے تھے اور جنہوں نے اچھے یا برے مہاجرین کی کفالت و پرورش اپنے ذمہ لی تھی ۔اور مدینہ ہی میں حضرت عیسیٰؑ کی اولاد آباد چلی رہی تھی ۔چونکہ اسرائیلی حکومتوں کے اشارے سے مذہبی اداروں نے قانون سازی کیلئے اجتہاد شروع کر دیا تھا۔اور ہر نئی خود کاشتہ ضرورت اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وہاں بھی نظام اجتہاد نے توریت کی شریعت کو اپنے حالات پر فٹ (Fit) کر لیا تھا۔اس لئے جب قرآن آیا تو وہ تمام قوانین قرآن کے سامنے باطل ہو کر رہ گئے جو اجتہاد کے ذریعہ سے مجتہدین اور اُن کی حکومتوں نے ایجاد کئے تھے۔قومی دباؤ اور مملکتی مصلحتوں کی بنا پر اہل کتاب مجتہدانہ شریعت سازی پر مجبور ہوئے تھے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ تک اہل کتاب کا مرکزی قانون ساز ادارہ کم از کم دو ہزار سال کا قانونی تجربہ رکھتا تھا۔اس لئے کہ توریت کا قانون پندرہ سو سال قبل مسیح سے نافذ چلا آرہا تھا۔اسرائیلی حکومتوں کے یہاں تمدن کے تمام تقاضے پورے کرنے کا انتظام تھا۔خصوصاً سلطنت روم کے یہاں مسلح فوجیں بھی تھیں ،پولیس بھی برسر کار تھی ۔ سمندری افواج اور محکمے بھی تھے،خزانے بھی تھے،کان کنی کے محکمے بھی تھے،الگ سے محکمہ مال بھی تھا۔محکمہ زراعت بھی تھا،تمام متعلقہ دفاتر بھی تھے اور ہر محکمہ متعلقہ قوانین سے مالا مال تھا۔مختلف رجسٹر،فارم،فارمز میزانئے،فائلیں(Files) تھیں ۔نقشے تھے اور مرکزی نگرانی کے لئے محکمہ جاسوسی تھا۔ہر محکمے کے لئے الگ الگ قوانین کے ساتھ مرکزی قانون بھی تھا۔ہر محکمہ کے نیچے سے لے کر اوپر تک تمام عہدوں کے نام مقرر و معروف ۔ قانون ساز ادارہ (اسمبلی) بھی تھا اور مختلف مدارج میں تقسیم تھا۔عدالتیں تھیں ۔جیل خانے تھے اُن کے قوانین تھے ۔ہسپتال تھے ۔درسگاہیں تھیں ۔ مسافر خانے تھے ۔محتاجوں کے ادارے تھے ۔اقلیتوں کا با قاعدہ نظام تھا۔الغرض شریعت موسوی کو تقاضائے وقت ،مفاد عامہ،اور اجتماعی مصلحتوں کی مشینوں میں سے گزار کر ہر بات اور ہر فرضی خیال تک کے لئے قانون کے ڈھیر لگا رکھے تھے ۔وزارت امور مذہبی اور وزارت امور خارجہ کی طرف سے دنیا کے تمام ممالک میں مذہبی تبلیغ کے ادارے قائم تھے ۔عرب میں مدینہ یہود کا مرکزی مقام تھا۔ویسے پوری مملکت میں ہر نمایاں مقام پر ہر شہر اور ہر منڈی میں یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں تھیں ۔وہیں تبلیغ کے فرائض انجام دیئے جاتے تھے ۔پورے ملک کے یہودیوں پر مدینہ کے مرکزی ادارہ کا کنٹرول تھا۔یہودی خود بھی سرمایہ دار وخوشحال تھے اور مملکت روم بھی انہیں ہر مدد دیتی تھی ۔وہ چیزیں جو نایاب و کامیاب تھیں ،جیسے نوشت و خواند کا سامان کاغذ کتابیں یہ سب اُن حکومتوں کی طرف سے ملتا تھا۔ملک عرب کے لوگ جو جنسی اشتراکیت اور لادینی سے محفوظ تھے ۔وہ سب یہود ونصاریٰ کے یا یوں کہئے کہ رومی حکومت کے مذہبی اجتہادی قانون سے مستفید ہوتے تھے ۔اسلام آیا تو اہل کتاب نے نظام اجتہاد کے لئے خطرہ محسوس کیا اور جب ہجرت کے بعد رسوؑل اللہ خود مدینہ میں گئے ۔تو یہاں سے وہ کشمکش شروع ہوتی ہے جسے قرآن طاغوت اور اسلام کے مابین کشمکش قرار دیتا ہے ۔رفتہ رفتہ یہود و نصاریٰ مجبور ہوئے کہ وہ مسلمانوں کو بھی نظام اجتہاد کی حسین اور وسیع راہ پر لگا دیں ۔انہوں نے خفیہ واعلانیہ اجتہاد کی تعلیم مسلمانوں میں راسخ کرنا شروع کی جو بعد میں شریعت سازی میں بڑی مفید اور اثر انگیز ثابت ہوئی ۔

وہ اصول جن کے ماتحت مسلمانوں کو نظام اجتہاد کی طرف متوجہ کیا گیا؟

مسلمانوں میں سے ایک جماعت کو خریدا گیا۔اپنے ماہرین ومجتہدین کو کلمہ و نماز کی اجازت دے کر مسلمانوں میں گھل مل جانے اور نظام اجتہاد کے فوائد بتانے کی ذمہ داری سونپی گئی ۔ نبیؐ پر نظام مشاورت کو قائم کرنے کا دباؤ اور افادیت واضح کی گئی ۔شخصی حکومت کے نقصانات

اور خاندانی اقتدار کی مذمت پر زور دیا گیا۔توریت کی طرز پر قانون سازی کی طرح ڈالنے کے اقدامات کئے گئے۔تعلیمات وحی کو مفاد عامہ کے ماتحت قرار دینے اور کثرت الناس کی رضا جوئی کو لازم کہہ کر مسلمان دانشوروں کو متوجہ کیا گیا۔اور کھل کر تعلیمات توریت اور رومی قوانین کی افادیت نمایاں کرنے کے لئے یہودی علما کو بھی آگے بڑھایا گیا۔اور بتدریج رسولؐ کی پوری قوم کو رضا مند کرلیا گیا کہ وہ قرآن کو شریعت ساز ادارہ کے ماتحت لاکر چھوڑے گی۔(فرقان 31-25/30)

(2) یہودی تعلیمات دانشوران اسلام میں پھیلانے اور مقبول کرانے کی کوشش۔

یہ کوشش سب سے مقدس کتاب سے ملاحظہ کریں کہ مدینہ کا یہودی ادارۂ اجتہاد کس طرح دانشوران قوم کو اجتہاد کی طرف مائل کررہا تھا۔اور رسولؐ اللہ کس اصول کے ماتحت مسلمان منکرین کو اجتہاد سے بچانا چاہتے تھے؟ چنانچہ جناب علامہ محمد اسماعیل بخاری نے مدنی ادارہ اجتہاد کی اُن کی کوششوں کو باقاعدہ ریکارڈ کرنے کے لئے یہ عنوان قائم کیا تھا۔

''بَابٌ مَایَجُوْزُ مِنْ تَفْسِیرِ التَّوْرٰتہ وَکُتُبِ اللّٰہِ بِالْعَرَبِیَّۃِ وَغَیْرِھَا۔''

یعنی وہ باب جس میں یہ دیکھا جائے گا کہ توریت اور اللہ کی دوسری کتابوں کی عربی زبان میں کتنی تفسیر کرنی جائز ہے؟''

پھر وہ لکھتے ہیں کہ:

اِنَّ ھَرقْلَ دَعَا ترجمانہ ثُمَّ دعا بِکِتَاب النبیؐ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم مِن محمدؐ عبداللّٰہ و رسولہ اِلٰی ھِر قُلْ یاَھْلَ اَلْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلَی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا و بَیْنَکُمْ (3/64)(بخاری پاری تیس صفحہ 1125)

(الف)''ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہرقل نے اپنے ترجمان کو بلایا پھر آنحضرت کا خط منگایا (ترجمان نے پڑھا کہ) اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔یہ خط اللہ کے بندے اور رسولؐ کی طرف سے ہرقل کے نام ہے کہ اے اہل کتاب آؤ ہم اور تم اُن حقائق پر متفق ہوجائیں جو ہم دونوں میں برابر کے مسلّمات میں داخل ہیں۔

پھر یہ لکھا ہے کہ: **قَالَ کَانَ اھل کتاب یَقرؤُنَ التورٰۃ بِا لْعبرانیۃ و یفسّرونھا با لعربیہ لِاَ ھْلِ الاسلام .فقال رسولؐ اللّٰہ لا تَصّد قوا اھل الکتاب و لا تکذّبوھم وقُولُوا اٰمنا باللّٰہِ وَمَا انزِل اِلینا وَمَا انزل الیکم** (پارہ 30 صفحہ 1125)

(ب) ابوہریرہ نے کہا کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں توریت پڑھ کر مسلمانوں کو توریت کی تفسیر عربی میں سنایا کرتے تھے۔اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ تم توریت کی تفسیر کی نہ تو تکذیب کرنا نہ اُسے مان لیا کرو بلکہ اہل کتاب کے مفسرین سے کہدیا کرو کہ ہم یقیناً اُس پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ نے تم پر نازل کیا اور جو ہم پر نازل کیا ہے۔''

یہاں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ رسولؐ نے اللہ نے اہل کتاب کی بیان کردہ تفسیر کی تصدیق سے تو اس لئے منع کیا کہ وہ تفسیر لفظ بلفظ نہ توریت تھی نہ کسی معصوم نبیؑ کا بیان تھی۔اس میں کئی ایک غلط باتیں اور غلط نظریات ہوسکتے تھے۔اور تکذیب کی اس لئے ممانعت کی کہ نہ معلوم کون سی بات صحیح ہو۔اور صحیح بات کی بھی تکذیب ہوجائے۔یہاں رک کر یہ سوچئے کہ کیا مسلمانوں کے مختلف علما کی تفسیر لفظ بلفظ قابل تصدیق ہوسکتی ہے؟ ایسا ہوتا تو مسلمانوں میں اختلاف نہ ہوتا۔پھر یہ سوچئے کہ علامہ محمد اسماعیل بخاری نے مندرجہ بالا عنوان تو بڑا شاندار اور وسیع لکھ دیا لیکن اس عنوان کو ادھر میں لٹکتا چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔یعنی علامہ بھی پردہ پوشی کرتے رہے ہیں۔

(3) رسوؐل کے مقابلہ میں مدینہ کا ادارہ اجتہاد رفتہ رفتہ کامیاب ہوتا گیا۔

قارئین اگر آپ عہد رسوؐل میں ہوتے تو رسوؐل اللہ کے مندرجہ بالا حکم کے بعد یہودیوں کی درسگاہوں میں جانا فضول سمجھ کر چھوڑ دیتے اس لئے کہ وہاں جانا تو اسی وقت ضروری ہوتا جب کہ یا تو صحابہ علم کے اس مقام پر ہوتے جہاں سے اُس مجتہدانہ تفسیر کی عالمانہ اور معصوم تصدیق ہوسکتی یا اُس میں سے غلط پہلو نکال کر باقی کی تصدیق اور تکذیب الگ الگ ممکن ہوتی ۔رسوؐل اللہ نے تو ایک فول پروف طریقہ بتا دیا تھا جو جاہل ترین شخص کو بھی گمراہی سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔مگر صحابہ بدستور اُن محفلوں میں جاتے رہے اس لئے کہ انہیں مجتہدانہ اندازِ فکر کو سیکھنا اور حاصل کرنا تھا۔ تاکہ وہ توریت کی طرح قرآن کو بھی قانون سازی کے لئے اپنی قومی وملکی مصلحتوں اور ضرورتوں کے مطابق تیار کرسکیں۔آخر ایک دن وہ آ گیا کہ اُن حضرات سے عبداللہ ابن عباس نے یہ کہا کہ:۔

''تم لوگ قرآن کو چھوڑ کر اہل کتاب کی کتابوں کی تلاش میں کیوں رہتے ہو۔حالانکہ جو کتاب تمہارے پاس ہے وہ باقی تمام الہامی کتابوں کے مقابلہ میں اللہ سے قریب ترین عہد کی ہے اور ابھی تم نے پڑھنا ہی شروع کیا ہے پرانی نہیں ہوگئی ہے ۔کہ دل اُس سے اکتا جائیں ۔(اور دوسری حدیث میں بھی عبداللہ ابن عباس نے کہا ہے کہ)اے مسلمان معاشرے کے لوگو تم کس وجہ سے اہل کتاب سے کسی بھی چیز کے متعلق سوالات پوچھتے رہتے ہو جب کہ تمہارے لئے اللہ نے تمہارے نبیؐ پر ایسی کتاب نازل کردی ہے جو اللہ کی تمام باتیں بیان کرتی ہے اور ابھی پرانی نہیں ہوئی ہے۔پھر تم اُن سے ایسی صورت میں بھی سوال کرنے سے باز نہیں آئے۔جب کہ تم کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی تمام سابقہ کتابوں میں تغیر وتبدل کر دیا ہے اور انہوں نے اپنے اجتہادی روزگار کو چلانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے کو بھی اللہ کے احکام اور بیانات قرار دیتے رہتے ہیں۔اور کیا تمہیں کتاب خداوندی میں یہ ممانعت نہیں کردی گئی ہے کہ اہل کتاب سے کچھ بھی دریافت نہ کیا کرو۔اور قسم بخدا ہم نے اہل کتاب میں کا ایک شخص بھی تو ایسا نہیں دیکھا جو مسلمانوں سے قرآن کے متعلق کوئی سوال کرتا ہو''(یہ تمام احادیث کتاب **الرد علی الجھمیة** پارہ نمبر 30 صفحہ 1122-1125)پر دیکھیں)

(4) پرویز کا شاہکار اور اُس کی پوری قوم یہودی اجتہاد چاہتی تھی۔

قارئین نوٹ کریں کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کا ایک پورا معاشرہ یہودی مرکز سے وابستہ تھا اور اُن سے اجتہاد سیکھتا تھا۔ اور روکنے پر بھی کسی طرح نہ مانتا تھا۔اب ہم علامہ شبلی کو آگے بڑھاتے ہیں وہ بتائیں گے کہ کون لوگ تھے؟ ان کا مقصد کیا تھا؟ اور وہ کیوں قرآن کے خلاف عملدرآمد جاری رکھے ہوئے تھے؟

(5) علامہ شبلی کا محتاط قلم اور عمر کا یہودی علما سے ربط وضبط؟ علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

(الف) قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھ لی۔روایات سے ثابت ہے کہ اس وقت تک توریت کا ترجمہ عربی زبان میں نہیں ہوا تھا۔آنحضرتؐ کے زمانہ میں جب توریت کا کچھ کام پڑتا تو عبرانی ہی نسخہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔اور چونکہ مسلمان عبرانی نہیں جانتے تھے اس لئے یہودی پڑھ کر سناتے اور عربی میں ترجمہ کرتے جاتے تھے صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ اهل الكتاب يَقْرءُ وُنَ التورة بالعبرانية ويُفَسِّرُونها بالعر بيةلا هل الاسلام

یعنی اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لئے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے جاتے تھے''(مسلسل لکھتے ہیں)

(ب) ''مسند دارمی میں روایت ہے کہ: ''ایک دفعہ حضرت عمر توریت کا ایک نسخہ آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہوتا جاتا تھا''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر عبرانی زبان اس قدر سیکھ گئے تھے کہ توریت خود پڑھ سکتے تھے۔ یہ امر بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے یہاں جس دن توریت کا درس ہوتا تھا۔ حضرت عمر اکثر شریک ہوتے تھے۔ اُن کا خود بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن اُن کے ہاں جایا کرتا تھا۔ چنانچہ یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں کیوں کہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو۔'' (الفاروق حصہ دوم صفحہ 131-132)

(6) شبلی صاحب نے بھرپور خیانت اور بددیانتی کی ہے مگر پرویز کا شاہ کار بہر حال روشنی میں آ گیا۔

قارئین نے ذرا دیر پہلے بخاری سے یہی ابوہریرہؓ والی روایت دیکھی تھی اُس جگہ اس روایت کا پس منظر یہودیوں کے تفسیر کے درس سے تعلق رکھتا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان درس میں ہوتے تھے اُن کے لئے یہودی تفسیر کو عربی زبان میں سنایا کرتے تھے اور درس میں شریک ہونے والوں کو رسوؐل نے اس تفسیر کی تصدیق اور تکذیب سے منع کیا تھا۔ اب اسی روایت کو علامہ شبلی نے مسلمانوں کی ضرورت بنا کر پیش کیا ہے یعنی جب کبھی رسوؐل اللہ کو توریت کی ضرورت پڑتی تھی تو معاذ اللہ حضوؐر توریت اور یہودی کو منگا لیتے تھے۔ اور یہودی توریت کا عربی میں ترجمہ سنایا کرتے تھے۔ سوچئے کتنے بڑے چوٹی کے علما لفظ یُفَسِّرُوْنَهَا کا غلط ترجمہ کر کے فریب دیتے ہیں۔ دوسرا فریب یہ دیتے ہیں کہ عمر نے توریت پڑھنا شروع کی آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اتنا لکھ کر چل دیئے اور کہہ دیا کہ عمر عبرانی جانتا تھا۔ مان لیا لیکن یہ تو بتانا تھا کہ توریت پڑھنے پر رسوؐل اللہ کو طیش کیوں آیا اور باقی روایت کو شبلی غائب کر گیا۔ یہاں تو عمر نے معافی طلب کی ہے توبہ کی ہے۔ نئے سرے سے اسلام کا اعلان کیا ہے۔ مگر سب غائب کر لیا گیا۔ بہر حال شبلی نے ثابت کیا کہ عمر نے مدینہ میں آتے ہی عبرانی زبان سیکھی۔ یہودی درسگاہوں میں توریت کا ترجمہ اور تفسیر پڑھی وہیں سے اجتہاد اور علم الفقہ اور علم الاصول حاصل کیا اور انتہائی بات یہ کہ تمام مسلمانوں کے مقابلے میں یہودی عوام اور علما کو عمر سب سے زیادہ عزیز تھے۔ یعنی وہ تنہا عمر تھے جس نے یہودی اجتہاد کو مسلمانوں میں جاری کیا تھا اور لازم تھا کہ عمر کی قانون سازی میں یہودی مرکز ہمیشہ مددومعاون رہا ہو۔

(7) عمر کا یہودی مرکز اور توریت واجتہاد سے ربط وضبط اور درس وتدریس رسوؐل سے پوشیدہ نہیں رکھا گیا تھا؟

شبلی صاحب نے جس روایت میں خیانت کی ہے وہ ہمارے قلم سے ملاحظہ ہو اور ساتھ ہی یہ نوٹ کریں کہ عمر کی مجتہدانہ پوزیشن رسوؐل اللہ اور ابوبکر کی نظر میں کیا مقام رکھتی تھی؟ اور تعلیمات اسلام کے مقابلے میں عمر کا رویہ انہیں کس طرف لے جا رہا تھا؟ (عربی کی عبارت کتاب ''فاروقی شریعت'' میں دیکھیں)

''حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ خطاب کے صاحبزادے حضرت عمر توریت کا نسخہ لئے ہوئے رسوؐل اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسوؐل اللہ یہ توریت ہے۔ رسوؐل اللہ نے بات تو الگ حرکت بھی نہ کی۔ چپ سادھے رہے۔ اس معنی خیز خاموشی کے باوجود حضرت عمر نے توریت پڑھ کر سنانا شروع کر دی اور ادھر رسوؐل اللہ کا چہرہ غصہ کی وجہ سے متغیر ہوتا گیا۔ حضرت ابوبکر نے یہ صورت حال دیکھ کر عمر سے کہا کہ تجھے رونے والیاں خوب روئیں دیکھتا نہیں کہ رسوؐل کا چہرہ غصہ سے کیسا متغیر ہو گیا ہے؟ اب عمر نے آنحضرتؐ کے چہرے کو دیکھا۔ جلدی سے کہا کہ میں اللہ کے اور رسوؐل کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہم راضی ہوئے اللہ سے ایک پروردگار مان کر اور اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمدؐ کو اپنا نبیؐ قبول کر کے۔ اس توبہ اور طلب معافی پر بھی رسوؐل نے قسمیہ فرمایا کہ اس ہستی کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر

موسیٰؑ تم پر ظاہر ہو جائیں تو تم مجھے چھوڑ کر موسیٰؑ کی پیروی اختیار کرلو گے اور اس طرح سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو یقیناً وہ ضرور میری اتباع کرتے۔'' (مشکوٰۃ بر حاشیہ مرقاۃ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ 215)

یہاں ہم قارئین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا رسولؐ اللہ کا یہ قسمیہ بیان غلط ہے؟ یا غلط ہوسکتا ہے؟ یعنی کیا رسولؐ اللہ ایسے کمزور ضمیر کے انسان تھے کہ غصہ میں ایسی باتیں کر گزریں جو حقیقتاً صحیح نہ ہوں؟ کیا یہ اتنا خطرناک بیان حضرت عمر کے قلبی جذبات وتصورات کی حقیقی ترجمانی ہے؟ اور اگر یہ حقیقی ترجمانی نہیں ہے؟ یعنی حضرت عمر اتفاق سے خلوص دل کے ساتھ، بھولے پن سے توریت اٹھا لائے تھے۔ وہی توریت جس کی حضورؐ نے قرآن کے الفاظ میں تصدیق کی ہے (بقرہ 2/97، انعام 6/93) اس کا پڑھنا اتنا بڑا جرم نہ تھا کہ طلب معافی کے اور دوبارہ اقرار توحید ونبوت کے بعد بھی یہ سب کچھ کہہ دیا جائے اور اللہ کی قسم بھی کھالی جائے؟ قارئین دونوں میں سے ایک کو بدترین جرم کا مجرم ماننا ہوگا۔ بہر حال یہ تھی وہ روایت جسے یوں ٹہلا کر شبلی صاحب گزر گئے۔ اب قارئین حضرت عمر کا یہودیوں کی درسگاہوں میں جانا اور اس قدر یہود سے ہم رنگ وہم آہنگ ہو جانا کہ وہ انہیں سارے مسلمانوں سے زیادہ پسند کریں۔ اور پھر سوچیں کہ کیا یہ ہر درس میں جانا کوئی پوشیدہ اور صیغہ راز کا عملدرآمد ہوگا؟ کیا رسولؐ اللہ کو وحی کے ذریعہ سے بھی اس تعلیم وتعلم کی اطلاع نہ ہوئی ہوگی؟ جب رسولؐ ایک دن توریت پڑھنے پر یہ سب کچھ کہہ سکتے ہیں تو نظام اجتہاد اور ساری یہودی کمیونٹی سے شیر وشکر رہنے پر اور تعلیمات اجتہاد وفقہ اور قانون سازی سیکھنے پر رسولؐ اللہ کے تصورات کیسے ہوں گے؟ ایسا تو نہیں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمر کا شریعت سازانہ مستقبل دیکھ کر نہ اُن کی توبہ کا لحاظ کیا نہ اقرار توحید واسلام ونبوت کی پرواہ کی اور اپنا آخری فیصلہ سنا دیا ہو؟

(8) اللہ ورسولؐ کی باتیں وہ جانیں ہم تو اس قدر سمجھے کہ دونوں ہمارے ہمدرد وبہی خواہ تھے۔

بات کچھ یوں معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر کا بار بار توریت اور مدینہ کے یہودی مرکز سے رابطہ رکھنے پر دھمکیاں کھانا اور آخر تک اس سے باز نہ آنا کسی معمولی مقصد کے لئے نہ تھا۔ یقیناً ان کو انتہائی حدود تک یہ یقین ہوگیا تھا کہ آنحضرتؐ کا یہ طرز تبلیغ چند روز میں غیر موثر ہو جائے گا۔ یہ محدود بے لچک احکام لوگوں کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور رفتار ترقی کا ساتھ نہ دے سکیں گے اور لوگ بدستور اپنے رسم ورواج، اپنی رائے یا پڑوسی ممالک کے قوانین کو اپنا راہنما بنائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے ضروری سمجھا کہ وہ دنیا کے قدیم ترین قانون ساز ادارے کے دو ہزار سالہ علم وتجربہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور وہ اصول وقوانین فقہ سیکھیں جن سے قرآن وسنت کو ہمہ گیر صورت دی جانا ممکن ہے۔ جن سے آیات واحادیث میں ایسی لچک پیدا ہو جائے گی کہ جس آیت نے جو مقصد بیان کیا ہے اُس کو بھی بحال رکھا جائے اور اسی مقصد کی مختلف اقسام بنا کر وہ مقاصد بھی حاصل کر لئے جائیں جن کی بعد میں کسی وقت ضرورت پیش آنا ممکن ہو۔ انہوں نے غالباً یہ سوچا کہ دنیا میں ہر مذہب اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ لوگوں نے اس میں کانٹ چھانٹ کر کے کسی خاص مطلوبہ صورت پر ڈھال لیا تھا۔ یوں مذاہب میں حقیقی تعلیم کے خلاف اختلافات وتنازعات پیدا ہوئے۔ اگر ہم اُس کا الٹ کرتے رہیں تو ہمارا ہر فیصلہ منشائے خداوندی کے مطابق ہوتا چلا جائے گا۔ 1۔ یعنی ہم یہ کریں کہ محدود مقاصد کی جگہ ہمہ گیر مقصد سامنے رکھیں۔ 2۔ کسی خاص صورت حال کے بجائے تمام متعلقہ حالات واسباب کو ملحوظ رکھیں۔ 3۔ کسی ایک الہامی کتاب کو راہنما بنانے کے بجائے تمام کتب خداوندی سے استفادہ کا اصول اختیار کریں اور آخری بات یہ کہ۔ 4۔ نوع انسان کی پوری عقل وبصیرت کو یا کم از کم کثرت الناس کی عقل و بصیرت کو استعمال کر کے اپنے احکام اور فیصلے صادر کریں۔ ان چاروں اصولوں کے ماتحت جو بھی حکم، فتویٰ یا فیصلہ ہوگا وہ سو فیصد وہی ہوگا جو وحی خداوندی یا علم الٰہی سے معلوم یا صادر ہوگا۔

(9) ایک خطا کار و گناہگار، محقق و مشکک و مفتش کی حیثیت میں عمر کی طرفداری اس سے زیادہ ممکن نہیں۔

ہماری پوری تحقیق اور غیر جانبدارانہ رائے کا یہ فیصلہ ہے کہ ساری دنیا سُنے اور شیعہ و سنی مومنین و محققین و قارئین نوٹ کریں کہ میں حضرت عمر کو منافق نہیں مانتا۔ بلکہ جن لوگوں نے اُن کو از اول تا آخر منافق کہا یا منافق سمجھا میں انہیں ناسمجھ جلد باز فریب خوردہ سمجھتا ہوں۔ حضرت عمر ایک زمانہ میں یقیناً ایسے کام کرتے ہوئے پائے گئے ہیں کہ وہ ایک گروہ میں منافق مشہور ہو جائیں۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک گروہ واقعی یہ مغالطہ کھا گیا کہ عمر منافق ہیں۔ میں جلدی میں کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔ میں لوگوں کے پیدا کردہ مواقع سامنے دیکھ کر اس لئے مواقع سے فائدہ اٹھانے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں بیوقوف بنانے کے لئے کسی عقلمند نے یا عقلمندوں نے مواقع کا جال نہ بچھا رکھا ہو۔ ذرا سوچیں کہ یہ بہت ہی سوچنے کا مقام ہے کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے دشمنوں کے تمام خفیہ منصوبوں پر مطلع رہیں تو صرف اس قدر ہی کافی نہیں ہے کہ آپ اُن دشمنوں کے دوست بن جائیں بلکہ اُن دشمنوں کا پورا پورا اعتماد حاصل کرنے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ کچھ لوگ کھل کر بھی اور چپکے چپکے بھی آپ سے اس لئے نفرت کریں کہ وہ آپ کو اُن دشمنوں کا معتمد اور دوست و راز دار یقین کرتے ہیں۔ لہٰذا ادھر تو آپ ایسے کام کریں جن سے آپ کی اُن دشمنوں سے دوستی ثابت ہوتی جائے اور ادھر ایسے حرکتیں کریں کہ آپ کی اپنی جماعت میں آپ کے خلاف منافق ہونے کا شہرہ و غوغا بلند ہو جائے۔ چنانچہ غور فرمائیے کہ ادھر حضرت عمر برابر ایسے کام کرتے رہے کہ یہود نے ان کو عزیز ترین دوست اور اپنا معتمد آدمی ہونے کی سند دی تھی اور ادھر وہ جو کچھ کرتے رہے اُسی سے گھبرا کر تو یہ بیان دیا جا رہا ہے بھرے مجمع میں رسولؐ اللہ کیا کیا کچھ حضرت عمر کے لئے فرماتے رہے؟ اس کے لئے ہمیں دو ہزار صفحات لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور رسولؐ کے مذمتی بیانات سن کر یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے ربط و ضبط دیکھ کر عوام امت مشکوک ہوتے رہے اور طرح طرح کی باتیں بناتے رہے۔ اور بزعم خود جو صحابہ خود کو عوام امت سے بلند درجہ کا سمجھتے تھے وہ حضرت عمر کو منافق مشہور کرتے رہے۔ اور انہیں اُن کے غلط یقین پر پختہ تر کرنے کیلئے حضرت عمر بھری محفل میں اعلان بھی کر دیا کہ بِاللّٰہِ یَاحُذَیفہ اَنَا مِن المُنافقین۔ خدا کی قسم اے حذیفہ میں منافقین میں سے ہوں۔''

لیکن باوجود عمر کی اس کد و کاوش اور کوشش کے کہ انہیں منافقین میں سے سمجھا جائے۔ نہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُن کی اس اسکیم میں مدد دی اور نہ ہم نے ایک منٹ کے لئے حضرت عمر کو منافق سمجھا۔ بلکہ اور ہزاروں بھولے مومنین کو اس زبردست مغالطے سے نکالا۔ اور بتایا کہ حضرت عمر ایک مخصوص قسم کے مومن تھے۔ وہ ایک مخصوص خدا پر ایمان لائے تھے۔ وہ نبوت و رسالت کو ایک خاص حیثیت سے مانتے تھے۔ اُن کا اسلامی تصور بھی منفرد مخصوص تھا۔ وہ توحید و نبوت و قیامت عبادت و وحی اور کتبہائے الٰہیہ پر ایمان لائے تھے۔ اور ایسا ایمان لائے تھے۔ کہ اُس میں انہیں ہرگز ایک لمحہ کے لئے بھی شک نہیں ہوا۔ جن چیزوں میں انہیں شک ہوا یا شک رہا۔ وہ اُن کے ایمان سے باہر کے فروعات و متعلقات ہیں۔ حضرت عمر اپنے ایمان میں بے نظیر اور مستقل مزاج تھے۔ یعنی جو چیز ایک دفعہ اُن کے ایمانیات و یقینیات میں داخل ہو گئی۔ پھر اس کے خلاف انہوں نے کسی کی بات نہیں مانی۔ حتیٰ کہ رسولؐ اللہ کے اصرار و تکرار کے بعد بھی اپنے ایمانی تصورات کو اور فیصلوں کو نہیں بدلا۔ اگر کسی آیت سے اس کا وہم ہوا کہ وہ فاروقی ایمان کے خلاف جاتی ہے تو آپ نے اپنے ایمان و یقین کو بدلنے کے بجائے اس آیت کی عوامی یا عمومی تفہیم کو غلط کہہ کر اپنی مخصوص تاویل و تفہیم پیش کر دی۔ مگر اُن کے ایمان کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ خود نبیؐ کا ایمان بھی اُن سے مختلف تھا۔ اس لئے حضرت عمر مختلف احکام میں اپنا اختلاف نظر بلا دھڑک پیش فرما دیا کرتے تھے۔ وہ لا الہ الا اللہ کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں نہ حج کا متعہ پسند تھا۔ نہ عورتوں سے متعہ مفید سمجھتے تھے وہ طلاق کو سرے سے ناپسند کرتے تھے الغرض انہیں عوام و خواص و صحابہ سے ہی نہیں آنحضرتؐ سے بھی اختلاف تھا۔ الغرض وہ اسلام کی تمام تعلیمات کو

ایک مخصوص انداز میں نافذ کرنے کے لئے بے چین رہے۔ وہ از اول تا آخر آنحضرتؐ کے اندازِ تبلیغ وتنفیذ کو بنظر غائر دیکھتے رہے۔ جہاں جہاں انہوں نے موقع مناسب دیکھا وہاں اندازِ نبوی وانداز فاروقی کا فرق واضح کیا۔ ورنہ وہ خاموش رہے اور انداز فاروقی کی طرف لانے کی کوشش کر تے رہے۔ انداز نبوی اور انداز فاروقی کے فرق اور اُن کی افادیت اور مضرت لوگوں کو بتاتے رہے۔ جہاں ضروری ہوا انہوں نے ٹوک کر خم ٹھوک کر انداز نبوی کو روک دیا۔ ورنہ حالات سازگار ہونے اور امت کی کثرت کے اجتماعی ضمیر کو تیار کرنے میں دن رات مصروف رہے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی۔ وہ یہ انتظا کرتے رہے کہ اگر رسوؐل اللہ اُن کے فہم وفراست کے معیار پر اپنے اُن لامحدود اختیارات کو استعمال کرنے پر رضامند ہو جائیں تو وہ ایک ہمہ گیر عالمی انقلاب برپا کر کے دکھا سکتے ہیں (2/204-205) وہ نہیں چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ بات بات میں اور ہر بات میں وحی کا انتظار کریں اور ہر بات اور ہر حکم وحی کے الفاظ پر منحصر رکھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ رسوؐل اللہ اپنے احکام و ارشادات سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ اُن کی ہر بات ہر رائے، ہر خیال اور ہر گمان وحی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ساری کائنات اُن کے اقوال کو ثابت کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اور ہر واقعہ اُنکے تصور وگمان کے مطابق وقوع میں آتا ہے۔ بہرحال اُن کا کام عہد نبوؐی میں مشورہ دیتے اور اپنا موقف واضح کرتے رہنے کا تھا۔ ورنہ وہ اس زمانہ میں بھی وہی کچھ کر دکھاتے جو اپنے عہد میں کر کے دکھا دیا تھا۔ عنوان بدلنے سے پہلے جناب علامہ شبلی سے حضرت عمر کا مقام بلند ملاحظہ فرمالیں۔

(10) علامہ شبلی اور عبداللہ ابن عباس کا فیصلہ سنیں واقعات اُسی طرح ظہور میں آئے جیسے عمر کا گمان ہوتا تھا۔

''حضرت عمر کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب عمر کسی معاملے میں یہ کہتے تھے کہ ''میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے'' تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو اُن کا گمان ہوتا تھا۔'' اس سے زیادہ اصابت رائے کی اور کیا دلیل ہوگی کہ اُن کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 133)

یہ تھا حضرت عمر کا منشا کہ آنحضرتؐ دھڑا دھڑ اور فٹا فٹ احکام نافذ کرتے چلے جائیں۔ اگر کوئی حکم بالفرض محال غلط ہو بھی جائے گا تو وحی نازل کر کے اللہ خود اس کی اصلاح کر دے گا جیسا کہ (معاذ اللہ) اکثر کرتا رہا ہے۔ اور اگر آنحضرتؐ مذکورہ بالا اصول اربع کے مطابق حکم دینے کے پابند ہو جائیں تو غلطی ناممکن ہو کر رہ جائے گی۔ اور یہ سب کچھ نہ کر سکیں تو ہر حکم سے پہلے حضرت عمر سے مشورہ کرنے میں تو کوئی مشکل نہ تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اگر اُن کو اُن کی شکایت (هَلْ لَّنَامِنَ الْاَمْرِمِنْ شَیْءٍ کیا ہمیں دینی امور میں کوئی اختیار دیا گیا ہے؟ آل عمران 3/154) کے مطابق احکامات اور فیصلوں میں اختیار دے دیا جاتا تو ہر نتیجہ اور ہر مقصد اُن کی منشا کے مطابق ظہور میں آتا اور امت ہزاروں نقصانات سے محفوظ رہ جاتی۔ مگر افسوس کہ وقت گزرتا گیا اور معاملات الجھتے چلے گئے۔ اور ابھی اور الجھتے اگر عمر نے خالص کتاب اللہ کے کافی ہونے کا نازک اور جذبات شکن اعلان نہ کر دیا ہوتا۔

(11) حضرت عمر دو ہزار سالہ علم اور اجتہادی بصیرت وتجربہ کسی صورت میں ضائع نہ ہونے دیں گے۔

قارئین خود ناپسند کریں یا کوئی اور کوتاہ آستین ناک بھوں چڑھائے حضرت عمر اس علمی سرمائے سے استفادہ ضرور کریں گے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب موسیٰ علیہ السلام تک تعلیمات خداوندی کے نتیجے اور فکر انسانی کے ثمرہ کے طور پر یہودی ادارہ کے پاس موجود تھا۔ اُن کی نظر عربی زبان بولنے والی اقوام تک محدود نہ تھی وہ پورے کرہ ارضی کو اسلام کے زیرنگیں لانے کا اعلان کر چکے تھے (بقرہ 2/204-205)

انہیں دنیا کی تمام اقوام پر امت مسلمہ کی اطاعت لازم کرنا تھی۔ عالمی حکومت چلانے اور پوری دنیا کا انتظام کرنے کے لئے اُن کو نوع انسان کی بصیرت اور تجربے کی الفاظ سے ارفع واعلیٰ کتاب درکار تھی۔ تاکہ قرآن کے مختصر ومجمل اصولی بیانات پلک جھپکنے میں مفصّل بیّنات بن جائیں۔ یہ تھا وہ منتہٰی جہاں تک لانے کے لئے حضرت عمر بار بار دھمکیاں کھاتے تھے۔ لعن وطعن سنتے تھے مگر مایوس نہ ہوتے تھے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ توریت کے مطالعہ سے اگر توہین قرآن اور رسولؐ ہوتی ہے تو چلو آئندہ براہ راست توریت پڑھ کر نہ سناؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے رسولؐ کو متوجہ رکھنے کے لئے نئے نئے انداز اختیار کئے تا کہ کسی طرح رسولؐ اللہ کی نظر جیب وداماں سے آگے جاسکے۔

(12) انبیاؑئے ماسبق کی احادیث وتفاسیر وتواریخ پر تبصرہ کا مشورہ۔

حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ حضور جو احادیث ہم اہل کتاب سے سنتے ہیں ہمیں تو وہ بڑی مفید معلوم ہوتی ہیں۔ اگر آپ اُن پر تبصرہ فرما کر ہمیں استفادہ کا موقعہ دیں تو میں اُن احادیث کو یہودیوں سے لکھ کر پیش کرسکتا ہوں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر کیا تم بھی یہود ونصاریٰ کی طرح حیرانی میں مبتلا ہوگئے ہو؟ باوجود اس کے کہ میں ایک ایسا روشن دین لے کر آیا ہوں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے تو بجز میری پیروی کے اُن کو چارہ نہ ہوتا۔'' (مشکوٰۃ۔ روایت احمد بیہقی)

(12۔ب) حضرت عمر سابقہ علوم اور نظام اجتہاد پر اپنا قلمی ریکارڈ تیار کررہے تھے۔

قارئین نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حضرت عمر کی تجویز پر یہ نہیں کیا کہ انہیں یہودی احادیث کا مجموعہ مرتب کرنے کی اجازت دے دیتے اور پھر تبصرہ کرتے ہوئے اُن احادیث کی مفید ومضر اور صحیح وغلط باتوں کو واضح کردیتے۔ اور اس طرح حضرت عمر کو یقین ہوجاتا کہ یہود کے ساتھ اپنا وقت ضائع کرنا فضول ہے۔ صرف ڈانٹ ڈپٹ اور تحکم سے حضرت عمر کا ایمان ڈانواں ڈول ہوجانے والا نہ تھا۔ اور وہ اپنے موقف میں اور بھی سخت ہوتے جارہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے طے کرلیا کہ وہ اپنے لئے یہود کے دوہزار سالہ علم وتجربہ کا نچوڑ اپنے پاس لکھ کر رکھتے جائیں گے۔ اور رسولؐ اللہ کبھی دیکھنا چاہیں گے تو دکھادیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر ایک روز کا واقعہ خود ہی سنایا کرتے تھے کہ (عربی عبارت ''فاروقی شریعت'' میں دیکھیں)

''میں معمول کے مطابق اہل کتاب کے پاس پہنچا۔ اور اُن کی کتابوں سے ایک کتاب لکھ کر تیار کی۔ اور اسے ایک چمڑے کے کور (Cover) میں رکھے ہوئے مسجد نبوی میں آیا۔ رسولؐ اللہ نے اس کور کو دیکھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ اے عمر یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے میں نے اپنے اسلامی علم کے اضافہ کے لئے لکھا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ رسولؐ اللہ اس قدر غضب آلود ہوئے اُن کے گال سرخ ہوگئے۔ آخر کار رسولؐ اللہ نے بلند آواز سے پکارا (الصلوٰۃ الجامعة) (یہ صورت حال مسلمانوں کا فوری اجتماع چاہتی ہے) اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ انصار میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پکارنا شروع کردیا کہ جلدی جلدی مسلح ہوکر پہنچو کسی نے رسولؐ اللہ کو غضبناک کردیا ہے۔ چنانچہ انصار ہتھیاروں سے لیس ہوکر دوڑتے ہوئے مسجد نبوی میں آگئے اور رسولؐ کو منبر پر بیٹھے ہوئے چاروں طرف سے حلقے میں لے لیا۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ نے کہنا شروع کیا کہ اے لوگو مجھے تمام علوم مکمل صورت میں عطا کردیئے گئے ہیں اور تمام علوم کو جاری کرنے کی مہریں بھی دے دی گئی ہیں۔ اور علوم کی وسعتوں کو میرے لئے سمیٹ کہ نہایت مختصر سا کردیا گیا ہے۔ پھر میں نے اُن علوم میں سے چھانٹ کروہ سہل اور واضح علم تمہیں دے دیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ تابناک اور نمایاں ہے۔ اب تمہارے لئے ضروری ہے کہ علمی بدہضمی کا شکار ہوجانے سے بچ کر رہو۔ ایسا نہ ہو کہ علمی بیماری میں مبتلا یہودی گروہ تمہیں خوشنما مغالطوں میں الجھا کر رکھ دے۔ حضرت

عمر کہتے ہیں کہ یہ صورت حال دیکھ کر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور حالات کو سنوارنے کے لئے میں نے مجمع عام میں پھر اقرار کیا کہ اے رسولؐ خدا میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر۔ مجھے اسلام اپنے دین کی حیثیت سے منظور ہے۔ اور میں آپؐ کو اللہ کا رسولؐ مانتا ہوں۔ یہ اقرار سن لینے کے بعد رسولؐ اللہ منبر سے اُتر آئے۔ (ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ 197)

(13) دونوں راہنماؤں میں سے کس کا طرزِ عمل زیادہ اشتعال انگیز رہتا آیا ہے؟

اگر ہمارے سامنے سے نبوت کا دباؤ ہٹا کر ہمیں آزادیٔ ضمیر و تقریر مل جاتی اور عاقبت و قیامت میں مواخذہ کا خوف نہ ہوتا تو ہم حضرت عمر کو قطعاً بے قصور اور حق پر قرار دیتے اور اُس زمانہ میں جو قیامت کے مواخذہ سے لاپرواہ تھے انہوں نے رسولؐ اللہ کو ظالم اور عمر کو مظلوم سمجھا ہے اور اسی لئے رسولؐ کے تمام احکامات و بیانات کو نظر انداز کر کے سو فیصد عمر کی ہدایات پر عمل کیا۔ مگر میں مجبور ہوں میری بہت سی مجبوریاں میرے سامنے ہیں۔ پہلی مجبوری یہ ہے کہ میں خطائے اجتہادی کو جرم سمجھتا ہوں اس لئے مجھ پر سچ بولنا لازم ہے۔ لگی لپٹی بات یا مجتہدانہ طریقہ پر کچھ کہنا جائز نہیں رکھتا ہوں۔ صحیح بات خواہ دشمن کی ہو یا کافر و منافق کی ہو یا کسی مجتہد کی صحیح بات ہو اس کا انکار غلط سمجھتا ہوں۔ دوسری مجبوری یہ ہے کہ میں حضرت عمر اور تمام مجتہدین کے خلاف رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات ہر خیال اور ہر تصور و عمل کو اللہ کی منشا سمجھتا ہوں۔ اور اُنؐ سے خطا لغزش اور غلطی کو ناممکن مانتا ہوں۔ اور تیسری مجبوری یہ ہے کہ میں ہر کتاب میں اور ہر مضمون میں آنحضرتؐ اور حضرت عمر کی پوری پوری سرگزشت اور پس منظر کی تفصیل نہیں لکھ سکتا ہوں۔ مجبوریوں کے ساتھ لپٹی ہوئی چند ذمہ داریاں بھی میرے سامنے ہیں مثلاً مجھے علمائے سوء کے اس خطرناک حربے کو ناکام کرنا ہے جو وہ عوام میں کسی کے خلاف نفرت پھیلانے اور اُس کا منہ بند کرا دینے کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں۔ یعنی دوڑو دوڑو اسلام خطرے میں ہے بزرگوں کی اور صحابہ کی توہین کی جارہی ہے۔ چودہ سو سال کے مسلّمات اور دینی ضروریات کا انکار کیا جارہا ہے۔ اور علامہ شورش کا آخری مرتے دم کا نعرہ کہ ''قادیانی سرمایہ گردش میں ہے'' ''مسلمانوں میں افتراق وانتشار پھیلانے کے لئے ایک گروہ سرگرم عمل ہے''۔ ''حکومت متوجہ ہو مسلمان متفق ہو جائیں'' (اخبار اسد، رضا کار اور معارف القرآن) وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اسلام اور مسلمانوں میں افتراق وانتشار کے ذمہ دار خود یہی حضرات ہیں۔ اور اُن میں کا ہر علامہ چلتا پھرتا، جیتا جاگتا، بولتا چالتا مجسم خطرہ ہے۔ پھر مجھے اس غلط عقیدت کی پٹی کو بھی آنکھوں سے اتار پھینکنا ہے جو اُن ہی خطرناک علمانے چودہ سو سال سے عوام کی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ اس لئے اپنی گفتگو میں سے جائز غم وغصہ کے باوجود ترش کلامی سے بچنا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ بعض جوشیلے اور قابل قدر نوجوان میری نرم روی پر خفا ہوں گے۔ میں اُن ہی سے یہاں مخاطب اور معذرت خواہ ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ میری مجبوریوں اور ذمہ داریوں کو سمجھ کر خود بھی انہیں اختیار کرلیں۔ ہم دو ایسے عظیم الشان رہنماؤں کے شرعی تصورات اور تعلقات کو بیان کر رہے ہیں جن میں ایک کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم آنے والی وحی کی پیروی کرو (یونس 10/15) (احزاب 33/2-3) اور رسولؐ اللہ سے اعلان کروایا اور اُن سے حکمیہ کہلوایا کہ میں تو صرف آنے والی وحی کی اتباع کرتا ہوں اور اپنی ذاتی بصیرت سے وحی کے حکم میں ردو بدل نہیں کرسکتا (یونس 10/15 اعراف 7/203) انعام 6/50 احقاف 46/9) پھر اللہ نے ذمہ داری لی کہ آنحضرتؐ کے منہ سے نکلنے والی ہر بات ہر لفظ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ہوتی ہے اور وہ ہرگز اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا ہے (نجم 53/3-4) اور یہی احکام امت کو دیئے گئے کہ وہ نہ یہود کی پیروی کریں، نہ کثرت کے عمل اور سنت کو اپنا راہنما بنائیں۔ وحی میں نازل ہونے والے احکام کی اطاعت کریں ہر حکم وحی کے الفاظ میں دیا کریں ورنہ ظالم و کافر و فاسق ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف قرآن وحدیث کی سند کے بغیر دوسرے راہنما یعنی عمر کے لئے

حکمرانوں اور حکمرانوں کے تنخواہ دار وظیفہ خوار علمانے یہ مشہور کر دیا کہ دنیا میں ہر واقعہ حضرت عمر کے خیال وگمان کی تائید میں وقوع پذیر ہوا کرتا تھا۔ وہ وحی اترنے سے پہلے ہی حقائق پر مطلع ہو جاتے تھے اور وحی بھی اُن کے فیصلوں کی تصدیق کے لئے اترا کرتی تھی۔

(14) چودہ(1400)سوسال میں پرویز نے عمر کی اس پوزیشن کا انکار کر کے انہیں گرا دیا ہے۔

عمر کی اس عظیم الشان پوزیشن کو پرویز نے خاک میں ملا دیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ:

''**بعض غلط روایات**'' ''آگے بڑھنے سے پہلے ہم بعض ایسی روایات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں جنہیں ہمارے ہاں حضرت عمر کے علُوِ مرتبت کے ثبوت میں بہت بڑی شہادت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔کہا یہ جاتا ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات حضرت عمر کے خیال مشورے یا رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ہماری کتب روایات وتفسیر میں اُن آیات کی تفصیل دی گئی ہے۔ انہیں ہم تفسیر ابن کثیر سے نمونۃً پیش کرتے ہیں: واضح رہے کہ یہ تفسیر ہمارے ہاں بڑی معتبر سمجھی جاتی ہے۔

(1) خمر (شراب) کے امتناعی احکام کے سلسلے میں اس تفسیر میں لکھا ہے کہ''حضرت عمر ابن الخطاب نے تحریم شراب کے نازل ہونے پر فرمایا ''خدایا ہمارے سامنے اور کھول کر بیان فرما۔پس سورہ بقرہ کی آیت فِيۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِيۡرٌ (2/219) نازل ہوئی۔حضرت فاروق کو بلوایا گیا۔ اور اُن کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی۔پھر بھی آپ نے فرمایا اے اللہ تو ہمیں اور واضح الفاظ میں بتا۔پس سورہ نساء کی آیت وَاَنۡتُمۡ سُكَارٰى (4/43) نازل ہوگئی۔حضرت عمر کو بلوایا گیا اور یہ آیت بھی انہیں سنوائی گئی۔لیکن پھر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ اے اللہ اس بارے میں صفائی سے بیان فرما۔پس سورہ مائدہ کی آیت اتری فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ (5/91) عمر نے سنا تو فرمانے لگے۔اَنۡتَهَيۡنَا اَنۡتَهَيۡنَا ہم رک گئے ہم رک گئے (ابن کثیر،سورہ مائدہ)

(2) جنگ بدر مسلمانوں اور مخالفین اسلام (قریش) کے درمیان پہلی لڑائی تھی۔اس وقت تک جنگ کے قیدیوں کے متعلق احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔اس سلسلے میں تفسیر ابن کثیر میں کہا گیا ہے''مسند امام احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسوؐل اللہ نے صحابہ سے مشورہ لیا حضرت عمر نے عرض کیا کہ اُن کی گردنیں اڑا دی جائیں۔آپؐ نے عمر کی طرف سے اپنا منہ پھرالیا۔آپ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت عمر نے اپنا وہی جواب دھرایا۔آپؐ نے پھر اپنا منہ پھیر لیا۔اب کی دفعہ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری رائے میں آپؐ ان کی خطا سے درگزر فرمادیں اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیجئے۔اب آپؐ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے اور عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت (8/67) نازل کی (تفسیر سورہ انفال) سورۃ الانفال کی اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ''نبیؐ کے لئے یہ شایان شان ہی نہیں کہ اُس کے قبضے میں قیدی ہوں تا آنکہ وہ جنگ میں پوری پوری کامیابی نہ حاصل کر لے۔تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔اگر اللہ کی طرف سے پہلے حکم نہ ہو چکا ہوتا تو تم نے جو کچھ لیا اس پر تمہیں سخت عذاب دیا جاتا۔بعض روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسوؐل اللہ اور حضرت ابوبکر کو سخت صدمہ ہوا اور وہ عتاب خداوندی کی وعید پر رونے لگے۔اس مقام پر ہم اس آیت کے صحیح مفہوم کو سامنے نہیں لا رہے موضوع زیر نظر کے اعتبار سے اتنا کہنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں کہ اُن روایات کی رو سے یہ آیت بھی حضرت عمر کی رائے کے مطابق نازل ہوئی تھی۔

(3) عبداللہ بن اُبّی بن ابی سلول مدینہ کا رئیس المنافقین تھا۔اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے کی درخواست پر حضوؐر اس کے جنازے کی نماز

پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے اس پر حضرت عمر نے آپؐ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ کیا آپ اس منافق کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس سے منع کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر سورہ توبہ کی آیت **وَلَاتُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ** (9/84) نازل ہوئی (تفسیر مذکورہ سورہ توبہ)۔

(4) آیات حجاب کے سلسلے میں لکھا ہے کہ:

بخاری میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق رب العالمین سے احکام نازل ہوئے (1) میں نے کہا یا رسوؐل اللہ اگر آپ مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بنائیں تو بہتر ہو۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا **وَاتَّخِذُوا مِن مقام ابراھیم مصلّی** (2) پھر میں نے کہا کہ یا رسوؐل اللہ مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے گھر میں ہر کہ ومہ آئے جائے آپؐ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہو۔ پس اللہ کیطرف سے پردے کا حکم نازل ہوا (33/53-59) (3) جب حضوؐر کی ازواج مطہرات غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا کہ کسی غرور میں نہ رہنا اگر حضوؐر تمہیں چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دلوائے گا۔ چنانچہ اس پر یہ آیت (33/51) نازل ہوئی (تفسیر مذکور سورہ احزاب)۔

اس قسم کی روایات پیش کرنے کے بعد بڑے فخر سے کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کی بصیرت وفراست کو دیکھئے کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کے خیال اور رائے کے مطابق احکام نازل کیا کرتا تھا۔ ایسا کہنے والے بزعم خویش حضرت عمر کی عظمت وشان تو ثابت کر دیتے ہیں لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے متعلق کس قسم کا تصور پیدا ہوتا ہے ان تصریحات کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ وہ روایات جن کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں احکام حضرت عمر کی رائے اور خیال کے مطابق نازل ہوئے ناقابل اعتبار اور وضعی ہیں۔'' (شاہکار صفحہ 25-27)

یہاں پرویز کو یہ بتانا ہوگا کہ تم نے اپنے بزرگوں کے چودہ سو سالہ مسلّمات کو رد کرنے کے لئے قرآن سے کوئی دلیل یا آیت نہیں لکھی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مان لیا ہے کہ تمہارے بزرگ اپنے پسندیدہ صحابہ کی شان بڑھانے کے لئے اُن کی مدح وثنا کرنے میں وحی اور قرآن تک کی توہین کی پرواہ نہیں کرتے تھے لہٰذا تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی کی بعض مدح وثنا قبول کر لو اور بعض کو رد کر دو۔ لہٰذا تمہاری کتاب شاہکار میں مذکور عمر کی تمام مدح وثنا مردود و مذموم ٹھیرتی ہے۔

(15) <u>عمر نے بلاقرآنی سند کے رسوؐل کو اپنے جیسا خطا کار بنانے کی ابتدا کی تھی۔</u>

اور جب کہ علامہ شبلی نے یہ لکھدیا ہے کہ عمر ہی وہ شخص ہے جس نے رسوؐل اللہ کی پوزیشن کو سب سے زیادہ گرایا ہے۔ سنئے لکھتے ہیں کہ

''اکثروں کا خیال ہے کہ نبیؐ کا ہر قول وفعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو صرف معاشرت کی باتوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبیؐ جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمر نے صاف اور واضح کیا ہے کہ کسی نے نہیں کیا۔''

(الفاروق حصہ 2 صفحہ 98)

یہ ہے وہ پوزیشن جو رسوؐل اللہ کے متعلق عمر نے خود اختیار کی تھی پھر اُن کی بتائی ہوئی اس غلط کارانہ پوزیشن کو اُن کے جانشین حکمرانوں نے آگے بڑھایا اور اُسی پوزیشن کے ماتحت سب نے شریعت سازی جاری رکھی۔ اور اسلامی وقرآنی احکام میں اور نبیؐ کی سنت میں اور اُن کے عمل درآمد اور فیصلوں

میں جس طرح وقت اور ضرورت کا تقاضہ ہوا تبدیلیاں جاری رکھیں۔ اور ڈنڈے اور پروپیگنڈے اور رشوت وتنخواہ اور وظائف اور عہدے اور جاگیر اور تخویف وترہیب اور لالچ اور قتل وغارت اور فوج کشی کے ذریعہ اُسی پوزیشن کو مشہور کیا، منوایا، کتابوں میں لکھا اور لکھوایا اور دھکیل کر ہمارے زمانہ تک پہنچایا۔ امت کی کثرت کو علوم سے جاہل رکھنے کے لئے نظام اجتہاد وتقلید کو گھر گھر پہنچایا۔ تاکہ عوام اصل حقیقت سے دور رکھے جاسکیں۔ چنانچہ آج اس نام نہاد ترقی کے دور میں اختلافی مسائل پر گفتگو منع ہے۔ چونکہ حضرت عمر اینڈ کمپنی کی پوزیشن قرآن وحدیث نے بیان نہیں کی ہے۔ اس لئے ہر اس شخص کو منہ بند رکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے جو ثلاثہ اینڈ کمپنی کے اعمال واقوال کو روشنی میں لانا چاہے ہے۔ شوروغوغا مچادیا جاتا ہے تاکہ عوام لوگ ہیجان میں آجائیں۔ اور نقص امن کا خطرہ پیدا ہوجائے۔ اور حکومت نقص اور فساد سے ڈر کر متوجہ ہوجائے۔ اس لئے موجودہ موڈرن اور غیر متعصب حکومتیں بھی متنازع بحثوں کو چھیڑنے سے روکتی ہیں۔ مصنوعی اتحاد پر زور دیتی اور حقائق کو دبانے کی تاکید کرتی ہیں مگر ہماری تحریک نے وہ مواقع پیدا کردیئے ہیں۔ جن میں اس مصنوعی غیر قرآنی اور خودساختہ پوزیشن پر برابر تنقید ہوتی چلی آئی ہے۔ سنئے علامہ شبلی خود ہی مندرجہ بالا بیان میں مسلسل لکھتے ہیں کہ:

’’خراج کی تشخیص، جزیہ کی تعین، ام الولد کی فروخت اور خرید وغیرہ وغیرہ (یعنی جتنی تبدیلیاں حضرت عمر نے کی تھیں وہ سب) مسائل کے متعلق امام شافعی نے اپنی کتابوں میں نہایت ادعا کے ساتھ احادیث سے استدلال کیا ہے اور اُن مسائل میں جہاں حضرت عمر کا طریق عمل مختلف ہے۔ بڑی دلیری سے اُن پر قدح کی ہے۔ لیکن امام شافعی نے یہ نکتہ نظر انداز کردیا کہ یہ امور منصب نبوت سے تعلق نہیں رکھتے۔‘‘ (الفاروق 2 صفحہ 198)

(16) اہلسنت مذہب سے قارئین کا تعارف۔

یہاں اپنے اہلسنت قارئین کو صرف دو باتیں بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اول یہ اہلسنت کے یہاں جو مذہب مروّج ہے اس کا دارومدار ان چار اماموں پر ہے۔ نوٹ فرمالیں۔

1۔امام ابوحنیفہ	پیدائش 699ء 80ھ	وفات 769ء 150ھ
2۔امام مالک	پیدائش 714ء 95ھ	وفات 795ء 179ھ
3۔امام شافعی	پیدائش 767ء 150ھ	وفات 819ء 204ھ
4۔امام محمد بن حنبل	پیدائش 780ء 164ھ	وفات 855ء 241ھ

ان چاروں اماموں کے تصورات اور مذاہب میں اختلاف کی وجہ سے اہلسنت میں چار فرقے یا چار مذاہب ہیں اور تمام فرقے ان چاروں فرقوں کو برحق سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس بات پر سب کے علما نے اتفاق کیا ہے کہ ٹوٹل حق ان چاروں فرقوں میں تقسیم شدہ ہے۔ لہٰذا یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ان میں سے فلاں فرقہ حق پر ہے۔ کیونکہ ایسا کہنے سے باقی تین فرقوں کا باطل پر ہونا ثابت ہوجائے گا۔ لہٰذا امام شافعی اور اُن کا شافعی فرقہ بھی حق پر ہے۔ گویا اہلسنت کا ایک امام اور اس کا فرقہ حضرت عمر کی شریعت سازی کو باطل کہنے کے بعد بھی حق پر ہے۔ لہٰذا عمر کی شریعت سازی کا انکار کرنا، اُسے باطل سمجھنا آپ کو اہلسنت سے اور حق سے خارج نہیں کرتا۔ یہ بات اس لئے لکھی گئی ہے کہ آپ ہمارے بیانات پڑھتے ہوئے یہ خوف محسوس نہ کریں کہ کہیں آپ حق سے دور نہ ہوجائیں۔ لہٰذا آیئے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی طرح ہم بھی اُن تمام فیصلوں اور شریعت سازی پر غور کریں جو قرآن اور سنت رسوؐل کے خلاف ہوں اور جب یقین آجائے کہ وہ اللہ والرّسول کے مخالف مسائل ہیں تو انہیں باطل قرار دینے میں

ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ دوسری بات یہ بتانا ہے کہ علما حضرات جہاں پھنس جایا کرتے ہیں یا جب کسی اور کو پھنسانا چاہا کرتے ہیں تو جھٹ کتاب و سنت کی رٹ لگانا شروع کر دیا کرتے ہیں۔ اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ یہ حضرات خواہ شیعہ ہوں یا سنی ہوں قرآن وحدیث کے پابند ہو جائیں اور اگر وہ سب یہ شرط مان لیں کہ وہ قرآن اور حدیث کی پابندی کریں گے تو میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ مسلمانوں کے تمام جھگڑے تمام اختلافات دو سال کے اندر اندر ختم کرا کے اُن سب کو منہاج قرآن وسنت پر متفق کر سکتا ہوں۔ وہ لوگ سب کچھ مان سکتے ہیں۔ کر سکتے ہیں۔ مگر قرآن اور رسوؐل کی سنت پر ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا علامہ شبلی ہی نہیں بلکہ ہر فریب ساز عالم صرف کتاب وسنت کا نعرہ مارتا ہے۔ پکڑا جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ سنت کی فلاں بات ذاتی تھی۔ منصب سے متعلق نہ تھی۔ لہٰذا اُسے منسوخ کر کے دوسرا قانون بنانا جائز ہے۔ لیکن ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ سنت تو سنت ہے حضرت عمر کے مسلک میں تو قومی وملکی رسم ورواج پبلک کی عادت اور لوگوں کے مفاد کو برقرار رکھنے کے لئے قرآن کا ہر واضح حکم وفیصلہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ (فاروقی شریعت)

(17) ذرا سا رُک کر پرویز کے شاہکار کا اللہ اور قرآن سے سلوک دیکھتے ہی چلیں۔

قارئین تلاش کی زحمت کے بجائے علامہ محمصانی کی کتاب **فلسفۃ التشریع** کا ایک بیان سن کر مطمئن ہو جائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:

''عمر فاروق اس معاملے میں اس قدر مستعد اور اولوالعزم انسان تھے کہ سیاسیات ملکی اور رفاہیہ عامہ کے پیش نظر مخالفت نصوص سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ہم اس کی چند مثالیں بیان کرتے ہیں'' (صفحہ 170)

اس کے بعد ڈاکٹر صبحی محمصانی نے قرآن کے واضح احکامات کے خلاف سات مثالیں تفصیل سے لکھی ہیں۔ (ہماری کتاب فاروقی شریعت)

بہر حال علمائے اہلسنت کی مذکورہ بالا بہانہ بازی اور فریب سازی کے توڑ میں آپ اُن سے تین سوال پوچھیں کہ جناب جو کچھ آپ حضرات بطور فیصلہ فرماتے ہیں یا ادھر ادھر کی غپ شپ کے بعد جو نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہمیں چند ایسی آیات دکھائیں جن کا وہی ترجمہ ہو جو آپ کا فیصلہ یا نتیجہ ہے۔ مثلاً ہم نے اسلامی تعلیمات سے یہ نتیجہ نکالا ہے یا یہ فیصلہ کیا ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جسے اُن کی اپنی ذاتی بات کہا جا سکے بلکہ اُن کی ہر بات اللہ کی طرف سے آنے والی وحی ہوا کرتی تھی''

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰیO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُوْحٰیO (سورہ نجم 53/3-4)

اس طرح ہم آپ سے چاہتے ہیں کہ آپ بھی ہمیں ایسی آیات دکھائیں جن کا ترجمہ یا مفہوم ہو کہ:

1۔ نبیؐ کا ہر قول وفعل منصب نبوت کے ماتحت نہیں ہوا کرتا تھا'' یا

2۔ نبیؐ کے بعض اقوال وافعال منصب نبوت کے ماتحت ہوتے تھے اور بعض اقوال وافعال منصب نبوت کے خلاف ہوتے تھے''

3۔ نبیؐ کے ذاتی اقوال وافعال کی اطاعت واجب نہیں ہوتی۔''

4۔ نبیؐ کے ذاتی احکام کو منسوخ کرنا اور اُن کی جگہ دوسرے احکام نافذ کرنا جائز ہیں۔''

5۔ قرآن کے احکامات کو وقتی مصالح، تقاضائے وقت اور مفاد عامہ کے لئے منسوخ کیا سکتا ہے۔''

یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب پرویز اور سارے اگلے پچھلے قریشی لیڈر ابوبکر وعمر وابلیس مل کر بھی کبھی نہیں دے سکتے اور جب تک وہ قرآن سے مطلوبہ آیات نہیں دکھا سکتے اُن کے تمام استنباطات شیطانی تعلیم کے زمرہ میں داخل رہیں گے۔ نبیؐ نے منشائے خداوندی کے خلاف نہ

کوئی بات کی ہے نہ کر سکتے تھے۔اُن کی ہر بات وحی کی اتباع میں ہوتی تھی۔اُن کی ہر حالت میں اطاعت واجب ولازم تھی۔اُن کی اطاعت اللہ کی اطاعت تھی۔اُن کے خلاف ہر عمل وخیال جہنم واجب کرتا ہے۔قرآن سے ایسی کوئی حالت یا صورت نہیں بتائی جاسکتی جب آنحضرتؐ کی اطاعت واجب نہ ہو۔یا جب حضورؐ سے سرتابی ومخالفت جائز ہو؟ قرآن کی رو سے وہ تمام صحابہ وصحابیات جہنمی ثابت ہیں جو قریش والے عقائد رکھتے ہوں۔

(18) رسوؐل کو خاطی وغلط کار ثابت کرنے کے لئے دشمنانِ اسلام کا سب سے بڑا اور اصولی حربہ توڑ کر پرویز کے شاہکار کی خیریت پوچھیں۔

ہم نے خطبہ 220 کی تشریح میں اور پرویز کی کتاب شاہکار رسالت کے جواب میں کوشش یہ کی ہے کہ کسی بحث میں الجھے بغیر پرویز اور عمر کی غلط کاریوں، تضادات اور ان کے مسلّمات سے ہی اُن کو باطل ثابت کر دیا جائے تاکہ اُن کے تمام دلائل اور تمام بحثیں پٹ کر رہ جائیں۔ بہرحال ہمیں اس بحث میں سے گزرنا ہے جس میں پرویز ہی نہیں بلکہ تمام ملعون قسم کے سنی علما رسوؐل کو خاطی وغلط کار لکھتے آئے ہیں اور نہایت چالاکی اور بددیانتی سے حضورؐ کو خود قرآن سے غلط کار دکھانے اور اجتہاد کو جائز کرنے کی راہیں نکالتے رہے ہیں۔لہٰذا ہم اُن کی سب سے مضبوط دلیل اور بحث کو یہاں لکھیں گے اور اُن کے تمام مقصد ومدعا کو باطل ثابت کریں گے تاکہ ہمارے قاری اُن کے سب سے مضبوط حربہ اور بحث کا بطلان دیکھ کر اس طرف سے بھی فارغ ہو جائیں چنانچہ پرویز اینڈ کمپنی اپنے شاہکار کی فری اسٹائل اور قرآن کیخلاف شریعت سازی کے جواز میں دو عدد دلیلیں لکھتے ہیں اُن پر غور کرنا اور انہیں باطل قرار دینا ہے۔

(1) دو عدد دلیلیں جن سے عمر کی شریعت سازی جائز قرار دی ہے۔

اول یہ کہ ''رسوؐل اللہ کے فیصلے احوال وظروف اور واقعات وبیانات سے استنباطِ نتائج پر مبنی ہوتے تھے۔لہٰذا ان میں غلطی کا بھی امکان ہوتا تھا'' (معارف القرآن جلد 4)

دوم یہ کہ: آپؐ کے ذاتی فیصلوں کے متعلق ہر ایک کو حقِ اختلاف حاصل تھا'' (معارف القرآن جلد 4)

(2) یہ دونوں دلائل نہیں بلکہ قرآن کے خلاف رسوؐل اللہ پر دو عدد تہمتیں ہیں۔

سب سے پہلے قارئین یہ دیکھیں کہ پرویز اینڈ کمپنی کے یہ دونوں بیانات، اُن کے بیانات ہیں قرآن کی آیات نہیں ہیں پھر یہ دونوں بیانات رسوؐل اللہ صلی اللہ وآلہ کے بیانات یعنی احادیث بھی نہیں ہیں۔پھر یہ دیکھیں کہ یہ دونوں بیانات قرآن کی واضح آیات کے خلاف ہیں۔لہٰذا باطل وبکواس ہیں اس لئے کہ اللہ نے رسوؐل اللہ کو حکم دیا ہے کہ:

فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (5/48) ''تم اُن کے درمیان اللہ کے نازل کردہ سے فیصلے کرو۔''

اور پرویز نے اپنی کتاب شاہکار میں اس حکم کو لکھا اور مانا ہے (شاہکار صفحہ 265) لہٰذا پرویز کے بیان کے مطابق رسوؐل اللہ اللہ کے حکم کے خلاف احوال وظروف اور واقعات وبیانات سے استنباط کر کے فیصلے کیا کرتے تھے۔حالانکہ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَO............ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَO وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَO (مائدہ 5/44,5/45.5/47)

''جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے فیصلے نہیں کرتا وہی کافر ہیں وہی ظالم ہیں وہی فاسق ہیں۔''

یعنی پرویز کی پہلی دلیل اگر صحیح ہے تو رسوؐل اللہ قرآن کی رو سے کافر اور ظالم اور فاسق ثابت ہو جاتے ہیں اور اللہ، اللہ نہیں رہتا چونکہ اُسے رسوؐل اللہ کی

خلاف ورزیوں کا آخر تک علم نہیں ہوتا اور وہ رسولؐ اللہ کو نہ تنبیہہ کرتا ہے نہ روکتا ہے اور نہ رسولؐ اللہ کے اس (معاذ اللہ) غلط عمل در آمد سے پبلک کو مطلع کرتا ہے۔

(3) رسولؐ اللہ سے کسی بھی معاملے میں اور کسی بھی صورت میں اختلاف کرنے والا کافر ہے۔

پرویز کی دوسری دلیل کے لئے بھی ایک آیت دیکھیں اور پرویز ہی کے ہم مذہب عالم مودودی کا ترجمہ وتشریح ملاحظہ فرمالیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًاO (33/36)

مودودی کا ترجمہ: ''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق (خیرۃ کے معنی حق نہیں ہوتے بلکہ اختیار ہوتے ہیں احسن) نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اُسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے (خواہ عمر ہو یا بکر یا پرویز ہو) تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 97-98)

اس آیت (33/36) کی اور سینکڑوں دوسری آیات کی رو سے ہم تمام شریعت سازوں کو گمراہی میں اعلیٰ درجہ میں داخل کرتے ہیں۔

علامہ مودودی کی تشریح ''یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے۔ مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے۔ اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادی رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا اور رسولؐ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبردار ہو جانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا۔ دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کرسکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسولؐ کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اُس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ منافق ہی قرار پائے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 98-99)

یہاں قارئین سوچیں کہ پرویز اینڈ کمپنی کا مذہب کیا ہے؟ اور جو بھی اُن کا مذہب ہو یقیناً اُن کا شاہکار بھی اُسی مذہب کا شاہکار رہوگا۔ بہر حال ان ملاعین کا مذہب اسلام نہ تھا اور سب کچھ تھا۔

(4) پرویز صاحب رسولؐ اللہ کو قرآن سے غلط کار ثابت کرنے کی طرف تہمتوں اور تخمینوں کی راہ سے آرہے ہیں۔

پرویز صاحب قرآن پر ایک ایسی کھلی تہمت لگاتے ہیں جس کے مقابلے میں دشمنان اسلام کے سارے جھوٹ اور تہمتیں بھی شرما کر رہ جاتی ہیں۔ انہوں نے بلا کسی تکلف کے لکھ دیا ہے کہ:

''حضورؐ کا ذاتی اجتہاد'' ''پھر قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ جن معاملات میں حضورؐ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے اُن فیصلوں میں غلطی کا بھی امکان تھا۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 669)

قارئین جانتے ہیں کہ قرآن تو جو کچھ بتاتا یا کہتا ہے وہ قرآن کے اندر کسی آیت یا آیات میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ساری دنیا اس ملعون سے وہ آیت طلب کرے جس میں قرآن نے یہ بتایا ہے کہ'' رسولؐ اللہ اجتہاد سے بھی فیصلے کرتے تھے اور اُن فیصلوں میں غلطی کا بھی امکان تھا۔''

بہرحال پرویز کی اس بکواس کا جواب بھی سابقہ سطور اور آیات (5/44,5/45.5/47,5/48) میں ہو چکا ہے۔ یہاں تو صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ پرویز کے تمام پسندیدہ الفاظ مثلاً ''مرکز''، ''نظام''، ''قانون'' اور ''اجتہاد'' وغیرہ قرآن کے مردود وملعون الفاظ میں سے ہیں۔ اللہ نے ان الفاظ میں شیطان و پرویز کی بدبو پائی اور انہیں قرآن سے دور رکھا ہے۔

(5) پرویز قرآن کی آیت سے رسوؐل اللہ کو غلط کار وقصوروار ثابت کرتے ہیں۔

اب پرویز اینڈ کمپنی کا سب سے بڑا حربہ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ:

''جنگ تبوک میں جن لوگوں کی درخواست پر حضورؐ نے انہیں عدم شمولیت کی اجازت دے دی تھی۔ اُن کے متعلق ارشاد ہے:

عَفَا اللّٰهُ عَنۡکَ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَکَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَتَعۡلَمَ الۡکٰذِبِيۡنَO(9/43 سورہ توبہ)

پرویزی ترجمہ: ''(اے پیغمبر اسلام) اللہ تجھے معاف کرے تو نے ایسا کیوں کیا (کہ اُن کی منافقانہ غداریوں پر) انہیں (پیچھے رہ جانے کی) رخصت دے دی؟ اُس وقت تک رخصت نہ دی ہوتی کہ تجھ پر کھل جاتا کون سچے ہیں اور تو معلوم کر لیتا کون جھوٹے ہیں۔''

(مفہوم القرآن جلد 4 صفحہ 670) یہ ہے وہ کل سامان جو پرویز اینڈ کمپنی کو رسوؐل کے خلاف ملتا ہے

(6) پرویزی ٹیکنیک اور اجتہاد پر ایک مومنانہ، سادہ اور پہلی نظر ڈالیں۔

قارئین مندرجہ بالا آیت (9/43) میں کل تیرہ (13) الفاظ ہیں۔ جن میں سے ایک لفظ '' عَفَا '' ایسا لفظ تھا جو شریعت ساز گروہ کی ذہنیت یا قلبی زیغ سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس لفظ سے یہ تصور نچوڑا گیا کہ آیت میں '' عَفَا اللّٰهُ عَنۡکَ '' کہنے سے یقیناً رسوؐل اللہ کی غلطی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ورنہ معاف کرنے کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے۔ اس سے پرویز صاحب تو بہت مطمئن ہو گئے اس لئے کہ اردو اور پنجابی زبانوں میں قصور کے بعد ہی معافی ملا کرتی ہے۔ لہٰذا لوگوں کو جنگ سے واپس چلے جانے کی اجازت دینا ہی یقینی طور پر ایک غلطی تھی۔ جسے اللہ نے اس آیت میں معاف کرنے کی بات کی ہے۔ چونکہ آیت کو نچوڑنے والا خود بھی مجتہد تھا۔ لہٰذا یہ خود ہی اپنی مجتہدانہ ذہنیت سے سمجھ گیا کہ اجازت دینے میں رسوؐل اللہ نے اجتہاد کیا ہوگا اور اس اجتہاد میں رسوؐل اللہ سے غلطی ہو گئی تھی۔ لیکن اللہ نے اجتہاد میں غلطی جائز ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ یوں ادھر رسوؐل اللہ ایک مجتہد ثابت ہو گئے اور اُن کے اجتہاد کا غلط ہو جانا بھی ثابت ہو گیا۔ اب بتائیے کہ شیعوں کا عصمت کا عقیدہ کدھر گیا؟ یہ ہے وہ طریقہ جس سے شریعت گھڑنے والا ادارہ خود بھی مطمئن ہو گیا۔ اور قوم بھی چین سے سوگئی اور شریعت سازی کی مشین بھی بے روک چلتی رہی۔ نئی سے نئی شریعت مطلوبہ سانچوں میں ڈھلتی رہی جس ضرورتمند نے جو مال پسند کیا جو مسئلہ من کو بھایا جمع کر لیا مال چونکہ ایک ہی کمپنی کا تھا لہٰذا جس کسی نے جو کچھ اختیار کیا وہ اُن کا جائز حق تھا۔ سب حق پر تھے۔ اُن کی پسند کا نام خواہ حنفی یا مالکی کہہ دو کوئی گڑبڑ واقع نہیں ہوتی۔ شرط یہی ہے کہ اُن کے پاس ہر مال اور ہر مسئلہ اولین شریعت ساز کمپنی کا تیار کردہ یا پسندیدہ ہو۔ اور بس۔ لیکن ہم عرض کریں گے کہ:

(7) پرویز کی مجتہدانہ تعمیر پر دوسری اور ذرا گہری نظر۔

پرویز صاحب کے ترجمہ میں وہ برابر کا بریکٹی اضافہ کون سی آیت یا ادارہ کی اجازت سے کیا گیا ہے؟ آیت میں عربی کے تیرہ الفاظ ہیں اور ترجمہ کے علاوہ پرویز نے تین بریکٹوں میں بھی تیرہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں لہٰذا ترجمہ بعد میں ہوتا رہے گا پہلے بریکٹوں کے تیرہ الفاظ الگ کر لیجئے یعنی:

(اے پیغمبر اسلام) اور (کہ اُن کی منافقانہ غداریوں پر) اور (پیچھے رہ جانے کی) پھر پرویزی ترجمہ میں سے آٹھ الفاظ کا یہ جملہ بھی نکال لیجئے اسلئے

کہ اس کے لئے آیت میں الفاظ نہیں ہیں یعنی ''اس وقت تک رخصت نہ دی ہوتی'' آخری بات یہ کہ لفظ اذن کا ترجمہ اجازت ہے رخصت نہیں ہے۔اس کے بعد جو ترجمہ ہونا چاہئے وہ عام مترجمین کے نزدیک صرف اتنا سا ہے کہ:

''اللہ نے تم سے معاف کر دیا تم نے انہیں کیوں اجازت دے دی جب تک واضح نہ ہو گئے تھے سچے لوگ اور نہ جان لیا تھا جھوٹوں کو۔''

اس سادہ صحیح اور پورے ترجمہ میں وہ چالا کی موجود نہیں جو شریعت ساز گروہ چاہتا تھا۔

(8) عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ کے معنی اہلسنت بزرگوں کے نزدیک۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور مقام بلند کے ماننے والوں میں وہ اہلسنت مومنین کثرت میں ہیں جو حضرت مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کے شہر بریلی شریف کی وجہ سے بریلوی کہلاتے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب کا مندرجہ ذیل بیان سنیں:

''ف105۔ عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ سے ابتدائے کلام وافتتاح خطاب مخاطب کی تعظیم وتوقیر میں مبالغہ کیلئے ہے۔اور زبان عرب میں یہ عرف میں شائع ہے۔کہ مخاطب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے کتاب شفاء میں فرمایا ہے کہ جس کسی نے اس سوال کو عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی۔کیونکہ غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے اور گھر رہ جانے کی اجازت مانگنے والوں کو اجازت دینا اور نہ دینا دونوں حضرؐت کے اختیار میں تھے اور آپؐ اس میں مختار تھے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَاۡذَنۡ لِمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ آپؐ اُن میں سے جسے چاہیں اجازت دیجئے۔لہٰذا لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ عتاب کیلئے نہیں ہے۔بلکہ یہ اظہار ہے کہ اگر آپؐ انہیں اجازت نہ دیتے تو بھی وہ جہاد میں جانے والے نہ تھے اور عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے تمہیں معاف کیا،گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں ہے۔''

(مترجمہ قرآن محمد احمد خان صفحہ 281)

یہ ہے علمائے اہلسنت کے صالح افراد کا عقیدہ وہ ہرگز آنحضرؐت سے غلطی،لغزش اور خطا کو نہیں مانتے۔سوچنے کی بات ہے کہ وہ لوگ کس منہ سے خود کو مسلمان کہتے ہیں جو اللہ کے رسوؐل کو بھی غلطیوں میں مبتلا ہونے والا مانتے ہیں۔یعنی اللہ نے اپنا دین بھی ایک غلط کار رسوؐل کے ہاتھوں بھیجا ہے تو دین کا اعتبار کس بنیاد پر کیا جائے گا؟ جب نبیؐ ہی غلطی اور خطا سے محفوظ نہ ہو؟ بہرحال شاہ صاحب نے اشارہ فرما دیا ہے کہ جنگ کے انتظامات میں اللہ نے رسوؐل کو مختار بنایا تھا اور ظاہر ہے کہ اختیار سپرد کر کے اعتراض کرنا پسندیدہ بات نہیں ہوسکتی۔بہرحال آپ خود متعلقہ آیت دیکھ لیں۔فرمایا ہے کہ:

(9) رسوؐل اللہ کو اللہ نے جنگ میں مختار بنایا تھا۔

اِنَّ الَّـذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌO(24/62)

ترجمہ: ''یقیناً جو لوگ بلا آپؐ کی اجازت کے جنگ سے رکنا نہیں چاہتے بلکہ آپؐ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تو یقیناً اللہ اور اُس کے رسوؐل کو ماننے والے ہی ہوسکتے ہیں۔چنانچہ جب یہ لوگ اپنی کسی ضرورت کیلئے جنگ میں نہ جانے کی آپؐ سے اجازت مانگا کریں تو آپؐ اُن میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور اللہ سے اُن کی مغفرت کیلئے دعا بھی کیا کریں۔یقیناً اللہ مغفرت کرنے والا رحیم ہے۔''

قارئین دیکھیں کہ جنگ تبوک سے برسوں پہلے ہی اللہ نے رسوؐل اللہ کو جنگ سے اجازت دینے اور نہ دینے میں مختار بنا رکھا تھا اور اجازت مانگنے

والوں کواس بنا پر مومن فرمایا گیا تھا کہ وہ کم از کم جنگ سے رکنے کے لئے رسوؐل سے اجازت لینے کو ضروری سمجھتے ہیں۔اوراُن کی اجازت کے بغیر رکنا گناہ سمجھتے ہیں۔

(10) پرویزی ساز باز اور اسکیم وبیان پر تیسری نظر، کیا کوئی غلط بات ہوئی تھی۔

یہاں تک قارئین نے پرویز اینڈ کمپنی کے خلاف خود قرآن سے دیکھ لیا کہ حضورؐ نے اجازت دینے میں عطا شدہ اختیار استعمال کیا تھا لہٰذا عَـفَـا اللّٰـهُ عَنۡکَ کا مطلب نہ باز پرس ہے نہ غلطی پر گرفت ہے اور نہ ہی غلطی کی معافی مدنظر ہے۔نہ کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے۔مگر ہم اس موقع پر سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ مان لیا کہ رسوؐل اللہ نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔مگر کیا اس جائز اجازت دینے سے دین کا یا دین داروں کا کوئی نقصان ہوا تھا؟ اگر اس اجازت سے کوئی نقصان ہوا تھا تب بھی ہم یہ کہیں گے کہ یہ نقصان بھی رسوؐل کی بصیرت اور علم کی کمی پر دلیل ہے۔اور ہمارے عقائد میں یہ بھی بُری بات ہے جو رسوؐل کے حق میں نہیں مانتے۔چنانچہ آیت زیر بحث (9/43) سے مسلسل آگے پڑھیں اور مودودی کا ترجمہ دیکھیں اللہ فرما رہا ہے۔

وَلَـوۡ اَرَادُوا الۡـخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰـكِنۡ كَرِهَ اللّٰهُ انۡۢبِعَاثَهُمۡ فَثَبَّطَهُمۡ وَقِيۡلَ اقۡعُدُوۡا مَعَ الۡقٰعِدِيۡنَ O لَوۡ خَرَجُوۡا فِيۡكُمۡ مَّـا زَادُوۡكُـمۡ اِلَّا خَبَـالًا وَّلَاَاوۡضَـعُـوۡا خِـلٰلَكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ وَفِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ بِالظّٰلِمِيۡنَ O لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ حَتّٰى جَآءَ الۡحَقُّ وَظَهَرَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ O (9/46 تا 48)

مودودی ترجمہ: ''اگر واقعی اُن کا ارادہ (جنگ کے لئے۔احسنؔ) نکلنے کا ہوتا تو وہ اس (جنگ) کے لئے کچھ نہ کچھ تیاری کرتے لیکن اللہ کو اُن کا (جنگ کے لئے) اٹھنا ہی پسند نہ تھا۔اس لئے (اللہ) اُس نے انہیں سُست کر دیا۔اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ۔اگر وہ تمہارے ساتھ (جنگ کے لئے) نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے اور تمہارے (مومن) گروہ کا حال یہ ہے ابھی اس میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو (اُن کی سازشی اسکیموں کو) اُن کی باتیں کان لگا کر سنتے ہیں۔اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔اس سے پہلے بھی اُن لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کوششیں کی ہیں اور تمہیں ناکام کرنے کے لئے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں۔یہاں تک کہ اُن کی مرضی کے خلاف حق آ گیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا۔''
(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 198)

ان آیات اور اس ترجمہ کو دیکھ کر جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ رسوؐل کا اُن کو جنگ میں نہ لے جانا عین منشاء خداوندی کے مطابق تھا۔اللہ خود نہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ جنگ میں شریک ہوں اس لئے اللہ نے اُن کے دلوں میں اجازت مانگنے اور پیچھے رہ جانے کی تحریک پیدا کی تھی۔لہٰذا قلب محمدؐ کو منشائے خداوندی اور رضائے الٰہی کا مہبط ماننا ہوگا۔جو بلا وحی کے وہ سب کچھ محسوس کرتا تھا جو اللہ کو پسند اور رسوؐل کیلئے مفید تھا۔اور رسوؐل نے انہیں پیچھے چھوڑ کر اُن تمام نقصانات سے خود کو اور اللہ کے مشن کو محفوظ رکھا۔اور یہ بات ہو نہیں سکتی تھی جب تک قلب محمدؐ اللہ کی مشیت و ارادے کے ساتھ نہ دھڑکتا ہو۔

19۔ ابوبکر نے کن حالات میں اور کس طرح عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنایا تھا؟

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی جانشینی کی تحریر لکھ دی ہے۔زبانی بھی اعلان کر دیا ہے۔قرآن سے ہجرت کر جانے والی مہاجر قوم کے سربرآوردہ لوگ،اور بقول شبلی،صاحبان ادعا لیڈر موجود ہیں۔ابوبکر زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے ہیں۔موت کی جھلکیاں دنیا کو رخصت کرنے

کا پیغام دے رہی ہیں۔آپ اپنے اعمال کا جائزہ لے رہے ہیں جن لوگوں کے لئے اپنی زندگی وقف کئے رکھی وہ سب سامنے بیٹھے ہیں۔مگر تیوریاں چڑھی ہوئی ہیں۔ابوبکر نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا (عبدالرحمٰن بن عوف راوی ہیں) کہ میں نے تمہاری حکومت ایک ایسے شخص کے حوالے کی ہے۔جو میرے نزدیک تم سب سے بہتر ہے۔مگر اس سے تمہاری ناکیں پھول گئی ہیں۔ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ یہ منصب خود اُس کو مل جائے۔اب تم لوگوں نے دنیا (دولت) کو آتے دیکھ لیا ہے۔دنیا جب آئے گی (یعنی حضرت عمر کے زمانہ میں) تو اس وقت تم ریشم کے پردے اور دیبا کے گدے استعمال کرو گے (اور وہ تمہیں ایسا نازک مزاج بنادے گا) کہ اذری اون پر لیٹے ہوئے تمہیں ایسی تکلیف ہوا کرے گی کہ جیسے کسی کو کانٹوں پر لیٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔دنیاداری میں گرفتار ہونے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ حد شرعی کے بغیر تمہاری گردنیں اڑادی جائیں۔تم ہی لوگوں کو سب سے پہلے گمراہ کرنے اور راہ راست سے ہٹانے والے ہو۔اے اللہ اے راہ مستقیم دکھانے والے بلاشبہ وہ (نہ معلوم یہ کس کا ذکر ہے؟) یا تو صبح کی روشنی کی مانند ہے یا پھر ڈبو دینے والے سمندر کی مانند ہے۔حضرت ابوبکر چونکہ مہاجر قوم کی گمراہی اور گمراہ کن پالیسی کا اعلان کررہے تھے۔لہٰذا ضروری ہوا کہ ابوبکر صدیق کو مزید سچ بولنے سے روکا جائے لہٰذا عبدالرحمٰن بن عوف نے بات کا رخ بدلنے کے لئے عرض کیا کہ:

''امیرالمومنین اس قدر جوش میں نہ آئیے۔اس سے آپ نڈھال ہوئے جاتے ہیں۔لوگوں میں ہر شخص دو حال سے خالی نہیں ہے۔1۔یا تو اس کی رائے بھی وہی ہے جو آپ کی رائے ہے۔تو وہ آپ سے متفق ہے۔2۔یا آپ کی رائے کے خلاف کہنے والا ہے تو آپ کو مشورہ دے رہا ہے۔مگر آپ کی پسند اور منشا کیساتھ متفق ہے۔ہم جانتے ہیں کہ آپ صرف خیر خواہی چاہتے ہیں۔آپ ہمیشہ صالح اور مصلح رہے ہیں۔اور آپ کے دل میں دنیا کی کسی چیز کی حسرت نہیں ہے''

قارئین یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ اس محفل میں اس وقت خالص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی قوم کے لوگ تھے۔یعنی دل سے اُن کا مخالف کوئی نہیں تھا۔دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں صالح اور مصلح کہہ کر اور امت کا یا قوم کا خیر خواہ بتا کر تسلی دینا چاہی تھی۔مگر حضرت ابوبکر کے روبرو اُن کی ساری زندگی کی تصویر آکر کھڑی ہوگئی تھی اور آخر انہوں نے فرمایا کہ:

''ہاں میرے دل میں دنیا کی کوئی حسرت نہیں ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جو میں نے کی ہیں۔مگر کاش میں نہ کرتا۔اور تین چیزیں ایسی ہیں جو میں نے چھوڑ دی ہیں۔مگر کاش اُن کو کرتا اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ کاش میں رسوؐل اللہ سے اُن کے متعلق دریافت کرلیتا وہ تین چیزیں جن کو میں چھوڑ دیتا تو اچھا ہوتا یہ ہے کہ:

1۔کاش میں نے فاطمہؑ کا گھر نہ کھولا ہوتا اگر چہ وہ لوگ جنگ کے لئے اس کا دروازہ بند کرتے۔

2۔اور کاش میں الفجاۃ سلمٰی کو زندہ نہ جلا دیتا۔بلکہ یا تو اس کو باندھ کر قتل کردیتا یا آزاد چھوڑ دیتا۔

3۔اور کاش سقیفہ کے روز میں اس خلافت کو دو میں سے کسی ایک شخص کے گلے میں ڈال دیتا۔ابوبکر کا اشارہ عمر اور ابوعبیدہ جراح کی طرف تھا۔دونوں میں سے کوئی ایک امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا۔(ہم تین باتوں کو عنوان سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کرتے ہیں۔احسنؔ)

اور کاش میں رسوؐل اللہ سے دریافت کرلیتا کہ حکومت کسی کو ملنی چاہیئے؟ تا کہ پھر کسی نزاع کا موقع نہ رہتا۔2اور کاش میں رسوؐل اللہ سے یہ بھی پوچھ لیتا کہ اس حکومت میں انصار کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں؟3۔اور کاش میں آپؐ سے بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کے متعلق دریافت کرلیتا۔کیونکہ میرے دل میں اس کے متعلق کچھ بے اطمینانی ہے۔'' (یہ باتیں تاریخ طبری خلافت راشدہ ابوبکر کی وفات صفحہ 276-277 میں دیکھیں)

(1) ابوبکر کا (29 تا 25/27) والا بیان یَالَیْتَنِیْ اور یَاوَیْلَتٰی والا بیان نومرتبہ ''اے کاش'' کیساتھ۔

قرآن (29 تا 25/27) ہی میں نہیں بلکہ ابوبکر نے وہی بیان مجمع عام میں اے کاش کہہ کر سارے قریش کو سنایا تھا۔1۔ پھر یہ نوٹ کریں کہ ابوبکر صدیق نے یہ تصدیق کردی کہ عمرا اور عمر کے تمام طرف دار سراسر جھوٹے ہیں اور۔2۔ مان لیں کہ عمر نے اپنی قومی حکومت قرآن و رسوؐل اور اللہ کی مرضی کے خلاف اپنی اور اپنی قوم کی مصلحت کے ماتحت جبر وظلم سے قائم کی تھی۔

3۔ پھر یہ مان لیں کہ عمر اینڈ کمپنی نے بنی ہاشم اور انصار کے ساتھ ہر زیادتی اور بقول شبلی ہر بے اعتدالی استعمال کی تھی۔

4۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے خود ابوبکر کو ترکیب و مکاری سے مجبور کر کے اپنا آلہ کار بنایا تھا۔

5۔ پھر یہ تسلیم کریں کہ ابوبکر کے پاس جو لوگ جمع تھے وہی لوگ تھے جنہوں نے امت کو گمراہ کیا تھا اور یہ کہ ابوبکر کے نزدیک وہ سب واجب القتل تھے۔

(2) عمر نے اپنے مخالف تمام سربرآوردہ اہل علم صحابہ کو نظر بند و قید رکھا، زبان بندی جاری رکھی۔

جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں یہ سب کچھ پرویز نے اپنی کتاب شاہکار میں، فتنۃ الکبریٰ اور تاریخ امت جیراجپوری میں تسلیم کیا ہے۔ قارئین کرام عمر نے اپنی حکومت کو مستحکم و کامیاب کرنے کے لئے تمام بڑے بڑے اور صاحبان علم صحابہ کی زبان بندی کر کے انہیں مدینہ میں قید و بند میں رکھا۔ اور ساتھ ہی اُن تمام بڑے لوگوں کو جو عہد رسوؐل میں باغیانہ خیال رکھتے تھے اور جنہیں افرادی قوت حاصل تھی انہیں اپنا پشت پناہ بنایا اور انہیں پبلک پر مسلط کر کے ایک مطلق العنان حکومت کو رواج دیا۔ اس سلسلے میں چند چوکنا اور محتاط جملے علامہ شبلی کی دماغی زنبیل سے ٹپک گئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں:

(الف) جبراً قابو میں رکھنے پر شاہکاری تدابیر سنئے:

خاص عرب میں عمر کو مختلف پولیٹیکل تدبیروں سے کام لینا پڑا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے بالکل نکال دیا۔2۔ بڑے بڑے ملکی افسروں کو اکثر بدلتے رہتے تھے۔3۔ ملکی افسروں میں سے عمرو بن العاص کے علاوہ کوئی ایسا گورنر مقرر نہیں ہوا جو مختلف صوبہ جات میں بدلتا نہ رہا ہو۔4۔ ملکی افسروں میں سے جس کی نسبت زیادہ زور پا جانے کا خیال ہوتا تھا اس کو علیحدہ کر دیتے تھے۔5۔ جو لوگ زیادہ صاحب اثر تھے اکثر اُن کو دارالخلافہ سے باہر نہیں جانے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان لوگوں نے جہاد پر جانے کی اجازت طلب کی تو فرمایا کہ آپ لوگ یہ دولت (جہاد) بہت جمع کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا کہ لَاتَـخْـرُجُوْا فَتَسَلَّلُو ایَمِیْنًا ۔تم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلو ورنہ تم لوگ بیمار پڑ جاؤ گے۔ یا یہ کہ تم لوگ چپکے سے نکل بھاگو گے۔ یا یہ کہ تم لوگ جھوٹ پر تیغ بکف ہو جاؤ گے۔ اس پر پیچ صورت کی وجہ سے شبلی نے ترجمہ نہیں کیا۔ بہر حال نظر بندی سے آزاد ہو کر یہ لوگ حضرت عمر کے لئے عظیم خطرات کا سبب بن سکتے تھے۔ اور اسی مطلب کو حضرت عمر نے ایسے الفاظ میں کہا جو اس کے مخاطب سمجھ سکتے تھے۔6۔ ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا کہ آپ ہم لوگوں کو باہر جانے سے کیوں روکتے ہیں؟ فرمایا کہ اس سوال کا جواب نہ دینا جواب دینے سے بہتر ہے۔7۔ بنی ہاشم کو بھی ملکی عہدے نہیں دیئے اور اس میں یہی نظر بند رکھنے کی مصلحت ملحوظ تھی۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 86)

قارئین نوٹ کر رہے ہوں گے کہ بڑے بڑے اہل علم صحابہ کو اور تمام صاحبان اثر و اقتدار کو کیوں باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ ہم تو اس کی صرف ایک ہی وجہ سمجھتے ہیں کہ وہ مدینہ سے باہر نکل جاتے تو اُن کا منہ بند رکھنا ناممکن تھا۔ یہ لوگ باہر جاتے تو اسلام کی صحیح صورت اور قرآن کے صحیح

مفاہیم بیان کر دیتے۔ فضائل محمدؐ وآل محمدؑ عوام تک پہنچ جاتے۔ خلافت وحکومت کے متعلق رسوؐل اللہ کی صحیح پالیسی بیان ہو جاتی اور عمر کے تمام اقدامات جو خدا اور رسوؐل کی منشا کے خلاف تھے، گھر گھر پہنچ جاتے اور دو ماہ بھی یہ قومی حکومت پاؤں نہ چلتی۔ مدینہ سے باہر اور عرب کے اندر جو لوگ اسلامی اسپرٹ اور احادیث وقرآن سے واقف تھے وہ سب ابتدا ہی میں تہہ تیغ کر دیئے گئے تھے۔ قیدی اور غلام بنا کر مدینہ میں اور مدینے سے باہر بھیجے جانے والے بھی عموماً صاحبانِ علم تھے۔ مگر ہم تو نہایت خاموشی سے نظام اجتہاد اور حکمرانوں کے پاسبانوں کے بیانات آپ کے سامنے رکھتے چلے جا رہے ہیں اور ہمارے عنوانات صرف اُن کے پُرکارانہ اور مکارانہ بیانات سے بھی ثابت ہوتے جا رہے ہیں۔ جو کمی رہ جاتی ہے وہ دوسرے بیانات سے پوری ہو جاتی ہے۔

(3) اسلم جیراجپوری کا بیان جو محمدؐ وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا سب سے بڑا دشمن اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کا سب سے بڑا دوست ہے۔

لہٰذا آیئے اب ایک ایسے شخص کا بیان سنیئے جو ماشاء اللہ خارجیوں اور ناصبیوں سے بھی کہیں بڑھ کر محمدؐ وآل محمدؑ کا اور شیعان علیؑ کا سب سے بڑا دشمن گزرا ہے اور جس نے پرویز ایسے منکر حدیث وفضائل اہلؑ بیت تیار کیئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''حضرت عمر نے اپنے عہد حکومت میں اعیان قریش کو مدینہ میں روک رکھا تھا۔ اُن کو کہیں دوسری جگہ نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی اُن میں سے اگر کسی کو کوئی ضرورت پیش آجاتی تو ایک مدت معینہ کی اجازت لے کر جاتا (یہ رعایت ہر ایک کے لئے نہ تھی حضرت علیؑ کو کبھی اجازت نہ ملی) اور پھر واپس آ جاتا۔ اگر کوئی کسی جنگ میں بھی شریک ہونا چاہتا تو اس کو اجازت نہ دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسوؐل اللہ کے عہد میں جن جہادوں میں تم شریک ہوئے اُن کا ثواب تمہارے لئے کافی ہے۔ ہر چند کہ یہ لوگ اس نظر بندی کو اپنے حق میں ایک سختی سمجھتے تھے اور حضرت عمر کو تنگ کرتے رہتے تھے لیکن وہ اُن کو مدینہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ اس امت کے لئے جس بات سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم لوگ جب یہاں سے باہر نکلو گے اور شہروں میں متفرق ہو جاؤ گے تو تمہاری رایوں میں اتفاق نہیں رہے گا۔ اور پھر تمہارے اختلاف سے ساری امت میں تفرقہ پھیل جائے گا۔''

(مسلسل لکھا ہے کہ) حضرت عثمان نے اپنے عہد میں اس رکاوٹ کو اٹھا دیا اور رؤسائے قریش جا بجا دیار وامصار میں پھیل گئے قریش کی خلافت کی وجہ سے یہ لوگ بمنزلہ شاہی خاندان کے ارکان سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے جہاں جہاں گئے اُن کی عزت وحرمت ہوئی اور ایک سال کا زمانہ بھی نہ گزرا تھا کہ مختلف شہروں میں اُن کی بڑی ملکیتیں اور جائیدادیں ہو گئیں۔ لوگ اُن کے پاس جمع ہونے لگے۔ اور چونکہ استحقاق خلافت کے شرائط اُن میں مجتمع تھے۔ اس لئے اُن پر مصاحبین توقع رکھنے لگے کہ ممکن ہے کہ ایک دن خلیفہ ہو جائیں۔ یہ تمنائیں دلوں سے زبانوں تک آنے لگیں۔ اور اُن کی وجہ سے خیالات اور آرا میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت عمر کی دوراندیشی کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ انہوں نے اُن ہی نتائج کو پیش نظر رکھ کر اُن رؤسا کو اپنے پاس روک (کر نظر بند) رکھا تھا اور کہیں جانے نہیں دیتے تھے۔'' (تاریخ امت جلد 2 خلافت راشدہ صفحہ 161-162)

(4) نظر بند وقید میں رکھے ہوئے تمام صحابہ سے مشاورت کی عقلی حیثیت؟

یہاں قارئین یہ بھی نوٹ کریں کہ اس حکومت کی سب سے بڑی مدح وثنا اور بہتری وبرتری دکھانے اور شریعت سازی کا جواز اور حقانیت ثابت کرنے کے لئے یہ دھوم اور ڈُنڈ مچائی جاتی ہے کہ یہ حکومت اپنی قانون سازی اور احکام کو تمام اہل علم صحابہ کی صواب دید اور مشورے

کے بعد نافذ کرتی تھی۔لیکن یہ بیانات اس بات کو پروپیگنڈے کا ایک گھناؤنا حربہ بنادیتے ہیں۔جو لوگ بیس پچیس سال سے اپنی مرضی کے خلاف نظر بند ونظر قید رہتے چلے آرہے ہوں جن پر ہر قسم کی پابندی اور زبان بندی نافذ ہو جو دن رات مجرموں ایسی زندگی بسر کر رہے ہوں اُن سے مشورہ کرنا اور اُن کا صحیح مشورہ دینا اور ایسے مشورے کو متفقہ یا اجماعی فیصلہ کہنا مجتہدین کے سوا کوئی صاحب عقل تسلیم نہ کرے گا۔ساتھ ہی یہ کہنا کہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں صحابہ اور عوام میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ایسی ہی بات ہے کہ جیسے ایک خاندان کے تمام افراد کو تلواروں اور نیزوں سے خاموش کر کے یہ کہا جائے کہ اُن لوگوں نے اپنا تمام سامان وسرمایہ اتفاق رائے اور خوشی خوشی دیا ہے۔اور کسی نے ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں کیا ہے اور اس پر طُرّہ یہ ہے کہ تمام صحابہ میں خلافت کے مستحق ہونے کی شرائط کی موجودگی بھی مان لی گئی ہے اگر یہ دریافت کر لیا جائے کہ جناب خلیفہ بننے کی شرائط کیا ہیں اور قرآن وحدیث میں وہ شرائط کس جگہ ہیں۔تو اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ابوبکر وعمر اپنی کوششوں سے خلیفہ بن گئے تھے اس لئے اُن سے بہتر تمام صحابہ ضرور خلیفہ بن جانے کا حق رکھتے تھے۔اور کوئی دلیل مجتہدین کے پاس نہیں ہوگی۔رہ گیا قرآن اور حدیث کی شرائط؟ ان کی نفی تو دونوں خلفا نے خود ہی کر دی ہے۔یعنی انہیں رسوؐل اللہ سے معلوم کرنا چاہئے تھا کہ خلافت کا حقدار کون ہے؟

(5) تمام تعلیماتِ رسوؐل کا بلیک آؤٹ۔احادیث رسوؐل پر پابندیاں اور سزائیں۔

بے روک شریعت سازی کے لئے اہل علم صحابہ اور اپنے مخالف مہاجرین اور انصار کے پورے قبیلے کو عمر قید یا نظر بند کرنا ہی کافی نہ سمجھا گیا۔بلکہ اُن قیدیوں کو بھی اور تمام اُن لوگوں کو بھی احادیث رسوؐل بیان کرنے کی ممانعت کر دی گئی جو مدینہ سے باہر جنگی یا انتظامی یا دیگر خدمات کے لئے بھیجے جاتے تھے۔اور حیلہ و بہانہ یہ کیا جاتا تھا کہ تم میں اختلاف ہے لہٰذا عرب اور دیگر ممالک کی رعایا میں بھی اختلاف پھیل جائے گا۔گویا یہ مستحکم انتظام کر دیا گیا کہ حکومت کی پالیسی کے خلاف کسی کی زبان سے کوئی بات نہ نکلنے پائے۔ظاہر ہے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے والے حضرات چند عذرات اور بہانے کئے بغیر کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔لہٰذا ہم عذرات اور فریب کارانہ جملوں کو چھوڑ کر اصل مقصد آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں سنئے کہ معتبر ریکارڈ میں موجود ہے کہ:

> ''وفات رسوؐل کے بعد حضرت ابوبکر نے مدینہ کے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور کہا کہ ''تم لوگ رسوؐل اللہ سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو جن میں تم لوگوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے اور تمہارے بعد جو لوگ ہوں گے اُن میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہوگا۔لہٰذا تم لوگ رسوؐل اللہ کی کوئی حدیث بیان ہی مت کرو۔جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہو کہ ہمارے تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو۔'' (تاریخ التشریع الاسلامی کا ترجمہ تاریخ فقہ اسلام صفحہ 161)

(6) حسبنا کتاب اللّٰہ کی پالیسی سمجھ کر آگے بڑھیں۔

ابوبکر کے اس بیان میں جو پولیٹیکل چال ہے وہ یہ ہے کہ مدینہ کے لوگ کسی صورت میں بھی رسوؐل کا ذکر نہ کریں اور حرام وحلال اور جائز وناجائز کے علاوہ کسی سوال کا جواب نہ دیں یعنی حاکم وقت یہ نہیں چاہتا کہ مسئلہ خلافت کی بحث شروع ہو جائے اور مدینہ کے لوگ رسوؐل اللہ کی وہ احادیث بیان کرنا شروع کر دیں جن میں ابوبکر کی حکومت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔بلکہ وہاں حضرت علیؑ ہی دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر برابر تئیس (23) سال سے خلیفہ رسوؐل اور رسوؐل کے وزیر ہیں۔تمام مومنین کے مولیٰ اور حاکم ہیں۔ہزاروں صحابہ مع شیخین کے اُن احادیث پر گواہ ہیں۔اُن احادیث کو بیان کرنے سے ابوبکر کی حکومت کی بنیاد ہی غلط اور باطل ہو جاتی تھی۔لہٰذا حکومت کی طرف سے جو عذرات کئے جاتے ہیں وہ آج بھی

مجتہدین کی زبانوں پر ہیں۔ چنانچہ حکومت کے طرفدار لوگ اُن احادیث کی منشاء اور مراد پر اختلاف کرتے ہیں۔ چونکہ یہ بحث رفتہ رفتہ حضرت علی علیہ السلام کے حق کی طرف لے جاتی ہے اس لئے کہا گیا کہ ''تم میں اختلاف ہوتا ہے'' لہٰذا احادیث کا بیان کرنا ہی بند کر دو۔ تاکہ حاکم اور حکومت زیرِ بحث نہ آئیں اور حق واضح نہ ہو سکے۔ اب چونکہ حدیث کی روایت ہی کو بند کر دیا گیا۔ اور قرآن کو پہلے ہی مہجور کر دیا گیا تھا (25/30-31) تو قرآن خود بخود کافی (حسب حال) ہو گیا۔ یعنی قرآن میں اس وقت کی تفہیم کے مطابق خلیفہ کا نام نہیں۔ اور اگر نام ہے تو ولدیت مذکور نہیں اور ولدیت بھی ہے تو ولدیت مشہور نہیں۔ لہٰذا جو بھی خلیفہ بن گیا سو بن گیا اس کی اطاعت کرو۔ زندگی کی تمام سہولتیں اس سے مانگو۔ خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرو۔ خواہ مخواہ کی بحثوں اور احادیث کے الجھاؤ اور آپس میں بدمزگی اور شکر رنجی سے اب کیا فائدہ ہوگا؟ حکومت قائم ہو گئی اب اس کا توڑنا نہ آسان ہے نہ مفید ہے۔ آخر خلیفہ جو بھی ہوگا۔ وہ آدمی ہی ہوگا۔ رسوؐل اللہ بھی تو آدمی ہی تھے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ تمہارا خلیفہ تمہیں دنیا کے تمام رنج و آلام اور دشواریوں سے محفوظ کرتا ہے یا نہیں؟ تمہیں مستغنی و دولت مند بنا دیتا ہے یا نہیں؟ ساری دنیا پر تمہاری حکومت اور برتری قائم کرتا ہے یا نہیں؟ اور تمہیں کیا درکار ہے؟ پھر حکومت کے انتظام کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے اور تمام علما متفق ہیں کہ رسوؐل کی ہر حدیث ہر ہر مسلمان کو معلوم نہ تھی۔ لہٰذا جنہیں معلوم نہ تھی وہ اختلاف کرتے تھے خود حضرت ابوبکر و عمر کو، بقول اُن کے تمام احادیث معلوم نہ تھیں حدیث سن کر وہ خود اختلاف کرتے رہتے تھے اور گواہیاں مانگتے تھے۔ لہٰذا یہ بات صحیح ہے کہ حدیث پر اختلاف تھا۔ دوسرے الفاظ میں قومی و خود ساختہ حکومت سے اختلاف تھا۔ اور بھائی جان یہ بھی صحیح ہے کہ کوئی حاکم اپنی رعایا میں ایسا اختلاف برداشت نہیں کر سکتا جو حکومت ہی کا ڈبہ گول کر دے۔ لہٰذا احادیث رسوؐل کا بیان کرنا حکومت وقت کی سطح سے بند ہو گیا تھا یہ جو کہا گیا کہ ہمارے تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔ یہ بھی حقیقت واقعی کو ظاہر کرنے کے لئے نہیں کہا گیا تھا جس طرح تمام احادیث ہر ہر مسلمان کے علم میں نہ تھیں۔ اُسی طرح قرآن بھی ہر ہر مسلمان کے علم میں نہ تھا اور نہ ہر ہر مسلمان کے سامنے تھا نہ ہر ہر مسلمان کے سامنے سے پورا قرآن گزرا تھا۔ نہ حکومت کا یہ منشا تھا کہ تم قرآن سے آنحضرتؐ کے جانشین اور حکومت کا فیصلہ کرلو۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے سابقہ انبیاءؑ کی جانشینی اور حکومت کا فیصلہ بھی ایسا کیا ہے جو حضرت علیؑ کے حق میں جاتا ہے۔ حکومت نے قرآن کا درمیان میں ہونا اس لئے بیان کیا تھا کہ تم صرف حرام و حلال کے مسائل تک محدود رہنا۔ اور بس۔ لیکن اگر کوئی یہ سوال کر لیتا کہ جناب ہم قرآن سے صرف اتنی ہی نمازیں پڑھیں اور صرف اسی طرح پڑھیں گے جتنی اور جس طرح قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ تو حکومت کے لئے قرآن کافی نہ تھا (یعنی حسبنا کتاب اللّٰہ کا جملہ غلط ہو جاتا) اس لئے قرار یہ پایا کہ مدینہ کے مسلمانوں کی کثرت جو کچھ کر رہی ہے اسے سنت رسوؐل سمجھ کر اختیار کر لو۔ یعنی تب حسبنا کتاب اللہ کافی ہو سکتا تھا۔ بہر حال ہمارے اس بیان کے بعد رواں دواں چند احکام میں تعلیمات رسوؐل اور احادیث کا بلیک آؤٹ دیکھتے چلیں کتاب مذکور (تاریخ فقہ) میں صفحہ 161 پر حضرت عمر کا فرمان لکھا ہے کہ جو عراق جانے والوں کو دیا تھا۔ اُس سے مدینہ چھوڑ کر جانے والوں کا حال معلوم ہوگا۔ ''احادیث بیان کر کر کے تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ بن جانا تم لوگ صرف قرآن مجید پر بس کرو۔'' چنانچہ

(2) جب قرطنہ عراق پہنچے اور لوگوں نے حدیث رسوؐل سنانے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت عمر نے منع کر دیا ہے۔ (صفحہ 161-162) (تاریخ فقہ اسلامی)

(3) ابو ہریرہؓ سے ابی سلمہ نے دریافت کیا کہ کیا تم حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اسی طرح احادیث بیان کرتے تھے؟ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ اگر میں عمر کے زمانے میں حدیث بیان کرتا تو عمر مجھے کوڑوں سے مارتے۔'' (صفحہ 162)

(4) امیر معاویہ نے اپنے عہد میں حدیث رسولؐ کے متعلق کہا کہ تم لوگ حدیث کے ساتھ وہی سلوک کرو جو حضرت عمر کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ کیونکہ رسولؐ اللہ کی حدیثیں بیان کرنے والوں کو عمر دھمکیاں ہی دھمکیاں دیا کرتے تھے'' (صفحہ 162)

(5) حضرت ابوبکر نے اپنا خود لکھا ہوا پانچ سو احادیث کا مجموعہ جلا دیا تھا اور حدیث بیان کرنے کی ممانعت کی تھی۔ حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں اور بھی سخت رویہ اختیار کیا اور لوگوں کو حدیث میں پڑنے سے روک دیا۔ (مقام حدیث جلد اول صفحہ 204-205 پرویز)

(7) احادیث بیان کرنے والے بزرگ صحابہ کو قید اور مختلف سزائیں۔

''حضرت عمر نے تین صحابہ کو یعنی ابن مسعود، ابوالدرداء اور ابومسعود انصاری کو اس لئے قید کر دیا کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کی بہت سی احادیث بیان کرنے کا جرم کیا تھا۔ (تاریخ فقہ اسلامی صفحہ 162)

(8) حدیث بیان کرنے والوں کو اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا؟

حکومت کی گرفت اور تعزیری نظام کا خوف اس قدر ہمہ گیر تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فضائل محمدؐ وآل محمدؐ کے متعلق حضرت عمر کے زمانہ حکومت میں زبان کھولنے میں اپنی جان کا خطرہ مول نہ لیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اُن کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهَ عليه وسلم وِعَاءَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُ هُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخر فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ .قَالَ اَبُوعَبْدُاللّٰه الْبُلْعُوْم مجرى الطَّعام .

''میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے علم کی دو گونیاں (بوریاں، تھیلے) محفوظ کی تھیں اُن میں سے ایک گونی کا علم تو میں پھیلاتا رہا ہوں لیکن دوسری گونی والے علم کو اگر میں عام کرتا تو میرا گلا کاٹ دیا جاتا'' ابوعبداللہ نے بلعوم کے معنی نرخرا بتائے ہیں جس میں سے کھانا اور پانی وغیرہ گزرتے ہیں۔'' (بخاری جلد اول صفحہ 23 مطبع نور محمد)

(9) صحابہ احادیث بھول گئے یا ڈر کی وجہ سے بہانے کرتے تھے۔

اس تشدد کا نتیجہ پرویز سے سنئے جو حضرت عمر کو شاہکار رسالت بنائے ہوئے ہیں۔

''یہی وجہ تھی کہ اکثر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم نے حدیثیں بیان کرنی چھوڑ دی تھیں۔ حضرت زید بن ارقم سے ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ کوئی حدیث رسولؐ سنایئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بوڑھے ہو گئے اور بھول گئے۔ حضرت زبیر سے اُن کے بیٹے عبداللہ نے فرمائش کی آنحضرتؐ کی کہ کوئی حدیث بیان کیجئے انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن مالک کے ساتھ مدینہ سے مکے تک گیا۔ مگر ایک روایت بھی نہ سنی۔ امام شعبی کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں ایک سال تک رہا لیکن انہوں نے کوئی حدیث بیان نہ کی'' (مقام حدیث جلد اول صفحہ 206)

(10) کون سی احادیث ممنوع قرار دی گئیں یا ممنوع قرار دیا جانا مفید تھا؟

اب رفتہ رفتہ صاف الفاظ میں یہ پڑھ لیجئے کہ جن احادیث کا بیان کرنا جرم تھا وہ تمام ایسی احادیث تھیں جن سے کسی نہ کسی طرح خلفاء کی ذات پر، اُن کی حکومت پر ضرب پڑتی تھی۔ مثلاً اگر پبلک کو یہ بتایا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوری انسان تھے۔ اللہ نے اس کائنات کو اُن کے لئے پیدا کیا تھا۔ وہ معصوم تھے۔ ساری کائنات اور تمام انبیاءؑ کے بھی نبیؐ تھے۔ اور کائنات کی ہر شے اور ہر شے کی تفصیل کا علم رکھتے تھے۔ تو

لامحالہ ایسے نبیؐ کا خلیفہ اور جانشین خاطی و جاہل نہیں ہوسکتا تھا۔اور یہ تمام بحثیں جن احادیث سے برآمد ہوتی تھیں وہی ممنوع ہونا چاہئیں تھیں۔

(الف) کیا علامہ شبلی اور حضرت عمر آنحضرتؐ کے عقیدت کیش نہیں تھے؟

علامہ شبلی نے آنحضرتؐ کے عقیدتمندوں میں سے حضرت عمر کو الگ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''سب سے پہلے حضرت عمر نے اس پر لحاظ کیا کہ احادیث میں زیادہ قابل توجہ کس قسم کی حدیثیں ہیں؟ کیونکہ رسولؐ کا ہر قول وفعل عقیدت کیشوں کے لئے گنجینہ مراد ہے۔لیکن یہ ظاہر ہے کہ اَلْاَ ھَمُّ فَالْاَھَمّ (اہمیت تو اہم ترین ہی کو دی جایا کرتی ہے) اس پر حضرت عمر نے تمام تر توجہ اُن احادیث کی روایت اور اشاعت پر مبذول کی جن سے عبادات یا معاملات یا اخلاق کے مسائل مستنبط ہوئے تھے۔اور جو حدیثیں ان تین مضامین کے علاوہ تھیں اُن کی روایت اور اشاعت پر چنداں اعتنا نہیں کی۔اس میں ایک بڑا نکتہ یہ تھا کہ آنحضرتؐ کے وہ اقوال وافعال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے تھے اور وہ اقوال وافعال جو منصب رسالت سے نہیں بلکہ بشری حیثیت سے تعلق رکھتے تھے باہم مختلط نہ ہونے پائیں۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 103)

(ب) جو احادیث عبادات، معاملات اور اخلاق کے علاوہ تھیں انہیں نا قابل توجہ کیوں سمجھا گیا تھا؟

اس بیان کو ذرا سنبھل کر اور سمجھ کر مطالعہ فرمائیں اور سوچیں کہ حضرت مولانا شبلی نعمانی کس کھلے دل سے اور واضح الفاظ میں اس بنیاد کو مسمار فرما رہے ہیں جس پر نبوت و رسالت کی پوری عمارت تعمیر ہوتی ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض باتیں اور اُن کے بعض کام نا قابل توجہ اور غیر اہم ہوتے ہیں۔جن کے کرنے کے وقت وہ نبیؐ نہیں ہوتے بلکہ عام بشری اور غیر معصوم حالت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور اُس بشری حالت میں کی ہوئی باتیں اور کام اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور عام انسانوں کی طرح غلطیاں اور خطا اُن سے ممکن ہو جاتی ہے۔مثلاً اگر وہ مقصد تخلیق کائنات بتائیں اور اس مقصد میں انسان کے کردار و گفتار پر روشنی ڈالیں اور وہ طرز حیات بتائیں جس سے کائناتی تسخیر و تعاون حاصل ہو جائے۔تو شبلی اینڈ کمپنی کے نزدیک رسولؐ کے وہ تمام اقوال یعنی احادیث رسولؐ نا قابل اعتنا ہیں۔اگر رسولؐ اللہ عبادات کے مقاصد کی ذیل میں یہ بتائیں کہ انسانوں کی عبادتوں سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔اور سارے انسان اگر عبادت نہ کریں تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔اللہ نہ انسانوں کی اطاعت کا محتاج ہے نہ سرکشی سے انسان اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔عبادت اور اطاعت سے انسانوں ہی کو فائدہ پہنچانا مطلوب ہے۔اور انسانوں کو فلاں عبادت سے فلاں فائدہ ہوگا۔جو کسی دوسری عبادت سے یا کسی اور طریقہ سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔اور اس طرح ہر ہر عبادت، روزہ، نماز، حج و تسبیحات وغیرہ کے الگ الگ مقاصد و مفاد کا تعین فرمائیں تو ایسی احادیث نا قابل اعتبار و نا قابل اعتناء ہیں۔اگر رسولؐ اللہ ایسی دعائیں اور التجائیں بیان فرمائیں جن سے کائنات کے اعلیٰ قوانین میں تحریک پیدا ہو جائے اور ماتحت قوانین اور مادی رکاوٹیں ترقی کی انقلابی راہ سے ہٹ جائیں۔جیسے کہ ہواؤں طوفانی آندھیوں کو بادبانوں وغیرہ کے ذریعہ مائل و منتشر و ملتفت یعنی (Converge -Diverge) مقصد زیر نظر کی طرف متوجہ کر کے کشتیوں اور جہازوں کو ہواؤں جھکڑوں کے خلاف بے روک اور سریع الرفتاری سے چلایا جاتا ہے اور عام قانونی رکاوٹ اور تصادم کو مسخر کر لیا جاتا ہے۔ایسی احادیث مادہ پرستوں کے لئے یقیناً نا قابل اعتنا ہوتی ہیں۔اگر آنحضرتؐ نوع انسان کو فرش سے عرش تک بلند کرنے کے سلسلے میں اپنا آسمانی، فضائی خلائی اور کائناتی سفر نامہ سنائیں تو زمین پر رینگنے والے لوگ اسے خواب نہ سمجھیں تو اور کیا کریں؟ اور مدعیان ترقی اُسے دیو مالائی فسانہ اور نا قابل توجہ غپ نہ کہیں تو اور کیا کہیں؟ یہی سبب ہے کہ آج مجتہدین کی اندھی تقلید کرنے والی امت یہود و نصاریٰ کے

سامنے کاسۂ گدائی پھیلانے پر مجبور ہے غیر مسلموں کی تخلیقات کی پرستش کرا کے چھوڑی ہے۔ کم وبیش بھیک ملنے پر آپس میں گتھم گتھا ہو رہے ہیں کہ فلاں نے زیادہ کیوں لے لی ہے؟ ہمیں محمدؐ کا پجاری ہونے کا طعنہ دینے والے اللہ، رسوؐل، قرآن، قبلہ، قیامت، ختم نبوت اور تمام اسلامی وقرآنی عقائد واعمال بجالاتے دیکھنے کے باوجود صدیوں سے مسلمان مانتے اور لکھتے چلے آنے کے باوجود، کافر قرار دینے کے لئے حکومت پاکستان پر مقدمات دائر کئے جارہے ہیں۔ یعنی یہ لوگ کفن بدوش اپنی قبریں خود اپنے ہاتھوں سے کھود رہے ہیں۔ اُن پر اپنی کثرت کا بھوت ہمیشہ سوار رہا ہے۔ لیکن اب انہیں بتادو کہ وقت بدل چکا ہے اور تمہارا یہ بھوت خود تمہارا گلا گھونٹنے پر آمادہ ہو چکا ہے۔ اور ایک اشارے پر تمہیں موت کی نیند سلانے کے لئے تیار ہے۔

(ج) آنحضرؐت کی ساخت وصفات اور عادات والی تمام احادیث مسترد کردی گئی ہیں۔

علامہ شبلی نے اپنے موقف کو تقویت دینے کے لئے جناب شاہ ولی اللہ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی لکھی ہے مگر مصلحتاً اُن کی فارسی عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا ہے مگر ہم خود اُن کا ترجمہ کر کے اُن کی فارسی عبارت دکھاتے ہیں۔ شاہ صاحب کا بیان ہے کہ:

باستقرار تام معلوم شد که فاروق اعظم نظر دقیق درتفریق میانِ احادیث که به تبلیغ شرائع و تکمیل افرادِ بشر تعلق دارد از غیر آں مصروف می ساخت. لهذا احادیثِ شمائل آنحضرتؐ واحادیث سنن زواید درلباس وعادات کمتر روایت میکر دید. وَوجه یکے آنکه اینها از علوم تکلیفیه و تشریعه نسیت یحتمل که چُوں اهتمام تام بروایتِ آں بکاربرند بعض اشیاء از سُننِ روائِد بسنن هدٰی مُشتبه گردد."(الفاروق حصہ 2 صفحہ 103)

ہمارا ترجمہ: "بار بار اور مکمل تحقیق وتفتیش سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت تک جا پہنچی ہے کہ فاروق اعظم نے بڑی دقیقہ رسی اور بصیرت سے اُن احادیث میں تفریق پیدا کردی تھی جو احادیث کہ (1) شریعت کی تبلیغ کے لئے اور افراد انسانی کی تکمیل کے لئے لازم تھیں۔ (2) اور جو احادیث ان دونوں مقاصد سے ہٹ کر تھیں۔ لہٰذا دوسری قسم کی احادیث کو یک سر نظر انداز کردیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت کے شمائل یعنی اُن کی اپنی ساخت و پرداخت وصفات وعادات واطوار والی تمام احادیث کو اور مختلف قسم کے لباسوں اور یونی فارموں اور متعلقہ اقوام وموسموں اور حالات اور قوانین فاضلہ سے متعلق تمام احادیث سے کم سے کم تعلق رکھا۔ اور ایسا کرنے کا ایک وہ احتمال تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تمام احادیث کو مجموعی حیثیت سے روایت واشاعت کرنے سے ہدایت کرنے والی سنت اور ہدایت نہ کرنے والی فالتو سنت مشکوک اور مشتبہ ہو جائیں۔"

یہاں قارئین اس لطیفہ پر غور کریں کہ شاہ صاحب تکمیل افراد انسانی تو چاہتے ہیں، اور اپنے کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے "جملہ" تکمیل افراد انسانی بھی لکھتے ہیں۔ لیکن یہ تکمیل رسوؐل اللہ کی شمائل کی نفی کے بعد چاہتے ہیں۔ یعنی جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام صفات اور قدرتوں کا مظہر بنا کر بھیجا تھا۔ جس کا بولنا اللہ کا بولنا اور جس کے کام اللہ کے کام تھے، جس سے محبت اللہ سے محبت تھی۔ جس کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا تھا۔ اور اللہ کی عبادت تھی۔ جس کے لئے یہ ساری کائنات ومخلوقات پیدا کی گئی تھی (لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتَ الْاَفْلَاکَ) جس کو ظہور خداوندی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اس کے شمائل سے جاہل رکھ کر جو تکمیل انسانی ہو سکتی تھی وہ یہی تو تھی کہ آنحضرؐت کی زندگی ہی میں آنحضرؐت کے خلاف گھر سے لے کر عرب کے آخری کناروں تک ایک مستحکم مخالف محاذ بنا ہوا تھا (تحریم 66/4 مائدہ 5/67)۔ کہ کہیں اللہ اپنی اور ملائکہ کی پشت پناہی کے وعدے کر رہا ہے۔ کہیں تکمیل شدہ انسانوں کے جان لیوا خطرات سے محفوظ رکھنے کا اعلان کر رہا ہے۔ اور کہیں یہ مکمل شدہ انسان رسوؐل کو موت کے منہ میں دھکیل کر

مسلمانوں کی لاشوں کے اوپر سے روندتے ہوئے پھلانگتے ہوئے بدحواسی میں بھاگتے ہوئے پہاڑ چڑھتے جارہے ہیں اور رسوؐل انہیں مدد کے لئے پکار رہا ہے اور وہ پلٹ کر دیکھتے نہیں ہیں (آل عمران 3/153) اس لئے کہ اب انہیں مزید تکمیل کی ضرورت نہیں ہے۔ جو امن وامان کے زمانہ میں رسوؐل کو نماز میں تنہا کھڑا چھوڑ کر تکمیل کی خاطر چل دیتے ہیں (جمعہ 62/11) قرآن کو جمع نہ کرنا اسی لئے سنت رسوؐل بتایا گیا تھا۔ کہ اگر قرآن پبلک کی دسترس میں پہنچ گیا تو پھر قومی حکومت کے واقعاتِ تاریخی اُلٹ پلٹ کے باوجود تاریخ عہد رسوؐل لوگوں تک جا پہنچے گی۔ اور قرآن پر ذراسی آزادانہ توجہ سے سارا ملمع اتر جائے گا۔ بہرحال جن احادیث کو بقول شاہ جی تکمیل افراد بشر کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور جو مجتہدانہ شکل اُن احادیث کو دی گئی۔ اور تکمیل یافتہ قوم اُن احادیث سے تیار کی گئی۔ اس قوم کے اعلیٰ تکمیل یافتہ حضرات میں سے جناب امیر معاویہ اور اُن کے چشم وچراغ خلیفۃ المسلمین اور اُن کے امیر المومنین یزید وشمر وابن زیاد وعمر سعد تھے۔ اور جو شریعت تیار کی گئی اس کے رو سے حضرت علیؑ اور خاندان رسوؐل علیھم السلام پر ہر ہر نماز کے بعد ہر ہر مسجد میں ہر ہر نماز جمعہ کے بعد لعنت بھیجنا واجب ہو گیا تھا۔ اسی شریعت کی رو سے امام حسینؑ باغی اور مع اہل وعیال اور ناصر واحباب واجب القتل قرار پائے تھے۔ اور اُسی شریعت کی رو سے آج شیعہ اثناعشریہ کو کافر بنانے کا سامان برآمد کیا جارہا ہے۔

(د) حضرت عمر آنحضرتؐ کے زمانے کی جنگوں اور جہاد کے حالات پر صحابہ کا منہ بند رکھنا چاہتے تھے۔

قارئین غور فرمائیں کہ رسوؐل اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی قومی حکومت کے مخالفین کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا گیا تھا۔ دن رات فوج کشیاں جنگ وجدل جاری رکھا گیا۔ ایک سال میں جب عربی مخالفت سے فراغت ملی تو مسلسل بیرونی ممالک میں جنگ وقتال جاری رہا۔ یعنی حضرت عمر کے مسلسل بارہ تیرہ سال جنگ اور جنگی انتظامات میں گزرے۔ عقل کا تقاضہ تو یہ تھا کہ حضرت عمر کو آنحضرتؐ کے طریقہ جہاد پر تمام احادیث جمع کرانا چاہئیں تھیں۔ یہ کیا بات ہے کہ بقول شبلی حضرت عمر صحابہ کو وہ احادیث بیان کرنے سے بھی روکتے ہیں اور جبراً روکتے ہیں جن میں آنحضرتؐ کے غزوات وجہاد اور نظام جنگ وصلح اور مال غنیمت وفتح وہزیمت کے قواعد وضوابط محفوظ تھے؟ سنئے:

> ''مسند دارمی میں قرظہ بن کعب کی روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حضرت عمر کا یہ مطلب تھا کہ غزوات کے متعلق کم روایت کی جائے اس سے فرائض وسنن مقصود نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب دارمی کے قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک آنحضرتؐ کے شمائل اور عادات کی حدیثیں مراد ہیں۔ کیوں کہ اُن احادیث سے کوئی شرعی غرض متعلق نہیں یا وہ حدیثیں مقصود ہیں جن کے حفظ وضبط میں کافی اہتمام نہیں کیا گیا۔ (اب شبلی صاحب اپنا خیال لکھتے ہیں کہ) ہمارے نزدیک ان تاویلات کی ضرورت نہیں ہے (حصہ 2 صفحہ 105-106)

ہمارے قارئین پہلے تو یہ دیکھیں کہ قومی حکومت کے سرپرست علما طرح طرح کی تاویلیں کر کے حقیقت پر پردہ ڈالنے میں کوشاں ہیں اور ایک دوسرے سے نمبر لے جانا چاہتے ہیں۔ حدیث یا آیت اور روایت میں صریح اور واضح الفاظ ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ ''میرے نزدیک'' ''ہمارے نزدیک'' ''اور میں کہتا ہوں'' قسم کے جملے لکھ کر عیب کو صواب اور کفر کو ایمان بنانے میں تکلف نہیں کرتے۔ حالانکہ جس واقعہ پر حکم لگایا جارہا ہے۔ اس کے 12 سو سال بعد اُن علما کو جنم ملا۔ اور اُن کی دینی بصیرت اپنے پیش رو علما کے سامنے ایک چپراسی کی نہیں مگر مقلدین پر رعب ڈالنے اور ریسرچ کی دھوم مچانے کے لئے بخاری ومسلم ہی نہیں قرآن کی آیات کے معنی بھی بدل ڈالتے ہیں۔ لیکن غزوات سے متعلق احادیث کو کھلے عام بیان کرنے سے اُن تمام لوگوں کی دائمی شرمندگی کا بندوبست ہو جاتا ہے جو بار بار میدان جنگ سے فرار کر جاتے تھے (3/153 وغیرہ) پھر اُن کے بزرگوں کے مظالم اور میدان جنگ میں رسوا اور ذلیل ہونے کے واقعات عرب وعجم میں مشہور ہو جاتے۔ اُن ہی احادیث میں مرحب اور عمر ابن عبدود کے قتل کا

ذکر ہوتا۔لوگوں کومعلوم ہوتا کہ اُن کوقتل کرنے کے بعدلوٹانہیں گیا تھا۔یہ بات قومی حکومت کی لوٹ مار کرنے والے مجاہدین کے خلاف جاتی۔اُن ہی احادیث میں ایک ضرب دونوں جہانوں کی عبادت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تو قومی حکومت کا دیوالہ نکال دینے کے لئے کافی ہوتی۔الغرض غزوات کی احادیث تمام جنگی پالیسی کا ستیاناس کردیتیں۔حضرت عمرتو کہاں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ایسی خطرناک احادیث کو ہرگز عام نہ ہونے دیتا۔رہ گئے رسوؐل کے وہ صحابہ جن کواُن احادیث کاعلم تھا اُن کوزبان بندی کے بعد مدینہ میں قیدرکھ کراُن کی طرف سے اطمینان کرلیا گیا تھا۔لیکن یہ قیدوبند کہاں تک باقی رہتا؟ یہ دبایاہواطوفان ایک دن پھٹ پڑناتھا۔(دیکھو فتنة الکبریٰ بخاری و مسلم اورتواریخ)

(20) حضرت عمرنے اپنی تیارکردہ شریعت ومذہب کوکس طرح نافذکیا تھا؟

ہم یہاں رک کر براہ راست اس انتظام کی طرف قارئین کومتوجہ کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے حضرت عمرنے اپنی شریعت اور مذہب نافذکیا تھا۔اورجس کی تیاری انہوں نے عہدرسوؐل سے شروع کی ہوئی تھی۔اورجس کے بل بوتہ پروہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہرمسئلے اور ہرحکم میں رسوؐل اللہ کواصلاح دیا کرتے تھے اُن کی علمی قابلیت کی انتہا یہ کہہ کرواضح کی گئی ہے۔گومسٹر پرویز مصلحتاً اس کاانکارکرتے ہیں کہ عمرکی تائیداوررسوؐل کی تردیداللہ کی طرف سے باربار بذریعہ وحی ہواکرتی تھی۔آپ نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ عمر یہودونصاریٰ اورسابقہ ادیان واجتہادکاپوراریکارڈ تحریری صورت میں مدوّن کرچکے تھے۔وہ اسلامی شریعت کے مسائل کوبھی ساتھ کے ساتھ لکھتے جاتے ہیں۔اب اس بے حدوحساب بصیرت کے بعد انہوں نے جب حکومت قائم کرلی تو ہروہ راہ بندکردی جس سے اُن کی منشاء کے خلاف کوئی اختلاف یا تصادم داخل ہوسکتا تھا۔اپنے ہمعصر صحابہ کو مدینہ میں محصورکردیا۔عہدرسوؐل کے قوانین وقواعداوردستورالعمل پرمکمل پابندیاں اورنگرانی عائدکردی۔قرآن کریم کی اُس تفسیرکوممنوع قراردے دیا جوکہ رسوؐل اللہ نے حدیث کی صورت میں بیان کی تھیں۔چندایسی احادیث کا بیان جاری رکھاجن سے اُن کی جدیدشریعت اورقانون سازی میں مدد مل سکے۔اور چونکہ اُن احادیث کو بنیادمیں دفن کرکے اُن پرقومی شریعت کی عمارت بلندکرناتھی اُس لئے اُن احادیث کو بیان کرنے کی اجازت بھی تمام صحابہ کونہ دی تھی۔صرف چندمخصوص صحابہ کومتعین کیا گیا تاکہ احکام سے متعلق تمام احادیث بیان نہ ہونے لگیں اورجدیدشریعت سازی میں روڑے نہ اٹکائے جاسکیں۔اورایسی بحثیں نہ نکالی جاسکیں جوقومی حکومت یاحاکم کے خلاف جاتی ہوں۔شبلی کا بیان سمجھ کرپڑھیئے:

(1) رسوؐل کاہرصحابی ہرحدیث بیان کرنے کامجازنہ تھا؟؟

’’حضرت عمرنے اگرچہ حدیث کی (مشروط) ترویج میں نہایت کوشش کی لیکن احتیاط کوملحوظ رکھا۔اوریہ اُن کی دقیقہ سنجی کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ بجزمخصوص صحابہ کے عام طورپرلوگوں کواحادیث بیان کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔شاہ ولی اللہ صاحب تحریرفرماتے ہیں کہ چنانچہ فاروق اعظم نے عبداللہ بن مسعودکوچنداورصحابہ کے ساتھ کوفہ میں حدیث کا درس جاری کرنے کے لئے بھیجااورمعقل بن یسارکومعقل کے بیٹے عبداللہ کواورعمران بن حصین کوبصرہ میں تعینات کیا۔اورعبادہ بن صامت اورابوالدرداءکوشام میں متعین کیا۔اورمعاویہ بن ابوسفیان کو، جوملک شام کا حاکم تھاایک فرمان میں سخت پابندی کاحکم لکھاکہ دیکھنا کوئی اُن کی بیان کردہ حدیث سے ادھراُدھرنہ ہونے پائے‘‘(اس کے بعدشبلی خود لکھتے ہیں کہ) حقیقت یہ ہے حضرت عمرنے حدیث کے متعلق جواصول قائم کئے تھے وہ اُن کی نکتہ سنجی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔‘‘

(الفاروق حصہ 2 صفحہ 60) علامہ شبلی بتاتے ہیں کہ‘‘

(2) مرکزی شریعت کے نفاذ میں مخصوص قاضی و مفتی متعین کئے باقی صحابہ کی زبان بندی۔

علامہ شبلی بتاتے ہیں کہ ''حضرت عمر کے عہد میں جس پابندی کے ساتھ اس پر عمل رہا زمانہ بعد میں بلکہ اُن سے پہلے حضرت ابوبکر کے عہد میں نہیں رہا۔ اس طریقہ کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ عام اجازت نہ ہو بلکہ خاص خاص قابل لوگ اِفتاَ کے لئے نام زد کر دیئے جائیں تا کہ ہر کس و ناکس غلط مسائل کی ترویج نہ کر سکے۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 31)

قارئین کرام نوٹ فرمائیں کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جو صورت حال مسلمانوں پر مسلط تھی اس میں رسوؐل اللہ کے ساتھ زندگی گزارنے والے اور دن رات قربانیاں دینے والے صحابہ کو یہ آزادی نہ تھی کہ انہوں نے جو کچھ رسوؐل اللہ سے سنا تھا اور جو کچھ اُن کے زمانہ میں کیا تھا اُسے بیان کر سکیں یا کسی غلط گو یا غلط کار شخص کو یہ کہہ سکیں کہ تمہارا قول یا فعل رسوؐل کے احکام و عمل کے خلاف ہے۔ اس کی اصلاح کر لو۔ علامہ حضرت عمر کی اس زبان بندی کی مدح و ثنا فرما رہے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے دور حکومت میں کوئی بھی صحابی مختار نہ تھا کہ وہ کوئی آیت یا حدیث یا تفسیر ایسی بیان کر سکتا جو حضرت عمر کی قومی حکومت کے مزاج کے خلاف جاتی ہو۔ مطلب واضح ہے کہ بات خواہ حق ہو یا ناحق ہواُسے مزاجِ فاروقی اور قومی حکومت کی پالیسی کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔ سوچنا یہ ہے کہ کیا ایسی صورت حال میں کوئی عدالت انصاف یا متعلقہ ہائیکورٹ ہم سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی اذان و نماز وکلمہ کا ثبوت عہد فاروقی میں یا اُس زمانہ کے بعد والے ادوار حکومت میں پیش کریں؟ اور کیا ایسے ادوار میں یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ کوئی شخص مسجد نبوی میں یا کسی اور مسجد میں اَشْھَدُاَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رسُوْلِ اللّٰہَ وخَلِیْفَتَہٗ بِلَافَصْل پکار کر زندہ رہ جاتا؟ جہاں تک ہم جانتے ہیں ہم سے ایسا مطالبہ کسی مجتہد کے علاوہ کوئی صاحب عقل و ہوش نہ کرے گا۔ اور یہ محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کا معجزہ ہے کہ ہم اپنا ثبوت عدالت کے معیار پر پیش کرنا نہایت آسان سمجھتے ہیں اور ہر ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ اور ایسے ثبوت ہمارے زمانہ تک پہنچانے ہی کے لئے تو محمدؐ و آل محمدؐ نے قربانیاں دی تھیں۔ واقعہ کربلا اسی ثبوت کو برقرار رکھنے کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ ہمارے لاکھوں بے گناہ افراد اسی لئے بے دریغ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے کہ کسی طرح اسلام کی حقیقی صورت دنیا میں نہ پھیل سکے۔ اللہ کا فضل اور محمدؐ و آل محمدؐ کا یہ انتظام مٹایا نہ جا سکا۔ اور آج تو اس مقام پر ہیں کہ اگر تمام محبان محمدؐ و آل محمدؐ کو قتل کر دیا جائے تب بھی اسلام کی حقانیت کو چھپایا نہ جا سکے گا۔ غیر مسلم اقوام کی ہر لائبریری ریکارڈ پیش کرے گی۔ اور یہ ہر تیسرے دن ''اسلامی قانون بناؤ'' ''اسلامی طرز حیات نافذ کرو'' کے نعروں کی آڑ میں سابقہ بے دینیاں چھپا دینے کی کوششیں حسب سابق ناکام ہوتی جائیں گی۔ حق غالب آتا جائے گا۔ مصنوعی لبادے اتار کر پھینک دیئے جائیں گے۔ حقیقی اسلام کے عروج کا زمانہ آئے گا۔ اور اسی وجہ سے مجتہدین اس جدید جنون کا شکار ہوئے ہیں۔

(3) ہر فتویٰ ہر وعظ و لکچر قومی حکومت کی تائید میں ہو گا مفتیوں پر نگرانی ہو گی۔

شاہ ولی اللہ کے بیانات سے شبلی رعب تو ڈالتے ہیں مگر اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے عوام کی ملامت سے بھی ڈرتے ہیں لیکن ہم اس لئے لکھ رہے ہیں کہ حقیقت حال عوام تک پہنچے۔ لہٰذا ہم ترجمہ خود کرتے چلے آ رہے ہیں ہم اور شبلی دونوں جانتے ہیں کہ عوام اُن تمام عقائد کو ناپسند کریں گے جو مجتہدین اور اہلسنت علما نے اپنی کتابوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ بہر حال شاہ صاحب کی فارسی عبارت دیکھئے اور پھر ہمارا ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

سَابِقًا وعظ وفتویٰ موقوف بود بر رائے خلیفه بدونِ امر خلیفه و عظ نمی گفتند وفتویٰ نمی دادند .واخیرً ابغیر توقف بر رائے خلیفه وعظ می گفتند و فتویٰ می داد ند (الفاروق حصہ 2 صفحہ 31)

ترجمہ ملاحظہ کیجئے: ''پہلے ادوار میں لکچر اور وعظ اور فتویٰ دینا خلیفہ وقت کی رائے اور حکم پر موقوف تھا لہٰذا خلیفہ کی مرضی اور حکم کے بغیر نہ کوئی لکچر دے سکتا تھا اور نہ فتویٰ اور احکام نافذ کرسکتا تھا۔ لیکن بعد کے ادوار میں خلیفہ وقت کی رائے کا لحاظ کئے بغیر بلا توقف وعظ بھی کرنے لگے اور فتویٰ بھی دینے لگے تھے''

یہاں یہ نوٹ کرلیا جانا چاہئے کہ حقیقی دیندار جماعت نے رفتہ رفتہ قومی حکومت کی اور قومی حکمرانوں کی جابرانہ گرفت کو ڈھیلا کر دیا تھا۔ اس لئے نظر بند صحابہ نے آزادی کا سانس لیا اور موقعہ بموقعہ اُن کی زبانوں پر حق جاری ہونے لگا۔ مگر چاروں طرف سے قوم کے لیڈروں اور بزرگوں کی طرف سے نرم روی کی اپیلیں بھی ہونے لگیں کہ: اولین حکمران قوم کے ہمدرد تھے انہوں نے ساری قوم پر احسان کیا ہے قوم کو شخصی و خاندانی حکومت سے بچایا پوری آزادی دی جو کچھ کیا قوم کے لئے کیا قوم کے لئے نشانہ ملامت بن کر قوم کو معراج ترقی پر پہنچایا۔ اگر اس سلسلے میں اُن سے کچھ بے اعتدالیاں اور دین کی خلاف ورزیاں سرزد ہوئی ہیں تو وہ بے اعتدالیاں اور خلاف ورزیاں ہی تو تمہیں یہ اقتدار دلانے کی ضامن تھیں۔ لہٰذا تم اب ان بے اعتدالیوں کا تدارک کرلو اُن کو کوسنے اور برا بھلا کہنے سے اب کیا فائدہ ہوگا؟ اُن کی مذمت سے قوم کو نقصان ہوگا پھوٹ پڑے گی۔ ان اپیلوں نے قومی تعصب اور قبائل کے دباؤ نے حق کو کھل کر سامنے آنے سے روک دیا۔ زبانیں محتاط ہوگئیں۔ حق بیان ہونے لگا مگر چونکہ اور چنانچہ کے پردوں میں لپیٹ کر۔ محتاط اور ذومعنی الفاظ کی آڑ لے لے کر بات ہونے لگی۔ بہر حال شبلی مسلسل اسی سانس میں بطور تائید لکھتے ہیں کہ:

''تاریخوں میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جن صحابہ کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی انہوں نے جب فتویٰ دیا تو حضرت عمر نے اُن کو سزائے قید دے کر منع کر دیا۔ چنانچہ (سرکاری ملازمت سے پہلے) ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ بلکہ حضرت عمر کو یہاں تک احتیاط ملحوظ تھی کہ مقرر شدہ مفتیوں کو بھی جانچ کرتے رہتے تھے۔

دوسرا امر جو (زبان بندی کے) اس طریقہ کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مفتیوں کے ناموں کا اعلان کر دیا جائے۔ اس وقت گزٹ اور اخبار تو نہ تھے لیکن مجالس علمیہ (یعنی حج اور جمعہ وغیرہ کے دوران) میں حضرت عمر نے بارہا اعلان کیا'' (حصہ 2 صفحہ 31-32) عمر کی گرفت وممانعت اور سزا دینے کا طریقہ اُن کے بڑے بیٹے سے سن لیں۔ عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عمر جب لوگوں کو کسی چیز سے روکنے کا ارادہ کرتے تھے تو صحابہ کے مکانوں پر جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز سے میں ممانعت کروں اور پھر بھی کی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر سخت سزا دی جائے'' (تاریخ الخلفاء صفحہ 145)

(4) سنگین سزا کے نوٹس کے ساتھ ساتھ فاروقی شریعت فرمان شاہی اور خزانہ شاہی کی قوت سے مسلط کی گئی۔

شبلی صاحب بڑے محتاط انداز اور بڑے چالاک الفاظ میں ایک بیان دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے قاری یہ محسوس کریں کہ جو شریعت حضرت عمر پبلک پر نافذ کررہے تھے وہ اُس شریعت کو تنہا نہ گھڑتے تھے بلکہ صحابہ کے مشورے سے یعنی مل جل کر بناتے تھے۔ یعنی اسلام کی شریعت صحابہ کے متفقہ فیصلوں کا مجموعہ ہے۔ اول تو یہ اتفاقی و اجماعی فیصلوں کی بات ہی غلط ہے۔ مدینہ میں مقید و نظر بند و محصور و مجبور صحابہ اگر عمر سے متفق بھی ہو جائیں تو بھی اُن کے اس اتفاق و اجماع کی عدالت میں کوئی قیمت نہیں۔ جب کہ جبر و تشدد، شکایات و سزا کا شائبہ بھی باقی رہتا ہو۔ اور حضرت عمر کا عہد جبر و استبداد وظائف اور جاگیروں اور عطیات و انعامات کا مسلمہ دور تھا۔ عمر کا دُرّہ اور عمر کا خزانہ مشہور ہیں۔ پھر ہماری عدالت انصاف اُن تمام صحابہ کو الگ کھڑا کر دے گی جو فاروقی پالیسی میں ممد و معاون اور اُسی مسلک کے افراد ہوں جو عمر کا اپنا مسلک تھا۔ پھر اگر کسی منتر سے

یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت عمر اور وہ تمام صحابہ جن کے متفقہ فیصلوں یا اجماع سے مذکورہ شریعت بن رہی تھی اللہ و رسوؐل کے پسندیدہ لوگ تھے۔ تب بھی اُن کا متفقہ یا اجماعی فیصلہ اسلام کی شریعت نہ بنے گا جب کہ اللہ کا تہرا حکم یہ ہے کہ:

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَO............ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُم بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَO وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَO (مائدہ 5/44,5/45.5/47)

''جو کوئی اللہ کے نازل کردہ سے فیصلہ نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں...... وہ لوگ ظالم ہیں...... اور وہی لوگ فاسق ہیں۔''

حضرت عمر کی شریعت سازی کی بنیاد یہ ہے کہ جو احکام رسوؐل نے اپنی ذاتی رائے یا بصیرت سے دیئے تھے وہ مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔لہٰذا اب حضرت عمر یا باقی تمام صحابہ کی ذاتی رائے تب ہی قابل قبول ہوسکتی ہے جب قرآن کی رو سے قرآن کی کوئی آیت عمر اور صحابہ کو وہی مقام دے دے جو رسوؐل کو حاصل تھا۔اور یہ مقام عمر اور باقی صحابہ کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کوئی دوسرا قرآن کسی اور مجتہد پر نازل نہ کرالیا جائے۔فرض کرلو کل کوئی مجدد الف ثالث یہ خدمت بھی انجام دے دے تو حضرت عمر اور تمام صحابہ کا متفقہ فیصلہ بھی مستقل نہیں ہو سکے گا جس طرح رسوؐل کے فیصلوں کو مستقل نہیں مانا گیا تھا۔بہرحال آپ علامہ شبلی کی کوشش ملاحظہ فرمائیں: لکھتے ہیں کہ:

(الف) <u>روپیہ دے کر قرآن کی تعلیم جاری کی۔</u>

''تمام ممالک مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس جاری کیا اور معلم اور قاری مقرر کرکے اُن کے تنخواہیں مقرر کیں۔چنانچہ یہ امر بھی حضرت عمر کی اوّلیات میں شمار کیا جاتا ہے کہ انہوں نے (اسلام میں سب سے پہلے) معلموں کی تنخواہیں مقرر کیں اور تنخواہیں اُس وقت کے لحاظ سے کم نہ تھیں۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 58)

یہاں قارئین دو باتیں نوٹ کریں کہ دین فروشی کی ابتدا حضرت عمر نے کی تھی جو آج چاروں طرف شیعوں اور سنیوں میں پھیلی ہوئی ہے ہر دینی کام اجرت اور تنخواہ پر کیا جارہا ہے۔اذان دینا، نماز پڑھانا، تراویح۔نماز جنازہ۔نکاح خوانی۔وعظ و مجالس پڑھنا سب کے یہاں جائز ہے۔دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ تنخواہ دار مقررین و واعظین وغیرھم کو قابو میں رکھنا اور اپنی پالیسی کو نافذ کرانا نہایت آسان ہے۔درسگاہوں کے اساتذہ مساجد کے پیش نماز، عدالتوں کے قاضی، محلوں اور شہروں کے واعظ اور مقررین کی موجودگی میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی بات پبلک میں پھیلا سکے جو عمر یا حاکم وقت کی پالیسی کے خلاف ہو۔شبلی نہ یہ بھی لکھ دیا کہ:

(ب) <u>روپیہ کے ساتھ ساتھ خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا بھی۔</u>

''خانہ بدوش بدوؤں کو قرآن کی تعلیم جبری طور پر دی جاتی تھی۔چنانچہ ایک شخص جس کا نام ابوسفیان تھا چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا کہ قبائل میں پھر پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جس کو قرآن کا کوئی حصہ یاد نہ ہو سزا دیں۔'' (ایضاً صفحہ 59)

اس سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ فاروقی تفہیم اور تفسیر بدوؤں میں بھی عام ہو جائے اور اُن پر قابو و تسلط بھی عام ہوتا جائے۔اور جبر کی وجہ سے لوگ دلوں کے اندر اسلام سے بددل اور کشیدہ خاطر بھی کئے جاسکیں۔اور وقت ضرورت اُن سے کام لیا جا سکے۔

(ج) <u>قرآن پڑھانے میں بھی لالچ اور دولت کو حربہ بنایا۔</u>

اور سنئے: ''حضرت عمر نے قرآن مجید کی زیادہ اشاعت کے لئے اِن تدبیروں کے ساتھ ساتھ اور بہت سے وسائل اختیار کئے۔ضروری

سورتوں یعنی سور بقرہ، نساء، مائدہ، حج اور سورہ نور کی نسبت یہ حکم دیا کہ سب لوگوں کو اس قدر قرآن ضرور سیکھنا ہے۔ کیوں کہ اُن میں احکام و فرائض مذکور ہیں۔ عُمّال (گورنروں) کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ قرآن سیکھیں اُن کی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں۔'' (ایضًا صفحہ 59)

یقین فرمالیں کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی کے زمانہ میں کوئی شخص قرآن کریم کو دینی استفادہ یا ثواب کی غرض سے نہ پڑھتا تھا اور فاروقی انتظام نے تو ایسا سوچنے کی راہیں بھی بند کر دی تھیں۔ لوگ تنخواہ کے لالچ سے یا کوئی عہدہ ملنے کی آرزو میں قرآن پڑھتے تھے۔ ایسے لوگوں کا ایمان و اسلام کس قدر قابل ہوسکتا ہے قارئین سوچتے رہیں۔

(د) آج کل کے فاروقیوں کے نزدیک ایک مشرکانہ جملہ سن لیں۔

علامہ شبلی نے معلموں کی تنخواہوں کا تذکرہ کرنے کے بعد حاشیہ میں علامہ ابن جوزی کا ایک جملہ لکھا ہے کہ:

''عمربن الخطاب و عثمان بن العفان كَانَا يَرْزَقَانِ الْمُؤَذِّنِيْن وَالْائمة وَالْمُصَلِّيْن ۔''

''خطاب کا بیٹا عمر اور عفان کا بیٹا عثمان دونوں کے دونوں اذان دینے والے موذنوں کو اور نماز پڑھانے والے اماموں کو اور نماز پڑھنے والے نمازیوں کو رزق دیا کرتے تھے۔'' (ایضاً حصہ 2 حاشیہ صفحہ 58)

یعنی یہ حضرات اللہ کی جگہ رزق دیا کرتے تھے اور پرویز کے یہاں یہی نظام ربوبیت ہے۔ قارئین تو صرف اس قدر سوچیں کہ عہد فاروقی میں کیسے مسلمان تیار کئے جارہے تھے۔ یعنی عبادت بھی روپیہ کے لالچ میں اور جہاد بھی لوٹ مار اور قتل وغارت اور عصمت دری کی لذت کے لئے۔

(ہ) فوجوں کو بھی اسی رنگ میں رنگ دیا گیا تھا؟؟

افواج کی ہدایات سنئے:

''اہل فوج کو جو ضروری ہدایتیں لکھ بھیجا کرتے تھے اُن میں یہ ہوتا تھا کہ قرآن مجید پڑھنا سیکھیں وقتاً فوقتاً عمال (گورنروں) سے قرآن خوانوں کا رجسٹر منگواتے رہتے تھے۔ ان تدبیروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار آدمی قرآن پڑھ گئے۔ ناظرہ (دیکھ کر پڑھنے) خانوں کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ لیکن حافظوں کی تعداد بھی سیکڑوں ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ فوجی افسروں کو جب اس مضمون کا خط لکھا کہ حفاظ قرآن کو میرے پاس بھیج دو۔ تاکہ میں اُن کو قرآن کی تعلیم کے لئے جابجا بھیجوں تو سعد بن وقاص نے جواب میں لکھا کہ صرف میری فوج میں تین سو حافظ موجود ہیں۔'' (ایضا حصہ 2 صفحہ 59-60)

قارئین یاد فرمائیں کہ جنگ صفین میں شبلی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ جدھر نظر جاتی تھی قرآن ہی قرآن نیزوں پر نظر آتے تھے یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ سب سے پہلے عثمان نے سات قرآن سات صوبوں کے دارالخلافوں میں بھیجے تھے۔ لیکن عثمان کی بات تو بعد میں ہوگی پہلے یہ دیکھئے کہ وہ کون سے قرآن تھے اور کہاں سے آ گئے تھے؟ جن کی مدد سے یہ لاکھوں اور بے شمار لوگ صحیح قرآن پڑھ سکے؟ جبکہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں لے دے کے اور وہ بھی بقول مجتہدین اور بخاری وغیرہ کل ساڑھے چار آدمی پورے قرآن کے حافظ تھے؟ یہ سب معجزاتی کاروبار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم فی الحال انکار کیوں کریں۔ البتہ یہ قاری اور یہ حافظانِ قرآن اور نمازی لوگ جس کیریکٹر کے آدمی بن سکتے تھے وہ تو آپ کے سامنے مندرجہ بالا انتظام خود بتا رہا ہے۔ لیکن ہم گواہی میں آپ کے سامنے کربلا پیش کرتے ہیں۔ جہاں ہزاروں حافظان قرآن موجود تھے اور اتنی پابندی سے نماز پڑھتے تھے کہ خاندان رسولؐ کے جوانوں، بچوں اور بڈھوں اور تمام انصار کو قتل کر کے نماز جماعت ادا کی تھی۔ اور اس سے پہلے رسولؐ

زادے سے کہا تھا کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوسکتی اس لئے کہ تم خلیفۃ المسلمین کی اطاعت سے باہر ہو۔اسی قسم کے حافظان قرآن اور نمازی تھے وہ لوگ جنہوں نے خانہ کعبہ کو نذر آتش کیا تھا۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے تھے۔اور مدینہ کی صحابیات کے یہاں تین دن رات زنا کر کے ہزاروں حرام بچے پیدا کئے تھے۔اور قریش کو حرام وحلال کے سلسلے میں وہاں لاکھڑا کیا تھا جہاں نسبی حیثیت سے وہ اعلان نبوت سے پہلے تھے۔اور وہی حرامی نسل بڑھ کر دشمنانِ علیؑ وآل علیؑ میں اضافہ کا باعث ہوئی تھی۔ یہ حفظ قرآن یہ نمازیں اور یہ پابندیِ دین و مذہب تو اتنی شرمناک صورت حال ہے کہ جس کا ذکر شریف انسانوں کی گردنیں جھکا دیتا ہے۔

(و) **شریعت کی ایسی تنفیذ کی گئی جو آج تک بھی پھر ممکن نہ ہوسکی۔**

علامہ شبلی نے مانا ہے کہ:

’’چونکہ مسائل فقہیہ سے ہر شخص کو روز کام پڑتا ہے۔اس لئے حضرت عمر نے اس کی اس قدر اشاعت کی کہ آج باوجود بہت سے نئے مسائل پیدا ہوجانے کے وہ نشر واشاعت ممکن نہیں ہے۔‘‘(ایضاً حصہ 2 صفحہ 60)

اور ہماری طرف سے اتنا اور سن لیں کہ حضرت عمر نے واقعی اپنی خودساختہ شریعت کو پھیلانے میں کمال کر دکھایا تھا اور ہر ہر مسئلہ کو اس طرح ٹھوک بجا کر سارے قلمرو میں گھر گھر پہنچایا تھا کہ اگر اُن کے بعد کوئی فاروقی شریعت میں عیب نکالے تو اُسے کوئی قبول نہ کرے اور جو کچھ وہ جاری کر جائیں اُسے غلط اور خلاف قرآن نکل جانے پر بھی نہ چھوڑ سکیں۔ چنانچہ آج تک مسائل کو غلط ماننے کے بعد بھی نہیں چھوڑ سکے ہیں۔ چنانچہ:

(ز) **بذات خود اپنی شریعت کے مسائل بیان کرنا۔**

’’جہاں تک وقت وفرصت مساعدت کرتی تھی خود بالمشافہ مذہبی احکام کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن کے خطبوں میں، حج کے خطبوں میں احکام بیان کرتے۔ چونکہ ان مواقع پر بے انتہا مجمع ہوتا تھا اس لئے مسائل کا اس قدر اعلان ہوجاتا تھا کہ کسی اور تدبیر سے ممکن نہ تھا۔‘‘ (ایضاً صفحہ 61-60)

اس سے یہ فائدہ بھی تھا کہ اگر کوئی اپنا تنخواہ دار عالم یا کوئی غیر شخص فاروقی مزاج کے خلاف کوئی مسئلہ بیان کرے تو اُس کا پتہ آسانی سے چل جائے اس لئے کہ لوگ اُس پر سوال کریں گے اور اس غیر مانوس مسئلے کی وضاحت چاہیں گے اور بات کھل جائے گی۔ پھر لکھا کہ:

(5) **تحریری فرمانات کے ذریعہ احکامات کی تنفیذ، نماز تراویح کا اجرا، دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا بند کیا گیا۔**

’’وقتاً فوقتاً عمال (گونروں) اور افسروں کو مذہبی احکام اور مسائل لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ مثلاً نماز پنجگانہ کے اوقات کے متعلق جن کی تعیین میں مجتہدین آج تک مختلف ہیں۔ دو دو وقت کی نمازوں کے جمع کرنے کی نسبت تمام ممالک مفتوحہ میں تحریری حکم بھیجا کہ ناجائز ہے۔‘‘ (حصہ 2 صفحہ 61)

قارئین نوٹ کریں کہ سوائے حنفی مذہب کے چند علما کے، باقی تمام مالکی وشافعی وغیرہ جمع بین الصلوٰتین کے قائل ہیں اور عمر کا یہ حکم اہلسنت ریکارڈ کے سراسر مخالف ہے۔اسی طرح جب جبر وتشدد کی کمر ٹوٹ گئی تو حضرت عمر کے مقرر کردہ اوقات نماز کے ساتھ اور سیکڑوں مسائل تبدیل ہوتے گئے ۔یعنی قرآن وحدیث کے خلاف جاری کردہ تمام مسائل ختم ہوتے چلے گئے۔اور سنئے:۔

’’14 ہجری میں جب نماز تراویح جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں قائم کی تو تمام اضلاع کے افسروں کو لکھا کہ ہر جگہ اس کے مطابق عمل کیا

جائے۔''(الفاروق حصہ دوم 61)

قارئین نوٹ کریں کہ یہ حکم قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہے۔مگر ایک دفعہ پوری مملکت میں اس کو نافذ کیا گیا اوراس پر عمل لازم رہا۔لیکن جوں ہی لوگوں کواللہ ورسولؐ کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی ملی یہ تراویح ختم ہوگئی۔اہلسنت ریکارڈ سے تراویح کا جواز ثابت نہیں ہے۔رہ گئی مجتہدین کی اپنی ایجادات ظاہر ہے کہ وہ نہ اسلامی شریعت ہے نہ اللہ کے یہاں ایسی خودساختہ عبادت پر سزا سے بچا جاسکتا ہے۔البتہ دنیا میں کثرت کی خوشنودی ضرور حاصل ہوجاتی ہے۔

(6) جبریہ احکام پر پردہ ڈالنے کی کوشش۔

خودساختہ شریعت کو جبراً نافذ کرنا ثابت کر چکنے کے بعد شبلی کو خیال آیا کہ لاؤ ذراسی لیپا پوتی بھی کردی جائے لہٰذا فرمایا کہ:

''یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ جو فقہی احکام حضرت عمر فرامین کے ذریعہ شائع کرتے تھے وہ چونکہ شاہی دستور العمل کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے یہ احتیاط ہمیشہ ملحوظ رہتی تھی کہ وہ مسائل اجماعی اور متفق علیہ ہوں۔چنانچہ بہت سے مسائل جن میں صحابہ کا اختلاف تھا اُن کو مجمع صحابہ میں پیش کرکے پہلے طے کرالیا۔''(ایضاً صفحہ 61)

علامہ نے جو کچھ کہنا چاہا اور جو کچھ کہہ دیا وہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔اس لئے کہ حضرت عمر کے جاری کردہ مسائل پر علمائے صحابہ کبھی بھی متفق نہیں ہوئے۔البتہ رسولؐ اللہ کے جو احکام دستبرد سے بچ گئے تھے اُن پر صحابہ ہی نہیں بلکہ ساری امت متفق رہی ہے۔اور اُن کو شاہی فرمان کے ماتحت نافذ کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔وہ تو مشہور اور معمول بہ تھے۔چنانچہ شبلی کی حق گوئی سامنے آرہی ہے۔

(7) صحابہ کے اجماعی فیصلوں کی تنفیذ کی بات سراسر غلط تھی۔

شبلی نے لکھ دیا ہے کہ:''غسل جنابت کی نسبت جب اختلاف ہوا تو تمام مہاجرین اور انصار کو (یعنی تمام نظر بند قیدیوں کو) جمع کیا اور یہ جنابت کا مسئلہ پیش کرکے سب سے رائے طلب کی لوگوں (صحابہ) نے مختلف رائیں دیں۔اس وقت فرمایا کہ: اَنْتُمْ اَصْحَابُ بَدرٍ وَقَدِ اخْتَلَفْتُمْ فَمِنْ بَعْدِكُمْ اَشَدُّ اِخْتَلَافًا یعنی جب آپ لوگ اصحاب بدر ہوکر آپس میں مختلف الرائے ہو تو آئندہ آنے والی نسلوں میں اور سخت اختلاف ہوگا۔چنانچہ ازواج رسولؐ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اور اُن کی رائے قطعی پاکر شائع کی گئی۔''(الفاروق حصہ 2 صفحہ 61)

قارئین نے دیکھا کہ صحابہ کے اجماع اور متفقہ فیصلہ کی بات صرف زیب داستان کے لئے تھی۔پھر یہ دیکھیں کہ حضرت عمر جنسی تعلقات کے مسائل اپنی ازواج سے ہرگز نہیں پوچھتے تھے بلکہ ان شرمناک مسائل کو اپنی بیٹی یا ازواجِ رسولؐ سے پوچھا کرتے تھے۔زیر نظر مسئلہ یہ تھا کہ اگر مرد دخول کے بعد بلا فراغت کسی وجہ سے اُٹھ جائے تو غسل جنابت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ہم نہیں جانتے کہ ازواج رسولؐ تو ازواج رسولؐ ہیں۔آیا ہمارے قارئین ایسا مسئلہ یا یہی مسئلہ اپنی والدہ یا بہن سے دریافت کریں گے؟ یا نہیں؟ بہرحال وہ حضرت،حضرت عمر تھے اور وہ عائشہ وحفصہ تھیں لہٰذا مصلحت خویش خسرواں دانند۔

(8) نماز جنازہ بدل دی گئی؟۔

قارئین کرام یہ نوٹ کرر کھیں کہ ہم علامہ شبلی کے قلم کو الگ سے باندھ کر رکھنا چاہتے ہیں اور جس قدر اُن سے ملتا جاتا ہے لکھتے جارہے ہیں۔ہم نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ اگر ہمیں وقت ملا تو ہم یہ دکھائیں گے کہ عمر کی جاری کردہ شریعت قرآن ہی کے نہیں بلکہ اہلسنت کے ریکارڈ کے بھی

خلاف ہے۔ اگر وقت نہ ملا تو ہماری طرف سے چیلنج کیا جاسکتا ہے کہ ہم صحاح سِتہ سے حضرت عمر کی ہر ہر ایجاد کو قرآن اور فرمان رسوؐل کے خلاف ثابت کر سکتے ہیں جس کا دل چاہے خط و کتابت کر کے دیکھ لے۔ یہاں شبلی صاحب صرف ایک جملہ لکھ کر روانہ ہو گئے ہیں۔

''جنازہ کی تکبیر میں نہایت اختلاف تھا حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کیا اور ایک متفقہ بات طے ہوگئی یعنی چار تکبیروں پر اتفاق ہو گیا۔''(ایضاً صفحہ 61)

21۔ عمر کی گرفت اور کنٹرول پر شاہ ولی اللہ کا بلاترجمہ بیان اور ہمارا ترجمہ اور فاروقی تسلط کے بعد۔

علامہ شبلی نے فاروقی گرفت کی مضبوطی اور شدت دکھانے کے کیلئے شاہ ولی اللہ کا بیان لکھا ہے مگر ترجمہ اس لئے نہیں کیا ہے کہ خود بھی شاہ صاحب کی قدیم فارسی کو نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کے قاری شاہ صاحب کے الفاظ کے رعب میں دبتے اور دو (2) کو چار سمجھتے گزر جائیں۔ لیکن ہم تو اپنے قارئین کو شاہ ولی اللہ کے سو فیصد مقصد و احساسات سے لطف اندوز ہونے والا ترجمہ دکھائیں گے سنئے:

مَعَھذَ ابعد حزم خلیفہ بر چیزے مجال مخالفت نہ بُود۔ در جمیع این امُور شذر و ندر نمی رفتند و بدونِ استطلاع رائے خلیفہ کارے را مُصَمم نمی ساختند۔ لہٰذا درین عصر اختلافِ مذاہب وَتَشَتُّت آرا واقع نہ شُد۔ ہمہ بر یک مذہب متفق و بر یک راہ مجتمع۔ چوں ایام خلافت خاصہ بالکلیہ منقرض شدو علامت علامہ ظہور نمود۔ علما در ہر بلدے مشغول با فادہ شدند۔ ابن عباس در مکہ فتویٰ میدہد و عائشہ صدیقہ و عبداللہ بن عمر در مدینہ حدیث را روایت می نمایند و ابو ہریرہ اوقاتِ خود را براکثار روایتِ حدیث مصروف می سازد۔ بالجملہ دریں ایّام اختلاف فتاویٰ پیدا شد۔ یکے را بر رائے دیگرے اطلاع نہ۔ و اگر اطلاع شد مذاکرہ واقع نہ۔ و اگر مذاکرہ بہ میان آمد؟ ازاحت شبہ و خروج از مضیق اختلاف بقضائے اتفاق میسر نہ۔ اگر تتبع کنی روایت علما صحابہ کہ پیش از انقراض خلافت خاصہ از عالم گزشتہ اند بغایت کم یابی۔ و جمعے کہ بعد ایام خلافت ماندہ از ہر چہ روایت کردہ اند ہر چند جمیع صحابہ عدول اند در روایت ایشان مقبول و عمل بموجب انچہ بروایت صدق ایشاں ثابت شود لازم۔ اما درمیان آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروق اعظم بود و آنچہ بعدِ وے حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است۔''(الفاروق حصہ دوم صفحہ 63)

ہمارا ترجمہ جو شاہ صاحب کے الفاظ اور قرائن حالی و مقالی کے مطابق ہے۔

''اس تمام انتظام کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جب حضرت عمر کسی بھی بات کا پختہ فیصلہ کر لیتے تھے تو پھر کسی بڑے سے بڑے صحابی یا زوجہ رسوؐل کی یا کسی ماتحت حاکم کی یہ مجال نہ ہوتی تھی کہ وہ حضرت عمر کے فیصلے سے اختلاف یا مخالفت کر سکے اور کوئی آیت یا حدیث ایسی پیش کر سکے جو عمر کی منشاء کے خلاف جاتی ہو اور حضرت عمر کے باقی احکامات اور فیصلوں سے بھی کوئی مقررہ حد سے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ اور خلیفہ کو اطلاع دیئے بغیر اور اُن کی رائے حاصل کئے بغیر کوئی اقدام نہ کر سکتا تھا اس زبان بندی اور محکم گرفت کہ وجہ سے اُن کے عہد حکومت میں مذہبی تصورات میں اختلاف اور دینی احکام میں آزاد خیالی قطعاً دبی رہی۔ ایسا معلوم و ظاہر ہوتا تھا کہ تمام صحابہ اور تمام افسروں اور تمام ازواج رسوؐل حضرت عمر والے مذہب پر متفق ہیں۔ اور سب صحابہ و صحابیات اور تمام افسران و عہدیداران اور تمام مملوکہ و مفتوحہ ممالک کی رعایا مل کر حضرت عمر کی مقرر کردہ دینی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ مگر جیسے ہی یہ مخصوص حکومت بالکلیہ کٹ کر گری اور بھرپور علم کی آزادی نے ظہور کیا تو پھر یہ ہوا کہ سیاست فاروقی سے روکا ہوا علمی دھارا بے پناہ روانی کے ساتھ بہہ نکلا اور جدھر دیکھو ہر بستی ہر قریہ اور ہر شہر میں وہ لوگ پھیل گئے جو عرصہ دراز سے نظر بندی اور زبان بندی و قید و بند میں گرفتار تھے اور لوگوں کو تعلیماتِ اسلام کے استفادہ کی دعوت دینے لگے اور مسائل و احکام و فتاویٰ کو عام کر دیا۔ عبداللہ بن عباس نے مکہ میں وہ فتاوٰی دینا شروع کر دیئے جو عمر کے زمانہ میں نہ

دے سکتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ نے اور حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ بن عمر نے مل کر مدینہ کو سنبھالا اور اُن کے مقابلے میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا وقت احادیث کا ڈھیر لگا دینے پر وقف کر دیا۔یہی وہ زمانہ ہے جس میں جملہ اختلافات باہر نکل کر پھیل گئے۔ولی اللہ کا ذاتی خیال ہے کہ اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ فتویٰ دینے والوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ فلاں مفتی اس معاملہ میں کیا فتویٰ دے رہا ہے؟ اور اگر معلوم ہوتا بھی تھا تو آپس میں بحث و مباحثہ کر کے ایک متفقہ فتویٰ دینے کا موقع نہ ملتا ہوگا۔اور موقع ملا ہوگا تو آپس کے شبہات اُس حد تک دور نہ ہو سکے ہوں گے کہ نتیجتاً متفقہ فیصلہ ہو سکتا۔اور اگر تم ان لوگوں کے حالات اور مسائل کے اختلافات پر باقاعدہ نظر ڈالو تو تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ اس مخصوص قسم کی خلافت کے کٹ کر گرنے سے پہلے کے جو علما تھے اس قسم کے علما تمہیں بعد والوں میں بہت کم ملیں گے یعنی شاہ صاحب، حضرت عائشہ، عبداللہ بن عباس، حضرت عثمان، عبداللہ ابن مسعود، سعد بن وقاص وغیرہ صاحبان کو گھٹیا درجے کے علما ثابت کر رہے ہیں سوچئے کہ عمر کی زندگی میں اُن سے بڑا کون کون تھا؟ بہرحال ترجمہ کہتا ہے کہ خلافت فاروقی کے بعد جو صحابہ اور صحابیات باقی رہ گئے تھے اور جنہوں نے بعد میں احادیث بیان کیں اُن کی احادیث میں اور جو حضرت عمر کے زمانہ کے لوگوں نے احادیث بیان کی ہیں اُن میں زمین وآسمان کا فرق ہے حالانکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر صحابی مجسمہ عدل تھا۔اُن میں سے کسی کے بیان پر شبہ کرنا خلاف ایمان ہے اُن کی بیان کردہ احادیث کی اتباع واطاعت لازم ہے۔مگر مصیبت یہ ہے کہ عمر کے بعد جو حادثات ہوئے انہوں نے اُلجھا ڈال دیا۔''

یہ ہے وہ رانڈ رونا جو صحابہ کے گلے میں سے جبر واستبداد کے طوق نکل جانے کے بعد رویا گیا اور وہ تمام انتظامات اپنی داخلی خرابیوں کے ہاتھوں تباہ ہو گئے۔جو اسلامی فطرت کے خلاف غیر فطری جبر کی طاقت سے قائم کئے گئے تھے۔ممالک مفتوحہ سے آنے والی دولت، تنخواہ، وظائف اور عطیات پانے والی، ہر وقت تیار رہنے والی افواج (Standing Army) پولیس، C.I.D، محکمہ جات، گلی گلی، گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ مساجد کا اسٹاف مفتی وقاضی اور عدالتوں کا عملہ، مخبروں اور جاسوسوں کا پوری مملکت میں پھیلا ہوا جال، خود مدینہ کی گلیوں کے اندر چکر لگانا، بلند آوازی اور اشعار تک پر پابندی کا قاہرانہ انتظام ہر فرد کو خوفزدہ رکھے ہوئے تھا۔یہ وجہ تھی کہ بقول شاہ صاحب کسی کو مجال دم زدن نہ تھی۔اس قاہرانہ تسلط کو بارہ سال گزر گئے تھے اور ابھی اس جابرانہ تسلط کو مزید تیرہ سال اور چلنا تھا۔واقعی بقول شاہ صاحب یہی زمانہ تھا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی تمام احادیث وتفاسیر ایک دفعہ مکہ ومدینہ اور گردونواح میں پھیل گئیں اور پھر روکنے کے باوجود نہ رک سکیں اور امیر معاویہ کو اپنی حکومت کی سطح سے حکمیہ ایسی روایات گھڑوانا پڑیں جو صحیح احادیث سے ٹکرا سکیں۔

(2) فاروقی مملکت، تسلط، پبلک سہولتیں، راشن تنخواہیں، عطیات روزینے، دولت سے رئیسوں کے منہ بند کئے عہدوں سے ہاتھ پیر باندھ دیئے۔

اب ہم علامہ شبلی کے وہ تمام جملے سامنے لائیں گے جن میں انہوں نے فاروقی کنٹرول کی شان دکھائی ہے۔

(1) علمی صیغے پر قابو ''علمی صیغے پر بھی حضرت عمر نے نہایت توجہ کی اور ہر قسم کے ضروری انتظامات قائم کئے۔ہر شہر وقصبہ میں امام جماعت و موذن مقرر کئے اور بیت المال سے اُن سب کی تنخواہیں مقرر کیں۔'' (صفحہ 63) اور سنئے:

(2) مساجد اور اسٹاف۔ حضرت عمر کے عہد میں چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔اس میں دیہات و بیرونجات اور امداد باہمی والی مساجد شمار نہیں (صفحہ 64) اور سنئے:

(3) سرکاری خدمات: ''سب سے پر پیچ روزینہ داروں کا حساب تھا جو اہل عطا کہلاتے تھے۔ اور جن میں ہر قسم کی فوجیں بھی شامل تھیں۔ اُن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ مختلف گروہوں کو مختلف حیثیتوں سے تنخواہیں ملتی تھیں۔ 1۔ بہادری کے لحاظ سے۔ 2۔ شرافت کے لحاظ سے۔ 3۔ پچھلی کارگزاری کے لحاظ سے۔ 4۔ قابلیت کے لحاظ سے'' (صفحہ 66)

نوٹ فرمائیں کہ رعایا کے افراد کو دولت کی قوت سے معاشی ضروریات کے لئے دست نگر و محتاج بنایا گیا پھر مزید مالی سہولت حاصل کرنے کی دوڑ میں لگائے رکھا اور یوں جس سے چاہا اور جس کے خلاف چاہا تعاون حاصل کیا۔

(4) خاص منصوبوں کیلئے مفت راشن سپلائی۔ بصرے کے تمام باشندوں کیلئے فی کس ایک جریب غلہ اور دو درہم ماھوار الگ سے ملتے تھے (67)

(5) جوانی کی پوری طاقت اور توجہ حاصل کرنے کیلئے بڑھاپے یا حادثات کی بنا پر بلاتفریق وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔'' (صفحہ 72)

(6) مسلمانوں میں تنخواہوں کے اندر بھی درجہ بندی اور کم و بیش تنخواہیں۔ (صفحہ 84)

(7) تمام فوجی خاندانوں کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی جو لاکھوں کی تعداد سے زیادہ تھے۔ (صفحہ 91)

(8) رعایا کے ہر مسلمان کو 25 سیر گیہوں ماہوار اور سرکہ وغیرہ ملتا تھا۔ (صفحہ 92)

(9) تمام غربا اور غلاموں کی معقول تنخواہیں مقرر تھیں'' (صفحہ 92)

(10) قدید اور عسفان کے قبائل کو اُن کے روزینے حضرت عمر اپنے ہاتھ سے تقسیم کیا کرتے تھے۔'' (93) اور سنیں:

(11) سرکشی ناممکن بنادی گئی تھی ''اس وقت تمام عرب میں تین شخص تھے جو مشہور و مدبر صاحب اِدّعا (یعنی عربوں پر حکومت کے دعویدار) تھے 1۔ امیر معاویہ۔ 2۔ عمرو بن العاص۔ 3۔ مغیرہ بن شعبہ، چونکہ مہمات ملکی کے انجام دینے کے لئے اُن لوگوں سے بڑھ کر تمام عرب میں کوئی شخص ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے سب کو بڑے بڑے عہدے دیئے لیکن ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا اور اس کی تدبیریں کرتے رہتے تھے کہ وہ (معاویہ و عمر بن العاص اور مغیرہ) قابو سے باہر نہ ہونے پائیں۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد کوئی ایسا شخص نہ رہا جو اُن کو دبا سکتا چنانچہ حضرت عثمان و حضرت علیؑ کے زمانوں میں جو ہنگامے برپا ہوئے وہ سب ان لوگوں کی بدولت تھے۔'' (صفحہ 86-87)

قارئین ان تینوں کے نام نوٹ کرلیں کہ اور یاد رکھیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت عمر کے نقش قدم پر ایک زبردست قومی حکومت قائم کریں گے۔ اور اپنے ہم مذہب لوگوں کا نام پہلی دفعہ اہل سنت و جماعت رکھیں گے۔ اور فاروقی شریعت کو کتابی شکل دیں گے۔ قریشی تاریخ اور حدیث سازی کی باقاعدہ مشینیں چلائیں گے۔ اور اسلام کا قومی و ملکی ڈھانچہ عمر کے معیار پر تیار کریں گے جو رفتہ رفتہ ہم تک اسلام کے نام پر پہنچنا ہے۔ لہٰذا جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں یہ سب کچھ اُن ہی کی تیار کردہ غپ شب ہے۔ بہرحال آگے بڑھئے اور ان ہی کے تیار کردہ سامان میں سے علامہ شبلی کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے کہ:

(12) دولت سے دعویداران حکومت کا منہ بند کیا اور عہدوں سے اُن کے ہاتھ باندھے۔

''حضرت عمر کے زمانہ میں اگرچہ معاشرت نہایت ارزاں اور روپیہ نہایت گراں تھا۔ تاہم تنخواہیں ہر کسی کے مرتبے کے مطابق عموماً بیش قرار تھیں۔ صوبہ داروں کی تنخواہیں پانچ پانچ ہزار تک ہوتی تھیں۔ اور غنیمت (لوٹ کے مال) کی تقسیم سے جو کچھ ملتا تھا وہ الگ۔ چنانچہ امیر معاویہ کی تنخواہ ایک ہزار دینار ماہوار یعنی پانچ ہزار روپے ماہوار تھی۔'' (حصہ 2 صفحہ 16)

قارئین 1984 کی مہنگائی اوراپنے بزرگوں کی تنخواہ کوسامنے رکھ کرپھر پلٹ کرحضرت عمر پراوراُن کے گورنروں پرنظر ڈالیں اورسوچیں کہ اگر کوئی ایسا شخص خلیفہ بن جائے جوکسی کوعوام سے زیادہ تنخواہ نہ دے تو اُس کے لئے عرب کی ایسی حکومت پر کنٹرول کرنا ممکن ہو سکے گا؟ اوراگر جنگ ہو جائے تو ایسی مالدار مستغنی، لوٹ مار کے مال کوحلال سمجھنے والی اور ہمہ قسمی جدید ترین اوراسلحہ سے مسلح فوج سے ایسی فوج کولڑا سکے گا جواپنا راشن اور تیر تلواراور نیزہ گھر سے لے کرآئے اورایک پیسہ تنخواہ نہ پائے؟ جہاں لوٹ کا مال حرام ہو۔؟

(13) مفت خورہ بنانے میں مقدس لوگوں کوشامل رکھا تھا۔شبلی مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''تنخواہوں کی مقدار میں بھی اسی (تقدس) کا خیال رکھا۔سب سے زیادہ تنخواہیں جن لوگوں کی تھیں وہ اہل بدر (اصحاب جنگ بدر) تھے۔ رسوؐل کی ازواج مطہرات کی تنخواہیں بارہ بارہ ہزار مقرر کیں اورازواج رسوؐل کی تنخواہوں کی مقدارسب سے زیادہ تھی۔'' (صفحہ 140)

ذرا سوچئے کہ ازواج رسوؐل کوذرا سے مطالبہ پراللہ نے طلاق دے کرالگ کر دینے کی دھمکی تھی اوراُن پردنیا طلبی کا جرم عائد کیا تھا۔(سورہ احزاب 33/28-29) مگرآخر حضرت عمر نے ازواج رسوؐل کی تمنا ہی پوری نہیں کی بلکہ انہیں دنیا کی سب سے زیادہ خوشحال فارغ البال وصاحب مال ودولت بنا دیا اوراُن کا حق الخدمت ادا کر دیا انہوں نے بھی رسوؐل کے خلاف حضرت عمر وابوبکر کی برابر تائید جاری رکھی (تحریم 6 تا 66/3) لہٰذا احسان کا بدلہ احسان ہی تھا (55/60) اگرکہیں حکومت الٰہیہ قائم ہو جاتی تو ان ازواج کو چرخہ کات کراورآٹا پیس کرزندگی بسر کرنا پڑتی۔جوانہیں روزاول سے پسند نہ تھی۔پھر یہ سوچنے کہ بات ہے کہ ازواج رسوؐل سب کی سب لاولد تھیں۔تنہا تھیں۔وہ اس زمانہ میں بارہ بارہ ہزارروپیہ ماہانہ کو کس طرح اورکس کام میں صرف کرتی ہوں گی؟ اس بے پناہ دولت کی ریل پیل جوان دماغوں میں کیا کیا ہیجان برپا نہ کرتی ہوگی اورعیش وعشرت کی کون کون سی تمنائیں ہجوم کر کے نہ آتی ہوں گی؟ اوراُن پرجنسی تعلقات کا ہرطرح اور ہر حالت میں حرام ہونا اُن کے لئے کتنی سخت و ناقابل برداشت فطری سزا نہ بن گئی ہوگی۔؟ اورخدا اور رسوؐل کے احکامات کی دن دہاڑے اور چوڑے میدانوں میں خلاف ورزیاں کرتی پھرنے والی عورتوں سے کس بنیاد پر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اللہ کے باقی احکام پرعمل کیا ہوگا؟ اور یہ کیسے مان لیا جائے کہ خلفائے ثلاثہ اوراُن کے جانشین، لوگوں نے اپنی تاریخ سازی میں اس پہلو پر پردہ نہ ڈالا ہوگا؟ اور جو کچھ لکھا ہوگا وہ ضرور ہی صحیح لکھا ہوگا؟۔جبکہ حضرت عمر وعثمان اورمعاویہ حقیقی ماں بیٹیوں سے بیک وقت جنسی تعلقات کو جائز بتاتے رہے ہوں۔جوعہد رسوؐل کی غربت وافلاس کے زمانہ میں وہ کچھ کرتی رہی ہوں جسے خود اللہ نے باعث حیا وشرم قرار دیا ہواور جسے رسوؐل کیلئے باعثِ اذیت فرمایا ہواور جس سے بچ کر رہنے کو پاکبازی فرمایا ہو (احزاب 34 تا 33/29، 33/53-54)۔

(22) اسلامی شریعت اورقوانین کوبدلنے میں حضرت عمر کے ماخذ؟۔

ہم اختصار کی غرض سے سب کچھ سمیٹ کرعلامہ شبلی کا ایک اور بیان سامنے لاتے ہیں اوردکھاتے ہیں کہ عمر کی انقلابی تحریک کن بنیادوں پراستوار ہوئی تھی؟ سنئے:

1۔''حضرت عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اورقدیم حکمرانوں کے قواعد اورانتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے اور اُن میں سے جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں اُن کو اختیار کر لیتے تھے۔خراج، عشور، دفاتر، رسد، کاغذاتِ حساب ان تمام انتظامات میں حضرت عمر نے ایران وشام کے قدیم قواعد پرعمل کیا۔'' (الفاروق حصہ 2 صفحہ 88)

2۔’’عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ اورعثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ یہ زمیندار مع مترجم کے اُن کے پاس آئے اورانہوں نے اُن سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے ہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟ جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا ہے تاہم اُس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جونوشیرواں نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے جہاں نوشیرواں کے انتظامات و بالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ:وَهِیَ الْوَدَائِع الَّتِی اَقْتَدَیٰ بِهَا عُمَربنَ الْخَطاب حِیْنَ افْتَحَ بِلادُ الْفَرِسَ یعنی یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو اُن کی اقتداء پیروی کی۔اس سے زیادہ صاف اور مصرح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے علامہ مذکور نے جو حکیم اور فلسفی اور شیخ بوعلی سینا کا معاصر وہم پایہ تھا تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تجارب الامم ہے اس میں جہاں عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ ’’وَکَانَ عمر یلکثر الحلوة بِقَومٍ مِنَ الْفَرَس یَقروُنَ علیه سیا سیات الملوک العجم لِفضلاءِ وَلَا سیما انوشیروان فَاِنَّهٗ کان معجبًا بهَا کثیرا الاقتدا ء .

یعنی عمر فاروق فارس کے دانشوروں کی قوم کے کچھ سربرآوردہ لوگوں کو اپنی صحبت خاص میں رکھتے تھے۔وہ دانشور عمر کو بادشاہان عجم کے عمومًا اور نوشیرواں کی سیاسیات خصوصًا پڑھ کر سنایا کرتے تھے عمر کو نوشیرواں کے آئین بہت پسند تھے اوراُن کی اتباع واقتداء بہت زیادہ کیا کرتے تھے‘‘ علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لایا تو حضرت عمر نے اس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اورانتظامات ملکی کے متعلق اُس سے اکثر مشورہ لیتے۔‘‘(الفاروق جلد2 صفحہ 89-88)

3۔ھرمزان کا دوہزار ماہانہ وظیفہ بھی عمر نے مقرر کردیا۔‘‘(ترجمہ طبری حصہ سوم صفحہ 106-107)

4۔’’بندوبست اوراس کے متعلق تمام امور میں ذمی رعایا سے جو پارسی یا عیسائی تھی ہمیشہ رائے طلب کرتے تھے اوراُن کی معروضات پر لحاظ فرماتے تھے۔‘‘(الفاروق حصہ دوم صفحہ 34)

5۔عراق کے سوا حضرت عمر نے اور کسی صوبہ کی پیمائش نہیں کرائی بلکہ جہاں جس کا بندوبست تھا اور بندوبست کے کاغذات پہلے سے تیار تھے اُن کو اُسی طرح قائم رکھا یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہیں بدلی یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں ،شام کا رومی میں ،مصر کا قبطی میں تھا حضرت عمر کے عہد میں بھی اسی طرح رہا۔خراج کے محکمے میں جس طرح قدیم سے پارسی ،یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے مصر میں فرعون کے زمانہ میں جو بندوبست ہوا تھا وہی قائم رہا۔رومن امپائر میں بھی وہی جاری رہا۔‘‘(ایضا صفحہ 21-20)

6۔حضرت عمر کا ایک یہ بھی اصول تھا کہ ہر ملک کے انتظام میں وہاں کے قدیم رسم ورواج سے واقفیت حاصل کرتے تھے اوراکثر حالتوں میں کسی قدر اصلاح کے ساتھ قدیم انتظامات کو بحال رکھتے تھے۔‘‘(ایضا صفحہ 19)

(1) یہ چھ عدد مقامات عمر کے لئے وہ غیر اسلامی ماخذ ہیں جن کو بحال رکھنا حکومت کے لئے ضروری تھا۔

ان بیانات ومقامات کو پڑھ لینے کے بعد وہ ضرورتیں اور تقاضے بھی معلوم ہوجاتے ہیں جن کو پورا کرنا عمر کے لئے ضروری تھا ورنہ یہ بائیس لاکھ مربع میل کی حکومت اُن سے دوروز بھی سنبھل نہ سکتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اُن ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قرآن وحدیث کو ان حالات وقواعد ورسوم وقوانین پر فٹ اورموزوں کرنے کے لئے بطور ٹھپّہ لگانا ضروری ہوگیا۔دوسرے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہے کہ عمر کے سر میں نہ وہ مادی قابلیت وقانون تھا جس سے وہ اس طویل وعریض مملکت پر تسلط حاصل کرسکیں نہ انہیں کتاب اللہ کی وہ تعلیم حاصل تھی

کہ اس مملکت میں صحیح اسلامی وقرآنی قوانین نافذ کرسکیں۔اس لئے انہوں نے ان حکومتوں کو برقرار رکھنے کو پہلا نمبر دیا اور باقی تمام چیزوں کو حکومت کے تابع کردیا۔اوراس طرح اپنا دین اور دنیا دونوں قربان کردیئے۔دنیا کی تباہی پر پرویز جیسا پرستار بھی ہاتھ ملتا رہ گیا۔

(2) پرویز عمر کی موت کو بے دینوں سے قربت اور قانونی مشورے لینے کا نتیجہ سمجھتے ہیں عمر پر لاپرواہی اوراحمقانہ خوداعتمادی کا جرم عائد کرتے ہیں

پرویز کے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے وہ عمر کی حماقت اور ضرورت کو بیان کر سکتے عمر کی موت کا عنوان قائم کر کے پرویز کے لغات حجازی پر فالج گر گیا تھا انہیں لقوہ مار گیا تھا۔وہ جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ نہ سکے۔اُن کی آواز گلوگیر ہو کر رہ گئی اُن کے الفاظ سمٹ کر صفر سے ضرب کھا گئے۔وہ جو کچھ لکھ سکے وہ یہ ہے کہ:

''ھرمزان نے جس پُرفریب طریقہ سے اپنی جان بچائی تھی وہ بھی کوئی پوشیدہ راز نہ تھا۔پھر کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ حضرت عمر نے نہ صرف یہ کہ اُسے مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی بلکہ اُسے اتنا قریب کرلیا کہ اُس سے امور مملکت میں مشورے بھی لیتے رہے؟''
(شاہکار صفحہ 429)(اور ایک وزیر مملکت جتنی تنخواہ بھی دیتے رہے)

پرویز اگر یہ مان لیں کہ عمر ساری عمر مخالفین اسلام سے مشورہ کر کے اپنی خودساختہ حکومت چلاتے رہے اور اُسی حکومت پر قربان ہوگئے تو یہ مانتے ہی عمر شاہکار رسالت نہیں رہتے اور اگر یہ مان لیں کہ جو حکومت انہوں نے بنائی تھی وہ اسلامی حکومت تھی تو ایسا مانتے ہی عمر کے ساتھ تمام دشمنان اسلام کو بھی مسلمان ماننا ہوگا اور یہ دونوں باتیں پرویز منظور نہیں کرسکتے۔

(3) پرویز کا شاہکار، پرویز کا نابغہ خود پرویز کے قلم سے جاہل اور سیاسی بصیرت سے بے بہرہ اور خود اپنے انتظام سے پٹ گیا۔

ہرمزان کا پورا قصہ پرویز سے سنئے اور دیکھئے کہ اُس نے کس سہولت سے پرویز کے شاہکار اور نابغہ کو میدان سیاست میں بے وقوف و بے بس بنا کر رکھ دیا تھا پرویز لکھتے ہیں کہ:

''جو کچھ ہوا اُسے مورخین نے نہایت ڈرامائی انداز میں بیان کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر واقعہ ایسے ہی ہوا تھا تو وہ تھا ہی ایک ڈرامہ۔کہا گیا ہے کہ ہرمزان نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے پانی پلا دیجئے۔پانی منگا یا گیا۔اس نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور اُسے لب تک لے جا کر پیچھے ہٹا لیا۔اور کہا کہ ایسا تو نہیں ہوگا کہ مجھے پانی پینے ہی کے دوران قتل کردیا جائے؟ حضرت عمر نے کہا کہ نہیں تم اطمینان سے پانی پیو جب تک تم پانی نہ پی لوگے تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ہرمزان نے یہ سن کر پانی انڈیل دیا۔حضرت عمر نے حکم دیا کہ اُس کے لئے اور پانی لایا جائے۔اس پر ہرمزان نے کہا کہ نہیں مجھے پانی کی ضرورت نہیں میں تو اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔اس پر مجلس میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

حضرت عمر:تم سزائے قتل کے مستحق ہو میں تمہیں ضرور قتل کروں گا ۔

ہرمزان:لیکن آپ تو مجھے امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمر:تو جھوٹ کہتا ہے۔

انس بن مالک:یہ سچ کہتا ہے کہ امیر المومنین آپ اسے امان دے چکے ہیں۔

حضرت عمر:انس تم کیا کہتے ہو؟ میں اس قسم کے غدّار اور مسلمانوں کے قاتل کو امان کیسے دے سکتا ہو؟ تم نے یہ مفہوم میرے کن الفاظ سے اخذ کیا؟

انس بن مالک: آپ نے اس سے کہا تھا کہ جب تک تم پانی نہ پی لو تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا اور اس نے پانی پیا نہیں۔
احنف بن قیس اور دیگر حاضرین نے بھی انس کی تائید کی اور کہا کہ امیر المومنین آپ واقعی ہرمزان کو امان دے چکے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے ہرمزان پر غضب آلود نگاہ ڈالی اور کہا کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں ایک مسلمان کی خاطر تم سے دھوکہ کھا رہا ہوں اور اسے رہا کر دیا۔ اس کے بعد ہرمزان نے اسلام قبول کر لیا حضرت عمر نے اُس کا دو ہزار روپئے سالانہ روزینہ مقرر کر دیا۔ اور اُسے مدینہ میں رہنے کی اجازت فرما دی۔ اُس سے آپ ایران کے معاملات میں اکثر مشورہ کر لیا کرتے تھے۔'' (شاہکار صفحہ 185-186)

پرویز کی حیرت، دلائل مفلوج، فکری کڑیاں بکھری ہوئی عمر چاروں خانے چت۔ پرویز انگشت بدنداں لکھتے ہیں کہ:

''سفر حیات میں بعض مقامات ایسے بھی آجاتے ہیں جہاں منطق ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ دلائل مفلوج ہو جاتے ہیں اور فکری کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹ اور بکھر جاتی ہیں۔ اور انسان کے سامنے وادی حیرت کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ اگر مذکورہ صدر واقعہ اسی طرح ہوا تھا تو پھر یہ مقام ایسا ہی ہے'' (شاہکار صفحہ 186)

(4) پرویز اور شاہکار پرویز کو وادی تحیر و جہالت میں چھوڑ کر ہرمزان کی بصیرت کے وسیلے سے ہرمزان کی پیشی پر برہنہ کھنچی ہوئی تلوار نظر آتی ہے

ہرمزان نے جس خدشہ سے فائدہ اٹھایا وہ بتاتا ہے کہ دربار خلافت میں ہرمزان کو خلیفہ کے سامنے اس طرح بٹھایا یا کھڑا کیا گیا تھا کہ اُس کی پشت پر ایک پہریدار تلوار کھینچے ہوئے اشارہ کا منتظر کھڑا تھا۔ اور اس حالت میں ہرمزان نے پانی طلب کیا تھا۔ اور اپنے عذر میں یہ نظارہ پیش کیا تھا کہ جس وقت میں پانی پینے میں مصروف ہو جاؤں تو جلاد کو اشارہ کر دیا جائے اور سر تن سے جدا ہو کر خلیفہ کے پیروں میں تڑپتا نظر آئے۔ اگر یہ صورت حال نہ تھی تو یہ عذر اور خدشہ غلط ثابت ہو جاتا اور اس سے جواب میں کہا جاتا کہ نہ یہاں تلوار ہے اور نہ کوئی قتل کرنے والا ہے تمہیں پانی پیتے پیتے کیسے کوئی قتل کر سکتا ہے؟ جب تک میں کسی مسلّح شخص کو بلاؤں اور وہ حاضر ہو اور میں تمہارے قتل کا حکم دوں تم دس مرتبہ پانی پی سکتے ہو لہٰذا یہ خدشہ اور اندیشہ بے معنی ہے لہٰذا اس کے اندیشہ کو جوں کا توں مان لینا اور پانی پینے کے دوران قتل نہ کئے جانے کا وعدہ مندرجہ بالا صورت حال کو ثابت کرتا ہے۔ پھر پرویز کا یہ لکھنا کہ ''اور اُسے رہا کر دیا'' بتاتا ہے کہ ہرمزان کو گرفتاری کی حالت میں حاضر کیا گیا یعنی طوق و سلاسل اور زنجیر و بیڑیوں میں لایا گیا تھا اور غالبًا پانی پینے کے لئے ایک ہاتھ کھول دیا گیا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ایک نہتہ شخص پورے دربار اور صحابہ کے ہجوم میں بھی ایک خطرہ بنا ہوا تھا۔ یہ تھے عمر کے بہادر حاضرین جلسہ۔ قارئین دیکھیں کہ نہ ہماری منطق نے جواب دیا ہے نہ دلائل بے کار ہوئے ہیں نہ فکری تسلسل میں خامی پیدا ہوئی ہے اور ثبوت یہ ہے کہ دربار کا پوشیدہ نظارہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ عمر نے ابو عبیدہ بن جراح کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

(5) پرویز کا شاہکار شاہکار تو تھا، خلیفہ بھی تھا مگر تنکے کی مثال سے اور ہرمز کی وجہ سے مومن نہ تھا۔

یاد رکھو کہ لوگوں کے معاملات وہی سنوار سکتے ہیں جن کا عزم راسخ ہو اور وہ کسی سے دھوکا نہ کھائیں' ضمنًا ایک دفعہ ایک شخص نے کہا کہ مومن کسی کو دھوکا نہیں دیتا'' آپ نے کہا کہ بات مکمل کرو' مومن نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے نہ دھوکا کھاتا ہے'' (شاہکار صفحہ 288)

(6) پرویز چوٹ کھائے ہوئے چیتے کی طرح پیچ و تاب میں مبتلا ہرمزان اور اس کی قوم کی پوزیشن لکھتے ہیں۔

''اس المیہ کے دو کردار ہیں ہرمزان اور حضرت عمر۔ پہلے ہرمزان کو لیجئے۔ یہ ایران کا ایک نہایت معزز، سربلند، صاحبِ شوکت و حشمت فرزند تھا۔

اُس ایران کا جس کی عظیم سلطنت کا خاتمہ ابھی ابھی عربوں کے ہاتھوں ہوا تھا۔جس کی ہزاروں سال کی پرانی تہذیب،جس پرانہیں اس قدر فخر تھا، پامال ہوچکی تھی ۔جس کا شاھنشاہ اپنی جان بچانے کیلئے دربدر دھکے کھارہا تھا۔سوچیے کہ اس ایران کے باشندوں کے دل پر بالعموم اوراُن کے اس قدر صاحب،عزت وسطوت ابنائے قوم کے جگر پر بالخصوص،ان ذلت آمیز شکستوں کے زخم کس قدر گہرے ہوں گے۔اور عربوں کے خلاف اُن کی آتش انتقام کی حدّت کس قدر شدید! خود ہرمزان ایک صوبہ کا نامور گورنر تھا۔اس کی ریاست چھن گئی تھی۔اُس کی حکومت کا تختہ الٹ گیا تھا۔اسے پے درپے نہایت رسوا کن شکستیں ہوئی تھیں اوراب وہ عربوں کے سامنے پابہ جولاں کھڑا تھا جن کے ساتھ یہ ایرانی جنگ کرنا بھی اپنی کسرشان سمجھا کرتے تھے۔سوچئے کہ اُس کے سینے میں غصے اورانتقام کے کیا کیا طوفان نہ اٹھ رہے ہوں گے پھراسے بھی فراموش نہ کیجئے کہ ایرانیوں کے متعلق عربوں کی حتمی رائے تھی کہ وہ ایک بڑی مکار قوم ہے جس سے محتاط رہنے کی اشد ضرورت ہے۔اس ضمن میں آپ اس خط کو ایک بارپھر سامنے لایئے جسے حضرت عمر نے حضرت ابن ابی وقاص کے نام لکھا تھا۔اور جو سابقہ باب میں درج کیا جاچکا ہے۔''

(شاہکار صفحہ 186)

(7) پرویز عمر کی حماقت پر زیر لب افسوس غم وغصہ اورندامت کے آنسو بہاتے ہیں۔

''دوسری طرف حضرت عمر کو لیجئے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ (قریش ساز افسانوں کی روسے) اُن جیسا بالغ النظر،دیدور،دوراندیش،معاملہ فہم، ماہرنفسیات،سیاست دان تاریخ کی آنکھ نے کم دیکھا ہوگا۔اُن کی نگاہ کتنی دورتک پہنچتی تھی اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے کہا کہ مومن کسی کودھوکا نہیں دیتا۔آپ نے کہا کہ بات پوری کرومومن نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے نہ کسی سے دھوکا کھاتا ہے۔'' یہ تھے حضرت عمر۔۔۔۔۔۔انہوں نے ہرمزان کے قتل کا فیصلہ یوں ہی جذباتی حیثیت سے نہ کیا تھا۔اس نے باربارعہد شکنی کی تھی قدم قدم پردھوکہ دیا تھا۔ متعدد مسلمانوں کوشہید کیا تھا۔آپ نے اس کے جرائم کی فہرست اس کے سامنے رکھدی تھی۔اوراس کے بعد اُس کے قتل کا فیصلہ کیا تھا۔اب یہ دیکھئے کہ اس فیصلے کو بدلا کیسے گیا۔ظاہر ہے کہ حضرت عمر نے ہرمزان کوامان نہیں دی تھی۔اُس کے جرائم کومعاف نہیں کردیا تھا۔اُسے صرف اس امر کی ضمانت دی تھی کہ وہ اطمینان سے پانی پی لے۔اُس نے الفاظ کے ہیر پھیر سے ناجائز فائدہ اٹھا کرایک مکّارانہ چال چلی۔اگر دوسرے لوگ اس کے اس فریب میں آگئے تھے توکم ازکم حضرت عمر سے تواس کی توقع کی جاسکتی تھی (افسانوی حیثیت سے) کہ وہ اس کے فریب کا پردہ چاک کردیتے (یعنی تھوک کر چاٹ لیتے) وہ جانتے تھے کہ ہرمزان دھوکا دے رہا ہے۔انہوں نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ ''میں ایک مسلمان کی وجہ سے دھوکا کھارہا ہوں'' عمر اور یوں دھوکا کھاجائے!! اگر الفاظ کا ایسا ہی پاس تھا تو ہرمزان کوقید میں رکھنا چاہیۓ تھا۔اس کے بعد جب وہ پیاس سے تنگ آتا تو خود ہی پانی مانگتا اوراُسے پی لیتا۔جب وہ پانی پی چکتا تو اسے کیفرکردار تک پہنچادیا جاتا (اور یہ غدّاری ہوتی) اوراگروہ اپنی ضد پر اڑا رہتا اور پانی نہ مانگتا توشدّت پیاس سے ہلاک ہوجاتا حیرت ہے کہ حضرت عمر نے ایسا بھی نہ کیا۔اورایک زخم خوردہ سانپ کو دودھ دے کر پالتے رہے۔یعنی نہ صرف یہ کہ اُس کی جان بخشی کردی بلکہ اُسے مدینہ میں رہنے کی اجازت بھی دے دی،وظیفہ بھی مقرر کردیا اور اس سے مشورے بھی لیتے رہے۔اورآپ کو معلوم ہے کہ اس سانپ پالنے کا نتیجہ کیا نکلا؟ خود حضرت عمر کی شہادت جو اسی ہرمزان کی سازش سے ہوئی۔1۔تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا الم انگیز حادثہ۔

2۔اے کاش حضرت عمر کواُس کا احساس ہوتا کہ اُن کی زندگی اسلام اورعالم انسانیت کے لئے کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔

3۔سچ ہے ''جتنی بڑی کوئی شخصیت ہو اس کی اجتہادی غلطی اتنے ہی دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہے''۔

4۔''اور یہی ہیں وہ مقامات جہاں انسان ورطۂ حیرت میں گم ہو جانے کے سوا نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کر سکتا ہے''۔

5۔حضرت عمر بھی اس حادثہ کو نوشتہ تقدیر کہنے کو تیار نہ ہوتے۔

6۔راہ صواب یہی ہے کہ کچھ بھی نہ کہا جائے۔اور کہا جائے تو اتنا کہ یہ واقعہ اس طرح سرزد نہ ہوا ہوگا۔''(شاہکار صفحہ 186 تا188)

ہمیں بہر حال دو باتیں ضرور کہنا ہیں۔اول یہ کہ اگر عمر نے یہ کہا تھا کہ ''میں ایک مسلمان کی وجہ سے دھوکا کھا رہا ہوں'' تو سراسر جھوٹ کہا تھا۔اس لئے کہ وہیں اُسی بیان میں لکھا ہے کہ:''احنف بن قیس اور دیگر حاضرین نے بھی انس کی تائید کی اور کہا کہ امیر المومنین آپ واقعی ہرمزان کو امان دے چکے ہیں۔''(شاہکار صفحہ 185)

لہٰذا دھوکا کھانے والے تمام اہل دربار تھے صرف انس بن مالک نہ تھا چنانچہ کسی ایک مسلمان کی وجہ سے دھوکا نہیں کھا رہے تھے بلکہ وہاں اُن سمیت کئی مسلمان تھے جن کی وجہ سے دھوکا کھایا گیا تھا۔

(8) **پرویز غلط سمجھے مطلب سعدی ھُنوز دیگر است؟؟ دیوانہ بکارِ خویش ہوشیار، عمر کے لئے ہرمزان راہنما تھا۔**

طبری کے بیان کو پڑھنے سے بات صاف ہو جاتی ہے۔وہاں حضرت عمر ہرمزان سے یہ کہتے ہیں کہ:

''تم نے مجھے فریب دیا۔خدا کی قسم میں صرف ایک مسلمان کے فریب میں آسکوں گا۔''اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔آپ نے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اُسے مدینہ منورہ میں آباد کیا۔

مسلسل دوسرے صفحے پر لکھا ہے کہ:''ہرمزان نے کہا کہ آپ نے مجھے پناہ دی ہے۔آپ نے فرمایا تم نے مجھے دھوکا دیا ہے جنگ میں دھوکے کا کوئی اعتبار نہیں ہے خدا کی قسم میں تمہیں پناہ نہیں دے سکتا جب تک تم اسلام نہ لاؤ۔اس وقت اُسے یقین ہو گیا کہ یا تو قتل ہونا ہے یا اسلام ہے۔لہٰذا وہ مسلمان ہو گیا۔آپ نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کیا اور اُسے مدینہ میں آباد کیا۔''(ترجمہ تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 106-107)

ہم یہ کیوں نہ کہیں کہ جب پرویز کے شاہکار ہرمزان کی تدبیر میں پھنس گئے تو اسے آنکھ مار کر کہا کہ میں نے یہ دھوکا اس لئے کھایا ہے کہ تم ایسا ایک نابغہ مسلمان ہو جائے۔اور ہمیشہ میری مملکتی دقتوں میں میرا دست و بازو بنے،مسائل کو حل کرنے میں بہترین مشیر رہے اور میں تمہیں مستغنی اور فارغ البال رکھوں۔لہٰذا اسی سائز کے اور بہت سے مشیر و وزیر عمر کے دست و بازو تھے جن کا ذکر الفاروق سے کیا جا چکا ہے یعنی جن کی مدد سے عمر نے تمام مطلوبہ مسائل پر اسلام کا ٹھپہ لگا دیا تھا۔اور آیات واحادیث کو اُن کے مشوروں پر فٹ کرتے اور جدید اسلام بناتے چلے گئے تھے۔جس کا نام معاویہ ہی کے زمانہ میں اہلسنت والجماعت ہو گیا تھا اور اس کے بعد کے زمانوں میں فقہ کے اماموں کی پسند سے حنفی و مالکی و شافعی اور حنبلی بنتا چلا گیا۔جن لوگوں نے فری اسٹائل دین سازی کو ناپسند کیا اور قرآن اور قریش ساز احادیث کو معیار بنایا انہیں اہل حدیث کہنے لگے۔محمدؐ و آل محمدؐ کے ماننے والوں نے حضرت علیؑ،حسنؑ،و حسینؑ اور اُن کے بعد آئمہ علیہم السلام کا طریقہ اختیار کیا اور اس کی اشاعت کی وجہ سے شیعہ کہلائے۔

(23) **پرویز نے اپنے شاہکار کے محوری منصوبہ کا ذکر کئے بغیر اپنی کتاب ختم کر دی اور اُس چھ سالہ تیاری کا ذکر بھی چھپا لیا جو اسلام لانے سے پہلے کی تھی۔**

پرویز دو اہم ترین پہلوؤں کو چھپا کر گزر گئے اور اپنی کتاب شاہکار کو ختم کر دیا۔حالانکہ اپنی دوسری تصنیفات میں اُن دونوں پہلوؤں کی

طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ قارئین جنہوں نے اس کتاب کو باقاعدہ پڑھا ہے ضرور اُسی خامی پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ لہٰذا ہم اس خامی کو پہلے پردہ سے باہر نکالیں اور پھر اُس کی تفصیلات پیش کریں گے اور ایسا کرنے میں خود پرویز کی تحریریں بطور ثبوت سامنے رکھیں گے۔ لہٰذا پہلی بات جو اس کتاب کے نام میں پوشیدہ ہے اسے دیکھئے پرویز نے اس کتاب میں حضرت عمر کو ''شاہکار رسالت'' کا لقب دیا ہے۔ پھر پوری کتاب لکھ دی ہے۔ اس لقب کا تقاضہ تھا اور ابھی تک تقاضہ باقی ہے یعنی یہ دکھانا تھا کہ ''رسوؐل اللہ نے عمر کو مخصوص تعلیم و تربیت دی تھی'' اور یہ کہ۔ 2 ''عمر نے اپنے پرگروام میں رسوؐل کی دی ہوئی تعلیم و تربیت کو کس طرح استعمال کیا تھا؟'' کتاب پڑھنے والوں نے پوری کتاب میں نہ کہیں رسوؐل کا عمر کو تعلیم و تربیت دینا دیکھا نہ کہیں مخصوص یا عمومی صحبت کا تذکرہ پڑھا۔ اور نہ کہیں اس کا پتہ چلا کہ فلاں بات اور فلاں کام یا فلاں اسکیم عمر نے رسوؐل کے فرمان یا تعلیم کے مطابق کی تھی۔ لہٰذا یہ لقب اُسی صورت میں ہوسکتا تھا جب کہ پرویز یہ دکھاتے کہ عمر کو تمام صحابہ اور متعلقین سے زیادہ صحبتِ رسوؐل ملی اور رسوؐل نے سب سے زیادہ توجہ اور تربیت و تعلیم عمر پر صرف کی لیکن پرویز کو نہ اس سلسلے میں کوئی جھوٹی سچی روایت ہی ملی نہ انہوں نے بلا ثبوت ہی اس پہلو پر کچھ لکھا حالانکہ وہ چاہتے یہی تھے جو اس لقب شاہکار رسالت کا تقاضہ تھا چنانچہ پرویز نے لکھا ہے کہ:

(1) پرویز عمر کی پیدائش ہی اُس روز مانتے ہیں جس دن کہ عمر نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا تاکہ پوری زندگی اسلامی کہلائے۔

''چونکہ سنین کے معاملے میں ہماری جلد اول کی تاریخ بڑی ناقص ہے اس لئے عمر کے سن پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیدائش نبی اکرمؐ کی بعثت سے تیس سال پہلے ہوئی تھی۔ اور چونکہ عام روایات کے مطابق بعثت کے وقت حضورؐ چالیس سال کے تھے۔ اس لئے اس اعتبار سے آپ نبیؐ اکرم سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے۔ ہم نے یہ تصریح محض تاریخی نقطۂ نگاہ سے ضروری سمجھی ہے، ورنہ اسلام کے نقطۂ نظر سے تو آپ کی ''پیدائش'' بعثت نبویؐ کے چھٹے سال ہوئی جب حضورؐ کے دم مسیحائی نے آپ کو حیاتِ تازہ سے سرفراز فرمایا'' (شاہکار صفحہ 7)

اگر قریش ساز تاریخ و تفاسیر و احادیث میں پرویز کو ضروری سامان ملا ہوتا تو پرویز اپنا سارا زور لگا دیتے اور معمولی سے معمولی بات کو بھی خوب سنوار اور سنگھار کر لکھتے لیکن افسوس اُن کی بدقسمتی اُن کی اپنی تاریخ و روایات خالی پڑی ہے۔ لہٰذا پرویز کا عطا کردہ لقب شاہکار رسالت بے معنی ہو کر رہ گیا اور ساری کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ملتی کہ جس سے یہ معلوم ہوتا کہ رسوؐل اللہ نے ایک گھنٹہ بھی عمر کو شاہکار بنانے پر صرف کیا ہو، اور جو کچھ ملتا ہے وہ عمر کی مذمت میں اور عمر کی بگڑی ہوئی ذہنیت کے ثبوت میں ملتا ہے۔ پھر سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ پرویز نے یہ بھی نہ لکھا کہ عمر نے رسوؐل کی بعثت کے بعد چھ سال تک کیا کچھ کیا؟ اور چھ سال اسلام لانے سے پہلے کیا کیا تیاریاں کیں؟ عمر کی بنیادی (Basic) تعلیم کیا تھی؟ کہاں سے حاصل کی تھی؟ پرویز نے اُن تمام روایات و بیانات کو لکھ کر انہیں غلط قرار دے دیا جن میں عمر کا اسلام لانا دکھایا گیا ہے۔ اور غلط اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ روایات عمر کی شخصیت پر بجتی نہیں لیکن وہ شخصیت کیا تھی؟ کیسے تیار ہوئی تھی؟ کس نے تیار کی تھی؟ کچھ بھی نہ لکھا اور اپنے فرضی قیاسات لکھ کر گزر گئے۔ مثلاً لکھا ہے کہ:

(2) پرویز عمر کے اسلام لانے کی مسلّمہ روایات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں کہ محض یہ ہنگامی واقعہ اُن میں ایسی عظیم تبدیلی کا موجب بن گیا ہو کہ وہ گئے ہوں رسول اللہ کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کے لئے اور اس واقعہ کے بعد ارادہ اسلام لانے کا کرلیا ہو۔ ہم نے جو کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نظر نہیں آتیں تو اس کی کچھ اور

وجوہات بھی ہیں مثلاً:

پرویز کی خودساختہ بلاثبوت پہلی وجہ۔

(1) یہ بات عمر جیسی شخصیت کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی کہ اُس نے ایک ایسے اہم معاملے کے متعلق، جس نے اس کی سابقہ زندگی کے تمام قلبی، ذہنی اور معاشرتی رشتوں کو منقطع کر کے اُسے ایک اور ہی راستہ پر ڈال دینا ہو کبھی غور و فکر نہ کیا ہو اور محض ایک ہنگامی واقعہ سے متاثر ہو کر جذباتی طور پر ایسا انقلابی فیصلہ کر لیا ہو۔ عمر جیسی شخصیت ایسے معاملہ کا فیصلہ اس طرح نہیں کر سکتی تھی۔'' (شاہکار صفحہ 14)

پرویز کی اس پہلی وجہ کا تقاضہ ہے کہ۔ یہاں قارئین پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ اسلام لانے سے پہلے پہلے اور رسوؐل اللہ کی تعلیم و تربیت کے بغیر ہی عمر کی ایک شخصیت اور مزاج وجود میں آ چکا تھا۔'' لہٰذا پرویز کا یہ بیان پہلے تو عمر کے شاہکار رسالت'' ہونے کی نفی کرتا ہے۔ پھر یہ تقاضہ کرتا ہے کہ پرویز عمر کی پیدائش سے لے کر اس واقعہ تک، یعنی چھتیس سال کی عمر تک عمر کی مذکورہ شخصیت کے بننے اور بنانے والے بنیادی پہلوؤں کو بیان کرتے۔ جو اُن کی اس کتاب (شاہکار) میں کہیں نہیں ہیں یعنی پرویز نے خود ہی عمر کی ایک شخصیت فرض کر لی ہے۔ جس کا نہ کہیں وجود تھا نہ پرویز بتا سکے۔

پرویز کی خودساختہ دوسری فرضی وجہ اور اُس کا تقاضہ؟۔ پھر پرویز نمبر دے کر دوسری وجہ یوں لکھتے ہیں (2) حضرت عمر لکھے پڑھے تھے مکے کے سترہ لکھے پڑھے لوگوں میں سے ایک۔ وہ تجارت کے لئے دیگر ممالک میں جاتے تو کاروبار سے فرصت کا وقت نکال کر وہاں کے زعمائے سیاست اور مشاہیر فکر و تدبر سے ملاقاتیں کرتے اور اس طرح اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُن کے ذوق تجسس کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تورات کو براہ راست سمجھنے کے لئے عبرانی زبان سیکھی اور اس پر عبور حاصل کر لیا۔ ہم آئندہ چل کر دیکھیں گے کہ وہ کس طرح ایک ایک معاملہ پر مہینوں غور و فکر کے بعد کسی نتیجے اور فیصلے پر پہنچتے۔ فکر و تدبر اُن کی طبیعت کا خاصہ تھا۔'' (شاہکار صفحہ 14)

دوسری وجہ کئی ایک تقاضے کرتی ہے جن میں سے پرویز نے کوئی تقاضہ پورا نہیں کیا ہے۔

اس کے بعد پرویز پر لازم تھا کہ وہ یہ بتاتے کہ عمر نے لکھنا پڑھنا کب؟ اور کس سے اور کتنا سیکھا؟ اور ظاہر ہے کہ لکھنے پڑھنے میں عمر کو رسوؐل کی تعلیم و تربیت نہ ملی تھی اور وہ خالص شاہکار رسالت ہرگز نہیں تھے بلکہ اگر وہ کسی معاملے میں شاہکار تھے بھی تو شاہکار بنانے میں دوسرے غیر مسلم ہاتھ شامل تھے بلکہ وہ غیر مسلم ہاتھ اس شاہکار کی بنیاد تھے پھر پرویز پر لازم تھا کہ وہ یہ بتاتے کہ عمر نے فلاں فلاں ممالک کا سفر کیا؟ تجارت اپنے مال سے کی تھی یا کسی کے غلام یا خادم کی حیثیت سے بطور خدمت ساتھ گئے تھے یا مختار بنا کر تجارت کے لئے بھیجے گئے تھے؟ بھیجنے والا کون تھا؟ اور کاروبار تجارت، حساب کتاب، ریکارڈ کیپنگ، سٹور پروسیجر، اور انتظامی امور کس سے کب اور کس طرح سیکھے تھے؟ اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی عمر خالص شاہکار رسالت نہیں رہتے دوسرے ہاتھ رسوؐل سے پہلے پہلے اپنا کام کر چکے تھے۔ پھر پرویز پر بتانا لازم تھا کہ عمر کو دوسرے ممالک کے زعمائے سیاست اور مشاہیر فکر و تدبر کا پتہ کیسے لگتا تھا؟ اور اُن تک رسائی کا ذریعہ کیا تھا؟ اور اُن کو عمر سے دلچسپی کے اسباب کیا تھے؟ اور اپنا قیمتی وقت عمر پر کیوں خرچ کرتے تھے؟ اور یہ کہ عمر کو سیاسیات سے دلچسپی کیسے پیدا ہوئی تھی؟ اور اُن کے سامنے اسلام لانے سے پہلے کون سا سیاسی منصوبہ تھا؟ پھر پرویز نے قبل قبول اسلام عمر کو عبرانی زبان سیکھنے اور توریت کو براہ راست پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی صفحہ 6 پر یہ بھی لکھا تھا کہ ''ہجرت کے بعد آپ مدینہ گئے تو وہاں یہودیوں کے ہاں توریت کا درس ہوتا تھا آپ اُس درس میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن تورات عبرانی زبان میں تھی اس کے بعد آپ نے عبرانی زبان سیکھی اور اس میں اس حد تک مشق بہم پہنچائی کہ آپ براہ راست توریت کا مطالعہ کرنے لگ گئے یہی تھا وہ جذبۂ تحقیق و

تجسس جس کی بناپر وہ اسلام کی دعوت کا غائر نگاہ سے مطالعہ کرر ہے تھے۔'' (شاہکار صفحہ 6)

اب پرویز پر دو باتیں لازم تھیں اول یہ کہ وہ یہ دکھاتے کہ عمر اسلام لانے سے پہلے اسلام کے کن کن عقاید پر تحقیق و تجسس کر چکے تھے؟ اور یہ تحقیق و تجسس کی کارروائی کس سے بحث ومناظرہ کے بعد کی تھی اوراس تحقیق میں عمر نے کبھی رسوؐل اللہ سے بھی گفتگو کی تھی؟ اور وہ گفتگو کیا تھی اور عمر کس نتیجے پر پہنچے تھے؟ لہٰذا وہ روایت عمر کی شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتی کہ رسوؐل اللہ سے دوران نماز چند آیات سُن کر وہ اسلام لے آئے تھے۔اور دوسری بات جو سب سے اہم ہے یہ بتانا تھی کہ اسلام لانے کے بعد وہ کون سی تحقیق وتجسس کرر ہے تھے کہ اُس تحقیق میں عبرانی زبان کا سیکھنا اور توریت کو براہ راست پڑھنا اور یہودیوں کے درس میں درس لینا ضروری ہوگیا تھا؟ یعنی کیا ایمان لانے کے بعد اسلام کی تحقیق ضروری تھی؟ اور کیا وہ باتیں جو یہود نے اپنے درسوں میں بتائیں اور توریت پڑھنے سے معلوم ہوتیں وہ پہلے رسوؐل اللہ سے معلوم کی تھیں؟ اور کیا رسوؐل سے معلوم کر لینے کے بعد بھی توریت اور یہودیوں کے درسوں کی احتیاج رہ گئی تھی؟

قارئین یہاں نوٹ کرلیں کہ عمر کو شاہکار بنانے میں یہودیوں کا زیادہ عمل دخل تھا اور یہ کہ عمر آخر وقت تک نہ رسوؐل پر ایمان لائے تھے نہ انہوں نے اسلام اختیار کیا تھا۔اور ہمارے سابقہ عنوانات سو فیصد صحیح ہیں۔اور ہمارے ہر بیان کی تصدیق پرویز کے قلم سے ثابت ہوجاتی ہے۔لہٰذا پرویز کا ان تقاضوں کو اپنے بیانات میں پیدا کر کے اُن کو پورا کئے بغیر گزر جانا ہی اس کا ثبوت ہے کہ نہ عمر شاہکار رسالت تھے اور نہ وہ محمدؐ اور اسلام پر ایمان لائے تھے اور یہ کہ اُن کا اپنا ایک سیاسی منصوبہ تھا جس کو پورا کرنے کے لئے وہ اسلام لانے سے چھ سال پہلے تیاری کرتے رہے اور اسلام کا اعلان کرنے کے بعد وفاتِ رسوؐل تک برابر اپنی تیاری کو مکمل کرنے میں مصروف رہے اور وفات کے فوراً بعد اپنے سیاسی منصوبے کو پروان چڑھانے میں جو مصروف ہوئے تو اُسے مکمل کر کے قتل ہوگئے۔بہر حال تیسری وجہ سُنیئے :

پرویز کی خودساختہ تیسری فرضی اور خاص وجہ تو پرویزی شاہکار کا ستیاناس کر دیتی ہے۔

(3) یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ اس قسم کی طبیعت اور مزاج وروش کا **انسان ایک ایسی دعوت کے متعلقات ونتائج (مالہ وماعلیہ) پر غور وفکر نہ کرتا ہوگا جو اُس کی ذات ہی نہیں بلکہ اُس کے ملک اور قوم اُس کے مذہب ومعاشرہ میں بنیادی انقلاب برپا کرنے کے لئے ظہور میں آئی تھی۔ اور جو اُس کی مخالفت کے علی الرغم دن بدن پھیلتی جارہی تھی۔اور اُس وقت تک اس میں چالیس پینتالیس افراد شریک ہو چکے تھے۔یہ دعوت چھ برس سے جاری تھی جس میں مکے کی بڑی بڑی نامور ہستیاں شامل تھیں۔وہ اس قسم کی دعوت اور تحریک سے فکری طور پر کبھی غیر متعلق نہیں رہ سکتے تھے۔ہو نہیں سکتا کہ ابن خطاب نے کبھی اِن معاملات کو اپنی گہری توجہ کا مستحق نہ قرار دیا ہو۔اور اس دعوت کے داعی کی تعلیم نے اس دعوت کے قبول کرنے والوں کی زندگی میں جو محیر العقول انقلاب پیدا کر دیا تھا وہ اُسے درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوں۔''** (ایضاً صفحہ 14)

یہ تیسری وجہ پرویز پر لازم کرتی ہے کہ وہ کھل کر عمر کو سامنے لائیں ۔

یہ تیسری وجہ بتاتی ہے کہ عمر چھ سال سے دن رات اسلام کی دعوت کو اور دعوت کے نتائج کو سامنے رکھتے چلے آرہے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ یہ دعوت اُن کی ذات کے، اُن کی قوم وملک کے اور اُن کے مذہب ومعاشرہ کی مخالف ہے اور انہیں تباہ وبرباد کر ڈالنے کے لئے جاری ہے۔ پرویز کو وہ مواقع دکھانا لازم تھے جہاں جہاں عمر نے اپنے تاثرات کا تذکرہ کیا ہو۔اور قوم ومذہب کے افراد کو اس دعوت سے خبردار کیا ہو۔اور مسلمان ہوجانے والی بڑی بڑی ہستیوں کو روکنے کی کوششیں کی ہوں اور اس دعوت کی مخالفت کی ہو اور مخالفت کے باوجود لوگ برابر اسلام قبول

کرتے رہے ہوں اور کبھی عمر نے اور تو اور اپنے جگری دوست ابوبکر سے تبادلۂ خیال کیا ہو۔اور یہ بات ماننے کی نہیں ہے کہ پرویز کی اس تیسری وجہ کے صحیح ہونے کی صورت میں بھی عمر صرف خاموشی سے مخالفت اور تحقیق کرتے رہے ہوں۔اور بلا کسی سے تذکرہ کئے، بلا کسی مخالف اقدام کے، بلا کسی اصلاحی تدبیر کے پیش کئے، بلا صاحبِ دعوت وتحریک سے گفت وشنید کئے چپ چاپ محض غور وفکر کرتے رہے ہوں۔ پرویز نے اتنے تقاضے پیدا کر کے عمر کو بچا کر نکال لے جانا اُن کی بے دینی، بے حمیتی اور نامردی کو چھپانے کے لئے ضروری سمجھا ہے۔اس کا صحیح سبب یہ ہے کہ عمر نے رسوؐل سے تصادم کو پروگرام کے خلاف سمجھا اور چاہا کہ وہ خاموشی سے مسلمان ہو جائیں اور مسلمانوں میں رہ کر اپنا اعتماد بڑھائیں اور داخلی تخریب کی راہیں نکالیں۔ ورنہ ہر مخالف نے کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی مقدار میں مخالفت کا اظہار کیا ہے۔ یہ صرف ابوبکر وعمر تھے جنہوں نے خاموش مخالفت کا پروگرام بنایا تھا اور کامیاب ہوئے تھے۔اب چوتھی وجہ سُنیئے :

پرویز کی خودساختہ چوتھی اور فرضی وجہ۔

''(4) نہ ہی یہ ممکن ہے کہ مکہ میں رہتے ہوئے (حضرت) عمر نے کبھی قرآنی آیات نہ سُنی ہوں۔رسوؐل اللہ کی یہ دعوت کوئی باطنی تحریک یا گُپت وِدّیا نہیں تھی۔آپ نے تو اس دعوت کا آغاز بھی پہاڑ کی چوٹی سے تمام اہل مکہ کو بآواز بلند پکار کر کیا تھا۔اور پھر اس پیغام کو دوسروں تک مسلسل پہنچاتے چلے جاتے تھے کیا یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ آواز اور تو سب تک پہنچی ہو لیکن اگر نہ پہنچی ہو تو ابن خطاب کے کانوں تک نہ پہنچی ہو۔''

(ایضاً صفحہ 15۔14)

اس بیان کے بعد پرویز کو چاہیے تھا کہ رسوؐل اللہ کی دعوت پر یہ دکھاتے کہ اُس روز عمر کہاں تھا؟ دعوت کیسے اور کیا دی گئی تھی؟ اور یہ بتانا چاہیے تھا کہ عمر نے اپنے اسلام کا اعلان کرنے سے پہلے پہلے کون کون سی آیات سُنیں تھیں اور عمر کا ردِ عمل کیا تھا؟ اور اپنے قارئین کو باور کرانا چاہیے تھا کہ عمر چھ سال تک برابر آیات سُنتے اور ٹالتے رہے۔مگر پرویز برابر ڈرتے رہے ہیں کہ کہیں اُن کے قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو عمر اینڈ کمپنی کا بھانڈا پھوڑ دے۔اس لئے اُنہوں نے عمر کو گپت وِدّیا کے ذریعہ سے گُپت شاہکار بنانے کی بہت محتاط اور سر توڑ کوشش کی ہے۔مگر ہم نے نہ پرویز کو گُپت رہنے دیا اور نہ عمر کو چھپنے اور چھپانے دیا اور اب پرویز کے پرانے ریکارڈ سے وہ سامان دکھاتے ہیں جس سے پرویز کی کئی ایک باتیں اور دعوے غلط ثابت ہو جائیں گے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی ساری اسکیم سامنے آجائے گی۔انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔

(24) رسوؐل کی اسلامی دعوت، تربیتِ خصوصی میں رہنے والے قریش واہل مکہ اور تمام متعلقہ سربرآوردہ لیڈروں سے خطاب اور ردِّعمل۔

قارئین ہم تسلسل اور صحت کی پرواہ کئے بغیر پرویز کے قلم سے اسلام کی دعوت، نتائج اور متعلقات کو سامنے لاتے ہیں۔تاکہ پرویز کو زیادہ سے زیادہ حق کی گرفت میں لایا جاسکے۔اور پرویز کے وہ تصورات اور بیانات دکھائے جاسکیں جب اُس کے سر پر عمر کو شاہکار بنانے کا ابلیسی بھوت ابھی سوار نہ ہوا تھا۔بات لمبی ہے مگر دلچسپ ہے حق کے قریب سے گزرتی ہے اس لئے قارئین بور بھی نہ ہوں گے اور حقیقت تک رسائی میں مدد بھی حاصل کریں گے انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ہم پرویز کے اقتباسات میں سے فضول عبارت کو ترک کرتے چلیں گے تاکہ باطل کم سے کم سامنے آئے اور جہاں ضروری ہوگا تنقید سے حق کو ثابت کریں گے۔ بہرحال پرویز کا اس سلسلے کا پہلا بیان یہ ہے۔

(1) نقاب کشائی حقیقت۔

__۔''رسالت ایک موصبتِ کبریٰ تھی جس کے لئے حضوؐر کی ذاتِ گرامی کو شروع ہی سے مُنتخب کرلیا گیا تھا۔لیکن مبدأ افیض جس قلبِ منور کو وحی کی__

عظیم القدر متاع گراں بہا کا امین بنانا چاہتا ہے اُس کی تربیت خاص اہتمام سے کی جاتی ہے۔''(معارف القرآن جلد 4 صفحہ 190)

ہم نے پرویز کے بیان کو یہاں روک دیا اس لئے کہ اس کے بعد پرویز نے رسوؐل اللہ کو اپنی ذاتی کدّ وکاوش اور تلاش حق میں مبتلا دکھایا ہے جو مندرجہ بالا بیان کی تردید کرتی ہے۔ اس کی رو سے رسوؐل اللہ کی تربیت تو خالص اللہ کے ذمہ ہے نہ کہ غار حرا کی تنہائیوں میں تنہا ٹکریں مارنا۔ مسلسل آگے سُنیئے۔

۔''چنانچہ جب یہ طلب صادق اپنی شدت میں انتہا تک پہنچ گئی اور مشیت کے اندازوں کے مطابق اُس نگہ شوق میں تابِ نظارہ پیدا ہوگئی تو عروسِ حقیقت اپنے حریمِ قُدس سے بصد شانِ زیبائی ورعنائی' نور ونکہت کی ہزاروں دنیائیں اپنے جلُو میں لئے حرا کی تاریکیوں میں جلوہ بار ہوئی اور اُس کے حسین چہرے سے اس طرح نقاب اُٹھا کہ اُس کے تبسم سے کائنات جگمگا اُٹھی (وَ اشرقتَ الارض بِنورِ ربِّها) اور ایک ہی لمحہ میں یہ دنیا کچھ سے کچھ ہوگئی۔''(ایضاً صفحہ 190)

اس بیان میں صرف پرویز کی لفاظی ہی لفاظی ہے وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضوؐر کی تربیت لاکھوں سال عالم انوار میں ہوئی تھی وہ سب کچھ دنیا میں ہی مانتا ہے اور اس کے لئے اس کے پاس نہ حدیث کی سند ہے نہ قرآن سے علم ہے اس لئے لفاظی سے کام لیا گیا ہے اور مان لیا گیا ہے کہ رب العالمین دلہن بن کر حقیقت کی صورت میں رسوؐل اللہ پر منکشف ہوگیا تھا۔ اور سُنیے :۔

''یہ حضوؐر کی عمر کا چالیسواں سال تھا۔ رمضان کا مہینہ (شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیهِ القُراٰن 2/185) اور رات کا وقت تھا۔ رات اس لئے کہ ساری دنیا جہالت کی تاریکیوں میں لپٹی ہوئی تھا اور طلوع سحر کی منتظر۔ یہ رات تاریخ عالم میں عدیم النظیر اور فقید المثال رات تھی۔ یہ حدِّ فاصل تھی دنیائے قدیم اور جہان نَو میں۔ اس رات ضمیرِ کائنات نے ایک نئی کروٹ لی جس سے زندگی جو اپنے مقام سے بے خبر چلی آرہی تھی خودنگر وخودشناس ہوگئی۔ تمام نظامہائے کہن جو غیر فطری بنیادوں پر استوار تھے باطل قرار پاگئے اور دنیا کو ایک نیا آئین عطا ہوا جس میں تکمیل شرف انسانیت کی تمام راہیں واضح طور پر سامنے آگئیں۔ انسان کو حق وباطل کی تمیز کے صحیح پیمانے عطا ہوئے اس لئے یہ رات صحیح معنوں میں لیلۃ القدر (پیمانوں کی رات) تھی۔''(ایضاً صفحہ 190-191)

یہ تمام لفاظی قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن نیا آئین لے کر نہیں آیا تھا۔ حق وباطل کے پیمانے پہلے سے معلوم تھے اور اور جسے زندگی قرار دیا ہے وہ ہر لمحہ خودنگر وخودشناس تھی۔ چونکہ اس کے بعد پرویز نے ایک دم سورہ القدر لکھنا تھی اس لئے رات کی تک بندی لیلۃ القدر سے لاکر جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد پرویز نے سورۃ القدر پوری لکھی اور غلط ترجمہ کیا یعنی خود مفہوم القرآن کے خلاف بھی ترجمہ کیا پھر سورہ دخان کی پہلی چھ آیات اور غلط ترجمہ لکھا ہے۔ اسی طرح قرآن سے اپنا اُلو سیدھا کرتے کرتے یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ:

ادراک حقیقت کے بعد ۔''حضوؐر کی زندگی کا یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ ہر چند آپ تلاشِ حقیقت میں سرگرداں تھے لیکن ادراکِ حقیقت کے تجربہ سے تو نا آشنا تھے۔ جب اس مبدأ فطرت کی طرف سے کہ جس کی فیض گستری کا یہ عالم ہے کہ:

؎ شعلہ شعلہ بہ بخشد' شرر شرر نہ دھد

حقیقت اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ یوں بے نقاب ہوکر سامنے آئی تو فرطِ حیرت سے آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جس کا ہم صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ حقیقت کا براہِ راست مشاہدہ صرف خاصّہٗ نبوت ہے۔ اس لئے غیر از نبیؐ کوئی بھی اس کیف سے لذت آشنا نہیں ہوسکتا تو

اُسے بیان کیا کرسکتا ہے ہم اُس کے متعلق صرف اسی قدر سمجھ سکتے ہیں جس قدر لسانِ نبوت سے ہمیں سمجھایا جائے۔'' (ایضاً صفحہ 192)
یہ بھی پرویز کی محض لفاظی ہے اس پر اُس کا اور اُس بزرگ شاہکار کا ہرگز ایمان نہ تھا اور نہ یہ مان کر کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ ''حقیقت بے نقاب ہوگئی تھی۔'' یہ کہنا باطل ہوگا کہ (معاذ اللہ) حضورؐ سے پھر بھی غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہوتی رہتی تھیں۔لہٰذا پرویز نے محض رنگ آمیزی اور گرمیٔ محفل کے لئے یہ بیان دیا ہے۔کوئی اس خبیث سے یہ پوچھے کہ تو نے جس آیت سے حضورؐ پر چالیسویں سال حقیقت کا بے نقاب ہونا لکھا وہ آیت یہاں کیوں نہ لکھی؟ اور جس آیت سے اُسے نیا تجربہ بتایا ہے اُس کی نشاندہی کیوں نہ کی؟ اور جب تُو اور تمام غیر از نبیؐ اس کیفیت کو نہیں سمجھ سکتے تو تُو نے کس بنیاد پر اُسے نیا تجربہ قرار دیا ہے اور چالیس سال سے پہلے کی عمر میں اُس کی نفی کی ہے؟ اور وہ حدیث کیوں نہ لکھی جس سے تو یہ سب کچھ سمجھا ہے یقین کیجئے کہ پرویز سر سے پیر تک اسی طرح جھوٹا ہے جس طرح منافقوں کو سورہ منافقون میں جھوٹا فرمایا گیا ہے۔بہرحال ہم اس ملعون کے قلم سے چند حقائق لکھوانے کے لالچ میں اس کی بکواس لکھتے جارہے ہیں مسلسل لکھا ہے کہ:

۔''صبح کو آپؐ مکان پر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے اُس نادر واقعہ کا ذکر فرمایا۔۔۔ **حضرت خدیجہؓ نے شب کا ماجرا سُنا فوراً اُس کی صداقت پر ایمان لے آئیں۔** بیوی کے بعد انسان کی زندگی کا بے نقاب مشاہدہ کرنے والے گھر کے نوکر اور بچے ہوتے ہیں۔حضرت زید آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ حضورؐ کے آغوشِ تربیت کے پرورش یافتہ۔حضرت خدیجہؓ کے بعد اُنہوں نے سُنا تو فوراً نگہ عقیدت جھکا کر ایمان لے آئے۔'' (ایضاً صفحہ 193)

قارئین دیکھیں کہ یہ خبیث بھی حضرت علی علیہ السلام کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ کے آغوشِ تربیت کا پرورش یافتہ مانتا ہے۔اور یہ شخص لکھے یا نہ لکھے قریش اور قریشی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ و ریکارڈ میں طرح طرح لکھا گیا ہے کہ رسوؐل اللہ نے دن رات حضرت علی علیہ السلام کی تعلیم و تربیت پر صرف کئے اور کسی شخص کو چند گھنٹوں کے علاوہ رسوؐل کی صحبت میں یا زیرِ تعلیم رہنے کا موقع نہیں ملا۔اُسی طرح پرویز کو جھوٹی یا سچی روایات سے یہ دکھانا چاہیے کہ عمر کو رسوؐل سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا کتنا موقع ملا۔دنیا جانتی ہے کہ ابوبکر و عمر کا تو گھر بھی رسوؐل اللہ کے گھر سے کئی میل کے فاصلے پر محلّہ قبا اور محلّہ سُنح میں تھا اور وہ وفات رسوؐل کے بعد تک انہی گھروں میں رہے اور بمشکل دوسرے تیسرے دن چند گھنٹوں کے لئے یہ دونوں بھی ملاقات کو آتے تھے اور اپنے لئے کسی شخص کی منت سماجت کر کے خبریں منگوانے کا انتظام کرتے تھے۔اور اپنے اپنے دلاّلی یا تجارت کے کاروبار میں لگے رہتے تھے۔اس لئے نہ اُنہوں نے سارا قرآن سُنا نہ یاد کیا۔یہ دونوں خصوصاً تعلیمات دینیہ سے کورے اور پیدل تھے۔اس کے باوجود پرویز عمر کو شاہکارِ رسالت بناتے ہیں۔کوئی ایسا حوالہ نہیں لکھتے کہ رسوؐل نے اُسے کیا کیا تعلیم دی یا اُس نے حضورؐ سے کیا کچھ حاصل کیا؟ اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ عمر اللہ کی آیات سے بھی مطمئن نہ ہوتے تھے۔

پرویز رسوؐل کی دعوت و تبلیغ کو ایک زمانہ تک خفیہ مانتے تھے۔

ذرا آگے چل کر اِسی صفحہ 193 پر سات نام اور لکھے اور جو چپکے چپکے ایمان لا چکے تھے اور لکھا ہے کہ:

۔''یہ سب تبدیلی خاموشی سے ہو رہی تھی کیونکہ اس دعوت کی آواز ابھی بلند نہیں کی گئی تھی۔'' (صفحہ 193)

پرویز کی مذکورہ چار عدد وجوہات کی رو سے عمر کو اس خاموش تبلیغ کا علم بھی ہونا چاہیے اور ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ جس طرح اس صفحہ 193 پر سات آدمیوں کا ابوبکر کی ترغیب سے مسلمان ہونا لکھا ہے۔آیا عمر کو ابوبکر نے ترغیب دی تھی؟ یا نہیں؟ اور عمر نے کیا جواب دیا تھا؟

کیونکہ وہ تو چھ سال کے بعد ایمان لائیں گے، چھ سال تک ایمان سے روکنے والی کیا چیز تھی؟ اور ابوبکر ایسے دوست کا عمر پر اثر کیوں نہ ہوا؟ اور عمر نے ابوبکر کو صدیق کیوں نہ سمجھا؟ یا یہ کہنا ہوگا کہ ابوبکر و عمر کی دوستی صرف اسلام کی تخریب کے لئے ہوئی تھی وہ پہلے سے دوست نہ تھے۔

(2) پرویز بڑی احتیاط سے رسولؐ اور قرآن کی اُس دعوت کی طرف قدم قدم بڑھتے ہیں جو مختلف اقوام وقبائل کے لیڈروں کو دی گئی تھی۔

ہمارے قارئین نوٹ کریں کہ اللہ نے قرآن میں اُن تمام لیڈروں کو اسلام کی دعوت دی تھی جو اسلامی تبلیغ و دعوت سے قریب ترین تعلق رکھتے اور پہلے نمبر پر متاثر ہونے والے تھے۔ اور اسی دعوت میں اسلامی حکومت اور طرز حکومت کا بنیادی ڈھانچہ اور اصول طے کیا گیا تھا۔ اور اسی دعوت کو ٹھکرا دینے کی وجہ سے مذکورہ لیڈروں کو اسلام کے خلاف مسلمان بن کر محاذ بنانے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ اور اسی بنا پر قریشی لیڈر اور قریشی علما اس دعوت کو چھپا دینے یا ہلکا اور بے وزن کر دینے میں کوشاں رہتے چلے آئے ہیں۔ اور اسی دعوت کا اقرار کرانے کے لئے ہم پرویز کو گھیر رہے ہیں تا کہ اُس کے قلم سے اس دعوت کے متعلق جو کچھ مل سکے اپنے قارئین کو دکھائیں۔ لہٰذا پرویز بھی چونکہ قریش پرست عالم ہیں وہ بھی اس دعوت کی مار سے بچتے بچتے بیان دیں گے اور جتنی ہو سکے گی ہیرا پھیری کریں گے۔ چنانچہ پرویز نے معارف القرآن جلد 4 کے صفحہ 194 پر اپنا بڑا عنوان۔ ''قُمْ فَاَنْذِر۔ ''خیز و بخاکِ تشنہ بادۂ زندگی فشاں۔'' یعنی اُٹھ اور پیاسی زمین پر زندگی کا جام چھڑک دے۔'' (صفحہ 194)'' قائم کیا ہے۔

اس عنوان پر کیا کیا لکھا ہے؟ ہم اُس میں سے وہ جملے دکھائیں گے جو خود حقیقت ہوں گے یا حقیقت کی طرف راہنمائی کرتے ہوں گے۔ دیکھنا شروع کیجیے:

(1)۔ ''ایک رسولؐ کو حقیقت کا مشاہدہ کرایا ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ ضمیر کائنات سے اُس پیغام کو اپنے ساتھ لائے جس سے انسانوں کی دنیا میں انقلاب پیدا ہو جائے اور اس صُورِ اسرافیل سے مُردوں کی بستی میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ جائے۔'' (صفحہ 194)

(2) رموزِ کائنات کے پردے اُٹھ جانے سے آپؐ پر ایک عظیم الشان ذمہ داری عائد ہوگئی اس لئے ندائے جمال نے آپؐ کو پکارا اور کہا کہ:

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَاَنْذِرْ O وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ O (74/1 تا 3)

۔''اے تمام دنیا کے درست کرنے والے اُٹھ اور نوع انسانی کو غیر فطری زندگی کے انجام و عواقب سے آگاہ کر اور اپنے پروردگار کی کبریائی کا اعلان کر۔'' (ایضاً صفحہ 195)

(3) اُٹھ اور خون رگِ کائنات میں ایک تموج پیدا کر دے (صفحہ 196)

(4) اُٹھ اور فطرت کا فراموش کردہ آئین پھر اُن کی نگاہوں کے سامنے لا (صفحہ 196)

(5) اُٹھ اور اس جہنم کی انسانیت سوز آتش فشانیوں کو اپنے عالمگیر سحابِ اخوت و مودت کے ترشح سے بردوسلامتی کی جنت بنا دے۔'' (صفحہ 196)

(6) اُٹھ اور دنیا میں ان تمام طاغوتی قوتوں کو پامال کر کے انسان اور انسان اور خدا اور بندے میں فطری اور حقیقی تعلق پیدا کر دے۔'' (صفحہ 196)

(7) اُٹھ اور اس انقلاب آفرین دعوت حق و صداقت سے کوہ و جبل اور دشت و صحرا کی فضا میں حیات انگیز تحرک پیدا کر دے جس سے تمام نظامہائے باطل کی بنیادیں ہل جائیں۔ اور اُن کی جگہ وہ نظام عدل و حریت قائم ہو جائے جس سے انسانیت کو اس فضائے بسیط میں اذن بال

کشائی ملے۔اور وہ ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی اپنی معراجِ کبریٰ تک جا پہنچے۔'' (صفحہ 196۔197)

یہاں رُک کر اتنی سی بات طے کر لیں کہ محمدؐ کے بعد اُن کی جانشینی کرنے والے خلیفہ یا امام یا امیر یا ولی کو فضائے بسیط پر اور مقامِ معراجِ کبریٰ پر تسلط ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی تعلیماتِ اسلامی سے مسلسل بے روک نوعِ انسان کو ارتقائی مراحل سے گزارتا ہوا لے جائے۔یا وہ خلیفہ ایسا ہو کہ اُسے زمین تک پر قابو و قدرت حاصل نہ ہو اور لفظ ارتقا اور معراجِ کبریٰ کا منکر و جاہل ہو؟

(3) پرویز رسولؐ اللہ کو مثیلِ موسیٰ قرار دیتے ہوئے اُس انتظام کا بیان قرآن سے دکھاتے ہیں جو فرعون کی تبلیغ پر کیا گیا تھا، تاکہ اس سے بڑا انتظام کیا جائے۔

پرویز نیا عنوان اور نیا بیان دیتے ہیں بہت غور سے پڑھیں تاکہ آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ رسولؐ اللہ کی تائید و مدد کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کتنا بڑا انتظام درکار تھا۔عنوان دیکھئے:

مثیلِ موسیٰؑ ۔''جلد سوم میں تذکرہ حضرت موسیٰ کو سامنے لائیے اور دیکھئے کہ جب جلوہ گاہِ طور پر جناب کلیم اللہ کو ارشاد ہوا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىO (20/24)

''فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ اُس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔'' تو آپؑ نے اس عظیم الشان مہم کے سر کرنے کے لئے بارگاہ ایزدی سے توفیق اور ہمت کی دعا مانگی اور عرض کیا: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْOوَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْOوَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْOيَفْقَهُوْا قَوْلِيْOوَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْOهٰرُوْنَ اَخِيOاشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْOوَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْOكَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًاO وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًاOاِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًاO(20/25 تا 35)

پرویزی ترجمہ ۔''موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرا سینہ کھول دے (کہ بڑے سے بڑا بوجھ اُٹھانے کے لئے مستعد ہو جاؤں) میرا کام میرے لئے آسان کر دے (کہ راہ کی دشواری بھی غالب نہ آسکے) میری زبان کی گرہ کھول دے کہ (خطاب و کلام میں پوری طرح رواں ہو جاؤں اور) میری بات لوگوں کے دلوں میں اُتر جائے نیز میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا دے۔اُس کی وجہ سے میری قوت مضبوط ہو جائے وہ میرے کام میں میرا شریک ہو۔ہم دونوں یک دل ہو کر تیری پاکی اور بڑائی کا بکثرت اعلان کریں۔تیری یاد میں زیادہ سے زیادہ لگے رہیں اور بلاشبہ تو ہمارا حال دیکھ رہا ہے۔(ہم سے کسی حال میں غافل نہیں)۔

اس درخواست کے جواب میں اُس عتبہ عالیہ سے ارشاد ہوا:

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰىO (20/36)

۔''ارشاد ہوا اے موسیٰ تیری درخواست منظور ہوئی۔''

حضرت موسیٰؑ کو صرف ایک فرعون کی طرف جانے کا حکم ملا تھا لیکن رسولؐ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ کے لئے تمام فراعنۂ دہر اور نمارِدۂ عصر کے خلاف اعلان جنگ کرنے کا حکم تھا۔آپؐ کی دعوت انقلاب کی ابتدا ہر چند کہ ایک خاص مقام سے ہوئی تھی۔لیکن اس تحریک کی وسعتیں حدود فراموش تھیں۔ اور یہ درحقیقت باطل کی ہر روش کے خلاف بغاوت کا اعلان تھا کہ حضورؐ کی بعثت کا مقصد ہی بلاتعین زمان و مکان تمام عالم انسانیت سے استیصالِ باطل اور استحکامِ حق تھا۔یہ تھا وہ انقلاب آفرین پیغام جسے لے کر آپ حرا کی خلوتوں سے دنیا کی جلوتوں کی طرف تشریف فرما

ہوئے۔''(معارف القرآن جلد4 صفحہ 197 تا198)

(4) پرویز لاشعوری میں وہ حق بیان کر گئے جس سے ہمیشہ شعوری طور پر گریز اں رہنا اُن کا اور اُن کے بزرگ لیڈروں کا شعار رہتا چلا آیا ہے۔

قارئین نے سورہ طٰہٰ کی آیات پڑھیں اور پرویز کا ترجمہ دیکھا جو قابل برداشت ہے۔اللہ اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے بیانات سے ثابت ہے کہ۔1۔ نبیؑ کو اُس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے اُس کی تمام ضروریات فراہم کی جاتی ہیں یعنی اُس کی تمام ہی متعلقہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔2۔لہٰذا ماننا ہوگا کہ آنحضرتؐ کی بھی تمام دعائیں اور ضروریات قبول کر کے فراہم کی گئی تھیں۔3۔اور یہ کہ نبیؑ کا وزیر کسی انتخاب سے خود نہیں بنایا جاسکتا بلکہ اللہ کے حکم اور اجازت سے وزیر مقرر کیا جاتا ہے۔4۔لہٰذا محمد مصطفٰیؐ کا وزیؑر بھی اللہ کی طرف سے مقرر ہونا لازم ہے اور ہم اُسی وزیرؑ کے اعلان وتعین کے لئے پرویز کے یہ بیانات لکھ رہے ہیں۔5۔اسی سے وہ تمام روایات باطل ہو جاتی ہیں جن میں اللہ کے حکم وسند کے بغیر ابوبکر وعمر کو وزیر بنا دیا گیا ہے(شاہکار صفحہ 21)۔6۔ساتھ ہی ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ وزیر معاملاتِ نبوت ورسالت میں پہلے دن سے شریک ہوتا ہے اور نبیؑ اپنے وزیر کو اپنا شریک کار بنانے کی دعا کرتا ہے۔وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ (20/32) یعنی اُسے میرے تمام کاموں میں شریک کر دے۔لہٰذا رسوؐل اللہ کا وزیر نبوت ورسالت کی تمام ذمہ داریوں میں شریک ہونا ضروری ہے۔**یعنی رسوؐل کا وزیر پوری نوع انسان کا اُسی طرح ذمہ دار ہے جس طرح رسوؐل ذمہ دار تھے تاکہ رسوؐل کے بعد بھی ذمہ داری اُس وقت تک برقرار رہے جب تک نبوت ورسالت جاری رہے** یعنی وزیر و وزارت ایسے حضرات کے لئے ہوگی جو تا قیامت رسوؐل کے تمام فرائض اور ذمہ داریوں کو خود رسوؐل کی طرح رسوؐل کی جگہ انجام دیتے رہیں گے۔جو زمان ومکان کی قیود سے آزاد اور ہمہ گیر ہدایت وراہنمائی کے قابل ہوں۔7۔یہیں پر یہ نوٹ کرلیں کہ تمام موافقین اور مخالفین نے یہ مانا ہے کہ رسوؐل نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے فرمایا تھا کہ تم مجھ سے وہی نسبت ومنزلت رکھتے ہو جو ہاروؑن کو موسٰیؑ سے تھی۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ رسوؐل اللہ کے بھائی اور وزیر اور شریک نبوت ورسالت تھے۔اور معلوم ہوا کہ رسوؐل اللہ نے بھی اللہ سے اپنا وزیر متعین کرا رکھا تھا۔

8۔یہیں یہ نوٹ کریں کہ حضرت موسٰیؑ علیہ السلام نے اللہ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ O قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ O (قصص35-34/28)

۔''اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ زبان آور ہے اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے تاکہ وہ میری تائید کرے۔مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرے ہاتھ مضبوط کریں گے۔اور تم دونوں کو ایسی سلطانی بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسوؐل کا وزیر نہایت زبان آور اور طاقتور وتصدیق کرنے والا اور نبیؑ سے خوف وخطرات کو دور رکھنے والا ہونا ضروری ہے۔

اب پھر پرویز کا بیان اور عنوان دیکھئے لکھا ہے کہ:

(5) پہلی دعوت حیات بخش۔

۔''ذمہ داریوں کی اس دنیا کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے حضوؐر بستی کی طرف تشریف لائے اور صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یَاصَبَاحَاهُ یہ لفظ سُن کر تمام لوگ چونک اُٹھے اور آپ کے گرد جمع ہوگئے۔آپؐ نے فرمایا یَا مَعْشَرَ قُرَيْش اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک فوج نکلا

چاہتی ہے تو تم کیا میری اس بات کو سچ مانو گے؟ (بخاری جلد 2) اُنہوں نے بیک زبان کہا کہ ہم نے آج تک کبھی کوئی غلط بات تمھاری طرف سے نہیں سُنی ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔ اس لئے تمھاری بات کو ضرور سچ مانیں گے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تمھیں آگاہ کرتا ہوں کہ تمھاری موجودہ روش زندگی سے تم پر ایک سخت عذاب آنے والا ہے۔ جسے یوں سمجھو کہ تمھارے سر پر کھڑا ہے۔ اس پر ابولہب نے نہایت استخفاف سے کہا کہ کیا ہم سب کو اسی لئے جمع کیا تھا؟ یہ کہہ کر وہ چلا آیا۔ اور اُس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی چلے گئے۔ یہ قریش کی طرف ایک عمومی دعوت تھی۔'' (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 198)

اس کے بعد پرویز صاحب سورہ والنجم کی آٹھ نو آیات لکھتے ہیں اور اُن کا ترجمہ بھی کرتے ہیں اور اس سورت سے تُک بندیاں کرتے کرتے اُس دعوت کا ذکر بادلِ نخواستہ کرتے ہیں جو ہم پرویز کے قلم سے بطور بسم اللہ شروع کرانا چاہتے تھے۔ وہ بھی اس دعوت کو اہل خاندان کی دعوت کہہ کر بات کا زور کم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا پرویز کا بیان وعنوان دیکھ لیں پھر ہم بات کریں گے۔ لکھتے ہیں کہ:

''یہی مسلک، ملت ابراھیمیؑ کے مجدد حضور نبیؐ اکرم نے اختیار کیا اور دعوت خصوصی کی ابتدا خود اپنے خاندان سے کی جب آپؐ کو حکم ہوا کہ:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ O (214/26)۔ ''اور اے پیغمبرؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (انکار و بدعملی کے نتائج سے) آگاہ کردے۔''

<u>اہل خاندان کو دعوت:</u> تو آپؐ نے تمام بنو ہاشم کو کھانے پر بلایا اور اُس سے کہا کہ ''میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بارگراں کو اُٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ خاندان کے بڑے بوڑھے سُن رہے تھے اور محوحیرت تھے کہ ہماری گود کا کھلایا ہوا بچہ ہمیں کیا باتیں سُنا رہا ہے؟ جب آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب سے کہا کہ ''اپنے سیزدہ سالہ فرزند (حضرت) علی کی بات مانا کرو اور جو کچھ وہ کہا کرے اُسے بغور سُنا کرو'' تو تمام مجمع کھلکھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ کہ لو آج سے بیٹے کا حکم مانا کرو۔'' انہیں کیا علم کہ جس بات کو ماننے کے لئے کہا گیا تھا اُس میں بیٹے اور باپ کے رشتہ کا کیا واسطہ وہ تو کلمہ حق وصداقت کے سامنے جھک جانے کا تقاضا تھا یہ کلمہ صداقت بیٹے کی زبان سے نکلے تو باپ اُس کے سامنے جُھک جائے اور باپ کی زبان سے نکلے تو بیٹا جُھک جائے۔'' (ایضاً جلد 4 صفحہ 203-202)

<u>(6) پرویز اپنے قدیم ریکارڈ میں بھی اپنے شاہکار کی خصوصی یا عمومی تربیت نہ دکھا سکے اور علی کو پروردۂ رسولؐ وتربیت یافتۂ رسولؐ اور صاحب الامر مان لیا۔</u>

ہم نے پرویز کے قلم سے اسلام کی ابتدا اور ابتدائی دعوت پر کافی کچھ لکھا لیکن اُن کے شاہکار کا کسی حیثیت سے بھی ذکر نہ آیا۔ نہ عمر کو کہیں پروردۂ رسولؐ لکھا گیا نہ اُن کی تعلیم وتربیت کا رسولؐ سے کوئی تعلق ملا۔ بلکہ پرویز نے حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ کے آغوش تربیت میں پلنے والا مان لیا اور گو بگاڑ کر سہی مگر پرویز نے مان لیا کہ حضرت علیؑ رسولؐ کی طرف سے باقی تمام مسلمانوں پر حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ پرویز کا حقیقت حال کو چھپانے کے باوجود اتنا لکھ دینا اور مان لینا بھی ہمارے لئے غنیمت ہے چونکہ علی الاعلان دعوت اسلام قرآن میں مذکور ہے۔ اس لئے اُس کو چھپانا ناممکن ہے۔ رہ گیا معنی بدلنا تو یہ سارے قرآن کے ساتھ کیا گیا ہے جب تک قرآن کے الفاظ موجود ہیں حق کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ البتہ حق کو چھپانے والوں کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ مسلمانوں کی نظروں سے گرتے چلے جاتے ہیں اور حق اُبھرتا اور باطل دبتا اور مٹتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ ایک معجزہ ہے کہ حق کو چھپانے والوں میں کبھی اتفاق نہیں ہوسکا ہے اور اُن کے اختلاف کی بنا پر حق خود اُن ہی کے قلم سے نکلتا اور واضح ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ جس دعوت ذوالعشیرہ کو پرویز نے حد بھر بگاڑ کر لکھا ہے وہی دعوت علامہ شبلی کے قلم سے سُنیے تو حق کا کافی حصہ سامنے آجائے گا حالانکہ تعصب اور ثلاثہ

پرستی میں شبلی پرویز سے کم نہیں تھے۔

(7) دعوت اسلام شبلی کے قلم سے سُنیے اور پرویز کی بددیانتی دیکھئے ۔

۔'' تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا لیکن آفتاب رسالت بلند ہو چکا تھا صاف حکم آیا۔

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ (حجر 94/15) اور تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے واشگاف کہہ دے۔'' اور نیز حکم آیا ہے کہ:

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ O (26/214) اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈرا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش لوگ جمع ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا؟ سب نے کہا کہ ''ہاں'' کیونکہ تم کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سُن کر سب لوگ جن میں ابولہب آپ کا چچا بھی تھا سخت برہم ہو کر چلے گئے۔(بخاری جلد 2 صفحہ 702) چندروز کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا۔ تمام خاندانِ عبدالمطلب مدعو کیا گیا حمزہ، ابوطالب، عباس سب شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کو کفیل ہے اس بارگراں کو اُٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ تمام مجلس میں سنّاٹا تھا دفعتاً حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا گو مجھ کو آشوب چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں تاہم میں آپکا ساتھ دوں گا۔ قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص (جن میں ایک سیزدہ سالہ نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔'' (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ 210-211)

قارئین پرویز اور شبلی کے بیانات کا فرق دیکھیں اور نوٹ کریں کہ قریش پرست علما نے حق کو کس طرح بگاڑ بگاڑ کر لکھا ہے۔ اور ہر ایک نے بنیادی مطالب کو چھپا دیا ہے۔

(8) دعوت اسلام تاریخ طبری سے۔

تاریخ طبری میں اس دعوت کو طرح طرح اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ہم اختصار کی غرض سے طبری کے دو بیان لکھتے ہیں:

پہلا بیان۔ حضورؐ کو بولنے کا موقع نہ ملا ایک آدمی کا کھانا چالیس کو کافی ہو گیا۔

۔''علیؑ ابن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ رسولؐ اللہ پر نازل ہوئی آپؐ نے مجھے بلایا اور کہا علیؑ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی کنبے والوں کو ہدایت کروں مگر میں اپنے کو اس سے عہدہ برآ ہونے میں مجبور پاتا ہوں۔ کیونکہ جب میں اُن کو اپنی دعوت دوں گا وہ مجھے تکلیف پہنچائیں گے۔ اس خوف سے میں اس حکم کی بجا آوری میں خاموش تھا کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ اگر تم اللہ کے اس حکم کی بجا آوری نہ کرو گے تمہارا رب تم کو عذاب دے گا۔ اس لئے تم آدھ سیر تین پاؤ کا کھانا تیار کر و اُس پر بکری کی ران بھون کر رکھ دینا اور دودھ سے بھر کر ایک کٹورا لا دو۔ اس کے بعد تمام بنوعبدالمطلب کو میرے پاس بلا لاؤ تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں اور اللہ کے حکم کو اُن تک پہنچا دوں۔ میں نے رسولؐ اللہ کی فرمائش پوری کر دی اور پھر تمام بنوعبدالمطلب کو جو اس زمانے میں کم و بیش چالیس مرد تھے آپ کے پاس بلا لایا۔ اُن میں آپ کے چچا ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے۔ سب کے جمع ہو جانے کے بعد رسولؐ اللہ نے مجھے

اُس کھانے کے لانے کا کہا جو میں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا۔حکم دیا، میں نے اُسے لاکر رکھا۔رسوؐل اللہ نے اُس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا اُٹھا کراُسے اپنے دانتوں سے چیرا اور پھراُسے خوان کے کناروں پر رکھ دیا۔اورسب سے کہا بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجئے۔تمام جماعت نے شکم سیر ہوکر کھانا کھالیا مجھے صرف اُن کے ہاتھ چلتے دکھائی دیتے تھے۔اورقسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں علیؑ کی جان ہے کہ جتنا کھانا میں نے اُن کے لئے تیار کیا تھا اُن میں سے ہر شخص اُس تمام کو کھا جاتا۔کھانے کے بعد رسوؐل اللہ نے فرمایا ان سب کو دودھ پلاؤ میں نے وہ کٹورا لاکر اُن کو دے دیا۔اُسے پی کر وہ سب سیر ہوگئے حالانکہ بخدا وہ صرف اتنا تھا کہ اُن میں کا ہر شخص اُسے پی جاتا۔اس کے بعد رسوؐل اللہ نے چاہا کہ اُن سے گفتگو کریں مگر آپؐ کے بولنے سے پہلے ابولہب نے کہا کہ۔''عرصہ سے یہ تم پر جادو کرتا رہا ہے'' یہ سُن کر تمام جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی۔رسوؐل اللہ نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔مجھ سے کہا علیؑ تم نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھے آج بات کرنے کا موقع نہیں دیا اور سب لوگ چلے گئے۔کل پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کرو اور اُن سب کو میرے پاس بلاؤ۔

<u>دوسرا بیان۔رسوؐل کی حکومت، وزیر و وصی اور خلیفہ کی عام دعوت کو رد کر دیا گیا۔</u>

حسب الحکم دوسرے دن پھر میں نے اُسی قدر کھانے اور دودھ کا انتظام کر کے سب کو رسوؐل اللہ کی خدمت میں جمع ہونے کی دعوت دی۔جب وہ آگئے آپؐ نے کل کی طرح مجھے کھانا لانے کا حکم دیا میں کھانا لایا۔آپؐ نے آج بھی وہی کیا جو کل کیا تھا۔اس کی برکت سے سب نے سیر شکم ہوکر کھالیا۔پھر آپؐ نے مجھ سے کہا کہ ان کو دودھ پلاؤ میں اُس کٹورے کو لے آیا اُسی سے وہ سب سیر ہوگئے۔اس سے فراغت کے بعد رسوؐل اللہ نے فرمایا کہ۔''<u>**اَے بنوعبدالمطلب میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمھارے پاس لایا ہو جو میں تمھارے لئے لایا ہوں۔اس میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔**</u>اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس بھلائی کی دعوت دوں۔تم میں سے کون اس معاملے میں میرا بوجھ بٹانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے؟ تاکہ وہ میرا بھائی بنے میرا وصی ہو اور تم میں میرا جانشین ہو۔اس دعوت میں سب کے سب ساکت وصامت رہے کسی نے حامی نہ لی البتہ میں نے کہا۔'' حالانکہ میں اس جماعت میں سب سے کم عمر تھا،سب سے زیادہ چھوٹی آنکھیں تھیں، پیٹ بڑا اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں۔اَے اللہ کے نبیؐ میں تمہارا وزیر بنتا ہوں۔'' رسوؐل اللہ نے میری گردن تھام کر کہا۔''یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات کو سُنو اور جو کہے بجالاؤ۔'' اس پر ساری جماعت ہنسنے لگی۔اوراُنہوں نے ابوطالب سے کہا۔'' سُنو تم کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔''(ترجمہ تاریخ طبری جلد اول صفحہ 88۔89)

(9) <u>**دعوت ذوی العشیر ہ میں سے فریب سازی الگ کرنا ضروری ہے۔**</u>

چونکہ یہ دعوت قریش کے پورے منصوبہ کو باطل کر دیتی ہے اس لئے ضروری تھا کہ جس طرح ممکن ہو اس دعوت میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جن سے قریشی منصوبہ باطل نہ ہوسکے۔چونکہ یہ دعوت بتاتی ہے کہ اللہ کے حکم سے اسلام اور نبوت ورسالت کے پہلے اعلان عام میں حضرت علی علیہ السلام کو رسوؐل اللہ کا جانشین، وزیر، خلیفہ، وصی اور نبوت ورسالت میں حضرت ہاروؔن کی طرح کا بھائی بنا دیا گیا تھا۔اس لئے اس کے بعد رسوؐل اللہ کی خلافت اور جانشینی کا ہر دعویٰ باطل اور ہر خلیفہ غاصب ثابت ہوجاتا ہے۔لہٰذا اس دعوت کو اس انداز سے اپنے خود ساختہ ریکارڈ میں درج کیا گیا کہ یہ دعوت، دعوتِ عام کے بجائے ایک گھریلو دعوت بن کر رہ جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ علیؑ کو اپنے خاندان کے اندر خاندانی وصی، خلیفہ، جانشین اور وزیر بنایا گیا تھا نہ کہ ساری اُمت کا خلیفہ۔اس مطلب کو حاصل کرنے کے لئے اس دعوت کو طرح طرح کے اختلافات کے ساتھ اپنے

خودساختہ ریکارڈ میں لکھا گیا اور یہی صورت حال دکھانے کے لئے ہم نے پرویز، شبلی اور طبری کے بیانات پڑھنے کی زحمت دی ہے۔علاوہ ازیں بعد کے مورخین ومحدثین ومفسرین ومترجمین کی کثرت نے تو اس دعوت کو قطعاً چھپالینا ضروری سمجھا ہے۔ بہرحال آپ نے پرویز وشبلی ایسے بددیانت وقریش پرست علما کے قلم سے اس دعوت کو پڑھ لیا ہے۔اب ہمارا کام یہ ہے کہ قریش اور قریشی علما کی پول کھولیں اور پہلے اس دعوت کے عام دعوت ہونے پر گفتگو کریں اور جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے اور موجودہ تواریخ وتفاسیر وکتب احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اسلام کے نام پر لکھا ہوا یہ ریکارڈ جو آج ساری دنیا میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً موجود ہے معاویہ اور اُن کی جانشین حکومتوں اور حکمرانوں کا تیار کیا ہوا سامان ہے اور وہ سب ثلاثہ اینڈ کمپنی اور قریش کے ہم عقیدہ اور ہم مذہب اور خلفائے ثلاثہ کو برحق ماننے والے تھے لہٰذا نہ ہم اس نام نہاد ریکارڈ کو من وعن تسلیم کرسکتے ہیں اور نہ کوئی عدالت انصاف قبول کرسکتی ہے لہٰذا یہ تواریخ یہ تفاسیر اور یہ کتب حدیث ہمارے لئے دلیل نہیں بنتیں۔

<u>دوسرا جواب۔</u> آپ نے دیکھا کہ رسوؐل کے مُنہ سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ: اَے بنوعبدالمطلب میں نہیں جانتا کہ کوئی عرب مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو جو میں تمھارے لئے لایا ہوں۔''

اس بیان کو صورت حال کے مطابق یوں ہونا چاہیے تھا کہ:

۔''اَے بنوعبدالمطلب میں نہیں جانتا کہ کوئی تمہارے خاندان کا شخص مجھ سے پہلے اس سے بہتر کوئی نعمت تمہارے پاس لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔''

افسانہ سازوں سے یہ غلطی اللہ نے کرائی ہے کہ اس بیان میں لفظ عرب لکھوا دیا ہے۔ملک عرب کے کسی باشندہ عرب کو کسی ایک خاندان کو مخصوص کرنے کی کوئی فطری ضرورت نہ تھی وہ تو سارے عربوں کو مخاطب کرتا تو فطری بات ہوتی۔صرف ایک کنبہ کو مخاطب کرنا اور باقی عرب کو دین ودنیا کی بھلائی سے محروم رکھنا یہ سب افسانہ سازوں کی غلطیاں ہیں۔

<u>تیسرا جواب</u> تاریخ طبری میں (صفحہ 88) بھی اور شبلی کی سیرۃ النبی (صفحہ 210-211) میں بھی **یا معشر القریش** کہہ کر تمام قریش کو دعوت دینا لکھا ہے۔اور یہ جملہ بھی موجود ہے کہ:۔''قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص (جن میں ایک سیزدہ سالہ نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کررہے ہیں۔حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتادیا یہ سراپا سچ تھا۔''(سیرۃ النبی صفحہ 211)

یہ جملہ ثابت کرتا ہے کہ یہ دعوت ساری دنیا کی قسمت کا فیصلہ نہ سہی قریش کی قسمت کا فیصلہ تو ضرور ہی کرگئی۔لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو اللہ ورسوؐل نے سارے قریش پر اپنا خلیفہ وجانشین اور وزیر ووصی بنادیا تھا لہٰذا قریشی لیڈروں کا خلیفہ بن بیٹھنا باطل ثابت ہوگیا۔اور یہ کافی ہے۔

<u>علامہ مودودی کی تصدیق۔</u> مودودی نے لکھا ہے کہ حضوؐر نے پکارا کہ''اَے قریش کے لوگو،اے بنی کعب بن لُوَیّ،اے بنی مُرّہ،اے آلِ قُصّی، اَے بنی عبدالمناف،اَے بنی عبدالشّمس،اَے بنی ہاشم،اَے آلِ عبدالمطلب اس طرح ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام لے لے کر آپؐ نے آواز دی۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 542)

(10) <u>حضرت علیؑ کی خلافت وحکومت کے منجانب اللہ ورسوؐل ہونے پر پرویز کا شاہکار عمر ابن خطاب ایک غاصب گواہ ہے۔</u>

اب ہم وہ منصوبہ آپ کے سامنے لاتے ہیں جو پرویز کے شاہکار کو اُلجھا کر اسلام اور دعوتِ اسلام سے دور لے گیا اور جس کو پروان چڑھانے کے لئے عمر نے اسلام کا اعلان کرنے میں چھ سال لگائے اور اسلام لاتے ہی وہ خاموشی سے بلا کسی جبر وتشدد کے مدینہ چلے گئے اور

یہودیوں کے مرکزی مدرسہ میں داخلہ لے کر درس لینا شروع کیا اور انہیں بتادیا کہ میں اسلام اور تعلیمات اسلام کو مِن وّ عَن تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں بلکہ اُسے زمانہ حال اور قومی مصلحتوں کے تقاضوں کے مطابق مُدوّن کر کے اختیار کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ انسانوں کی کثرت کو قبول ہو اور اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے اور سابقہ تمام مذاہب وقوانین سے اُس کا تصادم نہ ہو۔ لہٰذا میں آپ کے ماہرین مذہبیات وسیاسیات سے بڑے خلوص واحترام کے ساتھ دین خداوندی سیکھنا چاہتا ہوں اور خود کو اُن کی بصیرت کے حوالے کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے جس طرح چاہیں تیار کریں صرف ایک بات کا خیال رکھیں اور اُس میں میری مدد بھی کریں اور وہ یہ کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا ہے میں اسلام کے اصولی دعووں کو پسند کرتا ہوں مگر رسولؐ کی طرزِ تبلیغ وتفہیم مجھے پسند نہیں ہے۔

یہ تھا وہ خفیہ معاہدہ جو عمر نے یہودی مرکز سے کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس معاہدہ کا کھلا کھلا اور لفظی ثبوت قریشی ماہرین اپنے پیچھے نہیں چھوڑ سکتے تھے مگر مختلف راہوں سے اور یہود کے تاثرات اور بیانات میں سے یہ معاہدہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں عمر بن الخطاب کی موت کے بعد اپنے قارئین کو اس منصوبے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کا ہم بار بار ذکر کرتے آرہے ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں اُنہوں نے عمر پر تنقید کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ایک فیصلہ کن رائے لکھی ہے۔

(25) حضرت علیؑ کے ساتھ قریش کے پیچ در پیچ تعلقات تھے اس لئے بقول شبلی، قریش کسی صورت علیؑ کی حکومت برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے۔ بار بار اُن کو لوگوں نے اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں وپیچاں ہیں۔ مدت کی غور وفکر کے بعد بھی اُن کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی۔ بار بار اُن کے مُنہ سے بے ساختہ آہ نکل گئی کہ افسوس اس بارگراں کا کوئی اُٹھانے والا نظر نہیں آتا۔ تمام صحابہ میں اس وقت چھ شخص تھے جن پر انتخاب کی نگاہ پڑسکتی تھی۔ علیؑ، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف۔ لیکن حضرت عمر اُن میں کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے۔ اور اس کا اُنہوں نے مختلف موقعوں پر اظہار بھی کردیا تھا۔ چنانچہ طبری وغیرہ میں اُن کے ریمارکس بہ تفصیل مذکور ہیں۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں وہ حضرت علیؑ کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے اُن کی نسبت قطعی فیصلہ نہ کرسکتے تھے۔'' (الفاروق حصہ اول صفحہ 102۔103)

(1) مذکورہ بالا چھ اشخاص میں عمر کے کچھ نہ کچھ کمی پانے پر علامہ شبلی کا بے درنگ حاشیہ۔

علامہ شبلی عمر کی رائے پر تائید وتنقید کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر نے اور بزرگوں کی نسبت جو خوردہ گیریاں کیں ہم نے اُن کو از راہ ادب نہیں لکھا لیکن اُن میں جائے کلام نہیں (یعنی وہ سب صحیح تھیں) البتہ حضرت علیؑ کے متعلق جو نکتہ چینی حضرت عمر کی زبانی عام تاریخوں میں منقول ہے یعنی یہ کہ اُن کے مزاج میں ظرافت ہے۔ یہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ ظریف تھے مگر اُسی قدر جتنا ایک لطیف مزاج بزرگ ہوسکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح اُن کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ علامہ طبری نے اس معاملے کے متعلق حضرت عمر کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کئے ہیں۔ ہم اُن کو اس موقع پر اس لئے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر کے خیالات کا

رازِ سربستہ معلوم ہوگا۔ مکالمہ حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہوا تھا۔ جو حضرت علیؑ کے ہم قبیلہ اور طرفدار تھے۔'' (ایضاً صفحہ 103 حاشیہ)

(2) چند وضاحت طلب حقیقتیں سامنے رکھ لیں۔

عنوان نمبر (25) کے ماتحت یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ عمر اپنے عملدرآمد اور ساری زندگی کی سرتوڑ کوششوں میں درحقیقت ناکام و نامراد رہے اول اس لئے کہ وہ اپنی قائم کردہ حکومت اور مذہب وملت کو برقرار رکھنے اور آگے چلانے اور ترقی دینے کے لئے ہزاروں قریشیوں میں سے کوئی ایک ہم خیال و ہم مسلک جانشین تیار نہ کرسکے اور اپنی اس ناکامی پر آہیں بھرتے اور پیچاں وغلطاں رہتے زندگی گزار دی۔ دوم اس لئے کہ اُن کا قتل ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہوا جسے غلامی کے عالم میں اپنے آقا سے یہ شکایت تھی کہ وہ اُس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتا ہے۔ یعنی یہ قاتل اس بات کا ثبوت ہے کہ عمر کے نظام حکومت میں نہ مساوات تھی نہ خوشحالی تھی اور نہ انصاف تھا۔

دوسری وضاحت طلب بات یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس ہرگز حضرت علیؑ کے نہ طرفدار تھے نہ ہم قبیلہ تھے۔ البتہ قریشی سازش نے یہ ضروری سمجھا کہ عباس وابولہب وغیرہ کو اس خاندان کے افراد بنا دیا جائے۔ ہم نے تو قریش نام کے سارے لوگوں کو قحطانی یا مجہول النسب لوگ ثابت کر دیا ہے اور اس سازش کو کھول کر رکھ دیا ہے (دیکھو مرکز انسانیت حصہ اول)۔

تیسری وضاحت طلب بات حضرت علیؑ اور قریش کے تعلقات ہیں اور یہی اگلے عنوانات میں واضح کرنا ہے۔

(3) طبری کو آخری نمبر پر لائیں گے پہلے شبلی سے وہ مکالمہ لکھتے ہیں جو عمر کے دماغ کا سربستہ راز کھولتا ہے خلافت پر قبضہ کرنے کا سبب بتاتا ہے

شبلی نے عبداللہ ابن عباس سے عمر کا مکالمہ پورا نہیں لکھا ہے۔ مگر پھر بھی ہم شبلی کو اس لئے سند مانتے ہیں کہ اُنہوں نے عمر بن خطاب کی سوانح عمری (الفاروق) لکھنے میں ہر بددیانتی اور ہر بے ایمانی اور ہر جھوٹ اور ہر بے دینی کو استعمال کیا ہے لہٰذا اُن کے قلم سے مکالمہ سُنیئے:

حضرت عمر: کیوں عبداللہ بن عباس، علیؑ ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے؟

عبداللہ: میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر: تمہارے باپ رسُولؐ اللہ (صلعم) کے چچا اور تم رسُولؐ اللہ کے چچیرے بھائی ہو پھر تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیوں نہ ہوئی؟

عبداللہ: میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر: لیکن میں جانتا ہوں تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔

عبداللہ: کیوں؟

حضرت عمر: وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ تم کو خلافت دیتا بھی تو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ بھی مفید نہ ہوتا۔''

یہاں تک لکھ کر شبلی پھر لکھتے ہیں کہ:

۔''دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفصل ہے۔ کچھ باتیں تو وہی ہیں جو پہلے مکالمہ میں گزریں اور کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

حضرت عمر: کیوں عبداللہ ابن عباس تمہاری نسبت میں بعض بعض باتیں سُنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اُن کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری

عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس: وہ کیا باتیں ہیں؟

حضرت عمر: میں نے سُنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسدً اوظلماً چھین لی۔

عبداللہ: ظلماً کی نسبت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسدًا؟ تو اس کا تعجب کیا ہے ابلیس نے آدمؑ پر حسد کیا اور ہم لوگ آدمؑ ہی کی اولاد ہیں پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے؟

حضرت عمر: افسوس: بنی ہاشم کے دل سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

عبداللہ: ایسی بات نہ کہیے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہاشمی تھے۔

حضرت عمر: اس تذکرے کو جانے دو۔

عبداللہ: بہت مناسب'' (دیکھو تاریخ طبری صفحہ 2768 تا 2771) (الفاروق حصہ اول صفحہ 103-104)

(4) سچ کے ساتھ جھوٹ ملا کر مکالمہ لکھا گیا تا کہ جو سچ کو قبول کر کے لکھے وہ خانوادۂ رسوؐل میں پیوندکاری کی سازش بھی قبول کرے۔

یہ مکالمے چودہ سو سال سے نقل ہوتے ہوتے ہم تک پہنچے۔ چونکہ ان میں خلافت کے متعلق حق تھا اس لئے ان کو علمائے شیعہ نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا تو گویا یہ مان لیا کہ عبداللہ ابن عباس خاندان رسوؐل کے افراد تھے۔ یعنی قریشی ریکارڈ تیار کرنے والوں نے خاندان رسوؐل کے ساتھ قریش اور دیگر افراد کو شامل کرنے کا اس طرح تہہ در تہہ اور مسلسل پروپیگنڈا کیا کہ تمام شیعہ علما نے عباس اور ابولہب جیسے ملاعین کو سچ مچ رسوؐل کے چچا وغیرہ مان لیا۔ ہم پہلے فرد ہیں جس نے اس سازش کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کیا اور ہر قدم پر اس کو واضح کرتے چلے آئے ہیں۔ ان مکالموں میں عبداللہ کے کاندھے پر رکھ کر بندوق چلائی گئی ہے تا کہ عمر کا یہ چمچہ عمر کی باتوں کو جا کر حضرت علیؑ سے بیان کرے اور عمر کو حضرت علیؑ کا ردعمل معلوم ہوتا رہے۔ لیکن یہ ترکیبیں بھی عمر کو کچھ مدد نہ دے سکیں اور حق واضح ہوتا چلا گیا۔ بہر حال ان ناقص مکالموں میں دو باتیں واضح ہو گئیں اول یہ کہ قریش نے یہ فیصلہ قومی سطح پر کر رکھا تھا کہ حکومت کو خاندان رسوؐل میں نہ رہنے دیں گے اور دوسری بات یہ کہ حکومت کو حسدً اوظلماً لیا گیا تھا۔

(5) تاریخ طبری سے یہی دونوں مکالمے سُنیئے اور شبلی کی دیانت دیکھئے۔

۔'' پھر آپ نے فرمایا اَستغفر اللہ اَے ابن عباس (حضرت) علیؑ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہیں ہوئے؟ میں نے کہا۔'' مجھے معلوم نہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا اے ابن عباس تمھارے والد رسوؐل اللہ کے چچا ہیں اور تم اُن کے چچازاد بھائی ہو پھر تمھاری قوم کو (تمہارا انتخاب خلافت کرنے سے) کس چیز نے روکا؟ میں نے کہا۔'' مجھے نہیں معلوم۔'' اُنہوں نے کہا مگر مجھے معلوم ہے۔ وہ ناپسند کرتے تھے۔ میں نے کہا۔'' کیوں؟۔'' ہم تو اُن کے لئے بہترین انسان تھے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں تمہارے اندر جمع ہو جائیں۔ شاید تم یہ کہو کہ (حضرت) ابوبکر نے اس بات سے رجوع کیا۔ ہرگز نہیں حضرت ابوبکر نے سب سے زیادہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ اُسے (خلافت کو) تمہارے لئے مقرر کرتے تو قریب ہونے کے باوجود اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔''

(ترجمہ طبری حصہ سوم صفحہ 279۔280)

یہاں تک لکھ کر طبری اشعار کے متعلق گفتگو چھیڑ دیتے ہیں آخر اگلے صفحے پر پھر لکھتے ہیں کہ:

۔'' آپ نے فرمایا۔'' اَے ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری قوم کو تم سے کس چیز نے روکا ہے؟ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا اس لئے میں نے کہا۔'' اگر میں نہیں جانتا ہوں تو امیر المومنین مجھے اس سے باخبر کر دیں۔'' آپ نے فرمایا۔'' وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تمہارے اندر نبوت وخلافت دونوں چیزیں جمع رہیں مبادا کہ تم اپنی قوم سے بدسلوکی کرو۔ اس لئے قریش نے اُسے (خلافت کو) اپنے لئے پسند کیا کہ اُن کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔'' میں نے کہا۔'' اَے امیر المومنین اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں؟ آپ نے فرمایا۔'' اَے ابن عباس تمہیں بولنے کی اجازت ہے۔'' میں نے کہا۔'' آپ نے فرمایا قریش نے اپنے لئے اُسے انتخاب کیا اور اس معاملے میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے۔'' (اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ) اگر قریش اپنے لئے یہ انتخاب اُس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ وبرتر نے انہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ نا قابل ردّ اور نا قابل حسد ہوتا۔'' آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ۔'' وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت وخلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں۔'' تو خدائے بزرگ وبرتر نے ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔'' یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُنہوں نے اس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لئے اُس نے اُن کے اعمال اکارت کر دیے۔'' اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔'' ہائے افسوس! خدا کی قسم اَے ابن عباس مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے تمہاری قدر ومنزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میں نے کہا۔'' اَے امیر المومنین وہ کیا باتیں ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا مرتبہ گھٹائیں۔ اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اُسے دور کر سکتا ہے۔'' آپ نے فرمایا۔'' مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو۔'' اُنہوں نے اُسے (خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے۔'' میں نے کہا۔'' آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے وہ تو ہر جاہل اور عقلمند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے آدمؑ پر بھی کیا تھا۔ اُن ہی کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔'' حضرت عمر نے فرمایا۔ '' اَے بنو ہاشم تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہ جائے گا۔'' میں نے کہا۔'' اَے امیر المومنین ٹھہریئے آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگایئے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے۔ اور اُن کے دلوں کو حسد وفریب ومکر کی آلائش سے بالکل پاک وصاف کر دیا ہے۔ کیونکہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے۔'' آپ نے فرمایا کہ۔'' اَے ابن عباس تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔'' میں نے کہا'' بہت بہتر'' جب میں جانے کے لئے کھڑا ہوا تو آپ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔'' اَے ابن عباس تم بیٹھے رہو مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے۔'' میں نے کہا۔'' اَے امیر المومنین میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں جو کوئی اُن حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب ہے اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے۔'' اس کے بعد آپ اُٹھ کر چلے گئے۔'' (ترجمہ تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 273 تا 279)

(6) یہ مکالمے دعوت ذوی العشیرہ کی تصدیق کرتے ہیں اور حکومت علوؑیہ پر رضامند نہ ہونے پر قریش وثلاثہ کے تمام اعمال کا ضائع ہو جانا ثابت کرتے ہیں۔

ان مکالمات میں جن دو باتوں کو کسی نے نوٹ نہیں کیا اُن میں سے پہلی بات یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے عمر کو یاد دلایا ہے کہ۔'' اللہ قریش کو یہ موقع دے چکا تھا کہ وہ خلافت کو قبول کر لیں۔'' اور یہ کہ اگر قریش نے اس موقع پر خلافت کو اختیار کر لیا ہوتا تو اُن کی خلافت برحق ہوتی۔'' لہٰذا معلوم ہوا کہ دعوت ذوی العشیرہ میں رسوؐل اللہ نے تمام قریش کو اور عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ کے ماتحت جمع کئے جانے والے لیڈروں کو یہ

اختیار دیا تھا کہ رسولؐ کی وزارت وخلافت ووصایت کو قبول کر کے اپنے میں سے ایک شخص کو حضورؐ کا جانشین وخلیفہ اور وزیر ووصی بننے کے لئے پیش کرتے ۔مگر اُنہوں نے اس وقت اس دعوت کو مذاق سمجھا اور حضرت علیؑ کو نامزد کئے جانے پر طنز کر کے واپس چلے آئے ۔اور دوسری بات عبداللہ ابن عباس نے عمر کو یہ بتائی ہے کہ چونکہ قریش نے خلافت کا حکم لے کر نازل ہونے والی وحی کو ناپسند کیا اور اپنی پسند کے مطابق خلافت کو خاندان نبوت سے نکالنے اور خود حکومت سنبھالنے کو پسند کیا اس لئے اللہ نے قریش کے تمام اعمال ضائع کر دیے جانے کی وحی نازل کی اور وہ یہ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْO ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْO (محمدؐ 9-47/8)

۔''اور جن لوگوں نے حق کو چھپانے کا پروگرام بنایا ہے اُن کے لئے صرف اُلٹی راہ چلنا طے پا گیا ہے اور اُن کے تمام اعمال واقدامات گمراہی کے سپرد کر دیئے گئے اور وہ اس لئے کہ اُنہوں نے اُس حکم کو ناپسند کیا ہے جو اللہ نے نازل کیا تھا۔لہٰذا اللہ نے اُن کے تمام اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔''

(7) وقت نکل جانے پر قریشی لیڈروں نے خلافت حاصل کرنے کا وہ منصوبہ بنایا تھا جسے پروان چڑھانے کیلئے قرآن اور علیؑ کو راہ سے ہٹانا تھا

رفتہ رفتہ ہم اس مقام پر آ گئے جہاں سے عمر بن خطاب کا منصوبہ سامنے آتا ہے ۔یعنی اسلام کی پہلی دعوت عام میں قریشی لیڈر یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی ایسی حکومت بنا سکیں گے جس میں ایک وزیر کی ضرورت پیش آئے گی اور جو اُن کے بعد بھی کامیابی کے ساتھ برقرار رہ کر آگے بڑھتی جائے گی ۔اور جس کے لئے ابھی سے خلیفہ وجانشین اور وصی مقرر کر دینے کی ضرورت ہے ۔یہ ایک بہت مہلک غلطی تھی جو قریشی لیڈروں سے سرزد ہوئی تھی ۔لیکن جب اُنہوں نے یقین حاصل کر لیا تو وقت نکل چکا تھا۔اب وہ اس غلطی کا ازالہ پُرامن طریقہ پر نہ کر سکتے تھے۔وہ موقع ضائع ہو چکا تھا۔لیڈرانِ قوم نے مجبور ہو کر یہ طے کیا کہ قوم کو شخصی حکومت سے متنفر کیا جائے اور رازدارانہ طریقہ پر یہ بتایا جائے کہ اللہ ورسولؐ کی طرف سے شخصی حکومت یعنی علیؑ کی حکومت طے ہو چکی ہے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ خود رسولؐ اور قرآن کے خلاف محاذ بنایا جائے ۔رسولؐ کو جمہوری حکومت پر راضی کیا جائے ۔ پبلک میں جمہوری حکومت کے فوائد اور شخصی حکومت کے نقصانات عام کئے جائیں ۔قرآن کی آیات کا رُخ موڑ کر قومی ومشاورتی طرز حکومت کی طرف لایا جائے ۔ ہر اسلام لانے والے کو ہموار کیا جائے ۔اگر دورانِ حیات رسولؐ کامیابی نہ ہو تو رسولؐ کے انتقال پر تو قومی حکومت بنا ہی لی جائے ،بس ان خطوط پر منصوبہ تیار کیا گیا ۔اور پرویز کے شاہکار نے ذمہ داری سنبھالی اور اُن تمام خرابیوں ،رکاوٹوں ،اور دقتوں اور بُرائیوں کو جمع کیا ،سجا کر سنوار کر مرکزی حیثیت سے کارآمد بنایا۔اُن کی اثر انگیزی کو ترقی پذیر رکھنے کے لئے ہر ممکنہ خامی کو دور کیا۔اُسے مخصوص ومطلوبہ طرز حیات کی حیثیت سے قیام بخشا اور فتنوں کے اُس ذخیرے کو اپنا جانشین بنا لیا جس سے ہر نیکی اور ہر بھلائی اور ہر سہولت وآسائش دور سے دور ہوتی چلی جائیں ۔